شرح صحیح مسلم

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا

اور رسول تم کو جو (احکام) دیں ان کو قبول کرو اور جن کاموں سے تم کو منع کریں ان سے باز رہو

شرح صحیح مُسلم

(جلد ثانی)

مساجد، شفاعت، صلوٰۃ المسافرین، فضائل القرآن، جمعہ، صلوٰۃ العیدین

صلوٰۃ استسقاء، صلوٰۃ کسوف، جنائز، زکوٰۃ

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸ اردو بازار لاہور ۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب : شرح صحیح مسلم (الجزء الثانی)

تصنیف : علامہ مفتی غلام رسول سعیدی

تصحیح : مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی

ایم۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی، فاضل علوم شرقیہ

کتابت : دارالکتابت حضرت کیلیانوالہ، گوجرانوالہ

مطبع : ہاشم اینڈ حماد پرنٹرز، لاہور

ہدیہ : -/330 روپے

الطبع الثامن : صفر ۱۴۲۱ھ / مئی ۲۰۰۰ء

الطبع العاشر : جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ / جولائی ۲۰۰۲ء

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

فون نمبر 042-7312173 ، فیکس نمبر 092-042-7224899

ای۔میل نمبر Email:info@faridbookstall.com

ویب سائٹ Visit us at : www.faridbookstall.com

فہرست مضامین شرح صحیح مسلم (جلد ثانی)

.....

کلماتِ تشکر

اللہ تعالیٰ کا بے حد و حساب شکر ہے جس کے بے پایاں کرم سے میں پھر اس لائق ہوا کہ شرح صحیح مسلم کی تصنیف کے سلسلہ کو آگے بڑھا سکا جو گزشتہ پانچ سال سے میری علالت کے باعث رکا ہوا تھا۔ ۶ر جولائی ۱۹۸۵ء کو کراچی کے احباب کی دعوت پر میں دارالعلوم نعیمیہ کراچی میں آگیا اور حالات نے ایک خوشگوار کروٹ لی، میری صحت بحال ہونے لگی۔ اس دوران میرے ایک مخلص دوست جناب عارف ضیائی قادری صاحب مجھ سے ملنے کراچی آئے اور جب انھوں نے میری صحت بہتر دیکھی تو اصرار کیا کہ میں شرح صحیح مسلم کے کام کو دوبارہ شروع کروں۔ انھوں نے لاہور جا کر یہ تذکرہ جناب سید محمد اعجاز صاحب مالک فرید بک سٹال سے بھی کیا۔ سید محمد اعجاز صاحب کی ہمت اور حوصلہ قابلِ داد ہے کہ وہ باوجود علالت اور ضعفِ بصارت کے کراچی تشریف لائے اور مجھ سے شرح صحیح مسلم کے کام کو مکمل کرنے کا وعدہ لے لیا۔ اس وقت میرے سامنے ضروری مسئلہ مطلوبہ کتابوں کی فراہمی تھا کیونکہ لاہور میں بیماری کے دوران زندگی بھر کی جمع کردہ کتابیں نیلامی کے بھاؤ بک چکی تھیں۔

کتابوں کی فراہمی اور دیگر سہولیات فراہم کرنے میں جن احباب نے تعاون کیا ان میں حسنِ اکرم مفتی سید شجاعت علی قادری (جج وفاقی شرعی عدالت)، پروفیسر منیب الرحمان، مفتی محمد اطہر نعیمی، مولانا محمد اقبال حسین نعیمی، حافظ محمد اطہر نعیمی کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اس سلسلہ میں جن دوستوں کا میں خاص طور پر شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں ان میں حضرت مولانا جمیل احمد نعیمی ناظم تعلیمات دارالعلوم نعیمیہ کراچی، حضرت مولانا غلام محمد سیالوی ناظم اعلیٰ شمس العلوم کراچی، مولانا مفتی محمد رفیق حسنی مہتمم مدرسہ گلزار حبیب، مولانا محمد اکرام سیالوی استاذ شمس العلوم کراچی اور مولانا خالد محمود۔ کراچی۔ زید مجدہم کے اسماء قابلِ ذکر ہیں۔ ان حضرات نے نہ صرف یہ کہ اپنی لائبریریوں سے مجھے کتابیں مہیا کیں بلکہ میری ضرورت کی کتابیں خرید کر بھی مجھے فراہم کیں اور حقیقت یہ ہے کہ شرح صحیح مسلم جلد ثانی کی تکمیل میں ان تمام حضرات کے تعاون کا بہت بڑا حصہ ہے۔

پہلی جلد لکھتے وقت سابق پبلشر سید حامد صاحب کی طرف سے مجھ پر یہ پابندی تھی کہ میں زیادہ سے زیادہ مختصر لکھوں اس لیے میں نے پہلی جلد میں بہت سارے مباحث وانستہ تشنہ چھوڑ دیے۔ اس جلد میں میں نے سید محمد اعجاز صاحب سے اجازت لے کر وقت اور گنجائش کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے انتہائی تفصیل اور تحقیق سے لکھا ہے۔

اس کتاب میں اسلام کی حقانیت اور اہل سنت وجماعت کے اعتقادی نظریات پر ٹھوس دلائل پیش کیے ہیں۔ فقہاء اربعہ کے مسالک کو ان کی اصل کتابوں کے حوالوں سے لکھا ہے اور فقہ حنفی جو فی الواقع وحی الٰہی اور مزاج رسالت سے قریب تر اور سب سے زیادہ خوف خدا، وقت نظری اور احتیاط کی حامل ہے۔ اس کی ان خصوصیات کو زیادہ سے زیادہ واضح کرنے کی سعی کی ہے جو مسائل حاضرہ اس کتاب کے ابواب کے مناسب تھے ان کو شرح وبسط سے ذکر کیا ہے۔

کسی موضوع پر بھی لکھتے وقت میں نے کسی لگی بندھی فکر کو ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ کتاب وسنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں جو کچھ لکھا ہے وہ معروضی انداز میں لکھا ہے۔ کسی شخص یا کسی مکتب فکر کے خلاف غیر سنجیدہ یا غیر شائستہ زبان استعمال نہیں کی اور کسی موقعہ پر بھی احترام انسانیت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ علمی مسائل میں اہل علم کا اختلاف کرنا ان کا علمی حق ہے اس لیے میں گذارش کرتا ہوں کہ اہل علم حضرات اگر کسی مسئلہ میں میرے نظریہ سے اختلاف کریں تو اس تہامں سنجیدہ اور شائستہ انداز کو قائم رکھیں جو آپ کو اس پوری کتاب میں نظر آئے گا۔

آخر میں میں مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی، ایم اے، ایل ایل بی، فاضل علوم شرقیہ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنھوں نے جانفشانی اور عرق ریزی سے اس کتاب کی پروف ریڈنگ کی جزاہ اللہ خیر الجزاء اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ اس شرح کو قبول عام عطا فرمائے۔ اہل حق اس کتاب کے مطالعہ سے اپنے عقائد ونظریات میں مزید رسوخ اور تقویت پائیں اور دوسرے حضرات اس کتاب کے مطالعہ سے راہ حق کو اختیار کر لیں اور تادیر اس کتاب کی افادیت قائم اور جاری رہے۔ اللہ تعالی اس کتاب کے مصنف، ناشر، معاونین اور جمیع قارئین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے سعادت دارین عطا فرمائے آمین۔ یارب العالمین بجاہ محمد سید المرسلین علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

۱۵ر شوال ۱۴۰۰ھ

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
شیخ الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ
گلستان مصطفےٰ۔ بلاک۔ ۱۵ (فیڈرل بی ایریا)
کراچی ۳۸
ٹیلیفون: ۶۸۴۲۳۶ و ۶۷۲۵۰۸

تحریر : پروفیسر منیب الرحمٰن
ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی

صدر شعبۂ علوم اسلامیہ
علامہ اقبال گورنمنٹ کالج۔ کراچی

جنرل سکریٹری، دار العلوم نعیمیہ ٹرسٹ
بلاک نمبر ۱۵۔ فیڈرل 'بی' ایریا۔ کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمدہ و نصلی ونسلم علی حبیبہ الکریم

عکسِ جمال

اہل علم و فقاہت وارباب فکر و نظر قارئین کرام!

لیجئے "شرح صحیح مسلم" (جلد ثانی) مصنفہ شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ آپ کے مبارک ہاتھوں میں ہے۔ امید ہے کہ آپ ورق پلٹنے اور قدم آگے بڑھانے سے پہلے اس جلیل القدر اور عظیم المرتبت کتاب کے بارے میں سطور ذیل پر ایک نظر سے خوش گوارے ضرور ڈالیں گے۔ اس سے ان شاء اللہ آپ کو اس کتاب کی امتیازی خصوصیات اور مصنف کے منفرد انداز تحریر و تحقیق کو سمجھنے اور کتاب کی علمی حیثیت کو پرکھنے میں مدد ملے گی۔

جن حضرات نے مصنف محترم کی تحریر کردہ اس کتاب کی جلد اول کا مطالعہ کیا ہے وہ اس جلد کو اس پر ہرگز قیاس نہ کریں۔ کیونکہ اس وقت جن احباب نے اس علمی کام کی طباعت و اشاعت کا بیڑا اٹھایا تھا ان کا اصرار تھا کہ اختصار کو ملحوظ رکھا جائے۔ تاہم یہ مصنف کے انداز تحریر کی اعجاز آفرینی ہے کہ انہوں نے اختصار کے ساتھ ساتھ جامعیت کو بھی ملحوظ رکھا اور حتی المقدور کوشش کی کہ وارفتگان علم اور فہم حدیث کا ذوق رکھنے والوں کو تشنگی علم کا احساس کم سے کم ہو۔

لیکن جب دوسری جلد پر کام کا آغاز ہوا تو مصنف پر ایسی کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی بلکہ ان کے راہوارِ قلم کو آزاد چھوڑ دیا گیا، انہیں کھلی اجازت دے دی گئی کہ احادیث مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان میں پنہاں علوم نبوت کے بحر ناپیدا کنار کی جس قدر چاہیں علمی و فکری سیر کریں اور جتنی گہرائی تک چاہیں غواصی فرما کر علم نبوت اور حکمت رسالت کے انمول موتی اپنی پلکوں سے چن کر لائیں اور پوری بسط و تفصیل کے ساتھ انہیں الفاظ کے حسن و جمال میں پرو کر صفحاتِ قرطاس پر سجا دیں تاکہ تشنگانِ علوم نبوت جی بھر کر سیراب ہوں اور اصحاب علم اپنے اپنے ظرف کے مطابق معانی و مطالب کے انمول خزینوں کو اپنے دامن میں سمیٹ سکیں۔ امید ہے اب انشاء اللہ العزیز قارئین کرام کو اپنی "تنگی داماں" کی شکایت تو یقیناً ہوگی، لیکن حضرت مصنف نے خزانۂ علوم نبوت کے جو بیش قیمت علمی جواہر پارے لٹائے ہیں ان سے علمی تشنگی یا کسی اجمال کی شکایت ہرگز نہ ہوگی۔

کتابیات اور مآخذ و مراجع کی فہرست پر اک سرسری نظر ڈالنے سے بھی آپ کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ مصنف نے کس قدر محنت، تحقیق اور دقت نظر سے کام لیا ہے، اتنا وسیع علمی کام ایک فرد تو کجا ایک ادارہ بھی بمشکل انجام دے سکتا ہے، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ یہ صرف اور صرف ایک فرد کی ذاتی محنت اور جگر کاوی کا ثمرہ ہے اور بلاشبہ "ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ" (الجمعۃ آیت ۴) اور "وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا" (البقرہ آیت ۲۶۹) کا مصداق ہے۔

تاہم اس امر کا اعتراف نہ کرنا احسان ناشناسی اور بخل ہوگا کہ بہت سی وسیع اور گرانقدر نادر کتب کی بہم رسانی استفادہ مستعار فراہمی میں دار العلوم نعیمیہ، کراچی کے اراکین کے علاوہ مولانا غلام محمد سیالوی، مہتمم شمس العلوم جامعہ رضویہ کراچی، مولانا محمد اکرم سیالوی مدرس شمس العلوم کراچی، صاحبزادہ محمد جان، مہتمم دار العلوم مجددیہ نعیمیہ کراچی، مفتی محمد رفیق حسنی مہتمم جامعہ اسلامیہ گلزار حبیب، کراچی اور بعض دیگر احباب کے علمی تعاون کا بھی بڑا دخل ہے، مصنف کے علاوہ اس کتاب سے استفادہ کرنے والوں اور اہلسنت کو بھی ان حضرات کا شکر گزار ہونا چاہیے۔

چلتے چلتے یہ بھی ذہن نشین فرما لیجئے کہ اس کتاب میں زیر بحث مسائل کی تحقیق و تدقیق کا انداز فکر کیا ہے؟

کسی بھی علمی مسئلے پر تحقیق اور علمی موشگافیوں کے اہم ترین اسلوب اور طریقے دو ہیں ایک موضوعی طرز تحقیق (Subjective research) کہلاتا ہے اور دوسرا معروضی (Objective research)۔ موضوعی انداز تو یہ ہے کہ ایک شخص اپنا مسلک، علمی موقف اور نتیجہ فکر پہلے متعین کر لیتا ہے اور پھر اس کے مطابق مقدمات ترتیب دیتا ہے اور استدلال کی بنیادیں اٹھاتا ہے، جو نصوص قرآن و حدیث، آثار سلف اور اقوال ائمہ اس کے پہلے سے متعینہ نتیجے کے حصول میں معاون ثابت نہیں ہوتے، ان سے یا تو صرف نظر کرتا ہے یا ان کی دور از کار تاویل کا راستہ اختیار کرتا ہے یا تلبیس (DECEPTION) سے کام لیتا ہے کیونکہ اسے یہ اندازہ یا کم از کم خوش فہمی ہوتی ہے کہ ہر قاری کی نظر ماخذ و مراجع پر نہیں ہوتی اور بہت کم لوگ کسی کے نتیجہ فکر یا مقدمات استدلال کو میزان تحقیق پر تولنے کی زحمت گوارا کرتے ہیں، تاہم یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ اس طرز فکر کو تحقیق سے زیادہ تلبیس اور معما آفرینی ہی قرار دیا جا سکتا ہے اور بہت سے مسائل و معاملات میں مسلکی اختلافات کا سبب یہی انداز فکر ہے اسی کے بارے میں بجا طور پر کہا گیا ہے ؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں۔

معروضی انداز فکر یہ ہے کہ انسان خالی الذہن ہو کر نصوص قرآن و حدیث، آثار صحابہ و تابعین اور اقوال ائمہ کی روشنی میں کسی مسئلے کی چھان پھٹک کرے اور نصوص قطعیہ اور دلائل حقہ سے جو نتیجہ فکر منطقی طور پر مرتب ہو کر سامنے آئے اسے دل و جان

قبول کرے اور کمالِ دیانت سے اسے دوسروں کے سامنے پیش کرے خواہ وہ اس کے پہلے سے مزعومہ فکر (PRESUMED) یا نظریے کے بالکل برعکس یا متصادم ہی کیوں نہ ہو در اصل یہی حق بینی، حق آگہی اور حق پرستی ہے: اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ ۔

میں دورانِ تصنیف مصنف سے انتہائی فکری قرب کی بناء پر شرحِ صدر کے ساتھ یہ بانگ دہل یہ عرض کرنے کی جسارت کرتا ہوں کہ اس کتاب کی تصنیف اور ترتیب و تسوید کے دوران مصنف کا اندازِ فکر سو فیصد معروضی رہا ہے۔ بہت سے مسائل پر عمیق مطالعے کے باوجود حتمی رائے قائم کرنے سے قبل انھوں نے معاصر اہل علم سے علمی تبادلۂ خیال اور مذاکرے کا طریقۂ کار بھی اختیار کیا ہے، کئی مسائل ایسے بھی ہیں جن میں حق پر آگہی کے بعد انھوں نے اپنی سابقہ رائے کو تبدیل کیا ہے اور درحقیقت ہر دور میں علماء حق کا شعار بھی یہی رہا ہے کہ نفسانیت اور انانیت کو قبولِ حق کی راہ میں انھوں نے کبھی حائل نہیں ہونے دیا۔

تعمیر مسجد میں غیر مسلموں سے مالی اعانت قبول کرنے، مسافت قصر اور پراویڈنٹ فنڈ پر سود ایسے چند مسائل پر مصنف نے مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مہتمم دار العلوم کراچی، مولانا سبحان محمود، شیخ الحدیث دار العلوم کراچی، مفتی عبد الرؤف اور شعبہ افتاء کے چند دیگر علماء کے ساتھ دار العلوم کراچی میں جاکر باقاعدہ مذاکرہ کیا، اس علمی مذاکرے میں شرکت کا اعزاز مصنف علام کے ساتھ راقم الحروف اور مولانا شاہ حسین گردیزی کو بھی حاصل ہوا، مذاکرے کا ماحول خوشگوار اور خالص علمی تھا، تمام شرکاء نے شرحِ صدر اور وسعتِ ظرف کے ساتھ ان فقہی مسائل پر بحث میں حصہ لیا، اس مذاکرے کا داعی تو راقم الحروف تھا لیکن اس کا اہتمام کرنے کا اعزاز مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی کو حاصل ہوا اور اس امر کی داد نہ دینا ناانصافی ہوگی کہ انھوں نے اپنے والد محترم کی تفسیر کی آئندہ اشاعت میں "تعمیر مسجد میں غیر مسلموں کی مالی اعانت" کے مسئلے کی تصحیح اور بعض متفق علیہ وضاحتی حواشی کے اضافے کا وعدہ فرمایا۔

احادیث کی شرح کے دوران جو بھی علمی و فقہی مسئلہ زیرِ بحث آیا مصنف نے اس امر کا التزام کیا ہے کہ اسلامی عقائد و نظریات اور اہلِ سنت و جماعت کے معمولات کو کتاب و سنت سے ثابت کیا جائے، مذاہبِ اربعہ اور حسبِ ضرورت فقہ جعفریہ کے موقف کو ان کی اصل، مستند اور مسلمہ کتب سے دلائل کے ساتھ نقل کر کے دیانتدارانہ تقابلی مطالعے ...... (Comparative Study.) کا موقع فراہم کیا ہے اور پھر فقہ حنفی کی وجوہِ ترجیح کو کتاب و سنت سے واضح کیا ہے۔

دورِ جدید کے "مجتہد فیہ" مسائل سے مصنف نے پہلو تہی اختیار نہیں کی بلکہ ان کا قرآن و سنت کی روشنی میں وافی و شافی حل پیش کیا ہے۔ یہ امر باعثِ اطمینان بلکہ لائقِ افتخار ہے کہ جدید مسائل کا حل پیش کرتے وقت مصنف نام نہاد متجددین (Innovators) اور مستشرقین سے مرعوب نہیں ہوئے بلکہ دلائل و براہین سے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ اسلام قیامت تک کے لیے قابلِ عمل اور واجب الاتباع دین ہے اور اس میں ایسے جامع اصول ہیں جو نت نئے پیش آنے والے مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا مصنف نے نئے "مجتہد فیہ" مسائل میں تجدد پسندی اور جمود و تحجر (RIGIDITY) یعنی افراط و تفریط دونوں سے ہٹ کر توازن و اعتدال کی راہ کو اختیار کیا ہے، اور اسلام کی حقانیت، ہمہ گیری اور وسعت پذیری کو دلائل حقہ، نصوصِ قرآن و حدیث، آثارِ صحابہ و تابعین اور اقوالِ ائمہ سے

ثابت کیا ہے۔

بعض معاصر شراح حدیث کا یہ بھی وطیرہ ہے کہ وہ نہایت دیدہ دلیری سے شرح حدیث کے موقع پر بعض اکابر کے نوادر، تفصیل اور محاکمے کو "ایجاد بندہ" اور ذاتی و شخصی رائے کے طور پر اصل ماخذ و مراجع کا حوالہ دیے بغیر پیش کر دیتے ہیں۔ یہ طریقہ کار دورِ حاضر کے مروجہ و مسلمہ طرزِ تحقیق کے بالکل منافی ہے کیونکہ یہ ایک طرح کا علمی و ادبی سرقہ (Literary theft) ہے جسے عربی ادب میں انتحال (Plagiarism) کہتے ہیں۔

لیکن الحمد للہ مصنف نے اس کے بالکل برعکس فقہی و اجتہادی مسائل کے بارے میں متقدمین و معاصرین کی آراء کو ان کے حوالہ جات کے ساتھ پیش کیا ہے اور جہاں اختلاف رائے کی نوبت آئی ہے وہاں اپنا محاکمہ — ([illegible]) (Opinion) صراحت کے ساتھ پیش کیا ہے اور اپنی فقہی و علمی رائے کی برتری کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔

زیر نظر جلد ثانی میں بالعموم مصنف محترم نے تقریباً ہر مسئلے پر تفصیلی بحث کی ہے اور دلائل کی ترتیب و تدریج حسب ذیل ہے: قرآن، احادیث، آثار صحابہ و تابعین، اقوال فقہاء اور علماء معاصرین وغیرہ۔ تاہم جن فقہی مسائل پر معرکۃ الآراء ابحاث سپرد قلم کی گئی ہیں اور جو شاید آپ کو اتنی جامعیت و بسط کے ساتھ کہیں نہ ملیں گی وہ یہ ہیں:

مسئلہ شفاعت، تعمیر مسجد میں غیر مسلموں کی مالی اعانت کا قبول کرنا، مسافت قصر، ریل گاڑی، ہوائی جہاز، بحری جہاز پر نماز اور عذر من جہت العباد پر بحث، رفع سبابہ در تشہد، پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ، ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کے قرضوں اور دیگر میعادی قرضوں کے زکوٰۃ پر اثر انداز ہونے کا مسئلہ، پوسٹ مارٹم، ایلوپیتھک دواؤں سے علاج کا جواز، عطیہ خون و انتقال خون، اعضاء کی پیوند کاری، صورت تصویر کا مسئلہ، غناء و موسیقی، ریڈیو و ٹیلی ویژن اور آڈیو و ویڈیو کیسٹ ریکارڈر وغیرہ کے استعمال اور جواز کی بحث وغیرہ۔

بہت سے حضرات کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ کسی کتاب کی عربی شرح یا حاشیہ فی نفسہ اس قدر وقیع کام ہے کہ اسے اردو شروح پر ہر صورت میں فوقیت دی جانی چاہیے۔ عربی زبان پر دسترس اور عربی تقریر و تحریر میں ملکہ و مہارت تامہ کا حاصل ہونا بلاشبہ ایک وصف کمال اور اعزاز ہے۔ لیکن اس کے باوجود کسی کتاب کی علمی حیثیت اور مرتبے کا تعین اس کی عربیت پر نہیں ہوتا بلکہ اس کے مندرجات، علمی مواد اور فقاہت و ثقاہت پر ہوتا ہے۔ درس نظامی میں ادب عربی اور دیگر علوم و فنون کی بہت سی کتب کے حاشیے ایسے ملیں گے جن میں محشی یا شارح کا حصہ "قال فلان" اور "یقول فلان" سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا اور سینکڑوں صفحات کی کتاب کی شرح یا حاشیے میں محشی یا شارح کے اپنے نتیجۂ فکر کو یکجا کیا جائے تو چند صفحات سے زیادہ نظر نہ آئیں۔ جب کہ ان ممالک میں جہاں اردو لکھی، بولی اور سمجھی جاتی ہے، اردو شرح کی افادیت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ اردو شروح سے علماء کے علاوہ عام پڑھے لکھے حضرات بھی حسب استعداد استفادہ کر لیتے ہیں۔

مندرجہ بالا گزارشات کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ زیر نظر کتاب، شرح صحیح مسلم (جلد ثانی) بلا تخصیص عربی و اردو دنیا کی کسی بھی زبان میں دستیاب صحیح مسلم کی سب سے جامع، مفصل، مبسوط اور وقیع شرح ہے۔ یہ بلاشبہ اس لائق ہے کہ اسے ہر علمی ادارے اور صاحب علم کی لائبریری کی زینت بنایا جانا چاہیے۔

اس موقع پر میں شرح صحیح مسلم کی کتابت، طباعت اور اشاعت کی خدمت کا اعزاز حاصل کرنے والے ادارے

اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل قیامت کے دن فرمائے گا "میرے پڑوسی کہاں ہیں؟" فرشتے عرض کریں گے تیرا پڑوسی کون ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا مسجدوں کو آباد کرنے والے (حلیۃ الاولیاء) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے اپنے گھر میں اچھی طرح وضو کیا پھر مسجد میں آیا وہ اللہ کا مہمان ہے اور مہمان کی تکریم میزبان پر مہمان کا حق ہے۔ (الجامع الصغیر للطبرانی) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روئے زمین پر اللہ کے گھر مساجد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ وہ اس کے گھر آنے والوں کی تکریم کرے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اللہ کی رضا جوئی کے لیے مسجد بناتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے اور جو شخص مسجد میں قندیل روشن کرتا ہے اس کے لیے ستر ہزار فرشتے اس وقت تک استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک وہ قندیل روشن رہتی ہے۔" (تقریرات رافعی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی: فما بکت علیہم السماء والارض وما کانوا منظرین (دخان: ۲۹) (تو ان پر آسمان و زمین روئے اور نہ وہ مہلت دیے ہوئے تھے) فرمایا "مخلوق میں سے ہر ایک کے لیے آسمان میں ایک دروازہ ہے جس سے اس کا رزق اترتا ہے اور اسی دروازہ سے اس کے نیک اعمال اوپر چڑھتے ہیں۔ جب مومن مر جاتا ہے تو آسمان کا وہ دروازہ بند کر دیا جاتا ہے پھر آسمان اس کی یاد میں روتا ہے اور زمین کا وہ حصہ جس پر وہ نماز پڑھتا تھا جب وہ اس نمازی کو نہیں پاتا تو زمین کا وہ حصہ اس کی یاد میں روتا ہے۔ (ابن جریر، ابن منذر و بیہقی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہ زمین کے جس حصہ پر مومن اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے زمین کا وہ حصہ دوسرے حصص کی نسبت (اس عبادت پر) فخر کرتا ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں اگلی نماز کے انتظار میں بیٹھتا ہے جب تک وہ اس نماز کے انتظار میں ہے فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک اس کا وضوء نہ ٹوٹے۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) جو شخص سفر میں کسی جگہ ٹھہر کر عبادت کرے تو وہ جگہ اس کے لیے استغفار کرتی ہے۔ رحمت کی دعا کرتی ہے اور اس جگہ گناہ کرے تو اس پر لعنت کرتی ہے۔[1]

غیر مسلموں کا مسجد بنانا

غیر مسلموں کا اصالتاً یا نیابتاً مسجد تعمیر کرنا ناجائز ہے اور نہ مسلمانوں کے لیے جائز ہے کہ وہ غیر مسلموں سے مساجد کی تعمیر کے لیے چندہ وصول کریں۔ البتہ اگر کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کو کسی معین چیز کا مالک بنا دے اور وہ مسلمان اپنے طور پر اس سے مسجد تعمیر کرے تو یہ ایک علیحدہ بات ہے۔ فقہاء اسلام نے اس کے جواز کی تصریح کی ہے۔ بعض علماء نے ایک یہ شکل بیان کی ہے کہ غیر مسلم اگر ثواب کے لیے مسجد بنا دیں یا مرمت کر دیں اور اس سے مسلمانوں کو ضرر نہ پہنچے تو اس صورت میں غیر مسلموں سے چندہ وصول کرنا جائز ہے۔

شیخ گنگوہی صاحب لکھتے ہیں:

[1] علامہ سید محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ۔ اتحاف سادۃ المتقین ج ۳ ص ۴۲-۳۸ ملخصا مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر الطبعۃ الاولیٰ (۱۳۱۱ھ)

"پس کافر کے نزدیک مسجد بنانا بمدہ عبادت کا کام ہے۔ اس کے مسجد بنانے کو حکم مسجد ہو گا۔[1] فقط"

مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں:

"اگر کوئی غیر مسلم ثواب سمجھ کر مسجد بنا دے یا مسجد بنانے کے لیے مسلمانوں کو چندہ دیدے تو اس کا قبول کر لینا بھی اس شرط سے جائز ہے کہ اس سے کسی دینی یا دنیاوی نقصان کا یا الزام کا یا آئندہ اس پر قبضہ کرنے کا یا احسان جتلانے کا خطرہ نہ ہو۔[2]

مفتی صاحب نے یہ بات بلا حوالہ شامی کی طرف منسوب کی ہے حالانکہ علامہ شامی نے اپنی تصانیف میں اس کے خلاف لکھا ہے (سعیدی غفرلہ)

اس سلسلہ میں اولاً گزارش یہ ہے کہ قرآن کریم نے جس طرح صراحت کے ساتھ بالعموم مشرکین کو تعمیر مسجد سے منع کیا ہے اس میں اس استثناء کی گنجائش نہیں ہے۔ ثانیاً کفار اپنے کفر پر قائم رہتے ہوئے ثواب کی خاطر مساجد تعمیر کریں یہ دو متضاد باتیں ہیں جس تقدیر پر وہ مسجد بنانے کو کار ثواب قرار دیں گے اسی وقت ان کے کفر کی عمارت خود ان کے ہاتھوں منہدم ہو جائے گی اور وہ شاہدین علی انفسہم بالکفر کے مصداق نہیں رہیں گے۔ کیونکہ جن چیزوں کو وہ عبادت گردانتے ہیں مساجد میں دن رات ان کے بطلان کا اعلان کیا جاتا ہے۔ پھر یہ کس طرح متصور ہے کہ وہ کافر بھی رہیں اور مساجد بنانے کو کار ثواب بھی سمجھیں! کیا یہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ ایک مسلمان ثواب سمجھ کر یا بمدہ عبادت گردان کر کسی بت کدہ، مندر، گرجا، گردوارہ یا آتش کدہ کی تعمیر کر دے گا۔

ثالثاً اگر فرض کر لیا جائے کہ کافر ثواب کی نیت سے مسجد تعمیر کرتے ہیں تب بھی یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ فقہاء اسلام نے تصریح کی ہے کہ کفار کی نیت ثواب کا اعتبار نہیں ہوتا کیونکہ نیت کی صحت کے لیے نیت کرنے والے کا مسلمان اور عاقل ہونا ضروری ہے۔ علامہ علائی متوفی ۱۰۸۸ھ اور علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے در مختار اور رد المحتار ج ۳ ص ۳۹۵ میں اس کے ثبوت میں واضح عبارت ذکر کی ہے۔ اور ان عبارات کی سند قرآن کریم کی یہ آیت ہے۔

من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مومن (نحل: ۹۷)

مرد اور عورت میں سے جو بھی نیک کام کرے درآں حالیکہ وہ مومن ہو۔

رابعاً کفار جب مساجد کی تعمیر کے لیے چندہ دیں گے تو وہ احسان جتلائیں یا نہ جتلائیں واقع میں خواہی نخواہی مسلمانوں پر ان کے مذہبی شعائر میں ان کا احسان ہو گا اور مسلمانوں کا ایسا اقدام کرنا جس سے وہ اپنے اسلامی شعائر میں کفر کے مرہون احسان ہوں شرعاً حرام ہے۔

خامساً اسلام میں کفر سے عداوت مطلوب ہے جس پر قرآن مجید کی متعدد آیات شاہد ہیں۔ اور جب کفار سے مسجد بنوائی جائے گی یا تعمیر مساجد میں ان سے چندہ لیا جائے گا تو فطری طور پر ان سے مودت اور انسیت ہو گی کیوں کہ الانسان عبد الاحسان اور کم از کم یہ ہو گا کہ ان سے عداوت یا نہیں رہے گی یا کم ہو جائے گی اور یہ قرآن مجید کی تعلیم اور منشاء اسلام کے سراسر خلاف ہے۔

اس لیے کفار سے مسجد بنوا کر یا تعمیر مسجد میں ان سے چندہ لے کر کفار کی افضلیت ان کے احسان، ان کی تعظیم اور کم از کم ان کو بڑا نہ جاننے کا بوجھ مسلمانوں کی گردنوں پر ڈال دینا کسی طرح جائز نہیں ہے۔ یہ دنیا کی نگاہوں میں اسلام کے وقار کو کم کرنا ہے اور زبان رسالت کے مطابق قصر اسلام کو منہدم کرنا ہے لقولہ علیہ السلام من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام (بیہقی بحوالہ مشکوۃ ص ۳۱)

[1] شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ فتاوی رشیدیہ کامل مبوب ص ۵۳۶ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

[2] مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ، معارف القرآن ج ۴ ص ۳۳۱ مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی، ۱۳۹۱ھ

مجوزین کے شبہات پر گفتگو کرنے کے بعد ہم اصل مسئلہ کو قرآن کریم، تصریحات مفسرین اور فقہاء اسلام کی عبارات کی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ شٰھدین علی انفسھم بالکفر اولٰئک حبطت اعمالھم وفی النار ھم خٰلدون ۔ انما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر۔

(التوبہ: ۱۷، ۱۸)

مشرکین کے لیے جائز نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مساجد تعمیر کریں درآں حالیکہ وہ اپنے کفر پر قائم ہوں۔ ان کے اعمال اکارت ہیں اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی مساجد تو صرف وہ لوگ تعمیر کر سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان لا چکے ہیں۔

تعمیر مساجد سے مراد مسجد کو بنانا ہو یا مسجد کا آباد کرنا۔ قرآن کریم کی اس نص صریح نے کفار کے ہاتھوں اس کو ممنوع قرار دیا ہے۔ اور قرآن کریم کی نص صریح کے مقابلہ میں جب اخبار آحاد بھی مقبول نہیں ہوتیں تو اس کے خلاف ما و شما کی بات کب سنی جا سکتی ہے یا کسی عالم یا فقیہ کے قول میں اتنی قوت ہے جو قرآن مجید کی نص صریح کے مزاحم ہو سکے؟

دیکھئے مفسرین لکھتے ہیں:

فاقتضت الاٰیۃ منع الکفار من دخول المساجد ومن بنائھا وتولی مصالحھا والقیام بھا لانتظام اللفظ للامرین[1]

اس آیت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ کفار کو مسجد میں داخل ہونے، مساجد کو بنانے، اس کے مصالح کا انتظام کرنے اور اس کا نگران بننے سے روک دیا جائے کیونکہ لفظ تعمیر ان دونوں باتوں کو شامل ہے۔

لیس للکافر ان یقدم علی مرمۃ المساجد وانما لم یجز لہ ذٰلک لان المسجد موضع العبادۃ فیجب ان یکون معظما، والکافر یھینہ ولا یعظمہ ایضا الکافر نجس فی الحکم لقولہ تعالیٰ انما المشرکون نجس وتطھیر المساجد واجب لقولہ تعالیٰ ان طھرا بیتی للطائفین و ایضا الکافر لایحترز من النجاسات فدخولہ فی المسجد تلویث للمسجد و ذٰلک قد یودی الی فساد عبادۃ المسلمین و ایضا اقدامہ علی مرمۃ

کافر کے لیے مسجد کی تعمیر کرنا جائز نہیں ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ مسجد عبادت کی جگہ ہے پس مسجد کا معظم ہونا واجب ہے اور کافر مسجد کی توہین کرتا ہے اور اس کی تعظیم نہیں کرتا نیز کافر حکماً نجس ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مشرکین نجس ہیں اور مساجد کی پاکیزگی واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لیے پاک کرو اور اس وجہ سے بھی کہ کافر نجاست سے نہیں بچتا۔ لہٰذا مسجد میں اس کے دخول سے مسجد ناپاک ہو گی اور اس سے مسلمانوں کی عبادت میں حرج ہو گا،

[1] علامہ ابوبکر جصاص متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۸۸ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

المسجد یجری مجری الانعام علی المسلمین ولایجوز ان یصیر الکافر صاحب المنۃ علی المسلمین[1]

نیز کفار کی تعمیر مساجد سے مسلمانوں پر ان کا احسان ہوگا۔ اور کفار سے مسلمانوں پر احسان کرانا جائز نہیں ہے۔

اوجب اللہ علی المسلمین منعھم من ذلک لان المساجد انما تعمر لعبادۃ اللہ تعالیٰ وحدہ فمن کان کافرا باللہ فلیس لہ ان یعمر مساجد اللہ۔[2]

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر کفار کو تعمیر مساجد سے روکنا واجب کر دیا ہے۔ کیونکہ مساجد صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے تعمیر کی جاتی ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا منکر ہو اس کے لیے مساجد اللہ کی تعمیر جائز نہیں ہے۔

یجب علی المسلمین منعھم من ذلک لان مساجد اللہ انما یعمر لعبادۃ اللہ وحدہ فمن کان کافرا باللہ فلیس من شانہ ان یعمرھا۔[3]

مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ کفار کو تعمیر مساجد سے منع کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مساجد صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے بنائی جاتی ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا منکر ہو اس کو مساجد بنانے کا کوئی حق نہیں ہے۔

آیئے فقہاء اسلام کی عبارات لاحظہ کیجئے!

اذا اوصی بما یکون قربۃ فی حقنا ولا یکون قربۃ فی معتقدھم کما اذا اوصی بالحج او بان یبنی مسجد للمسلمین او بان یسرج فی مساجد المسلمین و ھذہ الوصیۃ باطلۃ بالاجماع۔[4]

جب ذمی اس چیز کے بارے میں وصیت کریں جو صرف ہمارے نزدیک عبادت ہے اور ان کے نزدیک عبادت نہیں ہے مثلاً وہ حج کی وصیت کرے یا مسلمانوں کے لیے مسجد بنانے کی یا مساجد میں چراغ روشن کرنے کی تو یہ وصیت بالاجماع باطل ہے۔

لوجعل ذمی دارہ مسجدا للمسلمین و بناہ کما بنی المسلمون و اذن لھم بالصلاۃ فیہ ثم مات یصیر میراثا لورثتہ وھذا قول الکل کذا فی جواھر الاخلاطی[5]

اگر کوئی ذمی اپنے گھر کو مسلمانوں کی مسجد کی طرح مسجد بنا دے اور انہیں اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دیدے اور مر جائے تو وہ گھر اس کے ورثاء کو وراثت میں مل جائے گا۔ (یعنی مسجد نہیں بنے گا) یہ تمام فقہاء کا قول ہے: اسی طرح جواہر الاخلاطی میں ہے۔

ان وقف اھل الذمۃ لا یجوز الا اذا کان

اہل ذمہ کا وقف کرنا جائز نہیں ہے۔ الا یہ کہ وہ وقف

---

[1] امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ
[2] علامہ علی بن محمد خازن متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۲۲ مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور
[3] قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ، تفسیر مظہری ج ۴ ص ۲۴ مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ
[4] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر فرغانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ ج ۴ ص ۳۶۔
ایضاً۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۲۱۰ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ
[5] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۰۷ھ، عالمگیری ج ۲ ص ۳۵۳ مطبوعہ مطبعہ کبری امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

قربة عندنا وعندهم حتى لو جعل داره مسجدا للمسلمين لا يجوز.[1]

ان کے اور ہمارے دونوں کے نزدیک عبادت ہو حتیٰ کہ اگر ذمی اپنے گھر کو مسلمانوں کیلئے مسجد بنا دے تو وہ جائز نہیں ہے۔

حسب تصریح معتبرات مال ہنود کا تعمیر معابد خاصہ اہل اسلام میں صرف کرنا درست نہیں ہے بناءً علیہ صورۃ مسئولہ میں روپیہ ہنود کا بتحریک غیر خواہ بلا تحریک دین، لینا نہیں چاہیے۔[2]

اگر ہم اپنی عبادت گاہوں کی تعمیر میں کفار کا احسان لینا نہیں چاہتے اگر ہم دین کی اہمیت اور کفار سے عداوت رکھتے ہیں۔ اگر ہم اسلام کا وقار قائم رکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں کسی تامل اور جھجک کے بغیر تعمیر مسجد میں کفار کے چندہ کو رد کر دینا چاہیے۔ اور اگر کفار کسی مسجد کی تعمیر کریں تو اپنے ایمان کی قوت سے مزاحمت کریں خواہ اس معاملہ میں جان دے دیں مگر اسلام کی آن نہ جانے دیں۔

"هذا ما ذهب اليه نظري و للناس فيما يعشقون مذاهب"

باب ۱۸۱ تحويل القبلة من القدس الى الكعبة

بیت المقدس سے بیت الحرام کی طرف قبلے کو تبدیل کرنا۔

۱۰۶۳ - حدثنا ابو كامل الجحدري قال نا عبد الواحد قال نا الاعمش ح وحدثنا ابو بكر بن ابي شيبة وابو كريب قالا نا ابو معاوية عن الاعمش عن ابراهيم التيمي عن ابيه عن ابي ذر قال قلت يا رسول الله اي المساجد وضع في الارض اول قال المسجد الحرام قلت ثم اي قال المسجد الاقصى قلت كم بينهما قال اربعون سنة وانما ادركتك الصلوة فصله فهو مسجد وفي حديث ابي كامل ثم حيثما ادركتك الصلوة فصله فانه مسجد.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی۔ آپ نے فرمایا "مسجد حرام" (کعبہ معظمہ) میں نے عرض کیا، اس کے بعد کون سی، آپ نے فرمایا "مسجد اقصیٰ" (بیت المقدس) میں نے عرض کیا ان دونوں کی تعمیر میں کتنا عرصہ ہے، آپ نے فرمایا چالیس سال کا۔ اور جہاں نماز کا وقت آ جائے وہیں نماز پڑھ لو، وہی مسجد ہے۔

۱۰۶۴ - حدثني علي بن حجر السعدي قال انا علي بن مسهر قال نا الاعمش عن ابراهيم بن يزيد التيمي قال كنت اقرأ على ابي القرآن في السدة فاذا قرأت السجدة سجد فقلت له يا ابت اتسجد في الطريق قال اني سمعت ابا ذر يقول سألت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عن اول مسجد وضع في الارض قال المسجد

حضرت ابراہیم بن یزید تیمی بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کو مسجد کے باہر سائبان میں قرآن سنایا کرتا تھا، جب میں سجدہ کی آیت تلاوت کرتا تو وہ سجدہ کر لیتے۔ میں نے عرض کیا اے ابا جان! کیا آپ راستہ ہی میں سجدہ کر لیتے ہیں، انھوں نے کہا میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے، وہ کہتے تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی، آپ نے فرمایا "مسجد حرام"۔ میں نے عرض کیا

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، تنقیح فتاویٰ الحامدیہ ج ۱ ص ۱۱۶۔
ایضاً۔ منحۃ الخالق علی ہامش البحر الرائق ج ۵ ص ۱۸۹ مطبوعہ مصر۔

[2] مولانا عبد الحئی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ، مجموعہ فتاویٰ عبد الحئی ج ۱ ص ۲۲۳ مطبوعہ مطبع یوسفی ہند ۱۳۲۵ھ۔

اَلْحَرَامُ قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ الْمَسْجِدُ الْاَقْصٰى قَالَ كَمْ بَيْنَهُمَا قَالَ اَرْبَعُوْنَ عَامًا ثُمَّ الْاَرْضُ لَكَ مَسْجِدٌ فَحَيْثُ مَا اَدْرَكَتْكَ الصَّلٰوةُ فَصَلِّ۔

پھر کونسی؟ آپ نے فرمایا "مسجد اقصیٰ"، میں نے عرض کیا۔ ان دونوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔ آپ نے فرمایا چالیس سال کا۔ اور پھر ساری زمین تمہارے لیے مسجد ہے جہاں نماز کا وقت آئے وہیں نماز پڑھ لو۔

تعمیر کعبہ کی تاریخ

کعبہ کی تعمیر سب سے پہلے فرشتوں نے کی۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے پھر شیث پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ پھر عمالقہ پھر جرہم پھر قصی پھر قریش پھر عبد اللہ بن الزبیر پھر حجاج نے اور آج تک وہی بنا قائم ہے[1]۔

علامہ حلبی لکھتے ہیں کہ کعبہ صرف تین مرتبہ بنایا گیا ہے۔ پہلے ابراہیم علیہ السلام نے، اس کے دو ہزار سات سو پچھتر سال بعد قریش نے، اور اس کے بیاسی سال بعد عبد اللہ بن الزبیر نے اور حضرت آدم اور شیث کا بنانا صحیح نہیں ہے۔ (علیہما السلام) اور جرہم عمالقہ اور قصی نے صرف ترمیم کی تھی بنایا نہیں تھا[2]۔ لیکن علامہ حلبی کی یہ تحقیق قرآن کریم کی آیہ مبارکہ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعلمین ○ (آل عمران: ۹۶) اور متعدد روایات کے خلاف ہے کیونکہ اس تحقیق کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بناء ابراہیم علیہ السلام سے پہلے روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے کوئی گھر نہ تھا۔ نیز علامہ حلبی نے حجاج بن یوسف کی بناء کا بھی ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ اس کی بناء کے بارے میں دو رائیں نہیں ہیں اور کعبہ کی بناء آج تک حجاج کی تعمیر پر قائم ہے۔

کعبہ اور بیت المقدس کا درمیانی عرصہ

ایک مشہور سوال یہ ہے کہ کعبہ کی تعمیر حضرت ابراہیم نے کی اور بیت المقدس کی تعمیر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کی (علیہما السلام) اور ان کے درمیان ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ ہے پھر حدیث شریف میں جو کعبہ اور بیت المقدس کے درمیان چالیس سال کا ذکر کیا گیا ہے اس کی کیا توجیہ ہوگی؟ اس کے متعدد جوابات ہیں۔ (۱) بعض علماء نے کہا ہے کہ کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا اور بیت المقدس، یعقوب بن اسحاق علیہما السلام نے بنایا اور ان کے درمیان چالیس سال ہی کا عرصہ ہے اور حضرت سلیمان نے بیت المقدس کی تاسیس نہیں تجدید کی تھی۔ (۲) امام بلقینی نے جواب دیا کہ ان دونوں کی تعمیر سے مراد ان کے لیے زمین کو مسطح کرنا ہے۔ پہلے کعبہ کی زمین مسطح کی گئی اور اس کے چالیس سال بعد بیت المقدس کی زمین مسطح کی گئی (۳) اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کعبہ کو بنانے کے چالیس سال بعد بیت المقدس کو بنایا[3]۔ (۴) علامہ ابن جوزی نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے کعبہ بنانے کے چالیس سال بعد ان کی اولاد میں سے کسی نے بیت المقدس کو بنایا[4]۔ (۵) نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں کہ کعبہ کو سب سے پہلے فرشتوں نے بنایا اور کعبہ بنانے کے چالیس سال بعد فرشتوں نے بیت المقدس بنایا اور حضرت ابراہیم اور حضرت سلیمان (علیہما السلام) کعبہ اور بیت المقدس کے بانی اور مؤسس نہیں نشاۃ ثانیہ اور تکمیل جدید کرنے والے ہیں[5]۔

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی جز ۴ ص ۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[2] علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ انسان العیون ج ۱ ص ۲۷۹ مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ مصر ۱۳۸۴ھ

[3] ″ ″ ″ ج ۱ ص ۲۴۹

[4] علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، المرقات ج ۲ ص ۲۲۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ

[5] نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، فتح البیان ج ۲ ص ۱۱ مطبوعہ مطبع کبری امیریہ بولاق مصر ۱۳۰۱ھ

تمام روئے زمین کے مسجد ہونے کی وضاحت

حدیث شریف میں روئے زمین پر ہر جگہ نماز پڑھنے کی جو اجازت دی گئی ہے اس عموم سے وہ جگہیں جن کا مستثنیٰ ہیں جہاں نماز پڑھنے سے شارع علیہ السلام نے منع کر دیا ہے مثلاً قبرستان، حمام، مذبح، شارع عام، اونٹوں کی جگہ اور وہ جگہ جہاں نجاست ہو۔

۱۰۶۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا هُشَيْمٌ عَنْ سَيَّارٍ عَنْ يَزِيدَ الْفَقِيرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي كَانَ كُلُّ نَبِيٍّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى كُلِّ أَحْمَرَ وَأَسْوَدَ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تُحَلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَيِّبَةً طَهُورًا وَمَسْجِدًا فَأَيُّمَا رَجُلٍ أَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ صَلّٰى حَيْثُ كَانَ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ بَيْنَ يَدَيْ مَسِيرَةِ شَهْرٍ وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ پچھلے ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں ہر سرخ و سیاہ (مشرقی اور مغربی قومیں) کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ پچھلے کسی نبی کے لیے مال غنیمت حلال نہیں ہوتا تھا وہ صرف میرے لیے حلال کر دیا گیا ہے اور صرف میرے لیے تمام روئے زمین مطہر اور مسجد بنا دی گئی لہٰذا جو شخص جس جگہ بھی نماز کا وقت پا لے وہاں نماز پڑھ سکتا ہے۔ اور میری ایسے رعب سے مدد کی گئی جو لوگوں پر ایک ماہ کی مسافت سے طاری ہو جاتا ہے۔ اور مجھی کو شفاعت عطا کی گئی۔

۱۰۶۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا سَيَّارٌ قَالَ نَا يَزِيدُ الْفَقِيرُ قَالَ أَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ۔

امام مسلم کہتے ہیں کہ اسی مضمون کی ایک روایت حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی منقول ہے۔

شفاعت

اللہ تعالیٰ اپنے فضل عمیم سے روز حشر اپنے گنہگار بندوں کو بخش دیگا ——— بندے اسی کے مجرم ہیں ——— وہی بخشنے والا ہے ——— اس بخشش میں اس پر کسی کا اجارہ نہیں۔ کسی کا زور نہیں۔ وہی تنہا اس مغفرت اور کرم گستری کا مالک ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے مقبول اور مقرب بندوں کی عزت اور وجاہت دکھلانے کے لیے اپنے محبوب اور پسندیدہ بندوں کی شان ظاہر کرنے کے لیے، اپنے عباد و خواص کی خصوصیت جتلانے کے لیے ان کو روز حشر یہ اعزاز بخشے گا یہ مقام عطا فرمائے گا، انہیں اجازت دے گا۔ اذن مرحمت فرمائے گا کہ وہ اس کے گنہگار بندوں کی شفاعت کریں اور اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے ان کی شفاعت قبول فرما کر بے حساب گنہگاروں کو بخش دے گا۔

شفاعت کا لغوی معنی

شفاعت کا لفظ شفع سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے:

"شفع" وهو مشتقة من الزيادة لان الشفيع يضم المبيع الى ملكه فيشفعه له كانه كان واحدا وترا فصار زوجا شفعا والشافع هو الجاعل الوتر شفعا۔ ۱؎

شفع کا معنی ملانا اور زیادتی ہے کیونکہ شفعہ کرنے والا مبیع کو اپنی ملک کے ساتھ ضم کرتا ہے گویا کہ وہ ایک اور طاق کو، دو اور جفت کرتا ہے اور شافع وہ شخص ہے جو طاق

۱؎ علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۲ ص ۴۸۵ مطبوعہ مؤسسہ اسماعیلیان ایران، ۱۳۶۴ھ

کو جفت کرنے والا ہے۔

(نماز کے دوگانہ کو بھی شفعہ کہتے ہیں کیونکہ اس میں بھی ایک رکعت کو دوسری رکعت کے ساتھ ملایا جاتا ہے۔ اسی طرح شفاعت میں بھی مجرم اپنی شفاعت کے لیے کسی مقبول بارگاہ الوہیت کو اپنے ساتھ ملاتا ہے)

الشفاعۃ: السؤال فی التجاوز عن الذنوب و الجرائم بینھم[ل]

شفاعت: آپس میں جرائم اور معاصی سے درگزر کرنے کی درخواست ہے۔

شفاعت: سفارش کرنا یہ لفظ بہت سی حدیثوں میں وارد ہے اور یہ عام ہے خواہ دنیا کے کاموں میں ہو یا آخرت کے امور میں اور اس کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے کے گناہوں اور قصوروں کی معافی چاہنا۔[ت]

شفاعت کا اصطلاحی معنی

معصیت کبیرہ میں تخفیف عذاب یا بالکلیہ اسقاط عذاب یا صغائر کی معافی یا جب نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں تو دخول جنت یا درجات کی بلندی کے لیے کوئی مقبول بارگاہ صمدیت اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی اجازت سے یا اس کی عطا کردہ وجاہت اور محبوبیت کی بنیاد پر کسی شخص کی شفاعت کرے۔

اہل قبلہ کے شفاعت میں نظریات

خوارج: شفاعت کے مطلقاً قائل نہیں۔

معتزلہ: صغائر کی مغفرت اور رفع درجات کے لیے شفاعت کے قائل ہیں، معصیت کبیرہ کے لیے شفاعت کے قائل نہیں ہیں۔

وہابیہ: دنیا میں طلب شفاعت کے قائل نہیں ہیں۔

دیابنہ: آخرت میں شفاعت بالاذن کے قائل ہیں (صغائر و کبائر کی بخشش اور رفع درجات دونوں کے لیے) شفاعت بالوجاہت اور شفاعت بالمحبت کے قائل نہیں۔

اہل سنت: دنیا اور آخرت میں صغائر اور کبائر کی مغفرت اور تخفیف عذاب اور بعض کفار کے لیے تخفیف عذاب اور رفع درجات ہر قسم کی شفاعت کے قائل ہیں خواہ یہ شفاعت بالاذن ہو، بالوجاہت ہو یا بالمحبت ہو۔

خوارج کے شبہ کا ازالہ

قرآن کریم میں ہے:

ما للظلمین من حمیم ولا شفیع یطاع۔ (غافر: ۱۸)

ظالمین کا کوئی دوست اور مددگار ہے نہ ایسا شفاعت کرنے والا جس کی شفاعت قبول ہو۔

جواب: یہاں ظالمین سے مراد مشرکین ہیں کیونکہ قرآن کریم میں ظلم سے مراد شرک بھی لیا گیا ہے۔

ان الشرک لظلم عظیم (لقمان: ۱۳)

سب سے بڑا ظلم "شرک" ہے۔

معتزلہ کے شبہ کا ازالہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ل علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۲ ص ۴۸۵ مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران ۱۳۶۴ھ

ایضاً شیخ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ، مجمع بحار الانوار ج ۲ ص ۲۰۰ مطبوعہ نولکشور ہند

ت شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۳۸ھ، لغات الحدیث ج ۳ ص ۹۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

ولا یقبل منہا شفاعۃ (البقرۃ: ۴۸) روز حشر کسی شخص کی کوئی شفاعت قبول نہیں ہوگی۔

جواب :- اولاً اس آیت میں شفاعت کی مطلقاً نفی کی گئی ہے اور یہ عموم تو معتزلہ کے لیے بھی مضر ہے کیونکہ صغائر کی مغفرت اور رفع درجات کے لیے وہ بھی شفاعت مانتے ہیں۔ ثانیاً یہ آیت بنی اسرائیل کے کفار کے بارے میں وارد ہے جیسا کہ سیاق وسباق سے ظاہر ہے اور عموم الفاظ کے مقابلہ میں خصوصیت مورد کا اس وقت اعتبار نہیں ہوتا جبکہ وہ دوسرے دلائل سے ثابت نہ ہو۔ ثالثاً: یہاں اس شفاعت کی نفی ہے جو اذن الٰہی کے بغیر ہو۔ رابعاً: دنیا میں بعض اوقات اور بعض احوال میں شفاعت کی نفی ہے۔ خامساً: آخرت کے بعض احوال میں شفاعت کی نفی ہے۔

بعض مخالفین کے شبہ کا ازالہ

وہابیہ دنیا میں طلب شفاعت کے قائل نہیں ہیں اور ہم نے اس کی مکمل اور مبسوط بحث تاریخ نجد و حجاز میں کر دی ہے (دیکھئے تاریخ نجد و حجاز ص ۹۰)۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ شفاعت بالمحبت کا معنی ہے "اگر اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی شفاعت قبول نہ کرے تو اُسے رنج ہوگا" اور یہ اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے (تقویۃ الایمان ملخصاً)

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو جو مقامات عطا فرمائے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے محبوب کی شفاعت کو قبول کرتا ہے۔ اس کی درخواست کو مان لیتا ہے۔ اگر قبول نہ کرے، نہ مانے تو اس کو کوئی رنج نہیں ہوتا۔ لیکن نہ ماننا، نہ قبول کرنا اس مقام محبت کے خلاف ہے جو اس نے اس محبوب کو عطا کیا ہے۔ خود فرماتا ہے کہ جب میں اپنے بندہ کو محبوب بنا لیتا ہوں تو...

لئن سألنی لاعطینہ[1] جب وہ (محبوب) مجھ سے سوال کرے تو میں ضرور بالضرور دیتا ہوں۔ اسی طرح بعض علماء کہتے ہیں کہ شفاعت بالوجاہت کا معنی ہے "اگر اللہ تعالیٰ اپنے کسی وجیہ بندہ کی شفاعت نہ قبول کرے تو اسے نقصان کا خوف اور خطرہ ہے (تقویۃ الایمان ملخصاً)

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے مکرم بندہ کو یہ عزت اور وجاہت دی ہے کہ وہ اس کی درخواست کو شرف قبولیت عطا فرماتا ہے۔ اگر وہ اس درخواست کو قبول نہ کرے، نہ مانے تو اس کو کوئی خوف ہے نہ کسی نقصان کا خطرہ ہے لیکن اس عبد وجیہ کی بات نہ ماننا اس عزت اور وجاہت کے خلاف ہے جو اس نے اپنے مقبول اور مکرم بندہ کو عنایت فرمائی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی حضور الوہیت میں وجاہت

حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

سلام علی نوح فی العالمین ؁ انا کذلک نجزی المحسنین ؁ انہ من عبادنا المؤمنین ؁ (الصافات: ۷۹ تا ۸۱)

سلام ہو نوح پر تمام جہانوں میں، بلاریب ہم نیکوکاروں کو یونہی جزا دیتے ہیں، بلاشبہ وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں سے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے:

وادخلناہ فی رحمتنا انہ من

ہم نے (لوط) کو اپنی رحمت میں داخل کر لیا، لاریب وہ

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۶۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع ۱۳۸۱ھ

الصالحین۔ (الانبیاء: ۷۲)

صالحین میں سے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں:

واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا۔ (النساء: ۱۲۵)

اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو خلیل بنالیا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں:

واذکر فی الکتاب اسماعیل انہ کان صادق الوعد (مریم: ۵۴)

اور کتاب میں اسماعیل کا ذکر کیجئے، لاریب وہ صادق الوعد تھے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں:

واذکر فی الکتاب ادریس انہ کان صدیقا نبیا۔ (مریم: ۵۶)

اور کتاب میں ادریس کا ذکر کیجئے، بلاشبہ وہ بہت سچے نبی تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں:

وکان عند اللہ وجیہا۔ (احزاب: ۶۹)

اور (موسیٰ) اللہ تعالیٰ کے نزدیک صاحب عزت و وجاہت تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں:

ووھبنا لداؤد سلیمان نعم العبد انہ اواب۔ (ص: ۳۰)

اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا۔ وہ کیا ہی خوب بندے تھے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بکثرت رجوع کرنیوالے تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں:

نعم العبد انہ اواب (ص: ۴۴)

کیا ہی خوب بندے ہیں، بکثرت رجوع کرنیوالے

حضرت ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام کے بارے میں:

وانھم عندنا لمن المصطفین الاخیار۔ (ص: ۴۷)

یہ ہمارے نزدیک بہترین، پسندیدہ اور برگزیدہ ہیں

حضرت اسماعیل، الیسع اور ذوالکفل کے بارے میں:

واذکر اسماعیل والیسع وذا الکفل وکل من الاخیار۔ (ص: ۴۸)

اسماعیل، الیسع اور ذوالکفل کا ذکر کیجئے۔ یہ سب بہترین ہیں۔

حضرت عیسٰی کے بارے میں:

وجیھا فی الدنیا والآخرۃ۔ (آل عمران: ۴۵)

(عیسٰی بن مریم) دنیا اور آخرت میں صاحب عزت اور وجاہت ہیں۔

تمام نبیوں کے بارے میں:

ووھبنا لہٗ اسحٰق ویعقوب کلا ھدینا ونوحا ھدینا من قبل ومن ذریتہ داؤد وسلیمان وایوب ویوسف وموسٰی وھارون وکذلک نجزی المحسنین ○ وزکریا ویحیٰی وعیسٰی والیاس کل من الصالحین ○ واسمٰعیل والیسع ویونس ولوطا وکلا فضلنا علی العلمین ○ ومن اٰبائھم وذریٰتھم واخوانھم واجتبینٰھم وھدینٰھم الٰی صراط مستقیم۔ (الانعام: ۸۵ تا ۸۸)

اور ہم نے (ابراہیم کو) اسحاق اور یعقوب عطا کیے اور سب کو ہدایت دی۔ اور اس سے پہلے نوح کو ہدایت دی۔ اور اس کی اولاد سے، داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو ہدایت دی۔ اور ہم اسی طرح نیکوکاروں کو جزا دیتے ہیں۔ اور زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس، سب صالحین سے ہیں، اور اسماعیل، یسع، یونس اور لوط۔ اور ہم نے (ان) سب کو تمام جہانوں پر فضیلت دی۔ اور ان کے آباؤ، اولاد اور اخوان کو ہم نے پسندیدہ قرار دیا اور ہم نے ان کو صراط مستقیم کی ہدایت دی۔

ان اللہ اصطفٰی اٰدم ونوحا واٰل ابرٰھیم واٰل عمران علی العالمین۔ (آل عمران: ۳۳)

لاریب اللہ تعالیٰ نے آدم کو، نوح کو، آل ابراہیم کو اور آل عمران کو تمام جہانوں پر فضیلت دی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور الوہیت میں وجاہت قرآن سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۱) وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین۔ (انبیاء: ۱۰۷)

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔

(۲) ما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم۔ (انفال: ۳۳)

اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ کفار پر عذاب نازل کرے اور آں حالیکہ آپ ان کے درمیان ہوں۔

(۳) فلنولینک قبلۃ ترضٰھا۔ (بقرہ: ۱۴۴)

ہم آپ کا قبلہ وہی بنا دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔

(۴) فسبح واطراف النھار لعلک ترضٰی۔ (طٰہٰ: ۱۳۰)

آپ دن کے اطراف میں نماز پڑھیے تاکہ آپ (اللہ سے) راضی ہوں۔

(۵) ولسوف یعطیک ربک فترضٰی۔ (ضحٰی: ۵)

آپ کا رب آپ کو عنقریب اس قدر دیگا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

(۶) عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔ (اسراء: ۷۹)

اللہ تعالیٰ آپ کو عنقریب مقام محمود پر فائز فرمائیگا۔

(۷) الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی السٰجدین۔ (شعراء: ۲۱۹)

وہ جو آپ کو دیکھتا رہتا ہے خواہ آپ قیام میں ہوں یا سجدہ کرنے والوں میں پلٹ رہے ہوں۔

(۸) والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم (التوبۃ: ۶۱)

اور جو لوگ رسول اللہ کو اذیت پہنچاتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت احادیث سے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بارگاہ رسالت میں عرض کرتی ہیں:

(۱) ما اری ربک الا یسارع فی ھواک[1]

میں یہی خیال کرتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی رضا جوئی میں بہت جلدی کرتا ہے۔

(۲) انا سید ولد آدم یوم القیامۃ ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر[2]

قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار میں ہوں گا اور مجھے اس پر فخر نہیں، حمد کا جھنڈا میرے ہی ہاتھ میں ہوگا اور اس پر فخر نہیں۔

(۳) وانا مبشرھم اذا ایسوا[3]

روز حشر جب تمام لوگ ناامید ہو جائیں گے تو ان کو بشارت کی نوید میں سناؤں گا۔

(۴) وما من نبی یومئذ آدم فمن سواہ الا تحت لوائی[4]

آدم سمیت تمام انبیاء قیامت کے دن میرے ہی جھنڈے تلے ہوں گے۔

(۵) الا وانا حبیب اللہ ولا فخر وانا حامل لواء الحمد یوم القیامۃ ولا فخر[5]

سنو! میں اللہ کا محبوب ہوں اور فخر نہیں، قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور فخر نہیں۔

(۶) انا اول شفیع فی الجنۃ لم یصدق نبی من الانبیاء ما صدقت[6]

سب سے پہلے جنت کی شفاعت میں کروں گا کسی نبی کی اس قدر تصدیق نہیں کی گئی جس قدر میری تصدیق کی گئی ہے

(۷) اذا کان یوم القیامۃ کنت امام النبیین وخطیبھم وصاحب شفاعتھم غیر فخر[7]

قیامت کے دن تمام نبیوں کا امام میں ہوں گا انہیں خطبہ دوں گا ان کی شفاعت میں کروں گا اور فخر نہیں کرتا

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۰۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۳۱۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۲۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۵۱۹، مطبوعہ نور محمد کراچی

[6] جامع ترمذی ص ۵۲۰

[7] جامع ترمذی ص ۵۲۰

[8] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[9] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۵۲۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[10] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ سنن ابن ماجہ ص ۳۲۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

(۸) انا اول من یحرک حلق الجنۃ فیفتح اللہ لی[1] — سب سے پہلے جنت کا دروازہ میں کھٹکھٹاؤں گا اور اللہ تعالیٰ اسے میرے لیے کھول دیگا۔

(۹) انا اکرم الاولین والاخرین ولا فخر[1] — حشر کے دن تمام اوّلین اور آخرین میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم میں ہوں گا اور فخر نہیں

(۱۰) انا قائد المرسلین ولا فخر[3] — میں تمام رسولوں کا قائد ہوں اور فخر نہیں۔

تمام انبیاء علیہم السلام کی وجاہت قرآن کریم کی متعدد آیات سے ظاہر ہو چکی ہے۔ اور بالخصوص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت اور محبوبیت متعدد آیات اور احادیث شریفہ سے ثابت ہو چکی ہے۔ اور صحیح بخاری کے حوالہ سے پہلے گذر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کا سوال ضرور ضرور پورا فرماتا ہے۔ ان دلائل کی بنیاد پر اہل سنت کہتے ہیں کہ شفاعت کی عمومی اجازت کے علاوہ انبیاء علیہم السلام بالعموم اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بالخصوص اپنی وجاہت اور محبوبیت کی بناء پر شفاعت فرمائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت پر ہم نے تاریخ نجد و حجاز میں بھی مفصلاً گفتگو کی ہے۔

شفاعت پر قرآن کریم سے دلائل

انبیاء علیہم السلام شفاعت کرتے ہیں:

حضرت نوح علیہ السلام۔

(۱) رب اغفر لی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا۔ (نوح: ۲۸) — اے میرے رب! میری، میرے والدین کی اور جو مومن میرے گھر میں داخل ہوں ان کی مغفرت فرما۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام۔

(۲) ربنا اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب۔ (ابراہیم: ۴۱) — اے ہمارے رب! روز حشر میری، میرے والدین کی اور تمام مومنوں کی مغفرت فرما۔

(۳) ساستغفر لک ربی انہ کان بی حفیا۔ (مریم: ۴۷) — میں عنقریب اپنے رب سے تیری شفاعت کروں گا، وہ مجھ پر مہربان ہے۔

(۴) الا قول ابراھیم لابیہ لاستغفرن لک۔ (الممتحنۃ: ۴) — مگر ابراہیم کا قول اپنے باپ کیلئے کہ میں تیری شفاعت کروں گا۔

(۵) من تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم۔ (ابراہیم: ۳۶) — جو میرا پیروکار ہے، وہ میرا ہے، اور جس نے میرے کہنے پر عمل نہیں کیا تو اس کے لیے تو بخشنے والا اور مہربان ہے۔

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۵۲۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " " جامع ترمذی ص ۵۲۰

[3] امام ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ مسند دارمی ص ۱۶ مطبوعہ مطبع نظامی کانپور ۱۲۹۳ھ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام۔

(۶) رب اغفرلی ولاخی وادخلنا فی رحمتک۔ (اعراف: ۱۵۱)
اے میرے رب مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرما۔ اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر دے۔

حضرت یوسف علیہ السلام۔

(۷) سوف استغفر لکم ربی انہ ھو الغفور الرحیم۔ (یوسف: ۹۸)
میں عنقریب اپنے رب سے تمہاری شفاعت کروں گا۔ اور رب وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(۸) لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم۔ (یوسف: ۹۲)
آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

(۹) ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم۔ (مائدہ: ۱۱۸)
اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو غالب اور حکمت والا ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۱۰) ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔ (نساء: ۶۴)
اگر یہ لوگ گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں اپنے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں اور آپ ان کی شفاعت کر دیں تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

(۱۱) واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات۔ (محمد: ۱۹)
اپنے ذہن میں خلاف اولیٰ کاموں اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لیے مغفرت طلب کیجئے۔

(۱۲) فاعف عنھم واستغفر لھم۔ (آل عمران: ۱۵۹)
ان کو معاف کر دیجئے اور ان کے لیے شفاعت کیجئے۔

(۱۳) واستغفر لھم اللہ۔ (النور: ۶۲)
صحابہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کیجئے۔

(۱۴) واستغفر لھن اللہ۔ (ممتحنہ: ۱۲)
صحابیات کے لیے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کیجئے۔

یوسف علیہ السلام کے بھائی شفاعت طلب کرتے ہیں۔

(۱۵) قالوا یاابانا استغفر لنا ذنوبنا انا کنا خطئین۔ (یوسف: ۹۷)
انہوں نے کہا: "اے ہمارے باپ ہمارے گناہوں پر مغفرت طلب کیجئے بے شک ہم خطاکار ہیں۔"

شفاعت کی تلقین، ترغیب اور شفاعت کا اذن:

(۱۶) من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ۔ (البقرہ: ۲۵۵)
اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی اجازت کے بغیر کون شفاعت کر سکتا ہے۔

(۱۷) مامن شفیع الا من بعد اذنہ۔
اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی شفاعت کرنے والا

(یونس: ۳۰)

نہیں ہے۔

(۱۸) لا یملکون الشفاعۃ الا من اتخذ عند الرحمٰن عھدا۔ (مریم: ۸۷)

اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت وہی کر سکے گا جس نے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کا عہد لے لیا ہے۔

(۱۹) یومئذ لا تنفع الشفاعۃ الا من اذن لہ الرحمٰن۔ (طٰہٰ: ۱۰۹)

روز حشر اسی کی شفاعت نفع دیگی جس کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی ہے۔

(۲۰) ولا تنفع الشفاعۃ عندہ الا لمن اذن لہ۔ (سبا: ۲۳)

شفاعت اسی کے لیے نفع بخش ہوگی جسے اللہ تعالیٰ اجازت دے گا۔

(۲۱) من یشفع شفاعۃ حسنۃ یکن لہ نصیب منھا۔ (نساء: ۸۵)

جو شخص نیکی کی شفاعت کرے گا اس کو شفاعت پر اجر ملے گا۔

صالحین کی شفاعت مومنین کے لیے۔

(۲۲) ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان۔ (حشر: ۱۰)

اے ہمارے رب! ہماری مغفرت فرما۔ اور ہم سے پہلے گزرے ہوئے مسلمان بھائیوں کی۔

فرشتوں کی شفاعت۔

(۲۳) الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربھم ویستغفرون للذین امنوا۔ (غافر: ۷)

وہ فرشتے جو عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے ارد گرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد اور تسبیح کرتے ہیں اور مسلمانوں کے لیے بخشش طلب کرتے ہیں۔

(۲۴) یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمٰن وقال صوابا۔ (نبا: ۳۸)

جس دن جبریل اور عام فرشتے صف باندھے کھڑے ہوں گے اس دن اللہ تعالیٰ کے حضور وہی بات کر سکے گا جس کو اللہ تعالیٰ اجازت دے گا۔ اور وہ صحیح بات کرے گا۔

(۲۵) ولا یشفعون الا لمن ارتضی۔ (انبیاء: ۲۸)

اور فرشتے اسی کی شفاعت کریں گے جس کی شفاعت پر اللہ تعالیٰ راضی ہو گا

(۲۶) فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک وقھم عذاب الجحیم۔ (مؤمن: ۷)

اے اللہ! ان لوگوں کو معاف کر جنھوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچا۔

(۲۷) ربنا وادخلھم جنات عدن التی وعدتھم ومن صلح من اباءھم وازواجھم وذریاتھم انک انت العزیز الحکیم۔ (مومن: ۸)

اے ہمارے رب! مسلمانوں کو دائمی جنت میں داخل فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور جو ان کے آباء، ازواج اور اولاد میں سے صالح ہوں، ان کو بھی جنت میں داخل فرما۔ لاریب تو غالب اور حکمت والا ہے۔

(۲۸) وقهم السیئات ط ومن تق السیئات یومئذ فقد رحمته ط وذلک هو الفوز العظیم۔ (مومن: ۹)
اے اللہ! ان لوگوں کو گناہوں کے عذاب سے بچا! اور جس شخص کو تو نے اس دن گناہوں کے عذاب سے بچا لیا اس پر تو نے رحم کیا اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

کفار کا شفاعت سے محروم ہونا، شفاعت کا ان کے لیے نفع آور نہ ہونا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہونا اور اس محرومی پر ان کی حسرت (اگر مسلمانوں کو بھی کسی کی نصرت اور شفاعت حاصل نہ ہو تو کفار کے لیے یہ محرومی باعث حسرت نہ ہوگی کیونکہ وہ دیکھیں گے کہ مسلمان بھی اس محرومی میں ان کے ساتھ ہیں)۔

(۲۹) فما تنفعهم شفاعة الشافعین۔ (مدثر: ۴۸)
کفار کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نفع نہ دیگی

(۳۰) فهل لنا من شفعاء فیشفعوا لنا (اعراف: ۵۳)
تو کیا ہماری شفاعت کرنے والے کوئی ہیں؟

(۳۱) فما لنا من شافعین۔ (شعراء: ۱۰۰)
کیا ہمارے لیے شفاعت کرنے والے ہیں؟

(۳۲) لیس لهم من دونه ولی ولا شفیع۔ (انعام: ۵۱)
اللہ سے ہٹ کر کفار کا کوئی مددگار ہے نہ کوئی شفاعت کرنے والا۔

(۳۳) ما للظٰلمین من حمیم ولا شفیع یطاع۔ (غافر: ۱۸)
کفار کے لیے کوئی ایسا مددگار اور شفاعت کرنیوالا نہیں ہوگا جس کی بات مانی جائے۔

(۳۴) ولم یکن لهم من شرکائهم شفعاء۔ (روم: ۱۳)
اور ان کے شریکوں میں سے کوئی ان کا شفاعت کرنے والا نہیں ہوگا۔

(۳۵) ولا یملک الذین یدعون من دونه الشفاعة الا من شهد بالحق۔ (زخرف: ۸۶)
جن (بتوں) کی یہ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے البتہ جو حق کی شہادت دیتے ہیں (انھیں شفاعت کا اختیار دیا گیا ہے)۔

(۳۶) اهلکناهم فلا ناصر لهم۔ (محمد: ۱۳)
ہم نے کفار کو ہلاک کر دیا! ان کا کوئی مددگار نہیں!!

(۳۷) فما له من قوة ولا ناصر۔ (طارق: ۱۰)
اس کے لیے کوئی طاقت ہے نہ مددگار!

(۳۸) وما لهم من ناصرین۔ (آل عمران: ۲۲)
ان کا کوئی مددگار نہیں۔

(۳۹) فاعذبهم عذابا شدیدا فی الدنیا والاخرة وما لهم من ناصرین۔ (آل عمران: ۵۶)
اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دیا ان کا کوئی مددگار نہیں!

(۴۰) اولئک لهم عذاب الیم وما لهم من ناصرین۔ (آل عمران: ۹۱)
ان کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔

(۴۱) فان الله لا یهدی من یضل وما لهم من ناصرین۔ (نحل: ۳۷)
اللہ تعالیٰ گمراہوں کو ہدایت نہیں دیتا اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔

(۴۲) وماواکم النار وما لکم من ناصرین (عنکبوت: ۲۵)
تمہارا ٹھکانا جہنم ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

(۴۳) وما لکم من نصرین۔ (جاثیہ: ۳۴)
اور تمہارا کوئی مددگار نہیں

(۴۴) وما للظالمین من انصار۔ (آل عمران: ۱۹۲)
ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

(۴۵) وما للظلمین من انصار۔ (مائدہ: ۷۲)
اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

(۴۶) وما لهم فی الارض من ولی ولا نصیر۔ (توبہ: ۷۴)
زمین میں ان کا کوئی حامی ہے نہ مددگار۔

(۴۷) وما للظالمین من نصیر۔ (حج: ۷۱)
ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

(۴۸) وما للظلمین من نصیر۔ (فاطر: ۳۷)
ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

(۴۹) ولن تجد لهم نصیرا۔ (نساء: ۱۴۵)
تم منافقوں کا کوئی مددگار ہرگز نہ پاؤ گے۔

(۵۰) لا یجدون ولیا ولا نصیرا۔ (احزاب: ۱۷)
یہ لوگ حامی پائیں گے نہ مددگار

(۵۱) ثم لا یجدون ولیا ولا نصیرا۔ (فتح: ۲۲)
پھر وہ کوئی حامی اور مددگار نہیں پائیں گے۔

شفاعت پر احادیث سے دلائل

(۱) فاذا رایته وقعت ساجدا فیدعنی ما شاء الله ان یدعنی ثم یقال لی ارفع محمد قل تسمع واشفع تشفع فارفع راسی فاحمد ربی بتحمید یعلمنی ثم اشفع فیحد لی حدا ثم اخرجهم من النار وادخلهم الجنة ثم اعود فاقع ساجدا مثله فی الثالثة او الرابعة حتی ما بقی فی النار الا من حبسه القرآن وکان قتادة یقول عند هذا ای وجب

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز دیکھوں گا۔ اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں رکھے گا۔ پھر مجھ سے کہا جائیگا "اپنا سر اٹھاؤ، مانگو ملے گا، شفاعت کرو، قبول ہوگی" پھر میں اپنے رب کی وہ حمد کروں گا جو اللہ تعالیٰ مجھے اس وقت تعلیم دے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا پھر میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی پھر میں گنہگاروں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دوں گا۔ پھر میں دوبارہ سجدہ کروں گا اور پھر شفاعت کرونگا (تیسری یا چوتھی بار)

علیهم الخلود[1]

---

(۲) اسعد الناس بشفاعتی یوم القیامة من قال لا اله الا الله خالصا من قلبه[2]

---

(۳) عن جابر بن عبد الله ان النبی صلی الله علیه وسلم قال اعطیت خمسا لم یعطهن احد قبلی نصرت بالرعب مسیرة شهر وجعلت لی الارض مسجدا وطهورا فایما رجل من امتی ادرکته الصلوٰة فلیصل واحلت لی الغنائم ولم تحل لاحد قبلی واعطیت الشفاعة وکان النبی یبعث الی قومه خاصة وبعثت الی الناس عامة[3]

(۴) عن انس بن مالک قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انا اول الناس من یشفع فی الجنة[4]

(۵) عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لکل نبی دعوة مستجابة فتعجل

سنی کہ جہنم میں صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جن کو قرآن نے روک لیا ہے۔ قتادہ کہتے تھے یعنی جن پر جہنم کا دوام واجب ہو چکا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قیامت کے دن میری شفاعت حاصل کرنے میں سب سے زیادہ کامیاب شخص وہ ہوگا جس نے خلوص دل سے کلمہ پڑھا۔"

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ ایک ماہ کی مسافت کے رعب سے میری مدد کی گئی، تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور باعث تیمم بنا دیا لہذا میری امت سے جو شخص نماز کا وقت پائے نماز پڑھے اور میرے لیے مال غنیمت حلال کر دیا گیا جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھا۔ مجھے شفاعت عطا کی گئی۔ پہلے نبی ایک خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں لوگوں میں سب سے پہلے جنت کی شفاعت کروں گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کی ایک دعا ضرور قبول ہوتی

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ — صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۷۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ — صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

[3] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ — ابن ماجہ ص ۳۲۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ — صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[5] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ — صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[6] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ — صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۹۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

[7] صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۲

[8] صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۳

کل نبی دعوۃ وانی اختبأت دعوتی شفاعۃ لامتی یوم القیامۃ فھی نائلۃ ان شاء اللہ من مات من امتی لا یشرک باللہ شیئا۔ [1]

ہے اور ہر ایک نے اس دعا کو دنیا میں خرچ کر لیا اور میں نے اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے بچا کر رکھا ہے اور یہ ان شاء اللہ میری امت کے ہر اس فرد کو حاصل ہوگی جو شرک سے پاک رہے گا۔

(۶) عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تلا قول اللہ تعالیٰ فی ابراھیم علیہ السلام رب انھن اضللن کثیرا من الناس فمن تبعنی فانہ منی الایۃ وقال عیسی علیہ السلام ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم فرفع یدیہ وقال اللھم امتی امتی وبکی فقال اللہ یا جبرائیل اذھب الی محمد وربک اعلم فاسئلہ ما یبکیک فاتاہ جبرائیل علیہ السلام فسئلہ فاخبرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بما قال وھو اعلم فقال اللہ تعالیٰ یا جبرائیل اذھب الی محمد فقل انا سنرضیک فی امتک ولا نسوءک۔ [2]

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم میں ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول تلاوت فرمایا: رب انھن اضللن اور عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول تلاوت فرمایا: اے اللہ! اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو تو غالب اور حکیم ہے پھر آپ نے ہاتھ بلند کیے اور فرمایا: "اے اللہ! میری امت، میری امت" پھر آپ پر گریہ طاری ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبرائیل! محمد کے پاس جاؤ اور پوچھو (حالانکہ وہ خوب جانتا ہے) "کیوں روتے ہو؟" پھر جبرائیل آپ کے پاس آئے اور آپ سے دریافت کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خبر دی پھر جبرائیل نے جا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا حالانکہ وہ خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور فرمایا جا کر کہو "ہم تم کو تمہاری امت کے بارے میں راضی کر دیں گے اور رنجیدہ نہیں ہونے دیں گے۔"

علامہ نووی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وھذا الحدیث موافق لقول اللہ عز وجل ولسوف یعطیک ربک فترضی واما قولہ تعالیٰ ولا نسوءک فقال صاحب التحریر ھو تاکید للمعنی ای لا یحزنک لان الارضاء قد یحصل فی حق البعض بالعفو عنھم ویدخل

یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے فرمان ولسوف یعطیک ربک فترضی کے موافق ہے۔ رہا اللہ تعالیٰ کا قول ولا نسوءک (اور ہم آپ کو رنجیدہ ہونے نہیں دیں گے) اس کی شرح میں صاحب تحریر کہتے ہیں کہ یہ تاکید ہے کیونکہ راضی کرنے کا معنی یوں بھی ہو سکتا ہے کہ بعض کی مغفرت کر دیں اور بعض کو عذاب دیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم آپ

[1] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

[2] " " " " " "

الباقی النار، فقال تعالیٰ نرضیک ولا ندخل علیک حزنا بل ننجی الجمیع۔

واللہ اعلم۔

کو راضی کریں گے اور رنجیدہ ہونے نہیں دیں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم تمام گنہگاروں کو نجات دے دیں گے۔ واللہ اعلم۔

(۷) عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر عندہ عمہ ابوطالب فقال لعلہ تنفعہ شفاعتی یوم القیامۃ۔[2]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کے چچا ابو طالب کا ذکر کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری شفاعت سے اس کو فائدہ پہنچے گا۔ (عذاب میں تخفیف ہوگی)۔

(۸) عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنی امت کے گناہ کبیرہ کرنے والوں کی شفاعت کروں گا۔

(۹) عن ابی امامۃ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول وعدنی ربی ان یدخل الجنۃ من امتی سبعین الفا لا حساب علیھم ولا عذاب مع کل الف سبعون الفا وثلث حثیات من حثیات ربی۔[4]

حضرت ابی امامہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمالیا ہے کہ میری امت سے ستر ہزار (افراد) کو جنت میں عذاب و حساب کے بغیر داخل کر دے گا اور ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ مزید ستر ہزار کو داخل کرے گا۔ نیز اللہ تعالیٰ اپنی مٹھیوں میں سے "تین مٹھیاں بھی جنت میں ڈال دے گا۔

(۱۰) عن عبد اللہ بن شقیق قال کنت مع رھط بایلیاء فقال رجل منھم سمعت

حضرت عبد اللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں میں نے ایلیاء میں ایک شخص سے سنا وہ کہتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح النواوی علی ہامش المسلم ج ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[2] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ
[3] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۳۵۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[5] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۹۶ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ
[4] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۳۵۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[4] " " جامع ترمذی ص ۳۵۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول یدخل الجنۃ بشفاعۃ رجل من امتی اکثر من بنی تمیم۔[1]

علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے ایک شخص (اویس قرنی یا عثمان) کی شفاعت کے سبب بنو تمیم کے افراد سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

(۱۱) عن ابی سعید ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان من امتی من یشفع للفئام من الناس ومنہم من یشفع للقبیلۃ ومنہم من یشفع للعصبۃ ومنہم من یشفع للرجل حتی یدخلوا الجنۃ۔[2]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے کچھ لوگ ایک گروہ کی شفاعت کریں گے کچھ ایک قبیلہ کی کچھ ایک جماعت کی اور کچھ ایک شخص کی حتیٰ کہ وہ سب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

(۱۲) عن عوف بن مالک الاشجعی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتانی ات من عند ربی فخیرنی بین ان یدخل نصف امتی الجنۃ وبین الشفاعۃ فاخترت الشفاعۃ وھی لمن مات لا یشرک باللہ شیئا۔[3]

حضرت عوف بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے پاس اللہ کا پیغام آیا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ اللہ میری آدھی امت کو جنت میں داخل کر دے یا میں شفاعت کروں۔ میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا اور یہ شفاعت ہر اس مسلمان کو حاصل ہوگی جو شرک پر نہیں مرے گا۔

(۱۳) عن ابن عباس انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من کان لہ فرطان من امتی ادخلہ اللہ بہما الجنۃ فقالت لہ عائشۃ فمن کان لہ فرط من امتک قال ومن کان لہ فرط یا موفقۃ قالت فمن لم یکن لہ فرط من امتک قال فانا فرط امتی لن یصابوا بمثلی۔[4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے جس شخص کے دو پیش رو (فوت شدہ کمسن بچے) ہوں گے وہ اس شخص کو جنت میں لے جائیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا آپ کی امت میں سے جس شخص کا ایک پیش رو ہو؟ فرمایا: اے صاحبہ خیرات! اس کو وہ ایک پیش رو ہی لے جائیگا۔ عرض کیا جس کا کوئی پیش رو نہ ہو؟ فرمایا "جس کا کوئی نہیں ہوگا۔ ان کا میں ہوں گا" کیونکہ میری امت کو میری جدائی سے بڑھ کر کسی کی جدائی کی تکلیف نہیں پہنچی۔

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی ص ۳۵۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] ۔

[3] ۔

[4] امام محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ۔ سنن ابن ماجہ ص ۳۱۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی ص ۱۴۲

(۱۴) عن عبداللہ بن عمرو بن العاص انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علی فانہ من صلی علی صلوۃ صلی اللہ علیہ بہا عشرا ثم سلوا اللہ لی الوسیلۃ فانہا منزلۃ فی الجنۃ لا تنبغی الا لعبد من عباد اللہ وارجوا ان اکون انا ہو فمن سال لی الوسیلۃ حلت علیہ الشفاعۃ [۱]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مؤذن سے اذان سنو تو وہ کلمات دہراؤ پھر مجھ پر درود شریف پڑھو، کیونکہ جو مجھ پر ایک صلوٰۃ بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس صلوات نازل فرماتا ہے۔ پھر میرے لیے وسیلہ (مقام رفیع) کی دعا کرو کیونکہ وہ جنت میں ایک مرتبہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملیگا۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں گا۔ جس شخص نے میرے لیے وسیلہ کی دعا کی اس پر میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(۱۵) عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من زار قبری وجبت لہ شفاعتی [۲]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(۱۶) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من زارنی بعد موتی فکانما زارنی وانا حی ومن زارنی کنت لہ شہیدا وشفیعا یوم القیامۃ [۳]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی اور جس نے میری زیارت کی روز قیامت میں اس کے حق میں گواہی دوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا۔

(۱۷) عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من زارنی بالمدینۃ کنت لہ شفیعا وشہیدا یوم القیامۃ [۴]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مدینہ میں میری زیارت کی میں روز قیامت اس کے حق میں شہادت دوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا۔

---

[۱] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری المتوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

[۲] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی ص ۵۲۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[۳] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ۔ سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۷۸ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[۳] علامہ علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ۔ وفاء الوفاء ج ۲ ص ۱۳۴۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[۴] ایضاً　〃　〃　〃　وفاء الوفاء ج ۲ ص ۱۳۴۵　〃　〃　〃　〃　۱۳۷۴ھ

(۱۸) من قبل ظفری ابھامیہ عند سماع اشھد ان محمدا رسول اللہ فی الاذان انا قائدہ و مدخلہ فی صفوف الجنۃ۔[۱]

جو شخص اذان میں "اشھد ان محمدا رسول اللہ" سن کر انگوٹھوں کے ناخنوں کو چومے گا میں اس کی قیادت کروں گا اور اسے جنت کی صفوں میں داخل کروں گا۔

(۱۹) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال! قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا اول شافع و اول مشفع یوم القیمۃ ولا فخر۔[۲]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت میں کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور اس پر فخر نہیں۔

(۲۰) عن ابی بن کعب قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم القیمۃ کنت امام النبیین وخطیبھم وصاحب شفاعتھم غیر فخر۔[۳]

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن قائم ہوگا تو تمام نبیوں کا امام "میں" ہونگا خطبہ دینے والا "میں" ہونگا، شفاعت کرنے والا "میں" ہونگا اور اس پر فخر نہیں۔

(۲۱) انا اول شفیع فی الجنۃ۔

سب سے پہلے جنت میں داخلہ کی شفاعت میں کروں گا

(۲۲) عن عثمان بن عفان قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشفع یوم القیمۃ ثلثۃ الانبیاء ثم العلماء ثم الشھداء۔[۴]

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے، انبیاء، علماء پھر شہداء۔

(۲۳) عن ابی الدرداء قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان طالب العلم یستغفر لہ من فی السماء و الارض حتی الحیتان فی الماء۔[۵]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طالب علم کے لیے آسمان و زمین کی تمام مخلوق حتیٰ کہ پانی میں مچھلیاں بھی مغفرت طلب کرتی ہیں۔

---

[۱] علامہ ابو منصور شہردار بن شیرویہ دیلمی متوفی ۵۵۸ھ۔ مسند الفردوس بحوالہ رد المحتار ج ۱ ص ۳۷۰، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[۲] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

ایضاً امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی ص ۵۱۵ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

ایضاً امام محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ۔ سنن ابن ماجہ ص ۳۱۹، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[۳] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی ص ۵۲۰۔ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

ایضاً امام محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ۔ سنن ابن ماجہ ص ۳۲۰ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[۴] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ۔ سنن ابن ماجہ ص ۳۲۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[۵] امام محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ۔ سنن ابن ماجہ ص ۲۰، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

(۲۴) عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ القراٰن وحفظہ ادخلہ الجنۃ وشفعہ فی عشرۃ من اھل بیتہ کلھم قد استوجب النار۔[1]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے قرآن پڑھا اور اس کو حفظ کر لیا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دے گا اور اس کو اس کے خاندان کے ان دس افراد کے لیے شفاعت کرنے والا بنا دے گا جن کے لیے جہنم واجب ہو چکا ہوگا۔

(۲۵) عن ابی الدرداء قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انہ یستغفر للعالم من فی السمٰوٰت ومن فی الارض حتی الحیتان فی الماء۔[2]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عالم کے لیے تمام اہل آسمان وزمین حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی شفاعت کرتی ہیں۔

---

(۲۶) عن علی قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان السقط لیراغم ربہ اذا ادخل ابویہ النار فیقال ایھا السقط المراغم ربہ ادخل ابویک الجنۃ فیجرھما بسررہ حتی یدخلھما الجنۃ۔[3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ناتمام بچہ (مثلاً ۵ ماہ یا ۶ ماہ کا ساقط بچہ) جب اپنے ماں باپ کو جہنم میں جھونکتے ہوئے دیکھے گا تو اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کرے گا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے جھگڑالو بچے اپنے ماں باپ کو جنت میں داخل کر دے۔ وہ اپنے ماں باپ کو اپنی ناف سے باندھ کر گھسیٹ کے جنت میں لے جائے گا۔

(۲۷) اول من اشفع لہ من امتی اھل بیتی ثم الاقرب فالاقرب من قریش ثم الانصار ثم من اٰمن بی واتبعنی من الیمن ثم سائر العرب ثم الاعاجم۔[4]

اپنی امت میں میں سب سے پہلے جس کی شفاعت کروں گا وہ میرے اہل بیت ہیں۔ اقرب فاقرب۔ پھر انصار پھر یمن کے مؤمنین پھر باقی عرب اور تمام عجم کے مؤمنین

(۲۸) اول من اشفع لہ من امتی من اھل المدینۃ ثم اھل مکۃ ثم اھل الطائف۔[5]

اپنی امت میں میں سب سے پہلے اہل مدینہ کی شفاعت کروں گا پھر اہل مکہ کی پھر اہل طائف کی۔

---

[1] امام محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ۔ سنن ابن ماجہ ص ۱۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[2] 〃 〃 〃 〃 سنن ابن ماجہ ص ۲۱
[3] 〃 〃 〃 〃 سنن ابن ماجہ ص ۱۱۵
[4] سنن دار قطنی وطبرانی بحوالہ الصواعق المحرقہ ص ۱۲۰ مطبوعہ مکتبۃ القاھرہ مصر ۱۳۸۵ھ
[5] بزار وطبرانی بحوالہ الصواعق المحرقہ ج ۲ ص ۱۷۱ مطبوعہ مکتبۃ القاھرہ مصر ۱۳۸۵ھ

(۲۹) عن عمران بن حصین عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یخرج من النار قوم بشفاعة محمد فیدخلون الجنة فیسمون الجهنمیین۔ [۱]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شفاعت سے ایک قوم جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہو جائے گی اور ان کا نام جہنمی ہوگا۔

(۳۰) عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیاتی خیر لکم ینزل علی الوحی من السماء فاخبرکم بما یحل لکم وما یحرم علیکم وموتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم کل خمیس فما کان من حسن حمدت اللہ علیہ وما کان من ذنب استوهب اللہ ذنوبکم۔ [۲]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری زندگی میں بھی تمہارے لیے خیر ہے کیونکہ مجھ پر آسمان سے وحی اترتی ہے اور میں تم کو حلال اور حرام کی خبر دیتا ہوں اور میری وفات میں بھی تمہارے لیے خیر ہے کیونکہ ہر جمعرات کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ اچھے اعمال پر میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں اور تمہارے گناہوں پر میں اللہ تعالیٰ سے تمہاری مغفرت کی شفاعت کرتا ہوں۔

(۳۱) عن عائشة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من میت تصلی علیہ امة من المسلمین یبلغون مائة کلهم یشفعون له الا شفعوا فیه۔ [۳]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی نماز جنازہ میں سو مسلمان شریک ہوں اور اس کی شفاعت کریں تو ان کی شفاعت ضرور قبول کی جاتی ہے۔

(۳۲) عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنهما قال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من رجل مسلم یموت فیقوم علی جنازته اربعون رجلا لا یشرکون باللہ شیئا الا شفعهم اللہ فیه۔ [۴]

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا جو مسلمان شخص فوت ہو جائے اور اس کے جنازہ میں چالیس مسلمان شریک ہوں اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کی اس شخص کے حق میں شفاعت قبول فرماتا ہے۔

(۳۳) عن ابی امامة الباهلی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اقرءوا

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن پڑھو وہ اپنے

---

۱ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

۲ علامہ ابن جوزی، الوفاء باحوال المصطفیٰ ص ۸۱۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۳۹۷ھ

۳ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

۴ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج نیشاپوری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

القراٰن فانہ یأتی یوم القیٰمۃ شفیعا لاصحابہ ؎۱

(۳۴) اخرج الطبرانی (فی الاوسط) والحاکم و صححہ والبیہقی عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للانبیاء منابر من ذھب فیجلسون علیھا ویبقی منبری لا اجلس علیہ قائما بین یدی ربی منتصبا مخافۃ ان یبعث بی الی الجنۃ وتبقی امتی بعدی فاقول یارب امتی امتی فیقول اللہ یا محمد وما ترید ان اصنع بامتک فاقول یارب عجل حسابھم فما ازال اشفع حتی اعطی صکاکا قد بعث بھم الی النار وحتی ان مالکا خازن النار یقول یا محمد ما ترکت لغضب ربک فی امتک من بقیۃ ؎۲

پڑھنے والوں کی قیامت کے دن شفاعت کرے گا۔

طبرانی، حاکم اور بیہقی نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے اور حاکم نے اس سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روز حشر انبیاء علیہم السلام کے لیے سونے کے منبر ہوں گے جن پر وہ رونق افروز ہوں گے اور میں اپنے منبر پر نہیں بیٹھوں گا اپنے رب کے سامنے اس خوف سے کھڑا رہوں گا کہ مبادا مجھے جنت میں بھیج دیا جائے اور میری امت رہ جائے۔ میں اپنے رب سے عرض کروں گا "امتی، امتی"۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا "اے محمد! بتاؤ میں تمہاری امت کے لیے کیا کروں؟" میں عرض کروں گا اے رب! ان کو جلد حساب سے فارغ کر حتی کہ جن لوگوں کو جہنم روانہ کیا جارہا ہے میں ان کو جنت کا پروانہ دے دوں۔ پھر جہنم کا داروغہ "مالک" کہے گا: "اے محمد! تم نے اپنی امت پر اپنے رب کے غضب کے لیے کچھ بھی نہیں چھوڑا۔"

(۳۵) عن ابن عمر یقول ان الناس یصیرون یوم القیامۃ جثی کل امۃ تتبع نبیھا یقولون یا فلان اشفع یا فلان اشفع حتی تنتھی الشفاعۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذلک یوم یبعثہ اللہ المقام المحمود ؎۳

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے روز لوگ گروہ در گروہ اپنے اپنے نبیوں کو تلاش کریں گے اور کہیں گے کہ "اے نبی! شفاعت کیجئے!" حتی کہ شفاعت کی تلاش نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگی اور یہ وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ آپ کو "مقام محمود" پر فائز فرمائیگا۔

(۳۶) عن ابی سعید الخدری انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وذکر عندہ عمہ ابو طالب فقال لعلہ تنفعہ شفاعتی یوم القیٰمۃ الحدیث ؎۴

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کے چچا ابو طالب کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا "قیامت کے دن میری ... شفاعت اس کو فائدہ پہنچائے گی۔

؎۱ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

؎۲ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔ خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۲۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

؎۳ امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۸۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

؎۴ ایضاً صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۸۱ ؍؍ ؍؍ ؍؍

(۳۷) اخرج احمد والطبرانی (فی الاوسط) والحاکم والبیھقی وابو نعیم عن ام حبیبۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اریت ما یلقی امتی من بعدی وسفک بعضھم دماء بعض وکان ذٰلک سابقا من اللہ فسألتہ ان یولنی شفاعۃ فیھم یوم القیامۃ ففعل[1]

امام احمد، طبرانی، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد میری امت جن گناہوں میں مبتلا ہوگی اور جو آپس میں خون ریزیاں کریگی وہ سب مجھے خواب میں دکھا دیے گئے اور یہ قضاء الٰہی ہے پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ قیامت کے دن مجھے ان کی شفاعت عطا فرما تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول کرلی۔

(۳۸) اخرج ابن ابی شیبۃ وابو یعلی بسند صحیح عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سألت ربی اللاھین من ذریۃ البشر لا یعذبھم فاعطانیھم قال ابن عبد اللہ ھم الاطفال لان اعمالھم کاللھو واللعب عن غیر قصد ولا عزم[2]

ابن ابی شیبہ اور ابو یعلی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ انسانوں کے بے خبری کے گناہ کرنے والوں کو عذاب نہ دے تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول کرلی۔ ابن عبد اللہ نے کہا ان اعمال سے مراد وہ اعمال ہیں جو بغیر ارادہ اور قصد کے کیے جاتے ہیں۔

(۳۹) عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیرت بین الشفاعۃ وبین ان یدخل نصف امتی الجنۃ فاخترت الشفاعۃ لانھا اعم واکفی ترونھا للمتقین لا ولکنھا للمذنبین الخطائین المتلوثین[3]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے آدھی امت کو جنت میں داخل کرنے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا گیا تو میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا کیونکہ وہ زیادہ عام اور کافی ہے، تمہارا خیال ہے وہ نیکوکاروں کے لیے ہے؟ نہیں! وہ گناہ گاروں اور خطا کاروں کے لیے ہے۔

(۴۰) اخرج البزار والطبرانی (فی الاوسط) عن علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اشفع لامتی حتی ینادینی ربی ارضیت یا محمد فاقول ای رب رضیت[4]

بزار اور طبرانی نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں اپنی امت کے لیے شفاعت کرتا رہونگا حتیٰ کہ میرا رب فرمائیگا، اے محمد! کیا تم راضی ہو گئے؟ میں کہوں گا، ہاں میرے رب! میں راضی ہو گیا!"

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ　خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۲۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد۔
[2] ایضاً　ایضاً
[3] محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ　سنن ابن ماجہ ص ۳۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
[4] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ　خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۲۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد۔

اقسام شفاعت

۱ شفاعت عامہ کبریٰ (تاکہ اللہ تعالیٰ حساب لینا شروع کر دے)
۲ انبیاء علیہم السلام کے لیے خصوصی شفاعت۔
۳ اہل بیت کے لیے حضور کی خصوصی شفاعت۔
۴ قریش کے لیے۔
۵ انصار کے لیے
۶ اہل مدینہ کے لیے
۷ اہل مکہ کے لیے
۸ اہل طائف کے لیے
۹ اہل یمن کے لیے
۱۰ عرب و عجم کے لیے
۱۱ زائرین مدینہ کے لیے
۱۲ زائرین قبر انور کے لیے
۱۳ اذان سن کر وسیلہ کی دعا مانگنے والوں کے لیے
۱۴ اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنے والوں کیلیے
۱۵ زندگی میں رافضیوں کو رد کرنے والوں کے لیے شفاعت
۱۶ قبر انور میں گناہ گاروں کے گناہ دیکھ کر شفاعت
۱۷ جس دعا کو خرچ نہیں کیا اس دعا سے شفاعت
۱۸ حساب وکتاب کے بغیر دخول جنت کے لیے شفاعت
۱۹ گناہوں کے بدلہ میں نیکیاں دلوانے کے لیے۔۔۔ (فرقان: ۷۰)
۲۰ جہنم سے گناہ گاروں کو نکال کر جنت میں داخل کرانے کے لیے۔
۲۱ بعض کفار کے عذاب میں تخفیف کے لیے
۲۲ جنت کا دروازہ کھلوانے کے لیے
۲۳ سب سے پہلی شفاعت
۲۴ محبت کی بنیاد پر
۲۵ وجاہت کی بنیاد پر
۲۶ جس کا کوئی نہ ہو اس کے لیے شفاعت
۲۷ جن کے دلوں میں رائی کے برابر ایمان ہو ان کے لیے شفاعت۔
۲۸ تعجیل حساب کے لیے
۲۹ جنت کا پروانہ دلوانے کے لیے۔
۳۰ اطفال مومنین کے لیے
۳۱ اطفال مشرکین کے لیے
۳۲ جب تک چاہیں شفاعت
۳۳ وہ شفاعت جو مسترد نہیں ہوگی

(یہ شفاعت کی وہ اقسام ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہیں اور یہی اعطیت الشفاعۃ کا مقتضیٰ ہے۔ ان کے دلائل بیان کر دیے گئے ہیں اس کے بعد ہم عمومی شفاعت کی اقسام بالتتبع ذکر کر رہے ہیں اور ان کے دلائل بھی ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔)

۳۴ انبیاء، علماء، شہداء، حفاظ، صلحا اور تمام اہل ارض و سما کی شفاعت
۳۵ نماز جنازہ میں شرکاء کی
۳۶ قرآن مجید کی
۳۷ حضرت عثمان اور اویس قرنی کی
۳۸ صغیر بچوں کی
۳۹ ناتمام بچوں کی
۴۰ حاملین عرش اور عام ملائکہ کی
۴۱ شفاعت محبت
۴۲ شفاعت وجاہت

۴۳	اذن سے	۴۶	جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں انکے لیے دخول جنت کی
۴۴	حکم سے	۴۷	تخفیف عذاب کے لیے
۴۵	اللہ تعالیٰ پر ناز کی بنیاد پر لڑ جھگڑ کر دخول جنت کے لیے شفاعت	۴۸	اسقاط عذاب کے لیے
		۴۹	رفع درجات کے لیے

نظریہ کفارۂ مسیح اور شفاعت میں فرق

بعض لوگ کہتے ہیں نظریہ شفاعت اور نظریہ کفارۂ مسیح ایک جیسے ہیں۔ جس طرح عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے (العیاذ باللہ) صلیب پر چڑھ کر تمام انسانوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا اور اب عذاب کے خوف سے کسی گناہ سے بچنے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کا نظریہ شفاعت ہے کہ بیشک نیکیاں چھوڑ دو اور پیٹ بھر کر برائیاں کرو۔ قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بخشش ہو جائیگی۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ نظریہ شفاعت فرقہ مرجیہ کی تائید کرتا ہے کیونکہ وہ بھی کہتے ہیں ایمان لانے کے بعد کوئی گناہ ضرر نہیں دیتا۔ کیونکہ شفاعت سے بخشش تو بہرحال ہو جائے گی پھر کس بنیاد پر گناہوں سے بچنے کا خوف اور نیکیاں کرنے کا شوق پیدا ہوگا۔؟

اس سوال کا جواب یہ ہے: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لا تقنطوا من رحمة الله ان الله یغفر الذنوب جمیعا (الزمر: ۵۳)	اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دے گا۔
وان ربک لذو مغفرة للناس علی ظلمھم (الرعد: ۶)	بلا ریب آپ کا رب لوگوں کو عین حالت گناہ میں بخش دے گا۔

اگر قرآن کریم کی دیگر آیات سے صرف نظر کر لیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ نہ کفارہ مسیح کی ضرورت ہے نہ شفاعت کی۔ اللہ تعالیٰ ویسے ہی تمام گناہ بخش دیگا پھر کیا ضرورت ہے کسی برائی سے رکنے کی اور کسی اچھائی کے کرنے کی۔

قرآن کریم میں بعض گناہوں پر جہنم میں داخل کرنے اور عذاب دینے کا ذکر ہے مثلاً نماز نہ پڑھنے والوں پر (مدثر: ۴۳) مسکینوں کو نہ کھلانے پر (مدثر: ۴۴) نماز میں سستی کرنے پر (الماعون: ۵) معمولی چیز دینے سے منع کرنے پر (الماعون: ۷) زکوٰۃ نہ دینے والوں پر (توبہ: ۳۵) یتیم کا مال ناحق کھانے والوں پر (النساء: ۱۰) ناحق قتل کرنے والوں پر (فرقان: ۶۸) زنا کاروں پر (فرقان: ۶۸) سود خوروں پر (بقرہ: ۲۷۵) ڈاکہ زنی پر۔ (مائدہ: ۳۳) ۱۰۔

ان آیات کے حوالوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت اور عموم مغفرت کے باوجود ان گناہوں پر بعض گنہگاروں کو عذاب ہوگا اور دوسری آیات مغفرت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض گنہگاروں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت محضہ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مقربین کی شفاعت سے بخش دے گا پھر بخشش کی کئی صورتیں ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کچھ عذاب بھگتنے کے بعد بخشش ہو یا اصل عذاب میں کمی کر دی جائے یا بالکل معاف کر دیا جائے۔ کیا ہوگا؟ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ بہرحال ہم نہیں جانتے کہ ہمارا شمار کس گروہ میں ہوگا اس لیے ہر آن اور ہر لحظہ ہمیں ڈرتے رہنا چاہیے۔ ارتکاب

معصیت کے وقت عذاب الٰہی کے خوف کو دل میں جگہ دے کر معصیت سے باز رہیں اور اگر خدانخواستہ شامت نفس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو پھر آریہ سماج کی طرح مایوس نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مقربین الٰہی کی شفاعت سے بخشش کے امیدوار رہیں۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ سرکار رسالت مآب کی بارگاہ میں ایک نعت عرض کرتے ہیں جس کو سن کر روئے مبارک پر خوشی کے آثار ظاہر ہوئے اس نعت کا آخری شعر ہے۔

وکن لی شفیعا یوم لا ذو شفاعۃ
سواک بمغن عن سواد بن قارب

یارسول اللہ جس دن آپ کی شفاعت کے سوا کسی کی شفاعت میرے کام نہیں آئے گی اس دن آپ میری شفاعت کر دیں۔

(آنسوؤں کی زباں ہو میری ترجماں)

استشفاع یارسول اللہ! آپ کا گناہ گار و سیاکار امتی جو آپ کے سامنے سر تو کیا نظر بھی نہیں اٹھا سکتا جس کا سر شرمندگی سے پست اور آنکھیں ندامت سے نیچی ہیں۔ یارسول اللہ! اس گناہ گار کی سرخشر نہ صرف گناہوں کی بخشش کرا دیں بلکہ گناہوں کے بدلہ میں نیکیاں دلا دیں اور بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل کرا دیں ——————

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا ——————

۱۰۶۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلَاثٍ جُعِلَتْ صُفُوفُنَا كَصُفُوفِ الْمَلَائِكَةِ وَجُعِلَتْ لَنَا الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا وَجُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُورًا إِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَاءَ وَذَكَرَ خَصْلَةً أُخْرَى۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں اور انسانوں پر تین وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح بنا دی گئیں، ہمارے لیے تمام روئے زمین مسجد بنا دی گئی اور اس کی مٹی پانی نہ ملنے کے وقت ہمارے لیے پاک کرنے والی بنا دی گئی (راوی نے) ایک اور خصوصیت کا ذکر بھی کیا، (وہ خصوصیت سورہ بقرہ کی آخری آیات ہیں)۔

۱۰۶۸ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ قَالَ حَدَّثَنِي رِبْعِيُّ بْنُ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم کہتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۰۶۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالُوا نَا إِسْمٰعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے چھ وجوہ سے انبیاء کرام پر فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے جوامع کلم عطا کیے گئے۔ میرا رعب طاری کر کے مدد کی گئی۔ میرے لیے مال غنیمت کو

بِسِتٍّ أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ.

حلال کر دیا گیا۔ میرے لیے تمام روئے زمین پاک کرنے والی اور نماز کی جگہ بنا دی گئی۔ مجھے تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا اور مجھ پر نبوت ختم کر دی گئی۔

١٠٧٠ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَبَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوُضِعَتْ فِي يَدَيَّ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَذَهَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتُمْ تَنْتَثِلُونَهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جوامع کلم کے ساتھ مبعوث کیا گیا، میری رعب کے ذریعہ مدد کی گئی، خواب میں زمین کے خزانوں کی چابیاں لاکر میرے ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو دنیا سے تشریف لے گئے اور تم وہ خزانے نکال رہے ہو۔

(یعنی اسلامی فتوحات) (جوامع کلم سے مراد زیادہ معانی پر مشتمل کم عبارت ہے)۔

١٠٧١ - وَحَدَّثَنَا حَاجِبُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مِثْلَ حَدِيثِ يُونُسَ.

ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت ابوہریرہ سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

١٠٧٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

مزید ایک سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے یہی روایت منقول ہے۔

١٠٧٣ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي يُونُسَ مَوْلَى أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ عَلَى الْعَدُوِّ وَأُوتِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَبَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوُضِعَتْ فِي يَدَيَّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دشمن پر رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی، مجھے جوامع کلم دیے گئے۔ خواب میں زمین کے خزانوں کی چابیاں لاکر میرے ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔

١٠٧٤ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

عبد الرزاق قال نا معمر عن همام بن منبه قال هذا ما
حدثنا أبو هريرة عن رسول الله صلى الله عليه و
سلم فذكر أحاديث منها وقال قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم نصرت بالرعب وأوتيت جوامع
الكلم.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا رعب طاری کر
کے میری مدد کی گئی اور مجھے جوامع کلم دیے گئے۔

١٠٧٥ - حدثنا يحيى بن يحيى وشيبان بن فروخ
كلاهما عن عبد الوارث قال يحيى أنا عبد الوارث
ابن سعيد عن أبي التياح الضبعي قال نا أنس بن
مالك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قدم
المدينة فنزل في علو المدينة في حي يقال
لهم بنو عمرو بن عوف فأقام فيهم أربع عشرة
ليلة ثم إنه أرسل إلى ملأ بني النجار فجاءوا
متقلدين بسيوفهم قال فكأني أنظر إلى رسول الله
صلى الله عليه وسلم على راحلته وأبو بكر ردفه
وملأ بني النجار حوله حتى ألقى بفناء أبي أيوب
قال فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي
حيث أدركته الصلوة ويصلي في مرابض الغنم
ثم إنه أمر بالمسجد قال فأرسل إلى ملأ بني
النجار فجاءوا فقال يا بني النجار ثامنوني
بحائطكم هذا قالوا لا والله ما نطلب ثمنه إلا
إلى الله تعالى قال أنس فكان فيه ما أقول كان فيه
نخل وقبور المشركين وخرب فأمر رسول الله
صلى الله عليه وسلم بالنخل فقطع وبقبور
المشركين فنبشت وبالخرب فسويت قال
فصفوا النخل قبلة وجعلوا عضادتيه
حجارة قال فكانوا يرتجزون ورسول الله صلى
الله عليه وسلم معهم وهم يقولون ؎

اللهم لا خير إلا خير الآخرة
فانصر الأنصار والمهاجرة

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے اور شہر کے بالائی علاقہ
کے ایک محلہ میں تشریف لے گئے (جو بنو عمرو بن عوف کا
محلہ کہلاتا تھا) آپ نے وہاں چودہ دن قیام فرمایا۔ پھر آپ
نے قبیلہ بنو نجار کو بلوایا۔ وہ اپنی تلواریں لٹکائے ہوئے حاضر
ہوئے۔ حضرت انس کہتے ہیں یہ منظر آج بھی میری آنکھوں
کے سامنے ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا
تھا۔ آپ اونٹنی پر سوار تھے اور حضرت ابو بکر آپ کے پیچھے
بیٹھے ہوئے تھے اور بنو نجار آپ کے ارد گرد تھے۔ آپ
حضرت ابو ایوب کے گھر کے صحن میں اترے۔ حضرت انس
کہتے ہیں کہ جہاں نماز کا وقت آجاتا تھا رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم وہیں نماز پڑھ لیتے تھے حتیٰ کہ بکریوں کے باڑہ میں
بھی نماز پڑھ لیتے تھے۔ اس کے بعد آپ نے مسجد بنانے کا
ارادہ کیا اور بنو نجار (کے سرداروں) کو بلوایا جب وہ آئے
تو فرمایا "تم اپنا باغ مجھے فروخت کر دو!" انھوں نے عرض
کیا بخدا ہم آپ سے اس باغ کی قیمت نہیں لیں گے ہم
اس کا معاوضہ صرف خدا سے چاہتے ہیں (۲) حضرت انس کہتے ہیں
کہ اس باغ میں جو چیزیں تھیں انھیں میں بتاتا ہوں (۳)!
اس میں کچھ کھجوروں کے درخت، مشرکین کی قبریں اور کھنڈرات تھے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے درختوں کو کاٹنے کا
حکم دیا وہ کاٹ دیے گئے (۴) مشرکین کی قبریں اکھاڑ کر
پھینک دی گئیں اور کھنڈرات ہموار کر دیے گئے اور کھجور
کی لکڑیاں قبلہ کی جانب گاڑ دی گئیں اور اس کے دونوں
جانب پتھر لگا دیے گئے۔ (اس کام کے دوران) رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رجزیہ کلمات پڑھ رہے تھے۔ (۴) جو یہ تھے "اے اللہ! خیر صرف آخرت میں ہے تو مہاجرین اور انصار کی مدد فرما۔"

۱۰۷۶ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ قَبْلَ أَنْ يُبْنَى الْمَسْجِدُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بننے سے پہلے بکریوں کے باڑہ میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

۱۰۷۷ - وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

(۱) حاکم نے بیان کیا ہے کہ اخبار متواترہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں ۸ ربیع الاول بروز پیر تشریف لائے تھے (عمدۃ القاری جز ۴ ص: ۱۷۵)

(۲) واقدی نے ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عفراء کے دو بیٹوں سے یہ زمین دس دینار کے عوض خرید لی تھی اور حضرت ابو بکر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قیمت ادا کر دی تھی۔ یہ زمین درحقیقت سہل اور سہیل نامی دو یتیم بچوں کی تھی۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا معاوضہ لینا پسند نہیں فرمایا۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۲۸)

مساجد بنانے کی ذمہ داری

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد بنانے کے لیے زمین کو اس کے مالک کی ملک سے خارج کرانا ضروری ہے۔

(۳) علامہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۷ھ تحریر فرماتے ہیں مساجد بنانے کی ذمہ داری دراصل حاکم وقت کی ہے اور اگر حکام یہ ذمہ داری پوری نہ کریں تو عام مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ مساجد بنائیں۔ اگر آبادی کی ضرورت ایک مسجد بنانے سے پوری ہو جائے تو فبہا ورنہ حسب ضرورت مساجد بنائی جائیں۔ اسی طرح ائمہ مساجد کی ضروریات کے مطابق انہیں وظائف ادا کرنا دراصل حکومت کی ذمہ داری ہے اور اگر حکام اس میں تساہل کریں تو پھر یہ مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۲ : ص ۲۲۸)

(۴) پھلدار درختوں کا کاٹنا

قاضی عیاض کہتے ہیں کہ سایہ دار اور پھلدار درختوں کو ضرورت کی وجہ سے کاٹ دینا جائز ہے۔ مثلاً مسجد یا کوٹی اور مفید عمارت بنانا مقصود ہو، کفار کو حالت جنگ میں ان کے فوائد سے محروم کرنا مقصود ہو، اگر درخت کے گرنے یا کسی غیر کی دیوار پر جھکنے کا خدشہ ہو (اکمال اکمال المعلم ج ۲ : ص ۲۲۹)

(۵) مشرکین کی قبریں اکھاڑ دینے کا حکم آپ نے اس وجہ سے دیا کہ جن لوگوں کی یہ قبریں تھیں ان کے وارث وہاں موجود تھے۔ نیز مشرکین کی قبروں کا شرعاً کوئی احترام نہیں ہے

قبور مشرکین پر مسجد بنانا

جن مقامات پر عذاب کے آثار ہوں وہاں سے روئے بغیر گزرنا بھی شرعاً منع ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان معذبین پر روئے بغیر نہ گذرو، اور اگر رو نہ سکو تو عذاب میں مبتلا ان لوگوں پر نہ گذرو! مبادا تم پر بھی وہ عذاب آئے جو ان پر آیا تھا۔" اسی بناء پر حضرت علی رضی اللہ عنہ ارض بابل پر نماز پڑھنے کو مکروہ گردانتے تھے (صحیح بخاری ج ۱، ص ۶۲) اور جس جگہ مشرکین کی قبریں ہوں وہاں عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے اس بناء پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی جگہ مسجد کیوں بنائی جہاں مشرکین کی قبریں تھیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اقدام اس لیے کیا ہو کہ آپ یہ ظاہر کر دیں کہ آپ ہر طرح انقلاب برپا کر دیتے ہیں۔ آپ نے لوگوں کے دلوں میں کفر کی جگہ ایمان قائم کیا ہے، بیابان پتھروں اور درختوں کو زبان دی، کڑوے کنویں کو میٹھا کیا۔ لہٰ شیطان (آپ کا ہم زاد) کو لہٰ رحمان کیا تو کیا عجب ہے کہ آپ نے اپنی اسی انقلاب آفریں تاثیر سے آثار عذاب کو مبادی ثواب سے بدل ڈالا ہو۔ وجہ خواہ کوئی بھی ہو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ آپ کی خصوصیت ہے عام مسلمانوں کیلئے یہ جائز ہے کہ وہ قبور مشرکین کو اکھاڑ کر اس جگہ مسجد بنا دیں یا نہیں؟ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام اوزاعی آثار عذاب والی زمین پر گزرنے سے ممانعت کی حدیث کے پیش نظر منع کرتے ہیں اور امام شافعی اور احناف مسجد بنانے والی حدیث کے پیش نظر جائز قرار دیتے ہیں (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۸۰) ہماری رائے امام اوزاعی کا مذہب ہے اولاً اسلئے کہ جس حدیث میں منع فرمایا ہے وہ آپ کا قول ہے اور قبور مشرکین اکھاڑ کر مسجد بنانا آپکا فعل ہے اور جب آپ کے قول اور فعل میں تعارض ہو تو قول کو ترجیح دی جاتی ہے ثانیاً حدیث منع تحریم پر دلالت کرتی ہے اور دوسری حدیث اباحت پر اور یہ قاعدہ ہے کہ جب تحریم اور اباحت میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح دیجاتی ہے۔ ثالثاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے بھی اس موقف کی تائید ہوتی ہے جس میں آپ نے ارض بابل میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے (بخاری ج ۱، ص ۶۲)

قبور مسلمین پر مسجد بنانا

مسلمانوں کی قبور کے آثار جب مٹ جائیں تو اس قبرستان کو مسجد بنا دینا جائز ہے یا نہیں؟ علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے ابن قاسم (مالکی عالم) سے نقل کیا ہے کہ جب قبرستان سے قبروں کے آثار مٹ جائیں تو اس قبرستان کو مسجد بنا دینا جائز ہے کیونکہ مسجد بھی وقف ہے اور مقبرہ بھی وقف ہے اور یہ دونوں وقف معنی ایک ہی ہیں (عمدۃ القاری ج ۴، ص ۱۷۹) یہ صرف ایک مالکی عالم کی رائے ہے مالکیہ، شافعیہ، حنفیہ میں سے کسی کا بھی یہ مذہب نہیں ہے (اکمال اکمال المعلم ج ۲، ص ۲۳۰، نووی ج ۱، ص ۲۰۰، عالمگیری ج ۲، ص ۳۵۰)

علامہ عینی کو چاہیے تھا کہ ابن قاسم کے اس جواب کو ذکر کرنے کے بعد یہ واضح کر دیتے کہ یہ صرف ابن قاسم کی رائے ہے اور یہ کہ وہ مالکی ہیں اور یہ کہ حنفیہ، شافعیہ اور مالکیہ میں سے کسی کا یہ مذہب نہیں ہے علامہ عینی چونکہ حنفی ہیں اور ان کی کتاب میں ابن قاسم کا یہ جواب مذکور ہے اس لیے یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ اس مسئلہ میں احناف کا وہی نظریہ ہے جو ابن قاسم نے بیان کیا ہے۔ اسی بناء پر شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ نے بڑے طمطراق سے یہ فتویٰ دیا کہ مسلمانوں کی قبور کو اکھاڑ کر مسجد بنانا جائز ہے اور ثبوت میں عمدۃ القاری کا مذکورہ بالا حوالہ دیا۔ —— اعلیٰ حضرت احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ نے اس فتویٰ پر زبردست فقیہانہ انداز سے "ابلاک الوہابیین علی توہین قبور المسلمین" نامی رسالہ میں گرفت کی ہے، یہ رسالہ لائق مطالعہ ہے۔ بعض معاصرین نے بھی شیخ گنگوہی کی طرح لکھ دیا ہے: "اور مسلمانوں کی قبریں جب پرانی ہو کر ان کے آثار مٹ جائیں تو وہاں مسجد بنائی جائے تو حرج نہیں" (تفہیم البخاری ج ا ص ۲۸۰)

رجز کی تعریف

(۹۶) علامہ طاہر پٹنی رجز کی تعریف میں رقمطراز ہیں:

رجز، شعر کی بحوروں میں سے ایک بحر اور انواع میں سے ایک نوع ہے۔ اس کا ہر مصرع منفرد ہوتا ہے اس کے قصائد کو اراجیز کہتے ہیں، یہ کلام موزون اور وزن شعر پر ہوتا ہے اور اس کے قائل کو راجز کہتے ہیں جیسے بحور شعر کے قائل کو

شاعر کہتے ہیں۔ حدیث میں رجز کی اقسام میں سے منہوک اور مشطور ہے جیسے انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب اور هل انت الا اصبع دمیت و فی سبیل الله ما لقیت ۔۔۔۔۔۔ آپ کے ان کلمات کو خلیل نے شعر نہیں قرار دیا۔[1] رجز کی مزید تفصیل اور تحقیق کے لیے دیکھیے: النہایہ ج ۲: ص: ۱۹۹)

حضور کی شعر گوئی

قرآن کریم میں ہے:

وما علمناه الشعر وما ینبغی له ان هو الا ذکر و قران مبین۔ (یٰسین: ۶۹)

ہم نے ان کو شاعری نہیں سکھائی نہ وہ ان کے منصب کے لائق ہے اور ان پر وحی یا وہ تو صرف نصیحت اور قرآن مبین ہے۔

اس آیت کی بناء پر اہل علم میں یہ اختلاف رہا ہے کہ آپ سے شعر گوئی صادر ہوئی یا نہیں یا آپ کے لیے یہ امر جائز ہے یا نہیں۔ علامہ نووی متوفی ۶۷۶ھ نے شعر گوئی کو آپ کے لیے حرام قرار دیا ہے۔ علامہ قرطبی متوفی ۶۷۱ھ لکھتے ہیں کہ رجز شعر ہی ہے اور دو چار شعر کہہ دینے سے کوئی شخص شاعر نہیں بن جاتا اس لیے اگر آپ نے دو چار اشعار کہہ دیے ہیں تو وہ اس آیت کے خلاف نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۰۸) تحقیق یہ ہے کہ شعر صرف کلام موزون کو نہیں کہتے بلکہ شعر خیال آفرینی اور مبالغہ آرائی کو بھی کہتے ہیں جس میں جھوٹ کا بڑا دخل ہوتا ہے یہی اصل شاعری ہے۔ مشرکین عرب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی وجہ سے شاعر کہتے تھے اور قرآن نے شعر کے اسی معنی کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی کی ہے۔ محض کلام موزون تو قرآن مجید میں بھی ہے جس کو فصل سے تعبیر کرتے ہیں اور حدیث میں بھی ہے جس کو رجز سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کے صادر کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ شعر کے اس معنی پر غور نہ کرنے کی وجہ سے دیوبند کے بعض علماء اس بحث میں برسر پیکار رہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم تھا یا نہیں ——— تبیان القرآن میں اس موضوع پر ہم نے مفصل گفتگو کی ہے وہاں ملاحظہ کر لی جائے۔

باب[۱۸۴] تحویل القبلة من القدس الی الکعبة
بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ کو قبلہ قرار دینا

۱۰۷۸۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا حَتّٰى نَزَلَتِ الْاٰيَةُ الَّتِيْ فِي الْبَقَرَةِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ فَنَزَلَتْ بَعْدَ مَا صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَمَرَّ بِنَاسٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ فَحَدَّثَهُمْ بِالْحَدِيْثِ

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیت المقدس کی طرف (منہ کر کے) سولہ مہینوں تک نماز پڑھی یہاں تک کہ سورہ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی: "تم جہاں کہاں بھی ہو (نماز کے وقت) اپنا منہ کعبہ کی طرف کر لو"۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تھے۔ جماعت میں سے ایک شخص یہ حکم سن کر چلا، راستہ میں اس نے انصار کی ایک جماعت کو نماز پڑھتے ہوئے پایا، اس نے ان کو یہ حکم سنایا

---

[1] شیخ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ۔ مجمع بحار الانوار ج ۲ ص ۴۶۶، مطبوعہ نولکشور ہند۔

فَوَلَّوْا وُجُوْهَهُمْ قِبَلَ الْبَيْتِ.

یہ سنتے ہی وہ لوگ (حالت نماز میں) بیت اللہ کی طرف پھر گئے۔

۱۰۷۹- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ جَمِيْعًا عَنْ يَحْيٰى قَالَ ابْنُ مُثَنّٰى نَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُوْلُ صَلَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا ثُمَّ صُرِفْنَا نَحْوَ الْكَعْبَةِ.

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سولہ یا سترہ مہینوں تک بیت المقدس کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھی۔ پھر ہم کو کعبہ کی طرف پھیر دیا گیا۔

۱۰۸۰- حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاللَّفْظُ لَهُ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَمَا النَّاسُ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ بِقُبَاءٍ إِذْ جَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ فَاسْتَقْبِلُوْهَا وَكَانَتْ وُجُوْهُهُمْ إِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا إِلَى الْكَعْبَةِ.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ لوگ قبا میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے، اتنے میں ایک آنے والا آیا اور کہا: "رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا ہے اور اس میں آپ کو نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ سنتے ہی لوگوں نے کعبہ کی طرف منہ کر لیا حالانکہ اس سے پہلے ان کے منہ شام کی طرف تھے۔

۱۰۸۱- حَدَّثَنِيْ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَمَا النَّاسُ فِيْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ إِذْ جَاءَهُمْ رَجُلٌ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مَالِكٍ.

امام مسلم کہتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حسب سابق روایت منقول ہے۔

۱۰۸۲- حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَفَّانُ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَنَزَلَتْ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَرَّ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ سَلِمَةَ وَهُمْ رُكُوْعٌ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَقَدْ صَلَّوْا رَكْعَةً فَنَادٰى أَلَا إِنَّ الْقِبْلَةَ قَدْ حُوِّلَتْ فَمَالُوْا كَمَا هُمْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی: "لاریب ہم آپ کا چہرہ آسمان کی طرف پھرتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔ ہم ضرور آپ کو اس طرف پھیر دیں گے جس جانب کو قبلہ بنانے پر آپ راضی ہیں، اپنا منہ کعبہ کی طرف پھیر لیجئے۔" بنو سلمہ میں سے ایک شخص جا رہا تھا اس نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھتے وقت حالت رکوع میں دیکھا درحالانکہ وہ ایک رکعت پڑھ چکے تھے اس نے باآواز بلند

نَحْوَ الْقِبْلَةِ۔

کہا کہ قبلہ تبدیل ہو چکا ہے، یہ سن کر وہ لوگ اسی حالت میں قبلہ کی طرف پھر گئے۔

نسخ کی بحث

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لانے کے بعد ۱۶ یا ۱۷ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی مرضی کے مطابق آپ کا قبلہ بیت الحرام کو بنا دیا، چونکہ مسجد اقصیٰ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا ثبوت صرف احادیث میں ہے۔ اس لیے علماء کہتے ہیں کہ یہ حکم حدیث سے ثابت تھا اور قرآن مجید نے اس کو منسوخ کر دیا۔ نسخ کی حسب ذیل تعریفات علماء سے منقول ہیں۔

نسخ کی تعریفات

(۱) والنسخ ابطال شیٔ واقامة غیره مقامه نسخت الشمس الظل وھو معنی ما ننسخ من اٰیة [۱]

نسخ ایک شے کو باطل کرنا اور دوسری شے کو اس کا قائم مقام کرنا ہے۔ سورج نے سایہ مٹا دیا۔ آیۂ کریمہ میں بھی نسخ کا یہی معنی ہے۔ ہم نے جس آیت کو منسوخ کر دیا (یعنی اس کا حکم بدل دیا۔ سعیدی غفرلہ)

(۲) الناسخ فی اصطلاح العلماء عبارة عن طریق شرعی یدل علی ان الحکم الذی کان ثابتا بطریق شرعی لا یوجد بعد ذلک مع تراخیه عنه علی وجه لولاه لکان ثابتا [۲]

علماء کی اصطلاح میں ناسخ اس طریق شرعی کو کہتے ہیں جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ جو حکم پہلے طریق شرعی سے ثابت تھا اب وہ نافذ العمل نہیں رہا اور یہ (طریق شرعی) پہلے طریق شرعی سے مؤخر ہوتا ہے بایں طور کہ اگر یہ نہ ہوتا تو پہلا طریق شرعی ثابت رہتا۔

(۳) النسخ لغة التبدیل وشرعا بیان لانتهاء الحکم المطلق [۳]

نسخ کے لغوی معنی تبدیل کرنا ہے اور شرع میں حکم مطلق کی انتہا بیان کرنا ہے۔

(۴) النسخ فی اللغة عبارة عن التبدیل والرفع والازالة یقال نسخت الشمس الظل ازالته۔ وفی الشریعة ھو بیان انتهاء الحکم الشرعی فی حق صاحب الشرع وکان انتهاء

نسخ کے لغوی معنی تبدیل کرنا، اٹھانا اور زائل کرنا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ سورج نے سایہ زائل کر دیا۔ اور اصطلاح شریعت میں نسخ شارع کے اعتبار حکم شرعی کی انتہاء کا بیان ہے، اللہ تعالیٰ کو اس حکم کی انتہا معلوم ہوتی ہے، ہمارے سامنے

---

[۱] شیخ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ ھ — مجمع بحار الانوار ج ۳، ص ۳۵۲، مطبوعہ نولکشور
[۲] امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ ھ — تفسیر کبیر ج ۱، ص ۴۳۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ ھ۔
[۳] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ ھ — مرقاة ج ۱ ص ۳۶۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۲ ھ۔

عند اللہ تعالٰی معلوما الا ان فی علمنا کان استمرارہ ودوامہ وبالناسخ علمنا انتہاءہ وکان فی حقنا تبدیلا وتغییرا۔

چونکہ ناسخ نہیں ہوتا اس لیے) ہم اس حکم کو دائمی خیال کرتے ہیں اور ناسخ آنے کے بعد ہم کو اس حکم کی انتہا معلوم ہوتی ہے اس لیے ہمارے اعتبار سے نسخ حکم سابق کا بدل جانا ہے۔

نسخ کی اقسام[لہ] ملا علی قاری رحمہ الباری (متوفی ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں کہ نسخ کی چار قسمیں ہیں۔ قرآن کا قرآن سے، قرآن کا حدیث سے، حدیث کا حدیث سے اور حدیث کا قرآن سے۔ (مرقاۃ ج ۱، ص ۳۶۲)

علامہ ابن خلدون متوفی ۸۰۸ھ لکھتے ہیں کہ احادیث میں ناسخ اور منسوخ کو معلوم کرنا بہت دشوار ہے۔ بہر حال اگر دو حدیثیں نفیاً و اثباتاً متعارض ہوں اور ان میں تطبیق نہ ہو سکے اور کسی دلیل سے یہ ثابت ہو جائے کہ ان میں سے ایک حدیث متقدم اور دوسری مؤخر ہے تو متقدم منسوخ اور مؤخر ناسخ قرار پائے گی (مقدمہ ابن خلدون ج ۲، ص ۴۲۵)

قرآن کریم میں ناسخ اور منسوخ کو معلوم کرنا اس قدر دشوار نہیں ہے کیونکہ سورتوں اور آیات کا متقدم اور مؤخر ہونا معروف اور منضبط ہے تاہم یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ نسخ کا عمل صرف انشاء (امر اور نہی یعنی احکام) ہی میں جاری ہوتا ہے۔ وہ آیات اور احادیث جن میں کسی واقعہ کی خبر ہو اور باہم متعارض ہوں ان میں نسخ کا عمل جاری نہیں ہوگا ورنہ منسوخ کو خلاف واقعہ اور جھوٹا ماننا پڑے گا۔

یہود مطلقاً نسخ کا انکار کرتے ہیں اور اپنی شریعت کو قیامت تک جاری اور اپنی کتاب کو ہمیشہ کے لیے قابل عمل گردانتے ہیں۔ ان کا یہ نظریہ اولاً اس لیے باطل ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں بہن بھائی کا آپس میں نکاح جائز تھا (تورات؛) اور وہ بھی مانتے ہیں کہ اب یہ حکم منسوخ ہے۔ ثانیاً حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت میں تمام جانور حلال تھے اور تورات نے بہت سے جانوروں کو حرام کر دیا۔ (تفسیر کبیر ج ۱، ص ۴۳۲، ۴۳۳ ملخصاً) ثالثاً اس لیے کہ یوسف علیہ السلام کی شریعت میں آزاد آدمیوں کو غلام بنانا جائز تھا۔ رابعاً پہلے ہفتہ کے دن شکار جائز تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱، ص ۲۲۷)

بعض شافعیہ قرآن کا حدیث سے اور حدیث کا قرآن سے نسخ نہیں مانتے۔ (شرح مسلم للنواوی ج ۱، ص ۲۰۱) اس کے برخلاف جمہور علماء اہلسنت نسخ کی چاروں قسموں کو مانتے ہیں۔

شوافع کہتے ہیں کہ اگر قرآن کا نسخ حدیث سے مانا جائے تو لازم آئیگا کہ اللہ کے کلام کی سب سے پہلے تکذیب اس کے رسول نے کی ہو اور اگر حدیث کا نسخ قرآن سے مانا جائے تو لازم آئیگا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی سب سے پہلے تکذیب اللہ تعالٰی نے کی ہو۔ لیکن یہ دلیل اس لیے مخدوش ہے کہ شوافع نسخ القرآن بالقرآن مانتے ہیں اس صورت میں لازم آئیگا کہ قرآن کا سب سے پہلا مکذب خود اللہ تعالٰی ہو! نیز وہ نسخ الحدیث بالحدیث بھی مانتے ہیں اس طور پر لازم آئیگا کہ حدیث کا مکذب سب سے پہلے اللہ تعالٰی کا رسول ہو!

دراصل ان حضرات نے نسخ کے معنی پر غور نہیں کیا۔ نسخ کے معنی "تکذیب" نہیں "بیان" ہیں جیسا کہ نسخ کی تعریف میں ہم بیان کر چکے ہیں

اکثر علماء اور محققین نے کسی حکم کی انتہاء کے بیان کو نسخ قرار دیا ہے لیکن دقیق نظر سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی حکم کے عموم اور شمول سے بعض افراد کے استثناء کا بیان بھی نسخ ہے اور نسخ القرآن بالحدیث کے سلسلہ میں ہم اس کی نظائر بیان کریں گے۔

لہ میر سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ۔ کتاب التعریفات (مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

نسخ القرآن بالقرآن

ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین وان یکن منکم مائۃ یغلبوا الفا من الذین کفروا بانہم قوم لا یفقہون ۝ الئن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا فان یکن منکم مائۃ صابرۃ یغلبوا مائتین وان یکن منکم الف یغلبوا الفین باذن اللہ۔ (انفال ۶۶، ۶۵)

اگر تم میں سے بیس صابر ہوں تو وہ دو سو پر غالب ہوں گے اور اگر تم میں سے سو صابر ہوں تو وہ ہزار کفار پر غالب ہوں گے کیونکہ کفار اپنی عقل سے (صحیح) ادراک نہیں کرتے۔ اب اللہ نے تم پر تخفیف فرمائی ہے اور اس نے تمہارے ضعف کو ظاہر کر دیا ہے۔ اگر تم میں سے سو صابر ہوں تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر ہزار ہوں تو دو ہزار پر۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان کو دس کافروں کے ساتھ لڑنے کا مکلف کیا پھر یہ حکم منسوخ کر کے ایک مسلمان کو دو کافروں کے ساتھ لڑنے کا مکلف کیا۔

نسخ القرآن بالحدیث

نسخ کی یہ قسم انتہائی نازک اور اہم ہے۔ منکرین حدیث فقہا کی توہین کرتے ہوئے اس قسم کا بہت چرچا کرتے ہیں اور یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ خبر متواتر (لفظی) صرف ایک ہے۔ باقی اخبار احاد ہیں پھر قرآن مجید کو جو کہ تواتر سے ثابت ہے خبر واحد سے کیسے منسوخ کیا جا سکتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم سے یہ مراد نہیں ہے کہ حدیث کے ذریعہ متن قرآن کو یا اس کے عام حکم کو کلیۃً منسوخ کر دیا جائے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کے کسی عام حکم کے بعض افراد کو زبان رسالت سے خاص کر لیا جائے یہ تخصیص ہم تک جن اسانید سے پہنچی وہ متواتر نہیں لیکن جن لوگوں نے زبان رسالت سے یہ تخصیص سنی ان کے لیے وہ تخصیص ایسی ہی قطعی اور یقینی تھی جیسا کہ قرآن کریم کا قرآن کریم ہونا قطعی اور یقینی ہے۔ کیونکہ جس زبان سے کسی آیت کی تلاوت کر کے آپ نے یہ بتلایا کہ یہ قرآن ہے اسی زبان نے یہ بتلایا کہ اس حکم عام سے فلاں فلاں اشخاص خاص کر لیے گئے ہیں۔ مثلاً قرآن کریم نے عام حکم دیا ہے کہ ہر مسلمان اپنی پسند کی چار شادیاں کر سکتا ہے (نساء: ۳ ملخصا) لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس حکم سے مستثنیٰ کر دیا اور فرمایا کہ علی، حیات فاطمہ میں ابو جہل کی بیٹی سے شادی نہیں کر سکتے (سنن ابوداؤد ج ۱، ص ۲۸۲، ۲۸۳ ملخصا) اسی طرح قرآن حکیم نے عام حکم دیا ہے کہ ہر نزاعی معاملہ میں دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی معتبر ہوگی (البقرہ) لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری کو اس حکم سے مستثنیٰ کر دیا اور فرمایا کہ خزیمہ کی اکیلی گواہی دو کے برابر ہے (سنن ابوداؤد ج ۲، ص ۱۵۲)۔ اسی طرح قرآن کریم نے عام حکم دیا ہے کہ ہر نماز اپنے وقت میں ادا کی جائے (نساء: ۱۰۳) لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم عام سے عرفات کی عصر اور مزدلفہ کی مغرب کو خاص کر لیا۔ کیونکہ عرفات میں عصر ظہر کے وقت میں اور مزدلفہ میں مغرب، عشاء کے وقت میں پڑھی جاتی ہے (سنن ابوداؤد، ج ۱، ص ۲۶۴) اسی طرح قرآن کریم نے عام حکم دیا کہ اگر میت کے ورثاء میں سے ایک لڑکی ہو تو اس کو آدھی میراث ملے گی (نساء: ۱۱) لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس عام حکم سے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خاص کر لیا اور آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت میں سے نصف حصہ نہیں دیا کیونکہ جس زبان سے انھوں نے "فان کانت واحدۃ فلہا النصف" (نساء: ۱۱) سنا تھا اسی زبان سے انھوں نے سنا تھا "لا نورث" ہم گروہ انبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے (صحیح بخاری ج ۲، ص ۸۰۶) ان کے لیے دونوں حکم ایک جیسے قطعی تھے

نسخ الحدیث بالحدیث

عن ابن مسعود ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا۔[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے تم کو (پہلے) زیارت قبور سے منع کیا تھا۔ سنو! قبروں کی زیارت کیا کرو!!

اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے قبروں کی زیارت سے منع فرمایا تھا بعد میں اس حکم کو منسوخ کر کے قبروں کی زیارت کا حکم دیا۔

نسخ الحدیث بالقرآن

قرآن مجید سے حکم حدیث کے منسوخ ہونے کی واضح مثال باب مذکور کی حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معین کردہ قبلہ کو اللہ تعالیٰ نے بدل کر کعبہ کو قبلہ بنا ڈالا۔

تحویل قبلہ کی تاریخ

ہجرت کے ۱۶ یا ۱۷ ماہ بعد کعبہ کی تحویل ۱۵ رجب ۲ھ میں ہوئی (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۴۵، فتح الباری ج ۱ ص ۹۷)۔ بعض معاصرین کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ "یہ تحویل ہجرت کے دو سال بعد نصف رجب میں ہوئی (تفہیم البخاری ج ۱ ص ۴۳۰)

کعبہ کی طرف پہلی نماز

یہ تحقیق بھی کافی دقت نظر کی حامل ہے کہ تحویل قبلہ کے بعد حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف منہ کر کے سب سے پہلے کون سی نماز پڑھی۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف لانے کے بعد ۱۶ یا ۱۷ ماہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی اور آپ یہ چاہتے تھے کہ آپ کا قبلہ کعبہ بنا دیا جائے اور آپ نے کعبہ کی طرف منہ کر کے جو نماز پڑھی وہ عصر کی نماز تھی (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰) اس حدیث شریف میں واضح تصریح ہے کہ کعبہ کی طرف منہ کر کے جو پہلی نماز پڑھی وہ عصر کی نماز تھی۔ صحیح بخاری میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت یہ ہے: تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا، ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی نماز پڑھنے کے بعد اس شخص کا انصار کی ایک جماعت پر گذر ہوا، وہ لوگ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے عصر کی نماز پڑھ رہے تھے اس شخص نے قسم کھا کر کہا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے تو اس جماعت نے کعبہ کی طرف رخ کر لیا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۷)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تحویل قبلہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سب سے پہلی نماز پڑھی وہ ظہر کی نماز تھی کیونکہ انصار عصر کی نماز پڑھ رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تحویل قبلہ کے بعد جو نماز پڑھی وہ اس سے پہلی (یعنی ظہر) تھی۔

علامہ محمد بن سعد "طبقات" میں لکھتے ہیں: ایک روایت یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی دو رکعات مسلمانوں کو مسجد میں پڑھائیں، پھر آپ کو مسجد حرام (کعبہ) کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا، آپ نے کعبہ کی طرف اثناء نماز میں رخ کر لیا اور مسلمان بھی آپ کے ساتھ کعبہ کی طرف پھر گئے۔ روایات میں یہ بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام بشر بن براء بن معرور سے ملاقات کے لیے بنو سلمہ میں گئے۔ انہوں نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا۔ اسی دوران ظہر کا وقت آ گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

[1] محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی متوفی ۲۷۳ھ۔ سنن ابن ماجہ ص ۱۱۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

نے اپنے اصحاب کو دو رکعت نماز پڑھائی اس کے درمیان آپ کو کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا گیا، آپ کعبہ کی طرف پھر گئے اور اس مسجد کا نام "مسجد القبلتین" رکھا گیا۔ علامہ ابن سعد کہتے ہیں کہ علامہ واقدی فرماتے ہیں کہ یہ روایت ہمارے نزدیک زیادہ ثابت ہے۔" ابوداؤد، بزار اور طبرانی میں یہ روایات موجود ہیں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۰۳)

روایات میں تطبیق

صحیح بخاری ص ۱۰ اور ص ۵۰ کی دونوں روایتیں متعارض ہیں۔ کیونکہ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تحویل کے بعد آپ نے پہلی نماز "عصر" اور دوسری سے ظاہر ہوتا ہے کہ "ظہر" پڑھی — اور دوسری روایت کی مؤید ابوداؤد، بزار اور طبرانی کی روایات بھی ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ ان روایات میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

تحقیق یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحویل کے بعد پہلی نماز بشر بن براء بن معرور کی وفات کے موقع پر ان کی مسجد میں ظہر پڑھی اور مسجد نبوی میں تحویل کے بعد پہلی نماز عصر پڑھی۔ اور قباء میں تحویل کے بعد پہلی نماز صبح پڑھی۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۹۷)

اس تحقیق سے ظاہر ہوا کہ بخاری ج ۱ ص ۵۰ میں جس پہلی نماز کا ذکر ہے اس سے مراد اولیت حقیقی ہے اور بخاری ج ۱ ص ۱۰ پر جس اولیت کا ذکر ہے اس سے مراد اولیت اضافی ہے۔ بعض معاصرین اس حقیقت کو نہ پا سکے اور انھوں نے لکھ دیا:

"یہ کہنا صحیح نہیں کہ ظہر کی آدھی نماز پڑھنے کے بعد سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف منہ کر لیا تھا کیونکہ صحیح روایات اس کے خلاف ہیں۔ تحویل کعبہ ظہر اور عصر کے درمیان ہوئی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف منہ کرنے کے سبب سے پہلی نماز عصر پڑھی تھی۔

(تفہیم البخاری ج ۱ ص ۹۹)

خبر واحد پر عمل

ایک شخص نے اہل قبا کو حالت نماز میں خبر دی کہ "قبلہ بدل گیا ہے" اور انھوں نے حالت نماز میں رخ بدل لیا۔ اس سے علماء استدلال کرتے ہیں کہ خبر واحد پر عمل کرنا جائز ہے۔ نیز انھوں نے قبلہ اولیٰ کو جو قطعی اور یقینی تھا، خبر واحد سے کیسے منسوخ کر دیا جو بہرحال ظنی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خبر دینے والے نے قرآن پاک کی آیت پڑھی اور انھوں نے پہلے حکم کو قرآن کریم سے منسوخ کر دیا اور چونکہ وہ لوگ اہل زبان اور فصحاء عرب تھے اور اسلوب قرآن سے آشنا تھے اس لیے انھوں نے قرآن کریم کو اس کی اعجاز آفریں عبارت سے پہچان لیا۔

ورودِ شرع سے قبل تکلیف کا حکم

اہل قباء کو خبر دینے سے پہلے یہ معلوم نہیں تھا کہ اب کعبہ کو قبلہ بنا دیا گیا ہے اس لیے ان سے اس پر مواخذہ نہیں ہوا کہ انھوں نے تحویل کے بعد بیت المقدس کی طرف منہ کر کے کیوں نماز پڑھی۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جس شخص کو احکام شرعیہ کی تبلیغ نہ کی گئی ہو اور وہ کسی اور طریقہ سے احکام شرعیہ کو نہ جان سکتا ہو وہ ان احکام کا مکلف نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۴۷)

اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس شخص تک نبوت، معاد، جزا، سزا اور احکام شرعیہ نہ پہنچے ہوں وہ ان کا مکلف نہیں ہے۔ البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی معرفت واجب ہے یا نہیں، ماتریدیہ امام ابو حنیفہ اور عام معتزلہ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی معرفت واجب ہے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لایا تو وہ مستحق عذاب ہو گا اور اشاعرہ کا مسلک یہ ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی معرفت واجب نہیں ہے۔ (روح المعانی: جز ۱۵ ص ۳۹ تا ۴۲)

اشاعرہ کے دلائل یہ ہیں:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ (بنی اسرائیل: ۱۵)

ہم اس وقت تک عذاب نہیں دیں گے جب تک کہ رسول کو نہ بھیج دیں۔

رسلا مبشرین و منذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل۔ (النساء: ۱۶۵)

اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے جو بشارت دینے والے اور عذاب سے ڈرانے والے ہیں تاکہ لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی عذر کا موقع نہ رہے۔

سید نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت سے یہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کی بعثت سے قبل خلق پر عذاب نہیں فرماتا جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: "وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً" اور یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ معرفت الٰہی بیان شرع و زبان انبیاء ہی سے حاصل ہوتی ہے عقل محض سے اس منزل تک پہنچنا میسر نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ عذاب جہنم میں مبتلا کفار کو فرشتوں کی زبان سے قائل کرتے ہوئے کہلوائے گا:

الم یاتکم رسل منکم یتلون علیکم آیات ربکم۔ (زمر: ۷۱)

کیا تمہارے پاس تمہاری جنس سے رسول نہیں آئے تھے؟ جو تم پر تمہارے رب کی آیات تلاوت کرتے تھے!

قالوا او لم تک تاتیکم رسلکم بالبینٰت قالوا بلیٰ۔ (غافر: ۵۰)

جہنم کے فرشتے کہیں گے کیا تمہارے پاس رسول معجزات لیکر نہیں آئے تھے، کفار کہیں گے "کیوں نہیں!"

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کفار کو عذاب دینے کی حجت، رسولوں کا مبعوث فرمانا ہے۔ قرآن کریم میں کہیں بھی اللہ تعالیٰ نے عقل محض کو حجت نہیں قرار دیا۔

ماتریدیہ ان آیات کی تاویل کرتے ہوئے رسول سے "عقل" مراد لیتے ہیں، لیکن قرآن کریم کا اسلوب اس سے انکار کرتا ہے، اور بداہت شاہد ہے کہ یہ بے جا تاویل ہے۔ صحیح بات وہی ہے جو اشاعرہ نے کہی ہے۔

دیگر فوائد

اس حدیث میں سب سے نمایاں طور پر جو بات سامنے آئی ہے وہ ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت کہ اللہ تعالیٰ نے کسی دعا اور سوال کے بغیر آپ کی خواہش کے مطابق کعبہ کو آپ کا قبلہ بنا دیا۔ بقول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا "اللہ تعالیٰ آپ کی خواہش بہت جلد پوری کرتا ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۷۰۶)۔ اگر کوئی شخص لاعلمی سے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ لے تو اس پر اعادہ نہیں ہے۔ صحابہ کرام دینی معاملات میں اپنے مسلمان بھائیوں سے خیر خواہی کیا کرتے تھے۔ مسلمان کو چاہیے کہ وہ طاعات میں اکمل احوال کا خواہاں رہے۔ نماز میں قبلہ کی طرف رخ کرنا واجب ہے۔ اور اب قبلہ کعبہ ہے۔ شرفہا اللہ تعالیٰ۔

مکہ میں قبلہ کا رُخ

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں کس قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ بعض حضرات نے کہا کہ مکہ میں کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے لیکن محققین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس سے لازم آئے گا کہ نسخ دو مرتبہ ہوا ہو، کعبہ کو منسوخ کر کے بیت المقدس پھر اس کو منسوخ کر کے دوبارہ کعبہ کو قبلہ بنایا

ہو۔ زیادہ تر علماء کی تحقیق یہ ہے کہ آپ مکہ میں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے اس طرح کھڑے ہوتے تھے کہ کعبہ کی طرف پیٹھ نہیں ہوتی تھی۔ (عمدۃ القاری جز ۴ ص ۲۴۰)

بَابُ النَّهْيِ عَنْ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ عَلَى الْقُبُوْرِ وَاتِّخَاذِ الصُّوَرِ فِيْهَا وَالنَّهْيِ عَنِ اتِّخَاذِ الْقُبُوْرِ مَسَاجِدَ

قبروں پر مسجد بنانے ان پر تصاویر رکھنے اور ان کو سجدہ کرنے کی ممانعت

۱۰۸۳ - حَدَّثَنِیْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ يَعْنِي الْقَطَّانَ قَالَ نَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اُمَّ حَبِيْبَةَ وَاُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتَا كَنِيْسَةً رَاَيْنَهَا بِالْحَبَشَةِ فِيْهَا تَصَاوِيْرُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُولٰٓئِكَ اِذَا كَانَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ اُولٰٓئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک گرجا کا ذکر کیا جسے انھوں نے حبش میں دیکھا تھا اور اس میں تصویریں آویزاں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں کا وہی حال تھا کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی مر جاتا تو وہ اس کی قبر کو سجدہ گاہ بناتے اور اس میں تصاویر آویزاں کرتے یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بدترین لوگ ہوں گے۔

۱۰۸۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهُمْ تَذَاكَرُوْا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِهٖ فَذَكَرَتْ اُمُّ سَلَمَةَ وَاُمُّ حَبِيْبَةَ كَنِيْسَةً ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَهٗ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت لوگ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ حضرت ام سلمہ، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہما نے اسی گرجا کا تذکرہ کیا۔ بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

۱۰۸۵ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ ذَكَرْنَ اَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَنِيْسَةً رَاَيْنَهَا بِاَرْضِ الْحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ بِمِثْلِ حَدِيْثِهِمْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے ایک گرجا کا "تذکرہ کیا جو انھوں نے ملک حبش میں دیکھا تھا اس کا نام "ماریہ" تھا۔ اس کے بعد حدیث مثل سابق ہے۔

۱۰۸۶ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ نَا شَيْبَانُ عَنْ هِلَالِ بْنِ اَبِيْ حُمَيْدٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس بیماری کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم تندرست نہیں ہوئے اس میں آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ پر لعنت فرمائے کہ انھوں نے اپنے رسولوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا حضرت عائشہ

فِي مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ قَالَتْ فَلَوْلَا ذَاكَ أُبْرِزَ قَبْرُهُ غَيْرَ أَنَّهُ خُشِيَ أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ وَلَوْلَا ذَاكَ لَمْ يَذْكُرْ قَالَتْ۔

بیان کرتی ہیں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا خیال نہ ہوتا تو آپ اپنی قبر کو ظاہر کر دیتے مگر آپ کو یہ خیال تھا کہ لوگ آپ کی قبر کو سجدہ گاہ بنالیں گے۔

۱۰۸۷ - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ وَمَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہود کو تباہ و برباد کرے انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا ڈالا۔

۱۰۸۸ - وَحَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا الْفَزَارِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ الْأَصَمِّ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو انھوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا ڈالا

۱۰۸۹ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَرْمَلَةُ أَنَا وَقَالَ هَارُونُ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالَا لَمَّا نَزَلَتْ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَةً لَهُ عَلَى وَجْهِهِ فَإِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ وَهُوَ كَذَلِكَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے منہ پر چادر ڈال دی جب آپ گھبراتے تو چادر کو منہ سے ہٹا دیتے۔ اور فرماتے یہود پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا ڈالا درآنحالیکہ آپ ان کے افعال سے ڈراتے تھے۔

۱۰۹۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالَ إِسْحٰقُ أَنَا وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ النَّجْرَانِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي جُنْدُبٌ قَالَ

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے پانچ روز قبل سنا آپ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس چیز سے بری ہوتا ہوں کہ تم میں سے کسی کو اپنا خلیل بناؤں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنا لیا ہے جیسا حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا تھا اور

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ بِخَمْسٍ وَهُوَ يَقُولُ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَى اللّٰهِ أَنْ يَكُونَ لِي مِنْكُمْ خَلِيلٌ فَإِنَّ اللّٰهَ قَدِ اتَّخَذَنِي خَلِيلًا كَمَا اتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ خَلِيلًا وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ.

اگر میں امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا، سنو! تم میں سے پہلے لوگ اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے۔ سنو! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں تم کو اس سے روکتا ہوں۔

تصاویر کا حکم

اس حدیث میں قبر پر بنائی جانے والی ان تصاویر کی مذمت کی گئی ہے جن کی عبادت کی جاتی تھی۔ اس سلسلہ میں یہ بحث غور طلب ہے کہ تصاویر کا کیا حکم ہے۔ اس مسئلہ میں علماء کا قدیماً و حدیثاً اختلاف رہا ہے، اکثر علماء تصویر بنانے کو مطلقاً منع کرتے ہیں اور بعض علماء ان تصاویر کو جائز قرار دیتے ہیں جن کا جسم اور سایہ نہ ہو ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن زيد بن خالد عن أبي طلحة صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إن الملائكة لا تدخل بيتا فيه صورة قال بسر ثم اشتكى زيد فعدناه فإذا على بابه ستر فيه صورة قال فقلت لعبيد الله الخولاني ربيب ميمونة زوج النبي صلى الله عليه وسلم ألم يخبرنا زيد عن الصور يوم الأول فقال عبيد الله ألم تسمعه حين قال إلا رقما في ثوب[1]

زید بن خالد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابوطلحہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ بسر کہتے ہیں کہ زید بیمار ہو گئے ہم ان کی عیادت کے لیے گئے تو ان کے گھر کے دروازہ پر تصویر والا پردہ دیکھا۔ میں نے عبید اللہ خولانی (یہ ام المؤمنین میمونہ کے بیٹے تھے) سے پوچھا کیا پہلے زید ہم کو تصویروں سے منع نہیں کرتے تھے؟ عبید اللہ نے کہا کیا تم نے نہیں سنا کہ وہ کپڑوں پر منقش تصویروں کا استثناء کرتے تھے۔

علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

هذا يحتج به من يقول بإباحة ما كان رقما مطلقا[2]

جو لوگ مطلقاً منقش تصاویر کے جواز کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری المتوفی ۲۵۶ھ - صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۵۸، ج ۲ ص ۸۸۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۰۱، نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

وقال القرطبی ظاہر حدیث زید بن خالد عن ابی طلحة الماضی قبل ان الملائکة لا تمتنع من دخول البیت الذی فیه صورة ان کانت رقما فی الثوب وظاہر حدیث عائشة المنع ویجمع بینهما بان یحمل حدیث عائشة علی الکراهة وحدیث ابی طلحة علی مطلق الجواز وهو لا ینافی الکراهة قلت هو جمع حسن [۱]

علامہ قرطبی فرماتے ہیں زید بن خالد کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملائکہ اس گھر میں داخل ہونے سے نہیں رکتے جس میں ایسی تصویریں ہوں جو کپڑوں پر منقوش ہوں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے فرشتوں کا رُکنا ظاہر ہوتا ہے ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ حدیث عائشہ کا مفاد کراہت ہے اور حدیث ابی طلحہ کا مفاد مطلقاً جواز ہے اور جواز کراہت کے منافی نہیں ہوتا۔ علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ بہترین تطبیق ہے۔

علامہ نووی متوفی ۶۷۶ھ زید بن خالد کی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"زید بن خالد نے کپڑے پر منقوش تصاویر کے جواز کی جو روایت بیان کی ہے اس روایت میں تصاویر سے مراد بے جان چیزوں کی تصاویر لینا صحیح نہیں ہے کیونکہ جواز کا استثناء انہی تصاویر سے ہے جن کو پہلے ناجائز قرار دیا تھا اور وہ جاندار چیزوں کی تصاویر ہیں نیز بے جان تصاویر محل نزاع نہیں ہیں اور ان کے جواز میں کبھی اختلاف نہیں رہا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے بنانے کی واضح اجازت دی ہے۔"

نیز علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:

ان مذهب الحنابلة جواز الصورة فی الثوب ولو کان معلقا علی ما فی خبر ابی طلحة لکن ان ستر به الجدار منع عندهم قال النووی وذهب بعض السلف الی ان الممنوع ما کان له ظل واما ما لا ظل له فلا بأس باتخاذه مطلقا [۲]

حنبلیوں کے مذہب میں کپڑوں پر منقوش تصاویر مطلقاً جائز ہیں جیسا کہ ابو طلحہ کی حدیث سے واضح ہے البتہ اگر ان تصاویر سے دیوار کو چھپا دیا جائے تو وہ منع کرتے ہیں علامہ نووی کہتے ہیں کہ اسلاف میں سے بعض کا مذہب یہ تھا کہ جن تصاویر کا جسم نہ ہو ان کا بنانا مطلقاً جائز ہے۔

علامہ نووی متوفی ۶۷۶ھ نے بعض اسلاف کے مذہب کو باطل قرار دیا ہے لیکن علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے ان پر تعاقب کیا ہے لکھتے ہیں:

عن ابن عون قال دخلت علی القاسم وهو باعلی مکة فی بیته فرایت فی بیته حجلة فیها تصاویر القندس والعنقاء ففی اطلاق کونه مذهبا باطلا نظر اذ یحتمل انه تمسک فی ذلک بعموم قوله الا رقما فی ثوب فانه اعم من ان

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ کے بالائی علاقہ میں قاسم کے گھر گیا میں نے وہاں ایک ڈولی دیکھی جس میں قندس اور عنقا کی تصاویر تھیں۔ اس لیے نووی کا مطلقاً باطل قرار دینا مخدوش ہے کیونکہ ان لوگوں نے کپڑوں میں منقوش تصاویر کی اجازت سے استدلال کیا ہے۔ کیونکہ یہ اجازت

---

[۱] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ فتح الباری ج ۱۰، ص ۳۹۲ مطبوعہ لاہور

[۲] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ فتح الباری ج ۱۰، ص ۳۸۹ مطبوعہ لاہور

يكون معلقا او مفروشا وكأنه جعل انكار النبي صلى الله عليه وسلم على عائشة تعليق الستر المذكور مركبا من كونه مصورا ومن كونه ساترا للجدار ۔[۱]

عام ہے خواہ تصاویر آویزاں ہوں یا بچھی ہوئی ہوں اور حدیث عائشہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردوں میں منقوش تصاویر کی وجہ سے جو انکار کیا تھا وہ دو وجہوں سے مرکب تھا ان پردوں میں تصاویر بھی تھیں اور ان تصاویر نے دیوار کو چھپا بھی لیا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداءً تصاویر بنانے اور رکھنے سے منع فرمایا تھا بعد میں کپڑے میں منقوش یا مکتوب تصاویر کی اجازت دیدی اس کی وجہ بتاتے ہوئے علامہ عینی لکھتے ہیں:

وانما نهى الشارع اولا عن الصور كلها وان كانت رقما لانهم كانوا حديثي عهد بعبادة الصور فنهى عن ذلك جملة ثم لما تقرر نهيه عن ذلك اباح ما كان رقما في الثوب للضرورة ۔[۲]

شارع علیہ السلام نے اولاً ہر قسم کی صورتیں بنانے سے منع کر دیا اگرچہ وہ کپڑوں میں منقوش ہوں کیونکہ اس وقت لوگ تصویروں کی عبادت کے عادی تھے اس لیے مطلقاً منع فرما دیا پھر جب لوگ اس ممانعت کے خوگر ہو گئے تو آپ نے ضرورت کی بنا پر کپڑوں میں منقوش تصاویر کی اجازت دیدی۔

احادیث میں اس کی متعدد نظائر ہیں مثلاً پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پرستی کے خدشہ سے زیارت قبور سے منع کیا اور جب مسلمان توحید کے خوگر ہو گئے تو اجازت دیدی۔ اسی طرح شروع میں لوگ کتوں سے بہت زیادہ اختلاط کرتے تھے اس لیے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا اور کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم دیا اور جب مسلمان کتوں سے کلیۃً مجتنب ہو گئے تو قتل کرنے کے حکم کو منسوخ کر دیا اور سات مرتبہ دھونے کی بجائے تین مرتبہ دھونے کا حکم دیا۔ اسی طرح ابتداءً لوگ شراب کے عادی تھے تو جب شراب کو حرام کیا تو ان برتنوں کے استعمال کو بھی حرام کر دیا جن میں شراب پی جاتی تھی اور بعد میں جب مسلمان شراب سے کلیۃً مجتنب ہو گئے تو ان برتنوں کے استعمال کی اجازت دیدی۔

اسی بحث میں علامہ ابن حجر نے یہ بھی لکھا ہے:

وانما فعل ذلك اوائلهم ليتأنسوا برؤية تلك الصور ويتذكروا احوالهم الصالحة فيجتهدوا كاجتهادهم ثم خلف من بعدهم خلوف جهلوا مرادهم ووسوس لهم الشيطان ان اسلافكم كانوا يعبدون هذه الصور ويعظمونها فعبدوها فحذر النبي صلى الله عليه وسلم عن مثل ذلك سدا للذريعة المؤدية الى ذلك وفي الحديث دليل على تحريم التصوير

جو لوگ قبر پر تصویریں بناتے تھے ان کا مقصد یہ تھا کہ لوگ ان تصاویر سے مانوس ہوں اور انہیں دیکھ کر ان کے اعمال صالحہ یاد کریں اور ان کی طرح عبادت میں کوشش کریں۔ ان کے بعد ناخلف لوگ آئے جو ان کی مراد کو نہ پا سکے اور شیطان نے ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈال دیا کہ تمہارے اسلاف ان تصاویر کی پرستش کرتے تھے اور ان کی تعظیم کرتے تھے بعض لوگوں نے ان تصاویر کی پرستش شروع کر دی اس سبب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تصاویر بنانے سے

[۱] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۸۸ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ۔

[۲] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری جز ۲۱ ص ۳۴ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

وحمل بعضهم الوعيد على من كان في ذلك الزمان لقرب العهد بعبادة الاوثان واما الآن فلا۔ [1]

منع کر دیا تاکہ بت پرستی کا سدباب ہو جائے اور بعض علماء نے اس وعید کو زمان نبوت کے لوگوں پر محمول کیا کیونکہ وہ لوگ زیادہ بت پرستی کے قریب تھے اور اب تصویر کی حرمت کا حکم نہیں ہے۔

اس تحقیق سے ظاہر ہوا کہ بعض اسلاف اور حنابلہ غیر مجسم تصاویر کو مطلقاً جائز قرار دیتے ہیں۔ مالکیہ میں سے خصوصاً علامہ قرطبی متوفی ۶۷۱ھ شافعیہ میں سے خصوصاً علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے غیر مجسم تصاویر کو جائز قرار دیا ہے۔ حنفیہ میں سے خصوصاً علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے غیر مجسم تصاویر کو ضرورۃً جائز قرار دیا ہے۔

عام طور پر فقہاء نے مجسم تصاویر کو حرام قرار دیا ہے لیکن علامہ ابن حجر نے بعض علماء کا حوالہ بالا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ تصویر کی حرمت کی علت ان کی غایت تعظیم کرنا اور عبادت ہے اور جب تصاویر بنانے یا رکھنے کی وجہ تعظیم اور عبادت نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس دور میں بعض معاشی ضروریات فوٹو گراف کے بغیر پوری نہیں ہوپاتیں۔ شناختی کارڈ، پاسپورٹ مختلف چیزوں کے لائسنس وغیرہ ان سب میں فوٹو گراف ناگزیر ہے۔

جن فقہاء نے غیر مجسم تصویر کی اجازت دی ہے ان کے دور میں فوٹو گراف کی اس قدر اہمیت اور ضرورت نہیں تھی پھر بھی انہوں نے وسعت نظر سے کام لیا اور حرمت تصویر کی صحیح علت تلاش کی اور غیر مجسم تصاویر کی اجازت دے دی۔

فوٹو گراف اب صرف ثقافت اور فیشن کی بات نہیں ہے اب یہ ضرورت کا مسئلہ ہے۔ فوٹو گراف آج کے دور کی معاشی، اقتصادی، سیاسی، سماجی، فلاحی اور عمرانی ضرورت ہے۔ غیر ممالک کا سفر جس میں حج اور عمرہ کے علاوہ تجارت، ملازمت، سیاست، ثقافت اور صلہ رحمی شامل ہیں۔ یہ تمام سفر بغیر پاسپورٹ اور ویزا کے نہیں ہو سکتے، فوج اور سول سروسز میں شمولیت شناختی کارڈ کے بغیر ممکن نہیں یہاں تک کہ اندرون ملک ہوائی اور ریلوے بکنگ میں بھی شناختی کارڈ کی ضرورت پڑتی ہے۔ ذرائع مواصلات (ٹرانسپورٹ) بنک میں اکاؤنٹ، مختلف صنعتوں اور اشیاء کے لائسنس ان میں کوئی چیز بھی شناختی کارڈ کے بغیر ممکن نہیں۔

فقہاء نے ضرورت کی بناء پر خنزیر کے بالوں سے جوتی کی مرمت کو جائز قرار دیا ہے۔ (فتح القدیر ج ۶ ص ۶۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ سکھر) لیکن اب ایسی چیزیں ایجاد ہو چکی ہیں جن کی وجہ سے خنزیر کے بال استعمال کیے بغیر بھی جوتی کی مضبوط مرمت ہو سکتی ہے۔ اس لیے اب اس کام کیلئے خنزیر کے بال استعمال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ حالات بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔ علامہ شامی لکھتے ہیں کہ ضرورت اور عموم بلویٰ کی وجہ سے اب مزارعۃ، معاملۃ اور وقف میں امام ابوحنیفہ کے قول پر عمل نہیں کیا جاتا [2] اس کے بعد انہوں نے متعدد نظائر بیان کی ہیں جن میں ظاہر الروایۃ کے خلاف فتویٰ دیا گیا ہے۔ پھر لکھتے ہیں:

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۸۵ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] اس تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء جس ضرورت کی وجہ سے احکام میں رعایت دیتے ہیں اس سے مراد عام ضرورت ہے جس کی وجہ سے کوئی معاشی، اقتصادی، سیاسی، سماجی اور فلاحی ناہمواری ہو، اضطرار نہیں ہے اور اس ضرورت میں فوٹو گراف بھی داخل ہے۔ رہا اضطرار تو اس کی وجہ سے احکام میں تخفیف محتاج بیان نہیں ہے۔

(سعیدی غفرلہ)

فهذه کلها قد تغیرت احکامها لتغیر الزمان اما للضرورة واما للعرف واما لقرائن الاحوال وکل ذلک غیر خارج عن المذهب لان صاحب المذهب لو کان فی هذا الزمان لقال بها ولو حدث هذا التغیر فی زمانه لم ینص علی خلافها وهذا الذی جرا المجتهدین فی المذهب واهل النظر الصحیح من المتاخرین علی مخالفة النصوص علیه من صاحب المذهب فی کتب ظاهر الروایة بناء علی ما کان فی زمنہ[1]

ان تمام چیزوں کے احکام زمانہ کے بدلنے سے بدل گئے خواہ اس کی وجہ ضرورت ہو عرف ہو یا عصری تقاضے ہوں۔ ان احکام کا بدلنا مذہب سے خروج نہیں ہے کیونکہ صاحب مذہب اگر اس زمانہ میں ہوتا تو اس کا قول بھی یہی ہوتا اور اگر اس کے زمانہ میں یہ تغیر واقع ہو جاتا تو وہ اس کے خلاف نہ کہتا۔ اور یہی امر ہے جس نے مجتہدین فی المذاہب کو جرأت عطا کی ہے۔ ظاہر الروایۃ میں جو صاحب مذہب کی نصوص ہیں متاخرین نے ان کی مخالفت اپنے زمانہ کے حالات کی وجہ سے کی ہے۔ اور یہی نظر صحیح کا تقاضا ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

فلا بد للمفتی والقاضی بل والمجتهدین معرفة احوال الناس وقد قالوا ومن جهل باهل زمانه فهو جاهل[2]

مفتی، قاضی اور مجتہد کے لیے اپنے زمانہ کے احوال جاننا ضروری ہے کیونکہ فقہاء نے کہا ہے جو اپنے عصر کے تقاضوں سے ناواقف ہو وہ جاہل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ:

رقم فی الثوب والی حدیث سے غیر مجسم تصاویر کی اجازت ثابت ہے، حنابلہ کا یہی مذہب ہے۔ مذاہب ثلاثہ کے مستند فقہاء کی یہی رائے ہے اور موجودہ زمانہ کی معاشی اور عمرانی ضروریات کا بھی تقاضا ہے۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ تمدن اور ثقافت کے نام پر شوقیہ فوٹوگرافی کی وکالت اور حمایت ہمارا موضوع نہیں ہے۔ اسی طرح پیروں اور بزرگوں کی تصاویر بنانا بھی ناجائز ہے کیونکہ ان کی تصاویر بنانا، اس خطرہ کو دعوت دینا ہے جس کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تصاویر بنانے سے منع فرمایا تھا۔

وڈیو، ٹی وی اور سینما مولانا مدنی میاں لکھتے ہیں: (اس مسئلہ کی پوری تحقیق جلد ساوس میں ملاحظہ فرمائیں۔) تحقیق کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وڈیو کیسٹ میں کسی طرح کی کوئی تصویر نہیں چھپتی بلکہ اس کے ذریعے اس کے سامنے والی چیزوں کو ریز (شعاعوں) کو ٹیپ کر لیا جاتا ہے جس طرح آواز کو ٹیپ کر لیا جاتا ہے۔ ٹیپ ہونے کے باوجود جس طرح آواز کی کوئی صورت نہیں ہوتی بلکہ وہ غیر مرئی ہوتی ہے اسی طرح ان ریز کی بھی کوئی صورت نہیں ہوتی جنہیں فیتے پر دیکھا جا سکے۔ المختصر وڈیو کیمرہ کا کام ان غیر مرئی ریز اور آوازوں کو ٹیپ کرنا ہے لہٰذا ان کو فلمی نیگیٹوں پر قیاس کرنا صحیح نہیں جن میں باقاعدہ تصویریں چھپتی اور دیکھی بھی جا سکتی ہیں اور جنہیں پردہ سکرین پر بڑا کر کے

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۱۲۵ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور۔

[2] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۱۲۶ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور۔

دکھایا جاتا ہے۔ وڈیو کیسٹ مگنٹک (مقناطیسی) ہوتے ہیں۔ جن کو مذکورہ ریز (کرنیں) جذب کر لیتے ہیں پھر انھیں جذب شدہ ریز کو ٹی۔ وی سے متعلق کیا جاتا ہے تو ٹی۔ وی ان ریز کو صورت میں بدل کر اپنے آئینے سے ظاہر کر دیتا ہے چونکہ یہ صورت متحرک و غیر قار ہوتی ہے اس لیے اس کو عام آئینوں کی صورتوں پر قیاس کیا جا سکتا ہے جبکہ کوئی آئینہ کے روبرو ہو اس میں صورت رہے گی اور ہٹ جانے کی شکل میں ختم ہو جائیگی۔ یوں ہی جب تک وڈیو کا رابطہ ٹی۔ وی سے رہیگا تصویر نظر آئے گی اور رابطہ منقطع ہوتے ہی تصویر فنا ہو جائے گی۔ رہ گئی یہ بات کہ مذکورہ رابطہ پیدا کرنے کے لیے بھی بٹن وغیرہ کو حرکت میں لایا جاتا ہے تب جاکر صورت نظر آتی ہے تو یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ پردہ آئینہ میں پردہ ہٹانے کے بعد ہی صورت منعکس ہوتی ہے۔ الغرض یہاں بھی انعکاس صورت کے لیے پردہ ہٹانے کا عمل ناگزیر ہے ان متحرک و غیر قار تصویروں کو پردہ فلم کی غیر متحرک و قار تصویروں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کہ پردہ فلم کی تصویریں درحقیقت جامد و ساکن ہوتی ہیں جن کی حرکت محض نگاہوں کا دھوکا ہے۔ جیسا کہ ٹرین پر چلنے والا باہر کے درختوں اور زمینوں کو پیچھے بھاگتا ہوا دیکھتا ہے ویسے ہی پردہ فلم پر جن جامد و غیر متحرک تصویروں کو بڑا کر کے دکھایا جاتا ہے ان کے غیر متحرک و جامد ہونے میں کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا۔

وڈیو کیسٹ کا معاملہ اس کے بالکل برخلاف ہے اس میں کسی طرح کی کوئی تصویر منعکس ہوتی ہی نہیں اور جب اس کے ریز بواسطہ ٹی وی میں پہنچ کر شکل اختیار کرتے ہیں تو وہ متحرک و غیر قار ہوتے ہیں۔ اس لیے ٹی وی کی تصویروں کے حقیقی طور پر جامد ہونے کا شبہ تک نہیں کیا جا سکتا۔ اس مقام پر یہ بات بھی خالی از فائدہ نہیں کہ جن پروگراموں کو وڈیو کیسٹ کے بغیر براہ راست ٹی وی سے نشر کیا جاتا ہے ان میں بھی یہی ہوتا ہے کہ کیمروں اور مشینوں کے ذریعہ ان ہی ریز کو ٹی وی ٹاور تک پہنچایا جاتا ہے ٹی وی ٹاور انھیں اکٹھا کر کے ٹی وی سیٹ کی طرف منتقل کر دیتا ہے پھر وہی صورت ہو جاتی ہے جو وڈیو کیسٹ کے رابطہ کی صورت میں ٹی وی سے ظاہر ہوتی ہے اور سارے مناظر نظر آنے لگتے ہیں۔

آئینے اور ٹی وی کے ناپائیدار عکوس کو حقیقی معنوں میں تصویر، تمثال، مجسمہ، اسٹیچو وغیرہ کہنا صحیح نہیں اس لیے کہ پائیدار ہونے سے پہلے عکس صرف عکس ہی رہتا ہے تصویر نہیں بنتا اور جب اسے کسی طرح سے پائیدار کر لیا جائے تو وہ ہی تصویر بن جاتا ہے۔

موجودہ معروف اور متعارف آئینہ بالکلیہ انسانی صنعت گری ہے لہذا اس میں بھی عکوس کے ظہور میں قطعی طور پر عمل انسانی کو دخل ہے اس لیے اگرچہ ٹی۔ وی کے آئینے پر عکوس کے ظہور میں عمل انسانی کا دخل ہے جب بھی اس کا حکم آئینے کے حکم کی طرح ہی ہونا چاہیے کیونکہ غیر قار و ناپائیدار ہونے میں دونوں بالکل ایک طرح ہیں۔

اس تحقیق کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وڈیو اور ٹی۔ وی کے استعمال کرنے کا معاملہ آئینوں کے استعمال کرنے کی طرح ہے جس طرح آئینے کے اندر ہر اس چیز کو دیکھا جا سکتا ہے جس کا دیکھنا آئینہ کے باہر بھی جائز ہے بالکل اسی طرح وڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ ہر اس چیز کو دیکھا جا سکتا ہے جس کا دیکھنا سننا اس کے بغیر بھی جائز ہو۔ رہ گئے وہ امور جن کا دیکھنا سننا ناجائز و حرام ہو، وڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ بھی ان کا سننا اور دیکھنا ناجائز و حرام ہے۔

غیر محرم مرد و زن کا عام میل جول شرعاً حرام ہے اور فلموں میں یہی دکھایا جاتا ہے اس لیے یہ فلمیں سینما میں دیکھی جائیں یا وی سی آر کے ذریعہ ٹی وی پر بہرحال حرام ہیں۔[1]

---

[1] مصنف کے پاس قلمی یادداشت۔

ہمارا خیال یہ ہے کہ ٹی وی اور وڈیو کی فلمیں ایسی تصاویر تو نہیں ہیں جیسے سٹیچو وغیرہ ہوتا ہے تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ فلمیں تصویر کی جدید شکل ہیں اور برائی کا بالکلیہ سدباب کرنے کے لیے ان کی حوصلہ افزائی نہیں کرنی چاہیے۔ اگر علماء کی تقاریر کے لیے وڈیو کی اجازت دی جائے تو ٹی وی کے ڈراموں اور فلموں کا راستہ اپنے آپ نکل آئے گا اور اسلام میں برائی سے روکنے کا متعارف طریقہ یہی ہے کہ برائی کی طرف جانے والے راستوں سے بھی روک دیا جائے ـــــ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جوارِ قبر میں مسجد

اس حدیث میں ان لوگوں کی مذمت ہے جنھوں نے قبر کے گرد مسجد بنائی اس میں تصاویر آویزاں کیں اور ان کی تعظیم اور عبادت کی۔ اسی بنا پر متشدد علماء نے صالحین کی قبروں کے پاس مسجد بنانے کو بہت شدت سے منع کیا ہے۔ مولانا مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ لکھتے ہیں:

الذین غلبوا علی امرہم سے مراد وہ لوگ ہیں جو مسیح کے پیروان مسیح کے مقابلہ میں اس وقت عیسائی عوام کے رہنما اور سربراہ کار بنے ہوئے تھے اور مذہبی وسیاسی امور کی باگیں جن کے ہاتھوں میں تھیں یہی لوگ دراصل شرک کے علمبردار تھے اور انھوں نے ہی فیصلہ کیا کہ اصحاب کہف کا مقبرہ بنا کر اس کو عبادت گاہ بنا دیا جائے۔

مسلمانوں میں سے بعض لوگوں نے قرآن مجید کی اس آیت کا بالکل الٹ مفہوم لیا ہے۔ وہ دلیل ٹھہرا کر مقابر صلحاء پر عمارتیں اور مسجدیں بنانے کو جائز قرار دیتے ہیں حالانکہ یہاں قرآن ان کی اس گمراہی کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ جو نشانی ان ظالموں کو بعث بعد الموت اور امکان آخرت کا یقین دلانے کے لیے دکھلائی گئی تھی، اسے انھوں نے ارتکاب شرک کے لیے ایک خدا داد موقع سمجھا اور خیال کیا کہ چلو کچھ اور ولی پوجا پاٹ کے لیے ہاتھ آ گئے پھر آخر اس آیت سے قبور صالحین پر مسجدیں بنانے کے لیے کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات اس کی نہی میں موجود ہیں [۱]۔

سید مودودی صاحب کے دلائل کی تین بنیادیں ہیں اول اصحاب کہف کی یاد میں ان کے غار کے پاس مسجد بنانے والے مسیح کے پیروان مسیح کے مقابلہ میں مشرکانہ پوجا پاٹ کے رسیا عوامی رہنما تھے۔ ثانی قرآن کریم نے اس فعل کو گمراہی قرار دیا۔ ثالث احادیث میں اس فعل سے منع کیا گیا ہے۔

آئیے پہلے دیکھیں کہ مسجد بنانے والے کون تھے؟

امام رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

ان بعضہم قال الاولی ان یسد باب الکہف لئلا ید خل علیہم احد ولا یقف علی احوالہم انسان وقال اٰخرون بل الاولی ان یبنی علی باب الکہف مسجد وھذا القول یدل علی ان اولئک الاقوام کانوا عارفین باللہ معترفین بالعبادۃ والصلوۃ ـ الی ان قال ـــ ثم قال تعالیٰ قال الذین غلبوا علی امرھم

بعض لوگوں نے کہا بہتر یہ ہے کہ غار کا دروازہ بند کر دیا جائے تاکہ کوئی شخص وہاں داخل ہو سکے اور نہ ان کے احوال پر واقف ہو سکے۔ بعض لوگوں نے کہا بہتر یہ ہے کہ غار کے دروازہ پر مسجد بنا دی جائے اور یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ لوگ عارف باللہ تھے اور نماز اور عبادت کے قائل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا الذین غلبوا علی امرہم اس سے مراد مسلمان بادشاہ ہے یا اصحاب کہف کے ورثاء یا شہر کے امراء

[۱] ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ ـ تفہیم القرآن ج ۳ ص ۱۸،۱۷ ـ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، ۱۹۷۷ء

وقیل الملک وبه المسلمون قیل اولیاء اصحاب الکهف وقیل رؤساء البلد لنتخذن علیهم مسجدا نعبد الله فیه و نستبقی آثار اصحاب الکهف بذلک المسجد[1]

جنھوں نے کہا ہم یہاں مسجد بنائیں گے جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس مسجد کے سبب سے اصحاب کہف کے آثار کو باقی رکھیں گے۔

علامہ ابو سعود متوفی ۹۵۱ھ، الذین غلبوا علی امرہم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وھو الملک و المسلمون[2]

یہ بادشاہ اور مسلمان لوگ تھے۔

علامہ آلوسی بھی قبروں کے گرد مسجد بنانے کے خلاف ہیں لیکن انھوں نے اپنے نظریہ کو تفسیر کا لباس نہیں پہنایا اور تفسیر میں خیانت نہیں کی۔ الذین غلبوا علی امرہم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

والمراد بالذین غلبوا قیل الملک المسلم[3] وقیل اولیاء اصحاب الکهف وقیل رؤساء البلد والمذکور فی القصة ان الملک جعل علی باب الکهف مسجدا وجعل له فی کل سنة عیدا عظیما وعن الزجاج ان هذا یدل علی انه لما ظهر امرهم غلب المؤمنون بالبعث لان المساجد انما تکون للمؤمنین به وفسر غیر واحد الموصول بالملک و المسلمین ولا بعد فی اطلاق الاولیاء کما فی قوله تعالیٰ: (المؤمنون و المؤمنات بعضهم اولیاء بعض)[4]

الذین غلبوا سے مراد مسلمان بادشاہ یا اصحاب کہف کے ورثاء یا شہر کے امراء ہیں قصہ یہ ہے کہ بادشاہ نے غار کے دروازہ پر مسجد بنادی اور وہاں ہر سال عید منائی جاتی زجاج بیان کرتے ہیں یہ واقعہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ جب اصحاب کہف کا واقعہ ظاہر ہوا تو حشر نشر پر ایمان لانے والے غالب ہو گئے کیوں کہ مساجد حشر نشر پر ایمان لانے والوں کی ہوتی ہیں اور بہت سے مفسرین نے کہا ہے کہ الذین غلبوا سے مراد بادشاہ اور مسلمان لوگ ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ورثاء سے مراد بھی یہی لوگ ہوں۔ کیونکہ مومن آپس میں وارث ہوتے ہیں، جیسا قرآن مجید میں ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کے وارث ہیں۔

مستند مفسرین کی ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ الذین غلبوا علی امرہم کی تفسیر میں مودودی صاحب نے بغیر حوالوں کے جو کچھ لکھا ہے وہ ان کی خیال آفرینی ہے۔ خود ساختہ اور طبع زاد تفسیر ہے اور غلط تفسیر ہے۔

مودودی صاحب کے فکر کی دوسری بنیاد یہ ہے کہ قرآن کریم نے اس فعل کو گمراہی قرار دیا ہے۔ یہ بھی غلط ہے۔ قرآن کریم میں یہ ہے کہ:

ان الساعة لاریب فیها اذ یتنازعون بینهم امرهم فقالوا ابنوا علیهم بنیانا

قیامت میں کوئی شک نہیں جب یہ لوگ وقوع قیامت کے بارے میں بحث کرتے تھے ان لوگوں نے کہا ان (اصحاب کہف)

---

[1] امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ۔ تفسیر کبیر ج ۵ ص ۵۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ ابو سعود حنفی متوفی ۹۵۱ھ۔ تفسیر ابو سعود علی ہامش الکبیر ج ۶ ص ۷۹۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] تفاسیر کی جتنی عبارات میں مسلم کا لفظ آیا ہے اس سے مراد صحیح العقیدہ عیسائی ہیں۔ سعیدی غفرلہ

[4] علامہ محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ۔ روح المعانی ج ۱۵ ص ۲۳۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ربهم اعلم بهم قال الذين غلبوا على امرهم لنتخذن عليهم مسجدا ٥ سيقولون ثلثة رابعهم كلبهم الأية ۔ (کہف : ۲۱)

پر ایک عمارت بناؤ جو لوگ ایمان بالآخرۃ کو منوا چکے تھے۔ انھوں نے کہا ہم اس جگہ پر مسجد بنائیں گے عنقریب لوگ کہیں گے کہ اصحاب کہف تین تھے اور چوتھا کتا تھا

قرآن کریم کی اس آیت میں کہیں ہلکا سا اشارہ بھی نہیں ہے کہ غار پر مسجد بنانا گمراہی تھا یا بنانے والے گمراہ لوگ تھے۔ اس کے برخلاف واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مسجد بنانے والے وہ لوگ تھے جو بعث بعد الموت کے قائل تھے۔ کیونکہ پہلے کچھ لوگ بعث بعد الموت (مرنے کے بعد جینا) کے منکر تھے۔ اصحاب کہف کی دریافت سے یہ عقیدہ ثابت ہوگیا اور آخرت پر ایمان لانے والوں کو غلبہ ہوگیا۔ اس لیے انھوں نے چاہا کہ ان کے غار پر مسجد بنادی جائے تاکہ اس عقیدہ کی نشانی پائندہ رہے۔

مودودی صاحب کی فکر کی تیسری بنیاد یہ ہے کہ احادیث میں ہے: اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائے۔ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد (سجدہ گاہ) بنالیا۔ (مسلم ج ۱ ص ۲۰۱)

ٹھیک ہے۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ قبروں کو عبادۃً سجدہ کرنا شرک اور تعظیماً سجدہ کرنا حرام ہے۔ قبر کا طواف کرنا حرام ہے۔ اس کے سامنے جھکنا حرام ہے قبر کو چومنا مکروہ ہے۔

اس کی تفصیل دیکھنے کے لیے فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ کا رسالہ الزبدۃ الزکیہ اور فتاویٰ رضویہ ج ۴ کتاب الجنائز کا مطالعہ کافی مفید ہے۔

لیکن حدیث شریف میں قبروں کو سجدہ کرنے کی جو ممانعت ہے اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ صالحین کی قبروں کے جوار میں ان سے خیر و برکت حاصل کرنے کے لیے مسجد نہیں بنانی چاہیے۔

کعبہ سے بڑی دنیا میں کوئی مسجد نہیں ہے اور اس کے جوار میں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت حاجرہ کی قبریں ہیں۔ محمد جار اللہ متوفی ۹۵۰ھ لکھتے ہیں:

ومن فضائل الحجران فيه قبر اسماعيل وامه هاجر[1]

حطیم کعبہ کے فضائل میں سے یہ ہے کہ اس میں حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ کی قبریں ہیں۔

کعبہ کے بعد سب سے بڑی مسجد، مسجد نبوی ہے اور اس کے جوار میں روضہ انور ہے۔ علاوہ ازیں مستند فقہاء اسلام نے صالحین کے جوار میں مسجد بنانے کو جائز قرار دیا ہے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی سورۃ کہف کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وكونه مسجدا يدل على جواز البناء على قبور الصلحاء ونحوهم كما اشار اليه فى الكشاف وجواز الصلوة فى ذلك البناء[2]

غار پر مسجد بنانا، قبروں پر عمارت بنانے کی دلیل ہے جیسا کہ کشاف میں ہے اور یہ کہ اس عمارت میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

علامہ عسقلانی شافعی اس باب کی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

---

[1] - محمد جار اللہ متوفی ۹۸۵ھ - الجامع اللطیف ص ۸۹۔

[2] - شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ - عنایۃ القاضی ج ۶ ص ۸۷ مطبوعہ دار صادر بیروت

فاما من اتخذ مسجدا فی جوار صالح وقصد التبرک بالقرب منه لا التعظیم له ولا التوجه منه فلا یدخل فی ذلک الوعید [۱]

جو شخص کسی صالح کے جوار میں مسجد بنائے اور اس کے قرب سے برکت حاصل کرنے کا ارادہ کرے نہ کہ اس کی تعظیم اور نماز میں اس کی طرف توجہ کا، تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔

علامہ قسطلانی شافعی نے بھی اس حدیث کی شرح میں من وعن وہی لکھا ہے جو علامہ عسقلانی نے لکھا ہے [۱]

ملا علی قاری ہروی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ طیبی کہتے ہیں:

اما من اتخذ مسجدا فی جوار الصالح او صلی فی مقبرة وقصد الاستظهار بروحه او وصول اثر ما من اثر عبادته الیه لا للتعظیم له و التوجه نحوه فلا حرج علیه الا تری ان مرقد اسماعیل علیه السلام فی المسجد الحرام عند الحطیم ثم ان ذلک المسجد افضل مکان یتحری المصلی لصلوته والنهی عن الصلوة فی المقابر مختص بالقبور المنبوشة لما فیه من النجاسة کذا ذکره الطیبی وذکر غیره ان صورة قبر اسماعیل علیه السلام فی الحجر تحت المیزاب وان فی الحطیم بین الحجر الاسود وزمزم قبر سبعین نبیا [۲]

جو شخص کسی مرد صالح کے جوار میں مسجد بنائے یا مقبرہ میں نماز پڑھے اور اس کی روح سے مدد کا قصد کرے یا اس کے آثار عبادت سے فیض حاصل کرنے کا قصد کرے جبکہ نماز میں اس کی تعظیم اور اس کی طرف توجہ مقصود نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر کعبہ میں حطیم کے پاس ہے اور اس جگہ نماز پڑھنا سب سے افضل ہے اور قبر کے پاس نماز پڑھنا اس وقت منع ہے جب اس جگہ کی مٹی اموات کی نجاست سے آلودہ ہو اور علامہ طیبی کے علاوہ دوسروں نے کہا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر کی صورت حطیم میں میزاب کے نیچے ہے۔ اور حطیم میں حجر اسود اور میزاب کے درمیان ستر نبیوں کی قبریں ہیں۔

شیخ انور شاہ کشمیری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قال الطیبی واما من اتخذ مسجدا بجوار قبر صالح بحیث یبقی قبره خارج المسجد وقصد التبرک بالقرب منه لا التعظیم له ولا التوجه نحوه فلا باس به ویرجی فیه النفع ایضا [۳]

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ جو شخص کسی مرد صالح کے قرب میں مسجد بنائے بایں طور کہ اس کی قبر مسجد سے خارج ہو اور وہ اس کے قرب سے برکت کا ارادہ کرے نہ کہ اس کی تعظیم اور اس کی طرف توجہ کا اس میں کوئی حرج نہیں اور اس میں نفع کی امید ہے۔

شیخ شبیر احمد عثمانی نے بھی اس حدیث کی شرح میں وہی کچھ لکھا ہے جو علامہ عسقلانی اور علامہ قسطلانی نے لکھا ہے [۴]۔ الخ

---

[۱] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۵ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ۔

[۲] ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ مرقات ج ۲ ص ۲۰۲ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۲ھ

[۳] شیخ انور شاہ کاشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ فیض الباری ج ۲ ص ۴۳ مطبوعہ مطبع حجازی قاہرہ ۱۳۵۷ھ

[۴] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ فتح الملہم ج ۲ ص ۱۳۱ مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی۔

کی عبارت دیکھنے کے لیے علامہ عسقلانی کا حوالہ ایک بار پھر دیکھ لیں۔

علامہ دشتانی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فاما من اتخذ مسجدا اقرب رجل صالح اوصلی فی مقبرته قصدا للتبرک باثاره واجابة دعائه هنالک فلا حرج فی ذلک واحتج لذلک بان قبر اسماعیل علیه السلام فی المسجد الحرام عند الحطیم ثم ان ذلک الموضع افضل مکان للصلوٰة فیه۔ [۱]

جس شخص نے کسی مرد صالح کے قرب میں مسجد بنائی یا اسکے مقبرہ میں نماز پڑھی در آں حالیکہ وہ اس کے آثار سے تبرک کا قصد کرتا ہو یا اس جگہ دعا کی قبولیت کا ارادہ کرتا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر حطیم کے پاس ہے اور وہ جگہ نماز پڑھنے کے لیے سب سے افضل ہے۔

اور علامہ سنوسی مالکی نے بھی اس حدیث کی شرح میں من وعن یہی لکھا ہے۔ [۲]

اس تحقیق اور تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ:

مودودی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ امام رازیؒ، علامہ ابو سعودؒ، علامہ آلوسیؒ، علامہ ابن حجر عسقلانیؒ، علامہ احمد قسطلانیؒ علامہ دشتانیؒ، علامہ سنوسیؒ، ملا علی قاریؒ، شیخ عبد الحقؒ، شیخ انور شاہ کاشمیریؒ، شیخ شبیر احمد عثمانیؒ کی تصریحات کے خلاف لکھا ہے اور تفہیم القرآن میں انھوں نے امت مسلمہ کو جو راستہ دکھلایا ہے وہ اکابر اسلام، اسلاف امت حتیٰ کہ اکابر دیوبند کے بھی خلاف ہے۔

دقت نظر سے دیکھا جائے تو احناف کا مذہب صحت کے زیادہ قریب ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الارض کلھا مسجد الا المقبرة و الحمام۔ [۳]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مقبرہ اور حمام کے سوا تمام روئے زمین مسجد ہے۔

چونکہ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقبرہ میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اس لیے مقبرہ میں نماز مکروہ قرار دی جائیگی خواہ مقبرہ کی جگہ پاک ہو یا نہ ہو اس وجہ سے امام شافعی اور امام مالک کا مذہب صحیح نہیں ہے اور چونکہ یہ حدیث خبر واحد ہے جو قطعیت کا فائدہ نہیں دیتی لہذا یہ نہی تحریم کا فائدہ نہیں دیگی اس لیے امام احمد بن حنبل جو تحریم کے قائل ہیں ان کا مذہب صحیح نہیں ہے۔

ایک اشکال کا جواب یہود اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے لیکن عیسائیوں کے نبی صرف حضرت عیسیٰ ہیں اور ان کی قبر ہی نہیں ہے۔ پھر حدیث شریف کا معنی کس طرح درست ہوگا کہ "یہود اور عیسائیوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا" اس اشکال کو بخاری اور مسلم کے بہت سے

---

[۱] علامہ محمد بن خلفہ دشتانی متوفی ۸۲۷ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۳۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
[۲] علامہ محمد بن محمد سنوسی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال المعلم ج ۲، ص ۲۳۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
[۳] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

شارحین نے اٹھایا ہے لیکن جواب کسی نے نہیں دیا۔ بات دیہ ہے کہ عیسائی حضرت عیسٰی علیہ السلام کا بت بنا کر اس کی پرستش کرتے ہیں اور اپنی قبروں پر بھی حضرت عیسٰی علیہ السلام کا بت بنا کر نصب کرتے ہیں۔ اور اس حدیث شریف میں قبروں پر بت بنانے اور ان کی پرستش پر بھی وعید ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے ساتھ عیسائیوں کا بھی بالتبع ذکر کر دیا کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے بت اور تصویریں بنانے اور ان کی پرستش میں عیسائی بھی یہود کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم ورسولہٗ۔

خلیل کا معنی

اس حدیث کے آخر میں ہے: "اللہ تعالٰی نے مجھے اپنا خلیل بنا لیا ہے جیسے (حضرت) ابراہیم کو خلیل بنایا تھا اور اگر میں امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو "ابوبکر" کو خلیل بناتا۔" اس لیے ضروری ہے کہ خلیل کا معنی بیان کر دیا جائے۔ علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں:

الخلة بالضم الصداقة والمحبة التي تخللت القلب فصارت خلاله اي في باطنه والخليل الصديق فعيل بمعنى فاعل وقد يكون بمعنى مفعول وانما قال ذلك لان خلته كانت مقصورة على حب الله تعالى فليس فيها لغيره متسع ولا شركة من محاب الدنيا والأخرة و حال شريفة لا ينالها احد بكسب واجتهاد فان الطباع غالبة وانما يخص الله بها من يشاء من عباده مثل سيد المرسلين صلوات الله وسلامه عليه ومن جعل الخليل مشتقا من الخلة وهي الحاجة والفقر اراد اني ابرأ من الاعتماد والافتقار الى احد غير الله تعالى وفي رواية ابرأ الى كل خل من خلته بفتح الخاء وبكسرها وهما بمعنى الخلة والخليل ومنه الحديث لو كنت متخذا خليلا لاتخذت ابا بكر۔ [۱]

خلت کا معنی گہری دوستی اور سچی محبت ہے ایسی محبت جو دل میں سرایت کر جاتی ہے حتیٰ کہ محبت کا وصف باطن بن جاتی ہے خلیل گہرے اور سچے دوست کو کہتے ہیں یہ محب اور محبوب دونوں معنی میں مستعمل ہے۔ اس حدیث کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی محبت اللہ تعالٰی کی ذات میں منحصر تھی۔ اس محبت میں کسی اور کی گنجائش تھی نہ اس میں دنیا اور آخرت کی پسندیدہ چیزوں میں سے کسی کی شرکت تھی، یہ ایک عظیم وہبی کیفیت ہے جس کے حصول میں ارادہ اور کوشش کا دخل نہیں ہے، اللہ تعالٰی اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس نعمت سے نوازتا ہے جیسے حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ سرفرازی عطا کی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ خلیل، خلت بمعنی احتیاج سے ماخوذ ہے۔ اس صورت میں حدیث کا معنی ہے میں اللہ تعالٰی کے علاوہ کسی اور پر اعتماد کرنے اور اس کی طرف محتاج ہونے سے بری ہوں یعنی صرف اللہ تعالٰی پر اعتماد کرتا ہوں اور اسی کا محتاج ہوں۔ اسی معنی میں یہ حدیث ہے: "اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔"

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیل کا ان دونوں معنوں میں استعمال فرمایا ہے: "اللہ تعالٰی نے مجھے اپنا خلیل بنایا" یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود خلیل ہیں اس اعتبار سے خلیل کا معنی سچی اور گہری محبت کرنے والا ہے، نیز فرمایا:

---

[۱] ابن اثیر متوفی ۶۰۶ھ۔ نہایہ ج ۲ ص ۷۲، مؤسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران ۱۳۶۴ھ۔

"اگر میں امت میں سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا" یعنی اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیل ہے اس اعتبار سے خلیل کا معنی ہے "سب کو چھوڑ کر جس پر میرا اعتماد اور جس کی احتیاج ہے وہ اللہ ہے۔" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق میں نہ کسی پر توکل کرتے ہیں نہ کسی کے محتاج ہیں صرف اللہ کے محتاج ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں اگر مخلوق میں سے کسی کے ساتھ یہ معاملہ کرتے تو ابو بکر کے ساتھ کرتے۔

بَابُ ۱۹ فَضْلِ بِنَاءِ الْمَسَاجِدِ وَالْحَثِّ عَلَيْهَا

مسجد بنانے کی فضیلت اور اسکی ترغیب

۱۰۹۱۔ وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ وَاَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو اَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهٗ اَنَّ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ عُبَيْدَ اللّٰهِ الْخَوْلَانِيَّ يَذْكُرُ اَنَّهٗ سَمِعَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ عِنْدَ قَوْلِ النَّاسِ فِيْهِ حِيْنَ بَنٰى مَسْجِدَ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ قَدْ اَكْثَرْتُمْ وَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ بُكَيْرٌ حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ يَبْتَغِيْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَقَالَ ابْنُ عِيْسٰى فِيْ رِوَايَتِهٖ مِثْلَهٗ فِي الْجَنَّةِ۔

عبد اللہ خولانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب مسجد نبوی کو بنایا تو انہوں نے لوگوں کو اس مسئلہ میں چہ میگوئیاں کرتے سنا آپ نے فرمایا تم نے اس مسئلہ میں بہت بڑھ چڑھ کر باتیں کی ہیں حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے "جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے مسجد بنائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔"

۱۰۹۲۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَاللَّفْظُ لِابْنِ مُثَنّٰى قَالَا نَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ اَرَادَ بِنَاءَ الْمَسْجِدِ فَكَرِهَ النَّاسُ ذٰلِكَ فَاَحَبُّوْا اَنْ يَّدَعَهٗ عَلٰى هَيْئَتِهٖ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا لِلّٰهِ بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ۔

محمود بن لبید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کو بنانا چاہا تو لوگوں نے اس کو ناپسند کیا وہ چاہتے تھے کہ مسجد کو اس کی حالت پر چھوڑ دیا جائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا "جو شخص اللہ تعالیٰ کی (رضا جوئی) کے لیے مسجد بنائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں اس جیسا مکان بنا دے گا۔

بَابُ النَّدْبِ إِلَى وَضْعِ الْأَيْدِي عَلَى الرُّكَبِ فِي الرُّكُوعِ وَنَسْخِ التَّطْبِيقِ

حالت رکوع میں ہاتھوں کا گھٹنوں پر رکھنا اور تطبیق کا منسوخ ہونا

۱۰۹۳- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ وَعَلْقَمَةَ قَالَا أَتَيْنَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ فِي دَارِهِ فَقَالَ أَصَلَّى هٰؤُلَاءِ خَلْفَكُمْ فَقُلْنَا لَا قَالَ فَقُومُوا فَصَلُّوا فَلَمْ يَأْمُرْنَا بِأَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ قَالَ وَذَهَبْنَا لِنَقُومَ خَلْفَهُ فَأَخَذَ بِأَيْدِينَا فَجَعَلَ أَحَدَنَا عَنْ يَمِينِهِ وَالْآخَرَ عَنْ شِمَالِهِ قَالَ فَلَمَّا رَكَعَ وَضَعْنَا أَيْدِيَنَا عَلَى رُكَبِنَا قَالَ فَضَرَبَ أَيْدِيَنَا وَطَبَّقَ بَيْنَ كَفَّيْهِ ثُمَّ أَدْخَلَهُمَا بَيْنَ فَخِذَيْهِ قَالَ فَلَمَّا صَلّٰى قَالَ إِنَّهُ سَيَكُونُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ يُؤَخِّرُونَ الصَّلٰوةَ عَنْ مِيقَاتِهَا وَيَخْنُقُونَهَا إِلَى شَرَقِ الْمَوْتٰى فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمْ قَدْ فَعَلُوا ذٰلِكَ فَصَلُّوا الصَّلٰوةَ لِمِيقَاتِهَا وَاجْعَلُوا صَلٰوتَكُمْ مَعَهُمْ سُبْحَةً وَإِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً فَصَلُّوا جَمِيعًا وَإِذَا كُنْتُمْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَلْيَؤُمَّكُمْ أَحَدُكُمْ وَإِذَا رَكَعَ أَحَدُكُمْ فَلْيُفْرِشْ ذِرَاعَيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ وَلْيَجْنَأْ وَلْيُطَبِّقْ بَيْنَ كَفَّيْهِ فَلَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى اخْتِلَافِ أَصَابِعِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرَاهُمْ۔

اسود اور علقمہ بیان کرتے ہیں کہ ہم دونوں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر آئے انھوں نے کہا "کیا ان لوگوں نے تمہارے پیچھے نماز پڑھ لی؟" ہم نے کہا نہیں، انھوں نے کہا تو اٹھو اور نماز پڑھ لو" اور ہمیں اذان اور اقامت کا حکم نہیں دیا۔ ہم ان کے پیچھے کھڑے ہونے لگے تو انھوں نے ہمارا ہاتھ پکڑ کر ایک کو دائیں طرف اور دوسرے کو بائیں طرف کر دیا جب انھوں نے رکوع کیا تو ہم نے اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھا انھوں نے ہمارے ہاتھوں پر (ہاتھ) مارا، اور ہتھیلیوں کو جوڑ کر رانوں کے درمیان رکھا۔ جب نماز پڑھ چکے تو فرمایا "عنقریب جب تم پر ایسے امراء اور حکام مسلط ہوں گے جو نمازوں کو ان کے اوقات سے موخر کر کے پڑھیں گے اور وقت کو بہت تنگ کر دیں گے۔ جب تم ان کو ایسا کرتے دیکھو تو نماز اپنے وقت پر پڑھ لو اور ان کیساتھ دوبارہ نفل پڑھ لو اور جب تم تین آدمی ہو تو مل کر نماز پڑھو اور جب تین سے زیادہ ہو تو تم میں سے ایک شخص امام ہو جائے اور جب رکوع کرو تو اپنے ہاتھوں کو رانوں کے درمیان ملا کر رکھو (یہ منظر اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں کچھ کشادہ کر کے رکھی ہوئی ہیں۔

۱۰۹۴- وَحَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ قَالَ أَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ نَا مُفَضَّلٌ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ أَنَّهُمَا دَخَلَا عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بِمَعْنٰى حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ مُسْهِرٍ وَجَرِيرٍ فَلَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى اخْتِلَافِ أَصَابِعِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاكِعٌ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی علقمہ اور اسود سے ایسی ہی روایت منقول ہے

۱۰۹۵- وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ أَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى عَنْ إِسْرَائِيلَ

علقمہ اور اسود بیان کرتے ہیں کہ وہ دونوں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ نے کہا کیا دوسرے

عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ اَنَّهُمَا دَخَلَا عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ اَصَلّٰى مَنْ خَلْفَكُمْ قَالَا نَعَمْ فَقَامَ بَيْنَهُمَا وَجَعَلَ اَحَدَهُمَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَالْاٰخَرَ عَنْ شِمَالِهٖ ثُمَّ رَكَعْنَا فَوَضَعْنَا اَيْدِيَنَا عَلٰى رُكَبِنَا فَضَرَبَ اَيْدِيَنَا ثُمَّ طَبَّقَ بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ جَعَلَهُمَا بَيْنَ فَخِذَيْهِ فَلَمَّا صَلّٰى قَالَ هٰكَذَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

لوگ نماز پڑھ چکے ہیں؟ انھوں نے کہا "ہاں"۔ پھر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے درمیان کھڑے ہوئے ایک کو دائیں اور دوسرے کو بائیں جانب کھڑا کیا پھر رکوع کیا ہم نے اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے ہمارے ہاتھوں پر (ہاتھ) مارا اور دونوں ہاتھ کو ملا کر رانوں کے درمیان رکھا (اس عمل کو تطبیق کہتے ہیں۔ سعیدی) جب نماز پڑھ چکے تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا ہے۔

تطبیق حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تفردات میں سے ہے۔ باقی صحابہ، تابعین اور تمام ائمہ کے نزدیک تطبیق منسوخ ہے۔ ناسخ کا ذکر اگلی حدیث میں ہے۔ (سعیدی)

١٠٩٦ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ قَالَا نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِيْ يَعْفُوْرٍ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ صَلَّيْتُ اِلٰى جَنْبِ اَبِيْ قَالَ وَجَعَلْتُ يَدَيَّ بَيْنَ رُكْبَتَيَّ فَقَالَ لِيْ اَبِيْ اضْرِبْ بِكَفَّيْكَ عَلٰى رُكْبَتَيْكَ قَالَ ثُمَّ فَعَلْتُ ذٰلِكَ مَرَّةً اُخْرٰى فَضَرَبَ يَدَيَّ وَقَالَ اِنَّا نُهِيْنَا عَنْ هٰذَا وَاُمِرْنَا اَنْ نَضْرِبَ بِالْاَكُفِّ عَلَى الرُّكَبِ.

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے والد کے پہلو میں نماز پڑھی اور اپنے ہاتھ دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھے۔ میرے والد نے کہا "تم اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھو" وہ کہتے ہیں میں نے پھر ایسے ہی کیا انھوں نے پھر میرے ہاتھوں پر مارا اور فرمایا "ہم اس سے روک دیئے گئے ہیں اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھیں"۔

١٠٩٧ - حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا اَبُو الْاَحْوَصِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنْ اَبِيْ يَعْفُوْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اِلٰى قَوْلِهٖ فَنُهِيْنَا عَنْهُ وَلَمْ يَذْكُرَا مَا بَعْدَهُ.

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

١٠٩٨ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ رَكَعْتُ فَقُلْتُ بِيَدَيَّ هٰكَذَا يَعْنِيْ طَبَّقَ بِهِمَا وَوَضَعَهُمَا بَيْنَ فَخِذَيْهِ فَقَالَ اَبِيْ قَدْ كُنَّا نَفْعَلُ هٰذَا ثُمَّ اُمِرْنَا بِالرُّكَبِ.

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رکوع کیا اور دونوں ہاتھوں کو ملا کر رانوں کے درمیان رکھ لیا۔ میرے والد نے کہا پہلے ہم ایسا ہی کرتے تھے مگر بعد میں ہمیں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا حکم دیا گیا۔

١٠٩٩ - حَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِيْ خَالِدٍ عَنِ الزُّبَيْرِ ابْنِ عَدِيٍّ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کے پہلو میں نماز پڑھی تو ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈال کر دونوں گھٹنوں کے درمیان

صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ أَبِي فَلَمَّا رَكَعْتُ شَبَّكْتُ أَصَابِعِي وَجَعَلْتُهُمَا بَيْنَ رُكْبَتَيَّ فَضَرَبَ يَدَيَّ فَلَمَّا صَلَّى قَالَ قَدْ كُنَّا نَفْعَلُ هَذَا ثُمَّ أُمِرْنَا أَنْ نَرْفَعَ إِلَى الرُّكَبِ۔

رکھ لیا انھوں نے میرے ہاتھ پر (ہلکی) مارا اور نماز کے بعد فرمایا: "پہلے ہم ایسا کرتے تھے پھر ہمیں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا حکم دیا گیا۔

- اس حدیث میں تطبیق کے علاوہ مندرجہ ذیل اُمور بھی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تفردات میں سے ہیں۔
- جماعت کے لیے امام کے علاوہ تین آدمیوں کا ہونا۔
- اگر امام کے علاوہ دو آدمی ہوں تو ایک امام کے دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب ہو۔
- گھر میں جماعت کے لیے اذان اور اقامت کا نہ ہونا۔

دیگر فوائد

- اگر امام وقت مختار میں نماز نہ پڑھائے تو لوگ وقت مختار میں نماز پڑھیں اور بہتر یہ ہے کہ جماعت کیساتھ پڑھیں۔
- عذر شرعی کی بناء پر جماعت کو چھوڑا جا سکتا ہے۔
- امام کے ساتھ دوبارہ نفل پڑھنا جائز ہے۔ اور اس سے فجر عصر اور مغرب کی نمازیں دیگر دلائل سے مستثنیٰ ہیں۔
- اگر امام تاخیر سے جماعت کراتا ہو پھر بھی نفل کی نیت سے امام کے ساتھ نماز پڑھیں تاکہ امت انتشار، افتراق اور نفاق کا شکار نہ ہو۔

بَابُ ۱۹۲ جَوَازِ الْإِقْعَاءِ عَلَى الْعَقِبَيْنِ

نماز میں ایڑیوں پر بیٹھنا

۱۱۰۰ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ ح وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَا جَمِيعًا أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ طَاوُسًا يَقُولُ قُلْنَا لِابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْإِقْعَاءِ عَلَى الْقَدَمَيْنِ فَقَالَ هِيَ السُّنَّةُ فَقُلْنَا لَهُ إِنَّا لَنَرَاهُ جَفَاءً بِالرَّجُلِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَلْ هِيَ سُنَّةُ نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قدموں پر بیٹھنے کے متعلق پوچھا انھوں نے کہا "یہ تو سنت ہے۔" ہم نے کہا: "ہمارا خیال ہے اس میں مشقت ہے۔" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "نہیں! یہ تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔"

اقعاء کا معنی

اقعاء کے معنی ہیں سرین کو ایڑیوں پر رکھ کر بیٹھنا۔ شوافع کا ایک قول یہ ہے کہ دو سجدوں کے درمیان اسی طرح بیٹھنا افضل ہے۔ باب مذکور سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے۔ احناف کے نزدیک دو سجدوں کے درمیان اصل کے مطابق دایاں پیر نصب کر کے بائیں پیر پر بیٹھنا سنت ہے اور بطور اقعاء کے نہیں بیٹھنا چاہیے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے:۔

عن علی قال قال لی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یا علی احب لک ما احب لنفسی واکرہ لک ما اکرہ لنفسی لا تقع بین السجدتین[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے علی! میں تمہارے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند ہے اور تمہارے لیے وہی ناپسند کرتا ہوں جو مجھے اپنے لیے ناپسند ہے! دو سجدوں کے درمیان بطور اقعاء نہ بیٹھا کرو"!

شوافع کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی "حارث اعور" ہے اور وہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ ثانیاً اقعاء کا دوسرا معنی ہے: "دونوں ٹانگیں نصب کر کے سرین کے بل بیٹھنا" یہ بالاتفاق مکروہ ہے اور اس حدیث میں یہی معنی مراد ہے۔

نماز میں عورتوں کے سجدے اور بیٹھنے کا طریقہ

نماز میں عورتوں کے سجدے اور بیٹھنے کا طریقہ مردوں سے مختلف ہے جیسا کہ حسب ذیل احادیث سے ظاہر ہے۔

عن یزید بن ابی حبیب ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأۃ لیس فی ذلک کالرجل[2]

یزید بن ابی حبیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کے بعض حصے کو زمین سے لگایا کرو کیونکہ اس میں عورتیں مردوں کی طرح نہیں ہیں۔

عن ابن عمر اذا جلست المرأۃ فی الصلوۃ وضعت فخذھا علی فخذھا الاخری فاذا سجدت الصقت بطنھا فی فخذیھا کاستر ما یکون لھا[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ چپکائے یہ اس کے لیے زیادہ ستر کی شکل ہے۔

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۶۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] امام ابو داؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ مراسیل ابو داؤد ص ۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ علی متقی بن حسام الدین برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ کنز العمال ج ۷، ص ۹۴۹ مطبوعہ موسستہ الرسالۃ بیروت طبع ۵۔ ۱۴۰۵ھ

باب ۱۹۲: تحريم الكلام في الصلوة ونسخ ما كان من اباحته

۱۱۰۱- وحدثنا ابو جعفر محمد بن الصباح وابو بكر بن ابي شيبة وتقاربا في لفظ الحديث قالا نا اسمعيل بن ابراهيم عن حجاج الصواف عن يحيى ابن ابي كثير عن هلال بن ابي ميمونة عن عطاء ابن يسار عن معاوية ابن الحكم السلمي قال بينا انا اصلي مع رسول الله صلى الله عليه وسلم اذ عطس رجل من القوم فقلت يرحمك الله فرماني القوم بابصارهم فقلت واثكل امياه ما شانكم تنظرون الي فجعلوا يضربون بايديهم على افخاذهم فلما رايتهم يصمتونني لكني سكت فلما صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فبابي هو وامي ما رايت معلما قبله ولا بعده احسن تعليما منه فوالله ما كهرني ولا ضربني ولا شتمني ثم قال ان هذه الصلوة لا يصلح فيها شيء من كلام الناس انما هو التسبيح والتكبير وقراءة القران او كما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قلت يا رسول الله اني حديث عهد بجاهلية وقد جاء الله بالاسلام وان منا رجالا ياتون الكهان قال فلا تاتهم قال ومنا رجال يتطيرون قال ذاك شيء يجدونه في صدورهم فلا يصدنهم وقال ابن الصباح فلا يصدنكم قال قلت ومنا رجال يخطون قال كان نبي من الانبياء يخط فمن وافق خطه فذاك قال وكانت لي جارية ترعى غنما لي قبل احد والجوانية فاطلعت ذات يوم فاذا الذئب قد ذهب بشاة من غنمها

نماز میں کلام کو حرام کرنا اور اباحت سابقہ کو منسوخ کرنا

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں شریک تھا کہ جماعت میں کسی شخص کو چھینک آئی۔ میں نے کہا "یرحمک اللہ" لوگوں نے مجھے گھورنا شروع کر دیا۔ میں نے کہا "کاش یہ مر چکا ہوتا تم مجھے کیوں گھور رہے ہو!" یہ سن کر انھوں نے اپنی رانوں پر ہاتھ مارنا شروع کر دیا جب میں نے سمجھا وہ مجھے خاموش کرانا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ سے بہتر کوئی سمجھانے والا نہیں دیکھا۔ خدا کی قسم، آپ نے مجھے جھڑکا نہ برا بھلا کہا، نہ مارا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا "نماز میں باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ نماز میں صرف تسبیح تکبیر اور تلاوت کرنی چاہیے۔ (او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں دورِ جاہلیت کے قریب تھا اور اللہ تعالیٰ نے دولت اسلام سے سرفراز کر دیا۔ ہم میں سے بعض لوگ کاہنوں (اٹکل پچو سے غیب کی خبریں بتانے والے) کے پاس جاتے ہیں فرمایا "تم ان کے پاس مت جاؤ" میں نے عرض کیا ہم میں سے بعض لوگ بدشگون لیتے ہیں۔ فرمایا "یہ ان کی من گھڑت بات ہے تم اس کے درپے مت ہو" میں نے پھر عرض کیا ہم میں سے بعض لوگ عمل رمل (زائچہ بنانا) کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "انبیاء (کرام) میں سے ایک نبی کو یہ علم دیا گیا تھا، جس شخص کا عمل اس کے مطابق ہو تو صحیح ہے" حضرت معاویہ بن حکم نے کہا میری ایک لونڈی تھی جو احد اور جوانیہ میں میری بکریاں چرایا کرتی تھی۔ ایک دن میں وہاں گیا تو دیکھا کہ بھیڑیا ایک بکری کو اٹھا کر لے گیا ہے میں بھی آخر انسانوں میں سے ایک انسان ہوں اور سب کی طرح مجھے بھی غصہ آتا ہے میں

وَأَنَا رَجُلٌ مِّنْ بَنِي آدَمَ آسَفُ كَمَا يَأْسَفُونَ لٰكِنِّي صَكَكْتُهَا صَكَّةً فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَظَّمَ ذٰلِكَ عَلَيَّ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَفَلَا أُعْتِقُهَا قَالَ ائْتِنِي بِهَا فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ لَهَا أَيْنَ اللهُ قَالَتْ فِي السَّمَاءِ قَالَ مَنْ أَنَا قَالَتْ أَنْتَ رَسُولُ اللهِ قَالَ أَعْتِقْهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ۔

۱۱۰۲ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

۱۱۰۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ وَأَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالُوا نَا ابْنُ فُضَيْلٍ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فِي الصَّلٰوةِ فَتَرُدُّ عَلَيْنَا فَقَالَ إِنَّ فِي الصَّلٰوةِ شُغْلًا۔

۱۱۰۴ - حَدَّثَنِي ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ السَّلُولِيُّ قَالَ نَا هُرَيْمُ بْنُ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

۱۱۰۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا هُشَيْمٌ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شُبَيْلٍ عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلٰوةِ يُكَلِّمُ الرَّجُلُ صَاحِبَهُ وَهُوَ إِلَى جَنْبِهِ فِي الصَّلٰوةِ حَتّٰى نَزَلَتْ وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوتِ وَنُهِينَا عَنِ الْكَلَامِ۔

لیے اس کے ایک تھپڑ مار دیا پھر مجھے افسوس ہوا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: "میں اس لونڈی کو آزاد نہ کر دوں؟" آپ نے فرمایا اس کو میرے پاس لے کر آؤ۔ میں اسے آپ کے پاس لے کر آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا "اللہ کہاں ہے؟" اس نے کہا "آسمان پر" آپ نے فرمایا "میں کون ہوں؟" اس نے کہا "اللہ کے رسول" آپ نے فرمایا "اس کو آزاد کر دو یہ مومنہ ہے۔"

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم زمانہ رسالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت نماز میں سلام کیا کرتے تھے اور آپ ہمیں سلام کا جواب دیتے تھے۔ جب ہم نجاشی کے ہاں سے لوٹ کر آئے اور آپ کو (حالت نماز میں) سلام کیا تو آپ نے جواب نہیں دیا ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم (پہلے) آپ کو (حالت نماز میں) سلام کرتے تھے اور آپ جواب دیتے تھے۔ آپ نے فرمایا "نماز میں صرف نماز ہی کی طرف مشغول رہنا چاہیے" (یعنی نماز میں افعال نماز کے علاوہ کوئی اور کام یا کلام نہیں کرنا چاہیے)

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے ہم نماز میں باتیں کیا کرتے تھے، ہر ایک شخص نماز میں اپنے ساتھی سے بات کرتا تھا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی "وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ" اس کے بعد ہمیں (نماز میں) خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور باتوں سے روک دیا گیا۔

۱۱۰۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَوَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كُلُّهُمْ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۱۱۰۷ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِي لِحَاجَةٍ ثُمَّ أَدْرَكْتُهُ وَهُوَ يَسِيرُ قَالَ قُتَيْبَةُ يُصَلِّي فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَأَشَارَ إِلَيَّ فَلَمَّا فَرَغَ دَعَانِي فَقَالَ إِنَّكَ سَلَّمْتَ آنِفًا وَأَنَا أُصَلِّي وَهُوَ مُوَجِّهٌ حِينَئِذٍ قِبَلَ الْمَشْرِقِ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام سے بھیجا پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ـــــ راوی کہتے ہیں کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر نفل پڑھ رہے تھے حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو سلام کیا، آپ نے اشارہ سے جواب دیا، نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا "تم نے مجھے ابھی سلام کیا! حالانکہ میں نماز پڑھ رہا تھا!" حضرت جابر کہتے ہیں اس وقت آپ کا چہرہ مشرق کی جانب تھا

۱۱۰۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُنْطَلِقٌ إِلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ يُصَلِّي عَلَى بَعِيرِهِ فَكَلَّمْتُهُ فَقَالَ لِي بِيَدِهِ هٰكَذَا وَأَوْمَى زُهَيْرٌ بِيَدِهِ ثُمَّ كَلَّمْتُهُ فَقَالَ لِي هٰكَذَا وَأَوْمَى زُهَيْرٌ أَيْضًا بِيَدِهِ نَحْوَ الْأَرْضِ وَأَنَا أَسْمَعُهُ يَقْرَأُ يُومِئُ بِرَأْسِهِ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ مَا فَعَلْتَ فِي الَّذِي أَرْسَلْتُكَ لَهُ فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أُكَلِّمَكَ إِلَّا إِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي قَالَ زُهَيْرٌ وَأَبُو الزُّبَيْرِ جَالِسٌ مُسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةِ فَقَالَ بِيَدِهِ أَبُو الزُّبَيْرِ إِلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَقَالَ بِيَدِهِ إِلَى غَيْرِ الْكَعْبَةِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو مصطلق کی طرف جا رہے تھے راستہ میں آپ نے مجھے کسی کام سے بھیجا جب میں لوٹ کر آپ کے پاس آیا تو آپ اپنے اونٹ پر نماز پڑھ رہے تھے میں نے بات شروع کی تو آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا، اس وقت آپ قرآن پڑھ رہے تھے اور رکوع اور سجدہ کے لیے سر سے اشارہ کرتے تھے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا "جس کام کے لیے میں نے تمہیں بھیجا تھا تم نے اس کا کیا کیا؟ کیونکہ نماز میں مشغول ہونے کی وجہ سے میں تمہاری بات کا جواب نہیں دے سکا۔ نیز بیان کرتے ہیں کہ ابو الزبیر نے بتایا کہ بنو مصطلق کا رخ قبلہ کی طرف نہیں تھا۔

۱۱۰۹ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ كَثِيرٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَبَعَثَنِي

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ آپ نے مجھے کسی کام سے بھیجا، جب میں لوٹ کر آیا تو آپ

فِيْ حَاجَةٍ فَرَجَعْتُ وَهُوَ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَوَجْهُهٗ عَلٰى غَيْرِ الْقِبْلَةِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّهٗ لَمْ يَمْنَعْنِيْ اَنْ اَرُدَّ عَلَيْكَ اِلَّا اَنِّيْ كُنْتُ اُصَلِّيْ

اپنے اونٹ پر نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کا منہ قبلہ کی طرف نہ تھا۔ میں نے سلام کیا تو آپ نے جواب نہیں دیا، نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں نے جواب صرف اس وجہ سے نہیں دیا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔

۱۱۱۰۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا كَثِيْرُ بْنُ شِنْظِيْرٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَاجَةٍ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ حَمَّادٍ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

منسوخیت کلام کی تاریخ

ابتداء اسلام میں نماز میں ضرورۃً کلام کرنا مباح تھا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منسوخ کر دیا۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ نسخ کب واقع ہوا۔ علامہ ابن حبان اور ابوالطیب طبری کہتے ہیں کہ ہجرت سے تین سال پہلے یہ نسخ واقع ہوا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷۳، عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۷۸) کیونکہ یہ نسخ اس وقت ہوا جب حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نجاشی کے ہاں سے لوٹ کر مکہ مکرمہ آئے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۱۱۰۲ سے واضح ہے۔ اس کے برخلاف جمہور علماء کی رائے یہ ہے، کہ ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد غزوہ بدر سے کچھ پہلے یہ نسخ واقع ہوا ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم کی جس آیت مبارکہ (قوموا لله قانتين - بقرہ: ۲۳۸) نے نماز میں سکوت کا حکم دیا ہے وہ بالاتفاق مدنی ہے۔ ثانیاً حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث (۱۱۰۴) منقول ہے کہ نماز میں کلام حرام کر دیا گیا وہ انصاری صحابی ہیں اور مدینہ میں مشرف با اسلام ہوتے ہیں۔ ثالثاً حدیث شریف میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد نماز سے فارغ ہو گئے۔ حضرت ذوالیدین نے کہا نماز کم ہو گئی؟ یا آپ بھول گئے؟ یا رسول اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا ذوالیدین نے سچ کہا؟ صحابہ نے عرض کیا ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتا اور پڑھیں اور سلام پھیر کر سجدہ سہو کیا۔[1]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب نماز میں کلام مباح تھا اور کلام کرنے والے صحابی حضرت ذوالیدین ہیں کا نام خرباق تھا زہری کی تصریح کے مطابق غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ (فتح الباری ج ۳، ص ۹۶) اس سے ثابت ہوا کہ ہجرت کے بعد مدینہ میں بھی نماز میں کلام مباح تھا اس لیے صحیح یہی ہے کہ یہ نسخ ہجرت کے بعد مدینہ ہی میں ہوا ہے۔

علامہ ابن حبان اور ابوالطیب طبری نے جو یہ کہا ہے کہ یہ نسخ اس وقت واقع ہوا جب حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نجاشی کے ہاں سے لوٹ کر آئے یہ صحیح ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کہ جب آپ مکہ آئے کیونکہ حضرت

[1] امام محمد بن اسماعیل البخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دو مرتبہ حبشہ گئے۔ علامہ واقدی لکھتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی بار نبوت کے پانچویں سال پندرہ نفوس کے ساتھ سمندری راستہ سے حبشہ ہجرت کر گئے پھر جب وہاں یہ خبر ملی کہ اہل مکہ اسلام لے آئے تو مکہ مکرمہ آ گئے وہاں آ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی تو انہیں بہت افسوس ہوا اور پھر زیادہ افراد کے ساتھ دوبارہ حبشہ ہجرت کر گئے اور دوسری مرتبہ وہاں سے لوٹ کر مدینہ منورہ آ گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۷، ص ۲۶۸) اور حدیث شریف میں جو ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نجاشی کے پاس سے لوٹ کر آئے تو نماز میں کلام منسوخ ہوا۔ اس لوٹ کر آنے سے، مدینہ منورہ میں لوٹ کر آنا مراد ہے۔ اس لیے علامہ ابن حبان کا اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے اور صحیح یہی ہے کہ یہ نسخ ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد مدینہ منورہ میں ہوا۔ فاغتنم هذا التحقيق

اباحت اصل ہے

علماء اسلام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ احکام شرعیہ نازل ہونے سے پہلے احکام میں اصل اباحت ہے یا تحریم؟ معتزلہ تحریم کے قائل ہیں اور جمہور اہلسنت کا مسلک یہ ہے کہ جس چیز کو شریعت نے حرام کر دیا وہ حرام ہو گئی اور جس کو شریعت نے حرام نہیں قرار دیا وہ اپنی اصل پر مباح ہے یعنی اس کے کرنے نہ کرنے میں انسان مختار ہے۔ جب تک نماز میں کلام کرنے سے شارع نے منع نہیں کیا کلام کرنا مباح تھا۔ اسی طرح جوا، سود، شراب، متعہ اور مردار جانوروں کا کھانا یہ تمام چیزیں منع سے پہلے مباح تھیں۔ جب شارع علیہ السلام نے ان سے روک دیا تو حرام ہو گئیں ــــــ اور جن کاموں سے شارع نے نہیں روکا وہ اپنی اصل پر جائز اور مباح ہیں۔ مثلاً روزہ میں کھانے پینے اور نفسانی خواہشوں کے عمل سے روکا ہے۔ یہ ممنوع ہیں، ملازمت، کاروبار اور کسب معاش کے دیگر کاموں سے نہیں روکا لہٰذا یہ اپنی اصل پر جائز اور مباح ہیں۔

اس اصل اور قاعدہ کے مطابق بہت سے احکامات شرعیہ کا استخراج ہوتا ہے مثلاً جدید سائنٹفک طریقوں سے علاج کا جواز جن میں سرجری اور ایکسرے وغیرہ داخل ہیں۔ اسی طرح ریڈیو اور ٹی وی کے اعلان پر روزہ اور عید، لاؤڈ اسپیکر پر نماز، ٹیلی فون پر نکاح کا وکیل بنانا، جدید ساخت کے جنگی آلات، کھانے، پہننے، آرام اور سہولت کی نت نئی جدید اشیاء، رسل و رسائل اور سفر کی سہولتیں، وزن اور پیمائش کے طریقے، عید میلاد اور سیرت النبی کی مجالس یہ تمام امور اسی اصل اور قاعدہ سے جائز اور مستخرج ہیں۔

فقہی احکام

تمام علماء اسلام اور ائمہ اربعہ کے نزدیک عمداً کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے خواہ اس کلام سے نماز کی اصلاح مقصود ہو یا نہ ہو البتہ بھول کر کلام کرنے سے امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی اور امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک فاسد ہو جاتی ہے۔[1] ائمہ ثلاثہ کی دلیل حدیث ذوالیدین ہے۔ امام اعظم کی طرف سے جواب یہ ہے کہ حضرت ذوالیدین کا واقعہ کلام کے منسوخ ہونے سے پہلے کا ہے جیسا کہ گذر چکا ہے اور اس کی مزید تفصیل آئندہ آئے گی۔

اگر کوئی شخص مسئلہ سے ناواقف ہو اور عہد اسلام کے قریب ہو تو امام شافعی کے نزدیک نماز میں بات کرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ جیسا کہ معاویہ بن حکم کا واقعہ ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا (نووی)

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ۔ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

ایضاً۔ علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۷، ص ۲۷۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

ج ۱، ص ۲۰۳) احناف کے نزدیک اس کی نماز ٹوٹ جائیگی اور حدیث کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے آپ نے اعادہ صلوٰۃ کا حکم دیا ہو اور ہم تک نہ پہنچا ہو یا پھر یہ خصوصیت پر محمول ہے۔

احناف کے نزدیک سلام کا جواب دینے اور مصافحہ کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور نماز میں اشارہ کرنا مکروہ ہے۔[1]

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک نماز میں سلام کا جواب اشارہ سے دینا مستحب ہے۔[2]

علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے اصلاح نماز کے لیے کلام میں متضاد اقوال ذکر کیے ہیں پہلے لکھا ہے کہ اگر اصلاح نماز کے لیے نماز میں کلام کیا جائے تو ابو حنیفہ، مالک، شافعی اور احمد کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے البتہ اوزاعی اور بعض مالکیہ کے نزدیک فاسد نہیں ہوتی (عمدۃ القاری ج ۷، ص ۲۷۱) اور اس کے بعد لکھتے ہیں اصلاح نماز کے لیے کلام سے مالک، شافعی اور احمد کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی (عمدۃ القاری ج ۷، ص ۳۰۹) اسی کی پیروی میں بعض معاصرین نے پہلے لکھا کہ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نماز میں ہر قسم کی عمداً گفتگو کرنی ممنوع ہے۔ (تفہیم البخاری ج ۳ ص ۲۸۰) اس کے بعد لکھا امام مالک، شافعی اور احمد رضی اللہ عنہم کے نزدیک لوگوں کا امام کے ساتھ نماز کی اصلاح کے لیے نماز میں کلام کرنا جائز ہے۔ (تفہیم البخاری ج ۳ ص ۲۹۹) اس کے بعد سہو کا حکم بیان کیا جس سے واضح ہوتا ہے کہ حکم سابق کلام متعمد کے بارے ہی میں ہے ——— فلیتدبر ———

صحیح بات یہ ہے کہ نماز میں عمداً کلام کرنے سے بعض مالکیہ کے سوا تمام ائمہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے خواہ وہ کلام اصلاح نماز کے لیے کیوں نہ ہو۔ علامہ عبد الرحمٰن الجزیری نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ دیکھئے الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ج ۱ ص ۲۹۸۔

بقیہ فوائد

- اگر کوئی شخص ناواقفیت سے کوئی غلط کام کرے تو پیار اور محبت سے اس کو مسئلہ بتانا چاہیے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ بن حکم کو تحریم کلام کا مسئلہ بتایا۔
- چھینک کا جواب "یرحمک اللہ" کے ساتھ دینے میں رغبت کرنی چاہیے۔
- کاہنوں سے مستقبل کی خبریں معلوم کرنا ممنوع ہے، نجومیوں سے مستقبل کا حال معلوم کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔
- برا شگون لینا اسلام میں ممنوع ہے جیسے جہلاء میں مشہور ہے کہ بلی راستہ کاٹ جائے تو سفر پر نہیں جانا چاہیے۔
- زائچہ بنانا منع ہے کیونکہ کوئی نہیں جانتا کہ اس کا زائچہ نبی علیہ السلام کے موافق ہے یا نہیں۔
- انسانی فطرت کے تقاضے سے اگر کوئی شخص اپنے ماتحت پر زیادتی کر بیٹھے تو بعد میں اس کے ساتھ احسان کر کے اس کی تلافی کرے جیسے حضرت معاویہ بن حکم نے باندی کو آزاد کیا۔
- اللہ تعالیٰ کسی جہت اور سمت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے یہ جو کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں ہے صرف اس وجہ سے ہے کہ آسمان اور بلندی کو زمین اور پستی پر شرف حاصل ہے۔
- مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے مکہ سے حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہجرت کی گئی جیسے حضرت عبد اللہ بن

---

[1] علامہ ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ۔ فتح القدیر ج ۱ ص ۳۵۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۶۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

مسعود رضی اللہ عنہ اپنے رفقاء کے ساتھ ؐ سے حبشہ گئے ۔ یہ ہجرت دار الخوف سے دار الامن کی طرف کہلاتی ہے ۔

- زید بن ارقم کی روایت سے ثابت ہے کہ قوموا اللہ قانتین میں قنوت بمعنی سکوت ہے مفسرین نے قنوت کو اطاعت اور خشوع کے معنی میں بھی لیا ہے ۔
- نفل سواری پر پڑھنا جائز ہے کیونکہ حضرت جابر کی روایت میں یہ ہے کہ آپ نے سواری پر نفل پڑھے ۔
- جب سواری پر نفل پڑھیں تو قبلہ کی طرف منہ ہونا ضروری نہیں ہے ۔
- اگر کسی عبادت میں مشغول ہونے کی وجہ سے کسی کے سلام کا جواب نہ دے سکے تو بعد میں سلام کا جواب دے اور عذر بھی بیان کر دے آپ نے ایسا ہی کیا ہے ۔
- جب کوئی شخص نماز یا کسی اور ایسی عبادت میں مشغول ہو جس میں سلام کا جواب دینے سے اس عبادت کو منقطع کرنا پڑے تو اس کو بعد میں سلام کرے ۔
- ان فی الصلوٰۃ شغلا کے اس ترجمہ کے علاوہ جو ہم نے حدیث (نمبر ۱۱۰۲) کے تحت کیا ہے اور بھی معانی ہیں مثلاً نماز میں ایک خاص قسم کا اشتغال جس میں کسی اور چیز کے ساتھ مشغول ہونا مناسب نہیں ، نماز میں بہت عظیم مشغولیت ہے کیونکہ اس میں بندہ اپنے رب کے ساتھ مشغول ہوتا ہے پہلی صورت میں تنوین تنویع اور دوسری میں تعظیم کی ہے ۔

باب ۱۹۲ جَوَازِ لَعْنِ الشَّيْطٰنِ فِي أَثْنَاءِ الصَّلٰوةِ وَالتَّعَوُّذِ مِنْهُ وَجَوَازِ الْعَمَلِ الْقَلِيلِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں شیطان پر لعنت کرنا اس سے پناہ مانگنا اور عمل قلیل کا جائز ہونا

١١١١ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَا نَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ قَالَ أَنَا شُعْبَةُ قَالَ نَا مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ عِفْرِيتًا مِنَ الْجِنِّ جَعَلَ يَفْتِكُ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلٰوةَ وَإِنَّ اللّٰهَ أَمْكَنَنِي مِنْهُ فَذَعَتُّهُ فَلَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَرْبِطَهُ إِلٰى جَنْبِ سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتّٰى تُصْبِحُوا تَنْظُرُونَ إِلَيْهِ أَجْمَعُونَ أَوْ كُلُّكُمْ ثُمَّ ذَكَرْتُ قَوْلَ أَخِي سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي فَرَدَّهُ اللّٰهُ خَاسِئًا .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گذشتہ شب ایک زبردست جن میری طرف بڑھا تاکہ میری نماز توڑ دے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے میرے قابو میں کر دیا ۔ میں نے اس کا گلا گھونٹ دیا اور ارادہ کیا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں یہاں تک کہ صبح ہوتے ہی تم سب اسے دیکھ لو ۔ پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آئی ۔ "اے اللہ ! مجھے معاف فرما دے اور مجھے ایسی سلطنت دے جو میرے بعد کسی اور کو نہ ملے" ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس جن کو ناکام و نامراد لوٹا دیا ۔

١١١٢ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا شَبَابَةُ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے ۔

وليس في حديث ابن جعفر قوله فقد عتّه، وأمّا ابن أبي شيبة فقال في روايته فدعتّه۔

۱۱۱۳ - **وحدّثني** محمد بن سلمة المرادي قال نا عبد الله بن وهب عن معاوية بن صالح يقول حدّثني ربيعة بن يزيد عن أبي إدريس الخولاني عن أبي الدرداء قال قام رسول الله صلى الله عليه وسلم فسمعناه يقول أعوذ بالله منك ثم قال ألعنك بلعنة الله ثلاثا وبسط يده كأنّه يتناول شيئا فلمّا فرغ من الصلوٰة قلنا يا رسول الله قد سمعناك تقول في الصلوٰة شيئا لم نسمعك تقوله قبل ذلك ورأيناك بسطت يدك قال إنّ عدوّ الله إبليس جاء بشهاب من نار ليجعله في وجهي فقلت أعوذ بالله منك ثلاث مرّات ثم قلت ألعنك بلعنة الله التامّة فلم يستأخر ثلاث مرّات ثم أردت أخذه والله لولا دعوة أخينا سليمان لأصبح موثقا يلعب به ولدان أهل المدينة۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرنے کے بعد یہ کلمات فرما رہے تھے اعوذ باللہ منک (میں تجھ سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں) پھر فرمایا میں تین بار تجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کرتا ہوں پھر اپنا داہنا ہاتھ بڑھایا جیسے کوئی چیز پکڑ رہے ہوں۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے آج آپ سے نماز میں ایسے کلمات سنے جو پہلے نہ سنے تھے اور آپ کو نماز میں ہاتھ بڑھاتے ہوئے بھی دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ کا دشمن ابلیس (والعیاذ باللہ) میرا منہ جلانے کے لیے انگارہ لیکر آیا تو میں نے تین بار کہا اعوذ باللہ منک۔ پھر میں نے تین بار کہا میں اللہ تعالیٰ کی مکمل لعنت تجھ پر ڈالتا ہوں۔ وہ پیچھے نہیں ہٹا بالآخر میں نے اسے پکڑنے کا ارادہ کیا بخدا اگر مجھے سلیمان علیہ السلام کی دعا کا خیال نہ ہوتا تو وہ صبح تک بندھا رہتا اور مدینہ کے بچے اس کے ساتھ کھیلتے۔

جنات کا ثبوت

تمام اہل اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ جنات کا وجود ثابت ہے کیونکہ جنات کا ثبوت انبیاء علیہم السلام سے متواتر منقول ہے تمام سابقہ شرائع اور مذاہب میں جنات کا ذکر موجود ہے اور قرآن اور حدیث میں بکثرت جنات کا ذکر وارد ہے۔ زنادقہ، فلاسفہ، جہمیہ، قدریہ جنات کے منکر رہے ہیں اور اس زمانہ میں بھی بعض ان لوگوں نے جنات کا انکار کیا ہے جو اپنی فہم نارسا و عقل نا تمام سے حقائق کائنات کے ادراک کے دعویدار ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ عام لوگ اپنے حواس سے جنات کا ادراک نہیں کر سکتے لیکن ہر اس چیز کا انکار نہیں کیا جا سکتا جس کو ہم اپنے حواس سے نہ جان سکیں۔ عام محسوسات کے علاوہ ایک عالم غیب ہے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، فرشتے، جنت، دوزخ، عرش، کرسی یہ سب غیب ہیں۔ اسی طرح جنات بھی ہمارے لیے غیب ہیں۔ جس شخص کا غیب سے کوئی رابطہ نہ ہو وہ جنات کا ادراک نہیں کر سکتا، انبیاء علیہم السلام کا کیونکہ غیب سے رابطہ ہوتا ہے اس لیے وہ جنات کو ان کی اصلی شکل میں دیکھتے ہیں اور ان کا کلام سنتے ہیں۔ علامہ عینی اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے اولیاء کرام کے حق میں بھی جنات کا ادراک ثابت کیا ہے۔

جنات کی تخلیق

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: والجان خلقناہ من قبل من نار السموم۔ (الحجر: ۲۷) ”اور ہم نے انسان سے پہلے جنات کو بغیر دھوئیں کی تیز آگ سے پیدا فرمایا۔“ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے دو ہزار سال پہلے جن کو پیدا فرمایا۔ علامہ عینی نے اسحاق بن بشر کی سند

سے روایت کیا ہے "اللہ تعالیٰ نے جنات کو پیدا فرمایا اور انہیں زمین آباد کرنے کا حکم دیا۔ وہ ایک مدت تک زمین پر اللہ کی عبادت کرتے رہے پھر انھوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور خونریزی شروع کردی اور یوسف نامی ایک فرشتہ کو قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی سرکوبی کے لیے فرشتوں کا ایک لشکر بھیجا جو آسمانِ دنیا سے آئے ابلیس بھی انہیں میں تھا۔ یہ لشکر چار ہزار فرشتوں پر مشتمل تھا۔ انھوں نے جنات کو سمندری جزیروں کی طرف دھکیل دیا اور زمین پر ابلیس اور اس کے ساتھ آئے ہوئے فرشتے رہنے لگے۔" [۵]

قرآن کریم کی نصوص صریحہ سے ثابت ہے کہ جنات ناری مخلوق ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ حقیقتاً آگ ہوتے ہیں جیسا کہ انسان خاکی مخلوق ہے اور قرآن کریم کی تصریح کے مطابق مٹی سے پیدا ہوا ہے لیکن وہ حقیقتاً مٹی نہیں ہے۔ جنات بھی انسان کی طرح جسم کثیف کے حامل ہوتے ہیں اور انسانوں کی طرح ان کے بھی افعال اور احوال ہوتے ہیں انہیں بھی گرمی اور سردی لگتی ہے اور ان کے لیے بھی نار جہنم ایسا ہی ہولناک عذاب ہے جیسا انسانوں کے لیے (العیاذ باللہ!)

اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے: سنن نسائی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اس جن کو پکڑ کر گرا دیا اور اس کا گلا گھونٹنے لگا حتیٰ کہ میں نے اس کی زبان کی ٹھنڈک اپنے ہاتھ پر محسوس کی (فتح الباری ج ۱ ص ۵۵۵) اور بعض صحیح روایات میں ہے کہ میں نے اس کے لعاب کی ٹھنڈک اپنے ہاتھ پر محسوس کی (فتح الباری ج ۶ ص ۳۴۵) اس صحیح حدیث سے معلوم ہو گیا کہ جن مجسم آگ نہیں ہوتا اور اس کا حال ہماری ہی طرح ہوتا ہے۔

بعض معتزلہ نے جنات کی تعریف میں کہا وہ اجساد رقیقہ بسیطہ ہیں (فتح الباری ج ۶ ص ۳۴۴)۔ قاضی ابو یعلی حنبلی نے کہا جنات اجسام مرکبہ ہیں وہ رقیق بھی ہو سکتے ہیں اور کثیف بھی (عمدۃ القاری جز ۱۵ ص ۱۸۳) بو علی سینا نے کہا کہ جن ایک جوہر ہوائی ہے جو مختلف اشکال میں متشکل ہو جاتا ہے (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۲۱) امام رازی نے ایک قول یہ ذکر کیا ہے کہ جنات جواہر مجردہ ہیں جو علم، سمع اور بصر کے حامل ہیں اور افعال شاقہ پر قدرت رکھتے ہیں۔ ایک قول یہ ذکر کیا ہے کہ جسم سے الگ ہونے کے بعد جب روح کسی شریر جسم سے متعلق ہو جائے تو وہ جن کہلاتی ہے۔ قاضی بیضاوی نے کہا کہ جن ایک روشن جوہر ہے جو دھواں آمیز آگ سے بنا ہوا ہے۔ (بیضاوی ص ۶۹۲)۔ علامہ آلوسی نے ذکر کیا ہے کہ جنات اجسام ہیں جن میں سے بعض یا سب، اشکال مختلفہ میں متشکل ہو سکتے ہیں۔ ان کی خاصیت یہ ہے کہ وہ مخفی رہتے ہیں اور بسا اوقات اپنی اصلی شکل کے علاوہ کسی اور شکل میں نظر آتے ہیں بلکہ بعض مرتبہ اپنی خلقی صورت میں بھی نظر آ جاتے ہیں (یہ رویت انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے) اور وہ افعال شاقہ پر قدرت رکھتے ہیں علامہ آلوسی نے ایک تعریف یہ بھی کی ہے کہ جنات، اجسام ناریہ لطیفہ ہیں جو حیات اور قدرت کے حامل ہیں (روح المعانی ج ۲۹ ص ۸۲)

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

دوسری قسم وہ جاندار ہیں جن کی عقل، شہوت اور غضب پر وہم اور خیال غالب ہے۔ ان کا جسم ناری اور ہوائی اجزاء کا خلاصہ ہے جس کو قرآن مجید میں کہیں مارج من نار اور کہیں من نار السموم سے تعبیر فرمایا ہے۔ ان کا یہ بدن آدمی کی ہوائی روح کا حکم رکھتا ہے جو دل میں پیدا ہوتی ہے۔ آدمی کی ہوائی روح اور ان کے بدن میں یہ فرق ہے کہ آدمی کی ہوائی روح

---

[۵] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ　　(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۸۳ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

عناصر اربعہ کا خلاصہ ہے جو آدمی کی غذا میں کام آتی ہیں اور ان کا بدن فقط ناری اور ہوائی اجزاء کا خلاصہ ہے ان کے وہم اور خیال کی قوت ان کے اصلی بدنوں کو ہوائی بدن کی مانند متغیر الاشکال اور متبدل الصورت کر دیتی ہے۔ جس طرح آدمی کا ہوائی جسم خوف اور دہشت اور سرور اور خوشی کی حالت میں متغیر ہوتا ہے۔ ان کا ہوائی بدن کبھی اپنے اسی بدن پر اکتفا کرتا ہے اور کبھی تصرف کر کے تنگ جگہ مثلاً انسانی جسم کے مسامات میں در آتا ہے اور ان سے نکل جاتا ہے اور کبھی اجسام کثیفہ میں متشکل ہو جاتا ہے اور اس سے ہولناکیاں صادر ہوتی ہیں لیکن یہ نظر نہیں آتا، جس طرح آگ ہوا اور شعاعوں سے باوجود ان کی لطافت طبع کے بڑے بڑے ہولناک کام ہو جاتے ہیں مثلاً آندھیاں درخت کو جڑ سے اکھاڑ دیتی ہیں۔ یہ کھاتے پیتے ہیں عورتوں سے صحبت کرتے ہیں۔ ہندی میں ان کو دیوتا کہتے ہیں اور جو بڑے کاموں کے ساتھ خاص ہوں ان کو دیونت کہتے ہیں اور فارسی میں بڑوں کو دیو اور اچھوں کو پری کہتے ہیں۔ عربی میں بڑوں کو شیطان اور جن میں جبلی شرارت نہ ہو ان کو جن کہتے ہیں۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شکلوں میں بہت اختلاف ہے یعنی ان کی ایک معین شکل نہیں ہے بعض کے پر ہوتے ہیں وہ تیز ہوا کی طرح ہوا میں اڑتے ہیں، بعض سانپ اور کتے کی شکل بن کر پھرتے ہیں۔ بعض آدمیوں کی صورت میں ہوتے ہیں اور ان کے گھر بار بھی ہوتے ہیں یہ کوچ اور مقام بھی کرتے ہیں لیکن ان کے گھر اور بھیڑ اکثر کی جگہ اکثر ویرانہ جنگل اور پہاڑ ہوتے ہیں۔ ان کی صورتوں کا مختلف ہونا ان کی صورتوں پر رغبت کے اعتبار سے ہے ورنہ ان کی اصل وہی ناری اور ہوائی اجزاء سے ترکیب ہے اور یہ قسم عالم ملائکہ اور عالم حیوانات کے درمیان برزخ ہے۔ [۱]

علامہ ابن اثیر متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں:

لغت میں جن کا معنی ہے "ستر اور خفا" اور جن کو جن اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ عام لوگوں کی نگاہوں سے مخفی اور مستور ہوتا ہے۔ (نہایہ ج ۱ ص ۳۰۷)۔

جن کی حقیقت کیا ہے یہ تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے تاہم قرآن مجید اور احادیث شریفہ سے جو جنات کے افعال احوال اور خواص معلوم ہوتے ہیں ان کے مطابق جنات اجسام کثیفہ ہیں ان کی خاصیت یہ ہے کہ وہ عام لوگوں کی نگاہوں سے مستور اور مخفی ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے (انہ یراکم ھو و قبیلہ من حیث لا ترونھم) (الاعراف: ۲۷) ان میں حرارت اور برودت ہوتی ہے وہ کھاتے پیتے ہیں اور خورد و نوش کے عوارض بھی انھیں لاحق ہوتے ہیں۔ ان میں تناکح، تناسل اور توالد بھی ہے۔ ان کی ایک صنف حیوانات بہائم، چرند و پرند، حشرات الارض اور بالخصوص سانپ اور بچھو وغیرہ کی شکل میں ہوتی ہے اور ایک صنف وہ ہے جو خداداد قوت سے مختلف اشکال میں متشکل ہو جاتی ہے۔ اور افعال شاقہ پر قادر ہوتی ہے جیسے سلیمان علیہ السلام کے جنات کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔ جنات میں مومن بھی ہیں اور کفار بھی، ابرار بھی ہیں اور فجار بھی۔

جنات کی اقسام

ابن حبان اور حاکم نے ابو ثعلبہ خشنی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنات کی تین قسمیں ہیں اول جن کے پر ہیں اور وہ ہوا میں اڑتے ہیں۔ دوم سانپ اور بچھو

---

[۱] شاہ عبد العزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ۔ تفسیر عزیزی (ترجمہ اردو) پ ۲۹ ص ۳۴۲ مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی۔

سوئم جو سفر اور قیام کرتے ہیں [۱]۔

علامہ عینی نے قرآن کریم، احادیث شریفہ اور آثار کا تتبع کر کے کچھ اور اقسام بھی بیان کی ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:

(۱) غول یا عفریت: یہ بہت زبردست، خطرناک اور خبیث جن ہے۔ کسی سے مانوس نہیں ہوتا، جنگلات میں رہتا ہے۔ مختلف شکلیں بدلتا رہتا ہے۔ عموماً ویرانوں میں مسافروں کو دکھائی دیتا ہے اور انہیں راستہ سے بھٹکاتا ہے۔

(۲) سعلاۃ: جنگلوں میں رہتا ہے انسان کے سامنے ناچتا ہے جس طرح بلی چوہے سے کھیلتی ہے اس طرح انسان سے کھیلتا ہے۔

(۳) غدار: مصر اور یمن کے علاقہ میں پایا جاتا ہے اسے دیکھتے ہی انسان بے ہوش ہو جاتا ہے۔

(۴) دلہان: دیران سمندری جزیروں میں رہتا ہے اس کی شکل ایسی ہے جیسے انسان شتر مرغ پر سوار ہو جو انسان جزیروں میں جا گرتے ہیں انہیں کھا لیتا ہے۔

(۵) شق: یہ لمبائی میں نصف انسانوں کے برابر ہے۔ سفر میں ظاہر ہوتا ہے۔

(۶) آدمیوں سے مانوس ہوتا ہے اور انہیں ایذا نہیں پہنچاتا۔

(۷) کنواری لڑکیوں کو اٹھا کر لے جاتا ہے۔

(۸) چھپکلی کی شکل میں ہوتا ہے۔

(۹) گھنگے کی شکل میں ہوتا ہے۔ [۲]

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علامہ عینی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ ان نو اقسام میں ایک قسم وہ شامل کر لی جائے جو سانپ کی شکل میں ہے۔ ایک وہ جو بچھو کی شکل میں ہے۔ ایک وہ جس کے پر ہیں اور ہوا میں اڑتا ہے۔ ایک وہ جو افعال شاقہ پر قدرت رکھتا ہے۔ تو کل (۱۳) اقسام حاصل ہو جائیں گی۔ حقیقت یہ ہے کہ جنات کی اقسام بے شمار ہیں اور ان کا صحیح علم صرف اللہ عزوجل ہی کو ہے۔

جنات کے افعال اور احوال

احادیث میں جنات کے کھانے پینے کا ذکر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے تم میں سے کوئی شخص بائیں ہاتھ سے نہ کھائے نہ پیئے۔ کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔ (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۳۶۳)۔

اور جنات کے تناکح پر قرآن کریم کی یہ آیہ مبارکہ دلیل ہے:

"لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان" (الرحمان: ۵۶)

"ان حوروں کو ان سے پہلے نہ کسی انسان نے چھوا نہ جن نے"۔

اور تناسل اور توالد پر یہ آیہ کریمہ دلیل ہے۔

"افتتخذونہ وذریتہ اولیاء من دونی" (کہف: ۵۰)

"کیا ابلیس کو اور ان کی ذریات کو میرے سوا دوست بناتے ہو"۔

---

[۱] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ فتح الباری ج ۶ ص ۳۴۵، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ۔

[۲] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری جز ۱۵ ص ۱۸۲، ۱۸۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔

کھانے پینے کے بارے میں ہم نے مسلم شریف سے حدیث نقل کی ہے اور کھانے پینے کے عوارض کے ثبوت کا بھی احادیث میں ذکر ہے جس کو ہم نے طوالت کی وجہ سے ذکر نہیں کیا۔

مذکور الصدر قرآن کریم کی آیات سے جنات کا تناکح اور توالد وتناسل بھی ثابت ہو گیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں جنات کے افعال شاقہ اور مافوق الاسباب تصرف کا بھی ذکر ہے۔

جنات پر موت بھی طاری ہوتی ہے اور ان کی تکفین اور تدفین بھی ہوتی ہے۔ علامہ ابن حجر مکی نے ایک طویل روایت ذکر کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے چار سو سال پہلے ایک جن آسمانی خبریں سن کر آپ پر ایمان لے آیا تھا۔ وہ سانپ کی شکل میں تھا دن کو روزہ رکھتا تھا اور رات کو عبادت کرتا تھا اس کے فوت ہونے کے بعد جنات کی ایک قوم نے اس کو کفن پہنایا اور دفن کر دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کی ایک حدیث کی بنا پر تصدیق کی۔ [1]

جنات کا وضو کرنا بھی ثابت ہے کیونکہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ وہ آگ سے بنے ہوتے ہیں لیکن بعینہٖ آگ نہیں ہیں جیسے ہم مٹی سے بنے ہوئے ہیں لیکن بعینہٖ مٹی نہیں ہیں پانی اپنی برودت کی وجہ سے جس طرح آگ کے منافی ہے اسی طرح پانی اپنی رطوبت کی وجہ سے مٹی کے بھی خلاف ہے کیونکہ مٹی یابس (خشک ہوتی ہے) اسلئے جب انسان پانی سے مباشر ہو سکتا ہے تو جنات بھی ہو سکتے ہیں۔ علامہ ابن حجر مکی نے سند حسن کے ساتھ یہ حدیث بیان کی کہ ابلیس کا پوتا ہامہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے ہابیل کے قتل میں شرکت کی تھی کیا میری توبہ ہو سکتی ہے آپ نے چند چیزیں بتا کر فرمایا وضو کرو اور دو رکعات نماز پڑھو اس نے ایسا ہی کیا تو اس کی توبہ نازل ہو گئی۔ [2]

جنات کا مکلف ہونا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (الذاریات: ۵۶) "میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں"۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جنات بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کے مکلف ہیں اور ان میں سے بعض مومن ہیں اور بعض کافر بعض ابرار ہیں اور بعض فجار، اللہ تعالیٰ جنات سے حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

"وانا منا الصالحون ومنا دون ذلک کنا طرائق قددا" (الجن: ۱۱)

"اور ہم میں کچھ نیک ہیں اور کچھ اس کے خلاف ہم کئی گروہوں میں منقسم ہیں"۔

جنات ان تمام احکام کے مکلف ہیں جن کے انسان مکلف ہیں۔ علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں: علامہ تاج الدین سبکی اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں: جنات ہر چیز میں نبی علیہ السلام کی شریعت کے مکلف ہیں۔ ابن مفلح حنبلی فرماتے ہیں جنات تمام احکام کے مکلف ہیں شیخ ابن تیمیہ کا بھی یہی قول ہے۔ اخبار اور آثار میں وارد ہے کہ مومنین جن نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں علوم دینیہ اور روایت حدیث کو انسانوں سے اس طرح حاصل کرتے ہیں کہ انہیں شعور نہیں ہوتا۔ [3] تاہم وہ جنات جو مختلف جانوروں کی شکلوں میں

---

[1] علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ۔ فتاویٰ حدیثیہ ص ۶۰ مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ مصر ۱۳۵۶ھ

[2] ایضاً

[3] علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ۔ فتاویٰ حدیثیہ ص ۶۰، مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ مصر ۱۳۵۶ھ۔

ہوتے ہیں ان کی احکام شرعیہ کے ساتھ تکلیف ان کے حسب حال ہوتی ہے۔

جنات کی جزاء اور سزا تمام علماء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ جنات میں سے کفار کو جہنم میں دائمی عذاب ہوگا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یامعشر الجن قد استکثرتم من الانس وقال اولیاؤھم من الانس ربنا استمتع بعضنا ببعض وبلغنا اجلنا الذی اجلت لنا قال النار مثوٰکم خالدین فیھا الا ماشاء اللہ۔ (انعام: ۱۲۸)

"اے جن کے گروہ! تم نے بہت انسان گمراہ کیے، انسانوں میں سے ان کے دوست عرض کریں گے۔ اے ہمارے رب ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا اور اپنی اس میعاد کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تمہارا ٹھکانا آگ ہے اس میں ہمیشہ رہو مگر جسے خدا چاہے۔"

البتہ جنات کی جزاء میں اختلاف ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ سے مشہور روایت یہ ہے کہ مومنین جن کو ثواب نہیں ہوگا، اور اللہ تعالیٰ مومنین جن کو حساب کتاب کے بعد مٹی بنا دے گا یہی ان کی جزاء ہے اور امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام ابویوسف اور امام محمد کا نظریہ ہے کہ ان کو اجر دیا جائے گا (فتح الباری ج ۶ ص ۳۴۶)۔ امام ابوحنیفہ سے بھی ایک روایت اسی طرح منقول ہے (فتاویٰ حدیثیہ ص ۶۱)۔

جمہور کی ایک دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جن اور انس کا ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے: ولکل درجات مما عملوا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (انعام: ۱۳۲) "ہر ایک کے لیے ان کے کاموں پر درجات ہیں" اسی طرح سورۂ احقاف میں بھی جن اور انس کے ذکر کے بعد فرمایا: ولکل درجات مما عملوا۔ (احقاف: ۱۹) اور قرآن کریم کی وہ آیات جن میں جن اور انس کی تخصیص کے بغیر بالعموم جزاء اور سزا کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔ (الزلزال: ۸-۷) "جو شخص بھی ایک ذرہ کے برابر عمل خیر کرے گا اس کی جزاء پائے گا اور جو شخص بھی ایک ذرہ کے برابر عمل شر کرے گا اس کی سزا پائے گا" (خواہ وہ شخص جن ہو یا انسان)۔

ان دلائل کی روشنی میں صحیح یہ ہے کہ جنات بھی ثواب حاصل کریں گے۔ اس بات میں پھر اختلاف ہے کہ جنات کی جزاء یا ان کے لیے ثواب کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کی جنت میں ہوں گے اور یہ اکثریت کا مذہب ہے دوسرا قول یہ ہے کہ جنت کے گرد و نواح میں ہوں گے یہ امام مالک کا نظریہ ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ وہ اعراف میں ہوں گے چوتھا قول توقف کا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۳۴۶)

جنات میں رسل اس مسئلہ میں بھی علماء اسلام کا اختلاف ہے کہ جنات کے لیے انہی کی جنس سے رسول تھے یا نہیں۔ اکثرین کا نظریہ یہ ہے، جنات کے لیے انسانوں میں سے ہی رسول تھے اور جنات سے کوئی رسول نہیں تھا۔ اور ضحاک وغیرہ کا نظریہ یہ ہے کہ جنات میں رسول انہی کی جنس سے تھے۔ البتہ اس میں سب کا اتفاق ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن وانس سب کے لیے رسول ہیں، اختلاف آپ سے پہلے کے دور میں ہے۔

ضحاک وغیرہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یامعشر الجن والانس الم یاتکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی وینذرونکم لقاء یومکم ھذا۔ (انعام: ۱۳۰)

"اے جن اور انسان کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے جو تم پر میری آیات تلاوت کرتے

تھے اور تم کو اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے۔"

اس آیت سے ظاہر ہوا کہ جنات کے پاس بھی ان ہی میں سے رسول آئے۔ جمہور اس آیت کی تاویل میں کہتے ہیں کہ منکم کا معنی ہے من احدکم یعنی تم دونوں میں ایک ہی سے رسول آئے اور یہ تاویل ضعیف ہے۔

مجوزین کی دوسری دلیل یہ ہے کہ جب کفار نے مطالبہ کیا کہ کوئی فرشتہ رسول بن کر آئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا۔ (انعام: ۹)

"اگر ہم فرشتہ کو رسول بناتے تب بھی اسے مرد ہی بناتے" اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان فرشتہ کی بجائے انسان سے مانوس ہوتا ہے۔ اور انسان پر انسان ہی کے احوال حجت ہو سکتے ہیں اور انسان کے اعمال ہی انسان کے لیے نمونہ بن سکتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ انسانوں کے لیے انسانوں میں سے رسول بھیجے۔ یہی تقریر جنات کے بارے میں بھی کی جا سکتی ہے جس سے ثابت ہوگا کہ جنات کے لیے جنات میں سے ہی رسول ہونا چاہیے۔

مجوزین کی تیسری دلیل یہ ہے: وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر (فاطر: ۲۴)

"ہر گروہ میں ایک نذیر آچکا ہے۔"

چوتھی دلیل یہ ہے کہ مسند بزار میں ہے۔

کان النبی یبعث الی قومہ وبعثت الی الجن والانس۔ — پہلے نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور میں انس اور جن کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔

اور ابن کلبی سے روایت ہے:

کان النبی یبعث الی الانس فقط وبعث محمد الی الانس والجن۔[1] — پہلے نبی صرف انسانوں کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انس اور جن کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں۔

ان احادیث سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جنات میں رسول ہوتے تھے۔ قرآن مجید اور احادیث طیبہ کا ظاہر منطوق یہی ہے لیکن امت کی اکثریت کا نظریہ یہ ہے کہ جنات میں رسول نہیں ہوتے تھے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

انسان پر جن آجانا

جنات کی بحث کو ختم کرتے ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس عنوان پر بھی گفتگو کر لی جائے کہ عوام و خواص میں مشہور ہے کہ بعض انسانوں پر جن آجاتے ہیں جس کی وجہ سے انسان کے حواس اور مشاعر معطل ہو جاتے ہیں اور اس کے اعضاء پر جن کا تسلط اور تصرف ہو جاتا ہے۔ احادیث اور آثار سے یہ تو ثابت ہے کہ شیاطین اور جنات بنی آدم کو ضرر پہنچاتے ہیں لیکن جنات کا بنی آدم کے حواس اور دیگر اعضاء پر استیلاء اور تسلط ثابت نہیں ہے ایذا رسانی پر یہ دلائل ہیں:

ما من مولود یولد الا یمسہ الشیطان فیستھل صارخا من مس الشیطان غیر مریم وابنھا۔[2] — جو بچہ پیدا ہوتا ہے شیطان اس کو مس کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ بچہ بلند آواز سے روتا ہے ماسوا حضرت مریم اور ان کے بیٹے کے۔

---

[1] فتح الباری ج ۶ ص ۳۴۴ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ص ۴۸۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

نیز حدیث شریف میں ہے:

كفوا صبيانكم اول العشاء فانه وقت انتشار الشياطين.

عشاء سے پہلے بچوں کو نہ نکلنے دو کیونکہ وہ شیاطین کی آمد و رفت کا وقت ہوتا ہے۔

اور شیاطین اور اجنہ کے مس کرنے سے بسا اوقات جنون طاری ہو جاتا ہے جس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ "كما يقوم الذى يتخبطه الشيطان من المس (بقرہ: ۲۷۵)" "جیسے وہ شخص کھڑا ہو جو شیطان کے چھونے سے مخبوط الحواس ہو جاتا ہے۔" انسان کے حواس اور مشاعر اور اعضاء اور جوارح پر شیطان اور اجنہ کا تسلط نہ صرف یہ کہ کتاب و سنت سے ثابت نہیں بلکہ انسان کی ذہنی اور جسمانی آزادی اور مکلف ہونے کے خلاف ہے اور بہت سی قباحتوں کا موجب ہے۔ تاہم بہت سے علماء نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

علامہ آلوسی اس مسئلہ پر اظہار خیال فرماتے ہیں:

"بسا اوقات یہ بخارات انسان کے حواس پر غالب ہو کر حواس معطل کر دیتے ہیں اور وہ خبیث روح انسان کے جسم پر تصرف کرتی ہے اور اس کے اعضاء سے کلام کرتی ہے، چیزوں کو پکڑتی ہے اور دوڑتی ہے حالانکہ اس شخص کو بالکل پتا نہیں چلتا اور یہ بات عام مشاہدات سے ہے جس کا انکار کوئی ضدی شخص ہی کر سکتا ہے۔" [1]

اس مسئلہ کی مکمل تفصیل شرح صحیح مسلم جلد سابع میں ملاحظہ فرمائیں۔

جنات کو دیکھنا

باب مذکور کی حدیث میں ہے کہ ایک زبردست جن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کے لیے آگ کے انگارے لایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس کو دھکیلنے پر قادر کر دیا۔ اس میں ایک بحث یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہے: "انه يراكم هو وقبيله من حيث لا ترونهم (اعراف: ۲۷)" "شیطان اور اس کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے۔" پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کیسے دیکھ لیا۔ اس سوال کا ایک جواب یہ ہے کہ شیطان اور اجنہ کو ان کی اصل صورت میں دیکھنا عام یا اکثر لوگوں کے حق میں منتفی ہے یا عادۃً دیکھنے کی نفی ہے۔ بطور خلاف عادت دیکھنے کی نفی نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم نے مطلقاً جنات کو دیکھنے کی نفی نہیں کی بلکہ اس حال میں دیکھنے کی نفی کی ہے جب وہ بھی ہمیں دیکھ رہا ہو۔ یہ دونوں جواب علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں ذکر کیے ہیں۔

ایک اشکال کا جواب

دوسری بحث یہ ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان آپ کے نزدیک آ سکتا ہے آپ پر حملہ کرنے کی جرأت کر سکتا ہے جبکہ آپ کے امتی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر وہ راستہ بدل دیتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا ابن الخطاب والذى نفسى بيده ما لقيك

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن خطاب! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔

---

[1] علامہ محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ۔ روح المعانی ج ۳ ص ۴۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

الشیطان سالکا فجاً قط الا سلک فجاً غیر فجک۔[1] شیطان جب بھی تم سے کسی راستہ میں ملتا ہے راستہ بدل لیتا ہے۔

علامہ وشتانی متوفی ۸۲۸ھ نے اس کے دو جواب دیے ہیں ایک یہ کہ شیطان حضرت عمر کو دیکھ کر راستہ بدل دیتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دین میں ان کی صلابت اور شدت کو دیکھ کر شیطان انہیں وسوسہ اندازی کرنے سے بھر جاتا ہے اور پلٹ جاتا ہے۔ دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ جو شیطان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر راستہ بدل دیتا ہے وہ عام شیاطین میں سے ہے اور یہ خاص شیطان عفریت من الجن تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا سے معارضہ

حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا مانگی تھی: رب اغفر لی وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی۔ (ص: ۳۵)

"اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر جو میرے بعد کسی اور کو سزاوار نہ ہو"

قرآن کریم نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جنات اور ہوا پر قدرت عطا فرمائی تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس دعا سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کے علاوہ کسی اور شخص کا جنات اور ہواؤں پر قادر ہونا ان کی دعا کی استجابت کے خلاف ہے اس بناء پر یہ سوال متوجہ ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس عفریت کو دھکیلنا یا گرا دینا ان کی دعا کی قبولیت کے خلاف ہے لیکن حقیقتہً ایسا نہیں ہے امام رازی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فقولہ لا ینبغی لاحد من بعدی یعنی لا یقدر احد علی معارضتہ۔[2] ان کی اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اور شخص اس معجزہ میں ان کا مقابل نہ ہو سکے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دعا کا تعلق ان کے زمانہ نبوت کے ساتھ تھا یعنی ان کے زمانہ نبوت میں کوئی شخص جنات اور ہواؤں پر قدرت ظاہر کر کے ان کے مزاحم نہیں ہو سکتا تھا۔ محققین کی رائے یہ ہے کہ نبی علیہ السلام تمام انبیاء کرام کے معجزات اور کمالات کے حامل ہیں اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جنات پر قدرت اور سلطنت حاصل ہے رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کو یاد کر کے اس عفریت من الجن کو ستون سے باندھنے کے ارادہ کو ترک فرما دینا تو وہ علامہ وشتانی کی تصریح کے مطابق تواضع اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی رعایت کرنے پر محمول ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ جب آپ نے اس کو مسجد کے ستون سے باندھنے کا ارادہ فرمایا تھا تو آپ ایسا کر بھی سکتے تھے۔

لعنت کی تحقیق

اس حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عفریت من الجن سے تین بار فرمایا "میں تجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ڈالتا ہوں۔

لعنت کا معنی ہے "عذاب" منجد میں ہے اللعن العذاب[3]۔ اور عذاب دائمی بھی ہوتا ہے اور

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔
[2] امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶۔ تفسیر کبیر ج ۷ ص ۱۹۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ۔
[3] لوئیس معلوف الیسوعی المنجد ص ۷۲۵ مطبوعہ دار الاشاعت ۱۹۷۵ء۔

عارضی بھی، دائمی عذاب کفار کے ساتھ خاص ہے اور عارضی عذاب مومنین فساق کے ساتھ قرآن کریم اور احادیث شریفہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ لعنت اوصاف کے لحاظ سے بھی ہوتی ہے اور اشخاص کے اعتبار سے بھی خواہ ملعون مومن ہوں یا کافر لعنت کی حسب ذیل اقسام ہیں:

(۱) اوصاف پر لعنت کفر کے اعتبار سے: فلعنة الله على الكافرين (البقرہ: ۸۹) "کافروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو"

(۲) اوصاف پر لعنت گناہ کبیرہ کے اعتبار سے: لعنة الله على الكاذبين (آل عمران: ۶۱) "جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو"

(۳) اوصاف پر لعنت گناہ صغیرہ کے اعتبار سے حدیث شریف میں ہے:

لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال

اللہ تعالیٰ ان مردوں پر لعنت فرماتا ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت فرماتا ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

ان صورتوں میں اوصاف کے اعتبار سے لعنت کرنا جائز ہے۔ پہلی صورت میں لعنت عذاب دائمی کے معنی میں ہے۔ اور دوسری اور تیسری صورت میں عارضی عذاب کے معنی میں ہے۔

علی الیقین دائمی عذاب کے معنی میں لعنت کرنا ان اشخاص کے لیے جائز ہے جن کی موت علی الکفر حتمی طور پر معلوم ہو جیسے ابوجہل اور ابولہب پر لعنت کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللهم العن لحيان ورعلا وذكوان وعصية (مسلم ج ۱ ص ۲۳۷) اور جس شخص کی موت علی الکفر معلوم نہ ہو اس پر یہ لعنت جائز نہیں بلکہ خطرہ ہے کہ لعنت کرنے والے کی طرف وہ لعنت لوٹ آئے۔

لعنت کی یہ وہ اقسام ہیں جن کا عام طور پر علماء نے ذکر کیا ہے قرآن کریم کے مطالعہ سے لعنت کی ایک اور قسم ثابت ہوتی ہے۔ وہ ہے مسلمان پر علی التعیین عارضی عذاب کے معنی میں لعنت کرنا جیسا کہ لعان میں ہوتا ہے۔ ایک فریق چار بار اپنی صداقت پر قسم کھاتا ہے اور پانچویں بار لعنت کرتا ہے اور کہتا ہے اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ قرآن مجید میں ہے:

والخامسة ان لعنة الله عليه ان كان من الكاذبين. (النور: ۷)

اور پانچویں بار کہے اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو

یہ لعنت وصف پر نہیں شخص پر ہے اور عذاب دائمی کے معنی میں بہر حال نہیں ہے۔

لعن یزید یزید پر لعنت (بمعنی دائمی عذاب) کرنے میں علماء کا اختلاف ہے بعض جائز قرار دیتے ہیں اور اکثر منع کرتے ہیں ہماری تحقیق یہ ہے کہ یزید اصل میں مسلمان تھا اور بعد میں کسی یقینی اور قطعی دلیل سے اس کا کفر ثابت نہیں ہوا اس لیے اس پر لعنت کرنا خلاف تحقیق ہے۔ صحابہ کرام نے امت کے وسیع مفاد کے پیش نظر اس کی بیعت کی تھی حضرت حسین اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم کا اس مسئلہ میں جمہور صحابہ سے اجتہادی اختلاف تھا۔ اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ یزید نے اپنے دور حکومت میں تین ایسے کام کیے ہیں جن سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔ ایک یہ

کہ اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے قاتلین کو کوئی سزا نہیں دی۔ دوسرا یہ کہ مدینہ منورہ پر غلبہ کے بعد اس نے اپنی فوجوں پر تین دن کے لیے اہل مدینہ کے جان و مال کو مباح کر دیا اور تیسرا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کے لیے (جو کہ مکہ معظمہ میں محصور تھے) اس نے حرم کعبہ کی حرمتوں کو پامال کیا حتیٰ کہ خانہ کعبہ کے پردوں میں آگ لگ گئی۔ اگر یہ شخص کافر نہیں تھا تو اس کے بدترین فاسق اور ظالم ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے۔ یہ ایک اجمالی کلمہ ہے۔ کتاب الحج میں ان شاء اللہ ہم اس کی تفصیل ذکر کریں گے۔

ترجمۃ الباب سے مناسبت امام مسلم نے اس باب کا جو عنوان قائم کیا ہے اس سے حسب ذیل فوائد ظاہر ہوتے ہیں۔

(۱) نماز میں عمل قلیل کا جواز کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کو اپنے ہاتھ سے دور کیا۔
(۲) نماز میں شیطان پر لعنت بھیجنے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے شر سے پناہ مانگنے کا جواز۔
(۳) جنات کا وجود اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں دیکھنا۔
(۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عفریت من الجن پر غالب آنا۔

بَابُ ۱۹۵ جَوَازِ حَمْلِ الصِّبْيَانِ فِي الصَّلٰوةِ وَاَنَّ ثِيَابَهُمْ مَحْمُوْلَةٌ عَلَى الطَّهَارَةِ حَتّٰى يَتَحَقَّقَ نَجَاسَتُهَا وَاَنَّ الْفِعْلَ الْقَلِيْلَ لَا يُبْطِلُ الصَّلٰوةَ وَكَذَا اِذَا فُرِّقَ الْاَفْعَالُ

حالت نماز میں بچوں کے اٹھانے کا جواز جب تک نجاست متحقق نہ ہو کپڑوں کا پاک ہونا اور عمل قلیل سے نماز کا باطل نہ ہونا

۱۱۱۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَا نَا مَالِكٌ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قُلْتُ لِمَالِكٍ حَدَّثَكَ عَامِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمِ الزُّرَقِيِّ عَنْ اَبِي قَتَادَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ وَهُوَ حَامِلٌ اُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيْعِ فَاِذَا قَامَ حَمَلَهَا وَاِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا قَالَ يَحْيٰى قَالَ مَالِكٌ نَعَمْ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور آپ نماز میں اپنی نواسی امامہ کو اٹھائے ہوئے تھے (یہ آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھیں جو ابو العاص کے نکاح سے پیدا ہوئی تھیں) حالت قیام میں آپ امامہ کو اٹھا لیتے اور جب آپ سجدہ کرتے تو انہیں زمین پر بٹھا دیتے۔

۱۱۱۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِي سُلَيْمَانَ وَابْنِ عَجْلَانَ سَمِعَا عَامِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ عَنْ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے ہیں اور امامۃ بنت ابی العاص (جو کہ حضرت زینب بنت رسول

عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّ النَّاسَ وَأُمَامَةُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ وَهِيَ بِنْتُ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَاتِقِهِ فَإِذَا رَكَعَ وَضَعَهَا وَإِذَا رَفَعَ مِنَ السُّجُودِ أَعَادَهَا.

اللہ کی صاحبزادی تھیں) آپ کے کندھے پر تھیں جب آپ رکوع میں جاتے تو آپ انھیں اتار دیتے اور جب سجدے سے اٹھتے تو پھر اٹھا لیتے۔

۱۱۱۶۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ بُكَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيَّ يَقُولُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي لِلنَّاسِ وَأُمَامَةُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ عَلَى عُنُقِهِ فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا.

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے ہیں اور امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا آپ کی گردن پر ہیں، جب آپ سجدہ کرتے تو ان کو بٹھا دیتے۔

۱۱۱۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ قَالَ عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ جَمِيعًا عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ سَمِعَ أَبَا قَتَادَةَ يَقُولُ بَيْنَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ جُلُوسٌ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ أَنَّهُ أَمَّ النَّاسَ فِي تِلْكَ الصَّلَاةِ.

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ... امام مسلم فرماتے ہیں اس کے بعد حدیث مثل سابق ہے۔ البتہ اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نے اس میں لوگوں کی امامت کرائی۔

حضرت ابو قتادہ ان کے نام میں کافی اختلاف ہے لیکن مشہور حارث ہے۔ اس حدیث کے راوی حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں۔ غزوہ بدر میں ان کی شرکت کے بارے میں اختلاف ہے لیکن علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے سند کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابو قتادہ شب بدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی "اے اللہ! ابو قتادہ کی اس طرح حفاظت کر جس طرح اس نے اس رات تیرے نبی کی حفاظت کی ہے۔"

غزوۂ احد اور اس کے بعد کے مشاہد میں ان کی شرکت پر اتفاق ہے۔ انھیں فارس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا شہسوار کہا جاتا تھا۔ مسلم میں یہ حدیث بھی ہے ہمارے بہترین شہسوار ابو قتادہ ہیں اور بہترین تیر انداز سلمہ بن اکوع ہیں۔ علامہ واقدی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہارے چہرے پر کیا ہوا ہے عرض کیا تیر لگا تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ اپنا لعاب دہن لگا دیا۔ حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں پھر وہاں زخم کا نشان بھی نہیں رہا۔" حافظ ابن عبد البر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے۔ ستر سال کی عمر گزار کر چالیس ہجری میں وفات پائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور علامہ ابن حجر نے ذکر کیا ہے۔ ۵۰ اور ۶۰ ہجری کے درمیان وفات ہوئی۔ لے

حضرت زینب بنت رسول اللہ

حضرت زینب رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ بعثت سے دس سال پہلے پیدا ہوئیں۔ رسالت مآب نے آپ کا نکاح آپ کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع سے کر دیا وہ اسلام نہیں لائے تھے (اس وقت تک مشرکوں سے نکاح کی ممانعت وارد نہیں ہوئی تھی اور ان سے نکاح وغیرہ کے معاملات ہوتے رہتے تھے) غزوۂ بدر میں ابوالعاص قید ہو گئے اور حضرت زینب نے ان کی رہائی کے لیے جو فدیہ بھیجا اس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہ نے انہیں دیا تھا۔ اس ہار کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بھر آیا اور مسلمانوں نے وہ ہار واپس بھجوا دیا اور ابوالعاص کو رہا کر دیا۔ غزوہ بدر کے بعد حضور نے ابوالعاص سے فرمایا کہ وہ حضرت زینب سے علیحدہ ہو جائیں۔ محرم سات ہجری میں ابوالعاص مسلمان ہو گئے رضی اللہ عنہ وارضاہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح سابق سے حضرت زینب انہیں لوٹا دیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آٹھ ہجری کے اوائل میں وصال فرما گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تجہیز و تکفین کا اہتمام فرمایا۔ بخاری اور مسلم میں اس کا ذکر ہے۔

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے دو بچے ہوئے صاحبزادہ کا نام علی تھا وہ بلوغت کی عمر کو پہنچے کے بعد اپنے والد کی حیات ہی میں وصال فرما گئے ۲ے اور صاحبزادی حضرت امامہ بنت العاص رضی اللہ عنہا نے کافی عمر پائی سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد حضرت زبیر بن عوام نے حضرت امامہ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ حضرت علی کی شہادت کے بعد حضرت علی کے حکم سے حضرت مغیرہ بن نوفل نے حضرت امامہ سے نکاح کر لیا اور انہیں کے نکاح میں حضرت امامہ کا وصال ہو گیا۔ حضرت امامہ کی نہ حضرت علی سے اولاد ہوئی نہ حضرت مغیرہ بن نوفل سے اور اس طرح آج آل زینب میں سے کوئی باقی نہیں ہے۔ سے

رسالت مآب کی صاحبزادیاں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہوئیں۔ حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین وارضاہن۔ حضرت زینب کا مفصل ذکر آ چکا ہے۔ حضرت رقیہ بعثت سے سات سال پہلے پیدا ہوئیں ۴ے بعثت سے پہلے عتبہ بن ابی لہب سے آپ کا نکاح ہو چکا تھا رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے بعد ابولہب نے اپنے بیٹے کو حضرت رقیہ کو طلاق دینے پر مجبور کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر حضرت عثمان سے حضرت رقیہ کا نکاح کر دیا۔ حضرت عثمان نے حضرت رقیہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی وہاں آپ سے پہلے ایک نا تمام بچہ ہوا اس کے بعد ایک صاحبزادہ ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ دنیا کو چھ برس

لے حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ الاصابہ ج ۴ ص ۱۵۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

۲ے حافظ ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ۔ الاستیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۴ ص ۱۲۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

۳ے ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ الاصابہ ج ۴ ص ۲۱۲۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ۔

۴ے الاصابہ ج ۴ ص ۲۲۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ۔

شرف بخشنے کے بعد راہئ فردوس ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت رقیہ کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ غزوۂ بدر کے ایام میں حضرت رقیہ کچھ عرصہ علیل رہ کر جنت نشین ہو گئیں۔[له] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی حضرت امِّ کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں۔ ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے آپ کا نکاح بعثت سے پہلے ہو چکا تھا۔ رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ اعلانِ نبوت کے بعد عتیبہ نے ابولہب کے اصرار سے آپ کو طلاق دیدی اور حضرت رقیہ کے وصال کے بعد تین ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے آپ کا نکاح کر دیا آپ چھ سال حضرت عثمان کے عقد میں رہیں اور کوئی اولاد نہیں ہوئی ۹ ہجری کو آپ کا وصال ہو گیا۔ اسماء بنت عمیس اور صفیہ بنت عبد المطلب نے آپ کو غسل دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی حضرت علی، فضل بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے آپ کو لحد میں اتارا ——— رضی اللہ عنہا وارضاہ[ٹه]

اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ آپ کی تینوں بڑی صاحبزادیوں کی اولاد کا سلسلہ قائم اور جاری نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ کی مشیئت یونہی تھی اگر آپ کی ان تین صاحبزادیوں کا سلسلہ بھی جاری ہوتا تو وہ بھی اشراف اور سادات کے القاب سے نوازے جاتے مگر آلِ رسول کے سلسلہ کا فروغ نسبِ فاطمی سے مقدر تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی صاحبزادی سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ آپ بعثت کے ایک سال بعد پیدا ہوئیں۔ علامہ ابن حجر مکی نے الصواعق المحرقہ میں اور علامہ عبد الوہاب شعرانی نے کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حیض اور نفاس سے پاک رکھا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں سب سے افضل چار عورتیں ہیں خدیجہ، فاطمہ، مریم اور آسیہ بخاری شریف میں ہے سرکار رسالت مآب نے فرمایا جس نے فاطمہ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب صرف اولاد فاطمہ سے قائم ہے کیونکہ آپ کی باقی اولاد یا زندہ نہیں رہی جیسے صاحبزادگان یا ان سے اولاد نہیں ہوئی جیسے تین بڑی صاحبزادیاں پندرہ سال کی عمر میں آپ کا نکاح حضرت علی سے غزوہ احد کے بعد ہوا آپ سے حضرت حسن، حضرت حسین اور ام کلثوم یادگار ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد آپ نے جنت کو مشرف فرمایا[ٹه]

شیعہ حضرات، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوا باقی تین صاحبزادیوں کو نہیں مانتے۔ شرح صحیح مسلم کی جلد اوّل باب فضائل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سوانح کے تحت ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کے ثبوت میں اہل تشیع کی مستند کتب اصول کافی، منتہی الآمال اور حیات القلوب کی عبارات ذکر کی ہیں۔ ایران سے تاریخ یعقوبی کا فارسی ترجمہ شائع ہوا ہے اس میں بھی چار صاحبزادیوں کا ذکر ہے، لکھتے ہیں:

وازفرزندانِ آں بزرگوار از خدیجہ قاسم ورقیہ وزینب وام کلثوم پیش از بعثت و

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت خدیجہ سے قاسم، رقیہ، زینب اور ام کلثوم بعثت سے پہلے

له حافظ ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ ـ استیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۴ ص ۲۹۹ ـ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

ٹه حافظ ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ ـ استیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۴ ص ۲۸۷ ـ 〃 〃

ایضاً 〃 〃 ج ۴ ص ۳۷۴ 〃 〃

ٹه حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ الاصابہ ج ۴ ص ۳۷۷ 〃 〃

عبداللہ کہ لقب طیب وطاہر است ہمو است چہ در اسلام ولادت یافتہ است وفاطمہ پس از بعثت متولد شدند۔[۱]

پیدا ہوئے اور عبداللہ جن کا نام طیب اور طاہر ہے اسلام میں پیدا ہوئے اور (حضرت) فاطمہ بعثت کے بعد پیدا ہوئیں۔

نماز میں بچہ کو گود میں لینے کے بارے میں مذاہب اربعہ

امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک نماز کی حالت میں بچہ کو گود میں اٹھانا جائز ہے جبکہ اس کے لیے عمل کثیر نہ کرنا پڑے (عمل کثیر وہ کام ہے جو دو ہاتھوں سے کرنا پڑے یا نماز کے ایک رکن میں ایک ہاتھ سے تین مرتبہ حرکت ہو) اور امام مالک کے نزدیک نوافل میں بچہ کو اٹھا لینا جائز ہے فرائض میں نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل فرض نماز میں تھا کیونکہ ابو داؤد میں ہے کہ یہ نماز ظہر یا عصر کی تھی اس لیے مالکیہ کہتے ہیں کہ یا تو یہ عمل "ان فی الصلوٰۃ شغلا" سے منسوخ ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت پر محمول ہے۔ لیکن چونکہ اس عمل میں عمل کثیر نہیں ہے اس لیے اس تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔[۲]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں پر شفقت کرتے تھے اور امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا سے آپ کو بہت محبت تھی۔ اس حدیث سے یہ مطلب نہیں نکالنا چاہیے کہ چھوٹے بچوں کو مسجد میں بالعموم لے جانا چاہیے اور بچوں کو گود میں اٹھا کر نماز پڑھنا چاہیے بلکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی مجبوری کی وجہ سے بچوں کو مسجد میں لے جانا پڑے یا چھوٹے بچے کے رونے یا گھبرانے کا خدشہ ہو تو اس کی ماں اسے گود میں اٹھا کر نماز پڑھ سکتی ہے۔ کیونکہ نبی علیہ السلام سے یہ فعل پوری زندگی میں ایک مرتبہ منقول ہے اس لیے یہ فعل بالعموم سنت نہیں ہے جن حالات میں نبی علیہ السلام سے یہ فعل منقول ہے انہیں حالات کی روشنی میں یہ فعل سنت ہے۔

۱۹۶ بَابُ جَوَازِ الْخُطْوَةِ وَالْخُطْوَتَيْنِ فِي الصَّلٰوةِ وَاَنَّهٗ لَا كَرَاهَةَ فِي ذٰلِكَ اِذَا كَانَ لِحَاجَةٍ وَجَوَازِ صَلٰوةِ الْاِمَامِ عَلٰى مَوْضِعٍ اَرْفَعَ مِنَ الْمَاْمُوْمِيْنَ لِلْحَاجَةِ كَتَعْلِيْمِ الصَّلٰوةِ اَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ

نماز میں ضرورت کی بناء پر ایک دو قدم چلنا اور امام کا مقتدیوں سے بلند جگہ پر ہونا

۱۱۱۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ يَحْيٰى اَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ نَفَرًا جَاؤُا اِلٰى سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ

ابو حازم بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے درآں حالیکہ وہ لوگ اس بات میں بحث کر رہے تھے کہ منبر نبوی کس لکڑی کا بنا ہوا تھا حضرت سہل

---

[۱] احمد بن ابی یعقوب متوفی ۲۸۴ھ۔ تاریخ یعقوبی ج ۱ ص ۳۷۵۔ مطبوعہ مرکز انتشارات علمی ایران طبع سوم ۱۳۶۲ھ

[۲] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۳۔ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

قد تماروا في المنبر من أي عود هو فقال أما والله إني لأعرف من أي عود هو ومن عمله ورأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم أول يوم جلس عليه قال فقلت له يا أبا العباس فحدثنا قال أرسل رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى امرأة قال أبو حازم إنه ليسميها يومئذ انظري غلامك النجار يعمل لي أعوادا أكلم الناس عليها فعمل هذه الثلاث درجات ثم أمر بها رسول الله صلى الله عليه وسلم فوضعت هذا الموضع فهي من طرفاء الغابة ولقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم قام عليه فكبر وكبر الناس وراءه وهو على المنبر ثم رفع فنزل القهقرى حتى سجد في أصل المنبر ثم عاد حتى فرغ من آخر صلاته ثم أقبل على الناس فقال يا أيها الناس إني إنما صنعت هذا لتأتموا بي ولتعلموا صلاتي۔

نے کہا خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ وہ منبر کس لکڑی کا تھا اور اسے کس نے بنایا تھا اور مجھے وہ وقت یاد ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس منبر پر پہلی بار رونق افروز ہوئے تھے۔ ابوحازم کہتے ہیں میں نے کہا اے ابوالعباس آپ یہ واقعہ بیان کیجئے۔ انھوں نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کے پاس قاصد بھیجا (ابوحازم کہتے ہیں کہ سہل نے اس عورت کا نام بھی بتلایا تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے لڑکے سے کہو کہ وہ میرے لیے لکڑی کا ایک منبر بنا دے جس پر بیٹھ کر میں لوگوں سے خطاب کروں۔ اس لڑکے نے تین سیڑھیوں کا جھاؤ کی لکڑی سے ایک منبر بنا دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے وہ منبر اس جگہ رکھ دیا گیا، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کھڑے ہو کر تکبیر کہی اور لوگوں نے بھی آپ کی اقتداء میں تکبیر کہی درآں حالیکہ آپ منبر پر تھے پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا اُلٹے پاؤں نیچے اتر کر منبر کی جڑ میں سجدہ کیا پھر منبر پر کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ نماز پوری کر لی اس کے بعد لوگوں سے متوجہ ہو کر فرمایا: اے لوگو! میں نے یہ کام اس لیے کیا ہے تاکہ تم میری اقتداء کرو اور میری نماز کو جان لو!

۱۱۱۶۔ وحدثنا قتيبة بن سعيد قال نا يعقوب بن عبد الرحمن بن محمد بن عبد الله بن عبد القاري القرشي قال حدثني أبو حازم أن رجالا أتوا سهل بن سعد الساعدي ح وحدثنا أبو بكر بن أبي شيبة وزهير بن حرب وابن أبي عمر قالوا نا سفيان بن عيينة عن أبي حازم قال أتوا سهل بن سعد فسألوه من أي شيء منبر النبي صلى الله عليه وسلم وساقوا الحديث بنحو حديث ابن أبي حازم۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح بیان کی ہے۔

شرح حدیث

کسی مسئلہ میں حقیقت کا سراغ لگانے کے لیے بحث کرنا اور جو شخص اس مسئلہ کا عالم ہو اس کی طرف رجوع کرنا اور اپنے تمام افعال اور اعمال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے تابع کرنا یہ تمام امور اس حدیث سے ثابت ہیں۔ نماز میں فعل کثیر اگر متفرق طور پر ہو تو جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں منبر سے اترنا اور چڑھنا فعل کثیر ہے لیکن یہ متفرق طور پر تھا فی نفسہ اترنا یا چڑھنا عمل قلیل ہے۔ نماز میں امام اونچی جگہ پر ہو اور مقتدی نیچی جگہ پر تو نماز صحیح ہے جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہے اگر اس کے برعکس ہو یعنی امام نچلی منزل پر ہو اور مقتدی بالائی منزل پر ہوں تو یہ بھی صحیح ہے۔ اس حدیث میں منبر بنانے کا بھی ثبوت ہے اور مستحب یہ ہے کہ منبر محراب کی دائیں جانب ہو۔ اگر منبر نہ ہو تو کوئی اور اونچی چیز رکھ لی جائے یا ستون رکھ لیا جائے جیسا کہ منبر بننے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ستون سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔

استن حنانہ

منبر بنانے کی تاریخ میں علامہ عینی نے سات آٹھ اور نو ہجری کے تین اقوال ذکر کیے ہیں [1]۔ منبر بنائے جانے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ستون سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے:

عن جابر بن عبد اللہ قال کان جذع یقوم علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما وضع لہ منبر سمعنا للجذع مثل اصوات العشار حتی نزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوضع یدہ علیہ [2] وفی روایۃ فصاحت النخلۃ التی کان یخطب عندھا حتی کادت ان تنشق فنزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی اخذھا فضمھا الیہ فجعلت تئن انین الصبی الذی یسکت حتی استقرت [3]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ پہلے کھجور کا ایک ستون تھا جس کے سہارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منبر بنا دیا گیا تو اس ستون سے اس طرح رونے اور چلانے کی آواز آئی جیسے اونٹنی (اپنے بچے کے فراق میں: شرح از عینی) روتی اور چلاتی ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ستون پر اپنا ہاتھ رکھا۔ ایک روایت ہے کہ کھجور کا وہ تنا جس کے پاس آپ خطبہ دیا کرتے تھے یوں رویا جیسے پھٹ پڑے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر سے اترے، اس تنے کو پکڑ کر اپنے سینہ مبارک سے چپٹایا تو وہ اس طرح سسکیاں لینے لگا جیسے بچہ سسکیاں لیتا ہے حتیٰ کہ خاموش ہو گیا۔

صحیح بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ کھجور کا تنا بھی آپ کو پہچانتا تھا آپ سے محبت کرتا تھا، آپ کے فراق میں دھاڑیں مار مار کر روتا تھا اور یہ تمام امور بغیر حیات کے متصور نہیں ہو سکتے۔ لگتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری جز ۶ ص ۲۱۵ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۵، ۲۸۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ۔

اور لمس سے اس تنے میں اللہ تعالیٰ نے حیات پیدا فرما دی ۔ اور رنگ، شعور اور آپ کی محبت اور آپ کے فراق میں گریہ پیدا کر دیا۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے مردہ انسانوں میں جان ڈالدی جن میں پہلے عادۃً اور عرفاً حیات ہوتی تھی تو اس سے زیادہ حیرت اور کمال کی بات یہ ہے کہ آپ کے قرب اور لمس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کھجور کے تنے میں جان ڈال دی جس میں عادۃً اور عرفاً حیات نہیں ہوتی جن کے اعجاز آفریں لمس سے بے جان میں حیات آجائے خود ان کی حیات کی عظمتوں کا کیا کہنا کھجور کا تنا آپ کے فراق اور محبت میں روتا ہے۔ اگر آپ کا کلمہ پڑھنے والا انسان آپ کی محبت اور فراق میں نہ روئے تو وہ بے جان کھجور سے بھی گیا گزرا ہے ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابر کرم موج میں آتا ہے تو کھجور کے تنے پر بھی باران رحمت ہو جاتی ہے۔ دست شفقت سے نوازتے ہیں۔ سینہ سے لگا کر تسلیاں دیتے ہیں۔ کیا عجب ہے کہ جو غلام آپ کی فرقت میں شب و روز روتے ہیں آپ کے فراق میں آنسو بہاتے ہیں ان پر بھی نظر کرم فرمائیں کسی بے قرار دل کے سینہ پر ہاتھ رکھیں اور اس کے مقدر کو رشک جبرائیل بنا دیں!

بَابُ ۱۹۷ كَرَاهَةِ الْاِخْتِصَارِ فِي الصَّلٰوةِ — نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت

۱۱۲۰ - حَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى الْقَنْطَرِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو خَالِدٍ وَأَبُو أُسَامَةَ جَمِيعًا عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى أَنْ يُّصَلِّيَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا وَفِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوکھ پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

اختصار کے معانی۔

امام ترمذی اور امام ابو داؤد نے ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ خصر فی الصلوٰۃ کا مطلب ہے نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا، علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ مشہور تفسیر یہی ہے علامہ ہروی نے اس کی ایک تفسیر یہ کی ہے کہ آخر سورت سے ایک یا دو آیتوں کی مختصر تلاوت کرنا دوسری یہ کہ جلدی جلدی قراءت کرنا، امام غزالی نے فرمایا کہ اختصار فی الصلوٰۃ یہ ہے کہ تلاوت کے درمیان سے آیت سجدہ کو چھوڑ کر پڑھنا، علامہ خطابی نے بیان کیا کہ اختصار کا معنی ہے ہاتھ میں عصا لیکر نماز پڑھنا، پہلے معنی کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابو داؤد اور نسائی میں سعید بن زیاد سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی اور نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھا۔ حضرت عبد اللہ نے نماز کے بعد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل سے منع کیا ہے۔

اختصار سے ممانعت کی حکمتیں

اختصار کے معانی کی طرح اس سے ممانعت کی حکمت میں بھی اختلاف ہے امام ابن ابی شیبہ نے حمید بن ہلال سے موقوفاً روایت کیا ہے کہ ابلیس کو جب زمین پر اتارا گیا تو اس نے کوکھ پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ امام بخاری نے بنی اسرائیل کے ذکر میں حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ چونکہ بنی اسرائیل بکثرت اختصار کرتے تھے (یعنی کوکھ پر ہاتھ رکھتے تھے) تو آپ نے ان سے مشابہت کی وجہ سے اس فعل سے منع فرما دیا۔

(ابن ابی شیبہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ بنی اسرائیل نماز میں ایسا کرتے تھے) ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں ہے کہ تشبهوا بالیهود — یہود سے مشابہت نہ اختیار کرو۔ امام ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے ایک روایت بیان کی ہے، "کوکھ پر ہاتھ رکھنا جہنمیوں کا آرام ہے"۔ بنابریں اہل نار سے مشابہت کی وجہ سے نماز میں اس فعل سے منع کر دیا۔ سعید بن منصور نے سند حسن سے بیان کیا ہے کہ یہ رجز کرنے کا طریقہ ہے (رجز کا مطلب ہے رزمیہ اشعار جو جنگ میں پڑھتے ہیں) علامہ مہلب نے بیان کیا کہ یہ متکبرین کا طریقہ ہے۔ علامہ خطابی نے بیان کیا ہے کہ یہ اہل مصائب کا فعل ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے ان حکمتوں میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ حکمت کو ترجیح دی ہے یعنی یہودیوں سے مشابہت کی وجہ سے اس فعل سے منع کیا گیا۔[1]

(ائمہ اربعہ کے نزدیک یہ فعل مکروہ ہے۔[2])

بَابُ کَرَاهَةِ مَسْحِ الْحَصٰی وَتَسْوِیَةِ التُّرَابِ فِی الصَّلٰوةِ [۱۹۸]

نماز میں کنکریاں ہٹانے اور مٹی صاف کرنے کی کراہت

۱۱۲۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ نَا وَکِیْعٌ قَالَ نَا هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِیُّ عَنْ یَحْیَی بْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ مُعَیْقِیْبٍ قَالَ ذَکَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْحَ فِی الْمَسْجِدِ یَعْنِی الْحَصٰی قَالَ اِنْ کُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَوَاحِدَةٌ۔

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سجدہ گاہ سے کنکریاں ہٹانے کے بارے میں فرمایا: اگر تمہیں ایسا کرنا ہی پڑے تو ایک بار کرو۔"

۱۱۲۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ اَبِیْ کَثِیْرٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ مُعَیْقِیْبٍ اَنَّهُمْ سَاَلُوا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَسْحِ فِی الصَّلٰوةِ فَقَالَ وَاحِدَةٌ۔

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں کنکریوں کے بارے میں پوچھا فرمایا ایک بار۔

۱۱۲۳ - وَحَدَّثَنِیْهِ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِیْرِیُّ قَالَ نَا خَالِدٌ یَعْنِی ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا هِشَامٌ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ فِیْهِ حَدَّثَنِیْ مُعَیْقِیْبٌ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے حضرت معیقیب سے ایسی ہی روایت کی ہے۔

۱۱۲۴ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰی قَالَ نَا شَیْبَانُ عَنْ یَحْیَی عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ گاہ سے مٹی برابر کرنے والے

---

[1] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳، ص ۸۹، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ۔

[2] علامہ عبد الرحمان الجزیری، الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱، ص ۲۸۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت

قَالَ حَدَّثَنِي مُعَيْقِيبٌ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُسَوِّي التُّرَابَ حَيْثُ يَسْجُدُ قَالَ إِنْ كُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً.

شخص سے فرمایا اگر تمہیں ایسا کرنا ہی پڑے تو ایک بار کرو۔

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام صحابی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر کے محافظ تھے۔ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں بیت المال کا عامل مقرر کیا۔ انہیں جذام لاحق ہو گیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے اطبا کو جمع کیا جس سے مرض موقوف ہو گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت معیقیب کے ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی اریس نامی کنوئیں میں گر گئی تھی اور نہیں مل سکی اور انگوٹھی کے گم ہونے کے بعد مسلمانوں میں فتنہ واقع ہو گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری ایام خلافت میں فوت ہو گئے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضرت علی کے ایام خلافت میں ۴۰ ہجری میں فوت ہوئے۔ [1]

حدیث سے حاصل شدہ فقہی احکام

حضرت ابوذر، حضرت ابوہریرہ، حضرت حذیفہ، حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم نماز میں ایک مرتبہ کنکریاں ہٹانے کو رخصت قرار دیتے تھے، اور حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما تواضع اور خشوع اور خضوع کے منافی ہونے کی وجہ سے اس کو مکروہ قرار دیتے تھے۔

ائمہ اربعہ ایک بار سے زیادہ اس عمل کو مکروہ قرار دیتے ہیں اور غیر مقلدین ایک بار سے زیادہ اس عمل کو حرام قرار دیتے ہیں۔ علامہ ابن حزم ظاہری لکھتے ہیں کہ نمازی پر فرض ہے کہ ایک بار سے زیادہ کنکریاں نہ ہٹائے۔ [2]

ظاہر ہے کہ فرض قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ دلیل سے ثابت ہوتا ہے۔ کنکریاں ہٹانے سے ممانعت خبر واحد سے ثابت ہے جو ظنی الثبوت ہے اور اس کام کے نہ کرنے کا لزوم ثابت نہیں کیونکہ اس کام پر نہ آپ نے کسی وعید کا ذکر کیا نہ یہ فرمایا کہ اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اس لیے اس کی ممانعت مکروہ تنزیہی ہے۔ مکروہ تنزیہی کو حرام قرار دینا علامہ ابن حزم کے تفردات میں سے ہے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبُصَاقِ فِي الْمَسْجِدِ فِي الصَّلَاةِ وَغَيْرِهَا

مسجد میں تھوکنے کی ممانعت

۱۱۲۵- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى بُصَاقًا فِي جِدَارِ الْقِبْلَةِ فَحَكَّهُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي فَلَا يَبْصُقْ قِبَلَ وَجْهِهِ فَإِنَّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی جانب دیوار میں تھوک لگا ہوا دیکھا، آپ نے اسے کھرچ ڈالا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا جب تم نماز میں ہو تو اپنے سامنے نہ تھوکو کیونکہ اللہ تعالیٰ نماز کے وقت نمازی کے سامنے

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری جز ۷ ص ۲۸۴ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ ھ

[2] علامہ علی بن احمد بن حزم متوفی ۴۵۶ ھ، المحلی جز ۴ ص ۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۹ ھ

اللّٰهُ قِبَلَ وَجْهِهِ إِذَا صَلّٰى ۔

ہوتا ہے۔

۱۱۲۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي جَمِيعًا عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ أَنَا الضَّحَّاكُ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ ح وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رَأَى نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ إِلَّا الضَّحَّاكَ فَإِنَّ فِي حَدِيثِهِ نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ بِمَعْنَى حَدِيثِ مَالِكٍ ۔

امام مسلم فرماتے ہیں دیگر کئی اسانید سے اس کی مثل مروی ہے۔

۱۱۲۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ يَحْيَى أَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَحَكَّهَا بِحَصَاةٍ ثُمَّ نَهَى أَنْ يَبْزُقَ الرَّجُلُ عَنْ يَمِينِهِ أَوْ أَمَامَهُ وَلٰكِنْ يَبْزُقُ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی جانب مسجد میں بلغم دیکھا، آپ نے اسے ایک کنکری سے کھرچ ڈالا پھر آپ نے دائیں جانب یا سامنے تھوکنے سے منع فرمایا اور بائیں جانب یا قدم کے نیچے تھوکنے کی اجازت دی۔

۱۱۲۸ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا أَبِي كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَبَا سَعِيدٍ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُخَامَةً بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ ۔

امام مسلم نے ایک اور سند ذکر کر کے فرمایا اس سے بھی مثل سابق مروی ہے۔

۱۱۲۹ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی جانب دیوار میں تھوک

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی بُصَاقًا فِیْ جِدَارِ الْقِبْلَةِ اَوْ مُخَاطًا اَوْ نُخَامَةً فَحَکَّهٗ۔

یا رینٹ یا بلغم دیکھا تو اسے کھرچ ڈالا۔

۱۱۳۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَزُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِیْعًا عَنِ ابْنِ عُلَیَّةَ قَالَ زُهَیْرٌ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَیَّةَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مِهْرَانَ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی نُخَامَةً فِیْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَاَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ فَقَالَ مَا بَالُ اَحَدِکُمْ یَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ رَبِّهٖ فَیَتَنَخَّعُ اَمَامَهٗ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یُّسْتَقْبَلَ فَیُتَنَخَّعَ فِیْ وَجْهِهٖ فَاِذَا تَنَخَّعَ اَحَدُکُمْ فَلْیَتَنَخَّعْ عَنْ یَّسَارِهٖ تَحْتَ قَدَمِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ فَلْیَقُلْ هٰکَذَا وَوَصَفَ الْقَاسِمُ فَتَفَلَ فِیْ ثَوْبِهٖ ثُمَّ مَسَحَ بَعْضَهٗ عَلٰی بَعْضٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی جانب مسجد میں تھوک دیکھا تو لوگوں سے متوجہ ہو کر فرمایا "تم لوگ کیا کرتے ہو! ایک شخص اپنے رب کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوتا ہے پھر اپنے سامنے تھوکتا ہے کیا تم لوگ یہ پسند کرتے ہو کہ کوئی شخص تمہارے سامنے کھڑا ہو کر تمہارے سامنے تھوک دے۔ جب تم میں سے کسی کو تھوکنا ہو تو بائیں طرف قدم کے نیچے تھوک یا کپڑے میں تھوک کر اسے صاف کرے (راوی نے آپ نے کر کے دکھایا، حدیث کے راویوں نے بھی ایسا کیا)۔

۱۱۳۱ - حَدَّثَنَا شَیْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ ح وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا هُشَیْمٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ کُلُّهُمْ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مِهْرَانَ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِیْثِ ابْنِ عُلَیَّةَ وَزَادَ فِیْ حَدِیْثِ هُشَیْمٍ قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَرُدُّ ثَوْبَهٗ بَعْضَهٗ عَلٰی بَعْضٍ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ کئی اور اسناد سے بھی اسکی مثل مروی ہے۔ البتہ ایک سند میں یہ زیادتی ہے کہ حضرت ابوہریرہ یہ کہتے ہیں کہ گویا کہ میں دیکھتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تھوک کو) کپڑے میں مل دیتے تھے۔

۱۱۳۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ یُحَدِّثُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوةِ فَاِنَّهٗ یُنَاجِیْ رَبَّهٗ فَلَا یَبْزُقَنَّ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلَا عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَلٰکِنْ عَنْ شِمَالِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جب نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات میں مشغول ہوتا ہے اس لیے اپنے سامنے اور دائیں طرف نہ تھوکے بلکہ بائیں جانب یا قدم کے نیچے تھوک سکتا ہے۔

۱۱۳۳ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَقُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول

قال يحيى أنا وقال قتيبة ثنا أبو عوانة عن قتادة عن أنس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم البزاق في المسجد خطيئة وكفارتها دفنها۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اس کو دفن کر دینا ہے۔

١١٣٤- حدثنا يحيى بن حبيب الحارثي قال نا خالد يعني ابن الحارث قال نا شعبة قال سألت قتادة عن التفل في المسجد فقال سمعت أنس بن مالك يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول التفل في المسجد خطيئة وكفارتها دفنها۔

شعبہ بیان کرتے ہیں میں نے قتادہ سے مسجد میں تھوکنے کے بارے میں دریافت کیا انھوں نے کہا میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اس کو دفن کرنا ہے۔

١١٣٥- وحدثنا عبد الله بن محمد بن أسماء الضبعي وشيبان بن فروخ قالا حدثنا مهدي بن ميمون قال نا واصل مولى أبي عيينة عن يحيى بن عقيل عن يحيى بن يعمر عن أبي الأسود الديلي عن أبي ذر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال عرضت على أعمال أمتي حسنها وسيئها فوجدت في محاسن أعمالها الأذى يماط عن الطريق ووجدت في مساوي أعمالها النخاعة تكون في المسجد ولا تدفن۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر میری امت کے اچھے اور برے تمام اعمال پیش کیے گئے۔ میں نے ان کے اچھے اعمال میں "راستہ میں ایذا دینے والی چیز کا ہٹانا" دیکھا اور برے اعمال میں مسجد میں "وہ تھوک دیکھا جس کو دفن نہ کیا گیا ہو"۔

١١٣٦- حدثنا عبيد الله بن معاذ العنبري قال نا أبي قال نا كهمس عن يزيد بن عبد الله بن الشخير عن أبيه قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فرأيته تنخع فدلكها بنعله۔

حضرت عبد اللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو میں نے دیکھا آپ نے تھوکا اور اسے اپنے (بائیں) جوتے سے مل ڈالا۔

١١٣٧- وحدثني يحيى بن يحيى قال نا يزيد بن زريع عن الجريري عن أبي العلاء يزيد بن عبد الله بن الشخير عن أبيه أنه صلى مع النبي صلى الله عليه وسلم قال فتنخع فدلكه بنعله اليسرى۔

حضرت عبد اللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ نے تھوکا اور اسے اپنے بائیں جوتے سے مل ڈالا۔

تھوکنے کے احکام

قبلہ کی جانب تھوکنا مطلقاً ممنوع ہے خواہ حالت نماز ہو یا غیر نماز جیسا کہ حدیث نمبر ۱۱۲۶ کے عموم سے واضح ہے اسی کے حکم میں دائیں جانب تھوکنا ہے۔ مسجد میں بائیں جانب یا قدم کے نیچے تھوکنے کی اجازت مطلقاً نہیں ہے بلکہ اس شرط کے ساتھ کہ اس تھوک کو مسجد میں دفن کر دیا جائے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ (روایت نمبر ۱۱۳۳) کی روایت میں مسجد میں تھوکنے کو مطلقاً گناہ قرار دیا ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ آج کل بالعموم مسجد کا فرش پختہ (زیمنٹ یا موزائیک کا) ہوتا ہے اور سیمنٹ یا موزائیک کے فرش کو کھود کر تھوک دفن کرنا بلا ضرورت قندر کثیر بلکہ مسجد کے خراب کرنے کو مستلزم ہے۔ اس لیے اب مسجد میں تھوکنے کی بالکل اجازت نہیں ہے۔ غیر حالت نماز میں اگر تھوکنے کی ضرورت لاحق ہو تو مسجد کے باہر جو وضو کی جگہ مخصوص ہے وہاں تھوکے اور اگر حالت نماز میں تھوکنے کی ضرورت لاحق ہو تو اپنی چادر یا قمیص کے ذریعہ فراغت حاصل کرے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ کی حدیث (نمبر ۱۱۲۹) میں تعلیم دی ہے۔

عظمت مصطفیٰ!

حدیث نمبر ۱۱۲۲ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "اللہ تعالیٰ نمازی کے سامنے ہوتا ہے" اس فرمان کی متعدد توجیہات کی گئی ہیں: اللہ تعالیٰ کی عظمت سامنے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ثواب سامنے ہوتا ہے۔ علامہ عینی نے کہا اللہ تعالیٰ کو نمازی کے سامنے تشبیہاً فرمایا ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے کہا اس فرمان سے کعبہ کی تعظیم مقصود ہے۔ میرا خیال یہ ہے ہر چند کہ اللہ تعالیٰ کسی جہت کے ساتھ خاص نہیں ہے لیکن نمازی چونکہ قبلہ کی جانب منہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور نمازی کا حال اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ قبلہ کی جانب اللہ کی طرف متوجہ اور اس سے مخاطب ہے۔ اس لیے آپ نے نمازی کے حال کے اعتبار سے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نمازی کے سامنے ہوتا ہے۔" ان احادیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں قبلہ کی جانب تھوک لگا دیکھا اور اسے خود کھرچ کر صاف کر دیا۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ امام کو نمازیوں کے افعال اور احوال کی جستجو میں رہنا چاہیے اور جو کام اور جو بات غلط ہو اس کو ٹوک دینا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل سے آپ کی تواضع ظاہر ہوتی ہے کہ باوجود اس حقیقت کے کہ آپ سید المرسلین ہیں کائنات میں سب سے افضل اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں، آپ لوگوں کے ڈالے ہوئے تھوک، رینٹ اور بلغم سے عار نہیں کرتے۔ اپنے ہاتھوں سے رینٹ اور بلغم کھرچ کر مسجد کی دیوار صاف کرتے ہیں: اللہ اللہ! یہ وہ ہاتھ ہیں کہ ان ہاتھوں سے آپ کنکریاں پھینکیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (انفال: ۱۷) "آپ نے جب کنکریاں پھینکیں تو آپ نے نہیں پھینکیں اللہ نے پھینکی تھیں۔" آپ نے بیعت رضوان کے وقت صحابہ کرام کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ید اللہ فوق ایدیھم۔ (فتح: ۱۰) ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

جن ہاتھوں کا یہ جاہ و جلال ہو یہ شکوہ اور احتشام ہو وہ ہاتھ ہیں اور مسجد کی دیوار سے لوگوں کے تھوکے ہوئے بلغم اور رینٹ کی صفائی!!

اور ہم کیا ہیں اور ہمارے ہاتھ کیا ہیں بلغم اور رینٹ تو الگ رہی معمولی سی گندگی بھی مسجد سے صاف کر دینا ہم اپنی ہتک اور شان کے خلاف سمجھتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ عزت اور شان نہ سلطنت اور امارت میں ہے نہ تقویٰ اور پرہیزگاری کے بلند بانگ دعووں میں، عزت اور شان تو آپ کی اقتداء اور آپ کی پیروی میں ہے۔ اگر امامت اور امارت کا موقع سامنے آئے تو ہم بڑھ کر فخر سے امیر اور امام بن جاتے ہیں۔ اگر اس کا محرک آپ کی پیروی ہے تو جب مسجد کی صفائی کا موقع ہو تو کھلے دل سے بڑھ کر ہمیں مسجد صاف کرنا چاہیے کہ یہ بھی آپ کی پیروی اور آپ کا اسوہ ہے مگر کریں کیا کہ آج لوگوں نے اپنی بڑائی

اور عظمت کے اصول اور پیمانے بدل ڈالے ہیں۔

مسجد کی صفائی اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسجد کی نظافت اور اس کی صفائی آپ کو کس درجہ مطلوب تھی کہ آپ نے مسجد میں تھوکنے کو گناہ اور برا عمل فرمایا اور اگر کہیں مسجد میں تھوک دیکھا تو اپنے ہاتھوں سے صاف کر دیا ــــ علامہ نووی لکھتے ہیں "مسجد میں جو رینٹ دفن نہ کی گئی ہو" آپ نے اس کو برا عمل فرمایا ہے۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ صرف رینٹ پھینکنے والا مجرم نہیں ہے وہ سب لوگ مجرم ہیں جو مسجد میں رینٹ دیکھیں اور اس کو دفن یا صاف نہ کریں مسجد میں باقی گندگی ڈالنے کا بھی یہی حکم ہے۔ گندگی ڈالنے والا اور گندگی دیکھ کر صاف نہ کرنے والا دونوں مجرم ہیں۔

علوم نبوت حدیث نمبر ۱۱۲۴ میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کے تمام اعمال پیش کیے جاتے ہیں بعض روایات میں تصریح ہے کہ وصال کے بعد بھی آپ پر اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور بد کر نیک اعمال پر آپ خوش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اور بُرے اعمال پر آپ غمگین ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرتے ہیں بہر حال اس روایت میں آپ کے علم کی وسعت پر قوی دلیل ہے۔

بَابُ جَوَازِ الصَّلٰوةِ فِي النَّعْلَيْنِ — جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا جواز

۱۱۳۸- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ أَبِي مَسْلَمَةَ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي النَّعْلَيْنِ قَالَ نَعَمْ۔

سعید بن زید کہتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جوتے پہن کر نماز پڑھتے تھے؟ انھوں نے کہا، ہاں!

۱۱۳۹- حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ يَزِيدَ أَبُو مَسْلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا بِمِثْلِهِ

امام مسلم کہتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی مثل سابق مروی ہے۔

جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھنا جب جوتی پر نجاست نہ ہو اور پیروں کی انگلیاں جوتی کی وساطت سے زمین پر لگ سکیں تو جوتی کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے۔

علامہ عسقلانی تحریر فرماتے ہیں علامہ ابن دقیق العید نے کہا کہ جب جوتی پر نجاست نہ ہو تو اس کے ساتھ نماز پڑھنے کی رخصت اور اجازت ہے لیکن یہ فعل مستحب نہیں ہے کیونکہ جوتی پہن کر نماز پڑھنا نماز کے مطالب اور مقاصد میں داخل نہیں ہے۔ ہر چند کہ انسان کے لباس اور اس کی زینت کی تکمیل جوتی کے ساتھ ہوتی ہے اور پابرہنہ شخص عرفاً باوقار اور مزین نہیں قرار دیا جاتا اور نماز وقار اور زینت کی ہیئت کے ساتھ پڑھنی چاہیے لیکن چونکہ جوتیاں بالعموم ایسی جگہ واقع ہوتی ہیں جہاں نجاست اور گندگی ہوتی ہے اور یہی ان کے بنانے کا مقصد ہے اس لیے جوتیاں نماز کی جگہ لانے کے لائق نہیں رہیں اور یہی ادب کا تقاضا ہے جیسے فاخلع نعليك (طٰہٰ: ۱۲) (وادی مقدس پر اپنی جوتیاں اتار دو) سے ظاہر ہے۔ علامہ عسقلانی کہتے ہیں سنن ابو داؤد اور حاکم میں شداد بن اوس کی روایت سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مذکور ہے "یہود کی مخالفت کرو وہ جوتیوں اور موزوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے۔" اس حدیث کی بنا پر قیاس

سیاق کو ترک کر کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ جوتی پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے بشرطیکہ اس پر نجاست نہ ہو۔ ۱؎

جوتیوں کی طہارت

اگر جوتی پر گیلی نجاست لگی ہو تو امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک پانی سے دھوئے بغیر وہ پاک نہیں ہو گی اور بعض ائمہ کے نزدیک مٹی رگڑنے سے وہ جوتی پاک ہو جاتی ہے۔ ۲؎

چمڑے اور پلاسٹک کی طہارت

بعض چیزیں تری کو جذب کر لیتی ہیں جیسے چمڑے اور کپڑے کی مصنوعات، اور بعض جذب نہیں کرتیں جیسے ربڑ، پلاسٹک اور ریگزین کی مصنوعات۔ جو چیزیں نجاست کو جذب کر لیتی ہیں ان کو پاک کرنے کے لیے تین دفعہ دھونا فرض ہے اور ہر مرتبہ دھونے کے بعد نچوڑنا ضروری ہے۔ اگر نچوڑا نہ جا سکے تو ایک دفعہ دھونے کے بعد خشک ہونے دیں اور یہ نچوڑنے کے قائم مقام ہے۔ تین بار اس طرح کریں تب وہ چیز پاک ہو گی اور اگر وہ چیز تری کو جذب نہیں کرتی تو اس کو پاک کرنے کے لیے اس پر تین دفعہ پانی بہا دینا کافی ہے۔ اس قاعدہ سے معلوم ہو گیا کہ اگر جوتی چمڑے کی ہے تو اس کو پہلے ذکر کردہ طریقے سے پاک کیا جائے اور اگر ربڑ یا پلاسٹک کی ہے تو دوسرے طریقہ سے۔

بَابُ ۲۱ كَرَاهَةِ الصَّلٰوةِ فِي ثَوْبٍ لَهُ أَعْلَامٌ

بیل بوٹے دار کپڑوں میں نماز کی کراہت

۱۱۴۰۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ قَالُوا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي خَمِيصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ وَقَالَ شَغَلَتْنِي أَعْلَامُ هٰذِهِ فَاذْهَبُوا بِهَا إِلَى أَبِي جَهْمٍ وَأْتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّةٍ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نقشین چادر میں نماز پڑھی پھر فرمایا اس چادر کے نقوش میرے انہماک میں خلل انداز ہوئے یہ چادر ابو جہم کو دے دو اور اس کی چادر مجھے لا دو۔

۱۱۴۱۔ وَحَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي خَمِيصَةٍ ذَاتِ أَعْلَامٍ فَنَظَرَ إِلَى عَلَمِهَا فَلَمَّا قَضَى صَلٰوتَهُ قَالَ اذْهَبُوا بِهٰذِهِ الْخَمِيصَةِ إِلَى أَبِي جَهْمِ بْنِ حُذَيْفَةَ وَأْتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّةٍ فَإِنَّهَا أَلْهَتْنِي آنِفًا فِي صَلٰوتِي۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نقشین چادر اوڑھ کر نماز پڑھنے لگے۔ نماز میں آپ کی نظر اس کے نقوش پر پڑی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا یہ چادر ابو جہم بن حذیفہ کے پاس لے جاؤ اور ان کی چادر مجھے لا دو کیونکہ اس چادر نے میری توجہ میں خلل ڈال دیا۔

۱۱۴۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ

۱؎ علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ فتح الباری ج ۱ ص ۴۹۳ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

۲؎ علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری جز ۴ ص ۱۱۹ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَهُ خَمِيصَةٌ لَهَا عَلَمٌ فَكَانَ يَتَشَاغَلُ بِهَا فِي الصَّلٰوةِ فَأَعْطَاهَا أَبَا جَهْمٍ وَ أَخَذَ كِسَاءً لَهُ أَنْبِجَانِيًّا۔

کے پاس ایک نقشین چادر تھی جس کے نقوش کی وجہ سے آپ کی توجہ میں خلل ہوتا تھا آپ نے وہ چادر ابوجہم کو دیدی اور اس سے سادہ چادر لے لی۔

اشیاء زینت کا حکم

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نقش ونگار والے کپڑوں کا پہننا اور ان کو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور یہ کہ نماز میں معمولی غور وفکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ ایسے امور کی طرف توجہ ہو جو افعال نماز سے نہیں ہوتے کیونکہ حضور نے نقشین چادر پہن کر نماز پڑھی اور اس کے نقوش کی طرف توجہ بھی فرمائی۔ ہر چند کہ یہ فعل غیر اولیٰ ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ شارع ہیں اس لیے آپ نے بیان جواز کے لیے یہ فعل کیا۔ اور بعد میں آپ نے جب یہ چادر واپس کردی تو یہ ہدایت دی کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ کی یاد، اس کی طرف توجہ اور اس کی عبادت میں خلل اور غفلت کا سبب ہوں ان سے کنارہ کش ہو جانا چاہیے۔ خاص طور پر بحالت نماز میں ایسی چیزوں کے ساتھ مشغول نہیں ہونا چاہیے، غور کیجیے جس امت کے پیغمبر نے نقشین چادر تک کو اپنے پاس رکھنا گوارہ نہیں کیا اس امت کا زینت دنیا، لہو ولعب اور یاد خدا سے غافل کرنے والے دوسرے امور میں مشغول رہنا کہاں تک درست ہوگا! متقدمین فقہا نے مسجد کی محراب میں نقش ونگار بنانے اور اسے مزین کرنے کو اسی بناء پر مکروہ قرار دیا ہے البتہ متاخرین فقہاء کہتے ہیں کہ آج لوگ جب اپنے گھروں کی آرائش کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا گھر سجاوٹ اور آرائش کے زیادہ لائق ہے اور اب چونکہ یہ زیب وزینت ایک عام معمول بن چکی ہے اس لیے یہ خطرہ نہیں ہے کہ مساجد کی سجاوٹ سے نمازیوں کی نماز میں خلل ہوگا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ظاہری اشیاء اور ان کی شکل وصورت کی نفوس قدسیہ کے قلوب میں تاثیر ہوتی ہے۔

ایک اشکال کا جواب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نقشین چادر ناپسند تھی تو آپ نے حضرت ابوجہم کو وہ چادر کیوں بھیجی اس کے جواب میں علماء نے لکھا کہ آپ اس چادر کو اوڑھ کر نماز پڑھنا ناپسند فرماتے تھے اور حضرت ابوجہم کو اس لیے چادر نہیں بھیجی تھی کہ وہ اس چادر کو اوڑھ کر نماز پڑھیں وہ اسے کسی اور طریقہ سے بھی استعمال کر سکتے تھے اور چونکہ یہ چادر حضرت ابوجہم نے ہدیۃً دی تھی اس لیے ان سے فرمایا کہ وہ اس کی بجائے سادہ چادر بھیج دیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کا ہدیہ رد نہیں کرنا چاہیے بلکہ کسی وجہ سے کسی کا تحفہ ناپسند ہو تو اس کو تبدیل کرالیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عبادت کے وقت اللہ عزوجل کی طرف متوجہ رہتی تھی اور آپ اسی حال میں مستغرق رہتے تھے لیکن بعض اوقات آپ پر عوارض بشریہ اثر انداز ہوتے تھے لیکن آپ کے یہ احوال حکمت تشریع سے خالی نہیں ہوتے تھے۔

بَابُ ۲۰۲ كَرَاهَةِ الصَّلٰوةِ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ الَّذِي يُرِيدُ أَكْلَهُ فِي الْحَالِ

کھانے کے وقت نماز کی کراہت

۱۱۴۳ - أَخْبَرَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَ زُهَيْرُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

بْنُ حَرْبٍ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالُوْا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا حَضَرَ الْعَشَاءُ وَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَاءِ.

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر نماز کی اقامت (تکبیر) کے وقت شام کا کھانا تیار ہو تو پہلے کھانا کھالو۔

۱۱۴۴ - وَحَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قُرِّبَ الْعَشَاءُ وَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوْا بِهٖ قَبْلَ اَنْ تُصَلُّوْا صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ وَلَا تَعْجَلُوْا عَنْ عَشَائِكُمْ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مغرب کی نماز کھڑی ہونے لگے اور شام کا کھانا تیار ہو تو پہلے کھانا کھالو کھانے سے پہلے نماز نہ پڑھو۔

۱۱۴۵ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَحَفْصٌ وَوَكِيْعٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ.

ایک اور سند سے بھی حضرت انس کی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۱۴۶ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَا نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَ عَشَاءُ اَحَدِكُمْ وَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَاءِ وَلَا يَعْجَلَنَّ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے سامنے شام کا کھانا رکھ دیا جائے اور جماعت ابھی کھڑی ہو جائے تو وہ پہلے کھانا کھائے اور کھانے کی فراغت سے پہلے نماز کے لیے جلدی نہ کرے۔

۱۱۴۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ الْمُسَيَّبِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَنَسٌ يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مَسْعُوْدٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اَيُّوْبَ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهٖ.

ایک اور سند سے بھی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۱۴۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ نَا حَاتِمٌ هُوَ ابْنُ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ يَعْقُوْبَ بْنِ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ عَتِيْقٍ قَالَ تَحَدَّثْتُ اَنَا وَالْقَاسِمُ عِنْدَ عَائِشَةَ حَدِيْثًا وَكَانَ الْقَاسِمُ

ابن ابی عتیق بیان کرتے ہیں کہ میں اور قاسم بن محمد (حضرت عائشہ کے بھتیجے) حضرت عائشہ سے ایک حدیث بیان کرنے لگے۔ قاسم بن محمد بہت باتونی تھے (ان کی

رَجُلًا لَحَّانَةً وَكَانَ لِأُمِّ وَلَدٍ فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ مَا لَكَ لَا تَحَدَّثُ كَمَا يَتَحَدَّثُ ابْنُ أَخِي هٰذَا أَمَا إِنِّي قَدْ عَلِمْتُ مِنْ أَيْنَ أُتِيتَ هٰذَا أَدَّبَتْهُ أُمُّهُ وَأَنْتَ أَدَّبَتْكَ أُمُّكَ قَالَ فَغَضِبَ الْقَاسِمُ وَأَضَبَّ عَلَيْهَا فَلَمَّا رَأَى مَائِدَةَ عَائِشَةَ قَدْ أُتِيَ بِهَا قَامَ قَالَتْ أَيْنَ قَالَ أُصَلِّي قَالَتِ اجْلِسْ قَالَ إِنِّي أُصَلِّي قَالَتِ اجْلِسْ غُدَرُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا صَلٰوةَ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ وَلَا هُوَ يُدَافِعُهُ الْأَخْبَثَانِ۔

ماں ام ولد تھیں) حضرت عائشہ نے ان سے فرمایا "کیا بات ہے تم اس بھتیجے کی طرح بات کیوں نہیں کرتے؟ میں جانتی ہوں تم کہاں سے آئے ہو اسے اس کی ماں نے ادب سکھایا ہے اور تمہیں تمہاری ماں نے؟" یہ سن کر قاسم رنجیدہ ہوئے اور حضرت عائشہ سے اپنے رنج کا اظہار بھی کیا۔ قاسم نے جب دیکھا کہ حضرت عائشہ دستر خوان لگوا رہی ہیں تو وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ حضرت عائشہ نے پوچھا "کہاں جا رہے ہو؟" کہنے لگے "نماز پڑھنے!" حضرت عائشہ نے فرمایا "بیٹھ جاؤ!" وہ کہنے لگے "میں نماز پڑھنے جا رہا ہوں!" دوسری بار حضرت عائشہ نے فرمایا: "اے بے وفا! بیٹھ جا!! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا: کھانے کے وقت نماز پڑھو نہ حوائج ضروریہ کے وقت (یعنی جس وقت تم قضاء حاجت کو روک رہے ہو۔)

۱۱۲۹ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا نَا إِسْمٰعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو حَزْرَةَ الْقَاصُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِي عَتِيقٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي الْحَدِيثِ قِصَّةَ الْقَاسِمِ

ایک اور سند سے بھی حضرت عائشہ کی یہ روایت منقول ہے لیکن اس میں قاسم بن محمد کا قصہ نہیں ہے۔

کھانے کو نماز پر مقدم کرنا

بعض علماء کہتے ہیں کہ صرف روزہ دار کے لیے کھانے کو نماز پر مقدم کرنا جائز ہے کیونکہ احادیث میں "عشاء" (شام کا کھانا) کا ذکر ہے اور بعض احادیث میں نماز مغرب کی تصریح ہے۔ لیکن اس سے بہرحال یہ لازم نہیں آتا کہ یہ رخصت صرف روزہ دار کیلئے ہے کیونکہ نماز سے مراد اگر نماز مغرب بھی ہو تو بھی کسی حدیث میں اس نماز کی رمضان کے ساتھ تخصیص نہیں ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ بالعموم احادیث میں "عشاء" (شام کا کھانا) کا ذکر ہے لیکن بعض احادیث میں مطلقاً طعام (کھانے) کا ذکر ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱۱۲۸ میں مذکور ہے۔ اس لیے صحیح یہ ہے کہ مطلقاً ہر شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ کھانے کے وقت نماز کو مؤخر کر دے خواہ کسی وقت کا کھانا ہو۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ اگر شدید بھوک لگی ہو تو نماز کو مؤخر کرے ورنہ نہیں۔ اس کے برخلاف امام احمد بن حنبل، اہل ظاہر اور علامہ ابن حزم کہتے ہیں کہ اگر کھانے کے وقت نماز پڑھی تو نماز باطل ہو جائیگی۔ امام مالک کہتے ہیں کہ اگر . .

کھانا کم ہو تو کھانا شروع کرے ورنہ نماز۔[1]

یہ اقوال صحیح نہیں ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جانب تشدید نہیں فرمائی۔ جماعت کے وقت کھانا تیار ہونے کی صورت میں آپ نے کھانے کو مقدم کرنے کی ہدایت کی ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی ان احادیث سے ظاہر ہے اور ایک موقعہ پر جب آپ بکری کی دستی کھا رہے تھے اور کھانے کے دوران نماز کی اقامت (تکبیر) ہو گئی تو آپ نے کھانا چھوڑ دیا اور جا کر نماز پڑھا دی۔[2] اس سے معلوم ہوا کہ کھانے کو نماز پر مقدم کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ اس موقع پر آپ نے کھانا مؤخر کر دیا۔ اس لیے علامہ ابن حزم کا یہ کہنا صحیح نہیں ہو کہ اگر کھانا کھانے کے وقت نماز پڑھی تو نماز باطل ہو جائیگی اور امام شافعی کی یہ رائے بھی صحیح نہیں ہے کہ کھانے کو مقدم کرنا اس وقت جائز ہے جب شدید بھوک لگی ہو یا امام مالک کا کھانے کو قلت پر محمول کرنا کیونکہ احادیث میں عموم اور اطلاق ہے اور اس عموم کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ معمول تھا اگر جماعت کے وقت کھانا آجاتا تو وہ کھانا کھانے میں مشغول ہوتے۔ درآں حالیکہ ان کے کانوں میں امام کی قرأت کی آواز آ رہی ہوتی تھی۔[3]

احناف کے نزدیک اگر جماعت کھڑی ہو اور کھانا تیار ہو تو مستحب یہ ہے کہ پہلے کھانا کھا لیا جائے جیسا کہ بخاری اور مسلم کی احادیث سے ظاہر ہے تاکہ دل پوری طرح نماز کی طرف متوجہ ہو کیونکہ ایسی حالت میں بالعموم دل میں کھانے کا خیال آتا رہتا ہے اور اگر پہلے نماز پڑھ لی جائے تو یہ بھی جائز ہے۔ ابوداؤد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نماز کو کھانے یا کسی اور وجہ سے مؤخر نہ کیا جائے" اس بناء پر یہ سوال قائم ہوتا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی احادیث کے معارض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ صحاح اور سنن میں سند کے اعتبار سے کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ بخاری اور مسلم کی احادیث بہر حال ابوداؤد سے قوی ہیں نیز علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ابوداؤد کی یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے ثانیاً یہ کہ یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جب نماز کے وقت کے ختم ہونے کا خطرہ ہو۔[4]

بَابُ ۲۰۳ نَهْيِ مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا أَوْ كُرَّاثًا أَوْ نَحْوَهَا مِمَّا لَهُ رَائِحَةٌ كَرِيهَةٌ عَنْ حُضُورِ الْمَسْجِدِ حَتَّى يَذْهَبَ ذٰلِكَ الرِّيحُ وَإِخْرَاجِهِ مِنَ الْمَسْجِدِ

لہسن یا کوئی اور بدبو دار چیز کھا کر مسجد میں جانے کی کراہت

۱۱۵۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا يَحْيٰى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر میں فرمایا جو اس درخت یعنی لہسن سے کھائے وہ مسجدوں میں نہ آئے۔

---

[1] علامہ ابوعبداللہ وشتانی متوفی ۸۲۷ ھجر۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
[2] امام ابوعبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ ھجر۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ
[3] ایضاً۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔
[4] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری جز ۵ ص ۱۹۷ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ يَعْنِي الثُّومَ فَلَا يَأْتِيَنَّ الْمَسَاجِدَ قَالَ زُهَيْرٌ فِي غَزْوَةٍ وَلَمْ يَذْكُرْ خَيْبَرَ۔

۱۱۵۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الْبَقْلَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا حَتّٰى يَذْهَبَ رِيحُهَا يَعْنِي الثُّومَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس ترکاری یعنی لہسن کو کھائے وہ اس وقت تک ہماری مسجد کے قریب نہ آئے جب تک اس کے منہ سے بدبو نہ چلی جائے۔

۱۱۵۲۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَهُوَ ابْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سُئِلَ أَنَسٌ عَنِ الثُّومِ فَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَلَا يَقْرَبْنَا وَلَا يُصَلِّي مَعَنَا۔

ابن صہیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے لہسن کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اس درخت سے کھائے وہ ہمارے قریب آئے نہ ہمارے ساتھ نماز پڑھے۔"

۱۱۵۳۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا وَلَا يُؤْذِيَنَّا بِرِيحِ الثُّومِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اس درخت سے کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب آئے نہ ہمیں لہسن کی بو سے تکلیف دے۔

۱۱۵۴۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِ الْبَصَلِ وَالْكُرَّاثِ فَغَلَبَتْنَا الْحَاجَةُ فَأَكَلْنَا مِنْهُمَا فَقَالَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُنْتِنَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَإِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ تَأَذّٰى مِمَّا يَتَأَذّٰى مِنْهُ الْإِنْسُ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیاز اور گندنا کھانے سے منع فرمایا ہم نے ضرورت سے مغلوب ہو کر انھیں کھا لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو ان بدبودار درختوں سے کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کیونکہ فرشتوں کو بھی ان چیزوں سے تکلیف ہوتی ہے جن سے انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے۔"

۱۱۵۵۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص پیاز یا لہسن کھائے وہ ہم سے الگ رہے یا ہماری مسجد سے

قَالَ وَفِي رِوَايَةِ حَرْمَلَةَ وَزَعَمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا أَوْ لِيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا وَلْيَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ وَإِنَّهُ أُتِيَ بِقِدْرٍ فِيهِ خَضِرَاتٌ مِنْ بُقُولٍ فَوَجَدَ لَهَا رِيحًا فَسَأَلَ فَأُخْبِرَ بِمَا فِيهَا مِنَ الْبُقُولِ فَقَالَ قَرِّبُوهَا إِلَى بَعْضِ أَصْحَابِهِ فَلَمَّا رَآهُ كَرِهَ أَكْلَهَا قَالَ كُلْ فَإِنِّي أُنَاجِي مَنْ لَا تُنَاجِي۔

١١٥٦ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الْبَقْلَةِ الثُّومِ وَقَالَ مَرَّةً مَنْ أَكَلَ الْبَصَلَ وَالثُّومَ وَالْكُرَّاثَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَأَذَّى مِمَّا يَتَأَذَّى مِنْهُ بَنُو آدَمَ۔

١١٥٧ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَا جَمِيعًا أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ يُرِيدُ الثُّومَ فَلَا يَغْشَنَا فِي مَسْجِدِنَا وَلَمْ يَذْكُرِ الْبَصَلَ وَالْكُرَّاثَ۔

١١٥٨ - وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا إِسْمَعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ لَمْ نَعْدُ أَنْ فُتِحَتْ خَيْبَرُ فَوَقَعْنَا أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تِلْكَ الْبَقْلَةِ الثُّومِ وَالنَّاسُ جِيَاعٌ فَأَكَلْنَا مِنْهَا أَكْلًا شَدِيدًا ثُمَّ رُحْنَا إِلَى الْمَسْجِدِ فَوَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرِّيحَ فَقَالَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ الْخَبِيثَةِ شَيْئًا فَلَا يَقْرَبْنَا فِي مَسْجِدِنَا فَقَالَ النَّاسُ حُرِّمَتْ حُرِّمَتْ فَبَلَغَ ذَاكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَيْسَ بِي تَحْرِيمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لِي

علیحدہ رہے اسے چاہیے کہ اپنے گھر بیٹھے۔ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں پتیلی لائی گئی جس میں ترکاری تھی آپ نے اس میں بدبو محسوس کی۔ آپ نے اس ترکاری کے بارے میں دریافت کیا آپ کو اس کے بارے میں بتلایا گیا۔ آپ نے کسی صحابی کے پاس اسے بھیجنے کا حکم دیا۔ اس صحابی نے آپ کی کراہت کی وجہ سے اسے ناپسند کیا۔ آپ نے فرمایا تم کھا سکتے ہو کیونکہ میں بالعموم ان (فرشتوں) سے محو کلام رہتا ہوں جن سے تم محو گفتگو نہیں رہتے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس لہسن کو کھائے (ایک مرتبہ لہسن اور پیاز دونوں کا ذکر فرمایا) وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کیونکہ فرشتوں کو بھی ان چیزوں سے ایذا پہنچتی ہے جن سے انسانوں کو ایذا پہنچتی ہے۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم لوگ نہ رکے تھے کہ خیبر کا قلعہ فتح ہو گیا اس روز ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھوک کی وجہ سے لہسن کے پودوں پر ٹوٹ پڑے اور ہم نے خوب سیر ہو کر لہسن کھایا پھر ہم مسجد کی طرف گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدبو محسوس کی تو فرمایا جس شخص نے اس خبیث درخت سے کچھ کھایا ہو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔ لوگوں نے کہا لہسن حرام ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا "اے لوگو! میں اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام نہیں کر سکتا لیکن میں لہسن کی بو کو ناپسند کرتا ہوں۔

وَلَكِنَّهَا شَجَرَةٌ أَكْرَهُ رِيحَهَا.

١١٥٩ - وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالاَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الأَشَجِّ عَنِ ابْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى زَرَّاعَةِ بَصَلٍ هُوَ وَأَصْحَابُهُ فَنَزَلَ نَاسٌ مِنْهُمْ فَأَكَلُوا مِنْهُ وَلَمْ يَأْكُلْ آخَرُونَ فَرُحْنَا إِلَيْهِ فَدَعَا الَّذِينَ لَمْ يَأْكُلُوا الْبَصَلَ وَأَخَّرَ الآخَرِينَ حَتَّى ذَهَبَ رِيحُهَا.

١١٦٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا هِشَامٌ قَالَ نَا قَتَادَةُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَطَبَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَذَكَرَ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ أَبَا بَكْرٍ قَالَ إِنِّي رَأَيْتُ كَأَنَّ دِيكًا نَقَرَنِي ثَلاَثَ نَقَرَاتٍ وَإِنِّي لاَ أُرَاهُ إِلاَّ حُضُورَ أَجَلِي وَإِنَّ أَقْوَامًا يَأْمُرُونَنِي أَنْ أَسْتَخْلِفَ وَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَمْ يَكُنْ لِيُضَيِّعَ دِينَهُ وَلاَ خِلاَفَتَهُ وَلاَ الَّذِي بَعَثَ بِهِ نَبِيَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنْ عَجِلَ بِي أَمْرٌ فَالْخِلاَفَةُ شُورَى بَيْنَ هَؤُلاَءِ السِّتَّةِ الَّذِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ وَإِنِّي قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ أَقْوَامًا يَطْعَنُونَ فِي هَذَا الأَمْرِ أَنَا ضَرَبْتُهُمْ بِيَدِي هَذِهِ عَلَى الإِسْلاَمِ فَإِنْ فَعَلُوا ذَلِكَ فَأُولَئِكَ أَعْدَاءُ اللَّهِ الْكَفَرَةُ الضُّلاَّلُ ثُمَّ إِنِّي لاَ أَدَعُ بَعْدِي شَيْئًا أَهَمَّ عِنْدِي مِنَ الْكَلاَلَةِ مَا رَاجَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَيْءٍ مَا رَاجَعْتُهُ فِي الْكَلاَلَةِ وَمَا أَغْلَظَ لِي فِي شَيْءٍ مَا أَغْلَظَ لِي فِيهِ حَتَّى طَعَنَ بِإِصْبَعِهِ فِي صَدْرِي فَقَالَ يَا عُمَرُ أَلاَ تَكْفِيكَ آيَةُ الصَّيْفِ الَّتِي فِي آخِرِ سُورَةِ النِّسَاءِ وَإِنِّي إِنْ أَعِشْ أَقْضِ فِيهَا بِقَضِيَّةٍ يَقْضِي بِهَا مَنْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَمَنْ لاَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أُشْهِدُكَ عَلَى أُمَرَاءِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صحابہ کے ساتھ ایک پیاز کے کھیت سے گزر ہوا، ان میں سے کچھ لوگوں نے کھیت میں جاکر پیاز کھائی اور کچھ نے نہیں کھائی۔ آپ نے ان لوگوں کو بلالیا جنھوں نے پیاز نہیں کھائی تھی اور ان کو مؤخر کر دیا جنھوں نے پیاز کھائی تھی۔ یہاں تک کہ اس کی بو ختم ہو گئی۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے خطبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق کا ذکر فرمایا اور فرمایا میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے مجھے تین ٹھونگیں ماریں، میرے خیال میں اس کی تعبیر صرف یہ ہے کہ میری موت قریب آگئی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تم کسی کو اپنا خلیفہ نامزد کر دو، اللہ تعالیٰ اپنے دین، جناب رسالت مآب کی شریعت اور آپ کی خلافت کو ضائع نہیں ہونے دیگا اگر میری موت جلدی آگئی تو ان چھ حضرات میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کر لینا جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تاحیات راضی رہے۔ (یعنی عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم) آپ نے مزید فرمایا میرا خیال ہے جن لوگوں سے میں نے دین اسلام کے لیے جہاد کیا ہے وہ لوگ اس خلافت پر طعنہ زن ہوں گے۔ اگر انھوں نے ایسا کیا تو بہر حال وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن، گمراہ اور کافر ہیں۔ مجھ پر زندگی بھر کلالہ (وہ شخص جو فوت ہو جائے اور اس کے ورثا میں نہ والدین ہوں نہ اولاد) کا مسئلہ کما حقہ منکشف نہیں ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے کلالہ کے بارے میں جس قدر سوالات کیے ہیں کسی اور مسئلہ کے بارے میں نہیں کیے اور آپ نے بھی اس مسئلہ میں شدت فرمائی، یہاں تک کہ آپ نے اپنی انگلی میرے سینہ میں مار کر فرمایا "اے عمر! کیا تمہاری تسلی سورۂ نساء کی اس آخری آیت سے

الْأَمْصَارِ، فَإِنِّي إِنَّمَا بَعَثْتُهُمْ عَلَيْهِمْ لِيَعْدِلُوا عَلَيْهِمْ وَلِيُعَلِّمُوا النَّاسَ دِينَهُمْ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِمْ وَيَقْسِمُوا فِيهِمْ فَيْأَهُمْ وَيَرْفَعُوا إِلَيَّ مَا أَشْكَلَ عَلَيْهِمْ مِنْ أَمْرِهِمْ ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ تَأْكُلُونَ شَجَرَتَيْنِ لَا أَرَاهُمَا إِلَّا خَبِيثَتَيْنِ هَذَا الْبَصَلَ وَالثُّومَ وَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَجَدَ رِيحَهُمَا مِنَ الرَّجُلِ فِي الْمَسْجِدِ أَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ إِلَى الْبَقِيعِ فَمَنْ أَكَلَهُمَا فَلْيُمِتْهُمَا طَبْخًا۔

نہیں ہوئی جو گم مسیوں میں نازل ہوئی ہے اگر میں زندہ رہا تو کلالہ کی ایسی تفسیر کر کے جاؤں گا جس کی مدد سے آنے والی نسلیں اس کے بارے میں فیصلہ کرلیں گی خواہ انھوں نے قرآن مجید پڑھا ہو یا نہ، "اے اللہ! میں تجھے گواہ کر کے کہتا ہوں میں نے شہروں میں حکام اس لیے مقرر کیے تھے کہ وہ لوگوں کے درمیان انصاف کریں، انھیں دین کی باتیں سکھائیں نبی علیہ السلام کی سنت کی تعلیم دیں، مال (غنیمت) ان میں تقسیم کریں اور جس مسئلہ میں انھیں دشواری ہو اس میں مجھ سے رجوع کریں۔ اے لوگو! تم لہسن اور پیاز کے درختوں سے کھاتے ہو، حالانکہ میں ان کو خبیث ہی سمجھتا ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ دورِ رسالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں جس شخص کے منہ سے ان کی بدبو آتی آپ اسے حکم دیتے کہ وہ مسجد سے نکل کر بقیع کے قبرستان کی طرف چلا جائے۔ لہٰذا جو شخص انھیں کھانا چاہے وہ انہیں پکا کر ان کی بدبو ختم کر دے۔

۱۱۶۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ كِلَاهُمَا عَنْ شَبَابَةَ بْنِ سَوَّارٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ جَمِيعًا عَنْ قَتَادَةَ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

قتادہ رضی اللہ عنہ سے اسی سند کے ساتھ اسی طرح ایک اور روایت منقول ہے۔

بدبودار اشیا کھا کر مسجد میں جانا

کچا لہسن اور کچی پیاز کھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں جا کر نماز پڑھنے سے منع فرما دیا کیونکہ ان کی بدبو سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ لہسن اور پیاز کی طرح ہر ایسی چیز کھا کر مسجد میں جانا ممنوع ہے جس سے منہ میں بدبو آئے، نسوار اور تمباکو بھی اسی حکم میں ہیں ان چیزوں کی بدبو سے عام مسلمانوں کو بھی تکلیف پہنچتی ہے اس لیے جہاں لوگوں کا اجتماع ہو وہاں ایسی چیزیں کھا کر جانے سے احتراز کرنا چاہیے اور اگر ناگزیر صورت میں ان چیزوں کو استعمال کرنا ہی پڑے تو ٹوتھ پیسٹ وغیرہ استعمال کر کے بدبو زائل کرنے کے بعد جانا چاہیے۔

چونکہ آپ نے بعض صحابہ کو لہسن وغیرہ کھانے کے بعد مسجد میں جانے سے روک دیا اس سے معلوم ہوا کہ جماعت فرض یا واجب نہیں ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے اور احناف کا یہی مذہب ہے۔

اسلام میں حکومت قائم کرنے کا طریقہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کے انتخاب کے لیے چھ صحابہ کی کمیٹی بنا دی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کو نامزد

کر دیا تھا اور خود ابوبکر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے عام انتخاب سے خلیفہ منتخب ہوئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں قیام حکومت کیلئے کوئی خاص طریقہ معین نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سربراہ مملکت مقرر کرنے کے لیے خاص ہدایات نہیں دیں نہ اپنے بعد کوئی جانشین چھوڑا۔ ایک حدیث شریف میں ہے: "میرے بعد تیس سال تک خلافت رہے گی۔ اس کے بعد بادشاہت ہو جائیگی۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ خلافت اور بادشاہت دونوں اسلامی طریقہ حکومت ہیں یہ سمجھنا غلط ہے کہ بادشاہت غیر اسلامی حکومت ہے ورنہ لازم آئے گا کہ تیس سال بعد دنیا میں اسلامی حکومت قائم نہ رہی ہو اور تمام دنیا کے مسلمانوں نے گمراہی اور غلط روی کو قبول کر لیا ہو۔ اسلامی حکومت کے لیے یہ امر کافی ہے کہ مسلمانوں کا حکمران مسلمان ہو، مملکت کے نظم و نسق اور حدود الہیہ کو قائم کر سکتا ہو اور ملک کی غالب اکثریت نے اسے اپنا حاکم مان لیا ہو، خلیفہ ہونا اور چیز ہے اور سلطان ہونا الگ بات ہے۔ اس وقت اگر ہم دنیا کے اسلامی ممالک کو دیکھیں تو کہیں بادشاہت قائم ہے، کہیں پارلیمانی نظام حکومت ہے۔ کہیں صدارتی نظام حکومت ہے کہیں جمہوریت ہے اور کہیں مارشل لاء ہے۔ خود پاکستان میں ہر قسم کے نظام ہائے حکومت قائم رہ چکے ہیں۔

بَابُ ۲۰۴ النَّهْيِ عَنْ نَشْدِ الضَّالَّةِ فِي الْمَسْجِدِ وَمَا يَقُولُهُ مَنْ سَمِعَ النَّاشِدَ

مسجد میں گمشدہ چیز تلاش کرنے کی ممانعت

۱۱۶۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ حَيْوَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ مَوْلَى شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ لَا رَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص باآواز بلند کسی شخص کو مسجد میں اپنی گمشدہ چیز تلاش کرتے ہوئے سنے تو کہے "اللہ کرے تیری چیز نہ ملے" کیونکہ مساجد اس لیے نہیں بنائی گئیں

۱۱۶۳ - وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا الْمُقْرِئُ قَالَ نَا حَيْوَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْأَسْوَدِ يَقُولُ حَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مَوْلَى شَدَّادٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند سے حسب سابق روایت منقول ہے۔

۱۱۶۴ - وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا نَشَدَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ مَنْ دَعَا إِلَى الْجَمَلِ الْأَحْمَرِ فَقَالَ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک شخص نے مسجد میں اعلان کر کے کہا "سرخ اونٹ کون لے گیا ہے" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تجھے نہ ملے": مساجد صرف انہی کاموں کے لیے ہیں جن کے لیے بنائی گئی

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا وَجَدْتَ اِنَّمَا بُنِیَتِ الْمَسَاجِدُ لِمَا بُنِیَتْ لَہٗ۔

ہیں

۱۱۶۵ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا وَکِیْعٌ عَنْ اَبِیْ سِنَانٍ عَنْ عَلْقَمَۃَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ بُرَیْدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا صَلّٰی قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ مَنْ دَعَا اِلَی الْجَمَلِ الْاَحْمَرِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا وَجَدْتَ اِنَّمَا بُنِیَتِ الْمَسَاجِدُ لِمَا بُنِیَتْ لَہٗ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک شخص نے کہا: "سرخ اونٹ کون لے گیا ہے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تجھے نہ ملے!" مساجد صرف انہی کاموں کے لیے ہیں جن کے لیے بنائی گئی ہیں

۱۱۶۶ - حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا جَرِیْرٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ شَیْبَۃَ عَنْ عَلْقَمَۃَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ ابْنِ بُرَیْدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ بَعْدَ مَا صَلَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃَ الْفَجْرِ فَاَدْخَلَ رَاْسَہٗ مِنْ بَابِ الْمَسْجِدِ فَذَکَرَ بِمِثْلِ حَدِیْثِہِمَا قَالَ مُسْلِمٌ ھُوَ شَیْبَۃُ بْنُ نَعَامَۃَ اَبُوْ نَعَامَۃَ رَوٰی عَنْہُ مِسْعَرٌ وَھُشَیْمٌ وَجَرِیْرٌ وَغَیْرُھُمْ مِنَ الْکُوْفِیِّیْنَ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے بعد ایک دیہاتی مسجد کے دروازہ سے اندر داخل ہوا ..... بقیہ حدیث مثل سابق ہے۔

مسجد میں گمشدہ اشیاء کا اعلان

مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرنا ان احادیث کے پیش نظر مکروہ ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت وعظ و نصیحت اور ذکر الٰہی کے علاوہ مسجد میں آواز بلند کرنا ممنوع ہے کیونکہ یہ عمل مسجد کے آداب کے خلاف ہے آجکل پاکستان کے شہروں اور دیہاتوں میں عام رواج ہے کہ کسی کا مویشی یا بچہ گم ہو جائے تو مسجد میں اعلان کرتے ہیں اگر اہل مسجد نے مسجد بناتے وقت کوئی جگہ خارج از مسجد بنائی ہے اور اس میں لاؤڈ اسپیکر کے مالک کا انتظام ہے تو اس جگہ اعلان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ وہ اعلان خارج از مسجد ہے اور لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اہل محلہ کو مطلع کرنا مقصود ہے اور اگر اس قسم کا انتظام نہیں ہے تو مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرنا ہر حال میں مکروہ ہے۔

مسجد میں سوال کا حکم

کسی شخص کا مسجد میں اپنے لیے سوال کرنا ممنوع ہے۔ علامہ حصکفی لکھتے ہیں کہ مسجد میں سوال کرنا حرام ہے[ل] البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اپنے لیے سوال کرنا تو حرام ہے البتہ دوسرے مسلمان کی مدد کے لیے سوال کرنا جائز ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد مضر کے خستہ حال لوگوں کے لیے لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دی تھی[ک]۔ مسجد میں سائل کو دینے کے بارے میں اختلاف ہے۔ علامہ حصکفی نے اس کو مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے اور علامہ شامی لکھتے ہیں کہ اگر سائل لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر سوال کرتا ہے تو اسے دینا مکروہ ہے کیونکہ یہ معصیت پر معاونت ہے۔

ل علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار، ج ۱، ص ۶۱۶ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

ک شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۳۴ مطبوعہ اصح المطابع دہلی

سعیدی) ورنہ نہیں۔ [1] علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ مسجد میں سائل کو دینے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ حدیث صحیح میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص نے آج کسی مسکین کو کھانا کھلایا؟ حضرت ابوبکر کہتے ہیں میں مسجد میں داخل ہوا وہاں ایک سائل کو دیکھا میں نے عبدالرحمان کے ہاتھ سے روٹی کا ٹکڑا لے کر اس کو دے دیا۔

فاضل بریلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مسجد میں اپنے لیے مانگنا جائز نہیں اور اسے دینے سے بھی علماء نے منع فرمایا ہے یہاں تک کہ امام اسماعیل زاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو مسجد کے سائل کو ایک پیسہ دے اسے چاہیے کہ ستر پیسے اللہ کے نام پر اور دے کہ اس پیسے کا کفارہ ہوں اور کسی دوسرے کے لیے مانگنا یا مسجد میں کسی اور ضرورت دینی کے لیے چندہ کرنا جائز اور سنت سے ثابت ہے۔ [2]

فاضل بریلوی نے امام زاہد رحمۃ اللہ کا جو قول نقل کیا ہے وہ اسی سائل پر محمول ہے جو لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر سوال کرے ایسے سائل کو دینا مکروہ ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے علامہ ابن حجر اور علامہ شامی کے حوالے سے لکھ چکے ہیں۔

۲۰۵ بَابُ السَّهْوِ فِي الصَّلٰوةِ وَالسُّجُودِ لَهٗ

سجدہ سہو کا بیان

۱۱۶۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ يُصَلِّي جَاءَهُ الشَّيْطٰنُ فَلَبَسَ عَلَيْهِ حَتّٰى لَا يَدْرِي كَمْ صَلّٰى فَاِذَا وَجَدَ ذٰلِكَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے جب کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو شیطان آکر (ارکان نماز) اس پر خلط ملط اور مشتبہ کر دیتا ہے حتیٰ کہ اُسے یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعات پڑھیں جب تم میں سے کسی شخص کو یہ امر پیش آئے وہ بیٹھ کر دو سجدہ سہو کرے"۔

۱۱۶۸ - حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ وَهُوَ ابْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی یہی روایت منقول ہے۔

۱۱۶۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيْرٍ قَالَ نَا اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نُوْدِيَ بِالْاَذَانِ اَدْبَرَ الشَّيْطٰنُ لَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ الْاَذَانَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اذان ہوتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے تاکہ اذان نہ سن سکے، اذان کے بعد پھر آجاتا ہے اور جب تکبیر ہوتی ہے تو پھر بھاگ جاتا ہے، تکبیر کے بعد آکر نمازی کو وسوسہ ڈالتا شروع

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۶۱۷ مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[2] امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۴۳۶ مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد

فَاِذَا قُضِيَ الْاَذَانُ اَقْبَلَ فَاِذَا ثُوِّبَ بِهَا اَدْبَرَ فَاِذَا قُضِيَ التَّثْوِيْبُ اَقْبَلَ حَتّٰى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ يَقُوْلُ اُذْكُرْ كَذَا اُذْكُرْ كَذَا لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتّٰى يَظَلَّ الرَّجُلُ اَنْ يَّدْرِيْ كَمْ صَلّٰى فَاِذَا لَمْ يَدْرِ اَحَدُكُمْ كَمْ صَلّٰى فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ۔

کر دیتا ہے اور اس کی بھولی ہوئی باتوں کے بارے میں کہتا ہے "فلاں بات یاد کر، فلاں بات یاد کر" حتیٰ کہ نمازی کو یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعات پڑھی ہیں۔ جب تم میں سے کسی شخص کو یہ یاد نہ رہے کہ اس نے کتنی رکعات پڑھی ہیں تو وہ بیٹھ کر دو سجدہ سہو کرے۔

۱۱۷۰۔ وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ اِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ وَلّٰى وَلَهٗ ضُرَاطٌ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ وَزَادَ فَهَنَّاهُ وَمَنَّاهُ وَذَكَّرَهٗ مِنْ حَاجَاتِهٖ مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی تکبیر ہوتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا پیٹھ موڑ کر چلا جاتا ہے، بقیہ حدیث مثل سابق ہے۔ اور یہ زیادہ ہے کہ پھر وہ اسے رغبتیں اور آرزوئیں دلاتا ہے اور اس کی وہ ضرورت یاد دلاتا ہے جو اسے یاد نہ تھی۔

اذان سن کر شیطان کا بھاگنا

اذان سن کر شیطان کے بھاگنے کی علماء کرام نے متعدد وجوہ بیان کی ہیں مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی ہیبت سے اضطراری طور پر اس کا گوز نکل جاتا ہے اور وہ بھاگ جاتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی توہین کرتا ہوا وہ لعین گوز مار کر بھاگ پڑتا ہے یا یہ کہ بندگانِ خدا کو اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرتے ہوئے دیکھنا اسے ناگوار معلوم ہوتا ہے اس لیے اعراضاً بھاگ جاتا ہے۔ ایک سوال یہ ہے کہ اذان میں اللہ تعالیٰ کا نام سن کر جب وہ بھاگ جاتا ہے تو پوری نماز کے دوران وہ کیسے موجود رہتا ہے۔ جب کہ نماز میں از اوّل تا آخر اللہ تعالیٰ کا ہی ذکر ہوتا ہے۔ علامہ عینی نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اذان کے ذریعہ قواعد دین اور شعائر اسلام کا اظہار ہوتا ہے لیکن یہ جواب اس لیے ضعیف ہے کہ نماز کے ذریعہ بدرجہ اولیٰ قواعد دین اور شعائر اسلام کا اظہار ہوتا ہے۔ علامہ عینی نے دوسرا جواب یہ دیا کہ اذان میں چونکہ توحید کا اعلان ہوتا ہے اس لیے شیطان وسوسہ اندازی سے مایوس ہو جاتا ہے اور نماز میں اس کے لیے وسوسہ اندازی کا دروازہ کھل جاتا ہے اس لیے لوٹ آتا ہے یہ جواب بھی ضعیف ہے اس لیے کہ اگر توحید کا اعلان وسوسے کو روکنے کا سبب ہے تو نماز، اذان کی بہ نسبت توحید کے اعلان کو زیادہ شامل ہے، لہٰذا نماز کے وقت بھی اسے بھاگ جانا چاہیے۔ میرے خیال میں اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ بعض کلمات میں اللہ تعالیٰ نے مخصوص تاثیر پیدا کر دی ہے مثلاً لاحول ولا قوۃ سے شیطان کا بھاگنا یا جیسے آیۃ الکرسی میں یہ تاثیر ہے کہ رات کو اس کو پڑھ کر سونے والا شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اذان میں تاثیر رکھ دی کہ اذان سن کر شیطان بھاگ جاتا ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ اذان دنیا میں کسی نہ کسی جگہ ہر وقت ہو رہی ہوتی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ شیطان ہر وقت مفرور رہے اور اسے کسی کو وسوسہ ڈالنے کا موقع ہی نہ ملے حالانکہ وہ لعین ہر وقت وسوسہ اندازی کرتا رہتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ صرف ایک شیطان ہی تو وسوسہ کے لیے مصروفِ عمل نہیں ہے، اس کی بے شمار ذریات بھی ہیں اس لیے اگر مان لیا جائے کہ وہ خود ہمہ وقت مفرور ہے تو اس کی ذریات وسوسہ اندازی کے لیے کافی ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف کے مطابق ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان پیدا ہوتا ہے اور اذان سن

کو ہی شیطان بھاگ جاتا ہے اور نماز کے وقت لوٹ آتا ہے۔ جس جگہ بھی اذان اور نماز ہوتی ہے وہاں کے انسانوں کے ساتھ جو شیاطین متعلق ہوتے ہیں ان کا یہی معاملہ ہوتا ہے۔ اس حدیث سے اذان کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ علامہ عینی لکھتے ہیں: صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان میں ہے مؤذن کی آواز جہاں تک جاتی ہے، وہاں تک کی ہر خشک وتر چیز اس کے لیے استغفار کرتی ہے اور نماز کو جانے والے کے لیے پچیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دو اذانوں کے درمیان گناہ مٹا دیے جاتے ہیں۔[1]

۱۱۷۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ مِنْ بَعْضِ الصَّلَوَاتِ ثُمَّ قَامَ فَلَمْ يَجْلِسْ فَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ وَنَظَرْنَا تَسْلِيْمَهٗ كَبَّرَ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ التَّسْلِيْمِ ثُمَّ سَلَّمَ۔

حضرت عبد اللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھا کر بغیر قعدہ کیے کھڑے ہو گئے لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ جب آپ نے نماز پوری کر لی اور ہم سلام کا انتظار کر رہے تھے کہ آپ نے تکبیر کہی اور بیٹھے ہوئے سلام سے پہلے دو سجدے کیے۔

۱۱۷۲ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُحَيْنَةَ الْأَسَدِيِّ حَلِيْفِ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِيْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَعَلَيْهِ جُلُوْسٌ فَلَمَّا أَتَمَّ صَلٰوتَهٗ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ يُكَبِّرُ فِيْ كُلِّ سَجْدَةٍ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ أَنْ يُّسَلِّمَ وَسَجَدَهُمَا النَّاسُ مَعَهٗ مَكَانَ مَا نَسِيَ مِنَ الْجُلُوْسِ۔

حضرت عبد اللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں قعدہ کیے بغیر تیسری رکعت میں کھڑے ہو گئے نماز پوری کرنے کے بعد آپ نے بیٹھے ہوئے سلام سے پہلے دو سجدے کیے ہر سجدہ کے ساتھ تکبیر کہی یہ سجدے اس قعدہ کے عوض تھے جو آپ بھول گئے تھے لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔

۱۱۷۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ الْأَزْدِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِي الشَّفْعِ الَّذِيْ يُرِيْدُ أَنْ يَّجْلِسَ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَمَضٰى فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلَمَّا كَانَ فِيْ اٰخِرِ الصَّلٰوةِ سَجَدَ قَبْلَ أَنْ يُّسَلِّمَ ثُمَّ سَلَّمَ۔

حضرت عبد اللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دوگانہ کے بعد کھڑے ہو گئے جس کے بعد آپ کا بیٹھنے کا ارادہ تھا۔ اس کے بعد آپ نماز پڑھتے رہے حتیٰ کہ آخر میں سلام سے پہلے سجدہ کیا۔

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۱۳ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

سجدہ سہو میں مذاہب ائمہ اور ترجیح احناف

نماز کے واجبات میں سے کسی واجب کے ترک کرنے سے یا فرض کی تاخیر سے (کہ درحقیقت وہ بھی ترک واجب ہے) نماز میں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ مثلاً نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے سے رہ گئی یا سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا رہ گیا یا قعدہ اولیٰ رہ گیا یا تین رکعات کے بعد بیٹھ کر چوتھی رکعت میں کھڑا ہوا اور اس طرح فرض میں تاخیر ہو گئی ایسی صورت میں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ سجدہ سہو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آخری تشہد پڑھنے کے بعد سلام پھیر کر دو سجدے کرلے اس کے بعد تشہد، درود اور دعا پڑھنے کے بعد سلام پھیر دے۔

سجدہ سہو میں ائمہ کے مسالک حسب ذیل ہیں:

حنفیہ: سلام کے بعد سجدہ سہو کرے۔

شافعیہ: سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے۔

مالکیہ: نماز میں کسی فعل کی کمی ہو تو سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے اور اگر کسی فعل کی زیادتی ہو تو بعد میں سجدہ کرے۔

حنابلہ: جن صورتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام سے پہلے سجدہ کیا وہاں پہلے سجدہ کرے اور جن صورتوں میں بعد میں سجدہ کیا ان میں بعد میں سجدہ کرے۔

غیر مقلدین: ان صورتوں کے سوا سجدہ نہ کرے جن میں آپ نے سجدہ کیا اور وہ پانچ صورتیں ہیں' اوّل: دو رکعت کے بعد بلا قعدہ کھڑے ہو گئے جیسا ابن بحینہ کی روایت میں ہے۔ ثانی: دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا جیسا کہ ذوالیدین کی روایت ہے۔ ثالث: تین رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا جیسے عمران بن حصین کی روایت ہے۔ رابع: پانچ رکعات پڑھ لیں جیسا کہ عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے۔ خامس: شک کی صورت میں سجدہ کیا جیسا ابو سعید خدری کی روایت ہے۔[۱]

سجدہ سہو میں ائمہ کا یہ اختلاف اولویت میں ہے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ صحیح احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح قول ہے کہ "سلام کے بعد دو سجدے کرے" شوافع جن احادیث سے استدلال کرتے ہیں ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ذکر ہے کہ آپ نے سلام سے پہلے سجدہ کیا اور یہ احادیث ان احادیث سے معارض ہیں جن میں یہ ہے کہ آپ نے سلام کے بعد سجدہ کیا، رہا یہ کہ بعض احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے "سلام سے پہلے سجدہ کرو" تو ان روایات کی اسانید میں ضعف ہے مثلاً حضرت ابوسعید کی روایت مسلم میں متصل ہے لیکن امام مسلم اس کے اتصال میں منفرد ہیں۔ امام مالک اس کو مرسلاً روایت کرتے ہیں۔ حضرت معاویہ کی روایت جو نسائی میں ہے اس کی سند میں یوسف ہے اس کے بارے میں نسائی کہتے ہیں غیر مشہور راوی ہے، علیٰ ہذا القیاس اس کے برخلاف صحیح روایات میں آپ کا قول ہے کہ سلام کے بعد سجدہ کرو۔ مثلاً عبداللہ بن جعفر سے مروی ہے: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من شك فی صلوته فلیسجد سجدتین بعد ما یسلم۔ "جس شخص کو نماز میں شک ہو وہ سلام کے بعد دو سجدے کرے" (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۱۲۵) (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۸) "عن ثوبان لکل سہو سجدتان بعد ما یسلم" (سنن کبریٰ ج ۲ ص ۳۳۷) ثوبان سے روایت ہے کہ سہو میں سلام کے بعد دو سجدے ہیں۔

---

[۱] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ ھ

امام مالک نے ایک مرتبہ ہارون الرشید کے سامنے بیان کیا کہ اگر نماز میں کسی فعل کی کمی ہو تو سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے اور اگر کسی فعل کی زیادتی ہو تو بعد میں سجدہ سہو کرے۔ امام ابو یوسف نے اعتراض کیا کہ اگر کسی شخص سے نماز میں کمی بھی ہو اور زیادتی بھی تو وہ کیا کرے؟ امام مالک سے اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں بن سکا۔ امام احمد بن حنبل کے مذہب پر بھی یہ اعتراض بعینہٖ وارد ہوتا ہے۔ رہے غیر مقلدین تو وہ جن پانچ صورتوں میں سجدہ سہو کے قائل ہیں ان کے علاوہ دیگر صورتوں میں بھی کمی زیادتی سے سہو ہو سکتا ہے اس کی تلافی کے لیے آخر کیا طریقۂ کار ہوگا؟۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک تشہد پڑھنے کے بعد سلام پھیرے، امام شافعی سجدہ سہو کے لیے تشہد کے قائل نہیں ہیں نیز امام ابو حنیفہ کے نزدیک سجدہ سہو واجب ہے اور امام شافعی کے نزدیک سنت ہے امام اعظم کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں آپ نے سجدہ سہو کا امر فرمایا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ امر وجوب کے لیے آتا ہے۔ [۱]

اگر کسی شخص کو سجدہ سہو میں سہو لاحق ہو تو اس پر مزید سجدہ سہو نہیں ہے، علم صرف کے ایک امام نے اس پر ایک نفیس دلیل قائم کی اور کہا سجدہ سہو نماز کی تصغیر ہے اور تصغیر کی تصغیر نہیں آتی اس لیے سجدہ سہو کے سہو کے لیے سجدہ نہیں ہوگا۔

۱۱۷۴- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلَفٍ قَالَ نَا مُوسَى بْنُ دَاوُدَ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلَمْ يَدْرِ كَمْ صَلَّى ثَلَاثًا أَمْ أَرْبَعًا فَلْيَطْرَحِ الشَّكَّ وَلْيَبْنِ عَلَى مَا اسْتَيْقَنَ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ فَإِنْ كَانَ صَلَّى خَمْسًا شَفَعْنَ لَهُ صَلَاتَهُ وَإِنْ كَانَ صَلَّى إِتْمَامًا لِأَرْبَعٍ كَانَتَا تَرْغِيمًا لِلشَّيْطَانِ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کو نماز میں شک ہو جائے اور پتا نہ چلے کہ اس نے تین رکعت نماز پڑھی ہے یا چار، تو شک کو ساقط کر دے اور جتنی رکعات کا یقین ہو اس کے مطابق نماز پڑھے اور سلام سے پہلے دو سجدے کر لے۔ اب اگر اس نے (واقع میں) پانچ رکعت پڑھی ہیں تو ان دو سجدوں کے ساتھ چھ رکعات ہو جائیں گی اور اگر چار رکعات پڑھی ہیں تو یہ دو سجدے شیطان کی ذلت کا سبب ہو جائیں گے۔

۱۱۷۵- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَمِّي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي مَعْنَاهُ قَالَ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ السَّلَامِ كَمَا قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ۔

ایک اور سند سے مثل سابق حدیث مروی ہے۔

---

[۱] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری جز ۷ ص ۳۰۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

شک کی صورت میں نماز کی ادائیگی

جب نمازی کو شک پڑ جائے کہ اس نے تین رکعات پڑھی ہیں یا چار تو اس صورت میں امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ یہ کہتے ہیں کہ جتنی رکعات کا یقین ہے اس کے مطابق نماز پڑھے مثلاً جب تین اور چار میں تردد ہے تو تین رکعات تو یقینی ہیں اس لیے ان رکعات کو تین قرار دے۔ ان کی دلیل حدیث مذکور الصدر ہے [1]۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ شک کی صورت میں تین حکم بیان فرماتے ہیں: اگر پہلی بار شک واقع ہوا ہے تو دوبارہ نماز پڑھے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے: "طبرانی میں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا ایک شخص نماز میں بھول گیا اور اسے یاد نہیں رہا کہ اس نے کتنی رکعات نماز پڑھی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ نماز دہرائے اور بیٹھ کر دو سجدے کرے [2]۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تین اور چار رکعات کے تردد میں جو جانب راجح ہو اور جس پر ظن غالب ہو اس پر عمل کرے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کو نماز میں شک ہو تو صحیح صورت پر غور کرے اور اس کے مطابق نماز پڑھے پھر دو سجدے کرے [3]۔ تیسری صورت یہ ہے کہ جب اسے تین اور چار رکعات کے درمیان تردد ہو اور کوئی جانب راجح نہیں ہو تو جتنی رکعات کا یقین ہو اتنی رکعات قرار دے کر نماز پڑھے جس کو فقہی اصطلاح میں بناء علی الاقل کہتے ہیں۔ اس کی دلیل حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی مذکور الصدر حدیث ہے یعنی شک کو ساقط کرے اور جتنی رکعات کا یقین ہو اس کے مطابق نماز پڑھے [4]۔

جب تین یا چار رکعات کا تردد ہو اور نمازی ان کو تین رکعات قرار دے تو بیٹھ کر تشہد پڑھے اس کے بعد ایک رکعت اور پڑھ کر سجدہ سہو کر کے سلام پھیر دے۔ تین رکعات کے بعد بیٹھنا اس لیے ضروری ہے کہ ہو سکتا ہے کہ واقع میں وہ چار رکعات ہوں تو کہیں قعدہ اخیرہ جو فرض ہے اس کا ترک لازم نہ آئے۔

۱۱۷۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُثْمَانُ ابْنَا اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ عُثْمَانُ نَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ زَادَ اَوْ نَقَصَ فَلَمَّا سَلَّمَ قِيْلَ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوْا صَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَثَنٰى رِجْلَيْهِ وَاسْتَقْبَلَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی (راوی ابراہیم کہتے ہیں) آپ نے نماز میں کچھ کمی یا زیادتی کر دی، جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا گیا: "یا رسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے؟" آپ نے فرمایا کیوں، لوگوں نے کہا آپ نے اس طرح نماز پڑھی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ نے پیر پلٹے اور قبلہ کی طرف

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری جز ۷ ص ۳۱۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۳ ص ۱۰۴-۱۰۳، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ مصر ۱۳۹۸ھ

[3] امام مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

[4] ایضاً، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

الْقِبْلَةَ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ إِنَّهُ لَوْ حَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ أَنْبَأْتُكُمْ بِهِ وَلٰكِنْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ أَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي وَإِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلٰوتِهِ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ۔

رخ پھیر لیا دو سجدے کیے پھر سلام پھیر دیا پھر چہرہ مبارک ہماری طرف متوجہ کیا اور فرمایا اگر نماز کے بارے میں کوئی نیا حکم نازل ہوتا تو میں تمہیں اس کی خبر دیتا لیکن میں تمہاری طرح بشر ہوں اور تمہاری طرح بھول جاتا ہوں لہٰذا جب میں بھولوں تو تم مجھے یاد دلا دیا کرو۔ اور تم میں سے جب کسی کی نماز میں شک پیدا ہو غور کرے جو ٹھیک اور صحیح معلوم ہو اس کے مطابق نماز پوری کرے پھر دو سجدے کرکے سلام پھیر دے۔

۱۱۷۷- حَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ بِشْرٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا وَكِيعٌ كِلَاهُمَا عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ مَنْصُورٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ بِشْرٍ فَلْيَنْظُرْ أَحْرٰى ذٰلِكَ لِلصَّوَابِ وَفِي رِوَايَةِ وَكِيعٍ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ۔

ایک اور سند کے ساتھ کچھ تغیر سے یہ روایت منقول ہے۔

۱۱۷۸- حَدَّثَنَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ قَالَ نَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا مَنْصُورٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ مَنْصُورٌ فَلْيَنْظُرْ أَحْرٰى لِلصَّوَابِ۔

ایک اور سند کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے جس میں یہ ہے جب شبہ پیدا ہو تو غور کرے (نماز کی) درستگی کے لیے یہی مناسب ہے۔

۱۱۷۹- وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عُبَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی کچھ تغیر سے یہ حدیث مروی ہے۔

۱۱۸۰- وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فَلْيَتَحَرَّ أَقْرَبَ ذٰلِكَ لِلصَّوَابِ۔

ایک اور سند کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے جس میں ہے جو صحیح ہو اس کے بارے میں غور کرے۔ یہی چیز درستگی کے زیادہ قریب ہے۔

۱۱۸۱- وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا فُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ مَنْصُورٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فَلْيَتَحَرَّ الَّذِي يَرٰى أَنَّهُ الصَّوَابُ۔

ایک اور سند کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے جس میں ہے جو صحیح ہو اس کے بارے میں غور کرے۔

۱۱۸۲- وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ عَنْ مَنْصُورٍ بِإِسْنَادِ هٰؤُلَاءِ وَقَالَ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ۔

ایک سند کے ساتھ ہے۔ صحیح امر تلاش کرے۔

۱۱۸۳- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِي قَالَ شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا فَلَمَّا سَلَّمَ قِيلَ لَهُ أَزِيدَ فِي الصَّلَاةِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوا صَلَّيْتَ خَمْسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعات پڑھا دیں، جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا گیا "کیا نماز زیادہ ہو گئی ہے؟" آپ نے فرمایا: "کیسے؟" عرض کیا گیا آپ نے پانچ رکعات پڑھا دیں تب آپ نے دو سجدے کیے۔

۱۱۸۴- وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ أَنَّهُ صَلَّى بِهِمْ خَمْسًا ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ صَلَّى بِنَا عَلْقَمَةُ الظُّهْرَ خَمْسًا فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ الْقَوْمُ يَا أَبَا شِبْلٍ قَدْ صَلَّيْتَ خَمْسًا قَالَ كَلَّا مَا فَعَلْتُ قَالُوا بَلَى قَالَ وَكُنْتُ فِي نَاحِيَةِ الْقَوْمِ وَأَنَا غُلَامٌ فَقُلْتُ بَلَى قَدْ صَلَّيْتَ خَمْسًا قَالَ لِي وَأَنْتَ أَيْضًا يَا أَعْوَرُ تَقُولُ ذَاكَ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَانْفَتَلَ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسًا فَلَمَّا انْفَتَلَ تَوَشْوَشَ الْقَوْمُ بَيْنَهُمْ فَقَالَ مَا شَأْنُكُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ هَلْ زِيدَ فِي الصَّلَاةِ قَالَ لَا قَالُوا فَإِنَّكَ قَدْ صَلَّيْتَ خَمْسًا فَانْفَتَلَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ قَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ زَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ فِي حَدِيثِهِ فَإِذَا نَسِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ.

ابراہیم بن سوید کہتے ہیں کہ علقمہ نے ظہر کی نماز پانچ رکعات پڑھا دیں جب سلام پھیرا تو لوگوں نے کہا اے ابو شبل! آپ نے پانچ رکعات نماز پڑھائی ہیں۔ انھوں نے کہا: "ہرگز نہیں!" لوگوں نے کہا آپ نے پڑھائی ہیں ابراہیم کہتے ہیں میں ایک کونے میں تھا اور اس وقت تھا بھی کم سن! میں نے بھی کہا ہاں آپ نے پانچ رکعات پڑھائی ہیں۔ وہ کہنے لگے "اے کانے! تو بھی یہ کہتا ہے!" میں نے کہا ہاں، یہ سن کر وہ مڑے اور دو سجدے کیے اور پھر سلام پھیرا اور پھر کہا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پانچ رکعات نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے ایک دوسرے سے پوچھنا شروع کر دیا آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا نماز کچھ زیادہ ہو گئی ہے؟ فرمایا "نہیں!" حاضرین نے کہا آپ نے پانچ رکعات پڑھائی ہیں آپ نے قبلہ کی طرف رخ کیا اور دو سجدے کیے پھر سلام پھیر دیا اور فرمایا بہرگاہ میں تمہاری طرح بشر ہوں، جس طرح تم بھولتے ہو بھول جاتا ہوں۔ ایک روایت میں ہے جب تم میں سے کوئی شخص بھول جائے تو دو سجدے کرے۔

۱۱۸۵- وَحَدَّثَنَاهُ عَوْنُ بْنُ سَلَّامٍ الْكُوفِيُّ قَالَ أَنَا أَبُو بَكْرٍ النَّهْشَلِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسًا فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ أَزِيدَ فِي الصَّلَاةِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوا صَلَّيْتَ خَمْسًا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پانچ رکعات نماز پڑھا دیں۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا نماز میں زیادتی ہو گئی۔ آپ نے فرمایا وہ کیسے! حاضرین نے کہا آپ نے پانچ رکعات پڑھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا: بہرگاہ میں تمہاری

قَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَذْكُرُ كَمَا تَذْكُرُوْنَ وَاَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ.

طرح بشر ہوں مجھے بھی اسی طرح بات یاد آتی ہے جس طرح تمہیں یاد آتی ہے اور جس طرح تم بھولتے ہو اسی طرح میں بھی بھول جاتا ہوں پھر آپ نے سہو کے دو سجدے کیے۔

۱۱۸۶ - وَحَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيْمِيُّ قَالَ اَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزَادَ اَوْ نَقَصَ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ وَالْوَهْمُ مِنِّيْ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَزِيْدَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ فَقَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِيَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ ثُمَّ تَحَوَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کمی یا زیادتی کے ساتھ نماز پڑھا دی (ابراہیم کہتے ہیں کہ یہ وہم میری طرف سے ہے) آپ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا نماز میں کچھ زیادتی ہو گئی ہے؟ آپ نے فرمایا ہر گاہ میں تمہاری طرح بشر ہوں جس طرح تم بھولتے ہو میں بھول جاتا ہوں۔ جب تم میں سے کوئی شخص بھول جائے تو بیٹھ کر دو سجدے کرے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (قبلہ کی طرف) پھرے اور دو سجدے کیے۔

خصائص مصطفےٰ

اس باب کی متعدد احادیث میں اس بات کا بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام نے نماز کے دوران گفتگو کی۔ علامہ نووی کی تحقیق کے مطابق یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب نماز میں گفتگو کی اباحت منسوخ ہو چکی تھی۔ اس کے باوجود صحابہ کرام نے آپ سے گفتگو کی۔ علامہ نووی لکھتے ہیں: "ہمارے اور دیگر علماء کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمکلام ہونے سے نماز نہیں ٹوٹتی اور یہ مسئلہ مشہور ہے۔" یہ صرف آپ کی خصوصیت ہے کسی اور شخص سے نمازی بات کرے تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی۔ ان احادیث میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ سے منہ پھیر کر صحابہ کی طرف رخ کر چکے تھے جب آپ نے اس بات کی تحقیق کر لی کہ پانچ رکعات ہوئی ہیں تو پھر آپ قبلہ کی طرف پھر گئے اور یہ بھی آپ کی خصوصیت ہے کوئی اور نمازی نماز میں قبلہ سے پھر جائے تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ اپنی نماز کے اتمام میں قبلہ کے محتاج نہیں ہیں بلکہ حق یہ ہے کہ قبلہ اپنے قبلہ ہونے میں آپ کا محتاج ہے۔ آپ جب تک مسجد اقصیٰ کی طرف متوجہ رہے وہ قبلہ تھا اور جب آپ نے کعبہ کو قبلہ بنانا پسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے قبلہ بنا دیا، آج کعبہ کی یہ تعظیم و تکریم، چہار سو سے اس کی جستجو، خلق کا ہجوم اور اژدحام سب آپ کی چشم کرم کا تصدق ہے۔ آپ توجہ فرماتے تو یہ عظمتیں کہاں سے ملتیں۔ بعض عرفاء نے کہا ہے آپ کے جسم کا قبلہ کعبہ ہے اور آپ کی روح کا قبلہ خود ذات الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ کا قبلہ آپ کی ذات ہے۔ یعنی آپ کی روح اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف اور اللہ تعالیٰ آپ کی ذات کی طرف متوجہ ہے۔

بشریت

ان احادیث میں آپ کا یہ ارشاد بھی ہے: "ہر گاہ میں تمہاری طرح بشر ہوں۔" قرآن کریم میں بھی ہے: قل انما انا بشر مثلکم" (کہف: ۱۱۰) آپ کہیے میں تمہاری مثل بشر ہی ہوں "تمہاری مثل" کی تفصیل اور تحقیق ہم آئندہ سطور میں پیش کریں گے۔ سر دست ہم بشریت پر کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔

بعض لوگ اہلسنت کے بارے میں یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنس بشر سے مبعوث نہیں مانتے اور آپ کو چاند سورج کی طرح نوری مخلوق مانتے ہیں۔ یہ الزام سراسر غلط ہے آپ کی حقیقت کیا ہے۔ اس سے بحث کرنا ہمارا منصب نہیں ہے ہمیں کسی چیز کے بارے میں یقینی علم نہیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے تو حضور سرور کائنات کی

حقیقت کو ہم کیسے جان سکتے ہیں۔ قرآن کریم سے قطعیت کے ساتھ جو معلوم ہے وہ یہ ہے کہ آپ نوع انسان سے مبعوث ہوئے آپ انسان کامل اور افضل البشر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم۔ (آل عمران: ۱۶۴)

اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں پر احسان ہے کہ اس نے ان میں انھیں سے ایک رسول بھیجا۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاند سورج یا فرشتوں کی طرح کوئی نوری مخلوق ہوتے تو ہم میں سے نہ ہوتے اور نہ یہ ہمارے لیے باعث احسان ہوتا، نیز فرمایا:

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم۔ (توبہ: ۱۲۸)

بے شک تمہارے پاس تم میں سے ایک رسول آگئے انھیں وہ کام گراں گزرتے ہیں جو تم پر دشوار ہیں۔

اور فرمایا:

وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم فسئلوا اھل الذکر (انبیاء: ۷)

ہم نے آپ سے پہلے بھی صرف مردوں ہی کو رسول بنایا ہے تم رنگ جاننے والوں سے پوچھ لو۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نور کا اطلاق بھی فرمایا ہے۔

قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین۔ (مائدہ: ۱۵)

بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس نور اور کتاب مبین آگئی۔

نور کے معنی میں کہا گیا ہے کہ نور وہ کیفیت ہے جو خود ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کر دے۔ اسی وجہ سے چاند سورج اور ستاروں میں جو کیفیت ضیائیہ ہے اس کو نور کہا جاتا ہے اس کے علاوہ جس صفت کے ساتھ جہالت اور گمراہی کے اندھیروں کو دور کیا جائے اس کو بھی نور کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے علم اور ہدایت کو نور کہتے ہیں پہلا نور مادی ہے اور دوسرا معنوی۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علم اور ہدایت کے اعتبار سے علی وجہ الکمال نور تھے۔ اور یہ بھی ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ کفر اور شرک اور جہالت کے اندھیروں کو دور کرنا انبیاء کا کام ہے اور یہ کہ افضل نور وہی ہے جو علم اور ہدایت کا نور ہے۔ تاہم بعض مواقع پر آپ سے حسی نور کا بھی ظہور ہوا جیسا کہ بعض روایات میں ہے جب آپ کلام کرتے تو آپ کے دندان مبارک سے نور کی طرح ایک کیفیت نکلتی دکھائی دیتی[۱] اور کہا جا سکتا ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام ید بیضاء رکھنے کے باوجود بشر تھے تو آپ کے دندان مبارک سے اگر نور کی طرح کوئی کیفیت ظاہر ہو تو وہ بھی آپ کے بشر ہونے کے خلاف نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم باوجود بشر ہونے کے بشری کثافتوں اور مادی غلاظتوں سے پاک تھے انبیاء امت کا اس پر اجماع ہے کہ آپ کے جسم مبارک کا تاریک سایہ نہ تھا۔ آپ کا خون اور دیگر فضلات طیب اور طاہر تھے۔ علامہ عسقلانی فرماتے ہیں۔

[۱] قاضی عیاض متوفی ۵۴۴ھ الشفاء ج ۱ ص ۵۵ ناشر مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان

وقد تکاثرت الادلۃ علی طہارۃ فضلاتہ وعد الائمۃ ذلک فی خصائصہ [1] — آپ کے فضلات کی طہارت پر بکثرت دلائل ہیں اور ائمہ نے اس کو آپ کی خصوصیت قرار دیا ہے۔

علامہ عینی نے بزار، طبرانی، حاکم، بیہقی اور ابونعیم کے حوالہ سے ذکر کیا کہ ابوطیبہ اور عبداللہ بن زبیر نے آپ کا خون پی لیا اور حاکم، دارقطنی اور ابونعیم کے حوالہ سے ذکر کیا کہ ام ایمن نے آپ کا پیشاب پیا۔[2] علامہ عینی نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب کو طاہر قرار دیتے تھے۔[3] شیخ اشرف علی تھانوی نے نشر الطیب میں آپ کے فضلات کی طہارت ثابت کی لیکن اپنی آخری تصنیف بوادر نوادر میں طہارت کا انکار کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے استدلال کیا کہ جب ایک صحابی نے آپ کا خون پیا تو آپ نے فرمایا "دوبارہ نہ پینا کیونکہ ہر خون حرام ہوتا ہے" شیخ تھانوی نے یہ حدیث لکھ کر کہا یہ مسئلہ بالکل منقح ہو گیا کہ طہارت کا قول بلادلیل ہے حالانکہ اہل علم پر مخفی نہیں کہ حرمت نجاست کو مستلزم نہیں مثلاً مال غیر حرام ہے نجس نہیں۔

مثلیت — اس سلسلہ میں دوسری اہم بحث یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہے "آپ کہیے کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں" اور اس باب کی بعض احادیث میں بھی ہے "میں تمہاری مثل بشر ہوں" بعض لوگ اس مسئلہ میں تفریط کا شکار ہیں۔ میں نے خود بعض لوگوں کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضور ہم جیسے تھے۔ ایک شخص نے کہا بتلاؤ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ہاتھ نہ تھے آپ کی دو آنکھیں نہ تھیں آپ کے دو کان نہ تھے (العیاذ باللہ) میں نے کہا ظالم تم دو ہاتھ تو دکھا دو گے ہاتھوں میں وہ قوت کہاں سے لاؤ گے کہ اشارہ کریں تو چاند شق ہو جائے، کنکریاں پھینکیں تو کفار کے چہرے بگڑ جائیں۔ تمہاری دو آنکھیں تو ہیں لیکن ان آنکھوں میں وہ طاقت کہاں سے لاؤ گے کہ بے حجاب اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکو۔ کان تو دو دکھا دو گے لیکن کانوں میں وہ شنوائی کہاں سے لاؤ گے کہ جنات اور ملائکہ کا کلام سن سکو بلکہ خود خدائے لم یزل کا کلام سن سکو۔ اس نے کہا صفات اور خواص کی بات الگ رکھیں صرف دو آنکھیں ہونے میں تو ہم آپ کی مثل ہوں یہ جدا بات ہے کہ آپ کی آنکھیں کیسی ہیں اور میری آنکھیں کیسی ہیں۔ میں نے کہا اگر صفات اور خواص کا لحاظ نہ رکھا جائے تو کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ تم خنزیر کی مثل ہو گئے کیونکہ اس کی بھی دو آنکھیں ہیں اور تمہاری بھی دو آنکھیں ہیں اور دو آنکھیں رکھنے میں دونوں برابر ہیں۔ خبثت الکلاب ...... کہاں ہم کہاں حضور اکرم؟ ہمیں نماز میں سلام کر دے تو اس کی نماز غارت ہو جائے اور حضور کو سلام کیے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی۔ ہم کسی نمازی کو حالت نماز میں بلائیں تو نہ جانا واجب اور سرکار کسی نمازی کو حالت نماز میں بلائیں تو اس کا جانا واجب، ہم قبلہ کے محتاج، ان کا خود قبلہ محتاج۔ ہم کسی سے نماز میں بات کریں تو نماز ٹوٹ جائے اور سرکار کسی نمازی سے نماز میں بات کریں تو نماز قائم بلکہ کامل رہے۔ ہم کیا اور ہماری حیثیت کیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام بھی ان جیسے نہیں۔ میدان حشر میں دنیا دیکھے گی کہ جب اللہ عزوجل جلال میں ہو گا کسی نبی کو اللہ تعالیٰ سے یارائے سخن نہیں ہو گا کوئی زبان شفاعت نہیں کھولے گا۔ اس وقت اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی جناب میں شفاعت

---

[1] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ — فتح الباری ج ۱ ص ۲۷۲ مطبوعہ لاہور۔

[2] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ — عمدۃ القاری ج ۳، ص ۳۵ مطبوعہ مصر۔ عمدۃ القاری ج ۳ ص ۷۹۔

[3] ایضاً شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ — بوادر نوادر ص ۴۹۴ مطبوعہ لاہور۔

کرے گا تو وہ صرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ اس گفتگو سے یہ واضح ہو گیا کہ کائنات میں کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مماثل نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب آپ کا کوئی مماثل نہیں ہے تو پھر قرآن اور حدیث میں کیوں آیا ہے "میں تمہاری مثل بشر ہوں"، اس کا جواب یہ ہے کہ ہم صرف اس بات میں حضور کی مثل ہیں کہ نہ ہم خدا ہیں نہ حضور خدا ہیں۔ کسی وجودی چیز میں ہم حضور کے مماثل نہیں ہیں۔ مماثلت صرف اس عدمی چیز میں ہے۔ عدم الوہیت میں ہم حضور جیسے ہیں اور کسی وصف میں آپ کے مماثل نہیں ہیں۔

آپ کا نسیان

اس باب کی متعدد حدیثوں میں آیا ہے انسی کما تنسون۔ میں اس طرح بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو۔ اس لیے اس مقام پر نسیان کی تشریح بھی ضروری ہے: علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ امور تبلیغیہ میں آپ پر سہو اور نسیان جائز نہیں یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ رشد و ہدایت کی تبلیغ فرمائیں اور کوئی غلط بات بتلا دیں البتہ دنیاوی معاملات میں اور عبادات میں بعض اوقات آپ پر نسیان طاری ہو جاتا ہے لیکن علی الفور اللہ تعالیٰ آپ کو امر واقعہ سے آگاہ کر دیتا ہے اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ امور اعتقادیہ میں آپ پر نسیان نہیں آسکتا۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو نماز میں بھول گئے تھے اس کی تحقیق یہ ہے نماز پڑھتے وقت آپ یاد الٰہی میں اس قدر مستغرق ہوئے کہ افعال نماز سے آپ کی توجہ ہٹ گئی اور بجائے چار کے پانچ رکعات پڑھا دیں جبکہ ہمارا بھولنا عموماً اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ہم دنیاوی معاملات میں مستغرق ہو جاتے ہیں اور افعال نماز میں توجہ نہیں رہتی۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہم دنیا کی محبت میں بھولتے ہیں اور سرکار مولیٰ کی محبت میں بھولتے ہیں ہمارا بھولنا نقص اور آپ کا بھولنا کمال ہماری بھول غفلت اور آپ کی بھول اطاعت ہے۔ اور آپ کا فرمانا میں تمہاری طرح بھولتا ہوں نفس نسیان میں مماثلت کے طور پر یا تواضع ہے۔ امام مالک روایت کرتے ہیں: "انی لانسی او انسی لاسن"[2] "میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ کوئی سنت قائم ہو۔ اور قاضی عیاض روایت کرتے ہیں: "لست انسی ولکن انسی"[3] "میں بھولتا نہیں ہوں لیکن بھلا دیا جاتا ہوں۔" اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں نہ بھولتے اور سجدہ سہو نہ کرتے تو آپ کی نمازیں تو ہو جاتیں لیکن بعد میں جب ہم بھولتے اور ہمیں سہو لاحق ہوتا تو ہماری نمازوں کو کس کے دامن میں پناہ ملتی۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زبانی سہو کے مسائل بتلا دیتے اور خود نہ بھولتے تب بھی تبلیغ کا تقاضا پورا ہو جاتا تو میں کہوں گا پھر ہر کام کی ادائیگی کے لیے آپ کا نمونہ حاصل نہ ہوتا اور سجدہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم للنووی ج ۱ ص ۲۱۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۵ھ۔

[2] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک ص ۸۴ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور الطبعۃ الثانیۃ۔

[3] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ج ۲ ص ۱۲۱ مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان۔

ایضاً حافظ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، تمہید ج ۵ ص ۱۰۸ مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

ایضاً تمہید ج ۲۰۶ ص ۳۹۲

ایضاً علامہ محمد عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح الموطا للزرقانی ج ۱ ص ۱۸۴ مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر۔

سہو ادا کرنے والوں کو شرف بالا قتداء حاصل نہ ہوتا۔

پانچ رکعات کی تصحیح

نمازی نے چار رکعات فرض نماز بھول کر پانچ رکعات پڑھ لیں تو دیکھنا یہ ہے کہ اس نے چار رکعت کے بعد قعدہ کیا ہے یا نہیں۔ اگر قعدہ کر لیا ہے تو فرض ادا ہو گیا۔ اب سجدہ سہو کر کے سلام پھیر دے[1] اور اگر قعدہ اخیرہ نہیں کیا تو ایک رکعت اور پڑھ کر سلام پھیر دے اور یہ چھ رکعات امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے مذہب پر نفل ہو جائیں گی۔ البتہ امام محمد کے نزدیک یہ چھ رکعات باطل ہو گئیں۔ کیونکہ بطلان فرضیت سے اصل نماز باطل ہو گئی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ امام محمد کے نزدیک ہر دوگانہ کے بعد قعدہ فرض ہے جو یہاں رہ گیا[2] امام اعظم اور امام ابویوسف کے نزدیک نوافل میں ہر دوگانہ کے بعد قعدہ فرض نہیں ہے بلکہ تمام رکعات کے بعد قعدہ فرض ہے اور تمام رکعات بمنزلہ صلوٰۃ واحدہ ہیں حتیٰ کہ آٹھ رکعات بھی ایک قعدہ کے ساتھ صحیح ہیں اور علامہ ابن عابدین شامی نے تصریح کی ہے کہ نوافل میں ہر دوگانہ کا مستقل نماز ہونا قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔[3]

۱۱۸۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا حَفْصٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ بَعْدَ السَّلَامِ وَالْكَلَامِ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے اور گفتگو فرمانے کے بعد دو سہو کے سجدے کیے۔

۱۱۸۸ - وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِمَّا زَادَ أَوْ نَقَصَ قَالَ إِبْرَاهِيمُ وَأَيْمُ اللّٰهِ مَا جَاءَ ذَاكَ إِلَّا مِنْ قِبَلِي قَالَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَحَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ فَقَالَ لَا قَالَ فَقُلْنَا لَهُ الَّذِي صَنَعَ فَقَالَ إِذَا زَادَ الرَّجُلُ أَوْ نَقَصَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ قَالَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ نے نماز میں کچھ زیادتی یا کمی کر دی، راوی ابراہیم کہتے ہیں بخدا یہ شبہ مجھے لاحق ہوا ہے، حضرت ابن مسعود کہتے ہیں ہم نے کہا یا رسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم آگیا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں! حضرت ابن مسعود کہتے ہیں پھر ہم نے ذکر کیا کہ آپ نے اس طرح نماز پڑھی ہے۔ آپ نے فرمایا: جب کسی شخص سے نماز میں زیادتی ہو یا کمی ہو تو وہ دو سجدۂ سہو کرے، پھر آپ نے دو سجدۂ سہو کیے۔

---

[1] باب مذکور کی احادیث میں پانچ رکعات نماز پڑھنے کی صورت اسی قاعدہ پر محمول ہے اور علامہ نووی کا اس پر یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کہ قعدہ اخیرہ کرنے یا نہ کرنے کی تفصیل کا حدیث میں ذکر نہیں ہے کیونکہ دوسرے دلائل سے قعدہ اخیرہ کی فرضیت ثابت ہو چکی ہے ۔۔۔ سعیدی ۔۔۔

[2] محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام متوفی ۸۶۱ ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۴۴۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۳۳ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ ھ۔

١١٨٩ - وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ عَمْرٌو نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ نَا أَيُّوبُ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ سِيرِينَ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ إِمَّا الظُّهْرَ وَإِمَّا الْعَصْرَ فَسَلَّمَ فِي رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَتَى جِذْعًا فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَاسْتَنَدَ إِلَيْهَا مُغْضَبًا وَفِي الْقَوْمِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَهَابَا أَنْ يَتَكَلَّمَا وَخَرَجَ سَرَعَانُ النَّاسِ يَقُولُونَ قُصِرَتِ الصَّلَاةُ فَقَامَ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَقُصِرَتِ الصَّلَاةُ أَمْ نَسِيتَ فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمِينًا وَشِمَالًا فَقَالَ مَا يَقُولُ ذُو الْيَدَيْنِ قَالُوا صَدَقَ لَمْ تُصَلِّ إِلَّا رَكْعَتَيْنِ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَسَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ فَرَفَعَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ وَرَفَعَ قَالَ وَأُخْبِرْتُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّهُ قَالَ وَسَلَّمَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی اور دو رکعات پڑھا کر سلام پھیر دیا، پھر مسجد میں قبلہ کی جانب گڑے ہوئے ایک ستون کی طرف آئے اور غصہ میں اس پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ نمازیوں میں حضرت ابوبکر اور عمر بھی تھے۔ ان دونوں کو اس مسئلہ میں آپ سے بات کرتے ہوئے ڈر لگا، اور لوگ جلدی سے یہ کہتے ہوئے نکل گئے کہ نماز میں کمی ہو گئی، حضرت ذوالیدین نے عرض کیا یا رسول اللہ! آیا نماز میں کمی ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؛ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں بائیں دیکھا اور پوچھا کہ ذوالیدین کیا کہتا ہے، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ سچ کہتا ہے، آپ نے صرف دو رکعت نماز پڑھی ہے! آپ نے دو رکعت نماز پڑھا کر سلام پھیرا اس کے بعد آپ نے اللہ اکبر کہا پھر سجدہ کیا، پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدے سے سر اٹھایا، پھر تکبیر کہہ کر سجدے میں گئے پھر تکبیر کہہ کر سر اٹھایا۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عمران بن حصین نے یہ خبر دی تھی کہ آپ نے سلام پھیر دیا۔

١١٩٠ - وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ بِمَعْنَى حَدِيثِ سُفْيَانَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

١١٩١ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ فَقَامَ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالَ أَقُصِرَتِ الصَّلَاةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمْ نَسِيتَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ فَقَالَ قَدْ كَانَ بَعْضُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی اور دو رکعت پڑھا کر سلام پھیر دیا حضرت ذوالیدین نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا نماز کم ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں سے کچھ بھی نہیں ہوا، انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! ان میں سے کچھ تو ہو گیا ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ذٰلِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَأَقْبَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ أَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالُوا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَأَتَمَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَقِيَ مِنَ الصَّلٰوةِ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ بَعْدَ التَّسْلِيمِ۔

۱۱۹۲ - وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا هَارُونُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْخَزَّازُ قَالَ نَا عَلِيٌّ وَهُوَ ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ نَا يَحْيٰى قَالَ نَا أَبُو سَلَمَةَ قَالَ نَا أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ ثُمَّ سَلَّمَ فَأَتَاهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ أَمْ نَسِيتَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ۔

۱۱۹۳ - وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَا أَنَا أُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الظُّهْرِ سَلَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ۔

۱۱۹۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ قَالَ زُهَيْرٌ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعَصْرَ فَسَلَّمَ فِي ثَلَاثِ رَكَعَاتٍ ثُمَّ دَخَلَ مَنْزِلَهُ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ الْخِرْبَاقُ وَكَانَ فِي يَدَيْهِ طُولٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَذَكَرَ لَهُ صَنِيعَهُ وَخَرَجَ غَضْبَانَ يَجُرُّ رِدَاءَهُ حَتّٰى انْتَهٰى إِلَى النَّاسِ فَقَالَ أَصَدَقَ هٰذَا قَالُوا نَعَمْ فَصَلّٰى رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ۔

۱۱۹۵ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ وَهُوَ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ سَلَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کیا ذوالیدین سچ کہتے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی ماندہ رکعات پڑھیں اور بیٹھ کر سہو کے دو سجدے کیے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی دو رکعت پڑھیں پھر سلام پھیر دیا، بنو سلیم میں سے ایک شخص نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ! کیا نماز میں کچھ کمی کر دی گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ باقی حدیث حسب سابق ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا، بنو سلیم کا ایک شخص کھڑا ہوا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی اور تین رکعات کے بعد سلام پھیر دیا اور گھر جانے لگے، پھر لمبے ہاتھوں والے خرباق نام کے ایک شخص کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اور آپ کے تین رکعت نماز پڑھانے کا ذکر کیا، آپ غصہ میں چادر کھینچتے ہوئے نکلے اور نمازیوں سے جا کر پوچھا: کیا یہ سچ کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا جی! آپ نے ایک اور رکعت نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا پھر دو سجدے کر کے سلام پھیرا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی تین رکعات نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا، پھر آپ کھڑے ہو کر حجرے میں جانے لگے۔ ایک لمبے ہاتھوں والے شخص نے کہا:

فِي ثَلَاثِ رَكَعَاتٍ مِنَ الْعَصْرِ ثُمَّ قَامَ فَدَخَلَ الْحُجْرَةَ فَقَامَ رَجُلٌ بَسِيطُ الْيَدَيْنِ فَقَالَ أَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَخَرَجَ مُغْضَبًا فَصَلَّى الرَّكْعَةَ الَّتِي كَانَ تَرَكَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ ثُمَّ سَلَّمَ۔

یارسول اللہ! کیا نماز کم ہو گئی ہے؟ آپ غصہ میں آئے اور جو رکعت رہ گئی تھی وہ پڑھا دی پھر آپ نے سلام پھیرا پھر دو سجدۂ سہو کیے اور سلام پھیر دیا۔

بَابُ ۳۰۶ سُجُودِ التِّلَاوَةِ

سجودِ تلاوت

۱۱۹۶ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى كُلُّهُمْ عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ قَالَ زُهَيْرٌ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ سُورَةً فِيهَا سَجْدَةٌ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهُ حَتَّى مَا يَجِدُ بَعْضُنَا مَوْضِعًا لِمَكَانِ جَبْهَتِهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدۂ تلاوت والی سورت کی تلاوت فرماتے تو سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے حتیٰ کہ ہم میں سے بعض کو اپنی پیشانی رکھنے کے لیے جگہ نہیں ملتی تھی۔

۱۱۹۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رُبَّمَا قَرَأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ فَيَمُرُّ بِالسَّجْدَةِ فَيَسْجُدُ بِنَا حَتَّى ازْدَحَمْنَا عِنْدَهُ حَتَّى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا مَكَانًا لِيَسْجُدَ فِيهِ فِي غَيْرِ صَلٰوةٍ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں۔ بسا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے علاوہ قرآن مجید پڑھتے اور آیت سجدہ تلاوت کرتے تو ہمارے ساتھ سجدۂ تلاوت ادا کرتے حتیٰ کہ ہجوم کی وجہ سے ہم میں سے کسی کو سجدہ کی جگہ نہ ملتی۔

۱۱۹۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْأَسْوَدَ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَرَأَ وَالنَّجْمِ فَسَجَدَ فِيهَا وَسَجَدَ مَنْ كَانَ مَعَهُ غَيْرَ أَنَّ شَيْخًا أَخَذَ كَفًّا مِنْ حَصًى أَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ إِلَى جَبْهَتِهِ وَقَالَ يَكْفِينِي هٰذَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ والنجم پڑھی اور سجدہ تلاوت ادا کیا، آپ کے پاس جتنے لوگ تھے ان سب نے سجدہ کیا، سوا ایک بوڑھے شخص کے اس نے مٹی کی ایک مٹھی بھر کر اپنی پیشانی سے لگائی اور کہا مجھے یہی کافی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ وہ شخص اس کے بعد کفر ہی کی حالت میں قتل کیا گیا۔

۱۱۹۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ نَا إِسْمٰعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنِ ابْنِ قُسَيْطٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ سَأَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ الْإِمَامِ فَقَالَ لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْإِمَامِ فِي شَيْءٍ وَزَعَمَ أَنَّهُ قَرَأَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى فَلَمْ يَسْجُدْ۔

عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا امام کے پیچھے قرأت کرنی جائز ہے۔ فرمایا امام کے پیچھے قرأت ہرگز جائز نہیں اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والنجم اذا ھویٰ کی قرأت کی اور سجدہ نہیں کیا

۱۲۰۰ - حدثنا يحيى بن يحيى قال قرأت على مالك عن عبد الله بن يزيد مولى الأسود بن سفيان عن أبي سلمة بن عبد الرحمن أن أبا هريرة قرأ لهم إذا السماء انشقت فسجد فيها فلما انصرف أخبرهم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم سجد فيها۔

حضرت ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اذا السماء انشقت پڑھی اور سجدہ تلاوت ادا کیا اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت میں سجدہ کیا ہے۔

۱۲۰۱ - وحدثني إبراهيم بن موسى قال أنا عيسى عن الأوزاعي ح وحدثنا محمد بن المثنى قال نا ابن أبي عدي عن هشام كلاهما عن يحيى بن أبي كثير عن أبي سلمة عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم بمثله۔

ایک اور سند سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۲۰۲ - حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة وعمرو الناقد قالا نا سفيان بن عيينة عن أيوب بن موسى عن عطاء بن ميناء عن أبي هريرة قال سجدنا مع النبي صلى الله عليه وسلم في إذا السماء انشقت واقرأ باسم ربك۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اذا السماء انشقت اور اقرا باسم ربک میں سجدہ کیا۔

۱۲۰۳ - وحدثنا محمد بن رمح قال نا الليث عن يزيد بن أبي حبيب عن صفوان بن سليم عن عبد الرحمن الأعرج مولى بني مخزوم عن أبي هريرة أنه قال سجد رسول الله صلى الله عليه وسلم في إذا السماء انشقت واقرأ باسم ربك

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذا السماء انشقت اور اقرا باسم ربک میں سجدہ کیا

۱۲۰۴ - وحدثني حرملة بن يحيى قال نا ابن وهب قال أخبرني عمرو بن الحارث عن عبيد الله بن أبي جعفر عن عبد الرحمن الأعرج عن أبي هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بمثله۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۲۰۵ - وحدثنا عبيد الله بن معاذ العنبري ومحمد بن عبد الأعلى قال نا المعتمر عن أبيه عن بكر عن أبي رافع قال صليت مع أبي هريرة صلاة العتمة فقرأ إذا السماء انشقت فسجد فيها فقلت ما هذه

ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں عشاء کی نماز پڑھی۔ انھوں نے اذا السماء انشقت تلاوت کی اور سجدہ کیا۔ میں نے پوچھا آپ نے یہ کیسا سجدہ کیا۔ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ

السَّجْدَةَ؟ فَقَالَ سَجَدْتُ بِهَا خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُ بِهَا حَتَّى أَلْقَاهُ وَقَالَ ابْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُهَا۔

علیہ وسلم کی اقتداء میں بھی یہ سجدہ کیا تھا اور تاحیات یہ سجدہ کرتا رہوں گا۔

۱۲۰۶- وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا عِيسَى ابْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ قَالَ نَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ قَالَ نَا سُلَيْمُ ابْنُ أَخْضَرَ كُلُّهُمْ عَنِ التَّيْمِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُمْ لَمْ يَقُولُوا خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۱۲۰۷- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَسْجُدُ فِي إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ فَقُلْتُ تَسْجُدُ فِيهَا فَقَالَ نَعَمْ رَأَيْتُ خَلِيلِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فِيهَا فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُ فِيهَا حَتَّى أَلْقَاهُ قَالَ شُعْبَةُ قُلْتُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ۔

ابورافع بیان کرتے ہیں میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اذا السماء انشقت کی تلاوت کے بعد سجدہ کرتے دیکھا میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے کہا میں نے اپنے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت کے بعد سجدہ کرتے دیکھا ہے اور میں تاحیات یہ سجدہ کرتا رہوں گا۔

سجدۂ تلاوت میں مذاہب ائمہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور جمہور فقہاء کے نزدیک سجدۂ تلاوت سنت ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سجدۂ تلاوت واجب ہے[۱] امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دلائل یہ ہیں:

قرآن کریم میں ہے۔

"فما لهم لا يؤمنون ○ واذا قرئ عليهم القرآن لا يسجدون" (الانشقاق: ۲۱،۲۰)

"وہ کیوں ایمان نہیں لاتے اور جب ان کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ کیوں نہیں کرتے!"

اس آیت میں قرآن مجید کی تلاوت پر سجدہ نہ کرنے والوں کی مذمت کی گئی ہے اور مذمت واجب کے ترک پر کی جاتی ہے۔

نیز قرآن کریم میں ہے:

"فاسجدوا لله واعبدوا" (النجم: ۶۲)

"اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو۔"

اور امر وجوب کے لیے آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ کرنا واجب ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: "السجدة على من سمعها" (آیت سجدہ) سننے والے پر سجدۂ تلاوت واجب ہے۔" صاحب ہدایہ نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] علامہ محی الدین نووی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح المسلم للنووی ج ۱ ص ۲۱۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

نے فرمایا: السجدۃ علی من سمعھا وعلی من تلاھا "آیت (سجدہ) تلاوت کرنے والے اور سننے والے دونوں پر سجدہ واجب ہے"۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ علی وجوب کے لیے آتا ہے۔ لیکن علامہ عینی اور علامہ زیلعی نے بیان کیا ہے کہ صاحب ہدایہ کی پیش کردہ حدیث غریب ہے بلکہ ثابت نہیں ہے[1]

امام بخاری نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: انما السجود علی من استمع[2] سجدہ اس پر واجب ہے جو آیت (سجدہ) کو قصداً سنتا ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت سجدہ تلاوت کی گئی اور آپ نے سجدہ نہیں کیا[3] باقی ائمہ اور جمہور فقہاء روایات کی بناء پر کہتے ہیں کہ سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ان روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے آیت سجدہ سن کر علی الفور سجدہ نہیں کیا اور سجدۂ تلاوت فوراً واجب نہیں ہوتا بلکہ سننے والے کے ذمہ ہو جاتا ہے چاہے اسی وقت ادا کرے چاہے بعد میں اور ہو سکتا ہے آپ نے اس وقت اس لیے سجدہ نہ کیا ہو تا کہ بعد میں سجدہ کرنے والوں کے لیے سہولت رہے اور آپ کا نمونہ موجود ہو۔

فقہی احکام

سجدۂ تلاوت کے لیے وضو اور قبلہ کی طرف منہ کرنا شرط ہے، اول آخر تکبیر سنت اور قیام مستحب ہے۔ سجدۂ تلاوت کی آیت سننے کے بعد سجدہ واجب ہو جاتا ہے خواہ اسے سننے کا قصد ہو یا نہ ہو۔ اگر ایک مجلس میں کئی آدمی آیت سجدہ تلاوت کریں تو ہر ایک کی تلاوت پر سجدہ واجب ہوگا[4] ——— نماز میں سجدۂ تلاوت کی آیت پر رکوع کر لیا جائے یا اس کے بعد تین آیات پڑھ کر رکوع کر لیا جائے اور رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کر لی جائے تو سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے اور علیحدہ سجدہ کی ضرورت نہیں اور اگر رکوع میں نیت نہ کی ہو تو سجدہ میں بلا نیت سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے۔ علیحدہ سجدہ کی ضرورت نہیں۔ اور آیت سجدہ پڑھنے کے بعد تین آیات سے زیادہ پڑھ کر رکوع کیا تو علیحدہ سجدہ کرنا ہوگا[5] اور اگر نماز میں سجدہ تلاوت ادا کرنے سے رہ جائے تو وہ ساقط ہو جاتا ہے ——— سجدۂ تلاوت صرف انسان کی تلاوت سے واجب ہوتا ہے اگر طوطے نے آیت سجدہ پڑھی یا گنبد یا پہاڑ سے ٹکرا کر سجدہ تلاوت کی بازگشت سنی تو سجدۂ تلاوت واجب نہ ہوگا[6] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کیسٹ (خواہ آڈیو یا ویڈیو) سے سجدۂ تلاوت کی آیت سننے سے سجدہ واجب نہ ہوگا، ریڈیو اور ٹی وی سے جو قرأت نشر ہوتی ہے اس میں بالعموم ریکارڈنگ پیش کی جاتی ہے اس لیے ان کی آواز پر بھی سجدہ واجب نہ ہوگا

---

[1] علامہ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ ھ — نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۷۸ مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ ھ

[2] امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ ھ — صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ ھ

[3] ایضاً — ایضاً

[4] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ ھ — رد المحتار ج ۱ ص ۵۲۶ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ ھ

[5] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ ھ — رد المحتار ج ۱ ص ۵۲۲

[6] رد المحتار ج ۱ ص ۵۲۱

سجدات کی تعداد

سجدات تلاوت کی تعداد میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام شافعی کے نزدیک چودہ سجدے ہیں، دو سجدے سورۂ حج میں اور تین مفصل میں ہیں اور سورۂ ص میں سجدہ نہیں ہے امام مالک کے نزدیک گیارہ سجدے ہیں وہ مفصل کے تین سجدے نہیں مانتے امام ابوحنیفہ کے نزدیک چودہ سجدے ہیں، مفصل کے سجدے اور سورۂ ص کا سجدہ البتہ حج کا ایک سجدہ نہیں مانتے اور امام احمد کے نزدیک پندرہ سجدے ہیں وہ سب سجدے مانتے ہیں [۱]

روایت تلک الغرانیق کی تحقیق:

اس باب کی تیسری حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اس میں ذکر ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ والنجم پڑھی تو آپ نے سجدہ کیا اور سب مسلمانوں اور مشرکوں نے بھی سجدہ کیا، مشرکوں نے جو سجدہ کیا اس کی صحیح وجہ یہ ہے کہ آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں: افرأیتم اللات والعزی ومناة الثالثة الاخری (نجم: ۲۰، ۱۹) کیا تم نے دیکھا لات اور عزیٰ کو اور اس تیسری مناة کو۔ تو مشرکین اس بات سے خوش ہوئے کہ قرآن کریم میں ان کے بتوں کا ذکر آگیا اور انھوں نے بھی سجدہ کر لیا۔ اس سلسلہ میں مسند بزار اور تفسیر ابن مردویہ میں ایک شدید ضعیف روایت ذکر کی گئی ہے جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ومناة الثالثة الاخری کی تلاوت کی تو شیطان نے آپ کی تلاوت میں خود یہ الفاظ ملا دیئے یا آپ کی زبان سے جاری کرا دیئے "تلك الغرانیق العلی فان شفاعتهن لترتجی"

"یہ مرغان بلند بانگ ان کی شفاعت کی مقبولیت متوقع ہے" یہ سن کر مشرکین خوش ہوئے اور سجدہ کر لیا۔ بعد میں جبریل نے آکر عرض کیا آپ نے وہ چیز تلاوت کی جس کو میں لیکر آیا نہ اللہ تعالیٰ نے اس کو نازل کیا اور آپ کے استفسار پر بتلایا کہ آپ نے یہ کلمات پڑھے ہیں۔ آپ رنجیدہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لیے یہ آیات نازل فرمائیں:

وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیته فینسخ الله ما یلقی الشیطان ثم یحکم الله ایاته۔ (حج: ۵۲)

"اللہ تعالیٰ نے آپ سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر (اس کے ساتھ یہ واقعہ گزرا ہے) جب اس نے آیات کی تلاوت کی تو شیطان نے اس کی تلاوت میں اپنی طرف سے کچھ ملا دیا پس اللہ تعالیٰ نے شیطان کے ملائے کو منسوخ کر دیا اور اپنی آیات کو محکم کر دیا"

یہ روایت اپنی تمام اسانید کے ساتھ سنداً باطل اور عقلاً مردود ہے۔ کیونکہ نہ یہ ممکن ہے کہ شیطان آپ کی زبان سے کلام کرے اور نہ یہ کہ اپنی آواز کو آپ کی آواز کے مشابہ کر سکے اور سننے والے اس کی آواز آپ کی آواز قرار دیں اگر بالفرض یہ ممکن ہو تو تمام شریعت سے اعتماد اٹھ جائیگا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ہم تک صحابہ کی روایت سے جو احکام پہنچے ہیں وہ آپ کا فرمان نہ ہوں بلکہ شیطان کا کہا ہوا ہو نیز حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ شیطان خواب میں آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل نہیں بن سکتا تو جب شیطان آپ کی صورت کے مماثل نہیں ہو سکتا تو آواز کے مماثل کیسے ہو سکتا ہے اور جب وہ سونے والے پر اشتباہ نہیں ڈال سکتا حالانکہ وہ اس حال میں مکلف نہیں ہوتا تو بیدار پر کیسے اشتباہ ڈال سکتا ہے۔ جبکہ وہ مکلف ہوتا ہے۔ امام ابومنصور ماتریدی، امام بیہقی، امام رازی، قاضی بیضاوی، علامہ نووی، علامہ کرمانی، علامہ بدرالدین عینی، علامہ قسطلانی اور علامہ آلوسی اور دیگر تمام محققین نے ان روایات کو رد کر دیا ہے۔ اہل علم میں سوا علامہ عسقلانی اور علامہ کورانی کے کسی نے ان روایات پر اعتماد

[۱] علامہ ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ - مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۳۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

نہیں کیا۔ سورۂ حج کی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ آلوسی نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی تبلیغ کے پیش نظر امت میں وسعت کی تمنا کرتے تو شیطان مسلمانوں کو دین سے برگشتہ کرنے کے لیے ان کے دلوں میں اسلام کے خلاف شکوک ڈال دیتا مثلاً شجرۃ الزقوم کے بارے میں کہتا جہنم میں درخت کا کیا معنی؟ درخت تو لکڑی کا ہوتا ہے اور آگ لکڑی جلا دیتی ہے پھر جہنم میں درخت کیسے ہو سکتا ہے۔ قرآن میں مکھی کا ذکر آیا تو کہا اتنا بڑا خدا ہے اور اتنی حقیر چیز کی مثال دیتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے: انکم وما تعبدون من دون اللّٰہ حصب جھنم۔ (انبیاء: ۹۸) تم اور اللہ کے سوا تمہارے معبود سب جہنم کا ایندھن ہیں" تو کہا عیسیٰ اور عزیر کی بھی عبادت کی گئی ہے اگر وہ بھی جہنم میں گئے تو ہمارے بت بھی چلے جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ قرآن کریم میں ہے: ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللّٰہ علیہ (انعام: ۱۲۱) "جس پر خدا کا نام نہ لیا جائے اسے مت کھاؤ" تو کہا کمال ہے خدا کا مارا ہوا حرام ہو اور تمہارا مارا ہوا حلال ہو جائے!۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبان سے ان تمام شبہات کو زائل کر کے اپنے دین اور اپنی آیات کو محکم فرما دیا۔ اس تفسیر کی بنیاد اس بات پر ہے کہ تمنی کا معنی "پڑھنا" نہیں بلکہ "آرزو" ہے[1] اور اب آیت کا ترجمہ یوں ہوگا:

"ہم نے آپ سے پہلے کسی رسول اور نبی کو نہیں بھیجا مگر جب بھی اس نے (اپنی امت کی وسعت کی) تمنا کی تو شیطان نے اس کی تمنا میں (شبہات پیدا کر کے) خلل ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ شیطان کے وسوسہ کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات کو محکم کر دیتا ہے"

روایت تلک الغرانیق کا متن

امام بزار بیان کرتے ہیں:

حدثنا یوسف بن حماد، ثنا امیۃ بن خالد، ثنا شعبۃ، عن ابی بشر، عن سعید بن جبیر عن ابن عباس، فیما احسب اشک فی الحدیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان بمکۃ، فقرأ سورۃ النجم حتی انتھی الی: افرأیتم اللات والعزی ومنٰوۃ الثالثۃ الاخری" فجری علی لسانہ تلک الغرانیق العلی، الشفاعۃ منھم ترتجی، قال فسمع ذلک مشرکو اھل مکۃ، فسروا بذلک فاشتد علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانزل اللہ تبارک وتعالٰی وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان

امام بزار اپنی سند میں یوسف بن حماد، امیہ بن خالد، شعبہ، ابو بشر، سعید بن جبیر کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے آپ نے سورۂ النجم پڑھی جب اس آیت پر پہنچے "افرأیتم اللات والعزی ومنٰوۃ الثالثۃ الاخرٰی" تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر یہ کلمات جاری ہوئے "تلک الغرانیق العلی، الشفاعۃ منھم ترتجی" "یہ مرغان بلند بانگ، ان کی شفاعت متوقع ہے" حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ مشرکین یہ سن کر خوش ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "(ترجمہ:) ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کوئی نبی یا رسول بھیجا تو اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب اس نے تلاوت کی تو شیطان اس کی تلاوت میں کچھ القاء کر دیتا ہے

[1] علامہ محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۷ ص ۱۷۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

ثم یحکم اللہ آیاتہ۔

پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے القاء کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات پختہ کر دیتا ہے۔

اس روایت کو بیان کرنے کے بعد امام بزار لکھتے ہیں:

قال البزار لا نعلمہ یروی باسناد متصل یجوز ذکرہ الا بھذا الاسناد و امیہ بن خالد ثقۃ مشھور و انما یعرف ھذا من حدیث الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس۔[1]

امام بزار فرماتے ہیں کہ ہمارے علم میں اس سند کے سوا اس حدیث کی اور کوئی ایسی سند متصل نہیں ہے جس کا ذکر کرنا جائز ہو، امیہ بن خالد مشہور ثقہ ہے، یہ حدیث کلبی از ابو صالح از ابن عباس کی سند کے ساتھ معروف ہے۔

علامہ الہیثمی اسی روایت کو امام طبرانی اور امام بزار کے حوالے سے ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ان الطبرانی قال لا اعلمہ الا عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد تقدم حدیث مرسل فی سورۃ الحج اطول من ھذا و لکن ضعیف الاسناد۔[2]

امام طبرانی نے فرمایا میں اس حدیث کو صرف حضرت ابن عباس کی روایت سے جانتا ہوں، سورۂ حج کی تفسیر میں اس سے طویل حدیث گزر چکی ہے لیکن وہ ضعیف الاسناد ہے۔

علامہ الہیثمی نے طبرانی کی سند سے سورۂ حج میں جو طویل حدیث مرسل بیان کی ہے اس کے بعض حصے یہ ہیں:

وقرأ افرأیتم اللات والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخری القی الشیطان عند ذلک ذکر الطواغیت فقال وانھم من الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی و ذلک من سجع الشیطان وفتنتہ فوقعت ھاتان الکلمتان فی قلب کل مشرک و ذلت بھا السنتھم واستبشروا بھا وقالوا ان محمدا قد رجع الی دینہ الاول و دین قومہ فلما بلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر السورۃ التی فیھا النجم سجد وسجد معہ کل من حضرہ من مسلم ومشرک ــــ الی قولہ ــــ فلما امسی اتاہ جبریل علیہ السلام فشکا الیہ فامرہ فقرأ ـــ ـــ فلما بلغھا تبرأ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا "افرأیتم اللات والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخری" تو شیطان نے بتوں کا ذکر ڈال دیا اور کہا انھم من الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی۔ "یہ بلند بانگ پرندے ان کی شفاعت متوقع ہے"، اور یہ کلمات شیطان کے بنائے ہوئے اور اس کے فتنہ سے تھے۔ یہ دو کلمے ہر مشرک کے دل میں جاگزیں ہو گئے اور ان کی زبانوں پر جاری ہو گئے اور انھوں نے خوش ہو کر کہا "محمد اپنے اور اپنی قوم کے پہلے دین کی طرف لوٹ گئے"۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ النجم کے آخر میں پہنچے تو آپ نے سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ ہر مسلمان اور مشرک نے سجدہ کیا ــــ شام کو آپ کے پاس جبریل آئے اور آپ نے اس واقعہ کی شکایت کی، آپ نے جبریل کو پڑھ کر

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۳ ص ۷۲ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

[2] ؎ ؎ ، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۱۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۲ھ۔

منها جبريل وقال معاذ الله من هاتين ما انزلهما ربي ولا امرني بهما ربك فلما رأى ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم شق عليه وقال اطعت الشيطان وتكلمت بكلامه وشركني في امر الله فنسخ الله ما يلقي الشيطان وانزل عليه وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبي الا اذا تمنى القى الشيطان في امنيته فينسخ الله ما يلقي الشيطان ثم يحكم الله آياته والله عليم حكيم ليجعل ما يلقي الشيطان فتنة للذين في قلوبهم مرض والقاسية قلوبهم وان الظالمين لفي شقاق بعيد فلما برأه الله عز وجل من سجع الشيطان وفتنته انقلب المشركون بضلالهم وعداوتهم [1]

کا حکم دیا جب وہ ان کلمات پر پہنچے تو انھوں نے ان سے برأت کا اظہار کیا اور کہا معاذ اللہ ان کلمات کو میرے رب نے نازل کیا نہ مجھے ان کے پہنچانے کا حکم دیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا تو آپ کو رنج ہوا اور آپ نے فرمایا میں نے شیطان کی اطاعت کی اور اس کے کلام کو پڑھا اور وہ اللہ کے حکم میں میرا شریک ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ نے شیطان کے اس القاء کو منسوخ کر دیا اور آپ پر یہ آیت نازل کی:
(ترجمہ) "ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کوئی نبی یا رسول بھیجا اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب بھی اس نے تلاوت کی تو شیطان نے اس کی تلاوت میں القاء کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ شیطان کے القاء کو منسوخ کر دیتا ہے، پھر اللہ اپنی آیات کو محکم کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ شیطان کے القاء کو ان لوگوں کے حق میں آزمائش کر دے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بے شک ظالم مخالفت میں بہت دور جا پڑے ہیں" جب اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطان کے القاء سے بری کر دیا تو مشرکین اپنی گمراہی اور دشمنی کی طرف پھر لوٹ آئے۔

علامہ الہیثمی نے اس روایت کو امام طبرانی کے حوالے سے عروہ بن زبیر سے روایت کیا ہے اور یہ روایت مرسل ہے کیونکہ عروہ بن زبیر تابعی ہیں انھوں نے زمانہ رسالت نہیں پایا تھا۔

ہم نے اس روایت کو سند متصل اور سند مرسل دونوں طریقوں سے بالتفصیل اس لیے بیان کیا ہے تاکہ اہل علم اور قارئین کو معلوم ہو جائے کہ ہم اس روایت سے اس قدر شدید اختلاف کیوں کر رہے ہیں۔

روایت تلک الغرانیق کی فنی حیثیت پر بحث و نظر

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ ان روایات کی تمام اسانید ہر چند کہ ضعف، انقطاع اور ارسال سے خالی نہیں لیکن چونکہ یہ روایت متعدد اسانید سے منقول ہے اس لیے اس کی کثرت اسانید سے پتا چلتا ہے کہ ان کی کوئی نہ کوئی

[1] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۷۰-۷۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۲ھ

اصل ہے۔[1] علم حدیث میں حافظ ابن حجر عسقلانی کا مقام بہت بلند ہے اور ہم ان کی عظمتوں کی گرد راہ کو بھی نہیں پا سکتے لیکن اس کے باوجود معذرت کے ساتھ یہ کہنے کی جسارت کرتے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے انقطاع کی صراحت کے ساتھ تخریج حدیث بزار اور ابن مردویہ کی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے پھر کلبی، سدی، نحاس، ابن اسحاق، طبری، ابن ابی حاتم اور ابن منذر کی اسانید کے ساتھ بھی حضرت ابن عباس سے اس روایت کا ذکر کیا ہے اور یہ تصریح بھی کی ہے کہ یہ اسانید ضعف اور انقطاع سے خالی نہیں ہیں۔ ہماری گذارش یہ ہے کہ یہ روایت اپنی تمام اسانید کے ساتھ صرف حضرت ابن عباس سے مروی ہے ان کے علاوہ کسی اور صحابی سے یہ روایت مروی نہیں ہے۔ اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہوتی تو یہ واقعہ ان عجیب و غریب امور پر مبنی ہونے کی وجہ سے بکثرت صحابہ سے مروی ہوتا۔ جبکہ اس روایت کے مطابق اس وقت بکثرت صحابہ موجود تھے پھر صرف حضرت ابن عباس ہی اس کو کیوں روایت کرتے ہیں؟

دوسری گذارش یہ ہے کہ یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے اور ہجرت کے وقت حضرت ابن عباس کی عمر صرف تین سال تھی تو گویا ایک یا دو سال کی عمر میں حضرت ابن عباس نے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا تھا اس روایت کو وضع کر کے حضرت ابن عباس کی طرف منسوب کرنے والوں نے اس وقت ابن عباس کی عمر پر بھی غور نہیں کیا، تیسری گذارش یہ ہے کہ اس روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے شیطان نے یہ کلمات (تلک الغرانیق العلی الخ) کہلوا لیے تو حضرت جبریل نے آ کر کہا آپ نے وہ بات کہی جس کو میں لے کر نہیں آیا اور جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی اس پر آپ رنجیدہ ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے آپ کے حزن و ملال کو زائل کرنے کے لیے سورۂ حج کی یہ آیت نازل فرمائی (وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی) اور سورۂ حج مدنی ہے اور سورۂ نجم سن کر مشرکوں کے سجدے کا واقعہ ہجرت سے کئی سال پہلے کا ہے تو گویا آپ کو جو اس واقعہ سے رنج و ملال ہوا اس کو زائل کرنے کے لیے کئی سال بعد سورۂ حج کی یہ آیت نازل ہوئی یہ بات منطق کے بھی خلاف ہے اور اس میں کثرت روایت کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس میں یہ ہے کہ آپ رنجیدہ ہوئے تو حضرت جبریل یہ آیت لے کر آئے۔ چوتھی گذارش یہ ہے کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن مجید کو پہنچانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمداً، خطأً، نسیاناً، سہواً کسی طرح غلطی نہیں ہو سکتی پھر یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ بقول اس روایت کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے العیاذ باللہ کفریہ کلمات صادر ہو گئے، پانچویں گذارش یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر شیطان کا جبر کرنا کسی مسلمان کے نزدیک متصور نہیں ہے پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ شیطان نے یہ کلمات آپ سے کہلوا لیے ہوں، ہم اس روایت سے ہزار بار اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

روایت تلک الغرانیق کے بارے میں محدثین کی آراء

حافظ بدر الدین اس بحث میں حافظ ابن حجر عسقلانی پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض

---

[1] حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۴۳۹ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ۔

[2] شیخ ولی الدین عراقی متوفی ۷۴۲ھ، الاکمال فی اسماء الرجال مع المشکوٰۃ ص ۶۱۲، مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

[3] ایسی حدیث کا اعتبار فضائل اعمال میں کر لیا جاتا ہے مگر عقائد اعتقادیہ میں نہیں کیا جاتا بلکہ خبر واحد صحیح بھی اس باب میں حجت نہیں ہے (سعیدی)

اور ابن عربی نے اس روایت کو رد کیا ہے اور یہی چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت قدر اور عظمت شان کے لائق ہے۔ کیونکہ ان کلمات کفریہ کے جاری ہونے سے آپ کی زبان کی عصمت، نزاہت اور براءت دلائل کثیرہ اور اجماع امت سے ثابت ہے آپ اس چیز سے بری ہیں کہ آپ کے قلب یا زبان پر اس قسم کی کوئی چیز جاری ہو یا شیطان کا آپ پر تسلط ہو یا آپ اللہ تعالیٰ کی طرف غلط بات کی عمداً یا سہواً نسبت کریں یہ دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے محال ہے اور اگر بالفرض ایسا ہوتا تو بہت سے مسلمان مرتد ہو جاتے اور یہ منقول نہیں ہے۔ نیز اگر ایسا ہوتا تو صحابہ سے یہ امر مخفی نہ رہتا[1]۔

قاضی عیاض اس بحث میں لکھتے ہیں اس روایت کو مصنفین کتب صحاح میں سے کسی نے نقل نہیں کیا نہ یہ کسی سند صحیح اور متصل سے مروی ہے اس روایت کو بعض ان مفسرین اور مؤرخین نے ذکر کیا ہے جو عجیب و غریب باتوں کو جمع کرنے کے شوقین ہیں ہر قسم کی رطب و یابس اور غلط سلط باتیں بیان کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد قاضی عیاض نے اس روایت کے راویوں کی کمزوریاں ذکر کی ہیں، پھر بکثرت دلائل سے ثابت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر شیطان کا تسلط محال ہے اور یہ ممکن نہیں کہ قرآن مجید کو پہنچاتے ہوئے آپ کی زبان سے وہ بات نکلے جو اللہ تعالیٰ نے نہ فرمائی ہو۔ پھر قاضی عیاض فرماتے ہیں اگر ایسا ہوا ہوتا تو مشرکین مسلمانوں کا مذاق اڑاتے، منافقین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں طعنہ زنی کرتے اور العیاذ باللہ کئی ضعیف القلب مسلمان مرتد ہو جاتے۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ شیطان نے القاء ضرور کیا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں بلکہ ان بعض غافل محدثین پر القاء کیا ہے۔ جنہوں نے ضعیف مسلمانوں کے دین میں خلل ڈالنے کے لیے شیطان سے یہ روایت سنی اور (حضرت عبداللہ ابن عباس کی طرف منسوب کرتے ہوئے) مختلف اسانید سے پھیلا دی[2]۔

علامہ کرمانی لکھتے ہیں کہ تلک الغرانیق العلی والی روایت باطل ہے۔ عقلاً صحیح ہے نہ نقلاً۔ کیونکہ مشرکین کے خداؤں کی تعریف کرنا کفر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت کرنا صحیح نہیں، نہ یہ صحیح ہے کہ آپ نے یہ کہا، العیاذ باللہ آپ اس سے بری ہیں[3]۔ سورۂ نجم کی تفسیر میں بھی علامہ کرمانی نے اس کا رد کیا ہے[4]۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ بعض مفسرین نے اس روایت کو نقل کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے نیز فرماتے ہیں کہ یہ جو روایت میں ہے کہ مشرکین نے اس لیے سجدہ کیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے باطل خداؤں کی تعریف کی تھی یہ باطل قول ہے اور زنادقین کا گھڑا ہوا ہے[5]۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کہتے ہیں کہ یہ قصہ عقلاً اور نقلاً وجوہ کثیرہ سے باطل ہے اور یہ روایت موضوع ہے[6]۔

---

[1]۔ علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ ھ۔ عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۶۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ ھ
[2]۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ ھ، الشفا ملخصاً ج ۲ ص ۱۱۰-۱۰۶، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان۔
[3]۔ علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ ھ، شرح البخاری للکرمانی، ج ۶ ص ۱۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ ھ
[4]۔ " " شرح البخاری للکرمانی ج ۱۸ ص ۱۱۶ "
[5]۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ ھ، مرقات ج ۳ ص ۳۲ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔ ۱۳۹۲ ھ
[6]۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۴۴۷ مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ، بارنہم ۱۹۶۴ ع۔

روایت تلک الغرانیق کے بارے میں مفسرین کی آراء

قاضی ابوبکر بن العربی نے دس وجوہ سے اس روایت کو باطل کیا ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی جب نبی کے پاس فرشتہ کو وحی دے کر بھیجتا ہے تو اس میں ایک علم پیدا کرتا ہے جس سے وہ جان لیتا ہے کہ یہ فرشتہ ہے ورنہ نبی کو کیسے یقین ہوگا کہ یہ اللہ کی وحی ہے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ شیطان کچھ کلمات پڑھے اور آپ کو پتا نہ چلے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالٰی نے آپ کو کفر و شرک سے معصوم رکھا ہے اور جو شخص ایک آن کے لیے بھی آپ پر کفر کو جائز رکھے وہ خود اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ بتوں کی تعریف کرنا اور ان کو شفاعت کرنے والا کہنا کفر ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ ہم امت محمدیہ کا تلچھٹ ہیں ہم بھی ان کلمات کا کفریہ ہونا جانتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن کو اللہ تعالٰی نے خود اپنی معرفت کرائی ہے، کب ان کلمات کے کفر سے غافل ہو سکتے ہیں۔ علامہ ابن العربی نے اسی طرح باقی وجوہات بیان کیں اور آخر میں فرمایا کہ یہ تمام روایات باطل ہیں ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔[۵]

علامہ نسفی اس روایت پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں اس روایت کے مطابق اگر آپ نے یہ کلمات عمداً کہے تو یہ باطل ہے کیونکہ یہ کفر ہے اور اگر شیطان نے بزور آپ کی زبان سے یہ کلمات جاری کرائے تو یہ بھی محال ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ (الاسراء: ۶۵) "(اے شیطان) تجھے میرے خاص بندوں پر تسلط نہیں ہو سکتا" تو حضور پر بطریق اولٰی تسلط نہیں ہوگا یا سہواً اور غفلت کی وجہ سے یہ کلمات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکل گئے۔ یہ بھی باطل ہے کیونکہ وحی پہنچاتے ہوئے اس قسم کی غفلت آپ پر جائز نہیں ہے ورنہ شریعت سے بالکلیہ اعتماد اٹھ جائے گا۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ (حم السجدہ: ۴۲) "(قرآن میں) باطل نہ سامنے سے آ سکتا ہے نہ پیچھے سے" یعنی غیر قرآن، قرآن میں شامل نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ (الحجر: ۹) "ہم نے قرآن مجید کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں"۔[۶]

امام رازی لکھتے ہیں کہ یہ روایت قرآن، سنت اور عقلی دلائل سے باطل ہے پھر انھوں نے اس کے بطلان پر قرآن مجید کی سات آیات پیش کی ہیں اور سنت سے اس کے بطلان پر دلیل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ سے اس قصہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا یہ روایت زندیقوں نے گھڑی ہے اور اس پر انھوں نے ایک کتاب تصنیف کی اور امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی نے فرمایا یہ قصہ از روئے روایت ثابت نہیں ہے اور انھوں نے اس روایت کے تمام راویوں پر کلام کیا اور یہ واضح کیا کہ اس کے تمام راوی مطعون ہیں نیز صحیح بخاری میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ والنجم پڑھی جس کو سن کر تمام مسلمانوں، مشرکوں اور جن و انس نے سجدہ کیا اور اس میں غرانیق کا قصہ نہیں ہے۔ اس کے بعد امام رازی نے اس روایت کے بطلان پر

---

[۵] علامہ ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی متوفی ۵۴۳ھ احکام القرآن ج ۳ ص ۱۳۰۳-۱۳۰۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

[۶] علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج ۳ ص ۳۱۳ مطبوعہ دار الکتب پشاور۔

پانچ عقلی دلیلیں قائم کی ہیں۔ پانچویں دلیل یہ ہے کہ اگر یہ جائز ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن پہنچانے میں شیطان آپ کی زبان سے وہ کلمات کہلوا دے جو قرآن نہیں ہیں تو شریعت سے بھروسا اور اعتماد اٹھ جائے گا اور ہر آیت میں یہ احتمال ہو گا کہ شاید یہ غیر قرآن ہو اور یہ بداہتہً باطل ہے۔[1]

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ: قرآن مجید میں ہے: "وان کادوا لیفتنونک عن الذی اوحینا الیک لتفتری علینا غیرہ واذا لاتخذوک خلیلا ○ ولولا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیہم شیئا قلیلا" (الاسراء: ۷۳-۷۴)

"وہ آپ کو ہماری وحی سے لغزش دینے کے قریب تھے تاکہ آپ ہم پر کوئی بات گھڑ دیں اور اس وقت وہ ضرور آپ کو اپنا دوست بنا لیتے اور اگر ہم آپ کو مضبوط نہ رکھتے تو آپ ان کی طرف تھوڑا سا مائل ہو جاتے۔" ان آیتوں کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اللہ پر افترا باندھنے سے محفوظ اور معصوم رکھا اور اس روایت میں ہے کہ آپ نے اللہ پر افترا باندھا اور وہ بات کہی جو اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمائی نیز یہ ہے کہ آپ نے کہا: "میں نے شیطان کی اطاعت کی اور اس کا کلام کہا۔" لہٰذا یہ روایت صراحتاً ان آیتوں کے خلاف اور ان کی ضد ہے۔ پس یہ روایت اگر سند صحیح سے بھی وارد ہوتی تو مردود قرار دی جاتی اور جب فی الواقع اس کی سند صحیح نہیں ہے تو کیونکر نہ مردود ہو گی! نیز علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ ہم اس روایت سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں اس کی کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔[2]

علامہ ابو حیان اندلسی لکھتے ہیں کہ ابن عطیہ، زمخشری اور بعض دوسرے مفسرین نے اس جگہ ایسی چیزیں لکھی ہیں جن کا وقوع عام مسلمانوں سے بھی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ ان کی نسبت نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جائے جامع السیرۃ النبویہ امام محمد بن اسحاق سے اس قصہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ اس کو زندیقوں نے گھڑ لیا ہے اور اس پر انھوں نے ایک مستقل کتاب لکھی اور امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی نے فرمایا کہ از روئے روایت یہ قصہ صحیح نہیں ہے اور اس کے تمام راوی مطعون ہیں اور صحاح اور حدیث کی دیگر معتبر کتب میں یہ قصہ نہیں ہے اور اس قصہ کو پھینک دینا واجب ہے اس لیے میں نے اپنی کتاب کو اس قصہ کے ذکر سے پاک رکھا ہے جن لوگوں نے اس قصہ کو نقل کیا ہے ان پر تعجب ہے کہ ایک طرف تو وہ قرآن مجید میں یہ آیات تلاوت کرتے ہیں

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ○ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ○ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ○ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ○ (والنجم: ۱-۴)

ترجمہ: "قسم ہے روشن ستارے کی جب وہ زمین پر اترا، تمہارے آقا نہ کبھی گمراہ ہوئے اور نہ بے راہ چلے اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے، ان کا فرمانا صرف اس وحی سے ہوتا ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔" اور یہ آیت پڑھتے ہیں: قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِن تِلْقَاءِ نَفْسِي ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ (یونس: ۱۵) "مجھے حق نہیں کہ میں اپنی طرف سے قرآن کو بدل دوں میں صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔" اور ان آیات کو پڑھنے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ بھی منسوب کرتے

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۶۹-۱۶۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ۔

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ الجامع لاحکام القرآن ج ۱۲ ص ۸۴ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ

ہیں کہ آپ نے قرآن مجید پہنچاتے ہوئے اس میں کچھ اور کلمات ملا دیے۔ [ل]

علامہ آلوسی نے ص ۱۷۶ سے لے کر ص ۱۸۰ تک اس موضوع پر طویل بحث کی ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی اور شیخ ابراہیم کورانی نے اس روایت کی جس قدر تاویلات بیان کی ہیں سب کا چن چن کر رد کیا ہے۔ اس بحث میں انہوں نے حصص الاتقیاء سے شیخ ابو منصور ماتریدی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ شیطان نے اپنے زندیق اور بے دین چیلوں کے دلوں میں "تلک الغرانیق" کا وسوسہ ڈالا ہے تاکہ وہ ضعیف مسلمانوں کو دین کے بارے میں شک وشبہ میں مبتلا کریں حالانکہ بارگاہ رسالت پناہ اس قسم کی خرافات سے بری ہے۔ [ل]

شیخ ابو منصور ماتریدی کی طرح قاضی عیاض نے بھی یہی لکھا ہے اور اس کی تائید میں حضرت ملا علی قاری نے یہ آیت پیش کی: وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیطین الانس والجن یوحی بعضهم الی بعض زخرف القول غرورا ولو شاء ربک ما فعلوه فذرهم وما یفترون۔ (انعام: ۱۱۲)

"اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کا شیاطین انس اور جن کو دشمن بنا دیا، یہ ایک دوسرے کو ملمع کی ہوئی جھوٹی بات (لوگوں کو) بہکانے کے لیے پہنچاتے ہیں اور اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ یہ کام نہ کرتے۔ پس آپ انہیں اور ان کے بہتان کو چھوڑ دیں۔" اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ ایسی حدیثیں بیان کریں گے جن کو تم نے سنا ہوگا نہ تمہارے باپ دادا نے۔ تم ان سے دور رہو وہ تم سے دور رہیں تاکہ وہ تمہیں گمراہ کر سکیں نہ فتنہ میں ڈال سکیں۔ نیز آپ نے فرمایا: آخر زمانہ میں دجال اور کذاب ہوں گے وہ تم کو ایسی حدیثیں سنائیں گے جو تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے باپ دادا نے، تم ان سے دور رہو وہ تم سے دور رہیں تاکہ وہ تم کو گمراہ کر سکیں نہ فتنہ میں ڈال سکیں۔ [ل]

ایک شبہ کا ازالہ

ہم نے اس روایت کی فنی نوعیت واضح کی ہے۔ اور جلیل القدر محدثین اور مفسرین کی آراء بھی بیان کی ہیں جن سے اس روایت کا من گھڑت اور جھوٹ ہونا واضح ہو گیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس روایت کی یہ تاویل کی ہے کہ شیطان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہ آواز میں یہ کلمات کہے اور سننے والوں نے یہ سمجھا کہ آپ نے یہ کلمات فرمائے ہیں اس جواب کو بعض علماء نے اپنی تصانیف میں نقل کیا ہے۔

لیکن یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ جس طرح شیطان آپ کی مثل نہیں بن سکتا اسی طرح آپ کی آواز کی مثل بھی نہیں بنا سکتا۔ کیونکہ مماثلت کی نفی یا اس وجہ سے ہے کہ ہدایت اور گمراہی میں اشتباہ نہ ہو یا تعظیم کی وجہ سے ہے اور اگر شیطان آپ کی آواز کی مثل پر قادر ہو تو یہ تعظیم کے خلاف ہے اور اگر شیطان آپ کی آواز کی نقل اتار سکے اور لوگ شیطان کی آواز کو آپ کی آواز سمجھ لیں تو ہدایت گمراہی کے ساتھ مشتبہ ہو جائے گی۔ بعض علماء نے اس پر اس سے استدلال کیا ہے کہ لوگ شیطان کی آواز سنتے تھے کیونکہ جنگ بدر میں شیطان نے کفار سے کہا تھا کہ "لا غالب لکم الیوم"

[ل] - علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی غرناطی متوفی ۷۵۴ھ، البحر المحیط ج ۶ ص ۳۸۲-۳۸۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ۔

[ل] - علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۷ ص ۱۸۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[ل] - ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۴ ص ۹۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

اور جنگ احد میں شیطان نے آواز دی تھی کہ "حضور شہید ہو گئے"؛ لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں شیطان کی آواز حضور کے مشابہ نہ تھی نہ کسی نے اسکی آواز کو آپ کے مشابہ سمجھا تھا پھر اس سے اس پر کیسے استدلال ہو سکتا ہے کہ شیطان آپ کی آواز کی مشابہت کر سکتا ہے۔

میرے نزدیک چونکہ یہ روایت بارگاہ رسالت کی عظمتوں کے منافی تھی اس لیے میں نے اس کے رد اور ابطال میں کافی تفصیل اور تحقیق سے گفتگو کی ہے۔ میں اس پر بہت عرصہ سے غور و فکر کرتا رہا۔ سب سے پہلے میں نے یہ بحث ابریز میں پڑھی جس میں سیدی غوث عبدالعزیز دباغ قدس سرہٗ نے اس روایت کو باطل اور موضوع قرار دیا اور سورۂ حج کی زیر بحث آیت (حج: ۵۲) کا صحیح محمل بیان کیا[۵۲]، اس کے بعد میں اس پر مسلسل مطالعہ کرتا رہا، میں نے اپنے معاصر علماء سے اس روایت کے بارے میں مذاکرہ بھی کیا میں نے دیکھا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی اتباع میں بعض جید علماء نے بھی اس موضوع روایت کو اس باطل تاویل کے سہارے اختیار کر لیا ہے جس کو ابھی ہم نے حافظ ابن حجر کے حوالے سے ذکر کیا ہے تاہم یہ علماء صحیح العقیدہ ہیں اور ان کی نیت فاسد نہیں ہے صرف روایت پرستی کے روگ کی وجہ سے انھوں نے اس روایت کو اس باطل تاویل کے ساتھ اپنی تصانیف میں درج کر دیا، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور مصنف کے دل میں محبت رسول کو اور زیادہ کر دے ——— اے اللہ! تو گواہ ہے کہ میں شخصیت پرست نہیں ہوں، اللہ اور اس کے رسول کی حرمت سے بڑھ کر مجھے کسی کی حرمت عزیز نہیں ہے، میں نے جو یہ سعی کی ہے وہ صرف اور صرف مقام رسول کے تحفظ کی خاطر کی ہے، اے اللہ! اس کوشش کو قبول فرما اور اس کو مصنف کے لیے توشۂ آخرت اور مغفرت اور رحمت کا ذریعہ بنا دے۔ مصنف کو ہمیشہ ان جیسی خدمت دین کی توفیق دے اور اس کا ایمان پر خاتمہ فرما اور دارین کی نعمتیں اور سعادتیں اس کا مقدر کر دے! آمین یا رب

العالمین! والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد سید المرسلین خاتم النبیین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین!

باب[۲۱] صِفَةِ الْجُلُوْسِ فِی الصَّلٰوةِ وَكَيْفِيَّةِ وَضْعِ الْيَدَيْنِ عَلَى الْفَخِذَيْنِ

نماز میں بیٹھنے کا طریقہ

۱۲۰۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرِ بْنِ رِبْعِيٍّ الْقَيْسِيُّ قَالَ نَا أَبُوْ هِشَامٍ الْمَخْزُوْمِيُّ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ قَالَ نَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيْمٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَامِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَعَدَ فِی الصَّلٰوةِ جَعَلَ قَدَمَهُ الْيُسْرٰى بَيْنَ فَخِذِهٖ وَسَاقِهٖ وَفَرَشَ قَدَمَهُ الْيُمْنٰى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُسْرٰى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهٖ۔

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں بیٹھتے تو بائیں پیر کو ران اور پنڈلی کے درمیان کھڑا کر لیتے اور دایاں پاؤں بچھاتے اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر اور دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھتے اور (شہادت کے وقت) انگلی سے اشارہ کرتے۔

———

۵۲ - سیدی احمد بن مبارک، ابریز من کلام سیدی عبدالعزیز ص ۲۴۲ مطبوعہ مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۰ھ

۱۲۰۹ - حدثنا قتيبة بن سعيد قال نا ليث عن ابن عجلان ح وحدثنا ابو بكر بن ابي شيبة واللفظ له قال نا ابو خالد الاحمر عن ابن عجلان عن عامر بن عبد الله بن الزبير عن ابيه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قعد يدعو وضع يده اليمنى على فخذه اليمنى ويده اليسرى على فخذه اليسرى واشار باصبعه السبابة ووضع ابهامه على اصبعه الوسطى ويلقم كفه اليسرى على ركبته.

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے وقت اس طرح بیٹھے ہوتے کہ دایاں ہاتھ دائیں ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر ہوتا اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے انگوٹھا بیچ کی انگلی پر رکھتے اور بایاں ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے۔

۱۲۱۰ - وحدثنا محمد بن رافع وعبد بن حميد قال عبد انا وقال ابن رافع نا عبد الرزاق قال انا معمر عن عبيد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم كان اذا جلس في الصلوة وضع يديه على ركبتيه ورفع اصبعه اليمنى التي تلي الابهام فدعا بها ويده اليسرى على ركبته اليسرى باسطها عليها.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں بیٹھتے تو اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھتے اور جو انگلی انگوٹھے کے قریب ہے اس سے اشارہ کرتے درآں حالیکہ آپ کا بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر بچھا ہوتا۔

۱۲۱۱ - وحدثنا عبد بن حميد قال نا يونس بن محمد قال نا حماد بن سلمة عن ايوب عن نافع عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا قعد في التشهد وضع يده اليسرى على ركبته اليسرى ووضع يده اليمنى على ركبته اليمنى وعقد ثلاثة وخمسين واشار بالسبابة.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشہد میں بیٹھتے تو بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھتے اور دایاں دائیں پر اور شہادت کے وقت ترپن کا عقد بناتے اور انگشت شہادت سے اشارہ کرتے۔

۱۲۱۲ - حدثنا يحيى بن يحيى قال قرات على مالك عن مسلم بن ابي مريم عن علي بن عبد الرحمن المعاوي انه قال راني عبد الله بن عمر وانا اعبث بالحصى في الصلوة فلما انصرف نهاني فقال اصنع كما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنع قلت وكيف كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنع قال كان اذا جلس في الصلوة وضع كفه اليمنى على

عبد الرحمن معاوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے نماز میں کنکریوں سے کھیلتے ہوئے دیکھا، انھوں نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد مجھے اس سے منع کیا اور کہا اس طرح کیا کرو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ میں نے پوچھا آپ کیسے کیا کرتے تھے۔ کہا جب آپ نماز میں بیٹھتے تو دائیں ہتھیلی اپنی دائیں ران پر رکھتے اور سب انگلیوں کو بند کر کے جو انگلی انگوٹھے کے

فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَقَبَضَ اَصَابِعَهٗ كُلَّهَا وَاَشَارَ بِاِصْبَعِهِ الَّتِيْ تَلِي الْاِبْهَامَ وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى۔

قریب ہے اس سے اشارہ فرماتے اور بائیں ہتھیلی بائیں ران پر رکھتے۔

۱۲۱۳۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ اَبِيْ مَرْيَمَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُعَاوِيِّ قَالَ صَلَّيْتُ اِلٰى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ مَالِكٍ وَزَادَ قَالَ سُفْيَانُ وَكَانَ يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا بِهٖ عَنْ مُسْلِمٍ ثُمَّ حَدَّثَنِيْهِ مُسْلِمٌ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

تورک کا طریقہ تورک علی وجہ السنۃ کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں پیر کو نصب کیا جائے اور بائیں پیر کو پنڈلی اور ران کے نیچے بچھا کر سرین پر بیٹھا جائے جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت میں بائیں پیر کو نصب کرنے اور دائیں پیر کو بچھانے کا ذکر ہے جیسا کہ اس باب کی پہلی حدیث میں ہے۔ یہ حدیث چونکہ باقی احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اس لیے قاضی عیاض کی رائے ہے کہ اس روایت میں دائیں پیر کی جگہ بائیں پیر کا ذکر کر دیا گیا۔ علامہ نووی نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اصل تو دائیں پیر کا نصب کرنا ہے۔ بیانِ جواز کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیں پیر کو بھی نصب کیا ہے۔

تورک میں مذاہب دائیں پیر کو نصب کر کے سرین پر بیٹھنا تورک ہے اور بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھنا افتراش ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک دونوں قعدوں میں افتراش افضل ہے۔ امام مالک کے نزدیک دونوں میں تورک افضل ہے۔ امام شافعی کے نزدیک پہلے تشہد میں افتراش اور دوسرے میں تورک افضل ہے۔ امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے[1] البتہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ دونوں طرح بیٹھنا جائز ہے۔[2]

رفع سبابہ میں مذاہب اربعہ صحیح مسلم، جامع ترمذی اور دیگر کتب حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشہد میں کلمہ شہادت پڑھتے وقت مٹھی بند کر کے شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا کرتے تھے بلکہ اس موضوع پر اس قدر احادیث ہیں کہ بعض علماء نے کہا کہ تشہد میں انگشت شہادت سے اشارہ کرنا حدیث متواتر سے ثابت ہے۔ ائمہ اربعہ نے بھی اس کو مسنون قرار دیا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا جلس في الصلوة وضع كفه اليمنى على فخذه اليمنى وقبض اصابعه كلها واشار باصبعه التي تلي الابهام ووضع كفه اليسرى

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں بیٹھتے تو دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھتے اور مٹھی بند کر کے انگوٹھے کے قریب والی انگلی سے اشارہ کرتے اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھتے۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم رسول

---

[1] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ۔ المبسوط ج ۱ ص ۲۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۰۰ھ

[2] ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۳۱۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

علی فخذہ الیسریٰ قال محمد وبصنیع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نأخذ وھذا قول ابی حنیفۃ۔[1]

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو اپناتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔

علامہ وشتانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عن مالک انہ یحرکھا ...... استحب فی سماع ابن القاسم تحریک الاصابع فی التشھد ابن رشد تحریکھا ھو السنۃ من فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم۔[2]

امام مالک انگلی سے اشارہ کرتے تھے ...... ابن القاسم مالکی تشہد میں اشارہ کرنے کو مستحب قرار دیتے تھے۔ اور ابن رشد مالکی اس کو سنت قرار دیتے تھے۔

علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اما الاشارۃ بالمسبحۃ مستحبۃ عندنا للاحادیث الصحیحۃ قال اصحابنا یشیر عند قولہ لا الہ الا اللہ من الشھادۃ ویشیر بمسبحۃ الیمنی لا غیر۔[3]

احادیث صحیحہ کی بنا پر انگشت شہادت سے تشہد میں لا الہ الا اللہ پڑھتے وقت اشارہ کرنا مستحب ہے اور صرف دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے اشارہ کرے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

یستحب للمصلی اذا جلس للتشھد وضع الید الیسریٰ علی فخذہ الیسریٰ مبسوطۃ مضمومۃ الاصابع مستقبلا بجمیع اطراف اصابعھا القبلۃ ویضع یدہ الیمنی علی فخذہ الیمنی یقبض منھا الخنصر والبنصر ویحلق الابھام مع الوسطی ویشیر بالسبابۃ وھی الاصبع التی تلی الابھام۔[4]

نمازی کے لیے مستحب یہ ہے کہ جب تشہد کے لیے بیٹھے تو بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھے در آں حالیکہ ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ کی طرف ہوں اور دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھے خنصر اور بنصر (چھنگلیاں) کو بند کرکے انگوٹھے اور درمیانی انگلی سے حلقہ بنائے اور انگوٹھے کے قریب انگشت شہادت سے اشارہ کرے۔

مذاہب اربعہ میں رفع سبابہ کی کیفیت

امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک سبابہ (انگشت شہادت) کے سوا تمام انگلیوں کے ساتھ مٹھی بند کرے اور سبابہ سے اشارہ کرے اسی کو ترپین کا عقد کہتے ہیں اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک خنصر اور بنصر کو بند کرے اور درمیانی انگلی کو انگوٹھے کے ساتھ ملا کر حلقہ بنائے اور انگشت شہادت سے اشارہ کرے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اشھد ان لا الہ الا اللہ میں لا پر انگلی اٹھائے اور الا پر رکھ دے تاکہ نفی کے ساتھ رفع اور اثبات کے ساتھ وضع کی مناسبت ہو۔ امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کے نزدیک لفظ اللہ پر انگلی اٹھائے تاکہ قول اور عمل سے توحید ظاہر ہو۔[5] واضح رہے کہ ائمہ ثلاثہ جو

---

[1] امام محمد شیبانی متوفی ۱۸۹ ھ موطا امام محمد ص ۱۰۶۔ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

[2] علامہ ابوعبداللہ وشتانی متوفی ۸۲۸ ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۷۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ شرح مسلم للنووی ج ۱ ص ۲۱۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[4] ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ ھ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۳۱۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[5] عبد الرحمن الجزیری الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۲۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت

ترپن کے عقد کے قائل ہیں اس کا ذکر اس باب کی حدیث نمبر ١٢١٠ اور ١٢١١ میں ہے اور امام احمد بن حنبل جو حلقہ کے قائل ہیں اس کا ذکر اس باب کی حدیث نمبر ١٢٠٨ میں ہے۔ علامہ ابن قدامہ نے المغنی میں حضرت وائل بن حجر سے حلقہ بنا کر اشارہ کرنے کی روایت بھی نقل کی ہے۔

احناف کے ائمہ ثلاثہ کا نظریہ موطأ امام محمد کے حوالہ سے گذر چکا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد رفع سبابہ (انگشت شہادت) کے استحباب کے قائل ہیں اور دوسری کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو یوسف کا بھی یہی نظریہ ہے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

كذا نقلوه عن ابي يوسف في الامالي كما يأتي فهو منقول عن ائمتنا الثلاثة ---- وفي القهستاني وعن اصحابنا جميعا انه سنة فيحلق ابهام اليمنى ووسطاها ---- فهذا المنقول كله صريح بان الاشارة المسنونة انما هي على كيفية خاصة وهي العقد او التحليق[1]

اسی طرح (رفع سبابہ) امام یوسف سے امالی میں منقول ہے جیسا عنقریب آئیگا کہ یہ ہمارے ائمہ ثلاثہ سے منقول ہے۔ القہستانی میں ہے کہ ہمارے تمام ائمہ کے نزدیک رفع سبابہ سنت ہے پس انگوٹھے اور درمیانی انگلی سے حلقہ بنائے ۔۔۔ اور یہ تمام نقول اس بات میں صریح ہیں کہ اشارہ مسنونہ یا تو ہیں کے عقد سے ہوتا ہے یا حلقہ کے ساتھ۔

ہم نے جو تحقیق ذکر کی ہے اس سے ظاہر ہو گیا کہ رفع سبابہ سنت مشہورہ ہے اس کے استحباب پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے بلکہ ہمارے ائمہ ثلاثہ یعنی امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی اتفاق ہے۔ تمام متقدمین احناف اس کے استحباب کے قائل تھے۔ متاخرین احناف میں سے بعض اصحاب فتاوی نے رفع سبابہ سے منع کیا بلکہ بعض نے اس کو مکروہ یا حرام قرار دیا ان لوگوں میں صاحب الخلاصہ، صاحب بزازیہ، صاحب کبری، صاحب غیاثیہ، صاحب غیاثیہ، صاحب ولوالجیہ، صاحب عمدۃ المفتی اور صاحب ظہیریہ شامل ہیں یاد رہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو فقہاء کے طبقہ خامسہ میں سے بھی نہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے انہیں علماء سے متاثر ہو کر رفع سبابہ (انگشت شہادت کو اٹھانا) کو بڑی شدت سے منع کیا ہے چونکہ رفع سبابہ سنت مشہورہ ہے۔ اسی لیے ہم محض احیاء سنت کے جذبہ سے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے اعتراضات کے جوابات ذکر کرتے ہیں۔

حضرت مجدد کے اعتراضات کے جوابات حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

مخدوم گرامی احادیث نبوی علی مصدرہا الصلوۃ والسلام جواز اشارہ سبابہ کے باب میں بہت وارد ہوئی ہیں اور اس باب میں فقہ حنفی کی بھی بعض روایات آئی ہیں جیسا کہ مولانا نے رسالہ میں ان کا ذکر کیا ہے اور جب فقہ حنفی کی کتابوں میں اچھی طرح مطالعہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جواز اشارہ کی روایات اصول کے غیر اور ظاہر مذہب کے بھی غیر ہیں اور وہ جو امام محمد شیبانی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انگشت شہادت سے اشارہ کرتے

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ رد المحتار ج ١ ص ٥٠٨-٥٠٩ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ١٣٢٧ھ

تھے اور ہم بھی اسی طرح کرتے ہیں جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے"۔ پھر امام محمد نے فرمایا: "یہی میرا اور ابوحنیفہ (رضی اللہ عنہما) کا قول ہے"۔ یہ قول روایات نوادر میں سے ہے نہ روایات اصول میں سے۔

فتاوی غرائب میں ہے کہ محیط میں لکھا ہے کیا نمازی اپنے دائیں ہاتھ کی انگشت سبابہ سے اشارہ کرے۔ امام محمد نے اصل (مبسوط) میں اس مسئلہ کا ذکر نہیں کیا اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ اشارہ نہ کریں اور بعض کہتے ہیں کہ کریں اور امام محمد نے غیر روایت اصول میں ایک حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کرتے تھے۔ پھر امام محمد نے اس بارے میں فرمایا یہی میرا اور ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ [1]

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ معترف تھے کہ رفع سبابہ کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں، لیکن تامل اس بات میں تھا کہ یہ مسئلہ امام محمد نے اصول میں ذکر نہیں کیا بلکہ غیر اصول یعنی نوادر میں ذکر کیا ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ کتب فقہیہ کے چار مراتب ہیں کتب اصول یعنی ظاہر الروایہ [2]، کتب نوادر [3]، درجہ خامسہ تک کے فقہاء کی تصانیف اور چھٹے درجہ کے فقہاء کی تصانیف قاعدہ یہ ہے کہ اگر ظاہر الروایہ اور نوادر میں تعارض ہو تو ظاہر الروایہ کو ترجیح ہوگی اور اگر مسئلہ ظاہر الروایہ میں نہ ہو نوادر میں ہو اور نوادر اور بعد کے فقہاء میں تعارض ہو تو نوادر کو ترجیح ہوگی اور بعد کے فقہاء میں پھر ترتیب سے مجتہدین فی المذہب، اصحاب تخریج، اصحاب ترجیح، اور اصحاب تمییز جن مشائخ نے رفع سبابہ سے منع کیا ہے وہ فقہاء کے پانچویں درجہ یعنی اصحاب ترجیح میں بھی نہیں ہیں۔ یہ سب چھٹے درجہ کے فقہاء ہیں۔ زیر بحث صورت میں جیسا کہ حضرت مجدد نے فرمایا رفع سبابہ کا مسئلہ ظاہر الروایہ میں مذکور نہیں ہے یہ مسئلہ امام محمد کی دوسری تصانیف نوادر مثلاً موطاء امام محمد اور کتاب المشیخۃ میں ہے اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اصول (ظاہر الروایہ) کے مقابلہ میں غیر اصول (نوادر) کا اعتبار نہیں ہوگا۔ کیونکہ تعارض اس وقت ہوتا جبکہ اصول میں نوادر کے خلاف مذکور ہوتا کہ رفع سبابہ نہ کریں اور نوادر میں ہوتا رفع سبابہ کریں اور جب کہ اصول میں یہ مسئلہ اصلاً ذکر ہی نہیں اور نوادر میں ذکر ہے تو اصول اور نوادر میں تعارض کس طرح ہوا۔ ان نوادر اور چھٹے درجہ کے فقہاء کی تصانیف میں ضرور تعارض ہے لیکن ظاہر ہے کہ امام محمد کی تصانیف کے مقابلہ میں فتاوی غرائب، غیاثیہ، سراجیہ اور ولوالجیہ کی کیا حیثیت ہے، امام محمد کے مقابلے میں تو سرخسی حلوائی اور قاضی خان کی بھی کوئی حیثیت نہیں پھر غیاثیہ اور ولوالجیہ کس شمار قطار میں ہیں!

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اور کہا گیا ہے کہ اشارہ سنت ہے اور کہا گیا ہے کہ مستحب ہے پھر فتاوی غرائب والے نے فرمایا یہ وہ ہے جو علماء نے ذکر کیا اور صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے اور فتاوی سراجیہ میں ہے اور مکروہ ہے کہ نماز میں "اشھد ان لا الٰہ الا اللہ" پر انگشت سبابہ سے اشارہ کریں، یہی مختار مذہب ہے۔ [4]

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی ١٠٣٤ھ مکتوب نمبر ٣١٢ دفتر اول حصہ پنجم

[2] ظاہر الروایہ امام محمد کی ان کتابوں کو کہتے ہیں جن کی امام محمد کی طرف نسبت تواتر سے ثابت ہے یہ چھ کتابیں ہیں مبسوط، زیادات، جامع صغیر، جامع کبیر، سیر صغیر، سیر کبیر ——— سعیدی

[3] نوادر امام محمد کی وہ تصانیف ہیں جن کی نسبت امام محمد کی طرف تواتر سے ثابت نہیں ہے امام محمد کی نوادر میں سے ہے ——— سعیدی

[4] حضرت مجدد الف ثانی ١٠٣٤ھ مکتوب نمبر ٣١٢ دفتر اول حصہ پنجم

غور فرمائیے جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کا فعل ہے اس کو فتاویٰ غرائب والے حرام اور سراجیہ والے مکروہ قرار دیتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون قلب مومن اس بات سے لرز جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو حرام یا مکروہ کہا جائے پھر غور کیجئے کہ صاحب غرائب کہتے ہیں کہ علماء کہتے ہیں کہ اشارہ سنت ہے اور صحیح یہ ہے کہ حرام ہے دیکھیں یہ علماء کون ہیں یہ علماء ہیں، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور ہمارے علماء احناف میں سے امام ابو یوسف امام محمد شمس الائمہ الحلوانی، علامہ کاسانی، امام ابن ہمام اور دیگر محققین حنفیہ ہیں کیا کوئی سلیم الفطرت شخص یہ باور کر سکتا ہے کہ ان اعاظم فقہاء کے مقابلہ میں صاحب غرائب کا قول صحیح ہو سکتا ہے۔

حضرت مجدد لکھتے ہیں:

اور کبریٰ میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ نماز کی بنا سکون اور وقار پر ہے اور فتاویٰ غیاثیہ میں ہے کہ تشہد کے وقت انگشت سبابہ سے اشارہ نہ کریں یہی مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور جامع الرموز میں ہے نہ تو اشارہ کرے اور نہ عقد کرے اور ہمارے اصحاب کا یہی ظاہر اصول ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ مضمرات اور ولوالجی اور خلاصہ وغیرہ میں ہے اور ہمارے اصحاب سے منقول ہے کہ وہ سنت ہے خزانۃ الروایات میں تاتارخانیہ سے ایسا ہی آیا ہے۔ پھر جب تشہد شروع کرے اور کلمہ لا الہ الا اللہ پر پہنچے تو آیا دائیں ہاتھ کی انگشت سبابہ سے اشارہ کرے امام محمد رحمہ اللہ نے اصول میں اس کا ذکر نہیں کیا اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے کچھ کہتے ہیں کہ اشارہ نہ کرے اور کبریٰ میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اشارہ کرے اور غیاثیہ میں ہے کہ تشہد کے وقت انگشت سبابہ کے ساتھ اشارہ نہ کرے یہی مختار ہے۔

جب کہ معتبر روایات میں اشارے کی حرمت واقع ہو چکی ہے اور اشارے کے مکروہ ہونے پر فتویٰ لگایا گیا ہے اور اشارہ اور مٹھی بند کرنے سے علماء روکتے ہیں اور اسے اپنے اصحاب کا ظاہر اصول بتاتے ہیں تو ہم مقلدوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ احادیث کے مقتضاء کے مطابق عمل کر کے اشارہ کرنے کی جرأت کریں اور اس قدر علماء اور مجتہدین کے منع کرنے کے باوجود ایک حرام اور ممنوع کام کا ارتکاب کریں۔[1]

اس عبارت میں تین امور جواب طلب ہیں ایک تو یہ کہ رفع سبابہ سے منع کرنے والے مشائخ کے مقابلہ میں ان فقہاء کا ذکر کیا جائے جو رفع سبابہ کو سنت قرار دیتے ہیں اور یہ دیکھا جائے کہ علم اور فقہ کے اعتبار سے کس کا قول معتبر ہے دوسرا یہ کہ رفع سبابہ نماز میں سکون اور وقار کے منافی ہے تیسرا یہ کہ ہم مقلد ہیں ہمیں حدیث پر عمل کرنے کے بجائے امام کے قول پر عمل کرنا چاہیے۔

موطا امام محمد کے حوالے سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رفع سبابہ کو مستحب قرار دیتے ہیں امام محمد نے اپنی ایک اور تصنیف المشیخۃ میں بھی اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے۔

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی متوفی ۱۰۳۴ھ مکتوب نمبر ۳۱۲ دفتر اول حصہ پنجم

وقد نص محمد بن الحسن علی ھذا فی کتاب المشیخۃ: حدثنا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یفعل ذلک ای یشیر ثم قال نصنع بصنیع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ناخذ بفعلہ وھکذا قول ابی حنیفۃ و قولنا۔[1]

امام محمد بن حسن نے کتاب المشیختہ میں تصریح کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انگشت شہادت سے اشارہ فرماتے تھے۔ پھر کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے مطابق عمل کرتے ہیں اور آپ کے فعل سے استدلال کرتے ہیں یہی ہمارا اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

اس سے پہلے ہم شامی کے حوالہ سے ذکر چکے ہیں کہ امالی میں امام ابو یوسف نے بھی رفع سبابہ کو سنت قرار دیا ہے۔ شامی کے علاوہ امام ابن ہمام، ملا علی قاری اور علامہ خوارزمی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ شمس الائمہ حلوانی فقہاء کے طبقہ ثالثہ میں سے ہیں۔ انھوں نے بھی لکھا ہے کہ انگشت شہادت سے اشارہ کرنا چاہیے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

وقال الشمس الائمۃ الحلوانی رحمہ اللہ تعالی یقیم اصبعہ عند قولہ لا الہ ویضع عند قولہ الا اللہ۔[2]

شمس الائمہ الحلوانی فرماتے ہیں لا الہ پر انگلی اٹھائے اور الا اللہ پر رکھ دے۔

ہمارے ائمہ ثلاثہ اور شمس الائمہ الحلوانی کے علاوہ علامہ کاسانی صاحب بدائع صنائع، امام ابن ہمام صاحب فتح القدیر، علامہ خوارزمی صاحب کفایہ، علامہ بابرتی صاحب عنایہ، علامہ نسفی صاحب کنز، علامہ بدرالدین عینی، علامہ عمر بن نجیم صاحب النہر، علامہ حلبی و دیگر شارحین منیہ، ملا علی قاری، علامہ قہستانی صاحب نہایہ، صاحب معراج الدرایہ، صاحب شرح النقایہ، صاحب ظہیریہ وغیرہم نے رفع سبابہ کے استحباب اور سنت ہونے کی تصریح کی اور وہ متاخرین مشائخ جنھوں نے رفع سبابہ کو حرام اور مکروہ قرار دیا ہے چھٹے درجہ کے فقہاء ہیں اور ان عظیم فقہاء کے مقابلہ میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

رہا یہ شبہ کہ رفع سبابہ میں انگلی کی حرکت ہے اور نماز کی بنا سکون اور وقار پر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ نماز کی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر ہے جہاں آپ سے حرکت منقول ہے وہاں حرکت اصل ہے اور جہاں سکون منقول ہے وہاں سکون اصل ہے کیا نماز میں رفع یدین، قیام، رکوع، قومہ اور قعدہ کے انتقالات نہیں ہیں، ان میں حرکت نہیں ہوتی؟ کیا ان افعال کو اس لیے ترک کر دیا جائیگا کہ ان میں حرکت ہے اور نماز میں اصل سکون ہے؟

ملا علی قاری رحمہ الباری پہلے مسند احمد، موطا امام مالک، موطا امام محمد، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابو داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور سنن بیہقی سے رفع سبابہ کی حدیث کے متعدد طرق ذکر کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث صحاح ستہ میں تواتر کے قریب طرق کثیرہ سے مذکور ہے بلکہ اس کو متواتر کہنا صحیح ہے پھر مومن سے کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ اس پر عمل سے گریز کرے اور جو کچھ ان مشائخ سے منقول ہے کہ رفع سبابہ نماز کے سکون اور وقار کے

---

[1] امام محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ عنایہ علی ھامش فتح القدیر ج ۱ ص ۲۷۱

[2] ایضاً۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۱۳۲

ایضاً۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۱۲۶ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۳۹۶ھ

امام ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ نے فتح القدیر میں اور علامہ خوارزمی نے کفایہ میں اس حوالہ کا ذکر کیا ہے۔

منافی ہے اس لیے اس کا ترک اولیٰ ہے ان کا یہ قول مردود ہے کیونکہ اگر اس کا ترک اولیٰ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ترک فرماتے کیونکہ آپ سے بڑھ کر کوئی صاحب وقار ہے نہ صاحب سکینہ۔ اخیر میں لکھتے ہیں بعض مشائخ نے انتہائی ناگوار بات لکھی ہے کہ اس اشارہ کو محرمات سے شمار کیا ہے۔ یہ ان کی بہت بھاری غلطی اور جرم عظیم ہے اور اس کا سبب دین کے بنیادی قواعد سے جہالت ہے کیا کسی مسلمان سے یہ متصور ہے کہ جس فعل کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت متواتر ہو اس کو حرام قرار دے۔ لہ

رہا یہ کہ مقلدین کا حق نہیں ہے کہ خود حدیث پر عمل کریں انہیں امام کی تقلید کرنی چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فتاویٰ غرائب، فتاویٰ غیاثیہ اور فتاویٰ ولوالجیہ کے مصنفین کی تقلید نہیں کی جاتی۔ یہ تو خود مقلدین جن ائمہ ہدیٰ اور ائمہ مجتہدین کی تقلید ہوتی ہے یعنی ائمہ اربعہ ان میں سے ہر ایک نے رفع سبابہ کو سنت قرار دیا ہے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

حنفیہ میں سے اشارہ سبابہ کا ارتکاب کرنے والا دو حال سے خالی نہیں یا تو ان علماء مجتہدین کے لیے جواز اشارہ میں معروف احادیث کا علم تسلیم نہیں کرتا یا ان کو ان احادیث کا عالم جانتا ہے لیکن ان بزرگوں کے لیے احادیث کے مطابق عمل جائز تسلیم نہیں کرتا اور یہ خیال کرتا ہے کہ ان بزرگوں نے اپنے خیالات کے مطابق احادیث کے خلاف حرمت اور کراہت کا حکم صادر فرمایا ہے۔ یہ دونوں باتیں فاسد ہیں۔ ان کو وہی صحیح قرار دیگا جو بے وقوف ہو یا ضدی۔ لہ

اس اعتراض کی زد براہ راست ائمہ اربعہ اور احناف میں سے شمس الائمہ الحلوانی، امام کاسانی اور امام ابن ہمام پر پڑتی ہے کیونکہ یہ حضرات نہ صرف خود اشارہ کرتے تھے بلکہ اپنے پیروکاروں اور مقلدوں کو بھی اشارہ کی تلقین کرتے تھے اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ یا تو ان کو مانعین کی دلیل کا علم نہ تھا یا علم کے باوجود عمل نہیں کرتے تھے۔ اور انھوں نے اپنے مطلب کے لیے احادیث وضع کر لی تھیں اور ظاہر ہے کہ یہ بات واقعی کوئی ضدی بے وقوف ہی کر سکتا ہے۔ باقی رہے وہ مشائخ جنھوں نے رفع سبابہ کے ثبوت میں احادیث متواترہ کے باوجود اس کو حرام یا مکروہ کہا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ واقعی ان کی جہالت تھی اور یہ ان کے حق میں انتہائی ہلکی بات ہے ورنہ جس کام کو سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بار ہا کیا ہو اس کو حرام قرار دینا قابل تعزیر جرم ہے۔

حضرت مجدد فرماتے ہیں:

ترغیب الصلوٰۃ میں جو لکھا ہے کہ تشہد میں انگشت شہادت اٹھانا علماء متقدمین کی سنت ہے لیکن متاخرین علماء نے اس سے منع کیا ہے کیونکہ جب رافضیوں نے اس میں غلو کیا تو سنیوں نے ترک کر دیا۔ سنی پر رافضی ہونے کی تہمت کو دور کرنے کیلئے اسے ترک کرنا معتبر روایتوں کے خلاف ہے اس لیے کہ ہمارے اصحاب کا ظاہر اصول عدم اشارہ اور عدم عقد ہے تو عدم اشارہ علماء متقدمین کی سنت ہوئی اور وجہ ترک نفی تہمت نہ قرار پائی۔ ان اکابر کے ساتھ ہمارا

لہ ملا علی قاری نے رفع سبابہ کے جواز پر تزیین العبارۃ لتحسین الاشارۃ کے نام سے رسالہ لکھا جس کو علامہ شامی نے رسائل ابن عابدین میں اپنے رسالہ رفع التردد فی عقد الاصابع عند التشہد کے بعد ذکر کیا ہے۔

لہ حضرت مجدد الف ثانی ۱۰۳۴ھ مکتوب نمبر ۳۱۲ دفتر اول حصہ پنجم۔

حسن ظن یہ ہے کہ اس باب میں جب تک ان پر حرمت یا کراہت کی دلیل ظاہر نہ ہوئی انھوں نے حرمت یا کراہت کا حکم نہیں لگایا جب کہ اشارہ کے سنت اور مستحب ہونے کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں "یہ وہ ہے جو علماء نے بیان کیا اور صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے": اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشارہ کی سنیت اور استحباب کے دلائل ان بزرگوں کے نزدیک درجہ صحت کو نہیں پہنچے بلکہ اس کے خلاف ثابت ہوا ہے زیادہ سے زیادہ یہ کہ ہمیں اس دلیل کا علم نہیں اور یہ معنی اکابر میں کسی عیب کو مستلزم نہیں ہے۔ ؎۱

اس عبارت کے رد کے لیے یہ بات کافی ہے کہ ہم امام ابوحنیفہ کے مقلد ہیں غیاثیہ اور ولوالجیہ کے مصنفین کے مقلد نہیں نیز طبقہ ثالثہ میں سے شمس الائمہ الحلوانی جو مجتہد فی المذہب ہیں جواز اشارہ کے لیے ان کی تصریح اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ ان کے نزدیک اشارہ کے استحباب کے دلائل درست ہیں۔ غرائب، ولوالجیہ اور غیاثیہ کے مصنفین کے نزدیک یہ دلائل درست نہ ہو سکے تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت مجدد فرماتے ہیں:

اگر کوئی شخص کہے کہ ہم اس دلیل کے خلاف علم رکھتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ حلت و حرمت کے اثبات میں مقلد کا علم معتبر نہیں ہے بلکہ اس باب میں مجتہد کے ظن کا اعتبار ہے مجتہدین کے دلائل کو تاالتکبرت سے زیادہ کمزور کہنا بہت جرأت ہے اور اپنے علم کو ان اکابر کے علم پر ترجیح دینا اور اصحاب حنفیہ کے ظاہر اصول کو باطل قرار دینا، روایات معتبرہ مفتی بہا کو درہم برہم کرنے اور شاذ کہنے کے مترادف ہے یہ اکابر احادیث کا قرب زمانہ نبوی، زیادتی علم اور ورع و تقویٰ سے آراستہ ہونے کی وجہ سے ہم دور افتادہ لوگوں سے بہتر جانتے تھے اور احادیث کی صحت و سقم اور ان کے نسخ و عدم نسخ کو ہم سے زیادہ پہچانتے تھے۔ انہیں ضرور کوئی معتبر دلیل ملی ہو گی۔ تب ہی انھوں نے ان احادیث علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مقتضی کے موافق عمل نہیں کیا۔ ؎۲

کہا جا سکتا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد مجتہد ہیں جبکہ فتاویٰ غیاثیہ وغیرہا کے مصنفین مجتہد نہیں ہیں۔ ان کا علم بھی ان مانعین سے زیادہ ہے اور مانعین کی نسبت زمانہ نبوی سے زیادہ قریب ہیں۔ علم اور تقویٰ بھی زیادہ ہے۔ احادیث کی صحت و سقم اور ناسخ منسوخ کو بھی ان مانعین سے زیادہ اور بہتر جانتے تھے تو ان مجتہدین کی بات کیوں نہ مانی جائے اور اگر متاخر فقہاء کے قول پر عمل کرنا ہے تو شمس الائمہ الحلوانی اور امام کاسانی کے قول پر کیوں نہ عمل کیا جائے جو احادیث کے بھی مطابق ہے اور ائمہ کے بھی موافق ہے۔ ان عبارات میں ظاہر اصول کا لفظ کئی بار آیا ہے اور یہ بھی کہ ان کے پاس "کوئی دلیل" ضرور ہو گی۔ وہ ظاہر اصول یا دلیل فتاویٰ کبریٰ میں گزر چکی ہے کہ نماز کی بنا سکون اور وقار پر ہے اس دلیل کا جواب بھی گذر چکا ہے

حضرت مجدد فرماتے ہیں:

ہم کم فہم اس قدر سمجھتے ہیں کہ کیفیت اشارہ اور عقد کی احادیث کے راوی آپس میں بہت مختلف ہیں اور ان کے کثرت

؎۱ حضرت مجدد الف ثانی ۱۰۳۴ھ — مکتوب نمبر ۳۱۲ دفتر اول حصہ پنجم

؎۲ حضرت مجدد الف ثانی ۱۰۳۴ھ — مکتوب نمبر ۳۱۲ دفتر اول حصہ پنجم

اختلاف نے نفس اشارہ میں ہی اضطراب پیدا کر دیا ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بغیر عقد کے اشارہ فرمایا ہے اور جو عقد کے متعلق کہتے ہیں ان میں سے بعض ترپین کے عقد کی روایت کرتے ہیں اور بعض تنیس کے عقد کی البعض نے خنصر اور اس کے ساتھ والی انگلی بند کرنے اور انگوٹھے کا درمیانی انگلی کے ساتھ حلقہ بنا کر اشارہ سبابہ کی روایت کی اور ایک روایت میں صرف انگوٹھے کو درمیانی انگلی پر رکھ دینے ہی کو اشارہ قرار دے دیا گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھ کر اشارہ کرتے تھے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ کر اور پہنچے کو پہنچے پر اور کلائی کو کلائی پر رکھ کر اشارہ کرتے تھے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ تمام انگلیوں کو بند کر کے اشارہ کرتے تھے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اشارہ انگشت سبابہ کو حرکت دیئے کے بغیر ہوتا تھا اور بعض دوسری روایات حرکت کے ساتھ اشارہ کا اثبات کرتی ہیں نیز بعض روایات میں واقع ہوا ہے کہ تشہد پڑھتے وقت اشارہ فرماتے تھے لیکن کس لفظ پر اشارہ فرماتے تھے اس کا کوئی تعین نہیں اور بعض دوسری احادیث میں آیا ہے کہ اشارہ کلمہ شہادت پڑھنے کے وقت ہوتا تھا اور بعض دوسری روایات میں وقت دعا سے مقید کیا گیا ہے جبکہ آپ یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک فرماتے تھے اور جبکہ علماء حنفیہ نے اشارہ کے بجالانے میں راویوں کے اضطراب و اختلاف کو دیکھا تو نماز میں ایک زائد فعل خلاف قیاس کو ثابت نہیں کیا نیز نماز کی بنا سکون اور وقار پر ہے نیز حتی الامکان انگلیوں کو جانب قبلہ رکھنا سنت ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "فلیوجہ من اعضائہ القبلۃ ما استطاع" نمازی کو چاہیے کہ اپنی استطاعت کے مطابق اپنے اعضاء کو قبلہ کی طرف پھیرے [1]۔

جب کسی فعل کی روایات میں اختلاف ہو تو مقلد کو چاہیے اس روایت پر عمل کرے جس روایت کو اس کے امام نے اپنے اصول اور قواعد کے مطابق معمول بہ قرار دیا ہو ائمہ اربعہ میں سے ہر امام نے اشارہ سبابہ کے سلسلہ میں ایک روایت پر عمل کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ انگلی کس لفظ پر اٹھائی جائے اور کب رکھی جائے۔ یہ تفصیل ہم شروع میں "مذاہب اربعہ میں رفع سبابہ کی کیفیت" کے عنوان سے بیان کر چکے ہیں اگر یہ طریقہ ہوتا کہ جس کام میں اختلاف ہو اس کو ترک کر دیا جائے تو نماز کے بہت سے افعال میں اختلاف ہے۔ رفع یدین کتنی بار کیا جائے اس میں اختلاف ہے، ہاتھ باندھنے کی کیفیت میں اختلاف ہے، آمین بالسر والجہر میں اختلاف ہے تشہد کے الفاظ میں اختلاف ہے۔ سورۂ فاتحہ کے وجوب اور فرضیت میں اختلاف ہے وتر کی تعداد میں اختلاف ہے۔ دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھیں یا بعد اس میں اختلاف ہے سجدہ سہو کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ اس قاعدہ کے مطابق نماز کے ان تمام افعال کو ترک کر دینا چاہیے بلکہ العیاذ باللہ ان افعال کو مکروہ یا حرام قرار دینا چاہیے۔

حضرت مجدد فرماتے ہیں:

اگر یہ کہیں کہ اختلاف اس وقت اضطراب پیدا کرتا ہے جبکہ درمیان میں موافقت ممکن نہ ہو اور اس مسئلہ میں موافقت ممکن ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ تمام روایات کو اوقات مختلفہ میں کیا ہو تو ہم جواب میں کہیں گے کہ بہت سی

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی ۱۰۳۴ھ مکتوب ۳۱۲ دفتر اول حصہ پنجم۔

روایات میں لفظ کان واقع ہوا ہے جو غیر مقلد کے نزدیک حروف کلیہ میں سے ہے لہذا موافقت ممکن نہیں۔ [۱]

اولاً تو یہ ہمارے سوچنے کا کام نہیں ہے کہ روایات میں اختلاف ہے یہ مجتہد کا کام ہے کہ وہ ان مختلف روایات کی روشنی میں کون سا طریقہ معمول بہ قرار دیتا ہے۔ ثانیاً محدثین نے تصریح کی ہے کہ احادیث میں کان استمرار کے لیے نہیں آتا [۲]۔ ثالثاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات میں مختلف طریقہ سے اشارہ کیا تاکہ امت کو سہولت ہو اور عمل کے لیے متعدد راہیں فراہم ہوں۔

حضرت مجدد فرماتے ہیں:

اور وہ جو امام اعظم رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ "اگر کوئی حدیث میرے قول کے مخالف پاؤ تو میرے قول کو چھوڑ دو اور حدیث پر عمل کرو" تو اس حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جو حضرت امام کو نہ پہنچی ہو اور اس حدیث کو نہ جاننے کی بنا پر اس کے خلاف حکم فرمایا ہے اور اشارہ کی احادیث اس قبیل سے نہیں یہ مشہور احادیث ہیں نہ جاننے کا احتمال نہیں [۳]۔

اولاً اس عبارت میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی زبردست توہین ہے کہ آپ احادیث مشہورہ بلکہ متواترہ کے مطابق عمل کرنے کو حرام قرار دیتے تھے حالانکہ امام اعظم ابو حنیفہ حدیث ضعیف کے مقابلہ میں بھی قیاس کو چھوڑ دیتے تھے ثانیاً امام اعظم نے کہیں اشارہ سے منع نہیں کیا حتیٰ کہ فتاویٰ غرائب وغیاثیہ وغیرہما کے مصنفین نے بھی امام اعظم کا یہ قول نقل نہیں کیا اور ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ اشارہ کے جواز بلکہ سنیت کے قائل ہیں خود مجدد صاحب نے بھی کہا ہے کہ امام محمد نے فرمایا یہ میرا اور ابو حنیفہ کا قول ہے اور فتاویٰ غرائب سے بھی نقل کیا کہ امام محمد نے فرمایا یہ میرا اور ابو حنیفہ کا قول ہے۔ اور ہم موطا امام محمد اور امام محمد کی کتاب المشیخۃ سے یہ حوالے نقل کر چکے ہیں۔ البتہ فتاویٰ غرائب اور غیاثیہ ولوالجیہ وغیرہا کے مصنفین نے اشارہ سبابہ کو مکروہ اور حرام وغیرہ کہا ہے لیکن یہ لوگ نہ امام ہیں نہ مجتہد نہ ان کا کوئی مقلد ہے۔

حضرت مجدد فرماتے ہیں:

سوال:۔ اگر کہیں کہ علماء حنفیہ نے جواز اشارہ کا فتویٰ دیا ہے لہذا متعارض فتاویٰ کے مطابق جس بات پر بھی عمل کر لیا جائے جائز ہے

جواب:۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر جواز اور عدم جواز اور حلت و حرمت میں تعارض واقع ہو تو تعارض کی صورت میں ترجیح عدم جواز اور جانب حرمت کو ہوتی ہے نیز شیخ ابن ہمام نے رفع یدین کی بحث میں فرمایا کہ رفع اور عدم رفع کی وجہ وہ حدیث متعارض ہیں ہم قیاس کے ساتھ عدم رفع کی احادیث کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ نماز کی بنا سکون اور خشوع پر ہے جو بالاجماع مطلوب اور پسندیدہ ہے [۴]۔

---

[۱] حضرت مجدد الف ثانی متوفی ۱۰۳۴ھ مکتوب ۳۱۲ دفتر اول حصہ پنجم

[۲] حضرت شیخ عبد الحق دہلوی نے اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۵۶ پر تصریح کی ہے کہ احادیث میں کان استمرار پر دلالت نہیں کرتا۔ ورنہ تعارض غیر مندفع لازم آئیگا۔

[۳] حضرت مجدد الف ثانی۔ ۱۰۳۴ھ مکتوب نمبر ۳۱۲ دفتر اول حصہ پنجم۔

[۴] حضرت مجدد الف ثانی ۱۰۳۴ھ مکتوب نمبر ۳۱۲ دفتر اول حصہ پنجم۔

حلت اور حرمت کے اقوال اگر مساوی ہوں تو یقیناً حرمت کو ترجیح دی جائیگی ایک طرف ائمہ اربعہ، امام ابو یوسف، امام محمد، شمس الائمہ الحلوانی، فقیہ ابو جعفر اور امام کاسانی ہوں جو اشارہ مسابحہ کو جائز بلکہ اور اگر مسنون کہیں دوسری طرف غیاثیہ اور غرائب کے مصنفین ہوں جو اس کو ناجائز اور حرام کہیں تو ظاہر ہے کہ دونوں قول مساوی نہیں ہیں کہاں ائمہ مجتہدین اور کہاں محض مقلدین اور ایسی صورت میں یقیناً حلت ہی کو ترجیح دی جائیگی۔ رہا امام ابن ہمام پر اعتراض کہ انھوں نے ترک رفع یدین کی حدیث کو ثبوت رفع یدین پر بر بناء سکون کیوں ترجیح دی ہے اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ یہاں دونوں جانب احادیث ہیں۔ ثبوت رفع یدین کی بھی اور ترک رفع یدین کی بھی جبکہ ثبوت اشارہ کے مقابلہ میں ترک کی ایک بھی حدیث نہیں ہے۔ ثانیاً ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ جب کسی مسئلہ میں مختلف روایات ہوں تو کسی ایک روایت کو اختیار کرنا یہ امام اور مجتہد کا کام ہے وہ اپنے اصول اور قواعد کی روشنی میں کس روایت کو اختیار کرتا ہے۔ امام ابن ہمام نے از خود ترک رفع یدین کی روایت کو اختیار نہیں کیا بلکہ امام اعظم کے قول پر دلائل دیے ہیں اگر یہاں بھی امام اعظم کا حرمت کا قول ہوتا تو اعتراض کی کوئی وجہ بھی تھی۔

حضرت مجدد فرماتے ہیں:

اور شیخ ابن ہمام پر تعجب ہے کہ انھوں نے کہا کہ بہت سے مشائخ سے عدم اشارہ منقول ہے لیکن وہ روایت اور درایت کے خلاف ہے کہ ابن ہمام نے علماء مجتہدین کی طرف جاہل ہونے کی کس طرح نسبت کر دی حالانکہ وہ قیاس سے دلیل لاتے ہیں اور وہ حنفیہ کے نزدیک ظاہر مذہب اور ظاہر روایت ہے حالانکہ اسی شیخ نے قلتین کی حدیث کو راویوں کے کثرت اختلاف سے حاصل ہونے والے اضطراب کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

امام ابن ہمام نے کثیر مشائخ (غیاثیہ اور غرائب وغیرہا کے مصنفین) کے قول کو روایت اور درایت کیخلاف کہا ہے۔ وہ بالکل صحیح اور واضح ہے درایت کے خلاف اس لیے کہ جب اشارہ مسابحہ پر درجہ تواتر تک احادیث موجود ہیں تو اس کو حرام کہنا یقیناً خلاف عقل ہے اور روایت کے خلاف اس وجہ سے ہے کہ امام اعظم اور دیگر ائمہ اور فقہاء احناف جب اشارہ مسابحہ کو مسنون قرار دے چکے ہیں تو اس کو حرام کہنا یقیناً ان کی نقل اور روایت کے خلاف ہے اور دین کے قواعد اور اصول سے ان کی واضح جہالت ہے۔ ثانیاً احادیث صحیحہ مشہورہ کے مقابلے میں قیاس سے استدلال کرنا احناف کے نزدیک قطعاً ناجائز ہے، چہ جائیکہ وہ ظاہر مذہب اور ظاہر روایت ہو۔ ثالثاً قلتین (دو گھڑے) والی حدیث کے معارض وہ در دہ والی حدیث موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پانی کثیر اس وقت ہوتا ہے جب اس کی مقدار دس ضرب دس ہاتھ تک پہنچ جائے نہ کہ دو قلۃ (دو گھڑے) کی مقدار تک اس کے بر خلاف اشارہ مسابحہ کے معارض کوئی حدیث نہیں ہے جس سے ثابت ہو کہ اشارہ مسابحہ نہیں کرنا چاہیے۔ اس لیے اشارہ کو قلتین پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ رابعاً ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ جب کسی مسئلہ میں مختلف اور معارض احادیث ہوں تو یہ سوچنا امام اور مجتہد کا کام ہے کہ کون سی حدیث منشاء رسول، مزاج اسلام اور قواعد اور اصول کے مطابق ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ نے سائل پانی کی مقدار کثیر متعین کرنے کے لیے قلتین کی احادیث کی بجائے دہ در دہ کی احادیث سے استناد کیا ہے۔ اسی طرح رفع سبابہ کے مختلف طریقوں اور مختلف کیفیات سے امام ابو حنیفہ

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی مکتوب نمبر ۱۳۱۲ دفتر اول حصہ پنجم

رحمہ اللہ نے تو بیان کے ملفظ کو اختیار کیا بہر حال جو کچھ کیا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کیا ہے امام ابن ہمام نے تو صرف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک کو بیان کیا ہے اس لیے ان پر اعتراض کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اشارہ سبابہ کے مسئلہ میں ہم نے کافی طویل گفتگو کی ہے کیونکہ ہم نے اس زمانہ میں دیکھا کہ کچھ لوگ نہ صرف یہ کہ خود انگلی نہیں اٹھاتے اور اس سنت سے محروم ہیں بلکہ اشارہ سبابہ کی سنت کے عاملین پر تشدد کرتے ہیں بعض علاقوں میں سر عام کہا جاتا ہے جو انگلی اٹھائے اس کی انگلی توڑ دو۔ وزیر آباد میں مجھ سے ایک شخص نے اشارہ سبابہ کے مسئلہ کو معلوم کیا اور بعد میں تائب ہو کر اس نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ مسجد میں ایک شخص نے تشہد میں انگلی اٹھائی میرے پیر نے کہا اس کو اٹھا کر مسجد سے باہر پھینک آؤ اور میں اس کو حالت نماز میں اٹھا کر مسجد سے باہر پھینک آیا۔ اس طرح ہم نے دیکھا کہ کچھ لوگ تقلید محض کے سبب سنت رسول سے علی الاعلان عداوت کا مظاہرہ کر رہے ہیں تو ہم نے محض سنت کی حمایت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے پیش نظر یہ سطور لکھیں اور مانعین کے تمام شبہات ذکر کر کے ان کا ازالہ کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سطور کی وجہ سے مخالفین کو ہدایت اور موافقین کو استقامت عطا فرمائے "وما ذلک علی اللہ بعزیز"

۲۰۸ بَابُ السَّلَامِ لِلتَّحْلِيلِ مِنَ الصَّلٰوةِ عِنْدَ فَرَاغِهَا وَكَيْفِيَّتِهِ

سلام سے نماز کا اختتام

۱۲۱۴ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ وَمَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ أَنَّ أَمِيرًا كَانَ بِمَكَّةَ يُسَلِّمُ تَسْلِيمَتَيْنِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ أَنّٰى عَلِقَهَا قَالَ الْحَكَمُ فِي حَدِيثِهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهُ۔

ابو معمر بیان کرتے ہیں کہ مکہ کا امیر دونوں طرف سلام پھیرا کرتا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس نے یہ سنت کہاں سے حاصل کی؛ اور حکم کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کیا کرتے تھے (یعنی دونوں طرف سلام پھیرتے تھے)۔

۱۲۱۵ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ وَمَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ شُعْبَةُ رَفَعَهُ مَرَّةً أَنَّ أَمِيرًا أَوْ رَجُلًا سَلَّمَ تَسْلِيمَتَيْنِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ أَنّٰى عَلِقَهَا

ابو معمر بیان کرتے ہیں کہ مکہ کا امیر دونوں طرف سلام پھیرتا تھا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس نے یہ کہاں سے سیکھا۔

۱۲۱۶ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ أَرٰى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ حَتّٰى أَرٰى بَيَاضَ خَدِّهِ۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے دیکھتا تھا حتیٰ کہ میں آپ کے رخساروں کی سفیدی دیکھتا۔

سلام کے حکم میں مذاہب اربعہ

حدیث شریف میں ہے "تحریمها التکبیر و تحلیلها التسلیم"[1] نماز میں دخول تکبیر سے اور خروج سلام سے ہے! اس حدیث کے پیش نظر امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ لفظ سلام کے ساتھ نماز سے خروج فرض ہے[2] اور ہمارے نزدیک لفظ سلام کے ساتھ خروج فرض نہیں واجب ہے[3] ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ ثانیاً اس حدیث میں بھی کوئی کلمہ حصر نہیں ہے کہ نماز کی تحلیل صرف سلام سے ہی ہوتی ہے۔ ثالثاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ان کو تشہد کی تعلیم دی پھر فرمایا! "اذا قلت هذا او فعلت هذا فقد قضیت صلوتك ان شئت ان تقوم فقم وان شئت ان تقعد فاقعد۔"[4] "جب تم یہ (تشہد) پڑھ لو یا یہ کر لو تو تمہاری نماز پوری ہو جائیگی چاہو تو تم کھڑے ہو اور چاہو تو بیٹھ جاؤ۔" اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر لفظ سلام کہے صرف تشہد پڑھنے کے بعد نماز کا ختم ہونا بیان کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ لفظ سلام کہنا فرض نہیں ہے۔ رابعاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نماز صحیح طریقہ سے نہیں پڑھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نماز سکھائی۔ قیام، تکبیر تحریمہ، قرآن کریم کی قرأت، رکوع، سجود اور قعدہ کی تعلیم دی[5] سلام کی تعلیم نہیں دی اگر سلام فرض ہوتا تو اس کی تعلیم بھی دیتے۔ اس سے معلوم ہوا سلام فرض نہیں ہے تاہم احناف نے "تحلیلها التسلیم" کے پیش نظر سلام کو احتیاطاً واجب قرار دیا ہے۔

خروج بصنعہ

اگر نمازی تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد عمداً نماز کے منافی کوئی کام کرے تو نماز پوری ہو جائیگی اور سلام نہ کرنے کی بناء پر سجدہ سہو لازم آئیگا اور اگر قعدہ سے پہلے نماز کے منافی کوئی عمل بلا قصد سرزد ہو گیا تو بالاتفاق نماز باطل ہو جائیگی (کیونکہ قعدہ اخیرہ جو فرض ہے متروک ہو گیا) اگر قعدہ اخیرہ کے بعد فعل منافی سرزد ہوا تو امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک نماز باطل ہو جائیگی (کیونکہ اس نے قصداً نماز کو ختم نہیں کیا) اور صاحبین کے نزدیک ہو جاتی ہے[6] علامہ ابو سعید بردعی نے امام اعظم کے اس قول سے یہ مسئلہ مستنبط کیا کہ امام اعظم کے نزدیک خروج بصنعہ (نماز کے منافی کسی عمل کو قصداً کر کے نماز ختم کرنا) فرض ہے کیونکہ دوسرے فرض کو ادا کرنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ پہلے فرض کو ختم نہ کیا جائے اور فرض اس وقت ختم ہو گا جب نماز کے منافی کام کیا جائے کیونکہ اگر موافق کام کیا تو وہ تو نماز ہی سے ہی ہو گا اور جس چیز پر فرض موقوف ہو وہ بھی فرض ہوتا ہے۔ اس لیے خروج بصنعہ فرض ہو گا۔ علامہ کرخی نے کہا کہ یہ غلط ہے کیونکہ مطلقاً خروج کسی معصیت (مثلاً عمداً وضو توڑنے) سے بھی ہو سکتا ہے اگر بالفرض خروج بصنعہ فرض ہو بھی تو وہ اس

---

[1] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ — جامع ترمذی ص ۲۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ — مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۳۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ۔

[3] امام ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ — فتح القدیر ج ۱ ص ۲۸۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[4] امام ابو داؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ — سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۳۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

[5] امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ — صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[6] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ — در مختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۴۷۵ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۰ھ

عمل کے ساتھ خاص ہوگا جو عبادت ہو جیسے سلام، علامہ ابوسعید بردعی نے اس مسئلہ کو ان بارہ مسائل سے مستنبط کیا ہے جن میں امام اعظم اور صاحبین کا نماز ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کا اختلاف ہے۔ مثلاً جو شخص تیمم کر کے نماز پڑھ رہا ہو وہ اگر مقدار تشہد بیٹھنے کے بعد پانی دیکھ لے تو امام اعظم کے نزدیک اس کی نماز باطل ہو جائیگی اور صاحبین کے نزدیک اس کی نماز پوری ہو جائیگی اس سے ابوسعید بردعی نے استنباط کیا کہ مقدار تشہد بیٹھنے کے بعد اگر نمازی سے کوئی فعل منافی نماز بلاقصد صادر ہو جائے تو امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہوگی اور خروج بصنعہ کی فرضیت کا قول کیا لیکن علامہ کرخی نے اس کا رد کیا اور فرمایا پانی دیکھنے کی صورت میں اس کا فرض تیمم سے وضو کی طرف متغیر ہو جاتا ہے اور عمل منافی صلاۃ سے فرض باطل ہو جاتا ہے علامہ بردعی کی تخریج کی موافقت ہدایہ اور اس کی شروحات میں ہے اور کنز، وافی اور کافی میں بھی اسی طرح ہے اور شیخ ابومنصور ماتریدی کا بھی یہی مختار ہے اور صاحب تنویر الابصار اور دیگر محققین نے علامہ کرخی کی موافقت میں فرمایا کہ خروج بصنعہ فرض نہیں ہے [۱]۔ علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں کہ علامہ کرخی فرماتے ہیں کہ امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک اس بات پر اتفاق ہے کہ خروج بصنعہ فرض نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب تم نے یہ (تشہد) پڑھ لیا یا یہ کر لیا تو تمہاری نماز پوری ہوگئی اگر چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور چاہو تو بیٹھ جاؤ" اور امام اعظم نے خروج بصنعہ کے فرض ہونے کی تصریح نہیں کی ہے یہ صرف علامہ بردعی نے بارہ مسائل سے استخراج کیا ہے اور یہ ان کی غلطی ہے اگر بالفرض خروج بصنعہ فرض ہو تو کسی عبادت مثلاً لفظ سلام کے ساتھ مختص ہو جاتا اور ان بارہ مسائل میں فرض کی تغییر ہے بخلاف نماز میں کلام کے کیونکہ یہ قاطع نماز ہے اور عمداً وضو توڑنا اور قہقہہ لگانا نماز کو باطل کر دیتا ہے نہ کہ تغییر کرتا ہے۔ مجتبیٰ میں ہے ہمارے محققین نے علامہ کرخی کے قول کو اختیار کیا ہے۔ معراج الدرایہ میں ہے شمس الائمہ الحلوانی نے فرمایا صحیح وہی ہے جو علامہ کرخی کا قول ہے۔ [۲]

علامہ کرخی، شمس الائمہ الحلوانی، زین الدین ابن نجیم، علامہ زیلعی، صاحب تنویر الابصار، صاحب مجتبیٰ اور علامہ شامی کی تصریحات کے مطابق خروج بصنعہ فرض نہیں ہے اور یہی قول روایت اور درایت کے موافق ہے۔ مذاہب ثلثہ کے علماء نے خروج بصنعہ کی بناء پر احناف کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی اور علامہ نووی شافعی اور علامہ وشتانی مالکی نے کہا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وضو توڑ دینے سے بھی نماز کا پورا کرنا جائز ہے اور بعض لوگوں نے تو یہاں تک کہا کہ ابوحنیفہ کے نزدیک گوز مارنے سے بھی نماز پوری ہو جاتی ہے [۳]، اس لیے میں نے ضروری خیال کیا کہ اس مسئلہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کا موقف ظاہر کر کے حق کے چہرہ سے حجاب اٹھاؤں۔

سلام کے طریقہ میں مذاہب اربعہ

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک سلام کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں اور بائیں دونوں جانب سلام پھیرا جائے [۳] جیسا کہ اس باب کی حدیث نمبر ۱۲۱۵ سے واضح ہے، امام مالک کے نزدیک صرف سامنے کی جانب منہ کر کے کہا جائے السلام علیکم ورحمۃ اللہ، علامہ ابن قاسم مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام صرف سامنے کی طرف منہ کر کے کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور منفرد اور مقتدی دائیں بائیں منہ کر کے دو

---

[۱] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ ردالمحتار ج ۱ ص ۴۱۸، ج ۱ ص ۵۶۷ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ
[۲] علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ البحر الرائق ج ۲ ص ۳۲۰ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔
[۳] علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۳۲۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۵ھ۔

مرتبہ سلام پھیریں[1] مالکیہ کی طرف سے جامع ترمذی کی یہ روایت پیش کی جاتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے منہ کر کے ایک مرتبہ سلام کہتے تھے اور حضرت سلمہ بن اکوع بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا آپ نے صرف ایک مرتبہ سلام کہا یہ روایت بھی ابن ماجہ میں ہے۔ امام ترمذی[2] کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ کی روایت کی سند میں زہیر بن محمد ہے اس کے بارے میں امام بخاری نے کہا یہ منکر احادیث بیان کرتا تھا[3] اور ابو حاتم رازی نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے اور بفرض صحت ایک مرتبہ سلام بیان جواز پر محمول ہے کیونکہ دو مرتبہ سلام متعدد طُرق سے ثابت ہے، مسلم کی روایت گزر چکی ہے۔ ترمذی میں ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرتے تو میں دائیں بائیں آپ کے رخساروں کی سفیدی دیکھتا۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کی حدیث حسن صحیح ہے[3]

نماز میں محبت رسول کے مظاہر

نماز میں اصل یہ ہے کہ قیام کے وقت سجدہ گاہ پر نظر ہو۔ رکوع میں پیروں پر اور قعدہ میں اپنی گود پر لیکن صحابہ کرام جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں کھڑے ہوتے تو ان کی نگاہیں صرف اور صرف آپ ہی کی طرف ہوتی تھیں کیونکہ نماز کے آداب اپنی جگہ پر لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ زیبا کو دیکھنا وہ عبادت ہے کہ کائنات میں کسی عبادت کا یہ مرتبہ اور مقام نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعود اور حضرت سعد بیان کرتے ہیں کہ سلام پھیرتے وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ زیبا کی سفیدی دیکھتے تھے حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے ابو معمر نے پوچھا کیا حضور ظہر اور عصر میں قرأت کرتے تھے فرمایا ہاں۔ کہا کیسے پتا چلا۔ کہا: آپ کی ڈاڑھی مبارک کو ہلتے ہوئے دیکھنے سے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار کے ایام علالت میں پیر کے دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی جب صحابہ صف باندھے کھڑے تھے ناگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ سے باہر نکلے آپ نے پردہ اٹھایا اور ہمیں دیکھنے لگے جس وقت آپ کھڑے تھے۔ آپ کا چہرہ ورق قرآن کی طرح لگتا تھا پھر آپ مسکرائے آپ کے چہرہ کو دیکھ کر ہم اس قدر خوش ہوئے کہ خدشہ تھا ہم نماز توڑ ڈالیں گے[5] سوچیے آپ کا حجرہ قبلہ کی ایک جانب تھا اور صحابہ بجائے قبلہ کے آپ کی جانب دیکھ رہے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ کعبہ صرف ظاہری قبلہ ہے حقیقی قبلہ آپ کی ذات ہے۔

بَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ ۲۰۹ ذکر بعد از نماز

۱۲۱۷ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو قَالَ أَخْبَرَنِي بِذَا أَبُو

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ختم ہونے کو اللہ اکبر کی

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ — اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۷۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ — جامع ترمذی ص ۶۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] " " " — جامع ترمذی ص ۶۹ " "

[4] امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ — صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[5] " " " — صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۳ " "

مَعْبَدٍ ثُمَّ اَنْكَرَهُ بَعْدُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنَّا نَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّكْبِيْرِ

آواز کے ساتھ پہچان لیتے تھے۔

۱۲۱۸ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْ مَعْبَدٍ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ سَمِعَهُ يُخْبِرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا كُنَّا نَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا بِالتَّكْبِيْرِ قَالَ عَمْرٌو فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِاَبِيْ مَعْبَدٍ فَاَنْكَرَهُ وَقَالَ لَمْ اُحَدِّثْكَ بِهٰذَا قَالَ عَمْرٌو وَقَدْ اَخْبَرَنِيْهِ قَبْلَ ذٰلِكَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ختم ہونے کو صرف اللہ اکبر کی آواز کے ساتھ پہچانتے تھے، عمرو بن دینار کہتے ہیں میں نے ابو معبد سے دوبارہ یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے نہیں پہچانا اور کہا کہ میں نے یہ حدیث نہیں بیان کی حالانکہ اس سے پہلے انہوں نے ہی بیان کی تھی۔ (ظاہر ہے ابو معبد کو نسیان لاحق ہو گیا تھا)

۱۲۱۹ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّ اَبَا مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حِيْنَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ كَانَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّهُ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُنْتُ اَعْلَمُ اِذَا انْصَرَفُوْا بِذٰلِكَ اِذَا سَمِعْتُهُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فرض نماز کے بعد با آواز بلند ذکر معروف طریقہ تھا حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ جب میں اس ذکر کی آواز سنتا تو جان لیتا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو چکے ہیں۔

ذکر بالجہر

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۶ میں بھی ہے اور یہ حدیث اس بات پر واضح دلیل ہے کہ عہد رسالت میں نماز کے بعد ذکر بالجہر طریق معروف تھا حالانکہ اس وقت بھی نماز میں مسبوقین بھی ہوتے تھے۔ اس حدیث کی ناسخ کوئی حدیث نہیں ہے۔ تاہم نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرتے ہوئے آواز توسط اور اعتدال سے نہیں بڑھنی چاہیے تاکہ کسی نمازی کی نماز میں خلل نہ ہو۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وفيه دليل على جواز الجهر بالذكر عقيب الصلوة۔[1]

اس حدیث میں نماز کے بعد ذکر بالجہر کے جواز پر دلیل ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

استدل به بعض السلف على استحباب

اس حدیث سے بعض متقدمین نے جماعت کے بعد

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فتح الباری ج ۲ ص ۳۲۵ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

رفع الصوت بالتکبیر والذکر عقیب المکتوبۃ۔ [۱]

باآواز بلند تکبیر کہنے اور ذکر بالجہر کے استحباب پر استدلال کیا ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

اجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکر الجماعۃ فی المساجد وغیرہا الا ان یشوش جہرہم علی نائم او مصل او قارئ۔ [۲]

تمام متقدمین اور متاخرین علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جماعت کے ساتھ ذکر بالجہر مساجد وغیرہ میں مستحب ہے الا یہ کہ ان کے جہر سے کسی کی نیند، قرأت یا نماز میں خلل ہو۔

ذکر بالجہر کے خلاف منکرین یہ حدیث پیش کرتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری المتوفی ۵۰ھ بیان کرتے ہیں کہ:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر کے لیے نکلے [۳] تو لوگ ایک میدان میں پہنچے اور بلند آواز سے اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا شروع کر دیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی جانوں پر نرمی کرو تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے تم اس کو پکار رہے ہو جو سننے والا قریب ہے اور تمہارے ساتھ ہے [۴]۔

علامہ آلوسی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "نرمی کرو" کے امر سے جو اقتضاءً ذکر بالجہر کی نفی مستفاد ہوتی ہے اس سے ذکر بالجہر میں آواز کو بلند کرنے میں مبالغہ اور افراط مراد ہے [۵]

علامہ عبدالحئی فرماتے ہیں:

اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام جہر مفرط کر رہے تھے جیسا کہ اس پر بعض روایات دلالت کرتی ہیں۔ آپ نے اس سے ان کو منع فرمایا چنانچہ صاحب فتح الودود نے شرح سنن ابی داؤد میں "ارفعوا اصواتہم" کی شرح میں کہا کہ صحابہ کرام بہت زیادہ بلند آواز سے ذکر کر رہے تھے پس اس حدیث سے مطلقاً جہر کی نفی لازم نہیں آتی اور ملا علی قاری نے حرز ثمین شرح حصن حصین میں حدیث و ان ذکرنی فی ملاء کی شرح میں فرمایا: اس سے ذکر خفی بھی مراد ہو سکتا ہے جیسا کہ ذاکر اللہ فی الغافلین بمنزلۃ الصابر فی الغادین۔ میں اشارہ ہے اور مع الملأ کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ حد سے زیادہ جہر نہ کیا جائے کیونکہ جب بعض صحابہ نے بے حد مبالغہ کے ساتھ ذکر کیا تو آپ نے فرمایا "اربعوا علی انفسکم" (اپنی جانوں پر نرمی کرو) [۶]

---

[۱] حافظ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ　عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۲۶ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر

[۲] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ　رد المحتار ج ۱ ص ۶۱۸ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[۳] بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ خیبر کو جاتے ہوئے یہ واقعہ پیش آیا لیکن علامہ عسقلانی نے لکھا ہے یہ واقعہ غزوۂ خیبر سے واپسی کے وقت پیش آیا۔

[۴] امام ابوعبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶　صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۰۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔

[۵] علامہ محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰　روح المعانی ج ۱۶ ص ۱۹۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[۶] مولانا عبدالحئی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ　سباحۃ الفکر ص ۵۵ مطبوعہ ہند

اور شیخ عثمانی لکھتے ہیں: یہ جو حدیث

انکم لا تدعون اصم و لا غائبا ـــــــ تو وہ میرے نزدیک جہر مفرط پر محمول ہے [1]

ذکر بالجہر کے موضوع پر ہم نے دو مبسوط رسالے لکھے ہیں ذکر بالجہر حصہ اول و دوم اس میں قرآن کی آیات، احادیث، آثار، فقہاء، صوفیاء اور مخالفین کے اکابر کی عبارات سے ذکر بالجہر کو ثابت کیا ہے اور مانعین کے تمام اعتراضات کا مفصل جائزہ لیا ہے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کے لیے ان رسائل کا مطالعہ فرمائیں

بَابُ ۲۱۰ اسْتِحْبَابِ التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ جَهَنَّمَ وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَفِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ وَمِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ بَيْنَ التَّشَهُّدِ وَالتَّسْلِيمِ

تشہد اور سلام کے درمیان عذاب قبر وغیرہ سے پناہ مانگنا

۱۲۲۰ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ هَارُونُ نَا وَقَالَ حَرْمَلَةُ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي امْرَأَةٌ مِنَ الْيَهُودِ وَهِيَ تَقُولُ هَلْ شَعَرْتِ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ قَالَتْ فَارْتَاعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ إِنَّمَا تُفْتَنُ يَهُودُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَبِثْنَا لَيَالِيَ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ شَعَرْتِ أَنَّهُ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ يَسْتَعِيذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے درآں حالیکہ میرے پاس ایک یہودی عورت بیٹھی ہوئی تھی وہ کہہ رہی تھی کیا تمہیں معلوم ہے قبروں میں تمہاری آزمائش کی جائے گی؟ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوفزدہ ہوگئے اور فرمایا آزمائش میں صرف یہود مبتلا ہوں گے، چند دن گزرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں پتا چلا مجھ پر وحی نازل کی گئی ہے ہرگاہ تمہاری قبروں میں آزمائش کی جائے گی، حضرت عائشہ کہتی ہیں اس کے بعد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔

۱۲۲۱ - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَعَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ قَالَ حَرْمَلَةُ أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔

[1] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ فتح الملہم ج ۲ ص ۱۶۲ مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ يَسْتَعِيذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

۱۲۲۲ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ كِلَاهُمَا عَنْ جَرِيرٍ قَالَ زُهَيْرٌ نَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَتْ عَلَيَّ عَجُوزَانِ مِنْ عُجُزِ يَهُودِ الْمَدِينَةِ فَقَالَتَا إِنَّ أَهْلَ الْقُبُورِ يُعَذَّبُونَ فِي قُبُورِهِمْ قَالَتْ فَكَذَّبْتُهُمَا وَلَمْ أُنْعِمْ أَنْ أُصَدِّقَهُمَا فَخَرَجَتَا وَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ عَجُوزَيْنِ مِنْ عُجُزِ يَهُودِ الْمَدِينَةِ دَخَلَتَا عَلَيَّ فَزَعَمَتَا أَنَّ أَهْلَ الْقُبُورِ يُعَذَّبُونَ فِي قُبُورِهِمْ فَقَالَ صَدَقَتَا إِنَّهُمْ يُعَذَّبُونَ عَذَابًا تَسْمَعُهُ الْبَهَائِمُ ثُمَّ قَالَتْ فَمَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ فِي صَلٰوةٍ إِلَّا يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

۱۲۲۳ وَحَدَّثَنِي هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَشْعَثَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ وَفِيهِ قَالَتْ وَمَا صَلّٰى صَلٰوةً بَعْدَ ذٰلِكَ إِلَّا سَمِعْتُهُ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں دو یہودی بوڑھی عورتیں میرے پاس آئیں اور کہنے لگیں قبر والوں کو قبر میں عذاب ہوتا ہے میں نے انھیں جھٹلایا اور ان کی تصدیق مجھے اچھی نہ لگی پھر وہ دونوں چلی گئیں اور ان کے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے آپ سے عرض کیا کہ مدینہ کے یہودیوں میں سے دو بوڑھی عورتیں میرے پاس آئی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ قبر والوں کو قبر میں عذاب ہوگا آپ نے فرمایا انھوں نے سچ کہا ہے اہل قبور کو ایسا عذاب ہوتا ہے جس کو جانور تک سنتے ہیں، حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے دیکھا اس واقعہ کے بعد آپ ہر نماز میں عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔

ایک اور سند سے یہ حدیث بیان کی گئی ہے جس میں حضرت عائشہ کا یہ قول ہے اس کے بعد میں ہر نماز کے بعد آپ سے عذاب قبر سے پناہ کی دعا سنتی تھی۔

تشریح۔

ان حدیثوں میں دو مختلف واقعات کا ذکر کیا گیا ہے حدیث نمبر ۱۲۲۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہ تھا کہ آپ کی امت قبر میں آزمائش میں مبتلا ہوگی اس لیے آپ نے فرمایا "آزمائش میں صرف یہود مبتلا ہوں گے" بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی کی جس سے آپ کو معلوم ہوا کہ آپ کی امت بھی آزمائش میں مبتلا ہوگی۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ کا علم تدریجی ہے رہا یہ شبہ کہ جب آپ کی امت بھی آزمائش میں مبتلا ہوگی تو آپ کا یہ کہنا کہ آزمائش میں صرف یہود مبتلا ہوں گے خلاف واقع اور جھوٹ ہے جس سے نبی معصوم ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے جھوٹ تب ہوتا ہے جب متکلم قصداً واقع کے خلاف خبر دے۔ اگر کوئی شخص علم نہ ہونے کی وجہ سے خلاف واقع بات کہہ دے اور اس کا قصد خلاف واقع بات بتلانا نہ ہو تو وہ جھوٹ نہیں ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر چند نبی کو ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس سے اس پر غیوبات منکشف ہوجاتے ہیں وہ جنات اور ملائکہ کو دیکھتا ہے اور قبر اور برزخ کے احوال اس کے پیش نظر ہوتے ہیں تاہم اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے جب تک چاہتا ہے کسی چیز سے نبی کی توجہ ہٹا لیتا ہے۔ قبر میں آزمائش سے مراد وہ سوال ہیں جو منکر نکیر میت سے کریں گے۔ حدیث نمبر ۱۲۲۲ میں ذکر ہے جب دو یہودی عورتوں نے حضرت عائشہ سے عذاب کو ذکر کیا تو انھوں نے اس کی تکذیب کی۔ اس پر سوال ہوتا ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتا چکے تھے کہ قبر میں اس امت کی آزمائش ہوگی تو پھر حضرت عائشہ

نے ان عورتوں کی کیوں تکذیب کی تھی، اس کا جواب یہ ہے آزمائش کا مطلب ہے منکر و نکیر کے سوالات اور عذاب قبر ایک اور چیز ہے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں آزمائش کی خبر دی تھی بعد میں عذاب قبر کی اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کے بعد فتنہ قبر اور عذاب قبر سے پناہ مانگنی چاہیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں سے نہ صرف مامون بلکہ درجہ امان میں تھے اس کے باوجود آپ کا بکثرت فتنہ قبر اور عذاب قبر سے پناہ مانگنا غلبہ خوف الٰہی اور تعلیم امت پر محمول ہے۔

عذاب قبر

عذاب کے معنی ہیں میٹھا اس عربی میں کہتے ہیں ماء عاذب میٹھا پانی اور قبر کے معنی ہیں گڑھا۔ قبر میں میت پر جو درد و الم کی کیفیت طاری ہوتی ہے اس کو عذاب سے اس لیے تعبیر کرتے ہیں کہ کفار پر عذاب مسلمانوں کے لیے میٹھا اس کی طرح خوشگوار ہوتا ہے۔ قبر سے مراد بالخصوص وہ گڑھا نہیں ہے جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے بلکہ وہ جگہ ہے جہاں میت کے اجزاء اصلیہ[1] ہوں خواہ یہ اجزاء زمین کے اندر گڑھے میں ہوں، پانی کی تہ میں جانوروں کے پیٹ میں یا جسم جلنے کے بعد راکھ کی شکل میں ہوں۔ جس جگہ بھی یہ اجزاء ہوں گے قیامت تک ان پر عذاب یا ثواب کی کیفیات مرتب ہوتی رہیں گی۔

عذاب روح و جسم دونوں پر ہوتا ہے یا صرف روح پر؟ اس میں اختلاف ہے بعض علماء صرف روح پر عذاب کے قائل ہیں۔ ابن قیم جوزیہ کا یہی مسلک ہے اور جمہور اہلسنت کے نزدیک عذاب روح اور جسم کے مجموعہ پر ہوتا ہے صوفیہ سے یہ بھی منقول ہے کہ اجساد مثالیہ پر عذاب ہوتا ہے۔

منکرین عذاب قبر کے شبہات

بعض روافض اور کچھ معتزلہ عذاب قبر کا انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میت پتھر دل کی طرح جامد اور بے جان ہے اور عذاب درد اور اذیت کی کیفیت کے ادراک کو کہتے ہیں اور ادراک بغیر حیات کے غیر متصور ہے یہ لوگ قبر میں حیات نہیں مانتے اور قرآن کریم کی مذکورہ ذیل آیات سے استدلال کرتے ہیں:

لا یذوقون فیھا الموت الا الموتۃ الاولی۔ (دخان: ۵۶) "اہل جنت جنت میں پہلی موت کے سوا اور کوئی موت نہیں چکھیں گے۔"

منکرین کہتے ہیں کہ قبر میں حیات ہو تو حیات جنت سے پہلے دو موتیں ہوں گی۔ پہلی موت قبر میں جانے سے پہلے اور دوسری قبر میں جانے کے بعد، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صرف پہلی موت کے چکھنے کا بیان کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بتلایا ہے کہ اہل جنت موت نہیں چکھیں گے پھر تعلیق علی المحال کرتے ہوئے فرمایا: اگر وہ جنت میں موت چکھتے تو پہلی موت چکھتے اور پہلی موت (جو گذر چکی ہے) کا چکھنا محال ہے لہٰذا ان کا مطلقاً موت چکھنا محال ہے۔

دوسری آیت کریمہ جس سے وہ استدلال کرتے ہیں یہ ہے:

وما انت بمسمع من فی القبور۔ (فاطر: ۲۲) آپ قبر والوں کو سنانے والے نہیں ہیں۔

اس آیت کریمہ سے کفار کو اہل قبور سے تشبیہ دینا مقصود ہے یعنی جس طرح اہل قبور سماع سے فائدہ حاصل نہیں کرتے

---

[1] اجزاء اصلیہ ان اجزاء کو کہتے ہیں جن سے انسان کا خمیر تیار ہوتا ہے یہ انسانی جسم کے نشوونما اور بڑھنے گھٹنے کے تمام ادوار میں بدستور باقی رہتے ہیں اور موت کے بعد بھی اسی طرح محفوظ رہتے ہیں ——— سعیدی

اسی طرح کفار بھی سماع سے فائدہ حاصل نہیں کرتے اور جب اہلِ قبور سن نہیں سکتے تو ثابت ہوا کہ وہ حیات سے عاری اور مردہ ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اہلِ قبور حاسہ سمع یعنی کانوں سے نہیں سنتے کیونکہ جسم تو کچھ عرصہ بعد گل سڑ کر مٹی ہو جاتا ہے صرف ہڈیاں رہ جاتی ہیں اور کچھ عرصہ بعد ہڈیاں بھی نہیں رہتیں۔ اس لیے اس آیت میں حواس سے سننے کی نفی ہے اور اہلِ قبور حواس سے نہیں روح کی قوت سے سنتے ہیں۔

عذابِ قبر پر دلائل

اہلِ سنت کے دلائل یہ ہیں: (امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین) "تو نے ہم کو دو مرتبہ مارا اور دو بار زندہ کیا" (المومن: ۱۱)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ موت بھی دو ہیں اور حیات بھی دو ہیں ایک موت وہ ہے جو دنیوی حیات کے بعد آئی اور دوسری موت وہ ہے جو قبر کی حیات کے بعد آئی بعض مفسرین نے دنیاوی حیات سے پہلے نطفہ کو پہلی موت اور دنیاوی حیات کے بعد موت کو دوسری موت قرار دیا ہے لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ نطفہ میں جو عدم حیات ہے وہ عدم سابق ہے جس کے لیے کسی فاعل کی ضرورت نہیں۔ فاعل کی ضرورت عدم لاحق کو ہوتی ہے اس آیت میں امتنا کا لفظ استعمال فرمایا ہے (تو نے ہم کو مارا) اس میں اس موت کا ذکر ہے جس کیلئے فاعل کی ضرورت ہو اور اس سے مراد وہ دو صورتیں ہو سکتی ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے:

النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعۃ وقفۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب۔ (مومن: ۴۶)

"آل فرعون صبح و شام آگ پر لائے جاتے ہیں اور قیامت کے دن بھی آگ پر لائے جائیں گے (حکم ہوگا) داخل کرو آل فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں"

اس آیت میں عذابِ قبر پر دو طرح دلالت ہے اولاً اس لیے کہ انہیں صبح و شام آگ پر لانا وہ عذاب ہے جو قیامت سے پہلے ہوگا کیونکہ قیامت کے عذاب کا ذکر بعد میں بطریق عطف کیا ہے اور قیامت سے پہلے جو صبح و شام آگ دکھلائی جائے گی وہ صرف قبر میں متصور ہے۔ ثانیاً فرشتوں کو قیامت کے دن حکم ہوگا آل فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں داخل کرو اس سے معلوم ہوا کہ اس سے کم درجہ کا عذاب انہیں قیامت سے پہلے دیا جاتا رہا ہے اور وہ عذاب قبر میں ہوگا۔

تیسری دلیل یہ ہے:

اغرقوا فادخلوا نارا۔ (نوح: ۲۵)

"قوم نوح غرقاب ہونے کے فوراً بعد آگ میں داخل کر دی گئی"۔

قیامت کے بعد جو عذاب ہوگا وہ غرق ہونے کے فوراً بعد نہیں ہوگا بلکہ عرصہ ہائے دراز کے بعد ہوگا اس لیے جس عذاب کا یہاں ذکر ہے وہ قبر میں ہی ہو سکتا ہے۔

اور عذابِ قبر کے بارے میں اس قدر کثرت سے صحاح اور سنن میں احادیث وارد ہیں کہ علامہ تفتازانی اور دیگر علماء نے کہا کہ یہ احادیث معنیً متواتر ہیں۔

عذاب قبر پر عقلی شبہات کے جوابات

ایک سوال یہ ہے کہ بہت سے لوگوں کی قبر نہیں بنتی پھر ان کے حق میں عذاب قبر کیسے ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ قبر سے مراد وہ جگہ ہے جہاں میت کے اجزاء اصلیہ ہوں خواہ وہ زمین کا گڑھا ہو یا سمندر کی تہ یا جانور کا پیٹ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے دوسرا سوال یہ ہے کہ کچھ عرصہ بعد بدن گل سڑ کر مٹی ہو جاتا ہے پھر بدن پر عذاب کیسے ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بدن کے اجزاء اصلیہ کو اللہ تعالیٰ بہر حال باقی رکھتا ہے جن کے ساتھ روح کا تعلق قائم رہتا ہے اور ان پر عذاب کی کیفیات وارد ہوتی ہیں۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ بسا اوقات جنگلی جانور انسانوں کو کھا جاتے ہیں اور اگر ان پر آگ کا عذاب ہوتا ہے تو اس سے جانوروں کو تکلیف کیوں نہیں ہوتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جانور عالم دنیا میں ہے اور اس کے اندر میت کے اجزاء پر عالم برزخ میں عذاب کی کیفیات گذر رہی ہیں اور ایک عالم کے احوال دوسرے عالم پر منکشف نہیں ہوتے مثلاً ہمارے پیٹ میں جب کیڑے ہوتے ہیں ان پر زندگی اور موت اور درد و راحت کے تمام احوال گذرتے ہیں اور ہم کو پتا نہیں چلتا۔ چوتھا سوال یہ ہے کہ کہا جاتا ہے میت کو گرز سے مارا جاتا ہے وہ چیختا چلاتا ہے اس کے سر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں جسم جل جاتا ہے لیکن جب قبر کھود کر میت کو دیکھا جاتا ہے تو جسم اسی طرح پڑا ہوتا ہے۔ کسی چوٹ کا نشان نہ جلنے کا کوئی اور ٹوٹ پھوٹ نہ مار کی وجہ سے جسم میں حرکت اور اضطراب ہوتا ہے اسکا جواب بھی یہی ہے کہ یہ الگ الگ عالموں کے احوال ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنات اور فرشتوں سے باتیں کرتے تھے اسی مجلس میں صحابہ ہوتے تھے انہیں پتا نہ چلتا خواب میں کسی آدمی کو مار پڑتی ہے اور اسی عالم میں وہ درد و اذیت محسوس کرتا ہے لیکن اس کے پاس بیٹھے بیدار شخص کو پتا نہیں چلتا اسی طرح برزخ کے احوال دنیا والوں پر منکشف نہیں ہوتے۔ پانچواں سوال ہے کہ قبر میں انسان زندہ رہ سکتا ہے تو کیا یہ ممکن ہے کہ کسی زندہ آدمی کو قبر میں دفن کر دیں اور وہ زندہ رہے اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں زندگیوں کی نوعیت میں فرق ہے اونٹنی کے پیٹ میں بچہ زندہ ہوتا ہے لیکن اگر کسی انسان یا جانور کو اونٹنی کے پیٹ کا آپریشن کر کے اس میں ڈال دیا جائے تو وہ زندہ نہ رہ سکے گا۔ عذاب قبر کے تمام مباحث کی تفصیل ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں

١٢٢٤- حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَعِيذُ فِي صَلَاتِهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں دجال کے فتنہ سے پناہ مانگتے تھے۔

١٢٢٥- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ قَالَ أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا وَكِيعٌ قَالَ نَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَنْ يَحْيَى ابْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص تشہد پڑھے تو چار چیزوں سے پناہ مانگے۔ یوں کہے "اے اللہ میں جہنم کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں، عذاب قبر سے، زندگی اور موت کی آزمائش سے اور مسیح دجال

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا تَشَھَّدَ اَحَدُکُمْ فَلْیَسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنْ اَرْبَعٍ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ۔

کے شر سے۔

۱۲۲۶ - وَحَدَّثَنِیْ اَبُوْبَکْرِ بْنُ اِسْحٰقَ قَالَ اَنَا اَبُوالْیَمَانِ قَالَ اَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّھْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ عَائِشَۃَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَدْعُوْا فِی الصَّلٰوۃِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ قَالَتْ فَقَالَ لَہٗ قَائِلٌ مَا اَکْثَرَ مَا تَسْتَعِیْذُ مِنَ الْمَغْرَمِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَکَذَبَ وَوَعَدَ فَاَخْلَفَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یہ دعا مانگا کرتے تھے: اے اللہ میں عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کی آزمائش سے تیری پناہ مانگتا ہوں، گناہ اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں آپ سے کسی کہنے والے نے کہا یا رسول اللہ! آپ قرض سے کس قدر زیادہ پناہ مانگتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جب آدمی مقروض ہو جاتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ خلافی کرتا ہے۔

۱۲۲۷ - حَدَّثَنِیْ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا الْوَلِیْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ ثَنِی الْاَوْزَاعِیُّ قَالَ نَا حَسَّانُ بْنُ عَطِیَّۃَ قَالَ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ عَائِشَۃَ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ اَحَدُکُمْ مِنَ التَّشَھُّدِ الْاٰخِرِ فَلْیَتَعَوَّذْ بِاللّٰہِ مِنْ اَرْبَعٍ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص آخری تشہد سے فارغ ہو جائے تو چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگے، جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کی آزمائش سے اور مسیح دجال کے فتنہ سے۔

۱۲۲۸ - حَدَّثَنِیْہِ الْحَکَمُ بْنُ مُوْسٰی قَالَ نَا ھِقْلُ بْنُ زِیَادٍ ح وَحَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ اَنَا عِیْسٰی یَعْنِی ابْنَ یُوْنُسَ جَمِیْعًا عَنِ الْاَوْزَاعِیِّ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ اِذَا فَرَغَ اَحَدُکُمْ مِنَ التَّشَھُّدِ وَلَمْ یَذْکُرِ الْاٰخِرَ۔

ایک اور سند سے یہی روایت منقول ہے لیکن اس میں تشہد کے ساتھ آخر کا لفظ نہیں ہے۔

۱۲۲۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ نَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ ھِشَامٍ عَنْ یَحْیٰی عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ یَقُوْلُ قَالَ نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، اے اللہ! میں عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور عذاب نار سے۔

إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَشَرِّ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ.

دنیا اور آخرت کی آزمائش سے اور مسیح دجال کے شر سے۔

١٢٣٠ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُوذُوا بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ عُوذُوا بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ عُوذُوا بِاللَّهِ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ عُوذُوا بِاللَّهِ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو: اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو، قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو مسیح دجال کے فتنہ سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو، زندگی اور موت کی آزمائش سے۔

١٢٣١ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

ایک اور سند سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

١٢٣٢ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

ایک اور سند سے بھی اس کی مثل منقول ہے:

١٢٣٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ بُدَيْلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ جَهَنَّمَ وَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عذاب قبر سے، عذاب جہنم سے اور فتنہ دجال سے پناہ مانگتے تھے۔

١٢٣٤ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهُمْ هَذَا الدُّعَاءَ كَمَا يُعَلِّمُهُمُ السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ يَقُولُ قُولُوا اللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ قَالَ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ بَلَغَنِي أَنَّ طَاوُسًا قَالَ لِابْنِهِ أَدَعَوْتَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی سورت کی طرح اس دعا کی تعلیم دیتے تھے: "اے اللہ! ہم عذاب جہنم سے تیری پناہ مانگتے ہیں، میں عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں، میں زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ طاؤس نے اپنے بیٹے سے کہا: تم نے نماز میں یہ دعا مانگی، اس نے کہا نہیں، طاؤس نے کہا نماز پھر پڑھ

بِهَا فِي صَلَوٰتِكَ قَالَ لَا فَقَالَ أَعِدْ صَلَوٰتَكَ لِأَنَّ طَاوُسًا رَوَاهُ عَنْ ثَلَاثَةٍ أَوْ أَرْبَعَةٍ أَوْ كَمَا قَالَ۔ کیونکہ طاؤس نے اس حدیث کو تین چار راویوں سے نقل کیا ہے۔

مسیح دجال

حدیث نمبر ۱۲۲۴ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسیح دجال سے پناہ مانگتے تھے۔ مسیح کا لفظ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بھی بولا جاتا ہے اور دجال کے لیے بھی۔ حضرت عیسیٰ کے حق میں مسیح بمعنی ماسح مراد ہے کیونکہ آپ جس بیمار کے اوپر ہاتھ پھیر دیتے تھے وہ شفایاب ہو جاتا اور دجال کے حق میں مسیح بمعنی ممسوح بولا جاتا ہے کیونکہ وہ ممسوح العین یعنی کانا ہو گا۔ ایک سوال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ دجال سے پناہ مانگی کیا آپ کو علم نہ تھا کہ دجال کا ظہور آپ کے زمانہ میں نہیں ہو گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے کہ دجال کا ظہور قرب قیامت میں ہو گا اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ہلاک ہو گا (صحیح مسلم) اس لیے آپ کا مسیح دجال کے فتنہ سے پناہ مانگنا، امت کو تعلیم دینے اور انھیں اس دعا کی طرف ترغیب دینے کے لیے تھا نہ اس وجہ سے کہ آپ کو اس کے خروج کا علم نہیں تھا، ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ کا یہ لکھنا سخت افسوسناک ہے اگر حضور کو اپنے زمانہ میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ ہی کے عہد میں ظاہر ہو جائے یا آپ کے بعد کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو لیکن کیا یہ واقعہ نہیں کہ ساڑھے تیرہ سو برس گزر چکے ہیں اور ابھی تک دجال نہیں آیا۔ (رسائل مسائل حصہ اول ص ۵۰-۴۹)

زندگی اور موت میں آزمائش

حدیث نمبر ۱۲۲۵ میں یہ دعا ہے: اے اللہ! میں زندگی اور موت کی آزمائش سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ زندگی میں آزمائش یہ ہے کہ مال اور اولاد کی محبت، نفس کی خواہشات اور غیظ و غضب کی وجہ سے عبادت کا ترک یا گناہ کا ارتکاب نہ کر ڈالے، موت کی آزمائش یہ ہے کہ مرتے وقت ایمان پر مستقیم رہے۔ علامہ وشتانی لکھتے ہیں کہ امام ثوری مرض وفات میں رو رہے تھے کسی نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا اگر مجھے یقین ہوتا کہ میرا ایمان پر خاتمہ ہو گا تو میں کبھی نہ روتا، ایک شیخ پر موت کے وقت غشی طاری ہو گئی انھوں نے بتایا کہ غشی کے عالم میں انھوں نے دو جماعتیں دیکھیں، ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف جو جماعت بائیں طرف تھی وہ شرک کی طرف راغب کرتی تھی اور جو دائیں طرف تھی وہ ایمان باللہ کی دعوت دیتی تھی۔ بائیں جانب والے گروہ نے توحید کے خلاف شبہات پیش کیے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس علم کی بدولت جو مجھے عطا کیا تھا ان شبہات کے جوابات کی توفیق دی اور اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ انسان کا علم اسے دنیا اور آخرت میں نفع دیتا ہے۔[1]

قبر میں آزمائش

حدیث نمبر ۱۲۲۰ میں قبر کی آزمائش کا ذکر گزر چکا ہے اس سلسلہ میں حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں سفیان ثوری سے نقل کیا ہے کہ جب قبر میں میت سے سوال کیا جاتا ہے تیرا رب کون ہے؟ تو شیطان اس کے سامنے آجاتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے میں تیرا رب ہوں، یہ بڑا زبردست فتنہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے۔ بعض مسلمان قبر پر دفن کے بعد اذان دیتے ہیں تاکہ شیطان بھاگ جائے اور میت کو فرشتوں کے سوالات کے جواب مستحضر ہوں، یہ ایک نیک اور بابرکت عمل ہے لیکن اس کو تدفین کا ایک رکن قرار دینا باطل اور بدعت سیئہ ہے۔ مسلمانوں سے حسن ظن یہی ہے کہ وہ اس کو واجب نہیں سمجھتے۔

---

[1] علامہ وشتانی ابی متوفی ۸۲۸ھ　　اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۸۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

حضور کے استغفار کی وجہ

حدیث نمبر ۱۲۲۶ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر اور جہنم کے عذاب سے پناہ مانگتے تھے۔ اس پر سوال ہے کہ آپ تو مغفور ہیں۔ قرآن اور حدیث میں آپ کی مغفرت اور درجات کی بلندی کی بے شمار بشارتیں ہیں۔ پھر آپ دعا کیوں کرتے تھے، اس کے کئی جواب ہیں، پہلا: امت کو دعا کی تعلیم دینے کے لیے، دوسرا تاکہ دعا مانگنا مسنون ہو اور اس میں آپ کا نمونہ ہو۔ تیسرا: تواضع اور اظہار عبودیت کے لیے۔ چوتھا: خوف الٰہی کے غلبہ کے سبب۔ پانچواں: اللہ تعالیٰ کی طرف احتیاج ظاہر کرنے کے لیے۔ چھٹا: اللہ کا حکم ماننے کے لیے۔ ساتواں: امت کو یہ بتلانے کے لیے کہ میں مغفرت کی بشارت پانے کے باوجود اس قدر دعائیں مانگتا ہوں تو تم لوگ جن کے حق میں کوئی نوید نہیں ہے ان کو کتنی زیادہ دعائیں مانگنی چاہئیں۔ آٹھواں: اللہ تعالیٰ کا جلال اور اس کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے۔ نواں: جہنم اور قبر کے عذاب کو لوگوں کے دلوں میں راسخ کرنے کے لیے۔ دسواں: اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے سے اس کا قرب محبت اور رحمت حاصل ہوتی ہے، اس کے حصول کے لیے۔

قرض مذموم اور قرض محمود

اسی حدیث میں ہے کہ آپ نے قرض سے پناہ مانگی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرض لینا مذموم اور برا کام ہے۔ حالانکہ طبرانی میں سند صحیح سے مرفوعاً روایت ہے اللہ تعالیٰ مقروض کے ساتھ ہوتا ہے جب تک وہ قرض ادا نہ کر دے، اور عبداللہ بن جعفر اپنے خادم سے کہا کرتے تھے جاؤ میرے لیے قرض لے کر آؤ کیونکہ میں ناپسند کرتا ہوں کہ میں اس حال میں رات گزاروں کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ نہ ہو۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ قرض لینا مستحسن ہے یہ تعارض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرض لینا اس وقت مذموم ہے جب انسان کے پاس اس کی ادائیگی کے لیے وسائل نہ ہوں۔ اس وقت انسان کا یہی حال ہوگا کہ وہ جھوٹ بولے گا اور وعدہ خلافی کرے گا اور یہ مذموم ہے اس سے پناہ مانگنی چاہیے اور جب اس کے پاس ادائیگی کے وسائل ہوں تو مذموم نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۳۴ میں ہے کہ نماز میں ان دعاؤں کے نہ مانگنے پر طاؤس نے اپنے بیٹے کو نماز دہرانے کا حکم دیا، اس سے طاؤس کا مقصد یہ نہ تھا کہ نماز میں ان دعاؤں کا مانگنا شرعاً واجب ہے بلکہ اپنے بیٹے کو نماز میں ان دعاؤں کی عادت ڈالنے کیلئے تاکیداً ایسا فرمایا۔

باب ۲۱۱ اِسْتِحْبَابِ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ وَ بَيَانِ صِفَتِهٖ

نماز کے بعد ذکر کا طریقہ اور اس کا استحباب

۱۲۳۵۔ حَدَّثَنَا دَاوٗدُ بْنُ رُشَيْدٍ قَالَ نَا الْوَلِيْدُ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ أَبِي عَمَّارٍ اسْمُهٗ شَدَّادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا وَقَالَ اللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ قَالَ الْوَلِيْدُ فَقُلْتُ لِلْأَوْزَاعِيِّ كَيْفَ الْإِسْتِغْفَارُ قَالَ يَقُوْلُ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونے کے بعد تین بار استغفار کرتے اور فرماتے: اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام۔ راوی کہتے ہیں میں نے اوزاعی سے پوچھا استغفار کیسے کرتے تھے کہا فرماتے تھے: استغفر اللہ استغفر اللہ۔

۱۲۳۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ لَمْ يَقْعُدْ إِلَّا مِقْدَارَ مَا يَقُولُ اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ نُمَيْرٍ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد صرف اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت ذا الجلال والاکرام پڑھنے کی مقدار تک بیٹھتے تھے اور ابن نمیر کی روایت میں یاذا الجلال والاکرام ہے۔

۱۲۳۷ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ يَعْنِي الْأَحْمَرَ عَنْ عَاصِمٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۲۳۸ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ وَخَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ كِلَاهُمَا عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک اور سند کے ساتھ یہ روایت منقول ہے اور اس میں بھی یاذا الجلال والاکرام ہے۔

ذکر ماثور میں اضافہ یا تغیر

عام طور پر یہ دعا اس طرح مانگی جاتی ہے "اللھم انت السلام ومنک السلام والیک یرجع السلام فحینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام" خط کشیدہ الفاظ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہیں یہ الفاظ بعض واعظین نے وضع کر کے زیادہ کر دیئے۔ ملا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں ومنک السلام کے بعد جو مذکور ذیل الفاظ کا اضافہ کیا جاتا ہے، شیخ جزری نے کہا ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔ ان بعض الفاظ کو قصہ گو لوگوں نے گھڑ لیا ہے وہ الفاظ یہ ہیں: والیک یرجع السلام فحینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام۔[1]

حدیث شریف میں دعا اور ذکر کے جو الفاظ وارد ہوں ان میں اپنی طرف سے کمی بیشی یا تغیر و تبدل کرنا صحیح نہیں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت براء بن عازب کو ایک دعا سکھائی جس میں یہ الفاظ تھے: "ونبیک الذی ارسلت" حضرت براء نے جب یہ کلمات دہرا کر آپ کو سنائے تو یوں پڑھا "وبرسولک الذی ارسلت" آپ نے فرمایا "لا ونبیک الذی ارسلت"[2] "نہیں بلکہ وہی الفاظ پڑھو جو میں نے سکھائے ہیں) اس کی شرح میں علامہ عینی اور علامہ عسقلانی نے لکھا:

---

[1] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ — مرقاۃ ج ۲ ص ۳۵۹ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۲ھ۔

[2] امام ابو عبد اللہ البخاری متوفی ۲۵۶ھ — صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔

[3] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ — عمدۃ القاری جز ۳ ص ۱۸۸ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

ان الفاظ الاذکار توقیفیۃ فی تعیین اللفظ و تقدیر الثواب فربما کان فی اللفظ سر لیس فی الآخر و ان کان یرادفہ فی الظاہر [۱]

ذکر کے الفاظ لفظ کے تعیین اور ثواب کی مقدار میں توقیفی (یعنی جن میں عقل کا دخل نہیں) ہوتے ہیں۔ بسا اوقات ایک لفظ میں وہ راز ہوتا ہے جو دوسرے میں نہیں ہوتا۔ ہر چند کہ وہ الفاظ بظاہر مترادف ہوتے ہیں۔

اس وجہ سے ائمہ حضرات سے خصوصاً اور عام مسلمانوں سے بالعموم گذارش ہے کہ وہ "اللّٰھم انت السلام" والی دعا مانگتے وقت صرف وہی الفاظ پڑھیں جو حدیث میں وارد ہیں ان میں تغیر اور اضافہ نہ کریں ورنہ وہ ان برکات اور اثرات سے محروم رہیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہے ہوئے الفاظ پر مرتب ہوتے ہیں۔

امام ابن ہمام اور بعض دیگر فقہاء نے کہا ہے کہ نماز کے وقت صرف اللّٰھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام اتنی ہی مقدار ذکر کرے اس سے زیادہ اذکار (وظائف) جو احادیث میں وارد ہیں سنتیں ادا کرنے کے بعد انھیں پڑھے [۲] لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ احادیث صحیحہ اس کے خلاف ہیں۔ ان تمام احادیث میں تاویل کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ ان احادیث کو اپنے ظاہر پر محمول کیا جائے اور اس حدیث کی تاویل صحیح ذکر کی جائے، صحیح مسلم میں حضرت مغیرہ بن شعبہ سے ایک حدیث ہے (حدیث ۱۲۲۳) جس میں فرض کے بعد طویل ذکر، ذکر کیا گیا ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض کے بعد باآواز بلند پڑھا کرتے تھے، اور علامہ شوکانی نے صحیح ابن حبان اور نسائی کے حوالہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ آیۃ الکرسی دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ لم یمنعہ من دخول الجنۃ الا الموت وزاد الطبرانی و قل ھو اللہ احد [۳]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی اس کے لیے جنت میں جانے سے موت کے سوا اور کوئی چیز رکاوٹ نہیں ہے اور طبرانی نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھنے کی زیادتی بھی روایت کی ہے۔

جامع ترمذی، سنن ابوداؤد اور سنن نسائی میں یہ روایت ہے:

عن عقبۃ بن عامر قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اقرأ المعوذات فی دبر کل صلوٰۃ [۴]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں ہر نماز کے بعد قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس (یہ معوذتیں) پڑھا کروں۔

ان کے علاوہ اور بھی طویل اذکار کتب حدیث میں مذکور ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے۔

---

[۱] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ — فتح الباری ج ۱ ص ۳۵۸ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[۲] امام ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ — فتح القدیر ج ۱ ص ۳۸۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[۳] علامہ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ — نیل الاوطار ج ۲ ص ۳۱۰ مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ ازہر ۱۳۹۸ھ

[۴] امام عبدالرحمان نسائی متوفی ۳۰۳ھ — سنن نسائی ج ۱ ص ۱۳۵ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

امام ابن ہمام[1] نے ان اذکار کی یہ تاویل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنتیں پڑھنے کے بعد یہ اذکار پڑھا کرتے تھے اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ فرض کے بعد یہ اذکار پڑھتے تھے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۱۲۴۳) اور ابن حبان ، نسائی اور طبرانی کی آیت الکرسی والی حدیث ہے علامہ ابن ہمام نے کہا سنتیں چونکہ فرض کے بعد پڑھی جاتی ہیں اس لیے جو ذکر سنتوں کے بعد ہوگا وہ فرض کے بعد ہی ہوگا۔ اس پر پھر اعتراض ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنن اور نوافل گھر میں پڑھتے تھے پھر صحابہ کرام کو کیسے پتا چلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد یہ ذکر کرتے تھے۔ مثلاً صحیح مسلم میں ہے: حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے سلام پھیرنے کے بعد بآواز بلند پڑھتے تھے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر لا حول ولا قوۃ الا باللہ لا الٰہ الا اللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الٰہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون ۔ ۔ ۔ ۔ تو امام ابن ہمام تاویل در تاویل کرتے ہوئے فرماتے ہیں صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ کے باہر سے ذکر کی آواز سن لیتے تھے۔ اس تاویل کے بعد سے قطع نظر ابن ہمام رحمہ اللہ کا ذہن اس اعتراض کی طرف متوجہ نہیں ہوا ——— کہ صحابہ بھی تو اس وقت اپنے اپنے گھروں میں سنن اور نوافل میں مشغول ہوتے تھے کیونکہ عہد رسالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب گھروں میں سنن اور نوافل پڑھتے تھے۔ اس کے علاوہ سنن ابن حبان میں جو روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی اس کے جنت میں جانے کے لیے موت کے سوا کوئی رکاوٹ نہیں۔ اس روایت کے الفاظ امام ابن ہمام کی تاویل کا ساتھ نہیں دیتے۔

حضرت عائشہ نے جو روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم انت السلام ۔ الخ کی مقدار تک بیٹھتے تھے یہ دوام و استمرار پر محمول نہیں ہے بعض اوقات آپ صرف اللھم انت السلام ومنک السلام پڑھنے تک بیٹھتے اور بعض اوقات اس سے زیادہ مقدار تک بیٹھتے اور ذکر کرتے رہتے امت کی سہولت کے لیے آپ نے نہ کسی ایک ذکر کو معین کیا نہ کسی ایک مقدار کو معین فرمایا۔ یہی توجیہ آپ کی زندگی کے عام معمولات کے موافق ہے بہرحال نمازی فرض نماز پڑھنے کے بعد آیت الکرسی پڑھے ، تین بار استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو ۔ پڑھے اور کلمہ شریف کا ذکر کرے کیونکہ ان کے پڑھنے پر بہت اجر و ثواب اور جنت کی بشارت ہے نیز فرض کے بعد سنتیں پڑھنے میں اصل سنت یہ ہے کہ سنتیں گھر میں پڑھی جائیں دیگر احادیث سے بھی ثابت ہے کہ فرض اور سنن میں فاصلہ ہونا چاہیے۔ اس لیے افضل یہی ہے کہ ان اذکار کو فرض کے بعد پڑھا جائے۔ فرض نماز کے بعد اذکار کے سلسلہ میں اس حکایت پر بھی عمل کرنا چاہیے۔

ابن قیم جوزیہ سند ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں ابو بکر بن محمد بیان کرتے ہیں کہ میں ابو بکر بن مجاہد کے پاس بیٹھا ہوا تھا ناگاہ شبلی آگئے تو ابو بکر بن مجاہد نے اٹھ کر ان سے معانقہ کیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) بوسہ دیا

---

[1] امام ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر ج ۱ ص ۳۸۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

میں نے ان سے کہا یا سیدی! آپ شبلی کی اس قدر تعظیم کر رہے ہیں حالانکہ شمول آپ کے تمام اہل بغداد کے خیال میں یہ دیوانہ ہے ابوبکر بن مجاہد نے کہا میں نے شبلی کی اس طرح تعظیم کی ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعظیم کی تھی کیونکہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ کی خدمت میں شبلی حاضر ہوا آپ نے کھڑے ہو کر اس کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ شبلی کو کیوں سرفراز فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ ہر فرض کے بعد یہ آیت پڑھتا ہے لقد جاء کم رسول من انفسکم (اخیر سورت تک) اس کے بعد تین مرتبہ کہتا ہے "صلی اللہ علیک یا محمد" بعد میں میری شبلی سے ملاقات ہوئی میں نے اس سے پوچھا تم درود کس طرح پڑھتے ہو اس نے اسی طرح بتایا۔ [1]

علامہ ابن قیم جوزیہ لکھتے ہیں: نماز سے سلام پھیرنے کے بعد قبلہ کی طرف یا نمازیوں کی طرف منہ کر کے دعا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے مطلقاً نہیں ہے اور نہ یہ کسی حدیث سے ثابت ہے سند صحیح سے نہ حسن سے عصر اور فجر کے ساتھ اس دعا کی تخصیص آپ سے ثابت ہے نہ آپ کے خلفاء راشدین سے اور نہ آپ نے امت کی اس کی طرف رہنمائی کی ہے۔ آپ کے اور خلفائے راشدین کے بعد لوگوں نے سنت کے بجائے اس عمل کو مستحسن بنالیا اور جو دعائیں احادیث میں وارد ہیں وہ سب اثناء نماز کے ساتھ متعلق ہیں۔ [2]

علامہ ابن قیم کا مطلقاً یہ دعویٰ کرنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد دعا کی نہ اس کی رہنمائی کی قطعاً مردود ہے سنن نسائی میں سند صحیح کے ساتھ ہے:

عن مسلم بن ابی بکرۃ قال کان ابی یقول فی دبر کل صلوۃ اللھم انی اعوذ بک من الکفر والفقر وعذاب القبر فکنت اقولھن فقال ای بنی عمن اخذت ھذا قلت عنک قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقولھن فی دبر الصلوۃ۔ [3]

مسلم بن ابی بکرہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد ہر نماز کے بعد دعا کرتے تھے اے اللہ! میں کفر اور فقر اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں میں بھی یہ دعا کرنے لگا۔ میرے والد نے کہا اے بیٹے یہ دعا کہاں سے حاصل کی۔ میں نے کہا آپ سے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے۔

امام ترمذی سند حسن سے روایت کرتے ہیں:

عن مصعب بن سعد وعمرو بن میمون قال کان سعد یقول ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یتعوذ بھن دبر الصلوۃ اللھم انی اعوذ بک من الجبن واعوذ بک من البخل واعوذ بک من ارذل العمر واعوذ بک من فتنۃ الدنیا

مصعب بن سعد اور عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ان کلمات سے پناہ مانگتے تھے اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ میں بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ میں ارذل عمر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور دنیا کی آزمائش اور

---

[1] علامہ شمس الدین ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ　جلاء الافہام ص ۲۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
[2] علامہ شمس الدین ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ　زاد المعاد علی ہامش الزرقانی ج ۱ ص ۲۴۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت
[3] امام عبد الرحمان نسائی متوفی ۳۰۳ھ　سنن نسائی ج ۱ ص ۱۹۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

وعذاب القبر[۵] عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

ترمذی اور نسائی کی ان دونوں حدیثوں میں اس بات کا ثبوت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز کے بعد دعا کی ہے۔ اور فرض نماز کے بعد آپ نے دعا کرنے کی رہنمائی بھی فرمائی ہے۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی امامۃ قال قیل یا رسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاخر ودبر الصلوات المکتوبات[۱]

ابو امامہ بیان کرتے ہیں کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کون سی دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے فرمایا آدھی رات اور فرض نمازوں کے بعد۔

ان احادیث میں فرض نماز کے بعد دعا کا وافر ثبوت ہے اس بحث کے اخیر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دعا کا طریقہ ذکر کر دیا جائے۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطھما حتی یمسح بھما وجھہ[۲]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا میں ہاتھ اٹھاتے تو انہیں اس وقت تک نیچے نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ انہیں اپنے چہرے پر ملتے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ دعا کے وقت ہاتھ اٹھائے جائیں اور بعد میں ان ہاتھوں کو چہرہ پر ملا جائے علامہ طحاوی نے لکھا ہے کہ جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں تو ان کے درمیان کشادگی ہو یعنی ملے ہوئے نہ ہوں۔ دعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور کہے الحمد للہ رب العالمین پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے مثلاً کہے والصلوۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین۔ پھر اپنی حاجات کا ذکر کر کے اخیر میں پڑھے سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلم علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔[۳]

دعا قبول نہ ہونے کی وجوہات

بسا اوقات ہماری دعا قبول نہیں ہوتی اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جو چیز ہم مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہمارے حق میں بہتر نہیں ہوتی یا اس دعا کے عوض اللہ تعالیٰ ہم سے دنیا و آخرت کی کوئی بلا ٹال دیتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ابھی اس چیز کا وقت نہیں آیا وہ اس کو مؤخر کر دیتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ تین سو سال بعد قبول ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی دعا مانگی جو دو ہزار سال بعد پوری ہوئی یا اس دعا کے عوض آخرت میں اجر عطا فرماتا ہے۔ یہ امور اس وقت مرتب ہوتے ہیں جب بندہ مسلسل بغیر کسی گلے شکوے کے دعا کرتا رہے۔

---

۱ امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۵۱۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۲ 〃 〃 〃 ص ۵۰۲ 〃 〃 〃

۳ 〃 〃 〃 ص ۴۸۸ 〃 〃 〃

۵ اب جبکہ مساجد میں سنن اور نوافل پڑھنے کا رواج ہو چکا ہے تو جن نمازوں کے بعد مسجد میں سنن اور نوافل پڑھے جاتے ہیں ان میں یہ بحث کی جاتی ہے کہ سنن اور نوافل کے بعد امام دعا کرے یا نہیں۔ شرح مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۱۸۷ اس صورت میں دعا مانگنے کا جواز ہے ـــــ سعیدی ـــــ

قبولیت دعا کی شرائط

قبولیت دعا کی شرائط یہ ہیں: کسی گناہ اور قطع رحم کی دعا نہ مانگے۔ قبولیت دعا کے لیے عجلت نہ کرے۔ دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ سے پہلے بھی دعا کرتا رہا ہو۔ گلہ شکوہ نہ کرے یہ نہ کہے کہ میں نے بارہا دعا کی مگر دعا قبول نہیں ہوئی اور اس پر اظہار افسوس کرنے اور دعا چھوڑ دے۔ اسکے کھانے پینے اور پہننے میں مال حرام داخل نہ ہو۔ دعا مانگنے والا نیک ہو بالخصوص جھوٹ نہ بولتا ہو۔ دعا مانگتے وقت استحضار قلب ہو یعنی غفلت سے دعا نہ کرے کسی امر محال کی دعا نہ مانگے اور یہ کہ اس کی دعا تقدیر کے موافق ہو۔

ان شرائط کے ذکر کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان یہ خیال کرے میں تو بہت گنہگار ہوں میں کب اس لائق ہوں کہ میری دعائیں قبول ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہی کرنا چھوڑ دے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے دعا نہ کرنا بھی گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دعا عبادت کا مغز ہے (ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۹۷) دعا مانگنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور دعا نہ کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے اور بار بار مانگتا ہے تو بندہ کا اظہار بندگی ہوتا ہے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بندہ اللہ کا محتاج ہے اور اسی کو اپنی جائے پناہ سمجھتا ہے اس کے سوا کسی اور کا دروازہ نہیں کھٹکھٹاتا، دعا قبول ہو یا نہ ہو اسی سے سوال کرتا ہے کسی اور سے گدائی نہیں کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے رب سے تمام حاجات کا سوال کرو حتیٰ کہ جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ سے مانگو (ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۹۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ مانگنے سے خوش ہوتا ہے۔ (ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۹۵) نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا رب حیاء والا اور کریم ہے جب بندہ اس کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ ان کو خالی لوٹانے سے حیاء فرماتا ہے۔ (ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۹۵) اللہ تعالیٰ رد کرے یا قبول، بندہ کا یہی کام ہے کہ وہ اس سے مانگتا رہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ مسجدیں ویران ہو گئیں۔ لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے مانگنا چھوڑ دیا اپنے رب سے نہیں مانگتے، اس کے سامنے حاجات پیش نہیں کرتے بس یہ خیال دلوں میں بیٹھ گیا ہے کہ ہم گنہگار ہیں ہماری دعائیں قبول نہیں ہو سکتیں، ارے تم اس کی بارگاہ میں آؤ تو سہی دست سوال دراز تو کرو اس کے کرم کا تو یہ عالم ہے کہ جب مشرکوں کی کشتی بھنور میں پھنس جاتی تھی اور انہیں کوئی چارہ کار نظر نہ آتا تھا اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا مانگتے کہ انہیں بھنور سے نکال دے اور پکا عہد کرتے کہ اب شرک نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا بھی قبول فرما لیتا، یہ اور بات ہے کہ بعد میں انہوں نے اپنا عہد پورا نہ کیا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قل من ینجیکم من ظلمت البر و البحر تدعونه تضرعا و خفیة ۚ لئن انجنا من هذه لنکونن من الشاکرین ○ قل الله ینجیکم منها و من کل کرب ثم انتم تشرکون ○

(انعام: ۶۳، ۶۴)

آپ کہیے سمندر اور جنگل کے مصائب سے تمہیں کون نجات دیتا ہے جب کہ تم گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارتے ہو اگر اس مصیبت سے اس نے ہم کو نجات دی تو ہم ضرور اس کا شکر ادا کریں گے۔ آپ کہیے اللہ ہی تم کو اس مصیبت اور ہر بے چینی سے نجات دیتا ہے پھر تم اس کے شریک بنا لیتے ہو!۔

هو الذی یسیرکم فی البر و البحر حتی اذا کنتم فی الفلک ۚ وجرین بهم بریح طیبة و فرحوا بها جاءتها ریح عاصف وجاءهم

وہی تم کو جنگل اور دریا میں لے جاتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں سوار ہوتے ہو اور اچھی ہوائیں کشتیوں کو لے چلتی ہیں اور لوگ اس سے خوش ہوتے ہیں ان کشتیوں

الموج من كل مكان وظنوا انهم احيط بهم دعوا الله مخلصين له الدين لئن انجيتنا من هذه لنكونن من الشاكرين ○ فلما انجاهم اذا هم يبغون في الارض بغير الحق۔

(یونس : ۲۱، ۲۲)

پر ایک تیز ہوا آتی ہے اور ہر جگہ سے انہیں موج گھیر لیتی ہے اور انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ وہ ہر طرف سے گھر چکے ہیں تب وہ اخلاص سے اللہ کو پکارتے ہیں اگر تو نے ہم کو اس مصیبت سے بچا لیا تو ہم ضرور تیرا شکر ادا کریں گے پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو نجات دے دیتا ہے تو وہ زمین میں ناحق فساد کرتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

واذا مس الانسان ضر دعا ربه منيبا اليه ثم اذا خوله نعمة منه نسي ما كان يدعوا اليه من قبل وجعل لله اندادا ليضل عن سبيله قل تمتع بكفرك قليلا انك من اصحاب النار۔

(زمر : ۸)

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو عاجزی سے پکارتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ اسے اپنے پاس سے نعمت دے دیتا ہے تو وہ پہلے کی ہوئی دعا بھول جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے شریک بنا لیتا ہے تاکہ اس کے راستہ سے (لوگوں کو) بہکا دے۔ آپ کہیے تم تھوڑے دن اپنے کفر سے فائدہ اٹھا لو، بلاریب تم جہنمیوں میں سے ہو۔

ان آیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں اور مشرکوں نے بھی اللہ کے دروازہ کو نہیں چھوڑا اور جب ان کی زندگی کی کشتی گرداب میں پھنس جاتی اور نجات کی کوئی دلیل نظر نہ آتی تو صرف اسی کو پکارتے تھے!

ہمیں چاہیے کہ اپنی تمام مشکلات، مصائب، حاجات، تمام چھوٹی بڑی ضرورتوں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ جب کافروں اور مشرکوں کو مایوس نہیں کرتا تو اپنی توحید کا دم بھرنے والوں کو کب محروم کرے گا۔ نماز، روزہ اور دیگر عبادات کی پابندی کریں، محرمات سے بچیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت برآری کے لیے دعا کریں۔ یاد رکھیے تمام انبیاء علیہم السلام نے آکر یہی دعوت دی ہے کہ مخلوق خالق کی طرف متوجہ ہو اور اپنی تمام حاجات کا قبلہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو بنائے۔ آج ہم اس دعوت کو بھلا بیٹھے ہیں۔ قبولیت دعا کی شرائط کے سلسلہ میں یہ بتلایا ہے کہ دعا میں اس لیے بھی قبول نہیں ہوتیں کہ ہم نے دعا کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اس بحث کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر ختم کرتا ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہو کہ مصیبت میں اس کی دعا قبول ہو اس کو چاہیے کہ راحت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے (ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۹۵)۔

۱۲۳۹ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ وَرَّادٍ مَوْلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَتَبَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ إِلَى مُعَاوِيَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا فَرَغَ مِنَ الصَّلٰوةِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرماتے تھے (ترجمہ:) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ یگانہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کے لیے ستائش

اللّٰه وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد.

ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! تو جو چیز دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جس چیز کو تو روک لے اس کو کوئی دینے والا نہیں اور کسی کوشش کرنے والے کی کوشش تیرے مقابلے میں سودمند نہیں۔

١٢٤٠ - **وحدثنا** ابو بكر بن ابي شيبة وابو كريب واحمد بن سنان قالوا نا ابو معاوية عن الاعمش عن المسيب بن رافع عن وراد مولى المغيرة بن شعبة عن المغيرة عن النبي صلى الله عليه وسلم بمثله قال ابو بكر وابو كريب في روايتهما قال فاملاها على المغيرة فكتبت بها الى معاوية.

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث منقول ہے۔

١٢٤١ - **وحدثني** محمد بن حاتم قال نا محمد بن بكر قال انا ابن جريج قال اخبرني عبدة بن ابي لبابة ان ورادا مولى المغيرة بن شعبة قال كتب المغيرة بن شعبة الى معاوية كتب ذلك الكتاب له وراد اني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول حين سلم بمثل حديثهما الا قوله وهو على كل شيء قدير فانه لم يذكره.

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے لیکن اس میں وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کے الفاظ نہیں ہیں۔

١٢٤٢ - **وحدثنا** حامد بن عمر البكراوي قال نا بشر يعني ابن المفضل ح وحدثنا محمد بن المثنى قال حدثني ازهر جميعا عن ابن عون عن ابي سعيد عن وراد كاتب المغيرة بن شعبة قال كتب معاوية الى المغيرة بمثل حديث منصور والاعمش.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

١٢٤٣ - **وحدثنا** ابن ابي عمر المكي قال نا سفيان قال نا عبدة بن ابي لبابة وعبد الملك بن عمير سمعا ورادا كاتب المغيرة بن شعبة يقول كتب معاوية الى المغيرة اكتب الي بشيء سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فكتب اليه سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اذا قضى الصلوة لا اله الا الله وحده لا شريك له له

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے کاتب بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ مجھے کوئی ایسی حدیث لکھ بھیجو جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ حضرت مغیرہ نے انہیں لکھ کر بھیجا کہ میں نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو پڑھتے (ذکر کا ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ یگانہ ہے۔

الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ.

اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لیے ستائش ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! تو جو چیز دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جس چیز کو تو روک لے اس کو کوئی دینے والا نہیں اور کسی کوشش کرنے والے کی کوشش تیرے مقابلہ میں فائدہ مند نہیں ہے۔

۱۲۴۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَقُولُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ حِينَ يُسَلِّمُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ وَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهَلِّلُ بِهِنَّ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ.

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما ہر نماز میں سلام پھیرنے کے بعد فرماتے تھے: لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر لا حول ولا قوة الا باللہ ولا نعبد الا ایاه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین له الدین ولو کره الکافرون۔
اور انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات کو ہر نماز کے بعد بلند آواز سے فرماتے تھے۔

ف: یہ حدیث ذکر بالجہر پر واضح دلیل ہے۔ مشکوٰۃ میں اس حدیث کو مفصلاً بیان کیا ہے ـــ سعیدی ـــ

۱۲۴۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ مَوْلًى لَهُمْ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ كَانَ يُهَلِّلُ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ وَقَالَ فِي آخِرِهِ ثُمَّ يَقُولُ ابْنُ الزُّبَيْرِ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهَلِّلُ بِهِنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ.

ایک اور سند کے ساتھ یہ روایت منقول ہے۔
اور اس کے آخر میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات کو باآواز بلند فرماتے تھے۔

۱۲۴۶۔ وَحَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ نَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ نَا الْحَجَّاجُ بْنُ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ يَخْطُبُ عَلَى هٰذَا الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا سَلَّمَ فِي دُبُرِ الصَّلٰوةِ أَوِ الصَّلَوَاتِ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ.

ابو الزبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا حضرت عبداللہ بن زبیر منبر پر خطبہ دے رہے تھے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سلام پھیرنے کے بعد فرماتے تھے پھر ان کلمات کا ذکر کیا۔

۱۲۴۷۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ

ابو الزبیر بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عبداللہ

قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ أَنَّ أَبَا الزُّبَيْرِ الْمَكِّيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ وَهُوَ يَقُولُ فِي إِثْرِ الصَّلٰوةِ إِذَا سَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمَا وَقَالَ فِي اٰخِرِهِ وَكَانَ يَذْكُرُ ذٰلِكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۲۴۸ - حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ التَّيْمِيُّ قَالَ نَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ كِلَاهُمَا عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَهٰذَا حَدِيثُ قُتَيْبَةَ أَنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِينَ أَتَوْا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا قَدْ ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى وَالنَّعِيمِ الْمُقِيمِ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوا يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ وَيَتَصَدَّقُونَ وَلَا نَتَصَدَّقُ وَيُعْتِقُونَ وَلَا نُعْتِقُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَلَا أُعَلِّمُكُمْ شَيْئًا تُدْرِكُونَ بِهِ مَنْ سَبَقَكُمْ وَتَسْبِقُونَ بِهِ مَنْ بَعْدَكُمْ وَلَا يَكُونُ أَحَدٌ أَفْضَلَ مِنْكُمْ إِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ قَالُوا بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ تُسَبِّحُونَ وَتُكَبِّرُونَ وَتَحْمَدُونَ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ مَرَّةً قَالَ أَبُو صَالِحٍ فَرَجَعَ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِينَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا سَمِعَ إِخْوَانُنَا أَهْلُ الْأَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوا مِثْلَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَزَادَ غَيْرُ قُتَيْبَةَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ عَنِ اللَّيْثِ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ قَالَ سُمَيٌّ فَحَدَّثْتُ بَعْضَ أَهْلِي هٰذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ وَهِمْتَ إِنَّمَا قَالَ تُسَبِّحُ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَتَحْمَدُ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَتُكَبِّرُ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ فَرَجَعْتُ إِلٰى أَبِي صَالِحٍ فَقُلْتُ لَهُ ذٰلِكَ فَأَخَذَ بِيَدِي فَقَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَ

بن زبیر رضی اللہ عنہما سے سنا آپ نماز میں سلام پھیرنے کے بعد فرماتے تھے پھر مثل سابق بیان کیا اور اس حدیث کے آخر میں ہے وہ یہ کہتے تھے کہ یہ حدیث انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فقراء مہاجرین حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ مالدار بلند درجات اور ہمیشہ کی نعمتیں لے گئے آپ نے فرمایا وہ کیسے کہا وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں اور ہماری طرح روزہ رکھتے ہیں اور وہ صدقہ دیتے ہیں اور ہم صدقہ نہیں دے سکتے اور وہ غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم نہیں آزاد کر سکتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتلاؤں جس کے سبب تم ان کی سبقت کو حاصل کر لو اور بعد والوں پر سبقت لے جاؤ اور کوئی تم پر نہ بڑھ سکے الا یہ کہ وہ بھی ایسا ہی کرے انھوں نے عرض کیا کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا ہر نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ، اللہ اکبر اور الحمد للہ کہو راوی کہتے ہیں کہ فقراء مہاجرین پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ہمارے مالدار بھائیوں نے ہماری تسبیح کو سن لیا اور وہ بھی ہماری طرح پڑھنے لگے۔ آپ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرما دے۔ سمی کہتے ہیں میں نے یہ حدیث اپنے گھر والوں کو بیان کی تو انھوں نے کہا تم بھول گئے آپ نے فرمایا تھا تینتیس بار سبحان اللہ، تینتیس بار الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر پڑھے۔ پھر میں صالح کے پاس گیا انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا اللہ اکبر اور سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اکبر، سبحان اللہ اور الحمد للہ اس طرح کہ کل تعداد ۳۳ ہو جائے۔ ابن عجلان نے کہا میں نے یہ حدیث رجاء بن حیوہ سے بیان کی انھوں نے مجھ سے اسی طرح سند کے

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ حَتّٰى تَبْلُغَ مِنْ جَمِيْعِهِنَّ ثَلَاثَةً وَّثَلَاثِيْنَ قَالَ ابْنُ عَجْلَانَ فَحَدَّثْتُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ رَجَاءَ بْنَ حَيْوَةَ فَحَدَّثَنِيْ بِمِثْلِهٖ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کے ساتھ بیان کی۔

۱۲۴۹ - وَحَدَّثَنِيْ اُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ الْعَيْشِيُّ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا رَوْحٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ بِمِثْلِ حَدِيْثِ قُتَيْبَةَ عَنِ اللَّيْثِ اِلَّا اَنَّهٗ اَدْرَجَ فِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَوْلَ اَبِيْ صَالِحٍ ثُمَّ رَجَعَ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ اِلٰى اٰخِرِ الْحَدِيْثِ وَزَادَ فِي الْحَدِيْثِ يَقُوْلُ سُهَيْلٌ اِحْدٰى عَشْرَةَ اِحْدٰى عَشْرَةَ فَجَمِيْعُ ذٰلِكَ كُلُّهٗ ثَلَاثَةٌ وَّثَلَاثُوْنَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فقراء مہاجرین نے عرض کیا: یارسول اللہ! مالدار لوگ بلند درجات اور جنت لے گئے۔ باقی حدیث مثل سابق ہے مگر یہ کہ اس میں سہیل کا یہ قول ہے کہ تینوں کلمات گیارہ گیارہ مرتبہ کہے تاکہ کل تعداد تینتیس ہو جائے مگر لیث نے حضرت ابوہریرہ کی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ فقراء مہاجرین پھر حضور کے پاس آئے۔

ف: سہیل کی روایت میں گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھنے کا ذکر ہے تاکہ کل تعداد تینتیس مرتبہ ہو لیکن چونکہ بعض روایات میں تینتیس، تینتیس مرتبہ پڑھنے کا بھی ذکر ہے جیسا کہ کعب کی روایت میں ذکر ہے اس لیے احتیاط یہ ہے کہ سبحان اللہ الحمد للہ کو تینتیس بار پڑھے اور اللہ اکبر کو چونتیس بار پڑھے تاکہ کل تعداد سو بار ہو جائے۔ سعیدی

۱۲۵۰ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ نَا ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ اَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ قَالَ سَمِعْتُ الْحَكَمَ بْنَ عُتَيْبَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُعَقِّبَاتٌ لَا يَخِيْبُ قَائِلُهُنَّ اَوْ فَاعِلُهُنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ تَسْبِيْحَةً وَّثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ تَحْمِيْدَةً وَّاَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ تَكْبِيْرَةً.

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کے بعد کچھ اذکار ایسے ہیں جنہیں پڑھنے والا کبھی محروم نہیں ہوتا۔ تینتیس بار سبحان اللہ، تینتیس بار الحمد للہ، اور چونتیس بار اللہ اکبر۔

۱۲۵۱ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ قَالَ نَا اَبُوْ اَحْمَدَ قَالَ نَا حَمْزَةُ الزَّيَّاتُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُعَقِّبَاتٌ

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کے بعد کچھ اذکار ایسے ہیں جنہیں پڑھنے والا کبھی محروم نہیں ہوتا، ہر نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ، تینتیس بار الحمد للہ اور چونتیس

لَا يَخِيبُ قَائِلُهُنَّ أَوْ فَاعِلُهُنَّ ثَلَاثًا وَثَلٰثِيْنَ تَسْبِيْحَةً وَثَلَاثًا وَثَلٰثِيْنَ تَحْمِيْدَةً وَأَرْبَعًا وَثَلٰثِيْنَ تَكْبِيْرَةً فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ۔

بار اللہ اکبر۔

۱۲۵۲۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا أَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ قَيْسٍ الْمُلَائِيُّ عَنِ الْحَكَمِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۲۵۳۔ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ بَيَانٍ الْوَاسِطِيُّ قَالَ أَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيْ عُبَيْدٍ الْمَذْحِجِيِّ قَالَ مُسْلِمٌ مَوْلٰى سُلَيْمَانَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّحَ اللّٰهَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَثَلٰثِيْنَ وَحَمِدَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَثَلٰثِيْنَ وَكَبَّرَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَثَلٰثِيْنَ فَتِلْكَ تِسْعَةٌ وَتِسْعُوْنَ وَقَالَ تَمَامَ الْمِائَةِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ غُفِرَتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہر نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ تینتیس بار الحمد للہ، اور تینتیس بار اللہ اکبر کہا تو یہ ننانوے کلمات ہو گئے اور سو کا عدد پورا کرنے کے لیے کہا لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے خواہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

۱۲۵۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ نَا إِسْمٰعِيْلُ بْنُ زَكَرِيَّا عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد نقل کیا ہے۔

تشریح

اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قلیل عمل سے کثیر اجر عطا فرماتا ہے کیونکہ اغنیاء اپنے مال کثیر کو صرف کر کے صدقہ، خیرات، حج، عمرہ اور قربانی وغیرہ کر کے جو اجر پاتے ہیں فقراء کو نمازوں کے بعد صرف سو مرتبہ تسبیح پڑھنے سے وہ اجر مل جاتا ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اچھی چیز اور نعمت پر رشک کرنا صحیح ہے کیونکہ فقراء، اغنیاء کی مالی عبادتوں پر رشک کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع نہیں فرمایا بلکہ ان عبادات کا اجر حاصل کرنے کا طریقہ بتلایا ہے۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں ہے: "لا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علی بعض"

(النساء: ۳۲) "اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے ساتھ تم میں سے بعض لوگوں کو بعض پر فضیلت دی اس کی تمنا نہ کرو۔" تو اغنیاء کو اللہ تعالیٰ نے جن عبادتوں کے اجر کی فضیلت دی ہے فقراء صحابہ نے ان کی کیوں تمنا کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں ان چیزوں کے حصول کی تمنا سے منع کیا ہے جو شرعاً محال ہیں، مثلاً عورت اذان، امامت یا طلاق دینے کی تمنا کرے یا کوئی شخص اب نبی بننے کی تمنا کرے یا کوئی شخص انبیاء کے اجر پانے کی تمنا کرے۔ ایسی تمنا کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اعمال صالحہ کی طرف رغبت کرنا چاہیے کیونکہ اغنیاء کو جب علم ہوا کہ فقراء صحابہ نماز کے بعد تسبیح کرتے ہیں تو انھوں نے تسبیح کرنا شروع کر دی۔ چوتھی بات یہ ہے کہ عبادت پر اجر بندہ کے عمل سے نہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے نواز دے) پانچویں بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شارع اور مختار بنا کر بھیجا ہے۔ آپ کو عبادت مشروع کرنے اور اس پر اجر و ثواب بتلانے کا اختیار دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے سو مرتبہ تسبیح پڑھنے کا اجر و ثواب اغنیاء کی مالی عبادت کے برابر قرار دیا اور یہی منصب نبوت ہے۔

غنی اور فقیر

غنی شاکر افضل ہے یا فقیر صابر؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں فقیر صابر افضل ہے بعض کہتے ہیں غنی شاکر افضل ہے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان دونوں سے افضل فقیر شاکر ہے۔ امام رازی نے ذکر کیا کہ عبداللہ بن مبارک اور شقیق بلخی کی ملاقات ہوئی۔ عبداللہ بن مبارک نے شقیق بلخی سے پوچھا تمہارے ہاں کے فقراء کا کیا حال ہے۔ شقیق بلخی نے کہا انھیں کچھ مل جائے تو شکر کر کے کھا لیتے ہیں نہ ملے تو صبر کرتے ہیں۔ عبداللہ بن مبارک نے کہا اگر ایسا ہے تو وہ کتوں کے مقام سے آگے نہیں بڑھے کیونکہ کتوں کا بھی یہی حال ہے۔ مالک کھانے کو دے تو اس کے پیچھے دُم ہلاتے پھرتے ہیں نہ دے تو صبر کر کے پڑے رہتے ہیں۔ شقیق بلخی نے پوچھا پھر کیا ہونا چاہیے۔ عبداللہ ابن مبارک نے کہا نہ ملے تو شکر کریں اور مل جائے تو دوسروں کو دے دیں۔[1] یہی لوگ فقراء شاکر ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فی نفسہٖ نہ فقر بُرا ہے نہ غنا۔ اگر فقر آدمی کو کمیونسٹ یا سوشلسٹ بنا دے تو بُرا ہے اور کاد الفقر ان یکون کفرا کا مصداق ہے اور اگر فقر انسان کو بلال، صہیب رومی اور عمار بن یاسر بنا دے تو اچھا ہے اور یہ فقر باعث فخر ہے۔ اسی طرح اگر غنا آدمی کو قارون اور فرعون بنا دے تو بُرا ہے اور شرامت ہے[2] اور اگر غنا انسان کو عثمان اور عبدالرحمٰن بن عوف بنا دے تو اچھا ہے اور ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء کا مصداق ہے۔

اس حدیث میں اس وجہ سے فقر کی فضیلت ہے کہ اغنیاء مال کثیر خرچ کر کے جو اجر پاتے ہیں فقراء کو وہ صرف نماز کے بعد تسبیح پڑھنے سے مل جاتا ہے اور اس وجہ سے غنا کی فضیلت ہے کہ مالی عبادت کے علاوہ تسبیح پڑھنے سے اغنیاء بھی یہ اجر پا لیتے ہیں۔ اغنیاء فقراء کو صدقات دے کر ان کی دنیا سنوارتے ہیں تو فقراء اغنیاء سے زکوٰۃ لے کر ان کی عقبیٰ سنوارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اگر اغنیاء کو مال و دولت کی عزت دی ہے تو فقراء کو وقار اور خودداری کی عزت دی ہے۔ امیروں کو حکم دیا کہ وہ غریبوں کو خود جا کر صدقات دیں اگر نہیں دیں گے تو عذاب کے مستحق ہوں گے۔ غریبوں

---

[1] امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۹۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

[2] حدیث شریف میں ہے ای امتك شر یا رسول الله؟ قال الاغنياء، آپ کی امت میں سب سے برا کون ہے فرمایا اغنیاء۔

کو اس کا مکلف نہیں کیا کہ وہ جا کر صدقات لیں۔ اللہ اللہ! یہ فقراء کی پاسداری ہے ان کی وکالت ہے بلکہ حمایت ہے کہ اگر اغنیاء فقراء کی پرورش نہ کریں تو ان کے سروں سے اخروی امان کا سایہ اٹھ جائے۔ اللہ تعالیٰ فقراء کی طرف سے اغنیاء سے محاسبہ اور مواخذہ کرے اگر کسی بھوکے کو یہ کھانا نہ کھلائیں تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے میں بھوکا تھا مجھے کھانا کیوں نہیں کھلایا اگر کسی بیمار کی یہ عیادت نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے ہیں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہیں کی۔ امراء کو اپنی امارت پر ناز ہے فقراء کے لیے یہ عزت کچھ کم تو نہیں کہ یہ بھوکے ہوں تو خدا کہے میں بھوکا تھا یہ بیمار ہوں تو خدا فرماتے ہیں بیمار تھا، اغنیاء دولت پہ ناز کرتے ہیں تو اے فقیر و تم خدا کی ذات پر ناز کرو۔

فقراء کی عزت اور شرف اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زیادہ اور بیشتر انبیاء، رسل اور اپنے احبار کے لیے فقر اختیار کیا اور زیادہ اور بیشتر اعداء کے لیے غنا اختیار کیا۔ فقر اور غنا کی زیادہ تفصیل ہم نے کتاب الزکوٰۃ میں بیان کر دی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فقراء نے اپنا ایک نمائندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اس نے آکر کہا یا رسول اللہ! میں فقراء کا نمائندہ ہوں، آپ نے فرمایا تمہیں اور جن کے پاس سے تم آئے ہو مرحبا ہو تم ان لوگوں کے پاس سے آئے ہو جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! فقراء کہتے ہیں کہ اغنیاء حج اور عمرہ کر کے جنت لے گئے اور ہم اس پر قادر نہیں ہیں اور وہ جب بیمار ہوتے ہیں تو صدقہ اور خیرات کرتے ہیں جو ان کے لیے زادِ آخرت بن جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا میری طرف سے فقراء کو پیغام پہنچا دو کہ جو شخص صبر کرے اور ثواب کی نیت کرے اس کو اغنیاء پر تین وجہ سے برتری حاصل ہے۔ اول اس وجہ سے کہ جنت میں ایک بلند جگہ ہے جس کو اہل جنت یوں دیکھیں گے جیسے زمین والے آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ اس جگہ یا نبی فقیر داخل ہوگا یا شہید فقیر یا مومن فقیر۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ فقراء جنت میں اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر غنی سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر کہے اور فقیر بھی یہ کلمات کہے تو غنی ان کے اجر میں فقیر کے برابر نہیں ہو سکتا اگرچہ دس ہزار درہم بھی خرچ کر دے، اسی طرح نیکی کے باقی تمام کاموں کا حال ہے۔ وہ نمائندہ فقراء کے پاس گیا اور جا کر انہیں اس حدیث کی خبر دی۔ فقراء نے یہ سن کر کہا ہم راضی ہو گئے، ہم راضی ہو گئے[1]

باب ۲۱۲ مَا يُقَالُ بَيْنَ تَكْبِيْرَةِ الْإِحْرَامِ وَالْقِرَاءَةِ

تکبیر تحریمہ کے بعد دعا

۱۲۵۵۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَبَّرَ فِي الصَّلٰوةِ سَكَتَ هُنَيَّةً قَبْلَ أَنْ يَقْرَأَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ أَرَأَيْتَ سُكُوْتَكَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کے بعد نماز میں قراءت کرنے سے پہلے کچھ دیر خاموش رہتے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے بتلائیے کہ تکبیر اور قراءت کے سکوت کے درمیان آپ کیا پڑھتے

---

[1] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ مرقاۃ ج ا ص ۳۶۱ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۲ھ

بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ مَا تَقُولُ قَالَ أَقُولُ اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اللَّهُمَّ اغْسِلْنِي مِنْ خَطَايَايَ بِالثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ.

ہیں۔ آپ نے فرمایا میں پڑھتا ہوں (ترجمہ:) اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اس قدر بُعد کر دے جس قدر مشرق اور مغرب کے درمیان بُعد ہے، اے اللہ! مجھے گناہوں سے اس طرح صاف کر دے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کر دیا جاتا ہے۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو برف پانی اور اولوں سے دھو دے۔

۱۲۵۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا ابْنُ فُضَيْلٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ كِلَاهُمَا عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ جَرِيرٍ.

ایک اور سند سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۲۵۷۔ قَالَ مُسْلِمٌ وَحُدِّثْتُ عَنْ يَحْيَى بْنِ حَسَّانَ وَيُونُسَ الْمُؤَدِّبِ وَغَيْرِهِمَا قَالُوا نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ قَالَ نَا أَبُو زُرْعَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ اسْتَفْتَحَ الْقِرَاءَةَ بِالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَلَمْ يَسْكُتْ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ سے قرأت شروع کرتے اور خاموش نہیں ہوتے تھے۔

دعاء استفتاح میں مذاہب اربعہ

امام مالک تکبیر تحریمہ کے بعد دعاء استفتاح کے قائل نہیں ہیں۔ باب مذکور کی یہ احادیث ان کے خلاف حجت قویہ ہیں۔ امام مالک کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت شروع کر دینی چاہیے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ بخاری اور مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نماز الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض مرتبہ بیان جواز کے لیے آپ نے دعاء استفتاح کو ترک فرما دیا ــــ یا جہراً قرأت آپ الحمد للہ سے شروع فرماتے تھے۔ اور اس میں احناف کی دلیل ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سورۂ فاتحہ کی جز نہیں ہے ورنہ بجائے الحمد کے بسم اللہ سے قرأت شروع فرماتے۔

دعاء استفتاح کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہیں ان میں سے جس کو بھی پڑھ لیا جائے جائز ہے تاہم ائمہ ثلاثہ نے اپنے اپنے اصول کے پیش نظر مختلف دعاؤں کو اختیار کیا ہے۔ امام شافعی نے اس دعا کو اختیار کیا ہے:

مسلم شریف میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کے بعد یہ پڑھتے:

وجهت وجهی للذی فطر السموت والارض حنیفا وما انا من المشرکین، ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین۔ لا شریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین

انت الملك لا اله الا انت ، انا عبدك ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفر لی ذنوبی جمیعا لا یغفر الذنوب الا انت واهدنی لاحسن الاخلاق لا یھدی لاحسنھا الا انت واصرف عنی سیئھا لا یصرف عنی سیئھا الا انت ، لبیك وسعدیك والخیر کلہ فی یدیك والشر لیس الیك انا بك والیك تبارکت ربنا وتعالیت استغفرك واتوب الیك ۔

امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک یہ دعا ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت فرماتے سبحانك اللھم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا الٰہ غیرك ۔ ۱ (ابوداؤد ص ۱۱۹، ترمذی ص ۳۳، ابن ماجہ ص ۵۸، نسائی ص ۱۴۳، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۶۵، مسند احمد ج ۷، ص ۱۲۰)

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک دعاء استفتاح آہستہ پڑھی جائے اگر یہ پڑھنے سے رہ گئی اور اعوذ باللہ پڑھ لی تو اب نہ پڑھے کہ اس سنت کا اب محل نہیں رہا۔ ۲

عصمت کی تحقیق

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ دعا فرمائی ہے "اے اللہ میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اس طرح بعد (دوری) کر دے جس طرح مشرق اور مغرب میں بعد ہے، الحدیث" یہ تواضع، تعلیم اور ترغیب امت پر محمول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گناہوں سے معصوم رکھا ہے اس موقع پر ہم عصمت کے بارے میں اہل سنت کا موقف پیش کرنا چاہتے ہیں۔

علامہ تفتازانی عصمت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

وحقیقۃ العصمۃ ان لا یخلق اللہ تعالیٰ فی العبد الذنب مع بقاء قدرتہ واختیارہ وھذا معنی قولھم ھی لطف من اللہ تعالیٰ یحملہ علی فعل الخیر ویزجرہ عن الشر مع بقاء الاختیار تحقیقا للابتلاء ولھذا قال الشیخ ابومنصور لا یزیل المحنۃ ولھذا ظھر فساد قول من قال انھا خاصیۃ فی نفس الشخص او فی بدنہ یمتنع بسببھا صدور الذنب عنہ کیف ولو کان الذنب ممتنعا لما صح تکلیفہ بترك الذنب ولما کان

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ میں اس کی قدرت اور اختیار کے باوجود گناہ نہ پیدا کرے اسی کے قریب بعض علماء نے کہا ہے کہ عصمت اللہ تعالیٰ کا لطف ہے جو بندہ کو نیکی پر ابھارتا ہے اور برائی سے روکتا ہے باوجود برائی پر بندہ کی قدرت اور اختیار کے تاکہ بندہ کا مکلف ہونا صحیح رہے اسی لیے شیخ ابومنصور ماتریدی نے فرمایا عصمت مکلف ہونے کو زائل نہیں کرتی اس تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ بعض لوگوں (شیعہ) کا یہ کہنا فاسد ہے کہ عصمت انسان کے اندر ایسی خاصیت ہے جس کی وجہ سے گناہ کا صدور محال ہو جاتا ہے کیونکہ اگر کسی انسان سے گناہ کا صادر ہونا محال ہو

۱ علامہ ابن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ ، مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۴۷۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

۲ 〃 〃 〃 ابن قدامہ ج ۱ ص ۴۷۹ 〃 〃 ۱۴۰۵ھ

متنا یا علیہ [1]

تو اس کو گناہ کے ترک کا مکلف کرنا کس طرح صحیح ہوگا اور وہ ترک گناہ پر ثواب کا امید وار کس وجہ سے ہوگا۔

اور ملا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں:

العصمة فضل من الله ولطف منه تكون على وجه يبقى اختيارهم بعد العصمة في الاقدام على الطاعة والامتناع عن المعصية واليه مال الشيخ ابو منصور الماتريدي حيث قال العصمة لا تزيل المحنة اي الابتلاء والامتحان يعني لا تجبره على الطاعة ولا تعجزه عن المعصية بل هي لطف من الله تعالى يحمله على فعل الخير ويزجره عن الشر مع بقاء الاختيار [2]

عصمت اللہ تعالیٰ کا فضل اور لطف ہے لیکن اس وجہ سے کہ عصمت کے بعد بندوں کے اطاعت کرنے اور گناہ سے رکنے کا اختیار باقی رہے۔ شیخ ابو منصور ماتریدی کا بھی اسی طرف رجحان ہے کیونکہ انھوں نے کہا عصمت سے مکلف ہونا بالکل نہیں ہوتا اور آزمائش اور امتحان باقی رہتا ہے یعنی عصمت نہ اطاعت پر مجبور کرتی ہے نہ گناہ سے عاجز کرتی ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا لطف ہے۔ جو قدرت اور اختیار کے باوصف نیکی پر ابھارتا ہے اور برائی سے روکتا ہے۔

اور قاضی عیاض لکھتے ہیں:

والجمهور قائلون بانهم معصومون من ذلك من قبل الله معتصمون باختيارهم وكسبهم الا حسينا النجار فانه قال لا قدرة لهم على المعاصي اصلا [3]

جمہور کہتے ہیں کہ انبیاء گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں باوجود اس بات کے کہ انھیں کسب اور اختیار حاصل ہوتا ہے برخلاف حسین نجار (ایک گمراہ شخص) کے اس نے کہا کہ انبیاء کو گناہوں پر بالکل قدرت نہیں ہوتی۔

اور علامہ شہاب الدین خفاجی لکھتے ہیں:

وقد تقرر ان العصمة عند المتكلمين ان لا يخلق الله في نبي ذنبا وعند الحكماء ملكة تمنع من الفجور حاصلة من العلم بالقبائح والمحاسن فانه الزاجر عن المعاصي والداعي للطاعة ويتاكد في الانبياء بالوحي الالهي وقيل العصمة خاصة في النفس او البدن يمتنع بسببها صدور الذنب وياباه انه لو كان كذا لما استحق المدح والثواب لانها

متکلمین کے نزدیک عصمت کی یہ تعریف ثابت ہے کہ اللہ نبی میں گناہ کو پیدا نہیں فرماتا اور حکماء کے نزدیک عصمت وہ ملکہ ہے جو انھیں گناہوں سے روکتا ہے۔ کیونکہ ان کو نیکیوں اور برائیوں کا علم حاصل ہوتا ہے۔ یہ علم ان کو گناہوں سے دور رکھتا ہے اور اطاعت پر ابھارتا ہے اور انبیاء میں علم وحی الٰہی سے پختہ ہو جاتا ہے کہا گیا ہے کہ عصمت انسان میں ایک خاصیت ہے جس کی وجہ سے گناہوں کا صدور محال ہوتا ہے یہ اس لیے

[1] ۔ علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ
[2] ۔ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ
[3] ۔ قاضی عیاض اندلسی متوفی ۵۴۴ھ

[1] شرح عقائد مع النبراس ص ۳۳۲ مطبوعہ شاہ عبد الحق اکیڈمی ملتان۔
[2] شرح فقہ اکبر ص ۵۹ مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر طبع ثالث ۱۳۷۵ھ
[3] الشفاء فی الحقوق المصطفیٰ ج ۲ ص ۱۲۵ مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان۔

ليست داخلة تحت الاختيار وهم مكلفون بالاتفاق. في التحرير لابن الهمام العصمة عدم القدرة على المعصية او خلق مانع منها غير ملجئ وهو مناسب لقول الماتريدي العصمة لا تزيل المحنة اي الابتلاء المقتضي لبقاء الاختيار ومعناه كما في الهداية انها لا تجبره على الطاعة ولا تعجزه عن المعصية بل هي لطف من الله تعالى يحمله على فعل الخير ويزجره عن الشر مع بقاء الاختيار تحقيقا للابتلاء۔[1]

غلط ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو انبیاء ستائش اور ثواب کے مستحق نہ ہوتے کیونکہ یہ چیز ان کے اختیار میں نہیں ہے حالانکہ وہ بالاتفاق مکلف ہیں۔ ابن ہمام نے تحریر میں کہا عصمت گناہوں پر قدرت نہ ہونا ہے یا ایسا خلق ہے جو گناہوں سے روکتا ہے اور جبراً نہیں روکتا یہ قول ماتریدی کی تعریف کے مطابق ہے جنہوں نے کہا عصمت مکلف ہونے کو زائل نہیں کرتی یعنی آزمائش کو جو اختیار کے باقی رہنے کا تقاضا کرتی ہے اور اس کا معنی یہ ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے کہ عصمت نہ اطاعت پر مجبور کرتی ہے نہ گناہ سے عاجز کرتی ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک لطف ہے جو باوجود اختیار کے نیکی پر ابھارتا ہے اور برائی سے روکتا ہے تاکہ آزمائش کا معنی پایا جائے۔

اور میر سید شریف جرجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقال قوم العصمة يكون خاصية في نفس الشخص او في بدنه يمتنع بسببها صدور الذنب فيه ويكذبه اي هذا القول انه لو كان صدور الذنب كذلك اي ممتنعا لما استحق المدح بذلك اي بترك الذنب اذ لا مدح ولا ثواب بترك ما هو ممتنع لانه ليس مقدورا داخلا تحت الاختيار وايضا فالاجماع منعقد على انهم اي الانبياء مكلفون بترك الذنوب مثابون بالطاعات وبه لو كان الذنب ممتنعا منهم لما كان الامر كذلك اذ لا تكليف بترك الممتنع ولا ثواب عليه لما عرفت انفا وايضا فقوله انما انا بشر مثلكم يوحى الي يدل على مماثلتهم

ایک قوم (شیعہ) نے کہا ہے کہ عصمت انسان میں ایک ایسا خاصہ ہے جس کے سبب سے گناہوں کا صدور ممتنع ہوتا ہے اس قول کی تکذیب کے لیے یہ کافی ہے کہ اگر انبیاء سے گناہوں کا صدور ممتنع ہوتا تو وہ گناہوں کے ترک پر مدح کے مستحق نہ ہوتے اس لیے کہ محال کے ترک پر مدح ہے نہ ثواب کیونکہ نہ وہ مقدور ہے نہ اختیار کے تحت داخل ہے نیز اجماع اس بات پر منعقد ہے کہ انبیاء گناہوں کے ترک کے مکلف ہیں اور عبادت کرنے سے انہیں ثواب ہوتا ہے اور اگر ان سے گناہوں کا صدور محال ہوتا تو اس طرح نہ ہوتا کیونکہ محال کے ترک سے نہ مکلف کیا جاتا ہے نہ اس پر ثواب ہوتا ہے نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان انما انا بشر مثلکم یوحی الی اس پر دلالت کرتا ہے کہ بشری احکام میں آپ تمام لوگوں کے مساوی ہیں اور آپ کا امتیاز صرف وحی ہے پس باقی انسانوں

---

[1] علامہ شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض ج ۴ ص ۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

بسائر الناس فیما یرجع الی البشریة والامتیاز بالوحی لا غیر فلا یمتنع صدور الذنب عن سائر البشر[1]	کی طرح آپ سے بھی گناہوں کا صدور محال نہیں ہے۔

میر سید شریف کی عبارت میں ہمیں یہ بات کھٹکتی ہے کہ عام لوگوں سے آپ کا امتیاز صرف وحی ہے کیونکہ قرآن اور حدیث میں آپ کی بے شمار خصوصیات ہیں مثلاً آپ کی آواز پر آواز اونچی نہیں ہو سکتی۔ اگر آپ نماز میں کسی کو بلائیں تو اس کا آنا واجب ہے آپ کی ادنیٰ توہین کفر ہے۔ آپ کی ازواج تمام امت کی مائیں ہیں، آپ کے وصال کے بعد ان سے نکاح حرام ہے۔ بعض خصوصیات ہم نے مسئلہ بشریت اور خصائص مصطفےٰ کے تحت بیان کی ہیں عام انسان تو الگ رہے انبیاء بھی آپ کے مساوی نہیں ہیں۔ علامہ سیوطی نے دو جلدوں پر مشتمل ایک کتاب آپ کی خصوصیات پر خصائص کبریٰ کے نام سے لکھی ہے اس کے علاوہ اور بھی علماء نے حسب توفیق تصانیف کی ہیں، البتہ یہ بات صحیح ہے کہ عام انسانوں کی طرح آپ سے بھی گناہوں کا صدور محال نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے کہ آپ مکلف ہیں لیکن آپ معصوم ہیں اور عام لوگ معصوم نہیں ہیں۔

علامہ شمس الدین خیالی عصمت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

هی ملکة اجتناب المعاصی مع التمکن فیها[2]	باوجود قدرت کے گناہوں سے بچنے کے ملکہ (مہارت) کو عصمت کہتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام پر خوف الٰہی کا اس قدر غلبہ ہوتا ہے نیز قرب الٰہی کے انتہائی مرتبہ پر فائز ہونے کی وجہ سے ان نفوس قدسیہ کو ہر وقت اللہ عزوجل کا بے حجاب مشاہدہ ہوتا ہے اور عبادات کا حسن اور گناہوں کا قبح ان پر اس طرح روشن ہوتا ہے کہ وہ کسی لمحہ عبادت سے غافل ہوتے ہیں نہ کسی لحظہ ان کے دل میں کسی گناہ کا تصور آتا ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ تمام انبیاء کفر و شرک، صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں خواہ یہ گناہ سہواً ہوں یا عمداً، بعثت سے پہلے ہوں یا بعد، قرآن مجید اور حدیث شریف میں بعض انبیاء علیہم السلام کے کچھ افعال مذکور ہیں جن سے معصیت کا وہم ہوتا ہے مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کا بھول کر دانہ گندم کھانا، حضرت یونس علیہ السلام کا بلا اذن مخصوص قوم کو چھوڑ جانا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا توریۃً تین باتیں فرمانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تادیباً قبطی کو گھونسہ مار دینا یہ سب امور نسیان اور اجتہادی خطاء سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان سب کی تفصیل ان شاء اللہ اس شرح میں اپنے اپنے مقام پر آ جائے گی۔

انبیاء سابقین علیہم السلام سے اجتہادی خطا ہو جاتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجتہادی خطاء سے بھی محفوظ رکھا۔ آپ کی ہر رائے صائب، ہر قول صحیح اور ہر فعل مبنی بر ہدایت ہوتا تھا۔ علامہ نووی فرماتے ہیں:

اختلفوا هل کان الخطاء جائزا علیه صلی الله علیه وسلم فذهب المحققون الی انه لم یکن جائزا[3]	اس میں اختلاف ہے کہ آپ پر اجتہادی خطاء جائز ہے یا نہیں۔ محققین کا مذہب ہے کہ جائز نہیں ہے۔

---

[1] علامہ میر سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ — شرح مواقف ص ۶۹۹ مطبوعہ نولکشور ہند

[2] علامہ شمس الدین خیالی — حاشیۃ الخیالی ص ۱۴۴ مطبوعہ پشاور

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ — شرح مسلم للنواوی مسلم ج ۱ ص ۴۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

۱۲۵۸- حَدَّثَنِیْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَفَّانُ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ اَنَا قَتَادَةُ وَثَابِتٌ وَحُمَيْدٌ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ فَدَخَلَ الصَّفَّ وَقَدْ حَفَزَهُ النَّفَسُ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوتَهُ قَالَ اَيُّكُمُ الْمُتَكَلِّمُ بِالْكَلِمَاتِ فَاَرَمَّ الْقَوْمُ فَقَالَ اَيُّكُمُ الْمُتَكَلِّمُ بِهَا فَاِنَّهُ لَمْ يَقُلْ بَاْسًا فَقَالَ رَجُلٌ جِئْتُ وَقَدْ حَفَزَنِي النَّفَسُ فَقُلْتُهَا فَقَالَ لَقَدْ رَاَيْتُ اِثْنَا عَشَرَ مَلَكًا يَبْتَدِرُوْنَهَا اَيُّهُمْ يَرْفَعُهَا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آکر صف میں شامل ہو گیا اس کا سانس پھول رہا تھا اس نے کہا: الحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا تم میں سے ان کلمات کا کہنے والا کون ہے، لوگ چپ رہے۔ آپ نے دوبارہ فرمایا تم میں سے ان کلمات کا کہنے والا کون ہے اس نے کوئی بری بات نہیں کہی تب ایک شخص نے کہا میں جب آیا تو میرا سانس پھول رہا تھا تب میں نے یہ کلمات کہے آپ نے فرمایا میں نے بارہ فرشتوں کو دیکھا جو ان کلمات کو اوپر لے جانے کے لیے جھپٹ رہے تھے۔

۱۲۵۹- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ اَخْبَرَنِي الْحَجَّاجُ بْنُ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ الْقَائِلُ كَلِمَةَ كَذَا وَكَذَا قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ عَجِبْتُ لَهَا فُتِحَتْ لَهَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَمَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ذٰلِكَ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ناگاہ نمازیوں میں سے ایک شخص نے کہا: اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا و سبحان اللہ بکرۃ و اصیلا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کلمات کا کہنے والا کون ہے نمازیوں میں سے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میں ہوں! آپ نے فرمایا مجھے تعجب ہوا کہ ان کلمات کے لیے آسمان کے دروازے کھولے گئے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے ان کلمات کو کبھی نہیں چھوڑا۔

نماز میں ذکر کے اضافہ اور بدعت کی بحث

اس حدیث میں ذکر ہے کہ نماز میں ایک شخص نے الحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کہا تو بارہ فرشتے ان کلمات کو آسمان پر لے جانے کے لیے جھپٹ پڑے، صحیح بخاری میں ہے کہ تیس سے زیادہ فرشتے ان کلمات کو لکھنے کے لیے جھپٹ پڑے۔ حدیث نمبر ۱۲۵۹ میں ہے اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا الخ کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کلمات حمد کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی فضیلت ہے اور فرشتے کلمات حمد سننے کے لیے بیتاب اور منتظر رہتے ہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ عبادت کو لکھنا صرف کراماً کاتبین کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ کراماً کاتبین کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو کہ اذکار کو آسمان پر لے جانے اور لکھنے پر مامور ہیں۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے فرشتوں

کی ایک جماعت ذکر کرنے والوں کی تلاش میں مقرر ہے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ تیس سے زیادہ فرشتوں کی تعداد کی وجہ یہ ہے کہ ان کلمات کے حروف کی تعداد چونتیس ہے گویا ہر حرف کے لیے ایک فرشتہ بھیجا گیا ہے [1] لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ صحیح مسلم میں انہیں کلمات کے لیے بارہ فرشتوں کی تعداد کا ذکر ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ فرشتوں کی تعداد کی وجہ اور حکمت صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں جو اذکار منقول ہیں ان کے علاوہ ذکر کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ وہ منقول کے خلاف نہ ہوں کیونکہ اس شخص نے الحمد للہ حمداً کثیراً الخ پڑھا جس کی آپ نے تعلیم نہیں دی تھی [2] لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ ذکر آپ کے سامنے کیا گیا اور آپ نے اس کو مقرر اور جائز رکھا اس لیے اس کا جواز آپ کی تقریر اور تشریع سے معلوم ہوا اب جبکہ وحی منقطع اور شریعت تمام ہو چکی ہے کسی شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ نماز یا کسی معین عبادت میں اپنی طرف سے ذکر اذکار کا اضافہ کر دے حتیٰ کہ ہمارے فقہاء نے کہا ہے اگر پہلے تشہد کے بعد کسی شخص نے اللھم صل علی محمد سہواً یا عمداً پڑھ دیا تو اس پر سجدہ سہو لازم آئیگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں بعد کے لوگوں کو کسی اضافہ کا حق نہیں ہے ان جن امور کی شرع نے تعیین نہیں کی ہے ان میں توسع اور اجتہاد کی گنجائش ہے مثلاً درود شریف کا مختلف تعظیم کے صیغوں سے پڑھنا فوت شدہ لوگوں کے لیے انواع و اقسام کی نفلی عبادت کا بغیر شرعی تعیین کے ایصال ثواب کرنا اور استحسان اور استحباب کی نیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب اور آپ کے شمائل و خصائل بیان کرنے کے لیے مجالس ہائے میلاد یا سیرت منعقد کرنا یہ تمام امور مستحسن ہیں البتہ آج کل میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جلوسوں میں جس طرح باجے تاشے، نوجوان لڑکوں کا ڈھول کی تھاپ پر رقص، فلمی گانوں کی ریکارڈنگ، لڑکیوں سے چھیڑ خوانی اور میلے ٹھیلے کا سماں ہوتا ہے۔ اوقات نماز کے دوران فرض نمازوں کی ادائیگی کے بغیر جلوس جاری رہتا ہے اور نماز کا کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا یہ تمام امور مذموم ہیں ان کا ترک کرنا فرض اور ان کی حوصلہ افزائی حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں لوگوں کا اکٹھے ہو کر خوشی سے جلوس نکالنا دوران جلوس نعت خوانی اور آپ کے فضائل و محامد بیان کرنا یقیناً ایک مستحسن کام، آپ کی محبت اور عقیدت کا مظہر اور علامت ایمان ہے۔ لیکن ان فواحش، منکرات بلکہ محرمات کی آلودگی نے اس عمل کو خطرہ میں ڈال دیا ہے۔ ہمیں اس موقع پر قرآن کریم کی یہ آیت یاد آتی ہے:

ورهبانية ابتدعوها ما كتبناها عليهم الا ابتغاء رضوان الله فما رعوها حق رعايتها فآتينا الذين امنوا منهم اجرهم وكثير منهم فاسقون (الحدید: ۲۷)

(عیسائیوں نے) رہبانیت کی بدعت نکالی، ہم نے ان پر رہبانیت فرض نہیں کی تھی انہوں نے یہ بدعت محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے نکالی تھی پھر اس کی مکمل رعایت نہیں کی، ہم نے ان میں سے ایماندار لوگوں کو اجر عطا کیا اور ان میں سے کثیر فاسق ہیں۔

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۶ ص ۸۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۲ ص [illegible]، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں پر رہبانیت فرض نہیں کی تھی۔ انھوں نے از خود راہب بننا شروع کر دیا پھر کچھ لوگ صحیح طور پر راہب رہے اور کچھ راہبوں نے رہبانیت کی آڑ میں گناہ کرنا شروع کر دیے۔ یہی حال جلوس کا ہے۔ کچھ دیندار لوگوں نے محبت رسول کے تقاضے سے عید میلاد النبی کا جلوس نکالنا شروع کیا حالانکہ یہ شریعت میں فرض نہ تھا اور صالح نیت کے ساتھ جلوس نکالتے رہے اور اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہ زیادہ تر لوگوں نے اس میں فسق و فجور کی راہیں تلاش کر لیں۔

امام ابو حنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ نمازی کو اگر چھینک آئے تو وہ دل میں الحمد للہ کہے اگر زبان سے الحمد للہ کہا تو اس کی نماز فاسد ہو جائیگی اور ایک قول یہ ہے کہ فاسد نہیں ہوگی البتہ اس سے الحمد للہ سن کر دوسرے نمازی نے یرحمک اللہ کہا تو اس کی نماز فاسد ہو جائیگی۔ علامہ عینی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے[1]۔

ایک سوال یہ ہے کہ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار پوچھا کہ یہ کلمات کس نے کہے ہیں تو کسی نے جواب نہیں دیا اور بخاری میں ہے کہ آپ نے دوبارہ پوچھا اور کسی نے جواب نہیں دیا یہ الگ الگ واقعات ہیں لیکن آپ کے سوال کا جواب دینا واجب ہے پھر صحابہ نے کیوں نہیں جواب دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے خاص طور پر کسی صحابی کو معین کر کے سوال نہیں کیا تھا اور ان کلمات کا کہنے والے اور دیگر سننے والے اس خیال سے ججھک رہے تھے کہ شاید کہنے والے نے کوئی غلط بات کہہ دی ہے۔ علامہ عینی اور علامہ عسقلانی نے اس حدیث سے ذکر بالجہر کے جواز پر بھی استدلال کیا ہے بشرطیکہ اس کے جہر سے کسی کو تشویش نہ ہو یعنی اس کی نماز میں حرج نہ ہو۔

بَابُ ۲۱۳ اِسْتِحْبَابِ اِتْيَانِ الصَّلٰوةِ بِوَقَارٍ وَّ سَكِيْنَةٍ وَّالنَّهْيِ عَنْ اِتْيَانِهَا سَعْيًا

نماز میں آنے کے لیے وقار اور سکون کا حکم

۱۲۶۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوْا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدٍ وَاَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ نَا اِبْرَاهِيْمُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدٍ وَاَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جماعت کھڑی ہو جائے تو (جماعت میں شامل ہونے کے لیے) دوڑتے ہوئے نہ آؤ، اطمینان سے چلتے ہوئے آؤ جو رکعات مل جائیں انہیں پڑھ لو اور جو رہ جائیں انہیں (بعد میں) پورا کر لو۔

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷ ص ۹ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

فَلَا تَأْتُوهَا تَسْعَوْنَ وَأْتُوهَا تَمْشُونَ وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا۔

١٢٦١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ فَلَا تَأْتُوهَا وَأَنْتُمْ تَسْعَوْنَ وَأْتُوهَا وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا كَانَ يَعْمِدُ إِلَى الصَّلٰوةِ فَهُوَ فِي صَلٰوةٍ۔

١٢٦٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نُودِيَ بِالصَّلٰوةِ فَأْتُوهَا وَأَنْتُمْ تَمْشُونَ وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا۔

١٢٦٣ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا الْفُضَيْلُ يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ عَنْ هِشَامٍ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا إِسْمَعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ فَلَا يَسْعَ إِلَيْهَا أَحَدُكُمْ وَلٰكِنْ لِيَمْشِ وَعَلَيْهِ السَّكِينَةُ وَالْوَقَارُ صَلِّ مَا أَدْرَكْتَ وَاقْضِ مَا سَبَقَكَ۔

١٢٦٤ - حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ الصُّورِيُّ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ جَلَبَةً فَقَالَ مَا شَأْنُكُمْ قَالُوا اسْتَعْجَلْنَا إِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوا إِذَا أَتَيْتُمُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی اقامت (کہی) جائے تو دوڑتے ہوئے نہ آؤ، سکون اور وقار کیساتھ آؤ جو رکعات مل جائیں انھیں پڑھ لو اور جو رہ جائیں انھیں (بعد میں) پورا کر لو کیونکہ جس وقت تم میں سے کوئی شخص نماز کا ارادہ کر لیتا ہے اس وقت سے وہ نماز (کے حکم) میں ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اذان کہی جائے تو دوڑتے ہوئے نہ آؤ اطمینان سے چلتے ہوئے آؤ جو رکعات تمہیں مل جائیں انھیں پڑھ لو اور جو رہ جائیں ان کو پورا کر لو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی اقامت کہی جائے تو تم میں سے کوئی شخص دوڑتا ہوا نہ آئے لیکن سکون اور وقار سے چلتا ہوا آئے جو رکعات تم کو مل جائیں پڑھ لو اور جو رہ جائیں ان کو بعد میں ادا کرو۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے آپ نے دوڑنے کی آواز سنی۔ نماز کے بعد آپ نے پوچھا کیا بات ہوئی؟ انھوں نے عرض کیا ہم نے نماز کے لیے جلدی کی تھی آپ نے فرمایا اس طرح نہ کیا کرو جب تم نماز پڑھنے آؤ تو سکون اور وقار کے ساتھ آؤ جو رکعات تمہیں مل جائیں

الصَّلٰوۃَ فَعَلَیْکُمُ السَّکِیْنَۃُ فَمَا اَدْرَکْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا سَبَقَکُمْ فَاَتِمُّوْا۔

انھیں پڑھ لو اور جو رہ جائیں انھیں بعد میں پورا کر لو۔

۱۲۶۵ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا مُعَاوِیَۃُ بْنُ ھِشَامٍ قَالَ نَا شَیْبَانُ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

نماز کو جاتے وقت دوڑنے کا حکم

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص نماز پڑھنے جا رہا ہے وہ حکماً نماز میں ہے اس لیے اس کو چاہیے کہ نماز کے لیے جاتے وقت کوئی ناشائستہ بات یا ناشائستہ کام نہ کرے۔

امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ مسبوق نے جو نماز امام کے ساتھ پڑھی وہ اوّل ہے اور جو سلام پھیرنے کے بعد پڑھے گا وہ آخر ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے "وما فاتکم فاتموا"[1] امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں مسبوق کو جو نماز امام کے ساتھ ملی ہے وہ آخر ہے اور جو رہ گئی ہے وہ اوّل ہے اور "ما فاتکم فاتموا" کا مطلب یہ ہے جو پہلی نماز رہ گئی ہے اس کو پورا کرو۔ امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ بعض روایات میں ہے ... واقض ما سبقک" جو نماز رہ گئی ہے اس کو قضا کرو اور ظاہر ہے کہ قضا پہلی نماز ہوتی ہے۔

امام محمد فرماتے ہیں مسبوق کی رہی ہوئی نماز قرأت کے اعتبار سے اوّل ہے اور رکعات کے اعتبار سے آخر ہے ان احادیث کے پیش نظر نماز میں شمولیت کے لیے دوڑنے سے منع فرمایا ہے تاہم ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ نمازی کو اگر یہ گمان ہو کہ اگر وہ دوڑ کر نہ گیا تو امام سلام پھیر دے گا تو وہ دوڑ کر جا سکتا ہے۔[2]

بَابٌ ۲۱۴ مَتٰی یَقُوْمُ النَّاسُ لِلصَّلٰوۃِ — نماز کیلئے کس وقت کھڑا ہو

۱۲۶۶۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَا نَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ قَالَ نَا یَحْیَی بْنُ اَبِیْ کَثِیْرٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ وَعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْنِیْ وَقَالَ ابْنُ حَاتِمٍ اِذَا اُقِیْمَتْ اَوْ نُوْدِیَ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی اقامت (تکبیر) ہو تو اس وقت تک کھڑے مت ہو جب تک مجھے دیکھ نہ لو ——— ابن ابی حاتم نے کہا جب نماز کی اقامت یا اذان ہو۔

۱۲۶۷۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ عَنْ مَعْمَرٍ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ وَحَدَّثَنَا ابْنُ عُلَیَّۃَ عَنْ حَجَّاجِ بْنِ اَبِیْ عُثْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت حسب سابق منقول ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ — شرح مسلم للنواوی ج ۱ ص ۲۲۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ

[2] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ — مرقات ج ۲ ص ۱۸۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۲ھ

بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ اَنَا عِیْسٰی بْنُ یُوْنُسَ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ وَقَالَ اِسْحٰقُ اَنَا اَبُوْ الْوَلِیْدِ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ شَیْبَانَ كُلُّهُمْ عَنْ یَحْیَی بْنِ اَبِیْ كَثِیْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَزَادَ اِسْحٰقُ فِیْ رِوَایَتِهٖ حَدِیْثَ مَعْمَرٍ وَشَیْبَانَ حَتّٰی تَرَوْنِیْ قَدْ خَرَجْتُ۔

اقامت میں حیّ علی الفلاح پر کھڑے ہونا

عالمگیری میں ہے:

اذا دخل الرجل عند الاقامۃ یکرہ لہ الانتظار قائما و لکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن قولہ حی علی الفلاح کذا فی المضمرات۔ ۵۳

جب کوئی شخص اقامت کے وقت آئے تو اس کے لیے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے، لیکن بیٹھ جائے پھر اس وقت کھڑا ہو جب مؤذن حی علی الفلاح کہے۔ اسی طرح مضمرات میں ہے۔

اس مسئلہ کی مکمل تحقیق شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰۹۸ میں ملاحظہ فرمائیں

۱۲۶۸۔ حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ وَحَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰی قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَقُمْنَا فَعَدَّلْنَا الصُّفُوْفَ قَبْلَ اَنْ یَّخْرُجَ اِلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَتٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اِذَا قَامَ فِیْ مُصَلَّاهُ قَبْلَ اَنْ یُّكَبِّرَ ذَكَرَ فَانْصَرَفَ وَقَالَ لَنَا مَكَانَكُمْ فَلَمْ نَزَلْ قِیَامًا نَنْتَظِرُهٗ حَتّٰی خَرَجَ اِلَیْنَا وَقَدِ اغْتَسَلَ یَنْطِفُ رَاْسُهٗ مَاءً فَكَبَّرَ فَصَلّٰی بِنَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز کی اقامت کہی گئی اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے کھڑے ہو کر صفیں برابر کرنی شروع کر دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اپنے مصلے پر کھڑے ہو گئے تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے آپ کو (غسل کرنا) یاد آیا آپ لوٹ گئے اور ہم سے فرمایا اپنی اپنی جگہ کھڑے رہو، ہم آپ کے انتظار میں کھڑے رہے حتیٰ کہ آپ تشریف لائے درآں حالیکہ آپ کے سر اقدس سے پانی کے قطرے گر رہے تھے پھر آپ نے تکبیر کہہ کر ہم کو نماز پڑھائی۔

۱۲۶۹۔ وَحَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا الْوَلِیْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا اَبُوْ عَمْرٍو یَعْنِی الْاَوْزَاعِیَّ قَالَ نَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز کی اقامت کہی گئی اور لوگوں نے اپنی اپنی صفیں باندھ لیں

۵۳۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ عالمگیری ج ۱ ص ۵۷ مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ وَصَفَّ النَّاسُ صُفُوفَهُمْ وَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ مَقَامَهُ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِمْ بِيَدِهِ أَنْ مَكَانَكُمْ فَخَرَجَ وَقَدِ اغْتَسَلَ وَرَأْسُهُ يَنْطُفُ الْمَاءَ فَصَلَّى بِهِمْ.

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاکر اپنی جگہ کھڑے ہو گئے پھر آپ نے ہمیں اشارہ کیا کہ اپنی جگہوں پر رہو پھر آپ تشریف لے گئے آپ نے غسل کیا جب آپ آئے تو سر سے پانی ٹپک رہا تھا پھر آپ نے سب کو نماز پڑھائی۔

تشریح سنن دارقطنی میں یہ تفصیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنبی (جس پر غسل فرض ہو) تھا اور غسل کرنا بھول گیا یہاں یہ اشکال ہے کہ سنن ابو داؤد میں ہے حضرت ابوبکرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھانے آئے اور تکبیر تحریمہ کے بعد اشارہ فرمایا (ٹھہرو) اور صحیح مسلم کی اس حدیث میں ہے کہ آپ تکبیر کہنے سے پہلے تشریف لے گئے۔ صحیح بخاری میں بھی اسی طرح ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ دو واقعے ہوں۔ ایک حضرت ابوہریرہ نے روایت کیا دوسرا حضرت ابوبکرہ نے ورنہ بخاری اور مسلم کی روایت سنن ابو داؤد پر بہر حال مقدم ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض اوقات عبادات میں نسیان طاری ہو جاتا تھا اور اس کی وجہ امت کے لیے مسائل کی تعلیم اور تشریع تھی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ماء مستعمل (وضو اور غسل کے بعد زائل شدہ پانی) پاک ہے اور مسجد میں اس کے قطرے گرنے سے مسجد نجس نہیں ہوتی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے اور غسل کے قطرے آپ کے بدن مبارک سے گر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو انتظار کرنے کے لیے فرما کر گئے اس سے معلوم ہوا کہ جب تک وقت میں گنجائش ہو اپنے امام کا انتظار کر کے اس کی اقتداء میں نماز پڑھنی چاہیے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اقامت اور تکبیر تحریمہ میں فصل اور کلام جائز ہے کیونکہ آپ نے اقامت کے بعد گفتگو کی اور دوبارہ اقامت کا حکم نہیں دیا، اس سے غسل جنابت میں تاخیر کا جواز بھی معلوم ہوا۔ علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو مسجد میں احتلام ہو جائے اس کے لیے بغیر تیمم کے مسجد سے باہر جانا جائز ہے۔ تاہم احتیاط اس میں ہے کہ ایسی حالت میں تیمم کر کے مسجد سے باہر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عام آدمیوں کو نہیں قیاس کیا جا سکتا۔[1] حدیث شریف میں ہے:

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی یا علی لا یحل لاحد ان یجنب فی ھذا المسجد غیری و غیرک۔[2]

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! اس مسجد میں میرے اور تمہارے سوا کوئی حالت جنابت میں نہیں گزر سکتا۔

۱۲۴۰ - وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى قَالَ نَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز کی اقامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے پر کہی جاتی

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری جز ۵ ص ۱۵۶ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۵۳۵ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

حَدَّثَنِیْ اَبُوْسَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ اَنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ تُقَامُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَاْخُذُ النَّاسُ مَصَافَّھُمْ قَبْلَ اَنْ یَّقُوْمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَقَامَہٗ۔

تھی، اور لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے اپنی صفیں درست کر لیتے تھے۔

۱۲۷۱- وَحَدَّثَنِیْ سَلَمَۃُ بْنُ شَبِیْبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ اَعْیَنَ قَالَ نَا زُھَیْرٌ قَالَ نَا سِمَاکُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ قَالَ کَانَ بِلَالٌ یُؤَذِّنُ اِذَا دَحَضَتْ فَلَا یُقِیْمُ حَتّٰی یَخْرُجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِذَا خَرَجَ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ حِیْنَ یَرَاہُ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بلال زوالِ آفتاب کے بعد اذان کہتے اور اقامت اس وقت تک نہیں کہتے تھے جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریف لاتے نہ دیکھ لیتے۔

امام مسجد وقت پر نہ ہو تو کوئی اور نماز پڑھا دے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقامت نماز میں کسی معین وقت پر نماز پڑھانے نہیں تشریف لاتے تھے چونکہ آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا ثواب وہم وگمان سے بھی فزوں تر ہے اس لیے صحابہ کرام آپ کی آمد کے انتظار میں بیٹھے رہتے تھے علاوہ ازیں اس وقت گھڑیوں کا رواج تھا نہ مسلمانوں کی آبادی اتنی زیادہ تھی نہ کاروبار حیات اس قدر وسیع اور ہمہ گیر تھے۔ آج کل سلسلہ کار اس قدر دراز ہے کہ کسی سے اطمینان سے بات کرنے کا موقع بھی بمشکل میسر ہوتا ہے اس لیے تمام دنیا کے مسلمانوں نے گھڑی کے حساب سے وقت معین پر جماعت قائم کرنی شروع کر دی ہے اور لاریب یہ بدعت حسنہ ہے۔ اب امام کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ جب چاہے آکر نماز پڑھا دے۔ امام کو وقت کی پابندی کرنی چاہیے۔ اگر وقت مقرر پر امام نہ آئے تو مؤذن یا کسی اور اہل شخص کو نماز پڑھا دینی چاہیے۔

بعض ائمہ مساجد یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کی اجازت کے بغیر اگر کسی اور شخص نے نماز پڑھا دی تو نماز نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مغفرت فرمائے ایسا کہنا مداخلت فی الدین کے مترادف ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں تشریف لے گئے اور آپ کو دیر ہو گئی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جماعت کرانے کی درخواست کی اور حضرت ابوبکر نے نماز پڑھا دی۔ [1]

بَابٌ ۲۱۵ مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَۃً مِّنَ الصَّلٰوۃِ فَقَدْ اَدْرَکَ تِلْکَ الصَّلٰوۃَ

جس نے نماز کی ایک رکعت پالی اس نے نماز کو پا لیا

۱۲۷۲- وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَاْتُ عَلٰی مَالِکٍ عَنِ ابْنِ شِہَابٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَۃً مِّنَ الصَّلٰوۃِ فَقَدْ اَدْرَکَ الصَّلٰوۃَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نماز کی ایک رکعت پالی اس نے اس نماز کو پا لیا۔

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

۱۲۷۳ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصَّلٰوةِ مَعَ الْإِمَامِ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلٰوةَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے امام کے ساتھ ایک رکعت پالی، اس نے نماز کو پا لیا۔

۱۲۷۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ أَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ وَالْأَوْزَاعِيِّ وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَيُونُسَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ جَمِيعًا عَنْ عُبَيْدِ اللهِ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ أَحَدٍ مِنْهُمْ مَعَ الْإِمَامِ وَفِي حَدِيثِ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلٰوةَ كُلَّهَا.

کئی اور اسانید سے بھی ایسی ہی روایات منقول ہیں ایک روایت میں فقد ادرك الصلوة كلها کے الفاظ ہیں۔ اور کسی حدیث میں مع الامام کے الفاظ نہیں ہیں۔

۱۲۷۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ وَعَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ وَعَنِ الْأَعْرَجِ حَدَّثُوهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے طلوع آفتاب سے قبل فجر کی ایک رکعت پالی اس نے فجر کی نماز کو پا لیا اور جس شخص نے غروب آفتاب سے قبل عصر کی ایک رکعت پالی اس نے عصر کی نماز پالی۔

۱۲۷۶ - وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ نَا عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ وَهْبٍ وَالسِّيَاقُ لِحَرْمَلَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جس شخص نے غروب آفتاب سے پہلے عصر کا ایک سجدہ پالیا یا جس شخص نے طلوع آفتاب سے قبل فجر کا ایک سجدہ پالیا، اس نے اس نماز (فجر یا عصر) کو پالیا اور سجدہ سے مراد رکعت ہے۔

وَسَلَّمَ مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْعَصْرِ سَجْدَةً قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ أَوْ مِنَ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ فَقَدْ أَدْرَكَهَا وَالسَّجْدَةُ إِنَّمَا هِيَ الرَّكْعَةُ۔

۱۲۷۷- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۲۷۸- وَحَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْعَصْرِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ وَمَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْفَجْرِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے غروب آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت کو پالیا اس نے (عصر کو) پالیا اور جس شخص نے طلوع آفتاب سے پہلے فجر کی ایک رکعت کو پالیا اس نے (فجر کو) پالیا۔

۱۲۷۹- وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ نَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ مَعْمَرًا بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

دوران نماز طلوع یا غروب آفتاب سے نماز کا حکم

اگر صبح کے اخیر وقت میں کسی شخص نے نماز شروع کی اور ایک رکعت نماز پڑھنے کے بعد سورج طلوع ہو گیا یا عصر کے اخیر وقت میں کسی شخص نے نماز شروع کی اور ایک رکعت نماز پڑھنے کے بعد سورج غروب ہو گیا تو امام مالک،[1] امام شافعی،[2] امام احمد بن حنبل[3] کے نزدیک وہ باقی رکعات پڑھ لے اور اس حدیث کے پیش نظر اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اور امام ابوحنیفہ[4] رضی اللہ عنہ کے نزدیک صبح کی نماز میں سورج طلوع ہونے سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور عصر کی نماز میں سورج غروب ہو جانے سے نماز فاسد نہیں ہو گی باقی رکعات پڑھنے سے نماز ادا ہو جائے گی۔

فجر کی نماز میں سورج طلوع ہونے سے فساد نماز کے حکم پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے:

عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا يتحرى احدكم فيصلي عند طلوع الشمس ولا عند غروبها۔[5]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص طلوع شمس کے وقت نماز پڑھے نہ غروب شمس کے وقت۔

---

[1] علامہ ابوعبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح مسلم للنواوی ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

[3] ابومحمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[4] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ مبسوط ج ۱ ص ۱۵۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ھ

[5] امام ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنا ممنوع ہے اس لیے اگر نماز کے دوران سورج طلوع ہو گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی بظاہر چاہیے یہ تھا کہ اگر دوران نماز سورج غروب ہو جائے تو نماز عصر بھی فاسد ہو جاتی لیکن احناف نے ان میں یہ فرق اس لیے کیا ہے کہ صبح کا تمام وقت کامل ہوتا ہے اور طلوع آفتاب کے بعد وقت ناقص ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں فجر کی نماز کامل وقت میں شروع ہو کر ناقص وقت میں ختم ہوتی ہے تو نماز بیچ واجب میں ادا نہ ہوئی بخلاف عصر کی نماز کے کیونکہ اس کا تمام وقت کامل وقت نہیں ہوتا جس وقت سورج کا رنگ متغیر ہو کر زرد پڑ جائے تو وہ وقت ناقص ہوتا ہے۔ اس وقت کے ناقص ہونے پر دلیل یہ ہے:

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلک صلوۃ المنافق یجلس یرقب الشمس حتی اذا کانت بین قرنی الشیطان قام فنقرھا اربعا لا یذکر اللہ فیھا الا قلیلا۔ لہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ منافق کی نماز ہے وہ سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے تو وہ چار ٹھونگیں مارتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا بہت کم ذکر کرتا ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ عصر کا آخری وقت مکروہ اور ناقص ہوتا ہے تو جس شخص نے غروب آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھی اس نے ناقص وقت میں نماز شروع کی اور غروب آفتاب کے بعد باقی رکعات پڑھنے سے وہ ناقص وقت میں ادا کرے گا تو نماز بیچ واجب پر ادا ہو جائے گی اسی لیے احناف کہتے ہیں کہ غروب آفتاب تک تاخیر سے عصر کی نماز ادا تو ہو سکتی ہے قضا نہیں ہو سکتی کیونکہ ادا تو ناقص وقت میں شروع ہوئی اور ناقص وقت میں ختم ہوئی بخلاف قضا کے کیونکہ وہ کامل وقت میں واجب ہوئی تو ناقص وقت میں ادا نہیں ہو گی۔

ان دلائل کی بنا پر احناف کہتے ہیں کہ جس شخص نے صبح کے آخر وقت میں ایک رکعت نماز کو پایا اور باقی نماز میں سورج طلوع ہو گیا تو صبح کی نماز نہیں ہو گی اور اگر عصر کے وقت میں ایک رکعت پڑھی اور سورج غروب ہو گیا تو نماز ہو جائے گی۔

ائمہ ثلاثہ کی احادیث کا جواب

باب مذکور کی احادیث میں فرمان رسالت ہے کہ جس شخص نے طلوع فجر سے پہلے ایک رکعت پالی اس نے فجر کو پالیا (الحدیث) احناف کے نزدیک اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے طلوع فجر سے پہلے ایک رکعت کا وقت پالیا اس نے فجر کی فرضیت پالی علیٰ ہذا القیاس جس نے غروب شمس سے پہلے ایک رکعت کا وقت پالیا اس نے عصر کی فرضیت پالی مثلاً سورج غروب ہونے میں ایک رکعت نماز کا وقت رہتا تھا اس وقت کوئی کافر مسلمان ہو گیا کوئی نابالغ بالغ ہوا کوئی مجنون ہوشمند یا کوئی بے ہوش ہوش میں آیا یا کسی عورت کا حیض یا نفاس ختم ہوا تو ان لوگوں پر عصر کی نماز فرض ہو جائے گی جس کو یہ بعد میں قضا کریں گے علیٰ ہذا القیاس فجر کی نماز کا حال ہے۔

باب ۲۱۶ اوقات الصلوٰۃ الخمس!
پانچ نمازوں کے اوقات

قرآن مجید، احادیث متواترہ، اجماع امت اور عقل سلیم سے مسلمانوں پر فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی پانچ نمازیں فرض ہیں

لہ۔ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱، ص ۲۲۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

قرآن مجید سے استدلال

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون ○ ولہ الحمد فی السموات والارض وعشیا وحین تظہرون۔ (روم: ۱۸،۱۷)

شام کے وقت اور صبح کے وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو اسی کے لیے حمد ہے آسمانوں اور زمینوں میں اور شام سے پہلے اور ظہر کے وقت۔

ان آیات میں فجر، ظہر، عصر اور مغرب کے اوقات کا ذکر ہے۔ شام اور صبح میں فجر اور مغرب کے اوقات کا ذکر ہے اور "شام سے پہلے" عصر کی نماز کا وقت ہے اور ظہر کا وقت صراحۃً مذکور ہے علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ عشیا میں شام اور عشاء دونوں مراد ہیں۔ اس طرح اس آیت میں پانچوں نمازوں کا ذکر ہے اور فرمایا:

اقم الصلوۃ طرفی النہار وزلفا من الیل (ہود: ۱۱۴)

دن کے دو کناروں میں نماز پڑھیے اور رات کے حصہ میں۔

اس آیت میں فجر اور مغرب کے علاوہ عشاء کا بھی ذکر ہے کیونکہ فجر اور مغرب دن کے دو کناروں کی نمازیں ہیں اور عشاء رات کے ایک حصہ میں پڑھی جاتی ہے۔

ان دونوں آیتوں میں پانچ نمازوں کے اوقات کا ذکر آگیا ہے۔

نیز فرمایا:

حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی۔ (البقرۃ: ۲۳۸)

تمام نمازوں کی اور (خصوصاً) درمیانی نماز کی حفاظت کرو۔

اس آیت میں پانچ نمازوں کا ذکر ہے کیونکہ صلوات جمع کا صیغہ ہے عربی قواعد کے اعتبار سے اس کا اطلاق کم از کم تین نمازوں پر ہوگا اور صلوۃ وسطیٰ کا اس پر عطف کیا گیا ہے جو مغایرت کو مستلزم ہے اس لیے صلوۃ وسطیٰ ان تین نمازوں کے علاوہ نماز ہوگی اس طرح چار نمازیں ثابت ہوئیں اور چار میں درمیانی نماز نہیں ہو سکتی اسلیئے صلوات سے کم از کم چار نمازیں مراد ہونگی اور ایک صلوۃ وسطیٰ اس طرح ملاکر پانچ نمازیں ثابت ہوگئیں۔

نیز قرآن کریم میں ہے:

اقم الصلوۃ لدلوک الشمس الی غسق الیل وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشہودا ○ (بنی اسرائیل: ۷۸)

سورج ڈھلنے کے بعد سے لے کر رات کا اندھیرا چھانے تک نماز پڑھو اور صبح کو قرآن پڑھو لاریب فجر میں قرآن پڑھتے وقت (فرشتے) حاضر کیے جاتے ہیں۔

اس آیت میں بھی پانچ نمازوں کا ذکر ہے کیونکہ سورج ڈھلنے کے بعد سے لیکر رات کے اندھیرے تک چار نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ ظہر، عصر، مغرب یہ سورج ڈھلنے کے بعد ہیں اور عشاء رات کا اندھیرا چھا جانے کے بعد پڑھی جاتی ہے اور قرآن الفجر میں فجر کی نماز کا ذکر ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل

طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے اپنے

غروبها ومن اٰناء اللیل فسبح واطراف النهار لعلك ترضٰى ۔ (طٰهٰ : ۱۳۰)

رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے اور رات کے اوقات میں اور دن کے اطراف میں تسبیح کیجئے تاکہ آپ راضی ہو جائیں

ان آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازوں کا ذکر فرمایا ہے طلوع آفتاب سے پہلے فجر اور غروب آفتاب سے پہلے ظہر اور عصر، رات کے اوقات میں عشاء اور دن کے کنارے میں مغرب پڑھی جاتی ہے۔

احادیث سے استدلال

پانچ نمازوں کی فرضیت پر اس قدر کثرت سے احادیث وارد ہیں جن کا شمار مشکل ہے حتیٰ کہ علماء نے ان احادیث کو معنیً متواتر قرار دیا ہے، حدیث شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ضمام بن ثعلبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

اللہ امرك ان تصلی الصلوات الخمس فی الیوم واللیلۃ قال اللّٰھم نعم۔ [1]

کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو دن اور رات میں پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا اے اللہ ہاں۔

ایک اور روایت ہے:

عن طلحۃ بن عبید اللہ یقول جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اھل نجد ثائر الراس نسمع دوی صوتہ ولا نفقہ ما یقول حتی دنا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا ھو یسئل عن الاسلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمس صلوات فی الیوم واللیلۃ فقال ھل علی غیرھن قال لا۔ [2]

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اہل نجد سے ایک شخص حاضر ہوا جو بہت آہستہ بات کرتا تھا اور ہمیں نہیں پتا چلتا تھا وہ کیا کہہ رہا ہے تا آنکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا تو وہ آپ سے اسلام کے بارے میں سوال کر رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں۔ اس نے پوچھا کیا ان پانچ نمازوں کے علاوہ کوئی اور نماز بھی فرض ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں!

یہ حدیث صحیح بخاری (ج ۱، ص ۱۲، ۱۱) میں بھی روایت کی گئی ہے۔

اجماع امت سے استدلال

علامہ بابرتی لکھتے ہیں کہ حدیث مشہور سے ثابت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان مرد اور عورت پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک کی امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ [3]

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰ مطبوعہ ،، ،، ،، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ ، العنایۃ علی ہامش فتح القدیر ج ۱ ص ۱۹۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

بارہ سو سال تک امت محمدیہ کا پانچ نمازوں پر بلا نکیر اجماع رہا اور اسلام کے تمام فرقے اس پر متفق رہے۔ بارہ سو سال بعد عبداللہ چکڑالوی نے تین نمازوں کا قول کیا اور یہ پہلا شخص ہے جس نے اس مسئلہ میں اجماع امت کے خلاف نئی راہ اختیار کی اور سواد اعظم سے علیحدہ ہو گیا۔

عقل سے تائید نماز کے پانچ اوقات احوال آفتاب کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں طلوع شمس سے پہلے فجر کی نماز ہے۔ نصف النہار سے زوال کے بعد ظہر کی نماز ہے۔ آفتاب ڈھل جانے کے بعد عصر کی نماز ہے۔ غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز ہے اور روشنی کے آثار بالکلیہ مٹ جانے کے بعد عشاء کی نماز ہے۔

انسان کی زندگی کے بھی پانچ بنیادی احوال ہیں۔ ایک اس کی پیدائش جب وہ عدم سے وجود میں آتا ہے دوسرا اس کا شباب اور جوانی کا زمانہ تیسرا ادھیڑ عمری کا زمانہ جب جوانی ڈھل جاتی ہے پھر تھا موت کا وقت جب زندگی کا سورج غروب ہو جاتا ہے لیکن کچھ عرصہ تک لوگوں کے دلوں میں اس کی یاد اور زبانوں پر اس کا ذکر رہتا ہے۔ پھر ایک وقت آتا ہے جب وہ بالکل بھولا بسرا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پانچ احوال کے مناسب سے روزانہ پانچ نمازیں فرض کر دیں۔ طلوع شمس سے پہلے فجر کی نماز فرض کی تاکہ طلوع آفتاب کے آثار دیکھ کر انسان کو اپنا پیدا ہونا یاد آئے اور اپنی پیدائش پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے۔ زوال کے بعد جب سورج شباب پر ہوتا ہے ظہر کی نماز فرض کی تاکہ شباب آفتاب دیکھ کر انسان اپنی جوانی کا شکر ادا کرے۔ سورج ڈھل جانے پر عصر کی نماز فرض کی تاکہ ڈھلتے ہوئے سورج کو دیکھ کر وہ اپنی ڈھلتی ہوئی جوانی کو یاد کرے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرے اور اس عرصہ میں حاصل ہونے والی نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے پھر سورج غروب ہو جاتا ہے اور کچھ عرصہ تک اس کی روشنی کے آثار شفق کی صورت میں باقی رہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس وقت مغرب کی نماز فرض کی تاکہ انسان غروب آفتاب اور اس کے بعد روشنی کے آثار دیکھ کر وہ وقت یاد کرے جب وہ مر جائیگا اور کچھ عرصہ تک لوگ اس کا ذکر کرتے رہیں گے اور اپنی موت اور بعد کے احوال کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور توشۂ آخرت کی فکر کرے اور امید و خوف کے جذبات سے نماز پڑھے اور جب غروب آفتاب کے بعد کی سرخی اور سفیدی غائب ہو جاتی ہے اور مکمل اندھیرا چھا جاتا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ نے عشاء کی نماز فرض کی تاکہ اس وقت کو دیکھ کر انسان کو یاد آئے کہ مرنے کے بعد ایک وقت ایسا آئیگا جب لوگوں کی زبانوں سے اس کا ذکر اور دلوں سے اس کی یاد نکل چکی ہوگی نہ کوئی اس کے لیے فاتحہ پڑھے گا نہ اس کا ذکر خیر کرے گا اس وقت کے لیے ابھی سے تیاری کرے تاکہ کوئی اس کو یاد کرے نہ کرے اس کی اپنی عبادت اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کا سرمایہ اس کی نجات کے لیے کافی ہو اور اس فکر سے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرے۔

یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ طلوع شمس سے پہلے اندھیرے کے بعد اجالے کے وجود کو دیکھ کر مرنے کے بعد زندہ ہونے کو یاد کر کے فجر کی نماز پڑھے، نصف النہار کے وقت سورج کی تمازت کو دیکھ کر میدان حشر کی گرمی یاد کر کے ظہر کی نماز پڑھے سورج ڈھلنے کے بعد اپنی ڈھلتی ہوئی زندگی کو یاد کر کے عصر کی نماز پڑھے، غروب آفتاب کے بعد موت کو یاد کر کے مغرب کی نماز پڑھے اور مکمل اندھیرا چھا جانے کے بعد قبر اور قیامت کے اندھیروں کو یاد کر کے عشاء کی نماز پڑھے۔

اس طرح یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ رات ختم ہونے کا شکر ادا کرنے کے لیے فجر کی نماز پڑھے، دن نکلنے کا شکر ادا کرنے کے لیے ظہر کی نماز پڑھے، تمازت آفتاب ڈھلنے کا شکر ادا کرنے کے لیے عصر پڑھے، دن کے رخصت ہونے کا شکر ادا کرنے کے لیے مغرب پڑھے اور رات کی چادر پھیلنے کا شکر ادا کرنے کے لیے عشاء پڑھے کیونکہ دن کا آنا بھی نعمت ہے۔

اور دن کا جانا بھی نعمت ہے اگر لگاتار دن رہتا تو اعصاب کو آرام اور سکون نہ ملتا اور پیہم رات رہتی تو کسب معاش کے ذرائع میسر نہ ہوتے۔

بلغاریہ اور قطبین میں اوقات نماز

بلغاریہ ایک ایسا علاقہ ہے جہاں بعض ایام میں عشاء کا وقت متحقق نہیں ہوتا اور غروب شمس کے بعد شفق غائب ہونے سے پہلے فجر ہو جاتی ہے آیا وہاں کے لوگ عشاء کی نماز قضاء کر کے پڑھیں یا صرف چار فرض پڑھیں۔ فقہاء نے اس مسئلہ میں طویل بحث کی ہے تحقیق یہ ہے کہ ان لوگوں پر عشاء کی نماز فرض نہیں ہے کیونکہ انہوں نے عشاء کا وقت نہیں پایا۔ قرآن کریم میں ہے:

ان الصلوٰة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا۔ (النساء: ۱۰۳)

مسلمانوں پر مقرر وقتوں میں نماز فرض کی گئی ہے۔

اور عشاء کا وقت غروب آفتاب کے ایک گھنٹہ ۱۸ منٹ بعد متحقق ہوتا ہے جب شفق کی سفیدی غائب ہونے کے بعد مکمل اندھیرا چھا جاتا ہے اہل بلغاریہ نے جب عشاء کا وقت پایا ہی نہیں تو ان پر عشاء کی نماز فرض ہے نہ اس کے قضاء کرنے کی حاجت ہے۔ اسی طرح قطبین کے بارے میں بھی سوال کیا جاتا ہے کہ وہاں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے آیا وہاں کے لوگ ایک دن اور ایک رات میں کتنی نمازیں پڑھیں گے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ قاعدہ شرعیہ کے مطابق ان پر ایک دن اور ایک رات میں صرف پانچ نمازیں فرض ہوں گی طلوع فجر کے بعد صبح کی نماز اور جب سورج نصف النہار سے ڈھل جائے تو ظہر کی نماز فرض ہوگی خواہ یہ وقت کتنی ماہ بعد آئے اور دو مثل سایہ کے بعد عصر، غروب آفتاب کے بعد مغرب اور غروب شفق کے بعد عشاء فرض ہوگی خواہ ان اوقات کے درمیان کئی کئی ماہ کا وقفہ ہو۔

حدیث دجال کی تحقیق

بعض علماء حدیث دجال پر قیاس کر کے کہتے ہیں کہ ان پر ایک سال کی نماز فرض ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا:

يا رسول الله وما لبثه في الارض قال اربعون يوما يوم كسنة ويوم كشهر ويوم كجمعة وسائر ايامه كايامكم قلنا يا رسول الله فذلك اليوم الذي كسنة أيكفينا فيه صلاة يوم قال لا اقدروا له قدره[1]

یا رسول اللہ دجال کتنا عرصہ زمین میں ٹھہرے گا آپ نے فرمایا چالیس دن، ایک دن ایک سال جتنا ہوگا اور ایک دن ایک ماہ جتنا اور ایک دن ایک ہفتہ جتنا باقی دن عام دنوں کی طرح ہوں گے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! جو دن ایک سال کے برابر ہوگا کیا اس دن ہمیں ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی آپ نے فرمایا نہیں تم ایک سال (کی نمازوں) کا اندازہ کر کے (ایک دن میں) نماز پڑھنا۔

اس حدیث کی رو سے بعض علماء کہتے ہیں قطبین میں بھی اسی حدیث پر قیاس کرتے ہوئے ایک دن اور ایک رات میں ایک سال کی نمازیں گھڑی کے حساب سے نمازوں کا وقفہ مقرر کر کے پڑھنی چاہئیں لیکن یہ قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ زمانہ دجال میں

---

[1] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۴۷۳ مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

جو ایک دن سال بھر کے برابر ہوگا اس میں ایک سال کے دن اور راتیں پائی جائیں گی اس دن میں ایک سال کے طلوع اور غروب، اندھیرے اور اُجالے متحقق ہوں گے لیکن دجال لوگوں پر اس طرح سحر کر دے گا کہ انھیں سورج کے متعدد طلوع اور غروب اور سورج اور چاند کی ایک سالہ گردش نظر نہیں آئے گی نہ راتوں کے متعدد اندھیرے انھیں محسوس ہوں گے اور وہ ایک سال کے لیل و نہار کو ایک دن خیال کریں گے۔ ملا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں:

وقد تبين لنا باخبار الصادق المصدوق صلوات الله تعالى وسلامه عليه ان الدجال يبعث معه من الشبهات ويفيض على يديه من التمويهات ما يسلب عن ذوي العقول عقولهم ويخطف من ذوي الابصار ابصارهم فمن ذلك تسخير الشياطين له ومجيئه بجنة ونار واحياء الميت على حسب ما يدعيه وتقويته على من يريد اضلاله تارة بالمطر والعشب وتارة بالازمة والجدب ثم لا خفاء بانه اسحر الناس فلم يستقم لنا تاويل هذا القول الا ان نقول انه ياخذ باسماع الناس وابصارهم حتى يخيل اليهم ان الزمان قد استمر على حالة واحدة اسفار بلا ظلام وصباح بلا مساء يحسبون ان الليل لا يمد عليهم رواقه وان الشمس لا تطوي عنهم ضياءها فيبقون في حيرة والتباس من امتداد الزمان ويدخل عليهم دواخل باختفاء الايات الظاهرة في اختلاف الليل والنهار فامرهم ان يجتهدوا عند مصادمة تلك الاحوال ويقدروا لكل صلوة قدرها الى ان يكشف الله عنهم تلك الغمة هذا الذي اهتدينا اليه من التاويل والله الموفق لاصابة الحق وهو حسبنا ونعم الوكيل۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ہمیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ دجال کو ایسے شبہات دے کر بھیجا جائیگا اور اس کے ہاتھوں سے ایسی ملمع کاری بکثرت ظاہر ہوگی جس سے عقل والوں کی عقل مسلوب ہو جائے گی اور ارباب بصیرت کی آنکھیں چپٹ ہو جائیں گی۔ ان احادیث میں سے بعض میں بیان ہے کہ شیاطین اس کے تابع ہو جائیں گے وہ جنت اور نار کو لیکر آئے گا اپنے دعویٰ کے مطابق لوگوں کو مارے گا اور جلائے گا کبھی بارش اور سبزہ کی فراوانی سے اور کبھی خشک سالی اور قحط سے لوگوں کو گمراہ کرنے کی طاقت رکھے گا بلاشبہ وہ سب سے بڑا جادوگر ہے لہٰذا اس حدیث کی یہی تاویل ہو سکتی ہے کہ وہ لوگوں کی سماعت اور بصارت کو سلب کرے گا حتیٰ کہ ان کے دلوں میں یہ خیال ڈالے گا کہ زمانہ ایک حالت پر قائم ہے بغیر اندھیرے کے روشنی ہے اور بغیر شام کے صبح ہے لوگ گمان کریں گے کہ رات نے اپنا سائبان ان پر نہیں بچھایا اور سورج نے اپنی روشنی ان سے منقطع نہیں کی وہ زمانہ کے طول سے حیران ہوں گے اور دن اور رات کے اختلاف کی نشانیاں ان سے مخفی رہیں گی ان احوال کے پیش آنے پر آپ نے لوگوں کو اجتہاد کا حکم دیا اور فرمایا ہر نماز کے بعد دوسری نماز کو وقفہ میں کر کے نمازیں پڑھو حتیٰ کہ دن اور رات کا اشتباہ تم سے دور ہو جائے۔ یہ وہ تاویل ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی اور وہی حق تک پہنچانے کی توفیق دینے والا ہے وہی ہمیں کافی ہے اور بہتر کارساز ہے۔

[1] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ مرقاۃ ج ۱۰ ص ۱۹۵ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۲ھ

ملا علی قاری کی اس طویل عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ دجال کے زمانہ میں ایک سال کے دن اور رات برابر آتے رہیں گے لیکن دجال کی ملمع کاری کی وجہ سے لوگوں کو دن اور رات کا آنا جانا معلوم نہیں ہو سکے گا۔ برخلاف قطبین کے کہ وہاں حقیقتہً ایک سال کا دن اور رات ہوتی ہے۔ قطبین کے ایام کو دجال کے ایام پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

ثانیاً اگر دجال کے زمانہ میں بھی حقیقتہً ایک سال کا دن ہو تو یہ حدیث خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد میں منحصر رہے گی اور قطبین کے ایام کو اس پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہو گا۔ علامہ شامی فرماتے ہیں:

والقیاس علی ما فی حدیث الدجال غیر صحیح لانہ لا مدخل للقیاس فی وضع الاسباب و لئن سلم فانما ھو فیما لا یکون علی خلاف القیاس والحدیث ورد علی خلاف القیاس فقد نقل الشیخ اکمل الدین فی شرح المشارق عن القاضی عیاض انہ قال ھذا حکم مخصوص بذلک الزمان شرعہ لنا صاحب الشرع ولو وکلنا فیہ لاجتھادنا لکانت الصلوۃ فیہ عند الاوقات المعروفۃ و لکتفینا بالصلوات الخمس۔ [1]

حدیث دجال پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اسباب مقرر کرنے میں قیاس کا دخل نہیں ہے اور اگر مان لیا جائے تو اس صورت پر محمول ہو گا جو خلاف قیاس نہ ہو اور حدیث خلاف قیاس ہے کیونکہ شیخ اکمل الدین نے شرح مشارق میں قاضی عیاض سے نقل کیا ہے کہ یہ حکم دجال کے زمانہ کے ساتھ خاص ہے جس کو شارع علیہ السلام نے ہمارے لیے مقرر فرمایا ہے۔ اور اس معاملہ میں اگر ہم اجتہاد کرتے تو اوقات معروفہ میں نماز پڑھتے اور پانچ نمازوں پر اکتفا کرتے۔

علامہ شامی کی اس عبارت کی تفصیل یہ ہے کہ اوقات نماز کا شریعت میں قاعدہ یہ ہے کہ سورج کے طلوع سے پہلے فجر، نصف النہار سے زوال تک کے بعد ظہر، دو مثل سایہ ہونے کے بعد عصر، غروب آفتاب کے بعد مغرب اور شفق غائب ہونے کے بعد عشاء پڑھی جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی قاعدہ کی تعلیم دی ہے لہٰذا طلوع آفتاب کے بعد اور نصف النہار سے پہلے فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء پڑھنا غیر معقول اور خلاف قیاس ہے۔ دجال کے زمانہ میں جب ایک دن ایک سال کا ہو گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت بالخصوص اس دن میں ایک سال کی نمازیں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن کے لیے یہ حکم نہ دیتے تو ہم قاعدہ کے مطابق اس دن ایک دن کی نمازیں ہی پڑھتے۔ چونکہ ایام دجال کے علاوہ آپ نے کسی اور دن کے لیے یہ ہدایت نہیں دی ہے اس لیے باقی دنوں میں نماز اپنے قاعدہ کے مطابق پڑھی جائے گی اس لیے قطبین میں ایک دن اور ایک رات میں پانچ نمازیں ہی فرض ہیں خواہ وہ دن اور رات ایک سال کا ہی کیوں نہ ہو۔

قطبین میں ایک دن اور ایک رات میں صرف پانچ نمازیں فرض ہونے پر دلیل یہ ہے کہ احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت پر ایک دن اور ایک رات میں پانچ نمازیں ہی فرض کی ہیں کما غیر۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہے:

ان الصلوۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا۔ (النساء: ۱۰۳)

مسلمانوں پر مقررہ وقتوں میں نماز فرض کی گئی ہے۔

اور جب قطبین میں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہو گی تو یہ مقررہ اوقات وہاں صرف پانچ بار ہی آئیں گے ورنہ طلوع آفتاب کے

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۴۲، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

بعد اور نصف النہار سے پہلے فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء پڑھنا لازم آئیگا جو کہ نہ صرف خلاف قاعدہ شرعیہ ہے بلکہ قرآن کریم کی اس نص صریح احادیث متواترہ اور اجماع امت کے خلاف ہے اور شریعت پر اپنی طرف سے زیادتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔

ایک نماز پڑھنے کے بعد اسی نماز کا وقت دوسرے شہر میں

آج کل نئی نئی ایجادات کے سامنے آنے سے نئے نئے مسائل کھڑے ہو گئے ہیں۔ بعض اوقات یہ صورت پیش آتی ہے کہ ایک شخص مثلاً عصر کی نماز پڑھ کر طیارہ میں سوار ہوتا ہے اور دوسرے شہر میں جب طیارہ اترتا ہے تو وہاں ابھی ظہر کا وقت ہوتا ہے اور اس کے جانے کے بعد عصر کا وقت آتا ہے آیا وہ شخص عصر کی نماز وہاں دوبارہ پڑھے گا یا نہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اسے عصر دوبارہ پڑھنا ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا۔ (النساء: ۱۰۳)

مسلمانوں پر مقررہ وقتوں میں نماز فرض کی گئی ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ نماز وقت آنے پر فرض ہوجاتی ہے لہٰذا جب اس نے دوسرے شہر میں وقت عصر پایا تو اسے دوبارہ نماز پڑھنا ہوگی لیکن یہ رائے صحیح نہیں ہے۔ ایک دن میں وقت آنے کے بعد نماز صرف ایک بار فرض ہوتی ہے۔ مثلاً جب کوئی شخص ظہر کی نماز وقت آنے پر پڑھ لیتا ہے تو نماز پڑھنے کے بعد تین چار گھنٹے تک ظہر کا وقت اور نماز پڑھنے کا سبب قائم رہتا ہے لیکن چونکہ وہ اس دن کی ظہر پڑھ چکا ہے اس لیے اس پر ظہر دوبارہ فرض نہیں ہے اسی طرح جو شخص عصر پڑھ کر بذریعہ طیارہ دوسرے شہر پہنچا اور وہاں وقت عصر دوبارہ پایا تو اس پر وہ عصر فرض نہیں ہوگی کیونکہ اس دن کی عصر وہ ادا کر چکا ہے اور حدیث متواتر اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر دن رات میں صرف پانچ نمازیں فرض کی ہیں اگر وہ اس شہر میں دوبارہ عصر پڑھے گا تو ایک دن میں چھ فرض ہو جائیں گے اور یہ حدیث متواتر اور اجماع امت دونوں کے خلاف ہے اور شریعت پر زیادتی کے مترادف ہے۔

ایک شہر میں روزے رکھنے کے بعد دوسرے شہر میں ایام رمضان پانا۔

اسی طرح ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ ایک شخص سعودی عرب میں تیس روزے رکھ کر پاکستان آیا اور یہاں ابھی رمضان کی اٹھائیس یا انتیس تاریخ تھی اب وہ شخص پاکستان آکر مزید روزے رکھے گا یا نہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس پر روزے رکھنا فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ۔ (البقرہ: ۱۸۵)

تم میں سے جو شخص رمضان کو پائے وہ روزے رکھے۔

اور حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۔

[1] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ جامع ترمذی ص ۱۴۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

قرآن مجید اور اس حدیث کی تصریح کے مطابق جس شخص نے سعودی عرب سے آکر پاکستان میں رمضان پالیا وہ روزے رکھے گا اور جب تک عید کا چاند نہیں دیکھے گا روزے نہیں چھوڑے گا اور بعض علماء کی یہ رائے صحیح نہیں ہے کہ جس شخص نے سعودی عرب میں رویت ہلال کے ثبوت شرعی کے بعد روزے رکھنے شروع کیے اور تیس روزے پورے کر لیے وہ روزوں کا مکلف نہیں رہا۔ اس مسئلہ کی پوری تشریح اور تحقیق ہم نے کتاب الصیام میں کر دی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۲۸۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَخَّرَ الْعَصْرَ شَيْئًا فَقَالَ لَهُ عُرْوَةُ اَمَا اِنَّ جِبْرِيْلَ قَدْ نَزَلَ فَصَلّٰى اَمَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ اِعْلَمْ مَا تَقُوْلُ يَا عُرْوَةُ فَقَالَ سَمِعْتُ بَشِيْرَ بْنَ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَاَمَّنِيْ فَصَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ يَحْسُبُ بِاَصَابِعِهٖ خَمْسَ صَلَوَاتٍ۔

ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں کہ ایک دن عمر بن عبد العزیز نے عصر کی نماز تاخیر سے پڑھی تو عروہ نے ان سے کہا جبریل امین نازل ہوئے اور انھوں نے نماز پڑھی درآں حالیکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امام تھے۔ عمر بن عبد العزیز نے کہا اے عروہ! کیا کہہ رہے ہو؟ عروہ نے کہا میں نے بشیر بن ابی مسعود سے سنا انھوں نے حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نازل ہوئے اور انھوں نے امام بن کر نماز پڑھائی میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی، وہ پانچ نمازوں کا اپنی انگلیوں سے شمار کرتے تھے۔

ف: جبرائیل کا امام ہونا اس وجہ سے نہ تھا کہ وہ سرکار سے افضل تھے بلکہ اس لیے تھا تاکہ آپ کی زندگی میں مقتدی ہونے کا بھی نمونہ ہو۔ (سعیدی)

۱۲۸۱ - اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَخَّرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا فَدَخَلَ عَلَيْهِ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ اَخَّرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا وَّهُوَ بِالْكُوْفَةِ فَدَخَلَ عَلَيْهِ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيُّ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا مُغِيْرَةُ اَلَيْسَ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ جِبْرِيْلَ نَزَلَ فَصَلّٰى وَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى فَصَلّٰى

ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں ایک دن عمر بن عبد العزیز نے عصر کی نماز میں تاخیر کی، ان کے پاس عروہ بن زبیر تشریف لائے اور فرمایا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک دن عصر کی نماز میں تاخیر کر دی تو ان کے پاس حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور کہا مغیرہ یہ کیا کیا؟ کیا تم نہیں جانتے کہ جبریل امین نازل ہوئے تھے، انھوں نے نماز پڑھی اور حضور نے (ان کی اقتداء میں) نماز پڑھی پھر انھوں نے نماز پڑھی اور حضور نے بھی نماز پڑھی، پھر انھوں نے نماز پڑھی اور حضور نے بھی نماز پڑھی، پھر انھوں نے نماز پڑھی اور حضور

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى فَصَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بِهٰذَا أُمِرْتُ فَقَالَ عُمَرُ لِعُرْوَةَ انْظُرْ مَا تُحَدِّثُ يَا عُرْوَةُ أَوَ إِنَّ جِبْرِيلَ هُوَ أَقَامَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْتَ الصَّلٰوةِ فَقَالَ عُرْوَةُ كَذٰلِكَ كَانَ بَشِيرُ بْنُ أَبِي مَسْعُودٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ عُرْوَةُ وَلَقَدْ حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ الْفَيْءُ ۔

نے بھی نماز پڑھی، پھر انھوں نے نماز پڑھی اور حضور نے بھی نماز پڑھی، پھر جبریل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ کو ان نمازوں کا حکم دیا گیا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا: اے عروہ! دیکھو تم کیا بیان کر رہے ہو! کیا جبریل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اوقات نماز کی تعلیم دی تھی۔ عروہ نے کہا بشیر بن ابی مسعود اپنے باپ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں نیز عروہ نے کہا مجھ سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے، دراں حالیکہ دھوپ ان کے صحن میں ہوتی تھی اور سایہ ظاہر نہ ہوتا تھا۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم کا فرض ہے کہ امراء اگر غلط کام کریں تو ان کو ٹوک دیں جیسے عروہ نے عمر بن عبدالعزیز کو ٹوک دیا اگرچہ انھوں نے صرف وقت مستحب سے تاخیر کی تھی۔

۱۲۸۲ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ عَمْرٌو نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ فِي حُجْرَتِي لَمْ يَفِئِ الْفَيْءُ بَعْدُ وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ بَعْدُ ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے تھے دراں حالیکہ میرے حجرہ میں سورج چمک رہا ہوتا تھا اور ابھی تک دھوپ بند نہیں ہوتی تھی۔

ف: حضرت عائشہ کے حجرہ کی دیواریں چھوٹی تھیں اس لیے دیر تک ان کے حجرہ میں دھوپ رہتی تھی ان احادیث کا یہ مطلب نہیں کہ عصر کا وقت ایک مثل سایہ کے بعد شروع ہوتا ہے۔ (سعیدی)

۱۲۸۳ ۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ مِنْ حُجْرَتِهَا ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے تھے اور دھوپ صحن میں ہوتی تھی دیواروں پر اس وقت تک نہیں چڑھتی تھی۔

۱۲۸۴ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ وَاقِعَةٌ فِي حُجْرَتِي ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے تھے دراں حالیکہ دھوپ میرے حجرہ میں ہوتی تھی۔

۱۲۸۵ - حَدَّثَنِيْ اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا نَا مُعَاذٌ وَّهُوَ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا صَلَّيْتُمُ الْفَجْرَ فَاِنَّهٗ وَقْتٌ اِلٰى اَنْ يَّطْلُعَ قَرْنُ الشَّمْسِ الْاَوَّلُ ثُمَّ اِذَا صَلَّيْتُمُ الظُّهْرَ فَاِنَّهٗ وَقْتٌ اِلٰى اَنْ يَّحْضُرَ الْعَصْرُ فَاِذَا صَلَّيْتُمُ الْعَصْرَ فَاِنَّهٗ وَقْتٌ اِلٰى اَنْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ فَاِذَا صَلَّيْتُمُ الْمَغْرِبَ فَاِنَّهٗ وَقْتٌ اِلٰى اَنْ يَّسْقُطَ الشَّفَقُ فَاِذَا صَلَّيْتُمُ الْعِشَآءَ فَاِنَّهٗ وَقْتٌ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اس وقت تک صبح کا وقت رہتا ہے جب تک سورج کا بالائی کنارہ طلوع نہ ہو اور ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد عصر تک اس کا وقت رہتا ہے اور عصر کی نماز پڑھنے کے بعد جب تک سورج پیلا نہ پڑ جائے اس کا وقت رہتا ہے اور مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد شفق کے غائب ہونے تک اس کا وقت باقی رہتا ہے اور عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد آدھی رات تک اس کا (مستحب) وقت باقی رہتا ہے۔

۱۲۸۶ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ وَاسْمُهٗ يَحْيَى بْنُ مَالِكٍ الْاَزْدِيُّ وَيُقَالُ الْمَرَاغِيُّ وَالْمَرَاغُ حَيٌّ مِّنَ الْاَزْدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَقْتُ الظُّهْرِ مَا لَمْ يَحْضُرِ الْعَصْرُ وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ وَوَقْتُ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ يَسْقُطْ ثَوْرُ الشَّفَقِ وَوَقْتُ الْعِشَآءِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ وَوَقْتُ الْفَجْرِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عصر شروع ہونے تک ظہر کا وقت باقی رہتا ہے اور آفتاب زرد ہونے تک عصر کا وقت باقی رہتا ہے اور شفق کی تیزی مدھم پڑنے تک مغرب کا وقت باقی رہتا ہے اور عشاء کا (مستحب) وقت آدھی رات تک اور طلوع آفتاب تک صبح کا وقت باقی رہتا ہے۔

۱۲۸۷ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ اَبِيْ بُكَيْرٍ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِيْ حَدِيْثِهِمَا قَالَ شُعْبَةُ رَفَعَهٗ مَرَّةً وَّلَمْ يَرْفَعْهُ مَرَّتَيْنِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۲۸۸ - وَحَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ نَا هَمَّامٌ قَالَ نَا قَتَادَةُ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَقْتُ الظُّهْرِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُوْلِهٖ مَا لَمْ يَحْضُرِ الْعَصْرُ وَوَقْتُ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظہر کی نماز کا وقت سورج ڈھل جانے کے بعد ہوتا ہے جب آدمی کا سایہ طول میں اس کے برابر ہو جائے اور عصر کی نماز کا وقت شروع ہونے تک ظہر کا وقت رہتا ہے اور عصر کا وقت آفتاب

الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ الْاَوْسَطِ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَأَمْسِكْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطٰنِ۔

کے پیلے پڑ جانے تک رہتا ہے اور مغرب کی نماز کا وقت شفق کے غائب ہونے تک رہتا ہے اور عشاء کی نماز کا (مستحب) وقت درمیانی رات کے نصف تک ہوتا ہے اور صبح کی نماز کا وقت طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک رہتا ہے۔ جب سورج طلوع ہو جائے تو نماز سے الگ ہو جاؤ کیونکہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔

ف: اس جگہ یہ اشکال ہے کہ طلوع شمس تو ہر وقت کسی نہ کسی جگہ ہو رہا ہے تو شیطان کا کیا یہی کام ہے کہ وہ سورج کے ساتھ ساتھ پھرتا رہے اس کا جواب یہ ہے کہ شیطان کی بے شمار ذریات ہیں اس لیے ہو سکتا ہے کہ اس نے اس کام پر اپنے کسی نائب کی ڈیوٹی لگا دی ہو۔ (سعیدی)

۱۲۸۹ - وَحَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ يُوْسُفَ الْاَزْدِيُّ قَالَ نَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَزِيْنٍ قَالَ نَا إِبْرَاهِيْمُ يَعْنِي ابْنَ طَهْمَانَ عَنِ الْحَجَّاجِ وَهُوَ ابْنُ الْحَجَّاجِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّهُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَقْتِ الصَّلَوَاتِ فَقَالَ وَقْتُ صَلٰوةِ الْفَجْرِ مَا لَمْ يَطْلُعْ قَرْنُ الشَّمْسِ الْاَوَّلُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الظُّهْرِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ عَنْ بَطْنِ السَّمَآءِ مَا لَمْ يَحْضُرِ الْعَصْرُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ وَيَسْقُطْ قَرْنُهَا الْاَوَّلُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ مَا لَمْ يَسْقُطِ الشَّفَقُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازوں کے اوقات پوچھے گئے آپ نے فرمایا صبح کی نماز کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک سورج کا اوپر کا کنارہ نہ نکلے اور ظہر کی نماز کا وقت سورج ڈھلنے کے بعد سے عصر تک رہتا ہے جب تک سورج پیلا نہ پڑ جائے عصر کی نماز کا وقت ہے اور غروب آفتاب سے لیکر شفق غائب ہونے تک مغرب کی نماز کا وقت ہے اور عشاء کی نماز کا (مستحب) وقت آدھی رات تک ہے۔

۱۲۹۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَحْيَى ابْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِيْ يَقُوْلُ لَا يُسْتَطَاعُ الْعِلْمُ بِرَاحَةِ الْجِسْمِ۔

یحییٰ بن ابی کثیر بیان کرتے ہیں کہ علم آرام طلبی سے حاصل نہیں ہوتا۔

۱۲۹۱ - حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ كِلَاهُمَا عَنِ الْاَزْرَقِ قَالَ زُهَيْرٌ نَا إِسْحٰقُ ابْنُ يُوْسُفَ الْاَزْرَقُ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے نماز کا وقت پوچھا آپ نے فرمایا تم دو روز ہمارے ساتھ نماز پڑھ کر دیکھو۔ جب

عن سليمان بن بريدة عن أبيه عن النبي صلى الله عليه وسلم أن رجلا سأله عن وقت الصلوة فقال له صل معنا هذين يعني اليومين فلما زالت الشمس أمر بلالا فأذن ثم أمره فأقام الظهر ثم أمره فأقام العصر والشمس مرتفعة بيضاء نقية ثم أمره فأقام المغرب حين غابت الشمس ثم أمره فأقام العشاء حين غاب الشفق ثم أمره فأقام الفجر حين طلع الفجر فلما أن كان اليوم الثاني أمره فأبرد بالظهر فأبرد بها فأنعم أن يبرد بها وصلى العصر والشمس مرتفعة أخرها فوق الذي كان وصلى المغرب قبل أن يغيب الشفق وصلى العشاء بعد ما ذهب ثلث الليل وصلى الفجر فأسفر بها ثم قال أين السائل عن وقت الصلوة فقال الرجل أنا يا رسول الله قال وقت صلوتكم بين ما رأيتم۔

آفتاب نصف النہار سے ڈھل گیا تو آپ نے حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا، اذان کے بعد آپ نے اقامت کا حکم دیا اس کے بعد ابھی سورج بلند اور سفید تھا تو عصر کی اقامت کہی پھر آفتاب غروب ہونے کے بعد مغرب کی اقامت کہی، پھر شفق غائب ہونے کے بعد عشاء کی اقامت کہی پھر طلوع فجر کے بعد فجر کی اقامت کہی، دوسرے دن آپ نے ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا اور ظہر خوب ٹھنڈے وقت میں پڑھی گئی اور پہلے دن سے مؤخر کر کے عصر کی نماز پڑھی جس وقت سورج بلند تھا اور شفق غائب ہونے سے پہلے مغرب کی نماز پڑھی اور تہائی رات کے بعد عشاء کی نماز پڑھی اور سفیدی پھیل جانے کے بعد فجر کی نماز پڑھی پھر فرمایا وہ شخص کہاں ہے جو اوقات نماز پوچھ رہا تھا، اس شخص نے کہا حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جو اوقات تم نے دیکھے ان کے درمیان تمہاری نمازوں کا وقت ہے۔

۱۲۹۲ - حدثني إبراهيم بن محمد بن عرعرة السامي قال نا حرمي بن عمارة قال نا شعبة عن علقمة بن مرثد عن سليمان بن بريدة عن أبيه أن رجلا أتى النبي صلى الله عليه وسلم فسأله عن مواقيت الصلوة فقال اشهد معنا الصلوة فأمر بلالا فأذن بغلس فصلى الصبح حين طلع الفجر ثم أمره بالظهر حين زالت الشمس عن بطن السماء ثم أمره بالعصر والشمس مرتفعة ثم أمره بالمغرب حين وجبت الشمس ثم أمره بالعشاء حين وقع الشفق ثم أمره الغد فنور بالصبح ثم أمره بالظهر فأبرد ثم أمره بالعصر والشمس بيضاء نقية لم تخالطها صفرة ثم أمره بالمغرب قبل أن يقع الشفق ثم أمره بالعشاء عند ذهاب ثلث الليل أو بعضه شك حرمي فلما أصبح قال أين السائل ما بين ما رأيت وقت۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور نمازوں کے اوقات دریافت کیے آپ نے فرمایا تم ہمارے ساتھ نماز پڑھو، پھر بلال کو صبح اندھیرے اذان دینے کا حکم دیا پھر طلوع فجر ہوتے ہی صبح کی نماز پڑھی پھر جب آفتاب وسط آسمان سے ڈھل گیا تو ظہر کا حکم دیا اور ابھی سورج بلند تھا تو عصر کا حکم دیا، سورج غروب ہونے کے بعد مغرب کا حکم دیا اور شفق غائب ہونے کے بعد عشاء کا حکم دیا پھر دوسرے دن سفیدی پھیلنے کے بعد فجر کا حکم دیا، ٹھنڈا وقت کر کے ظہر کا حکم دیا اور عصر کا اس وقت حکم دیا جب سورج سفید اور چمکدار تھا اور اس میں پیلاہٹ نہیں آئی تھی اور شفق غائب ہونے سے پہلے مغرب پڑھنے کا حکم دیا اور تہائی شب گزر جانے یا قدرے کم وقت کے بعد عشاء کا حکم دیا (یہ راوی کا شک ہے) پھر صبح کے وقت فرمایا سائل کہاں ہے اور فرمایا جو تم نے دیکھا اس کے درمیان نماز کا وقت ہے۔

١٢٩٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا بَدْرُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ نَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَتَاهُ سَائِلٌ يَسْأَلُهُ عَنْ مَوَاقِيتِ الصَّلٰوةِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ شَيْئًا قَالَ فَأَقَامَ الْفَجْرَ حِينَ انْشَقَّ الْفَجْرُ وَالنَّاسُ لَا يَكَادُ يَعْرِفُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ بِالظُّهْرِ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَالْقَائِلُ يَقُولُ قَدِ انْتَصَفَ النَّهَارُ وَهُوَ كَانَ أَعْلَمَ مِنْهُمْ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ بِالْعَصْرِ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ بِالْمَغْرِبِ حِينَ وَقَعَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الْعِشَاءَ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ أَخَّرَ الْفَجْرَ مِنَ الْغَدِ حَتّٰى انْصَرَفَ مِنْهَا وَالْقَائِلُ يَقُولُ قَدْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ أَوْ كَادَتْ ثُمَّ أَخَّرَ الظُّهْرَ حَتّٰى كَانَ قَرِيبًا مِنْ وَقْتِ الْعَصْرِ بِالْأَمْسِ ثُمَّ أَخَّرَ الْعَصْرَ حَتّٰى انْصَرَفَ مِنْهَا وَالْقَائِلُ يَقُولُ قَدِ احْمَرَّتِ الشَّمْسُ ثُمَّ أَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتّٰى كَانَ عِنْدَ سُقُوطِ الشَّفَقِ ثُمَّ أَخَّرَ الْعِشَاءَ حَتّٰى كَانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ ثُمَّ أَصْبَحَ فَدَعَا السَّائِلَ فَقَالَ الْوَقْتُ مَا بَيْنَ هٰذَيْنِ۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آکر نمازوں کے اوقات پوچھے آپ نے اس وقت کوئی جواب نہیں دیا۔ راوی کہتے ہیں آپ نے طلوع فجر کے بعد صبح کی نماز پڑھائی۔ اس وقت (اندھیرے کی وجہ سے) لوگ ایک دوسرے کو پہچان نہیں پا رہے تھے۔ پھر سورج ڈھل جانے کے بعد ظہر پڑھائی کہنے والا کہتا تھا نصف النہار ہو چکا ہے اور آپ اس کو خوب جانتے تھے پھر ابھی سورج بلند تھا تو آپ نے عصر کی نماز پڑھائی اور سورج غروب ہونے کے بعد مغرب کی نماز پڑھائی اور شفق غائب ہو جانے کے بعد عشاء کی نماز پڑھائی پھر دوسرے دن فجر کی نماز اس قدر دیر سے پڑھائی کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد کہنے والے کہتے تھے کہ سورج نکل چکا ہے یا نکلنے والا ہے پھر ظہر کی نماز پہلے روز کی عصر کے قریب پڑھائی پھر عصر کی نماز اس قدر تاخیر سے پڑھائی کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد کہنے والے کہتے تھے کہ سورج پیلا پڑ گیا پھر مغرب کی نماز اس قدر تاخیر سے پڑھائی کہ شفق ڈوبنے کے قریب ہو گئی پھر عشاء کی نماز تہائی رات کے اول وقت میں پڑھائی۔ صبح آپ نے سائل کو بلا کر فرمایا ان دو وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے۔

١٢٩٤ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ بَدْرِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوسٰى سَمِعَهُ مِنْهُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ سَائِلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنْ مَوَاقِيتِ الصَّلٰوةِ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ قَبْلَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي۔

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت منقول ہے لیکن اس میں یہ ہے کہ مغرب کی نماز دوسرے دن غروب شفق سے پہلے پڑھائی۔

ف: اس باب کی احادیث میں اوقات خمسہ اجمالاً بیان کیے گئے ہیں۔ آئندہ ابواب میں ہر نماز کا علیحدہ وقت ذکر کیا گیا ہے اور اسی جگہ ہم بیان مذاہب اور ان کی تفصیل اور تحقیق کریں گے۔

بَابُ ۲۱۷ اِسْتِحْبَابِ الْاِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِیْ شِدَّةِ الْحَرِّ لِمَنْ يَمْضِيْ اِلَى جَمَاعَةٍ وَّيَنَالُهُ الْحَرُّ فِيْ طَرِيْقِهِ

گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈے وقت پڑھنے کا استحباب

۱۲۹۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَاَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب گرمی کی شدت ہو تو ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کے سانس کی وجہ سے ہے۔

۱۲۹۶ - وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ اَنَّ ابْنَ شِهَابٍ اَخْبَرَهُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ وَسَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّهُمَا سَمِعَا اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ سَوَاءً۔

ایک اور سند سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔

۱۲۹۷ - وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ وَعَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ وَاَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ عَمْرٌو اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو اَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ وَسَلْمَانَ الْاَغَرِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَ الْيَوْمُ الْحَارُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ قَالَ عَمْرٌو وَحَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَاَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ ذٰلِكَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب گرمی ہو تو ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کے سانس کی وجہ سے ہے۔

۱۲۹۸ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ هٰذَا الْحَرَّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ گرمی دوزخ کے سانس کی وجہ سے ہے لہٰذا نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

۱۲۹۹ - حَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گرمی میں نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کے سانس کی وجہ سے ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْرِدُوْا عَنِ الْحَرِّ فِي الصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ

۱۳۰۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ مُهَاجِرًا اَبَا الْحَسَنِ يُحَدِّثُ اَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ اَذَّنَ مُؤَذِّنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالظُّهْرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْرِدْ اَبْرِدْ اَوْ قَالَ انْتَظِرِ انْتَظِرْ وَقَالَ اِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ حَتّٰى رَاَيْنَا فَيْءَ التُّلُوْلِ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن نے ظہر کی اذان دی تو آپ نے فرمایا ٹھنڈا وقت ہو جانے دو ٹھنڈا وقت ہونے دو یا فرمایا (ذرا) انتظار کرو (ذرا) انتظار کرو اور فرمایا گرمی کی شدت دوزخ کے سانس کی وجہ سے ہے۔ جب گرمی زیادہ ہو تو ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اتنی دیر کی گئی کہ ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھ لیے

۱۳۰۱ - وَحَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لِحَرْمَلَةَ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَكَتِ النَّارُ اِلٰى رَبِّهَا فَقَالَتْ يَا رَبِّ اَكَلَ بَعْضِيْ بَعْضًا فَاَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ فَهُوَ اَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ وَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِيْرِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جہنم کی آگ نے اپنے رب سے شکایت کی اور عرض کیا کہ اے میرے رب میرا بعض حصہ بعض حصے کو کھا گیا، تب اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانس لینے کی اجازت دی۔ ایک سانس سردی میں اور ایک سانس گرمی میں اور سردی اور گرمی کی شدت جو تم محسوس کرتے ہو وہ اس کے سانسوں کی وجہ سے ہے۔

۱۳۰۲ - وَحَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ قَالَ نَا مَعْنٌ قَالَ نَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ مَوْلَى الْاَسْوَدِ بْنِ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَمُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ وَذَكَرَ اَنَّ النَّارَ اشْتَكَتْ اِلٰى رَبِّهَا فَاَذِنَ لَهَا فِيْ كُلِّ عَامٍ بِنَفَسَيْنِ نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب گرمی ہو تو نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے سانس کی وجہ سے ہے اور ذکر کیا کہ جہنم نے اپنے رب سے شکایت کی تو اسے ایک سال میں دو سانس لینے کی اجازت دی ایک سانس سردی میں اور ایک سانس گرمی میں

۱۳۰۳ - وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ نَا حَيْوَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُسَامَةَ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَتِ النَّارُ رَبِّ أَكَلَ بَعْضِيْ بَعْضًا فَأْذَنْ لِيْ أَتَنَفَّسْ فَأَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ فَمَا وَجَدْتُمْ مِنْ بَرْدٍ أَوْ زَمْهَرِيْرٍ فَمِنْ نَفَسِ جَهَنَّمَ وَمَا وَجَدْتُمْ مِنْ حَرٍّ أَوْ حَرُوْرٍ فَمِنْ نَفَسِ جَهَنَّمَ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم نے کہا اے میرے رب! میرے بعض حصہ بعض کو کھا گیا ہے لہٰذا مجھے سانس لینے کی اجازت عطا فرما۔ تب اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانس لینے کی اجازت دی ایک سانس سردی میں اور ایک سانس گرمی میں، تم لوگ جو سردی محسوس کرتے ہو وہ جہنم کے سانس سے ہے اور جو گرمی محسوس کرتے ہو وہ بھی جہنم کے سانس سے ہے۔

ظہر کے آخر وقت میں مذاہب فقہاء

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام ابو یوسف، امام محمد اور داؤد ظاہری کے نزدیک ظہر کا وقت زوال آفتاب سے لیکر ایک مثل سایہ تک رہتا ہے[1]۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بیت اللہ کے نزدیک دو دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امام بن کر نماز پڑھائی۔ پہلے دن جب از زوال آفتاب کے بعد (اصلی) سایہ تسمہ کی مقدار تھا ظہر پڑھائی پھر عصر اس وقت پڑھائی جب ایک مثل سایہ ہوگیا پھر سورج غروب ہونے کے بعد جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے مغرب کی نماز پڑھائی اور شفق غائب ہونے کے بعد عشاء پڑھائی اور طلوع فجر کے بعد جس وقت روزہ دار پر کھانا حرام ہوجاتا ہے فجر کی نماز پڑھائی۔ دوسرے دن ظہر اس وقت پڑھائی جب ایک مثل سایہ ہوگیا جس وقت پہلے دن عصر کی نماز پڑھائی تھی پھر آخری وقت میں مغرب پڑھائی پھر تہائی رات گذرنے کے بعد عشاء کی نماز پڑھائی اور سپیدی پھیل جانے کے بعد فجر کی نماز پڑھائی پھر جبرائیل نے میری طرف متوجہ ہوکر کہا اے محمد! یہ آپ سے پہلے انبیاء کی نمازوں کا وقت ہے اور نمازوں کا وقت ان دو دن کے اوقات کے درمیان ہے[2]۔

ائمہ ثلاثہ کی حدیث کے جوابات

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف سے اس حدیث کا ایک جواب یہ ہے کہ امامت جبرائیل کی یہ حدیث بخاری اور مسلم میں بھی ہے لیکن اس میں ایک مثل سایہ کے وقت عصر پڑھنے کا ذکر نہیں ہے۔ یہ الفاظ صرف ترمذی، ابو داؤد اور نسائی کی روایت میں ہیں اور صحاح کی روایت سنن پر مقدم ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ دوسرے دن ایک مثل سایہ ہونے کے بعد اسوقت ظہر پڑھی جس وقت پہلے دن عصر پڑھی تھی۔ اس لیے یہ حدیث ان احادیث سے منسوخ ہے جن میں ذکر ہے کہ عصر کا وقت ظہر کے بعد شروع ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وقت الظهر ما لم تحضر العصر[3] (ظہر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک عصر کا وقت شروع نہ ہو) اور علامہ نووی کی یہ تاویل صحیح نہیں ہے کہ ایک مثل سایہ کے وقت نماز پڑھنے سے مراد ہے ایک مثل سایہ سے پہلے نماز پڑھی کیونکہ حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں

---

[1] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۴۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۲۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ

دوسرے دن اس وقت ظہر کی نماز پڑھی جس وقت پہلے دن عصر پڑھی تھی۔ یہ صریح الفاظ علامہ نووی کی تاویل کے متحمل نہیں ہیں اور علامہ نووی کی تاویل حدیث کے صریح الفاظ کے خلاف ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے جیسا کہ علامہ ابن ہمام نے فرمایا امامت جبرائیل کا واقعہ ابتداء کا ہے اور بعد کے واقعات سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثل سایہ کے بعد ظہر پڑھی ہے جیسا کہ ہم عنقریب احادیث سے ثابت کریں گے چنانچہ بعد کی ان احادیث سے یہ حدیث منسوخ ہے۔

دو مثل سایہ تک وقت ظہر کا ثبوت

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے اور اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ اس پر مندرجہ ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں۔

(۱) عن ابی ذر قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فاراد المؤذن ان یؤذن فقال لہ ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال لہ ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال لہ ابرد حتی ساوی الظل التلول فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان شدۃ الحر من فیح جہنم۔[۱]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، مؤذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا۔ آپ نے فرمایا ٹھنڈا وقت ہونے دو۔ اس نے پھر اذان دینے کا ارادہ کیا آپ نے پھر فرمایا ٹھنڈا وقت ہونے دو۔ اس نے تیسری بار اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا ٹھنڈا وقت ہونے دو حتی کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا۔ اور آپ نے فرمایا گرمی کی شدت جہنم کے سانس سے ہے۔

یہ حدیث دو وجہوں سے امام اعظم کے مسلک پر دلالت کرتی ہے۔ اولاً یہ کہ آپ نے ایک مثل سایہ کے بعد اذان دینے کی اجازت دی اور نماز بہرحال اس کے کچھ دیر بعد پڑھی جس سے ثابت ہوا کہ ظہر کا وقت ایک مثل سایہ کے بعد رہتا ہے۔ ثانیاً اس وجہ سے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گرمی کی شدت ایک مثل سایہ کے بعد کم ہوتی ہے اور متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ آپ نے فرمایا گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو چنانچہ اس باب کی تمام احادیث میں یہی مذکور ہے کہ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

(۲)۔ عن عبد اللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وقت الظہر اذا زالت الشمس وکان ظل الرجل کطولہ ما لم تحضر العصر۔[۲]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زوال آفتاب کے بعد جب انسان کا سایہ اس کے طول کے برابر ہو جائے تو ظہر کا وقت ہوتا ہے جب تک عصر کا وقت نہ آ جائے۔

یہ حدیث اس مقصد میں بالکل واضح ہے کہ ایک مثل سایہ کے بعد ظہر کا وقت ختم نہیں ہوتا۔

(۳)۔ عن عبد اللہ بن عمر انہ سمع رسول اللہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں

---

[۱] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۸۱ ھ

[۲] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۲۳ مطبوعہ نور محمد 〃 〃 〃 ۱۳۷۵ ھ

صلی اللہ علیہ وسلم یقول انما بقاءکم فیما سلف قبلکم من الامم کما بین صلوٰۃ العصر الی غروب الشمس اوتی اھل التوراۃ التوراۃ فعملوا حتی اذا انتصف النہار عجزوا فاعطوا قیراطا قیراطا ثم اوتی اھل الانجیل الانجیل فعملوا الی صلوٰۃ العصر ثم عجزوا فاعطوا قیراطا قیراطا ثم اوتینا القرآن فعملنا الی غروب الشمس فاعطینا قیراطین قیراطین فقال اھل الکتابین ای ربنا اعطیت ھؤلاء قیراطین قیراطین واعطیتنا قیراطا قیراطا ونحن کنا اکثر عملا قال اللہ عز وجل ھل ظلمتکم من اجرکم من شیء قالوا لا قال ھو فضلی اوتیہ من اشاء۔[1]

سنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا پہلی امتوں کی نسبت تمہارا زمانہ عصر سے غروب آفتاب تک ہے، اہل تورات کو تورات دی گئی اور وہ ظہر تک عمل کرنے کے بعد عاجز آگئے انہیں ایک ایک قیراط دیا گیا پھر اہل انجیل کو انجیل دی گئی انھوں نے عصر تک عمل کیا پھر عاجز آگئے انہیں ایک ایک قیراط دیا گیا۔ پھر ہمیں قرآن دیا گیا اور ہم نے غروب آفتاب تک عمل کیا ہم کو دو دو قیراط دیے گئے تورات اور انجیل والوں نے اعتراض کیا اے اللہ! تُو نے ان کو دو دو قیراط دیے اور ہم کو ایک ایک قیراط دیا حالانکہ ہم نے ان سے زیادہ کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں نے تمہاری اجرت سے کچھ کم کیا ہے۔ انھوں نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ میرا فضل ہے جسے چاہے عطا کر دوں۔

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اہل انجیل جنھوں نے ظہر سے عصر تک کام کیا تھا ان کے کام کا وقت مسلمانوں کی نسبت زیادہ تھا کیونکہ مسلمانوں نے عصر سے مغرب تک کام کیا تھا اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک ہو تب ظہر کا وقت عصر سے زیادہ ہوگا اور اگر ظہر کا وقت ایک مثل سایہ تک ہو تو عصر کا وقت ظہر کے برابر یا زیادہ ہوگا۔

(۴)۔ عن عبد اللہ بن رافع انہ سال اباھریرۃ عن وقت الصلوٰۃ فقال ابوھریرۃ انا اخبرک صل الظھر اذا کان ظلک مثلک والعصر اذا کان ظلک مثلیک والمغرب اذا غربت الشمس والعشاء ما بینک وبین ثلث اللیل وصل الصبح بغلس یعنی الغلس۔[2]

حضرت عبد اللہ بن رافع بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اوقات نماز کے بارے میں سوال کیا، حضرت ابوہریرہ نے فرمایا میں تمہیں بتاتا ہوں جب ایک مثل سایہ ہو تو ظہر کی نماز پڑھو اور جب دو مثل سایہ ہو جائے تو عصر کی نماز پڑھو، مغرب اس وقت پڑھو جب سورج غروب ہو جائے۔ تہائی رات گزر جانے کے بعد عشاء پڑھو اور عند الاندھیرے صبح کی نماز پڑھو

یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے مسلک پر صاف تصریح ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے اور اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ الحمد للہ امام اعظم کا مسلک دلائل سے واضح اور بے غبار ہو گیا۔

بعض شارحین کا تسامح شیخ انور شاہ کشمیری نے ظہر کے وقت کی تحقیق کرتے ہوئے نہایت عجیب بات کہی وہ کہتے ہیں کہ ایک مثل سایہ کے بعد ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور دو مثل سایہ کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۷۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۸۱ھ

[2] امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ موطا امام مالک عربی اردو ص ۴ مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور

ہے اور ایک مثل اور دو مثل کے درمیان کے وقت میں ظہر اور عصر دونوں نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں اور مسافر اور مستحاضہ کو اس درمیانی وقت میں ظہر اور عصر کو جمع کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

عندی ان المثل الاول مختص بالظهر والمثل الثالث بالعصر والثانی یصلح لهما و المطلوب هو الفاصلة بینهما فی العمل ۔[1]

میرے نزدیک مثل اول ظہر کے ساتھ خاص ہے اور مثل ثالث عصر کے ساتھ مختص ہے اور مثل ثانی دونوں نمازوں کی صلاحیت رکھتی ہے اور مطلب یہ ہے کہ عمل کے لحاظ سے دونوں میں فاصلہ ہو

شیخ کشمیری نے یہ تحقیق اس وجہ سے کی کہ ظاہر الروایۃ میں ظہر کا آخر وقت ذکر نہیں ہے البتہ عصر کا اول وقت مثلین ذکر کیا ہے لیکن یہ ذکر نہیں کیا کہ ظہر کا آخر وقت دو مثل سایہ ہے حتیٰ کہ مبسوط سرخسی میں بھی یہ ذکر نہیں ہے[2] لیکن فی الواقع مبسوط سرخسی جو ظاہر الروایہ کی جامع کتاب ہے اس میں یہ ذکر موجود ہے کہ امام اعظم کے نزدیک ظہر کا آخر وقت دو مثل سایہ ہے۔ علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

وروی ابو یوسف عن ابی حنیفة رحمهما الله تعالی انه لا یخرج وقت الظهر حتی یصیر الظل قامتین ۔[3]

امام ابو یوسف، امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ ظہر کا وقت اس وقت تک ختم نہیں ہوتا جب تک کہ سایہ دو مثل نہ ہو جائے۔

اس کے بعد علامہ سرخسی وقت ظہر کے دو مثل تک ہونے پر دلیل قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وابو حنیفة رحمه الله تعالی استدل بالحدیث المعروف قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انما مثلکم ومثل اهل الکتابین من قبلکم کمثل رجل استاجر اجیرا فقال من یعمل لی من الفجر الی الظهر بقیراط فعملت الیهود ثم قال من یعمل لی من الظهر الی العصر بقیراط فعملت النصاری ثم قال من یعمل لی من العصر الی المغرب بقیراطین فعملتم انتم فغضبت الیهود والنصاری وقالوا نحن اکثر عملا واقل اجرا قال الله تعالی فهل نقصت من حقکم

حضرت ابو حنیفہ حدیث مشہور سے استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر گاہ تمہاری اور تم سے پہلے اہل کتاب کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک مزدور کو اجرت پر لیا اور کہا میرے لیے فجر سے ظہر تک ایک قیراط کے عوض کون کام کرے گا تو یہود نے کام کیا پھر کہا ایک قیراط کے عوض ظہر سے عصر تک میرے لیے کون کام کرے گا تو عیسائیوں نے کام کیا پھر کہا کہ دو قیراط کے عوض عصر سے مغرب تک میرے لیے کون کام کرے گا پھر تم نے کام کیا تو یہود و نصاریٰ ناراض ہوئے اور کہا ہم نے کام زیادہ کیا ہے اور اجرت کم ملی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں نے تم کو تمہارے حق سے کم دیا ہے

[1] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ فیض الباری ج ۲ ص ۹۵ مطبوعہ مطبع حجازی قاہرہ، ۱۳۵۷ھ
[2] ء ء ء ء فیض الباری ج ۲ ص ۹۲
[3] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، مبسوط ج ۱ ص ۱۴۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۰ھ

شيئًا قالوا لا قال فهذا فضلي أوتيه من أشاء بين أن المسلمين أقل عملاً من النصارى فدل على أن وقت العصر أقل من وقت الظهر وإنما يكون ذلك إذا امتد وقت الظهر إلى أن يبلغ قامتين وقال صلى الله عليه وسلم أبردوا بالظهر فإن شدة الحر من فيح جهنم وأشد ما يكون من الحر في ديارهم إذا صار ظل كل شيء مثله ولأنا عرفنا دخول وقت الظهر بيقين ووقع الشك في خروجه إذا صار الظل قامة لاختلاف الآثار واليقين لا يزال بالشك[1]

انھوں نے کہا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر یہ میرا فضل ہے جس کو چاہوں عطا کر دوں ____ اس حدیث نے ظاہر کر دیا کہ مسلمانوں کا عمل نصاریٰ سے کم تھا اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عصر کا وقت ظہر سے کم ہوتا ہے اور یہ تب ہوگا جب ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے سانس سے ہے اور دیار عرب میں زیادہ گرمی ایک مثل سایہ کے وقت ہوتی ہے اور اس لیے بھی کہ ہمیں ظہر کے وقت کا داخل ہونا یقین کے ساتھ معلوم ہے اور ایک مثل سایہ کے بعد اس کے خارج ہونے میں اختلاف آثار کی وجہ سے شک پڑ گیا اور یقین شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا۔

علامہ سرخسی نے امام ابو یوسف سے نقل کیا ہے کہ امام اعظم کا مذہب ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے اور اس کو نقل اور عقل سے ثابت کیا ہے اور علامہ سرخسی کی مبسوط ظاہر الروایہ کی حامل ہے پھر ہمیں شیخ کشمیری کی یہ عبارت پڑھ کر حیرت ہوئی: مشہور یہ ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل سایہ کے بعد خارج ہو جاتا ہے اور عصر کا وقت دو مثل کے بعد داخل ہوتا ہے اے میری سمجھ! ان لوگوں نے اس قول کو ظاہر الروایہ کہاں سے بنا دیا کیونکہ ظہر کا آخری وقت نہ جامع صغیر میں ہے نہ کبیر میں نہ زیادات میں نہ مبسوط میں اور سرخسی نے تصریح کی ہے کہ امام محمد نے ظہر کا آخری وقت نہیں بیان کیا۔[2] الخ

بَابُ ۲۱۸ اِسْتِحْبَابِ تَقْدِيمِ الظُّهْرِ فِي أَوَّلِ الْوَقْتِ فِي غَيْرِ شِدَّةِ الْحَرِّ

گرمی نہ ہونے پر ظہر کو اوّل وقت میں پڑھنے کا استحباب

۱۳۰۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ وَابْنِ مَهْدِيٍّ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ نَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب ڈھل جانے کے بعد ظہر کی نماز پڑھاتے تھے۔

---

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ مبسوط ج ۱ ص ۱۴۳ مطبوعہ دار المعرفت بیروت ۱۴۰۰ھ

[2] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ فیض الباری ج ۲ ص ۹۴ مطبوعہ مطبع حجازی قاہرہ ۱۳۵۷ھ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا دَحَضَتِ الشَّمْسُ۔

۱۳۰۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ سَلَّامُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ شَكَوْنَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ فِي الرَّمْضَاءِ فَلَمْ يُشْكِنَا۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گرمی میں نماز کی شکایت کی آپ نے اس شکایت کو دور نہیں فرمایا۔

۱۳۰۶ - وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ وَعَوْنُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ عَوْنٌ أَنَا وَقَالَ ابْنُ يُونُسَ وَاللَّفْظُ لَهُ نَا زُهَيْرٌ قَالَ أَبُو إِسْحٰقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ أَتَيْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ حَرَّ الرَّمْضَاءِ فَلَمْ يُشْكِنَا قَالَ زُهَيْرٌ قُلْتُ لِأَبِي إِسْحٰقَ أَفِي الظُّهْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ أَفِي تَعْجِيلِهَا قَالَ نَعَمْ۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گرمی کی شدت کی شکایت کی۔ آپ نے اس شکایت کو دور نہیں فرمایا۔ زہیر کہتے ہیں میں نے ابی اسحٰق سے کہا کیا ظہر میں؟ کہا ہاں! میں نے کہا ظہر کو جلدی پڑھنے کے لیے کہا تھا؟ کہا ہاں۔

۱۳۰۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ غَالِبٍ الْقَطَّانِ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ فَإِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَحَدُنَا أَنْ يُمَكِّنَ جَبْهَتَهُ مِنَ الْأَرْضِ بَسَطَ ثَوْبَهُ فَسَجَدَ عَلَيْهِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سخت دھوپ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار میں نماز پڑھتے تھے۔ اگر ہم میں سے کسی شخص کے لیے اپنی پیشانی کو سجدہ گاہ پر رکھنا دشوار ہوتا تو وہ اپنا کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کر لیتا۔

اول وقت نماز پڑھنے میں مذاہب اربعہ

ائمہ اربعہ، غیر مقلدین اور تمام اہل علم کے نزدیک شدید گرمی میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا مستحب ہے [۱]۔ امام شافعی گرمیوں کی ظہر کے علاوہ ہر نماز کو اول وقت میں پڑھنا مستحب قرار دیتے ہیں۔ امام مالک کا بھی یہی نظریہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ موت کا کوئی پتا نہیں کس وقت آجائے اس لیے نماز کو اول وقت پڑھنا چاہیے۔ کیونکہ نماز کی ایک رکعت دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے [۲] اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مغرب کی نماز کے علاوہ باقی تمام نمازوں کو وقت مختار میں پڑھنا مستحب ہے [۳] اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک بادل اور برسات میں ظہر اور مغرب کو مؤخر کرنا مستحب ہے۔ بادل اور برسات اور گرمیوں کی ظہر کے علاوہ ہر نماز کو ان کے نزدیک اول وقت پڑھنا مستحب ہے [۴] احناف کے نزدیک بادل اور برسات میں فجر، ظہر اور مغرب میں تاخیر مستحب ہے اور عصر اور عشاء میں تعجیل مستحب ہے [۵]۔ لیکن یہ حکم اس وقت

---

[۱]۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۳۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[۲]۔ علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۰۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[۳]۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۲۰۱-۱۹۷ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[۴]۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۳۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[۵]۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۲۰۲ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

تھا جب گھڑیوں کی ایجاد نہیں ہوئی تھی اور سورج کو دیکھ کر نماز کے وقت کا اندازہ کیا جاتا تھا۔ اب جبکہ گھڑیاں رواج پا چکی ہیں اور گھڑیوں کے حساب سے ہی ایک سال پیشگی سورج کے طلوع، غروب، استواء، زوال، مثل اور دو مثل سایہ کی تمام تفصیلات معلوم ہو جاتی ہیں اس لیے اب نمازوں کو مؤخر کرنا مستحب نہیں ہوگا بلکہ نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھنا ہی مستحب ہوگا۔

متعارض احادیث میں تطبیق

اس باب میں حضرت خباب سے روایت ہے کہ حضور نے گرمی کی شدت کے باوجود تاخیر کی اجازت نہیں دی۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ یہ حدیث باب سابق کی ان احادیث سے منسوخ ہے جن میں آپ نے گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا ہے علامہ نووی فرماتے ہیں کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خباب کی شکایت اس لیے زائل نہ کی ہو کہ انھوں نے ٹھنڈا وقت ہو جانے سے زیادہ تاخیر طلب کی ہو بعض علماء نے ان احادیث میں اس طرح تطبیق کی ہے کہ گرمی میں نماز پڑھنا عزیمت ہے اور ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھنا رخصت ہے۔

نمازی کا اپنے فاضل کپڑے پر سجدہ کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ گرمی کی شدت سے صحابہ اپنے کپڑے (قمیص کا دامن، آستین یا عمامہ کا بل) پر سجدہ کر لیتے تھے۔ امام شافعی کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے الا یہ کہ زمین پر نمازی کے پہنے ہوئے کپڑوں کے علاوہ کوئی کپڑا ہو اور اس پر سجدہ کرے[1]۔ امام مالک کے نزدیک نمازی کا اپنے کپڑے پر سجدہ کرنا مکروہ ہے[2]۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک نمازی کا اپنے کپڑے پر سجدہ کرنا ایک روایت میں جائز ہے اور ایک روایت میں ممنوع ہے[3]۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک گرمی کی وجہ سے نمازی کا اپنے کپڑے پر سجدہ کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ امام اعظم کی دلیل حضرت انس کی حدیث ہے جو باقی تمام ائمہ پر حجت ہے[4]۔

اس باب کا عنوان ہے "گرمی نہ ہونے پر ظہر کو اول وقت میں پڑھنے کا استحباب" حالانکہ اس باب میں تمام ایسی احادیث بیان کی گئی ہیں جن میں گرمی کی شدت کا بیان ہے یہ عناوین امام مسلم کے قائم کیے ہوئے نہیں ہیں کسی اور صاحب علم نے یہ خدمت انجام دی ہے تاہم اس جگہ ان کا تسامح بالکل کھلا ہوا ہے۔

باب ۳۱۹ اسْتِحْبَابِ التَّبْكِيرِ بِالْعَصْرِ — عصر کو اول وقت میں پڑھنے کا استحباب

۱۳۰۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم للنواوی ج ۱ ص ۲۲۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۰۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۳۰۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[4] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۲۶۵ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

وحدثنا محمد بن رمح قال انا الليث عن ابن شهاب عن انس بن مالك انه اخبره ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلي العصر والشمس مرتفعة حية فيذهب الذاهب الى العوالي فياتي العوالي والشمس مرتفعة ولم يذكر قتيبة فياتي العوالي۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے درآں حالیکہ سورج بلند اور تابندہ ہوتا کوئی جانے والا بالائی بستیوں میں جاتا اور وہاں پہنچنے کے بعد بھی سورج تابندہ ہوتا تھا۔ قتیبہ نے اپنی روایت میں بالائی بستیوں کا ذکر نہیں کیا۔

۱۳۰۹۔ وحدثني هارون بن سعيد الايلي قال نا ابن وهب قال اخبرني عمرو عن ابن شهاب عن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلي العصر بمثله سواء۔

ایک اور سند سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

۱۳۱۰۔ حدثنا يحيى بن يحيى قال قرات على مالك عن ابن شهاب عن انس بن مالك قال كنا نصلي العصر ثم يذهب الذاهب الى قباء فياتيهم والشمس مرتفعة۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز عصر پڑھتے پھر کوئی جانے والا قبا کو جاتا اور وہاں پہنچنے کے بعد آفتاب بلند ہوتا تھا۔

۱۳۱۱۔ وحدثنا يحيى بن يحيى قال قرات على مالك عن اسحق بن عبد الله بن ابي طلحة عن انس بن مالك قال كنا نصلي العصر ثم يخرج الانسان الى بني عمرو بن عوف فيجدهم يصلون العصر۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم عصر کی نماز پڑھتے پھر کوئی جانے والا بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں جاتا اور ان لوگوں کو نماز عصر پڑھتے ہوئے پاتا۔

۱۳۱۲۔ وحدثنا يحيى بن ايوب ومحمد بن الصباح وقتيبة بن حجر قالوا نا اسمعيل بن جعفر عن العلاء بن عبد الرحمن انه دخل على انس بن مالك في داره بالبصرة حين انصرف من الظهر وداره بجنب المسجد فلما دخلنا عليه قال اصليتم العصر فقلنا له انما انصرفنا الساعة من الظهر قال فصلوا العصر فقمنا فصلينا فلما انصرفنا قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول تلك صلوة المنافق يجلس يرقب الشمس حتى اذا كانت بين قرني الشيطان قام فنقرها اربعا لا يذكر الله فيها الا

علاء بن عبد الرحمن بیان کرتے ہیں کہ وہ بصرہ میں ظہر کی نماز پڑھ کر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر گئے۔ ان کا گھر مسجد کے پہلو میں تھا جب ہم حضرت انس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے پوچھا کیا تم نے عصر کی نماز پڑھ لی ہے ہم نے کہا ہم تو ابھی ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے ہیں انھوں نے کہا عصر پڑھ لو ہم نے کھڑے ہو کر عصر کی نماز پڑھی جب ہم نماز عصر سے فارغ ہوئے تو حضرت انس نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا یہ منافق کی نماز ہے جو سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے تو وہ کھڑا ہو کر چار ٹھونگیں مارتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت

قَلِيلًا.

تھوڑا کرتا ہے۔

١٣١٣ - وَحَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ أَبِي مُزَاحِمٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ بْنَ سَهْلٍ يَقُولُ صَلَّيْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الظُّهْرَ ثُمَّ خَرَجْنَا حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَوَجَدْنَاهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ فَقُلْنَا يَا عَمِّ مَا هٰذِهِ الصَّلٰوةُ الَّتِي صَلَّيْتَ قَالَ الْعَصْرُ وَهٰذِهِ صَلٰوةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي كُنَّا نُصَلِّي مَعَهُ.

ابو امامہ بن سہل بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عمر بن عبد العزیز کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی پھر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو دیکھا وہ عصر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے کہا اے چچا! یہ آپ نے کونسی نماز پڑھی ہے؟ فرمایا عصر کی اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ نماز ہے جو ہم آپ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

١٣١٤ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْعَامِرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسٰى وَأَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالَ عَمْرٌو أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ مُوسٰى بْنَ سَعْدٍ الْأَنْصَارِيَّ حَدَّثَهُ عَنْ حَفْصِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَتَاهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلِمَةَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا نُرِيدُ أَنْ نَنْحَرَ جَزُورًا لَنَا وَنَحْنُ نُحِبُّ أَنْ تَحْضُرَهَا قَالَ نَعَمْ فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْنَا مَعَهُ فَوَجَدْنَا الْجَزُورَ لَمْ تُنْحَرْ فَنُحِرَتْ ثُمَّ قُطِّعَتْ ثُمَّ طُبِخَ مِنْهَا ثُمَّ أَكَلْنَا قَبْلَ أَنْ تَغِيبَ الشَّمْسُ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو بنو سلمہ کا ایک آدمی آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم اپنا ایک اونٹ ذبح کرنا چاہتے ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ آپ بھی اس موقع پر تشریف لے چلیں آپ نے فرمایا اچھا! اور تشریف لے گئے ہم بھی آپ کے ساتھ گئے ہم نے دیکھا کہ اونٹ ابھی ذبح نہیں ہوا تھا پھر وہ ذبح کیا گیا۔ اس کا گوشت کاٹ کر پکایا گیا ہم نے اس کو کھایا اور ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا۔

١٣١٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ قَالَ نَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ أَبِي النَّجَاشِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ يَقُولُ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تُنْحَرُ الْجَزُورُ فَتُقْسَمُ عَشَرَ قِسَمٍ ثُمَّ تُطْبَخُ فَنَأْكُلُ لَحْمًا نَضِيجًا قَبْلَ مَغِيبِ الشَّمْسِ.

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھتے پھر اونٹ کو ذبح کر کے دس حصوں میں تقسیم کیا جاتا پھر اس کو پکایا جاتا اور ہم اس کا پکا ہوا گوشت غروب آفتاب سے پہلے کھا لیتے تھے۔

١٣١٦ - حَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عِيسٰى بْنُ يُونُسَ وَشُعَيْبُ بْنُ إِسْحٰقَ الدِّمَشْقِيُّ قَالَا نَا

اوزاعی کی سند میں یہ فرق ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اونٹ ذبح کیا جاتا

اَلْاَوْدَنَا يَحْيٰى بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ نَنْحَرُ الْجُزُوْرَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْعَصْرِ وَلَمْ يَقُلْ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَهٗ۔

تھا اور یہ نہیں بیان کیا کہ ہم آپ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔

عصر میں تاخیر کا استحباب

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عصر کا وقت دو مثل سایہ کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن مستحب یہ ہے کہ عصر کی نماز کو اس وقت تک مؤخر کر کے پڑھا جائے جب تک آفتاب متغیر نہ ہو تاکہ نماز سے پہلے نمازیوں کو کثرت نوافل کا موقع مل جائے کیونکہ عصر کی نماز کے بعد نوافل پڑھنا ممنوع ہے۔ عصر کی نماز کو تاخیر سے پڑھنے پر درج ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں۔

عن علی بن شیبان قال قدمنا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ فکان یؤخر العصر ما دامت الشمس بیضاء نقیۃ۔ [۱]

علی بن شیبان بیان کرتے ہیں ہم مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ اس وقت تک عصر کی نماز مؤخر کر کے پڑھا کرتے تھے جب تک سورج سفید چمکدار رہتا تھا۔

عن ام سلمۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشد تعجیلا للظھر منکم و انتم اشد تعجیلا للعصر منہ۔ [۲]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری نسبت ظہر بہت جلد پڑھا کرتے تھے اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت عصر بہت جلد پڑھتے ہو۔

یہ حدیث اس بات پر واضح دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز وقت شروع ہونے کے کافی بعد پڑھا کرتے تھے۔

ائمہ ثلاثہ کی احادیث کے جوابات

ائمہ ثلاثہ عصر کی نماز کو اول وقت میں پڑھنے کے قائل ہیں ان کی دلیل باب مذکور کی وہ احادیث ہیں جن میں مذکور ہے کہ نماز عصر پڑھنے کے بعد بعض لوگ بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں جاتے وہاں کے لوگوں کو نماز عصر پڑھتے ہوئے پاتے لیکن یہ احناف کے مخالف نہیں ہے کیونکہ بنو عمرو بن عوف کا محلہ مدینہ سے صرف دو میل دور ہے (مصفیٰ)

بعض روایات میں ہے کہ بعض صحابہ نماز عصر پڑھ کر مدینہ کی بالائی بستیوں میں جاتے (جو چار سے آٹھ میل دور ہیں) اور سورج چمک رہا ہوتا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہمیشہ کا معمول نہیں تھا۔ بعض اوقات بیان جواز کے لیے آپ نے عصر جلدی بھی پڑھی ہے علاوہ ازیں اگر تیز رفتار سواری پر بیٹھ کر صحابہ ان بستیوں میں جاتے تو مستحب وقت میں عصر پڑھ کر بھی جا سکتے تھے اسی طرح جن احادیث میں ہے کہ عصر پڑھ کر اونٹ ذبح کر کے پکا کر غروب آفتاب سے پہلے کھا لیتے تھے۔ اس کا جواب بھی یہی ہے کہ کسی دن عصر کی نماز جلدی پڑھ لی یا وقت مستحب میں ہی پڑھی لیکن کئی ماہر قصابوں اور باورچیوں نے مل کر یہ کام کر لیا تو کچھ مستبعد نہیں ہے۔

---

[۱] امام ابو داؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۵۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۴۰۵ھ

[۲] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۵۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

بَابٌ ۲۳ التَّغْلِيظِ فِي تَفْوِيتِ صَلٰوةِ الْعَصْرِ

نمازِ عصر کے ترک پر تغلیظ

۱۳۱۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الَّذِيْ تَفُوْتُهٗ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلَهٗ وَمَالَهٗ.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص سے نمازِ عصر فوت ہو جائے گویا اس کا گھر بار اور مال ہلاک ہو گیا۔

۱۳۱۸ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ عَمْرٌو يَبْلُغُ بِهٖ وَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رَفَعَهٗ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۳۱۹ - وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ فَاتَتْهُ الْعَصْرُ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلَهٗ وَمَالَهٗ.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص سے نمازِ عصر فوت ہو گئی گویا اس کا گھر بار اور مال ہلاک ہو گیا۔

تشریح عصر کی نماز فوت ہونے کا مطلب علامہ مہلب نے یہ بیان کیا کہ اس کی جماعت فوت ہو جائے، علامہ ابن وہب نے کہا وقتِ مستحب میں پڑھنے سے رہ جائے اور علامہ اوزاعی نے کہا کہ سورج زرد ہونے سے پہلے نہ پڑھی جائے۔

عصر کی نماز کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت میں دن اور رات کے اعمال لکھنے والے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔ دن کے فرشتے جاتے ہیں اور رات کے فرشتے آتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس وقت لوگ اپنے کاروبار اور خرید و فروخت میں مشغول ہوتے ہیں اس لیے اس وقتِ نماز کی محافظت کی خصوصی تاکید فرمائی۔

علامہ ابن عبد البر نے کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی اس قدر اہمیت ہے کہ ایک نماز کو نہ پڑھنا گھر بار اور مال کی ہلاکت کے مترادف ہے۔

بَابٌ ۲۴ الدَّلِيْلِ لِمَنْ قَالَ الصَّلٰوةُ الْوُسْطٰى هِيَ صَلٰوةُ الْعَصْرِ!

نمازِ وسطیٰ، نمازِ عصر ہے

۱۳۲۰ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبِيْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْاَحْزَابِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلَاَ اللّٰهُ قُبُوْرَهُمْ وَبُيُوْتَهُمْ نَارًا كَمَا حَبَسُوْنَا وَشَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احزاب کے دن فرمایا: اللہ تعالیٰ ان مشرکین کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے جس طرح (جنگ میں) مشغول کر کے انہوں نے ہمیں نمازِ عصر سے روک دیا، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔

۱۳۲۱- حدثنا محمد بن ابی بکر المقدمی قال نا یحیی بن سعید ح وحدثنا اسحٰق بن ابراھیم قال انا المعتمر بن سلیمان جمیعا عن ھشام بھذا الاسناد۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۳۲۲- وحدثنا محمد بن المثنی ومحمد بن بشار قال ابن المثنی نا محمد بن جعفر قال نا شعبة قال سمعت قتادة یحدث عن ابی حسان عن عبیدة عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاحزاب شغلونا عن صلوة الوسطی حتی غابت الشمس ملا اللہ قبورھم نارا او بیوتھم او بطونھم شك شعبة فی البیوت والبطون۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احزاب کے دن فرمایا (مشرکوں نے) ہمیں نماز عصر پڑھنے سے روکے رکھا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔ راوی کو شک ہے شاید یوں فرمایا اللہ تعالے ان کے پیٹوں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔

۱۳۲۳- حدثنا محمد بن المثنی قال نا ابن عدی عن سعید عن قتادة بھذا الاسناد وقال بیوتھم وقبورھم ولم یشك۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔ قتادہ کی روایت میں بغیر شک کے بیوت اور قبور کے الفاظ ہیں۔

۱۳۲۴- وحدثناہ ابوبکر بن ابی شیبة وزھیر بن حرب قالا نا وکیع عن شعبة عن الحکم عن یحیی بن الجزار عن علی ح وحدثناہ عبید اللہ بن معاذ واللفظ لہ قال حدثنی ابی قال نا شعبة عن الحکم عن یحیی سمع علیا یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاحزاب وھو قاعد علی فرضة من فرض الخندق شغلونا عن الصلوة الوسطی حتی غربت الشمس ملا اللہ قبورھم وبیوتھم او قال قبورھم وبطونھم نارا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے دن فرمایا درآں حالیکہ آپ خندق کے راستوں میں سے ایک راستہ پر بیٹھے ہوئے تھے، (مشرکوں نے) ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ (درمیانی نماز) سے روکے رکھا حتی کہ سورج غروب ہو گیا، اللہ تعالیٰ ان کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے یا قبروں اور پیٹوں فرمایا۔

۱۳۲۵- وحدثنا ابوبکر بن ابی شیبة وزھیر بن حرب وابو کریب قالوا نا ابو معاویة عن الاعمش عن مسلم بن صبیح عن شتیر بن شکل عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاحزاب شغلونا عن الصلوة الوسطی صلوة العصر ملا اللہ بیوتھم وقبورھم نارا ثم صلاھا بین

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احزاب کے دن فرمایا (مشرکوں نے) ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ صلوٰۃ عصر سے روک دیا۔ اللہ تعالے ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔ پھر آپ نے مغرب اور عشاء کے درمیان عصر کی نماز پڑھی۔

الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ۔

۱۳۲۶ - وَحَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ سَلَّامٍ الْكُوفِيُّ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ الْيَامِيُّ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَبَسَ الْمُشْرِكُونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ حَتَّى احْمَرَّتِ الشَّمْسُ أَوِ اصْفَرَّتْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَغَلُونَا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطَى صَلَاةِ الْعَصْرِ مَلَأَ اللَّهُ أَجْوَافَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا أَوْ حَشَى اللَّهُ أَجْوَافَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عصر کی نماز سے روکے رکھا حتیٰ کہ سورج سرخ یا زرد پڑ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مشرکوں نے) ہمیں صلوٰۃ وسطی صلوٰۃ عصر سے روکے رکھا اللہ تعالیٰ ان کے پیٹوں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔

غزوۂ خندق میں نماز عصر قضا ہونے کی وجہ

غزوۂ خندق واقع ہونے تک یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی فان خفتم فرجالا او رکبانا (البقرہ: ۲۳۹) اگر جنگ میں کفار کے حملہ کا خوف ہو تو سواری کی حالت میں یا پیادہ نماز پڑھ لو۔ کفار سے جنگ کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غروب آفتاب تک عصر کی نماز کی مہلت نہ ملی اور غروب آفتاب کے بعد آپ نے نماز قضا کی۔ اب چونکہ حالت جنگ میں سوار اور پیادہ دونوں حالتوں میں نماز پڑھنے کی رخصت دے دی گئی ہے اس لیے نماز قضا کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ نیند، نسیان اور عذر شرعی کا حکم الگ ہے۔ بہرحال نیند، نسیان یا عذر شرعی کی وجہ سے نماز رہ جائے تو اس کی قضاء لازم ہے عذر شرعی کی صورت میں قضاء نماز ادا کرنے کے لیے غزوۂ خندق کے واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ موجود ہے۔ تاہم اگر کسی شخص نے ان اعذار کے بغیر محض غفلت سے نماز نہیں پڑھی تب بھی اس پر قضاء لازم ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا ایک شخص نماز کے وقت سو گیا یا غفلت سے نماز نہیں پڑھی؟ آپ نے فرمایا اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب نماز یاد آئے پڑھ لے۔ [۱]

نماز عصر، نماز وسطی ہے

قرآن کریم میں ہے: حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ (البقرہ: ۲۳۸) "تمام نمازوں کی حفاظت کرو خصوصاً نماز وسطی کی" نماز وسطی کی تعیین میں علماء کے متعدد اقوال ہیں لیکن چونکہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ وسطی کی صلوٰۃ عصر سے خود تفسیر فرما دی ہے۔ اس وجہ سے آپ کی تفسیر کے مقابلہ میں باقی اقوال غیر مقبول ہیں۔

ائمہ اربعہ اور دیگر فقہاء کا نماز وسطی کی تعیین میں اختلاف ہے۔ امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک نماز وسطی صبح کی نماز ہے اور امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری کے نزدیک نماز وسطی عصر کی نماز ہے بعض فقہاء نے ظہر کی نماز کو نماز وسطی قرار دیا بعض نے مغرب کو بعض نے عشاء کو اور بعض نے جمعہ کو۔ [۲] امام اعظم ابوحنیفہ اور امام احمد کا مسلک اس حدیث کے مطابق ہے۔ اور یہ حدیث باقی تمام فقہاء کے خلاف حجت قویہ ہے، مخالفین کسی حدیث سے نہیں صرف قیاس سے استدلال کرتے ہیں۔

---

[۱] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ سنن نسائی ص ۶۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[۲] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۲۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ۔

احادیث میں تطبیق

غزوہ خندق کو غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں۔ یہ ۵ ہجری کو واقع ہوا جب تمام کفار کی جماعتیں مل کر مدینہ پر حملہ آور ہوئیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث میں یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوہ خندق میں صرف نماز عصر قضاء ہوئی اور موطا امام مالک کی روایت میں ہے کہ اس غزوہ میں آپ سے ظہر اور عصر دو نمازیں قضاء ہوئیں اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ اس دن آپ سے چار نمازیں قضاء ہوئیں۔ ان میں تطبیق یہ ہے کہ غزوہ خندق کئی دن تک جاری رہا اس لیے ہو سکتا ہے کسی دن ایک نماز قضاء ہوئی کسی دن دو اور کسی دن چار، ترمذی کی روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو شخص صاحب ترتیب ہو اور اس سے پانچ سے کم نمازیں قضا ہوں تو وہ اس وقت تک ادا نماز نہیں پڑھے گا جب تک پچھلی قضاء ادا نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض کفار کے لیے دعاء ضرر۔

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے لیے عذاب کی دعا کی "اللہ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے" اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمۃ للعلمین ہیں اور کفار کے لیے عذاب کی دعا کرنا آپ کی شان اور منصب کے خلاف ہے اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمٰن اور رحیم ہے اس کے باوجود وہ کفار کو عذاب دیگا تو جب اللہ تعالیٰ کا رحمان اور رحیم ہونا اس کے عذاب دینے کے خلاف نہیں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمۃ للعلمین ہونا عذاب کی دعا کے خلاف کیسے ہوگا!

باقی رہا یہ شبہ کہ اللہ تعالیٰ رحمٰن اور رحیم ہو کر کفار کو عذاب کیسے دیگا۔ اس کا جواب رحمت کے معنی سمجھنے پر موقوف ہے۔ علامہ عبد الوہاب شعرانی نے ابن عربی رحمہ اللہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ سہل بن عبد اللہ تستری کے پاس شیطان آیا اور کہنے لگا بتاؤ میری مغفرت ہوگی یا نہیں، سہل نے کہا نہیں، شیطان نے کہا اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے "ورحمتی وسعت کل شیء" (الاعراف: ۱۵۶) "میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے" اور ہر شئے کے عموم میں میں بھی داخل ہوں تو میری مغفرت بھی ہونی چاہیئے۔ سہل نے کہا کل شئ مومنین کے ساتھ خاص ہے تم اس کے عموم سے خارج ہو۔ شیطان نے کہا بیٹے تو میں تم کو عالم سمجھتا تھا آج تمہارا جہل مجھ پر آشکارا ہو گیا، تم اللہ تعالیٰ کی صفت (یعنی رحمت کے شمول) میں تقیید کر رہے ہو حالانکہ تقیید اور تحدید مخلوق کی صفات میں ہوتی ہے۔ خالق کی صفات غیر مقید اور لامحدود ہوتی ہیں۔ شیطان کا یہ جواب سن کر سہل بالکل لاجواب اور مبہوت ہو گئے[1]

علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ نے بھی اس سوال کا کوئی جواب ذکر نہیں کیا۔ میں نے اس حکایت کو پڑھ کر غور کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ جواب منکشف فرمایا کہ ضرورت کے وقت کسی کو کوئی چیز دینا بھی رحمت ہے اور اس چیز کے اسباب فراہم کر دینا یہ بھی رحمت ہے مثلاً بھوکے کو آپ کھانا کھلا دیں یہ اس کے حق میں رحمت ہے اور اگر اس کو کھانے کے پیسے دے دیں تو یہ بھی اس کے حال پر رحمت ہے۔ اسی طرح جنت کا معاملہ ہے۔ بنفسہٖ جنت عطا کر دینا بھی رحمت ہے اور جنت کے اسباب مہیا کر دینا بھی رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت، مغفرت اور رضامندی کے حصول کا سبب اپنے احکام کی اطاعت مقرر کیا ہے۔ یہ احکام فرشتوں کے ساتھ شیطان کو بھی دیے گئے تھے اور فرشتوں کے ساتھ اسے بھی حضرت آدم کی تعظیم کا حکم دیا گیا لیکن اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے سے انکار کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے خود منہ موڑ لیا۔ بلکہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے کہا کہ آدم (علیہ السلام) کی قبر کو سجدہ کرے تیرا گناہ معاف کر دیا جائے گا اور تیری توبہ قبول کر لی جائے گی۔ اس لعین نے اللہ تعالیٰ سے کہا

---

[1] علامہ عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ الکبریت الاحمر علی حاشیہ الیواقیت والجواہر ج ۱ ص ۲۰۲ مطبوعہ مطبعۃ المصطفیٰ البابی مصر ۱۳۷۸ھ۔

میں نے آدم کے جسد کو سجدہ نہیں کیا تو اب ان کی قبر کو کب سجدہ کروں گا[1] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اسے کل بھی شامل تھی آج بھی شامل ہے۔ اس لعین نے خود اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بیکراں رحمت سے دور رکھا ہوا ہے۔ دریا کے ساحل پر کھڑا ہو کر کوئی شخص کہے دریا میری پیاس نہیں بجھاتا تو یہ دریا کی سیرابی میں کمی نہیں ہے خود اس شخص کے ظرف میں کمی ہے جو دریا کے قریب آ کر پانی نہیں پی رہا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں بایں معنی کہ آپ نے تمام جہان والوں کو توحید و رسالت کی دعوت دی اور ابدی رحمت کے حصول کا دروازہ دکھایا جو رگ جان کے دشمن اور خون کے پیاسے تھے ان میں سے ایک ایک کے گھر جا کر پیغام حق سنایا، جو راستہ میں کانٹے بچھاتے تھے اور غلاظت بکھیرتے تھے ان کے دروازوں پر دستک دے کر جنت اور دائمی سلامتی کی دعوت دی۔ اس کے باوجود جن لوگوں نے آپکی دعوت کو مسترد کر کے جنت اور رحمت سے منہ موڑ لیا تو اس میں آپ کی رحمت کے عموم اور شمول کا قصور نہیں۔ قصور ان لوگوں کا ہے جنھوں نے اپنے آپکو آپ کی رحمت سے دور رکھا۔ جب نصف النہار کے وقت آفتاب روئے زمین پر نور افگن ہو اور کوئی شخص آنکھیں بند کر کے کھڑا ہو جائے تو قصور آفتاب کے فیض کا نہیں، قصور اس شخص کا ہے جس نے آفتاب کے سامنے ہوتے ہوئے آنکھیں بند کر رکھی ہیں!

کفار کے لیے عذاب کی دعا کرنے کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ کفار اور مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائیں آپ نے ان کے خلاف دعا نہیں کی۔ طائف کی وادیوں میں آپ پیغام توحید سنانے گئے جواب میں انھوں نے پتھر مار مار کر آپ کو لہولہان کر دیا، دل آزار باتیں کیں، آوازے کسے آپ نے اُف نہ کی۔ وادئ طائف میں مشرکین کا ظلم و ستم دیکھ کر جبرائیل سے بھی یارائے ضبط نہ رہا اس نے حاضر ہو کر کہا آپ حکم دیں تو وادئ طائف کے لوگوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس کر رکھ دوں لیکن آپ نے کہا تو یہ کہا اللّٰھم اھد قومی فانھم لا یعلمون (اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے یہ (مجھے) نہیں پہچانتے!) جبل احد کی گھاٹیوں پر ابوسفیان کی قیادت میں مشرکین حملہ آور ہوئے کسی شقی نے پتھر مارا اور آپ کا چہرہ خون آلود ہو گیا، دانت کا ایک کنارہ شہید ہو گیا پھر بھی آپ نے ان کے خلاف دعا نہیں کی! اسی غزوہ میں آپ کے پیارے اور محبوب چچا سیدنا حمزہ کو وحشی نے قتل کر دیا، انکے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا جسم کے نازک حصے کاٹ ڈالے گئے ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے ان کا کلیجہ نکال کر دانتوں سے کچا چبایا، آپ نے یہ سارے ظلم و ستم دیکھے اور کچھ نہ کہا بلکہ فتح مکہ کے بعد جب یہ سارے اشقیا مغلوب ہو کر پیش خدمت ہوئے جب عربوں کے روایتی انتقام کی آگ کے خوف سے مارے ڈر کے یہ سارے سہمے ہوئے تھے آپ نے قادر اور غالب ہونے کے باوجود بدلہ نہیں لیا بار بار حملہ آور ہونے والے ابوسفیان کو معاف کر دیا، حمزہ کے قاتل وحشی کو بخش دیا۔ حمزہ (رضی اللہ عنہ) کا کلیجہ چبانے والی ہندہ سے درگزر کر لیا۔ وحشی نے قبول اسلام کے لیے شرائط پیش کیں۔ اس کی ایک ایک شرط پوری کر کے اسے آغوش رحمت میں لے لیا، قاتل حمزہ کا ایک ایک نخرہ برداشت کر کے اسے مشرف باسلام کیا۔ ایسے بے مثل، رحیم و کریم اور بے مثل مہربان آقا کو ہم دیکھتے ہیں کہ غزوہ خندق میں مشرکوں سے جنگ کی وجہ سے نماز عصر رہ گئی تو ان کے خلاف دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے!

جس صابر و شاکر شخص نے طائف کے ظلم سہہ کر کسی ظالم کے خلاف دعا نہیں کی ابوسفیان، وحشی اور ہندہ کو کچھ نہ کہا۔ بڑی سے بڑی زیادتی کے بعد جس کا پیمانہ صبر لبریز نہیں ہوا غزوہ خندق کے موقع پر محض ایک نماز کے رہ جانے سے اس کا پیمانہ صبر کیسے

---

[1] علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ ـ روح البیان ج ۱ ص ۱۰۵، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ـ

چھلک پڑا! شاید یہی بتلانا مقصود تھا کہ اپنی جان، اپنی عزت، آبرو اور اپنے عزیزوں کے خون کی بہ نسبت نماز مجھے پیاری ہے۔ میں اپنی جان پر زیادتی برداشت کر سکتا ہوں، اپنے عزیزوں کا خون معاف کر سکتا ہوں لیکن تم مجھے نماز نہ پڑھنے دو، اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کرنے دو یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ اسی سے ہم اندازہ کریں کہ ہم لوگ ہیں جو اپنی ذات پر زیادتیوں سے درگزر کر لیتا ہے مگر دین کی کسی بات سے صرف نظر نہیں کرتا، آج ہمارا یہ حال ہے کہ اسلام کے خلاف جو شخص جو چاہے کہتا رہے ہمیں غیرت نہیں آتی اور ہماری ذات کے سلسلے میں ذرا سی زیادتی ہو تو ہم سنگ اٹھتے ہیں!۔

نوٹ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بعض مواقع پر کچھ مشرکوں کے لیے دعا ضرر فرمائی ہے اس کو بددعا سے تعبیر کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کی طرف کسی بھی اعتبار سے لفظ بد کو استعمال کرنا صحیح نہیں ہے۔

۱۳۲۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِي يُونُسَ مَوْلَى عَائِشَةَ أَنَّهُ قَالَ أَمَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنْ أَكْتُبَ لَهَا مُصْحَفًا وَقَالَتْ إِذَا بَلَغْتَ هَذِهِ الْآيَةَ فَآذِنِّي حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى فَلَمَّا بَلَغْتُهَا آذَنْتُهَا فَأَمْلَتْ عَلَيَّ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَصَلَاةِ الْعَصْرِ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ قَالَتْ عَائِشَةُ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَصَلَاةِ الْعَصْرِ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے قرآن کریم لکھنے کا حکم دیا اور فرمایا جس وقت "حافظوا على الصلوات والصلوة الوسطى" پر پہنچو تو مجھے بتلا دینا۔ چنانچہ جب میں اس آیت پر پہنچا تو آپ کو اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا یہ آیت اس طرح لکھو "حافظوا على الصلوات والصلوة الوسطى وصلوة العصر وقوموا لله قانتين"۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ آیت اسی طرح سنی ہے۔

۱۳۲۸۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ نَا الْفُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ عَنْ شَقِيقِ بْنِ عُقْبَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ فَقَرَأْنَاهَا مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نَسَخَهَا اللَّهُ فَنَزَلَتْ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى فَقَالَ رَجُلٌ كَانَ جَالِسًا عِنْدَ شَقِيقٍ لَهُ هِيَ إِذًا صَلَاةُ الْعَصْرِ فَقَالَ الْبَرَاءُ قَدْ أَخْبَرْتُكَ كَيْفَ نَزَلَتْ وَكَيْفَ نَسَخَهَا اللَّهُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ قَالَ وَرَوَاهُ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ شَقِيقِ بْنِ عُقْبَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَرَأْنَاهَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَانًا بِمِثْلِ حَدِيثِ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "حافظوا على الصلوات وصلوة العصر" نازل ہوئی جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ہم اس آیت کو (اسی طرح) پڑھتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ کر دیا اور اس طرح نازل فرمائی "حافظوا على الصلوات والصلوة الوسطى"۔ ایک شخص شقیق کے پاس بیٹھا ہوا تھا وہ کہنے لگا اب تو نماز عصر ہی صلوۃ وسطی ہے، حضرت براء بن عازب نے کہا میں تمہیں یہ بتلا چکا ہوں کہ یہ آیت کیسے نازل ہوئی اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ کیا، واللہ اعلم، امام مسلم ایک اور سند سے بیان کرتے ہیں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عرصہ تک اس آیت کو ایسے

۱۳۲۹۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ مُعَاذِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ أَبُو غَسَّانَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ كَثِيرٍ قَالَ نَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَوْمَ الْخَنْدَقِ جَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ وَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا كِدْتُ أَنْ أُصَلِّيَ الْعَصْرَ حَتّٰى كَادَتْ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَاللّٰهِ إِنْ صَلَّيْتُهَا فَنَزَلْنَا إِلَى بُطْحَانَ فَتَوَضَّأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَوَضَّأْنَا فَصَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ۔

۱۳۳۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا وَقَالَ إِسْحٰقُ أَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ كَثِيرٍ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ۔

ہی تلاوت کرتے رہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق غزوۂ خندق کے دن کفار قریش کو برا بھلا کہنے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ! بخدا! سورج غروب کو آپہنچا اور میں نے ابھی تک نماز عصر نہیں پڑھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واللہ میں نے بھی ابھی عصر نہیں پڑھی پھر ہم پتھریلی زمین پر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور ہم نے بھی وضو کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غروب آفتاب کے بعد عصر کی نماز پڑھی پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

والعصر کی قراءت کا نسخ

حدیث نمبر ۱۳۲۷ اور ۱۳۲۸ میں مذکور ہے کہ پہلے قرآن کی آیت اس طرح تھی: حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطی وصلوٰۃ العصر اور بعد میں وصلوٰۃ العصر کا لفظ منسوخ ہوگیا۔ اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ حدیث سے قرآن کریم کا نسخ جائز نہیں ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کلامی لا ینسخ کلام اللہ۔[1] میرا کلام اللہ تعالیٰ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا۔ اس کا جواب یہ ہے منسوخ اللہ تعالیٰ نے ہی کیا ہے حدیث میں اس نسخ کا بیان ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد سے "وصلوٰۃ العصر" کا قرآن ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ قرآن نقل متواتر سے ثابت ہوتا ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مصحف میں والصلوٰۃ الوسطیٰ کے بعد وصلوٰۃ العصر کیوں لکھوایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اس لفظ کو بطور تفسیر کے لکھوایا یا آپ تک اس کے نسخ کی روایت پہنچی نہیں تھی۔

کفار کو سب و شتم

حدیث نمبر ۱۳۲۹ میں ہے کہ نماز عصر قضا ہونے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کفار کو سب و شتم کیا حالانکہ قرآن مجید میں کفار کو سب و شتم کرنے سے منع کیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم (الانعام: ۱۰۹) "جو لوگ غیر اللہ کی عبادت کرتے

[1] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ مشکوٰۃ ص ۲۲ مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

ہیں ان کو سب و شتم نہ کرو ورنہ وہ بھی جہالت سے اللہ تعالیٰ کو سب و شتم کریں گے اس کا جواب یہ ہے کہ بغیر کسی زیادتی اور اشتعال کے ابتداءً کفار کو سب و شتم کرنا منع ہے لیکن اگر وہ کوئی زیادتی یا اشتعال انگیزی کریں تو اس کے جواب میں ان کو سب و شتم کرنا جائز ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان کو کفار قریش کی ہجو کے جواب میں ان کی ہجو کرنے کا حکم دیا تھا حدیث شریف میں ہے:

عن البراء قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لحسان اھجھم او ھاجھم و جبریل معک[1]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کفار کی ہجو کرو! جبریل بھی تمہارے ساتھ ہیں۔

بَابٌ ۲۳۲ فَضْلِ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ وَالْمُحَافَظَةِ عَلَيْهِمَا

صبح اور عصر کی نماز کی فضیلت اور انکی حفاظت

۱۳۳۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي فَيَقُولُونَ تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "رات اور دن کے فرشتے تمہارے پاس باری باری آتے ہیں اور صبح اور عصر کی نماز میں ان کا اجتماع ہوتا ہے، پھر یہ ڈیوٹی کے اعتبار سے اوپر چلے جاتے ہیں پھر ان کا رب ان سے دریافت کرتا ہے حالانکہ وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے کہ تم میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں ہم جب ان کے پاس سے گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے"

۱۳۳۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالْمَلَائِكَةُ يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي الزِّنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۳۳۳ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ قَالَ أَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ قَالَ نَا قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے ناگاہ آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھ

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۵۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ يَقُولُ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ نَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ أَمَا إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُّونَ فِي رُؤْيَتِهِ فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا يَعْنِي الْعَصْرَ وَالْفَجْرَ ثُمَّ قَرَأَ جَرِيرٌ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا.

۱۳۳۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ وَوَكِيعٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ أَمَا إِنَّكُمْ سَتُعْرَضُونَ عَلٰى رَبِّكُمْ فَتَرَوْنَهُ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ وَقَالَ ثُمَّ قَرَأَ وَلَمْ يَقُلْ جَرِيرٌ.

۱۳۳۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ قَالَ أَبُو كُرَيْبٍ نَا وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ أَبِي خَالِدٍ وَمِسْعَرٍ وَالْبَخْتَرِيِّ بْنِ الْمُخْتَارِ سَمِعُوهُ مِنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عُمَارَةَ بْنِ رُؤَيْبَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَنْ يَلِجَ النَّارَ أَحَدٌ صَلَّى قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا يَعْنِي الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ آنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ قَالَ الرَّجُلُ وَأَنَا أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي.

۱۳۳۶ - وَحَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ قَالَ نَا شَيْبَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَارَةَ بْنِ رُؤَيْبَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَلِجُ النَّارَ مَنْ صَلّٰى قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَعِنْدَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ فَقَالَ آنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ أَشْهَدُ بِهِ عَلَيْهِ

کر فرمایا: "لاریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو اور اس کو دیکھنے میں تم کسی قسم کی تکلیف محسوس نہیں کرو گے، پس اگر ہو سکے تو طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے کی نمازوں یعنی عصر اور فجر کو قضا نہ ہونے دو۔" پھر جریر نے یہ آیت پڑھی: (ترجمہ) "طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ بیان کرو۔"

اسی سند کے ساتھ ایک روایت میں یوں ہے تم عنقریب اپنے رب کے سامنے پیش کیے جاؤ گے اور اس کو اس طرح دیکھو گے جس طرح چاند کو دیکھتے ہو پھر آیت کی تلاوت فرمائی۔

حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ جس شخص نے طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے یعنی فجر اور عصر پڑھی وہ ہرگز دوزخ میں نہیں جائیگا بصرہ کے ایک شخص نے ان سے پوچھا کیا تم نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنی ہے؟ حضرت عمارہ نے کہا ہاں! اس شخص نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے۔ میرے کانوں نے اس کو سنا اور دل نے یاد رکھی۔

حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے نماز پڑھی وہ دوزخ میں نہیں جائیگا۔ حضرت عمارہ کے پاس ایک بصرہ کا رہنے والا بیٹھا تھا۔ اس نے کہا کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث خود سنی ہے؟ حضرت عمارہ نے کہا ہاں میں اس پر گواہ ہوں۔ یہ سن کر وہ شخص بولا میں گواہی

قَالَ وَاَنَا اَشْهَدُ لَقَدْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُهُ بِالْمَكَانِ الَّذِيْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ۔

دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ یہ فرماتے ہوئے سنا جہاں سے میں سن سکتا تھا۔

۱۳۳۷ - وَحَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ الْاَزْدِيُّ قَالَ نَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ جَمْرَةَ الضُّبَعِيُّ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

ابوبکر کے والد (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دو ٹھنڈی نمازیں (عصر اور فجر) پڑھیں وہ جنت میں جائیگا۔

۱۳۳۸ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ خِرَاشٍ قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ قَالَا جَمِيْعًا نَا هَمَّامٌ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

دیدار الٰہی کی تحقیق

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ آخرت میں مسلمان سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے، حشر میں بھی اور جنت میں بھی، معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں اور قرآن کریم اور عقلی دلیل سے اپنے موقف پر استدلال کرتے ہیں وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لا تدركه الابصار وهو يدرك۔ (انعام: ۱۰۳)

"آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں اور وہ دیکھتا ہے۔"

اہل سنت اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ "الابصار" میں جن آنکھوں کا ذکر ہے اس سے مراد کفار کی آنکھیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون۔ (مطففين: ۱۵)

"لاریب کفار حشر کے دن اپنے رب سے چھپے ہوئے ہونگے۔"

اس آیت سے جس طرح صراحتہً یہ ثابت ہوتا ہے کہ کفار اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکیں گے اسی طرح اشارۃً اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان حشر کے دن اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے تب ہی تو یہ آیت کفار کے لیے موجب حسرت اور حرمان ہوگی کیونکہ اگر دونوں اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھ سکتے اور دونوں کا حال یکساں ہوتا تو کفار کہہ سکتے تھے کہ اس آیت میں صرف ہماری محرومی تو نہیں بیان ہوئی مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے۔

معتزلہ کا دوسرا استدلال قرآن کریم کی اس آیت سے ہے جس میں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

واذ قلتم يا موسى لن نؤمن لك حتى نرى الله جهرة فاخذتكم الصعقة وانتم تنظرون۔ (بقره: ۵۵)

"اور یاد کرو جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم تم پر اس وقت تک کبھی ایمان نہیں لائیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو عیاں اور بیان دیکھ نہ لیں۔ پس تم کو کڑک نے اپنی گرفت میں لے لیا دراں حالیکہ تم دیکھتے تھے۔"

معتزلہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو دیکھنا جائز اور ممکن ہوتا تو اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے اس مطالبہ کے سبب ان پر عذاب نازل

فرمانا اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اس لیے عذاب نازل نہیں فرمایا کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں اسے دیکھنے کی خواہش کی تھی اور ایک امر محال کا سوال کیا تھا بلکہ عذاب اس لیے نازل فرمایا کہ انھوں نے سرکشی، ہٹ دھرمی اور کج بحثی کا مظاہرہ کیا اور ایمان لانے کو اللہ تعالیٰ کی رؤیت پر موقوف کر دیا گویا کہ وہ حالت کفر میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا چاہتے تھے جبکہ اللہ تعالیٰ کافروں کو اپنا دیدار نہیں کرائے گا۔ یہ ایک مسلم بات ہے۔ رہا یہ کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا جائز اور ممکن ہے اور محبت الٰہی کی وجہ سے اسے دیکھنے کا سوال جائز ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہے:

قال رب ارنی انظر الیک۔ "حضرت موسیٰ نے کہا اے میرے رب مجھے اپنی ذات دکھائیں اس کی طرف دیکھوں گا۔" (اعراف: ۱۴۳)

اگر اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی آرزو اور دعا کرنا محال کا سوال اور ناجائز ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نبوت کے علوم و معارف کے حامل ہو کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیوں کرتے اور اگر بالفرض کر لی تھی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سوال سے منع کیوں نہ فرمایا۔

معتزلہ کی عقلی دلیل یہ ہے کہ کسی چیز کو دیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ دکھائی دینے والا، دیکھنے والے کی جانب مقابل میں ہو اور دیکھنے والے کی شعاع بصری دکھائی دینے والے کا احاطہ کرے اور اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک ہے کہ وہ کسی سمت جہت اور جانب میں ہو اور وہ اس سے بھی منزہ ہے کہ کسی شخص کی شعاع بصری اس کا احاطہ کرے اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ان لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود دیکھتا ہے یا نہیں اگر وہ کہیں کہ وہ نہیں دیکھتا تو قصہ ختم اور اگر اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے تو تمہارے قاعدے کے مطابق وہ دکھائی دینے والے کی مخالف جانب میں ہونا چاہیے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کسی سمت اور جانب میں ہونے سے پاک ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی سمت اور جانب میں متحقق ہوئے بغیر دیکھ سکتا ہے تو کسی سمت اور جانب میں تحقق کے بغیر دکھائی بھی دے سکتا ہے۔

قرآن اور حدیث میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے پر وافر دلائل موجود ہیں۔ ایک آیت یہ ہے:

وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ۔ "کچھ چہرے قیامت کے دن ترو تازہ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی جانب دیکھ رہے ہوں گے۔" (قیامت: ۲۳)

اور احادیث میں سے ایک حدیث یہ ہے جس کا اس باب میں ذکر کیا گیا ہے کہ "عنقریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح چاند کو دیکھتے ہو۔"

اہل سنت کی عقلی دلیل یہ ہے کہ ہم اجسام اور غیر اجسام دونوں کو دیکھتے ہیں اور دونوں میں جو چیز مشترک ہے وہ وجود ہے (کیونکہ حدوث وجود بعد العدم کا نام ہے اور امکان امر عدمی ہے) اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کے دکھائی دینے کا سبب اس کا موجود ہونا ہے اور جبکہ اللہ تعالیٰ بھی موجود ہے تو عقل کا تقاضا ہے کہ اس کو بھی دکھائی دینا چاہیے۔ یہ اور بات ہے کہ کسی مانع کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جب چاہے اور جسے چاہے نہ دکھائی دے۔

اس دلیل پر یہ مشہور اعتراض کیا جاتا ہے کہ آواز، خوشبو اور ذائقہ وغیرہ بھی موجودات میں سے ہیں لیکن دکھائی نہیں دیتے اس کا جواب یہ ہے کہ عقلی طور پر ان کے دکھائی دینے میں کوئی استبعاد نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کے ادراک کے لیے دیگر حواس کو مقرر فرما دیا اگر وہ چاہتا تو اس کے برعکس عادت جاری فرما دیتا۔

عصر اور فجر میں ملائکہ کے اجتماع اور نوید جنت کی وجہ خصوصیت

اس باب کی احادیث میں بیان کیا گیا ہے کہ صبح کی نماز کے وقت رات کے فرشتے بندوں کے نامۂ اعمال کو لوٹ کر لے جاتے ہیں اور دن کے فرشتے نامۂ اعمال لکھنے کے لیے آجاتے ہیں اور عصر کے وقت دن کے فرشتے جاتے ہیں اور رات کے فرشتے آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کو بدل بدل کر بھیجنا ابن آدم کی عبادت پر متعدد فرشتوں کو گواہ بنانے کے لیے ہے اور ان سے سوال کرنا اور ابن آدم کا حال دریافت کرنا ان پر اقراری حجت قائم کرنے کے لیے ہے تاکہ خلقت آدم پر اعتراض کرنے والے اور اس کو گنہگار اور فسادی کہنے والے فرشتے خود زمین کے چپہ چپہ پر ابن آدم کی عبادت دیکھ کر آئیں اور اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ کے سامنے ابن آدم کی عبادت کا اعتراف کریں اور بتلائیں کہ جن لوگوں میں اپنا پیٹ بھرنے کے لیے فکر معاش فطری طور پر رکھ دی گئی ہے وہ شام کے وقت اپنے فطری تقاضوں اور کاروبار معاش چھوڑ کر عصر کی نماز میں تیری عبادت کے لیے جمع ہو گئے تھے اور اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی اس عبادت کا یہ منظر اس قدر پسند آیا کہ اس نے اس منظر پر گواہ بنانے کے لیے دن اور رات کے فرشتوں کو جمع کیا اسی طرح وہ فرشتوں کو دکھاتا ہے کہ انسانی بدن کے خمیر میں نیند کی چاشنی رکھ دی گئی ہے لیکن اس کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے اس قدر محبت ہے کہ وہ نیند کی حلاوت اور مٹھاس میں محو اور مدہوش پڑے ہوتے ہیں لیکن جیسے ہی ان کے کانوں میں مؤذن کی آواز پہنچتی ہے تو وہ فطری تقاضوں سے دامن چھڑا کر مسجد کی طرف بھاگتے ہیں اور اس راہ میں نرم و گداز بستر ان کی رکاوٹ بنتا ہے نہ نیند کی لذت اور مٹھاس! یہ وہ دلکش منظر ہے جسے دکھانے کے لیے اللہ تعالیٰ دن اور رات کے فرشتوں کو جمع کر لیتا ہے اور شاید اسی وجہ سے خوش ہو کر اس نے اعلان کر دیا "جس نے صبح اور عصر کی نماز پڑھی وہ جنت میں جائیگا۔ اسے دوزخ کی آگ نہیں جلا سکتی!" دیکھیے اللہ تعالیٰ عصر اور فجر کے وقت بڑے مان سے فرشتوں کو بلاتا ہے کہیں آپ اس کا مان توڑ نہ ڈالیں!!

باب ۲۲۳ بَيَانِ اَنَّ اَوَّلَ وَقْتِ الْمَغْرِبِ عِنْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ

مغرب کا اوّل وقت غروب آفتاب کے بعد ہے۔

۱۳۳۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا حَاتِمٌ وَهُوَ ابْنُ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ اِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَتَوَارَتْ بِالْحِجَابِ۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت نماز مغرب پڑھا کرتے تھے جب آفتاب غروب ہو کر نظروں سے اوجھل ہو جاتا۔

۱۳۴۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ قَالَ نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُو النَّجَاشِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ يَقُوْلُ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْصَرِفُ اَحَدُنَا وَاِنَّهُ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِ۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ نماز مغرب پڑھتے تھے اور نماز کے بعد جا کر کوئی شخص بھی اپنے تیر گرنے کی جگہ دیکھ سکتا تھا۔

۱۳۴۱ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحٰقَ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ نَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو النَّجَاشِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ بِنَحْوِهِ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ذکر کی گئی ہے۔

مغرب کے وقت میں مذاہب اربعہ

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مغرب کی نماز کا وقت سورج غروب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور شفق غائب ہونے کے بعد مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ شفق غروب آفتاب کے بعد سرخی کا نام ہے یا اس سرخی کے غائب ہونے کے بعد جو سفیدی ظاہر ہوتی ہے اس کا نام شفق ہے۔ ائمہ ثلاثہ، امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک سرخی کا نام شفق ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک سفیدی کا نام شفق ہے اور سفیدی غائب ہونے کے بعد جب مکمل اندھیرا چھا جاتا ہے تو عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے۔[1]

ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا شفق سرخی ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اخر وقت المغرب اذا اسود الافق "مغرب کا آخری وقت اس وقت ہوتا ہے جب افق سیاہ ہو جائے"[2] اور افق پر سیاہی سفیدی غائب ہونے کے بعد پھیلتی ہے۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی هذه الصلوة حین یسود الافق۔[3]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سیاہی پھیلنے کے بعد عشاء کی نماز پڑھتے تھے۔

ایک اور دلیل یہ ہے:

عن النعمان بن بشیر قال انا اعلم بوقت الصلوٰۃ صلوٰۃ العشاء الآخرۃ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلیها لسقوط القمر لثالثة۔[4]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں تمام لوگوں کی بہ نسبت عشاء کے وقت کو زیادہ جانتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز اس وقت پڑھا کرتے تھے جب تیسری رات کا چاند ڈوب جاتا تھا۔

اور تیسری رات کا چاند افق کی سفیدی غائب ہونے کے بعد غروب ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مغرب کا وقت سفیدی غائب ہونے تک رہتا ہے نیز کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ آپ نے کبھی سفیدی کے وقت عشاء کی نماز پڑھی ہو البتہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ مغرب کی نماز پڑھنے میں تعجیل مستحب ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے میری امت ہمیشہ خیر سے رہے گی جب تک وہ مغرب کی نماز میں ستاروں کے جالی وار بننے تک تاخیر نہ کرے۔[5]

---

[1] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ۔ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۴۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر متوفی ۵۹۳ھ۔ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۱۹۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۴۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[4] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ۔ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۶۰ مطبوعہ مجتبائی دہلی۔

[5] " " " " " " " "

بَابُ ۲۲۴ وَقْتِ الْعِشَآءِ وَتَاخِيْرِهَا

عشاء کی نماز کا وقت اور اس میں تاخیر

۱۳۴۲- وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْعَامِرِيُّ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ اَنَّ ابْنَ شِهَابٍ اَخْبَرَهُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ قَالَتْ اَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِّنَ اللَّيَالِيْ بِصَلٰوةِ الْعِشَآءِ وَهِيَ الَّتِيْ تُدْعٰى الْعَتَمَةَ وَلَمْ يَخْرُجْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ نَامَ النِّسَآءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِاَهْلِ الْمَسْجِدِ حِيْنَ خَرَجَ عَلَيْهِمْ مَا يَنْتَظِرُهَا اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ غَيْرُكُمْ وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ يَّفْشُوَ الْاِسْلَامُ فِي النَّاسِ زَادَ حَرْمَلَةُ فِيْ رِوَايَتِهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَذُكِرَ لِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تَنْزُرُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الصَّلٰوةِ وَذٰلِكَ حِيْنَ صَاحَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں دیر کی (جس کو لوگ عتمہ کہتے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف نہ لائے حتیٰ کہ حضرت عمر بن الخطاب نے عرض کیا "بچے اور عورتیں سو گئے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آتے وقت نمازیوں سے فرمایا "روئے زمین پر تمہارے سوا اور کوئی نماز کا انتظار نہیں کر رہا" یہ لوگوں میں اسلام کی اشاعت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جب حضرت عمر نے چیخ کر نماز کے لیے بلایا تو آپ نے فرمایا "تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نماز کا تقاضا کرو!"

۱۳۴۳- وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ الزُّهْرِيِّ وَذُكِرَ لِيْ وَمَا بَعْدَهُ -

ایک اور روایت میں بھی ایسا ہی ہے۔

۱۳۴۴- حَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ كِلَاهُمَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بَكْرٍ ح وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ ح وَحَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالُوْا جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي الْمُغِيْرَةُ بْنُ حَكِيْمٍ عَنْ اُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں دیر کی حتیٰ کہ رات کا اکثر حصہ گزر گیا حتیٰ کہ نمازی مسجد میں سو گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا "اگر مجھے امت کی دشواری کا خیال نہ ہوتا تو عشاء کا یہی وقت ہوتا!"

أَعْتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ حَتّٰى ذَهَبَ عَامَّةُ اللَّيْلِ وَحَتّٰى نَامَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلّٰى فَقَالَ إِنَّهُ لَوَقْتُهَا لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ لَوْلَا أَنْ يَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي۔

۱۳۴۵ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَنَا وَقَالَ زُهَيْرٌ نَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ مَكَثْنَا ذَاتَ لَيْلَةٍ نَنْتَظِرُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ فَخَرَجَ إِلَيْنَا حِينَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ أَوْ بَعْدَهُ فَلَا نَدْرِي أَشَيْءٌ شَغَلَهُ فِي أَهْلِهِ أَوْ غَيْرُ ذٰلِكَ فَقَالَ حِينَ خَرَجَ إِنَّكُمْ لَتَنْتَظِرُونَ صَلٰوةً مَا يَنْتَظِرُهَا أَهْلُ دِينٍ غَيْرُكُمْ وَلَوْلَا أَنْ يَثْقُلَ عَلٰى أُمَّتِي لَصَلَّيْتُ بِهِمْ هٰذِهِ السَّاعَةَ ثُمَّ أَمَرَ الْمُؤَذِّنَ فَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَلّٰى۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک رات عشاء کی نماز کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے رہے۔ نہ جانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر کسی کام میں مشغول تھے یا کیا وجہ تھی۔ بہر حال آپ تہائی رات یا اس کے بھی بعد تشریف لائے۔ آتے وقت آپ نے فرمایا "تم اس نماز کا انتظار کر رہے تھے جس کا انتظار تمہارے سوا کسی اور دین کو ماننے والا نہیں کرتا، اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں اسی وقت نماز پڑھایا کرتا!" پھر آپ نے مؤذن کو اقامت کہنے کا حکم دیا اور نماز پڑھا دی۔

۱۳۴۶ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شُغِلَ عَنْهَا لَيْلَةً فَأَخَّرَهَا حَتّٰى رَقَدْنَا فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ رَقَدْنَا ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ اللَّيْلَةَ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ غَيْرُكُمْ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات عشاء کی نماز کے وقت کسی کام میں مشغول ہو گئے اور عشاء کی نماز کو مؤخر کر دیا حتیٰ کہ ہم مسجد میں سو گئے پھر ہم بیدار ہوئے پھر سو گئے پھر جب بیدار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا "تمہارے علاوہ روئے زمین پر آج کی رات کوئی بھی نماز کے انتظار میں نہیں ہے"۔

۱۳۴۷ - وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ الْعَمِّيُّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ أَنَّهُمْ سَأَلُوا أَنَسًا عَنْ خَاتَمِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَخَّرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ذَاتَ لَيْلَةٍ إِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ أَوْ كَادَ يَذْهَبُ شَطْرُ اللَّيْلِ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَنَامُوا وَإِنَّكُمْ لَمْ تَزَالُوا فِي صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرْتُمْ

ثابت بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت انس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا حال معلوم کیا۔ انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات عشاء کی نماز کو نصف شب یا اس کے لگ بھگ تک مؤخر کر دیا پھر آپ تشریف لائے اور فرمایا "لوگ نماز پڑھ کر سو گئے اور تم جس وقت تک نماز کا انتظار کرتے رہو گے نماز ہی (کے حکم) میں رہو گے!" حضرت انس کہتے ہیں میری آنکھوں کے سامنے اب بھی یہ منظر ہے کہ

الصَّلٰوةَ قَالَ اَنَسٌ كَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى وَبِيْصِ خَاتَمِهٖ مِنْ فِضَّةٍ وَرَفَعَ اِصْبَعَهُ الْيُسْرٰى بِالْخِنْصَرِ۔

١٣٤٨- وَحَدَّثَنِىْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا اَبُوْ زَيْدٍ سَعِيْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ نَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ نَظَرْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً حَتّٰى كَانَ قَرِيْبٌ مِّنْ نِصْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ جَآءَ فَصَلّٰى ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَكَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى وَبِيْصِ خَاتَمِهٖ فِىْ يَدِهٖ مِنْ فِضَّةٍ۔

١٣٤٩- وَحَدَّثَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْعَطَّارُ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيْدِ الْحَنَفِىُّ قَالَ نَا قُرَّةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ۔

١٣٥٠- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْاَشْعَرِىُّ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى قَالَ كُنْتُ اَنَا وَاَصْحَابِىَ الَّذِيْنَ قَدِمُوْا مَعِىْ فِى السَّفِيْنَةِ نُزُوْلًا فِىْ بَقِيْعِ بُطْحَانَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ فَكَانَ يَتَنَاوَبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ كُلَّ لَيْلَةٍ نَفَرٌ مِّنْهُمْ قَالَ اَبُوْ مُوْسٰى فَوَافَقْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَصْحَابِىْ وَلَهٗ بَعْضُ الشُّغْلِ فِىْ اَمْرِهٖ حَتّٰى اَعْتَمَ بِالصَّلٰوةِ حَتَّى ابْهَارَّ اللَّيْلُ ثُمَّ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِهِمْ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ قَالَ لِمَنْ حَضَرَهٗ عَلٰى رِسْلِكُمْ اُعْلِمُكُمْ وَاَبْشِرُوْا اِنَّ مِنْ نِّعْمَةِ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اَنَّهٗ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ اَحَدٌ يُّصَلِّىْ هٰذِهِ السَّاعَةَ اَحَدٌ غَيْرُكُمْ اَوْ قَالَ مَا صَلّٰى هٰذِهِ السَّاعَةَ اَحَدٌ غَيْرُكُمْ لَا نَدْرِىْ اَىَّ الْكَلِمَتَيْنِ قَالَ قَالَ اَبُوْ مُوْسٰى فَرَجَعْنَا فَرِحِيْنَ بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاندی کی انگوٹھی کی چمک دیکھ رہا ہوں۔ انھوں نے بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے اشارہ کر کے کہا انگوٹھی اس ہاتھ میں تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آدھی رات تک انتظار کیا پھر آپ تشریف لائے اور نماز ادا کی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور یہ منظر اب بھی میرے سامنے ہے کہ میں آپ کی چاندی کی انگوٹھی کی چمک دیکھ رہا ہوں۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے لیکن اس میں ہماری طرف متوجہ ہونے کا ذکر نہیں۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے جو ساتھی کشتی سے آئے تھے یہ سب بقیع کی پتھریلی زمین میں اترے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف فرما تھے اور ہماری ایک جماعت باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتی تھی، حضرت ابو موسیٰ کہتے ہیں ایک دن میں چند ساتھیوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام میں مشغول تھے حتیٰ کہ آدھی رات گذر گئی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے ہم کو نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے حاضرین سے فرمایا: ذرا ٹھہرو! میں تم کو بتاتا ہوں کہ تمہیں بشارت ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر انعام ہے کہ تمہارے سوا اس وقت کوئی اور نماز نہیں پڑھ رہا یا فرمایا تمہارے سوا اس وقت کسی نے نماز نہیں پڑھی۔ راوی کہتا ہے یاد نہیں ابو موسیٰ نے کون سا جملہ کہا تھا۔ حضرت ابو موسیٰ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بشارت سن کر ہم لوگ خوشی خوشی واپس چلے گئے۔

۱۳۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ انَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ قُلْتُ لِعَطَاءٍ اَيُّ حِيْنٍ اَحَبُّ اِلَيْكَ اَنْ اُصَلِّيَ الْعِشَاءَ الَّتِيْ يَقُوْلُهَا النَّاسُ الْعَتَمَةَ اِمَامًا وَّخِلْوًا قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ اَعْتَمَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ الْعِشَاءَ قَالَ حَتّٰى رَقَدَ نَاسٌ وَّاسْتَيْقَظُوْا وَرَقَدُوْا وَاسْتَيْقَظُوْا فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ الصَّلٰوةُ فَقَالَ عَطَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَخَرَجَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ الْاٰنَ يَقْطُرُ رَاْسُهٗ مَآءً وَّاضِعًا يَّدَهٗ عَلٰى شِقِّ رَاْسِهٖ قَالَ لَوْلَا اَنْ يَّشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ اَنْ يُّصَلُّوْهَا كَذٰلِكَ قَالَ فَاسْتَثْبَتُّ عَطَاءً كَيْفَ وَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَاْسِهٖ يَدَهٗ كَمَا اَنْبَاَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَبَدَّدَ لِيْ عَطَاءٌ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ شَيْئًا مِّنْ تَبْدِيْدٍ ثُمَّ وَضَعَ اَطْرَافَ اَصَابِعِهٖ عَلٰى قَرْنِ الرَّاْسِ ثُمَّ صَبَّهَا يُمِرُّهَا كَذٰلِكَ عَلَى الرَّاْسِ حَتّٰى مَسَّتْ اِبْهَامُهٗ طَرَفَ الْاُذُنِ مِمَّا يَلِي الْوَجْهَ ثُمَّ عَلَى الصُّدْغِ وَنَاحِيَةِ اللِّحْيَةِ لَا يُقَصِّرُ وَلَا يَبْطُشُ بِشَيْءٍ اِلَّا كَذٰلِكَ قُلْتُ لِعَطَاءٍ كَمْ ذُكِرَ لَكَ اَخَّرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَتَئِذٍ قَالَ لَا اَدْرِيْ قَالَ عَطَاءٌ اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ اُصَلِّيَهَا اِمَامًا وَّخِلْوًا مُؤَخَّرَةً كَمَا صَلَّاهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَتَئِذٍ فَاِنْ شَقَّ عَلَيْكَ ذٰلِكَ خِلْوًا اَوْ عَلَى النَّاسِ فِي الْجَمَاعَةِ وَاَنْتَ اِمَامُهُمْ فَصَلِّهَا وَسَطًا لَا مُعَجَّلَةً وَّلَا مُؤَخَّرَةً۔

ابن جریج کہتے ہیں میں نے عطا سے کہا تمہارے نزدیک عشاء کی نماز (جس کو لوگ عتمہ کہتے ہیں) پڑھنے کے لیے کونسا وقت بہتر ہے خواہ جماعت سے پڑھے یا تنہا۔ عطا نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سُنا وہ فرما رہے تھے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں تاخیر کی، حتیٰ کہ لوگ سو گئے پھر بیدار ہوئے اور سو گئے پھر بیدار ہوئے تو حضرت عمر بن الخطاب نے کھڑے ہو کر باآواز بلند کہا!! "الصلوٰۃ" عطا کہتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے یہ منظر اب بھی میرے سامنے ہے کہ آپ تشریف لائے درآں حالیکہ آپ کے سر اقدس سے پانی ٹپک رہا تھا اور آپ نے اپنے سر مبارک پر اپنا ہاتھ رکھا ہوا تھا۔" آپ نے فرمایا اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں اُس کو اسی وقت نماز پڑھنے کا حکم دیتا!" میں نے عطا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر پر کس طرح ہاتھ رکھا ہوا تھا اور حضرت ابن عباس نے تمہیں کس طرح بتلایا تھا۔ عطا نے اپنی انگلیاں تھوڑی سی کھولیں اور پھر اپنی انگلیوں کے کنارے اپنے سر پر رکھے پھر ان کو سر سے جھکایا اور سر پر پھیرا حتیٰ کہ ان کا انگوٹھا کان کے اس کنارے کی جانب پہنچا جو منہ کی طرف ہے پھر ان کا انگوٹھا کنپٹی تک اور ہاتھ ڈاڑھی تک گیا کسی چیز کو چھوتا تھا نہ کسی چیز کو پکڑتا تھا۔ میں نے عطا سے دریافت کیا انھوں نے یہ بھی بتلایا تھا کہ اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی تاخیر فرمائی تھی۔ اس نے کہا میں نہیں جانتا پھر عطا نے کہا میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اس وقت نماز پڑھوں جس وقت اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تھی خواہ میں امام ہوں یا تنہا۔ اگر تم کو خود اتنی دیر بار گزرے یا تم امام ہو اور لوگوں کو اتنی دیر گراں گزرے تو متوسط وقت میں نماز پڑھ لیا کرو نہ جلدی نہ دیر سے۔

۱۳۵۲ - حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَقُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ وَاَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ یَحْیٰی اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاکٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُؤَخِّرُ صَلٰوۃَ الْعِشَآءِ الْاٰخِرَۃِ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز دیر سے پڑھا کرتے تھے۔

۱۳۵۳ - وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ وَاَبُوْ کَامِلٍ الْجَحْدَرِیُّ قَالَا نَا اَبُوْ عَوَانَۃَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الصَّلَوٰتِ نَحْوًا مِّنْ صَلٰوتِکُمْ وَکَانَ یُؤَخِّرُ الْعَتَمَۃَ بَعْدَ صَلٰوتِکُمْ شَیْئًا وَکَانَ یُخِفُّ الصَّلٰوۃَ وَفِیْ رِوَایَۃِ اَبِیْ کَامِلٍ یُخَفِّفُ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہی اوقات میں نماز پڑھا کرتے تھے جن میں تم پڑھتے ہو البتہ عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھتے تھے اور آپ نماز میں تخفیف کرتے تھے۔

۱۳۵۴ - وَحَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَ زُهَیْرٌ نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ عَنِ ابْنِ اَبِیْ لَبِیْدٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَغْلِبَنَّکُمُ الْاَعْرَابُ عَلٰی اسْمِ صَلٰوتِکُمْ اَلَا اِنَّهَا الْعِشَآءُ وَهُمْ یُعْتِمُوْنَ بِالْاِبِلِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا تمہاری نماز کے نام پر گنوار غالب نہ آجائیں (اعرابی عشاء کی نماز کو عتمہ کہتے تھے عتمہ اندھیرا چھا جانے کو کہتے ہیں۔ سعیدی) سنو یہ نماز عشاء ہے اور وہ اس وقت دیر کر کے دودھ دوہتے ہیں (اس لیے عتمہ کہتے ہیں۔

۱۳۵۵ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا وَکِیْعٌ قَالَ نَا سُفْیَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ لَبِیْدٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَغْلِبَنَّکُمُ الْاَعْرَابُ عَلٰی اسْمِ صَلٰوتِکُمُ الْعِشَآءِ فَاِنَّهَا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ الْعِشَآءُ وَاِنَّهَا تُعْتِمُ بِحِلَابِ الْاِبِلِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیہاتی لوگ عشاء کی نماز کے نام میں تم پر غالب نہ آجائیں کیونکہ یہ اللہ کی کتاب میں "عشاء" ہے اور وہ تاخیر سے اونٹوں کا دودھ دوہتے ہیں، (اس لیے عتمہ کہتے ہیں۔ سعیدی)

عشاء کے وقت میں مذاہب اربعہ

عشاء کا وقت شفق کی سفیدی غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور طلوع فجر تک باقی رہتا ہے[1] امام ابوحنیفہ[2] اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک باب کر

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر متوفی ۵۹۳ھ ۔ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۱۹۶ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] ۔ " " " ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۲۰۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] ۔ علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۱۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

اور آئندہ باب کی احادیث کی بنا پر عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کر کے پڑھنا مستحب ہے۔ امام مالک بن انس رحمہ اللہ اور امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ کا بھی ایک قول یہی ہے، حضرت عائشہ نے ایک روایت میں فرمایا رات کا اکثر حصہ گزر چکا تھا آپ کا یہ قول مبالغہ پر محمول ہے نصف شب کے بعد عشاء کی نماز میں تاخیر کرنے کا استحباب کسی کا بھی مذہب نہیں ہے۔[۱]

آپ کی امت پر شفقت اور رعایت

اس باب کی احادیث میں بار بار گزرا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں عشاء کی نماز اسی وقت پڑھتا[۲] اور اس سے پہلے وضو کے ابواب میں یہ احادیث گزر چکی ہیں کہ اگر مجھے مسلمانوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔[۳] اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین راتیں تراویح پڑھائیں چوتھی رات صحابہ کرام تراویح کے شوق میں اس قدر آئے کہ مسجد تنگ پڑ گئی (آپ تراویح پڑھانے کے لیے نہ آئے) حتیٰ کہ صبح کی نماز پڑھانے تشریف لائے۔ نماز پڑھانے کے بعد آپ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے، کلمہ شہادت پڑھا، اس کے بعد فرمایا: اما بعد فانہ لم یخف علی مکانکم ولکنی خشیت ان تفترض علیکم فتعجزوا عنہا۔[۴] (تراویح کے لیے تمہارا اشتیاق مجھ سے مخفی نہیں ہے لیکن مجھے خوف ہے کہ کہیں تم پر تراویح فرض نہ ہو جائے اور تم اس کے ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی رعایت کس قدر مطلوب تھی وہ عزیز علیہ ما عنتم (توبہ: ۱۲۸) "جو کام تمہارے لیے مشکل ہیں وہ ان پر بھاری ہیں" کا مصداق تھے بلکہ دیکھا جائے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نکموں اور ناکارہ لوگوں کی ہی رعایت مطلوب تھی کیونکہ صحابہ کرام تو عبادت کے میدان میں بے قابو ہو کر دوڑتے تھے، اور متعدد احادیث میں ہے کہ سرکار ان کو زیادہ عبادت کرنے سے روکتے تھے بسا اوقات ناراض ہوتے تھے اگر سرکار تراویح پڑھاتے رہتے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دلی مراد بر آتی انہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں بیش از بیش تراویح پڑھنے کا شرف حاصل ہوتا اور انہیں اجر آخرت حاصل کرنے کا زیادہ سے زیادہ موقع نصیب ہوتا لیکن سرکار کو صحابہ کرام کے شرف اور اجر کی بہ نسبت ہم نکموں کی تکلیف اور مشقت کا زیادہ خیال تھا کہیں ایسا نہ ہو کہ صحابہ تو عزت و کرامت کی بازی لے جائیں اور بعد کے لوگ تراویح فرض ہونے سے معصیت کی وادی میں گر جائیں۔ آپ نے ان کا نہیں ہمارا خیال رکھا، دیکھیں ہم آپ کا کتنا خیال رکھتے ہیں! آپ کو ہماری رعایت اس قدر عزیز تھی ہم آپ کی کتنی رعایت کرتے ہیں، وہ پوری رات بھر قیام کر کے ہمارے لیے دعائے مغفرت کرتے، پائے مبارک پر ورم آ جاتا، رات بھر آنکھوں سے جھڑی لگی رہتی یہی کہتے کہتے رات گزر جاتی "ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم" (مائدہ: ۱۱۸)۔ ان کی اس محبت، شفقت، رحمت اور مشقت اٹھانے کا ہم کیا صلہ دے رہے ہیں۔ آپ کی سیرت اور سنن کو اپنانا آج ہم نے اپنے لیے باعث فخر بنایا ہوا ہے یا سبب ننگ و عار!

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۲۸ مطبوعہ نور محمد کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔
۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۲۸ مطبوعہ نور محمد کراچی ״
۳۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۸ مطبوعہ نور محمد کراچی ״
۴۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۹ مطبوعہ نور محمد کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

یہ بات ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئے گی جو ڈاڑھی رکھنے میں کراہت محسوس کرتے ہیں اور ڈاڑھی منڈوانے میں خوشی اور فخر محسوس کرتے ہیں جو ٹخنوں سے اونچے لباس کو رجعت پسندی اور عورتوں کے پردہ کو غلامی سے تعبیر کرتے ہیں اور تمام اسلامی آداب معاشرت کو ملاکے ڈھکوسلے گردانتے ہیں!

سرکار حبیب راتوں کو اٹھ کے رو رو کر امت کے لیے دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ گریہ وزاری دیکھی نہ گئی جبرئیل کو بھیجا جاؤ جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھو تمہیں کیا چیز رلاتی ہے۔ جبرئیل نے آکر اپنے رب کا پیغام سنایا۔ سرکار نے (امت کی مغفرت کے لیے) پریشانی بیان کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرئیل! جاکر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہو: انا سنرضیک فی امتک و لا نسوءک "ہم تم کو تمہاری امت کے مسئلہ میں راضی کر دیں گے اور رنجیدہ ہونے نہیں دیں گے"[1] اللہ اللہ! وہ رب ہو کر ان کے آنسو نہیں دیکھ سکتا! انھیں غمگین نہیں دیکھ سکتا! ہم خود کو ان کے غلام کہلا کے کیونکر ان کی آنکھوں میں اشکوں کا سیلاب گوارہ کر لیتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے وصال کے بعد قبر میں آپ پر امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ ہماری بداعمالیوں کو دیکھ کر آپ غمگین ہوتے ہیں[2]۔ مکہ اور طائف کے مشرکوں نے تو آپ کو صرف زندگی میں اذیت دی تھی ہم اپنی بداعمالیوں سے آج تک آپ کو قبر میں رُلا رہے ہیں۔

منصب رسالت اور تشریع احکام

اس باب کی احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب شریعت مقرر کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شارع بنا کر بھیجا ہے آپ جس چیز کو چاہیں فرض کر دیں اور جس کو چاہیں حرام کر دیں البتہ یہ بات ضروری ہے کہ آپ کا چاہنا کبھی اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے خلاف نہیں ہوتا بلکہ آپ وہی چاہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

اس باب کی احادیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں عشاء کی نماز کو اس وقت تک مؤخر کر دیتا (بعض روایات میں تہائی رات تک بھی فرمایا ہے) اسی طرح فرمایا اگر مسلمانوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے لیے مسواک کا حکم دیتا۔ ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز کے مؤخر کرنے یا مسواک فرض کرنے سے آپ کو صرف امت کی دشواری مانع تھی ورنہ چاہتے تو ایسا کر دیتے۔

قرآن کریم کی درج ذیل آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے احکام کی مشروعیت آپ کو مفوض فرما دی تھی

۱۔ يحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث۔ (اعراف: ۱۵۷)
(رسول) مسلمانوں کے لیے پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔

۲۔ وما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا۔ (حشر: ۷)
رسول جو حکم تم کو دیں اس کو قبول کرو اور جس چیز سے تم کو روکیں اس سے رک جاؤ۔

۳۔ وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم (احزاب: ۳۶)
کسی مومن مرد اور مومن عورت کو اللہ اور رسول کے حکم دینے کے بعد اس حکم پر عمل (کرنے یا نہ کرنے) کا اختیار نہیں ہے۔

---

[1] امام مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ نور محمد کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

[2] علی متقی ہندی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۰۷، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۰۵ھ

۱۳۴۱- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ اَنَا شُعَيْبُ بْنُ اِسْحٰقَ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ نَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُو النَّجَاشِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ بِنَحْوِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ذکر کی گئی ہے۔

مغرب کے وقت میں مذاہب اربعہ

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مغرب کی نماز کا وقت سورج غروب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور شفق غائب ہونے کے بعد مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ شفق غروب آفتاب کے بعد سرخی کا نام ہے یا اس سرخی کے غائب ہونے کے بعد جو سفیدی ظاہر ہوتی ہے اس کا نام شفق ہے۔ ائمہ ثلاثہ، امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک سرخی کا نام شفق ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک سفیدی کا نام شفق ہے اور سفیدی غائب ہونے کے بعد جب مکمل اندھیرا چھا جاتا ہے تو عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے۔[۱]

ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا شفق سرخی ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اخر وقت المغرب اذا اسود الافق "مغرب کا آخری وقت اس وقت ہوتا ہے جب افق سیاہ ہو جائے"[۲] اور افق پر سیاہی سفیدی غائب ہونے کے بعد پھیلتی ہے۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رایت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصلی هذه الصلوة حین یسود الافق۔[۳]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سیاہی پھیلنے کے بعد عشاء کی نماز پڑھتے تھے۔

ایک اور دلیل یہ ہے:

عن النعمان بن بشیر قال انا اعلم بهذه الصلوة صلوة العشاء الآخرة کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصلیها لسقوط القمر لثالثة۔[۴]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں تمام لوگوں کی بہ نسبت عشاء کے وقت کو زیادہ جانتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز اس وقت پڑھا کرتے تھے جب تیسری رات کا چاند ڈوب جاتا تھا۔

اور تیسری رات کا چاند افق کی سفیدی غائب ہونے کے بعد غروب ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مغرب کا وقت سفیدی غائب ہونے تک رہتا ہے نیز کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ آپ نے کبھی سفیدی کے وقت عشاء کی نماز پڑھی ہو البتہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ مغرب کی نماز پڑھنے میں تعجیل مستحب ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے میری امت ہمیشہ خیر سے رہے گی جب تک وہ مغرب کی نماز میں ستاروں کے جالی دار بننے تک تاخیر نہ کرے۔[۵]

---

[۱]۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۴۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت
[۲]۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۱۹۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
[۳]۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۳۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت۔
[۴]۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۶۰ مطبوعہ مجتبائی دہلی۔
[۵]۔ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

رسول الله كما حرم الله الا لا يحل الحمار الاهلي ولا كل ذي ناب من السباع ولا لقطة معاهد الا ان يستغني عنها صاحبها ومن نزل بقوم فعليهم ان يقروه فان لم يقروه فله ان يعقبهم بمثل قراه۔[1]

حرام قرار دیا وہ ایسا ہی ہے جیسے اس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو۔ سنو! تمہارے لیے پالتو گدھے حلال نہیں ہیں اور نہ پھاڑنے والے درندے، نہ ذمی کی گری ہوئی چیز الا یہ کہ اس کا مالک اس چیز سے مستغنی ہو اور جو شخص کسی قوم کے ہاں مہمان ہو ان پر اس کی ضیافت لازم ہے اگر وہ اس کی ضیافت نہ کریں تو وہ ان سے بقدر ضیافت تاوان وصول کر سکتا ہے۔[2]

قرآن کریم اور حدیث شریف کی روشنی میں ایسے بے شمار احکام ہیں جو صرف زبان رسالت سے مشروع ہوئے ہیں۔ نماز کی ہیئت کذائی اور اس کی ترتیب و تفصیل، زکوٰۃ، عشر اور قربانی کے تمام احکام اور آداب، حج و عمرہ کے تمام ارکان اور سنن جہاد کے تمام احکام قرآن کریم نے بیان نہیں کیے ہیں، یہ تمام احکام آپ نے مشروع فرمائے ہیں۔ علاوہ ازیں جو احکام اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان میں بھی تخصیص اور استثناء کا اختیار عطا فرمایا، مثلاً اللہ تعالیٰ نے دو گواہوں کا قاعدہ بیان فرمایا لیکن آپ نے خزیمہ بن ثابت انصاری کی گواہی کو دو گواہوں کے قائم مقام فرمایا، قرآن کریم نے حالت جنگ میں نماز کو (چار کی جگہ دو رکعات) کرنے کی رخصت دی ہے لیکن آپ نے اس کو حالت امن کے سفر میں بھی عام کر دیا، قرآن مجید نے ہر نماز کو اس کے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا لیکن آپ نے عرفات میں عصر کو ظہر کے وقت میں اور مزدلفہ میں مغرب کو عشاء کے وقت میں مشروع کر دیا۔ قرآن مجید نے ہر مسلمان کو چار نکاح کی اجازت دی لیکن آپ نے حضرت علی کو حیات فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میں دوسرے نکاح سے روک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر بیٹی کو اس کے باپ کے ترکہ سے نصف میراث عطا کی ہے ازواج کو اولاد کی موجودگی میں آٹھواں حصہ دیا ہے چچا کو عصبہ بنایا ہے لیکن آپ کی ہدایت کے مطابق آپ کے ترکہ سے آپ کے کسی وارث نے حصہ نہیں پایا ——— ان مثالوں کے بیان کرنے سے معاذ اللہ یہ ظاہر کرنا مقصود نہیں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلہ میں اپنے احکام نافذ کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں متوازی اور مستقل شارع تھے نہیں، بلکہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو محض پیغام رساں اور ایلچی بنا کر نہیں بھیجا تھا، آپ اللہ تعالیٰ کے سفیر محض نہیں، اس کی مرضی اور مشیئت کے نمائندے تھے، اسرار الربیت کے محرم اور مزاج خداوندی کے شناسا تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اذن سے شارع بنا کر بھیجا تھا اور آپ کا بنایا ہوا ہر قانون اور قاعدہ رضائے الٰہی کا مظہر تھا، یہی تو نہیں کہہ دیا تھا!

من يطع الرسول فقد اطاع الله۔ (نساء : ٨٠)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کرلی

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

وقد اقام الله مقام نفسه في امره ونهيه واخباره وبيانه۔[3]

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے امر اور نہی، اخبار اور بیان میں اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا ہے۔

---

[1] شیخ ولی الدین عراقی متوفی ٧٤٢ھ، مشکوٰۃ المصابیح ص ٢٩ مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

[2] میزبان سے بقدر ضیافت تاوان وصول کرنے کا حکم ایک خاص صورت میں ہے جب مجاہدین کسی بستی میں جہاد کے لئے جائیں یا جب مہمان حالت اضطرار میں ہو۔

[3] شیخ ابن تیمیہ الحرانی متوفی ٧٢٨ھ، الصارم المسلول ج ١ ص ٤١، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

مدینہ کے منافقین رسول اللہ کو دھوکا دیتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یخادعون اللہ (بقرہ: ۹) یہ اللہ کو دھوکا دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا واللہ یرید الاخرۃ (انفال: ۶۷) اللہ آخرت کا ارادہ کرتا ہے۔ آپ نے اصحاب عقبہ سے جنت کے عوض ان کے مالوں اور جانوں کو خریدا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین اموالھم وانفسھم بان لھم الجنۃ۔ (توبہ: ۱۱۱) "اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے جنت کے بدلہ میں ان کے مالوں اور جانوں کو خرید لیا" صحابہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ (فتح: ۱۰) جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ آپ کا ہاتھ صحابہ کے ہاتھوں پر ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ید اللہ فوق ایدیھم (فتح: ۱۰)

خلاصہ یہ کہ آپ کی اطاعت اللہ کی اطاعت، آپ کا ارادہ اللہ کا ارادہ، آپ کو ایذاء دینا اللہ کو ایذاء دینا، آپ کا خریدنا اللہ کا خریدنا اور آپ کا بیچنا اللہ کا بیچنا ہے۔

حق یہ ہے کہ آپ کائنات میں اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں پھر آپ کے شارع ہونے میں اور احکام آپ کی طرف مفوض ہونے میں کسی کو کیا کلام ہو سکتا ہے البتہ فرق مراتب ضروری ہے۔

علامہ شعرانی فرماتے ہیں:

فان ما فرض اللہ تعالیٰ اشد مما فرضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ذات نفسہ۔ [1]

جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا وہ اس سے زیادہ اہم ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے فرض قرار دیا۔

علامہ شعرانی کی اس عبارت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شارع ہونے کا واضح اور کافی ثبوت ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

احکام مفوض بود بآں حضرت ہر چہ خواہد کند و ہر چہ خواہد نکند ہر کرا خواہد تخصیص نماید۔ [2]

احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مفوض ہیں جو چاہیں حکم دیں جو چاہیں نہ دیں اور جس کو جس حکم سے چاہیں خاص فرمائیں۔

اس مسئلہ پر مفصل اور مکمل بحث کے لیے ہماری کتاب توضیح البیان کا مطالعہ فرمائیے!

احادیث میں تطبیق

اس باب کی احادیث میں عشاء کی نماز کو عتمہ کہنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ عتمہ کے معنی اندھیرا ہیں اور نماز نور ہے اس پر سوال ہوتا ہے کہ احادیث صحیحہ میں عشاء کو عتمہ کہا گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لو یعلمون ما فی العتمۃ والفجر" [3] "کاش یہ لوگ جانتے کہ عتمہ اور فجر میں کتنا اجر ہے" اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اطلاق بیان جواز کے لیے ہے تاکہ معلوم ہو کہ آپ نے جو اس سے منع فرمایا ہے وہ نہی تنزیہی ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ

[1] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۲۴ مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ قاہرہ مصر ۱۳۵۹ھ

[2] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۱۲۳ مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ بار نہم

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۰ مطبوعہ نور محمد کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ

خطاب ان لوگوں کے اعتبار سے ہے جو عشاء کو عتمہ کے نام سے جانتے تھے۔

بَابُ ۲۲ اِسْتِحْبَابِ التَّبْكِيرِ بِالصُّبْحِ فِي أَوَّلِ وَقْتِهَا وَهُوَ التَّغْلِيسُ وَبَيَانِ قَدْرِ الْقِرَاءَةِ فِيهَا

صبح کی نماز جلد پڑھنا اور اس میں قرأت کی مقدار

۱۳۵۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ كُلُّهُمْ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ عَمْرٌو ثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ نِسَاءَ الْمُؤْمِنَاتِ كُنَّ يُصَلِّينَ الصُّبْحَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَرْجِعْنَ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ لَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مسلمانوں کی عورتیں صبح کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ پڑھتی تھیں، پھر اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی واپس آتی تھیں۔ دراں حالیکہ انہیں کوئی نہیں پہچانتا تھا۔

۱۳۵۷ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَهُ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ نِسَاءٌ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ الْفَجْرَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلَى بُيُوتِهِنَّ وَمَا يُعْرَفْنَ مِنْ تَغْلِيسِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّلَاةِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مسلمان عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز میں حاضر ہوتی تھیں، پھر اپنے گھروں کو لوٹ جاتی تھیں اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منہ اندھیرے نماز پڑھتے تھے اس سبب انہیں کوئی پہچانتا نہیں تھا۔

۱۳۵۸ - وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَإِسْحٰقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَا نَا مَعْنٌ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُصَلِّي الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ وَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ فِي رِوَايَتِهِ مُتَلَفِّفَاتٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھاتے تھے اور عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی واپس جاتی تھیں وہ اندھیرے کی بناء پر پہچانی نہیں جاتی تھیں۔

۱۳۵۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ نَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حجاج مدینہ منورہ آیا تو ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے نمازوں کے متعلق دریافت کیا، انھوں نے فرمایا...

إِبْرَاهِيمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْحَجَّاجُ الْمَدِينَةَ فَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ نَقِيَّةٌ وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَاءَ أَحْيَانًا يُؤَخِّرُهَا وَأَحْيَانًا يُعَجِّلُ كَانَ إِذَا رَآهُمْ قَدِ اجْتَمَعُوا عَجَّلَ وَإِذَا رَآهُمْ قَدْ أَبْطَؤُا أَخَّرَ وَالصُّبْحَ كَانُوا أَوْ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهَا بِغَلَسٍ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز دوپہر کے وقت پڑھا کرتے تھے، عصر اس وقت پڑھتے جب آفتاب سفید ہوتا (یعنی پیلا نہ پڑا ہوتا) مغرب غروب آفتاب کے بعد پڑھتے، عشاء میں کبھی تاخیر کرتے اور کبھی جلدی پڑھتے، اگر لوگ (جلدی) جمع ہوجاتے تو جلدی پڑھتے اور اگر لوگ دیر سے آتے تو دیر سے پڑھتے اور صبح کی نماز منہ اندھیرے پڑھتے تھے۔

۱۳۶۰ - وَحَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ الْحَجَّاجُ يُؤَخِّرُ الصَّلَوَاتِ فَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِمِثْلِ حَدِيثِ غُنْدَرٍ۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حجاج نمازوں میں تاخیر کرتا تھا۔ ہم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا باقی روایت حسب سابق ہے۔

۱۳۶۱ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي سَيَّارُ بْنُ سَلَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَسْأَلُ أَبَا بَرْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ آنْتَ سَمِعْتَهُ قَالَ فَقَالَ كَأَنَّمَا أَسْمَعُكَ السَّاعَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَسْأَلُهُ عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ لَا يُبَالِي بَعْضَ تَأْخِيرِهَا قَالَ يَعْنِي الْعِشَاءَ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ وَلَا يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا قَالَ شُعْبَةُ ثُمَّ لَقِيتُهُ بَعْدُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ وَكَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ حِينَ تَزُولُ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ حِينَ يَذْهَبُ الرَّجُلُ إِلَى أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ قَالَ وَالْمَغْرِبَ لَا أَدْرِي أَيَّ حِينٍ ذَكَرَ قَالَ ثُمَّ لَقِيتُهُ بَعْدُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ وَكَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ فَيَنْظُرُ إِلَى وَجْهِ جَلِيسِهِ الَّذِي يَعْرِفُ فَيَعْرِفُهُ قَالَ وَكَانَ يَقْرَأُ فِيهَا بِالسِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ۔

شعبہ کہتے ہیں کہ سیار بن سلامہ نے مجھے خبر دی انھوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا انھوں نے حضرت ابو برزہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں سوال کیا شعبہ نے کہا کیا تم نے خود اپنے والد سے سنا تھا؟ انھوں نے کہا گویا کہ میں اس وقت بھی سن رہا ہوں انھوں نے کہا میں نے خود سنا میرے والد نے حضرت ابو برزہ سے حضور کی نماز کے بارے میں سوال کیا حضرت ابو برزہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کو آدھی رات تک مؤخر کرنے کی پروا نہیں کرتے تھے اور نماز سے پہلے سونے اور نماز کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند فرماتے تھے، شعبہ کہتے ہیں میں سیار کے والد سے پھر ملا اور ان سے اوقات نماز کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے بتایا کہ آپ آفتاب ڈھل جانے کے بعد ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور عصر اس وقت پڑھتے تھے جب آدمی مدینہ کے آخری حصہ تک چلا جاتا تھا اور سورج باقی رہتا تھا، سیار کے والد کہتے ہیں مجھے یاد نہیں ابو برزہ نے مغرب کے وقت کے بارے میں کیا بتایا تھا۔ شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے پھر ملاقات کی اور دریافت کیا تو کہا صبح کی نماز ایسے وقت پڑھتے تھے کہ آدمی اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شناسا شخص کو پہچان لیتا تھا اور اس میں آپ ساٹھ سے لیکر سو آیتوں تک پڑھتے تھے۔

۱۳۶۲ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا بَرْزَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُبَالِي بَعْضَ تَأْخِيرِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ وَكَانَ لَا يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَلَا الْحَدِيثَ بَعْدَهَا قَالَ شُعْبَةُ ثُمَّ لَقِيتُهُ مَرَّةً أُخْرٰى فَقَالَ أَوْ ثُلُثَ اللَّيْلِ.

حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات تک عشاء کی نماز مؤخر کرنے کی پروا نہیں کرتے تھے اور عشاء سے پہلے سونے کو اور اس کے بعد باتوں کو ناپسند کرتے تھے ایک اور موقع پر حضرت ابو برزہ نے تہائی رات تک تاخیر کا ذکر کیا۔

۱۳۶۳ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا سُوَيْدُ بْنُ عَمْرٍو الْكَلْبِيُّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ أَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤَخِّرُ الْعِشَاءَ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَيَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا وَكَانَ يَقْرَأُ فِي صَلٰوةِ الْفَجْرِ مِنَ الْمِائَةِ إِلَى السِّتِّينَ وَكَانَ يَنْصَرِفُ حِينَ يَعْرِفُ بَعْضُنَا وَجْهَ بَعْضٍ.

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز تہائی رات تک مؤخر کرتے تھے اور عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور اس کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند کرتے تھے، اور صبح کی نماز میں سو سے لیکر ساٹھ آیتوں تک پڑھتے تھے اور صبح کی نماز سے اس وقت فارغ ہوتے تھے کہ (اجالے کی وجہ سے) ہم میں سے ایک شخص دوسرے کو پہچان لیتا تھا۔

فجر کے مستحب وقت میں مذاہب ائمہ

فجر کی نماز کا وقت بالاتفاق صبح صادق کے طلوع سے طلوع آفتاب تک رہتا ہے، البتہ امام مالک[1]، امام شافعی[2] اور امام احمد بن حنبل[3] کے نزدیک منہ اندھیرے فجر کی نماز پڑھنا مستحب ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ[4] کے نزدیک فجر روشن ہونے کے بعد نماز فجر پڑھنا مستحب ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل اس باب کی وہ احادیث ہیں جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منہ اندھیرے نماز پڑھتے تھے اور اندھیرے کی وجہ سے نمازی ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے تھے، امام اعظم کی طرف سے ان احادیث کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لیے فجر کے اول وقت میں بھی نماز پڑھائی ہے۔ تاہم افضل یہ ہے کہ صبح روشن ہونے کے بعد نماز فجر پڑھی جائے کیونکہ اسی باب میں حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب نمازی (روشنی کی وجہ سے) ایک دوسرے

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۰ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] علامہ یحیی بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۳۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[4] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۱۹۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

کر پہچان لیتے تھے اور یہ روایت اس لیے راجح ہے کہ متعدد احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز اس وقت پڑھنے کا حکم دیا ہے جب سپیدی پھیل جائے ، سطور ذیل میں درج احادیث ملاحظہ فرمائیں ۔

(۱) عن رافع بن خدیج قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر۔[۱]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح روشن کرکے پڑھو کیونکہ اس میں زیادہ اجر ہے ۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اس حدیث کے جواب میں کہتے ہیں کہ اسفار کا معنی یہ ہے کہ فجر کا وقت متحقق ہو جائے اور اس میں شک نہ رہے ، امام ابن ہمام نے اس جواب پر رد کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اسفار کا معنی فجر کے وقت کا تحقق ہو تو حدیث شریف کا معنی یہ ہوگا کہ فجر کا وقت متحقق ہونے کے بعد نماز پڑھنے سے زیادہ اجر ملتا ہے جو اس بات کو مستلزم ہے کہ اگر وقت سے پہلے فجر پڑھ لی جائے تو پھر بھی اجر ملیگا اور یہ بداہتہً باطل ہے ۔[۲]

(۲) عن رافع بن خدیج قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصبحوا بالصبح فانہ اعظم لاجورکم او اعظم للاجر[۳]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کی نماز صبح کے وقت پڑھو کیونکہ اس میں زیادہ اجر ہے ۔

(۳) عن محمود بن لبید عن رجال من قومہ من الانصار ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما اسفرتم بالصبح فانہ اعظم بالاجر[۴]

محمود بن لبید اپنی قوم کے لوگوں سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح کی نماز روشن کرکے پڑھنے سے زیادہ اجر ملتا ہے ۔

(۴) عن ابی طریف انہ کان شاھدا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حصن الطائف فکان یصلی بنا صلوٰۃ الفجر حتی لو ان انسانا رمی بنبلہ ابصر مواقع نبلہ ۔[۵]

حضرت ابو طریف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طائف کے قلعہ میں حاضر تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز اس وقت پڑھائی کہ اگر کوئی انسان تیر پھینکتا تو وہ اپنے تیر گرنے کی جگہ دیکھ سکتا تھا ۔

(۵) عن ابراھیم قال ما اجتمع اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی شیء ما اجتمعوا علی التنویر۔[۶]

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے جتنا صبح کی نماز روشن کرکے پڑھنے میں اتفاق کیا ہے کسی مسئلہ میں نہیں کیا !

---

[۱] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۴۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۔

[۲] امام کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ ۔ فتح القدیر ج ۱ ص ۱۹۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[۳] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ ۔ سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۶۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور طبع دوم ۱۴۰۵ھ

[۴] امام ابو عبدالرحمان نسائی متوفی ۳۰۳ھ ۔ سنن نسائی ج ۱ ص ۵۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[۵] امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ ۔ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۰۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۴ھ

[۶] " " " " " " ج ۱ ص ۱۰۹

عشاء کے بعد باتیں کرنا

اس باب کی بعض احادیث میں عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد بیکار اور فضول باتیں ہیں، جن میں کوئی مصلحت نہ ہو لیکن جن باتوں میں کوئی مصلحت ہو وہ جائز ہیں، جیسے علم دین کے کسی مسئلہ میں مذاکرہ اور مباحثہ کرنا، دینی جلسوں میں مشغولیت، اسکول اور کالج کی پڑھائی، مطالعہ کتب، نیک لوگوں کے واقعات کا بیان، اپنی اہلیہ اور بچوں سے انس کے لیے گفتگو، مہمانوں سے اور مسافروں سے بات چیت، لوگوں کی فلاح وبہبود کے لیے بات چیت، اچھے کام میں کسی کی سفارش، بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا، ان میں سے بعض امور کے جواز میں احادیث صحیحہ وارد ہیں۔ البتہ عشاء کے بعد ناول پڑھنا، فلم دیکھنا اور گانے سننا جائز نہیں ہیں —— عشاء کے بعد باتیں کرنے کو اس لیے ناپسند فرمایا کہ زیادہ دیر جاگنے کی وجہ سے مبادا فجر کی نماز رہ جائے اور عشاء سے پہلے سونے کو اس لیے ناپسند فرمایا ہے کہ کہیں عشاء کی نماز رہ جائے۔

بَابُ ۲۳۶ كَرَاهَةِ تَاخِيرِ الصَّلٰوةِ عَنْ وَقْتِهَا الْمُخْتَارِ وَمَا يَفْعَلُهُ الْمَامُومُ اِذَا اَخَّرَهَا الْاِمَامُ

مستحب وقت سے مؤخر کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے ایسی صورت میں مقتدیوں کا حکم

۱۳۶۴ - حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ وَاَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَا نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَنْتَ اِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ اُمَرَاءُ يُؤَخِّرُوْنَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا اَوْ يُمِيْتُوْنَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا قَالَ قُلْتُ فَمَا تَاْمُرُنِيْ قَالَ صَلِّ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا فَاِنْ اَدْرَكْتَهَا مَعَهُمْ فَصَلِّ فَاِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ وَلَمْ يَذْكُرْ خَلَفٌ عَنْ وَقْتِهَا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: "جب تم پر ایسے حکام مسلط ہو جائیں جو نماز کو (مستحب) وقت سے مؤخر کر کے پڑھیں یا فرمایا نماز کے (مستحب) وقت کو ختم کر کے پڑھیں تو تم کیا کرو گے؟ میں نے عرض کیا جو آپ ارشاد فرمائیں! آپ نے فرمایا تم اپنے وقت پر نماز پڑھ لیا کرو پھر اگر ان کے ساتھ نماز پاؤ تو وہ بھی پڑھ لینا کیونکہ وہ تمہارے لیے نفل ہو جائے گی (خلف نے عن وقتها کا لفظ نہیں بیان کیا۔)

۱۳۶۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا ذَرٍّ اِنَّهُ سَيَكُوْنُ بَعْدِيْ اُمَرَاءُ يُمِيْتُوْنَ الصَّلٰوةَ فَصَلِّ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا فَاِنْ صَلَّيْتَ لِوَقْتِهَا كَانَتْ لَكَ نَافِلَةً وَاِلَّا كُنْتَ قَدْ اَحْرَزْتَ صَلٰوتَكَ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: "میرے بعد ایسے حکام آئیں گے جو نماز کو (مستحب) وقت گزار کر پڑھیں گے تم نماز کو وقت پر پڑھنا، اگر تم نے نماز وقت پر پڑھ لی ہے تو ان کے ساتھ نفل ہو جائے گی اور اگر تم نے ان کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تو تم اپنی نماز تو پڑھ ہی چکے ہو۔"

۱۳۶۶ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میرے

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ خَلِيْلِيْ اَوْصَانِيْ اَنْ اَسْمَعَ وَاُطِيْعَ وَاِنْ كَانَ عَبْدًا مُجَدَّعَ الْاَطْرَافِ وَاَنْ اُصَلِّيَ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا فَاِنْ اَدْرَكْتَ الْقَوْمَ وَقَدْ صَلَّوْا كُنْتَ قَدْ اَحْرَزْتَ صَلٰوتَكَ وَاِلَّا كَانَتْ لَكَ نَافِلَةً۔

۱۳۶۷ - وَحَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ بُدَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْعَالِيَةِ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَرَبَ فَخِذِيْ كَيْفَ اَنْتَ اِذَا بَقِيْتَ فِيْ قَوْمٍ يُؤَخِّرُوْنَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا قَالَ مَا تَاْمُرُ قَالَ صَلِّ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا ثُمَّ اذْهَبْ لِحَاجَتِكَ فَاِنْ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ وَاَنْتَ فِي الْمَسْجِدِ فَصَلِّ۔

۱۳۶۸ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ الْبَرَّاءِ قَالَ اَخَّرَ ابْنُ زِيَادٍ الصَّلٰوةَ فَجَاءَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الصَّامِتِ فَاَلْقَيْتُ لَهٗ كُرْسِيًّا فَجَلَسَ عَلَيْهِ فَذَكَرْتُ لَهٗ صَنِيْعَ ابْنِ زِيَادٍ فَعَضَّ عَلٰى شَفَتِهِ وَضَرَبَ فَخِذِيْ وَقَالَ اِنِّيْ سَاَلْتُ اَبَا ذَرٍّ كَمَا سَاَلْتَنِيْ فَضَرَبَ فَخِذِيْ كَمَا ضَرَبْتُ فَخِذَكَ وَقَالَ اِنِّيْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا سَاَلْتَنِيْ فَضَرَبَ فَخِذِيْ كَمَا ضَرَبْتُ فَخِذَكَ وَقَالَ صَلِّ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا فَاِنْ اَدْرَكَتْكَ الصَّلٰوةُ مَعَهُمْ فَصَلِّ وَلَا تَقُلْ اِنِّيْ قَدْ صَلَّيْتُ فَلَا اُصَلِّيْ۔

خلیل (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں (حکام کے) احکام سنوں اور ان کی اطاعت کروں خواہ وہ ہاتھ پیر کٹا غلام ہو، اور یہ کہ میں نماز کو اس کے وقت پر پڑھوں آپ نے فرمایا اگر یہ لوگ نماز پڑھ چکے تو تم اپنی نماز ادا کر چکے ہو، ورنہ ان کے ساتھ تمہاری نماز نفل ہو جائیگی۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری ران پر ہاتھ مارا اور فرمایا جب تم ایسے لوگوں میں رہ جاؤ گے جو وقت گزار کر نماز پڑھیں گے تو تم کیا کرو گے؟ میں نے عرض کیا جو آپ حکم فرمائیں آپ نے فرمایا تم وقت پر اپنی نماز پڑھ کر اپنے کام پر چلے جانا، اس کے بعد اگر جماعت کھڑی ہو اور تم مسجد میں ہو تو نماز پڑھ لینا۔

ابو العالیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ابن زیاد نے نماز میں دیر کر دی، اتفاقاً میرے پاس حضرت عبد اللہ بن صامت رضی اللہ عنہ تشریف لائے میں نے ان کے لیے کرسی پیش کی وہ اس پر بیٹھ گئے، میں نے ان سے عبد اللہ بن زیاد کی نماز میں "تاخیر" کا ذکر کیا انھوں نے اپنے ہونٹ بھینچے اور میری ران پر ہاتھ مارا اور کہا میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہی سوال کیا تھا انھوں نے میری ران پر ایسے ہی ہاتھ مارا تھا جیسے میں نے تمہاری ران پر ہاتھ مارا ہے اور کہا کہ میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سوال کیا تھا جس طرح تم نے مجھ سے سوال کیا ہے اور آپ نے بھی میری ران پر ایسے ہی ہاتھ مارا تھا جیسے میں نے تمہاری ران پر ہاتھ مارا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا تھا "نماز اپنے وقت پر پڑھو پھر اگر ان کے ساتھ نماز مل جائے تو ان کے ساتھ بھی

۱۳۶۹- وَحَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ التَّيْمِيُّ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي نَعَامَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَيْفَ أَنْتُمْ أَوْ قَالَ كَيْفَ أَنْتَ إِذَا بَقِيتَ فِي قَوْمٍ يُؤَخِّرُونَ الصَّلَاةَ عَنْ وَقْتِهَا فَصَلِّ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا ثُمَّ إِنْ أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلِّ مَعَهُمْ فَإِنَّهَا زِيَادَةُ خَيْرٍ۔

پڑھ لینا اور یہ نہ کہنا کہ میں نماز پڑھ چکا ہوں، اب نہیں پڑھتا۔"

حضرت عبد اللہ بن صامت بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم ان لوگوں میں رہو گے جو نماز دیر سے پڑھتے ہیں! تم نماز کو اپنے وقت میں پڑھ لینا پھر اگر جماعت کھڑی ہو تو ان کے ساتھ بھی پڑھ لینا کیونکہ اس میں زیادہ خیر ہے۔

۱۳۷۰- وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ قَالَ نَا مُعَاذٌ وَهُوَ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ مَطَرٍ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ الْبَرَّاءِ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نُصَلِّي يَوْمَ الْجُمُعَةِ خَلْفَ أُمَرَاءَ فَيُؤَخِّرُونَ الصَّلٰوةَ قَالَ فَضَرَبَ فَخِذِي ضَرْبَةً أَوْجَعَتْنِي وَقَالَ سَأَلْتُ أَبَا ذَرٍّ عَنْ ذٰلِكَ فَضَرَبَ فَخِذِي وَقَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ صَلُّوا الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا وَاجْعَلُوا صَلٰوتَكُمْ مَعَهُمْ نَافِلَةً قَالَ وَقَالَ عَبْدُ اللهِ ذُكِرَ لِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ فَخِذَ أَبِي ذَرٍّ۔

ابو العالیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم جمعہ کے دن حکام کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہیں وہ نماز کو آخری وقت میں ادا کرتے ہیں۔ ابو العالیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے میری ران پر اتنی زور سے ہاتھ مارا کہ مجھے درد ہونے لگا اور کہا کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہی دریافت کیا تو انہوں نے بھی میری ران پر مارا اور کہا کہ میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی بات دریافت کی تھی تو آپ نے فرمایا تم (مسنون) وقت میں نماز پڑھا کرو اور جماعت کے ساتھ نماز کو بطور نفل پڑھ لیا کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت ابوذر کی ران پر ہاتھ مارا تھا۔

نماز میں تعجیل

اس باب کی احادیث میں نماز کو مستحب وقت میں پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے اور یہ کہ اگر ائمہ نماز کو مستحب وقت گزرنے کے بعد تاخیر سے پڑھیں تو اپنی نماز وقت پر پڑھ لی جائے اور بعد میں ائمہ کے ساتھ بھی نماز پڑھ لی جائے۔ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ ان میں فرض کون سی نماز ہوگی۔ امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ پہلی نماز نفل اور دوسری فرض ہوگی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک پہلی نماز فرض ہوگی اور دوسری نفل، اس باب کی احادیث امام ابوحنیفہ کے مسلک کی مؤید ہیں۔ چونکہ دوسری احادیث سے فجر اور عصر کے بعد نفل پڑھنے کی ممانعت ثابت ہے اور تین رکعت نفل مشروع نہیں ہیں اس لیے اس حدیث کے مطابق صرف ظہر اور عشاء میں ہی حکم کے ساتھ دوبارہ بطور نفل کے نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ شافعی تمام نمازوں میں دوبارہ نماز پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں[1] ان پر وہ احادیث حجت ہیں جن میں فجر اور عصر کے بعد نوافل سے آپ نے منع فرمایا ہے اور دلیل محرم مبیح پر مقدم

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۳۱ مطبوعہ نور محمد کراچی ۱۳۷۵ھ۔

ہوتی ہے ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حتی الامکان حکام کی اطاعت کی جائے جب تک کہ وہ کسی معصیت کا حکم نہ دیں۔

حکام کی اطاعت

اس باب کی ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ اگر کوئی اعضاء بریدہ غلام بھی حاکم ہو تو اس کی اطاعت کی جائے۔ اس پر سوال ہے کہ حاکم بنانے کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ آزاد اور سلیم الاعضاء ہو پھر اعضاء بریدہ غلام کی اطاعت کا کیا معنی ہے۔ علامہ نووی نے اس کے دو جواب دیئے ہیں ایک یہ کہ اگر حاکم کو منتخب کرنے کا موقع ہو تو آزاد اور سلیم الاعضاء ہی کو حاکم بنایا جائے لیکن یہاں اس صورت کا بیان ہے کہ جب کوئی غلام یا اعضاء بریدہ بزور اور جبراً حاکم بن جائے اور بتایا گیا ہے کہ غیر معصیت میں اس کی اطاعت بھی لازم ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آزاد وغیرہ کی شرط خلیفہ کے لیے ہے عام حکام کے لیے نہیں ہے اور یہاں حکام سے مراد خلیفہ کے نامزد کردہ حکام ہیں۔

بَابُ ۲۲ فَضْلِ صَلٰوةِ الْجَمَاعَةِ وَبَيَانِ التَّشْدِيْدِ فِي التَّخَلُّفِ عَنْهَا وَاَنَّهَا فَرْضُ كِفَايَةٍ

نماز باجماعت پڑھنے کی تاکید اور اس کے فرض کفایہ ہونے کا بیان

۱۳۷۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوةِ اَحَدِكُمْ وَحْدَهٗ بِخَمْسَةٍ وَّعِشْرِيْنَ جُزْءًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باجماعت نماز پڑھنا تمہارے تنہا پڑھنے سے پچیس گنا افضل ہے۔

۱۳۷۲ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَفْضُلُ صَلٰوةٌ فِي الْجَمِيْعِ عَلٰى صَلٰوةِ الرَّجُلِ وَحْدَهٗ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً قَالَ وَتَجْتَمِعُ مَلٰٓئِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلٰٓئِكَةُ النَّهَارِ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باجماعت نماز پڑھنا تنہا پڑھنے سے پچیس گنا افضل ہے اور فرمایا رات اور دن کے فرشتے فجر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں اور تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو (ترجمہ) فجر میں قرآن کی تلاوت پر (فرشتے) حاضر کیے جاتے ہیں۔

۱۳۷۳ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اِسْحٰقَ قَالَ نَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدٌ وَّاَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ عَبْدِ الْاَعْلٰى

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

عن معمر إلا أنهما قالا بخمس وعشرين جزءا۔

۱۳۷۴- وحدثنا عبد الله بن مسلمة بن قعنب قال نا أفلح عن أبي بكر بن محمد بن عمرو بن حزم عن سلمان الأغر عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة الجماعة تعدل خمسا وعشرين من صلاة الفذ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا با جماعت نماز تنہا شخص کی پچیس نمازوں کے برابر ہے۔

۱۳۷۵- حدثني هارون بن عبد الله ومحمد بن حاتم قالا نا حجاج بن محمد قال قال ابن جريج أخبرني عمر بن عطاء بن أبي الخوار أنه بينا هو جالس مع نافع بن جبير بن مطعم إذ مر بهم أبو عبد الله ختن زيد بن زبان مولى الجهنيين فدعاه نافع فقال سمعت أبا هريرة يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة مع الإمام أفضل من خمس وعشرين صلاة يصليها وحده۔

عمر بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں نافع بن جبیر بن مطعم کے پاس بیٹھا ہوا تھا ناگاہ وہاں سے ابو عبد اللہ کا گذر ہوا نافع نے انھیں بلایا اور کہا میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا پچیس نمازیں پڑھنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

۱۳۷۶- حدثنا يحيى بن يحيى قال قرأت على مالك عن نافع عن ابن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال صلاة الجماعة أفضل من صلاة الفذ بسبع وعشرين درجة۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ افضل ہے۔

۱۳۷۷- وحدثني زهير بن حرب ومحمد بن مثنى قالا نا يحيى عن عبيد الله قال أخبرني نافع عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال صلاة الرجل في الجماعة تزيد على صلاته وحده سبعا وعشرين درجة۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کا جماعت کیساتھ نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ فضیلت رکھتا ہے۔

۱۳۷۸- وحدثنا أبو بكر بن أبي شيبة قال نا أبو أسامة وابن نمير ح وحدثنا ابن نمير قال نا أبي قالا نا عبيد الله بهذا الإسناد قال ابن نمير عن أبيه بضعا وعشرين وقال أبو بكر في روايته سبعا وعشرين درجة۔

ایک اور سند کے ساتھ ابن نمیر نے بیس اور کچھ درجہ کہا اور ابو بکر نے ستائیس درجہ۔

۱۳۷۹- وحدثناه ابن رافع قال نا ابن أبي

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

حُدَيْكٍ قَالَ أَنَا الضَّحَّاكُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِضْعًا وَّعِشْرِيْنَ۔

۱۳۸۰- وَحَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدَ نَاسًا فِيْ بَعْضِ الصَّلَوَاتِ فَقَالَ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ رَجُلًا يُّصَلِّيْ بِالنَّاسِ ثُمَّ أُخَالِفَ إِلٰى رِجَالٍ يَّتَخَلَّفُوْنَ عَنْهَا فَآمُرَ بِهِمْ فَيُحَرِّقُوْا عَلَيْهِمْ بِحُزَمِ الْحَطَبِ بُيُوْتَهُمْ وَلَوْ عَلِمَ أَحَدُهُمْ أَنَّهٗ يَجِدُ عَظْمًا سَمِيْنًا لَّشَهِدَهَا يَعْنِيْ صَلٰوةَ الْعِشَآءِ۔

۱۳۸۱- حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِيْ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لَهُمَا قَالَا نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَثْقَلَ صَلٰوةٍ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ صَلٰوةُ الْعِشَآءِ وَصَلٰوةُ الْفَجْرِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا وَلَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَتُقَامَ ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا فَيُصَلِّيَ بِالنَّاسِ ثُمَّ أَنْطَلِقَ مَعِيَ بِرِجَالٍ مَّعَهُمْ حُزَمٌ مِّنْ حَطَبٍ إِلٰى قَوْمٍ لَّا يَشْهَدُوْنَ الصَّلٰوةَ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ بِالنَّارِ۔

۱۳۸۲- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ فِتْيَانِيْ أَنْ يَّسْتَعِدُّوْا لِيْ بِحُزَمٍ مِّنْ حَطَبٍ ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا يُّصَلِّيْ بِالنَّاسِ ثُمَّ تُحَرَّقُ بُيُوْتٌ عَلٰى مَنْ فِيْهَا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیس اور کچھ زیادہ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو نماز میں نہیں پایا تو فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ ایک شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز میں نہیں آئے اور لکڑیاں جمع کرا کے ان کے گھروں میں آگ لگانے کا حکم دوں (ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ) اگر کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان کو ایک پر از گوشت ہڈی ملے گی تو یہ اس نماز یعنی عشاء میں ضرور آئیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافقین پر سب سے زیادہ دشوار، عشاء اور فجر کی نماز ہے، اگر ان لوگوں کو ان نمازوں کا ثواب معلوم ہو جائے تو یہ ان نمازوں کو پڑھنے ضرور آئیں گے خواہ انہیں گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے، میں نے ارادہ کیا تھا کہ ایک شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں پھر چند لوگوں کے ساتھ لکڑیوں کا گٹھا لے کر ان لوگوں کے پاس جاؤں جو جماعت میں نہیں آتے اور ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ اپنے جوانوں کو لکڑیاں اکٹھی کرنے کا حکم دوں پھر ایک شخص سے جماعت کرانے کے لیے کہوں پھر ان لوگوں سمیت (جو جماعت میں نہیں آتے) ان کے گھروں میں آگ لگا دوں۔

۱۳۸۳- وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ وَكِيعٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۳۸۴- وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُونُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا أَبُو إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ سَمِعَهُ مِنْهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِقَوْمٍ يَتَخَلَّفُونَ عَنِ الْجُمُعَةِ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ ثُمَّ أُحَرِّقَ عَلَى رِجَالٍ يَتَخَلَّفُونَ عَنِ الْجُمُعَةِ بُيُوتَهُمْ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ میں حاضر نہ ہونے والوں کے بارے میں فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ ایک شخص کو جماعت کرانے کا حکم دوں پھر ان لوگوں کے گھروں میں آگ لگا دوں جو جمعہ میں نہیں آتے۔

ف: اس جگہ جمعہ سے مراد جماعت ہے۔

۱۳۸۵- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَيَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ كُلُّهُمْ عَنْ مَرْوَانَ الْفَزَارِيِّ قَالَ قُتَيْبَةُ نَا الْفَزَارِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ الْأَصَمِّ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ أَعْمٰى فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهُ لَيْسَ لِي قَائِدٌ يَقُودُنِي إِلَى الْمَسْجِدِ فَسَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرَخِّصَ لَهُ فَيُصَلِّيَ فِي بَيْتِهِ فَرَخَّصَ لَهُ فَلَمَّا وَلَّى دَعَاهُ فَقَالَ هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَجِبْ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک نابینا شخص حاضر ہوا اور عرض کیا، یارسول اللہ! مجھے مسجد تک پہنچانے والا کوئی نہیں ہے، اس شخص نے یہ درخواست اس لیے کی تھی کہ اسے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت مل جائے، آپ نے اسے اجازت دیدی، اس کے جانے کے بعد آپ نے اسے بلایا اور فرمایا کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ اس نے عرض کیا جی! آپ نے فرمایا تو پھر تم اذان پر لبیک کہو (یعنی مسجد میں آکر نماز پڑھو)۔

ف: یہ سائل حضرت عبداللہ بن ام مکتوم تھے جیسا کہ ابو داؤد کی روایت میں تصریح ہے۔ (نووی)

۱۳۸۶- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوةِ إِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهُ أَوْ مَرِيضٌ إِنْ كَانَ الْمَرِيضُ لَيَمْشِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ حَتّٰى يَأْتِيَ الصَّلٰوةَ وَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم سمجھتے تھے کہ جماعت چھوڑنے والا شخص یا تو منافق ہوتا تھا جس کا نفاق معروف ہو یا بیمار، بلکہ بیمار بھی دو شخصوں کے کاندھوں کا سہارا لے کر مسجد میں نماز پڑھنے آتا تھا، اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سنن ہدیٰ کی تعلیم دی ہے اور ان میں سے یہ بھی سنت مؤکدہ ہے کہ جس مسجد میں اذان ہوتی ہو اس

سنن الهدى وإن من سنن الهدى الصلوة في المسجد الذي يؤذن فيه.

١٣٨٧ - وحدثنا أبو بكر بن أبي شيبة قال نا الفضل بن دكين عن أبي العميس عن علي بن الأقمر عن أبي الأحوص عن عبد الله رضي الله عنه قال من سره أن يلقى الله غدا مسلما فليحافظ على هؤلاء الصلوات حيث ينادى بهن فإن الله شرع لنبيكم صلى الله عليه وسلم سنن الهدى وإنهن من سنن الهدى ولو أنكم صليتم في بيوتكم كما يصلي هذا المتخلف في بيته لتركتم سنة نبيكم ولو تركتم سنة نبيكم لضللتم وما من رجل يتطهر فيحسن الطهور ثم يعمد إلى مسجد من هذه المساجد إلا كتب الله له بكل خطوة يخطوها حسنة ويرفعه بها درجة ويحط عنه بها سيئة ولقد رأيتنا وما يتخلف عنها إلا منافق معلوم النفاق ولقد كان الرجل يؤتى به يهادى بين الرجلين حتى يقام في الصف.

١٣٨٨ - حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة قال نا أبو الأحوص عن إبراهيم بن المهاجر عن أبي الشعثاء قال كنا قعودا في المسجد مع أبي هريرة رضي الله عنه فأذن المؤذن فقام رجل من المسجد يمشي فأتبعه أبو هريرة رضي الله عنه بصره حتى خرج من المسجد فقال أبو هريرة رضي الله عنه أما هذا فقد عصى أبا القاسم صلى الله عليه وسلم.

١٣٨٩ - وحدثنا ابن أبي عمر المكي قال نا سفيان هو ابن عيينة عن عمر بن سعيد عن أشعث بن أبي الشعثاء المحاربي عن أبيه قال سمعت

ہیں اگر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جائے

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص کو حالت اسلام میں کل اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق ہو اس پر لازم ہے کہ جس جگہ اذان دی جاتی ہے وہاں ان نمازوں کی حفاظت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سنن ہدیٰ مشروع فرمائی ہیں اور یہ باجماعت نماز پڑھنا سنت مؤکدہ ہے اور اگر تم نے گھروں میں نماز پڑھی جیسا کہ یہ تارک جماعت پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت چھوڑ دو گے اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت چھوڑ دی تو گمراہ ہو جاؤ گے جو شخص اچھی طرح وضو کر کے ان مساجد میں جانے کا قصد کرتا ہو تو لاریب اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے بدلہ میں ایک نیکی عطا فرماتا ہے ایک درجہ بلند کرتا ہے اور ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔ ہم یہ سمجھتے تھے کہ جماعت کو چھوڑنے والا صرف منافق ہوتا ہے جس کا نفاق معروف ہو اور ایک شخص دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں لایا جاتا اور اس کو صف میں کھڑا کر دیا جاتا۔

ابو الشعثاء کہتے ہیں کہ ہم مسجد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اس وقت مؤذن نے اذان دی اور ایک شخص مسجد سے اٹھ کر جانے لگا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نگاہ اس کا تعاقب کرتی رہی حتیٰ کہ وہ مسجد سے نکل گیا پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس شخص نے حضرت ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے۔

ابو الشعثاء محاربی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو اذان کے بعد مسجد سے جاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اس شخص نے ابو القاسم (صلی اللہ علیہ وسلم)

أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَرَأَى رَجُلًا يَجْتَازُ الْمَسْجِدَ خَارِجًا بَعْدَ الْأَذَانِ فَقَالَ أَمَّا هٰذَا فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ.

کی حکم عدولی کی ہے۔

ف: اگر کوئی عذر شرعی ہو تو اذان کے بعد مسجد سے جا سکتا ہے ورنہ بغیر نماز پڑھے جانا مکروہ تحریمی ہے۔

۱۳۹۰- حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ سَلَمَةَ الْمَخْزُومِيُّ قَالَ أَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ قَالَ نَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ قَالَ دَخَلَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الْمَسْجِدَ بَعْدَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ فَقَعَدَ وَحْدَهُ فَقَعَدْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا ابْنَ أَخِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ.

عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں آئے اور تنہا بیٹھ گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ انھوں نے فرمایا اے بھتیجے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے عشاء کی نماز باجماعت پڑھی تو گویا اس نے نصف رات قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز باجماعت پڑھی تو گویا اس نے تمام رات قیام کیا (یعنی نوافل پڑھتے ہوئے رات گذاری)۔

۱۳۹۱- وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَسَدِيُّ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي سَهْلٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۳۹۲- حَدَّثَنِي نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ قَالَ نَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُفَضَّلٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدُبَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللّٰهِ فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللّٰهُ فِي ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ فَيُدْرِكَهُ فَيَكُبَّهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ.

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ کی ذمہ داری میں ہے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں خلل ڈالا، اللہ تعالیٰ اس کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیگا۔

۱۳۹۳- وَحَدَّثَنِيهِ يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدُبًا الْقَسْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللّٰهِ فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللّٰهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ فَإِنَّهُ مَنْ يَطْلُبْهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ

حضرت جندب قسری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں جس شخص نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ تعالیٰ کی امان میں ہے۔ پس کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی امان میں خلل نہ ڈالے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی امان میں خلل ڈالا، اللہ تعالیٰ اس کو اوندھے منہ جہنم کی آگ میں ڈال دیگا۔

يُدَرِّكُهُ ثُمَّ يَكُبَّهُ عَلَى وَجْهِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ۔

۱۳۴۴۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ جُنْدُبِ ابْنِ سُفْيَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا وَلَمْ يَذْكُرْ فَيَكُبَّهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے لیکن اس میں اوندھے منہ جہنم میں ڈالنے کا ذکر نہیں ہے۔

جماعت کی فضیلت اور اہمیت

اس باب کی احادیث میں جماعت کی فضیلت اور اہمیت کو بیان کیا گیا ہے جماعت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ میدان جنگ میں بھی مسلمانوں کو ایک امام کی اقتداء میں جماعت سے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور فرمایا ہے کہ ایک گروہ دشمن کے سامنے کھڑا رہے اور ایک گروہ امام کی اقتداء میں نماز پڑھے قرآن کریم میں ہے۔

واذا كنت فيهم فاقمت لهم الصلوة فلتقم طائفة منهم معك وليأخذوا اسلحتهم فاذا سجدوا فليكونوا من ورائكم ولتأت طائفة اخرى لم يصلوا فليصلوا معك وليأخذوا حذرهم واسلحتهم۔ الآية (النساء: ۱۰۲)

جب آپ ان میں موجود ہوں تو ان کو نماز کی امامت کرائیں۔ ان کی ایک جماعت ہتھیاروں سمیت آپ کے ساتھ نماز پڑھے ایک رکعت پڑھنے کے بعد وہ پیچھے چلے جائیں اور دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی تھی وہ آکر آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور وہ بھی نماز میں اپنے ہتھیار ساتھ رکھیں۔

جب میدان جنگ اور حالت خوف میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم ہے تو حالت امن میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا کس قدر اہم ہوگا۔

عن ابی الدرداء قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ما من ثلثة فی قریة ولا بدو لا تقام فیهم الصلوة الا قد استحوذ علیهم الشیطان فعلیك بالجماعة فانما یاکل الذئب القاصیة۔[1]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بستی یا جنگل میں تین شخص ہوں اور جماعت سے نہ پڑھیں وہ لوگ شیطان سے مغلوب ہیں پس تم جماعت (سے نماز) کو لازم کرلو کیونکہ تنہا بھیڑ کو بھیڑیا کھا جاتا ہے۔

اسی وجہ سے احناف[2] اور شوافع[3] کے نزدیک اگر کسی بستی کے لوگ باجماعت نماز نہ پڑھیں تو ان سے قتال کیا جائیگا۔ اور کسی عذر شرعی کے بغیر جماعت ترک کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من سمع المنادی فلم یمنعه

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اذان

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ　سنن ابی داؤد ج اص ۸۰ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ　عمدۃ القاری جز ۵ ص ۱۶۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[3] الشیخ محمد الشربینی الخطیب الشافعی من قرن العاشر۔　مغنی المحتاج ج ۱ ص ۲۲۹ دار احیاء التراث بیروت

من اتباعه عذر قالوا وما العذر قال خوف او مرض لم تقبل منه الصلوة التي صلى[1]

سنی اور بغیر عذر کے جماعت سے نماز نہ پڑھی اس کی پڑھی ہوئی نماز قبول نہیں ہوگی، صحابہ نے پوچھا عذر کیا ہے آپ نے فرمایا خوف یا مرض۔

ابوسلیمان دارانی کہتے ہیں جس شخص کی جماعت اس کے کسی گناہ کی وجہ سے فوت ہوتی تھی سلف صالحین اس شخص کی تین دن تک تعزیت کرتے تھے اور جس کی تکبیرۂ اولیٰ فوت ہو جاتی تھی، اور جس کی جماعت رہ جاتی تھی اس کی سات دن تک تعزیت کرتے تھے۔[2]

جماعت میں مذاہب

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور داؤد ظاہری کے نزدیک جماعت فرض عین ہے اور بغیر جماعت کے نماز جائز نہیں ہے[3]۔ ان کی دلیل بخاری اور مسلم کی وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت سے نماز نہ پڑھنے والوں کا گھر جلانے کا ارادہ فرمایا اور ابن ماجہ اور ابوداؤد کی وہ حدیث ہے جس میں آپ نے فرمایا بلا عذر بغیر جماعت کے نماز قبول نہیں ہوگی یہ دلیل اولاً اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس میں خبر واحد سے فرضیت پر استدلال کیا گیا ہے اور وہ ظنی الثبوت ہوتی ہے اور فرضیت کے لیے قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ بخاری اور مسلم کی جس حدیث میں جماعت سے نماز نہ پڑھنے والوں کے گھر جلانے کے ارادہ کا ذکر کیا گیا ہے اس کی لزوم اور فرضیت پر دلالت کئی وجوہ سے مخدوش ہے اولاً اس لیے کہ آپ کا یہ قصد منافقین کے بارے میں تھا ثانیاً اس لیے کہ اگر جماعت سے نماز پڑھنا فرض عین ہوتا تو آپ کسی اور کو امام بنا کر خود جماعت ترک نہ فرماتے۔ ثالثاً اس لیے کہ بخاری اور مسلم کی حدیث میں ہے کہ جماعت سے نماز کا ثواب، تنہا پڑھنے کی بہ نسبت ستائیس گنا زیادہ ہوتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تنہا پڑھنے سے بھی نماز ادا ہو جاتی ہے اگر جماعت فرض عین ہوتی تو تنہا نماز پڑھنا جائز ہی نہ ہوتا۔ رابعاً، حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے موقع پر ساتھ تھا میں نے آپ کے ساتھ مسجد خیف میں صبح کی نماز پڑھی نماز ادا کرنے کے بعد آپ نے قوم کے آخر میں دو شخصوں کو دیکھا جنہوں نے نماز نہیں پڑھی تھی۔ آپ نے فرمایا انہیں بلا کر لاؤ۔ انہیں لایا گیا درآں حالیکہ خوف کی وجہ سے ان کی گردن کی رگیں لرز رہی تھیں۔ آپ نے پوچھا تمہیں ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کیا چیز مانع تھی؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے اپنی قیام گاہ میں پہلے نماز پڑھ لی تھی۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کیا کرو، جب تم نے اپنی قیام گاہ میں نماز پڑھ لی ہو اور پھر مسجد میں جماعت کو پاؤ تو جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرو وہ تمہارے لیے نفل ہو جائے گی[4] ــــــ اگر جماعت فرض عین ہوتی تو آپ فرما دیتے تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ خامساً محمود بن ربیع انصاری بیان کرتے ہیں حضرت عتبان بن مالک انصاری ایک مسجد میں نماز پڑھاتے تھے، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا بارش اور سیلاب کی وجہ سے میں مسجد میں نہیں جا سکتا (ان کی آنکھوں میں تکلیف بھی تھی) آپ

۱۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۸۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

۲۔ الشیخ محمد الشربینی الخطیب من علماء القرن العاشر، مغنی المحتاج ج ۱ ص ۲۲۹ دار احیاء التراث بیروت۔

۳۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، مغنی ابن قدامہ ج ۲ ص ۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

۴۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

میرے گھر آکر نماز پڑھا دیں تاکہ میں اس جگہ نماز پڑھ لیا کروں۔ آپ نے ان کے گھر آکر نماز پڑھا دی[1] اس طرح آپ نے انھیں بلا جماعت نماز پڑھنے کی اجازت دے دی۔ ثانیاً اگر جماعت فرض ہوتی تو جمعہ کی طرح عام نمازوں کے لیے بھی جماعت کو شرط قرار دیا جاتا۔ ثالثاً جماعت کو فرض عین ماننا قرآن مجید پر زیادتی ہے کیونکہ قرآن مجید نے مطلقاً نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے جماعت کا ذکر نہیں کیا۔ امام احمد بن حنبل کی دوسری دلیل حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ بلا عذر بغیر جماعت کے نماز مقبول نہیں ہوتی، اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں قبول کامل کی نفی ہے۔ علاوہ ازیں یہ خبر واحد ہے اور ان دلائل سے معارض ہے جو ابھی گذر چکے ہیں۔

امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ کے نزدیک جماعت فرض کفایہ ہے[2]۔ ان کی دلیل ابو داؤد اور نسائی کی وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بستی یا جنگل میں تین شخص ہوں اور وہ جماعت سے نماز نہ پڑھیں تو وہ شیطان سے مغلوب ہیں تم جماعت کو لازم کرلو کیونکہ تنہا بھیڑ کو بھیڑیا کھا جاتا ہے[3]۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سنن کی حدیث ہے اور صحیحین یعنی بخاری اور مسلم کی حدیث کے مقابلہ میں مرجوح ہے جس سے فرض کفایہ کی نفی ہوتی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کھڑی کرانے کے بعد ان لوگوں کے گھر جلانے کا ارادہ کیا جنھوں نے نماز جماعت سے نہیں پڑھی تھی اور فرض کفایہ کا قاعدہ یہ ہے کہ بعض کے ادا کرنے سے اس کی فرضیت دوسروں سے ساقط ہو جاتی ہے اگر جماعت فرض کفایہ ہوتی تو جب بعض لوگوں نے جماعت سے نماز پڑھ لی تھی تو آپ ان دوسرے لوگوں کے گھر جلانے کا ارادہ نہ فرماتے جنھوں نے جماعت سے نماز نہیں پڑھی تھی کیونکہ بعض لوگوں کے جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لینے سے ان سے فرضیت ساقط ہو گئی تھی۔

امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ[4] اور امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ کے نزدیک جماعت سنت مؤکدہ ہے[5]۔ اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم علمنا سنن الهدى وان من سنن الهدى الصلاة في المسجد الذي يؤذن فيه۔[6] "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سنن ہدی (سنت مؤکدہ) کی تعلیم دی ہے اور سنن ہدی میں سے یہ بھی ہے کہ جس مسجد میں اذان دی گئی ہو اس ہی نماز پڑھی جائے۔" نیز حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا: ولو انكم صليتم في بيوتكم كما يصلي هذا المتخلف في بيته لتركتم سنة نبيكم ولو تركتم سنة نبيكم لضللتم۔[7] "اگر تم نے جماعت چھوڑنے

---

[1] ۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۰ ملخصاً مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔

[2] ۔ علامہ یحیی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ ۔ شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ

[3] ۔ امام عبد الرحمن محمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ سنن نسائی ج ۱ ص ۸۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[4] ۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۹۳ھ ۔ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۲۹۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[5] ۔ ابو الولید ابن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۰۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[6] ۔ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ۔

[7] ۔

والے اس شخص کی طرح اپنے گھروں میں نماز پڑھی تو تم اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت مؤکدہ کے تارک ہو جاؤ گے اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت ترک کر دی تو تم گمراہ ہو جاؤ گے"۔ اس حدیث میں اس بات پر واضح دلالت ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔

احادیث میں تطبیق

اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنے کا اجر پچیس گنا زیادہ ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ جماعت کا اجر ستائیس گنا زیادہ ہے بظاہر ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے اس کا ایک جواب یہ ہے کہ آپ پر احکام بتدریج نازل ہوتے رہے ہیں اس لیے ہو سکتا ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے پچیس گنا اجر عطا فرمایا ہو اور بعد میں اجر زیادہ کر کے ستائیس گنا کر دیا ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے ہو سکتا ہے کہ بعض جگہوں کی برکت یا بعض نمازیوں کے خلوص نیت، خضوع، خشوع اور عبادت میں مشقت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ زیادہ اجر عطا فرما کر ستائیس گنا فرما دے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ عشاء اور صبح میں چونکہ آپ نے زیادہ اجر بیان فرمایا ہے کہ عشاء کی نماز با جماعت پڑھنے سے نصف شب اور صبح کی نماز با جماعت پڑھنے سے تمام شب عبادت کا اجر ملتا ہے اس لیے ہو سکتا ہے کہ ستائیس گنا اجر کا تعلق عشاء اور فجر کی جماعت کے ساتھ ہو اور پچیس گنے کا تعلق باقی نمازوں کے ساتھ ہو۔

جماعت کے فوائد

جماعت سے نماز پڑھنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اگر انسان تنہا نماز پڑھے تو نہ جانے قبول ہو یا نہ ہو لیکن جب جماعت کے ساتھ نماز پڑھے گا تو نمازیوں میں اگر اللہ کا کوئی مقبول بندہ ہوا تو اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ غیر متوقع ہے کہ وہ اس مقبول بندہ کی نماز قبول کرے اور اسی کے ساتھ پڑھی ہوئی دوسرے نکمے اور ناکارہ لوگوں کی نمازوں کو رد کر دے لہٰذا جب اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور صالح بندے کی نماز قبول فرمائیگا تو اس کے ساتھ ہم ایسوں کی نماز قبول فرمائیگا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی ایک جماعت اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے والے بندوں کی تلاش کے لیے مقرر کی ہے جب وہ کسی جگہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کو دیکھتے ہیں تو وہاں بیٹھ جاتے ہیں اور بعض، بعض کو پروں سے آسمان تک گھیر لیتے ہیں۔ پھر وہ متفرق ہو کر آسمان کی طرف جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے سوال فرماتا ہے (در آں حالیکہ وہ ان سے زیادہ جانتا ہے) تم کہاں سے آئے ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں تیرے ان بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو زمین پر تیری تسبیح، تکبیر اور تحمید بیان کرتے تھے اور تیرا شکر ادا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ مجھ سے کس چیز کا سوال کرتے تھے؟ فرشتے کہتے ہیں وہ تجھ سے تیری جنت کا سوال کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انھوں نے میری جنت دیکھی ہے۔ فرشتے کہتے ہیں نہیں یا رب! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ میری جنت دیکھ لیتے تو! فرشتے کہتے ہیں وہ تجھ سے پناہ طلب کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کس چیز سے میری پناہ طلب کرتے تھے، فرشتے عرض کرتے ہیں تیری نار سے یا رب! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انھوں نے میری نار کو دیکھا ہے فرشتے کہتے ہیں نہیں یا رب! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ میری نار کو دیکھ لیتے تو! فرشتے عرض کرتے ہیں وہ تجھ سے مغفرت طلب کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے ان کو بخش دیا اور جو کچھ انھوں نے مانگا وہ عطا کر دیا اور جس چیز سے انھوں نے پناہ مانگی ان کو پناہ دے دی۔ فرشتے کہتے ہیں ان میں ایک گناہ گار بندہ تھا جو یونہی گزرتے ہوئے ان کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائے گا ولہ غفرت ھم القوم لا یشقی بھم جلیسھم[1] "میں نے اس کو بھی بخش دیا کیونکہ جو اس قوم کے

[1] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۴ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ

ساتھ بیٹھا ہوا ہو وہ بھی محروم نہیں ہوتا۔" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ کریمانہ عادت ہے کہ وہ اپنے مقبول بندوں کے طفیل ناکارہ لوگوں کو بھی نواز دیتا ہے اس لیے جماعت سے نماز پڑھنے کا یہ فائدہ ہے کہ اگر نمازیوں میں کوئی مرد صالح ہوا تو اس کے طفیل باقی نمازیوں کی نماز بھی شرف قبول پائے گی، امام رازی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دس چیزوں کو ایک سودے میں خرید لے اور ان دس میں کوئی چیز عیب والی ہو تو یہ نہیں ہو سکتا کہ ان دس میں سے ایک چیز واپس کر دے اور نو رکھ لے کیونکہ اس نے ان دس چیزوں کو الگ الگ نہیں ایک ساتھ خریدا ہے یا تو وہ دس کو واپس کرے گا یا دس کی دس رکھ لیگا۔ اسی طرح ایک تکبیر تحریمہ کے ساتھ جب سب لوگوں نے نماز پڑھی ہے تو یا سب کی نمازیں رد ہوں گی یا سب کی قبول! اور جب ان میں کسی نیک بندہ کی نماز قبول ہو گی تو اس کے طفیل باقیوں کی نماز بھی قبول ہو جائے گی لہ۔

جماعت سے نماز پڑھنے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جماعت کی وجہ سے نماز میں نظم اور وحدت قائم رہتی ہے اللہ تعالیٰ واحد ہے اور اس نے مسلمانوں کی تمام عبادات میں وحدت کو قائم رکھا ہے۔ تیس روزے بندوں سے رکھوانے تھے ان روزوں کو منتشر اور متفرق ایام میں بھی فرض کیا جا سکتا تھا لیکن اس طرح کوئی مسلمان روزہ سے ہوتا اور کوئی روزہ سے نہ ہوتا اس لیے ایک معین مہینہ میں تیس روزے فرض کیے تاکہ تمام مسلمان ایک معین وقت میں کھائیں اور ایک معین وقت میں کھانا چھوڑ دیں۔ عرفات میں قیام اور کعبہ کا طواف کسی غیر معین دن بھی ہو سکتا تھا لیکن نو ذوالحجہ کو حج فرض کیا تاکہ تمام روئے زمین کے مسلمان ایک دن عرفات میں قیام کریں اور ایک دن کعبہ کا طواف کریں۔ یہی حال قربانی کا ہے۔ اسی طرح پانچ معین اوقات میں جماعت کے ساتھ نماز مشروع کی تاکہ ایک آبادی کے تمام مسلمان ایک وقت اور ایک جگہ جمع ہو کر اکٹھے نماز پڑھیں اور جماعت کے سبب مسلمانوں کی جمعیت اور وحدت قائم رہے اور مسلمانوں کے ہر عمل سے اللہ تعالیٰ کی وحدت کا ظہور ہو۔

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے علاوہ معاشرتی فوائد بھی ہیں جب سب مسلمان ملتے ہیں تو ایک دوسرے کے حالات سے آگاہ ہوتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ فلاں شخص کو فلاں چیز کی ضرورت ہے، فلاں شخص فلاں کام کر سکتا ہے، فلاں شخص بیمار ہے اور جب محلہ کے تمام لوگ باجماعت نماز پڑھیں گے تو ایک پاکیزہ سوسائٹی ابھر آئے گی اور جو شخص بے نمازی ہو گا اس کے اندر خود بخود نمازی بننے کا شوق پیدا ہو جائیگا۔

جب مسلمان نماز پڑھنے کے لیے چل کر مسجد میں آتا ہے تو ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بلند ہوتا ہے ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور ایک نیکی ملتی ہے، راستہ میں ملتے وقت دوسرے مسلمانوں کو سلام کرنے اور نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا موقع ملتا ہے۔ راستہ میں اگر تکلیف دہ چیز ہو تو اس کو ہٹانے کا موقع نصیب ہوتا ہے۔ کسی سائل کی حاجت پوری کر سکتا ہے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے اللّٰھم افتح لی ابواب رحمتک ۔ کی دعا پڑھے گا جتنی دیر مسجد میں رہے گا اعتکاف اور اللہ تعالیٰ کی عبادت حاصل کرنے کی نیت کرے گا برائی سے بچا رہیگا۔ جب تک نماز کے انتظار میں رہے گا نماز کا ثواب ملتا رہے گا فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے۔ وعظ اور نصیحت، ذکر اذکار حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور استغفار کرنے کا موقع نصیب ہو گا اور اللّٰھم انی اسئلک من فضلک ۔ کے کلمات سے واپس ہو گا۔

لہ امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ا ص ۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

بَابُ ٢٣٨ الرُّخْصَةِ فِي التَّخَلُّفِ عَنِ الْجَمَاعَةِ لِعُذْرٍ

١٣٦٥ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ مَحْمُودَ بْنَ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي قَدْ أَنْكَرْتُ بَصَرِي وَأَنَا أُصَلِّي لِقَوْمِي فَإِذَا كَانَتِ الْأَمْطَارُ سَالَ الْوَادِي الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ وَلَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ آتِيَ مَسْجِدَهُمْ فَأُصَلِّيَ لَهُمْ وَدِدْتُ أَنَّكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ تَأْتِي فَتُصَلِّي فِي مُصَلًّى أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ قَالَ عِتْبَانُ فَغَدَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِينَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ فَاسْتَأْذَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهُ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى دَخَلَ الْبَيْتَ ثُمَّ قَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ قَالَ فَأَشَرْتُ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ الْبَيْتِ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ فَقُمْنَا وَرَاءَهُ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ قَالَ وَحَبَسْنَاهُ عَلَى خَزِيرٍ صَنَعْنَاهُ لَهُ قَالَ فَثَابَ رِجَالٌ مِنْ أَهْلِ الدَّارِ حَوْلَنَا حَتَّى اجْتَمَعَ فِي الْبَيْتِ رِجَالٌ ذَوُو عَدَدٍ فَقَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ أَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخْشُنِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُلْ لَهُ ذٰلِكَ أَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يُرِيدُ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ قَالَ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّمَا نَرَى وَجْهَهُ وَنَصِيحَتَهُ لِلْمُنَافِقِينَ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ

عذر کی بناء پر جماعت ترک کرنے کی رخصت

حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور غزوہ بدر میں شریک ہوئے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! میری نظر کمزور ہو گئی ہے اور میں اپنی قوم کی امامت کرتا ہوں۔ جب بارشیں ہوتی ہیں تو میرے اور ان کے درمیان نالہ بہنے لگتا ہے جس کی وجہ سے میں ان کی مسجد میں نماز پڑھانے نہیں جا سکتا۔ یا رسول اللہ! میری خواہش ہے کہ آپ (میرے گھر) تشریف لائیں اور کسی جگہ پر نماز پڑھیں تاکہ میں اس جگہ کو مصلی بنا لوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”انشاء اللہ میں ایسا ہی کروں گا“ حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگلے دن صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ تشریف لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت طلب کی اور میں نے آپ کو بلا لیا۔ آپ گھر میں داخل ہونے کے بعد بیٹھے نہیں، فرمایا تم کیا چاہتے ہو! میں کس جگہ نماز پڑھوں، حضرت عتبان کہتے ہیں کہ میں نے مکان کی ایک سمت اشارہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر تکبیر کہی اور ہم سب آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے دو رکعت نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا۔ حضرت عتبان کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کے لیے قیمہ کا کھانا پکا رکھا تھا اسے کھلانے کے لیے آپ کو روک لیا (آپ کی زیارت کے سبب) محلہ کے تمام لوگ گھر میں آ گئے اور کسی کہنے والے نے کہا مالک بن دخشن کہاں ہے کسی اور نے جواب دیا وہ منافق ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے ایسا نہ کہو کیا تم نہیں جانتے کہ اس نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا ہے۔ حاضرین نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جاننے والے ہیں۔ کسی شخص نے کہا ہم اس کو

اللہ فقد حرم علی النار من قال لا الٰہ الا اللہ یبتغی بذلک وجہ اللہ قال ابن شہاب ثم سالت الحصین بن محمد الانصاری وھو احد بنی سالم وھو من سراتھم عن حدیث محمود بن الربیع فصدقہ بذلک۔

منافقین کے ساتھ ملتے جلتے دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے (کلمہ) لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ پڑھا ہو اللہ تعالیٰ نے اس پر جہنم کی آگ حرام کر دی ہے۔ ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ پھر میں نے بنو سالم کے سردار حصین بن محمد سے محمود بن ربیع کی اس روایت کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے اس کی تصدیق کر دی۔

۱۳۹۶۔ وحدثنا محمد بن رافع وعبد بن حمید کلاھما عن عبد الرزاق قال انا معمر عن الزھری قال حدثنی محمود بن الربیع عن عتبان ابن مالک رضی اللہ عنہ قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وساق الحدیث بمعنی حدیث یونس غیر انہ قال فقال رجل این مالک بن الدخشن او الدخیشن وزاد فی الحدیث قال محمود فحدثت بھذا الحدیث نفرا فیھم ابو ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ فقال ما اظن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما قلت قال فحلفت ان رجعت الی عتبان ان اسالہ قال فرجعت الیہ فوجدتہ شیخا کبیرا قد ذھب بصرہ وھو امام قومہ فجلست الی جنبہ فسالتہ عن ھذا الحدیث فحدثنیہ کما حدثنیہ اول مرۃ قال الزھری ثم نزلت بعد ذلک فرائض وامور نری ان الامر انتھی الیھا فمن استطاع ان لا یغتر فلا یغتر۔

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ باقی حدیث حسب سابق ہے اور یہ زیادتی ہے کہ ایک شخص نے کہا مالک ابن دخشن یا دخیشن کہاں ہے۔ حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث ایک ایسی جماعت میں بیان کی جس میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انھوں نے کہا میرا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات نہیں فرمائی ہو گی (یعنی لا الٰہ الا اللہ پڑھنے سے جہنم کا حرام ہونا) حضرت محمود کہتے ہیں پھر میں نے قسم کھائی کہ جا کر حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس کی تصدیق کروں گا۔ میں جب ان کے پاس پہنچا تو وہ انتہائی بوڑھے ہو چکے تھے اور ان کی بینائی جاتی رہی تھی اور وہ اس وقت بھی اپنی قوم کے امام تھے۔ میں ان کے پہلو میں جا کر بیٹھ گیا اور ان سے یہ حدیث دریافت کی۔ انھوں نے مجھ سے وہ حدیث پہلے کی طرح بیان کر دی۔ زہری کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد بہت سی چیزیں فرض ہوئیں اور بہت سے احکام نازل ہوئے اور دین مکمل ہو گیا۔ پس جو شخص دھوکا کھانا نہ چاہتا ہو وہ دھوکا نہ کھائے (کہ فرائض ادا کیے بغیر محض کلمہ پڑھنے سے جنت میں چلا جائے گا۔ (سعیدی)

۱۳۹۷۔ وحدثنا اسحق بن ابراھیم قال انا الولید بن مسلم عن الاوزاعی قال حدثنی الزھری عن محمود بن الربیع رضی اللہ عنہ قال انی لاعقل

حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ کلی کرنا یاد ہے جو آپ نے ہمارے مکان کے ڈول سے کی تھی۔ حضرت محمود بیان کرتے

مَجَّةً مَجَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ دَلْوٍ فِيْ دَارِنَا قَالَ مَحْمُوْدٌ فَحَدَّثَنِيْ عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ بَصَرِيْ قَدْ سَاءَ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ اِلٰى قَوْلِهٖ فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ وَحَبَسْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى جَشِيْشَةٍ صَنَعْنَاهَا لَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهٗ مِنْ زِيَادَةِ يُوْنُسَ وَمَعْمَرٍ۔

ہیں کو مجھ سے حضرت عتبان بن مالک (رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری نظر کمزور ہو گئی ہے پھر حدیث سابق یہاں تک بیان کی کہ آپ نے ہمیں دو رکعات نماز پڑھائی اور ہم نے کھانا کھلانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک لیا جو ہم نے آپ کے لیے تیار کیا تھا اور اس کے بعد کی زیادتی جو معمر اور یونس نے ذکر کی ہے بیان نہیں کی۔

احادیث میں تطبیق

اس باب کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گھر میں کسی جگہ کو نماز کے لیے خاص کر لینا جائز ہے، سنن ابوداؤد میں مسجد کی کسی جگہ کو معین کر لینے سے منع فرمایا گیا ہے اس لیے اگر کوئی گھر میں بھی جگہ معین کرنے پر سوال کرے تو اس کا جواب یہ ہے کہ سنن ابوداؤد کی روایت اس صورت پر محمول ہے جب جگہ معین کرنے میں ریاکاری ہو یا کسی کو ضرر لاحق ہو، دوسرا تعارض یہ ہے کہ اس باب کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مہمان کسی کے گھر جا کر امامت کرا سکتا ہے، حالانکہ ابوعطیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہماری اس مسجد میں آئے اور نماز کی اقامت کہی گئی، ہم نے عرض کیا آپ نماز پڑھائیں انہوں نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھائے اور میں عنقریب اپنے نماز نہ پڑھانے کی وجہ بیان کروں گا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا جو شخص کسی قوم کی زیارت کے لیے جائے وہ ان کی امامت نہ کرے اور انہی میں سے کوئی شخص نماز پڑھائے۔[1] اس کا جواب یہ ہے کہ میزبان کی اجازت کے بغیر مہمان کو اس کے مصلی پر آ کر نماز نہیں پڑھانی چاہیے۔ ہاں اگر مہمان اجازت دے تو پھر جائز ہے۔ حضرت مالک بن حویرث نے ظاہر حدیث پر عمل کیا تھا بر خلاف اس حدیث کے کیونکہ حضرت عتبان رضی اللہ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا ہی اسی لیے تھا کہ آپ گھر کی کسی جگہ نماز پڑھا کر اسے وہ عزت بخش دیں جو بیت المعمور کو بھی حاصل نہیں اور اگر بالفرض حضرت مالک بن حویرث کی روایت اپنے ظاہر اور عموم پر ہوتی تب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عام مسلمانوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا بھلا حضرت عتبان اس کو کیسے گوارہ کرتے کہ وہ بغیر کسی عذر کے سرکار کے آگے امام بن جاتے، جبکہ آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنا تو وہ عزت اور کرامت ہے جو حضرات انبیاء علیہم السلام کے لیے بھی باعث رشک ہو تو بجا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلوں کے حال پر آگاہی

اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب ابن دخشن کو کسی شخص نے منافق بتایا اور کہا وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا تو آپ نے فرمایا ایسا مت کہو کیا تم نہیں جانتے کہ اس نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے لا الٰہ الا اللہ کہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے دلوں کا حال جانتے ہیں آپ جانتے تھے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور یہ اس کے دل کی بات تھی اور آپ یہ بھی جانتے تھے کہ اس نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے کلمہ پڑھا ہے اور یہ بھی اس کے دل کی بات تھی!

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۸۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں عبد اللہ نامی ایک شخص جس کا لقب حمار تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شراب نوشی کی بنا پر حد لگائی دوبارہ پھر اس کو آپ کے حکم سے حد لگائی گئی قوم میں سے ایک شخص نے کہا اللہ کی اس پر لعنت ہو اس پر کتنی مرتبہ حد لگائی گئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر لعنت مت کرو بخدا! تم نہیں جانتے یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے! [۱] اور محبت وہ چیز ہے جو دل میں چھپی ہوتی ہے البتہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی بصیرت عطا فرمائی تھی کہ آپ دلوں کا حال پڑھ لیتے تھے۔

انسان تو الگ رہے آپ تو پتھروں کے دل کا حال بھی جان لیتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے "فلما رای احدا قال ھذا جبل یحبنا و نحبہ" [۲] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب احد کو دیکھتے تو فرماتے یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں!۔

کلمہ کے اجزاء کی تحقیق اور اس کا حکم

کلمہ کے دو جز ہیں توحید اور رسالت (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) اور یہ کلمہ پڑھے بغیر انسان مسلمان ہوتا ہے نہ جنت کا مستحق ہوتا ہے نہ اس پر دوزخ کی آگ حرام ہوتی ہے لیکن اس حدیث میں آپ نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے لا الٰہ الا اللہ کہا اللہ تعالیٰ نے اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی ہے، یہاں آپ نے محمد رسول اللہ کا ذکر نہیں فرمایا اس کا ایک جواب یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کلمہ طیبہ کے لیے علم (نام) بن گیا ہے جیسے الحمد سورہ فاتحہ اور قل ہو اللہ سورہ اخلاص کے لیے علم بن گئے ہیں اگر کوئی شخص کہے ایک دفعہ الحمد اور تین دفعہ قل پڑھ لو تو اس سے مراد صرف الحمد اور قل نہیں پوری سورہ فاتحہ اور پوری سورہ اخلاص مراد ہوتی ہیں، اسی طرح لا الٰہ الا اللہ سے مراد پورا کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں جز بول کر کل مراد لیا ہے۔ جیسے ہم اپنے عرف میں چائے کہتے ہیں اور اس سے مراد صرف پتی نہیں بلکہ پتی پانی دودھ اور میٹھے کا مرکب ہوتا ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کہنے اور ماننے کا مطلب یہ ہے کہ جیسا ہے ویسا کہو اور مانو اگر کوئی شخص لا الٰہ الا اللہ کہے اور اللہ تعالیٰ کو اندھا، بہرا یا اللہ عالم اور قادر نہ مانے تو اس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں مانا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو عالم اور قادر ہے اسی طرح جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور آپ کو اللہ تعالیٰ کا رسول نہ مانا اس نے اللہ تعالیٰ کو نہ مانا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ وہ شخص لا الٰہ الا اللہ۔ کا قائل کب قرار دیا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کے فرمان محمد رسول اللہ (فتح: ۲۹) کی تکذیب کرتا ہو اس لیے لا الٰہ الا اللہ کہنا درحقیقت تب صحیح ہوگا جب محمد رسول اللہ بھی کہتا اور مانتا ہو۔

اہل علم کی ضیافت طبع کے لیے عرض ہے، کلمہ طیبہ میں دو جملے ہیں لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ عربی قواعد کے مطابق اگر دو جملوں میں من وجہ اتحاد اور من وجہ تغایر ہو تو ان کے درمیان حرف عطف لایا جاتا ہے اور اگر ان

---

[۱] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔

[۲] " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۰۰

میں کمال فصل ہو جیسے قال ابو حنیفہ رحمہ اللہ (کیونکہ پہلا جملہ خبریہ اور دوسرا انشائیہ ہے اور خبر اور انشاء میں کمال فصل ہے) تو عطف نہیں لاتے یا کمال وصل ہو پھر بھی حرف عطف نہیں لاتے جیسے ذٰلک الکتٰب لا ریب فیہ ھدی للمتقین یہ تین جملے ہیں اور تینوں میں کمال وصل ہے (اس کی تفصیل تفسیر بیضاوی میں ملاحظہ فرمائیں) اس لیے ان کے درمیان حرف عطف نہیں لایا گیا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں جو حرف عطف نہیں لایا گیا اس کی وجہ یہ تو نہیں ہو سکتی کہ ان کے درمیان کمال فصل اور تباین ہے اس لیے لا محالہ کہنا پڑے گا ان کے درمیان حرف عطف نہ لانے کی وجہ کمال وصل ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ثم دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی۔ (نجم: ۸، ۹) "پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا پس اس جلوہ اور محبوب میں کمان کے دو سروں یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔" نیز فرمایا: واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ۔ (توبہ: ۶۲) "اللہ اور اس کا رسول اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ اس کو راضی کرو۔" اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ضمیر واحد لا کر یہ ظاہر کیا کہ اللہ اور رسول کی رضا الگ الگ نہیں ہے۔ ان کا راضی ہونا الگ ہے نہ ناراض ہونا۔ نیز فرمایا: وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (انفال: ۱۷) آپ نے کنکریاں نہیں پھینکیں جب آپ نے کنکریاں پھینکی تھیں لیکن وہ کنکریاں اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھیں ــــ کنکریاں پھینکنا آپ کا فعل تھا لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ ہمارا فعل ہے۔

رہا یہ کہ کیا صرف کلمہ پڑھنے سے نجات ہو جائے گی جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کلمہ پڑھنے والے پر دوزخ کا دوام اور خلود بہر حال حرام ہو جائے گا اور جس شخص نے اخلاص سے کلمہ پڑھا اور کلمے کے تقاضوں پر عمل کیا اس پر جہنم میں دخول بھی حرام ہو جائے گا۔ ابن شہاب زہری نے اسی معنی پر تنبیہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ حدیث کے ان ظاہری الفاظ سے دھوکا کھا کر کوئی شخص عمل کرنا نہ چھوڑ دے۔

مبتدعین اور گمراہوں سے میل جول

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گمراہ اور بے دین فرقوں سے میل جول میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بتلایا گیا کہ ابن دخشن کا منافقین سے ملنا جلنا ہے تو آپ نے اس پر انکار نہیں فرمایا البتہ دیگر دلائل سے یہ قید لگانا ضروری گیا ہے کہ گمراہ اور مبتدعین سے محبت کے ساتھ میل جول رکھنا حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار" (ہود: ۱۱۳) "ظالموں سے میلان نہ رکھو کہیں تمہیں بھی آگ نہ جلائے" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس دعا کی تلقین فرمائی نخلع ونترک من یفجرک "جو تیرا نافرمان ہے ہم اس سے قطع تعلق کرتے ہیں۔" اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظٰلمین (انعام: ۶۸) "یاد آ جانے کے بعد ظالموں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا نہ رکھو۔" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وقد نزل علیکم فی الکتٰب ان اذا سمعتم ایٰت اللہ یکفر بھا ویستھزا بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم" (نساء: ۱۴۰) "اور اللہ تعالیٰ نے تم پر کتاب میں یہ حکم نازل فرمایا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو ان لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو جب تک کہ وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہو جائیں ورنہ تم بھی ان کی طرح ہو جاؤ

لگے ۔" اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جب کفار یا گمراہ لوگ اسلامی عقائد کے خلاف باتیں کریں تو ان میں بیٹھنا حرام ہے اور جب وہ ایسی باتیں نہ کریں تو ان میں بیٹھنا جائز ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ محبت اور خیر خواہی کے ساتھ بے دینوں سے تعلق رکھنا اور ملنا جلنا ممنوع ہے۔ اور اس وقت جب وہ اسلامی عقائد کے خلاف باتیں کر رہے ہوں ان میں خاموشی کے ساتھ بیٹھنا حرام ہے۔ ان صورتوں کے علاوہ ان سے محض معاملہ کرنا اور کسی دینی یا دنیاوی ضرورت سے ملنا جلنا جائز ہے۔

حدیث سے حاصل شدہ بقیہ احکام

اس باب کی احادیث کا اہم فائدہ یہ ہے کہ عذر شرعی کی بناء پر جماعت ترک کر کے گھر میں نماز پڑھنا جائز ہے مثلاً جب کوئی شخص معذور ہو اور بغیر کسی سہارے کے مسجد میں نہ جا سکے، یا وہ کمزوری یا بیماری کی بناء پر امام کے قیام اور رکوع کا ساتھ نہ دے سکے یا اس کو سلسل البول کا مرض ہو اور مسجد کے ملوث بالنجاست ہونے کا خدشہ ہو یا کسی قسم کا خوف لاحق ہو یا اندھیرا اور بارش کا سامنا ہو۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نابینا کی امامت جائز ہے اور یہ کہ گھر میں نوافل پڑھنا جائز ہے۔ نوافل کی جماعت جائز ہے، گھر میں مسجد بنانا جائز ہے (لیکن یہ فقہی مسجد نہیں ہے یعنی اس میں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہیں ملیگا) اور یہ کہ گھر کی مسجد مالک کی ملک سے خارج نہیں ہوتی، اور یہ کہ جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہو اس کا مقام اور مرتبہ عام جگہ کی طرح نہیں ہے اور اس جگہ سے برکت حاصل کرنے کے لیے وہاں نماز پڑھنا جائز ہے اسی طرح دیگر صالحین امت کا حکم ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم اور آپ کی تواضع اور انکسار کہ ایک خادم کے بلانے پر تشریف لے آئے اور پھر بھی اجازت طلب کی حضرت ابوبکر صدیق سے آپ کی محبت کہ ہر مرحلہ میں ساتھ رکھا کیونکہ حضرت عتبان نے آپ کو بلایا تھا اور آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی ساتھ لائے، اسی طرح صالحین امت کو جب لوگ برکت کے لیے بلائیں تو انھیں جانا چاہیے، اس میں عہد کو پورا کرنا ہے۔ دن میں نفل کی دو رکعت پڑھنے کا ثبوت ہے، اس میں علماء کی تعظیم اور ان کی ضیافت ہے حاکم کے سامنے کسی کی دینی خرابی کی شکایت ہے اور حاکم کا صحیح محمل بیان کرنا ہے، کسی بزرگ کی زیارت کے لیے اہل محلہ کا جمع ہونا ہے جیسے آپ کی زیارت کے لیے صحابہ جمع ہو گئے تھے اور علماء سے استفادہ کا ثبوت ہے اور یہ کہ جب کسی بے قصور کی کوئی شخص مذمت کرے تو اس کی براءت بیان کرنی چاہیے جیسے آپ نے مالک بن دخشن کا دفاع کیا، وغیر ذلک من الفوائد۔

باب ۲۲۹ جَوَازِ الْجَمَاعَةِ فِي النَّافِلَةِ وَالصَّلٰوةِ عَلٰى حَصِيْرٍ وَخُمْرَةٍ وَثَوْبٍ وَغَيْرِهِمَا مِنَ الطَّاهِرَاتِ

جماعت کے ساتھ نوافل پڑھنے اور پاک چٹائی وغیرہ پر نماز پڑھنے کا جواز

۱۳۹۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا دَعَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ قُومُوا فَأُصَلِّيَ لَكُمْ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقُمْتُ إِلٰى حَصِيْرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی دادی حضرت ملیکہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھانا پکا کر دعوت کی، کھانا کھانے کے بعد آپ نے فرمایا چلو میں تم کو نماز پڑھا دوں، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں ایک چٹائی لے کر آیا جو کثرت استعمال کی وجہ سے سیاہ ہو چکی تھی میں نے اس کو پانی سے دھویا،

مَا لَبِسَ فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ فَقَامَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْتُ أَنَا وَالْيَتِيمُ وَرَاءَهُ وَالْعَجُوزُ مِنْ وَرَائِنَا فَصَلَّى لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ ــــــــ انْصَرَفَ۔

پھر اس چٹائی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور میں اور یتیم آپ کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے اور بڑھیا ہمارے پیچھے تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو دو رکعت نماز پڑھانے کے بعد تشریف لے گئے۔

١٣٩٩ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ وَأَبُو الرَّبِيعِ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ شَيْبَانُ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا فَرُبَّمَا تَحْضُرُهُ الصَّلٰوةُ وَهُوَ فِي بَيْتِنَا قَالَ فَيَأْمُرُ بِالْبِسَاطِ الَّذِي تَحْتَهُ فَيُكْنَسُ ثُمَّ يُنْضَحُ ثُمَّ يَؤُمُّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَقُومُ خَلْفَهُ فَيُصَلِّي بِنَا قَالَ وَكَانَ بِسَاطُهُمْ مِنْ جَرِيدِ النَّخْلِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اعلیٰ اور احسن اخلاق کے مالک تھے، بعض اوقات آپ ہمارے گھر میں تشریف فرما ہوتے تھے اور نماز کا وقت آ جاتا تھا، تو جس چٹائی پر بیٹھے ہوئے ہوتے تھے اس کو اٹھانے کا حکم دیتے۔ اس کو صاف کر کے پانی سے دھویا جاتا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے اور ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہو جاتے اور چٹائی کھجور کے پتوں کی ہوتی تھی۔

١٤٠٠ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا وَمَا هُوَ إِلَّا أَنَا وَأُمِّي وَأُمُّ حَرَامٍ خَالَتِي فَقَالَ قُومُوا فَلِأُصَلِّيَ بِكُمْ فِي غَيْرِ وَقْتِ صَلٰوةٍ فَصَلَّى بِنَا فَقَالَ رَجُلٌ لِثَابِتٍ أَيْنَ جَعَلَ أَنَسًا مِنْهُ قَالَ جَعَلَهُ عَلَى يَمِينِهِ ثُمَّ دَعَا لَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ بِكُلِّ خَيْرٍ مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَقَالَتْ أُمِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ خُوَيْدِمُكَ ادْعُ اللّٰهَ لَهُ قَالَ فَدَعَا لِي بِكُلِّ خَيْرٍ وَكَانَ فِي اٰخِرِ مَا دَعَا لِي بِهِ أَنْ قَالَ اللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَبَارِكْ لَهُ فِيهِ۔

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے اور گھر میں صرف میں، میری ماں اور خالہ ام حرام تھیں، آپ نے فرمایا اٹھو میں تمہیں نماز پڑھاؤں، حالانکہ وہ کسی فرض نماز کا وقت نہیں تھا، ایک شخص نے ثابت سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس کو کس جگہ کھڑا کیا تھا۔ ثابت نے بتایا (اپنی دائیں جانب) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم گھر والوں کے لیے دنیا اور آخرت کی ہر فلاح کے لیے دعا فرمائی۔ میری ماں نے کہا، یا رسول اللہ! انس آپ کا چھوٹا سا خادم ہے اس کے لیے خصوصی دعا فرمائیے، آپ نے میرے لیے ہر خیر کی دعا کی اور اخیر میں فرمایا" اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں کثرت اور برکت عطا فرما۔

١٤٠١ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُخْتَارِ سَمِعَ مُوسَى بْنَ أَنَسٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اور ان کی ماں یا خالہ کو نماز پڑھائی اور بتایا کہ مجھے آپ نے دائیں جانب

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِ وَبِأُمِّهِ أَوْ خَالَتِهِ قَالَ فَأَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ وَأَقَامَ الْمَرْأَةَ خَلْفَنَا.

کھڑا کیا اور عورت کو ہمارے پیچھے۔

۱۴۰۲ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ قَالَا نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۴۰۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ أَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ كِلَاهُمَا عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ حَدَّثَتْنِي مَيْمُونَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَنَا حِذَاءَهُ وَرُبَّمَا أَصَابَنِي ثَوْبُهُ إِذَا سَجَدَ وَكَانَ يُصَلِّي عَلَى خُمْرَةٍ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ام المومنین سیدتنا حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے برابر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے اور بعض اوقات سجدہ کرتے وقت آپ کا لباس مجھ سے ٹکراتا۔ آپ جانماز پر نماز پڑھا کرتے تھے۔

۱۴۰۴ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ جَمِيعًا عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَا أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَهُ يُصَلِّي عَلَى حَصِيرٍ يَسْجُدُ عَلَيْهِ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا آپ چٹائی پر نماز پڑھ رہے تھے اور اسی پر سجدہ کرتے تھے۔

تشریح اس باب کی احادیث کا اہم فائدہ یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ نوافل پڑھنا جائز ہے اور گھر میں جماعت کرانا جائز ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز تواضع اور انکسار کی وجہ سے زمین پر نماز پڑھنے کا حکم دیتے تھے ورنہ چٹائی پر نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔ اس حدیث میں اہل علم کی ضیافت کا ثبوت ہے اور یہ کہ دعوت کا قبول کرنا مشروع ہے۔ اہل خانہ کا علماء اور صالحین سے برکت حاصل کرنا اور ان سے گھر میں نماز پڑھوانا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر نماز پڑھائی اس سے یہ مقصد بھی تھا کہ عورتیں آپ کی نماز کے افعال کو دیکھ لیں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک نمازی ہو تو امام کے دائیں جانب کھڑا ہو اور دو نمازی ہوں تو امام کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوں۔ اس مسئلہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مشہور اختلاف ہے جس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے عورتوں کو ہر حال میں پچھلی صف

میں بچوں کے پیچھے کھڑا ہونا چاہیے۔ ان احادیث میں اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ علماء اور صالحین سے خیر و برکت کی دعا کرانی چاہیے جیسے حضرت انس کی ماں نے حضرت انس کے لیے سرکار سے دعا کرائی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو مقبولیت کی عزت عطا فرمائی کیونکہ آپ کی دعا سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سو سے زیادہ بچے ہوئے اور ان کا باغ سال میں دو بار پھل دیتا تھا اس میں یہ بھی ثبوت ہے کہ اہل فضل جب کسی جگہ ضیافت پر جائیں تو اہل خانہ کے لیے دعا کریں ـــــ ان احادیث میں یہ بھی ہے کہ بعض اوقات آپ نے فرض نماز گھر میں جماعت کے ساتھ پڑھی ہے اور آپ کی تواضع اور انکسار کا بیان ہے کہ آپ جس چٹائی پر تشریف فرما ہوتے اسی پر نماز پڑھ لیتے۔

بَابٌ ۲۳ فَضْلِ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوبَةِ فِي جَمَاعَةٍ وَفَضْلِ انْتِظَارِ الصَّلٰوةِ وَكَثْرَةِ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ وَفَضْلِ الْمَشْيِ إِلَيْهَا

نماز باجماعت ادا کرنے، نماز کا انتظار کرنے اور مسجد میں دور سے آنے کی فضیلت

۱۴۰۵ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِي جَمَاعَةٍ تَزِيدُ عَلٰى صَلٰوتِهِ فِي بَيْتِهِ وَصَلٰوتِهِ فِي سُوقِهِ بِضْعًا وَعِشْرِينَ دَرَجَةً وَذٰلِكَ أَنَّ أَحَدَهُمْ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلٰوةُ لَا يُرِيدُ إِلَّا الصَّلٰوةَ فَلَمْ يَخْطُ خُطْوَةً إِلَّا رُفِعَ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ حَتّٰى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ فَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِي الصَّلٰوةِ مَا كَانَتِ الصَّلٰوةُ هِيَ تَحْبِسُهُ وَالْمَلٰئِكَةُ يُصَلُّونَ عَلٰى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَجْلِسِهِ الَّذِي صَلّٰى فِيهِ يَقُولُونَ اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ مَا لَمْ يُؤْذِ مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باجماعت کے ساتھ نماز پڑھنا گھر اور بازار میں نماز پڑھنے کی بہ نسبت بیس سے زیادہ درجہ فضیلت رکھتا ہے، کیونکہ جب تم میں سے کوئی شخص صرف نماز پڑھنے کے لیے اچھی طرح وضو کر کے مسجد میں جاتا ہے تو مسجد میں پہنچنے تک اس کے ہر قدم کے بدلہ میں ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے اور ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے، مسجد میں داخل ہونے کے بعد وہ جتنی دیر نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے اس کو نماز میں شمار کیا جاتا ہے اور فرشتے تمہارے لیے اس وقت تک دعا کرتے رہتے ہیں جب تک تم میں سے کوئی شخص نماز کی جگہ بیٹھا رہتا ہے جب تک وہ شخص وضو توڑ کر فرشتوں کو ایذا نہ دے۔ فرشتے کہتے رہتے ہیں یا اللہ اس پر رحم فرما، یا اللہ اس کو بخش دے، یا اللہ اس کی توبہ قبول فرما۔

۱۴۰۶ـ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ قَالَ أَنَا عَبْثَرٌ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارِ بْنِ الرَّيَّانِ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ فِي

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِ مَعْنَاهُ.

۱۴۰۷ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَلٰئِكَةَ تُصَلِّي عَلٰى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَجْلِسِهِ تَقُولُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ مَا لَمْ يُحْدِثْ وَأَحَدُكُمْ فِي صَلٰوةٍ مَا كَانَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے کی جگہ بیٹھا رہے اور وضو نہ توڑے اس کا نماز ہی میں شمار ہوتا ہے اور فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں "اے اللہ اس کو بخش دے، اے اللہ اس پر رحم فرما۔"

۱۴۰۸ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِي صَلٰوةٍ مَا كَانَ فِي مُصَلَّاهُ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ وَتَقُولُ الْمَلٰئِكَةُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ حَتّٰى يَنْصَرِفَ أَوْ يُحْدِثَ قُلْتُ مَا يُحْدِثُ قَالَ يَفْسُوْ أَوْ يَضْرِطُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ کا اس وقت تک نماز میں شمار ہوتا ہے جب تک وہ جا نماز پر بیٹھا نماز کا انتظار کرتا رہتا ہے اور فرشتے دعا کرتے ہیں یا اللہ اس کو بخش دے، اس پر رحم فرما، حتیٰ کہ وہ شخص اٹھ کر چلا جائے یا وضو توڑ دے، (رافع کہتے ہیں) میں نے حضرت ابوہریرہ سے پوچھا وضو توڑنے سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے کہا ریح خارج کر دے۔

۱۴۰۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلٰوةٍ مَا دَامَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهُ لَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَنْقَلِبَ إِلٰى أَهْلِهِ إِلَّا الصَّلٰوةُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک تم میں سے کوئی شخص نماز کے انتظار میں رہتا ہے اور نماز کے علاوہ کوئی اور چیز اسے گھر جانے سے مانع نہیں ہوتی اس کا نماز میں ہی شمار ہوتا ہے۔

۱۴۱۰ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَحَدُكُمْ مَا قَعَدَ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ فِي صَلٰوةٍ مَا لَمْ يُحْدِثْ تَدْعُو لَهُ الْمَلٰئِكَةُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک تم میں سے کوئی شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے اور وضو نہیں توڑتا فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں یا اللہ اس کو بخش دے، یا اللہ اس پر رحم فرما!

۱۴۱۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ هٰذَا۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۴۱۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَرَّادٍ الْأَشْعَرِيُّ وَ أَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَعْظَمَ النَّاسِ أَجْرًا فِي الصَّلٰوةِ أَبْعَدُهُمْ إِلَيْهَا مَمْشًى فَأَبْعَدُهُمْ وَالَّذِي يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْإِمَامِ أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الَّذِي يُصَلِّيهَا ثُمَّ يَنَامُ قَالَ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي كُرَيْبٍ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْإِمَامِ فِي الْجَمَاعَةِ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں سب سے زیادہ نماز کا اجر اس شخص کو ملتا ہے جو سب سے زیادہ دور سے نماز پڑھنے آئے اس کے بعد اسے اجر ملتا ہے جو اس کے بعد دور سے آنیوالا ہو اور جو شخص امام کے ساتھ نماز پڑھنے کا انتظار کرے اس کا اجر اس سے زیادہ ہے جو اپنی نماز پڑھ کر سو جائے اور ابوکریب کی روایت میں باجماعت نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔

۱۴۱۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا عَبْثَرٌ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ رَجُلٌ لَا أَعْلَمُ رَجُلًا أَبْعَدَ مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْهُ وَكَانَ لَا تُخْطِئُهُ صَلٰوةٌ قَالَ فَقِيلَ لَهُ أَوْ قُلْتُ لَهُ لَوِ اشْتَرَيْتَ حِمَارًا تَرْكَبُهُ فِي الظَّلْمَاءِ وَفِي الرَّمْضَاءِ قَالَ مَا يَسُرُّنِي أَنَّ مَنْزِلِي إِلٰى جَنْبِ الْمَسْجِدِ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ يُكْتَبَ لِي مَمْشَايَ إِلَى الْمَسْجِدِ وَرُجُوعِي إِذَا رَجَعْتُ إِلٰى أَهْلِي فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَمَعَ اللّٰهُ لَكَ ذٰلِكَ كُلَّهُ۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک شخص کو جانتا تھا جس کا گھر مسجد سے سب سے زیادہ دور تھا اور اس کی نماز کبھی قضا نہیں ہوتی تھی۔ میں نے اسے مشورہ دیا کہ دراز گوش خرید لو جس پر سوار ہو کر دھوپ اور اندھیرے میں آسانی سے آسکو، اس نے کہا اگر میرا گھر مسجد کے پہلو میں ہوتا تو یہ میرے لیے کوئی خوشی کی بات نہ تھی، میری نیت یہ ہے کہ گھر سے مسجد تک آنا جانا لکھا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہ تمام (ثواب) تمہارے لیے جمع کر دیا ہے۔

۱۴۱۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَ نَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ كِلَاهُمَا عَنِ التَّيْمِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۴۱۵ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ نَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ نَا عَاصِمٌ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک انصاری کا گھر مدینہ میں سب سے زیادہ دور تھا اور ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی نماز قضا نہیں ہوتی

بَيْتُهُ أَقْصَى بَيْتٍ فِي الْمَدِينَةِ فَكَانَ لَا تُخْطِئُهُ الصَّلٰوةُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَتَوَجَّعْنَا لَهُ فَقُلْتُ لَهُ يَا فُلَانُ لَوْ أَنَّكَ اشْتَرَيْتَ حِمَارًا يَقِيكَ مِنَ الرَّمْضَاءِ وَيَقِيكَ مِنْ هَوَامِّ الْأَرْضِ قَالَ أَمْ وَاللّٰهِ مَا أُحِبُّ أَنَّ بَيْتِي مُطَنَّبٌ بِبَيْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَحَمَلْتُ بِهِ حِمْلًا حَتّٰى أَتَيْتُ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ قَالَ فَدَعَاهُ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَذَكَرَ لَهُ أَنَّهُ يَرْجُو فِي أَثَرِهِ الْأَجْرَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لَكَ مَا احْتَسَبْتَ.

تھی حضرت ابی کہتے ہیں ہمیں ان کی تکلیف کا احساس ہوا میں نے ان سے کہا اے فلاں! کاش تم ایک دراز گوش خرید لیتے جو تمہیں دھوپ اور حشرات الارض سے بچاتا۔ انھوں نے کہا خدا کی قسم مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میرا گھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے قریب ہوتا۔ مجھے ان کی یہ بات ناگوار گزری میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ کو اس واقعہ سے مطلع کیا۔ آپ نے اس کو بلایا اس نے آگر یہی بیان کیا اور کہا میں اپنے آنے جانے کے اجر کی امید رکھتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں وہی اجر ملیگا جس کی تم نے نیت کی ہے۔

۱۴۱۶- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَزْهَرَ الْوَاسِطِيُّ قَالَ نَا وَكِيعٌ قَالَ نَا أَبِي كُلُّهُمْ عَنْ عَاصِمٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۴۱۷- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ نَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحٰقَ قَالَ نَا أَبُو الزُّبَيْرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَتْ دِيَارُنَا نَائِيَةً مِنَ الْمَسْجِدِ فَأَرَدْنَا أَنْ نَبِيعَ بُيُوتَنَا فَنَقْتَرِبَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَنَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ لَكُمْ بِكُلِّ خَطْوَةٍ دَرَجَةً.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمارے گھر مسجد سے دور تھے ہم نے ارادہ کیا کہ اپنے گھر بیچ کر مسجد کے قریب گھر خرید لیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا اور فرمایا تمہارے ہر قدم کے عوض ایک درجہ ہے۔

۱۴۱۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ قَالَ حَدَّثَنِي الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ خَلَتِ الْبِقَاعُ حَوْلَ الْمَسْجِدِ فَأَرَادَ بَنُو سَلِمَةَ أَنْ يَنْتَقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّكُمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَنْتَقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ قَالُوا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ أَرَدْنَا ذٰلِكَ فَقَالَ يَا بَنِي سَلِمَةَ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ دِيَارَكُمْ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسجد کے قریب کچھ جگہ خالی ہوئی تو بنو سلمہ نے ارادہ کیا کہ مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان سے فرمایا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو، انھوں نے کہا جی! یا رسول اللہ! ہمارا یہی ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا اے بنو سلمہ اپنے گھروں میں رہو تمہارے قدموں کے نشان لکھے جاتے ہیں اور دوبارہ فرمایا) اپنے گھروں میں رہو تمہارے قدموں کے نشان لکھے جاتے ہیں۔

تَكْتُبُ آثَارُكُمْ.

۱۴۱۹ - حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ التَّيْمِيُّ قَالَ نَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ كَهْمَسًا يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ أَرَادَ بَنُو سَلِمَةَ أَنْ يَتَحَوَّلُوا إِلٰى قُرْبِ الْمَسْجِدِ قَالَ وَالْبِقَاعُ خَالِيَةٌ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا بَنِي سَلِمَةَ دِيَارَكُمْ تُكْتَبُ آثَارُكُمْ فَقَالُوا مَا كَانَ يَسُرُّنَا أَنَّا كُنَّا تَحَوَّلْنَا.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسجد کے ساتھ جگہ خالی تھی تو بنو سلمہ نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو فرمایا اے بنو سلمہ! اپنے گھروں میں رہو، تمہارے قدموں کے نشان لکھے جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا پھر ہمیں منتقل ہونے کی خواہش نہ رہی۔

۱۴۲۰ - حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ قَالَ أَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ مَشٰى إِلٰى بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللّٰهِ لِيَقْضِيَ فَرِيضَةً مِنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ كَانَتْ خَطْوَتَاهُ إِحْدَاهُمَا تَحُطُّ خَطِيئَةً وَالْأُخْرٰى تَرْفَعُ دَرَجَةً.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے گھر میں وضو کرے پھر اللہ تعالیٰ کے کسی گھر میں کوئی فریضہ ادا کرنے کے لیے جائے تو اس کے ہر ایک قدم کے بدلہ ایک گناہ معاف ہوگا اور دوسرے قدم سے ایک درجہ بلند ہوگا۔

۱۴۲۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ وَقَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا بَكْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَفِي حَدِيثِ بَكْرٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهَرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ قَالُوا لَا يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بتاؤ! اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر ایک دریا ہو جس میں وہ ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس (کے بدن) پر کچھ میل باقی رہے گا؟ صحابہ نے عرض کیا اس میں بالکل میل باقی نہیں رہے گا آپ نے فرمایا پانچ نمازوں کی ایسی ہی مثال ہے اللہ تعالیٰ ان کے سبب گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

۱۴۲۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں پانچ نمازوں کی مثال اس وسیع اور رواں دریا کی طرح ہے جو تم میں سے کسی ایک کے دروازہ پر ہو اور وہ ہر روز پانچ مرتبہ اس دریا سے

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلٰى بَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ قَالَ قَالَ الْحَسَنُ وَمَا يُبْقِيْ ذٰلِكَ مِنَ الدَّرَنِ۔

غسل کرتا ہو، راوی حسن نے کہا پھر اس کے بدن پر بالکل میل نہیں رہے گا۔

۱۴۲۳ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسَاجِدِ اَوْ رَاحَ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهٗ فِي الْجَنَّةِ نُزُلًا كُلَّمَا غَدَا اَوْ رَاحَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح یا شام کو مسجد میں آتا ہے اللہ تعالیٰ نے جنت میں اس کے لیے صبح یا شام کی ضیافت تیار کر رکھی ہے۔

کثرت جماعت اور فرشتوں کا استغفار

بظاہر ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر جماعت کا ثواب انفرادی نماز سے زیادہ ہوتا ہے لیکن حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص کا ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے افضل ہے اور دو آدمیوں کے ساتھ نماز پڑھنا ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھنے سے افضل ہے اور جماعت میں جس قدر زیادہ لوگ ہوں گے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسقدر زیادہ پسندیدہ ہے[۱]۔ ان احادیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو شخص مسجد میں نماز کے انتظار میں جب تک باوضو بیٹھا رہتا ہے فرشتے اس کے لیے بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں اور فرشتوں کی دعا دو وجہ سے اقرب الی الاجابتہ ہے ایک اس وجہ سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معصیت نہیں کرتے لا يعصون الله ما امرهم و يفعلون ما يؤمرون۔ (التحریم: ۶) "وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو انھیں کہا جاتا ہے" اور جو اللہ تعالیٰ کا کہنا نہیں موڑتے اللہ تعالیٰ بھی ان کی دعائیں رد نہیں فرماتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ امام رازی نے ایک حدیث کی روشنی میں بیان کیا کہ دوسروں کے لیے جو دعا کی جائے وہ قبول ہوتی ہے اس وجہ سے بھی فرشتے ہمارے لیے جو دعا کریں گے اس کی قبولیت زیادہ متوقع ہے۔ اس لیے فرشتوں کی اس دعا کو حاصل کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔

قریب والی مسجد کا حق

ان احادیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ دور سے آکر مسجد میں نماز پڑھنے کا زیادہ ثواب ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی شخص اپنے قریب کی مسجد کو چھوڑ کر دور کی مسجد میں نماز پڑھنے جائے کیونکہ جو قریب مسجد ہے اس کا نمازی پر زیادہ حق ہے۔

پانچ نمازوں سے گناہوں کا دھلنا

ان احادیث میں یہ بھی ہے کہ پانچ نمازیں پڑھنا ایسا ہے جیسے دن میں پانچ بار غسل کرنا ہے اور جس طرح دن میں پانچ بار غسل کرنے سے بدن پر بالکل میل نہیں رہتا اسی طرح دن میں پانچ نمازیں پڑھنے سے کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔ اس پر سوال یہ ہے کہ دوسری حدیث میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں ان کے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں جب تک کبائر کا ارتکاب نہ کرے[۲] اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازیں سے صرف

[۱] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۸۴ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ۔

[۲] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ۔

صغائر معاف ہوتے ہیں جبکہ اس باب کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ پانچ نمازوں سے صغائر اور کبائر دونوں معاف ہو جاتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ صغائر کے ارتکاب سے ظاہری بدن پر میل جم جاتا ہے اور کبائر کے ارتکاب سے باطنی بدن پر میل جم جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ" (مطففین: ۱۴) ترجمہ: بلکہ ان کے کرتوتوں نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے۔ تو صغائر کا زنگ نمازوں سے دھل جاتا ہے اور کبائر کا زنگ، یا توبہ سے دھلتا ہے یا شفاعت سے یا محض فضل الٰہی سے۔

بَابُ ۲۳۱ فَضْلِ الْجُلُوسِ فِي مُصَلَّاهُ بَعْدَ الصُّبْحِ وَفَضْلِ الْمَسَاجِدِ

صبح کی نماز کے بعد اپنی جگہ پر بیٹھے رہنے کی اور مسجدوں کی فضیلت

۱۴۲۴ - وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يُونُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ قُلْتُ لِجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَكُنْتَ تُجَالِسُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ كَثِيرًا كَانَ لَا يَقُومُ مِنْ مُصَلَّاهُ الَّذِي يُصَلِّي فِيهِ الصُّبْحَ أَوِ الْغَدَاةَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامَ وَكَانُوا يَتَحَدَّثُونَ فَيَأْخُذُونَ فِي أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَيَضْحَكُونَ وَيَتَبَسَّمُ۔

سماک بن حرب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھتے تھے، انھوں نے کہا ہاں! بہت، آپ جس جگہ صبح کی نماز پڑھتے تھے، طلوع آفتاب سے پہلے وہاں سے نہیں اٹھتے تھے۔ طلوع آفتاب کے بعد وہاں سے اٹھتے اور آپ جبکہ لوگ آپس میں باتیں کرتے زمانۂ جاہلیت کا تذکرہ کر کے ہنستے تھے اور آپ بھی مسکرا دیتے تھے۔

۱۴۲۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ زَكَرِيَّا كِلَاهُمَا عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ جَلَسَ فِي مُصَلَّاهُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسَنًا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اپنے مصلی پر بیٹھے رہتے حتیٰ کہ سورج اچھی طرح نکل آتا۔

۱۴۲۶ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا نَا أَبُو الْأَحْوَصِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ كِلَاهُمَا عَنْ سِمَاكٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَقُولَا حَسَنًا۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۴۲۷ - وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ وَإِسْحٰقُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ قَالَا نَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ ابْنُ اَبِيْ ذُبَابٍ فِيْ رِوَايَتِهٖ هَارُوْنَ وَفِيْ حَدِيْثِ الْاَنْصَارِيِّ حَدَّثَنِي الْحَارِثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ مِهْرَانَ مَوْلٰى اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مَسَاجِدُهَا وَاَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى اَسْوَاقُهَا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ ترین جگہ مساجد ہیں اور سب سے زیادہ ناپسند جگہ بازار ہیں۔

بازاروں کا ناپسندیدہ ہونا

مسجد میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس کے احکام کی اطاعت کی جاتی ہے اس لیے مسجد کا پسندیدہ جگہ ہونا واضح ہے اور بازاروں میں بالعموم ذکر الٰہی سے اعراض، جھوٹ، جھوٹی قسمیں، وعدہ خلافی، ملاوٹ، دھوکا، سود اور انواع و اقسام کی بے ایمانی کی جاتی ہے، نمازوں کے اوقات میں کھلے عام خرید و فروخت ہوتی رہتی ہے اور مختلف قسم کی نافرمانی ہوتی رہتی ہے۔ اس لیے یہ جگہیں اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ الّا یہ کہ جو بازار اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے خالی ہو اور اوقات نماز میں بازار بند کر کے مساجد میں جا کر نمازوں کا اہتمام کیا جائے۔

بَابُ ۲۳۲ مَنْ اَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ — امامت کا مستحق

۱۴۲۸ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانُوْا ثَلَاثَةً فَلْيَؤُمَّهُمْ اَحَدُهُمْ وَاَحَقُّهُمْ بِالْاِمَامَةِ اَقْرَؤُهُمْ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تین نمازی ہوں تو ان میں سے ایک امامت کرے، اور امام بننے کا زیادہ مستحق وہ شخص ہے جسے قرآن کا زیادہ علم ہو۔

۱۴۲۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ عَرُوْبَةَ ح وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ قَالَ نَا مُعَاذٌ وَهُوَ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ كُلُّهُمْ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۴۳۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا سَالِمُ بْنُ نُوْحٍ ح وَحَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ نَا ابْنُ

ایک دیگر سند بھی اس کی مثل منقول ہے۔

أَنْبَأَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ جَمِيعًا عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

ف: اس حدیث میں تین آدمیوں میں سے ایک کو امام بننے کا حکم دیا ہے اور حدیث نمبر ۱۴۳۶ میں دو آدمی ہوں تو جماعت کا حکم دیا ہے اور احادیث سے یہی راجح ہے۔

۱۴۳۱- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي خَالِدٍ قَالَ نَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ عَنْ أَوْسِ بْنِ ضَمْعَجٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ سِلْمًا وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ عَلَى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ قَالَ الْأَشَجُّ فِي رِوَايَتِهِ مَكَانَ سِلْمًا سِنًّا۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قوم کی امامت وہ شخص کرے جس کو سب سے زیادہ قرآن کا علم ہو۔ اگر قرآن مجید کے علم میں سب برابر ہوں تو پھر وہ امامت کرے جس کو حدیث کا سب سے زیادہ علم ہو اور اگر علم حدیث میں سب برابر ہوں تو جس شخص نے سب سے پہلے ہجرت کی ہو اور اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو جو سب سے پہلے اسلام لایا ہو اور کوئی شخص کسی مقرر شدہ امام کے ہوتے ہوئے امامت نہ کرائے اور کسی کی مسند پر بلا اجازت نہ بیٹھے۔

۱۴۳۲- وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا الْأَشَجُّ قَالَ نَا ابْنُ فُضَيْلٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۴۳۳- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنَّى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ أَوْسَ بْنَ ضَمْعَجٍ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ يَقُولُ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ وَأَقْدَمُهُمْ قِرَاءَةً فَإِنْ كَانَتْ قِرَاءَتُهُمْ سَوَاءً فَلْيَؤُمَّهُمْ أَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَلْيَؤُمَّهُمْ أَكْبَرُهُمْ سِنًّا

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قوم کی امامت وہ شخص کرے جو کتاب اللہ کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہو اور سب سے اچھی قراءت کرتا ہو اور اگر ان کی قراءت مساوی ہو تو وہ شخص امامت کرے جس نے ان میں سب سے پہلے ہجرت کی ہو اور اگر ہجرت میں سب مساوی ہوں تو وہ شخص امامت کرے جس کی عمر سب سے زیادہ ہو۔ کسی کے گھر اور اس کی حکومت میں کوئی شخص امام نہ بنے،

وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي أَهْلِهِ وَلَا فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يَجْلِسْ عَلَى تَكْرِمَتِهِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ أَوْ بِإِذْنِهِ.

اور نہ کسی کی اجازت کے بغیر اس کی مسند پر بیٹھے۔

۱۴۳۴ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ أَتَيْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُونَ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ لَيْلَةً وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيمًا رَفِيقًا فَظَنَّ أَنَّا قَدِ اشْتَقْنَا أَهْلَنَا فَسَأَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا مِنْ أَهْلِنَا فَأَخْبَرْنَاهُ فَقَالَ ارْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ فَأَقِيمُوا فِيهِمْ وَعَلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ.

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم، ہم عمر نوجوان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے پاس بیس دن ٹھہرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت شفیق اور مہربان تھے آپ کو خیال ہوا کہ ہمیں گھر کی یاد ستا رہی ہوگی۔ آپ نے ہم سے پوچھا کہ تم گھر میں کن عزیزوں کو چھوڑ آئے ہو؟ ہم نے آپ کو بتلایا تو آپ نے فرمایا اپنے اہل وعیال کے پاس جاؤ اور وہیں ٹھہرو اور انہیں دین سکھاؤ اور جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو بڑا ہو وہ امامت کرائے۔

۱۴۳۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَا نَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ ح وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ قَالَ قَالَ لِي أَبُو قِلَابَةَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ أَبُو سُلَيْمَانَ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَاسٍ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُونَ وَاقْتَصَّا جَمِيعًا الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ.

حضرت مالک بن حویرث بیان کرتے ہیں کہ میں کچھ لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب ہم نوجوان تھے۔ بقیہ حدیث مثل سابق ہے۔

۱۴۳۶ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَصَاحِبٌ لِي فَلَمَّا أَرَدْنَا الْإِقْفَالَ مِنْ عِنْدِهِ قَالَ لَنَا إِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَأَذِّنَا ثُمَّ أَقِيمَا وَلْيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا.

حضرت مالک بن حویرث بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرا ساتھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب ہم نے واپس جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے ہم سے فرمایا جب نماز کا وقت آئے تو تم اذان دینا اور اقامت کہنا اور جو تم میں سے بڑا ہو وہ امامت کرائے۔

۱۴۳۷ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَ نَا حَفْصٌ يَعْنِي ابْنَ غِيَاثٍ قَالَ نَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے جس میں یہ زیادتی ہے کہ وہ دونوں قراءت میں برابر تھے۔

بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَزَادَ قَالَ الْحَذَّاءُ وَكَانَا مُتَقَارِبَيْنِ فِي الْقِرَاءَةِ۔

امامت کی فضیلت

امامت اذان سے افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں ایک مرتبہ اذان دی ہے اور حالت عذر کے علاوہ ساری عمر امامت فرمائی ہے نیز آپ نے امامت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: "من صلی خلف عالم تقی فکانما صلی خلف نبی"[۱] "جس شخص نے پرہیزگار عالم دین کی اقتداء میں نماز پڑھی اس نے گویا نبی کی اقتداء میں نماز پڑھی"۔ علاوہ ازیں تمام خلفاء راشدین نے اپنے عہد خلافت میں امامت فرمائی ہے۔

قاری یا عالم میں کون امامت کا مستحق ہے

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ امامت کے لیے قاری کو مقدم کرنا چاہیے یا عالم دین کو، امام احمد بن حنبل قاری کو مقدم کرنے کے قائل ہیں[۲] اور امام اعظم ابو حنیفہ[۳]، امام شافعی[۴] اور امام مالک[۵] عالم دین کو مقدم کرنے کے قائل ہیں۔ امام احمد بن حنبل کی دلیل یہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "احقهم بالامامة اقرؤهم"[۶] "امامت کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ قاری ہو"۔ ائمہ ثلاثہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ قاری سے مراد وہ شخص نہیں جو قرآن مجید کو تجوید اور عمدگی سے پڑھتا ہو بلکہ قاری سے مراد وہ شخص ہے جو قرآن کا علم رکھتا ہو لہٰذا یہ حدیث ائمہ ثلاثہ ہی کی دلیل ہے۔ ائمہ ثلاثہ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ صحابہ میں سب سے عمدہ قراءت کرنے والے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے اور سب سے بڑے عالم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی کے مقابلہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امام بنایا اور آپ کا یہ عمل اس حدیث کی عملی تفسیر ہے کہ جو سب سے بڑا عالم ہو اس کو امام بنایا جائے۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ قراءت کا تعلق نماز کے صرف ایک رکن کے ساتھ ہے اور نماز کے باقی تمام ارکان، واجبات، سنن، آداب، نماز کے مفسدات اور مکروہات ان تمام چیزوں کا تعلق علم دین سے ہے بلکہ قراءت میں بھی بعض دفعہ ایسی الجھنیں پیش آجاتی ہیں جن کو صرف عالم دین ہی حل کر سکتا ہے، اس لیے نماز میں امام، عالم دین ہی کو بنانا چاہیے۔

فاسق کی امامت کی تحقیق اور مذاہب ائمہ

جو شخص علی الاعلان گناہ کبیرہ مثلاً شراب فروشی، زنا کاری اور سود خوری کا مرتکب ہو یا خلق خدا پر ظلم کرتا ہو ایسا شخص اصطلاح فقہ میں فاسق

۱۔ علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۳۲۵ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

۲۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، مغنی ابن قدامہ ج ۲ ص ۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

۳۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

۴۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ

۵۔ علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۶۔ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

معلن کہلاتا ہے، ایسے شخص کو امام بنانا حرام ہے کیونکہ فاسق کی تعظیم شرعاً حرام ہے لیکن اگر ایسا شخص جبراً امام بن جائے تو اس کی اقتداء میں جمعہ پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ جمعہ کے لیے جماعت شرط ہے اور یہ بھی اس صورت میں ہے جبکہ شہر میں صرف ایک جگہ جمعہ ہوتا ہو اور اگر شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہوتا ہو اور فاسق معلن کے علاوہ صالح امام بھی جمعہ پڑھاتے ہوں تو پھر انہی کی اقتداء میں جمعہ پڑھنا واجب ہے اور فاسق کی اقتداء میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر کسی کو مجبور کر دیا جائے تو پھر جائز ہے۔

یہ حکم اس فسق پر ہے جو قطعی الثبوت اور غیر مؤول ہو جیسے قتل، چوری، جوا، انگور کی شراب اور زنا وغیرہ کا ارتکاب اور جو فسق ظنی ہے جیسے ربا الفضل[1]، مزابنہ[2]، محاقلہ[3] اور نجش[4] وغیرہ یا جو فسق مؤول ہے جیسے انگور کے علاوہ دیگر اجناس کی شراب بھنگ اور نبیذ وغیرہ کا ارتکاب۔ یہ فسق کی وہ اقسام ہیں کہ ان کے مرتکب کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

امام احمد بن حنبل اور امام مالک کے نزدیک فاسق معلن کی اقتداء میں نماز جائز نہیں ہے۔ بعض احناف کے نزدیک بھی فاسق کی اقتداء میں نماز جائز نہیں۔ امام شافعی اور اکثر احناف کے نزدیک جائز ہے۔

علامہ ابن قدامہ، امام احمد بن حنبل کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ابوداؤد سالت احمد وقیل لہ اذا کان الامام یسکر قال لا تصل خلفہ البتۃ وسالہ رجل قال صلیت خلف رجل ثم علمت انہ یسکر اعیدہ؟ قال نعم اعد[5]

ابوداؤد کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے پوچھا جب امام نشہ کرتا ہو تو فرمایا اس کی اقتداء میں ہرگز نماز نہ پڑھو ایک اور شخص نے سوال کیا میں نے ایک شخص کی اقتداء میں نماز پڑھی پھر مجھے علم ہوا کہ وہ امام نشہ کرتا ہے کیا میں نماز دہراؤں فرمایا ہاں۔

علامہ بابرتی، امام مالک کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال مالک لا تجوز الصلوۃ خلفہ لانہ لما ظہر منہ الخیانۃ فی الامور الدینیۃ لا یؤتمن فی اہم الامور[6]

امام مالک کہتے ہیں کہ فاسق کی اقتداء میں نماز جائز نہیں کیونکہ جب اس سے امور دینیہ میں خیانت ظاہر ہوگی تو ان میں سے زیادہ اہم امر میں اس پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

بعض احناف فاسق کی امامت اور اقتداء کو ناجائز اور مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں، علامہ عینی فرماتے ہیں:

---

[1] ربا الفضل سود کی وہ قسم ہے جس میں جنس کے بدلہ میں جنس علی الفور زیادتی کے ساتھ لی جائے چونکہ اسکی حرمت خبر واحد سے ثابت ہے اسلیئے یہ حرمت ظنی ہے۔

[2] مزابنہ: درخت پر لگے پھلوں کی اندازہ سے بیع یہ از روئے حدیث حرام ہے۔

[3] محاقلہ: غلہ کی کھیت پر اندازہ سے بیع یہ بھی حدیث سے حرام ہے۔

[4] نجش: کسی کو دھوکا دیکر چیز فروخت کرنا۔ اس کی حرمت بھی حدیث سے ثابت ہے۔

[5] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ مغنی ابن قدامہ ج ۲ ص ۱۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[6] علامہ اکمل الدین بابرتی حنفی ۷۸۶ھ عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

واما الفاسق بجوارحه كالزانى وشارب الخمر فزعم ابن الحبيب ان من صلى خلف من يشرب الخمر يعيد ابدا الا ان يكون واليا[1]

فاسق معلن مثلاً شرابی یا زانی کے بارے میں ابن الحبیب کہتے ہیں جو شخص اس کی اقتداء میں نماز پڑھے وہ ہمیشہ نماز دہرائے الا یہ کہ امام حاکم ہو۔

علامہ زیلعی فرماتے ہیں:

والفاجر اذا تعذر منعه يصلى الجمعة خلفه وفى غيرها ينتقل الى مسجد آخر[2]

فاسق کو جب امامت سے ہٹانا مشکل ہو تو جمعہ اس کے پیچھے پڑھے اور جمعہ کے علاوہ کسی اور مسجد میں نماز پڑھے۔

علامہ شرنبلالی فرماتے ہیں:

وكره امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب اهانته شرعا فلا يعظم بتقديمه للامامة واذا تعذر منعه ينتقل عنه الى غير مسجده للجمعة وغيرها وان لم يقم الجمعة الا هو تصلى معه[3]

فاسق عالم کی امامت مکروہ (تحریمی) ہے کیونکہ وہ دین کا اہتمام نہیں کرتا اس لیے اس کی اہانت شرعاً واجب ہے لہٰذا اس کو امام بنا کر اس کی تعظیم نہ کی جائے، اگر اس کو مسجد سے ہٹانا دشوار ہو تو جمعہ اور دیگر نمازوں کے لیے کسی اور مسجد میں چلا جائے گا اور اگر صرف وہی جمعہ پڑھاتا ہو تو پڑھ لے۔

اس عبارت کی شرح میں علامہ طحطاوی فرماتے ہیں:

مفاده كون الكراهة فى الفاسق تحريمية[4]

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ فاسق کی امامت اور اقتداء مکروہ تحریمی ہے۔

علامہ حلبی فرماتے ہیں:

لو قدموا فاسقا يأثمون بناء على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم[5]

اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنایا تو گناہ گار ہوں گے کیونکہ اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

علامہ کردری فرماتے ہیں:

ويكره الاقتداء بمن عرف باكل الربا ام الفاسق يوم الجمعة ولم يكن منعه قال بعضهم يقتدى به ولا تترك الجمعة بامامته[6]

جو شخص سود خوری میں مشہور ہو اس کی اقتداء مکروہ ہے فاسق جمعہ پڑھائے اور اس کو ہٹانا ناممکن ہو تو بعض فقہاء نے کہا کہ اس کی اقتداء کرے اور اس کی امامت کی وجہ سے جمعہ ترک نہ کرے۔

علامہ شربینی امام شافعی کا مذہب ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تكره الصلوة خلفه وانما صحت لما دعاء

فاسق کی اقتداء میں نماز مکروہ (تنزیہی) ہے اور جواز اس لیے ہے کہ بخاری

---

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری جزء ۵ ص ۲۳۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ
[2] علامہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۴۵ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔
[3] علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی ص ۱۸۱ مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۵۶ھ
[4] علامہ سید احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی ص ۱۸۱ مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۵۶ھ
[5] علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی ص ۴۷۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی
[6] علامہ محمد بن شہاب ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ۔ فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۴ ص ۵۵ مطبوعہ مطبع بولاق مصر۔

الشیخان ان ابن عمر کان یصلی خلف الحجاج قال الامام الشافعی وکفی بہ فاسقا والمبتدع الذی لا یکفر ببدعتہ کالفاسق بل اولی لان اعتقاد المبتدع لا یفارقہ بخلاف الفاسق [1]

اور مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما حجاج کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے۔ امام شافعی فرماتے ہیں اس کا فاسق ہونا کافی ہے اور وہ بدعتی جس کی بدعت کفر تک نہیں پہنچی وہ فاسق کی طرح ہے بلکہ فاسق بدعتی سے اولیٰ ہے کیونکہ فاسق کے برخلاف بدعتی کا اعتقاد اس سے الگ نہیں ہوتا۔

اکثر احناف جو فاسق کی اقتداء اور اس کی امامت کے جواز کے قائل ہیں ان کی بھی یہی دلیل ہے۔ (مبسوط ج ۱ ص ۴۰)۔

بعض صحابہ کرام نے جو ظالم یا فاسق حکام کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے وہ خوف ضرر پر محمول ہے۔ علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں:

وفعل الصحابۃ محمول علی انھم خافوا الضرر بترک الصلوٰۃ معھم فقد روینا عن عطاء و سعید بن جبیر انھما کانا فی المسجد والحجاج یخطب فصلیا بالایماء وانما فعلا ذلک لخوفھما علی انفسھما ان صلیا علی وجہ یعلم بھما۔ [2]

صحابہ (ظالم حکمرانوں کی اقتداء میں) نماز اس وجہ سے پڑھتے تھے کہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کی بناء پر انہیں ضرر کا اندیشہ تھا کیونکہ عطا اور سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ حجاج کے خطبہ کے دوران وہ اشارے سے نماز پڑھ رہے تھے کیونکہ اگر وہ علی الاعلان نماز پڑھتے تو انہیں اپنی جان کا خوف تھا۔

اور ملا علی قاری شرح الباری فرماتے ہیں:

فانہ لاشک انھم کانوا خائفین من نحو یزید والحجاج وزیاد ولم یکن یتمشی الخروج علی ارباب العناد بل کان یترتب علیہ من امور الفساد ولذا کان ابن عمر رضی اللہ عنہ یمنع ابن الزبیر وینھاہ عن دعوی الخلافۃ مع انہ کان احق واولی بھا من امراء الجور بلا خلاف [3]

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ صحابہ کرام، یزید، حجاج اور زیاد ایسے حکمرانوں سے خائف تھے اور ان ظالموں کے خلاف تحریک چلانے سے انہیں امت میں قتل اور خونریزی کا اندیشہ تھا۔ اسی سبب سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو دعوائے خلافت سے باز رکھتے تھے حالانکہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما ان ظالم حکام کے مقابلہ میں بلاشبہ خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔

اور یہ بھی ثابت ہے کہ فساق کے پیچھے نماز پڑھنے کے بعد صحابہ کرام نماز دہرا لیا کرتے تھے۔ حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:

وکان ابن مسعود وغیرہ یصلون خلف الولید بن عقبہ بن ابی معیط وکان یشرب الخمر حتی انہ صلی بھم الصبح مرۃ اربعا ثم قال: ازیدکم، فقال ابن مسعود ما زلنا معک منذ الیوم

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے۔ وہ شراب پیتا تھا حتیٰ کہ ایک دن اس نے صبح کی نماز چار رکعات پڑھا دی پھر کہنے لگا: کیا اور زیادہ پڑھاؤں؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم ہمیشہ تمہارے ساتھ زیادہ نماز

---

[1] علامہ محمد قزوینی الخطیب من علماء القرن العاشر　مغنی المحتاج ج ۱ ص ۲۴۲ مطبوعہ داراحیاء التراث بیروت۔

[2] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ　مغنی ابن قدامہ ج ۲ ص ۱۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

[3] علامہ علی بن سلطان القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ۔　شرح فقہ اکبر ص ۱۴۸ مطبوعہ مطبعۃ مصطفی البابی مصر طبع ثالث ۱۳۷۵ھ

فی زیادۃ [1] پڑھتے ہیں (یعنی نماز پڑھ کر دہراتے ہیں)۔

(سعیدی)۔

جیسا کہ سطور بالا میں ذکر کیا گیا کہ جمہور کے نزدیک فاسق معلن کی اقتداء میں بلاجبر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے جب کہ وہ فسق قطعی اور غیر مؤول کا مرتکب ہو اس کی دلیل یہ ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ (ھود: ۱۱۳)

ظالموں کی طرف میلان نہ رکھو ورنہ تم کو بھی جہنم کی آگ جلائے گی۔

جب ظالموں سے میل جول پر جہنم کی وعید ہے تو ان کو نماز میں امام بنانا یا بلاحرج ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا بدرجہ اولیٰ اس وعید کا مصداق ہے۔ (العیاذ باللہ)

نیز فرمایا:

ولا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین۔ (انعام: ۶۸)

معلوم ہونے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔

جو شخص علانیہ اللہ تعالیٰ کے فرائض اور واجبات کے خلاف کرے محرمات قطعیہ کا ارتکاب کرے اور خلق خدا پر ظلم کرے اس کے ظالم ہونے میں کیا شک ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے ظالموں کے پاس بیٹھنے سے بھی منع فرمادیا ہے تو ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا۔

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران خطبہ فرمایا۔

الا لا تؤمن امرأۃ رجلا ولا یؤم اعرابی مھاجرا ولا یؤم فاجر مومنا الا ان یقھرہ بسلطان یخاف سیفہ وسوطہ [2]

سنو! کوئی عورت مرد کی امامت نہ کرے، نہ دیہاتی مہاجر کی امامت کرے، نہ فاسق مؤمن کی امامت کرے سوا اس کے کہ وہ حاکم کی تلوار اور اس کے کوڑوں سے ڈرتا ہو۔

یہ حدیث جمہور کے مسلک پر واضح نص ہے کہ اضطرار، مجبوری اور جان کے خوف کے سوا فاسق کی اقتداء میں نماز جائز نہیں ہے۔ بعض لوگ حدیث مذکور ذیل سے فاسق کی امامت کے جواز پر استدلال کرتے ہیں۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجھاد واجب علیکم مع کل امیر برا کان او فاجرا والصلوۃ واجبۃ علیکم خلف کل مسلم برا کان او فاجرا وان عمل الکبائر والصلوۃ واجبۃ علی کل مسلم برا کان او فاجرا وان عمل الکبائر [3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر امیر کے ساتھ تمہیں جہاد کرنا واجب ہے خواہ نیک ہو یا بد ہر چند وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو۔ ہر مسلمان کے پیچھے نماز پڑھنا تم پر واجب ہے خواہ نیک ہو یا بد ہر چند وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنا تم پر واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد اگرچہ وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو۔

---

[1] علامہ علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح فقہ اکبر ص ۶۲، مطبوعہ مطبعۃ مصطفےٰ البابی مصر طبع ثالث ۱۳۷۵ھ۔

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۷۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۳۴۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ۔

اس حدیث سے استدلال کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ حدیث جتنی اسانید سے مروی ہے وہ سب ضعیف ہیں۔ علامہ زیلعی فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤد نے یہ حدیث عن مکحول عن ابی ھریرۃ روایت کی ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ مکحول کا حضرت ابوہریرہ سے سماع ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے۔ امام دارقطنی نے اس کو جس سند سے روایت کیا ہے اس میں معاویہ بن صالح ہے اس کا بھی حضرت ابوہریرہ سے سماع نہیں اس کے علاوہ یہ ضعیف بھی ہے۔ امام دارقطنی نے اس حدیث کو عن عبد اللہ بن محمد بن یحیی بن عروۃ عن ابی صالح السمان عن ابی ھریرۃ روایت کیا ہے، علامہ ابن جوزی نے علل متناہیہ میں عبد اللہ کو معلول قرار دیا۔ ابوحاتم نے کہا یہ متروک الحدیث ہے۔ ابن حبان نے کہا اس کی روایت لکھنا جائز نہیں۔ علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل سے اس حدیث کے بارے میں استفسار کیا گیا تو فرمایا ہم نے اس کو نہیں سنا [1]۔

علامہ سخاوی فرماتے ہیں:

سنن ابوداؤد اور بیہقی کی روایت کے تمام طرق اور اسانید میں مکحول ہے جس کی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقطع ہے۔ دارقطنی نے الحارث عن علی وعلقمۃ والاسود عن ابن مسعود اور ابودرداء کی سند سے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور یہ تمام طرق واہی اور ضعیف ہیں۔ متعدد محدثین نے اس کی تصریح کی ہے اور علل ابن جوزی میں بھی اس کا ذکر ہے [2]۔

بر سبیل تنزل اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس میں جس فاسق کی اقتداء کے وجوب کا ذکر ہے۔ اس فاسق سے مراد وہ فاسق ہے جس کا فسق ظنی اور مؤول ہو تاکہ یہ حدیث قرآن کریم اور دیگر احادیث کے معارض نہ ہو۔

رہا وہ فاسق جس کا فسق مستور ہو، اس پر کراہت کا حکم نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ شریعت کا حکم ظاہر پر ہے اور اس کا فسق ظاہر نہیں ہے۔

آج کل کچھ مساجد میں بعض ائمہ کی ڈاڑھی ایک مشت سے کم ہوتی ہے ہر چند کہ ایک مشت سے ڈاڑھی کم رکھنا غیر مستحسن ہے [3] لیکن ان کو فاسق معلن قرار دینا اور ان کی امامت کو مکروہ تحریمی اور ان کی اقتداء میں نماز کو واجب الاعادہ قرار دینا قطعاً باطل ہے خصوصاً اس صورت میں جبکہ اکثر فقہاء احناف فسق قطعی اور غیر مؤول کے مرتکب کی اقتداء میں نماز کو مکروہ تنزیہی قرار دیتے ہیں اور یہ کہ ان کی اقتداء میں جماعت کا ثواب مل جاتا ہے اور اکیلے نماز پڑھنے سے ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا بہتر ہے قاضی خاں نے لکھا ہے کہ جو شخص سود خوری اور فسق میں مشہور ہو امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک اس کی اقتداء میں نماز جائز اور مکروہ (تنزیہی) ہے۔ (فتاوی قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۹۱ مطبوعہ مصر)

---

[1] علامہ جمال الدین زیلعی حنفی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۷ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور۔

[2] ابوالخیر شمس الدین السخاوی متوفی ۹۰۲ھ، المقاصد الحسنہ ص ۲۹۶ مطبوعہ مکتبۃ الخانجی مصر ۱۳۷۵ھ۔

[3] جمہور علماء کی تصریح کے مطابق ایک مشت تک ڈاڑھی سنت ہے۔ (ہدایہ ج ۱ ص ۲۲۱) اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے قبضہ تک ڈاڑھی کو مستحب قرار دیا ہے (شرح مسند امام اعظم ص ۲۱۰) اور فسق سنت یا مستحب کے ترک کو نہیں۔ فرض کے ترک یا حرام کے ارتکاب کو کہتے ہیں۔ سنت کا ترک نہ کبیرہ ہے نہ صغیرہ بلکہ واجب کا ترک گناہ صغیرہ ہے (الملفوظ ج ۱ ص ۹۴۔ از فاضل بریلوی مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور)۔ بعض علماء نے قبضہ کو واجب قرار دیا ہے اور یہ دلیل دی ہے کہ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جزوا الشوارب وارخوا اللحی وخالفوا المجوس "مونچھیں کم کراؤ، ڈاڑھی بڑھاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو" اور مجوس یا ڈاڑھی بالکل منڈاتے تھے یا قبضہ سے کم رکھتے تھے اس لیے (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر دیکھیں)

علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

قال ویجوز امامۃ الاعمی والاعرابی والعبد وولد الزناء والفاسق وغیرھم احب الی (الی ان قال) فنقول تقدیم الفاسق للامامۃ جائز عندنا ویکرہ [1]

امام محمد فرماتے ہیں نابینا، دیہاتی، غلام، ولد زنا اور فاسق کی امامت جائز ہے اور ان کے غیر کی امامت میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ امام سرخسی فرماتے ہیں اسلیے ہم کہتے ہیں کہ فاسق کو امام بنانا ہمارے نزدیک جائز ہے اور مکروہ (تنزیہی) ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ مکروہ تحریمی جواز کے ساتھ جمع نہیں ہوتا۔ علامہ شامی فرماتے ہیں: الظاھر ان المراد المکروہ تنزیہا لان المکروہ تحریما ممتنع شرعا منعا لازما۔ [2] "جائز" کا لفظ مکروہ کو شامل ہوتا ہے لیکن اس سے مراد

(حاشیہ صفحہ سابقہ) اس حدیث کا مطلب ہے کہ کل یا اکثر داڑھی کاٹنے میں مجوس کی مخالفت کرو اور ایک مشت تک داڑھی بڑھاؤ اور اس حکم کی علت مجوس کی مخالفت ہے (فتح القدیر ج ۲ ص ۲۷۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر) لیکن یہ استدلال اس لیے مخدوش ہے کہ حدیث شریف میں ہے: عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الیھود والنصاری لا تصبغ فخالفوا علیھم فاصبغوا۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود اور نصاری داڑھی نہیں رنگتے ان کی مخالفت کرو اور داڑھی کو رنگا کرو (کالے رنگ سے اجتناب کرکے سرخ یا عنابی رنگ میں رنگنا سنت ہے) ——— سعیدی۔ (سنن نسائی ج ۲ ص ۲۳۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی) "عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیروا الشیب ولا تشبھوا بالیھود" سفید بالوں کو رنگ سے متغیر کرو اور یہود کی مشابہت نہ کرو" (جامع ترمذی ص ۲۶۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی) اگر مجوس کی مخالفت کی وجہ سے داڑھی میں قبضہ واجب ہو سکتا ہے تو یہود اور نصاری کی مخالفت کی وجہ سے داڑھی کا رنگنا بھی واجب ہوگا کیونکہ مخالفت کی علت دونوں میں مشترک ہے۔ اس لیے بعض علماء کا قبضہ کے وجوب پر یہ استدلال درست نہیں ہے۔

——— اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حدیث "واعفوا اللحی" "داڑھی بڑھاؤ" کے امر کے پیش نظر داڑھی میں قبضہ کو واجب قرار دیا ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۱۲ مطبوعہ تیج کمار لکھنؤ) لیکن یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اگر داڑھی کا بڑھانا واجب ہو تو اس کو کاٹنا بالکل جائز نہیں ہوگا حالانکہ ایک مشت کے بعد داڑھی کا کاٹنا سب کے نزدیک جائز ہے بلکہ علامہ ابن ہمام نے اس کو واجب لکھا ہے (فتح القدیر ج ۲ ص ۲۷۰) اور حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی کو طولاً عرضاً کاٹا کرتے تھے (جامع ترمذی ص ۳۹۴) اس کی مزید تفصیل ہم جلد اول میں سنن وضو کے باب میں بیان کر چکے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ بعض فقہاء نے داڑھی میں قبضہ کو واجب قرار دیا ہے لیکن ان کا استدلال صحیح نہیں ہے ورنہ ابن ہمام کے قول پر قبضہ سے زائد داڑھی میں رکھنے والے سب فاسق معلن قرار پائیں گے (العیاذ باللہ) اس لیے صحیح یہی ہے کہ داڑھی میں قبضہ سنت ہے اس لیے اگر کوئی شخص ایک مشت سے کم داڑھی رکھتا ہے تو وہ تارک سنت ہے فاسق نہیں ہے اور اس کی اقتداء میں نماز جائز ہے۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ غلام رسول سعیدی (اس مسئلہ پر مفصل بحث ان شاء اللہ کتاب اللباس (جلد سادس) میں آرہی ہے)

---

[1] علامہ شمس الدین السرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱ ص ۴۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۰۰ھ۔

[2] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۱۱۲ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ۔

مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ مکروہ تحریمی وہ ہے جو شرعاً ممتنع ہو اور اس میں منع لازم ہو۔"

علامہ قاضی خاں فرماتے ہیں:

واما من سواهم يجوز الاقتداء بهم ويكره وكذا الاقتداء بمن كان معروفا باكل الربا والفسق مروي ذلك عن ابي حنيفة وابي يوسف رحمهما الله تعالى (الى ان قال) واذا صلى الرجل خلف فاسق او مبتدع يكون محرزا ثواب الجماعة۔[1]

جہمیہ، قدریہ، اور رافضی غالی وغیرہم کے سوا اقتداء جائز اور مکروہ ہے اسی طرح اس شخص کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے جو سود خوری میں معروف ہو یا فاسق معلن ہو، یہ امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف رحمہما اللہ سے مروی ہے۔ جب کوئی شخص فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھے تو وہ جماعت کا ثواب پا لیتا ہے۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں:

ويكره الاقتداء بالمشهور باكل الربا۔[2]

جو شخص سود خوری میں مشہور ہو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

اس عبارت سے پہلے علامہ ابن ہمام نے محیط سے نقل کیا ہے جو شخص فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھتا ہے اس کو جماعت کا ثواب مل جاتا ہے اور درایہ سے نقل کیا ہے کہ ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ جمعہ کے علاوہ فاسق کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

افاد ان الصلوة خلفهما اولى من الانفراد۔[3]

بحر، نہر اور محیط کی عبارت کا مفاد یہ ہے کہ فاسق اور بدعتی کی اقتداء میں نماز پڑھنا، اکیلے نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

فان قلت فما الافضل ان يصلي خلف هؤلاء او الانفراد قيل اما في حق الفاسق فالصلوة خلفه اولى لما ذكر في الفتاوى كما قدمناه (الى ان قال) فالحاصل انه يكره لهؤلاء التقدم ويكره الاقتداء بهم كراهة تنزيهية فان امكن الصلوة

اگر تم سوال کرو کہ ان لوگوں کی اقتداء میں نماز پڑھنا افضل ہے یا تنہا نماز پڑھنا بہتر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنا بہر حال بہتر ہے۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے کتب فتاویٰ سے نقل کر چکے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ ان لوگوں کا امام بننا اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے، اگر ان کے علاوہ کسی اور کی اقتداء

---

[1] علامہ فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی متوفی ٥٩٥ھ، فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ١ ص ٩٢۔٩١، مطبوعہ بولاق مصر، ١٣١٠ھ

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ٨٦١ھ، فتح القدیر ج ١ ص ٣٠٤ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ، رد المحتار ج ١ ص ٥٢٥ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ١٣٢٧ھ

خلف غیرهم فهو افضل والا فالاقتداء اولی من الانفراد وینبغی ان یکون محل کراهة الاقتداء بهم عند وجود غیرهم والا فلا کراهة کما لا یخفی[1]

علامہ حصکفی فرماتے ہیں:

ویکرہ تنزیھا امامة عبد (الی ان قال) وفاسق[2]

علامہ شامی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

(قولہ ویکرہ تنزیھا) لقولہ فی الاصل امامة غیرھم احب الی بحر عن المجتبی والمعراج ثم قال فیکرہ لہم التقدم ویکرہ الاقتداء بھم تنزیھا[3]

میں نماز پڑھنا ممکن ہو تو فبہا ورنہ تنہا نماز پڑھنے سے ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا اولیٰ ہے اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا اس وقت مکروہ ہے جب دوسروں کی اقتداء میں نماز پڑھنا میسر ہو ورنہ کوئی کراہت نہیں ہے۔

غلام اور فاسق وغیرہ کی امامت مکروہ تنزیہی ہے۔

علامہ حصکفی نے فاسق کی اقتداء کو مکروہ تنزیہی اس لیے قرار دیا ہے کہ امام محمد نے مبسوط میں فاسق کے غیر کی اقتداء کو مستحب قرار دیا ہے البحر الرائق نے مجتبیٰ اور معراج کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ فاسق وغیرہ کا امام ہونا اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ جس شخص کا علانیہ فسق قطعی اور غیر مؤول ہو جیسے شراب اور زنا وغیرہ، بعض احناف اور امام مالک اور امام احمد کے مذہب کے پیش نظر ان کی اقتداء میں نماز پڑھے اور جس کا فسق ظنی یا مؤول ہو اس کی اقتداء میں نماز پڑھ لے اور ڈاڑھی کتروانے والے اگرچہ تارک سنت ہیں تاہم وہ کسی اعتبار سے بھی فاسق نہیں ہیں ان کو فاسق معلن کہنے کی شریعت مطہرہ میں گنجائش نہیں ہے اس لیے بلاوجہ ایک مسلمان کی عزت مجروح نہیں کرنی چاہیے اور ڈاڑھی منڈانے والے فسق ظنی کے مرتکب ہیں اس لیے ان کی اقتداء میں نماز مکروہ تنزیہی ہے۔

بَابُ ۲۳۳ اِسْتِحْبَابِ الْقُنُوْتِ فِیْ جَمِیْعِ الصَّلَوَاتِ اِذَا نَزَلَتْ بِالْمُسْلِمِیْنَ نَازِلَةٌ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ وَاسْتِحْبَابِهٖ فِی الصُّبْحِ دَائِمًا وَبَیَانِ اَنَّ مَحَلَّهٗ بَعْدَ رَفْعِ الرَّاْسِ مِنَ الرُّکُوْعِ فِی الرَّکْعَةِ الْاٰخِرَةِ وَاسْتِحْبَابِ الْجَهْرِ بِهٖ

قنوت نازلہ پڑھنے کا محل اور اس کا استحباب

۱۴۳۸ - حَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰی قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ بْنُ یَزِیْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ وَاَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّهُمَا سَمِعَا اَبَا هُرَیْرَةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی قراءت سے فارغ ہو کر رکوع سے سر اٹھا کے فرماتے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد پھر کھڑے ہو کر یہ دعا پڑھتے (ترجمہ) اے اللہ!

---

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ البحر الرائق ج ۱ ص ۳۴۹ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔
[2] علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ در مختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۵۲۳ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔
[3] علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۱ ص ۵۲۳ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حِينَ يَفْرُغُ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ مِنَ الْقِرَاءَةِ وَيُكَبِّرُ وَيَرْفَعُ رَأْسَهُ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ اللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اللَّهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ كَسِنِي يُوسُفَ اللَّهُمَّ الْعَنْ لِحْيَانَ وَرِعْلًا وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَتِ اللهَ وَرَسُولَهُ ثُمَّ بَلَغَنَا أَنَّهُ تَرَكَ ذٰلِكَ لَمَّا نَزَلَ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظٰلِمُونَ۔

ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ اور کمزور مسلمانوں کو کفار سے نجات دے، اے اللہ! (قبیلہ) مضر کو سختی سے روند ڈال اور ان پر حضرت یوسف (علیہ السلام) کے زمانہ کی طرح قحط کے سال مسلط کر دے۔ اے اللہ! لحیان، رعل، ذکوان اور عصیہ پر لعنت فرما جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتے ہیں، پھر ہمیں پتا چلا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: "لیس لك من الامر شیء او یتوب علیهم او یعذبهم فانهم ظلمون" تو آپ نے اس دعا کو ترک فرما دیا۔

۱۴۳۹- وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى قَوْلِهِ وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ كَسِنِي يُوسُفَ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ۔

ایک اور سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کسنی یوسف تک روایت کیا ہے اس کے بعد اور کچھ نہیں بیان کیا۔

۱۴۴۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ قَالَ نَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ بَعْدَ الرَّكْعَةِ فِي صَلَاةٍ شَهْرًا إِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ يَقُولُ فِي قُنُوتِهِ اللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ اللَّهُمَّ أَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اللَّهُمَّ نَجِّ عَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ اللَّهُمَّ نَجِّ الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اللَّهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ثُمَّ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ الدُّعَاءَ بَعْدُ فَقُلْتُ أَرَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تَرَكَ الدُّعَاءَ لَهُمْ قَالَ فَقِيلَ وَمَا تُرَاهُمْ قَدْ قَدِمُوا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد ایک ماہ تک قنوت (نازلہ) پڑھی سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد کھڑے ہو کر دعا فرماتے: اے اللہ! ولید بن ولید کو نجات دے، اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے۔ اے اللہ! کمزور مسلمانوں کو نجات دے۔ اے اللہ! مضر کو سختی سے پامال کر دے۔ ان پر یوسف (علیہ السلام) کے زمانہ جیسی قحط سالی نازل فرما۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے دیکھا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کرنی چھوڑ دی۔ مجھ سے کہا گیا کیا تم نہیں دیکھتے وہ لوگ تو (آپ کے سامنے) پیش ہو گئے۔

١٤٤١ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ يُصَلِّي الْعِشَاءَ إِذْ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ قَالَ قَبْلَ أَنْ يَسْجُدَ اللّٰهُمَّ نَجِّ عَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ الْأَوْزَاعِيِّ إِلَى قَوْلِهِ كَسِنِي يُوسُفَ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں سمع اللہ لمن حمدہ - کہہ کر سجدہ سے پہلے یہ دعا کی: اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے، اس کے بعد کسنی یوسف تک اوزاعی کے مطابق روایت کیا اور اس کے بعد کچھ ذکر نہیں کیا۔

١٤٤٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ نَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ وَاللّٰهِ لَأُقَرِّبَنَّ بِكُمْ صَلٰوةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقْنُتُ فِي الظُّهْرِ وَالْعِشَاءِ الْآخِرَةِ وَصَلٰوةِ الصُّبْحِ وَيَدْعُو لِلْمُؤْمِنِينَ وَيَلْعَنُ الْكُفَّارَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے قریب نماز پڑھاؤں گا، پھر انہوں نے ظہر، عشاء اور صبح کی نماز پڑھائی اور ان میں قنوت کیا یعنی مسلمانوں کے لیے دعا اور کفار پر لعنت کی۔

١٤٤٣ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الَّذِينَ قَتَلُوا أَصْحَابَ بِئْرِ مَعُونَةَ ثَلَاثِينَ صَبَاحًا يَدْعُو عَلَى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَلِحْيَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ قَالَ أَنَسٌ أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي الَّذِينَ قُتِلُوا بِبِئْرِ مَعُونَةَ قُرْاٰنًا قَرَأْنَاهُ حَتّٰى نُسِخَ بَعْدُ أَنْ بَلِّغُوا قَوْمَنَا أَنْ قَدْ لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَرَضِينَا عَنْهُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس دن تک ان لوگوں کے لیے دعا ضرر کی جنہوں نے اصحاب بیر معونہ کو شہید کر دیا تھا۔ آپ نے رعل، ذکوان، لحیان اور عصیہ کے خلاف دعا ضرر کی جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تھی۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ جو صحابہ بیر معونہ میں شہید ہوگئے تھے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (ترجمہ) "ہماری قوم تک یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کی وہ ہم سے راضی ہوا اور ہم اس سے راضی ہوگئے۔" ہم اس آیت کی تلاوت کرتے تھے بعد میں یہ آیت منسوخ ہوگئی۔

١٤٤٤ - وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا إِسْمٰعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هَلْ قَنَتَ رَسُولُ اللّٰهِ

محمد کہتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں دعائے قنوت پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں کچھ عرصہ تک رکوع کے بعد

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلٰوةِ الصُّبْحِ قَالَ نَعَمْ بَعْدَ الرُّكُوْعِ يَسِيْرًا۔

۱۴۳۵- وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى وَاللَّفْظُ لِابْنِ مُعَاذٍ قَالَ حَدَّثَنِي الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوْعِ فِي صَلٰوةِ الصُّبْحِ يَدْعُوْ عَلٰى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَيَقُوْلُ عُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں ایک ماہ تک رکوع کے بعد رعل اور ذکوان کے خلاف دعائے ضرر فرمائی اور آپ نے فرمایا عصیہ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔

۱۴۳۶- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ أَنَا أَنَسُ بْنُ سِيْرِيْنَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوْعِ فِي صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَدْعُوْ عَلٰى بَنِي عُصَيَّةَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں ایک ماہ تک رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھی جس میں آپ نے عصیہ کے لیے دعاء ضرر فرمائی۔

۱۴۳۷- وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ سَأَلْتُهٗ عَنِ الْقُنُوْتِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ أَوْ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ قَالَ قُلْتُ فَإِنَّ نَاسًا يَزْعُمُوْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ إِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلٰى أُنَاسٍ قَتَلُوْا أُنَاسًا مِنْ أَصْحَابِهٖ يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ۔

عاصم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھی ہے یا رکوع کے بعد؟ انہوں نے بتایا رکوع سے پہلے۔ میں نے کہا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھی ہے۔ حضرت انس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ماہ تک (رکوع کے بعد) قنوت پڑھی ہے جس میں ان لوگوں کے خلاف دعائے ضرر فرمائی جنہوں نے قراء صحابہ کو شہید کر دیا تھا۔

۱۴۳۸- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ عَلٰى سَرِيَّةٍ مَا وَجَدَ عَلَى السَّبْعِيْنَ الَّذِيْنَ أُصِيْبُوْا يَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ كَانُوْا يُدْعَوْنَ الْقُرَّاءَ فَمَكَثَ شَهْرًا يَدْعُوْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی لشکر کیلئے اتنا غمگین ہوتے نہیں دیکھا جتنا آپ ستر قراء صحابہ کے لیے غمگین ہوئے جو بئر معونہ کے دن شہید ہو گئے تھے۔ آپ ایک ماہ تک ان کے قاتلوں کے خلاف دعائے ضرر فرماتے رہے۔

عَلٰی قَتَلَتِهِمْ۔

۱۳۴۹۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَ نَا حَفْصٌ وَّ ابْنُ فُضَیْلٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَ نَا مَرْوَانُ کُلُّهُمْ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ وَیَزِیْدُ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔ اور بعض راویوں نے بعض کی روایت پر زیادتی کی ہے۔

۱۳۵۰۔ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا الْاَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ قَالَ اَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا یَلْعَنُ رِعْلًا وَّذَکْوَانَ وَعُصَیَّةَ عَصَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔

۱۳۵۱۔ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا الْاَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ قَالَ اَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُوْسَی بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهٖ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک دعاء قنوت (نازلہ) پڑھی جس میں آپ رعل، ذکوان اور عصیہ پر لعنت بھیجتے تھے جنھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تھی۔

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت ہے۔

۱۳۵۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا یَدْعُوْ عَلٰی اَحْیَاءٍ مِّنْ اَحْیَاءِ الْعَرَبِ ثُمَّ تَرَکَهٗ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک دعاء قنوت (نازلہ) پڑھی جس میں عرب کے کچھ قبیلوں کے لیے دعاء ضرر فرمائی۔

۱۳۵۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ نَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقْنُتُ فِی الصُّبْحِ وَالْمَغْرِبِ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح اور مغرب کی نماز میں قنوت (نازلہ) پڑھا کرتے تھے۔

۱۳۵۴۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ قَالَ نَا اَبِیْ قَالَ نَا سُفْیَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْفَجْرِ وَالْمَغْرِبِ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر اور مغرب میں قنوت (نازلہ) پڑھا کرتے تھے۔

۱۳۵۵۔ وَحَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاهِرِ اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ الْمِصْرِیُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنِ اللَّیْثِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ اَبِیْ اَنَسٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ عَلِیٍّ عَنْ خُفَافِ

خفاف بن ایما غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں فرمایا اے اللہ! بنو لحیان، رعل، ذکوان اور عصیہ پر لعنت فرما جنھوں نے اللہ

اَبْنِ اِيْمَاءِ الْغِفَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلٰوةٍ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ بَنِيْ لِحْيَانَ وَرِعْلًا وَّذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ غِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ۔

اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، اور قبیلہ غفار کی مغفرت فرما اور قبیلہ اسلم کو سلامت رکھ۔

۱۳۵۶- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ ابْنُ اَيُّوْبَ نَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ عَمْرٍو عَنْ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَرْمَلَةَ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ خُفَافٍ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ خُفَافُ بْنُ اِيْمَاءٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ غِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَعُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ بَنِيْ لِحْيَانَ وَالْعَنْ رِعْلًا وَّذَكْوَانَ ثُمَّ وَقَعَ سَاجِدًا قَالَ خُفَافٌ فَجُعِلَتْ لَعْنَةُ الْكَفَرَةِ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ۔

خفاف بن ایماء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا پھر رکوع سے سر اٹھا کر فرمایا (قبیلہ) غفار کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور (قبیلہ) اسلم کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ عصیہ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔ اے اللہ! بنو لحیان پر لعنت کر اور رعل اور ذکوان پر لعنت کر پھر آپ نے سجدہ کیا۔ خفاف کہتے ہیں کہ کفار پر اسی وجہ سے لعنت کی جاتی ہے۔

۱۳۵۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ وَاَخْبَرَنِيْهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حَرْمَلَةَ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْاَسْقَعِ عَنْ خُفَافِ بْنِ اِيْمَاءٍ بِمِثْلِهٖ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَقُلْ فَجُعِلَتْ لَعْنَةُ الْكَفَرَةِ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے مگر اس میں کفار پر اسی وجہ سے لعنت کیے جانے کا ذکر نہیں ہے۔

قنوت نازلہ قنوت کے معنی دعا ہیں اور نازلہ سے مراد ہے نازل ہونے والی آفت اور مصیبت، اگر مسلمانوں پر خدانخواستہ کوئی مصیبت نازل ہو، مثلاً دشمن کا خوف ہو، قحط ہو، تنگ حالی ہو، وباء ہو، طاعون ہو یا کوئی اور ضرر ظاہر ہو تو آخری رکعت میں رکوع کے بعد امام کھڑا ہو تسمیع کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور جہری نماز میں باآواز بلند اس مصیبت کے دور ہونے کی اور مسلمانوں کے لیے کشادگی کی دعا کرے اور مقتدی امام کی دعا پر آمین کہیں اور اگر سری نماز ہو تو امام آہستہ دعا مانگے اور مسلمان اس وقت تک نماز میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں جب تک اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے مصیبت دور نہ کرے۔

قنوت نازلہ میں مذاہب ظاہریہ (غیر مقلدین) کے نزدیک ہر فرض نماز میں قنوت نازلہ پڑھنا مستحسن ہے خواہ کوئی مصیبت نازل ہو یا نہ ہو[1] اور خدانخواستہ مصیبت نازل ہونے کی صورت میں امام شافعی کے نزدیک تمام فرائض میں قنوت نازلہ پڑھنا مستحب ہے، ورنہ نہیں۔[2]

---

[1] شیخ ابو محمد علی بن حزم ظاہری متوفی ۴۵۶ھ محلی ج ۴ ص ۱۳۸ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۹ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ

امام مالک کا صحیح قول یہ ہے کہ اس صورت میں تمام نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھنا سنت ہے [1]۔ اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ ایسے حالات میں صرف صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھے۔ [2]

احناف کا مذہب

احناف کثرھم اللہ کے نزدیک قنوت نازلہ کا پڑھنا منسوخ ہو گیا ہے اور اب کسی نماز میں قنوت نازلہ کا پڑھنا جائز نہیں ہے۔ علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

قال ولا قنوت فی شیء من الصلوات سوی الوتر عندنا۔ [3]

امام محمد نے فرمایا، وتر کے سوا کسی نماز میں ہمارے نزدیک قنوت نہیں پڑھا جائیگا۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

ولنا ما روی ابن مسعود و جماعۃ من الصحابۃ رضی اللہ عنہم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قنت فی صلوٰۃ الفجر شہرا کان یدعو فی قنوتہ علی رعل و ذکوان ویقول اللّٰھم اشدد وطأتک علی مضر واجعلھا علیھم سنین کسنی یوسف ثم ترکہ فکان منسوخا۔ [4]

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی جس میں آپ رعل اور ذکوان کے لئے دعا ضرر فرماتے تھے کہ اے اللہ! مضر کو سختی سے پامال کر دے اور ان پر حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ جیسا قحط نازل فرما پھر آپ نے قنوت پڑھنا ترک کر دیا اور یہ منسوخ ہو گیا۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر فرماتے ہیں:

والقنوت مجتھد فیہ ولنا انہ منسوخ۔ [5]

قنوت نازلہ اجتہادی مسئلہ ہے امام ابوحنیفہ اور امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ منسوخ ہو چکا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

ومن الائمۃ الذین لا یرون بہ الامام ابو حنیفۃ وابو یوسف ومحمد وعبد اللہ بن المبارک۔ [6]

جو ائمہ قنوت نازلہ کو جائز نہیں قرار دیتے ہیں ان میں امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد اور امام عبداللہ بن مبارک ہیں۔

امام طحاوی فرماتے ہیں:

---

[1] امام ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۴۵۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ شمس الدین سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط ج ۱ ص ۱۶۵ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۰ھ

[4] علامہ ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی متوفی ۵۸۷ھ۔ بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۷۳ مطبوعہ ایچ، ایم، سعید، کراچی۔

[5] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۹۳ھ۔ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۳۷۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[6] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری جز ۷ ص ۲۲، ۲۳ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

لا ینبغی القنوت فی الفجر فی حال حرب ولا غیرہ قیاسا و نظرا علی ما ذکرنا من ذلک وھذا قول ابی حنیفۃ و ابی یوسف و محمد رحمھم اللہ تعالٰی [1]

صبح کی نماز میں قنوت نہیں پڑھنا چاہیے۔ حالت جنگ ہیں نہ حالت امن میں۔ یہی چیز دلائل سے ثابت ہے جنھیں کہ ہم ذکر کر چکے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔

احناف کے دلائل

عن انس بن مالک قال قنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم شھرا یدعو علی رعل و ذکوان [2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک قنوت (نازلہ) پڑھی (قبیلہ) رعل اور ذکوان کے لیے دعا ضرر فرماتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب بیر معونہ کے مقتول ہونے کی بناء پر رعل اور ذکوان وغیرہ کے لیے ایک ماہ تک دعائے ضرر فرماتے رہے۔

ثم بلغنا انہ ترک ذلک لما انزل لیس لک من الامر شئ او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظلمون [3] (آل عمران: ۱۲۸)

پھر ہمیں یہ حدیث پہنچی کہ جب قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) آپ (ہدایت یا گمراہی) پیدا کرنے کے مالک نہیں ہیں یا ان کی توبہ قبول کرنے یا انھیں عذاب دینے کے، یہ لوگ یقیناً ظالم ہیں۔

بیر معونہ میں ستر قاریوں کی شہادت کا واقعہ غزوۂ احد کے چار ماہ بعد ۴ ہجری میں پیش آیا تھا[4]۔ اس وقت آپ نے ایک ماہ تک قنوت نازلہ (کفار کے لیے دعا ضرر) پڑھی، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قنوت نازلہ پڑھنے سے روک دیا اور آپ نے قنوت نازلہ پڑھنا ترک کر دی۔ بیر معونہ کے بعد آپ چھ سال (حیات ظاہری کے ساتھ) زندہ رہے۔ کفار کے ساتھ متعدد حروب اور جنگیں پیش آئیں کئی بار مسلمان مشکلات اور پریشانیوں کا شکار ہوئے لیکن آپ نے قنوت نازلہ نہیں پڑھی، اگر قنوت نازلہ مشروع ہوتی تو آپ ضرور پڑھتے۔

عن الزھری قال قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر وھم لا یقنتون [5]

زہری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر وصال کر گئے اور انھوں نے قنوت نازلہ نہیں پڑھی۔

---

[1] امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ۔ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۴۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ
[2] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[3] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ
[4] علامہ ابوالفداء حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ البدایہ والنہایہ جز ۴ ص ۷۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
[5] حافظ ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ۔ مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۰۵ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

امام ابوجعفر طحاوی فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود نے تمام عمر قنوت نازلہ نہیں پڑھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسلمان زیادہ تر جنگوں میں مشغول رہے اور انھوں نے قنوت نازلہ نہیں پڑھی، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ قنوت نازلہ کا انکار کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما مختلف جنگوں میں مشغول رہنے کے باوجود قنوت نازلہ نہیں پڑھتے تھے۔ ان صحابہ کرام کا حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اختلاف تھا کیونکہ یہ حضرات حالت جنگ میں قنوت نازلہ کو جائز قرار دیتے تھے۔ [1]

بعض شارحین کا تسامح

ہم سطور سابقہ میں امام طحاوی اور علامہ عینی کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں کہ احناف کے نزدیک جنگ اور مصیبت کی حالت میں بھی کسی نماز میں قنوت نازلہ پڑھنی مشروع نہیں ہے لیکن حیرت ناک بات یہ ہے کہ شیخ انور شاہ کشمیری نے لکھا ہے کہ امام طحاوی اور علامہ عینی کہتے ہیں کہ احناف کے نزدیک قنوت نازلہ پڑھنا ثابت ہے۔ شیخ کشمیری لکھتے ہیں:

وتكلم الطحاوى فى قنوت النازلة ويتوهم النسخ من عبارته فليتركه فان الشيخ العينى رحمه الله تعالى نقل عن الطحاوى ما يدل على انها ثابتة عندنا ايضا.

امام طحاوی نے قنوت نازلہ میں بحث کی ہے اور ان کی عبارت سے نسخ کا وہم ہوتا ہے، اس کو چھوڑ دو کیونکہ شیخ عینی رحمہ اللہ نے امام طحاوی سے نقل کیا ہے کہ ہمارے نزدیک بھی قنوت نازلہ ثابت ہے۔ [2]

امام طحاوی [3] نے شرح معانی الآثار میں ص ۱۴۲ سے ص ۱۴۹ تک آٹھ صفحات میں قنوت نازلہ پر بحث کی ہے اور حضرت ابوہریرہ [4]، حضرت ابن مسعود [5]، حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر [6] رضی اللہ عنہم کی سند کے ساتھ صحیح روایت سے ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ماہ قنوت نازلہ پڑھی پھر جب لیس لک من الامر شیء (آل عمران: ۱۲۸) نازل ہوئی تو آپ نے قنوت نازلہ ترک فرمادی اور پھر کبھی کسی نماز میں قنوت نازلہ نہیں پڑھی، حضرت ابوہریرہ جو قنوت نازلہ پڑھتے تھے ان کے بارے میں ثابت کیا ہے کہ ان تک نسخ نہیں پہنچا تھا [7] اور حضرت عبداللہ بن عمر [8] اور حضرت انس سے جو قنوت نازلہ پڑھنے کی روایات ہیں ان کے برخلاف دوسری معارض روایات سند کے ساتھ پیش کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قنوت نازلہ کے قائل نہیں تھے، البتہ حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن عباس کے بارے میں تسلیم کیا ہے کہ وہ حالت جنگ میں قنوت نازلہ پڑھتے تھے لیکن

۱۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۴۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۴ھ

۲۔ شیخ محمد انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۲ ص ۳۰۲ مطبوعہ مطبع حجازی قاہرہ۔

۳۔ امام ابوجعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۴۳ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

۴۔ " " " ج ۱ ص ۱۴۳ " "

۵۔ " " " ج ۱ ص ۱۴۴ " "

۶۔ " " " ج ۱ ص ۱۴۶ " "

۷۔ " " " ج ۱ ص ۱۴۵ " "

۸۔ " " " ج ۱ ص ۱۴۹ " "

اس کے برخلاف حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت ابو درداء اور حضرت عمر کے دور میں عام مسلمانوں کے عمل سے ثابت کیا ہے کہ وہ حالتِ جنگ میں قنوت نازلہ نہیں پڑھتے تھے۔ [1]

ان تمام اختلافی نکات پر سند سے احادیث روایت کرنے کے بعد امام طحاوی آخر میں قیاس اور نظر صحیح سے قنوت نازلہ کا منسوخ ہونا بیان کرتے ہیں۔

ولم نعلم عن احد منهم انه قنت فی ظهر ولا عصر فی حال حرب ولا غیره فلما كانت هاتان الصلاتان لا قنوت فیهما فی حال الحرب وفی حال عدم الحرب وكانت الفجر والمغرب والعشاء لا قنوت فیهن فی حال الحرب ایضاً وقد رأینا الوتر فیها القنوت عند اكثر الفقهاء فی سائر الدهر وعند خاص منهم فی لیلة النصف من شهر رمضان خاصة فكانوا جمیعاً انما یقنتون لتلك الصلوٰة خاصة لا للحرب ولا لغیره فلما انتفى ان یكون القنوت فیما سواها یجب لعلة الصلوٰة خاصة لا لعلة غیرها انتفى ان یكون یجب بمعنى سوى ذلك فثبت بما ذكرنا انه لا ینبغی القنوت فی الفجر فی حال حرب ولا غیره قیاساً ونظراً على ما ذكرنا من ذلك وهذا قول ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد رحمهم الله تعالى۔ [2]

ہم کو کسی صحابی سے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نماز میں قنوت پڑھی ہو۔ نہ جنگ کی حالت میں نہ غیر حالتِ جنگ میں اور جب جنگ اور غیر جنگ دونوں احوال میں ان دونوں نمازوں میں قنوت نہیں ہے اور فجر، مغرب اور عشاء میں غیر حال جنگ میں قنوت ثابت نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ ان نمازوں میں حال جنگ میں بھی قنوت نہیں ہو گی (کیونکہ تمام نمازیں ایک جیسی ہیں۔ سعیدی) اور وتر کے بارے میں اکثر فقہاء کا اتفاق ہے کہ وتر میں ہمیشہ قنوت پڑھی جاتی ہے، اور بعض فقہاء کہتے ہیں کہ وتر میں نصف رمضان میں قنوت پڑھی جاتی ہے پس تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ حالت جنگ ہو یا غیر حالت جنگ وتر میں قنوت پڑھی جائیگی اور جب وتر کے غیر میں قنوت کی نفی ہو گئی تو معلوم ہوا کہ قنوت صرف نماز (وتر) کے سبب سے پڑھی جاتی ہے اس کا کوئی اور سبب نہیں ہے، ہمارے اس بیان سے ثابت ہو گیا کہ فجر کی نماز میں قنوت مناسب نہیں حال جنگ میں نہ غیر حال جنگ میں اور یہی امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا مسلک ہے۔

امام طحاوی کی پوری بحث اور خصوصاً اس عبارت میں صاف صراحت ہے کہ احناف کے نزدیک قنوت نازلہ منسوخ ہو چکی ہے اور اس کا پڑھنا مطلقاً مشروع نہیں رہا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ شیخ کشمیری نے یہ کیسے کہہ دیا کہ اس عبارت سے نسخ کا وہم ہوتا ہے۔ رہا شیخ کشمیری کا یہ کہنا کہ علامہ عینی نے امام طحاوی سے نقل کیا ہے ہمارے نزدیک قنوت نازلہ ثابت ہے یہ بھی غلط ہے۔ ہم علامہ عینی کی وہ عبارت پیش کر رہے ہیں جو انہوں نے امام طحاوی سے نقل کی ہے۔

قال الطحاوی حدثنا ابن ابی داؤد حدثنا المقدمی حدثنا ابو معشر حدثنا ابو حمزة عن ابراهيم

امام طحاوی اپنی سند ذکر کر کے کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

---

[1] امام ابو جعفر طحاوی متوفی ٣٢١ھ۔ شرح معانی الآثار ج ١ ص ١٤٩ - مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[2] ” ” ” ” ” ”

عن علقمة عن ابن مسعود قال قنت رسول الله صلى الله عليه وسلم شهرا يدعو على عصية وذكوان فلما ظهر عليهم ترك القنوت وكان ابن مسعود لا يقنت فی صلاته ثم قال فهذا ابن مسعود يخبران قنوت رسول الله صلى الله عليه وسلم الذی كان يقنت انما كان من اجل من كان يدعو عليه وانه قد كان ترك ذلك فصار القنوت منسوخا فلم يكن هو من بعد رسول الله يقنت وكان احد من روى عنه صلى الله عليه وسلم ايضا عبد الله بن عمر ثم اخبران الله عز وجل نسخ ذلك (الى ان قال) فصار ذلك عند ابن عمر منسوخا۔[1]

ماہ قنوت نازلہ پڑھی جس میں آپ عصیہ اور ذکوان کے خلاف دعا کرتے تھے۔ پھر جب آپ ان پر غالب ہو گئے تو قنوت کو ترک فرما دیا اور حضرت ابن مسعود اپنی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے اور حضرت ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا ضرر کی بنا پر قنوت پڑھتے تھے اور آپ نے اس کو ترک کر دیا اور قنوت نازلہ منسوخ ہو گئی اس لیے وہ آپ کے بعد قنوت نہیں پڑھتے تھے، قنوت کے ایک راوی حضرت عبد اللہ ابن عمر ہیں وہ بھی یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ کر دیا۔ لہٰذا قنوت نازلہ حضرت عبد اللہ بن عمر کے نزدیک بھی منسوخ ہے۔

علامہ عینی نے اور بھی مقامات پر امام طحاوی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ قنوت نازلہ منسوخ ہے۔[2]

ان تصریحات سے ظاہر ہو گیا کہ شیخ کشمیری نے امام طحاوی اور علامہ عینی کے حوالوں سے جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے پھر شیخ بدر عالم میرٹھی نے بھی ان امالی کو ترتیب دیتے وقت غور نہیں کیا نہ اصل کتابوں کی طرف مراجعت کی ورنہ کم از کم وہ ہی تصحیح کر دیتے۔

اس سے بھی زیادہ حیرت ناک بات یہ ہے کہ شیخ عثمانی نے بھی اپنے استاذ کی اتباع میں امام طحاوی کی طرف عدم نسخ کا قول منسوب کر دیا اور مزید حیرت اس پر ہے کہ ایک عبارت بلا حوالہ امام طحاوی کی طرف منسوب کر دی لکھتے ہیں۔

قال الحافظ ابو جعفر الطحاوی انما لا يقنت عندنا في صلوٰة الفجر من غير بلية فان وقعت فتنة او بلية فلا باس به فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم۔[3]

حافظ ابو جعفر طحاوی نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک غیر حالت مصیبت میں صبح کی نماز میں قنوت نہیں پڑھی جائے گی اگر کوئی فتنہ یا مصیبت نازل ہو تو کوئی حرج نہیں، رسول اللہ علیہ وسلم نے قنوت پڑھی ہے۔

شیخ سہارنپوری نے بھی یہی غلطی کی ہے وہ بھی لکھتے ہیں:

قال الحافظ ابو جعفر انما لا يقنت عندنا في صلوٰة الفجر من غير بلية فان وقعت فتنة او بلية فلا باس به فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم۔[4]

حافظ ابو جعفر کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک غیر حالت میں فجر کی نماز میں قنوت نازلہ نہیں پڑھی جائیگی اگر کوئی فتنہ یا مصیبت نازل ہو تو کوئی حرج نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت پڑھی ہے۔

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۶ ص ۷۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر

[2] " ج ۷ ص ۲۳

[3] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ فتح الملہم ج ۲ ص ۲۳۶ مطبوعہ مکتبہ الحجازی کراچی

[4] شیخ خلیل احمد سہارنپوری متوفی ۱۳۴۶ھ بذل المجہود ج ۲ ص ۳۳۴ مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ ملتان

قنوت نازلہ اجتہادی ہے

صحابہ کرام کی اکثریت قنوت نازلہ کی قائل نہیں تھی البتہ بعض صحابہ حالت جنگ میں قنوت نازلہ کے قائل تھے اس لیے یہ مسئلہ اجتہادی ہے۔ ائمہ ثلاثہ قنوت نازلہ پڑھنے کے استحباب کے قائل ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ منسوخ ہو چکی ہے۔

متاخرین احناف

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ قنوت نازلہ پڑھنا شریعت مستمرہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قنوت نازلہ ترک کر دینے کی وجہ یہ تھی اللہ تعالیٰ نے لیس لک من الامر شیء (آل عمران: ۱۲۸) فرما کر آپ کو اس سے روک دیا تھا اور بعد میں مسلمانوں پر کوئی آفت نہیں آئی بعد میں جن صحابہ کرام نے قنوت نازلہ نہیں پڑھی اس کی بھی یہی وجہ تھی۔ اور بعض صحابہ نے حالت جنگ میں قنوت نازلہ پڑھی ہے۔ جس کی وجہ سے حالت جنگ میں قنوت نازلہ پڑھنا جائز ہے[1] علامہ شرنبلالی فرماتے ہیں کہ مصیبت کے وقت قنوت نازلہ پڑھنا دائمی شریعت ہے اور یہی ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے[2] علامہ علائی فرماتے ہیں کہ جہری نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھی جائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سب نمازوں میں پڑھی جائے[3] اور علامہ شامی فرماتے ہیں کہ صرف صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی جائے[4]۔

متاخرین احناف نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ان کا اجتہاد ہے صحیح بات یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی صعوبتوں، مشکلات اور ابتلاء کے باوجود قنوت نازلہ پڑھنی ترک فرما دی اس لیے اب یہ مشروع نہیں ہے اور یہی امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد کا مذہب ہے۔ البتہ مصائب اور مشکلات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اس سے گڑگڑا کر دعا مانگنی چاہیے کفر کی شکست اور اسلام کی سربلندی کے لیے دعائیں مانگنی چاہئیں، اس پر صرف یہ کہ سب کا اتفاق ہے بلکہ یہ بندے اور مسلمان کی بندگی اور اسلام کے اظہار کا ذریعہ ہے۔

زندہ کفار کے لیے لعنت کا عدم جواز

زندہ کافروں کے لیے موت اور ہلاکت کی دعا کرنا اور ان پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دولت ایمان سے سرفراز فرما دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قنوت نازلہ میں نام لے لے کر بعض کفار پر لعنت کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو منع فرما دیا۔ اور ان کفار کو نعمت اسلام سے مشرف فرما دیا

عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم احد اللھم العن ابا سفیان اللھم العن الحارث بن ھشام اللھم العن صفوان بن امیۃ قال فنزلت لیس لک من الامر شیء

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے دن فرمایا: اے اللہ! ابو سفیان پر لعنت کر، اے اللہ! حارث بن ہشام پر لعنت کر، اے اللہ! صفوان بن امیہ پر لعنت کر، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت

---

[1] علامہ کمال ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ۔ فتح القدیر ج ۱، ص ۳۷۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[2] علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ۔ مراقی الفلاح ص ۲۰۷ مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی حلبی مصر۔

[3] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ۔ در مختار علیٰ ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۶۲۸ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول۔

[4] علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۱ ص ۶۲۸ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول۔

[5] امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ۔ تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

ایضاً۔ علامہ سید محمود آلوسی بغدادی ۱۲۷۰ھ۔ روح المعانی ج ۴ ص ۴۹۔ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

او یتوب علیہم فتاب علیہم فحسن اسلامہم۔[1] | نازل فرمائی لیس لک من الامر شیء الایۃ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کفار کی توبہ قبول فرمائی اور ان کو اسلام میں حسن عمل عطا فرمایا۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ابو سفیان نے اسلام کے خلاف بہت مہمیں کیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا اذیت پہنچائی۔ اسکے باوجود اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر لعنت کرنے سے روک دیا اور ابو سفیان کو شرف اسلام سے بہرہ مند کیا پھر کسی اور کافر کے لیے لعنت کس طرح جائز ہو سکتی ہے اس لیے جب کفار سے جنگ ہو تو ان پر لعنت کی جائے نہ ان کی موت کی دعا کی جائے بلکہ اسلام کی سربلندی کفر کی شکست اور کفار کے لیے اسلام قبول کرنے کی دعائیں مانگی جائیں۔ فقہاء کہتے ہیں کہ ہزاروں کفار کو قتل کرنے سے ایک کافر کو مسلمان کرنا زیادہ افضل ہے۔ غزوہ بدر میں مقید کفار کو قتل نہ کرنا بھی اس کی تائید کرتا ہے۔

قنوت فجر میں مذاہب

امام شافعی کے نزدیک صبح کی نماز میں دائما قنوت پڑھنا مستحب ہے[2]۔ امام مالک کے نزدیک صبح کی نماز میں دائما قنوت پڑھنا سنت ہے[3]۔ امام احمد بن حنبل[4] اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ کے نزدیک قنوت پڑھنا صبح کی نماز میں مشروع ہے نہ کسی اور فرض نماز میں البتہ وتر میں قنوت پڑھنا مشروع ہے[5]۔ امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل کی دلیل حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی اس کے بعد ترک فرما دی[6]۔ اس سے ثابت ہوا کہ صبح کی نماز میں دائما قنوت پڑھنا مشروع نہیں ہے۔ علامہ نووی اور علامہ خطابی نے اس حدیث کے جواب میں کہا ہے کہ حدیث شریف میں جو قنوت ترک کرنے کا ذکر ہے اس سے رعل اور ذکوان وغیرہ مخصوص قبائل کے خلاف دعاء ضرر کا ترک مراد ہے نہ یہ کہ آپ نے مطلقاً دعاء ضرر ترک فرما دی تھی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں فجر کے علاوہ باقی چار نمازوں میں قنوت کا ترک مراد ہے۔ علامہ عینی نے ان جوابات کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ قول بلا دلیل ہے اور محض ہٹ دھرمی ہے۔ حدیث شریف میں جس قنوت کا پہلے ذکر کیا گیا ہے بعد میں اسی کا ترک بیان کیا گیا ہے۔ اور پہلے فجر کی نماز میں قنوت کا ذکر ہے اس لیے بعد میں فجر کی نماز میں قنوت کا ترک ذکر کیا گیا ہے۔ نیز اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں دیگر قبائل کے خلاف صبح کی نماز میں دعاء ضرر فرمائی تھی تو کسی حدیث میں اس کا ذکر ہونا چاہیے تھا حالانکہ کسی حدیث میں واقعہ بیر معونہ کے بعد کسی قبیلہ پر دعاء ضرر کا ذکر نہیں ہے۔

شافعیہ اور مالکیہ کا استدلال اور اس کا جواب

شافعیہ اور مالکیہ فجر کی نماز میں دائما قنوت پڑھنے کو مستحب قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے :-

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۴۳۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۸ مطبوعہ " " " "
[3] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۰۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
[4] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۴۴۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
[5] شمس الدین سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط ج ۱ ص ۱۶۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت۔
[6] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

عبد الرزاق عن ابی جعفر عن الربیع بن انس عن انس بن مالک قال ما زال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقنت فی الفجر حتی فارق الدنیا۔[1]

عبد الرزاق از ابوجعفر از ربیع بن انس از انس بن مالک وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں ہمیشہ قنوت پڑھتے رہے حتی کہ دنیا سے تشریف لے گئے۔

اس حدیث کا ایک جواب یہ ہے کہ:

علامہ زیلعی اس حدیث کی سند پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: علامہ ابن جوزی نے کتاب التحقیق اور علل متناہیہ میں اس حدیث کو ضعیف قرار دیا اور کہا یہ حدیث صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی ہے ابوجعفر جس کا نام عیسیٰ بن ماہان ہے، ابن مدینی نے کہا وہ مختلط تھا، یحییٰ نے کہا وہ غلطی کرتا تھا، احمد بن حنبل نے کہا وہ حدیث میں قوی نہیں ہے، ابوزرعہ نے کہا کہ وہ بہت وہمی تھا۔ ابن حبان نے کہا وہ مشاہیر سے منکر روایات بیان کرنے میں منفرد تھا۔[2] لہٰذا سند کے اس شدید ضعف کی وجہ سے یہ حدیث لائق استدلال نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے معارض اس حدیث کی بہ نسبت قوی اور صحیح احادیث ہیں۔ خود حضرت انس بیان کرتے ہیں:

انما قنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شهرا۔[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ماہ قنوت نازلہ پڑھی ہے۔

ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن علقمۃ عن ابن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یقنت فی الفجر قط الا شهرا واحدا لم یر قبل ذلک ولا بعد ہ یدعو علی ناس من المشرکین۔[4]

ابوحنیفہ از حماد از ابراہیم از علقمہ از ابن مسعود، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ کے سوا کبھی صبح کی نماز میں قنوت نہیں پڑھی، آپ کو صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے ہوئے نہ کبھی اس سے پہلے دیکھا نہ بعد میں۔ آپ قنوت میں مشرکین کے خلاف دعا ضرر کرتے تھے۔

امام طبرانی معجم میں اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

غالب بن فرقد الطحان قال کنت عند انس بن مالک شهرین، فلم یقنت فی صلوۃ الغداۃ۔[5]

غالب بن فرقد بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس دو ماہ رہا اور انہوں نے کبھی صبح کی نماز میں قنوت نہیں پڑھی۔

عن ابی الشعثاء قال سالت ابن عمر عن القنوت فی الفجر فقال ما شعرت ان احدا

ابوالشعثاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے فجر کی نماز میں قنوت کے بارے میں پوچھا انہوں

---

[1] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۱۱۰ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت۔
[2] حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۳۲ مطبوعہ نشر الکتب الاسلامیہ لاہور
[3] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[4] امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ، مسند امام اعظم (مترجم) ص ۱۲۵ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی
ایضاً۔ امام ابوجعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۴۲ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور
[5] حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ۔ نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۳۱ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

یفعلہ [1]

نے فرمایا میں نہیں سمجھتا کہ کوئی ایسا کرتا ہوگا۔

عن ابی نجیح قال سألت سالم بن عبد اللہ هل کان عمر بن الخطاب یقنت فی الصبح؟ قال لا انما هو شیٔ احدثه الناس بعد۔ [2]

ابو نجیح کہتے ہیں میں نے سالم بن عبد اللہ سے پوچھا کیا حضرت عمر بن الخطاب صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے؟ کہا نہیں! یہ بعد کے لوگوں کی بدعت ہے۔ [3]

مالکیہ اور شافعیہ نے جو حضرت انس کی حدیث بیان کی ہے کہ آپ ہمیشہ صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ علامہ ابن ہمام اس کو درایۃً رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ صبح کی نماز میں قنوت پڑھی ہوتی تو یہ واقعہ بے شمار صحابہ کرام نے دیکھا ہوتا اور متعدد اسانید اور طرق سے یہ واقعہ روایت کیا جاتا۔ حالانکہ ابو جعفر ایسے ضعیف راوی کے سوا یہ واقعہ کسی سند سے مروی نہیں ہے۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ آپ صبح کی نماز میں ہمیشہ قنوت پڑھا کرتے تھے۔ اور لفظ قنوت کے کئی معانی ہیں۔ شافعیہ کا استدلال تب مکمل ہوگا جب یہاں قنوت بمعنی دعا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قنوت یہاں کسی اور معنی میں ہو اس صورت میں ان کی دلیل ساقط ہو جائیگی۔

علامہ فیروز آبادی لکھتے ہیں:

القنوت بالضم الطاعة والسکوت والدعاء والقیام فی الصلوٰة والامساک عن الکلام واقنت دعا علی عدوه واطال القیام فی صلوٰته وادام الحج واطال الغزو وتواضع لله تعالی۔ [4]

القنوت کا معنی اطاعت، سکوت، دعا، نماز میں قیام اور نماز میں خاموش رہنا ہے۔ اقنت کے معنی ہیں دشمن کے خلاف دعا کی، نماز میں لمبا قیام کیا، ہمیشہ حج کیا، جہاد میں زیادہ دیر مشغول رہا اور اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کی۔

قرآن کریم کی مذکورہ ذیل آیات اور احادیث میں قنوت بمعنی طول قیام استعمال کیا گیا ہے۔

امن هو قانت اناء الیل (زمر: ۹)
کیا وہ شخص جو رات کے حصوں میں لمبا قیام کرتا ہے۔

قوموا لله قانتین (بقرہ: ۲۳۸)
اللہ تعالیٰ کے لیے لمبا قیام کیا کرو۔

اس آیت میں چونکہ نفس قیام قوموا سے مراد ہے اس لیے قانتین میں طول قیام مراد لینا اولیٰ ہے تاکہ تاسیس حاصل ہو۔

حدیث شریف میں ہے:

افضل الصلوات القنوت [5]

افضل نماز وہ ہے جس میں لمبا قیام ہو۔

ان دلائل کی بناء پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بر تقدیر صحت "قنوت" طول قیام کے معنی میں ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ صبح کی نماز میں لمبا قیام کرتے تھے حتی کہ دنیا سے تشریف لے گئے۔

---

[1] ۔ امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۱۰۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت۔

[2] ۔ " " " " " ج ۳ ص ۱۰۸

ایضاً ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۵ھ، جامع ترمذی ص ۸۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] اس موضوع پر مزید احادیث ہم فیض الباری اور فتح الملہم کے تسامح میں ذکر کر چکے ہیں، وہاں ملاحظہ کر لیں (سعیدی)۔

[4] ۔ علامہ مجد الدین فیروز آبادی، قاموس ج ۲ ص ۹۸، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور

[5] ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹، جامع ترمذی ص ۸۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

لیس لك من الامر شیٔ کی تحقیق

لیس لك من الامر شیٔ (آل عمران: ۱۲۸) کی روشنی میں بعض اہل تنقیص کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے کفار یا بیر معونہ کے کفار کے خلاف جو دعا کی تھی وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تھی یا ازخود کی تھی؟ اگر آپ نے یہ دعا ازخود کی تو یہ آپ کی شان کے لائق نہیں ہے اگر اللہ تعالیٰ کی اجازت سے کی تھی تو پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعا سے کیوں روک دیا اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کوئی کام بغیر وحی الٰہی کے نہیں کرتے۔ قرآن کریم میں ہے ان اتبع الا ما یوحی الی (احقاف: ۹) "(آپ کہہ دیجئے) میں صرف وحی کی پیروی کرتا ہوں"۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ کوئی کام بغیر وحی کے نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا آپ کا بیر معونہ یا غزوۂ احد کے کفار کے خلاف دعا ضرر کرنا بھی وحی کی اتباع میں تھا۔ رہا یہ امر کہ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے منع کیوں فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت میں ایسی بہت سی نظائر ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ایک امر کو مشروع کیا اور پھر اس سے روک دیا جس کو نسخ سے تعبیر کرتے ہیں۔ مثلاً پہلے کفار کے ساتھ نرمی اور درگزر کا حکم دیا بعد میں ان سے قتال کا حکم دیا، شراب اور جوئے کو پہلے مباح رکھا پھر ان سے روک دیا علیٰ ہذا القیاس یہ معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے بیر معونہ یا غزوۂ احد کے کفار کی شورش اور ظلم و جور پر سزا دینے کے لیے کفار کے خلاف دعا ضرر کو مشروع کیا اور چونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ ان میں سے بعض لوگ اسلام لے آئیں گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے خلاف لعنت کی دعا کرنے سے روک دیا۔ یہاں پر یہ شبہ نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول نہیں فرمائی اور یہ آپ کی عظمت اور شان محبوبیت کے خلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ لعنت کے ظاہری الفاظ سے مراد بالکلیہ رحمت سے دور کر دینا اور ان کی دنیا اور آخرت دونوں کو برباد کر دینا نہیں ہے بلکہ ان کو کچھ سزا دینا مراد ہے یا تمام کفار کو ملعون قرار دینا مراد نہیں تھا بلکہ ان میں سے بعض افراد کو ملعون قرار دینا مراد تھا لہٰذا کچھ کافر کفر پر ہلاک ہو گئے تھے اور آپ کی دعا قبولیت سے مشرف ہو گئی۔ رہا یہ سوال کہ بہر حال کفار کے خلاف دعا ضرر کرنا آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کے خلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اپنی ذات پر تکلیف پہنچنے کی وجہ سے کبھی دعا ضرر نہیں کی آپ نے جب بھی کفار کے خلاف دعا ضرر کی اس وقت کی جب کفار نے عبادات یا مسلمانوں کو ضرر پہنچایا۔

بعض اہل تنقیص اس آیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات کی نفی کرتے ہیں کہ آپ کسی چیز کے مالک اور مختار نہیں تھے یہ نظریہ بالکل باطل ہے۔ اس آیت میں آپ سے توبہ کے پیدا کرنے یا عذاب دینے کی نفی ہے یعنی یہ آپ کا کام نہیں کہ لوگوں کے دلوں میں توبہ پیدا کر دیں اور ان کی توبہ قبول کر لیں یا ان کو عذاب دیں۔ یہ تمام معاملات اللہ تعالیٰ ہی کو زیبا ہیں۔

اس آیت کی تحقیق میں ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس میں سے محققین نے بعض کی صراحت اور بعض کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

یعنی لا یقدر ان یجبرھم علی التوبۃ ولا یمنعھم عنھا ولا ان یعفو عنھم فان الامور

آپ ان کو توبہ کے لیے مجبور کرنے پر قادر ہیں نہ توبہ سے روکنے پر عذاب دینے پر قادر ہیں نہ معاف کرنے

كلها بيد الله [1]

علامہ اسماعیل حقی حنفی فرماتے ہیں:

والمعنى ان الله مالك امرهم على الاطلاق فاما ان يهلكهم او يكبتهم او يتوب عليهم ان اسلموا او يعذبهم تعذيبا شديدا اخرويا ان اصروا وليس لك من امرهم شيء [2]

امام رازی شافعی فرماتے ہیں:

ثم اختلفوا فى ان المنع من اللعن لاى معنى كان منهم من قال الحكمة فيه انه تعالى ربما علم من حال الكفار انه يتوب او ان لم يتب لكنه علم انه سيولد منه ولد يكون مسلما برا تقيا وكل من كان كذلك فان اللائق برحمة الله تعالى ان يمهله فى الدنيا وان يصرف عنه الآفات الى ان يتوب او الى ان يحصل ذلك الولد فاذا حصل دعاء الرسول عليهم بالاهلاك فان قبلت دعوته فات هذا المقصود وان لم تقبل دعوته كان ذلك كالاستخفاف بالرسول صلى الله عليه وسلم فلاجل هذا المعنى منعه الله تعالى من اللعن وامره بان يفوض الكل الى علم الله تعالى [3]

علامہ قرطبی مالکی فرماتے ہیں:

وقيل استاذن فى ان يدعو فى استيصالهم فلما نزلت هذه الآية علم ان منهم من يسلم وقد آمن كثير منهم خالد بن وليد وعمرو بن

پر یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔

آیت کا معنی یہ ہے کہ کفار کے معاملات کا اللہ تعالیٰ علی الاطلاق مالک ہے خواہ انہیں ہلاک کر دے یا سزا دے اسلام لانے پر ان کی توبہ قبول کرے یا اسلام نہ لانے پر ان کو عذاب اخروی دے، آپ ان معاملات کے مالک نہیں ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو لعنت کرنے سے روکا گیا، اس کا سبب بیان کرنے میں اختلاف ہے بعض علماء نے کہا اس میں حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ مقرر تھا کہ ان میں سے بعض کفار توبہ کریں گے اور بعض نے اگر خود توبہ نہ کی تو ان کے ہاں مسلمان صالح اولاد پیدا ہوگی اور جن کا یہ حال ہو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے شایان شان یہ ہے کہ ان کو دنیا میں مہلت دے اور ان سے آفات دور کر دے حتیٰ کہ وہ توبہ کر لیں یا وہ اولاد پیدا ہو جائے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے خلاف دعاء ضرر کرتے رہتے اور آپ کی دعا قبول ہو جاتی تو یہ مقصد فوت ہو جاتا، اور اگر دعا قبول نہ ہوتی تو یہ آپ کی شان میں کمی کا موجب تھا۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کفار پر لعنت کرنے سے روک دیا اور یہ حکم دیا کہ آپ کل معاملات علم الٰہی کے سپرد کر دیں۔

کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی تباہی کے لیے دعا کرنے کی اجازت چاہی تھی تو یہ آیت نازل ہوئی اور پھر آپ نے جان لیا کہ ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو مسلمان

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۴ ص ۵۰ مطبوعہ دار احیاء التراث، بیروت۔

[2] علامہ اسماعیل حقی حنفی بروسی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۲ ص ۹۱ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ۔

[3] امام فخر الدین رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۹۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

العاص وعکرمۃ بن ابی جہل وغیرھم[1] ہو جائیں گے اور ان میں سے بہت سے کافر مسلمان ہو گئے جیسے خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ۔

علامہ قرطبی نے قیل کے ساتھ جو روایت بیان کی ہے وہ غلط ہے کیونکہ احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ آپ ایک ماہ تک صبح کی نماز میں کفار پر لعنت کرتے رہے اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ نے لعنت ترک کر دی اور پھر کبھی قنوت نازلہ نہیں پڑھی۔

امام رازی نے جو یہ بیان کیا ہے کہ اگر آپ کی دعا قبول نہ ہوتی تو یہ آپ کی شان میں کمی کا موجب تھا اس پر اگر یہ شبہ ہو کہ ان میں سے بعض کافر تو بہر حال مسلمان ہو گئے جیسے حضرت ابو سفیان اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما وغیرہ اس سے لازم آیا کہ آپ کی دعا قبول نہیں ہوئی اور یہ آپ کی شان میں کمی کا موہم یا موجب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ دعا کا قبول نہ ہونا اس وقت متحقق ہوتا کہ آپ ان کے خلاف دعا کرتے رہتے اور اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کر کے انہیں شرف اسلام عطا کر دیتا۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کو ان کے خلاف ہلاکت کی دعا کرنے سے روک دیا تاکہ آپ کی دعا کی عدم قبولیت ثابت نہ ہو اور اس میں یہ بھی اشارہ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ان لوگوں کا اسلام مقدر اور ثابت تھا اور یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ آپ ان کے خلاف دعا ہلاکت کرتے رہتے اور اللہ تعالیٰ انہیں اسلام سے نواز دیتا اور یہ علم الٰہی کے خلاف ہی واقع ہو سکتا ہے تو اے محبوب تم ان کے خلاف دعا نہ کرو کیونکہ اگر تم دعا کرتے رہے تو ہم ان کو ہلاک کر دیں گے اور یہ ہمارے علم اور تقدیر کے خلاف ہے۔ اس آیت کی تحقیق پر میں کئی دن غور کرتا رہا بالآخر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ تحقیق منکشف کر دی اگر یہ حق ہے تو اسی کی طرف سے ہے اور اگر حق نہیں تو اللہ اور رسول ان خطاب سے بری ہیں۔

اصحاب بیر معونہ ابن سعد بیان کرتے ہیں کہ ابو براء عامر بن مالک بن جعفر کلابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا آپ نے اس کا ہدیہ قبول نہیں کیا اور اس پر اسلام پیش کیا وہ مسلمان نہیں ہوا اور اسلام سے بیزار بھی نہیں ہوا اور کہنے لگا یا محمد! کاش آپ صحابہ کو اہل نجد کے پاس بھیج دیں مجھے امید ہے کہ وہ دعوت اسلام کو قبول کر لیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ نجدی، صحابہ کو ہلاک کر دیں گے، عامر نے کہا میں ضامن ہوں انہیں کوئی شخص تکلیف نہیں پہنچائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ ستر قاری بھیج دیے۔ یہ لوگ رات بھر نفل پڑھتے تھے۔ صبح کو لکڑیاں اور پانی تلاش کر کے لاتے اور ستر کار کے حجرہ میں پہنچا دیتے آپ نے ان ستر قاریوں پر منذر بن عمرو کو امیر بنایا اور ان سب کو روانہ کر دیا۔ جب یہ لوگ بیر معونہ پہنچے تو انھوں نے حرام بن ملحان کے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب دیگر دشمن خدا عامر بن طفیل کے پاس بھیجا، جب وہ اس کے پاس گئے تو اس نے خط دیکھے بغیر ان پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا، پھر عصیہ، ذکوان اور رعل کے قبائل مل کر ان ستر قاریوں پر حملہ آور ہوئے اور یہ تمام قراء ان سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے ما سوا کعب بن زید کے ان میں کچھ رمق حیات باقی تھی اس لیے نجدیوں نے انہیں چھوڑ دیا وہ بعد میں زندہ رہے اور غزوہ خندق میں شہید ہو گئے[2] یہ واقعہ غزوہ احد کے چار ماہ

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ الجامع لاحکام القرآن ج ۴ ص ۱۹۹ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو طہران۔

[2] علامہ محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۵۱ مطبوعہ دار صادر، بیروت، ۱۳۸۸ھ۔

ایضاً۔ علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۵۔۱۸ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر

بعد صفر ۴ ہجری میں پیش آیا۔[1]

علم رسالت پر اعتراض کا جواب

بعض اہل تنقیص کہتے ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل ہوتا تو آپ عامر کے مطالبہ پر ستر صحابہ کو نجد نہ بھیجتے اور اگر باوجود علم کے آپ نے ان کو بھیجا تو آپ پر العیاذ باللہ الزام آئے گا کہ آپ نے جان بوجھ کر انہیں موت کی طرف دھکیل دیا۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل نجد کی اسلام دشمنی کا علم تھا تبھی آپ نے فرمایا تھا انی اخشی علیھم اھل نجد (مجھے اندیشہ ہے کہ نجدی اصحاب کو ہلاک کر دیں گے) اور باوجود اس کے کہ آپ کو ان کی شہادت کا علم تھا آپ نے اہل نجد کے مطالبہ تبلیغ پر انہیں نجد بھیج دیا تاکہ کل قیامت کے دن وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم نے تو قبول اسلام کے لیے تیرے نبی سے مبلغ مانگے تھے اس نے نہیں بھیجے، نیز آپ نے یہ تعلیم دی کہ جان کے خوف سے تبلیغ سے نہیں رکنا چاہیے اگر جان کے خوف سے تبلیغ چھوڑنا جائز ہوتا تو جہاد اصلاً مشروع نہیں ہوتا کیونکہ اس بات کا ہر شخص کو یقین ہوتا ہے کہ جہاد میں کچھ نہ کچھ مسلمان یقیناً شہید ہو جائیں گے اور جان کے خوف سے جہاد نہ کرنا نامردانگی ہے نہ مسلمانی! نیز جو موت شہادت کی صورت میں حاصل ہو وہ ایسی عظیم نعمت ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میری تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔[2] دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کا علم تدریجی ہے اگر اس وقت علم نہیں تھا تو بعد میں اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دیا۔

منکرین حدیث کے اعتراض کا جواب

اس باب کی حدیث نمبر ۱۴۴۳ میں ہے۔

عن انس بن مالک قال دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الذین قتلوا اصحاب بئر معونۃ ثلاثین صباحا یدعو علی رعل و ذکوان ولحیان وعصیۃ عصت اللہ ورسولہ قال انس انزل اللہ تعالیٰ فی الذین قتلوا ببئر معونۃ قرانا قراناہ حتی نسخ بعد ان بلغوا قومنا ان قد لقینا ربنا فرضی عنا ورضینا عنہ۔[3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیس دن ان لوگوں کے خلاف دعا ضرر فرماتے رہے جنہوں نے اصحاب بیر معونہ کو قتل کیا تھا آپ رعل، ذکوان، لحیان اور عصیہ کے خلاف دعا کرتے رہے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تھی۔ حضرت انس کہتے ہیں جو لوگ بیر معونہ میں شہید ہو گئے تھے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کی یہ آیت نازل فرمائی ان بلغوا قومنا ان قد لقینا ربنا فرضی عنا ورضینا عنہ۔ (ہماری قوم تک یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کی وہ ہم سے راضی ہوا اور ہم اس

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۸ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر
[2] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۴ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ۔

سے راضی ہو گئے) ہم اس آیت کی تلاوت کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ کر دیا۔

ڈاکٹر برق اس حدیث پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر یہ آیت واقعی نازل ہوئی تھی تو مسلمان کی حوصلہ افزائی کے لیے اس کا باقی رہنا لازمی تھا قرآن شریف میں غزوات اور اس قسم کے دیگر واقعات کے متعلق بیسیوں آیات نازل ہوئیں جو بعینہٖ محفوظ ہیں اور ان میں سے ایک حرف بھی منسوخ نہیں ہوا۔ اس آیت میں کیا بات تھی کہ پہلے اتری اور پھر منسوخ کر دی گئی، کیا ہم "تنسیخ" کی وجہ یہ سمجھیں کہ شہدا اس تعریف کے قابل نہ تھے یا اس آیت کو قرآن میں باقی رکھنے سے آئندہ نسلوں پر کوئی برا اثر پڑتا تھا؛ چونکہ تنسیخ کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی اور چونکہ اس قسم کی احادیث سے قرآن کریم کی قطعیت پر چوٹ پڑتی ہے اس لیے ہمارے پاس محفوظ ترین راستہ یہی ہے کہ ہم اس قسم کی تمام احادیث کو ناقابل اعتماد قرار دیں (الی ان قال) میری ذاتی رائے یہ ہے کہ دشمنان اسلام ایک خاص سازش کے تحت اس قسم کی احادیث معتبر راویوں کے نام سے وضع کرتے رہے تاکہ مسلمان کا ایمان قرآن کے متعلق متزلزل ہو جائے اور چونکہ ائمہ حدیث صرف اسناد کو دیکھتے تھے اس لیے مسلم جیسے محقق بھی اس چال کا شکار ہو گئے۔[1]

تحویل قبلہ کی بحث میں ہم نسخ کی تفصیل اور تحقیق بیان کر چکے ہیں، ڈاکٹر برق کے جواب دینے کے لیے کچھ مزید گذارش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

ما ننسخ من آية او ننسها نات بخير منها او مثلها (البقرۃ: ۱۰۶) ہم جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا اس کو بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کی مثل آیت نازل فرما دیتے ہیں۔

اس آیت سے اصولی طور پر نسخ کا ثبوت ہو گیا اور چونکہ نسخ عام ہے اس لیے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیت کی تلاوت قائم ہے اور اس کا حکم منسوخ کر دیا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیت کی تلاوت بھی منسوخ کر دی جائے جیسا کہ زیر بحث آیت میں ہے۔

دوسری بات اصولی طور پر یہ جان لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض نہیں ہوتے۔ مثلاً کیا کوئی شخص بتا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کے انیس فرشتے کیوں مقرر کیے۔ رسل ملائکہ چار کیوں بنائے گئے زیادہ پیدا کر دیتا تو کیا حرج تھا۔ آسمان سات کیوں بنائے کم و بیش کیوں نہیں بنائے تکوینی نظام کو جن اسباب کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مربوط کیا ہے اس نظام کو دوسرے اسباب کے ساتھ کیوں نہ متعلق کیا، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی جو عمر طبعی مقرر کی ہے اس سے کم یا زیادہ کیوں نہ رکھی۔ جنات ہمیں دیکھتے ہیں ہم انہیں نہیں دیکھتے اس کا الٹ کیوں نہ کر دیا انبیاء علیہم السلام اور رسل عظام جتنے بھیجے اس سے کم یا زیادہ کیوں نہیں بھیجے۔ بیوہ کی عدت پہلے ایک سال رکھی تھی والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا وصية لازواجهم متاعا الى الحول غير اخراج .... (البقرۃ: ۲۴۰) بعد میں اس آیت کا حکم منسوخ کر کے چار ماہ دس دن عدت کیوں رکھ دی "والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا يتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا" (البقرۃ: ۲۳۴) اگر یہ عدت چار ماہ دس دن سے کم یا زیادہ ہو جاتی تو کیا حرج تھا۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان کو دس کافروں سے لڑنے کا مکلف کیا: ان يكن منكم عشرون صابرون يغلبوا مائتين وان يكن منكم مائة يغلبوا الفا

---

[1] ڈاکٹر غلام جیلانی برق دو اسلام ص ۱۸۰، ۱۸۱ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۵۰ء

من الذین کفروا بانھم قوم لا یفقھون۔ (انفال: ۶۵)

کیا اللہ تعالیٰ پہلے نہیں جانتا تھا کہ ایک مسلمان دس کافروں سے نہیں لڑ سکتا اگر جانتا تھا تو پہلے دس کافروں سے لڑنے کا حکم کیوں دیا؟ مطلقہ عورت کی مدت تین حیض رکھی ہے۔ والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء۔ (بقرہ: ۲۲۸) تین حیض سے کم یا زیادہ کیوں نہیں رکھی اگر مقصد برات رحم ہے تو وہ ایک حیض سے بھی پورا ہو سکتا ہے۔ نکاح کے انعقاد کے لیے عورت کی اجازت ضروری ہے تو طلاق میں اس کی اجازت کا دخل کیوں نہیں رکھا اور صرف مرد کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ کیوں رکھی۔ بیدہ عقدۃ النکاح (بقرہ: ۲۳۷) کیا عورت اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں ہے۔ فجر کی دو، ظہر، عصر اور عشاء کی چار اور مغرب کی تین رکعات کیوں رکھی ہیں ان میں کم و بیشی کیوں نہیں کیا۔ ایلاء کی مدت چار ماہ کیوں رکھی ہے۔ للذین یؤلون من نسائھم تربص اربعۃ اشھر۔ (بقرہ: ۲۲۶) چار ماہ سے کم یا زیادہ مدت کیوں نہیں رکھی۔ اسی طرح وہ احکام شرعیہ جن کا صرف قرآن کریم میں ذکر ہے۔ ان پر بے شمار ایسے سوالات کیے جا سکتے ہیں جن کا محض عقل سے کوئی حل نہیں پیش کیا جا سکتا اور ان کے جواب میں صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض نہیں ہوتے وہ جو چاہے شریعت بنائے جو چاہے کرے وہ کسی بات پر جواب دہ نہیں ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کے لائق ہے جو مالک علی الاطلاق ہے جس کی شان ہے۔

ویفعل اللہ ما یشاء۔ (ابراہیم: ۲۷) اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔

فعال لما یرید۔ (بروج: ۱۶) اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ سب کرنے والا ہے۔

لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔ (انبیاء: ۲۳) اللہ تعالیٰ کسی فعل پر جواب دہ نہیں ہے اور بندوں سے ان کے افعال کا سوال کیا جائے گا۔

لہٰذا ڈاکٹر برق کا یہ قول قطعاً لایعنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو باقی کیوں نہیں رکھا کیا یہ شہداء اس تعریف کے لائق نہ تھے یا اس سے آئندہ نسلوں پر کوئی برا اثر پڑتا تھا۔ ڈاکٹر برق کا یہ اعتراض بھی لایعنی ہے کہ اس قسم کی احادیث قرآن کریم کی قطعیت میں شبہ ڈالتی ہیں بلکہ حق یہ ہے کہ اس قسم کی احادیث سے قرآن کریم کی تائید ہوتی ہے کیونکہ قرآن کریم میں ہے "ہم جن آیات کو منسوخ کرتے ہیں یا جن کو بھلا دیتے ہیں ان سے بہتر یا ان کی مثل لے آتے ہیں" (البقرہ: ۱۰۶) اور یہاں ایسا ہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو منسوخ کر دیا اور اس کی مثل شہداء کی فضیلت میں دیگر آیات نازل فرما دیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

سنقرئک فلا تنسیٰ الا ما شاء اللہ۔ (الاعلیٰ: ۶-۷) ہم آپ کو قرآن پڑھائیں گے اس آپ نہیں بھولیں گے مگر جن آیات کو اللہ تعالیٰ (بھلانا) چاہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ آیات نازل فرمائیں اور پھر انکو لوگوں کے دلوں سے محو کر دیا اس کی تائید بھی احادیث سے ہوتی ہے کیونکہ حدیث میں آتا ہے حضرت ابو موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ فلاں سورت طول اور شدت میں سورۂ توبہ کے برابر تھی اور اس کا کافی حصہ بھلا دیا گیا (مسلم[۱]) باقی وہ منسوخ التلاوت آیات جن کا ذکر احادیث میں ہے ان کو اب قرآن نہیں قرار دیا جا سکتا کیونکہ قرآن نقل متواتر سے ثابت ہے اور یہ اخبار آحاد ہیں اس لیے قرآن کریم کی قطعیت پر کوئی شبہ وارد نہیں ہو سکتا۔

۱۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۱ ص ۳۵۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

بَابُ ٢٢ قَضَاءِ الصَّلٰوةِ الْفَائِتَةِ وَ اِسْتِحْبَابِ تَعْجِيْلِ قَضَائِهَا

١٤٥٨ - حَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيْبِيُّ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَفَلَ مِنْ غَزْوَةِ خَيْبَرَ سَارَ لَيْلَةً حَتّٰى اِذَا اَدْرَكَهُ الْكَرٰى عَرَّسَ وَقَالَ لِبِلَالٍ اِكْلَأْ لَنَا اللَّيْلَ فَصَلّٰى بِلَالٌ مَا قُدِّرَ لَهٗ وَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ فَلَمَّا تَقَارَبَ الْفَجْرُ اسْتَنَدَ بِلَالٌ اِلٰى رَاحِلَتِهٖ مُوَاجِهَ الْفَجْرِ فَغَلَبَتْ بِلَالًا عَيْنَاهُ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ اِلٰى رَاحِلَتِهٖ فَلَمْ يَسْتَيْقِظْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا بِلَالٌ وَلَا اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ حَتّٰى ضَرَبَتْهُمُ الشَّمْسُ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلَهُمْ اسْتِيْقَاظًا فَفَزِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيْ بِلَالُ فَقَالَ بِلَالٌ اَخَذَ بِنَفْسِي الَّذِيْ اَخَذَ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِنَفْسِكَ فَقَالَ اقْتَادُوْا فَاقْتَادُوْا رَوَاحِلَهُمْ شَيْئًا ثُمَّ تَوَضَّاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَ بِلَالًا فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ فَصَلّٰى بِهِمُ الصُّبْحَ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَالَ مَنْ نَسِيَ الصَّلٰوةَ فَلْيُصَلِّهَا اِذَا ذَكَرَهَا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ قَالَ يُوْنُسُ وَكَانَ ابْنُ شِهَابٍ يَقْرَؤُهَا لِلذِّكْرٰى

قضاء نمازوں کی جلد ادائیگی کا استحباب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر سے واپسی میں ساری رات سفر کرتے رہے حتیٰ کہ آخیر شب کے وقت آپ پر نیند کا غلبہ ہوا، آپ اس وقت ٹھہر گئے اور حضرت بلال سے فرمایا: تم آج رات ہماری حفاظت کرو، حضرت بلال بقدر استطاعت نوافل پڑھتے رہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی صحابہ سو گئے۔ فجر کے قریب حضرت بلال نے مطلع فجر کی طرف متوجہ ہو کر اپنی اونٹنی سے ٹیک لگائی اور انہیں نیند آ گئی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھلی نہ حضرت بلال کی نہ کسی اور صحابی کی یہاں تک کہ ان پر دھوپ آ گئی۔ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور دھوپ دیکھ کر گھبرا گئے اور فرمایا اے بلال! حضرت بلال نے کہا یارسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں میری روح کو بھی اسی ذات نے خوابیدہ کر دیا تھا جس نے آپ کی روح کریم کو سلا دیا تھا۔ آپ نے فرمایا یہاں سے کوچ کرو۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد آپ نے وضو فرمایا اور حضرت بلال کو اذان اور اقامت کا حکم دیا۔ انھوں نے اقامت کہی، اور آپ نے صحابہ کو (قضاء) نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جب نماز بھول جائے تو نماز یاد آتے ہی پڑھے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ) "میری یاد کے لیے نماز قائم کرو" راوی یونس بیان کرتے ہیں کہ ابن شہاب اس آیت کو لِلذِّکْرٰی پڑھا کرتے تھے۔

١٤٥٩ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَيَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيٰى قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ كَيْسَانَ قَالَ نَا اَبُوْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ عَرَّسْنَا مَعَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آخیر شب میں قیام پذیر ہوئے اور ہم میں سے کوئی شخص بیدار نہیں ہوا حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ نَسْتَيْقِظْ حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَأْخُذْ كُلُّ رَجُلٍ بِرَأْسِ رَاحِلَتِهِ فَإِنَّ هٰذَا مَنْزِلٌ حَضَرَنَا فِيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ فَفَعَلْنَا ثُمَّ دَعَا بِالْمَاءِ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَقَالَ يَعْقُوْبُ ثُمَّ صَلّٰى سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلَّى الْغَدَاةَ۔

١٣٦٠۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ قَالَ نَا سُلَيْمٰنُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيْرَةِ قَالَ نَا ثَابِتٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّكُمْ تَسِيْرُوْنَ عَشِيَّتَكُمْ وَلَيْلَتَكُمْ وَتَأْتُوْنَ الْمَاءَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ غَدًا فَانْطَلَقَ النَّاسُ لَا يَلْوِيْ أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ قَالَ أَبُوْ قَتَادَةَ فَبَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيْرُ حَتَّى ابْهَارَّ اللَّيْلُ وَأَنَا إِلٰى جَنْبِهِ قَالَ فَنَعَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَالَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَأَتَيْتُهُ فَدَعَمْتُهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ أُوْقِظَهُ حَتَّى اعْتَدَلَ عَلٰى رَاحِلَتِهِ قَالَ ثُمَّ سَارَ حَتّٰى تَهَوَّرَ اللَّيْلُ مَالَ عَنْ رَاحِلَتِهِ قَالَ فَدَعَمْتُهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ أُوْقِظَهُ حَتَّى اعْتَدَلَ عَلٰى رَاحِلَتِهِ قَالَ ثُمَّ سَارَ حَتّٰى إِذَا كَانَ مِنْ آخِرِ السَّحَرِ مَالَ مَيْلَةً هِيَ أَشَدُّ مِنَ الْمَيْلَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ حَتّٰى كَادَ يَنْجَفِلُ فَأَتَيْتُهُ فَدَعَمْتُهُ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ مَنْ هٰذَا قُلْتُ أَبُوْ قَتَادَةَ قَالَ مَتٰى كَانَ هٰذَا مَسِيْرَكَ مِنِّيْ قُلْتُ مَا زَالَ هٰذَا مَسِيْرِيْ مُنْذُ اللَّيْلَةِ قَالَ حَفِظَكَ اللّٰهُ بِمَا حَفِظْتَ بِهِ نَبِيَّهُ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَرَانَا نَخْفٰى عَلَى النَّاسِ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَرٰى مِنْ أَحَدٍ قُلْتُ هٰذَا رَاكِبٌ ثُمَّ قُلْتُ هٰذَا رَاكِبٌ آخَرُ حَتَّى اجْتَمَعْنَا فَكُنَّا سَبْعَةَ رَكْبٍ قَالَ فَمَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّرِيْقِ فَوَضَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ قَالَ احْفَظُوْا عَلَيْنَا صَلٰوتَنَا فَكَانَ

اپنی سواری کی لگام پکڑ کر یہاں سے روانہ ہو جائے کیونکہ جس جگہ ہم ٹھہرے تھے وہاں شیطان (کا اثر) ہے، ہم نے (ایسا ہی) کیا پھر آپ نے پانی منگا کر وضو کیا اور دو رکعت نماز (فجر کی سنتیں) پڑھی پھر نماز کی اقامت کہی گئی اور آپ نے فجر کی نماز (قضا کر کے) پڑھائی۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غزوۂ خیبر سے لوٹتے وقت) ہم سے فرمایا کہ تم دوپہر سے لیکر رات تک سفر کرو گے اور کل صبح ان شاء اللہ پانی پر پہنچو گے، لوگ ایک دوسرے کی طرف توجہ کیے بغیر سفر کرتے رہے حتی کہ آدھی رات ہو گئی اس وقت میں آپ کے پہلو میں تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونگھ آنے لگی جب آپ اپنی سواری پر جھکے تو میں نے جگائے بغیر آپ کو سہارا دیا حتی کہ آپ سیدھے ہو کر سواری پر بیٹھ گئے پھر چلتے رہے یہاں تک کہ رات ڈھل گئی پھر آپ سواری پر جھک گئے تو میں نے جگائے بغیر آپ کو سہارا دیا حتی کہ آپ سیدھے ہو کر سواری پر بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ اخیر شب کا عمل ہو گیا آپ پھر سواری پر پہلی دو بار سے زیادہ جھک گئے قریب تھا کہ آپ گر پڑتے میں نے آپ کو سہارا دیا۔ آپ نے سر اقدس اٹھا کر پوچھا تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا ابو قتادہ! آپ نے پوچھا تم کب سے میرے ساتھ چل رہے ہو؟ میں نے عرض کیا میں پوری رات اسی طرح آپ کے ساتھ چلتا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالی تمہاری اسی طرح حفاظت کرے جس طرح تم نے اس کے نبی کی حفاظت کی ہے! پھر فرمایا تم دیکھ رہے ہو کہ ہم لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہیں اور پوچھا کیا تمہیں کوئی شخص نظر آ رہا ہے؟ میں نے عرض کیا ایک سوار ہے پھر میں نے کہا ایک اور سوار بھی ہے یہاں تک کہ ہم سات سوار جمع ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راستہ سے ایک کنارے ہو گئے اور اپنا سر رکھ لیا اور فرمایا تم لوگ (جاگ کر) ہماری نماز (فجر) کا خیال رکھنا پھر سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار

أول من استيقظ رسول الله صلى الله عليه وسلم والشمس في ظهره قال فقمنا فزعين ثم قال اركبوا فركبنا فسرنا حتى إذا ارتفعت الشمس نزل ثم دعا بميضأة كانت معي فيها شيء من ماء قال فتوضأ منها وضوءا دون وضوء قال وبقي فيها شيء من ماء ثم قال لأبي قتادة احفظ علينا ميضأتك فسيكون لها نبأ ثم أذن بلال بالصلاة فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ركعتين ثم صلى الغداة فصنع كما يصنع كل يوم قال وركب رسول الله صلى الله عليه وسلم وركبنا معه قال فجعل بعضنا يهمس إلى بعض ما كفارة ما صنعنا بتفريطنا في صلاتنا ثم قال أما لكم في أسوة ثم قال إنه ليس في النوم تفريط إنما التفريط على من لم يصل الصلاة حتى يجيء وقت الصلاة الأخرى فمن فعل ذلك فليصلها حين ينتبه لها فإذا كان الغد فليصلها عند وقتها ثم قال ما ترون الناس صنعوا قال ثم قال أصبح الناس فقدوا نبيهم فقال أبو بكر وعمر رضي الله عنهما رسول الله صلى الله عليه وسلم بعدكم لم يكن ليخلفكم وقال الناس إن رسول الله صلى الله عليه وسلم بين أيديكم فإن يطيعوا أبا بكر وعمر رضي الله عنهما يرشدوا قال فانتهينا إلى الناس حين امتد النهار وحمي كل شيء وهم يقولون يا رسول الله هلكنا عطشنا فقال لا هلك عليكم ثم قال أطلقوا لي غمري قال ودعا بالميضأة فجعل رسول الله صلى الله عليه وسلم يصب وأبو قتادة يسقيهم فلم يعد أن رأى الناس ماء في الميضأة تكابوا عليها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أحسنوا الملأ كلكم سيروى

ہوئے درآں حالیکہ آفتاب آپ کی پیٹھ پر آچکا تھا پھر ہم لوگ بھی گھبرا کر اٹھ پڑے۔ آپ نے فرمایا چلو سوار ہو کر یہاں سے نکل چلو ہم چل پڑے جب سورج بلند ہو گیا تو آپ سواری سے اترے اور میرے پاس جو وضو کا برتن تھا منگوایا، اس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ نے عام اوقات کی بہ نسبت کم مرتبہ پانی ڈال کر اس برتن سے وضو کیا پھر آپ نے حضرت ابو قتادہ سے فرمایا اس برتن کی حفاظت کرنا عنقریب اس میں ایک عجیب خبر ظاہر ہوگی پھر حضرت بلال نے اذان کہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز (سنت فجر) پڑھی اور صحابہ کو صبح کی (فرض) نماز اسی طرح پڑھائی جسطرح پہلے پڑھایا کرتے تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سوار ہو گئے درآں حالیکہ ہم میں سے ہر شخص ایک دوسرے سے سرگوشی کر رہا تھا کہ آج جو نماز ہم سے قضا ہو گئی ہے اس کا کیا کفارہ ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے لیے میری زندگی میں نمونہ نہیں پھر فرمایا کہ نیند میں کوئی تقصیر نہیں ہے تقصیر اس صورت میں ہے جب کوئی شخص (جاگتے ہیں) نماز نہ پڑھے حتی کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔ جس کسی کو یہ صورت پیش آئے وہ بیدار ہونے کے بعد نماز پڑھ لے اور دوسرے دن نماز اپنے وقت پر پڑھے۔ پھر فرمایا تمہارا کیا خیال ہے؛ لوگوں نے کیا کیا ہوگا؟ پھر خود ہی فرمایا کہ لوگوں نے صبح کے وقت اپنے نبی کو نہیں دیکھا۔ ابو بکر، اور عمر (رضی اللہ عنہما) نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پیچھے ہیں۔ وہ تمہیں چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ دوسرے لوگوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے آگے ہیں؛ اگر لوگ ابو بکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کی بات مان لیتے تو بہتر ہوتا۔ پھر ہم ان لوگوں کے پاس اس وقت پہنچے جب دن چڑھ چکا تھا اور ہر چیز گرم ہو گئی تھی، سب لوگ کہنے لگے یا رسول اللہ! ہم تو پیاس سے ہلاک ہو گئے۔ آپ نے فرمایا تم ہلاک نہیں ہو گے، پھر

قَالَ فَفَعَلُوْا فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُبُّ وَاَسْقِيْهِمْ حَتّٰى مَا بَقِيَ غَيْرِيْ وَغَيْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ صَبَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيَ اشْرَبْ فَقُلْتُ لَا اَشْرَبُ حَتّٰى تَشْرَبَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ سَاقِيَ الْقَوْمِ اٰخِرُهُمْ شُرْبًا قَالَ فَشَرِبْتُ وَشَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَتَى النَّاسُ الْمَآءَ جَامِّيْنَ رِوَآءً قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَبَاحٍ اِنِّيْ لَاُحَدِّثُ هٰذَا الْحَدِيْثَ فِيْ مَسْجِدِ الْجَامِعِ اِذْ قَالَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ اُنْظُرْ اَيُّهَا الْفَتٰى كَيْفَ تُحَدِّثُ فَاِنِّيْ اَحَدُ الرَّكْبِ تِلْكَ اللَّيْلَةَ قَالَ فَقُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ بِالْحَدِيْثِ فَقَالَ مِمَّنْ اَنْتَ قُلْتُ مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ حَدِّثْ فَاَنْتُمْ اَعْلَمُ بِحَدِيْثِكُمْ قَالَ فَحَدَّثْتُ الْقَوْمَ فَقَالَ عِمْرَانُ لَقَدْ شَهِدْتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَمَا شَعَرْتُ اَنَّ اَحَدًا حَفِظَهٗ كَمَا حَفِظْتُهٗ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا برتن منگوایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برتن سے پانی انڈیلنا شروع کیا اور حضرت ابو قتادہ لوگوں کو پانی پلانے لگے۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ پانی صرف ایک برتن میں ہے تو سب اس برتن پر ٹوٹ پڑے۔ آپ نے فرمایا اطمینان کے ساتھ پانی پیو تم سب سیر ہو جاؤ گے! پھر لوگ مطمئن ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی انڈیلتے رہے اور میں پانی پلاتا رہا یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے اور صرف میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باقی رہ گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی انڈیلا اور مجھ سے فرمایا پیو! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب تک آپ پانی نہیں پئیں گے میں نہیں پیوں گا۔ آپ نے فرمایا قوم کو پانی پلانے والا سب سے آخر میں پیتا ہے چنانچہ میں نے پانی پی لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پانی پیا۔ پھر سب لوگ پانی تک آسودگی سے پہنچ گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن رباح نے کہا میں جامع مسجد میں لوگوں سے یہی حدیث بیان کیا کرتا تھا حضرت عمران بن حصین نے کہا: اے نوجوان سوچ کیا کہہ رہے ہو؟ کیونکہ اس رات کے سواروں میں، میں بھی شامل تھا میں نے کہا پھر تو آپ اس حدیث سے بخوبی واقف ہوں گے۔ انھوں نے پوچھا: تم کس قبیلہ سے ہو؟ میں نے کہا: میں انصار میں سے ہوں۔ انھوں نے کہا پھر تو تم اپنی حدیثوں کو زیادہ جانتے ہو! پھر جب میں نے لوگوں کے سامنے پوری روایت بیان کی تو حضرت عمران بن حصین نے کہا میں بھی اس رات موجود تھا لیکن تم نے جس طرح اس واقعہ کو یاد رکھا ہے میں نہیں سمجھتا کہ کسی اور نے بھی اس طرح یاد رکھا ہوگا۔

۱۳۶۱- وَحَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ صَخْرٍ الدَّارِمِيُّ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيْدِ قَالَ نَا سَلْمُ بْنُ زَرِيْرٍ الْعُطَارِدِيُّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا رَجَآءٍ الْعُطَارِدِيَّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ ایک رات ہم سفر کر رہے تھے جب آخر شب کا عمل ہوا تو ہم سواریوں سے اترے اور ہماری آنکھ لگ گئی (ہم سوتے رہے) حتیٰ کہ دھوپ نکل آئی۔ سب سے پہلے حضرت ابو بکر بیدار ہوئے۔

وسلم في مسيرٍ له فأدلجنا ليلتنا حتى إذا كان في وجه الصبح عرّسنا فغلبتنا أعيننا حتى بزغت الشمس قال فكان أول من استيقظ منا أبو بكر وكنا لا نوقظ نبي الله صلى الله عليه وسلم من منامه إذا نام حتى يستيقظ ثم استيقظ عمر رضي الله عنه فقام عند النبي صلى الله عليه وسلم فجعل يكبر ويرفع صوته حتى استيقظ رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما رفع رأسه ورأى الشمس قد بزغت قال ارتحلوا فسار بنا حتى إذا ابيضت الشمس نزل فصلى بنا الغداة فاعتزل رجل من القوم لم يصل معنا فلما انصرف قال له رسول الله صلى الله عليه وسلم يا فلان ما منعك أن تصلي معنا قال يا نبي الله أصابتني جنابة فأمره رسول الله صلى الله عليه وسلم فتيمم بالصعيد فصلى ثم عجلني في ركب بين يديه نطلب الماء وقد عطشنا عطشا شديدا فبينما نحن نسير إذا نحن بامرأة سادلة رجليها بين مزادتين فقلنا لها أين الماء قالت أيهاه أيهاه لا ماء لكم قلنا فكم بين أهلك وبين الماء قالت مسيرة يوم وليلة قلنا انطلقي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت وما رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم نملكها من أمرها شيئا حتى انطلقنا بها فاستقبلنا بها رسول الله صلى الله عليه وسلم فسألها فأخبرته مثل الذي

ہماری عادت تھی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تک بیدار نہیں کرتے تھے جب تک آپ خود بیدار نہ ہوں لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ قوی اور بلند آواز شخص تھے انھوں نے بیدار ہو کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو کر با آواز بلند اللہ اکبر کہنا شروع کر دیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے۔ آپ نے اپنا سر اقدس اٹھا کر سورج کی طرف دیکھا کہ وہ نکل چکا ہے تو آپ نے فرمایا یہاں سے کوچ کرو۔ ہمارے ساتھ آپ بھی روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب دھوپ پھیل گئی تو آپ نے ہمارے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ ایک شخص جماعت سے علیحدہ رہا اور اس نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے اس سے پوچھا کہ تم نے ہمارے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے جنابت لاحق ہو گئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پاک مٹی سے تیمم کرنے کا حکم دیا، اس نے تیمم کر کے نماز پڑھی، پھر آپ نے چند سواروں کے ساتھ مجھے پانی کی تلاش میں بھیجا، اس وقت ہم سخت پیاس کی حالت میں جا رہے تھے، ناگاہ ہم نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے دونوں پیر لٹکائے ہوئے دو مشکیزے رکھے ہوئے سواری پر جا رہی تھی، ہم نے اس سے پوچھا پانی کہاں ہے؟ اس نے کہا پانی بہت دور ہے تمہیں نہیں مل سکتا، ہم نے پوچھا تمہارے گھر سے پانی کتنی دور ہے۔ وہ کہنے لگی ایک دن کا راستہ ہے ہم نے اس سے کہا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو، وہ کہنے لگی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں؟ پھر ہمارے پاس اس کو زبردستی لے جانے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اسکے احوال پوچھے تو اس نے وہی باتیں بتائیں جو ہمیں بتا چکی تھی نیز اس نے یہ بھی کہا کہ ______ اور اس کے کئی یتیم بچے ہیں، آپ نے اس کی سواری کو بٹھانے

أَخْبَرَتْنَا وَأَخْبَرَتْهُمْ أَنَّهَا مُؤْتِمَةٌ لَهَا صِبْيَانٌ أَيْتَامٌ فَأَمَرَ بِرَاوِيَتِهَا فَأُنِيخَتْ فَمَجَّ فِي الْعَزْلَاوَيْنِ الْعُلْيَاوَيْنِ ثُمَّ بَعَثَ بِرَاوِيَتِهَا فَشَرِبْنَا وَنَحْنُ أَرْبَعُونَ رَجُلًا عِطَاشًا حَتَّى رَوِينَا وَمَلَأْنَا كُلَّ قِرْبَةٍ مَعَنَا وَإِدَاوَةٍ وَغَسَّلْنَا صَاحِبَنَا غَيْرَ أَنَّا لَمْ نَسْقِ بَعِيرًا وَهِيَ تَكَادُ تَنْضَرِجُ مِنَ الْمَاءِ يَعْنِي الْمَزَادَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ هَاتُوا مَا كَانَ عِنْدَكُمْ فَجَمَعْنَا لَهَا مِنْ كِسَرٍ وَتَمْرٍ وَصَرَّ لَهَا صُرَّةً فَقَالَ لَهَا اذْهَبِي فَأَطْعِمِي هَذَا عِيَالَكِ وَاعْلَمِي أَنَّا لَمْ نَرْزَأْ مِنْ مَائِكِ شَيْئًا فَلَمَّا أَتَتْ أَهْلَهَا قَالَتْ لَقَدْ لَقِيتُ أَسْحَرَ الْبَشَرِ أَوْ إِنَّهُ لَنَبِيٌّ كَمَا زَعَمَ كَانَ مِنْ أَمْرِهِ ذَيْتَ وَذَيْتَ فَهَدَى اللّٰهُ ذَاكَ الصِّرْمَ بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ فَأَسْلَمَتْ وَأَسْلَمُوا۔

کا حکم دیا، سواری بٹھا دی گئی۔ آپ نے اس کے مشکیزہ کے دہانوں میں کلی کی پھر سواری کو کھڑا کر دیا پھر ہم سب نے اس مشکیزہ سے پانی پیا، ہم چالیس پیاسے آدمی تھے جو سب سیر ہو گئے اور ہم نے اپنی سب مشکیں اور برتن بھی بھر لیے اور ہمارے جس ساتھی کو جنابت لاحق تھی اس کو غسل بھی کرا دیا گیا، مگر کسی اونٹ کو پانی نہیں پلایا اور اس کے مشکیزے اسی طرح پانی سے بھرے ہوئے تھے، پھر آپ نے ہم سے فرمایا تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ لے آؤ، ہم لوگ بہت سے روٹی کے ٹکڑے اور کھجوریں لے آئے آپ نے ان سب کو ایک تھیلی میں باندھ کر اس عورت سے فرمایا یہ چیزیں لے جاؤ اور اپنے بچوں کو کھلاؤ، اور یہ سمجھ لو کہ ہم نے تمہارے پانی سے کچھ کمی نہیں کی ہے وہ عورت اپنے گھر پہنچ کر کہنے لگی آج میں انسانوں میں سے سب سے بڑے جادوگر سے مل کر آئی، یا پھر وہ شخص اپنے دعوے کے مطابق نبی ہے آج اس کے ہاتھ پر ایسے ایسے نشانات ظاہر ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی وجہ سے اس ساری بستی کو ہدایت عطا کی وہ عورت خود بھی مسلمان ہوئی اور اس کی بستی والے بھی مسلمان ہو گئے۔

۱۳۶۲ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ قَالَ نَا عَوْفُ بْنُ أَبِي جَمِيلَةَ الْأَعْرَابِيُّ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيِّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَسَرَيْنَا لَيْلَةً حَتَّى إِذَا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ قُبَيْلَ الصُّبْحِ وَقَعْنَا تِلْكَ الْوَقْعَةَ الَّتِي لَا وَقْعَةَ عِنْدَ الْمُسَافِرِ أَحْلَى مِنْهَا فَمَا أَيْقَظَنَا إِلَّا حَرُّ الشَّمْسِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ سَلْمِ بْنِ زَرِيرٍ وَزَادَ وَنَقَصَ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَرَأَى مَا أَصَابَ النَّاسَ وَكَانَ أَجْوَفَ جَلِيدًا فَكَبَّرَ وَرَفَعَ صَوْتَهُ بِالتَّكْبِيرِ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے صبح کے قریب آخری شب میں ہم لیٹ گئے اور اس وقت کسی شخص کو بھی آرام سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں تھی، پھر ہمیں دھوپ کی گرمی کے علاوہ اور کسی چیز نے بیدار نہیں کیا، ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بیدار ہوئے اور انہوں نے لوگوں کی یہ حالت دیکھی اور وہ بلند آواز اور قوی شخص تھے، تو انہوں نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے، لوگوں نے اپنا حال بیان کرنا شروع کیا، آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں، یہاں سے چل پڑو۔

حَتّٰی اسْتَیْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِشِدَّۃِ صَوْتِہٖ فَلَمَّا اسْتَیْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَکَوْا اِلَیْہِ الَّذِیْ اَصَابَہُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا ضَیْرَ ارْتَحِلُوْا وَاقْتَصَّ الْحَدِیْثَ۔

۱۴۶۳۔ حَدَّثَنَا ھُدْبَۃُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا ھَمَّامٌ قَالَ نَا قَتَادَۃُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَسِیَ صَلٰوۃً فَلْیُصَلِّہَا اِذَا ذَکَرَہَا لَا کَفَّارَۃَ لَہَا اِلَّا ذٰلِکَ قَالَ قَتَادَۃُ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے تو جس وقت یاد آجائے (اوقات مکروہہ کے علاوہ) اس وقت پڑھے یہی اس کا کفارہ ہے۔ قتادہ نے وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ والی آیت پڑھی۔

۱۴۶۴۔ وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَسَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَقُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ جَمِیْعًا عَنْ اَبِیْ عَوَانَۃَ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِہٖ وَلَمْ یَذْکُرْ لَا کَفَّارَۃَ لَہَا اِلَّا ذٰلِکَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت حسب سابق منقول ہے مگر اس میں کفارہ کا تذکرہ نہیں ہے۔

۱۴۶۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ نَا عَبْدُ الْاَعْلٰی قَالَ نَا سَعِیْدٌ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ نَسِیَ صَلٰوۃً اَوْ نَامَ عَنْہَا فَکَفَّارَتُہَا اَنْ یُّصَلِّیَہَا اِذَا ذَکَرَہَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی نماز کو بھول جائے یا سو جائے اس کا یہی کفارہ ہے کہ جب یاد آئے پڑھ لے۔

۱۴۶۶۔ وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ الْجَہْضَمِیُّ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ قَالَ نَا الْمُثَنّٰی عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَقَدَ اَحَدُکُمْ عَنِ الصَّلٰوۃِ اَوْ غَفَلَ عَنْہَا فَلْیُصَلِّہَا اِذَا ذَکَرَہَا فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نیند کی وجہ سے کسی شخص کی نماز رہ جائے یا غفلت سے نماز قضا ہو جائے تو اسے یاد آنے پر نماز پڑھ لینا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ) میری یاد کے لیے نماز پڑھو!

قلب رسالت کے بیدار رہنے کی تحقیق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی۔ [1] "اے عائشہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

بیدار رہتا ہے۔" اس حدیث کی بنیاد پر یہ سوال قائم ہوتا ہے کہ جب آپ کا دل بیدار تھا تو غزوہ خیبر سے واپسی کے موقع پر رات کے آخری حصہ میں سونے کے بعد آپ کی آنکھ کیوں نہیں کھلی۔ علامہ نووی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ آپ کا دل یادِ الٰہی میں بیدار تھا لیکن فجر کے وقت کو دیکھنے کا تعلق آنکھوں سے ہے اور وہ نیند میں تھیں یعنی قلب جو معقولات اور انوار و تجلیات کا مرکز اور منبع ہے وہ بیدار تھا اور محسوسات اور مبصرات کے ادراک کا تعلق آنکھوں سے ہے وہ محوِ خواب تھیں۔ علامہ عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غالب احوال میں دل جاگتا رہتا تھا لیکن کبھی کبھی آپ پر عام انسانوں کی طرح نیند وارد ہوتی تھی جس میں دل بھی محوِ خواب ہوتا تھا، اور یہ ایسے ہی احوال میں سے ہے۔ کیونکہ ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا ان اللّٰہ قبض ارواحنا۔ [1] "اللہ تعالیٰ نے ہماری روحیں قبض کر لی تھیں" ایک اور حدیث میں فرمایا لو شاء اللّٰہ لا یقظنا؟ [2] "اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہمیں بیدار کر دیتا" تیسرا جواب یہ ہے کہ دل جاگنے کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ کی آنکھیں سوتی تھیں تو نیند قلب پر مستولی نہیں ہوتی تھی۔ حتیٰ کہ وضو ٹوٹ جائے کیونکہ حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ آپ سو جاتے تھے لوگ آپ کے خراٹے سنتے تھے اس کے بعد بلال کی اذان سن کر بغیر وضو کے نماز پڑھانے چلے جاتے۔ [3] چوتھا جواب یہ ہے کہ دل اس لیے جاگتا رہتا ہے کہ نیند میں بھی آپ پر وحی نازل ہوتی ہے اور آپ کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں لہٰذا دل کی بیداری کا معاملہ صرف وحیِ ربانی سے رابطہ ہے فجر کے طلوع اور عدم طلوع کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

واقعہ تعریس کی تعداد

لیلۃ التعریس (آخر شب میں قیام) کا واقعہ (جس میں لوگوں کی نماز فجر قضا ہوئی) ایک بار واقع ہوا یا متعدد بار۔ علامہ اصیلی نے تحقیق پر بیان کیا کہ یہ واقعہ ایک بار پیش آیا قاضی عیاض نے اس کو رد کیا اور کہا حضرت ابوقتادہ کا بیان کردہ واقعہ حضرت عمران ابن حصین کے بیان کردہ واقعہ سے مغائر ہے کیونکہ حضرت ابوقتادہ کے بیان کردہ واقعہ میں حضرت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند کے وقت ساتھ نہیں تھے اور حضرت عمران بن حصین کی روایت میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر بیدار ہوئے پھر حضرت عمر بیدار ہوئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کیا۔ پہلا واقعہ خیبر سے واپسی کا ہے اور دوسرا واقعہ غزوۂ تبوک کا ہے اس کی تصریح مصنف عبدالرزاق میں بھی ہے، قاضی ابوبکر بن عربی کہتے ہیں کہ یہ تین واقعات ہیں پہلا واقعہ وہ ہے جس میں آپ کی نیند کے وقت حضرت ابوبکر اور عمر تھے۔ دوسرا واقعہ وہ ہے جس میں یہ دونوں حضرات تھے اور تیسرا واقعہ وہ ہے جس میں حضرت ابوبکر اور بلال تھے۔ [4]

آثارِ شر اور خیر کے ثمرات اور اوقات منہیہ میں مذاہب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اس جگہ سے کوچ کا حکم دیا جس جگہ ان کی نماز قضا ہو گئی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ اس جگہ شیطان کا اثر تھا اس سے معلوم ہوا کہ جس جگہ شیطان کا اثر ہو یا جہاں آثارِ معصیت ہوں وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرنی چاہیے۔ اسی پر قیاس کر کے احناف کہتے ہیں کہ جس وقت میں شیطان کا اثر ہو جیسے طلوع، استواء اور غروب کے اوقات

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ٨٥٥ھ عمدۃ القاری ج ۴ ص ٨٠ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر

[2] " " " " " "

[3] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ شمائل ترمذی ص ٨٨ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] علامہ بدرالدین عینی متوفی ٨٥٥ھ عمدۃ القاری ج ۴ ص ٨٠ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر

ثلاثہ ہیں۔ اس وقت بھی کوئی عبادت نہیں کرنا چاہیے حتیٰ کہ قضاء نماز بھی نہیں پڑھنا چاہیے [1]

دلیل یہ ہے:

عن عقبة بن عامر قال، ثلاث ساعات كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهانا ان نصلى فيهن او نقبر فيهن موتانا حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل وحين تضيف الشمس للغروب حتى تغرب [2]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تین وقتوں میں فرض نماز پڑھنے اور نماز جنازہ پڑھنے سے منع کر دیا، طلوع آفتاب کے وقت حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور جب سورج استواء (سر کے اوپر) پر ہو حتیٰ کہ اس سے زائل ہو جائے اور جب سورج ڈوبنے لگتا ہے حتیٰ کہ غروب ہو جائے۔

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل یہ کہتے ہیں کہ ان اوقات ثلاثہ میں صرف فرض ادا کرنا منع ہے نوافل اور قضاء نمازیں پڑھنا جائز ہیں [3] اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً نماز پڑھنے سے منع فرمادیا ہے خواہ وہ فرض نماز ہو یا نفل، قضاء ہو یا ادا مکہ میں ہو یا مدینہ میں۔

ان اوقات میں قضاء نماز پڑھنے پر ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ ہے:

عن ابی قتادة قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظة فاذا نسی احدکم صلوٰة او نام عنها فلیصلها اذا ذکرها [4]

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیند میں کوئی قصور نہیں ہے، قصور بیداری میں ہے، تم میں سے جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا سو جائے تو جب نماز یاد آئے اس کو پڑھ لے۔

اس حدیث کے پیش نظر ائمہ ثلاثہ یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو قضاء نماز ان اوقات ثلاثہ میں یاد آئے تو اس حدیث کے مطابق پڑھ لینا چاہیے۔ علامہ شمس الدین سرخسی اس کے جواب میں فرماتے ہیں اگر ایسا ہوتا تو لیلۃ التعریس میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور آپ کو یاد آیا کہ فجر کی نماز قضاء ہو گئی ہے تو آپ اسی وقت ادا کر لیتے لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا، بلکہ صحابہ کرام کو وہاں سے روانہ ہونے کا حکم دیا کہ وہ جگہ شیطان کا ٹھکانا ہے آپ کے اس عمل سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ جس وقت قضاء نماز یاد آئے اسی وقت نماز پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جس جگہ آثار شیطان ہوں وہاں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے تو جس وقت میں آثار شیطان ہوں وہاں بھی نماز پڑھنا ناجائز ہوگا۔ [5]

اس حدیث کی روشنی میں یہ معلوم ہوا کہ جس جگہ یا جس وقت میں آثار شیطان ہوں وہاں عبادت کرنا منع ہے کہ اس جگہ کی

---

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط ج ۱ ص ۱۵۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ الثالثہ ۱۳۹۸ھ
[2] امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ۔ سنن نسائی ج ۱ ص ۵۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی۔
[3] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ۔ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۴۲۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت مطبوعہ الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ
[4] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی ص ۵۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[5] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط ج ۱ ص ۱۵۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثہ ۱۳۹۸ھ

عبادت میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی شامل نہیں ہوتی تو جو لوگ فسق و فجور اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے بغاوت کرتے ہوں ان کے درمیان رہنا کس طرح اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا موجب ہوگا اور اس بات کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ جس جگہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار ہوں جیسے مساجد، کعبہ، مسجد نبوی، مقربین الٰہیہ کے مزارات کے نزدیک مساجد وغیرہ، وہاں عبادت کرنا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا سبب ہوگا اللہ تعالیٰ نے یونہی تو نہیں فرمادیا تھا: واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى (البقرہ: ۱۲۵) "جس جگہ کو پائے ابراہیم کے ساتھ نسبت ہے اسے اپنی نماز کی جگہ بناؤ!" کیونکہ جہاں اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہوتے ہیں وہاں دن رات اس کی رحمت برستی ہے جب تم اس جگہ عبادت کرو گے تو تم پر بھی اس رحمت کے کچھ چھینٹے پڑ جائیں گے، اسی طرح مدفن اور قبر ہر جگہ بنائی جا سکتی ہے لیکن نیک لوگوں کے قرب میں دفن ہونے کے کچھ اور ثمرات ہوتے ہیں، جس نیک شخص پر قبر میں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں سایہ فگن ہوں اس کے قریب کوئی شخص مدفون ہو اور اس کو ان رحمتوں سے حصہ نہ ملے یہ اس کی شان کریمی کے خلاف ہے ہر چند کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بذات خود اس پایہ کے تھے کہ جس جگہ دفن ہو جاتے وہیں رحمتوں کی برسات ہو جاتی لیکن اس کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت عزرائیل سے کہا جب میں کثیب احمر کے پاس پہنچ جاؤں تب میری روح قبض کرنا ؎ کیونکہ وہاں دیگر انبیاء علیہم السلام کی قبریں ہیں اور نیکوں کے ساتھ دفن ہونے سے نیکوں کی برکات مل جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی تو ہمیں اس دعا کی تلقین نہیں کی وتوفنا مع الابرار (آل عمران: ۱۹۳) "نیکوں کے ساتھ ہم پر وفات طاری کرنا"۔

احادیث میں تطبیق

حضرت ابوہریرہ کی روایت میں قضاء فجر کے لیے صرف اقامت پڑھنے کا ذکر ہے اور حضرت ابوقتادہ کی روایت میں قضاء فجر کے لیے اذان کا بھی ثبوت ہے۔ اصل یہی ہے کہ قضاء نماز کے لیے بھی اذان مسنون ہے۔ حضرت ابوہریرہ کی روایت میں جو اذان کا ذکر نہیں ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اذان نہیں دی گئی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ راوی اذان کا ذکر بھول گیا ہو یا اسے اذان کا علم نہ ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ الگ الگ واقعات ہیں ہو سکتا ہے حضرت ابوہریرہ جس واقعہ کی روایت کر رہے ہیں اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لیے اذان نہ دلوائی ہو یا یہ بتلانے کے لیے کہ اذان سفر میں حضر کی طرح مسنون نہیں ہے۔ یا اس لیے کہ کسی شخص کو سفر میں اذان کے وجوب کا وہم نہ ہو۔

قضا نمازوں کی اذان میں مذاہب

امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ؎ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ قضاء نمازوں کے لیے اذان کے قائل ہیں، ؎ اور امام مالک متوفی ۱۷۹ھ؎ اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ قول جدید میں قضاء نمازوں کے لیے اذان کے قائل نہیں ہیں ؎ امام ابوحنیفہ کی دلیل حضرت ابوقتادہ کی روایت ہے۔

؎ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۸۱ھ

؎ علامہ شمس الدین سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱ ص ۱۳۶ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ۔

؎ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ۔ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۵۶ مطبوعہ دارالفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

؎ علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۴۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت۔

؎ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ۔ المنہاج مع المغنی ج ۱ ص ۱۲۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

اور امام مالک حضرت ابوہریرہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، قضا نمازوں میں جو ائمہ اذان کے قائل نہیں ہیں وہ اقامت کے قائل ہیں۔ حضرت ابوقتادہ اور حضرت ابوہریرہ کی روایات گزر چکی ہیں۔

حضور سے نماز فجر قضا ہونے کی وجوہات

اس حدیث کی وجہ سے بعض ملحد قسم کے لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جب خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم دن چڑھنے تک سوتے رہتے تھے اور صبح کی نماز قضا ہو جاتی تھی تو اگر ہم لوگ بھی دیر تک سوتے رہیں اور نماز قضا ہو جائے تو کون سی بڑی بات ہے اس کا ایک جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز فجر نیند کی وجہ سے رہ گئی اس میں آپ پر کسی طرح سے طعن کی وجہ نہیں ہے اول تو اس لیے کہ آپ نے رات بھر سو کر نہیں گزاری اخیر شب تک سفر کرتے رہے اور جب تقاضا بشری سے نیند کا غلبہ ہوا اور آپ سواری پر بار بار جھکنے لگے اور آرام کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا تب آپ آرام کیلئے بیٹھے پھر بھی آپ نے یہ انتظام کیا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ڈیوٹی لگا دی کہ وہ جاگ کر پہرہ دیتے رہیں اور جب فجر طلوع ہو تو جگا دیں لیکن سفر کی تھکاوٹ کی وجہ سے حضرت بلال کو بھی نیند آگئی اور سورج نکل آیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہیں ہماری حیات اور کارگاہ حیات کے تمام شعبوں کے لیے نمونہ ہے اور ہمیں شاہراہ حیات کے ہر موڑ پر آپ کی اتباع اور اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اگر نیند کے سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز فجر قضا نہ ہوتی تو آپ کو تو کوئی فرق نہ پڑتا لیکن نیند کی وجہ سے قضا ہونے والی ہماری نمازیں کس کے دامن میں پناہ لیتیں، ہمیں کیسے معلوم ہوتا سفر میں جس جگہ نماز قضا ہو وہاں سے دور جا کر قضا نماز پڑھنی چاہیے اور یہ کیسے پتا چلتا کہ قضا نماز یاد آتے ہی اس کو فوراً پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ اس جگہ یا اس وقت میں شیطانی اثر ہو تو نماز مؤخر کر کے پڑھی جائے، قضا نماز کے لیے اذان بھی کہی جائے اور اقامت بھی اور اگر ایک جماعت کی نماز قضا ہو تو وہ اس نماز کی قضا بھی باجماعت کریں، یہ اور اس جیسے اور بہت سے مسائل آپ کی نماز قضا ہونے کے ساتھ لپٹے ہوئے تھے۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ آپ کی نماز قضا نہ ہوتی اور آپ زبانی ہمیں مسائل تعلیم فرما دیتے اس صورت میں ہمیں آپ کی اطاعت تو حاصل ہوتی، اتباع نصیب نہ ہوتی، یاد رکھیے نبی (علیہ السلام) کی بعثت کا اصل مقصد یہ ہے کہ آپ تمام مسائل شرعیہ پر عمل کر کے دکھائیں اور امت کے لیے ہر عمل کا اسوہ اور نمونہ مہیا کریں ورنہ اللہ تعالیٰ تمام احکام شرعیہ پر مشتمل صرف ایک مفصل کتاب بھیج دیتا، نبی (علیہ السلام) کو مبعوث ہی نہ فرماتا اسی لیے یہ نہیں فرمایا: قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعوا القرآن "اگر تم اللہ کی محبت کے دعویدار ہو تو قرآن کی پیروی کرو" بلکہ فرمایا: قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی (آل عمران: ۳۱) "اگر تم اللہ کی محبت کے دعویدار ہو تو میری پیروی کرو"۔ یاد رکھیے کسی عمل کی اس وقت تک کوئی قدر و قیمت نہیں ہے، اللہ کی بارگاہ میں کوئی فضیلت نہیں ہے جب تک اس عمل کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کر نہ لیا ہو۔ دیکھیے کعبہ میں آپ کے نماز پڑھنے سے پہلے کعبہ بھی تھا لیکن اجر اس قدر زیادہ نہ تھا، ایک نماز کا ایک ہی اجر ہوتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھ لی تو ایک نماز کا اجر بڑھا کر اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ گنا زیادہ کر دیا، مسجد اقصیٰ میں لاکھوں نبیوں نے نمازیں پڑھیں مگر اجر زیادہ نہیں ہوا۔ شب اسراء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ایک نماز کیا پڑھی اس کی کایا پلٹ گئی، قسمت چمک گئی اس کے در و دیوار کا مول بڑھ گیا اب اس میں ایک نماز پڑھ لو تو پچاس ہزار نمازوں کا اجر ملتا ہے۔ رمضان کی ستائیسویں شب پہلے بھی آتی تھی لیکن لیلۃ القدر نہیں تھی، اس رات میں قطار در قطار فرشتے نہیں اترتے تھے خیر من الف شہر نہیں تھی یہ آپ کی برکت تھی، آپ کا فیضان اور آپ کا وسیلہ تھا۔ جس نے رمضان کی ایک رات کا مرتبہ اس قدر بڑھا دیا کہ

اس رات کے عبادت گذاروں کو سلام کرنے کیلئے آسمانوں سے جبرائیل اترتے ہیں، یہ ساری برکتیں، یہ ساری عظمتیں آپ کی اتباع اور آپ کی اقتداء سے ملی ہیں، احکام شرعیہ کا کوئی حکم ہو اس کی عظمتیں آپ کی اتباع سے وابستہ ہیں۔ ارکان دین کے ہر رکن کی معراج آپ کی اقتداء سے پیوستہ ہے، نمونہ دیا ہی اس لیے جاتا ہے کہ بنانے والا اس نمونہ کیمطابق چیز بنائیگا تو وہ چیز مقبول ہوگی ورنہ نہیں اور رحمت الٰہی نہیں چاہتی تھی کہ مسلمان کا کوئی عمل غیر مقبول ہو کر رہ جائے اسلیئے انسانی زندگی میں پیش آنیوالے ہر عمل اور احکام شرعیہ سے متعلق ہر حکم کے لیے آپ کی زندگی میں نمونہ رکھ دیا۔ آپ کی نیند سے صبح کی نماز کیا قضاء ہوئی مسلمانوں پر رحمت کے دروازے کھل گئے! پھر یہ کتنا ستم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جس عمل سے ہمارے لیے اس قدر اجر و ثواب، رحمتیں، عظمتیں اور برکتیں ملی ہوں، قبولیت اعمال کی سند اور ضمانت حاصل ہوئی ہو اس عمل کو ہدف طعن اور نشانہ تنقید بنا لیا جائے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ بسا اوقات کسی چیز کا ظاہر کے اعتبار سے ایک حکم ہوتا ہے اور حقیقت کے اعتبار سے ایک اور حکم ہوتا ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں ایک جگہ فرماتا ہے: عصیٰ آدم ربہ فغویٰ (طٰہٰ: ١٢١) "آدم نے اپنے رب کی معصیت اور غوایت کی" دوسری جگہ فرماتا ہے: فنسی ولم نجد لہ عزما (طٰہٰ: ١١٥) "آدم بھول گئے اور ہم نے (معصیت کے لیے) ان کا کوئی ارادہ نہ پایا"! حضرت آدم علیہ السلام کے دانہ گندم کھانے کو اللہ تعالیٰ ایک جگہ عصیان (نافرمانی) اور دوسری جگہ نسیان (بھول) فرماتا ہے اور بھول کر جو کام کیا جائے وہ گناہ، معصیت اور عصیان نہیں ہوتا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا یہ کام گناہ بھی ہو اور گناہ نہ بھی ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ظاہر کے اعتبار سے یہ کام گناہ اور نافرمانی تھا۔ کیونکہ آپ نے بہرحال دانہ گندم کھایا تھا اس لیے عصیٰ آدم ربہ فغویٰ فرمایا اور حقیقتاً گناہ نہیں تھا کیونکہ آپ نے معصیت کے قصد اور ارادے سے نہیں بھول کر دانہ گندم کھایا تھا اس لیے فرمایا: "فنسی ولم نجد لہ عزما"

خلاصہ یہ کہ یہ فعل ظاہر کے اعتبار سے گناہ ہے حقیقت کے اعتبار سے گناہ نہیں ہے اسی طرح لیلۃ التعریس کے موقع پر آپ نے دن چڑھنے کے بعد جو نماز پڑھی وہ ظاہر کے اعتبار سے قضا ہے اور حقیقت کے اعتبار سے ادا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں ہے: ان اتبع الا ما یوحیٰ الی (یونس: ١٥) (آپ کہہ دیجئے) کہ میں وحی الٰہی کے سوا کسی چیز کی پیروی نہیں کرتا"! یعنی آپ کا ہر کام اتباع وحی سے ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے لیے اس دن نماز فجر پڑھنے کا وہی وقت مقرر تھا جس وقت میں آپ نے وہ نماز پڑھی اس لیے یہ بظاہر قضا تھی اور حقیقتاً ادا تھی۔ ھذا ما ذھب الیہ نظری واللہ اعلم فیما یعتقدون مذاھب۔

مقام مصطفےٰ

بعض معاصرین نے لکھا ہے کہ اگر یہ سوال ہو کہ سرور کائنات کا دل بیدار رہتا ہے اگرچہ آنکھیں سو جائیں تو اس وادی میں آپ سے صبح کی نماز کیسے فوت ہوگئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ "لیلۃ التعریس" میں آپ کی نماز کا فوت ہو جانا نیند کی حالت میں آپ کو نسیان ہونے کا باعث تھا جیسے بیداری کی حالت میں نسیان کی وجہ سے نماز فوت ہو جاتی ہے[1]۔ یہ جواب سراسر غیر معقول ہے، علمی اصطلاح میں نسیان کا استعمال کبھی نیند کے لیے نہیں ہوتا، نسیان ذہن کی توجہ اور استحضار کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ صورت علمیہ حافظہ سے نکل جائے تو نسیان ہے اور حافظہ میں ہو اور ذہن اس کی طرف متوجہ نہ ہو تو سہو ہے۔ اور یہ کیفیت اس وقت پیدا ہو گی جب انسان جاگ رہا ہو نیند کی

---

[1] مولانا غلام رسول رضوی۔ تفہیم البخاری ج ١ ص ٢٩٥ مطبوعہ مکتبہ نبویہ رضویہ فیصل آباد، بار اول۔

حالت میں ذہن کی توجہ یا عدم توجہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور قلب کے بیدار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تجلیات الٰہیہ کی جلوہ گاہ بنا رہتا ہے یا نیند کی حالت میں جو خواب دکھائے جاتے ہیں وہ محفوظ رہتے ہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ البتہ اس جواب کی تصحیح اس طرح کی جاسکتی ہے کہ حالت نیند میں بھی آپ کا دل یاد الٰہی میں مشغول رہتا ہے اور جب آپ کا دل بالکلیہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو کائنات سے توجہ ہٹ جاتی ہے پھر ایسے میں طلوع فجر کی طرف توجہ کیسے ہوتی اور نماز تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور کا نام ہے اسی لیے کہا جاسکتا ہے کہ آپ اس وقت بھی نماز ہی میں تھے لطف کی بات یہ ہے کہ ہم جب ادا نماز پڑھتے ہیں تو عام طور پر ہمارا دل دنیا میں مشغول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہوتا اور سرکار کی جس حال میں نماز بظاہر قضا تھی آپ کا دل اس وقت بھی حضرت احدیت میں موجود اور مستغرق تھا جن کی قضا کی یہ کیفیت ہے ان کی ادا کا کیا عالم ہوگا!

سنتوں کی قضا میں مذاہب ائمہ

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۰۴ھ کے نزدیک اس حدیث کے پیش نظر صبح اور دیگر نمازوں کی سنتوں کی قضا پڑھنا مستحب ہے [1] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ کا بھی یہی مسلک ہے [2]، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کے نزدیک صبح کی سنتوں کی قضا پڑھنا مستحب ہے اور باقی فرائض کی سنن مؤکدات کی قضاء پڑھنا مباح ہے [3]۔ امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ اور امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۳ھ کا مسلک ہے کہ کسی سنت کی قضا نہ پڑھے البتہ احناف میں سے امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ فرماتے ہیں کہ صرف صبح کی سنتوں کی قضا زوال سے پہلے پڑھ سکتا ہے وہ اس مسئلہ کو باب مذکور کی حدیث لیلۃ التعریس سے مستنبط کرتے ہیں۔ [4]

سنن مؤکدات کی قضا پر لیلۃ التعریس کے علاوہ ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ حدیث بھی ہے۔

عن عقبۃ بن مکرم العمی البصری نا عمرو بن عاصم نا ھمام عن قتادۃ عن النضر بن انس عن بشیر بن نہیک عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلھا بعد ما تطلع الشمس [5]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے صبح کی دو سنتیں نہیں پڑھیں وہ سورج طلوع ہونے کے بعد ان کو پڑھے۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کی بنیاد دو حدیثوں پر ہے ایک لیلۃ التعریس کی حدیث اور دوسری ترمذی شریف کی مذکورۃ الصدر حدیث۔ لیلۃ التعریس والی حدیث کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو اس میں سنت کی قضا فرض کے ساتھ ہے بحث ان سنتوں کی قضا میں ہے جس میں صرف سنتیں فوت ہوئی ہوں ان کی قضا مشروع نہیں ہے کیونکہ سنن فرائض کے تابع ہیں ان کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں، اگر صرف سنتوں

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۳۹ مطبوعہ نور محمد کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔
[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
[3] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ۔ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۴۵۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ
[4] علامہ شمس الدین سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ۔ المبسوط ج ۱ ص ۱۶۱ مطبوعہ دار المعرفت بیروت الطبعۃ الثالثہ ۱۳۹۸ھ
[5] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی ص ۸۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

کی قضا کی جائے تو وہ تابع نہیں رہیں گی بلکہ اصل کے قائم مقام ہو جائیں گی ثانیاً سنن، نوافل کے حکم میں ہیں اگر ان کی قضا مشروع ہو تو وہ حکماً فرض یا واجب ہو جائیں گی کیونکہ قضا اس چیز کی مشروع ہوتی ہے جس کا کرنا لازم ہو، اور حدیث ترمذی کا اوّلاً جواب یہ ہے کہ اس سے سنتوں کی قضا کا جواز ثابت ہوتا ہے اور احناف کی حدیث (جس کو ہم ان شاء اللہ ابھی پیش کریں گے) سے عدم جواز ثابت ہوتا ہے اور یہ اصول ہے کہ جب جواز اور عدم جواز میں تعارض ہو تو ترجیح عدم جواز کو ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ روایت مرجوح ہے۔ ثانیاً یہ روایت منکر ہے اس لیے لائق استدلال نہیں ہے۔ خود امام ترمذی اس حدیث کی سند کے ایک راوی عمرو بن عاصم کے بارے میں فرماتے ہیں:

ولا نعلم احدا روی هذا الحدیث عن همام بهذا الاسناد نحو هذا الا عمرو بن عاصم الکلابی والمعروف من حدیث قتادة عن النضر بن انس عن بشیر بن نهیک عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من ادرک رکعة من صلوة الصبح قبل ان تطلع الشمس فقد ادرک الصبح [1]

عمرو بن عاصم کے علاوہ ہمیں کسی راوی کا علم نہیں جس نے ہمام سے اس سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہو۔ اس سند کے ساتھ جو معروف روایت ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے طلوع شمس سے پہلے فجر کی ایک رکعت کو پا لیا اس نے فجر (کی فرضیت) کو پا لیا۔

اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ معروف، منکر کے مقابلہ میں حدیث کی اصطلاح ہے۔ امام ترمذی نے جب اس حدیث کے مقابلہ میں حضرت ابوہریرہ کی مذکورہ روایت کو معروف قرار دیا تو یہ روایت منکر قرار پائی کیونکہ ہمام کے شاگردوں میں سے عمرو بن عاصم کے سوا سند مذکور کے ساتھ کسی نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا لہٰذا یہ روایت منکر ہونے کے علاوہ معلل بھی ہے۔

علامہ خطیب بغدادی عمرو بن عاصم کے بارے میں لکھتے ہیں:

حدثنا ابو عبید محمد بن علی الاجری قال سالت ابا داؤد عن عمرو بن عاصم الکلابی فقال لا انشط لحدیثه قال بندار لولا فرقی من آل عمرو بن عاصم لترکت حدیثه [2]

ابو عبید کہتے ہیں میں نے ابوداؤد سے عمرو بن عاصم کلابی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا میں اس سے حدیث روایت کرنے پر خوش نہیں ہوں، بندار نے کہا اگر میرا آل عمرو بن عاصم سے اندیشہ نہ ہوتا تو میں اس سے روایت کو ترک کر دیتا۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:

قال الاجری سالت ابا داؤد عنه وعن الحوضی فی همام فقدم الحوضی [3]

اجری کہتے ہیں کہ میں نے ابوداؤد سے عمرو بن عاصم اور حوضی کی ہمام سے روایت کے بارے میں سوال کیا انہوں نے حوضی کی روایت کو ترجیح دی۔

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۸۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۲۰۳ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ

[3] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۵۸ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۲۶ھ

احناف کی دلیل

عن ام سلمة قالت صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم العصر ثم دخل بيتي فصلى ركعتين فقلت يا رسول الله صليت صلاة لم تكن تصليها فقال قدم علي مال فشغلني عن الركعتين كنت اركعهما بعد الظهر فصليتهما الآن فقلت يا رسول الله افنقضيهما اذا فاتتا قال لا۔[1]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھنے کے بعد میرے گھر تشریف لائے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اس (وقت) وہ نماز پڑھی ہے جو آپ پہلے نہیں پڑھتے تھے، آپ نے فرمایا میرے پاس مال آیا تھا جس کی مشغولیت کی وجہ سے میں ظہر کے بعد کی دو سنتیں نہیں پڑھ سکا ان کو میں نے اب پڑھا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر ہم سے یہ سنتیں فوت ہو جائیں تو کیا ہم بھی ان کو قضا کر لیا کریں آپ نے فرمایا، نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنتوں کی قضا امت پر مشروع نہیں کی اور آپ نے جو ظہر کی سنتوں کی قضا فرمائی یہ آپ کی خصوصیت تھی اور یہی احناف کثر ہم اللہ کا مسلک ہے۔

علم رسالت

امام غزالی علم نبوت پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فكما ان العقل طور من الاطوار الآدمي يحصل فيه عين ليبصر بها انواعا من المعقولات والحواس معزولة عنها فالنبوة ايضا عبارة عن طور يحصل فيه عين لها نور يظهر في نورها الغيب وامور لا يدركها العقل۔[2]

جس طرح عقل انسان کے لیے ایک قسم کی قوت ہے جس میں ایک ایسی آنکھ ہے جو ان معقولات کو دیکھ لیتی ہے جنہیں حواس نہیں دیکھ سکتے اسی طرح نبوت میں ایک ایسا نور ہوتا ہے جس سے نبی پر غیب ظاہر ہو جاتا ہے اور وہ امور منکشف ہو جاتے ہیں جن کا عقل ادراک نہیں کر سکتی۔

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی قوت اور صفت حاصل تھی جس سے آپ غیب کو جان لیتے تھے اسی وجہ سے آپ نے اس حدیث میں بہت سے امور غیبیہ بیان فرمائے، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ آپ نے حضرت ابو قتادہ کو پہلے بتا دیا تھا کہ اس برتن میں (عجیب) خبر ظاہر ہوگی چنانچہ اس برتن کا تھوڑا سا پانی کثیر صحابہ کو کافی ہو گیا، دوسرا یہ کہ جب صحابہ نے کہا کہ یہ تھوڑا سا پانی ہمیں کیسے کافی ہو گیا تو آپ نے فرمایا تم سب اس پانی سے سیراب ہو جاؤ گے اور ایسا ہی ہوا تیسرا یہ کہ آپ نے حضرت ابو قتادہ کو پہلے بتا دیا تھا کہ ابو بکر اور عمر کیا کہہ رہے ہیں اور عام لوگ کیا کہہ رہے ہیں جو تھا یہ کہ کسی کو پتہ نہ تھا کہ آگے پانی ملے گا یا نہیں نہ وہاں پانی کے کوئی آثار تھے لیکن آپ نے علم نبوت سے پہلے بتا دیا کہ دوپہر اور رات کے بعد تم کو پانی مل جائے گا۔[3]

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ٢٤١ ھ، مسند احمد بن حنبل ج ٦ ص ٣١٥، المکتب الاسلامی بیروت الطبعة الثانیه ١٣٩٨ ھ۔
[2] امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ٥٠٥ ھ، المنقذ من الضلال ص ٥٥، مطبوعہ هيئة الاوقاف لاہور الطبعة الاولیٰ ١٤٠٥ ھ۔
[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ ھ، شرح مسلم ج ١ ص ٢٤٠، نور محمد کارخانہ تجارت کراچی، الطبعة الثانیة ١٣٧٥ ھ۔

بعض لوگ علم رسالت پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل ہوتا تو سونے سے پہلے جان لیتے کہ اگر میں سو گیا تو نماز فجر قضا ہو جائیگی ۔ حضرت بلال کو بھی نیند آجائیگی اور تمام صحابہ کی نماز قضا ہو جائیگی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دور تھا نہ آپ کا رابطہ اللہ تعالیٰ سے منقطع تھا پھر کیوں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات سے مطلع نہیں کیا؟ اور آپ کو سونے سے منع کیوں نہ کر دیا ، حدیث شریف میں ہے کہ :

عن ابی سعید الخدری قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی باصحابہ اذ خلع نعلیہ فوضعھما عن یسارہ فلما رای القوم ذلک القوا نعالھم فلما قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاتہ قال ما حملکم علی القائکم نعالکم قالوا رایناک القیت نعلیک فالقینا نعالنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان جبریل علیہ السلام اتانی فاخبرنی ان فیھما قذرا او اذی فلیمسح ولیصل فیھما[۱]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نماز پڑھاتے ہوئے اچانک اپنی نعلین اتار دیں اور ان کو بائیں جانب رکھ دیا ، صحابہ نے یہ دیکھا تو انھوں نے بھی اپنی جوتیاں اتار دیں نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم نے جوتیاں کیوں اتار دی تھیں ؟ انھوں نے عرض کیا ہم نے آپ کو نعلین اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی اپنی جوتیاں اتار دیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ابھی جبرائیل نے آکر خبر دی کہ ان میں (معمولی) نجاست لگی ہوئی ہے اس کو رگڑ کر (صاف کر کے) ان کے ساتھ نماز پڑھ لو۔

غور کیجئے جب آپ کی نعل مبارک میں معمولی سی نجاست تھی جس سے نماز فاسد نہیں ہوتی (ورنہ نماز دوہراتے) تو اس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے عین حالت نماز میں جبرائیل کو بھیج کر آپ کو مطلع کیا جب اتنی معمولی سی بات کے لیے اللہ تعالیٰ جبرائیل کو بھیج دیتا ہے تو اتنی اہم بات کے لیے جبرائیل کو کیوں نہیں بھیجا جس کے نتیجہ میں تمام صحابہ سمیت آپ کی نماز قضا ہو گئی ۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ بسا اوقات ایک چیز کا علم ہوتا ہے اور اس سے توجہ ہٹ جاتی ہے ۔ شیخ خلیل احمد لکھتے ہیں : ہاں کسی جزوی حادثہ حقیر کا حضرت کو اس لیے معلوم نہ ہونا کہ آپ نے اس کی جانب توجہ نہ فرمائی ۔ آپ کے اعلم ہونے میں کسی قسم کا کوئی نقصان پیدا نہیں کر سکتا[۲] ۔

اس سے معلوم ہوا کہ علماء دیوبند کے ہاں بھی یہ امر مسلم ہے کہ بسا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز کا علم ہوتا ہے لیکن آپ کی توجہ اس چیز سے ہٹ جاتی ہے یا اللہ اپنی بعض حکمتوں کو پورا کرنے کے لیے آپ کی توجہ اس چیز سے ہٹا دیتا ہے اور آپ سے نماز فجر کے قضا ہونے میں جو حکمتیں تھیں ان میں سے بعض کا بیان آچکا ہے اور بعض کا ذکر عنقریب آئے گا۔ علم رسالت کی مکمل تحقیق ہم نے اپنی کتاب 'مقام ولایت و نبوت' میں کر دی ہے ۔

دلائل الوہیت و نبوت

لیلۃ التعریس کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر متعدد معجزات ظاہر فرمائے جن سے آپ کی نبوت کی تصدیق ہوتی ہے از اں جملہ یہ

---

[۱] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ ۔ سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۹۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۵ھ

[۲] شیخ خلیل احمد انبیٹھوی سہارنپوری متوفی ۱۳۴۶ھ ۔ المہند علی المفند ص ۲۵ ، مطبوعہ کتب خانہ دیوبند ۔

پس کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزہ کا منہ کھول کر اس میں کلی کیا کہ مشکیزہ کو سیل رواں بنا دیا چالیس صحابہ نے اس سے وضو کیا، پانی پیا، پانی کے تمام برتن بھر لیے جنبی آدمی نے غسل کر لیا اور مشکیزہ اسی طرح بھرا رہا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس برتن سے پانی سے کر وضو کیا تھا دن چڑھے تمام صحابہ کو پیاس لگی تو آپ نے وہی برتن منگوایا اور اس چھوٹے سے برتن میں آپ کا ہاتھ کیا لگا چالیس صحابہ اس سے پانی پی کر سیر ہو گئے!

یہاں ایک بات قابل غور ہے کہ آپ کی کلی پانی کے مشکیزہ میں پڑی تو اللہ تعالیٰ نے اس پانی میں زیادتی کر دی اسی طرح وضو کے جس برتن میں تھوڑا سا پانی تھا آپ نے اس کو ہاتھ لگایا تو اللہ تعالیٰ نے اس میں زیادتی پیدا کر دی تو مشکیزہ اور کم پانی والے برتن کی کیا ضرورت تھی آپ یونہی خالی برتن کو انڈیلتے اور اس سے پانی گرنا شروع ہو جاتا یا مشکیزہ میں کلی کرتے یا لعاب دہن ڈالتے اور اس سے پانی نکلنا شروع ہو جاتا۔ جواب یہ ہے کہ ایسا بھی ہو سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ عادۃً ایسا نہیں کرتا تاکہ عدم سے وجود میں لانے کا فعل ظاہری طور پر بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص رہے یوں تو ہر فعل کا اللہ تعالیٰ خالق ہے خواہ وہ ہمارے افعال ہوں یا انبیاء علیہم السلام کے معجزات لیکن بظاہر ان افعال کا تعلق ہمارے اور انبیاء کرام کے ساتھ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ عدم سے وجود میں لانے کی صفت جسے خلق اور ایجاد کہتے ہیں اس کا تعلق کسی طرح سے بندوں کیساتھ نہ ہو اور اس صفت میں کسی اعتبار سے بھی اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ہو سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب مسئلہ قدرت پر ہم نے مقام ولایت و نبوت میں مفصل بحث کی ہے۔

بعض شارحین کا تسامح

ایک سوال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کافر عورت کے ساتھ اتنی رعایت کیوں فرمائی کہ اس کا مشکیزہ اور سواری بھی واپس کی اور اس کو تمام صحابہ سے کھانے کی چیزیں بھی دلائیں۔ علامہ کرمانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ آپ کو اس کے اسلام کی توقع تھی[۵۱] اور یہ بات بھی جواب میں کہی جا سکتی ہے کہ اگر کافر کسی کے ساتھ حسن سلوک کرے تو مسلمان جواباً حسن سلوک کرنے کا زیادہ حقدار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی بات پر تنبیہ کرنے کے لیے اس کافر عورت کے ساتھ حسن سلوک کیا۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ آپ نے اس کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف کیوں کیا؟۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کافر حربی کی جان اور مال مباح ہے نیز ضرورت اور اضطرار کی وجہ سے ممنوع چیزیں بھی مباح ہو جاتی ہیں۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ کافر پر محض غلبہ حاصل کرنے سے ان کی عورتیں اور بچے غلام اور مباح ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا جب حضرت عمران بن حصین اور ان کے ساتھیوں نے اس عورت پر غلبہ پا لیا تو وہ لونڈی بن گئی تھی[۵۲]۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ محض کسی کافر کو پکڑ لینے سے وہ غلام نہیں بن جاتا اور نہ کسی کافر عورت کو پکڑنے سے وہ لونڈی بنتی ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کفار سے جنگ ہو اور میدان جنگ میں کافر مرد یا کافر عورت قید ہوں تو وہ غلام اور لونڈی بن جاتے ہیں اور یہاں ایسا نہیں تھا۔ اس مسئلہ کی مکمل اور مفصل تحقیق ان شاء اللہ ہم اس کے مقام پر کریں گے۔

کثیر نمازوں کی قضا کا طریقہ

جس شخص نے بلوغت کے کافی عرصہ بعد نماز پڑھنا شروع کی ہو یا کبھی نماز پڑھتا ہو اور کبھی چھوڑ دیتا ہو اور اس کے کئی سالوں کی نمازیں ہوں اس پر لازم ہے کہ تقاضائے حیات سے متعلق ضروری کاموں کے علاوہ سب کام چھوڑ کر نمازوں کی قضا کرنا شروع کر دے اور اس وقت تک قضا نمازیں ادا

---

[۵۱] علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ، الکواکب الدراری المشہور بالکرمانی شرح البخاری ج ۴ ص ۲۲۶ دار احیاء التراث العربی بیروت الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۱ھ

[۵۲] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر

کرتا رہے جب تک اس کے ظن غالب کے مطابق وہ نمازیں ادا نہ ہو جائیں اور اگر اس دوران اس کو موت نے آلیا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ومن یخرج من بیتہ مھاجرا الی اللہ و رسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ وکان اللہ غفورا رحیما۔ (النساء: ۱۰۰)

جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کے لیے نکلے پھر اس کو (راستہ میں) موت آئے تو اللہ تعالیٰ پر اس کا اجر ثابت ہو گیا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور اگر کوئی شخص ایسا نہ کر سکے تو اس سے کم درجہ یہ ہے کہ ہر نماز کے ساتھ ایک یا دو قضا نمازیں پڑھتا رہے اور اس طرح نیت کرے مثلاً میں اپنی سب سے پچھلی ظہر کو ادا کرنے کی نیت کرتا ہوں جس کا میں نے وقت پایا اور ادا نہیں کی، ہر قضا نماز کی اسی طرح نیت کرے۔

قضاء عمری بعض ان پڑھ لوگوں میں مشہور ہے کہ رمضان کے آخری جمعہ کو ایک دن کی پانچ نمازیں وتر سمیت پڑھ لی جائیں تو ساری عمر کی قضا نمازیں ادا ہو جاتی ہیں اور اس کو قضاء عمری کہتے ہیں۔ یہ قطعاً باطل ہے۔ رمضان کی خصوصیت فضیلت اور اجر و ثواب کی زیادتی ایک الگ بات ہے لیکن ایک دن کی قضا نمازیں پڑھنے سے ایک دن کی نمازیں ہی ادا ہوں گی ساری عمر کی ادا نہیں ہوں گی۔

مزید مسائل (۱) بزرگوں کو ادب سے جگانا چاہیے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو کر با آواز بلند اللہ اکبر کہا۔ (۲) کسی بڑے شیخ صوفی، مرشد، عالم یا والدین کو نماز کے لیے جگانا بے ادبی نہیں ہے کیونکہ حضرت عمر نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جگایا (۳) کسی عبادت کے فوت ہو جانے پر اظہار افسوس کرنا چاہیے۔ جیسے نماز کے فوت ہونے پر صحابہ نے افسوس کیا۔ (۴) نیند کی وجہ سے نماز قضا ہو جائے تو کوئی گناہ نہیں ہے کیونکہ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں (۵) جنبی کو اگر پانی نہ ملے تو وہ تیمم کر کے نماز پڑھے جیسا کہ آپ نے اس صحابی سے فرمایا (۶) جو شخص مسلمانوں کے ساتھ باجماعت نماز نہ پڑھے اس سے باز پرس کرنا چاہیے اگر اس کا کوئی عذر شرعی ہو تو اس کو قبول کر کے اس کے ساتھ شفقت اور محبت کے ساتھ پیش آنا چاہیے جیسا کہ آپ نے جنبی صحابی سے نماز نہ پڑھنے کے بارے میں دریافت فرمایا۔ (۷) قضا نماز ادا کرنی واجب ہے۔ (۸) قضا نماز کی ادائیگی میں بشرط عذر تاخیر گناہ نہیں ہے (۹) جس علاقہ میں فتنہ ہو اور دین پر عمل کرنے میں خطرہ ہو تو اس علاقہ سے کسی اور جگہ چلا جائے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ سے کوچ کا حکم دیا جہاں شیطان کا اثر تھا (۱۰) وضو یا پیاس کی وجہ سے پانی کو بالعوض حاصل کرنا جائز ہے جیسا کہ اس عورت کو پانی کے بدلہ میں کچھ عطا کیا (۱۱) پیاسے آدمی کی ضرورت کو جنبی کے غسل کی حاجت پر مقدم کیا جائے گا کیونکہ پہلے پیاسوں کو پانی پلایا گیا (۱۲) مالک کی اجازت کے بغیر ذکر کے لیے ... جائز ہے کیونکہ کچھ کہے بغیر اس عورت سے پانی لیا اور اس کو چیزیں دیں (۱۳) ضرورت شرعیہ کی بناء پر اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں ملنا جائز ہے بشرطیکہ گناہ کا ڈر نہ ہو کیونکہ حضرت عمران بن حصین اور ان کے ساتھیوں نے تنہائی میں اس عورت سے ملاقات کی (۱۴) ضرورت کی بناء پر مشرکین کے برتنوں کا استعمال جائز ہے جبکہ ان کی نجاست کا گمان نہ ہو کیونکہ آپ نے کافر عورت کے مشکیزے سے پانی لیا۔ (۱۵) اضطرار کی صورت میں مال غیر لینا جائز ہے کیونکہ پیاس کی شدت سے آپ نے اس عورت سے پانی لیا (۱۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں صحابہ کے اجتہاد کا جواز کیونکہ ایک صحابی اپنے اجتہاد سے جنابت کے سبب آپ کے ساتھ جماعت میں شامل نہیں ہوا (۱۷) اجتہادی خطاء پر سرزنش نہیں ہوتی کیونکہ آپ نے اس صحابی کو تیمم کر کے نماز نہ پڑھنے

پر ملامت نہیں کی (۱۸) غفلت اور استخفاف نہ ہو تو قضا نماز کی تاخیر میں کوئی حرج نہیں (۱۹) رات بھر سفر کرنے کا جواز، جیسا صحابہ نے کیا۔ (۲۰) مصیبت اور تکلیف کے وقت قوم کا امام سے شکایت کرنے کا جواز کیونکہ صحابہ نے حضور سے پیاس کی شکایت کی۔ (۲۱) نیند کے غلبہ کے سبب صبح کے قریب شب کو سونے کا جواز اور یہی اس حدیث میں نمایاں بات ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کِتَابُ صَلٰوةِ الْمُسَافِرِيْنَ وَقَصْرِهَا

مسافرین کی نماز اور قصر کے احکام

١٢٦٧- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ فُرِضَتِ الصَّلٰوةُ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَأُقِرَّتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ وَزِيْدَ فِي صَلٰوةِ الْحَضَرِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سفر اور حضر میں نماز دو، دو رکعت فرض ہوئی تھی، سفر میں نماز اپنے حال پر قائم رکھی گئی اور حضر میں زیادہ کر دی گئی۔

١٢٦٨- وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلٰوةَ حِيْنَ فَرَضَهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَتَمَّهَا فِي الْحَضَرِ فَأُقِرَّتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ عَلَى الْفَرِيْضَةِ الْأُوْلٰى۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب اللہ تعالیٰ نے نماز فرض کی تو دو رکعت فرض کی تھی پھر حضر میں نماز پوری کر دی گئی اور سفر میں فرضیت سابقہ پر قائم رکھی گئی۔

١٢٦٩- وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ الصَّلٰوةَ أَوَّلَ مَا فُرِضَتْ رَكْعَتَيْنِ فَأُقِرَّتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ وَأُتِمَّتْ صَلٰوةُ الْحَضَرِ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ مَا بَالُ عَائِشَةَ تُتِمُّ فِي السَّفَرِ قَالَ إِنَّهَا تَأَوَّلَتْ كَمَا تَأَوَّلَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابتداء میں نماز دو رکعت فرض کی گئی تھی، سفر کی نماز برقرار رکھی گئی اور حضر میں نماز پوری کر دی گئی (راوی کہتے ہیں) میں نے عروہ سے دریافت کیا پھر حضرت عائشہ سفر میں پوری نماز کیوں پڑھتی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی وہی تاویل کی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔

١٢٧٠- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ

یعلیٰ بن امیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے (ترجمہ) اگر تم نماز میں

إِسْحٰقُ أَنَا وَقَالَ الْآخَرُوْنَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيْسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي عَمَّارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَابَيْهِ عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ قُلْتُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَقَدْ أَمِنَ النَّاسُ فَقَالَ عَجِبْتُ مِمَّا عَجِبْتَ مِنْهُ فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَهُ۔

قصر کرو (یعنی چار کی جگہ دو پڑھ لو) تو کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ تم کو کافروں سے جنگ کا اندیشہ ہو۔ اور اب تو امن ہے (یعنی پھر سفر میں قصر کیوں پڑھتے ہیں؟) حضرت عمر نے فرمایا مجھے بھی اس بات پر تعجب ہوا تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس سفر میں تخفیف نماز کا صدقہ کیا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے صدقہ کو قبول کر دا۔

۱۴۷۱- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ نَا يَحْيٰى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي عَمَّارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَابَيْهِ عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ قُلْتُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ إِدْرِيْسَ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۴۷۲- حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ يَحْيٰى وَسَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَأَبُو الرَّبِيْعِ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ يَحْيٰى أَنَا وَقَالَ الْآخَرُوْنَ نَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَخْنَسِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلٰوةَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ فِي الْحَضَرِ أَرْبَعًا وَفِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے حضر میں چار، سفر میں دو اور جہاد میں ایک رکعت نماز فرض کی ہے۔

۱۴۷۳- وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ جَمِيْعًا عَنْ قَاسِمِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ عَمْرٌو نَا قَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ الْمُزَنِيُّ قَالَ نَا أَيُّوْبُ بْنُ عَائِذٍ الطَّائِيُّ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَخْنَسِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَرَضَ الصَّلٰوةَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسَافِرِ رَكْعَتَيْنِ وَعَلَى الْمُقِيْمِ أَرْبَعًا وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے مسافر پر دو، مقیم پر چار اور جہاد میں ایک رکعت نماز فرض کی ہے۔

۱۴۷۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ مُوْسَى بْنِ سَلَمَةَ الْهُذَلِيِّ قَالَ

ہذلی کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا اگر مجھے مکہ میں تنہا نماز پڑھنی پڑھے تو کیسے پڑھوں؟ انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت دو رکعت

سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ كَيْفَ أُصَلِّي إِذَا كُنْتُ بِمَكَّةَ إِذَا لَمْ أُصَلِّ مَعَ الْإِمَامِ فَقَالَ رَكْعَتَيْنِ سُنَّةَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

نماز ہے۔

١٤٧٥ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيرُ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا أَبِي جَمِيعًا عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

١٤٧٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا عِيسَى بْنُ حَفْصِ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ فِي طَرِيقِ مَكَّةَ قَالَ فَصَلَّى لَنَا الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَقْبَلَ وَأَقْبَلْنَا مَعَهُ حَتّٰى جَاءَ رَحْلَهُ وَجَلَسَ وَجَلَسْنَا مَعَهُ فَحَانَتْ مِنْهُ الْتِفَاتَةٌ نَحْوَ حَيْثُ صَلّٰى فَرَاٰى نَاسًا قِيَامًا فَقَالَ مَا يَصْنَعُ هٰؤُلَاءِ قُلْتُ يُسَبِّحُونَ قَالَ لَوْ كُنْتُ مُسَبِّحًا أَتْمَمْتُ صَلَاتِي يَا ابْنَ أَخِي إِنِّي صَحِبْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَصَحِبْتُ أَبَا بَكْرٍ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَصَحِبْتُ عُمَرَ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَصَحِبْتُ عُثْمَانَ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

حضرت حفص بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سفر مکہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ تھا، انھوں نے ہمیں دو رکعت ظہر پڑھائی پھر وہ اور ہم اپنی قیام گاہ پر آکر بیٹھ گئے اچانک حضرت عبد اللہ بن عمر نے دیکھا لوگ نماز پڑھ رہے ہیں، پوچھا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟۔ میں نے کہا یہ سنتیں پڑھ رہے ہیں! کہا اگر میں سنتیں پڑھتا تو فرض نماز پوری (چار رکعت) نہ پڑھ لیتا! اے بھتیجے میں سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہا ہوں، آپ نے تاحیات، سفر میں دو رکعات سے زیادہ نہیں پڑھیں۔ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بھی رہا انھوں نے بھی تاحیات (سفر میں) دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں اور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بھی رہا انھوں نے بھی تاحیات (سفر میں) دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں اور میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی رہا ہوں۔ انھوں نے بھی (سفر میں) دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

١٤٧٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ مَرِضْتُ مَرَضًا فَجَاءَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَعُودُنِي قَالَ وَسَأَلْتُهُ عَنِ السُّبْحَةِ فِي السَّفَرِ فَقَالَ صَحِبْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت حفص بن عاصم رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں بیمار ہوا اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میری عیادت کے لیے آگئے میں نے ان سے سفر میں سنتیں پڑھنے کے بارے میں پوچھا انھوں نے کہا میں سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہا ہوں۔ میں نے آپ کو

فِي السَّفَرِ فَمَا رَأَيْتُهُ يُسَبِّحُ وَلَوْ كُنْتُ مُسَبِّحًا لَأَتْمَمْتُ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.

سنتیں پڑھتے نہیں دیکھا اور اگر میں سنتیں پڑھتا تو فرض پورے پڑھ لیتا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

۱۴۷۸ - حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَأَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالُوْا نَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَيَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَا نَا إِسْمَاعِيْلُ كِلَاهُمَا عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ بِالْمَدِيْنَةِ أَرْبَعًا وَصَلَّى الْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر چار رکعت اور ذوالحلیفہ میں عصر دو رکعت پڑھیں۔

۱۴۷۹ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ وَإِبْرَاهِيْمُ بْنُ مَيْسَرَةَ سَمِعَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِالْمَدِيْنَةِ أَرْبَعًا وَصَلَّيْتُ مَعَهُ الْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر چار رکعات پڑھیں اور میں نے آپ کے ساتھ ذوالحلیفہ میں عصر دو رکعات پڑھیں

۱۴۸۰ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ كِلَاهُمَا عَنْ غُنْدَرٍ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَزِيْدَ الْهُنَائِيِّ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنْ قَصْرِ الصَّلَاةِ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ مَسِيْرَةَ ثَلَاثَةِ أَمْيَالٍ أَوْ ثَلَاثَةِ فَرَاسِخَ شُعْبَةُ الشَّاكُّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

یحییٰ بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نماز قصر کے بارے میں پوچھا انھوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین میل یا تین فرسخ کی مسافت میں سفر کرتے تو دو رکعت نماز پڑھتے۔ میل اور فرسخ کے الفاظ میں شعبہ کو شک ہے۔

۱۴۸۱ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ مَهْدِيٍّ قَالَ زُهَيْرٌ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ خُمَيْرٍ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ شُرَحْبِيْلَ بْنِ السِّمْطِ إِلٰى قَرْيَةٍ عَلٰى رَأْسِ سَبْعَةَ عَشَرَ أَوْ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ مِيْلًا فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ فَقَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَلّٰى بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ فَقُلْتُ

جبیر بن نفیر بیان کرتے ہیں کہ میں شرحبیل بن سمط کے ساتھ سترہ یا اٹھارہ میل کی مسافت پر ایک بستی میں گیا تو انھوں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ میں نے وجہ پوچھی تو انھوں نے کہا میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انھوں نے ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی۔ میں نے ان سے وجہ پوچھی تو انھوں نے کہا میں وہی کرتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

لَهُ فَقَالَ إِنَّمَا أَفْعَلُ كَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ۔

۱۴۸۲ - وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ عَنِ ابْنِ السِّمْطِ وَلَمْ يُسَمِّ شُرَحْبِيلَ وَقَالَ إِنَّهُ أَتٰى أَرْضًا يُقَالُ لَهَا دُومِينُ مِنْ حِمْصَ عَلٰى رَأْسِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ مِيلًا۔

ایک اور روایت میں اس جگہ کا نام دومین اور مسافت، اٹھارہ میل بتلائی ہے۔

۱۴۸۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلٰى مَكَّةَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى رَجَعَ قُلْتُ كَمْ أَقَامَ بِمَكَّةَ قَالَ عَشْرًا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مکہ کی طرف گئے آپ دو دو رکعت نماز پڑھتے رہے، حتیٰ کہ واپس آگئے۔ ان سے پوچھا مکہ میں کتنے دن قیام کیا۔ کہا دس دن۔

۱۴۸۴ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ عُلَيَّةَ جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ هُشَيْمٍ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۴۸۵ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ خَرَجْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى الْحَجِّ ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت انس سے منقول ہے ہم حج کے ارادہ سے گئے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۱۴۸۶ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ جَمِيعًا عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْحَجَّ۔

ایک اور سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث منقول ہے مگر اس روایت میں حج کا تذکرہ نہیں ہے۔

۱۴۸۷ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلّٰى صَلٰوةَ الْمُسَافِرِ بِمِنًى وَغَيْرِهِ رَكْعَتَيْنِ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے منیٰ وغیرہ میں دو رکعت نماز پڑھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کی ابتداء میں دو رکعت پڑھتے تھے اس کے بعد پوری چار رکعت پڑھنے لگے۔

عنهم ركعتين صدرا من خلافته ثم أتمها أربعا.

۱۴۸۸ - وحدثناه زهير بن حرب قال نا الوليد بن مسلم عن الأوزاعي ح وحدثنا إسحٰق وعبد بن حميد قالا نا عبد الرزاق قال أنا معمر جميعا عن الزهري بهذا الإسناد وقال بمنى ولم يقل وغيره.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے مگر اس میں منیٰ کا ذکر ہے "وغیرہ" کا لفظ نہیں۔

۱۴۸۹ - حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة قال نا أبو أسامة قال نا عبيد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنهما قال صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم بمنى ركعتين وأبو بكر بعده وعمر بعد أبي بكر وعثمان صدرا من خلافته ثم إن عثمان صلى بعد أربعا فكان ابن عمر رضي الله عنهما إذا صلى مع الإمام صلى أربعا وإذا صلاها وحده صلى ركعتين.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کی ابتداء میں دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار رکعت نماز پڑھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (سفر میں) امام کے ساتھ چار رکعت پڑھتے تھے اور جب تنہا نماز پڑھتے تو دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

۱۴۹۰ - وحدثناه ابن المثنى وعبيد الله بن سعيد قالا نا يحيى وهو القطان ح وحدثناه أبو كريب قال نا ابن أبي زائدة ح وحدثناه ابن نمير قال نا عقبة بن خالد كلهم عن عبيد الله بهذا الإسناد نحوه.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۴۹۱ - وحدثنا عبيد الله بن معاذ قال نا أبي قال نا شعبة عن خبيب بن عبد الرحمٰن سمع حفص بن عاصم عن ابن عمر قال صلى النبي صلى الله عليه وسلم بمنى صلوة المسافر وأبو بكر وعمر وعثمان رضي الله عنهم ثماني سنين أو قال ست سنين قال حفص وكان ابن عمر رضي الله عنهما يصلي بمنى ركعتين ثم يأتي فراشه فقلت أي عم لو صليت بعدها ركعتين قال لو فعلت لأتممت الصلوة.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے منیٰ میں قصر پڑھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی چھ یا آٹھ سال تک قصر پڑھتے رہے، حفص کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما منیٰ میں دو رکعت پڑھتے تھے پھر اپنے بستر پر چلے جاتے تھے، میں نے کہا اے چچا! کاش آپ فرض کے بعد دو سنتیں بھی پڑھ لیتے۔ آپ نے فرمایا اگر میں سنتیں پڑھتا تو فرض نہ پورے پڑھ لیتا۔

١٤٩٢ - وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنًّى قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَا نَا شُعْبَةُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَقُولَا فِي الْحَدِيثِ بِمِنًى وَلَكِنْ قَالَ صَلَّى فِي السَّفَرِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے مگر اس میں منیٰ کا ذکر نہیں ہے لیکن انھوں نے کہا کہ سفر میں نماز پڑھی۔

١٤٩٣ - حَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ نَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ صَلَّى بِنَا عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِمِنًى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَقِيلَ ذَلِكَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ فَلَيْتَ حَظِّي مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ۔

عبدالرحمن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں ہمارے ساتھ چار رکعت نماز پڑھی جب یہ بات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہی گئی تو انھوں نے فرمایا: "انا للہ وانا الیہ راجعون" پھر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی۔ کاش میرے نصیب میں یہ ہو کہ چار کے بجائے دو رکعتیں مقبول ہو جائیں۔"

١٤٩٤ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ وَابْنُ خَشْرَمٍ قَالَا نَا عِيسَى كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

١٤٩٥ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ قُتَيْبَةُ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى آمَنَ مَا كَانَ النَّاسُ وَأَكْثَرَهُ رَكْعَتَيْنِ۔

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں اس وقت دو رکعت نماز پڑھی جب اب سے زیادہ امن تھا۔

١٤٩٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يُونُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا أَبُو إِسْحَقَ قَالَ حَدَّثَنِي حَارِثَةُ بْنُ وَهْبٍ الْخُزَاعِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى وَالنَّاسُ أَكْثَرُ مَا كَانُوا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے منیٰ میں اب کی بہ نسبت زیادہ لوگوں کے ساتھ آپ کی اقتدار میں نماز پڑھی۔ آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر بھی دو رکعت نماز پڑھی۔ امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ حارثہ بن وہب خزاعی عبیداللہ بن عمر بن الخطاب

قَالَ مُسْلِمٌ حَارِثَةُ بْنُ وَهْبِ الْخُزَاعِيُّ هُوَ أَخُو عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لِأُمِّهِ۔ کہ ماں کے شریک بھائی ہیں۔

قصر کے معنی

علامہ اصفہانی قصر کے معنی بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

قصر، خلاف الطول وقصر الصلوٰۃ جعلها قصیرۃ بترك بعض ارکانها ترخیصاً قال فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ (الی غیر ذٰلك)[1]

قصر طول کی ضد ہے، (یعنی چھوٹا) نماز کی قصر کا معنی یہ ہے کہ شرعی رخصت کی بناء پر اس کے بعض ارکان کم کر کے اس کو چھوٹا کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (ترجمہ) اگر تم نماز کو قصر کر کے پڑھو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ اصفہانی نے اس کے علاوہ اور بھی بہت سے قصر کے معانی بیان کیے ہیں۔

مسافر کا معنی

سفر کا ایک معنی کشف اور ظہور ہے۔ علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

قال الازهری: وسمی المسافر مسافرا لکشفه قناع الکن عن وجهه، ومنازل الحضر عن مکانه، ومنزل الخفض عن نفسه وبروزه الی الارض الفضاء، وسمی السفر سفرا لانه یسفر عن وجوه المسافرین واخلاقهم فیظهر ما کان خافیا منه (الی ان قال) وفی الحدیث انه قال لاهل مکة عام الفتح یا اهل البلد صلوا اربعا فانا سفر۔[2]

ازہری نے بیان کیا کہ مسافر کو مسافر اس لیے کہتے ہیں کہ (سفر کی وجہ سے) اس کی شخصیت کے پوشیدہ پہلو ظاہر ہو جاتے ہیں اور راستے کی منازل اور جس جگہ وہ قیام کرتا ہے وہ جگہ اس پر منکشف ہوتی ہے اور نئی فضا اس پر ظاہر ہوتی ہے۔ اور سفر کو سفر اس لیے کہتے ہیں کہ سفر مسافر کی شخصیت اور سیرت کو لوگوں پر منکشف کر دیتا ہے اور اس کے کردار کے مخفی گوشے ظاہر ہو جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا اے شہر والو! تم چار رکعت نماز پڑھو کیونکہ میں مسافر ہوں۔

مسافت قصر میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ: شیخ ابو سلیمان داؤد بن علی متوفی ۲۷۰ھ اور ان کے متبعین (غیر مقلدین) کے نزدیک قصر کے لیے مسافت متعین نہیں ہے حتیٰ کہ انھوں نے کہا کہ کوئی شخص شہر سے باہر نکل کر کسی باغ میں نماز پڑھے تو وہ بھی قصر کرے گا۔[3] مشہور غیر مقلد عالم

---

[1] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ۔ المفردات ص ۴۰۵ مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ ایران الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۶۲ھ

[2] علامہ ابن منظور جمال الدین مصری متوفی ۷۱۱ھ۔ لسان العرب ج ۴ ص ۳۶۸ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح المہذب ج ۴ ص ۳۲۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک میل کے سفر پر بھی جائے تو قصر کرے گا۔ (السراج الوہاج ج ۱ ص ۲۷۰) امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ کے نزدیک مسافت قصر متوسط رفتار سے ایک دن کی مسافت ہے[1] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ کے نزدیک مسافت قصر دو دن کی مسافت ہے۔[2]

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کے نزدیک مسافت قصر دو دن کی مسافت ہے[3] امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ کے نزدیک مسافت قصر متوسط رفتار سے تین دن کی مسافت ہے۔[4] امام محمد متوفی ۱۸۹ھ فرماتے ہیں:

قلت: ارأیت المسافر هل یقصر الصلوٰة فی اقل من ثلاثة ایام؟ قال لا، قلت: فان سافر مسیرة ثلاثة ایام فصاعدا؟ قال یقصر الصلوٰة حین یخرج من مصره قلت ولم وقتت له ثلاثة ایام؟ قال لانه جاء اثر عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال: لا تسافر المرأة ثلاثة ایام الا ومعها ذو محرم، فقست علی ذلک۔[5]

میں نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا کہ تین دن سے کم سفر میں مسافر قصر کر سکتا ہے؟ فرمایا نہیں! میں نے پوچھا اگر وہ تین دن یا اس سے زیادہ مسافت کا سفر کرے؟ فرمایا اپنے شہر سے نکلنے کے بعد قصر کرنا شروع کر دے۔ میں نے پوچھا: تین دن کے تعین کی کیا دلیل ہے؟ فرمایا حدیث شریف میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت تین دن کا سفر محرم کے بغیر نہ کرے میں نے اس مسئلہ کو عورت کے سفر پر قیاس کیا ہے۔

تین ایام کی مسافت پر احناف کے دلائل

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے نماز قصر کرنے کے لیے شرعی سفر کی مدت تین دن کی مسافت بیان کی ہے۔ ان کے دلائل یہ ہیں:

عن ابن عمر ان النبی صلی الله علیه وسلم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

[1] قاضی ابوالولید احمد بن رشد اندلسی مالکی متوفی ۵۹۵ھ بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۲۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

[2] علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۴۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

ایضاً علامہ نووی اور علامہ ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ امام مالک دو دن کی مسافت پر قصر کی اجازت دیتے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ (سعیدی)

[3] شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ المہذب مع شرح المہذب ج ۴ ص ۳۲۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

[4] علامہ احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۲ ص ۴۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۵ھ۔

[5] امام ابوعبداللہ محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ المبسوط ج ۱ ص ۲۶۵ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، ۱۳۸۶ھ

قال لا تسافر المرأة ثلاثة ایام الا مع ذی محرم۔[۱]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت بغیر محرم کے تین دن کا سفر نہ کرے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ شرعی احکام لاگو ہونے کی مدت تین دن کا سفر ہے۔ علامہ نووی نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کے معارض وہ احادیث ہیں جن میں دو دن بلکہ ایک دن کے بلا محرم سفر سے بھی عورت کو منع فرمایا ہے[۲] اس کا جواب یہ ہے کہ یہ احادیث مضطرب السند اور مضطرب المتن ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ ضعیف السند بھی ہیں اس لیے ان احادیث کو معارضہ میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

دو دن کی روایت یہ ہے:

عن عبد الملک و هو ابن عمير عن قزعة عن ابی سعيد قال سمعت منه حديثا فاعجبنی (الی ان قال) نهی ان تسافر المرأة مسيرة يومين الا و معها زوجها او ذو محرم[۳]

حضرت ابو سعید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاوند اور محرم کے بغیر عورت کو دو دن کے سفر سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث کی سند میں عبد الملک بن عمیر نام کا راوی ہے، علامہ ابن حجر عسقلانی اس کے بارے میں لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ عبد الملک بہت زیادہ مضطرب الحدیث ہے۔ میں نے اس کی پانچ سو احادیث دیکھی ہیں جن میں سے اکثر میں اس نے غلطی کی ہے۔ اسحٰق بن منصور کہتے ہیں کہ امام احمد نے اس کو بہت زیادہ ضعیف قرار دیا ہے۔ سماک نے کہا عبد الملک کے بارہ میں حفاظ کا اختلاف ہے۔ اسحٰق بن منصور نے کہا ابن معین اس کو مخلط قرار دیتے تھے۔ ابن قطبیہ نے کہا مرنے سے پہلے اس کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔ علامہ ابن حجر نے اس کو مدلس بھی قرار دیا ہے[۴] علاوہ ازیں یہ حدیث غریب بھی ہے کیونکہ قزعہ کا اس متن کے ساتھ کوئی متابع نہیں ہے۔ نیز یہ حدیث مضطرب المتن بھی ہے کیونکہ امام مسلم نے سہم بن منجاب اور قتادہ دو ثقہ راویوں کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ان میں تین دن مسافت کا ذکر ہے: عن سهم بن منجاب عن قزعة عن ابی سعيد الخدری قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم لا تسافر امرأة ثلاثا الا مع ذی محرم[۵] (کوئی عورت بغیر محرم کے تین دن سفر نہ کرے) عن قتادة عن قزعة عن ابی سعيد الخدری ان نبی الله صلی الله عليه وسلم قال لا تسافر امرأة فوق ثلاث

[۱] امام ابو عبد اللہ محمد اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ

ایضاً۔ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۳، ۴۳۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

[۲] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح المہذب مع الشرح ج ۴ ص ۳۲۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[۳] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

[۴] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۴۱۳۔ ۴۱۱ مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۲۶ھ

[۵] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

ليال الا مع ذی محرم ۔ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت بغیر محرم کے تین دن سے زیادہ سفر نہ کرے)

امام مسلم نے حضرت ابوسعید خدری سے تین مختلف اسانید کے ساتھ تین روایات ذکر کی ہیں، ایک میں دو دن سفر سے منع فرمایا ہے، اور دو میں تین دن سفر سے منع فرمایا ہے۔ ظاہر ہے دونوں روایات صحیح نہیں ہو سکتیں، اب دیکھنا یہ ہے کہ کونسی روایت صحیح ہے جس روایت میں دو دن کے سفر سے منع فرمایا ہے وہ عبدالملک بن عمیر ایسے ضعیف مضطرب الحدیث اور مدلس راوی کی روایت ہے، اس لیے لامحالہ دوسری روایت کو ترجیح دی جائیگی اولاً اس لیے کہ وہ شعبہ اور قتادہ ایسے دو ثقہ راویوں سے مروی ہے ثانیاً تفرد اور غرابت سے خالی ہے اور ثالثاً اس لیے کہ حضرت ابن عمر کی صحیح روایت کے مطابق ہے جس میں آپ نے بغیر محرم کے تین دن سفر سے منع فرمایا ہے۔

دوسرا معارضہ بخاری کی اس روایت سے ہے:

حدثنا آدم قال حدثنا ابن ابی ذئب قال حدثنا سعید المقبری عن ابیہ عن ابی ھریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل لامراۃ تؤمن باللہ والیوم الاخر ان تسافر مسیرۃ یوم ولیلۃ لیس معھا حرمۃ [۲]

آدم ابن ابی ذئب، سعید المقبری، ان کے والد حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے ایک دن رات کا سفر بغیر محرم کے جائز نہیں ہے۔

امام مسلم نے بھی اس حدیث کو تین اسانید کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے [۳] یہ حدیث بھی مضطرب السند اور مضطرب المتن ہے۔ سند کا اضطراب یہ ہے کہ ابن ابی ذئب اور لیث بن سعد، اس کو عن سعید المقبری عن ابیہ عن ابی ھریرۃ۔ روایت کرتے ہیں اور یحییٰ بن ابی کثیر، سہیل اور مالک اس کو عن المقبری عن ابی ھریرۃ روایت کرتے ہیں، امام بخاری نے پہلی سند کو ترجیح دی اور امام دارقطنی نے دوسری سند کو ترجیح دی ہے [۴]۔

اور متن میں اضطراب یہ ہے کہ امام مسلم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے: عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل لامراۃ ان تسافر ثلاثا الا ومعھا ذو محرم منھا۔ [۵] (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت بغیر محرم کے تین دن سفر نہ کرے) تو اس صحیح حدیث کو کیوں نہ ترجیح دی جائے جو اضطراب فی السند والمتن دونوں سے خالی ہے اور حضرت عبداللہ

---

[۱] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۵ھ۔
[۲] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۸۱ھ۔
[۳] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۳۔۴۳۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۵ھ۔
[۴] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ فتح الباری ج ۲ ص ۵۶۸ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور طبعۃ ممتازہ ۱۴۰۱ھ
[۵] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۵ھ۔

بن عمر اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم دونوں کی روایات کے مطابق ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم تینوں سے مروی ہے کہ کوئی عورت تین دن سے زیادہ بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ اور ایک دن اور دو دن کی روایات اضطراب اور ضعف کے علاوہ جس صحابی سے مروی ہیں اس صحابی سے تین دن کی روایت بھی موجود ہے لہٰذا علامہ قرطبی کا ان روایات سے معارضہ قطعاً باطل اور مردود ہے۔

امام ابو حنیفہ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ تواتر معنوی سے ثابت ہے۔ مسافر کے لیے موزوں پر مسح کی مدت تین دن تین راتیں ہے اس سے بھی ثابت ہوا کہ وہ سفر شرعی جس پر احکام شرعیہ مرتب ہوتے ہیں تین دن تین رات ہے لہٰذا قصر کے لیے بھی سفر کی مدت تین دن تین رات ہوگی، احناف کے مسلک پر یہ احادیث دلالت کرتی ہیں۔

عن شریح بن هانی قال اتیت عائشة اسئلها عن المسح علی الخفین فقالت علیك بابن ابی طالب فاسئله فانه کان یسافر مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فسئلناه فقال جعل رسول الله صلی الله علیه وسلم ثلاثة ایام ولیالیهن للمسافر ویوما ولیلة للمقیم۔ [۱]

شریح بن ہانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر موزوں پر مسح کے بارے میں دریافت کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھو! کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں رہتے تھے۔ میں نے حضرت علی سے سوال کیا تو انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تین راتیں مسافر کے لیے اور ایک دن ایک رات مقیم کے لیے مشروع فرمائی ہیں۔

امام طحاوی فرماتے ہیں:

فقد تواترت عن رسول الله صلی الله علیه وسلم بالتوقیت فی المسح علی الخفین للمسافر ثلثة ایام ولیالیها وللمقیم یوم ولیلة۔ [۲]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر سے منقول ہے کہ مسافر کے لیے مسح کی مدت تین دن تین راتیں ہے اور مقیم کے ایک دن ایک رات۔

امام ابو حنیفہ کی تیسری دلیل یہ ہے:

محمد قال اخبرنا سعید بن عبید الطائی عن علی بن ربیعة الوالبی قال: سألت عبد الله بن عمر رضی الله تعالٰی عنهما الی کم تقصر الصلوٰة؟ فقال اتعرف السوید؟ قال: قلت: لا قال هی ثلاث لیال قواصد، فاذا خرجنا الیها قصرنا الصلوٰة۔ [۳]

محمد، سعید بن عبید الطائی، علی بن ربیعہ والبی کہتے ہیں میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کتنی مسافت کے بعد نماز قصر کی جائے فرمایا کیا تم سویدا (مدینہ کے قریب ایک جگہ ہے) کو جانتے ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ تین راتوں کی مسافت پر ہے جب ہم وہاں تک سفر کرتے ہیں تو نماز قصر کرتے ہیں۔

[۱] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔
[۲] امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور بار دوم ۱۴۰۴ھ۔
[۳] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ کتاب الآثار ص ۲۹ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۷ھ۔

امام محمد نے اس حدیث کو سعید بن عبید طائی اور علی ابن ربیعہ والبی سے روایت کیا ہے۔ ہم ان راویوں کے احوال تہذیب التہذیب سے نقل کر رہے ہیں جس سے اس حدیث کو تقویت پہنچے گی۔ سعید بن عبید طائی کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام احمد اور ابن معین نے کہا کہ سعید بن عبید طائی ثقہ ہے۔ ابو حاتم نے کہا اس کی احادیث لکھی جائیں گی۔ ابو داؤد نے کہا کہ شعبہ ان سے ملاقات کی تمنا کرتے تھے۔ ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا۔ علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ عجلی یعقوب بن سفیان اور ابن نمیر وغیرہم نے ان کی توثیق کی ہے۔[1]

علی بن ربیعہ والبی کے بارے میں علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:

ابن معین اور نسائی نے کہا یہ ثقہ ہیں۔ ابو حاتم نے کہا صالح الحدیث ہیں۔ ابن حبان نے ان کا ثقات تابعین میں ذکر کیا۔ ابن سعد نے کہا یہ معروف ثقہ ہیں۔ عجلی نے کہا یہ کوفی تابعی ثقہ ہیں اور ابن نمیر وغیرہ نے ان کی توثیق کی۔[2] خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کے رجال صحیحین کے رجال سے زیادہ ثقہ ہیں۔

امام مالک کے دلائل

علامہ ابن رشد امام مالک کے مسلک پر دلیل قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں: سفر میں مشقت کی وجہ سے نماز میں قصر کی اجازت دی گئی ہے اور ایک دن سفر کرنے کی وجہ سے بہر حال مشقت حاصل ہوتی ہے اس وجہ سے ایک دن کے سفر میں قصر کی رخصت حاصل ہوگی اور حدیث شریف میں بھی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ وضع عن المسافر الصوم وشطر الصلوٰۃ "اللہ تعالیٰ نے مسافر سے روزہ اور آدھی نماز ساقط کر دی" لہٰذا جس شخص پر مسافر کا اطلاق کیا جائے گا اُسے روزہ نہ رکھنے اور نماز قصر کرنے کی رخصت حاصل ہوگی۔[3]

علامہ ابن رشد مالکی کی دلیل کا جواب

علامہ ابن رشد کے استدلال کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ ایک دن کے سفر کرنے والے پر بھی مسافر کا اطلاق ہوتا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ مسافر پر قصر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے معارض یہ احادیث ہیں:

عن ابی سعید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا سافر فرسخا قصر الصلوٰۃ۔[4]

حضرت ابو سعید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک فرسخ سفر کرنے کے بعد قصر کرتے تھے۔

عن ابن عمر قال لا یقصر الصلوٰۃ فی مسیرۃ ثلاثۃ امیال۔[5]

حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ تین میل سفر میں قصر کی جائے گی۔

1۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۶۲ مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۲۶ھ

2۔ 〃 〃 〃 〃 ج ۷ ص ۳۲۰ 〃 〃 〃 〃

3۔ قاضی ابو الولید احمد بن رشد اندلسی مالکی متوفی ۵۹۵ھ۔ بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

4۔ حافظ ابو بکر عبد اللہ بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۴۳ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ

5۔ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

سئل انس بن مالک عن قصر الصلوٰۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج مسیرۃ ثلاثۃ امیال او ثلاثۃ فراسخ[۱]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نماز میں قصر کے بارے میں پوچھا گیا تو کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین میل یا تین فرسخ کا سفر کرتے تو قصر کرتے۔

اگر علامہ ابن رشد کی روایت کردہ حدیث[۲] کا اعتبار کیا جائے تو کیا وجہ ہے کہ ان احادیث کا اعتبار نہ کیا جائے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف میں مسافر سے مراد وہ مسافر ہے جس پر احکام شرعی مرتب ہوں اور وہ تین دن کے سفر کا مسافر ہے جس کا ثبوت ہم عنقریب پیش کریں گے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی کے استدلال کا جواب

علامہ ابن قدامہ قصر کے لیے چار برُد (سولہ فرسخ) مسافت ضروری قرار دیتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے:

واحتج اصحابنا بقول ابن عباس وابن عمر قال ابن عباس یا اھل مکۃ لاتقصروا فی ادنی من اربعۃ برد من عسفان الی مکۃ، قال الخطابی: ھو اصح الروایتین عن ابن عمر[۳]

ہمارے اصحاب نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر کے قول سے استدلال کیا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اے اہل مکہ چار برد سے کم مسافت میں قصر نہ کرو (عسفان سے مکہ تک) علامہ خطابی نے کہا یہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح ترین روایت ہے۔

علامہ خطابی کا اس روایت کو صحیح قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ یہ روایت سنن کبریٰ میں اس سند کے ساتھ مذکور ہے:

قد روی اسمٰعیل بن عیاش عن عبد الوھاب بن مجاھد عن ابیہ و عطاء بن ابی رباح عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یا اھل مکۃ لا تقصروا الصلوٰۃ فی ادنی من اربعۃ برد من مکۃ الی عسفان[۴]

اس سند میں اسماعیل بن عیاش اور عبد الوہاب بن مجاہد دونوں شدید ترین ضعیف راوی ہیں۔ اسماعیل بن عیاش کے بارے میں علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں: یحییٰ بن معین کہتے ہیں، میں ایک بار اسماعیل بن عیاش کے پاس گیا وہ ایک جوہری کے گھر کے چوبارہ میں بیٹھا احادیث بیان کر رہا تھا اور صرف دو آدمی اس کے پاس بیٹھے کتاب دیکھ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر میں واپس چلا گیا اور اس سے حدیث نہیں سنی۔ عبد اللہ بن عثمان کہتے ہیں کہ میرے باپ نے بتایا کہ اسماعیل بن عیاش عراقیوں اور شامیوں کی روایات کو خلط ملط کر دیتا ہے۔ عبد الرحمان نے کہا میرے باپ نے بتایا کہ اسماعیل بن عیاش حدیث میں ضعیف ہے۔ امام نسائی نے کہا اسماعیل بن عیاش ضعیف ہے۔ عبد الرحمن بن یوسف بن خراش نے کہا اسماعیل بن عیاش ضعیف الحدیث ہے[۵]۔

---

[۱] حافظ ابو بکر عبد اللہ بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۴۴۳ مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی ۱۴۰۶ھ

[۲] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ج ۱ص ۱۲۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[۳] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ص ۴۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ۔

[۴] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۳ ص ۱۳۷ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[۵] حافظ ابو بکر علی بن احمد خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ، تاریخ بغداد ج ۶ص ۲۲۴/۲۲۱ ملخصاً مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ۔

علامہ خزرجی اسماعیل بن عیاش کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ غیر حجاز یین سے روایت کرنے میں ضعیف تھا[1] اور یہ روایت حجاز یین سے ہے۔

اس سند کا دوسرا راوی عبد الوہاب بن مجاہد ہے۔ علامہ ابن حجر اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں یہ لیس بشیء ہے (کچھ بھی نہیں) اور ضعیف الحدیث ہے۔ ابن معین اور ابو حاتم نے کہا ضعیف ہے، امام نسائی نے کہا یہ غیر ثقہ ہے اس کی احادیث نہ لکھی جائیں۔ ابن عدی نے کہا اس کا کوئی متابع نہیں۔ یحییٰ بن معین نے اس کی روایات لکھنے سے منع کیا۔ امام دار قطنی نے کہا یہ لیس بشیء ہے اور ضعیف ہے۔ ازدی نے کہا اس سے حدیث روایت کرنا جائز نہیں ہے۔ ابن سعد نے کہا یہ حدیث میں ضعیف تھا۔ حاکم نے کہا موضوع احادیث روایت کرتا تھا ابن جوزی نے کہا اس کی روایات کو ترک کرنے پر اجماع ہو چکا ہے۔[2]

علامہ خزرجی، عبد الوہاب بن مجاہد کے بارے میں لکھتے ہیں:

ثوری نے اس کو جھوٹا قرار دیا اور ابو الحجاج نے کہا میں اس کی روایت سے واقف نہیں ہوں۔[3]

خود امام بیہقی نے اسماعیل بن عیاش اور عبد الوہاب بن مجاہد کی وجہ سے اس حدیث کو ناقابل استدلال قرار دیا ہے[4] علامہ نووی نے بھی اس کے ضعف کی بنا پر اس کو لائق استدلال نہیں سمجھا۔[5]

لہٰذا علامہ ابن قدامہ حنبلی نے جس حدیث کی بنیاد پر اپنا فقہی مسلک قائم کیا ہے وہ بہت کمزور ہے۔

علامہ نووی کا استدلال

امام شافعی دو دن کے سفر کو قصر کا سبب قرار دیتے ہیں اور ان کے نزدیک چار بُرُد کی مسافت دو دن میں طے ہوتی ہے۔ علامہ نووی مسلک شافعی پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

واحتج اصحابنا بروایۃ عطاء بن ابی رباح ان ابن عمر و ابن عباس کانا یصلیان رکعتین ویفطران فی اربعۃ برد فما فوق ذلک رواہ البیہقی باسناد صحیح وذکرہ البخاری فی صحیحہ تعلیقا بصیغۃ جزم۔[6]

ہمارے اصحاب کی دلیل عطاء بن ابی رباح کی یہ روایت ہے کہ حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس چار برد کی یا اس سے زیادہ کی مسافت پر قصر کرتے تھے اور روزہ نہیں رکھتے تھے۔ بیہقی نے اس حدیث کو صحیح سند کے ساتھ روایت کیا اور امام بخاری نے بھی اس کو صیغہ جزم کے ساتھ تعلیقاً روایت کیا ہے۔

برد، بریدہ کی جمع ہے بریدہ چار فرسخ کا ہوتا ہے اور ایک فرسخ، تین میل شرعی کے برابر ہے یعنی اڑتالیس شرعی میل

1۔ امام صفی الدین احمد بن عبد اللہ خزرجی — خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال ج ١ ص ٩٢ مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل۔

2۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ — تہذیب التہذیب ج ٦ ص ٤٥٣ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، الطبعۃ الاولیٰ ١٣٢٦ھ

3۔ امام صفی الدین احمد بن عبد اللہ خزرجی — خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال ج ٢ ص ١٨٠ مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل۔

4۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ — سنن کبریٰ ج ٣ ص ١٣٧ مطبوعہ نشر السنۃ، ملتان۔

5۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ — شرح المہذب مع شرح المہذب ج ٤ ص ٣٢٠ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

6۔ " " " " " "

ہونگے۔[1] حنابلہ اور شوافع کے نزدیک ۴ بُرد دو دن کی مسافت ہے۔[2]

علامہ نووی کی دلیل کا جواب

علامہ نووی نے جو بیہقی کے حوالہ سے حدیث پیش کی ہے اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ چار بُرد کے بعد قصر کرو نہ آپ نے یہ فرمایا کہ مسافت چار بُرد کی ہے یہ صرف عطاء بن ابی رباح کی رائے ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابن عباس نے چار بُرد کے بعد قصر کی اور یہ رائے غلط بھی ہو سکتی ہے ثانیاً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل اس حدیث کے معارض ہے۔

عن سالم ان ابن عمر كان يقصر الصلوٰة فى مسيرة اليوم التام۔[3]

سالم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر پورا دن سفر کرنے کے بعد نماز قصر کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول بھی اس حدیث کے معارض ہے:

عن مجاهد عن ابن عباس قال اذا سافرت يوما الى العشاء فاتم الصلوٰة فان زدت فاقصر۔[4]

مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا! جب تم صبح سے شام تک سفر کرو تو پوری نماز پڑھو اور اگر اس سے زیادہ سفر کرو تو قصر کرو۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ چار بُرد کے ۴۸ شرعی میل بنتے ہیں جیسا کہ مہذب اور شرح المہذب کے حوالہ سے گذر چکا ہے اور یہ کہ ۴۸ میل دو دن میں طے کیے جاتے ہیں۔ یہ شافعیہ کی رائے ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ۴۸ میل کا سفر تین دن میں طے کیا جائے کیونکہ اعتبار پیدل سفر کرنے کا ہے اور مسلسل سفر کرنا مراد نہیں ہے بلکہ رات کو آرام کرنا، دن میں کھانا پکانا اور کھانا پانچوں وقت کی نمازیں پڑھنا ان تمام امور کا لحاظ اس سفر میں معتبر ہے تو ہو سکتا ہے کہ چار بُرد جو کہ سولہ فرسخ اور اڑتالیس میل کے برابر ہے[5] تین دن کی مسافت میں طے ہو پھر حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں رہے گا، علامہ عینی فرماتے ہیں:

عن محمد لم يريدوا به السير ليلا ونهارا لانهم جعلوا النهار للسير والليل للاستراحة ولو سلك طريقا هى مسيرة ثلاثة ايام وامكنه ان يصل اليها فى يوم من طريق اخرى قصر ثم قدروا ذلك بالفراسخ فقيل احد وعشرون فرسخا وقيل ثمانية عشر وعليه الفتوى وقيل خمسة عشر فرسخا والى ثلاثة ايام ذهب عثمان

امام محمد بیان کرتے ہیں کہ مسافت سفر سے یہ مراد نہیں ہے کہ دن رات سفر کرتے رہیں کیونکہ دن سفر اور رات آرام کے لیے ہے اگر مسافر ایسے راستہ پہ چلے جو تین دن کی مسافت کا ہو خواہ کسی اور راستہ سے اس مسافت کو ایک دن میں طے کرنا ممکن ہو قصر کرے پھر تین دن کی مسافت کا فرسخ کی مقدار سے اندازہ کیا گیا ہے۔ بعض فقہاء نے اکیس فرسخ اندازہ کیا، بعض نے اٹھارہ فرسخ اور بعض نے پندرہ فرسخ فتویٰ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح المہذب مع شروح المہذب ج ۴ ص ۳۲۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] شیخ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ المہذب مع شروح المہذب ج ۴ ص ۳۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ۔ مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۲۵، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، طبع اوّل ۱۳۹۲ھ

[4] " " " "

[5] شیخ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع شروح المہذب ج ۴ ص ۳۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

بن عفان و ابن مسعود ...... وروایۃ عن عبد اللہ بن عمر [۱]

اٹھارہ فرسخ پر ہے۔ حضرت عثمان بن عفان، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے تین دن مسافت کا اعتبار کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی ایک ایسی روایت منقول ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک دو دن کا مدار سولہ فرسخ کی مسافت پر ہے اور احناف کا مفتیٰ بہ قول اٹھارہ فرسخ کا ہے جبکہ ایک قول پندرہ فرسخ کا بھی ہے۔ اس لیے ان اقوال میں کوئی خاص اور نمایاں فرق نہیں ہے۔ شوافع اور حنابلہ نے سولہ فرسخ کی مسافت کے لیے دو دنوں کا اندازہ کیا اور احناف نے تین دنوں کا تو یہ صرف رائے اور اجتہاد کا فرق ہے اور بنیادی طور پر یہ حدیث جس طرح شوافع اور حنابلہ کی مؤید ہے احناف کی بھی مؤید ہے۔

مسافت قصر کا اندازہ بحساب انگریزی میل وکلومیٹر

احناف کے نزدیک قصر کا موجب درحقیقت تین دن کا سفر ہے جس کو پیدل چل کر یا اونٹ پر سوار ہو کر انسانی تقاضوں کی تکمیل کے ساتھ پورا کیا جائے جیسا کہ ہم ابھی علامہ عینی کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔ متاخرین فقہاء کرام نے مسلمانوں کی سہولت کے لیے اندازہ کیا کہ اس اعتبار سے یہ مسافت کتنے فرسخ میں طے کی جائیگی۔ بعض فقہاء نے اس مسافت کو اکیس (۲۱) فرسخ قرار دیا، بعض نے پندرہ فرسخ قرار دیا اور مفتیٰ بہ اٹھارہ فرسخ کا قول ہے۔ [۲] بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ مسافت کے پیمانے بھی بدلنے لگے اور پھر مسافت کو پہلے انگریزی میلوں اور بعد میں کلومیٹر سے ناپا جانے لگا لہٰذا عہد حاضر کے علماء نے مسافت قصر کا اندازہ انگریزی میلوں سے قائم کیا۔

اس سے پہلے کہ ہم انگریزی میل اور کلومیٹر کے اعتبار سے مسافت قصر کا ذکر کریں وہ قاعدہ بیان کرنا چاہتے ہیں جس سے فرسخ کی مسافت انگریزی میل اور کلومیٹر میں تبدیل کی جاتی ہے۔

فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ ایک فرسخ، تین شرعی میل کا ہے اور ایک شرعی میل، چار ہزار ذراع (انگلیوں سے کہنی تک (ہاتھ) کا ہوتا ہے [۳] اور ایک متوسط ذراع ڈیڑھ فٹ یعنی نصف گز کا ہوتا ہے لہٰذا ایک شرعی میل دو ہزار گز کا قرار پایا اور اکیس فرسخ، تریسٹھ میل شرعی ہیں جو ایک لاکھ چھبیس ہزار گز یعنی اکہتر انگریزی میل چار فرلانگ ایک سو ساٹھ گز ہیں، اور یہ ایک سو پندرہ اعشاریہ ایک آٹھ نو (۱۱۵٫۱۸۹) کلومیٹر کے برابر ہیں۔ فقہاء کا دوسرا قول پندرہ فرسخ ہے، اور پندرہ

---

[۱] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷، ص ۱۱۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔

[۲] علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۵ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

ایضاً علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، بحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۹ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

ایضاً علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی ص ۴۹۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۳ھ

ایضاً علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۵۲۵ مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول۔

ایضاً علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۱۹ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔

[۳] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق علی بحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۹ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

ایضاً ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالمگیری ج ۱ ص ۱۲۰ مطبوعہ مطبعۃ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ (بقیہ حوالہ جات آئندہ صفحے پر ملاحظہ کریں)

فرسخ، پینتالیس میل شرعی ہیں جو نوے ہزار گز یعنی اکیاون انگریزی میل، ایک فرلانگ بیس گز ہیں جو بیاسی اعشاریہ دو چھ آٹھ (۸۲،۲۶۸) کلومیٹر کے برابر ہیں، مختار کا تیسرا قول جو مفتی بہ ہے وہ اٹھارہ فرسخ ہے اور اٹھارہ فرسخ چوّن میل شرعی ہیں جو ایک لاکھ آٹھ ہزار گز یعنی اکسٹھ انگریزی میل دو فرلانگ بیس گز ہیں اور یہ اٹھانوے اعشاریہ سات تین چار (۹۸،۷۳۴) کلومیٹر کے برابر ہے۔

اس اعتبار سے مفتی بہ قول پر سفر شرعی اور قصر کے احکام اکسٹھ انگریزی میل دو فرلانگ بیس گز یا اٹھانوے اعشاریہ سات تین چار (۹۸،۷۳۴) کلومیٹر کی مسافت کے بعد شروع ہوں گے۔ زمانہ قریب کے علماء نے بھی مسافت شرعیہ کو انگریزی میلوں کے حساب سے بیان کیا ہے لیکن کسی کا حساب بھی مقدار کے مذکورہ قاعدہ کے موافق نہیں ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کے نزدیک جس سفر میں پیدل یا اونٹ کی سواری سے تین دن صرف ہوں (یعنی تقریباً ۱۸ فرسنگ یا چوّن میل) اس میں قصر کیا جا سکتا ہے یہی رائے ابن عمر، ابن مسعود اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی ہے۔[ہے] سید ابوالاعلیٰ مودودی کی اس عبارت میں چوّن میل سے چوّن میل شرعی مراد ہیں۔ مودودی صاحب کو اس بات کی وضاحت کرنی چاہیے تھی اور بتلانا چاہیے تھا کہ چوّن میل شرعی اکسٹھ انگریزی میل کے برابر ہیں کیونکہ عام اردو پڑھنے لکھنے لوگ چوّن میل سے چوّن انگریزی میل ہی مراد لیں گے۔

شیخ عزیز الرحمان لکھتے ہیں:

اس عبارت سے واضح ہوا کہ اصل مذہب حنفیہ کا یہ ہے کہ تین دن کا سفر ہو اور وہ جگہ جس کی طرف سفر کا ارادہ ہے تین منزل ہو۔ لیکن بہت سے مشائخ نے فراسخ کا اعتبار کیا ہے اور اس میں فتوی ائمہ خوارزم کا پندرہ فرسخ، یعنی اڑتالیس میل پر ہے، الحاصل آنکہ عبارات مذکورہ سے واضح ہے کہ اصل مذہب حنفیہ کا یہ ہے کہ تین منزل کا سفر ہو پس اگر حساب منازل کا سہل ہو تو اس کو دیکھا جاوے مگر چونکہ ہر ایک کو اعتبار منازل میں دشواری ہوتی ہے اس وجہ سے مشائخ نے کل منازل کی تحدید میلوں سے کر دی ہے جس میں تین قول ہیں جو اوپر معلوم ہوئے میل کی مقدار شرعی ذراع سے چار ہزار ذراع لکھی ہے اور ذراع شرعی اس زمانہ کے گز کے حساب سے قریب دس گرہ کے ہوتا ہے۔ پس اس کے موافق میلوں کا حساب کر لیا جاوے، اور اڑتالیس میل کا اندازہ کر لیا جاوے۔[لہ]

شیخ عزیز الرحمن نے اس عبارت میں کئی غلطیاں کی ہیں اول یہ کہ پندرہ فرسخ، پینتالیس شرعی میل کا ہے کیونکہ تین میل کا ایک فرسخ ہوتا ہے اور انہوں نے اڑتالیس میل لکھے ہیں، دوم یہ کہ چونکہ انہوں نے میل کے ساتھ شرعی کی قید نہیں لگائی اس لیے عوام اردو داں لوگ اس کو انگریزی مروجہ میل پر محمول کریں گے، سوم یہ کہ انہوں نے ذراع شرعی دس گرہ قرار دیا ہے جو ڈیڑھ فٹ سے زیادہ ہے اس حساب سے شرعی مسافت اکسٹھ انگریزی میل سے متجاوز ہو جائے گی جبکہ وہ اڑتالیس انگریزی میل بیان

(گذشتہ صفحے کے حوالہ جات)

ایضاً علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ۔ فتح القدیر ج ۱ص ۴۰۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۹ھ۔

ایضاً علامہ ابوبکر بن علی الحداد متوفی ۸۰۰ھ۔ الجوہرۃ النیرۃ ج ۱ص ۳۲ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

ایضاً علامہ فخرالدین زیلعی متوفی ۷۴۳ھ۔ تبیین الحقائق ج ۱ص ۲۰۷ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[ہے] سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ۔ تفہیم القرآن ج ۱ص ۳۹۰ مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، چودھواں ایڈیشن جولائی ۱۹۸۰ء

[لہ] شیخ عزیز الرحمان — شیخ محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ۔ فتاوی دارالعلوم دیوبند ج ۱ص ۴۸۵ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی بار اول ۱۳۹۶ھ۔

کہتے ہیں۔

مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:

الغرض ثابت ہوا کہ قول راجح اور مختار اور معتمد یہی ہے کہ میل چار ہزار گز کا ہے جس میں گز متاخرین کا اعتبار کر کے چوبیس انگشت قرار دیا گیا ہے جو انگریزی گز سے نصف یعنی اٹھارہ انچ ہے (الیٰ ان قال) اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ میل کے بارے میں قول مختار فقہاء کرام کا یہ ہے کہ چوبیس انگشت کے گز سے دو ہزار گز کا ایک میل شرعی ہوا کیونکہ چوبیس انگشت کا ذراع ایک ہاتھ یعنی ڈیڑھ فٹ یا اٹھارہ انچ کا ہے جیسا کہ ذراع کی تحقیق میں بحوالہ بحر درتی گذر گیا ہے (الیٰ ان قال) اور مشائخ حنفیہ میں سے بعض نے اکیس فرسخ جس کے تریسٹھ میل ہوتے ہیں۔ بعض نے اٹھارہ فرسخ جس کے چوّن میل ہوتے ہیں اور بعض نے پندرہ فرسخ جس کے پینتالیس میل ہوتے ہیں مسافت قصر قرار دی ہے عمدۃ القاری میں اٹھارہ فرسخ کے قول پر فتویٰ نقل کیا ہے اور البحر الرائق میں بھی بحوالہ نہایہ اسی قول پر فتویٰ نقل کیا ہے۔ اور شامی اور بحر نے بحوالہ المجتبیٰ اکثر ائمہ خوارزم کا فتویٰ پندرہ فرسخ کی روایت پر ذکر کیا ہے۔ [1]

مفتی محمد شفیع صاحب نے یہ جتنے اصول بیان کیے ہیں وہ سب صحیح ہیں لیکن ان اصولوں کی بنیاد پر جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ غلط ہے۔ لکھتے ہیں:

محققین علماء ہندوستان نے اڑتالیس (۴۸) میل انگریزی کو مسافت قصر قرار دے دیا ہے جو اقوال فقہاء مذکورین کے قریب قریب ہے اور اصل مدار اس کا اسی پر ہے کہ اتنی ہی مسافت تین دن تین رات میں پیادہ مسافر با آسانی طے کر سکتا ہے اور فقہاء حنفیہ کے مفتی بہ اقوال میں سے جو فتویٰ ائمہ خوارزم کا پندرہ فرسخ کا نقل کیا گیا ہے وہ تقریباً اسی کے بالکل مطابق ہے کیونکہ پندرہ فرسخ پینتالیس (۴۵) میل شرعی ہوتے ہیں اور شرعی میل انگریزی میل سے دو سو چالیس گز بڑا ہوتا ہے تو ۴۵ میل شرعی ۴۸ میل انگریزی سے کچھ زیادہ متفاوت نہیں رہتے [2]۔ مفتی صاحب کا یہ لکھنا بھی غلط ہے کیونکہ ۴۵ میل شرعی اکاون انگریزی میل ایک فرلانگ بیس گز کے برابر ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

اگر اپنے مقام اقامت سے ۵۷ ۱/۲ میل کے فاصلے پر علی الاتصال جانا ہو کہ وہیں جانا مقصود ہے بیچ میں جانا مقصود نہیں اور وہاں پندرہ دن کامل ٹھہرنے کا قصد نہ ہو تو قصر کریں گے ورنہ پوری پڑھیں گے [3]۔ اعلیٰ حضرت نے یہ نہیں بیان کیا کہ انھوں نے ۵۷ ۱/۲ میل کس ضابطہ اور قاعدہ سے مقرر کیے ہیں۔

---

[1] مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ اوزان شرعیہ ص ۲۶ ـ ۲۳ ملخصاً مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ۱۴۰۲ھ

[2] مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ اوزان شرعیہ ص ۲۶ مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید شوال ۱۴۰۲ھ

[3] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۶۹۰ مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد بار دوم ۱۳۹۳ھ

علماء دیوبند نے مسافت قصر ۴۸ انگریزی میل قرار دی ہے، اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ :

ہمارے اساتذہ نے روزانہ بارہ کوس کا سفر یعنی سولہ میل انگریزی اختیار فرمایا ہے، کیونکہ روزانہ اگرچہ گھنٹہ سفر کے لیے مقرر کیے جاویں تو فی گھنٹہ دو کوس پیادہ آدمی متوسط چال سے طے کر لیتا ہے، اس اعتبار سے مسافت قصر ۴۸ میل یعنی ۳۶ کوس کو قرار دیا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم مدلل ج ۴ ص ۴۹۲ - ۴۹۱)

۴۸ انگریزی میل کو ثابت کرنے کے لیے یہ انتہائی عجیب طریقہ ہے، کھانے پینے، آرام، نمازوں کے اوقات اور رات کی نیند بھی نکال لی جائے تو ۲۴ چوبیس گھنٹوں میں سے سفر کے لیے یقیناً چھ گھنٹوں سے زیادہ وقت بچے گا۔ اور جو شخص سفر کرتا ہے وہ یقیناً دن رات میں سے سفر کے لیے چھ گھنٹوں سے زیادہ وقت نکالے گا اور متوسط اونٹ کی رفتار سے ایک انسان ایک دن میں یقیناً بیس میل سے زیادہ سفر کر سکتا ہے پھر جمہور فقہاء کے مطابق یہ قول کیوں نہ اختیار کیا جائے کہ مسافت قصر ۵۴ میل شرعی ہے جو اکسٹھ میل انگریزی اور چھ سو چالیس گز کے برابر ہے۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی صاحب نے ۴۸ انگریزی میل کے ثبوت میں لکھا ہے کہ :

اور ۴۸ میل کی تعیین پر ایک حدیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے جو دار قطنی نے حضرت عبد اللہ ابن عباس سے روایت کی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

يا اهل مكة لا تقصروا الصلوٰة فى ادنى من اربعة برد من مكة الى عسفان.

اے اہل مکہ چار برید سے کم میں نماز کا قصر مت کرو جیسے مکہ سے عسفان تک۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۵۳۱ (۹))

(اوزان شرعیہ ص ۲۶)

لیکن مفتی صاحب کا یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ ایک برید بارہ میل شرعی کا ہوتا ہے نہ کہ بارہ میل انگریزی کا۔ سترہ فروری ۱۹۸۸ء کو ایک علمی مجلس میں مذاکرہ کے دوران مفتی صاحب کے صاحبزادے مفتی محمد رفیع عثمانی نے بھی تسلیم کیا کہ یہ تسامح ہے اور ایک برید بارہ میل شرعی کا ہوتا ہے اور اس لحاظ سے مسافت قصر ۴۸ میل شرعی قرار پائے گی جو ۵۵ انگریزی میل ۹۶۰ گز کے برابر ہے۔ تاہم یہ روایت سنداً ضعیف ہے جیسا کہ مفتی صاحب نے بھی تصریح کی ہے اس لیے مدار سفر تین دن کی مسافت ہے، جس کو جمہور فقہاء نے ۵۴ شرعی میل کے برابر قرار دیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ متوسط قول ہے اور یہ اکسٹھ انگریزی میل اور چھ سو چالیس گز اور اٹھانوے اعشاریہ سات تین چار (۹۸،۷۳۴) کلومیٹر کے برابر ہے۔ علماء دیوبند کے ایک مستند عالم مفتی رشید احمد لکھتے ہیں :

کثر مشائخ احناف نے ۱۸ فرسخ، ۵۴ میل شرعی، ۶۱⅔ میل انگریزی کو متوسط قول قرار دے کر اس پر فتویٰ دیا ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس قول کو مفتی بہ لکھا ہے اور احتیاط بھی اسی میں ہے۔[1]

اس بحث کے اخیر میں مفتی محمد رفیع عثمانی نے مجھ سے کہا کہ اگر ہم اب مسافت قصر کو تبدیل کریں تو لوگ کہیں گے کہ ہماری پچھلی پڑھی ہوئی نمازوں کا کیا ہوگا؟ اس آخری دلیل کی بناء پر انہوں نے ۴۸ انگریزی میل ہی کو قائم رکھا۔

---

[1] احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۹۴، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، طبع سوم ۱۴۰۷ھ۔

مسافت کا تفصیلی خاکہ

شرعی مسافت جو موجب قصر ہے اس کے بارے میں فقہا متقدمین کے تین اقوال نقل کیے گئے ہیں۔ انھیں اگر عہد حاضر کے مروج پیمانہ مسافت میں تبدیل کر دیا جائے تو اس کا تفصیلی خاکہ حسب ذیل ہو گا۔

نمبر شمار	مسافت قصر بحساب امیال شرعیہ	مسافت گزوں میں بحساب ۲۰۰۰ گز فی شرعی میل	مسافت بحساب انگریزی میل گز ۔ فرلانگ ۔ میل	مسافت بحساب کلومیٹر
۱	۴۵ میل	۹۰٫۰۰۰	۴۰ - ۱ - ۵۱	۸۲٫۲۴۸
۲	۵۴ میل یہ متفق بہ قول ہے	۱۰۸٫۰۰۰	۲۰ - ۳ - ۶۱	۹۸٫۷۳۴
۳	۶۳ میل	۱۲۶٫۰۰۰	۱۴۰ - ۴ - ۷۱	۱۱۵٫۱۸۹

قصر کی ابتداء اور انتہا

امام ابوحنیفہ[1]، امام مالک[2]، امام شافعی[3] اور امام احمد بن حنبل[4] کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شخص سفر شرعی کا قصد کر کے شہر کی حدود سے نکل جائے گا اس کے لیے قصر ثابت ہو جائے گی اور جب واپس لوٹے گا تو شہر کی حدود شروع ہوتے ہی اس پر پوری نماز پڑھنا لازم ہو گا۔

مدتِ قصر

امام شافعی[5]، امام مالک[6] اور امام احمد[7] کے نزدیک مدت قصر چار روز تک ہے اگر کوئی شخص چار روز یا اس سے زیادہ قیام کا ارادہ کرے گا تو اس کو پوری نماز پڑھنی ہوگی اور امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک مدت قصر پندرہ دن تک ہے۔ اگر کوئی شخص پندرہ دن یا اس سے زیادہ قیام کا ارادہ کرے تو اس کو پوری نماز پڑھنی ہوگی[8]

ائمہ ثلاثہ کے دلائل

علامہ ابن قدامہ چار روز تک قصر پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اذا نوی اقامۃ اربعۃ ایام اتم وان نوی دونھا قصر وھذا قول مالک والشافعی وابی ثور لان الثلاث حد القلۃ بدلیل قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقیم المھاجر بعد قضاء نسکہ ثلاثا[9] ولما اجلی عمر رضی اللہ عنہ اھل الذمۃ ضرب لمن قدم منھم تاجرا ثلاثا فدل علی ان الثلاث فی حکم السفر وما زاد فی حکم الاقامۃ[10]

جب کوئی شخص چار دن قیام کی نیت کرے تو پوری نماز پڑھے اور اگر اس سے کم دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو قصر کرے، یہی امام شافعی، امام مالک اور ابوثور کا قول ہے کیونکہ تین قلت کی حد ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہاجرین ارکان حج ادا کرنے کے بعد تین دن مکہ میں ٹھہریں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ذمی تاجروں کو صرف تین دن قیام کی اجازت دی اس سے معلوم ہوا کہ تین دن حکم سفر ہے اور اس کے بعد حکم اقامت ہے۔

علامہ نووی[11] اور علامہ ابن رشد[12] نے بھی یہی دلیل بیان کی ہے

۱۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، المبسوط ج ۱ ص ۲۶۵ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔

۲۔ قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ

۳۔ علامہ ابوالقاسم محمد رافعی شافعی متوفی ۶۲۳ھ، فتح العزیز شرح الوجیز مع شرح المہذب ج ۴ ص ۴۳۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت

۴۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

۵۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب مع الشرح ج ۴ ص ۳۵۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت

۶۔ قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ

۷۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۵ھ

۸۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، المبسوط ج ۱ ص ۲۶۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔

۹۔ امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۶۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

۱۰۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

۱۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب مع الشرح ج ۴ ص ۳۵۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت

۱۲۔ قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات

پہلی بات تو یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں قصر کرنے یا نہ کرنے کا ذکر نہیں ہے حالانکہ گفتگو قصر اور عدم قصر میں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کو مکہ میں تین دن سے زیادہ ٹھہرنے کی اجازت اس لیے نہیں دی کہ مہاجرین کے شرف ہجرت میں کمی نہ آجائے اگر یہ قصر کا معاملہ ہوتا تو یوں فرماتے اگر تم تین دن سے زیادہ مکہ ٹھہرے تو تم کو پوری نماز پڑھنی پڑے گی۔ اسی طرح حضرت عمر نے ذمیوں کو تین دن سے زیادہ حرم مدینہ میں قیام کی اجازت اس لیے نہیں دی کہ مدینہ میں ان کا زیادہ قیام شرف مدینہ کی حرمت کے منافی ہے ورنہ ذمیوں کے حق میں قصر یا عدم قصر کا تصور ہی نہیں ہے۔ علاوہ ازیں صحیح حدیث سے دس دن تک سفر میں قصر ثابت ہے اور دس دن تک اقامت ثابت نہیں ہے۔

عن انس یقول خرجنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من المدینۃ الی مکۃ فکان یصلی رکعتین رکعتین حتی رجعنا الی المدینۃ قلت اقمتم بمکۃ شیئا قال اقمنا بھا عشرا۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ گئے آپ دو رکعت نماز پڑھتے رہے حتیٰ کہ ہم مدینہ واپس آ گئے۔ ابن اسحاق نے پوچھا تم نے مکہ میں کتنی مدت قیام کیا؟ کہا دس دن۔

یہ حدیث صراحۃً ائمہ ثلاثہ کے خلاف ہے اور امام ابوحنیفہ کے مسلک کی مؤید ہے۔

امام ابوحنیفہ کے دلائل

امام محمد فرماتے ہیں:

قلت ارأیت ان سافر ثلثۃ ایام فصاعدا فقدم المصر الذی خرج الیہ ایتم الصلوۃ قال ان کان یرید ان یقیم فیہ خمسۃ عشر یوما اتم الصلوۃ وان کان لا یدری متی یخرج قصر الصلوۃ قلت ولم وقت خمسۃ عشر یوما؟ قال للاثر الذی جاء عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ [2]

میں نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا اگر کوئی شخص تین دن یا اس سے زیادہ کی مسافت طے کر کے اس شہر میں پہنچ جائے جس کے لیے اس نے سفر کیا تھا تو کیا وہ پوری نماز پڑھے گا؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا اگر اس کی نیت پندرہ دن قیام کی ہے تو نماز پوری پڑھے گا اور اگر اس کو پتا نہ ہو وہ کب تک قیام کرے گا تو قصر کرے۔ میں نے پوچھا: آپ نے پندرہ دن کس دلیل سے متعین کیے ہیں فرمایا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے۔

عن مجاھد یقول کان ابن عمر اذا قدم مکۃ فاراد ان یقیم خمس عشرۃ لیلۃ سرح ظھرہ فاتم الصلوۃ۔ [3]

مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ جاتے اور پندرہ دن قیام کا ارادہ کرتے تو اپنی پشت کھول دیتے اور پوری نماز پڑھتے۔

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

[2] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ۔ المبسوط ج ۱ ص ۲۶۶ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی

[3] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ۔ مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۳۴ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: اذا کنت مسافرا فوطنت نفسک علی اقامۃ خمسۃ عشر یوما فاتمم الصلوٰۃ۔ [1]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جب تم مسافر ہو اور کسی جگہ پندرہ دن کے لیے وطن بناؤ تو نماز پوری پڑھنا۔

عن مجاہد قال کان ابن عمر اذا اجمع علی اقامۃ خمس عشرۃ سرح ظھرہ و صلی اربعا۔ [2]

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر جب پندرہ دن قیام کی نیت کرتے تو اپنی پشت کھول دیتے اور چار رکعت نماز پڑھتے۔

احناف نے آثارِ صحابہ کی روشنی میں پندرہ دن حد قصر بیان کی سب ان پر ان احادیث سے معارضہ کیا جاتا ہے

عن ابن عباس قال اقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسع عشرۃ بمکۃ یقصر فنحن اذا سافرنا تسع عشر قصرنا وان زدنا اتممنا۔ [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں انیس دن قیام فرمایا اور قصر نماز پڑھتے رہے لہٰذا جب ہم انیس دن قیام کریں تو قصر کرتے ہیں اور اس سے زیادہ دن قیام کریں تو پوری نماز پڑھتے ہیں۔

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقام سبع عشرۃ بمکۃ یقصر الصلوٰۃ قال ابن عباس ومن اقام سبع عشرۃ قصر ومن اقام اکثر اتم۔ [4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں سترہ روز قیام کیا اور نماز قصر کرکے پڑھی۔ حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں جو شخص سترہ روز قیام کرے وہ نماز قصر کرے اور جو اس سے زیادہ قیام کرے وہ پوری نماز پڑھے۔

عن ابن عباس قال اقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ عام الفتح خمس عشرۃ یقصر الصلوٰۃ۔ [5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال مکہ میں پندرہ روز قیام کیا اور نماز قصر کرکے پڑھی۔

ان احادیث کا اوّلاً جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فتح مکہ کے موقع پر قیام کی تین احادیث مروی ہیں اور تینوں متعارض اور مضطرب ہیں اور مضطرب روایات لائق استدلال نہیں ہیں نہ قابلِ معارضہ۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ روایات

---

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ۔ کتاب الآثار ص ۳۸ مطبوعہ ادارۃ القرآن، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۷ھ

[2] امام عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۵، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ۔

[3] امام ابو عبد اللہ بن محمد اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ

[4] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ۔ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۷۳ مطبوعہ مجتبائی پاکستان لاہور الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ

[5]۔

انہیں تب معتبر ہوتیں جب ان میں یہ تصریح ہوتی کہ آپ نے پندرہ، سترہ یا انیس دن قیام کی نیت کی تھی اور پھر آپ قصر کرتے رہے۔ کیونکہ اگر پندرہ دن قیام کی نیت نہ ہو پھر قیام خواہ پندرہ سے زائد ہو جائے پھر بھی قصر پڑھی جاتی ہے۔

روایات میں تطبیق

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے مکہ میں دس دن قیام کیا اور ایک روایت میں ہے کہ انیس دن قیام کیا اور ابوداؤد کی ایک روایت میں سترہ اور ایک میں پندرہ دن قیام کا ذکر ہے ان روایات میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ حضرت انس کی جس روایت میں انیس دن کا ذکر ہے اس میں یوم دخول اور یوم خروج کو شامل کر لیا جاتا ہے اور پندرہ دن والی روایت کے بارے میں علامہ نووی نے تصریح کی ہے کہ وہ ابن اسحاق کی وجہ سے ضعیف ہے۔

وجوب قصر میں مذاہب

امام شافعی کے نزدیک سفر شرعی میں نماز پوری پڑھنا اور قصر کرنا دونوں جائز ہیں لیکن قصر کرنا افضل ہے[1]۔ امام مالک[2] اور امام احمد[3] کے نزدیک سفر شرعی میں قصر کرنا مباح ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک سفر شرعی میں قصر کرنا واجب ہے اور اس کا ترک گناہ ہے[4]۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور ان کے جوابات

ائمہ ثلاثہ کی ایک دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہے۔

و اذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ۔

جب تم زمین پر سفر کرو تو نماز قصر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(النساء: ۱۰۱)

ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قصر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ قصر کرنا واجب نہیں مباح ہے، احناف اس دلیل کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اگر قصر کرنا مباح ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا "اگر تم قصر نہ کرو تو کوئی حرج نہیں ہے" اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

عن الزہری قال عروۃ سألت عائشۃ فقلت لھا ارأیت قول اللہ تعالیٰ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما فواللہ ما علی احد جناح ان لا یطوف بالصفا والمروۃ قالت بئسما قلت یا ابن اختی ان ھذہ لو کانت کما اولتھا علیہ کانت لا جناح علیہ ان لا

زہری بیان کرتے ہیں کہ عروہ نے بتایا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ) "صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے وہ اگر صفا اور مروہ میں سعی کرے تو کوئی حرج نہیں ہے"، اس اعتبار سے اگر کوئی شخص صفا اور مروہ میں سعی نہ کرے تو کوئی گناہ نہیں ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھتیجے تم نے غلط سمجھا ہے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح المہذب مع الشرح ج ۴ ص ۳۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] قاضی ابو الولید احمد ابن رشد قرطبی مالکی متوفی ۵۹۵ھ۔ بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ۔ المغنی ج ۲ ص ۵۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

[4] علامہ کمال ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر ج ۲ ص ۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

یطوف بہما۔[1]

اگر ایسا ہی ہوتا جس طرح تم نے سمجھا ہے تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا اگر لوگ صفا اور مروہ میں طواف نہ کریں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اور برسبیل تنزل اگر اس میں اباحت ہے تو وہ قصر فی الاوصاف کی طرف راجع ہے کیونکہ جنگ کے خوف کے وقت قیام اور قعود کے وقت اشاروں سے بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دوسری دلیل یہ ہے:

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقصر فی السفر ویتم ویفطر ویصوم رواہ الدارقطنی والبیہقی وغیرہما۔[2]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں نماز قصر بھی کرتے تھے اور پوری بھی پڑھتے تھے روزہ رکھتے بھی تھے اور افطار بھی کرتے تھے (یعنی نہیں رکھتے تھے)

اس حدیث کی سند پر بحث کرتے ہوئے علامہ ابن الترکمانی فرماتے ہیں اس حدیث کی سند میں ایک راوی عمر بن ذر المرہبی ہے علامہ ابن جوزی اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ مرجئی اور ضعیف تھا۔ ایک اور سند سے یہ حدیث علاء بن زہیر عن عبد الرحمن عن عائشہ مروی ہے۔ علاء کے بارے میں ابن حبان فرماتے ہیں کہ وہ غیر ثابت احادیث ثقہ راویوں کی طرف منسوب کر دیتا تھا ابن الترکمانی فرماتے ہیں یہ حدیث مضطرب الاسناد ہے اس لیے اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔[3] امام بیہقی نے اس حدیث کو عن عطاء عن عائشہ روایت کیا ہے۔ علامہ ابن حزم کہتے ہیں کہ عطاء سے اس حدیث کی روایت میں مغیرہ بن زیاد منفرد ہے اس کے علاوہ کسی اور نے اس کو عطاء سے روایت نہیں کیا۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ یہ ضعیف راوی ہے اس کی ہر روایت منکر ہے۔[4]

علامہ ابن قیم جوزی اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں!

وکان یقصر الرباعیۃ فیصلیہا رکعتین من حین یخرج مسافرا الی ان یرجع الی المدینۃ ولم یثبت عنہ انہ اتم الرباعیۃ فی سفرہ البتۃ واما حدیث عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقصر فی السفر ویتم ویفطر ویصوم فلا یصح وسمعت شیخ الاسلام ابن تیمیہ یقول ھو کذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہی۔[5]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ہمیشہ چار رکعات والی نماز کو قصر کر کے دو رکعت پڑھا کرتے تھے، جب تک واپس مدینہ تشریف نہ لے آتے اور آپ سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہے کہ آپ نے سفر میں کبھی پوری نماز پڑھی ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو یہ مروی ہے کہ آپ سفر میں قصر بھی کرتے تھے اور پوری نماز بھی پڑھتے تھے اور روزہ رکھتے بھی تھے اور ترک بھی کرتے تھے وہ حدیث صحیح نہیں ہے میں نے شیخ ابن تیمیہ سے سنا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا ہے۔

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح المہذب مع الشرح ج ۴ ص ۳۴۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] علامہ علاء الدین ابن الترکمانی متوفی ۷۴۵ ھ، الجوہر النقی علی ہامش البیہقی ج ۳ ص ۱۴۱ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[4] شیخ ابو محمد علی بن احمد بن حزم متوفی ۴۵۶ ھ، المحلی ج ۴ ص ۲۶۹ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۴۸ ھ

[5] علامہ شمس الدین ابن قیم متوفی ۷۵۱ ھ، زاد المعاد علی ہامش الزرقانی ج ۲ ص ۱۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۳ ھ

علامہ شیرازی نے اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے :

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت خرجت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عمرۃ رمضان فافطر وصمت وقصر واتممت فقلت یارسول اللہ افطرت وصمت وقصرت واتممت فقال احسنت یاعائشۃ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان میں عمرہ کرنے گئی۔ آپ نے روزہ نہیں رکھا اور میں نے روزہ رکھا۔ آپ نے قصر نماز پڑھی اور میں نے پوری پڑھی۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے روزہ نہیں رکھا اور میں نے رکھا اور آپ نے نماز قصر کی اور میں نے نہیں کی۔ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! تم نے اچھا کیا۔

اس حدیث کی سند میں علاء بن زہیر ہے اور ابن حبان فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ راویوں سے غیر ثابت روایات ذکر کرتا ہے، اس لیے لائق استدلال نہیں ہے۔ نیز عبدالرحمان کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سماع بھی مختلف فیہ ہے علاوہ ازیں اس حدیث میں معنوی خرابی یہ ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے رمضان میں عمرہ کیا حالانکہ آپ نے چار عمرے کیے اور ان میں سے کوئی بھی رمضان میں نہیں کیا سب ذوالقعدہ میں کیے اور پانچواں عمرہ جو حج کے ساتھ کیا تھا اس کا احرام ذوالقعدہ میں باندھا اور ادا ذوالحجہ میں کیا۔ [2] علاوہ ازیں یہ احادیث جو ضعیف اسانید کے ساتھ مروی ہیں صحاح کی ان احادیث کے معارض ہیں۔

عن ابن عمر یقول صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان لا یزید فی السفر علی رکعتین وابا بکر وعمر وعثمان کذالک [3]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی رفاقت میں رہا ہوں۔ ان حضرات نے سفر میں کبھی دو رکعات سے زیادہ نماز نہیں پڑھی۔

صحیح بخاری کی اس صحیح حدیث سے ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سفر میں قصر کر کے پڑھا کرتے تھے لہٰذا اس کے مقابلہ میں دارقطنی اور بیہقی کی ضعیف السند روایات سے سفر میں پوری نماز پڑھنے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

عن عائشۃ ان الصلوٰۃ اول ما فرضت رکعتین ثم اتمہا فی الحضر واقرت صلوٰۃ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابتداءً نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی پھر حضر میں نماز پوری (چار رکعات)

---

[1] شیخ ابواسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع الشروح ج ۴ ص ۳۲۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

[2] شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۰۹-۲۱۰، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ، ازہر

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

السفر علی الفریضۃ الاولی ۔[1]

کی گئی اور سفر میں پہلی فرضیت (یعنی دو رکعت) پر باقی رکھی گئی۔

صحیح مسلم کی اس صحیح حدیث سے ثابت ہوگیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک سفر میں دو رکعت نماز فرض تھی لہٰذا اس کے مقابلہ میں دار قطنی کی (جس کو مہذب میں ذکر کیا گیا ہے) ضعیف اور منکر روایت سے حضرت عائشہ کا پوری نماز پڑھنے کو ثابت کرنا صحیح نہیں ہے۔ احناف کی دلیل یہ ہے کہ تواتر معنوی سے ثابت ہے کہ سفر میں دو رکعات فرض ہیں اگر چار رکعات فرض ہوتیں تو بعد میں دو رکعت کی قضا کی جاتی جیسے سفر میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے مگر بعد میں روزہ کی قضا لازم ہے۔ اسی وجہ سے احناف نے سفر میں قصر کو واجب قرار دیا ہے اس کی تائید شیخ ابن حزم کی اس روایت سے ہوتی ہے:

عن صفوان بن محرز قلت لابن عمر حدثنی عن صلوٰۃ السفر قال اتخشی ان تکذب علی قلت لا قال رکعتان من خالف السنۃ کفر ۔[2]

صفوان بن محرز بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے سفر کی نماز کے بارے میں سوال کیا انھوں نے فرمایا کیا تم کو مجھ پر غلط بیانی کا خدشہ ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا دو رکعات اور جس نے آپ کی سنت کی مخالفت کی اس نے کفر کیا۔

منیٰ میں حضرت عثمان کے قصر نہ کرنے کی وجہ

ائمہ ثلاثہ اس بات سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منیٰ میں پوری نماز پڑھا کرتے تھے جیسا کہ اس باب کی بعض احادیث میں وارد ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بہت سے جوابات دیئے گئے ہیں جن میں سے اکثر مجروح ہیں (ان کی تفصیل عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۱۹ میں ہے) اس لیے ہم نے ان کو ترک کر دیا ہے۔ صحیح جواب یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں شادی کر لی تھی اور جو شخص جس جگہ شادی کر لے وہ بھی اس کا وطن ہو جاتا ہے اور وہاں اس کو پوری نماز پڑھنا لازم ہے۔ ملاحظہ کیجئے:

عن عبد الرحمٰن بن ابی ذباب عن ابیہ ان عثمان بن عفان صلی بمنیٰ اربع رکعات فانکرہ الناس علیہ فقال یا ایہا الناس انی تاھلت بمکۃ منذ قدمت وانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من تاھل ببلد فلیصل صلاۃ المقیم ۔[3]

ابو ذباب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان نے منیٰ میں چار رکعات پڑھیں لوگوں نے اس پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا: اے لوگو! میں نے مکہ میں آکر شادی کر لی ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جس شخص نے کسی شہر میں شادی کی وہاں پوری نماز پڑھے۔

امام بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں عکرمہ بن ابراہیم ہے اور یہ ضعیف ہے۔ علامہ ابن قیم اس کے جواب میں

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ ھ ۔

[2] شیخ علی بن محمد بن حزم متوفی ۴۵۶ ھ ۔ المحلی ج ۴ ص ۲۷۰ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر الطبعۃ الاولی ۱۳۴۸ ھ ۔

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ ۔ مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۶۲ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۸ ھ ۔

لکھتے ہیں:

قال ابو البرکات ابن تیمیہ ویمکن المطالبۃ بسبب الضعف فان البخاری ذکرہ فی تاریخہ ولم یطعن فیہ وعادتہ ذکر الجرح والمجروحین وقد نص احمد وابن عباس قبلہ ان المسافر اذا تزوج لزمہ الاتمام وھذا قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ومالک واصحابھما وھذا احسن ما اعتذر بہ عن عثمان[1]

ابو البرکات ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ وجہ ضعف بیان کیے بغیر ضعف کا اعتبار نہیں کیونکہ امام بخاری نے عکرمہ بن ابراہیم کا اپنی تاریخ میں عملاف عادت بغیر کسی طعن کے ذکر کیا ہے اور اس سے پہلے امام احمد اور حضرت ابن عباس نے تصریح کی ہے کہ مسافر جب کسی جگہ شادی کرلے تو اس جگہ اس کو پوری نماز پڑھنا لازم ہے۔ اور یہی امام ابو حنیفہ اور امام مالک اور ان کے اصحاب رحمہم اللہ کا قول ہے۔ اور یہ حضرت عثمان کی طرف سے بہترین جواب ہے۔

امام بیہقی کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ابی ذباب اور حضرت عثمان کے درمیان ایک راوی چھوٹا ہوا ہے اس لیے یہ حدیث منقطع ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرون ثلاثہ کا انقطاع حکماً اتصال ہے۔ اس لیے اس اعتراض کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

دیگر دلائل کا جواب

بعض روایات میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی منیٰ میں پوری نماز پڑھتی تھیں اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے منیٰ میں اقامت کی نیت کرلی تھی۔ ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ مسافر مقیم کی اقتداء کرتا ہے تو پوری نماز پڑھتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے اس کی وجہ سفر نہیں ہے بلکہ مقیم کی اقتداء ہے اور دو رکعت زائد نفل ہیں لیکن نفل شروع کرنے کے بعد لازم ہو جاتے ہیں۔

وطن کی اقسام اور احکام

علامہ سرخسی فرماتے ہیں کہ وطن کی تین اقسام ہیں۔ وطن اصلی جس کو وطن قرار بھی کہتے ہیں، وطن مستعار اور وطن سکنیٰ۔ وطن اصلی وہ شہر ہے جہاں کوئی شخص پیدا ہوا یا جس شہر میں اس نے شادی کی۔ وطن مستعار وہ شہر ہے جہاں وہ پندرہ دن یا اس سے زائد ٹھہرنے کی نیت کرے۔ وطن سکنیٰ وہ جگہ ہے جہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے۔ وطن اصلی صرف وطن اصلی سے باطل ہوتا ہے مثلاً اپنی جائے پیدائش کو چھوڑ کر کسی اور شہر میں رہائش اختیار کرلے، اور وطن مستعار، وطن اصلی اور وطن مستعار دونوں سے باطل ہو جاتا ہے۔ مثلاً وطن مستعار سے سفر کر کے وطن اصلی چلا جائے یا کسی اور جگہ پندرہ دن قیام کے لیے چلا جائے پھر سابق وطن مستعار میں پندرہ دن سے کم رہائش کے لیے ٹھہرے تو قصر کرے گا۔ وطن اصلی اور وطن مستعار میں نماز پوری پڑھے گا۔ اور وطن سکنیٰ میں قصر کرے گا۔[2]

سفر معصیت کے احکام

احناف کے نزدیک نماز قصر کرنے کی رخصت ہر سفر کو شامل ہے خواہ سفر مباح ہو، مستحب ہو، واجب ہو یا سفر معصیت ہو کیونکہ جن دلائل میں قصر کی رخصت ثابت ہے ان میں کوئی تخصیص نہیں ہے۔ نیز اگر کوئی شخص کوئی گناہ کرنے کے لیے سفر کر رہا ہے تو نفس سفر تو معصیت نہیں ہے[3]

---

[1] علامہ شمس الدین ابن قیم متوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد علی ہامش الزرقانی ج ۲ ص ۲۰۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۳ھ۔

[2] علامہ محمد بن احمد شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱ ص ۲۵۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

[3] علامہ کمال ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۱۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

اور امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک رخصت قصر سفر معصیت کو شامل نہیں ہے۔

سنن کا حکم

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سفر میں سنن مؤکدہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے[2]۔ اور احناف کے نزدیک روانگی اور سفر کی حالت میں نہ پڑھے اور رخصت پر عمل کرے البتہ صبح کی سنتیں پڑھے کیونکہ وہ واجب کے قریب ہیں اور جب حالت قیام میں ہو جیسے چند روز کے لیے کسی جگہ ٹھہرے تو سنن مؤکدات پڑھے[3]۔

کیا ہوائی جہاز سے کم وقت میں بغیر مشقت کے سفر کرنا رخصت قصر کے منافی ہے؟

بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تین دن کی سفر کی مسافت کو ہوائی جہاز کے ذریعے چند گھنٹوں میں طے کر لیتا ہے تو چونکہ اس سفر میں اس کو مشقت نہیں ہوتی اس لیے وہ شرعاً مسافر نہیں ہے اور وہ پوری نماز پڑھے گا، بنا بریں کوئی عورت زوج اور محرم کے بغیر بذریعہ ہوائی جہاز پاکستان سے سعودی عرب کے لیے روانہ ہو تو یہ شرعاً جائز ہے کیونکہ ہوائی جہاز کے ذریعے یہ سفر دو تین گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے اور اس میں کوئی مشقت نہیں ہے اور سفر شرعی کی علت مشقت ہے اور اس کی تائید علامہ ابن ہمام کی ایک عبارت سے ہوتی ہے، جو حسب ذیل ہے:

"سفر شرعی میں تین دن چلنے کا اعتبار ہے اگر کوئی تیز رفتار شخص مثلاً ڈاکیا (یاد رہے کہ علامہ ابن ہمام اپنے زمانے کے حالات کے اعتبار سے گفتگو کر رہے ہیں) ایک دن میں یہ مسافت طے کر لے تو وہ قصر بھی کرے گا اور افطار بھی کرے گا کیونکہ اس کے حق میں رخصت کا سبب متحقق ہو گیا اور وہ ہے اونٹ کی رفتار سے یا پیادہ تین دن چلنا اور یہ بہت جگہ مذکور ہے اور یہ اس اشکال کو اور قوی کر دیتا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے اور اس اشکال سے چھٹکارے کی یہی صورت ہے کہ یہ کہا جائے کہ جو مسافر تیز رفتاری سے تین دن کی مسافت کو ایک دن میں طے کر لیتا ہے اس کے لیے ایک دن میں قصر کرنا جائز نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ اگر کوئی شخص بطور کرامت تین دن کی مسافت ایک منٹ میں طے کر لے تو وہ بھی قصر کرے اور یہ بات بعید ہے کیونکہ اس سفر میں مشقت کا گمان نہیں ہے اور تین دن بدل مسافت کی علت مشقت ہے۔"[6]

علامہ ابن ہمام کی اس عبارت کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص ہوائی جہاز کے ذریعہ ڈیڑھ گھنٹہ میں لاہور سے کراچی پہنچ جاتا ہے یا ساڑھے تین گھنٹہ میں سعودی عرب پہنچ جاتا ہے تو وہ شرعاً مسافر نہیں ہو گا اور اس پر قصر لازم نہیں ہو گی کیونکہ اس سفر میں اس کو کوئی مشقت نہیں ہوتی نہ یہ تین دن کا سفر ہے لیکن یہ نظریہ متعدد وجوہ سے صحیح نہیں ہے

پہلی وجہ یہ ہے کہ آج کل ہوائی جہاز کا سفر عام ہے اور ہوائی جہاز کے ذریعے لوگ دس گھنٹہ میں لندن پہنچ جاتے ہیں۔

1۔ قاضی ابو الولید محمد بن رشد متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت

2۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب مع الشرح ج ۴ ص ۳۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

3۔ علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی [illegible]ھ، المغنی ج ۲ ص ۵۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

4۔ ″ ″ ″ ، المغنی ج ۲ ص ۹۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ۔

5۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲ ۵۳ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

6۔ علامہ ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر ج ۲ ص ۲/۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

اور اس میں کوئی مشقت نہیں ہوتی، اگر تم وہ سیٹوں پر ایئر کنڈیشنڈ ماحول میں بیٹھ کر سفر ہوتا ہے اور انیس بیس گھنٹے میں ہوائی جہاز کے ذریعے لوگ امریکہ پہنچ جاتے ہیں اور اس سفر میں بھی کوئی مشقت نہیں ہے۔ الغرض ہوائی جہاز کے ذریعے زیادہ سے زیادہ ایک دن (چوبیس گھنٹے) میں انسان جہاں چاہے بغیر مشقت کے پہنچ سکتا ہے۔ اس طرح ہوائی جہاز کے ذریعے شرعی سفر بالکل ختم ہو جائے گا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ شرعی سفر کی بنیاد تین دن پر ہے نہ کہ مشقت پر بلکہ تین دن کی مسافت پر ہے اور بکثرت احادیث میں اس کی تصریح ہے:

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الآخر تسافر مسیرۃ ثلاث لیال الا ومعہا ذو محرم۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ تین راتوں کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے کرے۔

فقہاء اسلام نے تین روز کی مسافت کو اونٹ کی رفتار یا پیادہ رفتار پر محمول کیا ہے یعنی آدمی اونٹ پر سوار ہو کر یا اپنی متوسط رفتار کے ساتھ پیدل چل کر کھانے پینے، عبادت اور آرام کے معمول کے ساتھ جتنی مسافت تین دن اور تین رات میں طے کر سکے اس مسافت کا سفر شرعی ہے۔

ملک العلماء علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

انما قدرنا بسیر الابل ومشی الاقدام لانہ الوسط لان ابطأ السیر سیر العجلۃ واسرع السیر سیر الفرس والبرید فکان اوسط انواع السیر سیر الابل ومشی الاقدام وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر الامور اوسطہا ولان الاقل والاکثر یتجاذبان فیستقر الامر علی الوسط وعلی ھذا یخرج ما روی عن ابی حنیفۃ فیمن سار فی الماء یوما وذلک فی البر ثلاثۃ ایام انہ یقصر الصلوۃ لانہ لا عبرۃ للاسراع وکذا لو سار فی البر الی موضع فی یوم او یومین وانہ بسیر الابل والمشی المعتاد ثلاثۃ ایام یقصر

ہم نے اونٹ کی رفتار اور پا پیادہ رفتار کا اعتبار اس لیے کیا ہے کہ یہ درمیانی رفتار ہے کیونکہ سب سے سست رفتار بیل گاڑی کی ہے اور سب سے تیز رفتار گھوڑے کی اور ڈاکیے کی ہے اور درمیانی رفتار اونٹ کی اور پیدل کی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہترین چیز درمیانی ہے نیز کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ میں تعارض ہے اس لیے اوسط کو معیار بنانا پڑے گا اسی اصول پر اس مسئلہ کی تخریج کی گئی ہے کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص پانی میں ایک دن کا سفر کرے اور وہ مسافت خشکی میں تین دن کی مسافت کے برابر ہو تو وہ نماز کو قصر کرے گا کیونکہ تیز رفتاری کا کوئی اعتبار نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی شخص خشکی میں کوئی مسافت ایک یا دو دن میں طے کرے اور اونٹ کی رفتار یا پیدل چلنے سے وہ مسافت تین دن میں طے کی جاتی ہو تو وہ نماز کو قصر کرے گا کیونکہ کم

[1] علامہ ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولی ۱۳۷۵ھ۔

اعتبارا للسیر المعتاد وعلی ھذا اذا سافر فی الجبال والعقبات انہ یعتبر مسیرۃ ثلاثۃ ایام فیھا لا فی السھل فالحاصل ان التقدیر بمسیرۃ ثلاثۃ ایام او بالمراحل فی السھل والجبل والبر والبحر [1]

اعتبار پیدل چلنے کی معروف رفتار کا ہے اسی طرح اگر کوئی شخص پہاڑوں اور گھاٹیوں میں سفر کرے گا تو پہاڑوں اور گھاٹیوں میں تین دن کا اعتبار ہوگا، خلاصہ بحث یہ ہے کہ (سفر شرعی میں) تین دن کی مسافت کا اعتبار ہے یا تین مراحل کا (جس سفر کو مسافر ایک دن میں طے کرے اس کو مرحلہ کہتے ہیں) خواہ یہ سفر میدانی علاقے میں ہو یا پہاڑی علاقے میں، خشکی میں ہو یا سمندر میں۔

علامہ کاسانی کی عبارت سے یہ واضح ہوگیا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک سفر میں تین دن کی عام اور معروف پیدل مسافت کا معیار ہے اور سمندر میں بھی اسی مسافت کا اعتبار ہوگا اور تیز رفتاری کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور ہم یہاں بیان کر چکے ہیں کہ یہ مسافت جمہور فقہاء کے نزدیک اٹھارہ فرسخ ہے اور یہی مفتی بہ ہے جو کہ چون میل شرعی ہے اور چون میل شرعی اکسٹھ انگریزی میل اور چھ سو چالیس گز کے برابر ہیں اور یہ اٹھانوے اعشاریہ سات تین چار کلومیٹر کے برابر ہیں اور مفتی بہ قول کے مطابق اکسٹھ میل کی مسافت کو عبور کرنے کے بعد قصر کے احکام لازم ہو جائیں گے خواہ یہ مسافت ٹرین سے عبور کی جائے، بحری جہاز سے یا ہوائی جہاز سے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ہر چند کہ علامہ ابن ہمام نے یہ کہا ہے کہ اگر تین دن کی مسافت ڈاکیا ایک دن میں طے کرے تو اس پر قصر نہیں ہونی چاہیے ورنہ لازم آئے گا کہ اگر صاحب کرامت ایک منٹ میں یہ مسافت طے کرے تو اس پر قصر ہو حالانکہ اس کے سفر میں کوئی مشقت نہیں ہے اور قصر کی علت مشقت ہے، تاہم جمہور فقہاء کی رائے علامہ ابن ہمام کے خلاف ہے ابھی ہم نے بدائع الصنائع کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ مسافت پانی کے سفر میں ایک دن میں طے ہو جائے تو پھر بھی قصر ہے کیونکہ تیز رفتاری کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور خود علامہ کاسانی نے تصریح کی ہے کہ تین دن کی مسافت کا سفر کوئی شخص ایک دن یا دو دن میں طے کرلے پھر بھی اس پر قصر لازم ہے کیونکہ معیار متوسط پیدل رفتار سے تین دن کی مسافت ہے نہ کہ وقت کا۔

علامہ زیلعی لکھتے ہیں:

قال اصحابنا اقل مسافۃ تتغیر فیھا الاحکام مسیرۃ ثلاثۃ ایام بسیر متوسط وھو سیر الابل ومشی الاقدام فی اقصر ایام السنۃ الی قولہ وذکر فی العیون عن ابی حنیفۃ انہ یعتبر مسیرۃ ثلاثۃ ایام فی البر وان

ہمارے فقہاء احناف کہتے ہیں وہ کم سے کم مسافت جس پر سفر کے احکام مرتب ہوتے ہیں متوسط پیدل رفتار سے سال کے سب سے چھوٹے دنوں میں سے تین دن چلنا ہے اور عیون میں امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ خشکی میں تین دن کی مسافت معیار ہے خواہ وہ اس مسافت کو تیز رفتاری سے دو دن یا اس سے کم وقت میں طے

[1] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۹۴ مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی ۱۴۰۰ھ

اسرع فی السیر وسار فی یومین او اقل [1]

کرے۔

علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

وفی السراج الوهاج اذا کانت المسافة ثلاثة ایام بسیر المعتاد فسار الیها علی البرید سیرا مسرعا او علی الفرس جریا حثیثا فوصل فی یومین قصر [2]

سراج وہاج میں ہے جب مسافت معروف رفتار کے ساتھ تین دن ہے اگر کوئی ڈاکیہ تیز رفتاری سے یا کوئی شخص گھوڑے کو مہمیز لگا کر دو دن میں یہ مسافت تیز رفتاری سے طے کرے تو قصر کرے گا۔

علامہ علائی لکھتے ہیں:

حتی لو اسرع فوصل فی یومین قصر [3]

حتیٰ کہ اگر مسافر تیز رفتاری سے دو دن میں پہنچ جائے تو قصر کرے۔

علامہ شامی اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وظاهره انه کذلک لو وصل الیه فی زمن یسیر بکرامة لکن استبعده فی الفتح بانتفاء مظنة المشقة وهی العلة فی القصر [4]

علامہ علائی نے جو یہ لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ اس مسافت کو کرامت کے ذریعے بہت کم وقت طے کرے تب بھی قصر کرے گا اور یہ ایسا ہی ہے لیکن علامہ ابن ہمام نے اس کو بعید از قیاس قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اس میں مشقت کی نفی کا گمان ہے اور یہی قصر کی علت ہے۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں:

فلو اسرع بریدة فقطع ما یقطع بالسیر الوسط فی ثلاثة ایام فی اقل منها قصر کما اذا سار فیها سیرا خارقا للعادة وصرح فی التبیین انه یکفی فی تقدیر المسافة بالمدة المذکورة بغلبة ولا یشترط الیقین [5]

اگر ڈاکیہ تیز رفتاری سے اس مسافت کو اس سے کم وقت میں طے کرے جو معروف رفتار سے تین دن میں طے کی جاتی ہے تو وہ قصر کرے اسی طرح اگر کوئی شخص کرامت سے اس مسافت کو کم وقت میں طے کرلے تو وہ بھی قصر کرے گا اور "تبیین الحقائق" میں تصریح ہے کہ اس مدت کا اندازہ کرنے کے لیے غلبہ ظن کافی ہے یقین کی ضرورت نہیں۔

عالمگیری میں ہے:

---

[1] علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق ج ۱ ص ۲۰۹، ۲۱۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۰، مطبوعہ مطبع علمیہ قاہرہ مصر ۱۳۱۱ھ۔

[3] علامہ محمد علاؤ الدین متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش الرد، ج ۱ ص ۵۳۵، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[4] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۵۳۵ " " "

[5] علامہ سید احمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۳۲ مطبوعہ المصطفیٰ البابی مصر ۱۳۵۶ھ

ولو كانت المسافة ثلاثا بالسير المعتاد فسار اليها بالفرس جريا حثيثا فوصل في يومين او اقل قصر كذا في الجوهرة النيرة[1]

اگر معروف رفتار سے مسافت تین دن ہو اور کوئی شخص تیز رفتار گھوڑے سے دو دن یا اس سے کم میں اس جگہ پہنچ جائے تو وہ قصر کرے گا۔ جوہرۃ النیرۃ میں بھی اسی طرح ہے۔

مذکورۃ الصدر حوالوں سے واضح ہو گیا کہ امام ابو حنیفہ متوفی ۱۵۰ھ، علامہ کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، علامہ زیلعی متوفی ۷۴۳ھ، علامہ ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، علامہ علائی متوفی ۱۰۸۸ھ، علامہ حدادی متوفی ۸۰۰ھ، علامہ طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، ان تمام فقہاء اسلام کے نزدیک سفر شرعی میں متوسط پیدل رفتار سے تین دن کی مسافت معتبر ہے۔ اور تیز رفتاری کا اعتبار نہیں ہے اور اگر کوئی شخص تیز رفتاری سے اس مسافت کو ایک دن یا اس سے بھی کم وقت میں طے کرے تو وہ قصر کرے گا۔ علی ہذا القیاس صاحب کرامت بھی اگر اس مسافت کو ایک منٹ میں طے کرے تو وہ بھی قصر کرے گا اس مسئلہ میں صرف علامہ ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ کی رائے تمام فقہاء سے منفرد ہے اور ظاہر ہے کہ جمہور کے مقابلے میں ان کی رائے کا کوئی وزن نہیں ہے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ علامہ ابن ہمام کا استدلال اس نظریہ پر مبنی ہے کہ قصر کی علت مشقت ہے اور اگر صاحب کرامت ایک منٹ میں یہ مسافت طے کر لے تو اس صورت میں اس کو کوئی مشقت نہیں ہوتی لہٰذا اس صورت میں قصر بھی نہیں ہونی چاہیے لیکن علامہ ابن ہمام کا یہ نظریہ درست نہیں ہے قصر کی علت مشقت نہیں بلکہ سفر ہے۔ صاحب ہدایہ اور فقہاء احناف نے قصر پر استدلال اس حدیث سے کیا ہے: یمسح المقیم کمال یوم و لیلۃ والمسافر ثلاثۃ ایام و لیالیھا۔۔۔[2] اس حدیث میں تین دن مسح کرنے کی رخصت کا حکم مسافر پر لگایا گیا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جب مشتق پر کوئی حکم لگایا جائے تو اس کا ماخذ اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے اور مسافر کا ماخذ اشتقاق سفر ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ مسافر کے لیے تین دن مسح کی رخصت کی علت سفر ہے۔ ہمارے اس بیان کی تائید علامہ عینی متوفی ۸۵۵ھ کی اس عبارت سے ہوتی ہے:

ان قوله المسافر يقتضي ان السفر هو العلة للقصر فكلما تحقق السفر تحقق المسح ثلاثة ايام ولياليهن لقوله تعالى الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة[3]

حدیث میں مسافر کا لفظ یہ تقاضا کرتا ہے کہ سفر ہی قصر کی علت ہے، پس جب بھی سفر متحقق ہو گا تین دن کی رخصت متحقق ہو گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول الزانیۃ والزانی میں زنا حد کی علت ہے۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض قصر کی علت مشقت بھی مان لی جائے تب بھی علامہ ابن ہمام کی یہ رائے صحیح نہیں ہے۔ بجز تحکم صاحب کرامت کو ایک منٹ میں یہ مسافت طے کرنے میں کوئی مشقت نہیں ہوتی اس لیے اس پر قصر نہیں ہے اس لیے

---

[1] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ عالمگیری ج ۱ ص ۱۳۹ مطبوعہ مطبع امیریہ کبری بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔
[2] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ
[3] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ البنایہ ج ۱ ص ۴۵۷ مطبوعہ مطبع مالی لکھنؤ منشی نولکشور۔

کہ جس طرح قواعد شرعیہ کلی ہوتے ہیں اور بعض جزئیات کا خروج ان کے حکم کلی کے منافی نہیں ہوتا اسی طرح بعض جزئیات کا خروج علت کے حکم کلی کے منافی نہیں ہوتا مثلاً خمر (انگور کی شراب) کا حرام ہونا اتفاقی ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ حرمت خمر کی علت اس کا (نشہ آور) ہونا ہے۔ اب اگر کسی عادی شرابی کو خمر کے پینے سے نشہ نہ ہو یا ایک گھونٹ خمر پینے سے کسی کو نشہ نہ ہو تو اس سے علت اسکار کے حکم کلی ہونے میں کوئی فرق واقع نہیں ہوگا اور باوجود اس کے کہ اس خمر پینے والے کو نشہ نہیں ہوا حد لگادی جائے گی۔ بالکل اسی طرح اگر کسی صاحب کرامت نے بغیر مشقت کے تین دن کی مسافت ایک منٹ میں طے کر لی تو اس پر بھی قصر کے احکام لازم ہوں گے اور اس مخصوص صورت میں مشقت کے نہ پائے جانے سے مشقت کے علت ہونے میں کوئی فرق واقع نہیں ہوگا اور وہ بدستور قصر کی علت رہے گی۔ بعض اوقات سبب کو مسبب کے قائم مقام تصور کر لیا جاتا ہے۔ خواہ بعض صورتوں میں سبب کے پائے جانے کے باوجود مسبب نہ پایا جاتا ہو۔ زیر بحث مسئلہ میں سفر مشقت کے قائم مقام ہے اور اکثر صورتوں میں تمام تر آسائشوں کے باوجود سفر مشقت کا باعث ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود اگر کسی خاص موقع یا مواقع پر سفر باعث مشقت نہ بھی ہو تو اس صورت میں شریعت کا یہ بنیادی اصول موثر رہے گا کیوں کہ شرعی قواعد بالعموم کلی نہیں اکثری ہوتے ہیں مثلاً قاعدہ کلیہ ہے کہ وضو کے چار فرائض ہیں لیکن جس کے دونوں پیر کٹے ہوئے ہیں اس کے حق میں وضو تین فرض ہیں۔ مثلاً قاعدہ ہے کہ دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں لیکن بلغاریہ میں جہاں عشاء کا وقت آنے سے پہلے فجر ہو جاتی ہے، چار نمازیں فرض ہیں۔ اسلام کے پانچ ارکان ہیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد جب تمام مسلمان مالدار ہو جائیں گے اور کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں ہوگا تو اس وقت کسی پر ادائیگی زکوٰۃ فرض نہیں رہے گی۔ الغرض جس طرح بعض شرعی قواعد حقیقت میں اکثری ہوتے ہیں لیکن عرفاً ان کو قاعدہ کلیہ ہی قرار دیا جاتا ہے۔ بنابریں اگر سفر کی علت مشقت ہی قرار دی جائے جب بھی یہ لازم نہیں آئے گا کہ اگر کسی خاص صورت میں مشقت نہ ہو تو قصر بھی نہ ہو بہرحال اول تو علامہ ابن ہمام کا قصر کو مشقت پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیوں کہ قصر کی علت سفر ہے۔ اور اگر بالفرض صحیح بھی ہو تو اس سے یہ لازم نہیں ہے کہ جہاں مشقت نہ ہو وہاں قصر بھی نہ ہو لہٰذا جو مسلمان ہوائی جہاز سے اس مسافت کو عبور کریں ان پر قصر لازم ہے اور عورت بغیر محرم کے اس مسافت کو شرعاً عبور نہیں کر سکتی اس لیے بغیر زوج یا محرم کے اس کا حج پر جانا جائز نہیں ہے۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ:

یہ تمام بحث اس صورت میں ہے کہ عورت کے حج پر جانے کے مسئلے کو ان احادیث کی روشنی میں لیا جائے جن میں عورت کو بغیر زوج یا محرم کے تین دن کے سفر سے منع کیا گیا ہے لیکن اس مسئلہ میں بعض صریح احادیث ایسی بھی ہیں جن میں زوج یا محرم کے بغیر عورت کو براہ راست حج کرنے سے آپ نے منع فرمایا ہے پھر اس بحث کی ضرورت ہی نہیں رہتی کہ

....

ہوائی جہاز کے سفر میں چونکہ مشقت نہیں ہوتی اس لیے عورت بغیر زوج یا محرم کے حج پر جا سکتی ہے اور صاحب ہدایہ اور دیگر فقہاء احناف نے جہاں عورت کو زوج یا محرم کے بغیر حج کرنے سے منع کیا ہے وہاں یہی حدیث پیش کی ہے:

عن ابن عباس قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تحجن امرأة الا ومعها ذو محرم[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت بغیر محرم کے ہرگز حج نہ کرے۔

سنن دار قطنی میں یہ حدیث حضرت ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

بَابُ ۲۳۵ الصَّلٰوةِ فِي الرِّحَالِ فِي الْمَطَرِ

بارش میں قیام گاہوں کے اندر نماز پڑھنے کا جواز

۱۴۹۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَذَّنَ بِالصَّلٰوةِ فِي لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَّرِيْحٍ فَقَالَ اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ ثُمَّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ الْمُؤَذِّنَ اِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ بَارِدَةٌ ذَاتُ مَطَرٍ يَقُوْلُ اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ ایک سرد رات کو جب ہوا چل رہی تھی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اذان دے کر فرمایا "سنو! قیام گاہوں میں نماز پڑھ لو" پھر کہا جب رات کو سردی اور بارش ہوتی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کو یہ کہنے کا حکم دیتے "سنو! قیام گاہوں میں نماز پڑھ لو۔"

۱۴۹۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِي قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ نَادٰى بِالصَّلٰوةِ فِي لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَّرِيْحٍ وَّمَطَرٍ فَقَالَ فِي اٰخِرِ نِدَائِهِ اَلَا صَلُّوْا فِي رِحَالِكُمْ اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ الْمُؤَذِّنَ اِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ بَارِدَةٌ اَوْ ذَاتُ مَطَرٍ فِي السَّفَرِ اَنْ يَّقُوْلَ اَلَا صَلُّوْا فِي رِحَالِكُمْ۔

نافع بیان کرتے ہیں ایک رات سردی اور آندھی تھی اور بارش ہو رہی تھی۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اذان دی اور آخر میں کہا سنو! اپنی قیام گاہوں میں نماز پڑھ لو، سنو! قیام گاہوں میں نماز پڑھ لو، پھر کہا جب سفر میں رات کو سردی یا بارش ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کو یہ کہنے کا حکم دیتے سنو! اپنی قیام گاہوں میں نماز پڑھ لو۔

۱۴۹۹ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ضجنان میں اذان دے کر فرمایا: اپنی اپنی قیام گاہوں

---

[1] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی مطبوعہ نشر السنہ ملتان۔

أَنَّهُ نَادَى بِالصَّلٰوةِ بِضَجْنَانَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِهِ وَقَالَ أَلَا صَلُّوْا فِيْ رِحَالِكُمْ وَلَمْ يُعِدْ ثَانِيَةً أَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ مِنْ قَوْلِ ابْنِ عُمَرَ۔

میں نماز پڑھ لو۔

۱۵۰۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا أَبُوْ خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَمُطِرْنَا فَقَالَ لِيُصَلِّ مَنْ شَاءَ مِنْكُمْ فِيْ رَحْلِهِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے جب بارش ہونے لگی تو آپ نے فرمایا تم میں سے جس کا دل چاہے اپنی قیام گاہ میں نماز پڑھ لے۔

۱۵۰۱ - حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ نَا إِسْمٰعِيْلُ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ صَاحِبِ الزِّيَادِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ لِمُؤَذِّنِهِ فِيْ يَوْمٍ مَطِيْرٍ إِذَا قُلْتَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَلَا تَقُلْ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ قُلْ صَلُّوْا فِيْ بُيُوْتِكُمْ قَالَ فَكَانَ النَّاسَ اسْتَنْكَرُوْا ذَاكَ فَقَالَ أَتَعْجَبُوْنَ مِنْ ذَا قَدْ فَعَلَ ذَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ إِنَّ الْجُمُعَةَ عَزْمَةٌ وَإِنِّيْ كَرِهْتُ أَنْ أُحْرِجَكُمْ فَتَمْشُوْا فِي الطِّيْنِ وَالدَّحْضِ۔

عبد اللہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ بارش والے دن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے موذن سے فرمایا جب تم اشهد ان لا اله الا الله۔ اشهد ان محمدا رسول الله۔ کہہ چکو تو حی علی الصلوۃ کی جگہ صلوا فی بیوتکم (اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو) کہنا۔ لوگوں کو یہ نئی بات معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا تم اس پر تعجب کرتے ہو! یہ کلمات انھوں نے کہے ہیں جو مجھ سے بہتر تھے ہر چند کہ جماعت سے نماز پڑھنا سنت موکدہ ہے لیکن میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ تم کیچڑ اور پھسلن میں چل کر جاؤ۔

۱۵۰۲ - وَحَدَّثَنِيْهِ أَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْحَارِثِ قَالَ خَطَبَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ يَوْمٍ ذِيْ رَدْغٍ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ ابْنِ عُلَيَّةَ وَلَمْ يَذْكُرِ الْجُمُعَةَ وَقَالَ قَدْ فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُوْ كَامِلٍ نَا حَمَّادٌ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بِنَحْوِهِ۔

عبد اللہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کیچڑ اور پانی والے دن میں تقریر کی اس حدیث میں جماعت کا ذکر نہیں ہے جیسا کہ ابن علیہ کی روایت میں ہے اور یہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ مجھ سے بہتر یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام کیا ہے۔

۱۵۰۳ - وَحَدَّثَنِيْ أَبُو الرَّبِيْعِ الْعَتَكِيُّ هُوَ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ قَالَ نَا أَيُّوْبُ وَعَاصِمٌ الْأَحْوَلُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔ البتہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں کیا۔

فِي حَدِيثِهِ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

۱۵۰۴ - وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا ابْنُ شُمَيْلٍ قَالَ أَنَا شُعْبَةُ قَالَ نَا عَبْدُ الْحَمِيدِ صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْحَارِثِ قَالَ أَذَّنَ مُؤَذِّنُ ابْنِ عَبَّاسٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي يَوْمٍ مَطِيرٍ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ قَالَ وَكَرِهْتُ أَنْ تَمْشُوا فِي الدَّحْضِ وَالزَّلَلِ .

عبد اللہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مؤذن نے جمعہ کے دن جب بارش ہو رہی تھی اذان دی اور حضرت ابن عباس نے کہا میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ تم کیچڑ اور پانی میں چلو

۱۵۰۵ - وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَمَرَ مُؤَذِّنَهُ فِي حَدِيثِ مَعْمَرٍ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ فِي يَوْمٍ مَطِيرٍ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ وَذَكَرَ فِي حَدِيثِ مَعْمَرٍ فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

عبد اللہ بن عباس سے کچھ لفظی تغیر کے ساتھ حسب سابق روایت منقول ہے۔

۱۵۰۶ - وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحٰقَ الْحَضْرَمِيُّ قَالَ نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا أَيُّوبُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ وُهَيْبٌ لَمْ يَسْمَعْهُ مِنْهُ قَالَ أَمَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ مُؤَذِّنَهُ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ فِي يَوْمٍ مَطِيرٍ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ ۔

عبد اللہ بن حارث بیان کرتے ہیں حضرت ابن عباس نے جمعہ کے دن بارش میں اپنے مؤذن کو حکم دیا باقی حدیث حسب سابق ہے۔

رحل کا معنی

اس باب کی احادیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کے وقت اذان کے بعد مؤذن کو حکم دیا: "الاصلوا فی الرحال" (سنو! نماز گھروں میں پڑھو) کہا۔ اس لیے ہم رحل کے معنی کی تحقیق بیان کرتے ہیں۔ علامہ ابن منظور فرماتے ہیں:

الرحل مرکب للبعیر و الناقۃ وجمعہ ارحل و رحال والرحل فی غیر ھذا منزل الرجل ومسکنہ وبیتہ و فی الحدیث اذا ابتلت النعال فالصلوۃ فی الرحال وقال ابن الاثیر فالصلوۃ فی الرحال یعنی الدور والمساکن

رَحل: اونٹ اور اونٹنی کے پالان کو کہتے ہیں، اس کی جمع آرحل اور رحال آتی ہے انسان کی قیام گاہ اور گھر کو بھی رحل کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے جب تمہاری جوتیاں بھیگ جائیں تو رحال میں نماز پڑھو۔ ابن اثیر نے کہا اس حدیث میں رحال گھر مسکن اور قیام گاہ

والمنازل [1] کے معنی میں ہے۔

جماعت اور جمعہ سے رخصت

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بارش کے عذر کی بناء پر جماعت کو ترک کرنا جائز ہے اور شدید بارش کی وجہ سے جمعہ کو ترک کرنا بھی جائز ہے، علامہ بدر الدین عینی حنفی [2] اور علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی [3] نے کہا ہے کہ بارش کے عذر کی بناء پر جماعت کو ترک کرنا جائز ہے اور عام حالات میں جماعت سنت مؤکدہ ہے، علامہ وشتانی مالکی کہتے ہیں کہ شدید بارش کی بناء پر امام احمد کے نزدیک جمعہ کو ترک کرنا جائز ہے اور امام مالک کے دو قول ہیں ایک میں جواز اور دوسرے میں عدم جواز کا قول ہے [4]۔

الاصلوا فی الرحال

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ بارش کے وقت الا صلوا فی الرحال کے کلمات حی علی الصلوٰۃ کی جگہ پڑھنے چاہئیں اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول سے پتا چلتا ہے کہ اذان کے بعد پڑھنے چاہئیں، علامہ عینی حنفی [5] اور علامہ نووی شافعی [6] کہتے ہیں کہ یہ دونوں امر جائز ہیں لیکن افضل یہ ہے کہ اذان کے بعد یہ کلمات کہے جائیں۔ علامہ وشتانی مالکی کے کلام سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے [7]۔

اذان کے درمیان کلام کا حکم

علامہ وشتانی مالکی کہتے ہیں کہ ان احادیث کے پیش نظر امام احمد بن حنبل نے اثناء اذان میں کلام کو (بلا کراہت) جائز قرار دیا ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک اذان کے درمیان کلام کرنا مکروہ ہے [8]۔ علامہ نووی شافعی نے اس مسئلہ پر مفصل گفتگو کی ہے لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ اذان کے کلمات کو پے بہ پے کہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر اذان کے درمیان مؤذن تھوڑی دیر خاموش رہا تو اذان باطل نہیں ہوگی اور وہ خاموشی کے وقفہ کے بعد باقی اذان کہے گا اگر اذان کے درمیان مؤذن نے کلام کیا تو یہ بالاتفاق مکروہ ہے اگر اذان کے درمیان کوئی شخص اس کو سلام کرے یا اس کو چھینک آئے تو جواب نہ دے اور اگر جواب دیا تو ہر چند کہ یہ مکروہ نہیں ہے مگر خلاف اولیٰ ہے اگر اذان کے درمیان اس نے کسی نابینا شخص کو کنویں کے پاس گرنے کے قریب دیکھا یا دیکھا کہ سانپ کسی غافل شخص کی طرف دوڑ رہا ہے تو اس پر ان کو خبردار کرنا واجب ہے اور بعد میں باقی اذان کہے گا اور جب کسی مصلحت کی وجہ سے اذان کے درمیان معمولی کلام کیا تو اذان باطل نہیں ہوگی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اثناء خطبہ میں کلام کیا ہے البتہ ضرورت کے وقت اذان میں کلام بطریق اولیٰ جائز ہوگا اور اگر اذان کے درمیان طویل کلام کیا یا طویل سکوت کیا یا سو گیا یا اس پر جنون یا بے ہوشی طاری ہو گئی تو اذان دہرانے

---

[1] علامہ ابن منظور مصری متوفی ۷۱۱ھ لسان العرب ج ۱۱ ص ۲۷۲-۲۷۳ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۲۸ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۴۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

[4] علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

[5] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۲۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر

[6] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۴۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

[7] علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[8] ۔

یا نہ دہرانے کے بارے میں فقہاء شافعیہ کے دو قول ہیں۔ علامہ رافعی نے کہا جب فرقہ طویل ہو تو بہرحال اذان دہرانا افضل ہے امام شافعی نے کتاب الام میں فرمایا جو چیزیں اذان میں مکروہ ہیں اقامت میں بھی مکروہ ہیں اور طویل وقفہ میں اذان کا دہرانا افضل ہے واجب نہیں ہے۔ لہ

بَابٌ ٢٣٦ جَوَازِ صَلٰوةِ النَّافِلَةِ عَلَى الدَّآبَّةِ فِي السَّفَرِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ

سفر میں سواری پر نماز پڑھنے کا جواز

١٥٠٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي سُبْحَتَهُ حَيْثُ مَا تَوَجَّهَتْ بِهِ نَاقَتُهُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر نفل نماز پڑھا کرتے تھے خواہ اونٹنی کا منہ کسی طرف ہوتا۔

١٥٠٨ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي عَلٰى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر نماز پڑھا کرتے تھے خواہ اونٹنی کا منہ کسی طرف ہوتا۔

١٥٠٩ - وَحَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ قَالَ نَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ قَالَ نَا سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَهُوَ مُقْبِلٌ مِّنْ مَّكَّةَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ عَلٰى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ كَانَ وَجْهُهُ قَالَ وَفِيْهِ نَزَلَتْ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری پر نماز پڑھی خواہ اس کا منہ کسی طرف ہو درآں حالیکہ آپ مکہ سے مدینہ کی طرف جا رہے تھے۔ اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) "تم جس طرف منہ کرو گے اللہ ہی کی ذات ہے۔"

١٥١٠ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ الْمُبَارَكِ وَابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ كُلُّهُمْ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِيْ حَدِيْثِ ابْنِ مُبَارَكٍ وَابْنِ اَبِيْ زَائِدَةَ ثُمَّ تَلَا ابْنُ عُمَرَ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ وَقَالَ فِيْ هٰذَا نَزَلَتْ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

١٥١١ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

لہ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ شرح المہذب مع الشرح ج ۳، ص ۱۱۵، ۱۱۳ ملخصاً مطبوعہ دارالفکر بیروت

مَالِكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى حِمَارٍ وَهُوَ مُوَجِّهٌ إِلَى خَيْبَرَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دراز گوش پر نماز پڑھ رہے تھے دراں حالیکہ آپ کا منہ خیبر کی طرف تھا۔

۱۵۱۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ قَالَ كُنْتُ أَسِيرُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِطَرِيقِ مَكَّةَ قَالَ سَعِيدٌ فَلَمَّا خَشِيتُ الصُّبْحَ نَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ ثُمَّ أَدْرَكْتُهُ فَقَالَ لِي ابْنُ عُمَرَ أَيْنَ كُنْتَ فَقُلْتُ لَهُ خَشِيتُ الْفَجْرَ فَنَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ أَلَيْسَ لَكَ فِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسْوَةٌ فَقُلْتُ بَلَى وَاللّٰهِ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ عَلَى الْبَعِيرِ۔

سعید بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ مکرمہ کے راستہ پر جا رہا تھا جب فجر طلوع ہونے کا خدشہ ہوا تو میں نے سواری سے اتر کر وتر پڑھے اور پھر ان سے جا ملا۔ حضرت ابن عمر نے مجھ سے پوچھا: کہاں گئے تھے؟ میں نے کہا طلوع فجر کے خوف سے وتر پڑھ رہا تھا۔ حضرت ابن عمر نے کہا کیا تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نمونہ نہیں ہے؟! میں نے کہا بخدا کیوں نہیں؟ تب حضرت عمر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر وتر کی نماز پڑھا کرتے تھے۔

۱۵۱۳۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے خواہ اس کا منہ کسی طرف ہو۔ عبد اللہ بن دینار کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

۱۵۱۴۔ وَحَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ عَلَى رَاحِلَتِهِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر وتر پڑھا کرتے تھے

۱۵۱۵۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَبِّحُ عَلَى الرَّاحِلَةِ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ وَيُوتِرُ عَلَيْهَا غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي عَلَيْهَا الْمَكْتُوبَةَ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر نفل پڑھا کرتے تھے خواہ اس کا منہ کسی طرف ہو، اسی سواری پر وتر پڑھتے تھے مگر فرض نماز اس پر نہیں پڑھتے تھے۔

۱۵۱۶ - وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ وَحَرْمَلَةُ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ رَاَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي السُّبْحَةَ بِاللَّيْلِ فِي السَّفَرِ عَلٰى ظَهْرِ رَاحِلَتِهٖ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ۔

حضرت عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں رات کو اپنی سواری پر نفل پڑھا کرتے تھے خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو۔

۱۵۱۷ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا هَمَّامٌ قَالَ نَا اَنَسُ بْنُ سِيْرِيْنَ قَالَ تَلَقَّيْنَا اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِيْنَ قَدِمَ الشَّامَ فَتَلَقَّيْنَاهُ بِعَيْنِ التَّمْرِ فَرَاَيْتُهٗ يُصَلِّي عَلٰى حِمَارٍ وَوَجْهُهٗ ذٰلِكَ الْجَانِبَ وَاَوْمَى هَمَّامٌ عَنْ يَسَارِ الْقِبْلَةِ فَقُلْتُ لَهٗ رَاَيْتُكَ تُصَلِّي لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ قَالَ لَوْلَا اَنِّي رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهٗ لَمْ اَفْعَلْهُ۔

انس بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب شام سے آئے تو عین التمر کے مقام پر ہم نے ان سے ملاقات کی، میں نے دیکھا کہ وہ دراز گوش پر نماز پڑھ رہے تھے اور اس کا منہ اس جانب تھا، (ہمام کہتے ہیں کہ اس کا منہ قبلہ کی بائیں جانب تھا) میں نے ان سے کہا کہ آپ قبلہ کو چھوڑ کے دوسری جانب منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے کہا اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو کبھی نہ کرتا۔

سواری پر نوافل کے جواز میں مذاہب

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ ان احادیث کی وجہ سے سواری پر نفل پڑھنا جائز ہیں البتہ فرائض بغیر عذر صحیح کے سواری پر پڑھنا جائز نہیں ہیں [1]۔ علامہ وشتانی لکھتے ہیں کہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک سفر شرعی میں سواری پر نفل پڑھنا جائز ہے خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو البتہ ابتداء میں سواری کا منہ قبلہ کی طرف ہو تو مستحسن ہے [2] اور امام محمد فرماتے ہیں:

قلت ارأيت المسافر اذا اراد ان يصلي تطوعا وهو على دابته يسير كيف يصنع؟ قال يصلي على دابته حيث توجهت به تطوعا يومي ايماء ويجعل السجود اخفض من الركوع قلت فعلى اى الدواب كان اجزاه قال نعم۔

میں نے امام ابو حنیفہ سے پوچھا مجھے بتلائیے کہ جب اثناء سفر میں مسافر چلتی ہوئی سواری پر نفل پڑھنے کا ارادہ کرے تو کیا وہ پڑھ سکتا ہے؟ امام نے فرمایا وہ اپنی سواری پر اشاروں سے نفل پڑھے اور سجدہ میں رکوع کی بہ نسبت زیادہ جھکے خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو۔ میں نے پوچھا خواہ کسی قسم کی سواری ہو وہ نفل پڑھ سکتا ہے؟ فرمایا ہاں [3]۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک ہر قسم کی سواری پر نفل پڑھنا جائز ہیں۔

---

[1]. علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۴۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[2]. علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۳۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

[3]. امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ المبسوط ج ۱ ص ۲۹۵ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ۔

بحری جہاز پر نماز

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بحری جہاز میں فرض نماز باوجود قیام پر قدرت کے بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے اور امام ابویوسف اور محمد کے نزدیک جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر ہے تو بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اور قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے اگر بعد میں جہاز قبلہ سے رخ بدلے تو وہ بھی اپنا رخ بدل لے۔ بحری جہاز پر نماز کے جواز میں حسب ذیل احادیث ہیں۔

عن یونس عن ابن سیرین قال خرجت مع انس الی بنی سیرین فی سفینۃ عظیمۃ قال فامنا فصلی بنا فیہا جلوسا رکعتین ثم صلی بنا رکعتین اخراوین[1]

یونس بیان کرتے ہیں کہ ابن سیرین نے کہا میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بحری جہاز پر بنو سیرین گیا، حضرت انس نے بیٹھ کر ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی۔ اس کے بعد دو رکعت اور نماز پڑھائی۔

عن عبد اللہ بن ابی عتبۃ قال کنت مع جابر بن عبد اللہ وابی سعید الخدری وابی الدرداء واراہ ذکر اباھریرۃ فی سفینۃ فلما الذی امنا قائما ولو شئنا ان نخرج لخرجنا[2]

عبد اللہ بن ابی عتبہ کہتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ ابو سعید خدری، اور ابوالدرداء کے ساتھ کشتی میں تھا انہوں نے ہم کو کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھائی دراں حالیکہ اگر ہم کشتی سے نکل کر جانا چاہتے تو جا سکتے تھے۔ میرا گمان ہے کہ راوی نے ان میں ابوہریرہ کا بھی ذکر کیا ہے۔

عن قتادۃ قال صل فی السفینۃ ولا تشق علی اصحابک۔[3]

قتادہ کہتے ہیں کہ کشتی میں نماز پڑھو اور اپنے ساتھیوں پر نماز دشوار نہ کرو۔ (یعنی بیٹھ کر پڑھو)

عن عطاء قال یصلون فی السفینۃ قیاما الا ان یخافوا ان یغرقوا فیصلون جلوسا یتبعون القبلۃ حیث مالت[4]

عطاء بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے سوائے اسکے کہ انہیں غرق ہونے کا خوف ہو، پھر بیٹھ کر نماز پڑھتے اور جیسے کشتی قبلہ سے ہٹتی وہ بھی ہٹتے رہتے۔

امام محمد فرماتے ہیں:

قلت ارایت مسافرا صلی الفریضۃ فی السفینۃ وھو یستطیع الخروج منھا قال احب الی ان یخرج منھا قلت فان لم یفعل؟ قال یجزیہ قلت فان کانوا جماعۃ

میں نے امام ابوحنیفہ سے کہا مجھے بتائیے ایک مسافر کشتی میں فرض نماز پڑھتا ہے حالانکہ وہ کشتی سے نکل کر بھی نماز پڑھ سکتا ہے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا میرے نزدیک مستحب یہ ہے۔

---

[1] حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ۔ المصنف ج ۲ ص ۲۶۶ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔ الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ۔
[2] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ۔ المصنف ج ۲ ص ۵۸۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۳۹۲ھ
[3] ″ ″ ۔ المصنف ج ۲ ص ۵۸۱ ″ ″
[4] ″ ″ ۔ المصنف ج ۲ ص ۵۸۱ ″ ″

فصلوا فیها جماعة؟ قال یجزیهم. قلت فان صلوا فیها قعودا وهم لا یستطیعون القیام ویستطیعون الخروج من السفینة؟ قال یجزیهم. قلت وکذلك لو کان امامهم وخلفه قوم قعودا یصلی بهم؟ قال: نعم.

کہ وہ کشتی سے نکل کر نماز پڑھے۔ میں نے پوچھا اگر وہ ایسا نہ کرے؟ فرمایا اس کی نماز ہو جائے گی میں نے پوچھا: اگر کشتی میں لوگ جماعت سے نماز پڑھیں؟ فرمایا ان کی جماعت ہو جائے گی۔ میں نے پوچھا اگر وہ کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھیں جبکہ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں جبکہ وہ کشتی سے نکل کر نماز پڑھنے کی قدرت رکھتے ہوں؟ فرمایا ان کی نماز ہو جائے گی۔ میں نے پوچھا اگر اسی طرح جماعت کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھیں فرمایا ہاں۔

وهذا قول ابی حنیفة وقال ابو یوسف ومحمد لا یجزیهم اذا کانوا یستطیعون القیام ان یصلوا قعودا قلت ارأیت الرجل اذا صلی بالقوم فی سفینة وهی تدور فی الماء قال علیهم ان یتوجهوا الی القبلة کلما دارت السفینة بهم۔[1]

یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے، اور امام ابو یوسف اور (امام) محمد کہتے ہیں جب وہ قیام کی طاقت رکھنے کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھیں تو ان کی نماز جائز نہیں ہے۔ میں نے پوچھا یہ بتلائیے کہ ایک شخص کشتی میں جماعت کرا رہا ہے اور کشتی پانی میں گھوم رہی ہے آپ نے فرمایا ان پر قبلہ کی طرف متوجہ رہنا لازم ہے کشتی کے ساتھ ساتھ وہ بھی گھومتے رہیں۔

امام ابوحنیفہ نے کشتی میں نماز کے بارے میں جتنے احکام بیان کیے ہیں ان سب کا ثبوت ان آثار صحابہ میں موجود ہے جن کا ذکر ہم نے مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبد الرزاق کے حوالہ سے کیا ہے صرف ایک بات وضاحت طلب رہ جاتی ہے کہ امام ابوحنیفہ قیام پر قدرت کے باوجود کشتی میں بیٹھ کر نماز کو جائز قرار دیتے ہیں جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد ایسی صورت میں قیام کو لازم قرار دیتے ہیں ہرچند کہ آثار صحابہ میں امام ابوحنیفہ کی تائید موجود ہے لیکن ہم امام ابوحنیفہ کے مؤقف کو مزید واضح کرنا چاہتے ہیں۔

امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ظاہر قیاس پر مبنی ہے اور امام ابوحنیفہ کا قول استحسان پر مبنی ہے۔ وجہ استحسان یہ ہے کہ جو شخص کشتی میں کھڑا ہوتا ہے عام طور پر اس کے سر میں چکر آتے ہیں اور حکم عام احوال کے مطابق لاگو کیا جاتا ہے شاذ اور نادر احوال پر حکم نہیں لگایا جاتا، جیسا کہ لیٹے ہوئے شخص کی نیند کو وضو ٹوٹنے کا سبب قرار دیا ہے کیونکہ عام طور پر ایسی صورت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح کنواری لڑکی کے سکوت کو حیاء کے باعث رضا قرار دیا ہے کیونکہ عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے اگرچہ بعض جزئیات اس کے خلاف بھی ہوتی ہیں۔

ریل میں نماز ائمہ اربعہ اور فقہاء متقدمین کے زمانہ میں ریل گاڑی ایجاد نہیں ہوئی تھی، یہ بعد کی ایجاد ہے اس لیے ہمیں ریل گاڑی میں نماز کے مسئلہ کو سابقہ نظائر میں تلاش کرنا ہوگا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چوپایہ (اونٹنی یا گھوڑی اور سواری) پر فرض نہیں پڑھتے تھے اور نفل

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، المبسوط ج ۱ ص ۴۰۲-۴۰۳ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ۔

پڑھتے تھے [1] اور فقہاء اربعہ بھی اس بات پر متفق ہیں کہ چوپایہ پر نفل جائز ہیں اور فرض جائز نہیں اور کشتی پر فرض کے جواز میں ائمہ اربعہ متفق ہیں۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ کشتی پر فرض بالاجماع جائز ہے [2] اب دیکھنا یہ ہے کہ ریل کشتی کے حکم میں ہے یا چوپایہ کے۔ چوپایہ اور ریل میں ایک واضح اور بنیادی فرق یہ ہے کہ چوپایہ ذی روح اور ذی اختیار وارادہ ہے جبکہ ریل غیر ذی روح اور غیر ذی اختیار وارادہ ہے اس لحاظ سے ریل کشتی کے مشابہ ہے۔ اور بحری جہاز اور ریل میں یہ امور مشترک ہیں دونوں ریل اور سٹیم انجن سے چلتے ہیں۔ دونوں کا چلانے والا ڈرائیور ہے یعنی چوپایہ کی طرح ان کا از خود چلنا متصور نہیں ہے۔ فقہاء نے کشتی میں نماز کے جواز کی وجہ یہ بھی بیان کی ہے کہ کشتی میں گھر یا مکان کی طرح موضع قرار حاصل ہے اور چوپایہ میں موضع قرار حاصل نہیں ہے [3] اور کشتی کے چلنے سے کشتی میں سوار شخص کا عرفاً مکان اور جگہ تبدیل نہیں ہوتی۔ ریل میں بھی یہ دونوں وجہیں مشترک ہیں پھر ہمیں کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ریل کو کشتی پر قیاس نہ کیا جائے اور ریل میں فرائض کے جواز کا حکم نہ عائد کیا جائے۔

ہر باشعور شخص جانتا ہے کہ اس زمانہ میں ریل سفر کا ایک معتاد اور معروف ذریعہ ہے جس سے ہر طبقہ کے لوگ استفادہ کرتے ہیں اور ریل کا سفر مسافروں کی منازل سفر کے اعتبار سے بعض اوقات چند گھنٹوں سے لیکر ایک یا دو دن سے زیادہ تک مسلسل جاری رہتا ہے اور اس سفر کے دوران کئی نمازوں کے اوقات آتے ہیں اس بات کو بھی سب جانتے ہیں کہ ہنگامی صورت حال کے علاوہ ریل کے اسٹیشن یعنی رکنے کے مقامات اور اوقات معین ہوتے ہیں اور ایک ریل کے اوقات کار کے ساتھ اس لائن پر چلنے والی متعدد ریلوں کی آمد و رفت کا نظام مربوط ہوتا ہے اور ان میں رد و بدل ہر شخص کے بس میں نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی شخص ہر مقام پر اور ہر وقت حسب منشاء نماز یا کسی اور مقصد کے لیے ریل کو رکوا سکتا ہے۔ بلکہ ناگزیر اور غیر معمولی حالات کے علاوہ ایسا کرنا قانوناً جرم ہے اور اگر کوئی شخص اپنی دانست میں انتہائی تقویٰ کا مظاہرہ کرتے ہوئے نماز ادا کرنے کے لیے چلتی گاڑی سے اتر کر نماز پڑھنا چاہے تو اسے سوائے خود کشی کے اور کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔ خلاصہ یہ کہ چلتی ہوئی ریل سے اتر کر نماز پڑھنے میں جان اور مال دونوں کی ہلاکت کا یقینی خطرہ ہے بعض اوقات ایکسپریس ٹرین مسلسل دو سوا دو گھنٹہ تک دوڑتی رہتی ہے اور شالیمار ایسی ٹرینیں چار سے پانچ گھنٹہ تک مسلسل دوڑتی رہتی ہیں اور اس دوران بعض نمازوں کا وقت آکر نکل جاتا ہے کیونکہ فجر اور مغرب کا وقت بالعموم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ ہوتا ہے اور ان کا وقت کسی موسم میں بھی ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ نہیں ہوتا اور احناف کے مذہب پر عصر کا وقت بھی بالعموم ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ نہیں ہوتا اس دوران اگر مسافر نماز نہ پڑھیں تو فرض کے تارک قرار پائیں گے اور ان کو نماز سے روکنے والا "ارءیت الذی ینھی عبدا اذا صلی" (علق: ١٠) بھلا اس شخص کو

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ٢٦١ھ صحیح مسلم ج ١ ص ٢٤٢ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ١٣٧٥ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ٦٧٦ھ شرح مسلم ج ١ ص ٢٤٥ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ١٣٧٥ھ۔

[3] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ٤٨٣ھ، المبسوط ج ٢ ص ٢ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ الاولیٰ ١٤٠٠ھ۔

ایضاً۔ ملک العلماء علاؤ الدین بن مسعود کاسانی متوفی ٥٨٧ھ، بدائع الصنائع ج ١ ص ١١٠ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی ١٤٠٠ھ۔

ایضاً۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ۔ رد المحتار ج ١ ص ١١٤ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ١٣٢٧ھ۔

دیکھو جو (اللہ کے) بندے کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے؟) کی وعید میں داخل ہونے کے خطرہ میں ہے۔

لہٰذا یہ مسئلہ علماء کے لیے غور طلب ہے کہ ایسی صورت میں ریل کو کشتی پر قیاس کر کے فرض نماز کی اجازت دیں یا ریل کو چوپایہ پر قیاس کر کے ریل میں فرض نماز کو ناجائز اور پڑھنے کے بعد واجب الاعادہ قرار دیں یا جان اور مال کی ہلاکت کے عذر کے پیش نظر فرض نماز کو جائز قرار دیں اور اعادہ لازم نہ کریں۔ ریل کو کشتی پر قیاس کر کے ہم گفتگو کر چکے اب ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اگر ریل کو چوپایہ پر بھی قیاس کیا جائے تب بھی جان اور مال کی ہلاکت کے عذر کی وجہ سے اس پر فرض نماز جائز ہے اور اعادہ لازم نہیں ہے۔ اور عذر واضح ہے کیونکہ جس وقت ٹرین تقریباً ایک سو کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ رہی ہو اور نماز کے پورے وقت میں نہ رکتی ہو ایسے وقت میں ٹرین سے نماز پڑھنے کے لیے اترنا اپنے آپ کو ہلاک کرنے کے مترادف ہے۔ اور یہ بہت بڑا عذر ہے جبکہ اس سے بہت کم درجے کے عذر میں فقہاء نے چوپایہ پر نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے اور اعادہ لازم نہیں کیا ہے۔ اس مسئلہ کو فقہاء نے اس حدیث شریف سے مستنبط کیا ہے:

عَنْ عمرو بن عثمان بن یعلی بن مرۃ عن ابیہ عن جدہ انھم کانوا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فانتھوا الی مضیق فحضرت الصلوۃ فمطروا السماء من فوقھم والبلۃ من اسفل منھم فاذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو علی راحلتہ واقام فتقدم علی راحلتہ فصلی بھم یومی ایماء یجعل السجود اخفض من الرکوع وکذا روی عن انس بن مالک انہ صلی فی ماء وطین علی دابتہ والعمل علی ھذا عند اھل العلم وبہ یقول احمد و اسحق۔[1]

یعلی بن مرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سفر میں گھر گئے نماز کا وقت آ گیا آسمان سے بارش ہو رہی تھی اور نیچے زمین پر کیچڑ تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر اذان دی اور اقامت کہی پھر آپ اپنی سواری پر آگے بڑھ گئے اور صحابہ کرام آپ کے پیچھے سواریوں پر تھے۔ آپ نے سواری پر انہیں اشارہ سے نماز پڑھائی اور سجدہ میں رکوع سے زیادہ جھکتے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے کیچڑ کی وجہ سے چوپایہ (سواری) پر نماز پڑھی۔ اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے اور امام احمد اور اسحق کا یہی مذہب ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے ترمذی اور اثرم کی روایت سے اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور بتلایا ہے کہ امام احمد کے نزدیک کیچڑ کی وجہ سے چوپایہ پر فرض نماز جائز ہے۔ مزید لکھتے ہیں قاضی ابو یعلی نے کہا میں نے ابو عبد اللہ واسطانی سے یہ مسئلہ پوچھا تو انہوں نے کہا کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ کیچڑ اور بیماری کی وجہ سے چوپایہ پر نماز پڑھنا جائز ہے اور اصحاب شافعی کیچڑ اور مرض کی وجہ سے چوپایہ پر نماز کی اجازت نہیں دیتے اور امام مالک سے دونوں روایتیں ہیں۔[2]

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل اور امام مالک کے نزدیک کیچڑ اور بیماری کی وجہ سے چوپایہ پر فرض نماز ہو سکتی ہے لہٰذا اگر ریل کو چوپایہ پر بھی قیاس کریں تب بھی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ریل پر فرض نماز جائز ہوگی کیونکہ ہلاکت کا عذر بہرحال کیچڑ اور بیماری سے زیادہ قوی ہے۔ جن اعذار کی وجہ سے چوپایہ پر نماز جائز ہے امام محمد رحمہ اللہ ان

---

[1] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۸۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۱ ص ۲۳۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

کا بیان کرتے ہیں:

قلت ارأیت ان صلی المکتوبة علی دابته؟ قال لا یجزیہ وعلیہ ان یعید قلت فان کان مریضا لا یستطیع النزول اوکان یتخوف علی نفسه من السباع وغیرها قال یجزیه۔[1]

میں نے امام ابوحنیفہ سے کہا یہ بتلایئے کہ اگر کوئی شخص چوپایہ پر فرض پڑھے؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا جائز نہیں اور اس پر اعادہ لازم ہے۔ میں نے کہا اگر وہ بیمار ہو اور خود سے نہ اتر سکتا ہو یا زمین پر نماز پڑھنے کے سبب اس کو درندوں یا کسی اور سے جان کا خطرہ ہو۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا اس کے لیے نماز پڑھنا جائز ہے۔

جب چوپایہ سے اترنے میں ہلاکت کا خطرہ ہو تو چوپایہ پر فرض پڑھ سکتا ہے اور اعادہ نہیں۔ اور چلتی ریل سے اترنے کی صورت میں ہلاکت کا یقین ہے تو اس میں فرض نماز بطریق اولیٰ جائز ہوگی اور اعادہ لازم نہیں ہوگا۔

علامہ شمس الدین سرخسی اندلد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فقد جوز لهم الصلوٰة علی الدابة عند تعذر النزول بسبب المطر فکذلک بسبب الخوف من سبع اوعدو ولان مواضع الضرورة مستثناة۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کے سبب چوپایہ سے اترنے میں دشواری کی وجہ سے چوپایہ پر فرض جائز قرار دیئے ہیں اسی طرح دشمن یا درندوں کے خوف کی وجہ سے چوپایہ پر فرض جائز ہیں اور اس لیے بھی کہ ضرورت کی وجہیں مستثنیٰ ہوتی ہیں۔

چلتی ہوئی ریل پر نماز پڑھنے کے جواز میں یہ عبارت بالکل ظاہر ہے کیونکہ چلتی ہوئی ریل سے اترنا بارش میں چوپایہ سے اترنے کی بہ نسبت زیادہ دشوار ہے۔

علامہ اوزجندی فرماتے ہیں:

ولا تجوز المکتوبة الامن عذر ومن الاعذار ان یخاف من نزول الدابة علی نفسه وعلی دابته من سبع اولص اوکان فی طین وردغة لا یجد علی الارض موضعا یابسا اوکانت الدابة جموحا لو نزل لا یمکنه الرکوب الا بمعین اوکان شیخا کبیرا لو نزل لا یمکنه ان یرکب ولا یجد من یعینه فتجوز الصلوٰة علی الدابة فی هذه

بغیر عذر کے چوپایہ پر فرض نماز پڑھنا جائز نہیں ہیں۔ اعذار یہ ہیں: چوپایہ سے اترنے میں اسے اپنی جان یا چوپایہ کی جان کو درندہ یا چور سے خطرہ ہو، یا زمین پر کیچڑ ہو اور خشک جگہ نہ پائے یا چوپایہ سرکش ہو اس سے اترنے کے بعد بغیر مددگار کے اس پر سوار نہ ہو سکتا ہو اور مددگار میسر نہ ہو، ان احوال میں چوپایہ پر نماز جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ) "اگر تمہیں خوف ہو تو پیادہ یا سوار ہو کر نماز پڑھو" اور سواری سے اترنے پر

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، المبسوط ج ۱ ص ۲۹۵ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ۔

[2] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط ج ۱ ص ۲۵۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

الاحوال لقوله تعالى فان خفتم فرجالا او ركبانا ولا يلزمه الاعادة اذا قدر بمنزلة المريض اذا صلى بالايماء على الدابة وان كانت الدابة تسير[1]

عالمگیری نے کچھ مزید عذر بیان کیے ہیں:

ولا تجوز الصلوة على الدابة الا من عذر وهو ان يخاف لو نزل عن الدابة على نفسه او على ثيابه او دابته لصا او سبعا او عدوا او كانت الدابة جموحا لو نزل عنها لا يمكنه الركوب الا بمعين او كان شيخا كبيرا لا يمكنه ان يركب ولا يجد من يركبه او كان في طين وردغة لا يجد على الارض مكانا يابسا هكذا في المحيط ولا تلزمه الاعادة اذا استطاع النزول كذا في السراج الوهاج[2]

قادر ہونے کے بعد اس پر نماز کا دہرانا لازم نہیں ہے جیسا کہ مریض سواری پر اشاروں کے ساتھ نماز پڑھتا ہے خواہ چوپایہ اس حال میں چل رہا ہو۔

بغیر عذر کے چوپایہ پر فرض نماز جائز نہیں ہے۔ اور اعذار یہ ہیں: چوپایہ سے اترنے میں اس کو اپنی جان، یا اپنے کپڑوں یا سواری کی جان کا چور، درندہ یا دشمن سے خطرہ ہو یا چوپایہ سرکش ہو اور اترنے کے بعد بغیر مددگار کے اس پر سوار نہ ہو سکتا ہو، یا بوڑھا ہو اور خود سے سوار نہ ہو سکتا ہو اور سوار کرانے والا نہ پائے، یا زمین پر کیچڑ ہو اور خشک جگہ نہ ہو۔ محیط میں اسی طرح ہے اور اترنے پر قادر ہونے کے بعد اس پر اعادہ لازم نہیں ہے اسی طرح سراج وہاج میں ہے۔

قاضی خان اور عالمگیری کے علاوہ یہ اعذار علامہ کاسانی[3]، علامہ ابن ہمام[4]، علامہ بابرتی[5]، علامہ خوارزمی[6]، علامہ حلبی[7]، علامہ شامی[8]، علامہ ابن نجیم[9]، علامہ حصکفی[10]، علامہ شرنبلالی[11]، علامہ طحطاوی[12]، علامہ شبلی[13]، علامہ ابن بزاز کردری[14] اور مولانا امجد علی[15] نے بھی بیان کیے ہیں۔

---

[1] علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ، فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۱۶۸ مطبوعہ مطبع بولاق مصر، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالمگیری ج ۱ ص ۱۴۳ مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۱۰ھ۔

[3] ملک العلماء علاؤ الدین بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۰۹ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی، ۱۴۰۰ھ۔

[4] علامہ کمال ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۴۰۲ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[5] علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۱ ص ۴۰۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[6] علامہ جلال الدین خوارزمی کفایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۴۰۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[7] علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی ص ۲۶۸-۲۶۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۲۳ھ۔

[8] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۵۵ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[9] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۶۲ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

[10] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۴۵۶ مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[11] علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح ص ۲۴۴ علی ہامش الطحطاوی ص ۲۴۴ مطبوعہ مطبع مصطفی البابی مصر الطبعۃ الثانیہ ۱۳۵۶ھ

[12] علامہ احمد بن محمد الطحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی ص ۲۴۴ مطبوعہ مطبع مصطفی البابی مصر، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۵۶ھ۔

[13] شیخ شبلی حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق ج ۱ ص ۱۷۷ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

[14] علامہ محمد ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ، فتاوی بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۴ ص ۶۰ مطبوعہ مطبعۃ کبری بولاق مصر الطبعۃ الثانیہ ۱۳۱۰ھ

[15] مولانا امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ، بہار شریعت ج ۴ ص ۱۹ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی۔

فقہاء کرام کے ان کثیر حوالہ جات سے اظہر من الشمس ہو گیا کہ چلتی ہوئی ریل میں فرض نماز پڑھنا جائز ہے اور اعادہ لازم نہیں ہے۔

عذر من جہۃ العباد

بعض اکابرین نے چلتی ہوئی ریل کے مسئلہ پر بحث کی ہے۔ لکھتے ہیں:

اگر ریل روک لی جائے تو زمین ہی پر ٹھہرے گی اور مثل تخت ہو جائے گی۔ انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لیے روکی جاتی ہے اور نماز کے لیے نہیں تو عذر من جہۃ العباد ہوا اور ایسے منع کی حالت میں وہی حکم ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع اعادہ کرے۔

مولانا امجد علی نے بھی عذر من جہۃ العباد کی وجہ سے ریل میں پڑھی ہوئی نماز کو دہرانے کا حکم دیا ہے [1] مولانا امجد علی کی یہ عبارت اس قاعدہ پر موقوف ہے کہ اگر کسی کام کے نہ کرنے میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے عذر ہو تو اس میں رخصت ہو گی اور اگر مخلوق کی جانب سے عذر ہو تو رخصت نہیں ہو گی مثلاً اگر کوئی شخص بیماری کی وجہ سے کھڑا نہ ہو سکے تو اسے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے کیونکہ بیماری اللہ کی جانب سے ہے اور اگر کوئی شخص اس سے کہے اگر تم کھڑے ہوئے تو میں تم کو قتل کر دوں گا اور وہ اس وجہ سے کھڑا نہ ہو سکے تو اس کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کی رخصت نہیں ہے کیونکہ یہ عذر مخلوق کی وجہ سے ہے اگر بیٹھ کر نماز پڑھے گا تو اس کو نماز دہرانا ہو گی اور زیر بحث مسئلہ میں جب نماز کے وقت ریل تیز رفتاری سے چل رہی ہے اور وہ اس وجہ سے اتر کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو شرعاً اس کو ریل میں نماز پڑھنے کی رخصت نہیں ہے کیونکہ ریل کا نہ رکنا ڈرائیور کی وجہ سے ہے اس لیے یہ عذر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں مخلوق کی وجہ سے ہے اگر ریل میں نماز پڑھے گا تو اس کو نماز دہرانا ہو گی۔

اس قاعدہ کی اصل کتاب و سنت اور ہمارے ائمہ کے اقوال میں نہیں ہے بلکہ کتاب و سنت اور اقوال ائمہ سے اس قاعدہ کا خلاف ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فان خفتم فرجالا او رکبانا (البقرہ: ۲۳۹) اگر تم (دشمنوں سے) خوف زدہ ہو تو پیادہ یا سوار جس طرح بن پڑے (نماز پڑھو) میدان جنگ میں کفار کے خوف سے جب مسلمان پیادہ یا سوار نماز پڑھیں گے تو یہ عذر من جہۃ العباد (مخلوق کی وجہ سے) ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ خوف کو مشروع فرمایا اور اعادہ لازم نہیں فرمایا۔

حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم وان کانوا اکثر من ذلک فلیصلوا قیاما ورکبانا۔ [2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دشمن اس سے زیادہ ہوں (یعنی اتنی زیادہ تعداد میں ہوں کہ ان سے جان کا خطرہ محسوس ہو) تو قیام اور سواری کی حالت میں نماز پڑھو۔

عن ابن عمر قال فان کان خوف هو اشد

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر خوف

---

[1] مولانا امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ۔ بہار شریعت ج ۴ ص ۱۹ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی۔

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۸۱ھ۔

من ذلك صلوا رجالا قياما على اقدامهم او ركبانا مستقبلي القبلة او غير مستقبليها قال مالك قال نافع لا ارى عبد الله بن عمر ذكر ذلك الا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ [1]

اس سے (امام کی اقتداء میں ایک رکعت نماز پڑھنے سے) بڑھ جائے تو پاپیادہ یا سوار ہو کر نماز پڑھو خواہ قبلہ کی طرف منہ ہو یا (مجبوری کی وجہ سے) نہ ہو۔ امام مالک نے کہا نافع کہتے ہیں میرا گمان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی فرمائی ہے۔

ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت کی ہے کہ اگر کفار کا خوف بڑھ جائے تو نہ صرف پاپیادہ یا سواری کی حالت میں نماز کی اجازت ہے بلکہ یہ بھی اجازت دی گئی ہے کہ اگر قبلہ کی طرف منہ نہ کر سکو پھر بھی نماز پڑھ لو اور یہ عذر مخلوق کی جانب سے ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت دی ہے اور اعادہ نماز کا حکم نہیں دیا۔

احادیث کے بعد ائمہ حنفیہ کی تصریحات ملاحظہ فرمائیے، امام محمد فرماتے ہیں:

قلت ارايت رجلا يخاف العدو فلا يستطيع النزول عن دابته ايسعه ان يصلي على دابته وهو يسير حيث توجهت يومى ايماء ويجعل السجود اخفض من الركوع قال نعم۔ [2]

میں نے امام ابوحنیفہ سے کہا یہ بتلائیے کہ ایک شخص کو دشمن کا خوف ہو لہٰذا وہ سواری سے نہیں اتر سکتا کیا وہ چلتی ہوئی سواری پر اشاروں سے نماز پڑھ سکتا ہے درآں حالیکہ سجدہ میں رکوع سے زیادہ جھکے خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو؟ فرمایا: ہاں!

امام ابوحنیفہ کا یہ قول اس مطلب میں بالکل واضح ہے کہ مخلوق کی جانب سے عذر ہو پھر بھی رخصت حاصل ہوتی ہے اور اعادہ لازم نہیں ہے اور یہ چلتی ہوئی ریل میں بلا اعادہ نماز کے جواز پر واضح دلیل ہے۔

اس قسم کے ایک اور مسئلہ میں امام محمد فرماتے ہیں:

قلت ارايت ان لم يكن معه ماء وكان معه رفيق له ماء فابى رفيقه ان يعطيه من الماء شيئا الا بثمن كثير قال يتيمم ولا يشترى ان شاء قلت لم؟ قال ارايت لو قال صاحب الماء ابيعك لوضوئك من الماء ما يكفيك بالف درهم او اكثر من ذلك اكان يجب عليه ان يشتريه منه فله لا يشتريه ولكنه يتيمم ويصلى۔

میں نے امام ابوحنیفہ سے کہا مجھے یہ بتلائیے کہ اگر مسافر کے پاس پانی نہ ہو اور اس کے ساتھی کے پاس پانی ہو اور وہ زیادہ قیمت لیے بغیر پانی دینے سے انکار کرے؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا تیمم کرے اور اگر چاہے تو نہ خریدے میں نے پوچھا کیوں؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا بتلاؤ اگر پانی والا کہے میں وضو کے لیے پانی ایک ہزار درہم یا اس سے زیادہ کے عوض فروخت کروں گا کیا اس پر پانی خریدنا واجب ہے؟ اس کے لیے جائز ہے کہ پانی نہ خریدے اور

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ

[2] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، المبسوط ج ۱ ص ۳۹۸ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ

تیمم کر کے نماز پڑھ لے[1]۔

اس صورت میں وضو نہ کرنے کی وجہ پانی والے کا گراں قیمت پر پانی دینا ہے اور یہ عذر مخلوق کی جانب سے ہے اس کے باوجود امام ابوحنیفہ نے تیمم کی رخصت دی اور نماز کا اعادہ لازم نہیں کیا۔ صلوٰۃ خوف میں متاخرین فقہاء نے بھی اعادہ کو لازم نہیں کیا اور باوجود عذر من جہت العباد کے چلتی ہوئی سواری پر اشاروں سے نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے چنانچہ عالمگیری میں ہے:

فان اشتد الخوف صلوا رکباناً فرادی یومئون بالرکوع والسجود الی ای جهة شاءوا اذا لم یقدروا علی التوجه الی القبلة كذا فی الهداية واشتداد الخوف هنا ان لا یدعهم العدو بان یصلوا نازلین بل یهجموهم بالمحاربة كذا فی الجوهرة النيرة۔ ولا یصلون بجماعة رکباناً الا ان یکون الامام والمقتدی علی دابة فیصح اقتداء المقتدی به واذا صلی بالایماء لم تلزمه الاعادة بعد زوال العذر فی الوقت وخارج الوقت[2]۔

اگر دشمن کا خوف زیادہ ہو تو اکیلے اکیلے سوار ہو کر نماز پڑھیں جس طرح چاہیں منہ کر کے اشارے سے رکوع، سجود کر کے نماز پڑھیں جبکہ وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے پر قادر نہ ہوں (ہدایہ) اور خوف کی زیادتی یہ ہے کہ دشمن ان کو سواری سے اتر کر نماز نہ پڑھنے دے اور ان پر ٹوٹ پڑے (جوہرہ نیرہ) سواری پر باجماعت نماز اس وقت پڑھیں جب امام اور مقتدی دونوں سواری پر ہوں تب اقتداء صحیح ہو گی اور جب اشارے سے نماز پڑھی ہو تو عذر زائل ہونے کے بعد اس کا دہرانا لازم نہیں ہے وقت میں نہ اس کے بعد۔

عالمگیری سے جو ہم نے یہ اقتباس پیش کیا ہے یہ اس بات پر صاف اور روشن دلیل ہے کہ چلتی ہوئی ٹرین سے نہ اتر سکنے کے عذر کی بناء پر ٹرین میں فرض نماز پڑھنا جائز ہے اور اعادہ لازم نہیں ہے اور دوسری بات جو واضح طور پر ثابت ہے وہ یہ ہے کہ مخلوق کی وجہ سے عذر (من جهة العباد) کی بناء پر بھی نماز میں رخصت حاصل ہوتی ہے اور اس بات کی تصریح ہے کہ اعادہ لازم نہیں ہے اسی سلسلہ میں ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو!

عذر من جهة العباد پر بحث کرتے ہوئے علامہ شامی فرماتے ہیں:

وفی منية المصلی یصلی بالایماء لخوف عدو او سبع او مرض او طین لا یعید بالاجماع[3]۔

منیۃ المصلی میں ہے اگر کسی شخص نے دشمن یا درندہ سے خوف یا مرض یا کیچڑ کی بناء پر اشاروں سے نماز پڑھی تو وہ اس نماز کو بالاجماع نہیں دہرائے گا۔

کتاب و سنت کے بعد سب سے بڑی دلیل اجماع ہے اور اجماع سے ثابت ہے کہ دشمن کے خوف (اور یہ عذر من جهة العباد ہے) کی وجہ سے نماز اشارہ سے پڑھنے کی رخصت ہے۔ اور اعادہ نہیں ہے۔

---

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ۔ المبسوط ج ۱ ص ۱۱۱ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ۔

[2] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ۔ عالمگیری ج ۱ ص ۱۵۶ مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۱۰ھ۔

[3] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق علی ہامش البحر ج ۱ ص ۱۲۱ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

لہٰذا کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہو گیا کہ عذر کی بناء پر رخصت دینے میں عذر من جانب اللہ اور من جانب العباد کے فرق کا قاعدہ قطعاً باطل اور بے بنیاد ہے۔

یہاں تو ہم نے اس اعتبار سے گفتگو کی تھی کہ عذر من جانب العباد کی وجہ سے رخصت نہ دینے کا قاعدہ باطل ہے، اگر ہم متاخرین کی اس اختراع اور وضع کو تسلیم کر لیں تب بھی ٹرین میں نماز کے دہرائے بغیر جواز پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ جنہوں نے یہ قاعدہ وضع کیا ہے انہوں نے ہی یہ تصریح بھی کر دی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عبادت کو اس کے اصل شرعی طریقہ سے کرنے پر ڈرائے اور دھمکائے تب یہ عذر من جانب العباد ہے اور اعادہ لازم ہے ورنہ نہیں۔ علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

وفی التجنیس رجل اراد ان یتوضأ فمنعه انسان عن ان یتوضأ بوعید قیل ینبغی ان یتیمم ویصلی ثم یعید الصلوٰۃ بعد ما زال عنه لان هٰذا عذر جاء من قبل العباد فلا یسقط فرض الوضوء عنه اھ فعلم منه ان العذر ان کان من قبل الله تعالٰی لا تجب الاعادۃ وان کان من قبل العبد وجبت الاعادۃ ثم وقع الاختلاف فی الخوف من العدو هل هو من الله فلا تجب الاعادۃ او هو بسبب العبد فتجب الاعادۃ ذهب صاحب معراج الدرایة الی الاول وذهب صاحب النهایة الی الثانی والذی یظهر ترجیح ما فی النهایة لما قلناه من مسئلة منع السید عبده بوعید من الحبس والقتل فانه لیس فیه الا الخوف لا المنع الحسی وکذا ظاهر ما قلناه عن التجنیس کما لا یخفی لکن قد یقال لا مخالفة بین ما فی النهایة والدرایة فان ما فی النهایة محمول علی ما اذا حصل وعید من العبد نشأ منه الخوف فکان هٰذا من قبل العباد وما فی الدرایة محمول علی ما اذا لم یحصل وعید من العبد اصلا بل حصل خوف منه فکان هٰذا من قبل الله تعالٰی اذا لم یتقدمه وعید[1]

تجنیس میں ہے کہ ایک شخص نے وضو کا ارادہ کیا دوسرے شخص نے اس کو وضو کرنے پر ڈرایا دھمکایا۔ کہا گیا ہے کہ وہ شخص تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور عذر زائل ہونے کے بعد نماز دہرائے کیونکہ یہ عذر مخلوق کی وجہ سے متحقق ہوا۔ لہٰذا اس عذر کی وجہ سے وضو کی فرضیت ساقط نہیں ہوگی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر عذر من جانب اللہ ہو تو اعادہ لازم نہیں اور اگر عذر من جانب العباد ہو تو اعادہ لازم ہے، پھر اس بات میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ دشمن سے جو خوف لاحق ہوتا ہے وہ من اللہ ہے حتیٰ کہ اعادہ لازم نہ ہو یا من العباد حتیٰ کہ اعادہ لازم ہو صاحب معراج الدرایہ نے کہا کہ دشمن کا خوف من اللہ ہے اور صاحب النہایہ نے کہا من العباد ہے، بظاہر صاحب النہایہ کی بات وزنی ہے جیسا کہ ہم نے کہا تھا کہ کوئی شخص اپنے نوکر سے کہے کہ اگر تو نے وضو کیا تو تجھے قتل کر دوں گا یا قید کر دوں گا یہ حسی خوف ہے اور یہی صاحب تجنیس کی عبارت کا مفہوم ہے لیکن یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نہایہ اور درایہ میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ کیونکہ نہایہ کی عبارت کا مفاد یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے شخص کو عبادت اصل طریقہ پر کرنے سے ڈرائے اور دھمکائے تو اس شخص سے خوف پیدا ہوگا اور یہ عذر من جانب العباد ہے اور درایہ کا مفہوم یہ ہے کہ دشمن بالکل دھمکی نہ دے نہ ڈرائے بلکہ یونہی اس سے خوف پیدا ہو اس صورت میں یہ عذر من اللہ ہوگا جبکہ اس سے پہلے کوئی دھمکی نہ ہو۔

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ۔ البحر الرائق ج ۱ ص ۱۴۲ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

علامہ شامی نے بھی اس بات سے اتفاق کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عبادت کے اصل طریقہ سے کرنے پر دھمکی دے اور ڈرائے تب یہ عذر من العباد ہوگا ورنہ عذر من اللہ ہے اور کہا کہ حلیہ میں بھی یہی ہے اور صاحب نہر نے بھی اس کو قائم رکھا۔ اور علامہ علائی صاحب در مختار نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا پھر علامہ شامی نے اس کی تائید میں در مختار سے یہ جزئیہ پیش کیا:

وقدم الشارح فی الغسل ان المرأۃ بین رجال تتیمم وقدمنا ان الرجل کذلک فان الظاھر انہ لا اعادۃ علیہ ولا علیھا لان المانع شرعی وھو کشف العورۃ عند من لا یحل لہ رؤیتھا والمانع منہ الحیاء وخوف اللہ تعالی وھما من اللہ تعالی لا من قبل العباد[1]

شارح (صاحب در مختار) نے غسل کی بحث میں بیان کیا ہے کہ اگر کسی عورت پر غسل فرض ہو اور وہ مردوں کے درمیان گھری ہوئی ہو (یعنی علیحدہ ہو کر نہانے کی جگہ نہ ہو) تو وہ تیمم کرے اسی طرح مرد بھی اگر مردوں کے درمیان ہو تو تیمم کرے اور یہ ظاہر ہے ان دونوں پر اعادہ نہیں ہے۔ کیونکہ غسل سے مانع شرعی موجود ہے کیونکہ غسل کی صورت میں ان لوگوں کے سامنے شرمگاہ کھولنی پڑے گی جن کے سامنے شرمگاہ کھولنا جائز نہیں ہے اور اس سے مانع حیاء اور اللہ تعالیٰ کا خوف ہے اور یہ عذر من اللہ ہے من العباد نہیں ہے۔

فقہاء کی تصریحات سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ عذر من جہۃ العباد اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص اصل طریقہ پر عبادت کرنے سے ڈرائے اور دھمکائے اور چلتی ہوئی ٹرین سے اتر کر نماز پڑھنے پر چونکہ کسی شخص کی طرف سے ڈرانا یا دھمکانا متحقق نہیں ہوتا بلکہ مسافر حادثہ اور ہلاکت کے خطرہ اور خوف سے چلتی ہوئی ٹرین سے نہیں اترتا۔ لہٰذا یہ خوف بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے اس لیے ٹرین میں نماز پڑھنا عذر من اللہ کی وجہ سے ہے عذر من العباد کی وجہ سے اصلاً نہیں ہے اس لیے ٹرین میں فرض نماز پڑھنا جائز ہے اور اعادہ لازم نہیں ہے۔

اس سے پہلے ہم نے قاضی خان، عالمگیری، طحطاوی اور متعدد فقہاء کے حوالوں سے ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی شخص درندہ، دشمن یا چور اور ڈاکو کے خوف سے چلتی ہوئی سواری پر فرض نماز پڑھے تو جائز ہے اور اعادہ لازم نہیں ہے اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ان فقہاء نے اس خوف کو عذر من اللہ قرار دیا ہے عذر من جہۃ العباد قرار نہیں دیا اور یہ دلیل بعینہٖ چلتی ہوئی ٹرین میں فرض نماز پڑھنے پر منطبق ہوتی ہے۔ وللہ الحمد علی ذلک۔

ریل میں نماز پڑھنے کا طریقہ

جب ٹرین میں نماز کا وقت آجائے تو نماز پڑھنی چاہیے اور اگر نماز کے پورے وقت میں ٹرین نہیں رکتی تو ٹرین میں نماز پڑھنا فرض ہے اور اس کا ترک، فرض کا ترک اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہے۔ مسافروں کو ٹرین میں سفر کے وقت قبلہ نما (جو آسانی سے مل جاتا ہے) رکھنا چاہیے اور اس سے قبلہ کی سمت متعین کریں ورنہ دن میں سورج کو دیکھ کر بھی قبلہ کی سمت معلوم ہو جاتی ہے اور قبلہ کی جانب کھڑے ہو کر نماز پڑھیں۔ میں نے زندگی میں ٹرین کا بارہا سفر کیا ہے اور الحمد للہ قبلہ کی جانب کھڑے ہو کر نماز پڑھی ہے۔ اکثر لوگوں

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ا ص ۱۱۴ مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

کو دیکھا ہے وہ برتھ پر بیٹھ کر قبلہ کی طرف منہ کیے بغیر نماز پڑھتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔ میں نے اس مسئلہ پر محض اخلاص اور خوف الٰہی سے مفصل اور سیر حاصل بحث کی ہے کیونکہ میں نے اکثر علماء اور دیندار لوگوں کو دیکھا کہ وہ اس شبہ سے ٹرین میں فرض کو ترک کر دیتے ہیں کہ ٹرین میں نماز نہیں ہوتی یا ناجائز ہے میرا اس گفتگو سے یہی مقصد ہے کسی شخصیت پر تنقید یا اسے مجروح کرنا نہیں ہے اللہ تعالیٰ نیتوں کا حال جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور لوگ ٹرین میں دوران سفر فرض نماز کو ترک کرنا چھوڑ دیں ——— وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

ہوائی جہاز میں نماز

جن دلائل سے ٹرین میں فرض نماز پڑھنا ثابت ہے انہیں دلائل سے ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا ثابت ہے بلکہ ہوائی جہاز میں وجہ جواز زیادہ قوی ہے کیونکہ ہوائی جہاز کی پرواز کے دوران نماز کے وقت اس سے اترنا قطعاً غیر مقدور ہے بعض پروازوں میں بارہ بارہ گھنٹے بلکہ اس سے بھی زیادہ جہاز پرواز کرتا رہتا ہے بہرحال جب نماز کے پورے وقت کے دوران جہاز پرواز کرتا رہے تو نماز کا پڑھنا فرض ہے اور اس کا ترک گناہ کبیرہ ہے۔ ہوائی جہاز میں اپنی سیٹ پر بیٹھ کر اشاروں سے رکوع سجود کرے اور سجود میں رکوع کی بہ نسبت زیادہ جھکے اور فرض نماز کو ترک نہ کرے۔

تنقیح

ٹرین اور طیارہ میں فرض نماز کے جواز پر ہمارا پہلا استدلال قرآن کریم سے ہے: فان خفتم فرجالا او رکبانا۔ (البقرہ: ۲۳۹) "اگر تم دوشمنوں سے خوف زدہ ہو تو پیادہ یا سوار جس طرح بن پڑے نماز پڑھو) چلتی ہوئی ٹرین اور طیارہ سے نماز کے وقت اترنے میں جان کا خوف ہے اور خوف کے وقت سواری پر اس آیت کی رو سے نماز جائز ہے۔ دوسرا استدلال ترمذی شریف کی حدیث سے ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیچڑ میں اترنے کی دشواری کی وجہ سے سواری پر نماز پڑھائی (حوالہ گذر چکا ہے) تیسرا استدلال اجماع امت سے ہے کیونکہ خوف کی وجہ سے سواری پر نماز پڑھنے کے جواز اور بعد میں نہ لوٹانے پر امت کا اجماع ہے۔ (حوالہ گذر چکا ہے)۔ چوتھا استدلال قیاس سے ہے کیونکہ ہم نے ٹرین اور طیارہ کو اولاً کشتی پر قیاس کیا ہے اور ثانیاً چوپایہ پر ہر اعتبار سے ٹرین اور طیارہ پر نماز کا جواز اور فرضیت ثابت کی ہے۔ ——— و للہ الحمد علی ذٰلک۔

باب ۲۳ جواز الجمع بین الصلوتین فی السفر — سفر میں دو نمازوں کا جمع کرنا

۱۵۱۸- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَجِلَ بِهِ السَّيْرُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سفر میں) جب جلدی چلنا چاہتے تو مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھتے تھے۔

۱۵۱۹- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بَعْدَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ وَيَقُولُ إِنَّ رَسُولَ

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو (سفر میں) جب جلد جانا مقصود ہوتا تو غروب شفق کے بعد مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھتے تھے۔ اور کہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جب جلدی جانا مقصود

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ.

ہوتا تھا تو مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے تھے۔

١٥٢٠- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ عَمْرٌو نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ.

سالم کے والد (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما) بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب جلد جانا مقصود ہوتا تو مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھتے۔

١٥٢١- وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ أَبَاهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ حَتَّى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ.

سالم کے والد (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما) بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر میں جب جلد جانا مطلوب ہوتا تو مغرب کی نماز کو مؤخر کر کے عشاء کے ساتھ جمع کر کے پڑھتے تھے۔

١٥٢٢- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا الْمُفَضَّلُ يَعْنِي ابْنَ فَضَالَةَ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا فَإِنْ زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَرْتَحِلَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب زوال آفتاب سے پہلے سفر کرتے تو ظہر کی نماز کو عصر تک مؤخر فرماتے پھر (سواری سے) اُتر کر دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے، اور اگر آپ کی روانگی سے پہلے زوال آفتاب ہو جاتا تو روانگی سے پہلے ظہر کی نماز پڑھتے تھے۔

١٥٢٣- وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ الْمَدَائِنِيُّ قَالَ نَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُقَيْلِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ فِي السَّفَرِ أَخَّرَ الظُّهْرَ حَتَّى يَدْخُلَ أَوَّلُ وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا ارادہ فرماتے تو ظہر میں اتنی تاخیر کرتے کہ عصر کا اول وقت آ جاتا پھر آپ دونوں نمازوں کو جمع کرتے تھے۔

١٥٢٤- وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَعَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر میں جلدی جانا مطلوب ہوتا تھا

عَنْ عُقَيْلِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَجَّلَ عَلَيْهِ السَّفَرُ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ إِلَى أَوَّلِ وَقْتِ الْعَصْرِ فَيَجْمَعُ بَيْنَهُمَا وَيُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتَّى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ حِينَ يَغِيبُ الشَّفَقُ.

تو ظہر کو عصر کے اول وقت تک مؤخر کرتے اور دو نمازوں کو جمع کرتے اور شفق غائب ہونے تک مغرب کو مؤخر کرتے پھر اسے اور عشاء کو جمع کر کے پڑھتے تھے۔

۱۵۲۵- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا فِي غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا سَفَرٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر خوف اور سفر کے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا۔

۱۵۲۶- وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ وَعَوْنُ بْنُ سَلَّامٍ جَمِيعًا عَنْ زُهَيْرٍ قَالَ ابْنُ يُونُسَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا بِالْمَدِينَةِ فِي غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا سَفَرٍ قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ فَسَأَلْتُ سَعِيدًا لِمَ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَمَا سَأَلْتَنِي فَقَالَ أَرَادَ أَنْ لَا يُحْرِجَ أَحَدًا مِنْ أُمَّتِهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں بغیر خوف اور سفر کے ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھا۔ ابو الزبیر کہتے ہیں کہ میں نے سعید سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا تھا؟ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی سوال کیا تھا تو انہوں نے فرمایا تاکہ آپ کی امت کسی دشواری میں نہ مبتلا ہو۔

۱۵۲۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا قُرَّةُ قَالَ نَا أَبُو الزُّبَيْرِ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ فِي سَفْرَةٍ سَافَرَهَا فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَجَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ قَالَ سَعِيدٌ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا حَمَلَهُ عَلَى ذَلِكَ قَالَ أَرَادَ أَنْ لَا يُحْرِجَ أُمَّتَهُ.

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے سفر میں دو نمازوں کو جمع فرمایا اور ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا۔ سعید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ حضور نے ایسا کیوں کیا تھا؟ تو انہوں نے کہا تاکہ آپ کی امت دشواری میں نہ پڑے۔

۱۵۲۸- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يُونُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَامِرٍ عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں گئے تو آپ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھتے تھے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَكَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيْعًا وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ جَمِيْعًا

۱۵۲۹ - **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا أَبُو الزُّبَيْرِ قَالَ نَا عَامِرُ بْنُ وَاثِلَةَ أَبُو الطُّفَيْلِ قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوْكَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَبَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ قَالَ فَقُلْتُ مَا حَمَلَهُ عَلَى ذٰلِكَ قَالَ فَقَالَ أَرَادَ أَنْ لَّا يُحْرِجَ أُمَّتَهُ.

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک میں ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا عامر (راوی حدیث) نے پوچھا حضور نے ایسا کیوں کیا تھا؟ حضرت معاذ نے کہا تاکہ آپ کی امت دشواری میں نہ پڑے۔

۱۵۳۰ - **وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَأَبُو سَعِيْدٍ الْأَشَجُّ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ قَالَا نَا وَكِيْعٌ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ بِالْمَدِيْنَةِ فِي غَيْرِ خَوْفٍ وَّلَا مَطَرٍ وَفِي حَدِيْثِ وَكِيْعٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لِمَ فَعَلَ ذٰلِكَ قَالَ كَيْ لَا يُحْرِجَ أُمَّتَهُ وَفِي حَدِيْثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ قِيْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَا أَرَادَ إِلٰى ذٰلِكَ قَالَ أَرَادَ أَنْ لَّا يُحْرِجَ أُمَّتَهُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں بغیر خوف اور سفر کے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا، وکیع کی روایت میں ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ حضور نے ایسا کیوں کیا تھا؟ انھوں نے کہا تاکہ آپ کی امت دشواری میں نہ پڑے۔ ابو معاویہ کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا کہ اس سے آپ کا کیا ارادہ تھا؟ حضرت ابن عباس نے کہا تاکہ آپ کی امت دشواری میں نہ پڑے۔

۱۵۳۱ - **وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيًا جَمِيْعًا وَّسَبْعًا جَمِيْعًا قَالَ قُلْتُ يَا أَبَا الشَّعْثَآءِ أَظُنُّهُ أَخَّرَ الظُّهْرَ وَعَجَّلَ الْعَصْرَ وَأَخَّرَ الْمَغْرِبَ وَعَجَّلَ الْعِشَآءَ قَالَ وَأَنَا أَظُنُّ ذٰلِكَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آٹھ رکعتیں (ظہر وعصر) اور سات رکعتیں (مغرب وعشاء) اکٹھی پڑھی ہیں، راوی کہتے ہیں میں نے کہا اے ابو الشعثاء میرا گمان ہے کہ آپ نے ظہر کو مؤخر اور عصر کو مقدم کیا تھا اور مغرب کو مؤخر اور عشاء کو مقدم کیا تھا۔ ابو الشعثاء نے کہا میرا بھی یہی گمان ہے۔

۱۵۳۲ - **حَدَّثَنَا** أَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں سات اور آٹھ یعنی

زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِالْمَدِينَةِ سَبْعًا وَثَمَانِيًا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ.

ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء اکٹھی پڑھیں۔

۱۵۳۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْخِرِّيتِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ خَطَبَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَوْمًا بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَبَدَتِ النُّجُومُ وَجَعَلَ النَّاسُ يَقُولُونَ الصَّلٰوةَ الصَّلٰوةَ قَالَ فَجَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ لَا يَفْتُرُ وَلَا يَنْثَنِي الصَّلٰوةَ الصَّلٰوةَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَتُعَلِّمُنِي بِالسُّنَّةِ لَا أُمَّ لَكَ ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ شَقِيقٍ فَحَاكَ فِي صَدْرِي مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ فَأَتَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَسَأَلْتُهُ فَصَدَّقَ مَقَالَتَهُ.

عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ ایک دن عصر کے بعد حضرت ابن عباس نے تقریر کی حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اور ستارے نکل آئے لوگ کہنے لگے ، نماز ، نماز ! پھر بنو تمیم کا ایک شخص آیا وہ بالکل خاموش نہ ہوتا تھا اور نماز کہے جاتا تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تیری ماں مر جائے ! تو مجھے سنت سکھلائے گا پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے آپ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھتے تھے ۔ عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ یہ بات مجھے کھٹک رہی تھی ۔ میں نے جا کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے حضرت ابن عباس کی حدیث کی تصدیق کر دی ۔

۱۵۳۴۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا وَكِيعٌ قَالَ نَا عِمْرَانُ بْنُ حُدَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ الْعُقَيْلِيِّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا الصَّلٰوةَ فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ الصَّلٰوةَ فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ الصَّلٰوةَ فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ لَا أُمَّ لَكَ أَتُعَلِّمُنَا بِالصَّلٰوةِ كُنَّا نَجْمَعُ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عبداللہ بن شقیق عقیلی کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا ! نماز ، نماز ۔ وہ خاموش رہے ۔ ۔ ۔ اس نے پھر کہا نماز ! آپ خاموش رہے ۔ اس نے سہ بارہ کہا نماز ! تو آپ چپ رہے : پھر فرمایا : تیری ماں مر جائے کیا تو مجھے نماز کی تعلیم دے گا ! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے تھے ۔

جمع بین الصلوٰتین میں مذاہب

امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ کے نزدیک سفر طویل جو موجب قصر ہے اس میں ظہر اور عصر کو ایک ساتھ اور مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ جمع کر کے ایک وقت میں پڑھنا جائز ہے خواہ پہلی نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھیں یا دوسری نماز کو پہلی کے وقت میں پڑھیں اور جو سفر قصیر ہے اور موجب قصر نہیں اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ اس سفر میں بھی جمع بین الصلوٰتین جائز ہے کیونکہ یہ بھی سفر ہے اور اس میں بھی سواری پر نفل جائز ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ سفر قصیر میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس سفر میں روزہ ترک کرنا بھی جائز نہیں ہے علامہ شیرازی نے دوسرے قول کو صحیح قرار دیا ہے ۔ [1]

---

[1] شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ ، المہذب مع المجموع ج ۴ ص ۳۷۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۔

امام شافعی کے نزدیک بارش کی وجہ سے بھی دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے لیکن اس طرح کہ پہلی نماز کے وقت میں دوسری نماز پڑھی جائے اور دوسری نماز کے وقت میں پہلی نماز پڑھنے کے بارے میں امام شافعی کے دو قول ہیں۔ املاء میں سفر پر قیاس کرتے ہوئے اس کو جائز قرار دیا ہے اور کتاب الام میں اس کو ناجائز قرار دیا ہے کیونکہ بعض اوقات دوسری نماز کا وقت آنے سے پہلے بارش رک جاتی ہے تو یہ جمع بغیر عذر ہوگا۔[1] علامہ نووی کہتے ہیں کہ اس میں شرط یہ ہے کہ بارش اتنی شدید ہو کہ کپڑے بھیگ جائیں۔[2] علامہ نووی نے بیان کیا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک بارش کی وجہ سے جمعہ اور عصر کو بھی جمع کرنا جائز ہے۔[3]

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مرض، آندھی، اندھیرا، خوف اور کیچڑ کی وجہ سے جمع بین الصلوٰتین جائز نہیں ہے۔ مشہور مذہب یہی ہے البتہ علماء شافعیہ میں سے قاضی حسین اور ابو سلیمان خطابی نے مرض اور خوف کی وجہ سے ایک وقت میں دو نمازوں کے جمع کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔[4]

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کے نزدیک سفر طویل میں جو سبب قصر ہے جمع بین الصلوٰتین جائز ہے خواہ جمع تقدیم ہو (دوسری نماز کو پہلی نماز کے وقت میں پڑھنا) خواہ جمع تاخیر ہو۔[5] (پہلی نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھنا) امام احمد کے نزدیک بارش کی وجہ سے مغرب اور عشاء کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے لیکن ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے۔[6] کیچڑ اور اندھیری رات میں آندھی کی وجہ سے جمع بین الصلوٰتین میں امام احمد کے دو قول ہیں ایک جواز کا اور دوسرا عدم جواز کا۔[7] امام احمد کے نزدیک مرض کی وجہ سے بھی جمع بین الصلوٰتین جائز ہے البتہ شرط یہ ہے کہ اس مرض کی وجہ سے مریض میں ضعف اور کمزوری ہو۔[8] امام احمد نے بارش کی وجہ سے جو جمع بین الصلوٰتین کو جائز قرار دیا ہے۔ وہ اس شخص کے لیے ہے جو مسجد میں جا کر نماز پڑھے اور جو تنہا گھر میں نماز پڑھے اس کے بارے میں امام احمد کے دو قول ہیں ایک جواز کا دوسرا عدم جواز کا۔[9]

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ کے نزدیک سفر میں جمع بین الصلوٰتین کے تین قول ہیں ایک عدم جواز کا دوسرا کراہت کا تیسرا یہ کہ اگر سفر میں جلد جانا مطلوب ہو تو جمع کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔[10] مرض کی وجہ سے جمع بین الصلوٰتین میں امام مالک کے دو قول ہیں

---

[1] شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۷۶ھ، المہذب مع المجموع ج ۴ ص ۳۷۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
[2] علامہ یحییٰ بن شرف نوادی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب مع المجموع ج ۴ ص ۳۸۷ ″ ″
[3] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ج ۴ ص ۳۸۳ ″ ″
[4] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ج ۴ ص ۳۸۲ ″ ″
[5] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۲ ص ۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ۔
[6] ″ ″ ″ المغنی ج ۲ ص ۵۸ ″ ″
[7] ″ ″ ″ المغنی ج ۲ ص ۵۹ ″ ″
[8] ″ ″ ″ المغنی ج ۲ ص ۵۹ ″ ″
[9] ″ ″ ″ المغنی ج ۲ ص ۵۹ ″ ″
[10] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۵۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

ایک یہ کہ اگر مرض کی وجہ سے عقل ماؤف ہونے کا خدشہ ہو تو جمع کرے ورنہ نہیں دوسرا یہ کہ جمع صوری کرے یعنی پہلی نماز کو اس کے آخری وقت میں اور دوسری نماز کو اول وقت میں پڑھے[1]۔ بارش کیچڑ اور اندھیرے کی وجہ سے امام مالک کے نزدیک مغرب اور عشاء کو جمع کر کے ایک وقت میں پڑھنا جائز ہے اور ظہر اور عصر کو جمع کرنے کی امام مالک اجازت نہیں دیتے[2]۔ امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ کے نزدیک عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ کسی صورت میں دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھنا جائز نہیں ہے خواہ سفر ہو، مرض ہو، بارش ہو یا آندھی، اندھیرا، کیچڑ اور خوف ہو۔ امام محمد فرماتے ہیں:

قلت ارأيت هل يجمع بين الصلوتين الا في عرفة وجمع قال لا يجمع بين الصلوتين في وقت واحد في حضر ولا في سفر ما خلا عرفة ومزدلفة۔[3]

میں نے امام ابو حنیفہ سے کہا مجھے بتلائیں کیا عرفات اور مزدلفہ کے سوا جمع بین الصلوتین جائز ہے؟ امام ابو حنیفہ نے فرمایا عرفات اور مزدلفہ کے سوا دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا سفر میں جائز ہے نہ حضر میں۔

قلت ارأيت الرجل المريض اذا اراد ان يجمع بين الصلوتين؟ قال فليؤخر الظهر حتى ياتي آخر وقتها ويقدم العصر في اول وقتها ولا يجمع بينهما في وقت واحد۔[4]

میں نے امام ابو حنیفہ سے کہا یہ بتلائیے کہ کیا بیمار شخص دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھ سکتا ہے فرمایا ظہر کو اس کے آخر وقت میں پڑھے اور عصر کو اس کے اول وقت میں پڑھے اور ایک نماز کے وقت میں دو نمازیں نہ پڑھے۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور ان کے جوابات

ائمہ ثلاثہ سفر کے دوران جمع حقیقی (یعنی ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھنا) کے قائل ہیں اور ان کا استدلال مسلم شریف کی اس حدیث سے ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جب جلد جانا مقصود ہوتا تو غروب شفق کے بعد مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھتے۔[5]

علامہ نووی کہتے ہیں کہ یہ حدیث جمع حقیقی پر واضح دلیل ہے کیونکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما غروب شفق کے بعد مغرب کی نماز پڑھتے تھے حالانکہ اس وقت عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔[6]

احناف اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ چونکہ دوسرے قوی دلائل سے ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت پڑھنا ناجائز اور گناہ ہے اس لیے یہ حدیث مؤول ہے اور اس کی تاویل یہ ہے کہ شفق سے مراد شفق کی سرخی ہے اور شفق کی سرخی غائب ہونے کے بعد اس وقت تک مغرب کا وقت باقی رہتا ہے جب تک کہ سفیدی غائب نہ ہو جائے۔ اگرچہ لغت شفق سرخی اور سفیدی

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۴۵۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] ,, ,, ,, اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۴۵۸

[3] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، المبسوط ج ۱ ص ۱۴۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، الطبعۃ الاولیٰ۔

[4] ,, ,, ,, المبسوط ج ۱ ص ۲۲۳

[5] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[6] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۴۵ ,,

دونوں میں مستعمل ہے) دوسری تاویل یہ ہے کہ شفق سے مراد کل شفق نہیں اکثر شفق ہے اور اس وقت تک مغرب کا وقت بنتا ہے جب تک کہ کل شفق غائب نہ ہو جائے بہر حال ہر تقدیر پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مغرب کی نماز مغرب کے وقت میں ہی پڑھی تھی۔

ائمہ ثلاثہ کا دوسرا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب سفر میں جلد جانا مقصود ہوتا تو ظہر کو عصر کے اول وقت تک مؤخر کرتے اور دو نمازوں کو ایک ساتھ جمع کر کے پڑھتے اور شفق غائب ہونے تک مغرب کو مؤخر کرتے اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے ایک ساتھ پڑھتے[۱] یہ حدیث بھی دوسرے دلائل (جن کا ذکر ان شاء اللہ عنقریب آ رہا ہے) کی وجہ سے مؤول ہے اور اس کی تاویل یہ ہے کہ ظہر کو عصر کے اول وقت تک مؤخر کرتے اور مغرب کو شفق کے غائب ہونے کے قریب تک مؤخر کرتے لہٰذا آپ نے ظہر کو ظہر کے وقت میں اور مغرب کو مغرب کے وقت میں پڑھا ہے اور جمع حقیقی ثابت نہیں ہے۔

بارش میں جمع بین الصلوٰتین پر علامہ شیرازی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء بغیر خوف اور سفر کے جمع کر کے پڑھیں[۱]

علامہ شیرازی کہتے ہیں کہ امام مالک نے کہا ہے بغیر خوف اور سفر کے جمع کرنا میرے گمان میں بارش کی وجہ سے تھا۔[۲] یہ استدلال بالکل بے جان ہے۔ ہمارے نزدیک یہ حدیث جمع صوری پر محمول ہے یعنی آپ نے ظہر اور مغرب کو آخری وقت میں اور عصر اور عشاء کو اول وقت میں پڑھا۔ علامہ ابن قدامہ نے بارش میں جمع بین الصلوٰتین پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اثرم نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا کہ بارش کے دن مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھنا سنت سے ہے۔[۳]

ہمارے نزدیک بہ تقدیر صحت یہ اثر جمع صوری پر محمول ہے۔

مرض، آندھی اور اندھیرے میں جمع بین الصلوٰتین کو حنابلہ نے سفر پر قیاس کیا ہے کیونکہ مرض اور آندھی وغیرہ میں سفر کی بہ نسبت زیادہ مشقت ہے۔[۴]

احناف کی طرف سے جواب یہ ہے کہ جب سفر میں جمع حقیقی ثابت نہیں ہے تو اس پر قیاس کر کے مرض اور آندھی میں جمع کرنا بھی ثابت نہیں ہوگا۔

احناف کے دلائل

احناف جمع حقیقی یعنی ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھنے کے قائل نہیں اور عرفات میں جو عصر کو ظہر کے وقت میں اور مزدلفہ میں مغرب کو عشاء کے وقت میں پڑھا جاتا ہے اس کو تواتر کی وجہ سے

---

[۱] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

[۲] شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع المجموع ج ۴ ص ۳۷۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[۳] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۵۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

[۴] ″ ″ ″ ، المغنی ج ۲، ص ۵۹

مستثنیٰ قرار دیتے ہیں، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا۔ (نساء: ۱۰۳)

لاریب مسلمانوں پر نماز اوقات مقررہ میں فرض ہے۔

قرآن کریم کی یہ آیت اس مقصد میں صریح ہے کہ ہر نماز اپنے وقت میں فرض کی گئی ہے اور کوئی نماز شرعاً دوسری نماز کے وقت میں نہیں پڑھی جاسکتی اور قرآن کریم کی اس نص قطعی کے مقابلہ میں اخبار آحاد اگر غیر مؤول بھی ہوتیں تو ان کا اعتبار نہیں کیا جاتا چہ جائیکہ وہ مؤول ہوں۔ حسب ذیل احادیث صحیحہ بھی احناف کی دلیل ہیں:۔

عن عبد اللہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الصلوٰۃ لوقتھا الا بجمع وعرفات۔[1]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ ہمیشہ نماز اپنے وقت میں پڑھتے تھے۔

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ عرفات اور مزدلفہ کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو نمازوں کو ایک وقت میں نہیں پڑھتے تھے۔

عن ابی قتادۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما انہ لیس فی النوم تفریط انما التفریط علی من لم یصل الصلوٰۃ حتی یجیئ وقت الصلوٰۃ الاخری۔[2]

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیند میں قصور اور کوتاہی نہیں ہے۔ قصور یہ ہے کہ کوئی شخص دوسری نماز کا وقت آنے تک پہلی نماز نہ پڑھے۔

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ ایک فرض نماز کو دوسری فرض نماز تک مؤخر کرنا قصور اور کوتاہی ہے۔

عن ابی العالیۃ ان عمر کتب الی ابی موسیٰ واعلم ان جمعا بین الصلوتین من الکبائر الا من عذر۔[3]

ابو العالیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف مراسلہ بھیجا کہ بغیر عذر کے دو نمازوں کو جمع کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

عذر سے مراد عذر شرعی مثلاً نیند اور نسیان ہے۔

عن ابی موسیٰ قال الجمع بین الصلوتین من غیر عذر من الکبائر۔[4]

حضرت ابو موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ بغیر عذر کے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جمع حقیقی یعنی ایک فرض کے وقت میں دوسرا فرض پڑھنا گناہ کبیرہ ہے۔

---

[1] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ۔ سنن نسائی ج ۱ ص ۴۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

ایضاً۔ امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ۔ المصنف ج ۲ ص ۵۵۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

[3] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ۔ المصنف ج ۲ ص ۵۵۲ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

[4] امام ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ۔ المصنف ج ۲ ص ۴۵۹ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔ الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ

عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم في السفر يؤخر الظهر ويقدم العصر ويؤخر المغرب ويقدم العشاء [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ظہر کو مؤخر اور عصر کو مقدم کرتے اور مغرب کو مؤخر اور عشاء کو مقدم کرتے۔

عن عبد الله بن واقد ان مؤذن ابن عمر قال الصلوة قال سر سر حتى اذا كان قبل غيوب الشفق نزل فصلى المغرب ثم انتظر حتى غاب الشفق فصلى العشاء ثم قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا عجل به امر صنع مثل الذي صنعت فسار في ذلك اليوم والليلة [2]

عبد اللہ بن واقد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مؤذن نے کہا: نماز! حضرت ابن عمر نے کہا چلو چلو حتی کہ شفق غائب ہونے سے پہلے (سواری سے) اترے اور مغرب کی نماز پڑھی پھر شفق غائب ہونے کا انتظار کیا اور اس کے بعد عشاء کی نماز پڑھی پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب جلد جانا مقصود ہوتا تھا تو اسی طرح کیا کرتے تھے پھر اس دن اور رات بھر سفر کرتے رہے۔

ان احادیث سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں اگر دو نمازیں جمع کرتے تو صورۃً جمع کرتے تھے۔ لہٰذا جن احادیث میں بظاہر یہ تصریح نہیں ہے وہ بھی اسی معنی پر محمول ہیں اور یہی احناف کا مذہب ہے۔

عن الحسن ومحمد قالا ما نعلم من السنة الجمع بين الصلوتين في حضر ولا سفر الا بين الظهر والعصر بعرفة وبين المغرب والعشاء بجمع [3]

حسن اور محمد رحمہما اللہ کہتے ہیں ہمارے علم میں سنت یہی ہے کہ سفر اور حضر میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع نہیں کیا جاتا سوا اس کے کہ عرفہ میں ظہر اور عصر کو اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کرکے پڑھا جاتا ہے۔

یہ اثر مذہب احناف کے عین مطابق ہے:

مولانا امجد علی لکھتے ہیں: سفر مدینہ طیبہ میں بعض مرتبہ قافلہ ٹھہرنے کے باعث بمجبوری ظہر و عصر ملا کر پڑھنی ہوتی ہے اس لیے لازم ہے ظہر کے فرضوں سے فارغ ہونے سے پہلے ارادہ کرلے کہ اسی وقت عصر پڑھ لوں گا اور فرض ظہر کے بعد فوراً عصر کی نماز پڑھے یہاں تک کہ بیچ میں ظہر کی سنتیں بھی نہ ہوں۔ اسی طرح مغرب کے بعد عشاء بھی انہیں شرطوں سے جائز ہے اور اگر ایسا موقع ہو کہ عصر کے وقت ظہر یا عشاء کے وقت مغرب پڑھنی ہو تو صرف اتنی شرط ہے کہ ظہر اور مغرب کے وقت میں نکلنے سے پہلے ارادہ کرلے کہ ان کو عصر و عشاء کے ساتھ پڑھوں گا۔ [4]

مولانا امجد علی نے بغیر کسی حوالہ کے یہ لکھا ہے اس کا ہمیں کتب احناف میں سراغ نہیں مل سکا اور بظاہر یہ مذہب احناف کے خلاف ہے کوئی نماز اس کے وقت آنے سے پہلے نہیں ہوتی۔ جمع بین الصلوٰتین، عرفات اور مزدلفہ کے سوا کہیں جائز نہیں ہے۔ ایسی صورت میں صحیح فتویٰ یہ تھا کہ عصر یا عشاء کا وقت آنے کے بعد سواری کے نہ ٹھہرنے کی صورت میں

---

[1] امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۹۷ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۴ھ

[2] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۷۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ

[3] امام ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۴۵۹ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

[4] مولانا امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ، بہار شریعت ج ۴ ص ۳۰ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی۔

سواری پر نماز پڑھی جائے اس پر دلائل ہم صفحات سابقہ میں ذکر کر چکے ہیں۔

باب ۲۳۸ جَوَازِ الْاِنْصِرَافِ مِنَ الصَّلٰوةِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشِّمَالِ

نماز کے بعد دائیں بائیں پھرنے کا جواز

۱۵۳۵۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَوَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَا يَجْعَلَنَّ اَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ مِنْ نَّفْسِهٖ جُزْءًا لَا يَرٰى اِلَّا اَنَّ حَقًّا عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَنْصَرِفَ اِلَّا عَنْ يَمِيْنِهٖ اَكْثَرُ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ عَنْ شِمَالِهٖ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی ذات کو شیطان کا حصہ نہ بنائے اور یہ گمان کرے کہ نماز کے بعد دائیں طرف ہی پھرا جاتا ہے۔ میں نے بہت دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بائیں جانب پھرتے بھی دیکھا ہے۔

۱۵۳۶۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا جَرِيْرٌ وَعِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ ح وَحَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ اَنَا عِيْسٰى جَمِيْعًا عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۱۵۳۷۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنِ السُّدِّیِّ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ كَيْفَ اَنْصَرِفُ اِذَا صَلَّيْتُ عَنْ يَّمِيْنِیْ اَوْ عَنْ يَّسَارِیْ قَالَ اَمَّا اَنَا فَاَكْثَرُ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ۔

سدی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ میں نماز پڑھنے کے بعد کس طرف پھروں دائیں طرف یا بائیں طرف، حضرت انس نے کہا میں نے زیادہ تر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دائیں جانب پھرتے دیکھا ہے۔

۱۵۳۸۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ السُّدِّیِّ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْصَرِفُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ۔

سدی کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں طرف پھرا کرتے تھے۔

تطبیق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر بائیں جانب پھر کر بیٹھتے تھے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر دائیں جانب پھر کر بیٹھتے تھے بظاہر ان دونوں روایتوں میں تعارض ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہر ایک راوی نے اپنا اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں طرح بیٹھتے تھے۔ اور دونوں امر جائز اور آپ کی سنت ہیں مگر چونکہ دوسری احادیث میں دائیں جانب کی فضیلت بیان کی گئی ہے اس لیے دائیں جانب افضل ہے۔

فرق مراتب قائم رکھنا دائیں جانب پھر کر بیٹھنا افضل ہے لیکن اگر کوئی شخص اس کو لازم اور واجب سمجھ لیتا ہے تو یہ گمراہی اور بدعت سیئہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو شیطان کا جز قرار دیا ہے۔ اس حدیث سے یہ قاعدہ مستنبط ہوا کہ شریعت نے جس عبادت کا جو حکم بیان کیا ہے اس سے تجاوز

نہیں کرنا چاہیے۔ جو شخص اس حکم سے تجاوز کرتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت بدل کر نئی شریعت بنا رہا ہے۔ ہمارے خیال میں اس سے بڑھ کر اور کوئی گمراہی نہیں ہے۔ فوت شدہ مسلمان کو ایصال ثواب کے لیے تیسرے، دسویں اور چالیسویں دن قرآن پاک کی تلاوت اور صدقہ خیرات کرنا ایک امر مستحب ہے اور لوگ اس کو مستحب سمجھ کر ہی کرتے ہیں ان امور کو ناجائز اور حرام کہنا شریعت میں دخل اندازی ہے۔ اسی طرح عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا افضل ہے اور مستحب ہے اس کو لازم اور ضروری قرار دینا نئی شریعت بنانا ہے۔

واجب اور مستحب میں بطور علامت یہ فرق ہے کہ واجب کے تارک کو نہ کرنے پر ٹوکا جاتا ہے اور اسے ملامت کی جاتی ہے کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا اور مستحب کے تارک کو ملامت نہیں کی جاتی نہ ہی نہ کرنے پر ٹوکا جاتا ہے، اگر کوئی شخص کسی مستحب کام کے نہ کرنے پر ٹوک رہا ہے تو دوسرے لفظوں میں وہ اس مستحب کو واجب بنا رہا ہے العیاذ باللہ البتہ بچوں اور طلبہ کو تعلیم و تربیت کے لیے امور مستحبہ کی تلقین کرنا اور نہ کرنے پر یاد دلانا جائز ہے۔

بَابُ ۲۳۹ اسْتِحْبَابِ يَمِيْنِ الْاِمَامِ — امام کے دائیں طرف کھڑے ہونے کا استحباب

۱۵۳۹- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ ابْنِ الْبَرَاءِ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْبَبْنَا اَنْ نَكُوْنَ عَنْ يَمِيْنِهٖ يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ قَالَ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ اَوْ تَجْمَعُ عِبَادَكَ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے تو آپ کے دائیں طرف کھڑے ہونے کو پسند کرتے تھے تاکہ ہم (پہلے) آپ کا چہرہ انور دیکھ لیں۔ حضرت براء کہتے ہیں کہ میں نے سنا آپ فرما رہے تھے "اے اللہ حشر کے دن مجھے اپنے عذاب سے محفوظ رکھنا"۔

۱۵۴۰- وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ كُرَيْبٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا وَكِيْعٌ عَنْ مِسْعَرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے۔

بَابُ ۲۴۰ كَرَاهَةِ الشُّرُوْعِ فِيْ نَافِلَةٍ بَعْدَ شُرُوْعِ الْمُؤَذِّنِ فِيْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ — اقامت کے بعد نفل شروع کرنے کی ممانعت

۱۵۴۱- وَحَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ وَرْقَاءَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب (فرض) نماز کی اقامت کہی جائے تو سوائے اس فرض کے اور کوئی نماز نہ پڑھی جائے۔

۱۵۴۲- وَحَدَّثَنِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَابْنُ رَافِعٍ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

قَالَا نَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنِي وَرْقَاءُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهٗ.

۱۵۴۳ - وَحَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا رَوْحٌ قَالَ نَا زَكَرِيَّا ابْنُ إِسْحٰقَ قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ يَقُولُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جماعت کھڑی ہو جائے تو سوا فرض نماز کے اور کوئی نماز نہ پڑھی جائے۔

۱۵۴۴ - وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا زَكَرِيَّا ابْنُ إِسْحٰقَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهٗ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۱۵۴۵ - وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ قَالَ حَمَّادٌ ثُمَّ لَقِيتُ عَمْرًا فَحَدَّثَنِي بِهٖ وَلَمْ يَرْفَعْهُ.

حماد کہتے ہیں کہ میں عمرو سے ملا اور انھوں نے اس حدیث کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں کی (یعنی حدیث موقوف قرار دیا)۔

۱۵۴۶ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ قَالَ نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِرَجُلٍ يُصَلِّي وَقَدْ أُقِيمَتْ صَلٰوةُ الصُّبْحِ فَكَلَّمَهٗ بِشَيْءٍ لَا نَدْرِي مَا هُوَ فَلَمَّا انْصَرَفْنَا أَحَطْنَا نَقُولُ مَاذَا قَالَ لَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ لِي يُوشِكُ أَنْ يُصَلِّيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ أَرْبَعًا قَالَ الْقَعْنَبِيُّ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَالِكٍ ابْنُ بُحَيْنَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَبُو الْحُسَيْنِ وَقَوْلُهٗ عَنْ أَبِيهِ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ خَطَأٌ.

عبداللہ بن مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے درآں حالیکہ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور نماز فجر کی اقامت ہو چکی تھی۔ آپ نے اس سے کچھ فرمایا جس کا ہمیں پتا نہیں چلا، نماز کے بعد ہم نے اُسے گھیر لیا اور پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا فرمایا تھا۔ اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اب تم میں سے کوئی شخص فجر کی چار رکعت پڑھنے لگا ہے! قعنبی نے کہا عبداللہ بن مالک بن بحینہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں امام مسلم نے فرمایا ہے کہ باپ کے واسطہ سے اس روایت میں خطاء ہے۔

۱۵۴۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أُقِيمَتْ صَلٰوةُ الصُّبْحِ

ابن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نماز فجر کی اقامت پڑھی گئی (اس وقت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا۔ درآں حالیکہ مؤذن اقامت کہہ رہا

فَرَأٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُصَلِّيْ وَالْمُؤَذِّنُ يُقِيْمُ فَقَالَ أَتُصَلِّي الصُّبْحَ أَرْبَعًا.

تھا آپ نے فرمایا کیا تم صبح کی نماز چار رکعت پڑھتے ہو۔

۱۵۴۸ - حَدَّثَنِيْ أَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنِيْ حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ كُلُّهُمْ عَنْ عَاصِمٍ ح وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ الْمَسْجِدَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فِيْ جَانِبِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا فُلَانُ بِأَيِّ الصَّلٰوتَيْنِ اعْتَدَدْتَ أَبِصَلٰوتِكَ وَحْدَكَ أَمْ بِصَلٰوتِكَ مَعَنَا.

عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں آیا درآں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر پڑھ رہے تھے۔ اس شخص نے مسجد کے ایک کونے میں دو رکعت سنتیں پڑھیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں جماعت میں شریک ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد فرمایا: اے شخص! تم نے کون سی نماز کو فرض قرار دیا ہے؟ جو پہلے دو رکعت پڑھی تھیں وہ یا جو دو رکعت ہمارے ساتھ پڑھی ہیں؟

اقامت کے وقت سنت فجر پڑھنے کا حکم

اس باب کی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کی اقامت کے وقت سنتیں پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور اس وقت سنتیں پڑھنے والے شخص کو فرض پڑھنے والا قرار دیا ہے اور اس میں یہ تنبیہ ہے جس وقت فرض پڑھے جا رہے ہوں اس وقت فرض ہی پڑھنا چاہیے۔ اگر کوئی شخص پہلے سے مثلاً چار سنتیں پڑھ رہا ہو اور نماز کی اقامت ہو جائے تو سنت کا ایک دوگانہ مکمل کر کے سلام پھیر دے اور جماعت میں شامل ہو جائے اور دو رکعت سنت بعد میں قضا کرے۔ سنتوں میں اصل یہ ہے کہ گھر میں پڑھی جائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا۔ احادیث میں چونکہ صبح کی سنتوں کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ اس لیے فقہاء نے اقامت فجر کے وقت بھی فجر کی سنتیں پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ بشرطیکہ فجر کی جماعت میں شامل ہونے سے نہ رہ جائے۔ علامہ نووی کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک صبح کی سنتیں اس وقت تک پڑھ سکتا ہے جب تک دوسری رکعت میں شامل ہو سکتا ہو اور سفیان ثوری کہتے ہیں کہ جب تک پہلی رکعت میں ملنے کا امکان ہو صبح کی سنتیں پڑھے اور امام شافعی اقامت کے وقت مطلقاً سنتیں پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔[1] بظاہر اس حدیث سے امام شافعی کی تائید ہوتی ہے کیونکہ فجر کی سنتوں کی تاکید بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اقامت فجر کے وقت سنتیں پڑھنے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔ اس لیے اتباع حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۴۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

اقامت فجر کے وقت سنت پڑھنا شروع نہ کرے (کیونکہ جن کے حکم سے سنتیں پڑھی جاتی ہیں وہ خود منع فرما رہے ہیں) اور اگر سنتیں پہلے سے شروع کی ہوئی ہیں تو جلد از جلد ختم کر کے جماعت میں شامل ہو جائے۔ علامہ وشتانی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس شخص کو مارتے تھے جو اقامت فجر کے وقت سنتیں پڑھتا تھا کیونکہ سرکار نے اس سے منع کیا ہے۔ [1]

یہ انتہائی غلط طریقہ مروج ہے کہ مسجد میں فجر کی جماعت کھڑی ہوتی ہے اور لوگ جماعت کی صفوں سے متصل کھڑے ہو کر سنتیں پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس میں ایک خرابی یہ ہے کہ امام آواز بلند قرآن پڑھ رہا ہے جس کا سننا فرض ہے اور سنتوں میں مشغول شخص اس فرض کو ترک کر رہا ہے۔ دوسری خرابی یہ ہے کہ سنتوں میں مشغول شخص بظاہر فرض اور جماعت سے اعراض کر رہا ہے اور تیسری خرابی یہ ہے کہ اس کا یہ عمل اس باب کی احادیث کی مخالفت کو مستلزم ہے۔

احناف کا نظریہ

اقامت فجر کے بعد جب نمازی کو یقین ہو کہ وہ فجر کی سنتیں پڑھنے کے بعد جماعت کی ایک رکعت پا سکتا ہے تو احناف کے نزدیک اس کو سنت فجر پڑھ لینی چاہئیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت فجر پڑھنے کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے، احناف اپنے مسلک پر حسب ذیل آثار سے استدلال کرتے ہیں:

عن ابی مجلز قال دخلت المسجد فی صلوٰۃ الغداۃ مع ابن عمر وابن عباس والامام یصلی فاما ابن عمر فدخل فی الصف واما ابن عباس فصلی رکعتین ثم دخل مع الامام فلما سلم الامام قعد ابن عمر مکانہ حتی طلعت الشمس فقام فرکع رکعتین۔ [2]

ابو مجلز بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز فجر کے لیے مسجد میں داخل ہوا درآں حالیکہ امام نماز پڑھا رہا تھا حضرت ابن عمر تو جماعت میں شامل ہو گئے اور حضرت ابن عباس نے دو رکعت سنت پڑھیں پھر جماعت میں شامل ہوئے امام کے سلام پھیرنے کے بعد حضرت ابن عمر اپنی جگہ بیٹھے رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا اس کے بعد حضرت ابن عمر نے دو رکعت سنت پڑھیں۔

عن ابی عبید اللہ عن ابی الدرداء انہ کان یدخل المسجد والناس صفوف فی صلوٰۃ الفجر فیصلی الرکعتین فی ناحیۃ المسجد ثم یدخل مع القوم فی الصلوٰۃ۔ [3]

ابو عبید اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے درآں حالیکہ صبح کی جماعت کھڑی ہوئی تھی انہوں نے مسجد کے ایک کونے میں دو رکعت سنت پڑھیں پھر لوگوں کے ساتھ جماعت میں شامل ہو گئے۔

علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۶۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ۔ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۱۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۴ھ

[3] " " " شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۲۰ " "

قال اذا اخذ المؤذن فی الاقامۃ کرھت للرجل ان یتطوع لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ الارکعتی الفجر فانی لم اکرھھما وکذلک اذا انتھی الی المسجد وقد افتتح القوم صلوٰۃ الفجر یاتی برکعتی الفجر ان رجا ان یدرک مع الامام رکعۃ فی الجماعۃ[1]

امام محمد فرماتے ہیں جب مؤذن اقامت کہنا شروع کر دے تو سنتیں پڑھنا مکروہ ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، جب نماز کی اقامت ہو تو فرض کے سوا اور کوئی نماز نہ پڑھی جائے، امام محمد فرماتے ہیں سوا صبح کی سنتوں کے کیونکہ میں ان کو مکروہ نہیں قرار دیتا اسی طرح جب کوئی شخص مسجد میں پہنچے اور فجر کی جماعت کھڑی ہو چکی ہو تو اگر اس کو امید ہو کہ وہ امام کے ساتھ ایک رکعت پا لے گا تو سنتیں پڑھ لے[2]

لفظ ابن کے ساتھ صفت کا قاعدہ

امام مسلم نے کہا عبداللہ بن مالک ابن بحینہ عن ابیہ میں خطاء ہے کیونکہ صحیح نام یہ ہے۔ عبداللہ بن مالک بن القشب ۔ بحینہ عبداللہ کی ماں کا نام ہے اور مالک ان کے باپ کا نام ہے اس نام کو پڑھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ مالک کو تنوین کے ساتھ پڑھا جائے اور لکھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ دوسرے بن کو ہمزہ کے ساتھ (ابن) لکھا جائے یہ نام اس طرح لکھا جائے گا عبداللہ بن مالک ابن بحینہ[3] کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب ایک علم کی صفت ابن ہو جو مضاف ہو دوسرے علم کی طرف تو ابن کو ہمزہ کے ساتھ نہیں لکھتے اور صفت کے بعد پھر لفظ ابن جو مضاف ہو کسی علم کی طرف وہ پہلے علم کی صفت ہو تو ابن کو ہمزہ کے ساتھ لکھتے ہیں۔

بَابُ ۲۲۱ مَا يَقُولُ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ

مسجد میں داخل ہونے کی دعا

۱۵۲۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ أَوْ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَإِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ قَالَ مُسْلِمٌ

حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ یا ابوحمید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے (ترجمہ) اے اللہ میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب مسجد سے باہر آئے تو کہے (ترجمہ) اے اللہ میں تیرے فضل سے سوال کرتا ہوں

---

[1] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط ج ۱ ص ۱۶۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ سرخسی نے اثر ابن مسعود سے استدلال کیا ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود نے مسجد کے ستونوں کے پیچھے کھڑے ہو کر صبح کی سنتیں پڑھیں حالانکہ اس وقت جماعت کھڑی ہوئی تھی۔

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۴۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ يَحْيَى يَقُولُ كَتَبْتُ هٰذَا الْحَدِيثَ مِنْ كِتَابِ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ وَقَالَ بَلَغَنِي أَنَّ يَحْيَى الْحِمَّانِيَّ يَقُولُ وَأَبِي أُسَيْدٍ

۱۵۵۰- وَحَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ نَا عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ سُوَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ أَوْ أَبِي أُسَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

فضل الٰہی کے معانی

مسجد میں داخل ہونے کے لیے آپ نے یہ دعا تعلیم کی "اللھم افتح لی ابواب رحمتک" "اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے" تاکہ اللہ تعالیٰ کی عبادات کے دوران بندہ پر رحمت الٰہیہ کا فیضان ہو۔ عبادت میں طمانیت، خضوع و خشوع اور ذوق و شوق حاصل ہو اور مسجد سے باہر آتے وقت یہ دعا تعلیم فرمائی "اللھم انی اسئلک من فضلک" "اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل کے سبب سوال کرتا ہوں" اس دعا کا ایک مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! میں نے جو عبادت کی ہے میں تجھ سے اس عبادت کی بناء پر سوال نہیں کرتا بلکہ تیرے فضل کی بنا پر سوال کرتا ہوں دوسرا مطلب یہ ہے فضل کے معنی ہیں زائد، گویا کہ بندہ یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! میں تجھ سے اور زیادہ عبادت کا سوال کرتا ہوں یعنی میں نے جو اب عبادت کی ہے اس سے سیر نہیں ہوا مجھے اس سے زیادہ عبادت کی توفیق اور طاقت عطا فرما تیسرا مطلب یہ ہے کہ فضل سے مراد دنیاوی منفعت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللّٰہ" (جمعہ: ۱۰)

"جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور (کاروبار میں) اللہ کے فضل کو تلاش کرو۔"

اسی طرح یہ بندہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! میں تیری عبادت کر چکا اب کاروبار معیشت میں مجھے اپنا فضل عطا فرما۔

بَابُ ۲۴۲ اِسْتِحْبَابِ تَحِيَّةِ الْمَسْجِدِ بِرَكْعَتَيْنِ وَكَرَاهَةِ الْجُلُوسِ قَبْلَ صَلٰوتِهَا وَأَنَّهَا مَشْرُوعَةٌ فِي جَمِيعِ الْأَوْقَاتِ

تحیۃ المسجد

۱۵۵۱- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا نَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے۔

۱۵۵۲- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا درآں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے

يَحْيَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى ابْنِ حَبَّانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمِ بْنِ خَلْدَةَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ صَاحِبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيِ النَّاسِ قَالَ فَجَلَسْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَرْكَعَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ تَجْلِسَ قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ رَأَيْتُكَ جَالِسًا وَالنَّاسُ جُلُوسٌ قَالَ فَإِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتَّى يَرْكَعَ رَكْعَتَيْنِ۔

درمیان بیٹھے ہوئے تھے، میں بھی بیٹھ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنے سے تم کو کس نے روکا تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے آپ کو اور لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا! فرمایا تم میں سے جب کوئی شخص مسجد میں آئے تو دو رکعت نماز پڑھنے سے پہلے نہ بیٹھے۔

تحیۃ المسجد کے احکام

مسجد میں داخل ہونے کے بعد مسجد کی تعظیم کے لیے دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے اور اس کا ترک مکروہ تنزیہی ہے۔ احناف کے نزدیک جن اوقات میں نوافل یا مطلقاً نماز پڑھنا منع ہے۔ ان اوقات میں تحیۃ المسجد کی دو رکعت پڑھنا جائز نہیں ہے۔ صبح کی اذان کے بعد دو رکعت سنت کے علاوہ اور عصر کے بعد نفل پڑھنا ممنوع ہے اور اسی طرح طلوع شمس، استواء شمس اور غروب شمس کے اوقات میں نماز پڑھنا مطلقاً ممنوع ہے اس لیے ان اوقات میں تحیۃ المسجد پڑھنا جائز نہیں ہے[1] مالکیہ کا بھی یہی موقف ہے[2] ہر چند کہ تحیۃ المسجد کے امر میں عموم ہے لیکن اس کے مقابلہ میں ان اوقات کے اندر نہی میں بھی عموم ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب اباحت اور تحریم میں تعارض ہو تو ترجیح تحریم کو دی جاتی ہے۔

امام شافعی کے نزدیک ممنوعہ اوقات میں بھی تحیۃ المسجد پڑھنا مستحب ہے۔[3]

امام احمد بن حنبل کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں مشہور قول یہ ہے کہ ناجائز ہے اور ایک قول جواز کا ہے۔[4]

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ جب کعبہ میں داخل ہو تو تحیۃ المسجد پڑھنے سے پہلے طواف کرے۔ علامہ وشتانی نے لکھا ہے کہ جب مسجد نبوی میں داخل ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے سے پہلے تحیۃ المسجد پڑھے[5] لیکن اہل محبت یہ کہتے ہیں کہ پہلے آپ کی بارگاہ میں سلام عرض کرے اور پھر تحیۃ المسجد پڑھے کیونکہ مسجد کے مقابلہ میں آپ کی تعظیم اہم اور مقدم ہے۔

علامہ علائی حنفی کہتے ہیں کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد فرض، سنت یا نفل کسی بھی نماز کے پڑھنے سے تحیۃ المسجد کی نماز ہو جاتی ہے کیونکہ مقصود مسجد کی تعظیم اور اس کا اکرام ہے اور وہ حاصل ہو گئی[6] لیکن علامہ شامی نے اس سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۳۶، ۶۳۵، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ۔

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال الاکمال ج ۲ ص ۳۶۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۶ھ

[4] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۴۳۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ۔

[5] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۶۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

[6] علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۶۳۵، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول

کہ جب تک مسجد کی تعظیم اور اکرام کے قصد اور نیت سے نماز نہیں پڑھے گا، تحیۃ المسجد کی نماز ادا نہیں ہوگی کیونکہ اعمال کے ثواب کا مدار نیت پر ہے[1] بخاری شریف میں ہے اعمال (کے ثواب) کا مدار نیت پر ہے[2]

بَابُ ۲۲۳ اِسْتِحْبَابِ رَكْعَتَيْنِ فِي الْمَسْجِدِ لِمَنْ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ اَوَّلَ قُدُوْمِهٖ

مسافر کے وطن پہنچتے ہی مسجد میں دو رکعت پڑھنے کا استحباب

۱۵۵۲ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ جَوَّاسٍ الْحَنَفِيُّ اَبُو عَاصِمٍ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ الْاَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ لِيْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ فَقَضَانِيْ وَزَادَنِيْ وَدَخَلْتُ عَلَيْهِ الْمَسْجِدَ فَقَالَ لِيْ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر میرا کچھ قرض تھا۔ آپ نے وہ قرض ادا کیا اور اصل سے کچھ زائد عطا فرمایا۔ میں مسجد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا دو رکعت نماز پڑھ لو۔

۱۵۵۳ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَارِبٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ اشْتَرٰى مِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعِيْرًا فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ اَمَرَنِيْ اَنْ اٰتِيَ الْمَسْجِدَ فَاُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک اونٹ خریدا جب میں مدینہ پہنچا تو مجھ سے فرمایا کہ مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھو۔

۱۵۵۴ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي الثَّقَفِيَّ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ وَهْبِ ابْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزَاةٍ فَاَبْطَاَ بِيْ جَمَلِيْ وَاَعْيَا ثُمَّ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلِيْ وَقَدِمْتُ بِالْغَدَاةِ فَجِئْتُ الْمَسْجِدَ فَوَجَدْتُهٗ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ قَالَ اَلْاٰنَ حِيْنَ قَدِمْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَدَعْ جَمَلَكَ وَادْخُلْ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ قَالَ فَدَخَلْتُ فَصَلَّيْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں گیا میرا اونٹ بہت آہستہ چلتا تھا اور چلنے سے تھک جاتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پہلے پہنچ گئے اور میں ایک دن بعد پہنچا، جب میں مسجد میں داخل ہوا تو آپ کو مسجد کے دروازہ پر پایا، آپ نے فرمایا تم اب پہنچے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی! آپ نے فرمایا اونٹ چھوڑ کر مسجد میں جاؤ اور دو رکعت نماز پڑھو۔ میں نے مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اور پھر واپس چلا گیا۔

۱۵۵۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا الضَّحَّاكُ

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار علی الدر المختار ج ۱ ص ۴۲۶، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۸۱ھ۔

يَعْنِي أَبَا عَاصِمٍ ح وَحَدَّثَنِي مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَا جَمِيعًا أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ وَعَنْ عَمِّهِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ إِلَّا نَهَارًا فِي الضُّحٰى فَإِذَا قَدِمَ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰى فِيهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِيهِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے دن میں چاشت کے وقت ہی واپس آتے تھے۔ پہلے دو رکعت نماز پڑھتے اور مسجد میں بیٹھتے۔

تشریح اس باب کی احادیث سے معلوم ہوا کہ سنت یہ ہے کہ کسی سفر سے واپس آنے کے بعد اپنے گھر جانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے گھر (مسجد) میں حاضر ہو اور دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد اپنے گھر جائے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص مرجع عوام ہو وہ سفر سے واپس آنے کے بعد مسجد میں بیٹھ جائے تاکہ اس علاقہ کے لوگ اس سے بآسانی مل سکیں اور یہ پتا چلا کہ قرض ادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور پسندیدہ امر یہ ہے کہ مقروض جب قرض واپس کرے تو قرض خواہ کو اصل سے کچھ زائد رقم دے۔

صحیح بخاری میں یہ حدیث زیادہ تفصیل سے بیان کی گئی ہے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں جا رہا تھا، میرا اونٹ بہت آہستہ چل رہا تھا اور چلتے چلتے تھک جاتا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے جابر! میں نے عرض کیا جی! آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا میرا اونٹ آہستہ چلتا ہے اور تھک جاتا ہے اس وجہ سے میں لشکر سے پیچھے رہ گیا آپ نے سواری سے اتر کر میرے اونٹ پر ڈھال ماری پھر مجھ سے فرمایا: اب اونٹ پر سوار ہو، میں اونٹ پر سوار ہوا اور میں نے دیکھا کہ اب وہ اونٹ اس قدر تیز چل رہا تھا کہ میں بار بار اس کو تیز رفتاری سے روکتا تھا کہ کہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ نکل جائے۔

(اثناء سفر میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے عرض کیا جی! فرمایا، کنواری سے یا بیوہ سے؟ میں نے کہا بیوہ سے۔ فرمایا، کنواری سے شادی کیوں نہ کی تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی! میں نے عرض کیا میری کچھ بہنیں ہیں میں نے پسند کیا کہ میں ایسی عورت سے شادی کروں جو میری بہنوں کی کنگھی چوٹی کرے اور ان کی تربیت اور نگہداشت کرے! آپ نے فرمایا جب گھر جاؤ تو ہوشیاری سے جانا! پھر فرمایا کیا تم اپنا اونٹ فروخت کرو گے؟ میں نے عرض کیا جی۔ آپ نے مجھ سے وہ اونٹ چالیس درہم کا خرید لیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پہلے پہنچ گئے اور میں دوسرے روز پہنچا جب ہم مسجد میں پہنچے تو آپ کو مسجد کے دروازہ پر پایا۔ آپ نے فرمایا: اب پہنچے ہو! میں نے عرض کیا جی! آپ نے فرمایا اونٹ چھوڑ دو اور مسجد میں دو رکعت نماز پڑھو۔ میں نے مسجد میں آکر دو رکعت نماز پڑھی۔ آپ نے بلال کو حکم دیا کہ چالیس درہم وزن کر کے دے۔ بلال نے چالیس درہم وزن کر کے کچھ زیادہ دیئے۔ میں پیٹھ موڑ کر واپس چلا گیا! آپ نے فرمایا جابر کو بلاؤ! میں نے دل میں سوچا کہ شاید اب اونٹ واپس کر دیں گے اور یہ مجھے سخت ناپسند تھا۔ آپ نے فرمایا: جاؤ اونٹ بھی لے جاؤ اور قیمت بھی لے لو[1] ——— (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر دیکھیں) ———

بَابُ ۲۴۴ اِسْتِحْبَابِ صَلٰوةِ الضُّحٰی[۱]

نماز چاشت کا استحباب

۱۵۵۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا هَلْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى قَالَتْ لَا اِلَّا اَنْ يَجِيْءَ مِنْ مَغِيْبِهِ.

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے؟ فرمایا نہیں! الّا یہ کہ آپ کسی سفر سے تشریف لائیں۔

۱۵۵۸ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا اَبِي قَالَ نَا كَهْمَسُ بْنُ الْحَسَنِ الْقَيْسِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ اَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى قَالَتْ لَا اِلَّا اَنْ يَجِيْءَ مِنْ مَغِيْبِهِ.

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے؟ فرمایا نہیں! الّا یہ کہ آپ کسی سفر سے واپس آئیں۔

۱۵۵۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي سُبْحَةَ الضُّحٰى قَطُّ وَاِنِّي لَاُسَبِّحُهَا وَاِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَدَعُ الْعَمَلَ وَهُوَ يُحِبُّ اَنْ يَّعْمَلَ بِهٖ خَشْيَةَ اَنْ يَّعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور میں چاشت کی نماز پڑھتی ہوں، ہرچند کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کو کرنا پسند کرتے تھے، لیکن اس خدشہ سے نہیں کرتے تھے کہ آپ کو دیکھ کر مسلمان بھی وہ کام کرنے لگیں گے اور وہ کام ان پر فرض ہو جائے گا۔

۱۵۶۰ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ نَا يَزِيْدُ يَعْنِي الرِّشْكَ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ مُعَاذَةُ اَنَّهَا سَاَلَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَمْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي صَلٰوةَ الضُّحٰى قَالَتْ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَيَزِيْدُ مَا شَاءَ.

معاذہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت کی کتنی رکعت پڑھا کرتے تھے؟ فرمایا چار رکعات اور جس قدر زیادہ پڑھنا چاہتے پڑھ لیتے تھے۔

۱۵۶۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ يَزِيْدَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے مگر اس میں یہ ہے جس قدر اللہ چاہتا زیادہ پڑھ لیتے۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ۱ے امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

مِثْلَهُ وَقَالَ وَيَزِيدُ مَا شَاءَ اللّٰهُ .

۱۵۶۲ - وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ سَعِيدٍ قَالَ نَا قَتَادَةُ اَنَّ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةَ حَدَّثَتْهُمْ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى اَرْبَعًا وَيَزِيدُ مَا شَاءَ اللّٰهُ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی چار رکعات پڑھتے تھے اور اللہ تعالیٰ جس قدر زیادہ چاہتا اتنی بڑھا لیتے تھے۔

۱۵۶۳ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ مُعَاذِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهُ .

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۱۵۶۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَ ابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي لَيْلٰى قَالَ مَا اَخْبَرَنِي اَحَدٌ اَنَّهُ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى اِلَّا اُمُّ هَانِئٍ فَاِنَّهَا حَدَّثَتْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَصَلّٰى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ مَا رَاَيْتُهُ صَلّٰى صَلٰوةً قَطُّ اَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ اَنَّهُ كَانَ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ بَشَّارٍ فِي حَدِيثِهِ قَوْلَهُ قَطُّ .

عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ مجھے صرف حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا نے بتایا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن میرے گھر تشریف لائے اور آپ نے آٹھ رکعات اس قدر جلد پڑھیں کہ میں نے کبھی آپ کو اتنی جلدی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن آپ رکوع اور سجود مکمل طریقے سے کرتے تھے۔ ابن بشار نے اپنی حدیث میں قطّ کا ذکر نہیں کیا۔

۱۵۶۵ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَا نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّ اَبَاهُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْحَارِثِ ابْنِ نَوْفَلٍ قَالَ سَاَلْتُ وَحَرَصْتُ عَلٰى اَنْ اَجِدَ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ يُخْبِرُنِي اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّحَ سُبْحَةَ الضُّحٰى فَلَمْ اَجِدْ اَحَدًا يُحَدِّثُنِي ذٰلِكَ غَيْرَ اُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ اَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَخْبَرَتْنِي اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى بَعْدَ مَا ارْتَفَعَ النَّهَارُ يَوْمَ الْفَتْحِ فَاُتِيَ بِثَوْبٍ فَسُتِرَ عَلَيْهِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ

عبداللہ بن حارث کہتے ہیں کہ مجھے اس بات کی زبردست خواہش تھی کہ کوئی شخص مجھے یہ بتائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز کس طرح پڑھتے تھے لیکن مجھے صرف حضرت اُمّ ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا نے اس بات کی خبر دی اور بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے روز دن چڑھنے کے بعد آئے اور کپڑا لاکر پردہ کیا گیا پھر آپ نے غسل کے بعد آٹھ رکعت پڑھیں۔ میں یہ نہیں کہہ سکتی کہ اس میں آپ نے قیام زیادہ لمبا کیا تھا یا رکوع زیادہ لمبا کیا تھا یا سجود، کیونکہ تمام ارکان برابر تھے اور اس سے پہلے اور بعد میں نے آپ کو کبھی چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

لَا أَدْرِي أَقِيَامُهُ فِيهَا أَطْوَلُ أَمْ رُكُوعُهُ أَمْ سُجُودُهُ كُلُّ ذَلِكَ مِنْهُ مُتَقَارِبٌ قَالَتْ فَلَمْ أَرَهُ سَبَّحَهَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ قَالَ الْمُرَادِيُّ عَنْ يُونُسَ وَلَمْ يَقُلْ أَخْبَرَنِي.

۱۵۶۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِئٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ تَقُولُ ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْتُرُهُ بِثَوْبٍ قَالَتْ فَسَلَّمْتُ فَقَالَ مَنْ هَذِهِ؟ قُلْتُ أُمُّ هَانِئٍ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ قَالَ مَرْحَبًا بِأُمِّ هَانِئٍ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ قَامَ فَصَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ زَعَمَ ابْنُ أُمِّي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ قَاتِلٌ رَجُلًا أَجَرْتُهُ فُلَانُ بْنُ هُبَيْرَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ يَا أُمَّ هَانِئٍ قَالَتْ أُمُّ هَانِئٍ وَذَلِكَ ضُحًى.

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ فتح مکہ کے سال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ آپ غسل کر رہے تھے اور آپ کی صاحبزادی سیدتنا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک چادر تان کر آپ کا پردہ کیا ہوا تھا۔ میں نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا اُمّ ہانی بنت ابی طالب۔ فرمایا اُمّ ہانی کو مرحبا ہو۔ غسل سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعت نماز پڑھی درآں حالیکہ آپ ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو میں نے عرض کیا میرے ماں جائے علی بن ابی طالب ایک ایسے شخص کو قتل کرنے والے ہیں جس کو میں پناہ دے چکی ہوں اور وہ فلاں بن ہبیرہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اُمّ ہانی جن کو تم نے پناہ دی اس کو ہم نے پناہ دی۔ حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ نماز چاشت کی تھی۔

۱۵۶۷۔ وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ أَنَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي مُرَّةَ مَوْلَى عَقِيلٍ عَنْ أُمِّ هَانِئٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي بَيْتِهَا عَامَ الْفَتْحِ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ فِي ثَوْبٍ قَدْ خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ.

حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ان کے گھر آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ درآں حالیکہ آپ نے اپنے گرد ایک کپڑا لپیٹ رکھا تھا جس کی دونوں طرفیں مخالف جانب تھیں۔

۱۵۶۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ الضُّبَعِيُّ قَالَ نَا مَهْدِيٌّ وَهُوَ ابْنُ مَيْمُونٍ قَالَ نَا وَاصِلٌ مَوْلَى ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّيلِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يُصْبِحُ الرَّجُلُ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص صبح اٹھتا ہے تو اس کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہوتا ہے اور اس کا ایک بار سبحان اللہ کہہ دینا صدقہ ہے ایک بار الحمد للہ کہہ دینا صدقہ ہے ایک بار لا الٰہ الا اللہ کہہ دینا

عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ وَّ كُلُّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ وَّ كُلُّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ وَّ كُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ وَّ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَّ نَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَّ يُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى

صدقہ ہے ایک بار اللہ اکبر کہہ دینا صدقہ ہے۔ کسی شخص کو نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، کسی کو برائی سے روکنا صدقہ ہے اور چاشت کی نماز پڑھ لینا ان تمام امور سے کفایت کر جاتا ہے۔

۱۵۶۹۔ وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ نَا اَبُو التَّيَّاحِ قَالَ حَدَّثَنِىْ اَبُوْ عُثْمَانَ النَّهْدِىُّ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَوْصَانِىْ خَلِيْلِىْ بِثَلٰثٍ بِصِيَامِ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَّ رَكْعَتَىِ الضُّحٰى وَاَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَرْقُدَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے خلیل نے مجھے تین چیزوں کی وصیت کی، ہر ماہ تین روزے رکھنے کی، دو رکعت نماز چاشت کی، اور سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی۔

۱۵۷۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَبَّاسٍ الْجُرَيْرِىِّ وَاَبِىْ شِمْرٍ الضُّبَعِىِّ قَالَا سَمِعْنَا اَبَا عُثْمَانَ النَّهْدِىَّ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۱۵۷۱۔ وَحَدَّثَنِىْ سُلَيْمَانُ بْنُ مَعْبَدٍ قَالَ نَا مُعَلَّى ابْنُ اَسَدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُخْتَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الدَّانَاجِ قَالَ حَدَّثَنِىْ اَبُوْ رَافِعٍ الصَّائِغُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ اَوْصَانِىْ خَلِيْلِىْ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلٰثٍ فَذَكَرَ مِثْلَ حَدِيْثِ اَبِىْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میرے خلیل ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین چیزوں کی وصیت کی ہے۔

۱۵۷۲۔ وَحَدَّثَنِىْ هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا نَا ابْنُ اَبِىْ فُدَيْكٍ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ اَبِىْ مُرَّةَ مَوْلٰى اُمِّ هَانِئٍ عَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَوْصَانِىْ حَبِيْبِىْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلٰثٍ لَنْ اَدَعَهُنَّ مَا عِشْتُ بِصِيَامِ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَّصَلٰوةِ الضُّحٰى وَبِاَنْ لَّا اَنَامَ حَتّٰى اُوْتِرَ۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایسی تین چیزوں کی وصیت کی ہے جن کو میں تاحیات نہیں چھوڑوں گا۔ ہر ماہ تین روزے، چاشت کی نماز اور سونے سے پہلے وتر پڑھنا۔

چاشت کا وقت

علامہ طیبی کہتے ہیں کہ سورج بلند ہونے کے بعد دن کے ابتدائی حصہ کو چاشت کہتے ہیں

ملا علی قاری کہتے ہیں کہ زوال سے پہلے دن کے ابتدائی چوتھے حصے کو چاشت کہتے ہیں[1] مثلاً اگر بارہ گھنٹے کا دن ہے تو طلوع آفتاب کے تین گھنٹے بعد چاشت کا وقت ہوگا۔

چاشت کی نماز میں روایات متعارض ہیں اور یہ تعارض ثبوت اور تعداد دونوں کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

چاشت کی نماز میں بلحاظ ثبوت کے تطبیق

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت میں یہ ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے بالکل نہیں دیکھا۔ ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف سفر سے واپسی کے موقع پر چاشت کی نماز پڑھتے تھے۔ ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ چار رکعت چاشت پڑھتے تھے اور جس قدر زیادہ چاہتے پڑھ لیتے۔ اس تعارض کا اولاً جواب یہ ہے کہ جب کسی واقعہ کے بارے میں ثبوت اور نفی کی روایات ہوں تو ثبوت کی روایات کو ترجیح دی جاتی ہے۔ ثانیاً یہ کہ حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جن روایات میں چاشت پڑھنے کی نفی بیان کی ہے وہ نفی ان کے مشاہدہ کے اعتبار سے ہے اور جن روایات میں انھوں نے سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھنے کی خبر دی ہے۔ وہ کسی اور صحابی یا صحابیہ یا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خبر دینے کی وجہ سے ہے، ثالثاً جن روایات میں حضرت عائشہ نے نماز چاشت پڑھنے کی نفی بیان کی، وہ دوام اور مواظبت کے اعتبار سے ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز چاشت کی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ رابعاً لوگوں میں چاشت کی نماز آٹھ رکعت معروف ہوگئی، حضرت عائشہ نے اس معروف طریقہ کی نفی کی ہے کیونکہ آپ چاشت کی نماز چار رکعت بھی پڑھتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے چاشت کی نماز سے جو اپنے علم کی نفی کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ کی باری آٹھ دن کے بعد آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز مسجد میں پڑھتے تھے یا سفر میں پڑھتے تھے جس کی وجہ سے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھنے کا علم نہیں ہوسکا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی منقول ہے کہ انھوں نے مسجد میں چاشت کی نماز پڑھنے کو بدعت قرار دیا ہے اور منقول ہے کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود چاشت کی نماز نہیں پڑھتے تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات کو یہ خدشہ تھا کہ اگر ہر روز التزام کے ساتھ چاشت کی نماز مسجد میں پڑھی گئی تو لوگ اس کو فرض کے مشابہ قرار دے لیں گے۔[2]

چاشت کی نماز میں بلحاظ عدد کے تطبیق

عدد کے لحاظ سے بھی ان روایات میں تعارض ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت چار رکعات پڑھتے تھے۔ حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آپ نے چاشت کی نماز آٹھ رکعات پڑھیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے چاشت کی نماز دو رکعت پڑھیں۔ طبری نے روایت کیا ہے کہ آپ نے چاشت کی نماز پہلے دو رکعت پڑھیں، پھر چار رکعت پھر چھ رکعت، پھر آٹھ رکعت۔ بعض ضعیف روایات میں بارہ رکعات کا

---

[1] علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹۸ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ وشتانی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

بھی ذکر ہے۔

ان متعارض روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز چاشت کی متعدد رکعات پڑھی ہیں تاکہ امت کو عمل کرنے میں آسانی اور سہولت ہو اور ہر راوی نے اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے۔

حضرت ام ہانی کی روایت کے فوائد

حضرت ام ہانی کا نام فاختہ تھا لیکن وہ اپنی کنیت سے مشہور ہو گئیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص وضو یا غسل کر رہا ہو اس کو سلام کرنا جائز ہے کیونکہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل کی حالت میں سلام کیا، البتہ جو شخص قضاء حاجت میں مشغول ہو اس کو سلام کرنا جائز نہیں ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غسل کرنے والے کا گفتگو کرنا جائز ہے، کیونکہ آپ نے حالت اغتسال میں حضرت ام ہانی سے کلام کیا بعض فقہاء نے یہ فرق کیا ہے کہ جو غسل طہارت کے لیے ہو اس میں کلام نہ کرے اور جو غسل تنظیف اور بدن کو صاف کرنے کے لیے ہو اس میں کلام کرنا جائز ہے آپ کا یہ غسل تنظیف کے لیے تھا کیونکہ بعض احادیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ کے چہرہ پر گرد و غبار تھا تو آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پانی لانے کے لیے فرمایا، حضرت ام ہانی نے حضرت علی کو بھائی کہنے کی بجائے ماں جایا کہا کیونکہ ماں جایا کا لفظ اس بات کو مستلزم ہے کہ رحم میں مشارکت کی وجہ سے شفقت اور رحمت کے اظہار کا زیادہ داعیہ اور باعث ہو۔

رکعات نوافل میں مذاہب

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ایک رکعت نفل پڑھنا بھی جائز ہے لیکن ان کے نزدیک افضل یہ ہے کہ دن اور رات میں دو دو رکعت نفل پڑھے جائیں[1] امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک نفل صرف دو دو رکعت ہی پڑھے جاسکتے ہیں۔[2] امام احمد بن حنبل کے نزدیک ایک رکعت نفل جائز نہیں رات کے نوافل دو رکعت سے زیادہ ایک سلام کے ساتھ پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ سنن ابوداؤد میں ہے صلوٰۃ اللیل مثنی مثنی "رات کو نماز دو دو رکعت پڑھو" اور دن کو دو دو رکعت نماز پڑھنا افضل ہے لیکن اگر دن میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعت نفل بھی پڑھ لے تو جائز ہے۔ اگر دن یا رات میں چھ نفل ایک سلام کے ساتھ پڑھے تو یہ فعل مکروہ ہے لیکن نماز ہو جائے گی[3] امام ابوحنیفہ کے نزدیک دن میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعت سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے اور رات میں ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعت سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے دن اور رات میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعت پڑھنا افضل ہے امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک رات اور دن میں دو دو رکعت پڑھنا افضل ہے اور بعض مشائخ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے[4]۔ صاحبین کی دلیل سنن ابوداؤد کی حدیث ہے: صلوٰۃ اللیل مثنی مثنی "رات کی نماز دو دو رکعت کر کے پڑھو اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے جس کو ابوسلمہ نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۴ ص ۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[3] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۴۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ۔

[4] علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۴۶۲ مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن انہ اخبرہ انہ سأل عائشۃ کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان فقالت ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان و لا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنہن و طولہن ثم یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنہن و طولہن ثم یصلی ثلثا قالت عائشۃ فقلت یا رسول اللہ اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی[1]

حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ آپ چار رکعات نماز پڑھتے ان کے حسن اور طول کی بات نہ پوچھو، پھر چار رکعات نماز پڑھتے اور یہ نہ پوچھو کہ ان کا حسن اور طول کیسا تھا۔ پھر تین رکعت (وتر) پڑھتے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں! فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں محو خواب ہوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔

احناف کے نزدیک ایک رکعت نماز جائز نہیں ہے۔

عورت کے امان دینے میں مذاہب

حدیث نمبر ۱۵۶۶ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ہانی کی ابن ہبیرہ کی دی ہوئی امان نافذ کر دی۔

یہاں فقہاء نے اس نکتہ پر بحث کی ہے کہ عورت اگر کسی شخص کو امان دیدے تو کیا صرف اس کے امان دینے سے امان نافذ ہو جاتی ہے ــــ یا یہ امان امام کی اجازت پر موقوف ہے اگر وہ امان کو برقرار رکھے تو امان ہو گی ورنہ نہیں۔ علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ جمہور علماء نے اسی حدیث کی بناء پر عورت کی امان کو جائز قرار دیا ہے اور ابن ماجشون نے اس مسئلہ میں جمہور علماء کی مخالفت کی ہے[2]۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام شافعی اور دیگر ائمہ کے نزدیک قیامت تک برپا ہونے والے جہاد میں عورت کی دی ہوئی امان نافذ ہو جائے گی اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک عورت کی دی ہوئی امان امام کی صواب دید پر موقوف ہے۔ وہ اگر اس امان کو برقرار رکھے گا تو امان برقرار رہے گی ورنہ نہیں[3]

باب ۲۳۵ اِسْتِحْبَابِ رَكْعَتَيْ سُنَّةِ الْفَجْرِ وَ الْحَثِّ عَلَيْهِمَا

سنت فجر کا استحباب اور تاکید

۱۵۷۳- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ

حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں

[1] امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت۔

[3] علامہ یحیی بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۴۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ حَفْصَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنَ الْاَذَانِ لِصَلٰوةِ الصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحُ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ تُقَامَ الصَّلٰوةُ۔

کہ جب مؤذن اذان دے کر خاموش ہو جاتا، اور فجر ظاہر ہو جاتی، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقامت سے پہلے دو رکعت سنت فجر مختصر طریقہ پر پڑھتے۔

١٥٧٤- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ عَنْ اَيُّوْبَ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ كَمَا قَالَ مَالِكٌ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

١٥٧٥- وَحَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ زَيْدِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ لَا يُصَلِّيْ اِلَّا رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلوع فجر کے بعد دو خفیف رکعت (سنت فجر) کے علاوہ اور کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے۔

١٥٧٦- وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرٰهِيْمَ قَالَ اَنَا النَّضْرُ قَالَ نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

١٥٧٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَخْبَرَتْنِيْ حَفْصَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَضَاءَ لَهُ الْفَجْرُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب فجر روشن ہو جاتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھتے

١٥٧٨- حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اِذَا سَمِعَ الْاَذَانَ وَيُخَفِّفُهُمَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذان سننے کے بعد فجر کی دو سنتیں تخفیف کے ساتھ پڑھتے۔

١٥٧٩- وَحَدَّثَنِيْهِ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ نَا عَلِيٌّ يَعْنِي ابْنَ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرٍ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَاهُ عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا

ایک اور سند سے بھی یہی روایت ہے اس میں طلوع فجر کا ذکر ہے۔

وكيع كلهم عن هشام بهذا الاسناد وفي حديث ابي اسامة اذا طلع الفجر.

۱۵۸۰- وحدثنا محمد بن مثنى قال نا ابن ابي عدي عن هشام عن يحيى عن ابي سلمة عن عائشة ان نبي الله صلى الله عليه وسلم كان يصلي ركعتين بين النداء والاقامة من صلوة الصبح.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعت (سنت فجر) پڑھتے تھے۔

۱۵۸۱- وحدثنا محمد بن مثنى قال نا عبد الوهاب قال سمعت يحيى بن سعيد قال اخبرني محمد بن عبد الرحمن انه سمع عمرة تحدث عن عائشة رضي الله عنها كانت تقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي ركعتي الفجر فيخفف حتى اني اقول هل قرا فيهما بام القران.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت سنت فجر اس قدر تخفیف کے ساتھ پڑھتے تھے کہ میں دل میں سوچتی تھی پتا نہیں آپ نے سورۂ فاتحہ پڑھی بھی ہے یا نہیں!۔

۱۵۸۲- حدثنا عبيد الله بن معاذ قال نا ابي قال نا شعبة عن محمد بن عبد الرحمن الانصاري سمع عمرة بنت عبد الرحمن عن عائشة رضي الله عنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا طلع الفجر صلى ركعتين اقول هل يقرا فيهما بفاتحة الكتاب.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلوع فجر کے بعد دو رکعت سنت فجر پڑھتے اور میں سوچتی کہ کیا آپ نے ان میں سورۂ فاتحہ پڑھی ہوگی!۔

۱۵۸۳- وحدثني زهير بن حرب قال نا يحيى بن سعيد عن ابن جريج قال حدثني عطاء عن عبيد بن عمير عن عائشة ان النبي صلى الله عليه وسلم لم يكن على شيء من النوافل اشد معاهدة منه على ركعتين قبل الصبح.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنت فجر سے زیادہ کسی نفل کی حفاظت اور التزام نہیں کرتے تھے۔

۱۵۸۴- وحدثنا ابو بكر بن ابي شيبة وابن نمير جميعا عن حفص بن غياث قال ابن نمير نا حفص عن ابن جريج عن عطاء عن عبيد بن عمير عن عائشة قالت ما رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم في شيء من النوافل اسرع

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نفل اس قدر سرعت کے ساتھ پڑھتے نہیں دیکھا جس قدر سرعت کے ساتھ آپ سنت فجر پڑھتے تھے۔

مِنْهُ إِلَى الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ.

١٥٨٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنت فجر پڑھنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

١٥٨٦ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ قَالَ نَا مُعْتَمِرٌ قَالَ قَالَ أَبِي نَا قَتَادَةُ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي شَأْنِ الرَّكْعَتَيْنِ عِنْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ لَهُمَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيعًا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلوع فجر کے بعد دو رکعت (سنت فجر) پڑھنا میرے نزدیک تمام دنیا سے زیادہ بہتر ہے۔

١٥٨٧ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا نَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ يَزِيدَ هُوَ ابْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی دو رکعات (سنت فجر) میں قل یا ایہا الکافرون اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ پڑھیں۔

١٥٨٨ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا الْفَزَارِيُّ يَعْنِي مَرْوَانَ بْنَ مُعَاوِيَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فِي الْأُولَى مِنْهُمَا قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا الْآيَةَ الَّتِي فِي الْبَقَرَةِ وَفِي الْآخِرَةِ مِنْهُمَا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنت فجر کی پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ میں سے قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ۔ پڑھتے اور دوسری رکعت میں آمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ پڑھتے۔

١٥٨٩ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَالَّتِي فِي

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنت فجر میں قولوا امنا باللہ وما انزل الینا اور آل عمران کی یہ آیت پڑھتے تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم۔

اٰلِ عِمْرَانَ تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ الاٰيَة۔

۱۵۹۰۔ حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ اَنَا عِيْسٰى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيْمٍ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مَرْوَانَ الْفَزَارِيِّ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

احکام شرعیہ کی اقسام

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ احکام شرعیہ کی چار قسمیں ہیں۔ فرض، واجب، سنت اور نفل۔ جس کام کا کرنا ضروری ہو اور نہ کرنا ممنوع ہو اگر اسکے لزوم اور ثبوت پر دلالت قطعی ہے تو فرض ہے اور اگر لزوم پر دلالت یا ثبوت ظنی ہو تو واجب ہے اور اگر اس کام کا کرنا مطلوب ہو اور نہ کرنا ممنوع نہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفاء راشدین نے اس کام کو ہمیشہ کیا ہو تو وہ سنت ہے ورنہ نفل اور مستحب ہے۔ سنت کا معنی ہے "الطریقة المسلوکة فی الدین"۔ یعنی عبادت کرنے کا طریقہ پھر سنت کی دو قسمیں ہیں سنن ہدی جن کو سنن مؤکدہ بھی کہتے ہیں۔ اور سنن زوائد، سنن ہدی (مؤکدہ) وہ ہیں جن کا ترک اساءت (برائی) اور کراہیت کا موجب ہو جیسے جماعت، اذان اور اقامت اور سنن زوائد وہ ہیں جن کا ترک اساءت اور کراہیت کا موجب نہ ہو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست و برخاست اور لباس پہننے کا طریقہ' علامہ شامی نے سنن زوائد کی یہ تعریف بھی کی ہے کہ جس کام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور عادت ہمیشہ کیا ہو اور کبھی کبھی ترک بھی کر دیا ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت اور رکوع اور سجود کے طول کو بھی سنن زوائد میں شمار کیا ہے اور سنن ہدی (سنن مؤکدہ) کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ واجب کے قریب ہیں اور ان کا تارک گمراہ ہے کیونکہ سنن مؤکدات کے ترک میں دین کا استخفاف ہے اور نفل کے بارے میں علامہ شامی نے لکھا ہے کہ یہ وہ کام ہے جس کا کرنا مستحب ہو اور نہ کرنا اساءت نہ ہو۔

اگر سنن زوائد کو الگ حکم مان لیا جائے تو پانچ احکام شرعیہ ہو جاتے ہیں۔ فرض، واجب، سنت مؤکدہ، سنت زائدہ (غیر مؤکدہ) نفل (مستحب) اور پانچ احکام ان کے مقابل ہیں: حرام، مکروہ تحریمی، اساءت، مکروہ تنزیہی، خلاف اولیٰ اس طرح دس احکام شرعیہ ہو گئے اور ایک مباح ہے جس کام کا کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہوں اگر اس کو بھی حکم مان لیا جائے تو گیارہ احکام شرعیہ ہیں۔

فرض کا انکار کفر اور ترک موجب عذاب ہے واجب کا انکار کفر نہیں گمراہی ہے اور اس کا ترک موجب عذاب ہے اسی طرح حرام کا انکار کفر اور اس کا ارتکاب موجب عذاب ہے اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب کفر نہیں مگر اس کا ارتکاب موجب عذاب ہے، سنت مؤکدہ کا ترک اور اساءت کا ارتکاب اگر نادراً ہو تو موجب کراہیت اور ملامت ہے اور دائماً ہو تو موجب عذاب ہے اور مستحب کا ترک یا خلاف اولیٰ کا ارتکاب موجب ملامت نہیں ہے اور مباح کا کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہیں[1]

سنت کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۹۵، ۹۷، ۵۰ ،۷۷، ملخصا مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

وقد تکرر فی الحدیث ذکر السنۃ وما تصرف منها والاصل فیه الطریقۃ والسیرۃ واذا اطلقت فی الشرع فانما یراد بها ما امر به النبی صلی اللہ علیه وسلم ونهی عنه وندب الیه قولا وفعلا مما لم ینطق به الکتاب العزیز ولهذا یقال فی ادلۃ الشرع الکتاب والسنۃ ای القرآن والحدیث وفی الحدیث انما انسی لاسن ای انما ادفع الی النسیان لاسوق الناس بالهدایۃ الی الطریق المستقیم وابین لهم ما یحتاجون ان یفعلوا اذا عرض لهم النسیان ومنه حدیث انه نزل المحصب ولم یسنه ای لم یجعله سنۃ یعمل بها وقد یفعل الشئ لسبب خاص فلا یعم غیره وقد یفعل لمعنی فیزول ذلک المعنی ویبقی الفعل علی حاله متبعا کقصر الصلوۃ فی السفر للخوف ثم استمر القصر مع عدم الخوف ومنه حدیث ابن عباس رمل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ولیس بسنۃ ای لم یسنه فعله لکافۃ الامۃ ولکن لسبب خاص وهو ان یری المشرکین قوۃ اصحابه وهذا مذهب ابن عباس وغیره یری ان الرمل فی طواف القدوم لسنۃ [۱]

احادیث میں سنت اور اس کے مشتقات کا ذکر متعدد بار آیا ہے، سنت لغت میں طریقہ اور سیرت کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں سنت سے مراد وہ کام ہیں جن کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے یا جن سے روکا ہے اور جن کاموں کو از روئے قول اور فعل مستحب قرار دیا ہے اور یہ کام ان زمرہ سے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے اسی لیے کہا جاتا ہے کہ دلائل شرعیہ کتاب اور سنت ہیں یعنی قرآن اور حدیث، حدیث شریف میں ہے میں بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ تمہارے لیے سنت قائم ہو یعنی مجھ پر نسیان اس لیے طاری کیا جاتا ہے تاکہ میں لوگوں کو طریق مستقیم کی رہنمائی کروں اور یہ بتلاؤں کہ جب ان پر نسیان طاری ہو تو وہ کیا کریں اور اسی معنی میں حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وادی محصب میں اترے اور اس کو سنت نہیں کیا یعنی لوگوں کے عمل کے لیے مشروع نہیں کیا، کبھی آپ کوئی کام کسی سبب خاص سے کرتے اور لوگوں کے لیے اس کو مشروع نہیں کرتے کبھی کسی سبب سے کوئی کام کرتے اور سبب کے زائل ہونے کے بعد بھی اس کام کو مشروع رکھتے، جیسے پہلے نماز کو قصر کرنا سفر میں خوف کی وجہ سے تھا بعد میں خوف نہ ہونے کی شکل میں بھی سفر میں قصر کو قائم رکھا، حضرت ابن عباس نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمل کیا اور اس کو سنت نہیں قرار دیا یعنی تمام امت کے عمل کے لیے اس کو قائم نہیں رکھا کیونکہ یہ ایک خاص سبب کی وجہ سے تھا وہ یہ تھا کہ مشرکین کو اپنے اصحاب کی قوت دکھائیں لیکن یہ صرف حضرت ابن عباس کا نظریہ ہے باقی طواف قدوم میں رمل کو سنت قرار دیتے ہیں

علامہ ابن منظور نے بھی سنت کی تعریف میں بعینہ یہی عبارت نقل کی ہے۔ [۲]

۱۔ علامہ مجد الدین محمد ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ نہایہ ج ۲ ص ۴۰۹، ۴۱۰ مطبوعہ مؤسسہ اسماعیلیان قم ایران چاپ چہارم ۱۳۶۴ھ۔

۲۔ علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لسان العرب ج ۳ ص ۲۲۶ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ۔

طلوع فجر کے بعد نوافل میں مذاہب

اس باب کی حدیث (۱۵۰۵) میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلوع فجر کے بعد دو رکعت سنت فجر کے علاوہ کوئی اور (نفلی) نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اس حدیث کی بنیاد پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ طلوع فجر کے بعد طلوع شمس تک دو رکعت سنت فجر کے علاوہ کوئی اور نماز نہ پڑھے [1]، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نفلی نماز پڑھنا بہت مرغوب تھا، اس کے باوجود آپ نے طلوع فجر کے بعد دو رکعت سنت فجر کے علاوہ کوئی نفلی نماز نہیں پڑھی اور کسی کام کے داعیہ اور باعث ہونے کے باوجود شارع علیہ السلام کا اس کو ترک کرنا اس کی ممانعت کی دلیل ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے اس مسئلہ میں تین قول ہیں ایک قول احناف کی طرح یہ ہے کہ طلوع فجر کے بعد سنت فجر کے علاوہ کوئی اور نفل پڑھنا جائز نہیں ہے دوسرا قول یہ ہے کہ سنت فجر پڑھ لینے کے بعد نفل پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ فجر کے فرض پڑھ لینے کے بعد نفل پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ شوافع کے نزدیک صحیح قول یہی ہے [2] لیکن شوافع کا یہ صحیح قول احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔

عن ابن عباس قال شهد عندي رجال مرضيون وارضاهم عندي عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن الصلوة بعد الصبح حتى تشرق الشمس وبعد العصر حتى تغرب۔ [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے سامنے میرے پسندیدہ لوگوں نے شہادت دی اور سب سے زیادہ پسندیدہ حضرت عمر تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ سورج چمکنے لگے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔

امام مالک رحمہ اللہ کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ طلوع فجر کے بعد سنت فجر کے سوا نفل پڑھنا جائز نہیں ہے دوسرا قول یہ ہے کہ صبح کے فرض پڑھنے سے پہلے نفل پڑھ سکتا ہے [4] امام احمد بن حنبل کے نزدیک اگر کسی شخص سے تہجد کے نوافل رہ گئے ہوں تو وہ طلوع فجر کے بعد پڑھ سکتا ہے اور اگر کسی شخص سے سنت فجر رہ گئی ہو تو وہ فجر کے فرض کے بعد قضا پڑھ سکتا ہے لیکن مختار یہ ہے کہ سورج نکلنے کے بعد پڑھے [5]۔ طلوع فجر کے بعد تہجد کے نوافل پڑھنا حضرت حفصہ کی روایت کے خلاف ہے جس کو مسلم نے ذکر کیا ہے اور نماز فجر کے بعد سنتوں کی قضا حضرت ابن عباس کی روایت کے خلاف ہے جس کو ہم نے بخاری کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

---

[1] علامہ شمس الدین محمد بن احمد متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱ ص ۱۵۰، مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبعة الاولیٰ ۱۴۰۰ھ۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۵۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعة الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعة الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

[4] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی ابی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۶۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[5] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعة الاولیٰ ۱۴۰۵ھ۔

وقت سے پہلے اذان

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ بعض احناف ان احادیث سے اس بات پر استدلال کرتے ہیں کہ طلوع فجر سے پہلے فجر کی اذان دینا جائز نہیں ہے اور ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ فجر کے وقت سے پہلے فجر کی اذان دینا جائز ہے کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رات کو اعلان کرتے تھے کہ کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم اذان دیں اور اس باب کی احادیث میں اذان سے مراد اذان ثانی ہے [1]۔

علامہ نووی نے جو حضرت بلال کی اذان کا حوالہ دیا ہے اور جو الفاظ نقل کیے ہیں وہ الفاظ خود اس بات کو ظاہر کر رہے ہیں کہ حضرت بلال نماز کے لیے اذان نہیں دیتے تھے بلکہ لوگوں کو نیند سے جگانے کے لیے اور سحری کھانے کے لیے اعلان کرتے تھے اس عنوان کی مفصل بحث، ہم باب ۱۴۰ اذان کی ابتداء میں کر چکے ہیں نیز علامہ نووی کا اس اذان کو اذان ثانی پر محمول کرنا چونکہ بلا دلیل ہے اس لیے غیر مسموع ہے۔ علامہ وشتانی لکھتے ہیں کہ امام مالک کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔ اشہب سے روایت ہے کہ طلوع فجر سے پہلے سنتیں پڑھنا جائز ہے اگر پڑھ لیں تو دہرائے گا اور ابن حبیب سے منقول ہے کہ طلوع فجر سے پہلے سنتیں پڑھ لیں تو نہیں دہرائے گا [2]۔ ابن حبیب کے اس قول کو رد کرنے کے لیے اس باب کی احادیث کافی ہیں، امام احمد بن حنبل کے نزدیک فجر کے علاوہ اور کوئی اذان وقت سے پہلے دینا جائز نہیں ہے کیونکہ اذان نماز کے وقت کا اعلان ہے۔ اگر قبل از وقت، اذان دی گئی تو یہ مقصد فوت ہو جائیگا [3] امام احمد نے جو دلیل باقی نمازوں میں قبل از وقت اذان کے عدم جواز پر قائم کی ہے بعینہ وہ فجر کی قبل از وقت اذان میں بھی جاری ہوتی ہے۔ امام احمد بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سے استدلال کرتے ہیں لیکن یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حضرت بلال صرف رمضان میں اذان دیتے تھے اور بخاری شریف میں یہ تصریح ہے کہ ان کی اذان اس لیے ہوتی تھی کہ سونے والا سحری کے لیے جاگ پڑے اور جو تہجد میں مشغول ہے وہ سحری کی طرف متوجہ ہو۔ اس عنوان کی مفصل بحث باب: ۱۴۰ اذان کی ابتداء میں ملاحظہ فرمائیں۔

باب ۲۲۶ فَضْلِ السُّنَنِ الرَّاتِبَةِ وَبَيَانِ عَدَدِهِنَّ — سنن مؤکدہ کی فضیلت اور ان کی تعداد

۱۵۹۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبُو خَالِدٍ يَعْنِي سُلَيْمَانَ بْنَ حَيَّانَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَنْبَسَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ بِحَدِيثٍ يَتَسَارُّ إِلَيْهِ قَالَ سَمِعْتُ أُمَّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

عمرو بن اوس بیان کرتے ہیں کہ عنبسہ بن ابی سفیان نے اپنے مرض الموت میں مجھ سے ایسی حدیث بیان کی جس کو سن کر خوشی ہوگی انہوں نے ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ جس شخص نے دن رات میں بارہ رکعات پڑھیں، اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنایا جائیگا۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] علامہ یحیی بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۵۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۶۸، دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۱ ص ۲۴۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۵ھ۔

تَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَلَّى اثْنَتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً فِيْ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ بُنِيَ لَهٗ بِهِنَّ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ قَالَتْ اُمُّ حَبِيْبَةَ فَمَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ عَنْبَسَةُ مَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ اَوْسٍ مَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ عَنْبَسَةَ وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ سَالِمٍ مَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ عَمْرِو بْنِ اَوْسٍ۔

علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے میں نے ان رکعات کو ترک نہیں کیا، عنبسہ کہتے ہیں کہ جب سے میں نے حضرت ام حبیبہ سے یہ حدیث سنی ہے میں نے ان رکعات کو ترک نہیں کیا۔ عمرو بن اوس کہتے ہیں کہ جب سے میں نے عنبسہ سے یہ حدیث سنی ہے میں نے ان رکعات کو ترک نہیں کیا اور نعمان بن سالم کہتے ہیں کہ جب سے میں نے عمرو بن اوس سے یہ حدیث سنی ہے ان رکعات کو ترک نہیں کیا۔

۱۵۹۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ نَا دَاوٗدُ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مَنْ صَلّٰى فِيْ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَجْدَةً تَطَوُّعًا بُنِيَ لَهٗ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ۔

اسی سند کے ساتھ نعمان بن سالم نے کہا جس شخص نے ایک دن میں یہ بارہ سنتیں پڑھیں اس کے لیے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔

۱۵۹۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَوْسٍ عَنْ عَنْبَسَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُصَلِّيْ لِلّٰهِ كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ فَرِيْضَةٍ اِلَّا بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ اَوْ اِلَّا بُنِيَ لَهٗ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ قَالَتْ اُمُّ حَبِيْبَةَ فَمَا بَرِحْتُ اُصَلِّيْهِنَّ بَعْدُ وَقَالَ عَنْبَسَةُ مَا بَرِحْتُ اُصَلِّيْهِنَّ بَعْدُ وَقَالَ عَمْرٌو مَا بَرِحْتُ اُصَلِّيْهِنَّ بَعْدُ وَقَالَ النُّعْمَانُ مِثْلَ ذٰلِكَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان بندہ ہر روز اللہ تعالیٰ کے لیے بارہ رکعات نفل (سنت) پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔" یا فرمایا اس کے لیے جنت میں گھر بنایا جائیگا۔ حضرت ام حبیبہ فرماتی ہیں میں اس دن سے ہمیشہ یہ سنتیں پڑھتی ہوں۔ اسی طرح باقی راویوں نے بھی کہا۔

۱۵۹۴۔ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَاشِمٍ الْعَبْدِيُّ قَالَا نَا بَهْزٌ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ النُّعْمَانُ بْنُ سَالِمٍ اَخْبَرَنِيْ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ اَوْسٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَنْبَسَةَ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ مسلم کامل وضو کرے پھر اللہ تعالیٰ کے لیے ہر دن .... باقی حدیث حسب سابق ہے۔

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ تَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ صَلَّى لِلّٰهِ كُلَّ يَوْمٍ فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ.

۱۵۹۵ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَا نَا يَحْيٰى وَهُوَ ابْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُوْ أُسَامَةَ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الظُّهْرِ سَجْدَتَيْنِ وَبَعْدَهَا سَجْدَتَيْنِ وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ سَجْدَتَيْنِ وَبَعْدَ الْعِشَاءِ سَجْدَتَيْنِ وَبَعْدَ الْجُمُعَةِ سَجْدَتَيْنِ فَأَمَّا الْمَغْرِبُ وَالْعِشَاءُ وَالْجُمُعَةُ فَصَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ.

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعت ظہر سے پہلے اور دو رکعت ظہر کے بعد پڑھیں اور دو رکعت مغرب کے بعد، دو رکعت عشاء کے بعد اور دو رکعت جمعہ کے بعد پڑھیں۔ بہرحال مغرب، عشاء اور جمعہ کی سنتیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے گھر میں پڑھیں۔

فرائض کے ساتھ سنن مؤکدہ کے دلائل

ائمہ اربعہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ دن اور رات میں بارہ رکعات سنت مؤکدہ ہیں۔ دو رکعت فجر سے پہلے، چار ظہر سے پہلے اور دو رکعت ظہر کے بعد، دو رکعت مغرب کے بعد اور دو رکعت عشاء کے بعد۔

فجر سے پہلے دو رکعت کے ثبوت میں باب سابق میں متعدد احادیث گذر چکی ہیں۔ ظہر کی سنتوں پر یہ حدیث دلیل ہے:

عن علی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی قبل الظہر اربعا وبعدھا رکعتین۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار اور ظہر کے بعد دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔

مغرب کے بعد دو رکعت کا ذکر اس باب کی حدیث نمبر ۱۵۹۵ میں ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعت مغرب کے بعد پڑھیں اور اسی حدیث میں عشاء کے بعد دو رکعت کا بھی ذکر ہے۔

عصر سے پہلے چار رکعت نماز سنت غیر مؤکدہ ہے:

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رحم اللہ امرأ صلی قبل العصر اربعا۔[2]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعت پڑھتا ہے۔

---

[1] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۸۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] 〃 〃 〃 جامع ترمذی ص ۸۹

عشاء سے پہلے دو رکعت سنت غیر مؤکدہ پر اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔

عن عبد الله بن الزبير ان النبی صلی الله علیہ وسلم قال ما من صلوٰۃ مکتوبۃ الا بین یدیھا رکعتان۔[۱]

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر فرض نماز سے پہلے دو رکعت نماز ہے۔

بعض فقہاء عشاء سے پہلے چار رکعت سنت غیر مؤکدہ پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

عن عبد الله ابن المغفل قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم: بین کل اذانین صلوٰۃ مرتین لمن شاء۔[۲]

حضرت عبداللہ بن مغفل بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار فرمایا ہر اذان اور اقامت کے درمیان ایک نماز ہے جو چاہے۔

علامہ حلبی فرماتے ہیں:

واما الاربع قبلھا فلم یذکر فی خصوصھا حدیث لکن یستدل لہ بعموم مارواہ الجماعۃ من حدیث عبد الله بن مغفل انہ علیہ السلام قال بین کل اذانین صلوٰۃ۔[۳]

عشاء سے پہلے چار سنتوں کے بارے میں بالخصوص حدیث وارد نہیں ہے البتہ حضرت عبداللہ بن مغفل کی اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہے۔

مغرب سے پہلے دو رکعت

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ نماز سے پہلے اور بعد سنتیں پڑھنے میں تمام اصحاب شافعیہ کا کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ مغرب سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنے میں شوافع کے دو قول ہیں۔ ایک قول میں مغرب سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنے کو غیر مستحب قرار دیا ہے اور دوسرے قول میں مستحب قرار دیا ہے اور یہی قول صحیح ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مغفل سے مروی ہے کہ ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہے نیز بخاری اور مسلم میں الحدیث ہے کہ صحابہ کرام مغرب کی اذان کے بعد ستونوں کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے۔[۴]

احناف کے دلائل

احناف مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھنے کے قائل نہیں ہیں ان کے دلائل یہ ہیں:

حافظ ذہبی کتاب الآثار روایۃ سے بیان کرتے ہیں:

عن حماد بن ابی سلیمان انہ سأل ابراھیم النخعی عن الصلوٰۃ قبل المغرب قال: فنھاہ عنھا وقال ان رسول الله صلی

حماد بن ابی سلیمان نے ابراہیم نخعی سے مغرب سے پہلے نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے منع کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور عمر مغرب

---

[۱] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۶۷ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔
[۲] سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۶۶
[۳] علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی ۳۶۰-۳۶۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی۔
[۴] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۷۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۵ھ

الله علیه وسلم وابابکر وعمر لم یکونوا یصلونها[1]

سے پہلے نماز نہیں پڑھتے تھے۔

حافظ زیلعی، طبرانی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن جابر قال سألنا نساء رسول الله صلى الله علیه وسلم هل رایتن رسول الله صلى الله علیه وسلم یصلی الرکعتین قبل المغرب فقلن لا غیر ان ام سلمة قالت صلاهما عندی مرة فسألته ما هذه الصلوٰة؟ فقال نسیت الرکعتین قبل العصر فصلیتهما الآن۔[2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے پوچھا کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھتے دیکھا ہے انھوں نے کہا نہیں البتہ حضرت ام سلمہ نے فرمایا ایک دن میرے پاس آپ نے مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھیں میں نے پوچھا یہ کون سی نماز ہے تو فرمایا میں عصر سے پہلے دو رکعت پڑھنا بھول گیا تھا ان کو اب پڑھا ہے۔

عن طاؤس قال سئل ابن عمر عن الرکعتین قبل المغرب فقال ما رایت احدا علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلیهما۔[3]

طاؤس کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے قبل از مغرب دو رکعت پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ ان دو رکعتوں کو پڑھتا ہو۔

عن بریدة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان عند کل اذانین رکعتین ما خلا صلوٰة المغرب۔[4]

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعت نماز ہے ماسوا مغرب کی نماز کے۔

جمعہ کی سُنتیں

جمعہ سے پہلے چار رکعت سُنتیں ہیں اور جمعہ کے بعد چھ رکعت سنت ہیں بایں طور کہ چار رکعت کے بعد سلام پھیر کر دو رکعت سنت پڑھی جائیں حسب ذیل احادیث سے جمعہ کی سنتوں پر استدلال کیا جاتا ہے۔

عن قتادة ان ابن مسعود کان یصلی قبل الجمعة اربع رکعات وبعدها اربع رکعات قال ابو اسحاق وکان علی یصلی بعد الجمعة ست رکعات۔[5]

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھتے تھے ابو اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے بعد چھ رکعت پڑھتے تھے۔

عن ابی عبد الرحمان السلمی قال:

ابو عبد الرحمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن

---

[1] حافظ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ھ نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۴۱ مطبوعہ مجلس علمی ڈابھیل، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ۔

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[3] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۸۲ مطبوعہ مطبع مجتبائی، لاہور الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ۔

[4] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۶۴ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[5] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ المصنف ج ۳ ص ۲۴۷ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ۔

كان عبد الله يأمرنا أن نصلي قبل الجمعة أربعا وبعدها أربعا حتى جاءنا علي فأمرنا أن نصلي بعدها ركعتين ثم أربعا۔[۱]

مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد چار سنتیں پڑھنے کا حکم دیتے حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور ہمیں حکم دیا کہ جمعہ کے بعد پہلے دو اور پھر چار سنتیں پڑھیں۔

علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

وفي حديث ابن عمر رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يتطوع قبل الجمعة أربع ركعات واختلفوا بعدها قال ابن مسعود رضي الله عنه أربعا وبه أخذ أبو حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى لحديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال من كان مصليا بعد الجمعة فليصل أربع ركعات وقال علي رضي الله عنه يصلي بعدها ستا أربعا ثم ركعتين وبه أخذ أبو يوسف رحمه الله وقال عمر ركعتين ثم أربعا فمن الناس من رجح قول عمر بالقياس على التطوع بعد الظهر وأبو يوسف رحمه الله أخذ بقول علي رضي الله عنه فقال يبدء بالأربع لكيلا يكون متطوعا بعد الفرض مثلها۔[۲]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھا کرتے تھے اور جمعہ کے بعد کی سنتوں میں اختلاف ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ چار رکعت کہتے تھے۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا اسی پر عمل ہے، کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے بعد نماز پڑھے وہ چار رکعت نماز پڑھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے بعد چھ رکعت نماز پڑھتے تھے پہلے چار رکعت اس کے بعد دو رکعت۔ امام ابو یوسف کا اسی پر عمل ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے دو اور پھر چار رکعت نماز پڑھتے تھے، بعض علماء نے ظہر کے بعد کی سنتوں پر قیاس کرتے ہوئے حضرت عمر کے قول کو ترجیح دی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کو ترجیح دی اور کہا کہ جمعہ کے بعد پہلے چار رکعت پڑھے تاکہ ایک فرض کے بعد اس کی مثل نفل پڑھنا لازم نہ آئے۔

ہر چند کہ علامہ سرخسی نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت علی نے جمعہ کے بعد پہلے چار اور پھر دو رکعت پڑھے لیکن ہم نے جب کتب حدیث کا تتبع کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی جو روایات سامنے آئیں ان میں پہلے دو رکعت اور پھر چار رکعت کا ذکر ہے، مصنف عبد الرزاق میں اس طرح کی متعدد روایات ہیں ہم نے ایک کا ذکر کر دیا ہے دیگر کتب حدیث سے مزید احادیث ملاحظہ فرمائیں:

عن عطاء قال كان ابن عمر إذا صلى الجمعة صلى بعدها ست ركعات ركعتين ثم أربعا۔[۳]

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھتے تھے پہلے دو رکعت پھر چار رکعت

---

[۱] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۲۴۷ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ۔

[۲] علامہ شمس الدین بن محمد بن احمد متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱ ص ۱۵۰ مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۰ھ۔

[۳] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۳۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ۔

عن علی بن ابی طالب انه امر ان یصلی بعد الجمعة رکعتین ثم اربعا۔ [۱]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ جمعہ کے بعد پہلے دو رکعتیں پڑھی جائیں پھر چار۔

روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه کان یصلی بعد الجمعة رکعتین فی بیته وابن عمر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی فی المسجد بعد الجمعة رکعتین وصلی بعد الرکعتین اربعا [۲]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ جمعہ کے دن اپنے گھر میں دو رکعت پڑھتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابن عمر جمعہ کے بعد مسجد میں پہلے دو رکعت پڑھتے پھر چار۔

عن ابی اسحاق قال صلیت مع ابن عمر یوم الجمعة فلما سلم قام فصلی رکعتین ثم قام فصلی اربع رکعات۔ [۳]

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر کے ساتھ نماز پڑھی انھوں نے سلام پھیرنے کے بعد پہلے دو رکعت نماز پڑھی پھر چار رکعت۔

عن عبد الرحمان السلمی قال قدم علینا عبد اللہ فکان یصلی بعد الجمعة اربعا فقدم بعده علی فکان اذا صلی الجمعة صلی بعدها رکعتین واربعا۔ [۴]

عبد الرحمان سلمی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس حضرت عبد اللہ بن مسعود آئے وہ جمعہ کے بعد چار سنتیں پڑھتے تھے، ان کے بعد حضرت علی تشریف لائے اور جمعہ پڑھنے کے بعد دو اور چار رکعت (سنت) نماز پڑھی۔

امام طحاوی نے حضرت ابن عمر اور حضرت علی کی جو روایات ذکر کی ہیں وہ یہی ہیں کہ جمعہ کے بعد پہلے دو اور پھر چار رکعت پڑھے پھر ذکر کیا ہے کہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ جمعہ کے بعد پہلے چار رکعت پڑھے پھر دو کیونکہ اگر جمعہ کے بعد پہلے دو رکعت پڑھیں تو یہ سنت فرض کے مشابہ ہو جائے گی کیونکہ دو رکعت جمعہ فرض ہے اس کے بعد اگر دو رکعت سنت پڑھی گئی تو سنت اور فرض مشابہ ہو جائیں گے اس مشابہت کو دور کرنے کے لیے جمعہ کے بعد پہلے چار رکعت پڑھے پھر دو رکعت، لیکن علامہ شمس الدین سرخسی نے اس دلیل کو رد کر دیا ہے فرماتے ہیں:

وھذا لیس بقوی فان الجمعة بمنزلة اربع رکعات لان الخطبة شطر الصلوۃ۔ [۵]

امام ابو یوسف کی یہ دلیل قوی نہیں ہے کیونکہ نماز جمعہ چار رکعات کے حکم میں ہے اس لیے کہ خطبہ نصف نماز ہے۔

بہر حال ہمارے فقہاء نے امام ابو یوسف کے قول کو ترجیح دی ہے علامہ ابن نجیم نے ذخیرہ، تجنیس، بدائع اور منیۃ المصلی کے حوالے سے لکھا ہے کہ جمعہ کے بعد پہلے چار اور پھر دو رکعت نماز پڑھے۔ [۶]

---

[۱] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۱۰۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[۲] " " " "

[۳] امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۹۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۰۲ھ۔

[۴] " " " "

[۵] علامہ محمد بن احمد شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱ ص ۱۵۷، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۰ھ۔

[۶] علامہ ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ البحر الرائق ج ۲ ص ۴۹ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۶۹ھ۔

ہمارا خیال یہ ہے کہ علامہ شمس الدین نے حضرت علی سے جو پہلے چار اور پھر دو رکعت نماز کو روایت کیا ہے اس میں ان سے تسامح ہوا ہے کیونکہ تمام امہات کتب حدیث میں حضرت علی اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے جمعہ کے بعد پہلے دو رکعت اور پھر چار رکعت کی روایت ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ جب بقول علامہ سرخسی امام ابو یوسف کی دلیل قوی نہیں ہے تو آثار صحابہ کے مطابق جمعہ کے بعد پہلے دو رکعت اور پھر چار رکعت نماز پڑھنی چاہیے۔

علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ مالکیہ، حنابلہ اور بعض اصحاب شافعی جمعہ سے پہلے سنت پڑھنے کے قائل نہیں ہیں، کیونکہ وہ جمعہ کو عید پر قیاس کرتے ہیں اور جس طرح عید سے پہلے نماز نہیں ہے جمعہ سے پہلے بھی نہیں ہے[۱]۔ ہم نے اس بحث کے شروع میں جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعت کے ثبوت میں مصنف عبد الرزاق سے دو حدیثیں ذکر کی ہیں یہ حدیثیں ان حضرات پر حجت ہیں اور ان کے قیاس کے مقابلہ میں حدیث پر عمل کرنا زیادہ قرین قیاس ہے۔

بَابُ ۲۴۷ جَوَازِ النَّافِلَةِ قَائِمًا وَّقَاعِدًا وَّفِعْلِ بَعْضِ الرَّكْعَةِ قَائِمًا وَّبَعْضِهَا قَاعِدًا

نوافل پڑھنے کا طریقہ

۱۵۹۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا هُشَيْمٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَطَوُّعِهِ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِيْ قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ وَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ وَيَدْخُلُ بَيْتِيْ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ فِيْهِنَّ الْوِتْرُ وَكَانَ يُصَلِّيْ لَيْلًا طَوِيْلًا قَائِمًا وَلَيْلًا طَوِيْلًا قَاعِدًا وَكَانَ إِذَا قَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَائِمٌ وَإِذَا قَرَأَ قَاعِدًا رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَاعِدٌ وَكَانَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ۔

عبد اللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نوافل کے بارے میں دریافت کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعت میرے گھر میں ادا فرماتے، پھر حجرہ سے تشریف لے جا کر لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھاتے پھر گھر آکر دو رکعت نماز پڑھتے، لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھاتے پھر گھر آکر دو رکعت نماز پڑھتے، لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے پھر میرے حجرہ میں آکر دو رکعت نماز پڑھتے، رات کو اٹھ کر وتر سمیت نو رکعات پڑھتے، رات کو لمبا قیام اور لمبا قعود کرتے، جب کھڑے ہو کر قراءت کرتے تو رکوع سجود بھی قیام کی حالت میں کرتے اور جب بیٹھ کر قراءت کرتے تو رکوع اور سجود بھی بیٹھ کر کرتے، اور طلوع فجر کے بعد دو رکعت پڑھتے۔

۱۵۹۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ بُدَيْلٍ وَأَيُّوْبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لمبی رات تک قیام کرتے، جب کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تو کھڑے ہو کر رکوع کرتے اور جب بیٹھ کر

[۱] علامہ ابن قیم جوزی متوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد ج ۱ ص ۱۱۹ - ۱۱۸ ملخصاً مطبوعہ مصطفی البابی مصر، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۶۹ھ۔

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي لَيْلًا طَوِيلًا فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا رَكَعَ قَائِمًا وَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا رَكَعَ قَاعِدًا

۱۵۹۸ ۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ بُدَيْلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ شَقِيقٍ قَالَ كُنْتُ شَاكِيًا بِفَارِسَ فَكُنْتُ أُصَلِّي قَاعِدًا فَسَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي لَيْلًا طَوِيلًا قَاعِدًا فَذَكَرَ الْحَدِيثَ

۱۵۹۹ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ الْعُقَيْلِيِّ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ صَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّي لَيْلًا طَوِيلًا قَائِمًا وَلَيْلًا طَوِيلًا قَاعِدًا وَكَانَ إِذَا قَرَأَ قَائِمًا رَكَعَ قَائِمًا وَإِذَا قَرَأَ قَاعِدًا رَكَعَ قَاعِدًا ۔

۱۶۰۰ ۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ الْعُقَيْلِيِّ قَالَ سَأَلْنَا عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ صَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ الصَّلٰوةَ قَائِمًا وَقَاعِدًا فَإِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ قَائِمًا رَكَعَ قَائِمًا وَإِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ قَاعِدًا رَكَعَ قَاعِدًا ۔

۱۶۰۱ ۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ قَالَ نَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ نُمَيْرٍ جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامٍ

نماز پڑھتے تو بیٹھ کر رکوع کرتے ۔

حضرت عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں ملک فارس میں بیمار ہوگیا اس سبب سے بیٹھ کر نماز پڑھتا تھا ۔ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ مسئلہ پوچھا تو انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات گئے تک بیٹھ کر نماز پڑھتے رہتے ۔ پھر حسب سابق حدیث بیان کی

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے بارے میں پوچھا ۔ حضرت عائشہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو دیر تک کھڑے ہوکر نماز پڑھتے اور دیر تک بیٹھ کر نماز پڑھتے اور جب کھڑے ہوکر قرأت کرتے تو رکوع بھی کھڑے ہوکر کرتے اور جب بیٹھ کر قرأت کرتے تو رکوع بھی بیٹھ کر کرتے ۔

عبداللہ بن شقیق عقیلی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں دریافت کیا ۔ انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت کھڑے ہوکر اور بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے ۔ جب آپ کھڑے ہوکر نماز پڑھنا شروع کرتے تو رکوع بھی کھڑے ہوکر کرتے اور جب بیٹھ کر نماز پڑھتے تو رکوع بھی بیٹھ کر کرتے ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی رات میں بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا حتّٰی کہ جب آپ سن رسیدہ ہو گئے تو بیٹھ کر نماز پڑھتے ۔ اور جب سورت کی تیس یا چالیس آیات باقی رہ جاتیں تو کھڑے ہو قرآن پڑھنا شروع کر دیتے اور پھر کھڑے ہوکر رکوع کرتے ۔

بْنِ عُرْوَةَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِيْ شَيْءٍ مِنْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ جَالِسًا حَتّٰى اِذَا كَبِرَ قَرَاَ جَالِسًا حَتّٰى اِذَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنَ السُّوْرَةِ ثَلٰثُوْنَ اَوْ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً قَامَ فَقَرَاَهُنَّ ثُمَّ رَكَعَ۔

۱۶۰۲۔ **وَحَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ وَاَبِي النَّضْرِ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ جَالِسًا فَيَقْرَاُ وَهُوَ جَالِسٌ فَاِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَاءَتِهِ قَدْرُ مَا يَكُوْنُ ثَلٰثِيْنَ اَوْ اَرْبَعِيْنَ اٰيَةً قَامَ فَقَرَاَ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ يَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز میں) بیٹھ کر قراءت کرتے اور جب آپ کی قراءت سے تیس چالیس کے لگ بھگ آیات رہ جاتیں تو آپ کھڑے ہو کر قراءت کرتے۔ اور رکوع اور سجود کرتے اور دوسری رکعت میں پھر اسی طرح کرتے۔

۱۶۰۳۔ **وَحَدَّثَنَا** اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ اَبِيْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَرْكَعَ قَامَ قَدْرَ مَا يَقْرَاُ اِنْسَانٌ اَرْبَعِيْنَ اٰيَةً۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بیٹھ کر قراءت کرتے اور جب آپ رکوع کرنے کا ارادہ کرتے تو اتنی دیر کے لیے کھڑے ہو جاتے جتنی دیر میں انسان چالیس آیات پڑھ لیتا ہے۔

۱۶۰۴۔ **وَحَدَّثَنَا** ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ كَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ قَالَتْ كَانَ يَقْرَاُ فِيْهِمَا فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَرْكَعَ قَامَ فَرَكَعَ۔

علقمہ بن وقاص کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت بیٹھ کر کس طرح پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ دو رکعتوں میں بیٹھ کر قراءت کرتے اور جب رکوع کا ارادہ فرماتے تو کھڑے ہو جاتے پھر رکوع کرتے۔

۱۶۰۵۔ **وَحَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا هَلْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَهُوَ قَاعِدٌ قَالَتْ نَعَمْ بَعْدَ مَا حَطَمَهُ النَّاسُ۔

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ فرمایا ہاں جب لوگوں کے افکار نے آپ کو بوڑھا کر دیا تھا۔

۱۶۰۶ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا كَهْمَسٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ فَذَكَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ ـ

ایک اور روایت بھی اس سند سے منقول ہے۔

۱۶۰۷ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَا نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى كَانَ كَثِيرًا مِنْ صَلٰوتِهِ وَهُوَ جَالِسٌ ـ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال سے پہلے بکثرت بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔

۱۶۰۸ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ زَيْدٍ قَالَ حَسَنٌ نَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ قَالَ حَدَّثَنِي الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا بَدُنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَقُلَ كَانَ أَكْثَرُ صَلٰوتِهِ جَالِسًا ـ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن بھاری اور بوجھل ہوگیا تو آپ بکثرت بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔

۱۶۰۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَبِي وَدَاعَةَ السَّهْمِيِّ عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِي سُبْحَتِهِ قَاعِدًا حَتّٰى كَانَ قَبْلَ وَفَاتِهِ بِعَامٍ فَكَانَ يُصَلِّي فِي سُبْحَتِهِ قَاعِدًا وَكَانَ يَقْرَأُ بِالسُّورَةِ فَيُرَتِّلُهَا حَتّٰى تَكُونَ أَطْوَلَ مِنْ أَطْوَلَ مِنْهَا ـ

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال سے صرف ایک سال پہلے بیٹھ کر نوافل پڑھتے تھے، اور نوافل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی سے بڑی سورت ترتیل سے پڑھتے تھے۔

۱۶۱۰ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ جَمِيعًا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُمَا قَالَا بِعَامٍ وَاحِدٍ أَوِ اثْنَيْنِ ـ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے مگر اس میں وصال سے ایک یا دو سال پہلے کا ذکر ہے۔

۱۶۱۱ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ حَسَنِ ابْنِ صَالِحٍ عَنْ سِمَاكٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ جَابِرُ بْنُ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى صَلّٰى قَاعِدًا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے پہلے بیٹھ کر نماز پڑھی ہے۔

۱۶۱۲ - حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ اَبِيْ يَحْيٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ حُدِّثْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلٰوةِ قَالَ فَاَتَيْتُهٗ فَوَجَدْتُّهٗ يُصَلِّيْ جَالِسًا فَوَضَعْتُ يَدِيْ عَلٰى رَاْسِهٖ فَقَالَ مَالَكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو قُلْتُ حُدِّثْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ قُلْتَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا عَلٰى نِصْفِ الصَّلٰوةِ وَاَنْتَ تُصَلِّيْ قَاعِدًا قَالَ اَجَلْ وَلٰكِنِّيْ لَسْتُ كَاَحَدٍ مِّنْكُمْ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث سنی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا آدھا اجر ہوتا ہے، ایک دن میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سر اقدس پر رکھا، آپ نے فرمایا اے عبداللہ بن عمرو کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کا آدھا اجر ہوتا ہے، حالانکہ آپ خود بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں! آپ نے فرمایا ہاں لیکن میں تم جیسا کب ہوں۔

۱۶۱۳ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيْعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنْ مَنْصُوْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِيْ رِوَايَةِ شُعْبَةَ عَنْ اَبِيْ يَحْيَى الْاَعْرَجِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

سنن اور نوافل کا گھر میں پڑھنا

اس باب کی پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سنن موکدہ اور نوافل میں اصل اور سنت یہ ہے کہ گھر میں پڑھے جائیں، جمہور کا یہی مسلک ہے، البتہ امام مالک یہ فرماتے ہیں کہ دن کی سنن موکدہ مسجد میں پڑھی جائیں اور رات کی گھر میں[1] لیکن احادیث سے امام مالک کے مسلک کی تائید نہیں ہوتی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح فرمان ہے۔ فان خير صلوة المرء في بيته الا المكتوبة[2] "مرد کی سب سے افضل نماز فرائض کے علاوہ نمازوں کو گھر میں پڑھنا ہے۔" نیز فرمایا اجعلوا في بيوتكم من صلوتكم ولا تتخذوها قبورا۔[3] "اپنے گھروں میں بھی

[1] - علامہ ابو عبداللہ وشتانی متوفی ۸۲۸ھ ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۷۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

[2] - امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۰۴ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۵ھ

[3] - " " " "

نماز پڑھا کرو اور گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ بنو اشہل کی مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز پڑھ کر دیکھا لوگ مسجد میں سنتیں پڑھ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: هٰذِهٖ صَلٰوةُ الْبُيُوْتِ [1] "یہ گھر میں پڑھی جانے والی نماز ہے۔"

نوافل کی حکمت

نوافل کے مشروع کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اگر فرائض کی ادائیگی میں کوئی کمی ہو تو اس کی تلافی نوافل سے ہو جائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن بندہ کے جس عمل کا سب سے پہلے حساب لیا جائیگا وہ نماز ہے اگر اس کا حساب ٹھیک ہوگا تو وہ کامیاب اور کامران ہوگا اگر نمازوں کا حساب فاسد ہو گیا تو وہ ناکام اور نامراد ہوگا اگر اس کے فرائض میں کچھ کمی ہوگی تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا دیکھو میرے اس بندہ کی کچھ نفلی نماز ہے جس سے اس کے فرائض کی کمی کا تدارک ہو جائے اور باقی تمام اعمال کا حساب بھی اسی نہج پر ہوگا [2]۔ اس کے علاوہ حکمت یہ ہے کہ فرض سے پہلے نفل پڑھ کر لے نماز کا شوق ہو جائے اور نماز کے ساتھ انس ہو جائے اور پوری توجہ اور ذوق وشوق سے فرائض ادا کر سکے۔

بیٹھ کر نوافل پڑھنے کا جواز

جمہور ائمہ کے نزدیک سنن مؤکدہ اور ہر قسم کے نفل قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر پڑھنے جائز ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ پہلے بیٹھ کر نماز پڑھنا شروع کرے اور پھر کھڑا ہو جائے یا پہلے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کرے اور پھر بیٹھ جائے۔ البتہ صبح کی دو رکعت سنت مؤکدہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اس کو قیام پر قدرت کے باوصف بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے [3] اگر کوئی شخص قیام نہیں کر سکتا اور عذر کی وجہ سے سنن اور نوافل بیٹھ کر پڑھتا ہے تو اس کے ثواب میں کمی نہیں ہوگی اور اگر قیام پر قدرت کے باوجود سنن اور نوافل بیٹھ کر پڑھتا ہے تو اسکو آدھا ثواب ہوگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بیٹھ کر نفل پڑھے تھے یہ آپ کی خصوصیت تھی علامہ نواوی اور دوسرے علماء نے لکھا ہے کہ آپ قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھیں تو آپ کے ثواب میں کمی نہیں ہوتی [5] بعض لوگ اس پر قیاس کر کے عشاء کی نماز میں وتر کے بعد عمداً بیٹھ کر نفل پڑھتے ہیں اگرچہ یہ عمل جائز ہے لیکن اس میں نصف ثواب ہے۔

فرائض میں اگر قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھے گا تو نماز نہیں ہوگی کیونکہ فرائض میں قیام فرض ہے۔

۲۴۸ باب صَلٰوةِ اللَّيْلِ وَعَدَدِ رَكَعَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اللَّيْلِ وَاَنَّ الْوِتْرَ رَكْعَةٌ

تہجد کی رکعات کی تعداد اور وتر کا بیان

۱۶۱۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ رات کو گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۸۴ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ

[2] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۳ھ مشکوٰۃ ص ۱۱۷ مطبوعہ اصح المطابع دہلی ۱۳۷۷ھ

[3] علامہ حسن بن عمار متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح ص ۶۴ مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ مصر الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۶ھ

[4] ایضاً۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۶۳۲ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[5] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۵۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ بِاللَّيْلِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوْتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ فَاِذَا فَرَغَ مِنْهَا اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ.

ایک رکعت کیساتھ تعداد رکعت کو طاق بنا لیتے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد دائیں کروٹ لیٹ جاتے حتیٰ کہ آپ کے پاس مؤذن آتا پھر آپ دو رکعت مختصراً پڑھتے۔

۱۶۱۵- وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْمَا بَيْنَ اَنْ يَّفْرُغَ مِنْ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ وَهِيَ الَّتِيْ يَدْعُو النَّاسُ الْعَتَمَةَ اِلَى الْفَجْرِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ فَاِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَتَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ وَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْاِقَامَةِ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز (جس کو لوگ عتمہ کہتے ہیں) سے فجر تک گیارہ رکعت پڑھتے، ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے اور (آخر میں) ایک رکعت کے ساتھ ان رکعات کو وتر (طاق) بنا لیتے۔ جب مؤذن اذان دینے کے بعد خاموش ہو جاتا اور آپ پر صبح کا وقت منکشف ہو جاتا اور مؤذن اطلاع کے لیے آپ کے پاس آتا تو آپ کھڑے ہو کر مختصراً دو رکعت نماز (سنت فجر) پڑھتے پھر دائیں کروٹ لیٹ جاتے حتیٰ کہ مؤذن آپ کے پاس اقامت کے لیے آتا۔

۱۶۱۶- وَحَدَّثَنَاهُ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَسَاقَ حَرْمَلَةُ الْحَدِيْثَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ اَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ وَتَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ وَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ وَلَمْ يَذْكُرِ الْاِقَامَةَ وَسَائِرُ الْحَدِيْثِ بِمِثْلِ حَدِيْثِ عَمْرٍو سَوَاءً.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔ البتہ حرملہ نے یہ ذکر نہیں کیا کہ فجر ظاہر ہو گئی اور آپ کے پاس مؤذن آیا اور نہ اقامت کا ذکر کیا۔

۱۶۱۷- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوْتِرُ مِنْ ذٰلِكَ بِخَمْسٍ لَا يَجْلِسُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهَا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت پڑھتے اور پانچ رکعت وتر پڑھتے اور صرف آخر میں بیٹھتے۔

۱۶۱۸- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

وَكِيعٌ وَابُو اُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

۱۶۱۹ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِي حَبِيبٍ عَنْ عِرَاكٍ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً بِرَكْعَتَيِ الْفَجْرِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی دو رکعت (سنت) سمیت تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔

۱۶۲۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ قَالَتْ مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً فَصَلّٰى اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوتِرَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رمضان ہو یا غیر رمضان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے چار رکعت نماز پڑھتے اور اس نماز کے حسن اور طول کی بات مت پوچھو! پھر چار رکعت نماز پڑھتے اور ان کے حسن اور طول کی بات مت پوچھو! اس کے بعد تین رکعت (وتر) پڑھتے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ وتر سے پہلے سو جاتے ہیں؟ فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔

۱۶۲۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا ابْنُ اَبِي عَدِيٍّ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ اَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ صَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّي ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي ثَمَانَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ يُوتِرُ ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَرْكَعَ قَامَ فَرَكَعَ ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْاِقَامَةِ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ۔

ابوسلمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعت پڑھتے تھے، آٹھ رکعت پڑھنے کے بعد وتر پڑھتے، پھر دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے، جب رکوع کا ارادہ فرماتے تو کھڑے ہو کر رکوع کرتے۔ پھر صبح کی اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعت پڑھتے۔

۱۶۲۲ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ ح وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ الْحَرِيرِيُّ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔ مگر اس میں وتر سمیت نو رکعت کا ذکر ہے۔

كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِهِمَا تِسْعَ رَكَعَاتٍ قَائِمًا يُوتِرُ مِنْهُنَّ.

۱۶۲۳- حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي لَبِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَمَةَ قَالَ أَتَيْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقُلْتُ أَيْ أُمَّهْ أَخْبِرِينِي عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَتْ صَلَاتُهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً بِاللَّيْلِ مِنْهَا رَكْعَتَا الْفَجْرِ.

ابوسلمہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے ماں! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں بتلائیے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا رمضان ہو یا غیر رمضان آپ رات کو سنت فجر سمیت تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔

۱۶۲۴- حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا حَنْظَلَةُ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ عَشْرَ رَكَعَاتٍ وَيُوتِرُ بِسَجْدَةٍ وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَتِلْكَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو دس رکعت پڑھتے اور ایک رکعت پڑھ کر نماز کو وتر (طاق) کرتے اور دو رکعت (سنت) فجر پڑھتے یہ کل تیرہ رکعات ہیں۔

۱۶۲۵- وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا أَبُو إِسْحٰقَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَأَلْتُ الْأَسْوَدَ بْنَ يَزِيدَ عَمَّا حَدَّثَتْهُ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ يَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ وَيُحْيِي آخِرَهُ ثُمَّ إِنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ إِلَى أَهْلِهِ قَضَى حَاجَتَهُ ثُمَّ يَنَامُ فَإِذَا كَانَ عِنْدَ النِّدَاءِ الْأَوَّلِ قَالَتْ وَثَبَ وَلَا وَاللَّهِ مَا قَالَتْ قَامَ فَأَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ وَلَا وَاللَّهِ مَا قَالَتِ اغْتَسَلَ وَأَنَا أَعْلَمُ مَا تُرِيدُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ جُنُبًا تَوَضَّأَ وُضُوءَ الرَّجُلِ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ.

ابواسحاق کہتے ہیں کہ میں نے اسود بن یزید سے کہا مجھے وہ حدیث بتلاؤ جس میں تم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں پوچھا تھا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے اول حصہ میں سو جاتے اور آخر حصہ میں بیدار ہوتے پھر اگر آپ کو اپنی زوجہ سے کوئی ضرورت ہوتی تو اسے پورا فرماتے اس کے بعد سو جاتے، اور جب پہلی اذان ہوتی تو اٹھ جاتے بخدا حضرت عائشہ نے یہ نہیں فرمایا کہ اپنے اوپر پانی ڈالتے اور نہ قسم بخدا یہ فرمایا کہ آپ غسل کرتے اور میں خوب جانتا ہوں کہ آپ کا ارادہ کیا تھا، اگر آپ جنبی نہ ہوتے تو نماز کا وضو کرتے پھر دو رکعت نماز پڑھتے۔

۱۶۲۶- **حَدَّثَنَا** أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ نَا عَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ حَتّٰى يَكُونَ آخِرُ صَلٰوتِهِ الْوِتْرُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اٹھ کر نماز پڑھتے اور آخر میں وتر پڑھتے۔

۱۶۲۷- **حَدَّثَنِي** هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَشْعَثَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ عَمَلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يُحِبُّ الدَّائِمَ قَالَ قُلْتُ أَيَّ حِينٍ كَانَ يُصَلِّي فَقَالَتْ كَانَ إِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ قَامَ فَصَلَّى۔

مسروق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل (کی مقدار) کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائمی عمل کو پسند کرتے تھے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کس وقت نماز پڑھتے تھے، فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرغ کی بانگ سنتے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھتے۔

۱۶۲۸- **حَدَّثَنَا** أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ أَنَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا أَلْفَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّحَرُ الْأَعْلٰى فِي بَيْتِي أَوْ عِنْدِي إِلَّا نَائِمًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے آخری حصہ میں اپنے گھر میں یا اپنے نزدیک سوتا ہوا پایا۔

۱۶۲۹- **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَنَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي وَإِلَّا اضْطَجَعَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی دو رکعت (سنت فجر) پڑھنے کے بعد اگر میں جاگتی ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے ورنہ لیٹ جاتے۔

۱۶۳۰- **وَحَدَّثَنَا** ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ عَتَّابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت منقول ہے۔

۱۶۳۱- **وَحَدَّثَنَا** زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ تَمِيمِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز پڑھتے جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو مجھ سے فرماتے اے عائشہ اٹھو کر وتر

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ فَإِذَا أَوْتَرَ قَالَ قُوْمِيْ فَأَوْتِرِيْ يَا عَائِشَةُ۔

پڑھو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز پڑھتے، اور حضرت عائشہ حضور کے سامنے عرض کی جانب لیٹی ہوتی تھیں جب آپ کے وتر باقی رہ جاتے تو آپ حضرت عائشہ کو جگا دیتے، پھر حضرت عائشہ وتر پڑھتیں۔

۱۶۲۲ - وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ صَلٰوتَهُ بِاللَّيْلِ وَهِيَ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَ يَدَيْهِ فَإِذَا بَقِيَ الْوِتْرُ أَيْقَظَهَا فَأَوْتَرَتْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھے ہیں اور فجر تک آپ کے وتر پہنچ گئے۔

۱۶۲۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِيْ يَعْفُوْرٍ وَاسْمُهُ وَاقِدٌ وَلَقَبُهُ وَقْدَانُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ كِلَاهُمَا عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ قَدْ أَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْتَهٰى وِتْرُهُ إِلَى السَّحَرِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے اول، اوسط، آخر حصہ میں وتر پڑھے ہیں اور آپ کے وتر فجر تک پہنچ گئے۔

۱۶۲۴ - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِيْ حُصَيْنٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ وَثَّابٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ قَدْ أَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ وَأَوْسَطِهِ وَآخِرِهِ فَانْتَهٰى وِتْرُهُ إِلَى السَّحَرِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھے ہیں حتیٰ کہ آپ کے وتر رات کے آخری حصہ تک پہنچ گئے۔

۱۶۲۵ - حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ نَا حَسَّانُ قَاضِيْ كِرْمَانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مَسْرُوْقٍ عَنْ أَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُلَّ اللَّيْلِ قَدْ أَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْتَهٰى وِتْرُهُ إِلٰى آخِرِ اللَّيْلِ۔

زرارہ بیان کرتے ہیں کہ سعد بن ہشام بن عامر نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا ارادہ کیا تو مدینہ میں آگئے اور انہوں نے مدینہ میں اپنی زمین بیچنے کا قصد کیا تاکہ اس

۱۶۲۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى الْعَنَزِيُّ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ أَنَّ سَعْدَ بْنَ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ أَرَادَ أَنْ يَغْزُوَ فِيْ

سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَقَدِمَ الْمَدِينَةَ فَأَرَادَ
أَنْ يَبِيعَ عَقَارًا بِهَا فَيَجْعَلَهُ فِي السِّلَاحِ وَالْكُرَاعِ
وَيُجَاهِدَ الرُّومَ حَتّٰى يَمُوتَ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ
لَقِيَ أُنَاسًا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ فَنَهَوْهُ عَنْ ذٰلِكَ
وَأَخْبَرُوهُ أَنَّ رَهْطًا سِتَّةً أَرَادُوا ذٰلِكَ فِي حَيَاةِ
نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَهَاهُمْ نَبِيُّ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَيْسَ لَكُمْ فِيَّ أُسْوَةٌ
فَلَمَّا حَدَّثُوهُ بِذٰلِكَ رَاجَعَ امْرَأَتَهُ وَقَدْ كَانَ طَلَّقَهَا
وَأَشْهَدَ عَلٰى رَجْعَتِهَا فَأَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ
عَنْهُمَا فَسَأَلَهُ عَنْ وِتْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى أَعْلَمِ
أَهْلِ الْأَرْضِ بِوِتْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا
فَأْتِهَا فَسَلْهَا ثُمَّ ائْتِنِي فَأَخْبِرْنِي بِرَدِّهَا عَلَيْكَ
فَانْطَلَقْتُ إِلَيْهَا فَأَتَيْتُ عَلٰى حَكِيمِ بْنِ أَفْلَحَ
فَاسْتَلْحَقْتُهُ إِلَيْهَا فَقَالَ مَا أَنَا بِقَارِبِهَا لِأَنِّي
نَهَيْتُهَا أَنْ تَقُولَ فِي هَاتَيْنِ الشِّيعَتَيْنِ شَيْئًا
فَأَبَتْ فِيهِمَا إِلَّا مُضِيًّا قَالَ فَأَقْسَمْتُ عَلَيْهِ
فَجَاءَ فَانْطَلَقْنَا إِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا
فَاسْتَأْذَنَّا عَلَيْهَا فَأَذِنَتْ لَنَا فَدَخَلْنَا عَلَيْهَا
فَقَالَتْ أَحَكِيمٌ فَعَرَفَتْهُ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَتْ مَنْ
مَعَكَ قَالَ سَعْدُ بْنُ هِشَامٍ قَالَتْ مَنْ هِشَامٌ
قَالَ ابْنُ عَامِرٍ فَتَرَحَّمَتْ عَلَيْهِ وَقَالَتْ خَيْرًا
قَالَ قَتَادَةُ وَكَانَ أُصِيبَ يَوْمَ أُحُدٍ فَقُلْتُ يَا
أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَنْبِئِينِي عَنْ خُلُقِ رَسُولِ اللّٰهِ
قَالَتْ أَلَسْتَ تَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ قُلْتُ بَلٰى قَالَتْ فَإِنَّ
خُلُقَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الْقُرْاٰنَ قَالَ
فَهَمَمْتُ أَنْ أَقُومَ وَلَا أَسْأَلَ أَحَدًا عَنْ شَيْءٍ
حَتّٰى أَمُوتَ ثُمَّ بَدَا لِي فَقُلْتُ أَنْبِئِينِي عَنْ قِيَامِ

سے ہتھیار اور گھوڑے وغیرہ خرید لیں اور تاحیات رومیوں
سے جہاد کریں۔ مدینہ آ کر انھوں نے جب مدینہ کے کچھ لوگوں
سے ملاقات کی تو انھوں نے سعد کو اس اقدام سے منع کیا اور
بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چھ صحابہ نے
یہی ارادہ کیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس اقدام
سے باز رکھا اور فرمایا کیا تمہارے لیے میری زندگی میں نمونہ
نہیں ہے جب اہل مدینہ نے سعد سے یہ حدیث بیان کی تو
انھوں نے اپنی اس زوجہ سے رجوع کر لیا جس کو وہ پہلے
طلاق دے چکے تھے اور اپنے رجوع پر لوگوں کو گواہ کر لیا
پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گئے اور ان سے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارے میں سوال کیا
حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں وہ شخص نہ بتاؤں
جو روئے زمین پر سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے وتر کو جانتا ہے۔ سعد نے کہا وہ کون ہیں، فرمایا:
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا! ان کے پاس جاؤ اور ان سے سوال
کرو، پھر میرے پاس آ کر مجھے بھی ان کا جواب بتانا۔ سعد کہتے
ہیں کہ میں حضرت عائشہ کی طرف روانہ ہوا اور حکیم بن افلح کے
پاس گیا اور کہا کہ مجھے حضرت عائشہ کے پاس لے چلو، انھوں
نے کہا کہ میں حضرت عائشہ کے پاس نہیں جاؤں گا کیونکہ میں
نے ان کو ان دو گروہوں (قصاص عثمان کے طالبین اور حضرت
علی) کے درمیان مداخلت سے روکا تھا تو آپ نہیں مانیں
اور چلی گئیں۔ سعد کہتے ہیں کہ میں نے حکیم کو (ساتھ چلنے کے لیے)
قسم دی پس وہ چل پڑے اور ہم دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا کی طرف گئے۔ ہم نے آپ سے حاضر ہونے کی اجازت طلب
کی۔ آپ نے اجازت دے دی، ہم آپ کی خدمت میں حاضر
ہوئے۔ آپ نے حکیم کو پہچان کر فرمایا: "کیا حکیم ہو؟" انھوں
نے کہا ہاں فرمایا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا سعد
بن ہشام! فرمایا کون ہشام؟ حکیم نے کہا عامر کا بیٹا! حضرت
عائشہ نے عامر کے لیے رحم کی دعا کی اور کلمات خیر کہے۔ قتادہ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ أَلَسْتَ
تَقْرَأُ يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُلْتُ بَلٰى قَالَ فَإِنَّ اللّٰهَ
عَزَّ وَجَلَّ افْتَرَضَ قِيَامَ اللَّيْلِ فِيْ أَوَّلِ هٰذِهِ
السُّوْرَةِ فَقَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَأَصْحَابُهُ حَوْلًا وَأَمْسَكَ اللّٰهُ تَعَالٰى خَاتِمَتَهَا
اثْنَيْ عَشَرَ شَهْرًا فِي السَّمَاءِ حَتّٰى أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَ
جَلَّ فِيْ آخِرِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ التَّخْفِيْفَ فَصَارَ
قِيَامُ اللَّيْلِ تَطَوُّعًا بَعْدَ فَرِيْضَةٍ قَالَ
قُلْتُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْبِئِيْنِيْ عَنْ
وِتْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَتْ كُنَّا نُعِدُّ لَهُ سِوَاكَهُ وَطَهُوْرَهُ
فَيَبْعَثُهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مَا شَاءَ أَنْ
يَبْعَثَهُ مِنَ اللَّيْلِ فَيَتَسَوَّكُ وَيَتَوَضَّأُ
وَيُصَلِّيْ تِسْعَ رَكَعَاتٍ لَا يَجْلِسُ فِيْهَا
إِلَّا فِي الثَّامِنَةِ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهُ
وَيَدْعُوْهُ ثُمَّ يَنْهَضُ وَلَا يُسَلِّمُ
ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّي التَّاسِعَةَ ثُمَّ يَقْعُدُ
فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهُ وَيَدْعُوْهُ ثُمَّ
يُسَلِّمُ تَسْلِيْمًا يُسْمِعُنَا ثُمَّ يُصَلِّيْ
رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ وَهُوَ قَاعِدٌ
فَتِلْكَ إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يَا بُنَيَّ
فَلَمَّا أَسَنَّ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَأَخَذَهُ اللَّحْمُ أَوْتَرَ بِسَبْعٍ
وَصَنَعَ مِثْلَ صَنِيْعِهِ الْأَوَّلِ فَتِلْكَ تِسْعٌ
يَا بُنَيَّ وَكَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ إِذَا صَلّٰى صَلٰوةً أَحَبَّ أَنْ
يُّدَاوِمَ عَلَيْهَا وَكَانَ إِذَا غَلَبَهُ
نَوْمٌ أَوْ وَجَعٌ عَنْ قِيَامِ اللَّيْلِ صَلّٰى
مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً وَلَا

(راوی) بیان کرتے ہیں کہ عامر غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے
میں نے کہا اے ام المومنین! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے اخلاق کے بارے میں بتلائیے۔ آپ نے فرمایا کیا تم قرآن
نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں! فرمایا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن ہی تو ہے، سعد نے کہا میں نے اٹھنے
کا ارادہ کیا اور سوچا آئندہ مرتے دم تک کسی سے سوال نہیں
کروں گا پھر مجھے خیال آیا تو پوچھا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے (نماز میں) قیام کے بارے میں بتلائیے؟ آپ نے
فرمایا کیا تم یاایھا المزمل نہیں پڑھتے۔ میں نے عرض
کیا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے
شروع میں آپ پر رات کا قیام فرض کیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ
وسلم اور آپ کے اصحاب ایک سال تک رات کو قیام کرتے
رہے، اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخری حصہ کو بارہ ماہ
تک آسمان پر روکے رکھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس
سورت کے آخر میں تخفیف نازل فرمائی پھر رات کا قیام فرضیت
کے بعد نفل ہو گیا، سعد کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے ام
المومنین مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارے
میں بتلائیے۔ آپ نے فرمایا، ہم حضور کے لیے مسواک اور
وضو کا پانی تیار رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ رات کو جب چاہتا
آپ کو اٹھا دیتا۔ آپ مسواک کرتے وضو کرتے اور نو رکعت
نماز پڑھتے جن میں سے آپ صرف آٹھویں رکعت میں بیٹھتے
پھر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی حمد کرتے اور اللہ تعالیٰ سے
دعا کرتے پھر کھڑے ہوتے اور سلام نہ پھیرتے اور کھڑے
ہو کر نویں رکعت پڑھتے، پھر بیٹھ جاتے اللہ تعالیٰ کا ذکر
اور اس کی حمد کرتے اور اس سے دعا مانگتے پھر اس کے
بعد بلند آواز سے سلام پھیرتے اور ہمیں سلام کی آواز سناتے
سلام پھیرنے کے بعد بیٹھ کر دو رکعت نماز پڑھتے، اے
میرے بیٹے یہ گیارہ رکعات ہیں۔ پھر جب رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم عمر رسیدہ ہو گئے اور آپ کا بدن مبارک بھاری

أَعْلَمُ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ فِي لَيْلَةٍ وَلَا صَلَّى لَيْلَةً إِلَى الصُّبْحِ وَلَا صَامَ شَهْرًا كَامِلًا غَيْرَ رَمَضَانَ قَالَ فَانْطَلَقْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَحَدَّثْتُهُ بِحَدِيثِهَا فَقَالَ صَدَقَتْ وَلَوْ كُنْتُ أَقْرَبُهَا أَوْ أَدْخُلُ عَلَيْهَا لَأَتَيْتُهَا حَتّٰى تُشَافِهَنِي بِهِ قَالَ قُلْتُ لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكَ لَا تَدْخُلُ عَلَيْهَا مَا حَدَّثْتُكَ حَدِيثَهَا.

ہو گیا تو سات رکعت وتر (طاق) حسب سابق پڑھتے اور بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے، یہ نو رکعت ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب کوئی کام کرتے تو اس پر مداومت کرتے، اور جب کبھی آپ پر نیند یا درد کا غلبہ ہوتا اور رات کو نہ اٹھ سکتے تو دن میں بارہ رکعت پڑھتے، اور میرے علم میں یہ نہیں ہے کہ کبھی آپ نے ایک رات میں پورا قرآن کریم پڑھا ہو اور نہ کبھی آپ نے ساری رات صبح تک نماز پڑھی اور نہ رمضان کے علاوہ پورے ماہ روزے رکھے۔ سعد کہتے ہیں میں حضرت ابن عباس کے پاس گیا اور انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سنائی۔ حضرت ابن عباس نے کہا حضرت عائشہ نے سچ فرمایا اگر میں ان کے قریب ہوتا یا میں ابھی حاضر ہوتا تو آپ سے بالمشافہ یہ حدیث سنتا۔ سعد نے کہا اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ آپ حضرت عائشہ کے پاس نہیں جاتے تو میں آپ کو یہ حدیث نہ سناتا۔

۱۶۳۷- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفٰى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثُمَّ انْطَلَقَ إِلَى الْمَدِينَةِ لِيَبِيعَ عِقَارَهُ فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

زرارہ بن اوفی بیان کرتے ہیں کہ سعد بن ہشام نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور مدینہ منورہ میں اپنی زمین بیچنے آئے اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۱۶۳۸- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ قَالَ نَا قَتَادَةُ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفٰى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ انْطَلَقْتُ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْوِتْرِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ وَقَالَ فِيهِ قَالَتْ مَنْ هِشَامٌ قُلْتُ ابْنُ عَامِرٍ قَالَتْ نِعْمَ الْمَرْءُ كَانَ عَامِرٌ أُصِيبَ يَوْمَ أُحُدٍ.

سعد بن ہشام بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور ان سے وتر کے متعلق دریافت کیا اس کے بعد پوری حدیث ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا: ہشام کون ہے؟ میں نے کہا ابن عامر، وہ بولیں وہ بہترین شخص تھے اور عامر غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے تھے۔

۱۶۳۹- وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفٰى أَنَّ سَعْدَ بْنَ

زرارہ بن اوفی بیان کرتے ہیں کہ سعد بن ہشام ان کے پڑوسی تھے، انھوں نے بتلایا کہ انھوں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے اور سابقہ روایت کی طرح پورا واقعہ

هِشَامٍ كَانَ جَارًا لَهُ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ سَعِيدٍ وَفِيهِ قَالَتْ مَنْ هِشَامٌ قَالَ ابْنُ عَامِرٍ قَالَتْ نِعْمَ الْمَرْءُ كَانَ أُصِيبَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ وَفِيهِ فَقَالَ حَكِيمُ ابْنُ أَفْلَحَ أَمَا إِنِّي لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكَ لَا تَدْخُلُ عَلَيْهَا مَا أَنْبَأْتُكَ بِحَدِيثِهَا.

بیان کیا اور اس میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے کہا کون ہشام؟ انھوں نے کہا عامر کا بیٹا۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ عامر بہت اچھا شخص تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ احد میں شہید ہو گیا اور اس میں یہ بھی ہے کہ حکیم بن افلح نے کہا اگر مجھے پہلے علم ہوتا کہ تم حضرت عائشہ کے پاس نہیں جاتے تو میں تم کو یہ حدیث نہ بیان کرتا۔

1630 - وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ سَعِيدٌ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ مِنَ اللَّيْلِ مِنْ وَجَعٍ أَوْ غَيْرِهِ صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً.

سعد بن ہشام کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ درد یا کسی اور وجہ سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد کی نماز رہ جاتی تو آپ دن میں بارہ رکعت پڑھتے۔

1631 - وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَنَا عِيسَى وَهُوَ ابْنُ يُونُسَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ ابْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَمِلَ عَمَلًا أَثْبَتَهُ وَكَانَ إِذَا نَامَ مِنَ اللَّيْلِ أَوْ مَرِضَ صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً قَالَتْ وَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ لَيْلَةً حَتَّى الصَّبَاحِ وَمَا صَامَ شَهْرًا مُتَتَابِعًا إِلَّا رَمَضَانَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی کام کرتے تو اس پر ہمیشگی کرتے اور اگر کبھی آپ رات کو سو جاتے یا آپ کو درد ہوتا تو دن میں بارہ رکعت پڑھتے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے کبھی یہ دیکھا کہ آپ ساری رات صبح تک نماز پڑھتے رہے ہوں اور نہ کبھی یہ دیکھا کہ رمضان کے سوا آپ نے کسی ماہ پورے مہینہ کے روزے رکھے ہوں۔

1632 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَاهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص سے اس کا رات کا کوئی معمول یا اس کا کوئی حصہ رہ جائے اور اس کو وہ فجر اور ظہر کی نمازوں کے درمیان ادا کرے تو اس کے اعمال نامہ میں وہ عمل رات ہی کا لکھا جائے گا۔

عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهٖ اَوْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ فَقَرَاَهٗ فِيْمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهٗ كَاَنَّمَا قَرَاَهٗ مِنَ اللَّيْلِ۔

١٦٤٣- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا اِسْمٰعِيْلُ وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنِ الْقَاسِمِ الشَّيْبَانِيِّ اَنَّ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَاٰى قَوْمًا يُّصَلُّوْنَ مِنَ الضُّحٰى فَقَالَ اَمَا لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ الصَّلٰوةَ فِيْ غَيْرِ هٰذِهِ السَّاعَةِ اَفْضَلُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْاَوَّابِيْنَ حِيْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ لوگوں کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا تو کہا یہ لوگ خوب جانتے ہیں کہ نماز اس وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں پڑھنا افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا توبہ کرنے والوں کی نماز اس وقت ہوتی ہے جب اونٹ کے بچوں کے کھر دھوپ میں گرم ریت پر چلنے سے گرم ہو جائیں۔

١٦٤٤- وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا الْقَاسِمُ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَهْلِ قُبَاءٍ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ فَقَالَ صَلٰوةُ الْاَوَّابِيْنَ اِذَا رَمِضَتِ الْفِصَالُ۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل قباء کے پاس گئے وہ لوگ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے آپ نے فرمایا توبہ کرنے والوں کی نماز اس وقت ہوتی ہے جب اونٹ کے بچوں کے پیر گرم ہونے لگیں۔

١٦٤٥- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى فَاِذَا خَشِيَ اَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلّٰى رَكْعَةً وَّاحِدَةً تُوْتِرُ لَهٗ مَا قَدْ صَلّٰى۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز کے بارے میں سوال کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعت ہے، جب تم میں سے کسی شخص کو (طلوع) فجر کا خوف ہو تو (آخری دوگانہ کے ساتھ ملا کر) ایک رکعت پڑھ لے تو وہ اس کی تمام رکعات کو وتر (طاق) کر دے گی۔

١٦٤٦- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ زُهَيْرٌ نَا سُفْيٰنُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَّاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ نَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز (تہجد) کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا دو دو رکعت پڑھو اور جب (طلوع) فجر کا خوف ہو ایک رکعت پڑھ کر (نمازوں کو) وتر (طاق) کر لو۔

عَمْرٌو وَعَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ فَقَالَ مَثْنٰى مَثْنٰى فَإِذَا خَشِيتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِرَكْعَةٍ۔

۱۶۴۷- وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ حَدَّثَهُ أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ وَحُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ حَدَّثَاهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى فَإِذَا خِفْتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر سوال کیا یا رسول اللہ! رات کی نماز (تہجد) کس طرح پڑھی جاتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعت ہے؛ جب صبح ہونے کا خوف ہو تو ایک رکعت کے ذریعہ ان کو وتر (طاق) کر لو۔

۱۶۴۸- وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا أَيُّوبُ وَبُدَيْلٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّائِلِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ قَالَ مَثْنٰى مَثْنٰى فَإِذَا خَشِيتَ الصُّبْحَ فَصَلِّ رَكْعَةً وَاجْعَلْ آخِرَ صَلٰوتِكَ وِتْرًا ثُمَّ سَأَلَهُ رَجُلٌ عَلٰى رَأْسِ الْحَوْلِ وَأَنَا بِذٰلِكَ الْمَكَانِ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا أَدْرِي هُوَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ أَوْ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز (تہجد) کے بارے میں دریافت کیا در آں حالیکہ میں سائل اور آپ کے درمیان تھا۔ آپ نے فرمایا دو دو رکعت کر کے نماز پڑھو اور جب صبح ہونے کا خطرہ ہو تو (آخری دوگانہ کے ساتھ) ایک رکعت پڑھ کر نماز کو وتر کر لو۔ پھر ایک شخص نے ایک سال کے بعد سوال کیا اور میں اس وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی جگہ تھا۔ مجھے پتہ نہیں کہ یہ سائل وہی پہلے والا تھا یا کوئی اور تھا ہر حال آپ نے اس کو حسب سابق جواب دیا۔

۱۶۴۹- وَحَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا أَيُّوبُ وَبُدَيْلٌ وَعِمْرَانُ بْنُ حُدَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا أَيُّوبُ وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْخِرِّيتِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ اس روایت میں یہ نہیں ہے کہ اس نے سال ختم ہونے پر یا اس کے بعد سوال کیا۔

رضی اللہ عنہما قال سال رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکر بمثلہ ولیس فی حدیثہما ثم سالہ رجل علی راس الحول وما بعدہ۔

۱۶۵۰۔ حدثنا ھارون بن معروف وسریج بن یونس وابو کریب جمیعا عن ابن ابی زائدۃ قال ھارون نا ابن ابی زائدۃ قال اخبرنی عاصم الاحول عن عبد اللہ بن شقیق عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بادروا الصبح بالوتر۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح ہونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔

۱۶۵۱۔ حدثنا قتیبۃ بن سعید قال نا لیث ح وحدثنا ابن رمح قال انا اللیث عن نافع ان ابن عمر رضی اللہ عنہما قال من صلی من اللیل فلیجعل اخر صلوتہ وترا فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یامر ذلک۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا جو شخص رات کو نماز (تہجد) پڑھے وہ وتر کو نماز کے آخر میں پڑھے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی حکم دیتے تھے۔

۱۶۵۲۔ وحدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ قال نا ابو اسامۃ ح وحدثنا ابن نمیر قال نا ابی ح وحدثنی زھیر بن حرب وابن مثنی قالا نا یحیی کلھم عن عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اجعلوا اخر صلوتکم باللیل وترا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی رات کی نماز میں وتر کو آخر میں پڑھا کرو۔

۱۶۵۳۔ حدثنی ھارون بن عبد اللہ قال نا حجاج بن محمد قال قال ابن جریج اخبرنی نافع ان ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کان یقول من صلی من اللیل فلیجعل اخر صلوتہ وترا قبل الصبح کذلک کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یامرھم۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جو شخص رات کو اٹھ کر نماز پڑھے وہ وتر صبح ہونے سے پہلے آخر میں پڑھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں اسی طرح حکم دیتے تھے۔

۱۶۵۴۔ حدثنا شیبان بن فروخ قال نا عبد الوارث عن ابی التیاح قال حدثنی ابو مجلز عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر رات کی نماز (کے آخری دوگانہ سے ملی ہوئی) ایک رکعت ہے۔

وسلم الوتر ركعة من اخر الليل۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر رات کی نماز (کے آخری دوگانہ سے مل کر) ایک رکعت ہے۔

١٦٥٥ - وحدثنا محمد بن مثنى وابن بشار قال ابن مثنى نا محمد بن جعفر قال نا شعبة عن قتادة عن ابي مجلز قال سمعت ابن عمر يحدث عن النبي صلى الله عليه وسلم قال الوتر ركعة من اخر الليل۔

ابو مجلز کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وتر کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر رات کے آخر میں ایک رکعت (ملانے کے سبب سے) ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر رات کے آخر میں ایک رکعت (کے ملانے کے سبب) ہے

١٦٥٦ - وحدثني زهير بن حرب قال نا عبد الصمد قال نا همام قال نا قتادة عن ابي مجلز قال سالت ابن عباس عن الوتر فقال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ركعة من اخر الليل وسالت ابن عمر فقال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ركعة من اخر الليل

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دی درآں حالیکہ آپ مسجد میں تھے اس نے پوچھا یا رسول اللہ میں اپنی رات کی نماز کو وتر (طاق) کیسے کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رات کو نماز پڑھے وہ دو دو رکعت پڑھے اور جب صبح ہونے کا خیال ہو تو (آخری دوگانہ کے ساتھ) ایک رکعت پڑھے۔ اس کی تمام رکعات وتر (طاق) ہو جائیں گی۔

١٦٥٧ - وحدثنا ابو كريب وهارون بن عبد الله قالا نا ابو اسامة عن الوليد بن كثير قال حدثني عبيد الله بن عبد الله بن عمر ان ابن عمر رضي الله عنه حدثهم ان رجلا نادى رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو في المسجد فقال يا رسول الله كيف اوتر صلوة الليل فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى فليصل مثنى مثنى فان احس ان يصبح سجد سجدة فاوترت له ما صلى قال ابو كريب عبيد الله بن عبد الله ولم يقل ابن عمر۔

انس بن سیرین نے کہا میں نے حضرت ابن عمر سے کہا مجھے ان دو رکعتوں کے بارے میں بتلائیے جو میں صبح کی نماز سے پہلے پڑھتا ہوں کیا میں ان میں لمبی قرأت کروں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو دو دو رکعت پڑھتے تھے اور ایک رکعت کے (ملانے کے) ساتھ ان نمازوں کو وتر (طاق) کرتے تھے۔ انھوں نے کہا میں آپ سے ان کے متعلق نہیں پوچھ رہا، حضرت ابن عمر نے کہا تم بہت سخت ہو کیا تم مجھے (پوری) حدیث بیان کرنے نہیں دیتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو دو، دو رکعت پڑھتے (آخری رکعت سے ان رکعات کو وتر کرتے اور فجر کے فرض سے

١٦٥٨ - وحدثنا خلف بن هشام وابو كامل قالا نا حماد بن زيد عن انس بن سيرين قال سالت ابن عمر رضي الله عنهما قلت ارايت الركعتين قبل صلوة الغداة اطيل فيهما القراءة فقال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي من الليل مثنى مثنى ويوتر بركعة قال قلت اني

لَسْتُ عَنْ هٰذَا اَسْاَلُكَ قَالَ اِنَّكَ لَضَخْمٌ اَلَا تَدَعُنِيْ اَسْتَقْرِئُ لَكَ الْحَدِيْثَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى وَيُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ وَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ كَاَنَّ الْاَذَانَ بِاُذُنَيْهِ قَالَ خَلَفٌ اَرَاَيْتَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ وَلَمْ يَذْكُرْ صَلٰوةً۔

پہلے دو رکعت پڑھتے تھے درآں حالیکہ آپ کے کانوں میں اذان کی آواز آ رہی ہوتی، خلف نے اپنی روایت میں صبح دو رکعت کے بارہ میں جلدی کا ذکر کیا ہے اور نماز کا ذکر نہیں کیا۔

۱۶۵۹۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ اَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِمِثْلِهِ وَزَادَ وَيُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ وَفِيْهِ فَقَالَ بَهْ بَهْ اِنَّكَ لَضَخْمٌ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے مگر اس میں اضافہ ہے ٹھہرو ٹھہرو، تم موٹے آدمی ہو۔

۱۶۶۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ حُرَيْثٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى فَاِذَا رَاَيْتَ اَنَّ الصُّبْحَ يُدْرِكُكَ فَاَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ فَقِيْلَ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَا مَثْنٰى مَثْنٰى قَالَ اَنْ تُسَلِّمَ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کی نماز (تہجد) دو دو رکعت ہے۔ جب تم دیکھو صبح ہو رہی ہے تو ایک رکعت (ملا کر) ان کو وتر کر لو۔ حضرت ابن عمر سے پوچھا گیا کہ دو دو رکعت کا کیا مطلب ہے تو انہوں نے فرمایا ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیر دو۔

۱۶۶۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَوْتِرُوْا قَبْلَ اَنْ تُصْبِحُوْا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح ہونے سے پہلے وتر پڑھ لو۔

۱۶۶۲۔ وَحَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ شَيْبَانَ عَنْ يَحْيٰى قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ نَضْرَةَ الْعَوَقِيُّ اَنَّ اَبَا سَعِيْدٍ اَخْبَرَهُمْ اَنَّهُمْ سَاَلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ اَوْتِرُوْا قَبْلَ اَنْ تُصْبِحُوْا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وتر کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا صبح ہونے سے پہلے وتر پڑھ لو۔

۱۶۶۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

حَفْصٌ وَّ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَافَ اَنْ لَّا يَقُوْمَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوْتِرْ اَوَّلَهٗ وَمَنْ طَمِعَ اَنْ يَّقُوْمَ اٰخِرَهٗ فَلْيُوْتِرْ اٰخِرَ اللَّيْلِ فَاِنَّ صَلٰوةَ اٰخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُوْدَةٌ وَّ ذٰلِكَ اَفْضَلُ وَ قَالَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ مَحْضُوْرَةٌ۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو یہ خدشہ ہو کہ وہ رات کے پچھلے پہر نہیں اٹھ سکے گا وہ اول رات وتر پڑھ لے اور جس شخص کو رات کے آخری حصہ میں اٹھنے کا شوق ہو وہ رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھے کیونکہ آخر شب کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ افضل ہے۔

۱۶۶۴۔ وَحَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ اَعْيَنَ قَالَ نَا مَعْقِلٌ وَّهُوَ ابْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَيُّكُمْ خَافَ اَنْ لَّا يَقُوْمَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوْتِرْ ثُمَّ لِيَرْقُدْ وَمَنْ وَّثِقَ بِقِيَامٍ مِّنَ اللَّيْلِ فَلْيُوْتِرْ مِنْ اٰخِرِهٖ فَاِنَّ قِرَاءَةَ اٰخِرِ اللَّيْلِ مَحْضُوْرَةٌ وَّ ذٰلِكَ اَفْضَلُ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس شخص کو یہ خدشہ ہو کہ وہ رات کے پچھلے پہر نہیں اٹھ سکے گا وہ وتر پڑھ کر سویا کرے اور جس شخص کو رات کے اٹھنے پر اعتماد ہو وہ رات کے پچھلے پہر وتر پڑھے کیونکہ رات کے آخر کی قرأت کے لیے فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ افضل ہے۔

۱۶۶۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ طُوْلُ الْقُنُوْتِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ نماز زیادہ فضیلت والی ہے جس میں لمبا قیام ہو۔

۱۶۶۶۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ قَالَ طُوْلُ الْقُنُوْتِ۔ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کون سی نماز زیادہ افضل ہے آپ نے فرمایا جس نماز میں لمبا قیام ہو۔

۱۶۶۷۔ وَحَدَّثَنَا عُثْمٰنُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً لَّا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُّسْلِمٌ يَّسْاَلُ اللّٰهَ خَيْرًا مِّنْ اَمْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ وَ ذٰلِكَ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات میں ایک لمحہ ایسا آتا ہے جس میں بندہ مسلم اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی جس خیر کا سوال کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو وہ عطا کر دیتا ہے اور یہ لمحہ ہر رات میں آتا ہے۔

۱۶۶۸۔ وَحَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ قَالَ نَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

الحسن بن أعين قال نا معقل عن أبي الزبير عن جابر رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إن من الليل ساعة لا يوافقها عبد مسلم يسأل الله خيرا إلا أعطاه إياه.

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات میں ایک ایسا لمحہ آتا ہے جس لمحہ کو پانے کے بعد بندہ مسلم اللہ تعالیٰ سے جو سوال کرے اللہ تعالیٰ عطا فرما دیتا ہے۔

۱۶۶۹ - حدثنا يحيى بن يحيى قال قرأت على مالك عن ابن شهاب عن أبي عبد الله الأغر و عن أبي سلمة بن عبد الرحمن عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يتنزل ربنا تبارك وتعالى كل ليلة إلى السماء الدنيا حين يبقى ثلث الليل الآخر فيقول من يدعوني فأستجيب له ومن يسألني فأعطيه ومن يستغفرني فأغفر له.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کے آخری تہائی حصہ میں آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور فرماتا ہے کوئی ہے جو مجھ سے دعا مانگے اور میں اس کی دعا قبول کروں۔ کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے اور میں اس کو عطا کروں۔ کوئی ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے اور میں اس کو بخش دوں۔

۱۶۷۰ - وحدثنا قتيبة بن سعيد قال نا يعقوب وهو ابن عبد الرحمن القاري عن سهيل عن أبيه عن أبي هريرة رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ينزل الله تبارك وتعالى إلى السماء الدنيا كل ليلة حين يمضي ثلث الليل الأول فيقول أنا الملك من ذا الذي يدعوني فأستجيب له من ذا الذي يسألني فأعطيه من ذا الذي يستغفرني فأغفر له فلا يزال كذلك حتى يضيء الفجر.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ ہر رات کے پہلے تہائی حصہ کے گزرنے کے بعد آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور فرماتا ہے میں بادشاہ ہوں کوئی ہے جو مجھ سے دعا مانگے اور میں اس کی دعا کو قبول کروں کوئی ہے! جو مجھ سے سوال کرے اور میں اس کو عطا کروں کوئی ہے! جو مجھ سے بخشش طلب کرے اور میں اسے بخش دوں۔ اللہ تعالیٰ یونہی فرماتا رہتا ہے حتیٰ کہ فجر روشن ہو جاتی ہے۔

۱۶۷۱ - حدثنا إسحق بن منصور قال نا أبو المغيرة قال نا الأوزاعي قال نا يحيى قال نا أبو سلمة بن عبد الرحمن عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا مضى شطر الليل أو ثلثاه ينزل الله تبارك وتعالى إلى السماء الدنيا فيقول هل من سائل يعطى هل من داع يستجاب له هل من مستغفر يغفر له حتى ينفجر الصبح.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات کا نصف یا اس کے دو تہائی حصے گذر جاتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور فرماتا ہے ہے کوئی مانگنے والا جس کو میں عطا کروں۔ ہے کوئی دعا کرنے والا جس کی دعا کو میں قبول کروں ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا جس کو میں بخش دوں حتیٰ کہ صبح ہو جاتی ہے۔

۱۶۷۲ - حدثني حجاج بن الشاعر قال نا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

مُحَاضِرٌ اَبُو الْمُوَرِّعِ قَالَ نَا سَعْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ مَرْجَانَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا لِشَطْرِ اللَّيْلِ اَوْ لِثُلُثِ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ فَيَقُولُ مَنْ يَدْعُونِي فَاَسْتَجِيبَ لَهُ اَوْ يَسْاَلُنِي فَاُعْطِيَهُ ثُمَّ يَقُولُ مَنْ يُقْرِضُ غَيْرَ عَدِيمٍ وَلَا ظَلُومٍ قَالَ مُسْلِمٌ ابْنُ مَرْجَانَةَ هُوَ سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَمَرْجَانَةُ اُمُّهُ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نصف یا تہائی رات گزر جانے کے بعد آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور فرماتا ہے کوئی ہے جو مجھ سے دعا مانگے اور میں اس کی دعا قبول کروں یا مجھ سے سوال کرے اور میں اس کو عطا کروں، پھر فرماتا ہے اس ذات کو کون قرض دے گا جو نہ کبھی فنا ہوگی نہ کسی پر ظلم کرے گی۔

۱۶۷۳- وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْاَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَزَادَ ثُمَّ يَبْسُطُ يَدَيْهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُولُ مَنْ يُقْرِضُ غَيْرَ عَدُومٍ وَلَا ظَلُومٍ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ پھیلا کر فرماتا ہے اس کو کون قرض دے گا جو نہ کبھی فنا ہوگا اور نہ کبھی ظلم کرے گا۔

۱۶۷۴- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ وَاَبُو بَكْرٍ ابْنَا اَبِي شَيْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَاللَّفْظُ لِابْنَيْ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنِ الْاَغَرِّ اَبِي مُسْلِمٍ يَرْوِيهِ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ وَاَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُمْهِلُ حَتّٰى اِذَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاَوَّلُ نَزَلَ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَقُولُ هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ هَلْ مِنْ تَائِبٍ هَلْ مِنْ سَائِلٍ هَلْ مِنْ دَاعٍ حَتّٰى يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ.

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ مہلت دیتا رہتا ہے حتیٰ کہ جب رات کا پہلا تہائی حصہ گزر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور فرماتا ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے! کوئی توبہ کرنے والا ہے! کوئی سوال کرنے والا ہے! کوئی دعا کرنے والا ہے! حتیٰ کہ فجر کی پو پھوٹ پڑتی ہے۔

۱۶۷۵- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّ حَدِيثَ مَنْصُورٍ اَتَمُّ وَاَكْثَرُ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے مگر پہلی روایت مکمل اور مفصل ہے۔

تہجد کی روایات میں تطبیق

سعد بن ہشام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد میں نو رکعات پڑھتے تھے، اور عروہ نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر سمیت تہجد میں گیارہ رکعت پڑھتے تھے اور مؤذن کے آنے کے بعد دو رکعت سنت فجر پڑھتے تھے ہشام بن عروہ کی سند میں عروہ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ سنت فجر سمیت تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہ

سے ایک روایت یہ ہے کہ رمضان ہو یا غیر رمضان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، دو بار چار چار رکعت پڑھتے اس کے بعد تین رکعت وتر پڑھتے، حضرت عائشہ سے ایک روایت یہ ہے کہ آپ تیرہ رکعات پڑھتے تھے۔ پہلے آٹھ رکعات پڑھتے پھر تین رکعت وتر پڑھتے پھر بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے۔ ایک اور روایت میں حضرت عائشہ نے اس کی تفصیل کی اور فرمایا ان میں دو رکعت سنت فجر تھیں۔ امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سات اور نو رکعات پڑھتے تھے۔ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد میں تیرہ رکعات پڑھتے تھے اور طلوع فجر کے بعد دو رکعت سنت فجر پڑھتے تھے اور خالد بن زید کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشمول سنت فجر تیرہ رکعات پڑھتے تھے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان روایات میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ، حضرت ابن عباس اور حضرت خالد بن زید رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے مشاہدہ کے مطابق نماز تہجد کو روایت کیا ہے۔ رہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اپنی روایات میں اختلاف تو وہ یا تو راویوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے یا اس وجہ سے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مختلف مواقع پر مختلف رکعات کا مشاہدہ کیا ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کا اغلب معمول بشمول وتر گیارہ رکعت ہو اور بعض اوقات آپ نے زیادہ سے زیادہ بشمول سنت فجر اور وتر پندرہ رکعات پڑھی ہوں اور کم از کم وتر سمیت سات رکعت پڑھی ہوں اور رکعات تہجد میں کمی اور زیادتی کا باعث نیند، دیگر مصروفیت اور مرض اور تکلیف کے سبب وقت میں کمی اور زیادتی کی وجہ سے ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اوائل میں آپ نے زیادہ رکعات پڑھی ہوں اور سن رسیدہ ہونے کے بعد کم رکعات پڑھی ہوں کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آپ سن رسیدہ ہو گئے تو رات کو سات رکعت پڑھتے تھے[1]۔

تہجد کا حکم

اس باب کی حدیث نمبر ۱۴۳۶ میں زرارہ کی روایت ہے کہ سعد بن ہشام بن عامر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد کے بارے میں سوال کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم "یا ایہا المزمل" نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا اس سورت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر رات کا قیام فرض کیا تھا لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ایک سال تک رات کو نماز پڑھتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخری حصہ کو بارہ ماہ تک آسمان پر روکے رکھا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخر میں تخفیف نازل فرمائی پھر رات کا قیام (تہجد کی نماز) فرض ہونے کے بعد نفل ہو گیا[2]۔

علامہ قرطبی اس مسئلہ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ کیا تہجد کی نماز صرف آپ پر فرض تھی یا آپ پر اور انبیاء سابقین پر بھی فرض تھی، یا آپ پر اور آپ کی امت دونوں پر فرض تھی۔ یہ تین اقوال ہیں، پہلا قول حضرت سعید بن جبیر کا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا خطاب خصوصیت سے آپ کی طرف متوجہ ہے۔ دوسرا قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے کہ تہجد کی نماز آپ پر اور انبیاء سابقین پر

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۵ھ۔
[2] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۵ھ

فرض تھی تیسرا قول حضرت عائشہ کا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اس قول کو اختیار کیا ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں زرارہ بن اوفی کی سند سے سعد بن ہشام بن عامر کی حضرت عائشہ سے روایت ہے ۔ ؎ (حدیث مذکور الصدر نمبر ۱۶۳۶ ۔ از سعیدی)

علامہ قرطبی مزید لکھتے ہیں:

تہجد کے ناسخ میں بھی علماء کا اختلاف ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس کا ناسخ یہ آیت ہے:

ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی الیل ونصفہ وثلثہ وطائفۃ من الذین معک ؕ واللہ یقدر الیل والنھار ؕ علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم فاقرءوا ما تیسر من القراٰن ؕ علم ان سیکون منکم مرضی ۙ واخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ ۙ واخرون یقاتلون فی سبیل اللہ ۫ فاقرءوا ما تیسر منہ ۙ واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ واقرضوا اللہ قرضا حسنا ؕ (مزمل: ۲۰)

(اے رسول!) تمہارا رب جانتا ہے کہ تم کبھی دو تہائی رات کے قریب قیام کرتے ہو، کبھی نصف شب تک اور کبھی تہائی شب تک، اور تمہارے ساتھیوں کی ایک جماعت بھی۔ دن اور رات کو اللہ مقدر فرماتا ہے اسے معلوم ہے کہ تم سے (اے مسلمانو!) رات کا شمار نہ ہو سکے گا، اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی، پس نماز میں جتنا بسہولت قرآن پڑھ سکو پڑھ لو، اسے علم ہے کہ عنقریب تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لیے زمین میں سفر کریں گے اور کچھ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے تو جتنا قرآن آسانی کے ساتھ پڑھ سکو پڑھو، اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو قرض حسن دو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ تہجد کی فرضیت "علم ان سیکون منکم مرضی" سے منسوخ ہے اور ایک اور قول میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، امام شافعی، مقاتل اور ابن کیسان سے مروی ہے کہ پانچ نمازوں کے فرض ہونے کے بعد تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔ ؎

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ومن الیل فتہجد بہ نافلۃ لک ۔ اور رات کو تہجد پڑھیے یہ آپ کے لیے نفل ہے۔

(بنی اسرائیل: ۷۹)

نفل کا لغوی معنی زیادتی ہے اور اصطلاح شرع میں وہ کام ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہ دیا ہو بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے اپنی طرف سے کرے اس کا کرنا کار ثواب ہے اور نہ کرنا باعث مواخذہ نہیں ہے۔ اگر اس آیت میں نفل لغوی معنی میں ہو تو اس آیت کا معنی ہو گا رات کو اٹھ کر تہجد پڑھیے یہ خاص آپ کے لیے زیادہ ہے اس اعتبار سے تہجد کی نماز صرف آپ پر فرض ہو گی اور اگر نفل اصطلاحی معنی میں ہو تو آیت کا معنی یہ ہو گا یہ آپ کے لیے نفل ہے علامہ قرطبی ان دونوں معنوں پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

؎ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۳۳ مطبوعہ دار الکتب العربی قاہرہ، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۸۷ھ

؎ الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۵۵

قولہ تعالیٰ: نافلۃ لک ای کرامۃ لک قالہ مقاتل واختلف العلماء فی تخصیص النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالذکر دون امتہ فقیل کانت صلوٰۃ اللیل فریضۃ علیہ لقولہ: نافلۃ لک ای فریضۃ زائدۃ علی الفریضۃ الموظفۃ علی الامۃ۔ قلت فی ھذا التاویل بعد لوجہین احدھما تسمیۃ الفرض بالنفل، وذلک مجاز لا حقیقۃ الثانی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم خمس صلوات فرضھن علی العباد وقولہ تعالیٰ ھن خمس وھن خمسون لایبدل القول لدی وھذا نص فکیف یقال افترض علیہ صلوٰۃ زائدۃ علی الخمس ھذا ما لایصح[1]

مقاتل نے کہا کہ اس آیت میں نافلۃ کا لفظ کرامت کے معنی میں ہے۔ علماء کا اس بات کی توجیہ میں اختلاف ہے کہ اس آیت میں بالخصوص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیوں کیا گیا ہے اور آپ کی امت کا کیوں نہیں کیا گیا، بعض نے کہا آپ پر تہجد کی نماز فرض تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

نافلۃ لک۔ یعنی آپ پر تہجد ایک زائد فریضہ ہے جو آپ کی امت پر فرض نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ یہ توجیہ دو وجہوں سے بعید ہے اولاً اس لیے کہ اس توجیہ میں فرض پر نفل کا اطلاق ہے اور یہ مجاز ہے حقیقت نہیں، دوم اس لیے کہ آپ نے فرمایا بندوں پر پانچ نمازیں فرض ہیں اور حدیث قدسی ہے کہ یہ پانچ نمازیں ہیں اور پچاس (باعتبار اجر) ہیں میرے قول میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، اور یہ نص صریح ہے پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آپ پر پانچ نمازوں سے زیادہ فرض ہیں، یہ قول صحیح نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

فوجب طلب الدلیل من السنۃ علی احد المعنیین فوجدنا سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ لا واجب من الصلوات الا الخمس الی قولہ وفی تفسیر ابن عباس قم اللیل یعنی قم اللیل کلہ الا قلیلا منہ فاشتد ذلک علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلی اصحابہ فقاموا اللیل کلہ حتی انتفخت اقدامھم وذلک قبل الصلوٰت الخمس ففعلوا ذلک سنۃ فانزل اللہ ناسختھا فقال علم ان لن تحصوہ یعنی قیام اللیل من الثلث والنصف وکان ھذا قبل ان تفرض الصلوٰت الخمس فلما فرضت

ہم پر واجب ہے کہ ہم دو معنوں میں سے کسی ایک معنی کی تائید کیلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف رجوع کریں۔ ہم نے دیکھا کہ آپ کی سنت سے ثابت ہے کہ پانچ نمازوں کے علاوہ اور کوئی نماز واجب نہیں ہے۔ تفسیر ابن عباس میں ہے "قم اللیل" کا معنی ہے قلیل حصّہ کے سوا ساری رات قیام کرو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر یہ امر دشوار تھا وہ ساری رات قیام کرتے یہاں تک کہ ان کے پاؤں سوج جاتے وہ ایک سال تک رات کو قیام کرتے رہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس حکم کا ناسخ نازل فرمایا اور فرمایا "اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم سے رات کا شمار نہ ہو سکے گا" یعنی تم نصف یا تہائی شب قیام نہیں کر سکو گے۔ یہ پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے کا واقعہ ہے اور جب پانچ نمازیں فرض

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۷۱ھ، الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۳۰۸ مطبوعہ دار الکتب العربی قاہرہ الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۷ھ

الخمس نسخت هذه كما نسخت الزكاة كل صدقة وصوم رمضان كل صوم [۱]

ہو گئیں تو تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی، جیسے زکوٰۃ کی فرضیت نے ہر قسم کے صدقہ کی فرضیت کو منسوخ کر دیا اور رمضان کے روزوں نے ہر قسم کے روزوں کی فرضیت کو منسوخ کر دیا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی کی بھی یہی تحقیق ہے۔ فرماتے ہیں:

ثم نسخ فرض ذلك بالصلوات الخمس [۲]

پھر تہجد کی فرضیت پانچ نمازوں سے منسوخ کر دی گئی۔

جب تہجد آپ اور امت دونوں کے لیے فرض تھی تو قرآن کریم میں یہ کیوں فرمایا: نافلة لك "خاص آپ کے لیے نفل ہے"؟ علامہ عینی اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وذكر في كونه نافلة ان الله تعالى غفر له من ذنوبه ما تقدم وما تأخر فكل طاعة يأتي بها سوى المكتوبة تكون زيادة في كثرة الثواب فلهذا اسمى نافلة بخلاف الامة فان لهم ذنوبا محتاجة الى الكفارات فثبت ان هذه الطاعات انما تكون زوائد ونوافل في حق سيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم لا في حق غيره [۳]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد کے نفل ہونے کی خصوصیت کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مغفرت کا اعلان کر دیا ہے اس لیے آپ فرائض کے سوا جو بھی عبادت کرتے ہیں وہ صرف ثواب میں زیادتی کے لیے ہوتی ہے اس لیے تہجد بالخصوص آپ کے لیے نفل ہے بخلاف امت کے کیونکہ ان کے بہت سے گناہ ہیں جن کے کفارہ کے لیے وہ نفل عبادت کے محتاج ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ان عبادات کا نوافل اور زوائد ہونا صرف سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے کسی اور کے حق میں نہیں۔

علامہ آلوسی نے بھی یہ توجیہہ ذکر کی ہے [۴] ان کے علاوہ علامہ عسقلانی نے بھی یہ توجیہہ ذکر کی ہے اور لکھا ہے:

روى الطبري عن ابن عباس ان النافلة للنبي صلى الله عليه وسلم خاصة لانه امر بقيام الليل وكتب عليه دون امته واسناده ضعيف [۵]

طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ تہجد کی نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زائد تھی۔ کیونکہ صرف آپ کو قیام لیل کا حکم دیا گیا اور صرف آپ پر تہجد کی نماز فرض کی گئی آپ کی امت پر تہجد نہیں فرض کی گئی۔ اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

امام رازی نے تفسیر کبیر میں نافلة کی دو تفسیریں ذکر کی ہیں، صرف آپ پر تہجد کی فرضیت زیادہ تھی نہ آپ کی امت

۱۔ علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۸۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر۔

۲۔ علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲، فتح الباری ج ۳ ص ۲۴ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، طبعۃ ممتازۃ ۱۴۰۱ھ۔

۳۔ علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۶۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔

۴۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ۔ روح المعانی جز ۱۵ ص ۱۳۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

۵۔ علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ فتح الباری ج ۳ ص ۳ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، طبعۃ ممتازۃ ۱۴۰۱ھ۔

پر اور یہ کہ تہجد کی نماز صرف آپ کے لیے نفل تھی اور آپ کے ساتھ نفل کی خصوصیت کی وہی توجیہ کی ہے جس کو ہم علامہ عینی سے نقل کر چکے ہیں اور دونوں معنوں میں سے کسی کو دوسرے پر راجح نہیں قرار دیا [1]۔ علامہ ابو سعود نے بھی ایسا ہی کیا ہے [2]
علامہ کرمانی کی عبارات سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ وہ فرضیت کے قائل ہیں [3]۔

علامہ نووی زیر بحث حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

ھذا ظاھرہ انہ صار تطوعا فی حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاما الامۃ فھو تطوع فی حقھم بالاجماع واما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاختلفوا فی نسخہ فی حقہ والاصح عندنا نسخہ [4]

اس حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تہجد نفل ہے اور امت کے حق میں تہجد کے نفل ہونے میں اجماع ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تہجد کی فرضیت کے منسوخ ہونے میں اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ آپ کے حق میں تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

علامہ وشتانی مالکی فرماتے ہیں:

وقیل کان فرضا فی حقہ صلی اللہ علیہ وسلم فقط واختلف القائلون بالفرض فالاکثرون علی انہ نسخ وھو دلیل قول عائشۃ [5]

کہا گیا ہے کہ تہجد صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی اور فرض کے قائلین کا فرضیت کے منسوخ ہونے میں اختلاف ہے اور اکثرین کا مختار یہ ہے کہ آپ کے حق میں تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی حضرت عائشہ کے قول سے یہی ثابت ہے۔

ہماری تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد فرض نہیں تھی۔ ان دلائل کے علاوہ جو مذکور الصدر عبارات میں گزر چکے ہیں صاف اور واضح دلیل یہ ہے کہ فرضیت اس دلیل سے ثابت ہوتی ہے جو ثبوتاً اور دلالۃً قطعی ہو اور یہاں لزوم اور فرضیت پر دلالت قطعی نہیں ہے کیونکہ نافلۃ کا ایک معنی زائد ہے یعنی آپ پر تہجد کی فرضیت زائد ہے جس سے فرضیت ثابت کی گئی ہے جبکہ نافلۃ کا دوسرا معنی جو کہ نفل کا حقیقی معنی ہے وہ بھی اس آیت میں بلا نکیر تسلیم کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تہجد آپ کے لیے نفل ہے اور جب اس کے دو معنی مراد ہیں اور ان میں سے ایک معنی فرضیت کے منافی ہے تو اس کی فرضیت پر دلالت قطعی نہیں رہی لہٰذا آپ پر تہجد کا فرض ہونا ثابت نہیں ہوا۔

وتر کے حکم میں مذاہب ائمہ

علامہ وشتانی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الوتر عند مالک سنۃ مؤکدۃ [6]

امام مالک کے نزدیک وتر سنت مؤکدہ ہے۔

---

[1] امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ۔ تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۳۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ
[2] علامہ ابو سعود حنفی تفسیر ابو سعود علی ہامش الکبیر ج ۶ ص ۲۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ
[3] علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ، تحقیق الکواکب الدراری ج ۶ ص ۱۶۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۱ھ
[4] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۵۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ
[5] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
[6] " " " ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۵۹

علامہ نووی شافعی فرماتے ہیں:

الوتر سنۃ عندنا بلا خلاف۔[1]

ہمارے نزدیک وتر کے سنت ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

وهو سنة مؤكدة قال احمد من ترك الوتر عمدا فهو رجل سوء ولا ينبغي ان تقبل له شهادة واراد المبالغة في تاكيده لما قد ورد فيه من الاحاديث في الامر به۔[2]

وتر ہمارے نزدیک سنت مؤکدہ ہے امام احمد نے فرمایا جس شخص نے عمداً وتر ترک کیا، وہ برا شخص ہے۔ اس کی شہادت نہیں قبول کرنی چاہیے، علامہ ابن قدامہ کہتے ہیں کہ امام احمد نے وتر کی تاکید میں مبالغہ کا ارادہ کیا ہے کیونکہ احادیث میں وتر پڑھنے کا حکم وارد ہوا ہے۔

علامہ سرخسی حنفی فرماتے ہیں:

ہمارے نزدیک اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ وتر کی نماز تمام سنتوں سے زیادہ قوی ہے حتیٰ کہ اگر صرف وتر کی نماز پڑھنے سے رہ جائے تو اس کی قضا کی جاتی ہے کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ التعریس میں وتر کی قضا پڑھنے سے ابتدا کی تھی اور جس روایت میں ہے کہ صبح کے بعد وتر کی نماز نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ صبح کی نماز تک وتر کو مؤخر نہ کرو اس کی قضا سے منع کرنا مقصود نہیں ہے۔ نماز فجر کے بعد طلوع شمس سے پہلے بھی وتر کی قضا پڑھی جاتی ہے یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وتر سنتوں سے زیادہ قوی ہے اور فرائض سے کم ہے کیونکہ وتر کے منکر کی تکفیر نہیں کی جاتی گی اور نہ وتر کے لیے اذان دی جائے گی اور رمضان کے علاوہ وتر کی جماعت بھی مشروع نہیں ہے اس کے سوا اختلاف ہے۔ حماد بن زید، امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ وتر فرض ہے اور یوسف بن خالد سمتی نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے کہ وتر واجب ہے اور امام اعظم کا یہی ظاہر مذہب ہے اور اسد بن عمر نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے کہ وتر سنت مؤکدہ ہے اور یہی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ حدیث اعرابی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو تعلیم دی کہ دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں، اعرابی نے پوچھا کیا ان کے سوا بھی مجھ پر کوئی نماز ہے فرمایا نہیں! الا یہ کہ تم نفل پڑھو۔[3] اور مروی ہے کہ ابو محمد نام کے ایک انصاری شخص نے کہا کہ وتر فرض ہے جب یہ بات حضرت عبادہ بن صامت تک پہنچی تو انھوں نے اس کا رد کیا اور فرمایا ابو محمد نے غلط کہا میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں[4] اور حضرت علی نے فرمایا وتر سنت ہے لازم نہیں ہے[5] اور قرآن مجید میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب مع المجموع ج ۴ ص ۱۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۴۵۳، ۴۵۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[4] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۱۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ

[5] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ۔

حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطی اور وسطی (درمیانی نماز) اسی وقت متحقق ہوگی جب فرائض کا عدد پانچ ہو، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ حضرت ابوبصرۃ الغفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاریب اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک نماز زیادہ کردی ہے سو وہ وتر ہے اس کو عشاء سے لیکر طلوع فجر تک پڑھا کرو۔[1] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر کا وجوب باقی فرائض کے بعد مقرر ہوا کیونکہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایک نماز زیادہ کی ہے اور زیادہ کرنے کی نسبت اپنی طرف نہیں اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہے جبکہ سنتوں کی اضافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتی ہے اور زیادتی کا تحقق بھی واجبات ہی میں ہوتا ہے کیونکہ واجبات کا عدد معین ہوتا ہے اور نوافل کی کوئی گنتی شمار اور انتہا نہیں ہوتی، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا مغرب کی طرح وتر کی تین رکعات ہیں اور ایک روایت میں ہے رات کے وتر، دن کے وتر کی طرح ہیں[2] اور دن کے وتر (مغرب کی نماز ——— از سعیدی) واجب ہیں لہٰذا رات کے وتر بھی واجب قرار پائیں گے۔ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کا اتفاق ہے کہ تراویح کی مقدار بیس رکعات ہیں کیونکہ دن اور رات کے واجبات کی تعداد بھی بیس رکعت ہے اور دن اور رات کے واجبات کی تعداد بیس رکعت بھی ہوگی۔ جب وتر کو واجب قرار دیکر دیگر واجبات میں شامل کیا جائے البتہ وتر کا وجوب چونکہ ظنی دلیل سے ثابت ہوا ہے اس لیے اس کے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور باقی فرائض سے اس کا مرتبہ کم ہوگا اور اس پر فرض کا اطلاق نہیں ہوگا بہر حال فرض صرف پانچ نمازیں ہیں جیسا کہ سابقہ روایات میں مذکور ہے اور فرائض اور واجبات میں ہمارے نزدیک فرق ظاہر ہے۔[3]

وجوب وتر پر احناف کے مزید دلائل

عن ابی ایوب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: الوتر حق واجب الحدیث۔[4]

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر حق واجب ہے۔

علامہ ابوطیب اس حدیث کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں:

رواتہ کلھم ثقات قال الحافظ حدیث ابوایوب اخرجہ ابوداؤد و النسائی والدارقطنی فی العلل و البیھقی و غیر

اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ اس حدیث کو ابوداؤد، نسائی اور دارقطنی نے علل میں بیان کیا ہے اور بیہقی اور دیگر محدثین

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۲ ص ۲۹۷ مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ۔

نوٹ:۔ علامہ سرخسی نے یہ حدیث حضرت ابوبصرہ سے روایت کی ہے، مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق طبرانی مسند احمد اور حاکم میں یہ حدیث عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ہے۔ (از سعیدی)۔

[2] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۱۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۲ھ۔

[3] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱ ص ۱۵۶۔۱۵۵ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۰۰ھ

[4] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۲۔ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

واحد وقفه، وهو الصواب[1]

نے اس کو موقوف قرار دیا ہے اور یہی صحیح ہے۔

عن خارجة بن حذافة العدوي قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوٰة الغداة فقال لقد امركم الله الليلة بصلوٰة هي خير لكم من حمر النعم قال قلنا وما هي يا رسول الله قال الوتر فيما بين صلوٰة العشاء الى طلوع الفجر[2]

خارجہ بن حذافہ العدوی بیان کرتے ہیں کہ صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے آج رات ایک نماز کو زیادہ فرمایا ہے جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون سی نماز ہے؟ فرمایا وتر (جس کا وقت) عشاء کی نماز سے لے کر طلوع فجر تک ہے۔

کسی چیز میں زیادتی ہمیشہ اسی چیز کی جنس سے ہوتی ہے اس لیے پانچ فرائض میں وتر کی زیادتی اس بات کو مستلزم ہے کہ وتر بھی فرض ہو لیکن چونکہ یہ اخبار احاد اور ظنی دلائل سے ثابت ہے اس لیے واجب قرار پائے گا۔

عن ابي بصرة الغفاري يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الله زادكم صلوٰة وهي الوتر فصلوها بين صلوٰة العشاء الى صلوٰة الصبح[3]

ابو بصرہ غفاری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایک نماز زیادہ کر دی ہے اور وہ وتر ہے اس کو عشاء سے لے کر صبح کے وقت تک پڑھو!

اس حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ بھی امام احمد[4] اور امام ہیثمی[5] نے بیان کیا ہے۔

اس حدیث سے بھی اولاً استدلال اس وجہ سے ہے کہ کسی چیز میں زیادتی اس کی جنس سے ہوتی ہے اور ثانیاً اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھنے کا امر فرمایا ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے۔ اور احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر رہ جانے کی صورت میں اس کی قضاء کا حکم دیا ہے اور یہ وتر کے واجب ہونے کی واضح دلیل ہے کیونکہ قضاء واجب کی ہوتی ہے سنت یا نفل کی نہیں ہوتی۔

عن ابي سعيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من نام عن وتره او نسيه فليصله اذا ذكره۔

حضرت ابو سعید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وتر سے سو جائے یا وتر پڑھنا بھول جائے تو جس وقت یاد آئے وتر پڑھ لے۔

یہ حدیث جامع ترمذی (ص ۹۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی) میں بھی ہے اور سنن ابن ماجہ (ص ۸۳) میں بھی ہے۔

---

[1] علامہ محمد شمس الحق عظیم آبادی۔ التعلیق المغنی علی دار قطنی ج ۲ ص ۲۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] حافظ ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۲۹۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ۔

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد بن حنبل ج ۶ ص ۳۹۷، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ۔

[4] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ۔

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ۔ مسند احمد بن حنبل ج ۶ ص ۷، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

[6] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ۔ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۳۹، مطبوعہ المکتبۃ القدسی قاہرہ، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۲ھ۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب

ائمہ ثلاثہ کے بعض دلائل کا جواب علامہ سرخسی کی عبارت میں گذر چکا ہے ان کی ایک اور اہم دلیل یہ ہے کہ بعض احادیث میں سواری پر وتر پڑھنے کا ذکر ہے اور سواری پر فرض یا واجب نہیں پڑھے جاتے نفل پڑھے جاتے ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ وتر نفل ہیں۔

عن ابن عمر ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اوتر علی البعیر۔[1]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر وتر پڑھے۔

اس کے دو جواب ہیں اول یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل وتر کو واجب قرار دینے سے پہلے کا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کسی عذر کی بناء پر آپ نے سواری پر وتر پڑھے ہوں جیسا کہ ترمذی اور ابو داؤد میں ہے کہ آپ نے کیچڑ کے عذر کی بناء پر فرض سواری پر پڑھے کیونکہ آپ سے ثابت ہے کہ آپ سواری سے اتر کر وتر پڑھا کرتے تھے۔

عن ابن عمر انہ کان یصلی علی راحلتہ ویوتر بالارض ویزعم ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یفعل کذلک۔[2]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سواری پر نماز پڑھتے اور وتر اتر کر زمین پر پڑھتے تھے اور وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جس طرح سواری پر وتر پڑھنا مروی ہے اسی طرح ان سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ سواری سے اتر کر وتر پڑھتے تھے (عنقریب باحوالہ ذکر آرہا ہے) اور جب ایک صحابی سے یہ دونوں فعل مروی ہیں تو احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ان احادیث پر عمل کیا جائے جن کی رُو سے سواری پر وتر جائز نہیں کیونکہ اصول میں مقرر ہے کہ حلت اور حرمت میں تعارض ہو تو جانب حرمت کو ترجیح ہوتی ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث انہیں بھی مفید نہیں ہے۔ کیونکہ شوافع کا مسلک ہے کہ وتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھے اور امت کے لیے سنت تھے۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

ان الوتر واجب علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وان کان سنۃ فی حق الامۃ۔[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وتر واجب ہیں اگرچہ امت کے حق میں سنت ہیں۔

شرح معانی الآثار کے حوالے سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے اتر کر وتر پڑھتے تھے اس کے علاوہ حسب ذیل آثار سے بھی ثابت ہے کہ بلا عذر سواری پر وتر پڑھنا جائز نہیں ہے۔

عن القاسم بن محمد ان عمر کان یوتر

قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۴۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۴ھ

[3] علامہ یحیی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب مع المجموع ج ۴ ص ۲۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

بالارض۔ [ا]

(سواری سے اتر کر) زمین پر وتر پڑھا کرتے تھے۔

عن سعید بن جبیر ان ابن عمر کان اذا اراد ان یوتر نزل عن راحلتہ فاوتر بالارض۔ [۲]

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اترتے اور زمین پر وتر پڑھتے۔

امام احمد نے بھی اس سند کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے مگر اس میں یہ اضافہ ہے: ان ابن عمر کان یصلی علی راحلتہ تطوعا فاذا اراد ان یوتر۔ [۳]

عن ابن عون قال سألت القاسم عن رجل یوتر علی راحلتہ فقال زعموا ان عمر کان یوتر بالارض۔ [۴]

ابن عون کہتے ہیں کہ میں نے قاسم سے سواری پر وتر پڑھنے کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا صحابہ کہتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمین پر وتر پڑھتے تھے۔

عن بکر ان ابن عمر کان اذا اراد ان یوتر نزل فاوتر بالارض۔ [۵]

بکر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو زمین پر وتر پڑھتے۔

عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ قال کان یصلی علی راحلتہ فاذا اراد ان یوتر نزل فاوتر۔ [۶]

عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سواری پر نماز پڑھتے تھے۔ جب وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اتر کر وتر پڑھتے

رکعات وتر میں مذاہب ائمہ

قاضی ابن رشد مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فان مالکا رحمہ اللہ استحب ان یوتر بثلاث یفصل بینھا بسلام الی قولہ فالوتر عندہ علی الحقیقۃ اما ان یکون رکعۃ واحدۃ ولکن من شرطھا ان یتقدمھا شفع واما ان یری ان الوتر المامور بہ ھو لیشتمل علی شفع ووتر فانہ اذا زید علی الشفع

امام مالک کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ تین رکعت وتر پڑھے جائیں اور ان رکعات میں سلام کے ساتھ فصل کیا جائے۔ امام مالک کے نزدیک حقیقت میں وتر ایک رکعت ہے یا ایک رکعت پڑھی جائے اور اس سے پہلے ایک دوگانہ ہو یا ان کے نزدیک جس وتر کا حکم دیا گیا ہے وہ جفت اور طاق رکعات پر مشتمل ہے، جب بھی کسی دوگانہ کے

---

[۱]۔ حافظ عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۵۷۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۰ھ۔
[۲]۔ 〃 〃 〃 〃
[۳]۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، المسند ج ۲ ص ۴، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۸ھ۔
[۴]۔ حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۳۰۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ۔
[۵]۔ 〃 〃 〃 〃
[۶]۔ 〃 〃 〃 〃

وتر صار الکل وترا۔[1]

بعد ایک رکعت پڑھ لی جائے گی تو وتر ہو جائیں گے۔

علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الوتر سنۃ عندنا بلا خلاف واقلہ رکعۃ بلا خلاف وادنی کمالہ ثلاث رکعات واکمل منہ خمس ثم سبع ثم تسع ثم احدی عشرۃ وھی اکثرہ علی المشہور فی المذھب۔[2]

ہمارے نزدیک وتر بالاتفاق سنت ہے اور کم از کم وتر بالاتفاق ایک رکعت ہے، اور کم از کم درجہ کمال تین رکعت ہیں، پھر اس سے کامل پانچ پھر سات پھر نو پھر گیارہ رکعت ہیں اور بنا بر شہرت یہ وتر کی سب سے زیادہ رکعات ہیں (یعنی گیارہ رکعات)

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

ان احمد قال انا نذھب فی الوتر الی رکعۃ وان اوتر بثلاث او اکثر فلا باس۔[3]

امام احمد بن حنبل نے فرمایا وتر میں ہمارا مذہب ایک رکعت ہے اور اگر تین یا زیادہ رکعات پڑھیں پھر بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ سرخسی حنفی فرماتے ہیں:

ان الوتر ثلاث رکعات لا یسلم الا فی اخرھن عندنا الی قولہ ولنا حدیث عائشۃ رضی اللہ تعالی عنھا کما رویناہ فی صفۃ قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم یوتر بثلاث وبعث ابن مسعود رضی اللہ عنہ امہ لتراقب وتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت انہ اوتر بثلاث رکعات قرأ فی الاولی سبح اسم ربک الاعلی وفی الثانیۃ قل یا ایھا الکافرون وفی الثالثۃ قل ھو اللہ احد وقنت قبل الرکوع وھکذا ذکر ابن عباس رضی اللہ عنھما حین بات عند خالتہ میمونۃ لیراقب وتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولما

وتر میں تین رکعات ہیں جن میں ہمارے نزدیک صرف آخری رکعت کے بعد سلام پھیرا جائے گا۔ ہماری دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث ہے جس کو ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت قیام میں بیان کر چکے ہیں اس میں ہے کہ آپ آٹھ رکعت پڑھنے کے بعد تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے مشاہدہ کے لیے بھیجا تو انہوں نے آکر بتایا کہ حضور نے تین رکعت وتر پڑھے پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی پڑھی، دوسری میں قل یا ایھا الکافرون تیسری میں قل ھو اللہ احد۔ اور رکوع میں جانے سے پہلے دعائے قنوت پڑھی۔ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا۔ جب انہوں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ کے

[1] قاضی ابو الولید محمد بن رشد اندلسی مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۲۰۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] علامہ یحیی بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب مع المشروح ج ۴ ص ۱۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۱ ص ۷۴۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۵ھ۔

رای عمر رضی اللہ عنہ سعدا یوتر برکعۃ فقال ما ھذہ البتیراء۔

وانما قال ذلک لان الوتر اشتھر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن البتیراء وقال ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ واللہ ما اجزأت رکعۃ قط ولانہ لو جاز الاکتفاء برکعۃ فی شیء من الصلوات لدخل فی الفجر قصر بسبب السفر۔ [1]

ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے مشاہدہ کے لیے رات گذاری اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد کو ایک رکعت وتر پڑھتے دیکھا تو فرمایا یہ تم کیسی دم بریدہ نماز پڑھتے ہو یا تو دوگانہ نماز پڑھو ورنہ میں تم کو سزا دوں گا۔

حضرت عمر نے یہ بات اس وجہ سے کہی تھی کہ یہ بات مشہور تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم بریدہ (ایک رکعت) نماز سے منع فرمایا تھا۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا! قسم بخدا میں ایک رکعت نماز کو ہرگز کافی نہیں سمجھتا نیز اگر ایک رکعت نماز مشروع ہوتی تو سفر کی وجہ سے فجر کی نماز کو قصر کر کے ایک رکعت نماز پڑھنا جائز ہوتا۔

تین رکعت وتر پر احناف کے دلائل

ائمہ ثلاثہ اس بات پر متفق ہیں کہ ایک رکعت نماز وتر پڑھنا جائز ہے اور احناف کے نزدیک ایک رکعت نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ دلائل یہ ہیں:

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن البتیراء ان یصلی الرجل واحدۃ یوتر بھا۔ [2]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم بریدہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے یعنی کوئی شخص ایک رکعت وتر پڑھے

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے عثمان بن محمد بن ربیعہ، عقیلی نے کہا ان کو احادیث میں وہم ہوتا تھا۔ ابن الترکمانی فرماتے ہیں عقیلی کے سوا متقدمین میں سے کسی نے عثمان بن محمد بن ربیعہ پر جرح نہیں کی اور ان کی جرح بھی معمولی ہے۔ حاکم نے مستدرک میں ان کی روایات جمع کی ہیں [3] علامہ ابن حجر نے تصریح کی ہے کہ اس حدیث کے باقی راوی ثقہ ہیں [4]۔

عن محمد بن کعب القرظی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن البتیراء۔ [5]

محمد بن کعب قرظی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کٹی (ایک رکعت) نماز سے منع فرمایا ہے۔

ہر چند کہ عراقی نے اس حدیث کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن چونکہ یہ حدیث دیگر طرق اور اسانید سے مروی ہے

ت۔ مبسوط میں یہ لفظ ما اخوت چھپا ہوا ہے اور صحیح ما اجزأت ہے۔ ۱۲ ۔ از سعیدی۔

[1] امام شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ ھ، المبسوط ج ۱ ص ۱۶۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۰ ھ۔

[2] اس حدیث کو علامہ زیلعی نے نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۲۰، حافظ ابن حجر نے درایۃ ج ۱ ص ۱۹۴ اور علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴ میں بیان کیا ہے۔

[3] علامہ علاؤ الدین ابن علی ابن الترکمانی متوفی ۸۴۵ ھ، الجوہر النقی علی ہامش السنن الکبری ج ۳ ص ۲۴ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[4] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، لسان المیزان ج ۴ ص ۱۵۲ مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن، الطبعۃ الاولی ۱۳۳۰ ھ۔

[5] شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ ھ، نیل الاوطار مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ، طبعہ جدیدۃ ۱۳۹۸ ھ۔

اس لیے اس سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔

عن ابن مسعود ما اجزأت رکعۃ واحدۃ قط [۱]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رکعت وتر کو ہرگز کافی نہیں سمجھتا۔

ہر چند کہ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے لیکن چونکہ یہ بات قیاس اور رائے سے نہیں کہی جا سکتی اس لیے یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔

عن ابراھیم قال بلغ ابن مسعود ان سعدا یوتر برکعۃ فقال ما اجزأت رکعۃ قط۔ [۲]

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت سعد ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا میں ایک رکعت کو ہرگز کافی نہیں قرار دیتا۔

علامہ ہیثمی نے اس حدیث کی سند کو سند حسن قرار دیا ہے [۳]۔

مذکور الصدر احادیث اور آثار سے یہ امر واضح ہو گیا کہ ایک رکعت نماز وتر پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اور تین رکعت وتر پر احناف کے یہ دلائل ہیں:

اس باب کی حدیث نمبر ۱۶۳۰ میں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جس میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے، متن حدیث یہ ہے:

ثم یصلی ثلاثا فقالت عائشۃ فقلت یارسول اللہ اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی [۴]

(تہجد پڑھنے کے بعد) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت (وتر) پڑھتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ فرمایا اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے [۵]، اس حدیث کو امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے [۶]۔

عن عبد العزیز بن جریج قال سألت عائشۃ بای شیء کان یوتر رسول اللہ صلی

عبدالعزیز بن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹، موطا امام محمد ص ۱۴۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

[۲] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۹، مطبوعہ المکتبۃ القدسی قاہرہ، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۲ھ۔

[۳] 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[۴] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[۵] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ

[۶] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۷۵ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

اللہ علیہ وسلم قالت کان یقرأ فی الاولی بسبح اسم ربک الاعلی و فی الثانیۃ بقل یا ایھا الکفرون و فی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد و المعوذتین [۱]

وتر میں کیا پڑھتے تھے حضرت عائشہ نے فرمایا پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی پڑھتے تھے دوسری میں قل یا ایھا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد اور معوذتین پڑھتے تھے۔

امام ابوداؤد نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ [۲]

بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی اور ابوداؤد کی روایات سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

ہر چند کہ ائمہ ثلاثہ بھی تین رکعت وتر کو جائز قرار دیتے ہیں لیکن وہ دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے ہیں پھر ایک رکعت کے بعد دوبارہ سلام پھیرتے ہیں جبکہ احادیث سے اس کا خلاف ثابت ہے۔

عن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الوتر بسبح اسم ربک الاعلی و فی الرکعۃ الثانیۃ بقل یا ایھا الکافرون و فی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد و لا یسلم الا فی اخرھن [۳]

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں سبح اسم ربک الاعلی پڑھتے اور دوسری رکعت میں قل یا ایھا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھتے اور سلام صرف آخر میں پھیرتے تھے۔

دو رکعت کے بعد سلام نہ پھیرنے والی اس روایت کو علامہ نووی نے بھی صحیح قرار دیا ہے لکھتے ہیں:

حدیث عائشۃ رضی اللہ عنھا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یسلم فی رکعتی الوتر رواہ النسائی باسناد حسن ورواہ البیھقی فی السنن الکبیرۃ باسناد صحیح [۴]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے اس کو نسائی نے سند حسن اور بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

عن الحسن قال اجمع المسلمون علی ان الوتر ثلاث لا یسلم الا فی اخرھن [۵]

حسن بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعات ہیں اور اس کی صرف آخری رکعت کے بعد سلام پھیرا جاتا ہے۔

---

[۱] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۹۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[۲] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ۔

[۳] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۷۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[۴] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۴ ص ۱۹-۱۷، مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

[۵] حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۲۹۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ۔

عن ثابت عن انس انه اوتر بثلاث لم يسلم الا في اخرهن۔[1]

ثابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تین رکعت نماز وتر پڑھی اور صرف آخر میں سلام پھیرا۔

عن ابی اسحاق قال کان اصحاب علی واصحاب عبد الله لا يسلمون في ركعتي الوتر۔[2]

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب وتر کی دو رکعت کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يسلم في ركعتي الوتر۔[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

عن الحسن قال، كان ابي بن كعب يوتر بثلاث لا يسلم الا في الثالثة مثل المغرب۔[4]

حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور مغرب کی نماز کی طرح تین رکعت کے بعد سلام پھیرتے تھے۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات

تین رکعت نماز وتر پر ائمہ ثلاثہ کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حدیث شریف میں تین رکعت نماز وتر پڑھنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس سے مغرب کی نماز کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔

عن ابي هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال، لا توتروا بثلاث اوتروا بخمس او سبع ولا تشبهوا بصلوة المغرب۔[5]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین رکعت وتر مت پڑھو، پانچ یا سات رکعت وتر پڑھو اور وتر کو مغرب کی نماز کے مشابہ نہ کرو۔

اس اعتراض کے تین جواب ہیں اول یہ کہ یہ حدیث ائمہ ثلاثہ کے بھی منافی ہے کیونکہ تین رکعت وتر کو وہ بھی جائز قرار دیتے ہیں اور مالکیہ کے نزدیک تین رکعت پڑھنا اولیٰ ہے جیسا کہ ہم بیان مذاہب میں تصریح کر چکے ہیں بلکہ علامہ نواوی شافعی نے ایک سلام کے ساتھ بلا فصل تین رکعت پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے لکھتے ہیں:

واذا اراد الاتيان بثلاث ركعات ففي الافضل اوجه الى قوله ان وصل بتسليمة

جب کوئی شخص تین رکعت نماز وتر پڑھنے کا ارادہ کرے تو اس میں اختلاف ہے کہ افضل طریقہ کیا ہے ایک

[1] حافظ ابو بکر ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۲۹۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ۔
[2] " " " " المصنف ج ۲ ص ۲۹۵ - ۲۹۴
[3] " " " " المصنف ج ۲ ص ۲۹۵
[4] حافظ عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۲۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ۔
[5] حافظ علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

واحدة افضل قال الشیخ ابو زید المروزی للخروج من الخلاف فان ابا حنیفة رحمه الله لا یصحح المفصولة ۔[1]

قول یہ ہے کہ ایک سلام کے ساتھ تین رکعات بلافصل پڑھنا افضل ہے۔ شیخ ابو زید مروزی نے کہا اس صورت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اختلاف نہیں رہے گا کیونکہ وہ فصل کے ساتھ وتر کو صحیح نہیں قرار دیتے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ان احادیث کے معارض اور خلاف ہے جو اس سے زیادہ ثقہ، قوی اور صحیح کتب میں موجود ہیں کیونکہ بخاری، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبد الرزاق سے ہم تین رکعت وتر کے ثبوت میں احادیث نقل کر چکے ہیں بلکہ مصنف ابن ابی شیبہ سے تین رکعات وتر پر مسلمانوں کا اجماع بھی نقل کر چکے ہیں، لہٰذا سنن دار قطنی کی اس روایت کو ساقط الاعتبار قرار دیا جائیگا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ خود سنن دار قطنی میں اس کے خلاف روایت موجود ہے۔

عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم وتر اللیل ثلاث کوتر النهار صلوٰة المغرب ۔[2]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کے وتر کی تین رکعات ہیں جیسے دن کے وتر مغرب کی تین رکعات ہیں۔

اور امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ثابت عن انس انه اوتر بثلاث مثل المغرب ۔[3]

ثابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مغرب کی طرح تین رکعت وتر پڑھے۔

جن روایات میں فصل اور دو سلاموں کے ساتھ وتر پڑھنے کا ذکر آیا ہے وہ سب ان احادیث صحیحہ اور اجماع مسلمین سے منسوخ اور متروک ہیں کیونکہ ہم مصنف ابن ابی شیبہ سے باحوالہ نقل کر چکے ہیں کہ ایک سلام کے ساتھ بلافصل تین رکعت وتر پر مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے۔

ایک رکعت وتر پر استدلال کا جواب

عن عائشة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یصلی باللیل احدی عشرة رکعة یوتر منها بواحدة ۔[4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گیارہ رکعات پڑھتے تھے ایک رکعت کے ساتھ (ان رکعات کو) وتر (طاق) کرتے تھے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۴ ص ۱۳ ۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] حافظ علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ ۔ سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۸ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] حافظ عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ۔ المصنف ج ۳ ص ۲۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

[4] صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

اس مضمون کی متعدد روایات ہیں جن سے ائمہ ثلاثہ ایک رکعت وتر پر استدلال کرتے ہیں۔ احناف کے نزدیک ایسی تمام روایات اس معنی پر محمول ہیں کہ یہ ایک رکعت دوگانہ سے مل ہوئی ہوتی تھی وجہ حمل یہی ہے کہ ایک رکعت نماز پڑھنا ممنوع ہے اس پر دلائل گذر چکے ہیں۔

قنوت وتر میں مذاہب

امام مالک کے نزدیک وتر میں قنوت پڑھنا ممنوع ہے۔ علامہ ابن رشد مالکی فرماتے ہیں:

واما اختلافهم فی القنوت فیه فذهب ابوحنیفة واصحابه الی انه یقنت فیه ومنعه مالك واجازه الشافعی ۔[1]

بہرحال وتر کے اندر قنوت پڑھنے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب فرماتے ہیں وتر میں قنوت پڑھے اور امام مالک منع کرتے ہیں اور امام شافعی نے اجازت دی ہے۔

علامہ نووی شافعی فرماتے ہیں:

فی موضع القنوت فی الوتر والصحیح المشهور بعد الرکوع ونص علیه الشافعی رحمه الله ۔[2]

وتر میں قنوت پڑھنے کے کئی قول ہیں صحیح اور مشہور یہ ہے کہ رکوع کے بعد پڑھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اسی کی تصریح کی ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

ویقنت بعد الرکوع نص علیه احمد الی قوله لما روی حمید قال سئل انس عن القنوت فی صلوٰة الصبح فقال کنا نقنت قبل الرکوع وبعده ۔[3]

رکوع کے بعد قنوت پڑھے، امام احمد نے اس کی تصریح کی ہے۔ کیونکہ حمید نے بیان کیا ہے کہ حضرت انس سے صبح کی نماز میں قنوت کی کیفیت کو پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا ہم رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں طرح قنوت کرتے تھے۔

علامہ سرخسی حنفی فرماتے ہیں:

یقنت قبل الرکوع عندنا لما روینا من الآثار ولان القنوت فی معنی القرأة فان قوله اللهم انا نستعینك مکتوب فی مصحف ابی وابن مسعود فی سورتین فالقرأة قبل الرکوع فکذلك القنوت عند

ہمارے نزدیک رکوع سے پہلے قنوت کرے جیسا کہ ہم آثار صحابہ سے نقل کر چکے ہیں کیونکہ قنوت حکماً قرأت ہے اس لیے کہ نمازی کا قول اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ حضرت ابی اور حضرت ابن مسعود کے مصحف میں دو سورتوں میں لکھا ہوا ہے اور جبکہ قرأت

---

[1] قاضی ابوالولید محمد بن رشد متوفی ۵۹۵ھ۔ بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۴۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح المہذب ج ۴ ص ۱۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ۔ المغنی ج ۲ ص ۲۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ۔

الشافعی رحمہ اللہ تعالٰی بعد الرکوع و لا اثر لہ فی قنوت الوتر فی ذلک انما الاثر فی القنوت فی صلٰوۃ الفجر فقاس بہ القنوت فی الوتر۔ [۱]

رکوع سے پہلے ہے تو قنوت بھی رکوع سے پہلے ہوگا، امام شافعی رکوع کے بعد قنوت پڑھنے کا قول کرتے ہیں، اور اس پر ان کے پاس کوئی حدیث نہیں ہے انھوں نے وتر کے قنوت کو نماز فجر کے قنوت پر قیاس کیا ہے۔

قنوت بعد از رکوع پر شوافع اور حنابلہ کے دلائل

اس سے پہلے ہم مغنی ابن قدامہ کے حوالہ سے نقل کر چکے ہیں کہ امام احمد قنوت فجر پر قیاس کر کے قنوت وتر کو بھی بعد از رکوع قرار دیتے ہیں۔

علامہ نووی نے بھی اس مسئلہ کو قنوت فجر پر قیاس کیا ہے لکھتے ہیں:

وقد سبقت ادلۃ المسئلۃ فی قنوت الصبح [۲]

قنوت صبح میں اس مسئلہ پر دلائل گزر چکے ہیں۔

قنوت قبل از رکوع پر احناف کے دلائل

عن عاصم قال سئلت انس بن مالک عن القنوت فقال قد کان القنوت قلت قبل الرکوع او بعدہ قال قبلہ [۳] الحدیث۔

عاصم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا۔ انھوں نے فرمایا قنوت ثابت ہے۔ میں نے پوچھا رکوع سے پہلے یا بعد فرمایا رکوع سے پہلے۔

عن ابی بن کعب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قنت فی الوتر قبل الرکوع [۴]

حضرت ابی بن کعب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں:

فرای عبد اللہ بن مسعود القنوت فی الوتر فی السنۃ کلھا واختار القنوت قبل الرکوع [۵]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تمام سال قنوت مشروع قرار دیتے تھے اور ان کا مسلک تھا کہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھا جائے۔

عن ابی بن کعب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر بثلث رکعات

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے

---

[۱] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱ ص ۱۶۵، مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۰ھ
[۲] علامہ یحیٰی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۴ ص ۲۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
[۳] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ
[۴] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۲، مطبع مجتبائی لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ۔
[۵] امام ابوعیسٰی محمد بن عیسٰی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۹۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

کان یقرأ فی الاولی بسبح اسم ربک الاعلی وفی الثانیۃ بقل یا ایھا الکافرون وفی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد ویقنت قبل الرکوع[1]

پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی پڑھتے دوسری میں قل یا ایھا الکافرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد پڑھتے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے[2]

عن علقمۃ عن عبد اللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقنت فی الوتر قبل الرکوع[3]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

عن الاسود بن یزید ان ابن عمر قنت فی الوتر قبل الرکوع[4]

اسود بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی

عن علقمۃ ان ابن مسعود واصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانوا یقنتون فی الوتر قبل الرکوع[5]

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود اور دیگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

ان احادیث اور آثار کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں بھی بکثرت احادیث و آثار ہیں جن کو ہم نے طوالت کی وجہ سے ذکر نہیں کیا، امام شافعی اور امام احمد نے قیاس کی بناء پر ان تمام احادیث اور آثار کو رد کر دیا اور امام مالک نے بھی وتر میں قنوت کا انکار کر کے بکثرت احادیث و آثار کو مسترد کر دیا۔

قنوت وتر کا محل

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ہمارا مشہور مذہب یہ ہے کہ رمضان کے آخری نصف میں وتر کے اندر قنوت پڑھنا مستحب ہے۔ ابن منذر، ابی بن کعب، ابن عمر، ابن سیرین، زہری، یحییٰ بن وثاب، امام شافعی اور امام احمد کا یہی قول ہے اور حضرت ابن مسعود، حسن بصری، نخعی، اسحاق اور ابو داؤد کا قول یہ ہے کہ پورے سال وتر میں قنوت پڑھا جائے امام ابو حنیفہ کا بھی یہی مسلک ہے، امام احمد اور امام شافعی سے بھی ایک روایت میں یہی منقول ہے۔[6]

شافعیہ کا مذہب یہی ہے جیسا کہ علامہ نووی نے نقل کیا ہے، البتہ امام احمد بن حنبل کا مذہب علامہ نووی نے صحیح نقل نہیں کیا، امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ پورے سال وتر میں قنوت کو پڑھنا چاہیے۔ البتہ ایک قول شوافع کی طرح ہے علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

۱۔ امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۲۵۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
۲۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۸۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
۳۔ حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۳۰۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ
۴۔ حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۳۰۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن ۱۴۰۶ھ۔
۵۔ " " "
۶۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۴ ص ۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

ان القنوت مسنون فی الوتر فی الرکعۃ الواحدۃ فی جمیع السنۃ ھذا المنصوص عند اصحابنا الی قولہ وعن احمد روایۃ اخری انہ لا یقنت الا فی النصف الاخیر من رمضان الی قولہ والروایۃ الاولی ھی المختارۃ عند اکثر الاصحاب [1]

ایک رکعت وتر میں ہمارے نزدیک قنوت پڑھنا سارا سال مستحب ہے۔ ہمارے اصحاب نے اسی چیز کی صراحت کی ہے۔ امام احمد کا ایک قول یہ بھی ہے کہ رمضان کے نصف اخیر کے اندر وتر میں قنوت پڑھا جائے لیکن ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک پہلا قول مختار ہے۔

امام مالک کا مذہب بھی علامہ نووی نے صحیح نقل نہیں کیا کیونکہ امام مالک وتر میں قنوت پڑھنے سے منع کرتے تھے۔ [2] جیسا کہ اس سے پہلے گذر چکا ہے۔

احادیث اور آثار میں مطلقاً وتر کے اندر قنوت پڑھنے کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ اپنے عموم اور اطلاق کے اعتبار سے مالکیہ اور شافعیہ پر حجت ہیں۔

کان خلقہ القرآن کی تشریح

اس باب کی حدیث نمبر ۱۶۳۶ میں ہے کہ سعد بن ہشام بن عامر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ اے ام المومنین مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں بتلائیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے سعد کہتے ہیں میں نے عرض کیا کیوں نہیں، حضرت عائشہ نے فرمایا یہ قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق ہی تو ہے۔ [3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خُلُق کو قرآن مجید قرار دیا ہے۔ اس کی تشریح کے لیے خلق کا معنی سمجھنا ضروری ہے۔ علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

خص الخَلق بالھیئۃ والاشکال والصورۃ المدرکۃ بالبصر، وخص الخُلُق بالقوی والسجایا المدرکۃ بالبصیرۃ قال تعالیٰ وانک لعلی خلق عظیم وقریٔ ان ھذا الا خلق الاولین والخلاق ما اکتسبہ الانسان من الفضیلۃ بخلقہ قال تعالیٰ وما لہ فی الاخرۃ من خلاق [4]

خَلق کا اطلاق ظاہری بناوٹ اور اس شکل و صورت کے ساتھ خاص ہے جس کو آنکھوں سے دیکھا جا سکے اور خُلُق کا اطلاق ان باطنی قوتوں اور اوصاف کے ساتھ خاص ہے جن کو بصیرت سے جانا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ) آپ خُلُق عظیم پر فائز ہیں، یہ حق کا منکر کفار سابقین کا وصف ہے اور خلاق کا اطلاق ان اوصاف کے ساتھ خاص ہے جن کو انسان کسب اور کوشش کے بعد حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ) آخرت میں ان کے کسی کسب کا کوئی ثمرہ نہیں ہے۔

---

[1] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۱ ص ۴۴۸ - ۴۴۰ - مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ۔
[2] قاضی ابوالولید محمد بن رشد اندلسی مالکی متوفی ۵۹۵ھ۔ بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۳۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔
[4] علامہ ابوالقاسم حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ۔ المفردات ص ۱۵۸ مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۶۲ھ

علامہ ابن اثیر خُلُق کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الخلق الطبع والسجية وحقيقته انه لصورة الانسان الباطنة وهى نفسه واوصافها ومعانيها المختصة بها بمنزلة الخلق لصورة الظاهرة واوصافها ومعانيها۔[1]

خُلُق حقیقت میں انسان کی باطنی صورت اور اس کے باطنی اوصاف کو کہتے ہیں جو اس کے ساتھ اسی طرح خاص ہوتے ہیں جیسے ظاہری شکل و صورت اور ظاہری اوصاف اس کے ساتھ مختص ہوتے ہیں۔

علامہ محمد طاہر پٹنی[2] اور علامہ ابن منظور افریقی[3] نے بھی خُلُق کا یہی معنی بیان کیا ہے۔

مستند اور معتمد کتب لغت کی تصریحات سے واضح ہو گیا کہ فطری اور جبلی اوصاف کو خُلُق کہتے ہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کے اوصاف دو قسم کے ہیں ایک وہ ہیں جن کو وہ اپنے کسب اور کوشش سے حاصل کرتا ہے۔ جیسے پڑھ لکھ کر کوئی شخص ڈاکٹر، انجینئر اور عالم دین بن جاتا ہے۔ اس کو عربی میں خلاق کہتے ہیں۔ دوسرے اوصاف وہ ہیں جو فطرت کی طرف سے انسان کے اندر ودیعت کیے جاتے ہیں جیسے حیاء، شجاعت، جود وسخا، حلم اور بردباری اس کو عربی میں خُلُق کہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چالیس سال کی عمر میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا اور آپ کی پوری زندگی میں تئیس سال تک قرآن نازل ہوتا رہا اور جو اوصاف حمیدہ اور اخلاق کریمہ قرآن کریم نے آپ کی پیدائش کے چالیس سال بعد بیان کرنے شروع کیے اور تئیس سال تک جن احکام کا نزول ہوتا رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نزول سے بہت عرصہ پہلے ان اوصاف سے متصف تھے۔ قرآن کریم کے بیان کردہ وہ اوصاف جن کو حضرت جبرائیل نے بعثت کے بعد آپ کے سینہ پر نازل کیا وہ تمام اوصاف قبل از بعثت آپ کے اندر موجود تھے۔ کیونکہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ قرآن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق ہے۔ اس کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خُلُق اور سیرت کو جامع عبارت میں ذکر کیا جائے تو قرآن مجید ہے اور آیات قرآنی کو اگر انسانی پیکر میں متشکل کیا جائے تو وہ پیکر مصطفیٰ ہے۔

انك لعلى خلق عظيم کی تشریح

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انك لعلى خلق عظيم (قلم: ۴) آپ خُلُق عظیم پر فائز ہیں۔ امام رازی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ کمال انسانی علم اور عمل کے اعتبار سے ظاہر ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال علمی کو اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر ظاہر فرمایا علمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما .... (النساء: ۱۱۳) "آپ جو کچھ نہیں جانتے تھے وہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتادیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔" اور کمال عملی کو اس آیت سے ظاہر فرمایا انك لعلى خلق عظيم "آپ کے علم اور عمل دونوں کو اللہ تعالیٰ نے عظیم قرار دیا اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ عظیم کہہ دے اس کی عظمتوں کا کون اندازہ کر سکتا

---

[1] علامہ مجد الدین محمد جزری ابن اثیر متوفی ۶۰۶ھ نہایہ ج ۲ ص ۰ مطبوعہ موسسہ اسماعیلیان قم ایران الطبعۃ الثانیہ ھ ۱۳۶۴

[2] علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ، مجمع بحار الانوار مطبوعہ نولکشور ہند، ۱۲۸۳ھ۔

[3] علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ۔

سے باسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کی تفسیر کرتے ہوئے امام رازی فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام میں اجتماعی طور پر جس قدر اخلاق حمیدہ اور اوصاف کریمہ پائے جاتے تھے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تنہا ان تمام اخلاق اور اوصاف کے حامل تھے ایک اور نکتہ یہ بیان فرمایا کہ عربی میں لفظ "علی" استعلاء کے لیے آتا ہے گویا نبی صلی اللہ علیہ وسلم خلق عظیم پر مستعلی تھے اور خلق عظیم کے ساتھ آپ کی نسبت ایسی تھی جیسے غلام کی نسبت آقا کے ساتھ یا مامور کی نسبت امیر کے ساتھ ہوتی ہے۔[۵۲]

اس کی تفصیل یہ ہے کہ عام طور پر لوگ اچھا کہلانے میں اچھائی کے تابع ہوتے ہیں لیکن آپ کا معاملہ ایسا نہیں ہے یہاں اچھائی اور نیکی اچھائی اور نیکی کہلانے میں آپ کے فعل کے تابع ہے جس کام کو آپ نے کر لیا وہ اچھا ہو گیا اور جس سے آپ نے روک دیا وہ برا ہو گیا۔ نماز اچھا کام ہے لیکن اگر کوئی شخص ان اوقات میں نماز پڑھے جن میں نماز پڑھنے سے آپ نے روک دیا ہے تو نا جائز اور گناہ ہے اگر کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھی تو قبول نہیں خواہ وہ نماز کس قدر ذکر و فکر مراقبہ مشاہدہ خضوع و خشوع کو شامل ہو۔ اس نماز میں قیام و رکوع سجدہ قرأت قرآن سب کچھ ہے لیکن اس لیے مقبول نہیں کہ نمازی نے اس طرف منہ نہیں کیا جس طرف منہ کر کے آپ نماز پڑھتے تھے اور کعبہ بھی فی ذاتہ مقصود نہیں کیونکہ تحویل قبلہ سے پہلے جب آپ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اس وقت اگر کوئی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا تو اس کی نماز نا مقبول ہوتی اور اب جب آپ کے التفات اور توجہ سے کعبہ قبلہ ہو گیا اب اگر کوئی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو نا مقبول ہو گی معلوم ہوا کہ اپنی ذات میں نہ کعبہ مطلوب ہے نہ بیت المقدس مقصود ہے مقصود اور مطلوب تو آپ کی اقتداء ہے اس لیے ہر چیز اور ہر عمل کا خوب اور نا خوب ہونا آپ کے ساتھ وابستگی پر موقوف ہے اور ہر خلق کی عظمت کا مدار آپ کی ذات گرامی ہے۔

باب ۲۴۹ التَّرْغِيبِ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ وَهُوَ التَّرَاوِيحُ

تراویح کی فضیلت اور اس کی ترغیب

۱۶۷۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے رمضان میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

۱۶۷۷۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان (تراویح) کی ترغیب

۵۱۔ امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۸۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ۔

۵۲۔ 〃 〃 〃 〃، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۸۵

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَغِّبُ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَأْمُرَهُمْ فِيهِ بِعَزِيمَةٍ فَيَقُولُ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْأَمْرُ عَلَى ذٰلِكَ ثُمَّ كَانَ الْأَمْرُ عَلَى ذٰلِكَ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَلَى ذٰلِكَ۔

۱۶۷۸۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ نَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

۱۶۷۹۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنِي وَرْقَاءُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يَقُمْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَيُوَافِقُهَا أُرَاهُ قَالَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ۔

۱۶۸۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي الْمَسْجِدِ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَصَلَّى بِصَلَاتِهِ نَاسٌ ثُمَّ صَلَّى مِنَ الْقَابِلَةِ فَكَثُرَ النَّاسُ ثُمَّ اجْتَمَعُوا مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ قَدْ رَأَيْتُ الَّذِي صَنَعْتُمْ فَلَمْ يَمْنَعْنِي مِنَ الْخُرُوجِ إِلَيْكُمْ إِلَّا أَنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ قَالَ وَ

دیتے تھے اور اس کا تاکیداً حکم نہیں دیتے تھے، فرماتے تھے جو شخص رمضان میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کرے گا اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا اور یہ معاملہ یونہی باقی رہا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پورے دور خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور تک یہ معاملہ اسی طرح رہا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے رمضان میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے روزہ رکھا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور جس شخص نے لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لیلۃ القدر میں قیام کرے اور اس کو پالے اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ ابوہریرہ نے یہ بھی کہا تھا کہ ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شب مسجد میں نماز پڑھی تو آپ کی اقتداء میں لوگوں نے نماز پڑھنا شروع کر دیا، پھر دوسری شب نماز پڑھی تو اور زیادہ لوگ جمع ہوگئے پھر تیسری یا چوتھی رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لائے۔ صبح آپ نے فرمایا میں نے تم لوگوں کو دیکھا تھا اور مجھے تمہارے پاس آنے سے صرف یہ خوف مانع تھا کہ تم پر تراویح فرض ہو جائیگی اور یہ رمضان کا واقعہ تھا۔

ذٰلِكَ فِي رَمَضَانَ

۱۶۸۱- وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَصَلّٰى فِي الْمَسْجِدِ فَصَلّٰى رِجَالٌ بِصَلَاتِهِ فَاَصْبَحَ النَّاسُ يَتَحَدَّثُونَ بِذٰلِكَ فَاجْتَمَعَ اَكْثَرُ مِنْهُمْ فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اللَّيْلَةِ الثَّانِيَةِ فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهِ فَاَصْبَحَ النَّاسُ يَذْكُرُونَ ذٰلِكَ فَكَثُرَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ فَخَرَجَ فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهِ فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ اَهْلِهِ فَلَمْ يَخْرُجْ اِلَيْهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَفِقَ رِجَالٌ مِنْهُمْ يَقُولُونَ الصَّلٰوةَ فَلَمْ يَخْرُجْ اِلَيْهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى خَرَجَ لِصَلٰوةِ الْفَجْرِ فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ تَشَهَّدَ فَقَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ شَانُكُمُ اللَّيْلَةَ وَلٰكِنِّي خَشِيْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ صَلٰوةُ اللَّيْلِ فَتَعْجِزُوا عَنْهَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات کو تشریف لے گئے اور مسجد میں نماز پڑھی۔ لوگوں نے بھی آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنی شروع کر دی۔ صبح لوگوں نے آپس میں اس واقعہ کا ذکر کیا اور پہلی بار سے زیادہ لوگ جمع ہو گئے۔ دوسری رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور لوگوں نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی، پھر لوگوں نے صبح اس واقعہ کا تذکرہ کیا تیسری رات مسجد میں بہت زیادہ لوگ جمع ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور لوگوں نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی اور چوتھی رات کو اس قدر کثرت سے صحابہ جمع ہوئے کہ مسجد تنگ پڑ گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف نہ لائے، لوگوں نے "نماز، نماز" پکارنا شروع کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں آئے حتیٰ کہ صبح کی نماز کے وقت تشریف لائے جب صبح کی نماز ہو گئی تو آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، کلمہ شہادت پڑھا اور اس کے بعد فرمایا گذشتہ رات تمہارا حال مجھ پر مخفی نہ تھا لیکن مجھے یہ خوف تھا کہ تم پر رات کی نماز (تراویح) فرض کر دی جائے گی، اور تم اس کی ادائیگی سے عاجز ہو جاؤ گے۔

قیام رمضان

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ قیام رمضان سے مراد تراویح ہے اور اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ تراویح پڑھنا مستحب ہے، البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ تراویح الگ الگ پڑھی جائے یا جماعت کے ساتھ۔ امام شافعی اور ان کے جمہور اصحاب، امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل اور بعض مالکیہ کے نزدیک تراویح جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے۔ کیونکہ حضرت عمر بن خطاب اور جماعت صحابہ نے جماعت کے ساتھ تراویح پڑھی اور آج تک تمام مسلمانوں کا اس پر عمل ہے اور یہ نماز عید کی طرح شعار مسلمین سے ہو گئی، امام مالک امام ابو یوسف اور بعض شوافع کہتے ہیں کہ تراویح بغیر جماعت کے الگ الگ پڑھنا افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل الصلوٰۃ صلوٰۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ "فرائض کے علاوہ مرد کی سب سے افضل نماز اس کی گھر کی نماز ہے۔"[۱]

۱؎ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۵ھ

کرمِ رسالت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ تراویح جو جماعت کے ساتھ پڑھائی اس سے نوافل کی جماعت کا جواز معلوم ہوا اور صحابہ کرام کے وفورِ اشتیاق کے باوجود آپ چوتھے دن تراویح پڑھانے تشریف نہیں لائے۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں اوّلاً یہ کہ کسی حرج اور نقصان کے خطرہ کے پیشِ نظر منفعت والے کام کو بھی ترک کر دینا چاہیے دوسرا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی بہ نسبت ہم بعد کے مسلمانوں کا زیادہ خیال رکھا ہے، کیونکہ صحابہ کرام تو زیادہ عبادت کرنے پر حریص تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھنا ان کے نزدیک سب سے بڑی سعادت اور عبادت اور سب سے زیادہ خوشی کا باعث تھی اور ظاہر ہے کہ فرض کا اجر نفل سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ اگر آپ اسی طرح نفل پڑھاتے رہتے اور تراویح فرض ہو جاتی تو یہ صحابہ کرام کا عین مقصود اور دلی تمنا تھی لیکن آپ کی نظر ہم لوگوں کی طرف تھی کہ اگر تراویح فرض ہو گئی اور یہ لوگ نہ پڑھ سکے تو ان کو فرض کے ترک کا گناہ ہو گا آپ نے ہمیں گناہ سے بچانے کے لیے صحابہ کے اشتیاق اور ان کی آرزو کا خیال نہ کیا، اللہ! اللہ! سرکار کو ہمارا کتنا خیال تھا سرکار ہماری کس قدر رعایت کرتے تھے! سوچیے ہم سرکار کا کس قدر خیال رکھتے ہیں اور آپ کے احکام کی کتنی رعایت کرتے ہیں!

عبادت سے گناہوں کی بخشش

روزہ، تراویح اور لیلۃ القدر کے قیام پر آپ نے جو گناہوں کی بخشش کی نوید سنائی ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ اس سے صغیرہ گناہوں کی معافی مراد ہے یا کبائر میں تخفیف کیونکہ کبائر کی مغفرت یا توبہ سے ہوتی ہے یا شفاعت سے یا اللہ تعالیٰ کے فضل محض سے۔

رکعات تراویح میں مذاہب

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک تراویح بیس رکعت ہے اور امام مالک کے نزدیک چھتیس رکعت ہے۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ ابو عبد اللہ (امام احمد بن حنبل) رحمہ اللہ کے نزدیک تراویح بیس رکعت ہے اور امام ثوری، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی نظریہ ہے۔ البتہ امام مالک کے نزدیک تراویح چھتیس رکعت ہے۔ امام مالک نے اہل مدینہ کی اتباع کی ہے کیونکہ صالح مولی التوأمۃ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ لوگ اکتالیس[1] رکعات قیام کرتے تھے جن میں پانچ رکعت وتر کی تھیں۔ علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں بیس رکعت پر جمع کیا۔ حسن نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب کی اقتداء میں تراویح پڑھنے کا حکم دیا، حضرت ابی بن کعب بیس روز تراویح پڑھاتے رہے اور رمضان کے نصف اخیر میں قنوت پڑھتے تھے، اور آخری دس دنوں میں اپنے گھر تراویح پڑھتے تھے اور لوگ کہتے تھے کہ حضرت ابی چلے گئے۔ اس روایت کو ابوداؤد اور سائب بن یزید نے روایت کیا ہے اور امام مالک نے یزید بن رومان سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ رمضان میں تیئیس[2] رکعات (بشمول وتر) پڑھتے تھے۔ اور حضرت علی سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو رمضان میں بیس رکعات پڑھانے کا حکم دیا لہٰذا بیس رکعت تراویح بمنزلہ اجماع ہے۔ اور صالح نے جو اکتالیس رکعات (تراویح) کی روایت ذکر کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ صالح ضعیف ہے، پھر ہمیں علم نہیں کہ اکتالیس رکعت تراویح کی کس نے خبر دی ہے، ہو سکتا ہے کہ صالح نے کچھ لوگوں کو اکتالیس رکعت پڑھتے دیکھا ہو لیکن یہ حجت نہیں ہے پھر اگر مان لیا جائے کہ اہل مدینہ اکتالیس رکعت پڑھتے تھے تب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فعل جن کو ان کے زمانہ کے تمام صحابہ کی تائید حاصل ہے، زیادہ اتباع کے لائق ہے، بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اہل مدینہ

چھتیس رکعت اس لیے پڑھتے تھے تاکہ اہل مکہ کی موافقت کریں کیونکہ اہل مکہ ہر ترویحہ (چار رکعت) کے بعد سات طواف کرتے تھے تو اہل مدینہ نے سات طواف کے تمام مقام چار رکعت پڑھنی شروع کیں (اور کیونکہ پانچ ترویحات کے درمیان چار مرتبہ طواف ہوتا تھا اس لیے سولہ رکعت بیس رکعت پر بڑھا دی گئیں اور اس طرح چھتیس رکعت ہو گئیں) بہرحال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل چونکہ بیس رکعت تراویح تھا اس لیے اسی کی پیروی کرنا چاہیے۔[1]

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ رکعات تراویح میں ہمارا مذہب وتر کے سوا دس سلاموں کے ساتھ بیس رکعت ہے۔ اور یہ پانچ ترویحات ہیں اور ہر ترویحہ دو سلاموں کے ساتھ چار رکعت ہے۔ یہی ہمارا مذہب ہے اور یہی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے اور امام احمد اور داؤد وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے البتہ امام مالک وتر کے سوا نو ترویحات اور چھتیس رکعات تراویح کے قائل ہیں۔[2]

علامہ سرخسی فرماتے ہیں کہ وتر کے سوا تراویح بیس رکعات ہیں۔[3]

قاضی ابن رشد مالکی فرماتے ہیں: رکعات تراویح کے عدد میں اختلاف ہے، امام مالک کا ایک قول اور امام ابوحنیفہ امام شافعی، امام احمد اور داؤد کا قول یہ ہے کہ تراویح بیس رکعات ہے اور ابن قاسم نے امام مالک سے ایک روایت یہ ذکر کی ہے کہ امام مالک چھتیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر مستحسن قرار دیتے تھے اس اختلاف کی وجہ روایات کا اختلاف ہے... کیونکہ امام مالک نے یزید بن رومان سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں صحابہ (بشمول وتر) تئیس رکعات پڑھتے تھے اور ابن ابی شیبہ نے داؤد بن قیس سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور میں دیکھا کہ ابان بن عثمان چھتیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ ابن قاسم نے امام مالک سے روایت کیا کہ یہ قدیم معمول تھا۔[4]

بیس رکعات تراویح پر دلائل

حدثنا یزید بن ھارون قال انا ابراھیم بن عثمان عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر۔[5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔

علامہ قرطبی اس حدیث کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں:

وھو معلول بابی شیبۃ ابراھیم بن عثمان جد الامام

اس حدیث کی سند میں امام ابن ابی شیبہ کے دادا ابراہیم

---

[1] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۴۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۴ ص ۳۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲ ص ۱۴۴ مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۰ھ۔

[4] قاضی ابو الولید محمد بن رشد اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۵۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[5] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۳۹۴ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ۔

ابی بکر بن ابی شیبۃ وھو متفق علی ضعفہ ولینہ ابن عدی فی الکامل[1]

بن عثمان ہیں جن کے ضعف پر اتفاق ہے ابن عدی نے الکامل میں ان کو ضعیف قرار دیا ہے اس وجہ سے یہ حدیث معلول ہے۔

ہر چند کہ بیس رکعت تراویح کی حدیث مرفوع سنداً ضعیف ہے لیکن حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی سمیت اس دور کے تمام صحابہ کا بیس رکعت تراویح پر اجماع ہو چکا ہے اور یہ بات بکثرت آثار صحابہ سے ثابت ہے اس لیے بیس رکعت تراویح کی مشروعیت بے غبار ہے۔ غیر مقلدین حضرات بیس رکعات تراویح کے معارضہ میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رمضان ہو یا غیر رمضان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ الحدیث۔ اس حدیث کو امام بخاری[2] اور امام مسلم[3] دونوں نے روایت کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نماز کے بارے میں بتلا رہی ہیں جو رمضان اور غیر رمضان دونوں میں مشترک ہے اور وہ تہجد کی نماز ہے نہ کہ تراویح کی اس لیے غیر مقلدین حضرات کا اس کو تراویح کی نماز پر محمول کر کے اس سے بیس رکعت تراویح پر معارضہ کرنا صحیح نہیں ہے جبکہ بیس رکعت تراویح بکثرت آثار صحابہ سے ثابت ہے۔ جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

عن عبد الرحمن بن عبد القاری انہ قال خرجت مع عمر بن الخطاب فی رمضان الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسہ ویصلی الرجل فیصلی بصلوتہ الرھط فقال عمر واللہ انی لاراانی لو جمعت ھؤلاء علی قارئ واحد لکان امثل فجمعھم علی ابی بن کعب قال ثم خرجت معہ لیلۃ اخری والناس یصلون بصلوۃ قارئھم فقال عمر نعمت البدعۃ ھذہ والتی ینامون عنھا افضل من التی یقومون یعنی اٰخر اللیل فکان الناس یقومون اولہ[4][5]

عبد الرحمن بن عبد قاری بیان کرتے ہیں کہ میں رمضان میں حضرت عمر بن خطاب کے ساتھ مسجد میں گیا وہاں لوگ الگ الگ نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر نے کہا بخدا! میں نے سوچا ہے کہ اگر ان تمام لوگوں کو ایک قاری کی اقتدا میں جمع کر دوں تو بہتر ہوگا، پھر حضرت ابی بن کعب کی اقتدا میں ان کو جمع کر دیا پھر ایک رات دیکھا کہ لوگ اپنے قاری کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر نے فرمایا یہ اچھی بدعت ہے اور جس نماز یعنی تہجد کے وقت یہ لوگ سو جاتے ہیں وہ اس نماز سے افضل ہے جس کو یہ پڑھتے ہیں اور لوگ تراویح اول وقت پڑھتے تھے۔

---

[1] حافظ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۵۳ مطبوعہ مجلس علمی ڈابھیل سورت ہند الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ۔

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ۔

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۴ مطبوعہ ۱۳۷۵ھ۔

[4] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، مؤطا امام مالک ص ۹۷-۹۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور الطبعۃ الثانیہ

[5] یہ حدیث مؤطا امام مالک کے علاوہ صحیح بخاری، جامع ترمذی، سنن ابو داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، مصنف عبد الرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، سنن کبریٰ اور سنن دار قطنی میں بھی ہے ———— سعیدی غفرلہ۔

عن السائب بن یزید انہ قال امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب و تمیما الداری ان یقوما للناس باحدی عشرۃ رکعۃ۔[1]

سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو گیارہ رکعت نماز پڑھانے کا حکم دیا۔

اس کے بعد متصل امام مالک نے یہ روایت بیان کی ہے۔

عن یزید بن رومان انہ قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلث وعشرین رکعۃ۔[2]

یزید بن رومان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں لوگ (بشمول وتر) تئیس رکعت پڑھتے تھے۔

امام مالک نے تراویح کے بارے میں دو روایتیں ذکر کی ہیں سائب بن یزید سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت عمر نے گیارہ رکعت تراویح پڑھنے پر لوگوں کو جمع کیا اور یزید بن رومان سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت عمر نے بیس رکعت تراویح پڑھنے پر لوگوں کو جمع کیا ان دونوں روایتوں میں سے کس کو ترجیح ہے؟ حافظ ابو عمر ابن عبد البر اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

روی مالک ھذا الحدیث عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید الی قولہ قال مالک فی ھذا الحدیث احدی عشرۃ رکعۃ وغیرہ یقول فیہ احدی وعشرین و قد روی الحارث بن عبد الرحمان بن ابی ذباب عن السائب بن یزید قال کنا ننصرف من القیام علی عھد عمر بن الخطاب و قد دنا فروع الفجر و کان القیام علی عھدہ بثلاث وعشرین رکعۃ وھذا محمول علی ان الثلاث للوتر۔[3]

امام مالک نے اس حدیث (گیارہ رکعت تراویح) کو محمد بن یوسف از سائب بن یزید روایت کیا ہے۔ امام مالک نے اس حدیث میں گیارہ رکعت کا ذکر کیا ہے اور امام مالک کے علاوہ دوسرے ائمہ حدیث نے اسی سند سے حدیث میں اکیس[1] رکعت (بیس رکعت تراویح اور ایک رکعت وتر) کا ذکر کیا ہے اور حارث بن عبد الرحمٰن بن ابی الذباب سائب بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہم فجر کے قریب تراویح سے فارغ ہوتے تھے اور اس وقت ہم تئیس رکعت پڑھتے تھے۔ یہ روایت اس پر محمول ہے کہ تین رکعت وتر پڑھے جاتے تھے۔

---

[1] امام عبد الرزاق نے اسی سند (محمد بن یوسف از سائب بن یزید) سے اکیس رکعات کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:

عبد الرزاق عن داؤد بن قیس وغیرہ عن — عبد الرزاق از داؤد بن قیس وغیرہ از محمد بن یوسف از سائب

(بقیہ آئندہ صفحہ پر)

---

[1] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ ھ ۔ مؤطا امام مالک ص ۹۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور الطبعۃ الثانیہ

[2] ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

[3] حافظ ابو عمر ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ ھ، التمہید ج ۸ ص ۱۱۵۔۱۱۴، مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور الطبعۃ الاولیٰ بپاکستان ۔ ۱۴۰۴ ھ

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جس سند سے امام مالک نے گیارہ رکعت کا ذکر کیا ہے اسی سند سے حافظ عبدالرزاق وغیرہ دوسرے ائمہ حدیث نے اکیس رکعت کا ذکر کیا ہے جس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ گیارہ رکعت کی روایت معلول، شاذ اور امام مالک کا تسامح ہے۔ اس پر دوسرا قرینہ یہ ہے کہ سائب بن یزید سے ایک روایت یہ بھی ہے:

اخرج ابن نصر عن السائب انهم كانوا يقومون فی رمضان بعشرين ركعة و يقرءون بالمئين من القرآن و انهم كانوا يعتمدون على العصى فی زمن عمر بن الخطاب[1]

ابن نصر سائب سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ رمضان میں بیس رکعت قیام کرتے تھے اور سو آیات والی قرآن کی سورتیں پڑھتے تھے اور حضرت عمر کے عہد میں (شدت قیام سے) لاٹھیوں سے ٹیک لگا لیتے تھے۔

اور تیسرا قرینہ یہ ہے جیسا کہ حافظ ابن عبدالبر نے بیان کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی ذباب نے سائب بن یزید سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں صحابہ بشمول وتر تیئس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔ اس روایت میں بھی بیس رکعت تراویح کی تصریح کی ہے، امام مالک نے محمد بن یوسف سے سائب بن یزید کی روایت گیارہ رکعت ذکر کی ہے جبکہ حافظ عبدالرزاق وغیرہ نے محمد بن یوسف سے سائب بن یزید کی روایت بیس رکعت ذکر کی ہے اور ابن نصر نے بھی سائب سے بیس رکعت ذکر کی ہیں یہ امور اس بات کی واضح شہادت ہیں کہ امام مالک کا محمد بن یوسف از سائب بن یزید گیارہ رکعت ذکر کرنا صحیح نہیں ہے اور بفرض محال اگر اس کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس کی وہ توجیہ ہے جو امام بیہقی نے کی ہے۔

امام بیہقی، سائب بن یزید اور یزید بن رومان دونوں کی روایات اپنی اسانید کے ساتھ سنن کبریٰ میں بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

و يمكن الجمع بين الروايتين فانهم كانوا يقومون باحدى عشرة ثم كانوا يقومون بعشرين و يوترون بثلاث والله اعلم[2]

ان دونوں روایات میں اس طرح تطبیق ممکن ہے کہ پہلے صحابہ گیارہ رکعت پڑھتے تھے اور پھر بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

امام بیہقی نے جو تطبیق ذکر فرمائی ہے اس کی تقویت اس بات سے ہوتی ہے کہ بعد کے صحابہ مثلاً حضرت عثمان اور حضرت

---

[1] حاشیہ صفحہ سابقہ۔ محمد بن یوسف عن السائب بن یزید ان عمر جمع الناس فی رمضان علی ابی بن کعب و علی تمیم الداری علی احدی و عشرین رکعۃ یقرءون بالمئین و ینصرفون عند فروع الفجر[1]

ابن یزید وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں ابی بن کعب اور تمیم داری کی اقتداء میں لوگوں کو اکیس ۲۱ رکعت پر جمع کیا جن میں وہ سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور فجر کے قریب فارغ ہوتے تھے۔

---

[1] حافظ سعید بن منصور سنن سعید بن منصور

[2] حافظ ابوبکر بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

علی اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے جیسا کہ ہم عنقریب آثار صحابہ ذکر کر کے واضح کریں گے۔

عن السائب بن یزید قال کنا ننصرف من القیام علی عهد عمر وقد دنا فروع الفجر وکان القیام علی عهد عمر ثلاثة وعشرین رکعة [1]

سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر کے عہد میں فجر کے قریب تراویح سے فارغ ہوتے تھے اور ہم (بشمول وتر) تئیس رکعات پڑھتے تھے۔

عن ابی الحسناء ان علیا امر رجلا یصلی بهم فی رمضان عشرین رکعة [2]

ابو الحسناء بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب امر رجلا یصلی بهم عشرین رکعة [3]

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے۔

عن نافع بن عمر قال کان ابن ابی ملیکة یصلی بنا فی رمضان عشرین رکعة [4]

نافع بن عمر بیان کرتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہ ہمیں رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔

عن ابن رفیع قال کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینة عشرین رکعة ویوتر بثلاث [5]

ابن رفیع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ میں لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

عن ابی البختری انه کان یصلی خمس ترویحات فی رمضان ویوتر بثلاث ویقنت قبل الرکوع [6]

حضرت ابو البختری رمضان میں پانچ ترویحات اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے اور رکوع سے پہلے دعا قنوت پڑھتے تھے۔

عن عطاء قال ادرکت الناس وهم یصلون ثلاثة وعشرین رکعة بالوتر [7]

عطاء کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ بشمول وتر تئیس رکعت پڑھتے تھے۔

عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهد عمر بن الخطاب رضی الله عنه فی شهر

سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد میں صحابہ رمضان کے مہینہ میں بیس

---

[1] حافظ عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ ھ، المصنف ج ۴ ص ۲۶۲، ۲۶۱، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ ھ۔

[2] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ ھ، المصنف ج ۲ ص ۳۹۳ ھ، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ ھ۔

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[5] 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[6] 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[7] 〃 〃 〃 〃 〃 〃

رمضان بعشرين ركعة قال وكانوا يقرؤون بالمئين وكانوا يتوكؤن على عصيهم في عهد عثمان بن عفان رضي الله عنه من شدة القيام۔[1]

رکعت تراویح پڑھتے تھے اور ان میں ایسی سورتیں پڑھتے تھے جن میں سو آیات ہوتی تھیں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد میں شدتِ قیام کی وجہ سے وہ اپنی لاٹھیوں سے ٹیک لگاتے تھے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں:

واكثر اهل العلم على ما روى عن على وعمر وغيرهما من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم عشرين ركعة۔[2]

اکثر اہل علم کا مذہب بیس رکعت تراویح ہے جو کہ حضرت علی، عمر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر اصحاب سے مروی ہے۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں:

وكان من اصحاب على رضي الله عنه انه كان يؤمهم في شهر رمضان بعشرين ركعة ويوتر بثلاث۔[3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعض اصحاب بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھاتے اور تین رکعت وتر۔

عن عطاء بن السائب عن ابي عبد الرحمن السلمي عن على رضي الله عنه قال دعا القراء في رمضان فامر منهم رجلا يصلي بالناس عشرين ركعة قال وكان على رضي الله عنه يوتر بهم وروى ذلك من وجه آخر عن على۔[4]

حضرت ابو عبد الرحمن سلمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان میں قاریوں کو بلایا اور ان میں سے ایک شخص کو بیس رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو وتر پڑھاتے تھے۔ یہ حدیث حضرت علی سے اور بھی اسانید سے مروی ہے۔

اور حافظ ابو عمر بن عبد البر یہ روایت ذکر کرتے ہیں:

عن على رضي الله عنه انه امر رجلا يصلي بهم في رمضان عشرين ركعة وهذا ايضا سوى الوتر۔[5]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں مسلمانوں کو بیس رکعت پڑھائے اور یہ رکعات وتر کے علاوہ تھیں۔

اور حافظ ابن عبد البر نے دو مختلف سندوں کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں وتر کے علاوہ بیس رکعت پڑھتے تھے لیکن ان دو سندوں میں ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان ہے۔[6]

۱۔ حافظ ابوبکر بن علی متوفی ۴۵۸ھ، السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

۲۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی ص ۱۳۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

۳۔ حافظ ابوبکر بن علی متوفی ۴۵۸ھ۔ السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

۴۔ " " " " " "

۵۔ حافظ ابو عمر بن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ، التمہید ج ۸ ص ۱۱۵ مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور، الطبعۃ الاولیٰ پاکستان، ۱۴۰۴ھ

۶۔ " " " " " "

تراویح میں ختم قرآن

اس سے پہلے احادیث اور آثار میں بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما رمضان مبارک میں قاری حضرات کا تقرر فرماتے تھے جو تراویح میں نمازیوں کو قرآن کریم سناتے تھے۔ کتب حدیث میں اس قسم کے آثار بھی ہیں جن میں ختم قرآن کا ذکر ہے۔ امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن الحسن قال من ام الناس فی رمضان فلیأخذ بھم الیسر فان کان بطئ القراءۃ فلیختم القرآن ختمۃ وان کان قراءتہ بین ذلک فختمۃ ونصف فان کان سریع القراءۃ مرتین۔[1]

حسن بیان کرتے ہیں کہ جو شخص رمضان میں امامت کرائے وہ مقتدیوں پر آسانی کرے اگر وہ آہستہ قرأت کرتا ہو تو رمضان میں ایک قرآن ختم کرے اور اگر درمیانی قرأت کرتا ہو تو ڈیڑھ قرآن ختم کرے اور اگر تیز قرأت کرتا ہو تو رمضان میں دو ختم کرے۔

امام عبد الرزاق اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن ابی عثمان قال امر عمر بثلاثۃ قراء یقرءون فی رمضان فامر اسرعھم ان یقرأ بثلاثین آیۃ وامر اوسطھم ان یقرأ بخمس وعشرین وامر ادناھم ان یقرأ بعشرین قال الثوری وکان القراء یجتمعون فی ثلاث فی رمضان۔[2]

ابو عثمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رمضان میں تین قاری نماز پڑھانے کے لیے مقرر فرماتے، جو سب سے تیز قرأت کرنے والا ہوتا اس کو ایک رکعت میں تیس آیات پڑھنے کا حکم دیتے، درمیانی قرأت کرنے والے کو پچیس آیات پڑھنے کا حکم دیتے اور آہستہ قرأت کرنے والے کو بیس آیات پڑھنے کا حکم دیتے، ثوری کہتے ہیں کہ قاری رمضان کے تیسرے روز جمع ہو جاتے تھے۔

رمضان میں ختم قرآن کا نذرانہ

رمضان میں تراویح کے اندر قرآن کریم پڑھنے کا معاوضہ مقرر کرنا قدماء کے اصول پر ناجائز ہے۔ اور جن احادیث میں قرآن کریم کو ذریعہ معاش بنانے پر وعید کی ہے وہ اسی صورت پر محمول ہیں، اور اگر کوئی قاری یا حافظ محض للّٰہیت سے تراویح میں قرآن کریم پڑھتا ہے اور ختم قرآن کے موقع پر جو نذرانہ پیش کیا جائے اسے قرآن سنانے کا معاوضہ سمجھ کر نہیں لیتا بلکہ قرآن کریم کا اعزاز سمجھ کر قبول کرتا ہے تو یہ شرعاً جائز ہے۔

عن ابی اسحاق عن عبد اللہ بن معقل انہ صلی بالناس فی شھر رمضان فلما کان یوم الفطر بعث الیہ عبید اللہ بن زیاد بحلۃ وبخمسمائۃ درھم فردھا وقال انا لا نأخذ علی القرآن اجرا۔[3]

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں حضرت عبد اللہ بن معقل رضی اللہ عنہ نے رمضان کے مہینہ میں مسلمانوں کو تراویح پڑھائی، عید کے دن عبید اللہ بن زیاد نے ان کی خدمت میں ایک حلہ اور پانچ سو درہم بھیجے وہ انہوں نے واپس کر دیئے اور فرمایا ہم قرآن پڑھنے کی اجرت نہیں لیتے۔

---

[1] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۳۹۳ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ۔

[2] حافظ عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۴ ص ۲۶۱، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۰ھ۔

[3] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵، المصنف ج ۲ ص ۴۰۰ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ۔

ان سعید بن جبیر قام بالناس فی رمضان فارسل الیہ الحجاج برنس فقبلہ [1]

حضرت سعید بن جبیر نے رمضان میں لوگوں کو تراویح پڑھائی حجاج نے ان کی خدمت میں ایک ٹوپی بھیجی جس کو انہوں نے قبول کر لیا۔

ان دونوں روایات کا وہی محمل ہے جو ہم اس عنوان کے تحت بیان کر چکے ہیں۔

غیر مقلدین سے گذارش

غیر مقلدین حضرات بیس رکعت تراویح کو بدعت اور مخالف سنت نبوی قرار دیتے ہیں اور برسہا برس سے وہ اس موضوع پر اہلسنت سے مناظرہ اور مباحثہ کرتے چلے آئے ہیں۔ ہم اس مسئلہ میں صرف اس قدر عرض کرنا چاہتے ہیں کہ غیر مقلدین حضرات جو ہر رمضان اور رمضان کی ہر شب میں تراویح جماعت کیساتھ پڑھتے ہیں اور اس میں ختم قرآن کا التزام کرتے ہیں اس میں کونسی صریح اور صحیح مرفوع متصل حدیث ہے؟ کیونکہ بخاری اور مسلم کی صحیح روایات سے صرف یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک بار رمضان کی آخری تین راتوں میں قیام کیا اور ہر رمضان میں اور رمضان کی ہر شب کو جماعت کے ساتھ خواہ آٹھ رکعت تراویح پڑھنا اور رمضان میں جماعت کے اندر ختم قرآن کا التزام کرنا بھی ان کے اصول پر بدعت اور مخالفت سنت نبوی ہے اور اگر یہ تمام امور حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور دیگر صحابہ کی اتباع میں کیے جاتے ہیں اور اس وجہ سے بدعت اور مخالفت سنت نبوی نہیں ہیں تو بیس رکعت بھی انہی صحابہ کا طریقہ ہے اس کو بدعت قرار دیکر مسلمانوں کو اس کا رخیر سے کیوں روکا جاتا ہے یہ بات ہم آج تک نہیں سمجھ سکے۔ بیس رکعت تراویح پر مقالات سعیدی ج اول میں قیام رمضان کے عنوان سے ہمارا ایک مفصل مقالہ موجود ہے جس میں اس عنوان پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اہل علم کے لیے وہ مطالعہ کی چیز ہے۔

تنہا عشاء پڑھنے والا باجماعت وتر پڑھ سکتا ہے

عہد قریب کے بعض علماء سے یہ منقول ہے کہ رمضان میں عشاء تنہا پڑھنے والا وتر باجماعت نہیں پڑھ سکتا، لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ فقہاء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ رمضان میں اگر کسی شخص نے عشاء کی نماز جماعت سے نہیں پڑھی تو آیا افضل یہ ہے کہ وتر جماعت سے پڑھے جائیں یا تنہا؛ اکثر علماء اور محققین کے نزدیک جس شخص نے عشاء تنہا پڑھی ہو اس کا جماعت کے ساتھ وتر پڑھنا بلاکراہت جائز ہے اور جب جماعت جائز ہوئی تو افضل بھی یہی ہے۔ قوت دلائل کے اعتبار سے یہی نظریہ راجح ہے، اور بعض فقہاء کے نزدیک جب عشاء تنہا پڑھی ہو تو وتر بھی تنہا پڑھنا افضل ہے لیکن یہ نظریہ مرجوح ہے۔

یہ اختلاف دراصل ایک اور اختلاف پر مبنی ہے وہ یہ کہ آیا رمضان میں وتر کی جماعت عشاء کی جماعت کے تابع ہے یا تراویح کی جماعت کے؟ صحیح یہ ہے کہ نفس وتر اگرچہ عشاء کے تابع ہیں لیکن وتر کی جماعت کا مسنون ہونا تراویح کی جماعت کی سنیت کے تابع ہے، کیونکہ اگر وتر کی جماعت عشاء کی جماعت کے تابع ہوتی تو وتر سارا سال جماعت کے ساتھ مسنون ہوتے۔ کیونکہ عشاء کی نماز میں جماعت سارا سال مسنون ہے اور چونکہ وتر صرف رمضان میں جماعت کے ساتھ مسنون ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وتر کی جماعت کی سنیت تراویح کی جماعت کی سنیت کے تابع ہے۔

یہ صحیح ہے کہ فقہاء کا اولاً اس میں اختلاف ہے کہ رمضان میں وتر کا تراویح کے بعد جماعت سے پڑھنا افضل ہے۔

---

[1] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۴۰۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ۔

یا گھر میں تنہا؟ لیکن محققین فقہاء نے اسی کو ترجیح دی کہ افضل یہ ہے کہ رمضان میں وتر تراویح کے بعد جماعت سے پڑھے جائیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح "تین دن تراویح جماعت کے ساتھ پڑھائی اسی طرح تین دن وتر بھی جماعت کے ساتھ پڑھائے اور آپ کے اس عمل نے جس طرح تراویح کی جماعت کا مسنون ہونا ثابت کیا اسی طرح آپ کے اس عمل نے وتر کی جماعت کا مسنون ہونا بھی ثابت کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وتر کی جماعت کی سنیت تراویح کی جماعت کی سنیت کے تابع ہے۔

علامہ قاضی خان لکھتے ہیں:

اختلفوا ان اداء الوتر في رمضان بالجماعة افضل ام الاداء في منزله وحده الصحيح ان الجماعة افضل لان عمر ابن الخطاب رضي الله تعالى عنه كان يؤمهم في الوتر ولانه لما جاز الاداء بالجماعة كانت الجماعة افضل اعتبارا بالمكتوبة۔[1]

اس بات میں اختلاف ہے کہ رمضان میں وتر باجماعت ادا کرنا افضل ہے یا تنہا گھر میں پڑھنا۔ صحیح یہ ہے کہ جماعت افضل ہے، کیونکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کو وتر جماعت کے ساتھ پڑھاتے تھے، نیز اس لیے کہ جب وتر کو جماعت کے ساتھ پڑھنا جائز ہے تو وتر کو باجماعت پڑھنا افضل ہوگا جیسا کہ فرض میں ہے۔

علامہ ابن ہمام قاضی خان کی مذکورۃ الصدر عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ صاحب نہایہ نے فرمایا کہ ہمارے علماء کا مختار یہ ہے کہ وتر بغیر جماعت کے پڑھے جائیں، علامہ ابن ہمام نے ان دونوں اقوال کا محل الگ الگ قرار دیا اور فرمایا:

وانت علمت مما قدمناه في حديث ابن حبان في باب الوتر انه صلى الله عليه وسلم كان اوتر بهم ثم بين العذر في تاخيره عن مثل ما صنع فيما مضى فكما ان فعله الجماعة بالنفل ثم بيانه العذر في تركه اوجب سنيتها فيه فكذلك الوتر بجماعة لان الجاري فيه مثل الجاري في النفل بعينه وكذا ما نقلناه من فعل الخلفاء يفيد ذلك فلعل من تاخر عن الجماعة فيه احب ان يصلي آخر الليل فانه افضل كما قال عمر والتي ينامون عنها افضل وعلم قوله صلى الله عليه وسلم واجعلوا آخر

ہم اس سے پہلے باب وتر میں ابن حبان کی حدیث سے بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو وتر (باجماعت) پڑھائے پھر اپنی "تاخیر" کی عذر بیان فرمایا جو اس سے پہلے تراویح کی جماعت کی تاخیر میں بیان کر چکے تھے پس جس طرح تراویح باجماعت پڑھا کر پھر ترک کا عذر بیان فرمانا تراویح کی جماعت کی سنیت کو واجب کرتا ہے اسی طرح وتر کی جماعت کا معاملہ ہے کیونکہ وتر کی جماعت میں بعینہٖ وہی دلیل جاری ہوتی ہے جو تراویح کی جماعت میں بیان کی گئی ہے اس کی "تائید خلفاء راشدین کے باجماعت وتر پڑھنے سے ہوتی ہے جیسا کہ ہم نقل کر چکے ہیں جس شخص نے وتر میں جماعت کے ترک کرنے کو مستحب قرار دیا ہے (جیسے صاحب نہایہ) وہ اس وجہ سے ہے کہ وہ رات کے آخری حصہ میں نفل پڑھنے کو مستحب قرار دیتا ہے اور وہ اس شب افضل ہے جیسا کہ

[1] علامہ محمود قاضی خان اوزجندی متوفی ۲۹۵ ھ، فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج۱ ص ۲۳۴ مطبوعہ مطبع کبریٰ بولاق مصر الطبعۃ الثانیہ ۱۳۱۰ھ

صلوتکم باللیل وترا فاخرہ لذلک و الجماعۃ فیہ اذ ذالک متعذر فلا یدل ذلک علی ان الافضل فیہ ترک الجماعۃ لمن احب ان یوتر اول اللیل ؎۱

حضرت عمر نے فرمایا: "رات کے جس حصہ میں تم سو جاتے ہو اس میں نماز پڑھنا افضل ہے" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی معروف ہے: "نماز کے اخیر میں وتر پڑھو" اور اس وقت وتر کی نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا مشکل ہے۔ بنا بریں اگر کوئی شخص وتر کی جماعت کو ترک کرتا ہے تو یہ اس بات پر نہیں دلالت کرتا کہ جو شخص وتر کو اول شب پڑھنا چاہتا ہے اس کے حق میں بھی وتر کی جماعت ترک کرنا افضل ہے۔

علامہ ابن ہمام کی اس وضاحت سے یہ بات پسیدہ سحر سے زیادہ نکھر کر سامنے آگئی کہ رمضان میں وتر کی جماعت تراویح کی جماعت کے تابع ہے۔ کیونکہ رمضان میں وتر با جماعت پڑھنا صرف اسی وقت افضل ہے جب وتر اول شب میں تراویح کے ساتھ پڑھے جائیں اور اگر رمضان میں ہی کوئی شخص وتر اخیر شب میں تہجد کے ساتھ پڑھنا چاہے تو اس وقت بلاشبہ وتر کی جماعت کا ترک کرنا افضل ہے اور اس تقریر سے جس طرح ان لوگوں کا رد ہوا جو وتر کی جماعت کو رمضان کے تابع کرتے ہیں ان لوگوں کا بھی رد ہو گیا جو وتر کی جماعت کو عشاء کی جماعت کے تابع کرتے ہیں بلکہ یہ زیادہ واضح ہے۔

علامہ ابن ہمام کی اس تقریر پر جن فقہاء نے اعتماد کیا اور اس تقریر کو کلاً یا جزءً نقل کیا اور اس تقریر سے وتر کی جماعت کی افضلیت پر استدلال کیا ان میں حسب ذیل فقہاء کے اسماء قابل ذکر ہیں: زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ؎۲ شیخ حسن بن عمار الشرنبلالی الحنفی المتوفی ۱۰۶۹ھ؎۳ علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۹۵۶ھ؎۴ مولانا عبد الحلیم؎۵

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ ابن ہمام، علامہ زین الدین ابن نجیم، علامہ شرنبلالی اور علامہ حلبی ایسے محققین کے نزدیک وتر کی جماعت تراویح کی جماعت کے تابع ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

الذی یظہر ان جماعۃ الوتر تبع لجماعۃ التراویح و ان کان الوتر نفسہ اصلا فی ذاتہ لان سنۃ الجماعۃ فی الوتر انما

یقینی طور پر جو بات ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ وتر کی جماعت تراویح کی جماعت کے تابع ہے، اگرچہ فی نفسہ وتر بذاتہ اصل ہے کیونکہ وتر کی جماعت کا سنت ہونا آثار

؎۱۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ۔ فتح القدیر ج ۱ ص ۴۰۹۔۱۰ ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

؎۲۔ البحر الرائق ج ۲ ص ۷۰۔ ۶۹ ، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

؎۳۔ حاشیہ الدرر الاحکام فی شرح غرر الاحکام ج ۱ ص ۱۲۰ ، مطبوعہ مطبع احمد دار السعادۃ ۱۳۲۹ھ۔

ایضاً۔ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ، ص ۲۳۲ ، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی ، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۵۷ھ۔

؎۴۔ غنیۃ المستملی ص ۴۰۱ ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۳ھ

؎۵۔ حاشیۃ الدرر و الغرر ج ۱ ص ۸۲۔

عرفت بالاثر تابعۃ للتراویح [1]

کی روشنی میں تراویح کے تابع ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ وتر کی جماعت تراویح کی جماعت کے تابع ہے تو واضح ہو گیا کہ رمضان میں اگر عشاء کی نماز تنہا پڑھی اور تراویح جماعت کے ساتھ پڑھی ہو پھر بھی وتر کی نماز جماعت کے ساتھ بلا کراہت پڑھ سکتا ہے۔

مولانا عبدالحلیم لکھتے ہیں:

اذ الایتار بالجماعۃ فی رمضان سنۃ کما انہا سنۃ فی التراویح [2]

وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت ہے جیسا کہ تراویح میں جماعت سنت ہے۔

علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۹۵۶ھ منیۃ المصلی کی شرح کبیر میں لکھتے ہیں:

قال ابو یوسف البانی اذا صلی مع الامام شیئا من التراویح یصلی معہ الوتر وکذا اذا لم یدرک معہ شیئا منہا وکذا اذا صلی التراویح مع غیرہ لہ ان یصلی الوتر معہ وہو الصحیح ذکرہ ابو اللیث وکذا قال ظہیر الدین المرغینانی لو صلی العشاء وحدہ فلہ ان یصلی التراویح مع الامام وہو الصحیح [3]

ابو یوسف بانی کہتے ہیں کہ اگر امام کے ساتھ کچھ تراویح پڑھ چکا ہو تو اس کے ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے، اور اگر امام کے ساتھ کچھ بھی نہ پڑھا ہو (نہ فرض نہ تراویح) اسی طرح اگر کسی اور کے ساتھ تراویح پڑھی ہوں تو وہ امام کے ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے اور یہی صحیح ہے۔ اس کو ابو اللیث نے ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ظہیر الدین مرغینانی نے کہا ہے اور اگر تنہا عشاء کی نماز پڑھی ہو تو وہ امام کے ساتھ تراویح پڑھ سکتا ہے۔ یہی صحیح ہے۔

علامہ حلبی متوفی ۹۵۶ھ نے منیۃ المصلی کی شرح کبیر کے بعد منیہ کی شرح صغیر میں یہ مسئلہ زیادہ وضاحت کے ساتھ لکھا ہے فرماتے ہیں:

واذا لم یصل الفرض مع الامام قیل لایتبعہ فی التراویح ولا فی الوتر وکذا اذا لم یصل معہ التراویح لا یتبعہ فی الوتر والصحیح انہ یجوز ان یتبعہ فی ذلک کلہ [4]

جب امام کے ساتھ فرض نہ پڑھے گئے ہوں تو کہا گیا ہے کہ پھر امام کی اقتداء میں نہ تراویح پڑھے نہ وتر۔ اسی طرح اگر امام کی اقتداء میں تراویح نہ پڑھی ہوں تو اس کی اقتداء میں وتر نہ پڑھے اور صحیح یہ ہے کہ جب امام کے ساتھ فرض یا تراویح نہ پڑھی ہوں تو وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے اسی طرح اگر امام کے ساتھ فرض نہ پڑھے ہوں تو تراویح جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔ [5]

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۶۳ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] حاشیۃ الدر ص ۸۲۔

[3] غنیۃ المستملی ص ۳۹۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی ۱۳۲۳ھ۔

[4] شرح صغیر (صغیری) ص ۲۱۰، ۱۳۴۸ھ۔

[5] علامہ حلبی کی اس عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وتر کی جماعت نہ فرض کے تابع ہے نہ تراویح کے (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

علامہ طحطاوی لکھتے ہیں :

لان المنفرد لو صلی العشاء وحدہ فلہ ان یصلی التراویح مع الامام الی قولہ قضیۃ التعلیل فی المسئلۃ السابقۃ بقولہم لانہا تبع ان یصلی الوتر بجماعۃ فی ہذہ الصلوٰۃ لانہ لیس تبع للتراویح ولا للعشاء عند الامام رحمہ اللہ تعالیٰ انتہی ملخصاً [1]

اگر کوئی شخص عشاء کی نماز تنہا پڑھے تو اس کے لیے امام کے ساتھ تراویح پڑھنا جائز ہے اور اسی پر یہ مسئلہ متفرع ہے کہ اس صورت میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے کیونکہ وتر کی جماعت امام کے نزدیک نہ فرض کے تابع ہے نہ تراویح کے۔

علامہ طحطاوی کی اس عبارت سے ہر چند یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وتر کی جماعت تراویح کے تابع نہیں ہے لیکن یہ ہمارے موقف کے خلاف نہیں ہے کیونکہ علامہ طحطاوی نے اس کی تصریح کر دی ہے کہ جس شخص نے عشاء کے فرض جماعت کے ساتھ نہ پڑھے ہوں وہ وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے کیونکہ وتر کی جماعت فرض اور تراویح میں سے کسی کے تابع نہیں ہے ثانیاً یہ عبارت اس لیے ہمارے خلاف نہیں ہے کہ ہم نے یہ نہیں کہا کہ مطلقاً وتر کی جماعت تراویح کی جماعت کے تابع ہے۔ بلکہ ہم نے شرح ہی میں یہ لکھا ہے کہ وتر کی جماعت کا مسنون ہونا تراویح کی جماعت کے مسنون ہونے کے تابع ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح رمضان میں تین رات تراویح جماعت کے ساتھ پڑھائی تو اس کے بعد وتر بھی جماعت کے ساتھ پڑھائے اور علامہ ابن ہمام نے تصریح کی ہے کہ جس طرح باجماعت تراویح پڑھانے سے تراویح کی جماعت مسنون ہوئی اسی طرح باجماعت وتر پڑھانے سے وتر کی جماعت مسنون ہوئی۔

بہر حال علامہ طحطاوی کی یہ عبارت ہمارے اس موقف کو ثابت کرنے میں بالکل صریح ہے کہ جب رمضان میں عشاء جماعت سے نہیں پڑھی تو وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔

علامہ قہستانی لکھتے ہیں :

یجوز ان یصلی الوتر بجماعۃ وان لم یصل شیئا من التراویح مع الامام وصلیہا مع غیرہ وھو الصحیح لکنہ اذا لم یصل الفرض معہ لا یتبعہ فی الوتر کما فی المنیۃ [3] [2]

اگر امام کے ساتھ بالکل تراویح نہ پڑھی ہو یا کسی اور شخص کے ساتھ تراویح پڑھی ہو، (دونوں صورتوں میں) وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے لیکن جب فرض امام کے ساتھ نہ پڑھے ہوں تو وتر امام کے ساتھ نہ پڑھے جیسا کہ منیہ میں ہے۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ): لیکن یہ بات ہمارے موقف کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارا موقف یہ ہے کہ وتر کی جماعت کا مسنون ہونا تراویح کی جماعت کی مسنونیت کے تابع ہے جیسا کہ ہم نے شرح میں ذکر کیا ہے ثانیاً اس سے اصل مسئلہ پر کچھ اثر نہیں پڑتا کیونکہ علامہ حلبی نے بہر حال یہ تصریح کر دی ہے کہ جس نے فرض جماعت کے ساتھ نہ پڑھے ہوں وہ وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔ (سعیدی)

[1] علامہ احمد بن محمد الطحطاوی المتوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۲۹۷، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۵ھ۔

[2] علامہ محمد خراسانی قہستانی متوفی ۹۶۲ھ، جامع الرموز ج ۱ ص ۲۱۶ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ایران الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۱ھ۔

[3] صاحب در مختار نے بھی اسی کو صحیح قرار دیا ہے چنانچہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ علامہ قہستانی نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے جو مصنف نے لکھا ہے جیسا متقریب آ رہا ہے۔

علامہ قہستانی کی اس عبارت سے بعض لوگوں نے یہ مغالطہ کھایا کہ اگر فرض جماعت کے ساتھ نہ پڑھے ہوں تو وتر بھی جماعت کے ساتھ نہ پڑھے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ علامہ قہستانی کی عبارت کا صحیح محمل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے فرض اور تراویح دونوں امام کے ساتھ نہ پڑھے ہوں تو وہ امام کے ساتھ وتر نہ پڑھے۔

علامہ شامی، علامہ قہستانی کی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ثم رأیت القھستانی ذکر تصحیح ما ذکرہ المصنف ثم قال لکنہ اذا لم یصل الفرض معہ احترازا عن صلوتھا منفردا اما لو صلاھا جماعۃ مع غیرہ ثم صلی الوتر معہ لا کراھۃ تأمل۔[1]

پھر میں نے دیکھا کہ قہستانی نے بھی اسی کو صحیح قرار دیا ہے جس کا مصنف نے ذکر کیا ہے، پھر کہا جب اس نے امام کے ساتھ فرض نہ پڑھے ہوں۔ یہ تنہا تراویح سے احتراز ہے لیکن اگر اس نے تراویح کسی اور کے ساتھ جماعت سے پڑھی ہو پھر امام کے ساتھ وتر پڑھے ہوں تو کوئی کراہت نہیں ہے۔

علامہ شامی کا مطلب یہ ہے کہ علامہ قہستانی کے نزدیک مطلقاً امام کے ساتھ عشاء نہ پڑھنا وتر کی جماعت کے لیے موجب کراہت نہیں ہے بلکہ یہ ایک خاص صورت ہے کہ جب کسی شخص نے امام کے ساتھ نہ فرض پڑھے ہوں نہ تراویح اس وقت امام کے ساتھ وتر پڑھنا مکروہ ہے[2] اور اگر اس شخص نے کسی اور شخص کے ساتھ تراویح جماعت سے پڑھی ہو تو پھر امام کے ساتھ وتر پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اس شخص نے تراویح بھی اسی امام کے ساتھ پڑھی ہوں تو پھر اس امام کے ساتھ باجماعت وتر پڑھنا بطریق اولیٰ مکروہ نہیں ہوگا اور یہی زیر بحث مسئلہ ہے۔

حیرت ہے کہ بعض علماء نے علامہ قہستانی، علامہ شامی اور علامہ حلبی کے حوالہ سے تنہا فرض پڑھنے والے کے لیے وتر کی جماعت کرنا ناجائز قرار دیا حالانکہ یہ فقہاء اس کے برعکس یعنی جواز کی تصریح کرتے ہیں جیسا کہ ہم ان سے باحوالہ نقل کر چکے ہیں ثانیاً اس بات پر حیرت ہے کہ فرض اور تراویح تنہا پڑھنے والے کے لیے بھی وتر کو باجماعت پڑھنا زیادہ سے زیادہ مکروہ ہوگا جیسا کہ علامہ شامی کی عبارت سے ظاہر ہے۔ پھر ان لوگوں کا وتر باجماعت کو ناجائز قرار دینا کس طرح صحیح ہوگا کیونکہ اہل علم پر واضح ہے کہ کراہت عدم جواز کو مستلزم نہیں ہے۔ یہ امر بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ غیر رمضان میں وتر جماعت کے ساتھ نہ پڑھے جائیں انھوں نے یہ تصریح کی ہے کہ غیر رمضان میں جماعت کے ساتھ وتر پڑھنا مکروہ ہے اگرچہ فی نفسہ جماعت کے ساتھ وتر پڑھنا جائز ہے۔

ملا خسرو فرماتے ہیں:

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۶۶۳ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ۔

[2] علامہ قہستانی کی عبارت کا یہ محل متعین کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وتر کی جماعت تراویح کی جماعت کے تابع ہے اس لیے اگر اس نے فرض کے علاوہ تراویح جماعت کے ساتھ نہیں پڑھیں تو اس کا وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے البتہ اگر فرض جماعت کے ساتھ نہیں پڑھے لیکن تراویح کسی اور امام کے ساتھ پڑھ لی ہیں تو اب وتر کی جماعت مکروہ نہیں ہے کیونکہ تراویح جماعت کے ساتھ پڑھ چکا ہے اور کراہت سے مراد تنزیہی ہے جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا۔

ولا یصلی الوتر (بجماعۃ خارج رمضان) للاجماع ولا یصلی التطوع بجماعۃ الا قیام رمضان وعن شمس الائمۃ الکردری ان التطوع بالجماعۃ انما یکرہ اذا کان علی سبیل التداعی اما لو اقتدی واحد بواحد او اثنان بواحد لا یکرہ۔[1]

رمضان کے علاوہ وتر باجماعت نہ پڑھے اس پر اجماع ہے اور تراویح کے سوا نفل باجماعت نہ پڑھے۔ شمس الائمہ کردری سے منقول ہے کہ نوافل کی جماعت اس وقت مکروہ ہے جب لوگوں کو اس کی دعوت دی جائے اگر ایک کی اقتداء میں ایک یا ایک کی اقتداء میں دو آدمی نفل پڑھ لیں تو مکروہ نہیں ہے۔

اس عبارت کا مفاد یہ ہے کہ غیر رمضان میں وتر باجماعت پڑھنا جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ اس سے زیادہ واضح طور پر علامہ علائی نے لکھا ہے:

ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعۃ خارج رمضان ای یکرہ ذلک۔[2]

وتر اور نوافل رمضان کے علاوہ جماعت سے نہ پڑھے جائیں۔ یعنی جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔

اس کی شرح میں علامہ شامی لکھتے ہیں:

اشار الی ما قالوا من ان المراد من قول القدوری فی مختصرہ لا یجوز الکراھۃ لا عدم اصل الجواز لکن فی الخلاصۃ عن القدوری انہ لا یکرہ وایدہ فی الحلیۃ بما اخرج الطحاوی عن المنصور بن مخرمۃ قال دفنا ابا بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ لیلا فقال عمر رضی اللہ عنہ انی لم اوتر فقام وصففنا وراءہ فصلی بنا ثلاث رکعات لم یسلم الا فی اخرھن ثم قال ویمکن ان یقال الظاھر ان الجماعۃ فیہ غیر مستحبۃ ثم ان کان ذلک احیانا کما فعل عمر کان مباحا غیر مکروہ وان کان علی سبیل المواظبۃ کان بدعۃ مکروھۃ لانہ خلاف المتوارث وعلیہ یحمل ما ذکر القدوری فی مختصرہ وما ذکرہ فی غیر مختصرہ یحمل علی

علامہ علائی نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ قدوری میں جو اس جگہ پر نا جائز لکھا ہے اس سے مراد مکروہ ہے، نہ کہ عدم اصل جواز۔ البتہ صاحب خلاصہ نے قدوری سے یہ نقل کیا ہے کہ (غیر رمضان میں وتر جماعت سے پڑھنا) مکروہ نہیں ہے اور حلیہ میں اس کی تائید میں یہ ہے کہ امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ منصور بن مخرمہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے حضرت ابوبکر کو رات میں دفن کیا حضرت عمر نے کہا میں نے وتر نہیں پڑھے اور کھڑے ہو گئے ہم نے ان کے پیچھے صف باندھ لی اور حضرت عمر نے ہم کو تین رکعات پڑھائیں اور صرف آخر میں سلام پھیرا، پھر صاحب حلیہ نے کہا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ غیر رمضان میں وتر کی جماعت غیر مستحب ہے۔ اور اگر یہ کبھی کبھی ہو جیسا کہ حضرت عمر نے کیا تھا تو مباح غیر مکروہ ہوگا اور اگر غیر رمضان میں ہمیشہ باجماعت وتر پڑھے جائیں تو یہ بدعت مکروہہ ہوگا کیونکہ اسلاف سے یہ عمل منقول نہیں ہے اور قدوری میں جو اس

---

[1] ملا خسرو حنفی متوفی ۸۸۵ ھ، درر الحکام فی شرح غرر الاحکام ج ۱ ص ۱۲۰۔

[2] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۶۶۳ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ ھ۔

الاول واللہ اعلم قلت ویؤیدہ ایضا ما فی البدائع من قولہ ان الجماعۃ فی التطوع لیست بسنۃ الا فی قیام رمضان اھ فان نفی السنۃ لا یستلزم الکراھۃ نعم ان کان مع المواظبۃ کان بدعۃ فیکرہ وفی حاشیۃ البحر للخیر الرملی علل الکراھۃ فی الضیاء والنھایۃ بان الوتر نفل من وجہ حتی وجبت القراءۃ فی جمیعھا وتؤدی بغیر اذان واقامۃ والنفل بالجماعۃ غیر مستحب لانہ لم تفعلہ الصحابۃ فی غیر رمضان اھ وھو کالصریح فی انھا کراھۃ تنزیھۃ تامل اھ [1]

کو مکروہ لکھا ہے اس کا یہی مطلب ہے اور حاشیہ میں جو اس کو قدوری سے غیر مکروہ نقل کیا ہے وہ کبھی کبھی وتر با جماعت پڑھنے پر محمول ہے، علامہ شامی فرماتے ہیں اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ بدائع میں ہے "نفل با جماعت پڑھنا تراویح کے علاوہ سنت نہیں ہے" کیونکہ سنت کی نفی کراہت کو مستلزم نہیں ہوتی ہاں اگر ہمیشہ با جماعت پڑھیں تو یہ بدعت مکروہ ہو گی علامہ خیر الدین رملی نے البحر الرائق کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ضیاء اور نہایہ نے وتر با جماعت کی کراہت کی یہ وجہ بیان کی ہے "کہ وتر من وجہ نفل ہیں کیونکہ اس کی تمام رکعات میں قرأت واجب ہے اور اس کو بغیر اذان اور اقامت کے پڑھا جاتا ہے اور نفل جماعت کے ساتھ غیر مستحب ہیں کیونکہ صحابہ نے غیر رمضان میں نفل با جماعت نہیں پڑھے"۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ یہ عبارت اس بات پر تصریح ہے کہ نفل کی جماعت مکروہ تنزیہی ہے۔

اس عبارت میں غور فرمائیے جب غیر رمضان میں کبھی کبھی با جماعت وتر پڑھنا مباح غیر مکروہ یا غیر مستحب یا زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے خواہ فرض جماعت کیساتھ پڑھے ہوں یا تنہا پڑھے ہوں تو رمضان میں تنہا عشاء پڑھنے والے کو با جماعت وتر پڑھنا ناجائز کیسے ہو گا جبکہ رمضان میں وتر با جماعت پڑھنے کا منشاء اور سبب بھی موجود ہے (صحابہ کا با جماعت وتر پڑھنا) نیز فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ کسی کام کا مکروہ تنزیہی ہونا اس وقت ثابت ہوتا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل سے علی الخصوص منع فرمایا ہو [2] اور رمضان میں تنہا عشاء پڑھنے والے کو با جماعت وتر پڑھنے سے نہ قرآن نے منع کیا ہے نہ حدیث نے نہ اجماع سے اس کا عدم جواز ثابت ہے نہ قیاس سے تو پھر محض عہد قریب کے بعض علماء کے اس کو ناجائز کہنے سے یہ کیسے ناجائز ہو جائے گا!

باب ۲۵۰

بَابُ النَّدْبِ الْاَكِيْدِ اِلٰى قِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَدَلِيْلِ مَنْ قَالَ اِنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ

شب قدر میں قیام کی تاکید اور ستائیسویں شب میں شب قدر کا تحقیق

۱۶۸۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ قَالَ

زر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۷۲ ۔ ۴۷۳، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[2] علامہ شامی فرماتے ہیں: "لا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ اذ لا بد لھا من دلیل خاص" (رد المحتار ج ۱ ص ۶۱۱) مستحب کے ترک سے کراہت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس کے لیے بالخصوص دلیل کی ضرورت ہے۔"

نا الولید بن مسلم قال نا الاوزاعی قال حدثنی عبدة عن زر قال سمعت ابی بن کعب رضی الله عنه یقول وقیل له ان عبد الله بن مسعود رضی الله عنه یقول من قام السنة اصاب لیلة القدر فقال ابی والله الذی لا اله الا هو انها لفی رمضان یحلف ما یستثنی ووالله انی لاعلم ای لیلة هی هی اللیلة التی امرنا بها رسول الله صلی الله علیه وسلم بقیامها هی لیلة صبیحة سبع وعشرین وامارتها ان تطلع الشمس فی صبیحة یومها بیضاء لا شعاع لها۔

سے کہا گیا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جو شخص پورے سال ہر رات کو قیام کرے وہ شب قدر پا لے گا۔ حضرت ابی بن کعب نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے شب قدر رمضان ہی میں ہے۔ حضرت ابی بغیر کسی استثناء کے قسم کھا کر فرماتے تھے خدا کی قسم میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ شب قدر کون سی شب ہے۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قیام کا حکم دیا ہے یہ ستائیسویں صبح کی رات ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ ستائیسویں کی صبح کو سورج اس حال میں طلوع ہوتا ہے کہ اس کی شعاعیں ظاہر نہیں ہوتیں۔

۱۶۸۳۔ حدثنا محمد بن مثنی قال نا محمد بن جعفر قال نا شعبة قال سمعت عبدة بن ابی لبابة یحدث عن زر بن حبیش عن ابی بن کعب قال قال ابی فی لیلة القدر والله انی لاعلمها واکثر علمی هی اللیلة التی امرنا رسول الله صلی الله علیه وسلم بقیامها هی لیلة سبع وعشرین وانما شك شعبة فی هذا الحرف هی اللیلة التی امرنا بها رسول الله صلی الله علیه وسلم قال وحدثنی بها صاحب لی عنه۔

زر بن حبیش کہتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے شب قدر کے بارے میں بیان کیا اور کہا کہ بخدا میں یقین کے ساتھ لیلۃ القدر کو جانتا ہوں اور میرا زیادہ یقین یہ ہے کہ یہی وہ رات ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قیام کا حکم دیا ہے اور یہ ستائیسویں رات ہے (راوی) شعبہ کو شک ہے کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس رات میں قیام کا حکم دیا تھا، شعبہ کہتے ہیں کہ یہ بات میرے ایک ساتھی نے ان سے نقل کی تھی۔

۱۶۸۴۔ وحدثنی عبید الله بن معاذ قال نا ابی قال نا شعبة بهذا الاسناد نحوه ولم یذکر انما شك شعبة وما بعده۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے لیکن اس میں شعبہ کا شک نہیں بیان کیا گیا۔

تشریح علامہ نووی فرماتے ہیں بعض علماء کے نزدیک شب قدر سال میں ایک معین شب ہے جو کبھی تبدیل نہیں ہوتی اور ہر سال اسی تاریخ کو اس شب کا تحقق ہوتا ہے۔ اور بعض محققین کہتے ہیں کہ یہ شب ہر سال بدلتی رہتی ہے کسی سال اکیسویں شب کو واقع ہوتی ہے، کسی سال تئیسویں کو اور کسی سال ستائیسویں شب کو واقع ہوتی ہے کتاب الصیام میں شب قدر کا مفصل ذکر آئے گا ان شاء اللہ وہاں ہم اس کی پوری تفصیل اور تحقیق بیان کریں گے۔

مقالات سعیدی ج ا میں ہم نے حقائق شب قدر کے عنوان سے ایک مفصل مقالہ لکھا ہے۔ اہل علم اور ارباب ذوق کے لیے

یہ مطالعہ کی چیز ہے۔

باب ۲۶۱ صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ودعائہ باللیل

۱۶۸۵ - حدثنی عبد اللہ بن ہاشم بن حیان العبدی قال نا عبد الرحمن یعنی ابن مہدی قال نا سفیان عن سلمۃ بن کہیل عن کریب عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال بت عند خالتی میمونۃ رضی اللہ عنہا فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اللیل فاتی حاجتہ ثم غسل وجہہ ویدیہ ثم نام ثم قام فاتی القربۃ فاطلق شناقہا ثم توضا وضوءا بین الوضوئین ولم یکثر وقد ابلغ ثم قام فصلی فقمت فتمطیت کراہۃ ان یری انی کنت انتبہ لہ فتوضات فقام فصلی فقمت عن یسارہ فاخذ بیدی فادارنی عن یمینہ فتتامت صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اللیل ثلاث عشرۃ رکعۃ ثم اضطجع فنام حتی نفخ وکان اذا نام نفخ فاتاہ بلال رضی اللہ عنہ فاذنہ بالصلوٰۃ فقام فصلی ولم یتوضا وکان فی دعائہ اللہم اجعل فی قلبی نورا وفی بصری نورا وفی سمعی نورا وعن یمینی نورا وعن یساری نورا وفوقی نورا وتحتی نورا وامامی نورا وخلفی نورا وعظم لی نورا قال کریب وسبع فی التابوت فلقیت بعض ولد العباس رضی اللہ عنہ فحدثنی بہن فذکر عصبی ولحمی ودمی وشعری وبشری وذکر خصلتین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد اور دعاؤں کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بیدار ہوئے۔ قضاء حاجت سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ منہ دھوئے پھر سو گئے پھر دوبارہ اٹھے اور مشکیزہ کے پاس آ کر اس کا منہ کھولا، پھر درمیانی وضو کیا پانی زیادہ نہیں بہایا لیکن مکمل وضو فرمایا۔ پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کر دی، میں بھی اٹھا اور انگڑائی لی تاکہ حضور یہ گمان نہ کریں کہ میں آپ کے احوال کے تجسس کے لیے بیدار ہوا ہوں، میں وضو کرنے کے بعد آپ کی بائیں جانب نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو گیا، آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے گھما کے اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعت پڑھنے کے بعد لیٹ کر سو گئے حتیٰ کہ خراٹے لینے لگے اور آپ جب بھی سوتے تھے خراٹے لیتے تھے، اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے اور آپ کو نماز (فجر) کی خبر دی، آپ نے کھڑے ہو کر بغیر وضو کیے نماز (سنت فجر) پڑھی اور یہ دعا مانگی بار الٰہا! میرے دل میں نور پیدا کر دے، میری آنکھوں میں نور پیدا کر دے، میرے کانوں میں نور پیدا کر دے، میرے دائیں نور کر دے، میرے بائیں نور کر دے، میرے اوپر نور کر دے، میرے نیچے نور کر دے، میرے سامنے نور کر دے اور میرے پس پشت نور کر دے۔ (راوی) کریب بیان کرتے ہیں کہ آپ نے سات کلمات اور فرمائے تھے جنہیں میں بھول گیا، پھر میری ملاقات حضرت عباس کی اولاد میں سے بعض لوگوں سے ہوئی تو انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ سات کلمات یہ تھے۔

(اے اللہ!) میرے پٹھوں، میرے گوشت، میرے خون، میرے بال اور میری کھال (کو نور کر دے)۔ ان کلمات کے

۱۶۸۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ لَيْلَةً عِنْدَ مَيْمُونَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَهِيَ خَالَتُهُ قَالَ فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِي طُولِهَا فَنَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيلٍ أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيلٍ فَاسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْآيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي وَأَخَذَ بِأُذُنِي الْيُمْنَى يَفْتِلُهَا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ.

۱۶۸۷ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْفِهْرِيِّ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ ثُمَّ عَمَدَ إِلَى شَجْبٍ مِنْ مَاءٍ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّأَ وَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ وَلَمْ يُهْرِقْ مِنَ الْمَاءِ إِلَّا قَلِيلًا ثُمَّ حَرَّكَنِي فَقُمْتُ وَسَائِرُ الْحَدِيثِ

علاوہ دو گھڑوں کا اور ذکر کیا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک رات وہ اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تھے۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ میں بستر کے عرض میں لیٹا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اہلیہ بستر کے طول میں لیٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور نصف شب یا اس سے کچھ کم یا زیادہ کے بعد بیدار ہوئے اور آپ نیند کی وجہ سے اپنی آنکھوں کو ہاتھوں سے مل رہے تھے، پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات تلاوت فرمائیں پھر آپ ایک لٹکے ہوئے مشکیزہ کے پاس گئے اور اس سے اچھی طرح وضو کیا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے بھی کھڑے ہو کر ایسا ہی کیا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا، پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرا کان مروڑا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی پھر دو رکعت پڑھیں پھر دو رکعت پڑھیں، پھر دو رکعت پڑھیں پھر دو رکعت پڑھیں پھر دو رکعت پڑھیں، پھر وتر پڑھنے کے بعد لیٹ گئے یہاں تک کہ آپ کے پاس مؤذن آیا۔ آپ نے کھڑے ہو کر مختصر طریقہ سے دو رکعت (سنت فجر) پڑھی پھر جا کر آپ نے نماز فجر پڑھائی۔

اسی سند سے ایک اور روایت منقول ہے جس میں یہ اضافہ ہے آپ نے بیدار ہو کر پانی کی ایک پرانی مشک سے پانی لیا، مسواک کی اور مکمل وضو کیا، اور کم پانی بہایا، پھر مجھے ٹھوکا دے کر اٹھایا۔

نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ.

۱۶۸۸- وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ نَا عَمْرٌو عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ نِمْتُ عِنْدَ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَتَوَضَّأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَأَخَذَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَصَلَّى فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ نَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى نَفَخَ وَكَانَ إِذَا نَامَ نَفَخَ ثُمَّ أَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قَالَ عَمْرٌو فَحَدَّثْتُ بِهِ بُكَيْرَ بْنَ الْأَشَجِّ فَقَالَ حَدَّثَنِي كُرَيْبٌ بِذَلِكَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں میں ایک رات سویا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس رات وہاں سے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کر کے نماز پڑھی، میں آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ نے مجھے پکڑ کر اپنی دائیں جانب کر دیا۔ آپ نے اس رات تیرہ رکعت نماز پڑھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے۔ حتیٰ کہ خراٹے لینے لگے۔ آپ جب بھی سوتے تھے خراٹے لیتے تھے۔ پھر آپ کے پاس مؤذن آیا آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور بغیر وضو کیے نماز پڑھی، راوی عمرو کہتے ہیں کہ میں نے بکیر بن اشج کو یہ حدیث سنائی تو انہوں نے کہا کہ کریب نے ان سے اسی طرح بیان کیا تھا۔

۱۶۸۹- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ أَنَا الضَّحَّاكُ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ لَيْلَةً عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقُلْتُ لَهَا إِذَا قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَيْقِظِينِي فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ الْأَيْسَرِ فَأَخَذَ بِيَدِي فَجَعَلَنِي مِنْ شِقِّهِ الْأَيْمَنِ فَجَعَلْتُ إِذَا أَغْفَيْتُ يَأْخُذُ شَحْمَةَ أُذُنِي قَالَ فَصَلَّى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ احْتَبَى حَتَّى إِنِّي لَأَسْمَعُ نَفَسَهُ رَاقِدًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات اپنی خالہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے پاس رہا اور ان سے میں نے کہا کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوں مجھے بھی اٹھا دیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے تو میں بھی آپ کے بائیں پہلو کھڑا ہو گیا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا۔ مجھے جب بھی اونگھ آتی تھی، آپ میرے کان کی لو پکڑتے تھے، حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ آپ نے گیارہ رکعت نماز پڑھی پھر آپ سو گئے۔ یہاں تک کہ میں نے آپ کے خراٹے سنے اور جب فجر نمودار ہو گئی تو آپ نے مختصر طریقہ سے دو رکعت (سنت فجر) پڑھی۔

۱۶۹۰- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک رات اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں

ابْنِ دِينَارٍ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ خَالَتِهِ مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنٍّ مُعَلَّقٍ وُضُوءًا خَفِيفًا قَالَ وَصَفَ وُضُوءَهُ وَجَعَلَ يُخَفِّفُهُ وَيُقَلِّلُهُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَأَخْلَفَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَصَلَّى ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ أَتَاهُ بِلَالٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَآذَنَهُ بِالصَّلَاةِ فَخَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قَالَ سُفْيَانُ وَهٰذَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً لِأَنَّهُ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ۔

۱۶۹۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ نَا مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَبَقَيْتُ كَيْفَ يُصَلِّي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَامَ فَبَالَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ إِلَى الْقِرْبَةِ فَأَطْلَقَ شِنَاقَهَا ثُمَّ صَبَّ فِي الْجَفْنَةِ أَوِ الْقَصْعَةِ فَأَكَبَّهُ بِيَدِهِ عَلَيْهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوءًا حَسَنًا بَيْنَ الْوُضُوءَيْنِ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي فَجِئْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، قَالَ فَأَخَذَنِي فَأَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَتَكَامَلَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ نَامَ حَتَّى نَفَخَ وَكُنَّا نَعْرِفُهُ إِذَا نَامَ بِنَفْخِهِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى فَجَعَلَ يَقُولُ فِي صَلَاتِهِ وَفِي سُجُودِهِ اللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي سَمْعِي نُورًا وَفِي

رہے رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور ایک پرانی لٹکی ہوئی مشک سے مختصر وضو کیا حضرت ابن عباس نے اختصار وضو کی تشریح میں بتایا کہ آپ نے وضو میں کم پانی استعمال کیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں بھی اٹھا اور اٹھ کر میں نے وہی کچھ کیا جو آپ نے کیا تھا، پھر میں (نماز کے لیے) آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا، آپ نے مجھے پیچھے کی جانب سے دائیں طرف کھڑا کر دیا۔ نماز پڑھنے کے بعد آپ لیٹ کر سو گئے، حتیٰ کہ خراٹے لینے لگے۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آکر آپ کو نماز (فجر) کی خبر دی۔ آپ نے جاکر بغیر وضو کیے فجر کی نماز پڑھا دی، سفیان کہتے ہیں کہ بغیر وضو کے نماز پڑھانا صرف آپ کا خاصہ ہے کیونکہ ہم کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رہا، میں یہ دیکھنے کے لیے جاگتا رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز پڑھتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آپ اٹھ کر پیشاب سے فارغ ہوئے پھر آپ نے ہاتھ منہ دھویا پھر سو گئے پھر اٹھ کر ایک مشک کے پاس گئے اس کا منہ کھولا اور اس کا پانی ناند (ٹب) یا کسی بڑے پیالہ میں ڈالا پھر اس برتن کو اپنے ہاتھوں سے جھکایا اور بہت اچھے طریقے سے درمیانی وضو کیا، پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ میں آکر آپ کے بائیں پہلو میں کھڑا ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑ کر اپنی دائیں طرف کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ رکعات مکمل کیں پھر آپ سو گئے اور خراٹے لینے لگے۔ ہم جانتے تھے کہ آپ سونے کے بعد خراٹے لیتے ہیں، پھر آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کر دی، آپ

بَصَرِي نُورًا وَعَنْ يَمِينِي نُورًا وَعَنْ شِمَالِي نُورًا وَأَمَامِي نُورًا وَخَلْفِي نُورًا وَفَوْقِي نُورًا وَتَحْتِي نُورًا وَاجْعَلْ لِي نُورًا أَوْ قَالَ وَاجْعَلْنِي نُورًا.

نماز اور سجدہ میں یہ دعا مانگتے تھے: اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے، میری آنکھوں میں نور کر دے، میرے کانوں میں نور کر دے، میرے دائیں نور کر دے، میرے بائیں نور کر دے، میرے آگے نور کر دے، میرے پیچھے نور کر دے، میرے اوپر نور کر دے، میرے نیچے نور کر دے، میرے لیے نور کر دے یا فرمایا: مجھے (سر تا پا) نور بنا دے۔

١٦٩٢ - وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ قَالَ أَنَا شُعْبَةُ قَالَ نَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَلَمَةُ فَلَقِيتُ كُرَيْبًا فَقَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ غُنْدَرٍ وَقَالَ وَاجْعَلْنِي نُورًا وَلَمْ يَشُكَّ.

سلمہ کہتے ہیں کہ کریب سے میری ملاقات ہوئی تو انھوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں ایک رات اپنی خالہ حضرت میمونہ کے ہاں رہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے پھر حسب سابق حدیث ہے اور اس میں راوی غندر نے بغیر کسی شک کے کہا کہ حضور نے فرمایا: "اے اللہ! مجھے نور بنا دے۔"

١٦٩٣ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَا نَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ أَبِي رِشْدِينَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ وَلَمْ يَذْكُرْ غَسْلَ الْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ ثُمَّ أَتَى الْقِرْبَةَ فَحَلَّ شِنَاقَهَا فَتَوَضَّأَ وُضُوءًا بَيْنَ الْوُضُوءَيْنِ ثُمَّ أَتَى فِرَاشَهُ فَنَامَ ثُمَّ قَامَ قَوْمَةً أُخْرَى فَأَتَى الْقِرْبَةَ فَحَلَّ شِنَاقَهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوءًا هُوَ الْوُضُوءُ وَقَالَ أَعْظِمْ لِي نُورًا وَلَمْ يَذْكُرْ وَاجْعَلْنِي نُورًا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ایک رات میں اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تھا۔ باقی روایت حسب سابق ہے۔ اس روایت میں ہاتھ منہ دھونے کا ذکر نہیں بجائے اس کے یہ ہے کہ حضور مشک کے پاس آئے، اس کا منہ کھولا، درمیانی وضو کیا پھر بستر پر آ کر سو گئے پھر آپ دوبارہ اُٹھے مشک کے پاس آئے اس کا منہ کھولا، پھر دوسری بار وضو کیا اور فرمایا: اے اللہ! مجھے عظیم نور کر دے اور یہ نہیں فرمایا کہ مجھے نور کر دے۔

١٦٩٤ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَلْمَانَ الْحَجْرِيِّ عَنْ عُقَيْلِ بْنِ خَالِدٍ أَنَّ سَلَمَةَ بْنَ كُهَيْلٍ حَدَّثَهُ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا بَاتَ لَيْلَةً عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

سلمہ بن کہیل کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک رات گزاری حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر مشک کے پاس گئے اس سے پانی بہایا، وضو کیا اور زیادہ پانی خرچ نہیں کیا نہ وضو میں کوئی کمی کی۔ اس کے بعد حسب سابق

وسلم إلى القربة فسكب منها فتوضأ ولم يكثر من الماء ولم يقصر في الوضوء وساق الحديث وفيه قال ودعا رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلتئذ تسع عشرة كلمة قال سلمة حدثنيها كريب فحفظت منها ثنتي عشرة كلمة ونسيت ما بقي قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم اجعل في قلبي نورا وفي لساني نورا وفي سمعي نورا وفي بصري نورا ومن فوقي نورا ومن تحتي نورا وعن يميني نورا وعن شمالي نورا ومن بين يدي نورا ومن خلفي نورا واجعل لي في نفسي نورا وأعظم لي نورا۔

روایت ہے، اور اس حدیث میں ہے کہ اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انیس کلمات کے ساتھ دعا کی، سلمہ کہتے ہیں کہ مجھے کریب نے وہ کلمات بتائے تھے مجھے بارہ یاد رہ گئے اور باقی بھول گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے، میری زبان میں نور کر دے، میرے کانوں میں نور کر دے، میری آنکھوں میں نور کر دے، میرے اوپر نور کر دے میرے نیچے نور کر دے میرے دائیں نور کر دے میرے بائیں نور کر دے، میرے سامنے نور کر دے، میرے پیچھے نور کر دے اور میرے اندر نور کر دے اور میرے لیے عظیم نور کر دے۔

۱۶۹۵- وحدثني أبو بكر بن إسحاق قال أنا ابن أبي مريم قال نا محمد بن جعفر قال أخبرني شريك بن أبي نمر عن كريب عن ابن عباس رضي الله عنهما أنه قال رقدت في بيت ميمونة ليلة كان النبي صلى الله عليه وسلم عندها لأنظر كيف صلاة النبي صلى الله عليه وسلم بالليل قال فتحدث النبي صلى الله عليه وسلم مع أهله ساعة ثم رقد وساق الحديث وفيه ثم قام فتوضأ واستن۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رہا، جس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے، تاکہ رات کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو دیکھ سکوں۔ حضرت ابن عباس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو کچھ دیر اپنی اہلیہ کے ساتھ بات چیت کی، پھر سو گئے۔ اس کے بعد حسب سابق روایت ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ اٹھے، آپ نے وضو کیا اور مسواک کی۔

۱۶۹۶- حدثنا واصل بن عبد الأعلى قال نا محمد بن فضيل عن حصين بن عبد الرحمن عن حبيب بن أبي ثابت عن محمد بن علي بن عبد الله بن عباس عن أبيه عن عبد الله بن عباس رضي الله عنهما أنه رقد عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فاستيقظ فتسوك وتوضأ وهو يقول إن في خلق السموات والأرض واختلاف الليل والنهار لآيات لأولي الألباب فقرأ هؤلاء الآيات حتى ختم السورة

علی ابن عبد اللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں رات کو سو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے آپ نے وضو کیا اور مسواک کی درآں حالیکہ آپ نے یہ آیت پڑھی: (ترجمہ) لاریب آسمانوں اور زمین کی بناوٹ میں اور دن اور رات کے اختلاف میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں، آپ نے یہ آیات آخر سورت تک پڑھیں، پھر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اور اس میں طویل قیام، رکوع اور سجود کیا، پھر آپ سو گئے، یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے،

ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ فَأَطَالَ فِيهِمَا الْقِيَامَ وَالرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ سِتَّ رَكَعَاتٍ كُلُّ ذٰلِكَ يَسْتَاكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيَقْرَأُ هٰؤُلَاءِ الْآيَاتِ ثُمَّ أَوْتَرَ بِثَلَاثٍ فَأَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ إِلَى الصَّلٰوةِ وَهُوَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي لِسَانِي نُورًا وَاجْعَلْ فِي سَمْعِي نُورًا وَاجْعَلْ فِي بَصَرِي نُورًا وَاجْعَلْ مِنْ خَلْفِي نُورًا وَمِنْ أَمَامِي نُورًا وَاجْعَلْ مِنْ فَوْقِي نُورًا وَمِنْ تَحْتِي نُورًا اللّٰهُمَّ أَعْطِنِي نُورًا.

پھر آپ نے تین بار اس طرح کرکے چھ رکعات پڑھیں، ہر بار مسواک کرتے، وضو کرتے، اور یہ آیات پڑھتے، پھر آپ نے تین رکعت وتر پڑھے، پھر مؤذن نے آکر آپ کو نماز (فجر) کی خبر دی، آپ نماز پڑھانے گئے۔ درآں حالیکہ آپ یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے، میری زبان میں نور کر دے، میرے کانوں میں نور کر دے، میری آنکھوں میں نور کر دے، میرے پیچھے نور کر دے، میرے سامنے نور کر دے، میرے اوپر نور کر دے، میرے نیچے نور کر دے، اے اللہ! مجھے نور عطا کر دے۔

۱۶۹۷ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ ذَاتَ لَيْلَةٍ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مُتَطَوِّعًا مِنَ اللَّيْلِ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْقِرْبَةِ فَتَوَضَّأَ فَقَامَ فَصَلَّى فَقُمْتُ لَمَّا رَأَيْتُهُ صَنَعَ ذٰلِكَ فَتَوَضَّأْتُ مِنَ الْقِرْبَةِ ثُمَّ قُمْتُ إِلَى شِقِّهِ الْأَيْسَرِ فَأَخَذَ بِيَدِي مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ يَعْدِلُنِي كَذٰلِكَ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ إِلَى الشِّقِّ الْأَيْمَنِ قُلْتُ أَفِي التَّطَوُّعِ كَانَ ذٰلِكَ قَالَ نَعَمْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نفل پڑھنے کے لیے اٹھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مشک کے پاس گئے اور وضو کیا اور نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ میں نے بھی اٹھ کر ویسے ہی کیا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا تھا، مشک سے وضو کیا، اور آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ نے میری پشت کے پیچھے سے ہاتھ پکڑ کر اپنی پشت کے پیچھے سے دائیں جانب کھڑا کر دیا۔ راوی نے پوچھا کیا یہ عمل نفل میں ہوا تھا؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہاں!

۱۶۹۸ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا نَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ سَمِعْتُ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَنِي الْعَبَّاسُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَبِتُّ مَعَهُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَقَامَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَتَنَاوَلَنِي مِنْ خَلْفِ ظَهْرِهِ فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ درآں حالیکہ آپ میری خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر تھے۔ اس رات میں آپ کے پاس رہا، آپ رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے لگے، میں آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا، آپ نے مجھے اپنے پیچھے سے پکڑ کر دائیں جانب کر دیا۔

۱۶۹۹ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حسب سابق

عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَقَيْسِ بْنِ سَعْدٍ.

روایت منقول ہے۔

١٧٠٠ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعات پڑھتے تھے۔

١٧٠١ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ لَأَرْمُقَنَّ صَلٰوةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّيْلَةَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ أَوْتَرَ فَذٰلِكَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً.

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ میں آج رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا مشاہدہ کروں گا، آپ نے دو مختصر رکعت پڑھیں پھر لمبی سے لمبی بلکہ اس سے بھی لمبی دو رکعت پڑھیں۔ پھر پہلی نماز سے کچھ کم دو رکعت پڑھیں، پھر اس سے مختصر دو رکعت پڑھیں پھر اس سے مختصر دو رکعت پڑھیں، پھر اس سے مختصر دو رکعت پڑھیں، پھر وتر پڑھے اور یہ تیرہ رکعت ہیں۔

١٧٠٢ - وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَدَائِنِيُّ أَبُو جَعْفَرٍ قَالَ نَا وَرْقَاءُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَانْتَهَيْنَا إِلَى مَشْرَعَةٍ فَقَالَ أَلَا تُشْرِعُ يَا جَابِرُ قُلْتُ بَلٰى قَالَ فَنَزَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَشْرَعْتُ قَالَ ثُمَّ ذَهَبَ لِحَاجَتِهِ وَوَضَعْتُ لَهُ وَضُوءًا قَالَ فَجَاءَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ خَالَفَ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں جا رہا تھا۔ ہم ایک گھاٹ پر پہنچے، آپ نے فرمایا: اے جابر! کیا تم پار نہیں اترتے؟ میں نے کہا کیوں نہیں! حضرت جابر کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اترے اور میں بھی اترا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے تشریف لے گئے اور میں نے آپ کے لیے وضو کا پانی رکھا، حضرت جابر کہتے ہیں کہ آپ نے آکر وضو کیا اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، دراں حالیکہ آپ نے ایک کپڑا

بَيْنَ طَرَفَيْهِ فَقُمْتُ خَلْفَهُ فَأَخَذَ بِأُذُنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ ۔

پہنا ہوا تھا اور اس کے دائیں کنارے کو بائیں جانب اور بائیں کنارے کو دائیں جانب ڈالا ہوا تھا میں آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا، آپ نے مجھے کان سے پکڑ کر اپنی دائیں جانب کر لیا۔

۱۷۰۳ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنْ هُشَيْمٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا هُشَيْمٌ قَالَ أَنَا أَبُو حُرَّةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ لِيُصَلِّيَ افْتَتَحَ صَلٰوتَهُ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز کے لیے اٹھتے تو دو مختصر رکعتوں کے ساتھ نماز شروع کرتے۔

۱۷۰۴ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَفْتَتِحْ صَلَاتَهُ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص رات کو نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو تو وہ مختصر رکعات سے نماز پڑھنا شروع کرے۔

۱۷۰۵ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيَّامُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ أَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَأَسْرَرْتُ وَأَعْلَنْتُ أَنْتَ إِلٰهِي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آدھی رات کو نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو فرماتے: اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں، تو آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور تیرے ہی لیے حمد ہے، تو ہی آسمانوں اور زمین کو قائم کرنے والا ہے تیرے لیے ہی حمد ہے تو ہی آسمانوں اور زمین اور ان میں رہنے والوں کا رب ہے، تو سچا ہے تیرا وعدہ سچا ہے، تیرا قول سچا ہے، تجھ سے ملاقات حق ہے، جنت حق ہے، جہنم حق ہے اور قیامت حق ہے۔ اے اللہ! میں تیری اطاعت کرتا ہوں، تجھ پر ایمان رکھتا ہوں، تجھ پر ہی بھروسہ کرتا ہوں، تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں، تیری وجہ سے جنگ کرتا ہوں اور تجھی کو حکم بناتا ہوں۔ ان کاموں کو بخش دے جو میں نے پہلے کیے اور بعد میں کیے اور چھپ کر کیے اور ظاہر کیے، تو ہی معبود ہے تیرے سوا کوئی لائق

۱۷۰۶ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالُوا نَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ كِلَاهُمَا عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا حَدِيثُ ابْنِ جُرَيْجٍ فَاتَّفَقَ لَفْظُهُ مَعَ حَدِيثِ مَالِكٍ وَلَمْ يَخْتَلِفَا إِلَّا فِي حَرْفَيْنِ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ مَكَانَ قَيَّامُ قَيِّمُ وَقَالَ وَمَا أَسْرَرْتُ وَأَمَّا حَدِيثُ ابْنِ عُيَيْنَةَ فَفِيهِ بَعْضُ زِيَادَةٍ وَيُخَالِفُ مَالِكًا وَابْنَ جُرَيْجٍ فِي أَحْرُفٍ.

عبادت نہیں ہے۔

طاؤس نے حضرت ابن عباس کی روایت اس طرح بیان کی ہے، ابن جریج اور مالک کی روایت بھی ان کے موافق ہے۔ صرف یہ فرق ہے کہ ابن جریج نے قیام کی جگہ قیم کہا اور وَمَا أَسْرَرْتُ کا لفظ کہا البتہ ابن عیینہ کی روایت مالک اور جریج کے خلاف ہے اور اس میں بعض الفاظ کی زیادتی اور کمی ہے۔

۱۷۰۷ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا مَهْدِيٌّ وَهُوَ ابْنُ مَيْمُونٍ قَالَ نَا عِمْرَانُ الْقَصِيرُ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ وَاللَّفْظُ قَرِيبٌ مِنْ أَلْفَاظِهِمْ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۷۰۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَأَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ قَالُوا نَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ صَلَاتَهُ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَتْ كَانَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ افْتَتَحَ صَلَاتَهُ اللَّهُمَّ رَبَّ جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ اهْدِنِي لِمَا اخْتُلِفَ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ إِنَّكَ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ.

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو کس طرح نماز شروع کرتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز اس دعا سے شروع کرتے! اے اللہ! جبرائیل میکائیل اور اسرافیل کے رب، آسمانوں اور زمین کے خالق، غیب اور شہادت کے عالم جب بندے آپس میں اختلاف کرتے ہیں تو تو ہی ان کا فیصلہ کرنے والا ہے۔ اے اللہ! حق کی جن باتوں میں اختلاف ہو گیا ہے تو ان میں مجھ کو راہِ استقامت پر رکھ، اور تو جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی ہدایت دیتا ہے۔

۱۷۰۹ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ
نَا يُوسُفُ الْمَاجِشُونُ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ عَبْدِ
الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي رَافِعٍ عَنْ
عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ
اِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
حَنِيفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ اِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي
وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ لَا شَرِيكَ
لَهُ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ
اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْتَ رَبِّي وَ
اَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِي
فَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي جَمِيعًا اِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ
اِلَّا اَنْتَ وَاهْدِنِي لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِي
لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ
عَنِّي سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ
وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ
اَنَا بِكَ وَاِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ اَسْتَغْفِرُكَ
وَاَتُوبُ اِلَيْكَ وَاِذَا رَكَعَ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ
رَكَعْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ خَشَعَ
لَكَ سَمْعِي وَبَصَرِي وَمُخِّي وَعَظْمِي وَعَصَبِي
فَاِذَا رَفَعَ قَالَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ
السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا بَيْنَهُمَا وَمِلْءَ
مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ وَاِذَا سَجَدَ قَالَ
اَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْتُّ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ
اَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ
وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ تَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ
الْخَالِقِينَ ثُمَّ يَكُونُ مِنْ اٰخِرِ مَا يَقُولُ بَيْنَ
التَّشَهُّدِ وَالتَّسْلِيمِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ
وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو فرماتے: میں اپنا منہ اس ذات کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک ٹھیک بنایا، اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں، اے اللہ! تو بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں میرے تمام گناہوں کو بخش دے، کیونکہ تیرے سوا کوئی اور گناہوں کا بخشنے والا نہیں ہے، مجھے اچھے اخلاق کی ہدایت دے اور اچھے اخلاق کی ہدایت تیرے سوا کوئی نہیں دے سکتا، برے اخلاق مجھ سے دور کر دے، اور مجھ سے برے اخلاق کو تیرے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں ہے۔ میں تیری اطاعت کے لیے حاضر اور فرمانبردار ہوں، ہر خیر تیرے دست قدرت میں ہے اور کوئی برائی تیری طرف منسوب نہیں ہے، میں تجھ سے استعانت کرتا ہوں اور تیری پناہ میں آتا ہوں تو برکت والا اور بلند ہے میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور رکوع میں آپ فرماتے: اے اللہ! میں تیری رضا مندی کے لیے جھکا، تجھ پر ایمان لایا اور تیری فرمانبرداری کی۔ میرے کان میری آنکھیں، میرا مغز، میری ہڈیاں اور میرے پٹھے سب تجھ سے ڈرتے ہیں۔ جب رکوع سے کھڑے ہوتے تو فرماتے: اے اللہ ہمارے رب! تیرے لیے ایسی حمد ہے جس سے تمام آسمان اور زمین اور جو ان کے اندر ہے سب بھر جائے بلکہ جس قدر تو چاہے ان میں تیری حمد بھر جائے اور سجدہ میں فرماتے: اے اللہ! میں نے تیری رضا مندی کے لیے سجدہ کیا، تجھ پر ایمان لایا اور تیری فرمانبرداری کی، میرا چہرہ اس

أَسْرَفْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ.

ذلت کو سجدہ کر رہا ہے جس نے اس کو پیدا کیا اور اس کی صورت بنائی اور اس کے کانوں اور آنکھوں کو تراش کر بنایا، اللہ برکت والا ہے اور سب سے اچھا بنانے والا ہے، پھر آخر میں تشہد اور سلام کے درمیان فرماتے: اے اللہ! میرے ان کاموں کو بخش دے جو میں نے پہلے کیے اور بعد کیے جو میں نے چھپ کر کیے اور ظاہر کیے، اور جو میں نے زیادتی کی، اور ان کاموں کو بخش دے جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے، تو ہی آگے اور پیچھے کرنے والا ہے اور تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

۱۷۱۰- وَحَدَّثَنَاهُ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا أَبُو النَّضْرِ قَالَا نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَمِّهِ الْمَاجِشُونِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ كَبَّرَ ثُمَّ قَالَ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ وَقَالَ أَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ وَقَالَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَقَالَ صَوَّرَهُ فَأَحْسَنَ صُوَرَهُ وَقَالَ إِذَا سَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ إِلٰى آخِرِ الْحَدِيثِ وَلَمْ يَقُلْ بَيْنَ التَّشَهُّدِ وَالتَّسْلِيمِ.

اسی سند کے ساتھ ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اللہ اکبر کہتے پھر فرماتے "وجهت وجهي" اور "انا اول المسلمين" اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو فرماتے "سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد" فرماتے: اللہ نے صورت بنائی اور اچھی صورت بنائی اور جب سلام پھیرتے تو فرماتے: اے اللہ! میرے ان کاموں کو بخش دے جو میں نے پہلے کیے اس کے بعد حسب سابق روایت ہے اور تشہد اور سلام کے درمیان کلمات کا ذکر نہیں کیا ہے۔

حدیث ابن عباس سے مستفاد اہم[۱۹] احکام شرعیہ

امام مسلم نے اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات گزارنے کا قصہ پندرہ اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس واقعہ سے متعدد احکام شرعیہ مستفاد ہوتے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ کر نیند فرمائیں تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ آپ نے مؤذن کے جگانے پر بغیر وضو کیے سنت فجر پڑھیں اور صحابہ کو جماعت کرائی، باقی انبیاء علیہم السلام کی نیند کا بھی یہی حکم ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے دل نیند کی حالت میں بیدار رہتے ہیں تاکہ حالت نیند میں حاصل ہونے والی وحی کو محفوظ رکھ سکیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں ذبح اسماعیل کا صورۃً حکم ہوا اسی لیے کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ ان احادیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ نے نیند سے اٹھ کر وضو کیا اس لیے نیند سے وضو کا نہ ٹوٹنا ثابت نہیں ہوگا ایک جواب یہ ہے کہ وضو کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے حدث (وضو نہ ہونا) کی بناء پر وضو کیا ہو، بعض اوقات

فضیلت کے حصول کے لیے وضو کے باوجود وضو کیا جاتا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے سونے سے پہلے ہی آپ بے وضو ہوں اس لیے نیند سے اٹھ کر وضو کیا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ سو کر اٹھنے کے بعد آپ نے وضو اس وقت کیا ہے جب اٹھ کر پہلے پیشاب کیا تھا۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ علامہ عینی نے فرمایا نیند کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں بعض احوال میں نیند سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور بعض میں نہیں ٹوٹتا[1] لیکن ہمارے نزدیک یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ نے مطلقاً بغیر کسی قید کے فرمایا ہے میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔ (۲) نابالغ بچہ کا اپنے محرم کے گھر رات گزارنا جیسے حضرت ابن عباس نے اپنی خالہ حضرت میمونہ کے ہاں رات گزاری۔ (۳) صحابہ کا علم دین کے حصول کا شوق۔ (۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات کو دین قرار دینا کیونکہ حضرت ابن عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کے معمولات کے مشاہدہ کے لیے وہاں رات گزاری تھی (۵) علم دین کی لگن میں رات جاگ کر گزارنا جیسے حضرت ابن عباس نے رات جاگ کر گزاری۔ (۶) نابالغ محرم کا زوجین کے ساتھ ایک بستر پر سو جانا یا لیٹ جانا جیسے بستر کے عرض میں حضرت ابن عباس لیٹ گئے تھے (۷) عشاء کی نماز کے بعد شوہر کا اپنی اہلیہ سے موانست کی خاطر یا امور دین میں گفتگو کرنے کا جواز کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کے بعد کچھ دیر حضرت میمونہ سے باتیں کیں البتہ فضول اور بے کار قصہ کہانیوں میں رات گزارنا مکروہ ہے جس سے صبح کی نماز قضاء ہو جانے کا خطرہ ہو (۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور حسن اخلاق کا اظہار کیونکہ آپ نے بغیر بلائے حضرت ابن عباس کو اپنے ساتھ لٹایا (۹) صلہ رحمی کا ثبوت کیونکہ صلہ رحمی کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ رشتہ داروں سے ملنے جلنے کو قائم رکھا جائے (۱۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی فضیلت کہ انہوں نے محبت رسول میں رات جاگ کر گزاری۔ (۱۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی اقتداء کرنا (۱۲) نوافل کی جماعت کا صحیح ہونا، ہر چند یہاں صرف ایک شخص کی اقتداء کا ذکر ہے اور بخاری شریف میں حضرت انس کے گھر ایک دعوت کے موقع پر حضرت انس، یتیم اور ان کی دادی کی اقتداء کا ذکر ہے۔ اس سے فقہاء حنفیہ نے نوافل کی جماعت میں زیادہ سے زیادہ تین آدمیوں کے شمول کو بلا کراہت جائز قرار دیا ہے اور چار آدمیوں کا نفل کی جماعت میں شامل ہونا بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے۔ (۱۲) امام کا ایک مقتدی کے ساتھ نماز پڑھانا۔ (۱۳) صحت امامت اور جماعت کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ امام کسی کو نماز پڑھانے کی نیت کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز پڑھ رہے تھے اور بعد میں بغیر کسی پیشگی منصوبہ کے حضرت ابن عباس آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ (۱۴) نابالغ شخص کی نماز اور اس کا مقتدی ہونا صحیح ہے۔
(۱۵) اگر مقتدی صرف ایک ہو تو وہ امام کی دائیں طرف کھڑا ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کو بائیں جانب سے ہٹا کر دائیں جانب کھڑا کیا۔ (۱۶) مقتدی کسی حال میں امام پر مقدم نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کو اپنے پیچھے سے پکڑ کر دائیں جانب کھڑا کیا ورنہ آگے سے کھینچ کر دائیں جانب لانا زیادہ آسان تھا۔ (۱۷) نماز میں عمل قلیل کا جائز ہونا۔ (۱۸) عالم کا فرض کہ اگر حالت نماز میں بھی کسی غلط کام کی اصلاح کر سکتا ہو تو کر دے جیسا کہ آپ نے حضرت ابن عباس کی اصلاح کی (۱۹) نماز میں بیدار رکھنے کے لیے کسی بچہ کا کان مروڑنا جائز ہے کیونکہ جب حضرت ابن عباس کو اونگھ آتی تو آپ ان کا کان مروڑ دیتے۔ (۲۰) بچوں کو ادب سکھانے اور گوشمالی کا ثبوت (۲۱) مؤذن کا امام کو نماز کے وقت پر مطلع کرنا جیسے حضرت بلال نماز فجر کے وقت آ کر آپ کو جگاتے تھے۔ (۲۲) امام کا مؤذن کی اطلاع پر اٹھ جانا (۲۴) نفل اور فرض کو ایک وضو کے ساتھ پڑھنا۔ (۲۵) تہجد پڑھنے کے بعد کروٹ کے بل لیٹنا (۲۶) تہجد

[1] ۔ علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۵۷ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، الطبعۃ الاولی ۱۳۴۸ھ۔

کی نماز پہلے آپ پر واجب تھی اور صحیح یہ ہے کہ بعد میں اس کا وجوب منسوخ ہو گیا[1] (۲۷) عالم کے ساتھ رات گزارنا تاکہ عالم اور استاذ کے احوال پر مطلع ہو کے اپنے علم میں اضافہ کرے (۲۸) استاذ، عالم دین یا شیخ کے ساتھ رات اس لیے گزارنا کہ شاید اس کی کسی خدمت کا موقع نصیب ہو۔ (۲۹) علو فی الاسناد کا حاصل کرنا یا براہ راست اور بلا واسطہ حصول علم کا شوق ورنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت میمونہ سے پوچھ کر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات معلوم کر سکتے تھے (۳۰) نفل میں بھی فرض کی طرح گفتگو کرنا حرام ہے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن عباس کو زبانی بھی دائیں جانب کھڑے ہونے کا مسئلہ بتا سکتے تھے۔ (۳۱) طریق ادب یہ ہے کہ مقتدی امام کے تلمیذ استاذ کے اور چھوٹا بڑے کے دائیں جانب بیٹھے (۳۲) جب کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیدار ہونے کے بعد آل عمران کی آخری آیات تلاوت کیں اور اس کے بعد وضو کیا۔ بخاری میں اسی طرح ہے۔ (۳۳) بے وضو شخص قرآن کریم پڑھ سکتا ہے، البتہ جنبی شخص اور حائضہ عورت نہیں پڑھ سکتی۔ (۳۴) تہجد پڑھنے والا شخص وتر تہجد کے بعد پڑھے کیونکہ آپ نے ایسا ہی کیا تھا۔ (۳۵) نفلی نماز میں رکوع اور سجدہ کے اندر دعا مانگنے کا جواز کیونکہ آپ نے رکوع اور سجدہ میں دعا کی (۳۶) دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنا۔ (۳۷) دعا میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار کرنا۔ (۳۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اعضاء میں نورانیت کے حصول کی دعا کی حالانکہ آپ کے اعضاء میں نورانیت پہلے بھی موجود تھی اس سے معلوم ہوا کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ کی جو نعمت حاصل ہو پھر بھی اس نعمت کے لیے دعا کرے تاکہ اس نعمت میں دوام اور ترقی حاصل ہو (۳۹) تہجد کی نماز دو، دو رکعت کر کے پڑھنا جس طرح ان احادیث میں تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے۔ (۴۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز مختلف تعداد مثلاً چار سے لے کر بارہ رکعات تک پڑھی ہیں تاکہ امت کو عمل کرنے اور آپ کی اقتداء کرنے میں آسانی ہو۔ جو شخص جتنی رکعات سہولت کے ساتھ پڑھ سکے پڑھ لے اس کو آپ کی اقتداء حاصل ہو جائے گی (۴۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکعات تہجد مختلف اوقات میں مختلف تعداد میں پڑھی ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تہجد آپ پر فرض نہ تھی کیونکہ اگر تہجد فرض ہوتی تو اس کی رکعات معین ہوتیں جس طرح باقی فرائض کی رکعات معین ہیں۔ (۴۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو اپنی اہلیہ سے گفتگو بھی کی رات کو آرام بھی کیا نیند بھی کی اور نوافل بھی پڑھے اور یہی دین فطرت ہے کہ مخلوق اور خالق دونوں کے حقوق ادا کیے جائیں اور اپنے نفس کا حق بھی ادا کیا جائے۔ (۴۳) نیند سے بیدار ہو کر اواخر آل عمران کی تلاوت کرنا سنت ہے۔ (۴۴) صبح کی دو رکعت سنت کو اختصار کے ساتھ پڑھنا کیونکہ آپ ایسا ہی کرتے تھے (۴۵) تہجد کی نماز میں پہلی دو رکعت کو اختصار کے ساتھ پڑھنا، دوسرے دوگانہ کو بہت لمبا قیام اور اس کے مناسب رکوع و سجود کے ساتھ پڑھنا پھر بتدریج طول کو کم کرنا یہ بات زید بن خالد جہنی کی روایت میں ہے۔ (۴۶) تہجد کی نماز کے لیے جو وضو کرے اس میں بھی دائماً مسواک کرے کیونکہ آپ ایسا کرتے تھے۔ (۴۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس اور ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہما کے موجود ہونے کے باوجود وضو اور استنجاء کے لیے پانی خود فراہم کیا اس سے معلوم ہوا کہ اپنی نجی ضروریات کے کام خود کرنے چاہئیں۔ (۴۸) بلا ضرورت عبادت میں غیر سے مدد نہیں لینی چاہیے۔ (۴۹) اپنی اہلیہ یا خادم کو بلا ضرورت نہیں جگانا چاہیے۔ (۵۰) وضو کرنے میں ضرورت سے زیادہ پانی خرچ کرنا اسراف اور ممنوع ہے۔ کیونکہ ان احادیث میں بار بار ذکر ہے۔

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۵۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۴۸ھ۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرتے وقت زیادہ پانی نہیں گرایا۔ (۵۱) حتی الامکان لوگوں کو بدگمانی کے اسباب سے بچانا چاہیے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیدار ہونے کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس خیال سے انگڑائی لی تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ سمجھیں کہ وہ تجسس کی خاطر جاگتے رہے تھے کیونکہ دوسروں کی ٹوہ میں رہنا ممنوع ہے۔ ہر چند کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نیت بخیر تھی اور وہ صرف حصول علم کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات شب معلوم کرنا چاہتے تھے۔ (۵۲) نیند سے اٹھ کر آنکھیں ملنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کیونکہ آپ نے اس رات ایسا کیا تھا۔ (۵۳) بعض لوگ کسی سونے والے شخص کے خراٹوں کو برا سمجھتے ہیں ایسا سمجھنا غلط ہے کیونکہ آپ بھی نیند میں خراٹے لیتے تھے۔ (۵۴) نماز میں اونگھنا ممنوع ہے۔ کیونکہ جب حضرت ابن عباس اونگھتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن عباس کا کان مروڑ دیتے۔ (۵۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت نماز میں بھی مقتدیوں کے احوال سے باخبر رہتے تھے اور جو چیز لائق اصلاح ہوتی حالت نماز میں بھی اس کی اصلاح کر دیتے تھے۔ (۵۶) اگر سوتے میں پسینہ آئے تو بیدار ہونے کے بعد ہاتھ منہ دھو کر سونا چاہیے کیونکہ آپ نے ایسا ہی کیا ہے۔ (۵۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے وقت برتن جھکا کر اس سے پانی لیا اس سے معلوم ہوا کہ نیند سے اٹھ کر ہاتھ دھونے بغیر برتن میں ہاتھ نہیں ڈالنا چاہیے۔ (۵۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے کہا تھا کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوں مجھے اٹھا دیں اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس کو ان احوال کے مشاہدہ کا شدید اشتیاق تھا کیونکہ بعض دفعہ خود جاگنے کے ارادہ کے باوجود آدمی سے اٹھا نہیں جاتا اس لیے کہا۔ (۵۹) بغیر سبب کے اپنے نفس پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے (۶۰) نیکی کے کام میں دوسروں سے مدد لینا چاہیے۔ (۶۱) نماز تہجد کی خاطر اٹھنے کے لیے گھڑی کا الارم لگانے کا جواز بھی اس سے ثابت ہوتا ہے (۶۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانۂ اقدس میں سادگی کا پتا چلتا ہے کیونکہ آپ نے ایک پرانے اور سالخوردہ مشکیزہ سے پانی لے کر وضو فرمایا۔ چاہتے تو گھر میں کیا کچھ نہیں رکھ سکتے تھے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا فقر اختیاری تھا۔ (۶۳) تہجد کی نماز شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے، جن ضروریات دین پر ایمان لانا ضروری ہے مثلاً قیامت اور حشر و نشر وغیرہ ان کا اظہار کرے اپنی عبودیت اور احتیاج کا اعتراف کرے۔ اپنے گناہوں پر نادم ہو کر ان کی معافی چاہے اور اللہ کی اطاعت کا اقرار کرے تاکہ ایمان اور اسلام کی تجدید اور توبہ کے ذریعہ اپنے گناہوں کو دھونے کے بعد پاک صاف ہو کر اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہو کیونکہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور رات کو جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ کلمات فرماتے: اللهم لك الحمد انت نور السموات والارض الحديث حدیث نمبر ۱۷۰۵ میں ان کلمات کا ذکر ہے۔ (۶۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گناہوں کا اعتراف کرنا اور معافی چاہنا اس لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے کے لیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے واستغفر ہ فرما کر آپ کو توبہ کا حکم دیا ہے یا تواضع اور انکسار کی وجہ سے یا تعلیم امت کے لیے۔ اس بحث کی پوری تفصیل ہم ان شاء اللہ باب الدعوات میں ذکر کریں گے۔ علامہ بدر الدین عینی نے اس حدیث سے چھبیس احکام شرعیہ مستنبط کیے ہیں جن میں سے اکیس فوائد ہم نے ذکر کر دیے ہیں اور تینتالیس فوائد وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم خاص سے مجھ پر منکشف کیے ہیں و للہ الحمد علی ذلک علامہ عینی کے ذکر کردہ جن پانچ فوائد کو ہم نے ذکر نہیں کیا ان میں سے ایک ہماری نظر میں صحیح نہیں اور چار بالکل ظاہر تھے۔ ان کی

تفصیل یہ ہے۔ (۱) کسی شخص کی زوجہ کے ساتھ اس کے گھر میں قیام کرنا۔ (۲) نابالغ کا بالغ کی اقتداء میں نماز پڑھنا (۳) کم از کم وضو بھی کافی ہونا جبکہ اعضاء کو پوری طرح دھو لیا جائے اور یہ ایک ایک بار ہے (۴) امام کا مؤذن سے خبر سن کر اس کے ساتھ نماز کے لیے جانا۔ (۵) معمولی نیند سے وضو کا نہ ٹوٹنا۔ اس فائدہ سے علامہ عینی بھی مطمئن نہیں ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند میں خراٹے لے رہے تھے اور جس نیند میں خراٹے ہوں وہ گہری نیند ہوتی ہے معمولی اور خفیف نہیں ہوتی، بہرحال اگر ان پانچ فوائد کو بھی ملا لیا جائے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے انہتر (۶۹) احکام شرعیہ مستنبط ہوئے اور یہ ہماری نظر میں ہیں ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک عمل میں جس قدر حکمتیں فوائد، اور احکام شرعیہ ہوتے ہیں الحکم کا حقہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی جانتا ہے۔

دعائے نور

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ان متعدد روایات میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ! میرے قلب میں نور پیدا کر دے، الحدیث۔ اس کی شرح میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

قال القرطبی هذه الانوار التی دعا بها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمکن حملها علی ظاهرها فیکون سال اللہ تعالیٰ ان یجعل له فی کل عضو من اعضائه نورا یستضیئ به یوم القیمة فی تلک الظلم هو ومن تبعه او من شاء اللہ منهم قال والاولی ان یقال هی مستعارة للعلم والهدایة الی قوله والتحقیق فی معناه ان النور مظهر ما نسب الیه وهو یختلف بحسبه فنور السمع مظهر للمسموعات ونور البصر کاشف للمبصرات ونور القلب کاشف عن المعلومات ونور الجوارح ما یبدو علیها من اعمال الطاعات قال الطیبی معنی طلب النور للاعضاء عضوا عضوا ان یتحلی بانوار المعرفة والطاعات ویتعری عما عداهما فان الشیاطین تحیط بالجهات الست بالوساوس فکان التخلص منها بالانوار السادة لتلک الجهات قال وکل هذه الامور راجعة الی الهدایة والبیان وضیاء الحق۔

علامہ قرطبی نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن انوار کی دعا کی ہے ان انوار سے ظاہری معنی بھی مراد لیا جا سکتا ہے گویا آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اعضاء میں ایسا نور پیدا کر دے جس سے روز قیامت کے اندھیروں میں روشنی ہو، جو آپ کو، آپ کے متبعین کو اور جنہیں اللہ تعالیٰ چاہے حاصل ہو گی۔ علامہ قرطبی نے کہا اولیٰ یہ ہے کہ نور سے مجازاً علم اور ہدایت کا ارادہ کیا جائے۔ علامہ عسقلانی فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ نور کی جس عضو کی طرف نسبت ہے اس عضو کا اس کے مناسبات کے لیے مظہر ہونا مراد ہے۔ سمع کا نور یہ ہے کہ وہ مسموعات کا مظہر ہو جائے اور بصر کا نور یہ ہے کہ وہ مبصرات کے لیے کاشف ہو جائے اور قلب کا نور یہ ہے کہ وہ معلومات کے لیے کاشف ہو جائے اور اعضاء کا نور یہ ہے کہ ان سے عبادات صادر ہوں۔ علامہ طیبی نے کہا کہ اعضاء کے لیے نور کی دعا کا معنی یہ ہے کہ آپ کے اعضاء معرفت الٰہی اور عبادات کے انوار سے روشن ہو جائیں اور ان میں معرفت اور عبادات کے علاوہ کچھ نہ ہو کیونکہ شیطان چھ جہات سے وسوسہ کے لیے حملہ آور ہوتا ہے تو اس سے بچنا اس طرح ہو گا کہ ان چھ جہات (دائیں بائیں اوپر نیچے آگے پیچھے) میں انوار ہوں جو اس کو روک سکیں۔ علامہ طیبی نے کہا کہ ان انوار سے مراد ہدایت، بیان اور حق کی

روشنی ہے [1]

علامہ عینی نے علامہ قرطبی اور علامہ طیبی کی عبارات کا خلاصہ بیان کیا ہے [2]۔

ملا علی قاری نے علامہ قرطبی کے ذکر کردہ دونوں معنی یعنی نور حسی (روشنی) اور نور معنوی (علم اور ہدایت) کو ذکر کیا ہے اور علامہ قرطبی کی وہ عبارت نقل کی ہے جس میں انہوں نے نور معنوی یعنی علم اور ہدایت کے معنی کو ترجیح دی ہے اس کے بعد فرمایا:

قلت ویمکن الجمع فتامل فانہ لا منع۔ [3]

میں کہتا ہوں کہ یہ دونوں معنی مراد لیے جا سکتے ہیں کیونکہ اس ارادہ سے کوئی مانع نہیں ہے لہٰذا غور کرنا چاہیے۔

علامہ وشتانی فرماتے ہیں:

قلت ودعاؤہ صلی اللہ علیہ وسلم بھذہ الدعوات وما فی الاحادیث بعدھا ان کان تعلیما للامۃ فواضح والا فھو بحسب ارتقاء المقامات لان الجمیع قد جعل لہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ [4]

میں کہتا ہوں کہ ان احادیث میں (حصول نور کی) جن دعاؤں کا ذکر ہے اور بعد کی احادیث میں جن دعاؤں (جن میں طلب مغفرت، اعمال صالحہ کا حصول اور فسق و فجور سے احتراز کی دعائیں ہیں) کا ذکر ہے اگر اس سے مراد تعلیم امت ہے تو بات واضح ہے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب دعائیں ان چیزوں میں ترقی کے لیے کی ہیں کیونکہ آپ کو یہ تمام امور حاصل تھے۔

علامہ وشتانی کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ اس باب کے آخر میں حضرت علی کی روایات میں جو کلمات استغفار ہیں وہ سب تعلیم امت کے لیے ہیں اس کی مزید تحقیق ان شاء اللہ ہم باب الدعوات میں ذکر کریں گے۔

لفظ رب کی تحقیق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعائیہ کلمات ذکر کیے ہیں ان میں ایک کلمہ ہے انت رب السموٰت والارض علامہ نووی فرماتے ہیں کہ لغت میں رب کے تین معانی ہیں (۱) السید المطاع (۲) مصلح (۳) مالک۔ جب رب کا لفظ سید مطاع کے معنی میں مستعمل ہو تو یہ شرط ہے کہ جن کی تربیت کی وجہ سے وہ رب ہے وہ ذوالعقول ہوں اس لیے رب الشجر والجبال کہنا صحیح نہیں ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ یہ شرط فاسد ہے کیونکہ ذوالعقول اور غیر ذوی العقول سب اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے کہ زمین و آسمان نے اللہ تعالیٰ سے کہا اتینا طائعین (حم سجدۃ: ۱۱) جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں (جب وہ دھواں ہو رہے تھے) اور زمین کو بلایا تو انہوں نے کہا ہم خوشی سے آتے ہیں۔ علامہ نووی نے یہ بھی لکھا ہے کہ رب کے معنی میں چار

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۱۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، الطبعہ مئاثرہ ۱۴۰۱ھ۔

[2] حافظ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۸۶ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، الطبعۃ الاولی ۱۳۴۸ھ

[3] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقاۃ ج ۳ ص ۱۳۵ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، الطبعۃ الاولی ۱۳۹۰ھ

[4] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

اقوال ہیں، مالک، سید، مدبّر اور مربّی اور یہ فرمایا ہے کہ جب لفظ رب پر الف لام ہو (الرب) تو یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے ورنہ نہیں۔ کیونکہ یہ کہا جاتا ہے رب المال اور رب الدار اور نور السموٰت والارض کا معنی منور السموٰت والارض ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ کی طرف شر کی نسبت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت (حدیث نمبر ۱۷۰۹) میں یہ الفاظ ہیں: والخیر کلہ فی یدیک والشر لیس الیک۔ "ہر خیر تیرے قبضہ و قدرت میں ہے اور کوئی شر تیری طرف منسوب نہیں ہے"۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ اہل سنت کا مسلک ہے کہ ہر چیز کا اللہ تعالیٰ خالق ہے خواہ وہ چیز خیر ہو یا شر، اس لیے اس لفظ کی تاویل اور توجیہہ کرنا ضروری ہے اور اس میں پانچ اقوال ہیں (۱) خلیل بن احمد نے کہا اس کا معنی ہے "لا یتقرب به الیك" "شر کے ساتھ تیرا تقرب حاصل نہیں ہو سکتا (۲) مزنی نے کہا "لا یضاف الیك علی انفراد" "صرف شر تیری طرف منسوب نہیں ہے اس لیے یہ نہیں کہا جائیگا اے بندروں اور خنزیروں کے خالق یا اے شر کے رب اگرچہ خیر ہو یا شر اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے۔ (۳) الشر لا یصعد الیك ...... "شر تیری بارگاہ میں نہیں پہنچتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حضور تو کلمات طیبات اور اعمال صالحہ پہنچتے ہیں الیه یصعد الکلم الطیب (۴) "الشر لیس شرا بالنسبة الیك" "یعنی شر تیری طرف نسبت کے اعتبار سے شر نہیں ہے کیونکہ تو نے اس کو حکمت بالغہ کے اعتبار سے پیدا کیا ہے بلکہ اس چیز کا شر ہونا مخلوق کی طرف نسبت کے اعتبار سے ہے۔[2]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما اصابك من حسنة فمن الله وما اصابك من سيئة فمن نفسك۔ (النساء: ۷۹)

تم کو جو اچھائی پہنچتی ہے وہ اللہ کی جانب سے ہے۔ اور جو برائی پہنچتی ہے وہ تمہاری طرف سے ہے۔

بنا بریں تحقیق یہ ہے کہ اگرچہ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے خواہ وہ چیز خیر ہو یا شر لیکن ادب کا تقاضا یہ ہے کہ خیر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے اور شر کی نسبت مخلوق کی طرف!

علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ شیخ ابو الحسن شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے قول "ما اصابك من حسنة فمن الله" کی تفسیر ہے ایجادا و اسنادا اور وما اصابك من سيئة فمن نفسك۔ کی تفسیر ہے "ایجادا لا اسنادا" "تم کو جو بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے" یعنی اس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور اسی کی طرف اس کی نسبت ہے۔ "تم کو جو برائی پہنچتی ہے وہ تمہاری طرف سے ہے" یعنی ہر چند کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے لیکن اس کی طرف نسبت نہیں ہوگی) اور اے بھائی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول میں غور کرو وہ فرماتے ہیں: "واذا مرضت فهو يشفين" "جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ شفا دیتا ہے) انھوں نے یہ نہیں فرمایا" جب تو مجھے بیمار کرتا ہے" کیونکہ بیماری نفس کی ناپسندیدہ چیز ہے اور شفا پسندیدہ چیز ہے اس لیے انھوں نے ناپسندیدہ چیز کی اپنی طرف نسبت

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۶۳ - ۲۶۲ ملخصاً مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعة الثانیہ ۱۳۷۵ھ

[2] " " " " ج ۱ ص ۲۶۳

کی اور پسندیدہ چیز کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی۔ اسی طرح حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا: "رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین" "اے میرے رب مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے" حضرت ایوب نے یوں نہیں فرمایا: "اے میرے رب تو نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے" بلکہ اپنے خطاب میں ادب کا لحاظ رکھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف ناپسندیدہ چیز کی نسبت نہیں کی۔ اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا "اردت ان اعیبها" "(میں نے کشتی میں عیب ڈالنے کا ارادہ کیا) کیونکہ عیب ناپسندیدہ چیز ہے اس لیے اس کے ارادہ کی نسبت اپنی طرف کی اور پسندیدہ چیز کے ارادہ کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرکے فرمایا: "فاراد ربك ان يبلغا اشدهما ويستخرجا كنزهما" "(تمہارے رب نے ارادہ کیا کہ وہ یتیم بچے بڑے ہو جائیں اور اپنا خزانہ نکال لیں)"[1] یعنی دیوار توڑنے کی نسبت اپنی طرف کی اور دیوار جوڑنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی کیونکہ توڑنا ناپسندیدہ کام ہے اور جوڑنا پسندیدہ، اگرچہ دونوں فعل حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ تھے۔

بَابُ ۲۵۲ اِسْتِحْبَابِ تَطْوِيْلِ الْقِرَاءَةِ فِيْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ

تہجد میں طویل قرأت کا استحباب

١٧١ - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ نَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنْ جَرِيْرٍ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا أَبِيْ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ الْأَحْنَفِ عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ فَقُلْتُ يَرْكَعُ عِنْدَ الْمِائَةِ ثُمَّ مَضٰى فَقُلْتُ يُصَلِّيْ بِهَا فِيْ رَكْعَةٍ فَمَضٰى فَقُلْتُ يَرْكَعُ بِهَا ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَاءَ فَقَرَأَهَا ثُمَّ افْتَتَحَ اٰلَ عِمْرَانَ فَقَرَأَهَا يَقْرَأُ مُتَرَسِّلًا إِذَا مَرَّ بِاٰيَةٍ فِيْهَا تَسْبِيْحٌ سَبَّحَ وَإِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَأَلَ وَإِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ ثُمَّ رَكَعَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ فَكَانَ رُكُوْعُهُ نَحْوًا مِّنْ قِيَامِهِ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ قَامَ طَوِيْلًا قَرِيْبًا مِّمَّا رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی آپ نے سورۂ بقرہ شروع کر دی، میں نے سوچا کہ شاید آپ سو آیات پڑھنے کے بعد رکوع کریں گے، مگر حضور بدستور پڑھتے رہے۔ میں نے سوچا کہ شاید سورت مکمل کرنے کے بعد آپ رکوع کریں گے لیکن آپ مسلسل پڑھتے رہے اور آپ نے سورہ نساء شروع کر دی اور اس کے بعد سورہ آل عمران شروع کر دی اور ترتیل کے ساتھ قرأت کرتے رہے، جب کوئی ایسی آیت پڑھتے جس میں تسبیح کا ذکر ہوتا تو آپ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے (مثلاً سبحان اللہ کہتے) اور جب کوئی ایسی آیت پڑھتے جس میں سوال کا ذکر ہوتا تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے اور جب کسی ایسی آیت کو پڑھتے جس میں تعوذ (پناہ مانگنے) کا ذکر ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے، پھر آپ نے رکوع کیا اور رکوع میں سبحان ربی العظیم پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ کا رکوع قیام کے قریب ہو گیا پھر آپ نے سمع اللہ لمن حمدہ کہا اور کھڑے ہو گئے اور تقریباً رکوع کے برابر قومہ

[1] علامہ عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، الیواقیت والجواہر ج ۱ ص ۱۴۷ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۷۸ھ۔

فَقَالَ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى فَكَانَ سُجُوْدُهٗ قَرِيْبًا مِّنْ قِيَامِهٖ قَالَ وَفِيْ حَدِيْثِ جَرِيْرٍ مِّنَ الزِّيَادَةِ فَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔

۱۶۱۲۔ وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ كِلَاهُمَا عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ عُثْمَانُ نَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَطَالَ حَتّٰى هَمَمْتُ بِاَمْرِ سُوْءٍ قَالَ قِيْلَ وَمَا هَمَمْتَ بِهٖ قَالَ هَمَمْتُ اَنْ اَجْلِسَ وَاَدَعَهٗ۔

۱۶۱۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ الْخَلِيْلِ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

کیا پھر آپ سجدہ میں گئے اور سبحان ربی الاعلٰی پڑھتے رہے اور قومہ کے قریب سجدہ کیا، جریر کی روایت میں ہے کہ آپ نے سمع اللّٰہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد فرمایا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت طویل قیام کیا یہاں تک کہ میں نے ایک بری بات کا ارادہ کر لیا راوی نے حضرت ابن مسعود سے پوچھا آپ نے کس چیز کا ارادہ کیا تھا؟ حضرت ابن مسعود نے کہا میں نے ارادہ کیا تھا کہ حضور کو قیام میں چھوڑ کر خود بیٹھ جاؤں!

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

سورتوں کی ترتیب

اس باب کی حدیث نمبر ۱۶۱۱ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ بقرہ کے بعد سورۂ نساء پڑھی اور سورۂ نساء کے بعد سورۂ آل عمران پڑھی، جبکہ ترتیب کے مطابق پہلے سورۂ آل عمران ہے اور پھر سورۂ نساء ہے۔ اس وجہ سے یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ نماز میں سورتوں کی ترتیب سے پڑھنا چاہیے یا خلاف ترتیب بھی پڑھ سکتے ہیں۔ احناف کے نزدیک فرائض میں ترتیب کے مطابق پڑھنا واجب ہے اور خلاف ترتیب پڑھنا مکروہ ہے چونکہ یہ فعل مکروہ ہے اس سے سجدہ سہو لازم نہیں آتا اور نوافل میں بناءً علی السعہ خلاف ترتیب پڑھنا بھی جائز ہے ۱؎۔ اس حدیث میں جو خلاف ترتیب پڑھنے کا ذکر ہے اس کی توجیہ میں کہا جاتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ رات کے نوافل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لیے خلاف ترتیب پڑھا ہو البتہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک خلاف ترتیب پڑھنا مطلقاً جائز ہے۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض (مالکی) نے کہا اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مصحف میں سورتوں کی ترتیب اجتہادی ہے اور یہ اس دور کے مسلمانوں کے اجتہاد سے قائم ہے جس دور میں قرآن مجید کو ایک مصحف میں لکھا گیا تھا، امام مالک، قاضی ابوبکر باقلانی اور جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔ ہمارے نزدیک سورتوں کی باہمی ترتیب مطلقاً واجب نہیں ہے نہ لکھنے میں نہ نماز میں نہ درس میں نہ تلقین اور تعلیم میں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وجوب ترتیب کے بارہ میں کوئی صریح فرمان منقول نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مصحف عثمان کے مرتب ہونے سے پہلے صحابہ کرام کے درمیان سورتوں کی

۱؎ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۵۱۰، مطبوعہ مطبعۂ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

ترتیب میں اختلاف تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے وصال کے بعد امت مسلمہ نے نماز اور درس وتلقین میں ترتیب ترک کرنے کی اجازت دی ہے اور جو اہل علم سورتوں کی ترتیب میں توقیف کے قائل ہیں (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام سورتوں کی حدود اور ان کے مقامات معین فرمائے تھے اور اسی ترتیب کے مطابق حضرت عثمان نے مصحف کو مرتب کیا تھا اور جن صحابہ کے درمیان مصحف عثمان سے پہلے ترتیب میں اختلاف تھا ان تک ترتیب کی احادیث نہیں پہنچی تھیں) وہ اہل علم اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترتیب بیان کرنے سے پہلے رات کی اس نماز میں خلاف ترتیب آل عمران سے پہلے سورۂ نساء کو پڑھا تھا۔

قاضی عیاض کہتے ہیں کہ اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ نماز کی پہلی رکعت میں بعد کی سورت پڑھی جائے اور دوسری رکعت میں اس سے پہلے کی سورت پڑھی جائے البتہ ایک رکعت میں دو سورتیں خلاف ترتیب پڑھنا یا غیر نماز میں خلاف ترتیب پڑھنا مکروہ ہے اور سلف صالحین نے جو الٹا قرآن پڑھنے سے منع کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ پڑھنے والا قرآن کی آخری سورت سے پڑھنا شروع کرے اور قرآن کریم کی ابتدائی سورت کو آخر میں پڑھے۔ نیز قاضی عیاض کہتے ہیں کہ اس بات میں اب کوئی اختلاف نہیں ہے، موجودہ مصحف عثمان میں جو سورتوں کی ترتیب ہے یہ توقیفی ہے یعنی یہ ترتیب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلائی اور آپ نے امت مسلمہ کو یہ ترتیب بتلا دی [1]۔

علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی نے بھی قاضی عیاض مالکی کی یہ عبارت نقل کی ہے [2]۔

نماز میں تعظیم رسول

اس باب کی دوسری حدیث (نمبر ۱۷۱۲) میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں رات کو نفل پڑھے اور آپ کے قیام کے طول کی وجہ سے بیٹھنے کا ارادہ کیا لیکن پھر یہ خیال کر کے کہ آپ کھڑے ہوں اور میں بیٹھ جاؤں یہ بری بات ہے باوجود اس بات کے کہ نفل میں بیٹھنا جائز تھا کھڑے رہے اور ان کا یہ فعل عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا مظہر تھا، یہ حدیث امام بخاری نے اپنی صحیح میں بھی ذکر کی ہے [3]۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وانما لم يقعد ابن مسعود للتادب مع النبي صلى الله عليه وسلم [4] — حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کے پیش نظر نماز میں نہیں بیٹھے۔

علامہ وشتانی نے بھی یہی لکھا ہے [5]۔ علامہ سنوسی نے بھی اس عبارت کو مزید اضافہ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ [6]

علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

۲۔ علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

۳۔ امام ابوعبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۴۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

۵۔ علامہ ابوعبداللہ وشتانی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۴۰۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

۶۔ علامہ ابوعبداللہ السنوسی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال المعلم ج ۲ ص ۴۰۰

وھذا السوء من جھۃ ترک الادب۔[1]

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

وانما جعلہ سوءً وان کان القعود فی النفل جائزا لان فیہ ترک الادب معہ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔[2]

باب ۲۵۳ الحث علی صلوٰۃ اللیل وان قلت

۱۷۱۴- وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاِسْحٰقُ قَالَ عُثْمَانُ نَا جَرِیْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ ذُکِرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ نَامَ لَیْلَۃً حَتّٰی اَصْبَحَ قَالَ ذَاکَ رَجُلٌ بَالَ الشَّیْطٰنُ فِیْ اُذُنَیْہِ اَوْ قَالَ فِیْ اُذُنِہٖ۔

۱۷۱۵- وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا لَیْثٌ عَنْ عُقَیْلٍ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ عَلِیِّ بْنِ حُسَیْنٍ اَنَّ الْحُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ حَدَّثَہٗ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَرَقَہٗ وَفَاطِمَۃَ فَقَالَ اَلَا تُصَلُّوْنَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّمَا اَنْفُسُنَا بِیَدِ اللّٰہِ فَاِذَا شَآءَ اَنْ یَّبْعَثَنَا بَعَثَنَا فَانْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ قُلْتُ لَہٗ ذٰلِکَ ثُمَّ سَمِعْتُہٗ وَھُوَ مُدْبِرٌ یَضْرِبُ فَخِذَہٗ وَیَقُوْلُ وَکَانَ الْاِنْسَانُ اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا۔

۱۷۱۶- وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ عَمْرٌو نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نماز میں بیٹھنے کو بری بات قرار دینا اس وجہ سے تھا کہ یہ امر ادب کے خلاف تھا۔

ہر چند کہ نفلی نماز میں بیٹھنا جائز ہے اس کے باوجود حضرت عبداللہ بن مسعود نے نماز میں اپنے بیٹھنے کو بری بات قرار دیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے رہیں اور وہ بیٹھ جائیں یہ بات ادب کے خلاف تھی۔

تہجد کی ترغیب خواہ کم رکعات ہوں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جو صبح تک سوتا تھا آپ نے فرمایا اس شخص کے کانوں میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا تم لوگ نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ (حضرت علی کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا کہ ہماری جانیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں جب وہ ہمیں اٹھانا چاہتا ہے تو اٹھا دیتا ہے، جب میں نے یہ کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے دراں حالیکہ آپ اپنے زانو پر ہاتھ مار رہے تھے اور میں نے سنا آپ یہ فرما رہے تھے کہ انسان بہت جھگڑالو ہے!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص سو

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۸۴ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر الطبعۃ الاولی ۱۳۴۸ھ،

[2] علامہ احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری ج ۲ ص ۳۰۳ مطبوعہ المطبعۃ المیمنیہ مصر ۱۳۰۶ھ۔

الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَعْقِدُ الشَّيْطٰنُ عَلٰى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ ثَلَاثَ عُقَدٍ إِذَا نَامَ بِكُلِّ عُقْدَةٍ يَضْرِبُ عَلَيْكَ لَيْلًا طَوِيلًا فَإِذَا اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ وَإِذَا تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عَنْهُ عُقْدَتَانِ فَإِذَا صَلّٰى انْحَلَّتِ الْعُقَدُ فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ

جاتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر پھونک دیتا ہے کہ رات بہت لمبی ہے۔ جب وہ بیدار ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وضو کرتا ہے تو دو گرہیں کھل جاتی ہیں اور جب وہ نماز پڑھ لیتا ہے تو تمام گرہیں کھل جاتی ہیں پھر وہ صبح کو ہشاش بشاش اٹھتا ہے ورنہ صبح کو خباثت اور سستی کے ساتھ اٹھتا ہے۔

شیطان کے کان میں پیشاب کرنے کی تشریح

حدیث نمبر (۱۶۱۴) میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "شیطان کان میں پیشاب کر دیتا ہے" اس کی تشریح میں متعدد اقوال ہیں۔ علامہ ابن قتیبہ نے کہا اس کا معنی ہے کہ شیطان اس شخص کو فاسد اور خراب کر دیتا ہے۔ علامہ طحاوی اور علامہ مہلب نے فرمایا کہ اس قول میں یہ تشبیہ ہے کہ وہ شخص شیطان کا بیرو کار ہے اور شیطان اس پر حاکم اور پوری طرح مسلط ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس قول میں یہ اشارہ ہو کہ شیطان اس شخص کو ذلیل اور حقیر سمجھتا ہے۔ علامہ حلبی نے کہا اس میں اشارہ ہے کہ شیطان اس پر غالب ہے اور اس کا مذاق اڑاتا ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بھی کوئی بعید نہیں ہے کہ شیطان صبح تک سونے والے کے کان میں حقیقتاً پیشاب کر دیتا ہو اور کان کا ذکر اس لیے فرمایا کہ بیدار ہونے کے آثار کا مصدر کان ہیں۔

حدیث قرطاس پر امامیہ کے اعتراض کا ایک جواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تہجد کے لیے بیدار کرنے کی خاطر تشریف لے جانا آپ کی ان سے کمال محبت اور انتہائی شفقت پر دلالت کرتا ہے۔ حضرت علی نے جو جواب دیا تھا ہو سکتا ہے کہ آپ کو اس سے افسوس ہوا کہ بجائے آپ کی کرم نوازی پر شکر گزار ہونے کے اس قسم کا جواب دیا۔

امامیہ حضرات حدیث قرطاس کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر طعن کرتے ہیں کہ سرکار نے مرض الموت میں کچھ لکھ کر دینے کے لیے قلم اور کاغذ مانگا اور حضرت عمر نے جواب میں فرمایا ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔ اور کاغذ قلم نہیں دیا۔ لیکن یہ غور نہیں کرتے کہ حضرت عمر کا کاغذ قلم نہ دینا اس بناء پر تھا کہ بیماری اور تکلیف کی حالت میں لکھنے سے آپ کو زحمت ہوگی۔ اسی وجہ سے آپ نے اس پر ملال نہیں فرمایا جبکہ حضرت علی نے جو جواب دیا اس سے سرکار کو تکلیف پہنچی اور آپ افسوس کرتے ہوئے چلے گئے۔

حضرت علی کی طرف سے زیادہ سے زیادہ یہ توجیہ کی جا سکتی ہے کہ چونکہ وہ نیند سے بیدار ہوئے تھے اس لیے بے توجہی میں یہ کلمات کہہ دیے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

شیطان کے گدی میں گرہ لگانے کی تشریح

آپ نے جو یہ فرمایا کہ سونے والے کی گدی میں شیطان تین گرہیں لگا دیتا ہے یا تو اس سے شیطان کا غلبہ اور اس کا تسلط مراد ہے یا یہ حقیقت پر محمول ہے۔

بَابُ ۲۵۴ اِسْتِحْبَابِ صَلٰوةِ النَّافِلَةِ فِيْ بَيْتِهٖ

نفلی نماز گھر میں پڑھنے کا استحباب

۱۷۱۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْعَلُوْا مِنْ صَلٰوتِكُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی کچھ نمازیں گھر میں پڑھا کرو اور گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔

۱۷۱۸۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ نَا اَيُّوْبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلُّوْا فِيْ بُيُوْتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھروں میں نماز پڑھو اور ان کو قبرستان نہ بناؤ۔

۱۷۱۹۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَضٰى اَحَدُكُمُ الصَّلٰوةَ فِيْ مَسْجِدِهٖ فَلْيَجْعَلْ لِبَيْتِهٖ نَصِيْبًا مِنْ صَلٰوتِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَاعِلٌ فِيْ بَيْتِهٖ مِنْ صَلٰوتِهٖ خَيْرًا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنی مسجد میں نماز پڑھ لے تو وہ اپنی نمازوں کا کچھ حصہ اپنے گھر پڑھنے کے لیے بھی رکھ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کی نمازوں کی وجہ سے اس کے گھر میں بہتری پیدا کر دے گا۔

۱۷۲۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَرَّادٍ الْاَشْعَرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَا نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْبَيْتِ الَّذِيْ يُذْكَرُ اللّٰهُ فِيْهِ وَالْبَيْتِ الَّذِيْ لَا يُذْكَرُ اللّٰهُ فِيْهِ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس گھر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اور جس گھر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا جائے ان کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔

۱۷۲۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ مَقَابِرَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِيْ تُقْرَاُ فِيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورہ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے۔

۱۷۲۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا سَالِمٌ أَبُو النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ احْتَجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُجَيْرَةً بِخَصَفَةٍ أَوْ حَصِيْرٍ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْهَا قَالَ فَتَتَبَّعَ إِلَيْهِ رِجَالٌ وَجَاءُوْا يُصَلُّوْنَ بِصَلَاتِهٖ قَالَ ثُمَّ جَاءُوْا لَيْلَةً فَحَضَرُوْا وَأَبْطَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُمْ قَالَ فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ فَرَفَعُوْا أَصْوَاتَهُمْ وَحَصَبُوا الْبَابَ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُغْضَبًا فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا زَالَ بِكُمْ صَنِيْعُكُمْ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهٗ سَيُكْتَبُ عَلَيْكُمْ فَعَلَيْكُمْ بِالصَّلٰوةِ فِيْ بُيُوْتِكُمْ فَإِنَّ خَيْرَ صَلٰوةِ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ إِلَّا الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوْبَةَ۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے پتوں یا چٹائی کا حجرہ بنایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں نماز پڑھنے کے لیے تشریف لے گئے صحابہ نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنی شروع کر دی۔ حضرت زید کہتے ہیں کہ ایک دن بہت سے صحابہ آ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لانے میں دیر کر دی۔ حضرت زید بن ثابت کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لائے، صحابہ باآواز بلند باتیں کرنے لگے اور دروازے پر کنکریاں پھینکنی شروع کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے درآں حالیکہ آپ غضب ناک تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم ایسا ہی کرتے رہے تو میرا گمان ہے کہ یہ نماز تم پر فرض کر دی جائے گی تم اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو کیونکہ فرائض کے بعد کسی شخص کی بہترین نماز وہ ہے جس کو وہ گھر میں ادا کرے۔

١٨٢٣۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ حُجْرَةً فِي الْمَسْجِدِ مِنْ حَصِيْرٍ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا لَيَالِيَ حَتَّى اجْتَمَعَ إِلَيْهِ نَاسٌ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ وَزَادَ فِيْهِ وَلَوْ كُتِبَ عَلَيْكُمْ مَا قُمْتُمْ بِهٖ۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں چٹائی سے ایک حجرہ بنا لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی راتیں اس میں نماز پڑھی حتی کہ صحابہ جمع ہو گئے اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔ اور یہ اضافہ ہے اگر یہ نماز تم پر فرض کر دی جاتی تو تم اس کو قائم نہ رکھ سکتے۔

گھر میں نوافل کی فضیلت

قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضور کے فرمان ”اپنی کچھ نمازیں گھر میں پڑھا کرو“ سے یہ معنی نکلتا ہے کہ بعض فرض نمازیں گھر میں پڑھنی چاہئیں تاکہ گھر کے جو افراد مثلاً غلام، عورتیں اور بیمار لوگ، نماز پڑھنے مسجد میں نہیں جا سکتے وہ بھی تمہارے ساتھ گھر میں باجماعت نماز پڑھ لیں۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً فرمایا کہ فرائض کے علاوہ بہترین نماز گھر میں نماز ہے[1] بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اکثر نوافل گھر میں پڑھا کرو کیونکہ بعض نوافل جیسے تحیۃ المسجد وغیرہ ہیں، مسجد میں پڑھے

---

[1] امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

جاتے ہیں، سنن مؤکدہ غیر مؤکدہ اور دیگر نوافل کا گھر میں پڑھنا مسنون، مستحسن اور افضل ہے اور اس کی فضیلت اس وجہ سے ہے کہ نوافل میں خفاء اور پوشیدگی مطلوب ہے اور یہ گھر میں متصور ہے، دوسرے اس میں ریاء کا خطرہ نہیں، تیسرے اس سے گھر میں برکت حاصل ہوگی، اللہ کی رحمت اور فرشتے نازل ہوں گے، شیطان دور بھاگے گا پھر گھر میں نماز پڑھی جائے گی تو زبان رسالت کے مطابق وہ گھر قبرستان نہیں رہے گا کیونکہ قبرستان میں مردے نماز نہیں پڑھتے اور جب گھر میں نماز پڑھی جائے گی تو وہ گھر بھی زندہ ہوگا اور گھر والے بھی زندہ قرار پائیں گے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک زندہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہو اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کرے وہ مردہ ہے اور اس کا گھر قبر کی مانند ہے۔

بَابُ ۲۵۵ فَضِيلَةِ الْعَمَلِ الدَّائِمِ

دائمی عمل کی فضیلت

۱۷۲۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي الثَّقَفِيَّ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَصِيرٌ وَكَانَ يُحَجِّرُهُ مِنَ اللَّيْلِ فَيُصَلِّي فِيهِ فَجَعَلَ النَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ وَيَبْسُطُهُ بِالنَّهَارِ فَثَابُوا ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوا وَإِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ مَا دُووِمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّ وَكَانَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَمِلُوا عَمَلًا أَثْبَتُوهُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چٹائی تھی رات کو آپ اس کا حجرہ بنا کر اس میں نماز پڑھتے تھے، صحابہ کرام بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھنے لگے، دن میں آپ وہ چٹائی بچھا لیتے تھے ایک رات صحابہ بکثرت آ گئے، آپ نے فرمایا: اے لوگو! اپنی طاقت کے مطابق عمل کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ (اجر دینے سے) اس وقت تک نہیں اکتاتا جب تک تم (عبادت کرنے سے) نہ اکتا جاؤ، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر ہمیشگی کی جائے خواہ وہ عمل کم ہو، اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا کہ جب کوئی کام کرتے تو اس پر دوام کرتے تھے۔

۱۷۲۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَمَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى قَالَ أَدْوَمُهُ وَإِنْ قَلَّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل زیادہ پسند ہے؟ آپ نے فرمایا: جس پر زیادہ دوام کیا جائے خواہ وہ عمل کم ہو۔

۱۷۲۶ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ

علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ

---

٥ ۔ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

إِبْرَاهِيمَ قَالَ زُهَيْرٌ نَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قُلْتُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ كَيْفَ كَانَ عَمَلُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَ يَخُصُّ شَيْئًا مِنَ الْأَيَّامِ قَالَتْ لَا كَانَ عَمَلُهُ دِيمَةً وَأَيُّكُمْ يَسْتَطِيعُ مَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَطِيعُهُ

رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: اے ام المؤمنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل کس طرح ہوتا تھا؟ کیا آپ کسی عمل کے لیے کچھ دنوں کو خاص کر لیتے تھے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ آپ کا عمل دائمی ہوتا تھا تم میں سے کون اتنی طاقت رکھتا ہے جتنی طاقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے تھے۔

۱۷۲۷۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا سَعْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ قَالَ وَكَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا إِذَا عَمِلَتِ الْعَمَلَ لَزِمَتْهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر زیادہ دوام ہو، خواہ وہ عمل کم ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جس عمل کو شروع کرتیں تو اس کو لازم کر لیتیں۔

۱۷۲۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ عُلَيَّةَ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ وَحَبْلٌ مَمْدُودٌ بَيْنَ سَارِيَتَيْنِ فَقَالَ مَا هَذَا قَالُوا لِزَيْنَبَ تُصَلِّي فَإِذَا كَسِلَتْ أَوْ فَتَرَتْ أَمْسَكَتْ بِهِ فَقَالَ حُلُّوهُ لِيُصَلِّ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ فَإِذَا كَسِلَ أَوْ فَتَرَ قَعَدَ وَفِي حَدِيثِ زُهَيْرٍ فَلْيَقْعُدْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے درآں حالیکہ مسجد کے دو ستونوں کے درمیان رسی تنی ہوئی تھی، آپ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: یہ حضرت زینب کی رسی ہے وہ نماز پڑھتی ہیں اور ان پر جب تھکن یا سستی طاری ہوتی ہے تو اس رسی کو پکڑ لیتی ہیں۔ آپ نے فرمایا اس رسی کو کھول دو، تم میں سے ہر شخص اس وقت تک نماز پڑھا کرے جب تک وہ آسانی سے نماز پڑھ سکے اور جب اس پر تھکن یا سستی طاری ہو تو وہ بیٹھ جایا کرے۔

۱۷۲۹۔ وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مثل سابق روایت ہے۔

۱۷۳۰۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف رکھتے تھے اس وقت حولاء بنت تویت ان کے پاس سے گزریں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے حضور سے کہا یہ حولاء بنت تویت ہیں

اَنَّ الْحَوْلَاءَ بِنْتَ تُوَيْتِ ابْنِ حَبِيْبِ بْنِ اَسَدِ ابْنِ عَبْدِ الْعُزّٰى مَرَّتْ بِهَا وَعِنْدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ هٰذِهِ الْحَوْلَاءُ بِنْتُ تُوَيْتٍ وَزَعَمُوْا اَنَّهَا لَا تَنَامُ اللَّيْلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنَامُ اللَّيْلَ خُذُوْا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيْقُوْنَ فَوَاللّٰهِ لَا يَسْاَمُ اللّٰهُ حَتّٰى تَسْاَمُوْا۔

لوگ کہتے ہیں کہ یہ رات بھر نہیں سوتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات بھر نہیں سوتیں! اتنا عمل کیا کرو جتنا آسانی سے کر سکو، بخدا! اللہ تعالیٰ اس وقت تک نہیں اکتائے گا جب تک تم نہ اکتا جاؤ۔

۱۷۳۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ح وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِيْ اِمْرَاَةٌ فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ فَقُلْتُ اِمْرَاَةٌ لَا تَنَامُ تُصَلِّيْ قَالَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيْقُوْنَ فَوَاللّٰهِ لَا يَمَلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا وَكَانَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهٗ وَفِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ اُسَامَةَ اَنَّهَا امْرَاَةٌ مِنْ بَنِيْ اَسَدٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے درآں حالیکہ میرے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ نے پوچھا یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا یہ ایسی عورت ہے جو سوتی نہیں اور نماز پڑھتی رہتی ہے آپ نے فرمایا اتنا عمل کیا کرو جو آسانی سے کر سکو۔ بخدا اللہ تعالیٰ اس وقت تک نہیں اکتائے گا جب تک تم اکتا نہ جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین میں وہی چیز پسند تھی جس پر دوام کیا جائے۔ ابو اسامہ کی روایت میں ہے کہ وہ عورت بنو اسد سے تھی۔

اکتانے اور استہزاء وغیرہ کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق

اس باب کی اکثر احادیث میں یہ جملہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک نہیں اکتاتا جب تک کہ تم نہ اکتا جاؤ۔ اور اکتانے کا متعارف معنی یہ ہے کہ کسی کام میں دل نہ لگے اور وہ کام بے دلی سے کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے اس معنی کا ثبوت محال ہے۔ علامہ خطابی وغیرہ نے اس جملہ کا یہ معنی کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ایسا معاملہ نہیں کرتا جیسا کہ کوئی اکتانے والا کرتا ہے اسی طرح کے باقی تمام الفاظ کا بھی یہی محمل ہے مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ یستہزئ بہم (البقرہ: ۱۵)۔ اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ منافقین کے ساتھ ایسا معاملہ کرتا ہے جیسے کسی کے ساتھ استہزاء (مذاق اڑانا) کرنے والا کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان اللہ لا یستحی (بقرہ: ۲۶) اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ مثال بیان کرنے میں وہ عمل نہیں کرتا جو حیاء کرنے والا کرتا ہے۔

جمہور علماء یہ کہتے ہیں کہ جن الفاظ کا اللہ تعالیٰ پر حقیقۃً اطلاق محال ہو ان سے مجازاً غایت اور ثمرہ مراد ہوتا ہے مثلاً حیاء کا ثمرہ ہے ترک کرنا اور استہزاء کا ثمرہ ہے سزا دینا، لیکن علامہ شامی فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے ان الفاظ سے حقیقت مراد ہے کیونکہ جن الفاظ کا اطلاق محال ہے ان کے متعارف معانی مخلوق کے اعتبار سے ہیں اللہ عزوجل کے اعتبار سے ان الفاظ کی اور حقیقت ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ اسی اعتبار سے علم ارادہ اور رحمت کا اللہ تعالیٰ پر

اطلاق حقیقی ہے۔ ؎۱

نفلی عبادات میں دوام کا معنی

اس باب کی ایک حدیث میں ہے: "احب الاعمال الی اللہ ادومها" "اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ اعمال وہ ہیں جن پر زیادہ دوام کیا جائے"۔

یہاں دو باتیں ملحوظ رکھنا ضروری ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ اس حدیث میں اعمال سے مراد نوافل ہیں کیونکہ زیادہ پسندیدہ کا مطلب یہ ہے اگر زیادہ دوام نہ ہو تب بھی کوئی حرج نہیں ہے حالانکہ فرائض کو کبھی بھی ترک کرنا جائز نہیں ہے اور ان کو ایک بار ترک کرنا بھی گناہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ادوم سے مراد اکثر ہے وجہ یہ ہے کہ ادوم دوام کا اسم تفضیل ہے یعنی زیادہ دوام، اور دوام پر زیادتی متصور نہیں ہو سکتی کیونکہ زیادتی اس وقت ہو گی جب دوام کا انقطاع ہو اور جب انقطاع ہو جائے تو دوام نہیں رہے گا۔ اس لیے دوام بمعنی کثیر الوقوع اور ادوم بمعنی اکثر ہے اور اس اعتبار سے اس حدیث شریف کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ اعمال وہ ہیں جن کو اکثر و بیشتر کیا جائے۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے مسروق کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کونسا عمل زیادہ پسند تھا، حضرت عائشہ نے فرمایا "دائمہ" میں نے کہا آپ کس وقت اٹھتے تھے، حضرت عائشہ نے فرمایا جب مرغ بانگ دیتا تھا۔ ؎۲

علامہ عینی دوام کی شرح میں فرماتے ہیں:

وهو الملازمة العرفية لا شمول الازمنة لانه متعذر وذالك الديف بما لا يطاق ويقال الدوام على العمل القليل يكون اكثر ؎۳	(دوام سے مراد ملازمت عرفیہ ہے نہ وہ کام جو تمام زمانوں کو شامل ہو کیونکہ یہ مشکل اور تکلیف ما لا یطاق ہے۔ اور دوام کا اطلاق اس عمل قلیل پر ہوتا ہے جو اکثر ہو۔

صحاح ستہ کی جن احادیث میں نفلی عبادات اور ان پر دوام کی ترغیب کا ذکر آیا ہے وہ سب انفرادی نوعیت کی عبادات ہیں جیسے کوئی شخص تہجد یا اشراق پڑھے یا کوئی ایام بیض کے روزے رکھے اور کسی نفلی عبادت کو اجتماعی طور پر بطور شعار دین کے کرنا بہرحال ناپسندیدہ امر ہے۔ اس کی تفصیل اور تحقیق آ رہی ہے۔

نفلی عبادات اور بدعات کے درمیان حد فاصل

نفلی عبادات میں دوام پسندیدہ ہے یہ اپنی جگہ صحیح ہے تاہم کسی نفلی عبادت کے ساتھ فرض ایسا معاملہ نہیں کرنا چاہیے دوسرا عمل جو ملحوظ رکھنا چاہیے وہ یہ ہے کہ نفلی عبادات میں اصل یہ ہے کہ وہ انفرادی طور پر اور اپنے گھر میں دوام کے ساتھ ادا کی جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

فان افضل الصلوٰة صلوٰة المرء فی بیتہ الا المکتوبة ؎۴	فرائض کے علاوہ بہترین نماز وہ ہے جو انسان اپنے گھر میں پڑھتا ہے۔

؎۱۔ علامہ ابن عابدین متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۶ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

؎۲۔ امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۸۱ھ۔

؎۳۔ علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۸۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

؎۴۔ امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۸۱ھ۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو تمام رمضان میں باجماعت تراویح کو رواج دینے والے تھے صحابہ کرام سے فرماتے ہیں:

نعم البدعة هذه والتي تنامون عنها افضل من التي تقومون يريد به آخر الليل وكان الناس يقومون اوله۔[1]

یہ (باجماعت تراویح) اچھی بدعت ہے مگر جس وقت تم سوئے ہوئے ہوتے ہو (یعنی اخیر شب) وہ اس وقت سے افضل ہے جس میں تم قیام کرتے ہو اور لوگ اول شب میں تراویح پڑھتے تھے۔

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اى الفرقة التي ينامون عن صلوة التراويح افضل من الفرقة التي يقومون يريد آخر الليل۔[2]

یعنی وہ گروہ جو تراویح کے وقت سوجاتا ہے اس سے افضل ہے جو تراویح پڑھتا ہے اس کی مراد یہ تھی کہ تہجد پڑھنے والے افضل ہیں۔

اس حدیث کے راوی عبد الرحمن بن عبد القاری بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ گیا تو دیکھا کہ لوگ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں تراویح پڑھ رہے ہیں۔

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

وفيه اشعار بان عمر رضى الله تعالى عنه كان لا يواظب الصلوة معهم وكانه يرى ان الصلوة فى بيته افضل ولا سيما فى آخر الليل ومن هذا قال الطحاوى التراويح فى بيته افضل۔[3]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ جماعت کے ساتھ تراویح نہیں پڑھتے تھے اور ان کی رائے یہ تھی کہ گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ خصوصاً اخیر شب میں اسی وجہ سے امام طحاوی نے فرمایا کہ تراویح گھر میں پڑھنا افضل ہے

علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس حدیث کی شرح میں بعینہ یہی لکھا ہے[4]۔ علامہ قسطلانی نے بھی اسی طرح لکھا ہے[5]۔

ہر چند کہ قرآن مجید کو حفظ کرنے پر برانگیختہ کرنے کے سبب سے اور اس میں ذوق و شوق قائم رکھنے کی ضرورت کے پیش نظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مساجد میں باجماعت تراویح کا رواج قائم کیا۔ اس کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شرح صدر سے یہ رائے تھی کہ مسجد میں باجماعت تراویح پڑھنے کی بجائے گھر میں تراویح پڑھنا افضل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نوافل میں اصل یہی ہے کہ وہ انفرادی طور پر گھر میں پڑھے جائیں۔

فقہاء کرام نے بھی اسی امر کی تصریح کی ہے کہ نوافل انفرادی طور پر پڑھنے چاہئیں اور ان کی جماعت مکروہ (تنزیہی) ہے۔

علامہ علائی لکھتے ہیں:

---

[1] امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

[2] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۶ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

[3] 〃 〃 〃 〃 〃

[4] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۳ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور طبع ثالثہ ۱۴۰۱ھ۔

[5] علامہ احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ۔ ارشاد الساری ج ۳ ص ۴۱۵، مطبوعہ المطبعۃ المیمنیہ مصر الطبعۃ الاولی ۱۳۰۶ھ۔

ولا يصلي الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان اي يكره ، ذلك لو على سبيل التداعي بان يقتدي اربعة بواحد .[۱]

رمضان کے علاوہ وتر اور نوافل جماعت کے ساتھ نہ پڑھیں یعنی اگر لوگوں کو نفل پڑھنے کے لیے بلایا جائے بایں طور کہ چار شخص ایک آدمی کی اقتداء میں نفل پڑھیں تو یہ مکروہ ہے۔

نفلی عبادات کو انفرادی طور پر کرنے کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ فقہاء کرام نے غیر رمضان میں وتر کو جماعت کے ساتھ پڑھنے سے منع کیا ہے کیونکہ وتر بھی ایک طرح سے نفل ہے۔ حالانکہ وتر کو جماعت سے پڑھنے کا منشاء موجود ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں تین راتیں وتر جماعت سے پڑھائے اور صحابہ کرام نے رمضان میں وتر جماعت سے پڑھے اور حضرت عمر اور دیگر صحابہ نے غیر رمضان میں بھی وتر جماعت سے پڑھے ہیں جیسا کہ امام طحاوی کے حوالہ سے پہلے بھی گذر چکا ہے[۲]۔

نفلی عبادات میں تیسری بات جس کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ کسی بھی نفلی عبادت کو بمنزلہ شعار اسلام کے اجتماعی طور پر دوام کے ساتھ کرنا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔ کیونکہ غیر رمضان میں وتر کی جماعت نفل ہے اس لیے اس کے دوام کو فقہاء نے مکروہ قرار دیا ہے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

وايده في الحلية بما اخرجه الطحاوي عن المنصور ابن مخرمة قال دفنا ابا بكر رضي الله تعالى عنه ليلا فقال عمر رضي الله تعالى عنه اني لم اوتر فقام وصففنا وراءه فصلى بنا ثلاث ركعات لم يسلم الا في اخرهن ثم قال ويمكن ان يقال الظاهر ان الجماعة فيه غير مستحبة ثم ان كان ذلك احيانا كما فعل عمر كان مباحا غير مكروه وان كان على سبيل المواظبة كان بدعة مكروهة لانه خلاف المتوارث .[۳]

صاحب حلیہ نے امام طحاوی کی سند کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے منصور ابن مخرمہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رات میں دفن کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے وتر نہیں پڑھے اور کھڑے ہو کر وتر پڑھنے لگے۔ ہم نے ان کے پیچھے صف باندھ لی انہوں نے ہمیں تین رکعات وتر پڑھائے اور صرف آخر میں سلام پھیرا۔ اس روایت کے نقل کرنے کے بعد صاحب حلیہ نے کہا یہ کہا جا سکتا ہے کہ غیر رمضان میں وتر کی جماعت غیر مستحب ہے۔ البتہ اگر یہ کبھی کبھی ہو جیسے حضرت عمر نے وتر پڑھے تھے تو مباح غیر مکروہ ہے اور اگر غیر رمضان میں ہمیشہ وتر جماعت سے پڑھے جائیں تو یہ بدعت مکروہ ہے کیونکہ یہ کام عمل اسلاف کے خلاف ہے۔

نفلی عبادات میں جس چوتھی بات کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس عبادت کا

۱۔ علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ ۔ در مختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۶۶۳ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔
۲۔ امام ابوجعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۷۳ ، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعة الثانیہ ۱۴۰۴ھ۔
۳۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ ، رد المحتار ج ۱ ص ۶۶۴ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

جو طریقہ مقرر کیا ہے اور آپ نے ہمیں عمل کا جو اسوہ اور نمونہ مہیا کیا ہے اس عبادت کو بعینہٖ اسی طریقہ سے ادا کیا جائے۔ اور جو عبادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس طرح منقول ہیں ان کو کسی سابقہ یا لاحقہ کے اضافے کے بغیر محض آپ کے اسوہ اور نمونہ کے مطابق کرنا ہی اصل اور سنت ہے البتہ بدلتے ہوئے حالات اور ان کے تقاضوں کی وجہ سے ضرورت کی بناء پر جو چیزیں وجود میں آئیں ان کا حکم الگ ہے۔ جیسے تمام رمضان میں تراویح کی جماعت، قرآن کریم کے اعراب، مصحف میں سورتوں کے نام اور آیات کی تعداد کا لکھنا جمعہ کی اذان ثانی اور ترتیب، مدون کتب حدیث اور علوم شرعیہ کی مروجہ تعلیم وغیرہ یہ تمام امور جواز اور استحسان کے باوجود سنت رسول نہیں ہیں اور نہ ان پر عمل کرنے سے سنت کا ثواب متوقع ہے یہ سب بدعات مستحبہ یا مستحسنہ ہیں لیکن یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ کسی ضرورت شرعی کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جماعت صحابہ کے کیے ہوئے کام کو بدلنا اور اس میں کسی سابقہ اور لاحقہ کا اضافہ کرنا بالخصوص درجہ شعائر میں التزامی طور پر اس کام کو کرنا بہر حال ناپسندیدہ اور مکروہ عمل ہے۔ غیر رمضان میں وتر کی جماعت کے دوام کی کراہت ہم اس سے پہلے فقہاء کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔ دوسری دلیل یہ حدیث شریف ہے:

عن نافع ان رجلا عطس الى جنب ابن عمر فقال الحمد لله والسلام على رسول الله فقال ابن عمر وانا اقول الحمد لله والسلام على رسول الله وليس هكذا علمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم علمنا ان نقول الحمد لله على كل حال ۔[۵۵]

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر کے پہلو میں ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا: الحمد لله والسلام على رسول الله۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (کہ عام حالات میں) میں بھی کہتا ہوں الحمد لله والسلام على رسول الله۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس خاص موقع پر یعنی) ہمیں چھینک کے جواب کی اس طرح تعلیم نہیں دی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم چھینک کے جواب میں "الحمد لله على كل حال" کہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عبادات جس طرح مشروع اور مقرر فرمائی ہیں ان کو کسی ترمیم اور اضافہ کے بغیر اسی طرح ادا کرنا اتباع رسول اور جماعت صحابہ کے ساتھ وابستگی ہے اور اپنی رائے سے ان میں کسی سابقہ اور لاحقہ کا اضافہ کرنا بہر حال مکروہ اور ناپسندیدہ عمل ہے۔

مسند احمد، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، طبرانی، اور ابن السنی میں جامع ترمذی کی طرح یہ روایت ہے کہ چھینک آنے پر الحمد لله على كل حال کہنا چاہیے اور صحیح بخاری میں ہے الحمد لله کہنا چاہیے ادب مفرد میں ہے الحمد لله رب العالمين کہنا چاہیے۔ ابو جعفر طبری نے تہذیب میں سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا الحمد لله آپ نے جواب میں فرمایا يرحمك الله اور دوسرے شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا "الحمد لله رب العالمين حمدا طيبا مباركا فيه مباركا عليه كما يحب ربنا ويرضى" جب نماز ختم ہو گئی تو آپ نے تین بار پوچھا یہ کلمات کس شخص نے کہے تھے اس شخص نے بتایا میں نے کہے ہیں آپ

۵۵۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ - جامع ترمذی ص ۳۹۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں نے دیکھا ان کلمات کو بارگاہ رب العزت میں لے جانے کے لیے تیس (۳۰) سے زیادہ فرشتے جھپٹ رہے تھے۔ ۱؎

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ چھینک آنے کے بعد سنت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کی جائے اور الفاظ حمد میں کلمات حمد و ثنا کا اضافہ کرنا مستحسن ہے اور اس کے بعد درود و سلام کے کلمات پڑھنا اگرچہ جائز ہے لیکن سنت متواترہ کے مطابق نہیں ہے۔ اس لیے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس طریقہ کو ناپسند فرمایا۔

جس فعل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ترک کیا ہو وہ علی الاطلاق بدعت نہیں ہے۔

نفلی عبادات کے سلسلہ میں بعض لوگ یہ قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ جن عبادات کا داعیہ اور باعث عہد رسالت میں موجود ہو اور اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو ترک کیا ہو تو آپ کا باوجود داعیہ اور باعث کے اس کام کو ترک کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بدعت سیئہ اور ناجائز ہے پھر اس قاعدہ کے تحت یہ بیان کرتے ہیں کہ بارہ ربیع الاول کو محافل میلاد منعقد کرنا اور اس تاریخ کو ایصال ثواب کرنا بدعت سیئہ ہے کیونکہ آپ کی زندگی میں یہ تاریخ بار بار آئی لیکن آپ نے محفل میلاد منعقد کی نہ جلوس نکالا نہ ایصال ثواب کیا لہٰذا یہ امور بدعت ہیں۔ اسی طرح آپ کے صاحبزادے اور صاحبزادیاں فوت ہوئیں اور ان کے وصال کے تین روز گزرنے کے بعد آپ نے سوم کیا نہ چالیس روز گزرنے کے بعد چالیسواں کیا نہ سال گزرنے کے بعد برسی کی نہ کسی کا عرس کیا حالانکہ ان کے دواعی اور بواعث موجود تھے لہٰذا یہ تمام امور ناجائز اور بدعت سیئہ ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ اصول رکھ مان لیا جائے تو آدھی سے زیادہ نفلی عبادات ختم ہو جائیں گی۔ دیکھئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان کی تمام راتوں میں باجماعت تراویح اور اس میں ختم قرآن کو شروع کیا جب کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک رمضان میں تین راتوں کو قیام کیا اور اس میں بھی جماعت کا خود اہتمام نہیں فرمایا۔ صحابہ از خود اپنے شوق سے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے تھے اور جب آپ نے صحابہ کا یہ ذوق و شوق دیکھا تو آپ نے چوتھی رات تراویح نہیں پڑھائی اور کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے کہ آپ نے ہر رمضان اور رمضان کی ہر رات میں باجماعت تراویح پڑھائی ہو اور اس میں ختم قرآن بھی کیا ہو۔ حالانکہ تراویح اور ختم قرآن کا داعیہ اور باعث رمضان شریف ہے جو آپ کی زندگی میں بار آیا لیکن آپ نے کسی رمضان میں تمام راتوں میں باجماعت تراویح نہیں پڑھی اور نہ ختم قرآن کیا تو پھر کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ ختم قرآن اور باجماعت تراویح ناجائز اور بدعت سیئہ ہے اور معاذ اللہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور باقی خلفاء راشدین اور تمام صحابہ اور تابعین معاذ اللہ بدعت سیئہ کے مرتکب تھے!

اسی طرح قرآن مجید کو ایک لغت کے ساتھ خاص کرنے کا محرک آپ کے سامنے تھا کیونکہ لغات کے اختلاف کی وجہ سے بعض صحابہ، بعض دوسرے صحابہ کی تکذیب کرتے تھے حتیٰ کہ حضرت عمر بن الخطاب، حضرت حکیم بن حزام کو چادر سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے حضور کے پاس لائے کہ وہ اس طرح سے قرآن مجید نہیں پڑھ رہے تھے جس طرح حضرت عمر پڑھتے تھے اور حضرت عمر کے خیال میں انہوں نے قرآن مجید میں تبدیلی کر دی تھی ۲؎۔ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ

۱؎۔ شیخ عبدالرحمٰن مبارکپوری متوفی ۱۳۵۲ھ تحفۃ الاحوذی ج ۴ ص ۳۰۲-۳۰۲ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

۲؎۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

تو یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ انہوں نے دو صاحبوں کو مختلف طریقہ سے قرآن مجید پڑھتے دیکھا جبکہ وہ کسی اور طریقہ سے قرآن مجید پڑھتے تھے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کی تصدیق کر دی تو حضرت ابی بن کعب کے دل میں اسلام کے خلاف شبہ پیدا ہو گیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینہ پر ہاتھ مارا تب وہ شبہ زائل ہو گیا [۱]۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی اختلاف قرأت کی بناء پر صرف ایک لغت قریش پر قرآن مجید کو باقی رکھا اور باقی نسخوں کو جمع کیا اور دھلوا کر وہ نسخے جلا ڈالے حالانکہ یہ محرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی تھا اس کے باوجود آپ نے ایک لغت پر قرآن مجید کو جمع نہیں کیا تو کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو ایک لغت قریش پر قرآن مجید کو جمع کیا یہ ناجائز اور بدعت سیئہ تھا۔ اسی طرح قرآن مجید پر اعراب لگانا، قرآن مجید میں سورتوں کے نام لکھنا، قرآن مجید کو پاروں میں تقسیم کرنا، مسجد میں محراب بنانا ان تمام کاموں کے محرک عہد رسالت میں تھے۔ اس کے باوجود یہ کام آپ نے نہیں کیے تو کیا یہ سارے کام ناجائز اور بدعت سیئہ ہیں؟۔

نفلی عبادات کے عنوان سے ایسے بہت سے کام تمام دنیا کے مسلمانوں میں رواج پا چکے ہیں جن کو عہد رسالت میں باوجود محرک کے نہیں کیا گیا، جن میں مقررہ تاریخوں میں دینی اور تبلیغی اجتماعات وغیرہ شامل ہیں اور یہ وہ امور ہیں جن کے جواز اور استحباب پر تمام امت مسلمہ متفق ہے اس لیے یہ قاعدہ ہی صحیح نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں بعض لوگ ہدایہ کی اس عبارت سے استدلال کرتے ہیں:

علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

ویکرہ ان یتنفل بعد طلوع الفجر باکثر من رکعتی الفجر لانہ علیہ السلام لم یزد علیہما مع حرصہ علی الصلوٰۃ۔[۲]

طلوع فجر کے بعد دو رکعت سنت فجر سے زیادہ نفل پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت (سنت) سے زیادہ نہیں پڑھیں حالانکہ نماز کا آپ کو بہت زیادہ اشتیاق تھا۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ فقہاء کرام نے طلوع فجر کے بعد دو رکعت سنت سے زیادہ نوافل پڑھنے کو اس لیے مکروہ قرار دیا ہے کہ آپ نماز پڑھنے کے اشتیاق کے باوجود طلوع فجر کے بعد صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس وقت زیادہ نوافل پڑھنے سے ایک مانع موجود تھا اور وہ یہ تھا کہ آخر شب میں دیر تک طویل قیام کے ساتھ تہجد کے نوافل میں مشغول رہنے کے باعث آپ پر تھکاوٹ اور تکان طاری رہتی تھی جس کے باعث آپ دو رکعت سنت فجر بھی بہت خفیف پڑھتے تھے اور سنتیں پڑھنے کے بعد آرام کی خاطر لیٹ جاتے تھے۔ اس بناء پر آپ نے اس وقت دو رکعت سنت فجر سے زیادہ نوافل نہیں پڑھے۔

ہدایہ کی ایک اور عبارت سے بھی استدلال کیا جاتا ہے۔

علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

---

[۱] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷۳ ملخصا مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

[۲] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۲ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۲۰۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

ولا یتنفل فی المصلی قبل العید لانہ علیہ السلام لم یفعل ذلک مع حرصہ علی الصلوۃ ثم قیل الکراھۃ فی المصلی خاصۃ و قیل فیہ و فی غیرہ عامۃ لانہ علیہ السلام لم یفعلہ۔ [1]

عید کی نماز سے پہلے عید گاہ میں نفل نہ پڑھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر نفل نہیں پڑھے حالانکہ آپ کو نماز کا بہت زیادہ شوق تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ بالخصوص عید گاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ کراہت عام ہے عید گاہ ہو یا اس کا غیر کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عید سے پہلے نوافل نہیں پڑھے۔

اس عبارت سے بھی استدلال درست نہیں ہے کیونکہ یہاں بھی عید گاہ میں نوافل نہ پڑھنے سے ایک مانع موجود تھا اور وہ یہ ہے کہ عید گاہ میں لوگوں کا کثیر اژدھام ہوتا ہے اگر وہاں لوگ نماز پڑھنے کھڑے ہو جائیں تو لوگوں کو گذرنے اور آنے جانے میں حرج ہو گا باقی عموم کا قول صحیح نہیں ہے۔

بہر حال اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ جس فعل کو کسی محرک کے باوجود آپ نے ہمیشہ ترک کیا ہو اس کو کرنا بدعت سیئہ اور ناجائز نہیں ہے۔

رسول اللہ کے کسی کام کو ترک کرنے کی وجہ سے بدعت کا ضابطہ

اس سے پہلے ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ جس کام کو داعی اور باعث کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو اس فعل کو کرنا بدعت اور ناجائز نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں صحیح قاعدہ یہ ہے کہ جس خاص عبادت کے کرنے کا محرک ہو اور اس کے کرنے سے کوئی مانع نہ ہو اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام قصداً ترک کیا ہو تو وہ کام کرنا یقیناً ناجائز اور بدعت ہے۔

فقہاء حنفیہ نے تصریح کی ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ صحیح روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے سوا کسی کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی حالانکہ آپ کی حیات مبارکہ میں شرقاً غرباً مسلمان فوت ہوتے رہتے تھے اور آپ مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنے کے بے حد شائق تھے اس کے باوجود آپ نے نجاشی کے سوا کسی کی نماز جنازہ نہیں پڑھی اور نجاشی کی نماز جنازہ پڑھنا آپ کی خصوصیت تھی کیونکہ علامہ ابن ہمام نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے سامنے نجاشی کا تابوت منکشف کر دیا گیا تھا [2] اور آپ کے لیے وہ غائب نہ تھا۔

نماز جنازہ ایک خاص عبادت ہے اور چونکہ مسلمان فوت ہوتے رہتے تھے اس لیے اس کا محرک بھی تھا اور پڑھنے سے کوئی مانع نہ تھا اور آپ کو علم بھی ہو جاتا تھا کہ فلاں جگہ فلاں صحابی فوت ہو گئے جیسے ستر قاری بیر معونہ میں فوت ہوئے اس کے باوجود آپ ان کی نماز جنازہ سے قصداً باز رہے۔ اس لیے غائب کی نماز جنازہ پڑھنا ناجائز ہے۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں:

---

[1] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۴۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ کمال ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۸۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

لا تجوز علی غائب الی قوله ثم دلیل الخصوصیة انه لم یصل علی غائب الا علی هؤلاء ومن سوی النجاشی صرح فیه بانه رفع له وکان بمرأی منه مع انه قد توفی خلق منهم رضی الله عنهم غیبا فی الاسفار کارض الحبشة والغزوات ومن اعز الناس علیه کان القراء ولم یوثر قط عنه بانه صلی علیهم وکان علی الصلوٰة علی کل من توفی من اصحابه حریصا حتی قال لا یموتن احد منکم الا اذنتمونی به فان صلوتی علیه رحمة۔ [1]

غائب کی نماز جنازہ جائز نہیں ہے (آپ نے جن غائب اموات کی نماز جنازہ پڑھائی وہ آپ کی خصوصیت تھی) خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے ان کے سوا اور کسی کی نماز جنازہ نہیں پڑھی اور نجاشی کے سوا (جو علامہ واقدی کی مغازی کے مطابق حضرت زید بن حارثہ اور حضرت جعفر بن ابی طالب ہیں) آپ نے جن کی نماز جنازہ پڑھی ہے انہیں آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا تھا اور وہ آپ کی نگاہوں کے سامنے تھے، حالانکہ کثیر صحابہ رضی اللہ عنہم سفر کے دوران مثلاً ارض حبشہ اور مختلف غزوات (جنگوں) میں غائبانہ فوت ہوئے اور لوگوں میں سب سے زیادہ عزیز آپ کو قراء قاری تھے اور کسی روایت سے یہ منقول نہیں ہے کہ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی ہو، حالانکہ آپ فوت ہونے والے صحابہ کی نماز جنازہ پڑھنے کے بہت شائق تھے حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: جب بھی تم میں سے کوئی شخص فوت ہو مجھے بتایا کرو کیونکہ اس پر میری نماز رحمت ہے۔

علامہ ابن ہمام کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود سبب، باعث اور محرک کے کسی خاص موقع یا خاص وقت میں کسی خاص عبادت کو قصداً ترک کیا ہو تو اس وقت اور اس موقع پر اس عبادت کو کرنا مکروہ ہے اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع جس طرح فعل میں مطلوب اور مسنون ہے اسی طرح جس کام سے باوجود محرک کے آپ قصداً باز رہے ہوں اس میں بھی آپ کی اتباع مطلوب ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

حضور پرنور سید یوم النشور بالمومنین رؤف رحیم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوات والتسلیم کو نماز جنازہ مسلمین کا کمال اہتمام تھا۔ اگر کسی وقت رات کی اندھیری (کے اندھیرے ——— از سعیدی) یا دوپہری گرمی یا حضور کے آرام فرمانے کے سبب صحابہ نے حضور کو اطلاع نہ دی اور دفن کر دیا تو ارشاد فرماتے: "لا تفعلوا ادعونی لجنائزکم" ایسا نہ کیا کرو مجھے اپنے جنازوں کے لیے بلا لیا کرو" (رواہ ابن ماجہ عن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ) اور فرماتے: لا یموتن فیکم میت ما کنت بین اظہرکم الا اذنتمونی به فان صلوتی علیه رحمة۔ "ایسا نہ کرو میں جب تک تم میں تشریف فرما ہوں، ہرگز کوئی میت تم میں نہ مرے جس کی مجھے اطلاع نہ دو کہ اس پر میری نماز موجب رحمت ہے" (رواہ الامام احمد عن زید بن ثابت

[1] علامہ کمال ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۸۱-۸۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

رضی اللہ عنہ ورواہ ابن حبان والحاکم عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فی حدیث آخر .... اور مزید فرماتے ہیں: "یہ قبریں اپنے ساکنوں پر تاریکی سے بھری ہیں میں اپنی نماز سے انھیں روشن فرما دیتا ہوں"۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم وعلی آلہ قدر نورہ وجمالہ وجاہہ وجلالہ وجودہ ونوالہ وانعامہ (رواہ مسلم وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ)

بایں ہمہ حالانکہ زمانہ اقدس میں صدہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دوسرے مواضع میں وفات پائی۔ کبھی کسی حدیث صریح سے ثابت نہیں کہ حضور نے غائبانہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ کیا وہ محتاج رحمت والا نہ تھے؟ کیا معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر رحمت و شفقت نہ تھی؟ کیا ان کی قبور اپنی نماز پاک سے پر نور نہ کرنا چاہتے تھے؟ کیا جو مدینہ طیبہ میں مرتے انھی کی قبور محتاج نور ہوتیں اور جگہ اس کی حاجت نہ تھی؟ یہ سب باتیں بداہۃً باطل ہیں، تو حضور اقدس کا عام طور پر ان کا جنازہ نہ پڑھنا بروشن و واضح دلیل ہے کہ جنازہ غائب پر نماز ناممکن (ناجائز ــــ از سعیدی) تھی۔ ورنہ ضرور پڑھتے کہ مقتضی بکمال وفور موجود اور مانع مفقود۔ لاجرم (یقیناً ــــ سعیدی) نہ پڑھنا قصداً باز رہنا تھا اور جس امر سے مصطفیٰ علیہ السلام بے عذر مانع بالقصد احتراز فرمائیں وہ ضرور (ہرگز ــــ سعیدی) امر شرعی و مشروع نہیں ہو سکتا۔[1]

علامہ ابن ہمام اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہما اللہ کی عبارات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جن خاص کاموں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود استطاعت کے قصداً باز رہے۔ ان کاموں کا کرنا جائز نہیں ہے۔ خواہ ان کاموں سے زندہ یا مردہ لوگوں کو بظاہر کوئی فائدہ ہی پہنچتا ہو کیونکہ آپ کے زمانہ میں صحابہ کرام بھی رحمت اور فائدہ سے مستغنی نہیں تھے اور کسی فائدہ یا رحمت کے پیش نظر جس کام کو آج لوگ بطور عبادت کرتے ہیں اس عبادت کا محرک اور باعث عہد رسالت میں بھی موجود تھا اس کے باوجود جب آپ نے کسی رکاوٹ اور عذر کے بغیر بالقصد اس عبادت سے تاحیات احتراز فرمایا تو بعد کے لوگوں کے لیے اس عبادت کا کرنا کس طرح مستحسن ہو سکتا ہے! اس لیے وہ ہر نئی عبادت جس کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اس کے محرک اور باعث کے قصداً ترک کیا ہو، اعلیٰ حضرت کے ارشاد کی روشنی میں ناجائز ہے۔ ورنہ اس کے مکروہ اور ناپسندیدہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ارشادات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس کام کو اس کے محرک اور باعث کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قصداً ترک کیا ہو وہ بھی مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔ اعلیٰ حضرت سے جب سوال کیا گیا کہ آیا اردو میں جمعہ کا خطبہ دینا جائز ہے کیونکہ عوام کو عربی سمجھ میں نہیں آتی تو فرمایا: یہ امر خلاف سنت متوارثہ مسلمین ہے اور سنت متوارثہ کا خلاف مکروہ، قرناً فقرناً اہل اسلام میں ہمیشہ خالص عربی میں خطبہ معمول و متوارث رہا ہے اور متوارث کا اتباع ضرور ہے۔ درمختار میں ہے: توارثہ المسلمون فوجب اتباعھم زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بحمد اللہ ہزارہا بلاد عجم فتح ہوئے ہزار ہا منبر قائم ہوئے عام حاضرین عجمی ہوتے مگر کبھی منقول نہیں کہ انھوں نے ان کی غرض سے خطبہ غیر عربی میں پڑھا ہو یا اس میں دوسری زبان کا خلط کیا ہو، وکل ما وجد مقتضیہ عیناً مع انما نعرضہ ترکوا الدال علی انھم کفوا عنہ فکان

[1] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۶۹ - ۶۸ مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد، طبع دوم ۱۳۹۲ھ۔

ادناہ الکراھۃ ____________ "(ہر وہ کام جس کا بالخصوص محرک پایا جائے اور اس کے کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو اور پھر صحابہ کرام اس کو قصداً نہ کریں تو یہ اس کے عدم جواز پر دلالت کرتا ہے اور اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ وہ مکروہ ہو۔ (ترجمہ از سعیدی) لہ۔

نفلی عبادات کے ساتھ فرض یا واجب کا معاملہ کرنے کی ممانعت

بعض نفلی عبادات اس قسم کی ہیں کہ مسلمانوں نے ان کو جواز اور استحباب کے طور پر کرنا شروع کیا لیکن جب ان پر تسلسل اور تواتر کے ساتھ عمل ہونے لگا تو ان پڑھ عوام اور نیم خواندہ مولویوں نے ان کے ساتھ فرض اور واجب ایسا معاملہ کرنا شروع کر دیا اور اس پر مستزاد یہ ہے کہ ایک جائز کام کے ساتھ کئی ناجائز کام ملا دیئے اور یوں ایک نفلی عبادت اور امر مستحب جائز اور ناجائز کاموں کا ملغوبہ بن کر طعن و تشنیع اور ملامت کا ہدف بن گیا جس پر قرآن مجید کی یہ آیت بالکل صادق آتی ہے: ورھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعایتھا (الحدید: ۲۷) "راہب بننے کی بدعت انھوں نے خود دین میں نکالی ہم نے ان پر فرض نہیں کی تھی انھوں نے یہ بدعت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے نکالی لیکن پھر اس کو اس طرح نہ نباہ سکے، جس طرح نبھانا چاہیے تھا"۔

بزرگان دین کے عرس کی اصل شریعت سے ثابت ہے۔ عرس کے دن مزار پر جا کر فاتحہ پڑھنا، قرآن خوانی کرنا، ایصال ثواب کرنا اور صاحب مزار کے وسیلہ سے دعا کرنا یہ سب امور جائز اور مستحسن ہیں لیکن آجکل عرس کے ایام میں ایسی ایسی بدعات کا ارتکاب ہوتا ہے کہ الامان الحفیظ کھلے عام مزاروں پر سجدے کیے جاتے ہیں۔ حاجت روائی کے لیے صاحب مزار کی نذر مانی جاتی ہے حالانکہ اللہ کے غیر کو سجدہ اور اس کی نذر حرام ہے، اوباش لڑکے ڈھول باجے اور ناچ گانے کے ساتھ چادر کا جلوس لے کر مزار پر جاتے ہیں، عرس کے ایام میں کھیل تماشوں کا میلہ لگتا ہے جس میں مردوں اور عورتوں کا مخلوط اجتماع ہوتا ہے اور یہ تمام کام دین کے نام پر کیے جاتے ہیں اور مسلک اہلسنت کی بدنامی ہوتی ہے۔

اعراس میں جو یہ فواحش اور منکرات شامل ہو گئے ہیں ان فواحش اور منکرات کی بنا پر نفس عرس کو ناجائز اور بدعت سیئہ قرار دینا غلط اور دین میں زیادتی ہے جس طرح نفس اعراس کے جواز کی بنا پر ان فواحش اور منکرات کی شرعاً حوصلہ افزائی نہیں کی جا سکتی اسی طرح ان فواحش اور منکرات کی بنا پر نفس اعراس کو بدعت سیئہ کہنا شرعاً غلط اور باطل ہے۔

اسی طرح اذان سے پہلے اور بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا معاملہ ہے۔ اذان سے کچھ پہلے وقفہ سے مختلف صیغوں کے ساتھ اور اذان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بنیاد پر نفلی طریقہ سے صلوٰۃ و سلام پڑھنا یقیناً ایک امر مستحب اور مستحسن ہے لیکن اس کو کبھی کبھی ترک بھی کر دینا چاہیے تاکہ ان پڑھ عوام اور نئی نسلیں اس کو فرض اور واجب نہ سمجھ لیں۔ اور اگر کوئی شخص صلوٰۃ و سلام نہ پڑھے تو اس پر اعتراض اور ملامت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اعتراض اور ملامت صرف واجب اور فرض کے ترک پر کی جاتی ہے اگر اذان سے پہلے یا بعد صلوٰۃ و سلام نہ پڑھنے پر ملامت کی جاتی رہی تو یہ اس نفلی عبادت

لہ۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۵۰، مطبوعہ سنی دارالاشاعت، طبع دوم ۱۳۹۲ھ۔

کہ فرض اور واجب قرار دینے کے مترادف ہوگا اور یہ بعینہٖ بدعت سیئہ ہے، اس لیے اس نفلی عبادت کو اسی کے درجہ میں رکھا جائے اس پر التزام کر کے اس کے ساتھ فرض اور واجب کا معاملہ نہ کیا جائے۔

ہاں علماء دیوبند جو اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام اور اس جیسے دوسرے امور کو تسلسل اور تواتر سے بدعت سیئہ ضالہ اور مضلہ اور دخول نار کا موجب قرار دیتے ہیں یہ حد سے تجاوز ہے اور احکام شرعیہ میں مداخلت کے مترادف ہے اور یہ کہنا کہ اہل سنت ان امور کو فرض اور واجب قرار دیتے ہیں بلا وجہ ان پر بدگمانی ہے اگر کوئی شخص جہالت کی وجہ سے ان امور کے ساتھ فرض ایسا معاملہ کرتا ہے تو اس کا حکم الگ ہے اور وہ بحث گناہ ہے اور یہ بھی انصاف سے بعید ہے کہ کسی شخص یا چند اشخاص کے احوال کو دیکھ کر پوری جماعت کو مطعون کیا جائے۔

متقدمین علماء کے سامنے بھی یہ بات تھی کہ عہد رسالت اور عہد صحابہ میں اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا رواج نہیں تھا اس کے باوجود انہوں نے صلوٰۃ وسلام پڑھنے سے منع نہیں کیا بلکہ اس کو جائز اور مستحب قرار دیا ہے:

علامہ علائی لکھتے ہیں:

التسليم بعد الاذان حدث في ربيع الآخر سنة سبعمائة واحدى وثمانين في عشاء ليلة الاثنين ثم يوم الجمعة ثم بعد عشر سنين حدث في الكل الا المغرب ثم فيها مرتين وهو بدعة حسنة[1]

اذان کے بعد سلام پڑھنے کی ابتداء سات سو اکیاسی (۷۸۱ھ) ہجری کے ربیع الآخر میں پیر کی شب عشاء کی اذان سے ہوئی۔ اس کے بعد جمعہ کے دن اذان کے بعد سلام پڑھا گیا۔ اس کے دس سال بعد مغرب کے سوا تمام نمازوں میں دو مرتبہ سلام پڑھا جانے لگا اور یہ بدعت حسنہ ہے۔

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

قد احدث المؤذنون الصلوة والسلام على رسول الله صلى الله عليه وسلم عقب الاذان للفرائض الخمس الا الصبح والجمعة فانهم يقدمون ذلك فيهما على الاذان والا المغرب فانهم لا يفعلونه اصلا لضيق وقتها وكان ابتداء حدوث ذلك من ايام السلطان الناصر صلاح الدين ابي المظفر يوسف بن ايوب وامره واما قبل ذلك فانه لما قتل الحاكم ابن العزيز امرت اخته بنت الملك ان يسلم على ولده الظاهر فسلم عليه بما صورته السلام على الامام

مؤذنوں نے جمعہ اور صبح کے علاوہ فرائض کی تمام اذانوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع کر دیا ہے وہ ان نمازوں میں صلوٰۃ وسلام کو اذان سے پہلے پڑھتے ہیں اور مغرب کی اذان میں صلوٰۃ وسلام بالکل نہیں پڑھتے کیونکہ اس کا وقت تنگ ہوتا ہے۔ اس کی ابتداء سلطان ناصر صلاح الدین ابو المظفر یوسف بن ایوب کے زمانہ میں اس کے حکم سے ہوئی اس سے پہلے جب حاکم ابن العزیز قتل کیا گیا تھا تو ابن العزیز کی بہن جو بادشاہ کی بیٹی تھی اس نے حکم دیا کہ (اذان کے بعد) اس کے بیٹے ظاہر پر سلام پڑھا جائے جس کی یہ صورت تھی:—

"السلام على الامام الظاهر۔" پھر اس کے

---

[1] علامہ علاؤ الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۳۶۲ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

علامہ طحطاوی نے اس تعریف کی شرح میں لکھا ہے کہ باعتبار علم کے بدعتی کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کا منکر ہو اور بدعتی باعتبار عمل کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص کسی قبیلہ میں نیک کام کے لیے اذان دیتا ہو اور بدعتی باعتبار حال کے یہ ہے کہ کوئی شخص اس اعتقاد سے خاموش رہتا ہو کہ چپ رہنا عبادت ہے۔ [۱]

مشہور غیر مقلد عالم شیخ وحید الزماں بدعت سیئہ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

البدعة الشرعية هي الامر الحادث في الدين بعد القرون الثلثة المشهود لهم بالخير لم يدل عليه دليل من الكتاب و السنة و لم يدخل تحت عمومها بل كان في خلاف ما امر الله به و رسوله و هي المراد في قوله كل بدعة ضلالة و قوله ما احدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة و هي في رواية ما ابتدع قوم بدعة في دينهم الا نزع الله من سنتهم مثلها ثم لا يعيدها اليهم الى يوم القيامة [۲]

بدعت شرعیہ وہ نیا کام ہے جو ان قرون ثلثہ کے بعد دین میں پیدا کیا گیا ہو جن کے خیر ہونے کی زبان رسالت نے گواہی دی ہے اس نئے کام پر نہ کتاب و سنت سے کوئی دلیل قائم ہو نہ وہ کتاب و سنت کے کسی عام حکم کے تحت داخل ہو بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف ہو، حسب ذیل احادیث میں جس بدعت کا ذکر ہے اس سے یہی بدعت مراد ہے۔ "ہر بدعت گمراہی ہے۔" "جو قوم کسی بدعت کو پیدا کرتی ہے اس قوم سے اس بدعت کے بدلہ میں ایک سنت اٹھالی جاتی ہے۔" "جو قوم اپنے دین میں کوئی بدعت نکالتی ہے اللہ تعالیٰ اس بدعت کے بدلہ میں ان سے کوئی سنت اٹھا لیتا ہے پھر قیامت تک ان میں وہ سنت واپس نہیں لاتا۔"

بدعت کا شرعی معنی اور اقسام

علامہ ابن اثیر جزری بدعت کا شرعی معنی اور اس کی اقسام بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

البدعة بدعتان: بدعة هدى و بدعة ضلال، فما كان في خلاف ما امر الله به و رسوله صلى الله عليه وسلم فهو في حيز الذم و الانكار وما كان واقعا تحت عموم ما ندب الله اليه وحض عليه الله

بدعت کی دو قسمیں ہیں، بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ جو کام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف ہو وہ مذموم اور ممنوع ہے، اور جو کام کسی ایسے عام حکم کا فرد ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مستحب قرار دیا ہو یا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم پر برانگیختہ کیا ہو اس کام کا کرنا محمود ہے اور جن کاموں کی مثال پہلے موجود نہ ہو جیسے سخاوت کی اقسام

---

[۱] علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ - حاشیہ مراقی الفلاح ص ۱۸۱ مطبوعہ مصطفیٰ البابی، مصر الطبعۃ الثالثہ ۱۳۵۶ھ

[۲] شیخ وحید الزماں متوفی ۱۳۳۸ھ؛ ہدیۃ المہدی ص ۱۱۶، مطبوعہ میور پریس دہلی ۱۳۲۵ھ

أو رسوله فهو في حيز المدح وما لم يكن له مثال موجود كنوع من الجود والسخاء وفعل المعروف فهو من الأفعال المحمودة ولا يجوز أن يكون ذلك في خلاف ما ورد الشرع به لأن النبي صلى الله عليه وسلم قد جعل له في ذلك ثوابا فقال "من سن سنة حسنة كان له أجرها وأجر من عمل بها" وقال في ضده "ومن سن سنة سيئة كان عليه وزرها ووزر من عمل بها" وذلك إذا كان في خلاف ما أمر الله به ورسوله صلى الله عليه وسلم[1]

اور دوسرے نیک کام، وہ اچھے کام ہیں بشرطیکہ وہ خلاف شرع نہ ہوں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کاموں پر ثواب کی بشارت دی ہے۔ آپ نے فرمایا: "جس شخص نے اچھے کام کی ابتداء کی اس کو اپنا اجر بھی ملے گا اور جو لوگ اس کام کو کریں گے ان کے عمل کا اجر بھی ملے گا اور جو برے کام کی ابتداء کرے اس کے بارہ میں فرمایا جس شخص نے برے کام کی ابتداء کی اس پر اپنی برائی کا وبال بھی ہوگا اور جو اس برائی کو کریں گے ان کا وبال بھی اس پر ہوگا۔ اور یہ اس وقت ہے جب وہ کام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف ہو۔

علامہ طاہر پٹنی نے بھی بدعت کی اسی طرح دو قسمیں بیان کی ہیں[2]۔

علامہ ابن منظور افریقی نے علامہ ابن اثیر کی مذکور الصدر پوری عبارت نقل کی ہے اور علامہ ابن اثیر ہی کے حوالے سے[3] یہ لکھا ہے کہ حدیث میں جو ہے کہ ہر نیا کام بدعت ہے اس نئے کام سے مراد وہ کام ہے جو خلاف شریعت ہو، لکھتے ہیں:

وعلى هذا التأويل يحمل الحديث الآخر كل محدثة بدعة انما يريد ما خالف أصول الشريعة ولم يوافق السنة[3]

ان دلائل کی بناء پر حدیث "ہر نیا کام بدعت ہے" کی تاویل کی جائے گی اور اس نئے کام سے مراد وہ کام ہیں جو اصول شریعت کے مخالف ہوں اور سنت کے موافق نہ ہوں۔

علامہ میر سید شریف نے بدعت کی دو تعریفیں لکھی ہیں:

(البدعة) هي الفعلة المخالفة للسنة سميت البدعة لأن قائلها ابتدعها من غير مقال امام (البدعة) هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي[4]

بدعت وہ کام ہے جو سنت کے خلاف ہو اور اس کو بدعت اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا قائل امام کے قول کے بغیر اس کی اختراع کرتا ہے۔ بدعت وہ نیا کام ہے جس کو صحابہ اور تابعین نے نہ کیا ہو اور نہ وہ دلیل شرعی کا تقاضا ہو۔

علامہ نووی نے بدعت پر انتہائی تفصیل اور تحقیق سے لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں:

---

[1] ۔ علامہ مجد الدین ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ، النہایہ ج ۱ ص ۱۰۷، مطبوعہ مؤسسہ اسماعیلیان قم الطبعة الرابعہ ۱۳۶۴ھ۔

[2] ۔ علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ، مجمع بحار الانوار ج ۱ ص ۸۰ مطبوعہ مطبع نولکشور ہند

[3] ۔ علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۸ ص ۶ مطبوعہ نشر ادب الحوزہ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[4] ۔ میر سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات ص ۱۲ مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، الطبعة الاولیٰ، ۱۳۰۶ھ۔

(بدع) البدعة بكسر الباء في الشرع هي احداث ما لم يكن في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وهي منقسمة الى حسنة و قبيحة. قال الشيخ الامام المجمع على امامته وجلالته وتمكنه في انواع العلوم وبراعته ابو محمد عبد العزيز بن عبد السلام رحمه الله ورضي الله عنه في آخر كتاب القواعد البدعة منقسمة الى واجبة ومحرمة ومندوبة ومكروهة ومباحة قال والطريق في ذلك ان تعرض البدعة على قواعد الشريعة فان دخلت في قواعد الايجاب فهي واجبة او في قواعد التحريم فمحرمة او الندب فمندوبة او المكروه فمكروهة او المباح فمباحة وللبدع الواجبة امثلة منها الاشتغال بعلم النحو الذي يفهم به كلام الله تعالى وكلام رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وذلك واجب لان حفظ الشريعة واجب ولا يتأتى حفظها الا بذلك وما لا يتم الواجب الا به فهو واجب الثاني حفظ غريب الكتاب والسنة من اللغة الثالث تدوين اصول الدين واصول الفقه الرابع الكلام في الجرح والتعديل وتمييز الصحيح من السقيم وقد دلت قواعد الشريعة على ان حفظ الشريعة فرض كفاية فيما زاد على المتعين ولا يتأتى ذلك الا بما ذكرناه وللبدع المحرمة امثلة منها مذاهب القدرية والجبرية والمرجئة والمجسمة والرد على هؤلاء من البدع الواجبة وللبدع المندوبة امثلة منها احداث الربط والمدارس وكل احسان لم يعهد في العصر الاول ومنها التراويح

بدعت کا شرعی معنی یہ ہے "وہ نیا کام کرنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہ ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں حسنہ اور قبیحہ (سیئہ) شیخ امام ابو محمد عبد العزیز بن عبد السلام رحمہ اللہ و رضی اللہ عنہ جو تمام علوم میں ماہر اور فائق ہیں اور جن کی جلالت اور امامت پر تمام کا اتفاق ہے، انھوں نے کتاب القواعد کے آخر میں فرمایا: بدعت کی حسب ذیل اقسام ہیں۔ واجب، حرام، مستحب، مکروہ اور مباح۔ انھوں نے فرمایا کہ اس کے جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ بدعت کا قواعد شرعیہ سے موازنہ کیا جائے اگر وہ بدعت قواعد ایجاب کے تحت داخل ہے تو واجب ہے اور اگر قواعد تحریم کے تحت داخل ہے تو حرام ہے اور اگر قواعد استحباب کے تحت داخل ہے تو مستحب ہے اور اگر کراہیت کے قاعدہ کے تحت داخل ہے تو مکروہ اور اباحت کے قاعدہ میں داخل ہے تو مباح ہے۔ بدعات واجبہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: علم نحو کا پڑھنا جس پر قرآن اور حدیث کا سمجھنا موقوف ہے یہ اس لیے واجب ہے کہ علم شریعت کا حصول واجب ہے اور قرآن اور حدیث کے بغیر علم شریعت حاصل نہیں ہو سکتا اور جس چیز پر کوئی واجب موقوف ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے۔ دوسری مثال ہے قرآن اور حدیث کے معانی جاننے کے لیے علم لغت کو حاصل کرنا۔ تیسری مثال ہے دین کے قواعد اور اصول فقہ کو مرتب کرنا چوتھی مثال ہے سند حدیث میں جرح اور تعدیل کا علم حاصل کرنا تاکہ صحیح اور ضعیف حدیث میں امتیاز ہو سکے اور قواعد شرعیہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اپنی ضروریات سے زیادہ علم شریعت حاصل کرنا فرض کفایہ ہے اور یہ علم مذکور الصدر علوم کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ بدعات محرمہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: قدریہ، جبریہ، مرجئہ اور مجسمہ کے نظریات (آج کل پرویزی، چکڑالوی، بہائی، مرزائی، رافضی اسماعیلی وغیرہ کے نظریات۔ سعیدی غفرلہٗ) اور ان لوگوں پر رد کرنا۔ بدعات واجبہ کی قسم میں داخل ہے۔

والکلام فی دقائق التصوف وفی الجدل ومنها جمع المحافل للاستدلال ان قصد بذلک وجه اللہ تعالٰی: وللبدع المکروھۃ امثلۃ کزخرفۃ المساجد وتزویق المصاحف وللبدع المباحۃ امثلۃ منها المصافحۃ عقب الصبح والعصر ومنها التوسع فی اللذیذ من الماکل والمشارب والملابس والمساکن ولبس الطیالسۃ وتوسیع الاکمام وقد یختلف فی بعض ذلک فیجعلہ بعض العلماء من البدع المکروھۃ ویجعلہ آخرون من السنن المفعولۃ فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فما بعدہ وذلک کالاستعاذۃ فی الصلاۃ والبسملۃ ھذا آخر کلامہ وروی البیھقی باسنادہ فی مناقب الشافعی عن الشافعی رضی اللہ عنہ قال المحدثات من الامور ضربان احدھما احدث مما یخالف کتابا او سنۃ او اثرا او اجماعا فھذہ البدعۃ الضلالۃ والثانیۃ ما احدث من الخیر لا خلاف فیہ لواحد من العلماء وھذہ محدثۃ غیر مذمومۃ وقد قال عمر رضی اللہ عنہ فی قیام شھر رمضان نعمت البدعۃ ھذہ یعنی انھا محدثۃ لم تکن واذا کانت لیس فیھا رد لما مضی ھذا آخر کلام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[1]

بدعات مستحبہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: سرائے اور مدارس بنانا اور ہر ایسا اصلاحی اور فلاحی کام جو عہد رسالت میں نہیں تھا (تمام رمضان میں) جماعت تراویح، تصوف کی دقیق ابحاث، بدعقیدہ فرقوں سے مناظرہ، اور اس مقصد کے لیے جلسے منعقد کرنا بشرطیکہ اس سے مقصود رضائے الٰہی ہو۔ بدعات مکروہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: مساجد کی زیب و زینت (متاخرین فقہاء نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ سعیدی غفرلہ) مصحف قرآن کو مزین کرنا (یہ بھی متاخرین کے نزدیک جائز ہے۔ سعیدی غفرلہ) بدعات مباح کی بعض مثالیں یہ ہیں: صبح اور عصر (کی نماز کے) بعد مصافحہ کرنا، کھانے پینے، پہننے اور رہائش کے معاملات میں وسعت کو اختیار کرنا، سبز چادریں اوڑھنا کھلی آستینوں کی قمیص پہننا۔ ان امور میں اختلاف ہے بعض علماء نے ان امور کو بدعات مکروہ میں داخل کیا ہے اور بعض علماء نے ان کو عہد رسالت اور عہد صحابہ کی سنتوں میں داخل کیا ہے جیسے نماز میں اعوذ باللہ اور بسم اللہ جہراً پڑھنے میں سنت ہونے نہ ہونے کا اختلاف ہے۔ یہاں تک امام عبد العزیز بن عبد السلام کا کلام ہے اس کے بعد علامہ نووی فرماتے ہیں: امام بیہقی نے مناقب شافعی میں اپنی سند کے ساتھ امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بدعات کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو کتاب، سنت، اثر یا اجماع کے خلاف ہو یہ بدعت سیئہ ہے دوسری قسم وہ نئے کام ہیں جن میں خیر ہو، ان میں کسی عالم کا اختلاف نہیں ہے اور یہ بدعت غیر مذموم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں جماعت قائم کرا کر فرمایا یہ اچھی بدعت ہے، یعنی یہ وہ کام ہے جو پہلے نہیں تھا کیونکہ یہ شریعت کے خلاف نہیں ہے۔ یہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کی مکمل عبارت ہے۔

ملا علی قاری نے بھی شیخ عبد العزیز بن عبد السلام کے حوالے سے بدعات کی مذکور الصدر پانچ اقسام ذکر کی ہیں[2] اسی طرح

[1] علامہ ابو زکریا یحیٰی الدین بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تہذیب الاسماء واللغات، ج ۱ ص ۲۳۔ ۲۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۲۱۶، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی شیخ عبدالعزیز بن عبدالسلام کے حوالہ سے بدعت کی یہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں[1] علامہ شامی نے بھی علامہ نووی کے مذکورہ حوالہ سے یہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں[2]۔ اسی طرح علامہ آلوسی نے بھی علامہ نووی کے حوالے سے بدعت کی یہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں[3]۔ علامہ ابن حجر مکی نے بھی شیخ عبدالعزیز بن عبدالسلام کے حوالہ سے بدعت کی پانچ اقسام ذکر کی ہیں[4] علامہ وشتانی مالکی نے بھی علامہ نووی کے حوالہ سے بدعت کی مذکورہ پانچ اقسام بیان کی ہیں[5] علامہ سنوسی مالکی نے بھی قاضی عیاض مالکی کے حوالہ سے بدعت کی یہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں[6]۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی علامہ نووی کے مذکورہ حوالہ سے بدعت کی پانچ اقسام بیان کی ہیں[7]۔ شیخ عثمانی دیوبندی نے بھی علامہ نووی کے حوالہ سے بدعت کی یہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں[8]۔

مشہور غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان بدعت کی اقسام کے بارے میں لکھتے ہیں:

اما البدعة اللغوية فهي تنقسم الى مباحة ومكروهة وحسنة وسيئة قال الشيخ ولي الله من اصحابنا من البدعة بدعة حسنة كالاخذ بالنواجذ لما حث عليه النبي صلى الله عليه وسلم من غير عزم كالتراويح ومنها مباحة كعادات الناس في الاكل والشرب واللباس وهي هنيئة قلت تدخل في البدعات المباحة استعمال الورد والرياحين والازهار للعروس ومن الناس من منع عنها لاجل التشبه بالهنود الكفار قلنا اذا لم ينو التشبه او جرى الامر المرسوم بين الكفار في جماعة المسلمين من غير نكير فلا يضر التشبه

بہرحال باعتبار لغت کے بدعت کی حسب ذیل اقسام ہیں: بدعت مباحہ، بدعت مکروہہ، بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ ہمارے اصحاب میں سے شیخ ولی اللہ نے کہا کہ بدعات میں سے بدعت حسنہ کو دانتوں سے پکڑ لینا چاہیے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو واجب کیے بغیر اس پر برانگیختہ کیا ہے جیسے تراویح' بدعات میں سے ایک قسم بدعت مباحہ ہے جیسے لوگوں کے کھانے پینے اور پہننے کے معمولات ہیں اور یہ آسان ہے۔ میں کہتا ہوں کہ دولہا دلہن کے لیے کلیوں اور پھولوں کا استعمال (جیسے ہار اور سہرا) بھی بدعات مباحہ میں داخل ہے بعض لوگوں نے ہندوؤں سے مشابہت کے سبب اس سے منع کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص تشبہ کی نیت نہ کرے یا کفار کی کوئی

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۲۵ مطبوعہ نولکشور ہند۔

[2] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۳۷۶ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[3] علامہ سید محمد آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۷ ص ۱۹۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی۔

[4] علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ، فتاویٰ حدیثیہ ص ۱۳۰ مطبوعہ مصطفی البابی حلبی مصر، المطبعۃ الثالثۃ ۱۳۵۶ھ۔

[5] علامہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[6] علامہ ابو عبداللہ سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال المعلم ج ۳ ص ۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[7] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۱۹۲ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد۔

[8] شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۲ ص ۴۰۶ مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

كثير من الاقبية والالبسة التي جاءت من قبل الكفار ثم شاعت بين المسلمين وقد لبس النبي صلى الله عليه وسلم جبة رومية ضيقة الكمين وقسم الاقبية التي جاءت من بلاد الكفار على اصحابه ومنها ما هي ترك المسنون وتحريف المشروع وهي الضلالة وقال السيد البدعة الضلالة المحرمة هي التي ترفع السنة مثلها والتي لا ترفع شيئاً منها فليست هي من البدعة بل هي مباح الاصل۔ [1]

رسم مسلمانوں میں بغیر انکار کے جاری ہو تو اس میں مشابہت سے کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ قبا، اور دوسرے لباس کفار کی طرف سے آئے اور مسلمانوں میں رائج ہو گئے اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگ آستینوں والا رومی جبّہ پہنا ہے اور کفار کی طرف سے جو قبائیں آئی تھیں ان کو صحابہ میں تقسیم فرمایا ہے اور بدعات میں سے ایک وہ بدعت ہے جس سے کوئی سنت متروک ہو اور حکم شرعی میں تبدیلی آئے اور یہی بدعت ضلالہ (سیئہ) ہے۔ نواب صاحب (نواب صدیق حسن بھوپالی جو غیر مقلدین کے بہت بڑے عالم تھے) نے کہا ہے کہ بدعت وہ ہے جس سے اس کے بدلہ میں کوئی سنت متروک ہو جائے اور جس بدعت سے کسی سنت کا ترک نہ ہو وہ بدعت نہیں ہے بلکہ وہ اپنی اصل میں مباح ہے۔

مشہور نجدی عالم شیخ شوکانی فتح الباری سے نقل کر کے اقسام بدعت کے بارے میں لکھتے ہیں:

البدعة اصلها ما احدث على غير مثال سابق وتطلق في الشرع على مقابل السنة فتكون مذمومة والتحقيق انها ان كانت مما يندرج تحت مستحسن في الشرع فهي حسنة وان كانت مما يندرج تحت مستقبح في الشرع فهي مستقبحة والا فهي من قسم المباح وقد تنقسم الى الاحكام الخمسة [2]

لغت میں بدعت اس کام کو کہتے ہیں جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو اور اصطلاح شرع میں سنت کے مقابلہ میں بدعت کا اطلاق ہوتا ہے اس لیے یہ مذموم ہے اور تحقیق یہ ہے کہ بدعت اگر کسی ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں مستحسن ہے تو یہ بدعت حسنہ ہے اور اگر ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں قبیح ہے تو یہ بدعت سیئہ ہے ورنہ بدعت مباحہ ہے اور بلا اشتباہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔

بدعات حسنہ اور مصالح مرسلہ

علامہ ابو اسحاق شاطبی رحمہ اللہ بدعت کی اقسام کے بارے میں لکھتے ہیں:

هذا الباب يضطر الى الكلام فيه عند النظر فيما هو بدعة وما ليس ببدعة

اس باب میں یہ بحث کرنا ضروری ہے کہ کیا چیز بدعت ہے اور کیا چیز بدعت نہیں ہے کیونکہ زیادہ تر

---

[1] شیخ وحید الزمان متوفی ١٣٢٨ھ، ہدیۃ المہدی ص ١١٧ مطبوعہ میور پریس دہلی ١٣٢٥ھ
[2] شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ١٢٥٠ھ، نیل الاوطار ج ٣ ص ٣٢٥ مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریۃ طبعہ جدیدہ ١٣٩٨ھ

فان كثيرا من الناس عدوا اكثر المصالح المرسلة بدعا ونسبوها الى الصحابة والتابعين وجعلوها حجة فيما ذهبوا اليه من اختراع العبادات وقوم جعلوا البدع تنقسم باقسام احكام الشريعة فقالوا ان منها ما هو واجب ومندوب وعدوا من الواجب كتب المصحف وغيره ومن المندوب الاجتماع فى قيام رمضان على قارئ واحد وايضا فان المصالح المرسلة يرجع معناها الى اعتبار المناسب الذى لا يشهد له اصل معين فليس له على هذا شاهد شرعى على الخصوص ولا كونه قياسا بحيث اذا عرض على العقول تلقته بالقبول وهذا بعينه موجود فى البدع المستحسنة فانها راجعة الى امور فى الدين مصلحية فى زعم واضعيها فى الشرع على الخصوص واذا ثبت هذا فان كان اعتبار المصالح المرسلة حقا فاعتبار البدع المستحسنة حق لانهما يجريان من واد واحد وان لم يكن اعتبار البدع حقا لم يصح اعتبار المصالح المرسلة۔

لوگوں نے بہت سی مصالح مرسلہ کو بدعت قرار دیا ہے اور ان بدعات کو صحابہ کرام اور تابعین عظام کی طرف منسوب کیا ہے اور ان سے اپنی من گھڑت عبادات پر استدلال کیا ہے۔ اور ایک قوم نے بدعات کی احکام شرعیہ کے مطابق تقسیم کی ہے اور انھوں نے کہا کہ بعض بدعات واجب ہیں اور بعض مستحب ہیں، انھوں نے بدعات واجبہ میں قرآن کریم کی کتابت کو شمار کیا ہے اور بدعات مستحبہ میں ایک امام کے ساتھ تراویح کے اجتماع کو شامل کیا ہے۔ مصالح مرسلہ کا رجوع اس اعتبار مناسب کی طرف ہوتا ہے جس پر کوئی اصل معین شاہد نہیں ہوتی اس لحاظ سے اس پر کوئی دلیل شرعی بالخصوص نہیں ہوتی اور نہ وہ کسی ایسے قیاس سے ثابت ہے کہ جب اسے عقل پر پیش کیا جائے تو وہ اسے قبول کرے اور یہ چیز بعینہ بدعات حسنہ میں بھی پائی جاتی ہے کیونکہ بدعات حسنہ کے ایجاد کرنے والوں کے نزدیک ان کی بنیاد دین اور بالخصوص شریعت کی کسی مصلحت پر ہوتی ہے اور جب یہ بات ثابت ہو گئی تو مصالح مرسلہ اور بدعات حسنہ دونوں کا مآل ایک ہے اور دونوں برحق ہیں اور اگر بدعات حسنہ کا اعتبار صحیح نہ ہو تو مصالح مرسلہ کا اعتبار بھی صحیح نہیں ہو گا [1]۔

شیخ عبد العزیز بن عبد السلام رحمہ اللہ اور ان کی اتباع میں علامہ نووی و دیگر اکابر علماء نے جن امور کو بدعت حسنہ قرار دیا ہے علامہ شاطبی رحمہ اللہ انھی امور کو مصالح مرسلہ قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دونوں کا مآل ایک ہے کیونکہ بدعات حسنہ اور مصالح مرسلہ دونوں کی علت ایک ہے اور وہ شریعت اور دین کی ایسی مصلحت ہے جس کی وجہ سے شریعت کا تحفظ ہو سکے یا اس پر عمل آسان ہو تاکہ عام مسلمانوں کے لیے شریعت پر عمل کرنا دشوار نہ ہو اور جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ بدعت کی یہ اقسام مجتہدین کے دائرہ کار میں داخل ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو پہلے قرآن کریم کو ایک مصحف میں جمع کیا اور پھر صرف لغت قریش کو باقی رکھا اور باقی تمام لغات میں لکھے ہوئے مصاحف کو جلا دیا، ان کا یہ اقدام محض شریعت کے تحفظ کی وجہ سے تھا۔

علامہ شاطبی لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی متوفی ۷۹۰ھ، الاعتصام ج ۲ ص ۱۱۱، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت۔

ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتفقوا علی جمع المصحف ولیس ثم نص علی جمعہ وکتبہ ایضا الی قولہ، حتی اذا نسخوا الصحف فی المصاحف بعث عثمان فی کل افق بمصحف من تلک المصاحف التی نسخوھا ثم امر بما سوی ذلک من القراءۃ فی کل صحیفۃ او مصحف ان یحرق ولم یرد نص عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بما صنعوا من ذلک ولکنہم راوہ مصلحۃ تناسب تصرفات الشرع قطعا فان ذلک راجع الی حفظ الشریعۃ والامر بحفظہا معلوم والی منع الذریعۃ للاختلاف فی اصلہا الذی ھو القرآن وقد علم النھی عن الاختلاف فی ذلک بما لا مزید علیہ۔

واذا استقام ھذا الاصل فاحمل علیہ کتب العلم من السنن وغیرھا اذا خیف علیہا الاندراس زیادۃ علی ما جاء فی الاحادیث من الامر بکتب العلم۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ قرآن کریم کو ایک مصحف میں جمع کرنے پر متفق ہو گئے حالانکہ قرآن کریم کو جمع کرنے اور لکھنے کے بارے میں ان کے پاس کوئی صریح حکم نہیں تھا حتیٰ کہ جب انہوں نے (لغت قریش پر) صحائف لکھ لیے تو حضرت عثمان نے تمام شہروں میں ان مصاحف کو بھیجا اور یہ حکم دیا کہ اس لغت کے سوا باقی تمام لغات پر لکھے ہوئے مصاحف کو جلا دیا جائے، حالانکہ اس معاملہ میں ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم نہیں تھا لیکن انہوں نے اس اقدام میں ایسی مصلحت دیکھی جو تصرفات شرعیہ کے بالکل مناسب تھی کیونکہ قرآن کریم کو مصحف واحد میں جمع کرنا شریعت کے تحفظ کی خاطر تھا اور یہ بات مسلم اور طے شدہ ہے کہ ہمیں شریعت کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے اور یک لغت پر قرآن کریم کو جمع کرنا اس لیے تھا کہ مسلمان ایک دوسرے کی قرأت کی تکذیب نہ کریں اور دین میں اختلاف نہ پیدا ہو اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ ہمیں اختلاف سے منع کیا گیا ہے اور جب یہ قاعدہ معلوم ہو گیا تو جان لو کہ احادیث اور کتب فقہ کو مدون کرنا بھی اسی وجہ سے ہے کہ شریعت محفوظ رہے۔ علاوہ ازیں احادیث میں علم کی باتوں کو لکھنے کا بھی حکم ثابت ہے۔

بدعت حسنہ کی وجہ اختراع اور بدعت سیئہ کا مصداق

علامہ شاطبی کی اس عبارت سے یہ بات آفتاب سے زیادہ روشن ہو گئی کہ صرف ضرورت شرعیہ اور دینی مصلحت کی بناء پر بدعات حسنہ کا ارتکاب جائز بلکہ مستحسن اور بعض صورتوں میں واجب ہے اور اگر کوئی شخص بغیر کسی ضرورت شرعیہ اور دینی مصلحت کے خود ساختہ اور من گھڑت عبادات کے ارتکاب کے لیے بدعات حسنہ کا سہارا لیتا ہے تو یہ صحیح نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر واضح نکیر فرمائی ہے۔

علامہ شاطبی لکھتے ہیں:

اما الشرع فقیہ ما یدل علی خلاف ذلک لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رد علی من قال: اما انا فاقوم اللیل ولا انام، وقال الآخر: اما انا فلا انکح النساء الی آخر ما قالوا،

بہرحال شریعت میں اس امر کے خلاف دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ پر رد فرمایا جن میں سے ایک نے کہا تھا میں تمام رات قیام کروں گا اور نیند نہیں کروں گا، اور دوسرے نے کہا تھا میں عورتوں سے شادی

[1] علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی غرناطی متوفی ۷۹۰ھ، الاعتصام ج ۲ ص ۱۱۷-۱۱۵، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

فرد علیهم ذلك صلی الله علیه وسلم وقال:
"من رغب عن سنتي فليس مني"

و هذه العبارة اشد شيء في الانكار، ولم يكن ما التزموا الا فعل مندوب او ترك مندوب الى فعل مندوب آخر وكذالك ما في الحديث انه عليه السلام رأى رجلا قائما في الشمس فقال "ما بال هذا؟" قيل نذر ان لا يستظل ولا يتكلم ولا يجلس ويصوم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم "مره فليجلس وليتكلم وليستظل وليتم صومه" قال مالك امره ان يتم ما كان لله عليه فيه طاعة، ويترك ما كان عليه فيه معصية ويعضد هذا الذي قال مالك ما في البخاري عن قيس بن ابي حازم قال دخل على امرأة من قيس يقال لها زينب فرآها لا تتكلم، فقال "ما لها" فقالوا حجة مصمتة قال لها: "تكلمي" فان هذا لا يحل، هذا من عمل الجاهلية فتكلمت الحديث ..... الخ[1]

نہیں کروں گا الحدیث (تیسرے صحابی نے کہا تھا کہ میں تمام عمر روزے رکھوں گا۔ سیدنا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا رد کر کے فرمایا "جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میرا پیرو کار نہیں ہے" اور آپ کے اس فرمان میں ان کے اس نظریے کا بہت شدید رد ہے۔ حالانکہ ان لوگوں نے ایک مستحب فعل کے ارتکاب یا ایک مستحب فعل سے دوسرے مستحب فعل کی طرف منتقل ہونے کا التزام کیا تھا! اسی طرح حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دھوپ میں کھڑے دیکھا تو فرمایا یہ کیوں کھڑا ہے؟ بتایا گیا کہ اس نے نذر مانی ہے کہ سایہ میں رہے گا نہ کسی سے بات کرے گا نہ بیٹھے گا اور روزے رکھے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے کہو کہ بیٹھے، بات کرے، سایہ میں رہے اور اپنے روزے پورے کرے۔ امام مالک نے فرمایا کہ اس کی نذر میں جو عبادت کا پہلو تھا اس کو پورا کرنے کا حکم دیا اور جس میں معصیت تھی اس کے ترک کا حکم دیا۔ امام مالک کے اس قول کی بخاری کی اس روایت سے تقویت ہوتی ہے:

قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ قیس کی ایک عورت کے پاس گئے جن کا نام زینب تھا آپ نے دیکھا کہ وہ بات نہیں کرتی تھی۔ آپ نے فرمایا یہ بات کیوں نہیں کرتی آپ کو بتایا گیا کہ اس نے چپ کا حج کیا ہے، آپ نے اس سے فرمایا بات کرے، یہ جائز نہیں ہے، یہ زمانۂ جاہلیت کے اعمال سے ہے پھر وہ عورت بات کرنے لگی۔

علامہ شاطبی نے جو احادیث بیان کی ہیں ان میں بعض وہ چیزیں ہیں جن میں عبث، لایعنی اور افعال جاہلیت کو بطور عبادت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ایسے افعال کو بطور عبادت کرنا حرام ہے اور بعض وہ چیزیں ہیں جن میں امور مستحبہ کو دوام اور التزام کے ساتھ بطور عبادت کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ یہ التزام فرض سمجھ کر کرتا ہے تو یہ افعال حرام ہیں اور صرف دوام کے ساتھ مکروہ تنزیہی ہیں۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔

[1] علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی متوفی ۷۹۰ھ، الاعتصام ج ۲ ص ۵۲-۵۱ - مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

مذکور الصدر دلائل کے پیش نظر عبادات میں یہ امر ملحوظ رکھنا چاہیے کہ جو عبادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جماعت صحابہ سے جس طرح منقول ہے اس عبادت کو اسی طرح ادا کیا جائے اور اس میں اپنی طرف سے کسی سابقہ لاحقہ کا اضافہ کیا جائے اور کسی امر مستحب کو دوام اور التزام کے ساتھ نہ کیا جائے اور نہ انفرادی نفلی عبادات کو اجتماعی شعائر کا درجہ دیا جائے۔ علامہ شاطبی لکھتے ہیں:

ومن اجل ذلك قال حذيفة رضي الله عنه: «كل عبادة لم يتعبدها اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فلا تعبدوها فان الاول لم يدع للآخر مقالا فاتقوا الله يا معشر القراء وخذوا بطريق من كان قبلكم» ونحوه لابن مسعود ايضا وقد تقدم من ذلك كثير۔ [1]

اسی وجہ سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ہر وہ عبادت جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی اس عبادت کو مت کرو، کیونکہ پہلے لوگوں نے بعد کے لوگوں کے لیے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی ہے۔ اے قرآن پڑھنے والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صحابہ کے طریقہ پر عمل کرو۔" حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی قول منقول ہے اور اس سے پہلے کافی دلائل گذر چکے ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان میں غور و فکر کی ضرورت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور ارشادات صحابہ سے جو بات صاف اور واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے وہ یہی ہے کہ عبادت کا صحیح طریقہ وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا اور جس پر جماعت صحابہ گامزن رہی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لیے نمونہ بنا کر بھیجا ہے لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة (احزاب: ۲۱) "بے شک تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے" اور یہ بات معروف ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو کوئی چیز بنانے کے لیے نمونہ پیش کرتا ہے تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ بنانے والا اس نمونہ کے مطابق چیز بنائے اگر بنانے والے کی چیز اس نمونہ کے مطابق ہو تو وہ چیز مقبول ہوتی ہے ورنہ اس کے مردود ہونے کا خطرہ ہے۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فهي عامة في كل افعاله صلى الله عليه وسلم اذا لم يعلم انها من خصوصياته كنكاح ما فوق اربع نسوة اخرج ابن ماجة وابن ابي حاتم عن حفص بن عاصم قال: قلت لعبد الله بن عمر رضي الله عنهما رايتك في السفر لا تصلي قبل الصلوة ولا بعدها فقال يا ابن اخي صحبت رسول الله صلى الله عليه

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ آپ کے تمام افعال کو شامل ہے سوا ان افعال کے جو آپ کی خصوصیت ہیں جیسے بیک وقت چار عورتوں سے زیادہ نکاح میں رکھنا۔ ابن ماجہ اور ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حفص بن عاصم نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: "میں نے دیکھا ہے کہ آپ سفر میں فرض سے پہلے نماز پڑھتے ہیں نہ بعد۔" آپ نے فرمایا: "اے میرے بھتیجے!

[1] علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی متوفی ۷۹۰ھ الاعتصام ج ۲ ص ۱۳۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

وسلم كذا وكذا فلم اره يصلى قبل الصلوٰة ولا بعدها ويقول الله تعالىٰ: لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة.[1]

میں اتنا اتنا عرصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں میں نے آپ کو فرض سے پہلے کوئی نماز پڑھتے دیکھا اور نہ بعد میں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ہر گاہ تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔"

علامہ آلوسی نے اس آیت کی تفسیر میں امام ابن ماجہ اور امام ابن ابی حاتم کے حوالہ سے جو حدیث نقل کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اتباع اور آپ کی عبادات کے نمونہ ہونے کا تقاضا یہی تھا کہ آپ کے فعل پر کسی سابقہ اور لاحقہ کا اضافہ نہ کیا جائے اس وجہ سے آپ سفر میں فرض سے پہلے سنتیں پڑھتے تھے نہ فرض کے بعد علاوہ ازیں فی نفسہٖ سنن اور نوافل پڑھنا اچھا کام ہے اور قرآن اور حدیث میں نفلی نمازوں کا ثبوت بھی ہے لیکن چونکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک سفر کے موقع پر آپ کا سنن اور نوافل پڑھنا ثابت نہیں تھا اس لیے انھوں نے سفر میں سنتیں نہیں پڑھیں اور سنتیں پڑھنے کو انھوں نے آپ کے نمونہ کے خلاف سمجھا۔ اس لیے بے خطر اور سلامتی کا طریقہ یہی ہے کہ سنت رسول اور طریق صحابہ کو دانتوں سے پکڑ لیا جائے اور اس میں سر مو کمی بیشی نہ کی جائے۔ اعلیٰ حضرت سے سوال کیا گیا کہ کیا کفن مسنون سے کچھ زیادہ چیزیں کفن میں رکھنا جائز ہیں اس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا:

"مرد کے لیے کفن کے تین کپڑے اور عورت کے لیے پانچ ان کے سوا کفنی میں کوٹی اور تہبند یا رومال دینا بدعت و ممنوع ہے۔ سر بندھکی اگر فقیر کو بطور صدقہ دیں تو حرج نہیں اور کفن میں رکھنا حرام ہے۔"[2]

اس عبارت سے آفتاب سے زیادہ روشن طریقہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن امور کو منضبط کر دیا ہے ان میں کسی قسم کی زیادتی اور سابقہ و لاحقہ کا اضافہ کرنا ناجائز اور بدعت ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

بعض لوگ آپ کی بتائی ہوئی اور مقرر شدہ عبادات پر سابقہ یا لاحقہ کا اضافہ فرض اور واجب سمجھ کر نہیں کرتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم یہ اضافہ آپ کی محبت میں کر رہے ہیں اور اس کو فرض نہیں سمجھتے اور اسی خیال سے اس عمل کو دوام کرتے ہیں لیکن یہ طریقہ بھی صحیح نہیں ہے حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عباس قال بعث النبى صلى الله عليه وسلم عبد الله بن رواحة فى سرية فوافق ذلك يوم الجمعة فغدا اصحابه فقال اتخلف فاصلى مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم الحقهم فلما صلى مع النبى صلى الله عليه وسلم راه فقال له ما منعك

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر میں بھیجا اور وہ دن جمعہ کا تھا حضرت عبد اللہ بن رواحہ کے ساتھی علی الصباح چلے گئے۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے سوچا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھ کر بعد میں چلا جاؤں گا اور پھر اپنے ساتھیوں سے جا ملوں گا۔ جب انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی جز ۲۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[2] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۴، مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد، طبع دوم ۱۳۹۲ھ۔

ان تغدو امع اصحابك فقال اردت ان اصلی معك ثم الحقهم فقال لو انفقت ما فی الارض ما ادرکت فضل غدوتهم [1]

نماز پڑھی تو آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کیوں نہیں گئے؟ انھوں نے کہا میں نے چاہا کہ آپ کے ساتھ نماز پڑھ کر پھر انہیں جا ملوں۔ آپ نے فرمایا اگر تم تمام روئے زمین کو بھی خرچ کر دو پھر بھی ان کے علی الصباح جانے کا ثواب نہیں پا سکتے!

مدینے میں جمعہ پڑھنے کا قرآن اور حدیث میں حکم موجود ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز جمعہ پڑھنا عظیم ترین فضیلت ہے اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے لشکر میں ساتھیوں کے ساتھ صبح کے وقت جانے پر جمعہ پڑھنے کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ہی کیا تھا اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس عمل کو ناپسند فرمایا اور انھیں اپنے ساتھیوں کے اجر سے محروم ہونے کی خبر دی۔

حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے صرف ایک بار آپ کے بتائے ہوئے طریقہ پر یہ اضافہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو ناپسند فرمایا، سوچئے اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ عبادات پر سابقہ یا لاحقہ کے اضافوں کو دائما اور شب و روز کا معمول بنالیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی کا کیا عالم ہو گا!!!

قرون ثلثہ پر سنت و بدعت کا مدار

شیخ خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں:

جو شئی بوجود شرعی قرون ثلثہ میں موجود ہو وہ سنت ہے الا جو بوجود شرعی نہ موجود ہو وہ بدعت ہے۔ اب سنو کہ وجود شرعی اصطلاح فقہ میں اس کو کہتے ہیں کہ بدون شارع کے بتلانے کے اور فرمانے کے معلوم نہ ہو سکے اور حس اور عقل کو اس میں دخل نہ ہو پس اس شئی کا وجود شارع کے ارشاد پر موقوف ہو خواہ صراحۃً ارشاد ہو یا اشارۃً و دلالۃً پس جب کسی نوع ارشاد سے حکم جواز کا ہو گیا تو وہ شئی وجود شرعی میں آگئی۔ اگرچہ اس کی جنس بھی خارج میں نہ آئی ہو اور معلوم رہے کہ سب احکام شرعیہ موجود بوجود شرعیہ ہی ہیں کیونکہ حکم حلت اور حرمت کا بدون شارع کے ارشاد کے معلوم نہیں ہو سکتا پس جس کے جواز کا حکم کلیتہً ہو گیا وہ جمیع جزئیات شرع میں موجود ہو گیا اور جس کے عدم جواز کا حکم ہو گیا تو شرع میں اس کا عدم ثابت ہو گیا اور وجود اس کا مرتفع ہو گیا پس یہ حاصل ہوا کہ جس کے جواز کی دلیل قرون ثلثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی ان قرون میں ہوا یا نہ ہوا اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارج ہوا یا نہ ہوا ہو وہ سب سنت ہے اور وہ بوجود شرعی ان قرون میں موجود ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو خواہ وہ ان قرون میں بوجود خارجی ہوا ہو یا نہ ہوا وہ سب بدعت ضلالہ ہے اور یہ بھی سنو کہ اس زمانہ کا شیوع بلا نکیر دلیل جواز کے ہے اور نکیر ہونا اس پر دلیل عدم جواز کی ہے، علی ہذا اس کی جنس پر نکیر ہونا دلیل اس کے عدم جواز کی اور قبول کرنا جنس کا دلیل اس کے جواز کی ہوتی ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ حکم کا اثبات قرآن و حدیث ہی سے ہوتا ہے اور قیاس مظہر حکم کا ہے مثبت کا حکم نہیں ہوتا پس جو قیاس سے ثابت ہوتا ہے وہ بھی کتاب و سنت ہی سے ثابت ہوتا ہے اس قاعدہ کو خوب غور کرنا اور سمجھ لینا ضرور ہے۔ مؤلف اور اس کے اشیاع نے اس کی ہوا بھی نہیں سونگھی۔ اس عاجز کو اپنے اساتذہ جیا بذہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے اس جرم

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۱۰۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

کہ اس کتاب میں ضرورتاً لکھتا ہوں [۱۱]

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ (عہد رسالت، صحابہ و تابعین) میں ہو وہ سنت ہے اور جس چیز کے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ میں نہیں ہے وہ بدعت ضلالہ ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اس قاعدے پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اب قرون ثلثہ کی وہ ہٹ نئے طائفہ کی پرانی رٹ جسے یہاں بھی نباہ رہی ہو جہل رہ گئی لفظ کا سوا بچا کھچا معنی کی بنا اس پار ہو گئی جب ان میں وجود سے سود نہ عدم سے زیاں پھر ان کا قدم کیا درمیان خود کہتے ہو کہ وجود خارجی کا اعتبار نہیں اور وجود شرعی بے ارشاد شارع محال تو کیا صحابہ و تابعین پر کوئی نئی شریعت اترے گی کہ ان کے قرون میں وجود کو کا خیال، ارشاد شارع سے جس کا جواز مستفاد وہ ہر قرن میں بوجود شرعی موجود اور جس کے منع مقتضائے ارشاد وہ ہر قرن میں شرع مطہر سے معدوم و مفقود پھر قرن دو قرن سے کیا کام رہا محض ارشاد اقدس میں کلام رہا یعنی فعل کبھی حادث ہوا ہو قواعد شرعیہ پر عرض کریں گے اباحت سے وجوب یا کراہت اولیٰ سے حرمت تک جس اصل میں داخل ہو وہی فرض کریں گے یہی خاص مذہب مہذب ارباب حق ہے، صاف نہ کہہ دو شرم نباہ نہیں کہ اگلی رٹ کا ناحق سبق رٹے تم سمجھا کر اب تو جو کہنی تھی کہہ گئے ہم جانیں گے تم جنم کے ایسے ہی تھے، پہلو سے نہ ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے "پسینہ پونچھئے اپنی جبیں سے" طرفہ تر یہ کہ جس کا جواز دلیل شرعی میں موجود وہ سب سنت جس کا معدوم وہ سب بدعت ضلالت اب میری شق کی کہ کسی صورت تمام افعال انہیں دو حکموں میں محصور ہو گئے خصوصاً اباحت و استحباب و کراہت تنزیہ تینوں حکم شرعی تو کافور ہو گئے اساتذہ جہابذہ نے سمجھائی تو اچھی کہ وہ نئی الجھ گئی سلجھائی بچی اس ہستی پر ناز و غرور کہ لوگ تو اس کی ہوا سے دور حضرت یہ اپنی ہوا خود آپ ہی سونگھیں اہل حق کو معاف ہی رکھیں اچھی تعلیم بھلے تلامذہ زہے تلقین [۱۲]

اعلیٰ حضرت کی اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اولاً تو کسی چیز کے سنت اور بدعت ہونے کا مدار قرون ثلثہ پر نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر ہے، جس کام کی اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو وہ سنت کے مطابق ہے خواہ کسی دور میں ہو اور جس کی اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو وہ خواہ کسی دور میں ہو سنت نہیں ہوگا ثانیاً یہ کہنا بھی غلط ہے کہ جو کام سنت نہ ہو وہ بدعت ضلالہ ہے کیونکہ جو کام سنت نہ ہو وہ مستحب، مباح اور مکروہ تنزیہی بھی ہو سکتا ہے۔ بدعت ضلالہ کا مرتبہ مکروہ تنزیہی کے بعد ہے اس لیے احکام کا سنت اور بدعت ضلالہ میں حصر کرنا باطل ہے۔ نفلی عبادات کے ضمن میں ہم نے جو بدعت کی بحث شروع کی تھی اس کو یہاں ختم کرتے ہیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین [illegible]

باب ٢٥٦ امر من نعس فی صلوته او استعجم علیه القرآن او الذکر بان یرقد او یقعد حتی یذهب عنه ذلك

نماز، تلاوت یا ذکر کے دوران اونگھنے کا حکم

۱۶۳۲ ـ حدثنا ابو بکر بن ابی شیبة قال نا عبد الله

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

[۱۱] ـ شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ۱۳۴۶ھ، براہین قاطعہ ص ۲۸-۲۹، مطبوعہ مطبع بلالی ڈھور بند۔

[۱۲] ـ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاوی رضویہ ج ۲ ص ۲۵۹، ۲۵۸، مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد ۱۴۰۰ھ۔

بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَاللَّفْظُ لَهُ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلّٰى وَهُوَ نَاعِسٌ لَعَلَّهُ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهُ.

علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کو نماز میں اونگھ آئے تو وہ سو جائے حتیٰ کہ اس کی نیند جاتی رہے کیونکہ جب تم میں سے کسی شخص کو نماز کے دوران اونگھ آئے گی تو ممکن ہے کہ بجائے اپنے لیے دعا کرنے کے خود کو برا بھلا کہنے لگے۔

١٧٣٣ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَاسْتَعْجَمَ الْقُرْاٰنُ عَلٰى لِسَانِهِ فَلَمْ يَدْرِ مَا يَقُولُ فَلْيَضْطَجِعْ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص رات کو قرآن پڑھے اور قرآن اس کی زبان پر اٹکنے لگے اور وہ نہ سمجھ سکے کہ کیا پڑھ رہا ہے تو لیٹ جائے۔

تشریح　ائمہ اربعہ کا یہی نظریہ ہے کہ جب کسی شخص کو نیند آرہی ہو تو نیند پوری کرنے کے بعد نماز پڑھے خواہ فرض نماز ہو یا نفل لیکن فرض نماز میں یہ حکم اس صورت میں ہے جب فرض کا وقت نکل جانے کا خطرہ نہ ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کِتَابُ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهٖ

قرآن کریم اور اس کے متعلقات کے فضائل کا بیان

اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں پر بے پایاں کرم ہے کہ اس نے مسلمانوں کو قرآن مجید ایسی عظیم دولت سے نوازا۔ قرآن کریم آسمانی کتابوں میں وہ واحد اور منفرد کتاب ہے جس میں تحریف اور تبدیلی نہیں ہو سکتی جس میں اللہ تعالیٰ نے زمانہ بعثت نبوی سے لے کر قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں اور ان کی زندگی کے ہر شعبہ کے لیے جامع ہدایات عطا کی ہیں جس کی پہلے سے کی گئی پیش گوئیوں کو بعد میں آنے والے وقت نے صحیح ثابت کر دیا اور قیامت تک اس کی پیش گوئیاں تسلسل اور تواتر سے پوری ہو کر قرآن مجید کی صداقت کو ہر زمانہ میں دنیا والوں پر آشکارا کرتی رہیں گی۔ یہ وہ واحد اور منفرد کتاب ہے جس کو یاد کرنے اور زبانی پڑھنے والے تمام دنیا میں موجود ہیں۔ قرآن مجید کے علاوہ دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس کا پورا متن زبانی پڑھا جاتا ہو اور اس کثرت سے پڑھا جاتا ہو۔ یہ وہ واحد کتاب ہے جو دنیا میں بکثرت چھپتی ہے، سب سے زیادہ پڑھی اور سنی جاتی ہے اور جس کی تعلیمات پر دنیا میں سب سے زیادہ عمل کیا جاتا ہے۔ یہ وہ منفرد کتاب ہے جس نے اپنے نبی کے علاوہ انبیاء سابقین کی تعظیم کو بھی واجب کیا اور ان پر ایمان لانے کو ضروری قرار دیا جس کا پیغام تمام عالم انسانیت کے لیے ہے اور جس کے ہر دعویٰ کو آنے والے وقت نے سچا کر دکھایا۔

قرآن کریم سے پہلے نازل ہونے والی آسمانی کتابوں میں سے آج کوئی کتاب اپنی اس زبان میں موجود نہیں ہے جس زبان میں وہ نازل ہوئی تھی اور نہ کسی دوسری آسمانی کتاب کے ماننے والے یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ان کی کتاب آج ان کے ہاتھوں میں بعینہٖ اسی طرح موجود ہے جس طرح وہ نازل ہوئی تھی اور اس میں کوئی کمی بیشی یا تبدیلی اور تحریف نہیں ہوئی اس کے برخلاف قرآن مجید نے دعویٰ کیا "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" (حجر: ۹)۔ "کا ترجمہ" ہم نے قرآن مجید کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں" قرآن مجید کا یہ چیلنج چودہ صدیوں سے موجود ہے اور اسلام کا کٹر سے کٹر مخالف بھی یہ ثابت نہیں کر سکا کہ قرآن کریم میں فلاں سورت یا فلاں آیت کم یا زیادہ ہو گئی اور قرآن مجید کا یہ دعویٰ جھوٹا ہو گیا۔ کسی سورت یا آیت میں کمی بیشی تو بڑی بات ہے یہ تک نہیں ثابت کیا جا سکا کہ قرآن کریم میں کسی نقطہ یا زیر و زبر میں کمی بیشی ہو گئی۔

اسی طرح قرآن مجید نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کی کسی آیت میں تحریف نہیں ہو سکتی قرآن کریم کی کسی آیت کو دوسرے الفاظ میں بدلا نہیں جا سکتا "لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ" (حم السجدۃ: ۴۲) "غیر قرآن قرآن میں شامل نہیں ہو سکتا نہ آگے نہ پیچھے"۔

چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد کوئی بڑے سے بڑا منکر اسلام بھی یہ ثابت نہیں کر سکا کہ قرآن کریم کی فلاں آیت پہلے

اس طرح تھی اور اب اس طرح ہے۔ قرآن مجید میں چھ ہزار چھ سو سولہ آیات، ستتر ہزار نو سو چونتیس کلمات اور تین لاکھ تیئیس ہزار چھ سو اکہتر حروف ہیں لے اور کسی آیت کسی کلمہ بلکہ کسی حرف کے بارے میں بھی کمی بیشی یا تبدیلی اور تحریف کا کوئی شخص دعویٰ نہیں کر سکا اور قرآن مجید کی جتنی آیات جتنے کلمات بلکہ جتنے حروف ہیں وہ سب تین طرح قرآن مجید کی صداقت پر دلیل ہیں نہ کسی حرف کی کمی ہو سکی نہ زیادتی ہو سکی نہ اس میں کوئی تبدیلی ہو سکی کسی اور دنیا کی کتاب کی صداقت پر اتنے دلائل آج تک نہیں دیے جا سکے۔

قرآن کریم نے اپنی صداقت اور حقانیت پر ایک اور طرز سے یہ دلیل قائم کی کہ جن و انس میں سے کوئی شخص اس کی نظیر اور مثیل نہیں لا سکتا پہلے فرمایا: قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ " (الاسراء: ۸۸) "آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات قرآن مجید کی مثل لانے پر مجتمع ہو جائیں تو پھر بھی اس جیسا کلام نہیں لا سکتے!" اس کے بعد فرمایا: ام یقولون افترٰہ قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریٰت (ھود: ۱۳) "کیا یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے یہ کلام خود بنا لیا ہے! آپ کہہ دیجئے کہ تم اس جیسی دس سورتیں بنا کر لے آؤ" پھر فرمایا: وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ (البقرۃ: ۲۳) "اگر تم اس کلام (کے کلام ربانی ہونے میں) میں شک کرتے ہو جس کو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس کلام کی مثل ایک سورت ہی لے آؤ" اس کے بعد فرمایا: فلیاتوا بحدیث مثلہ ان کانوا صادقین (الطور: ۳۴) "اگر سچے ہیں تو اس جیسی ایک آیت ہی لے آئیں۔"

چودہ صدیاں گزر چکی ہیں اور دن بدن دنیا میں علوم و فنون کی ترقی ہو رہی ہے اور زبان و بیان سے متعلق ہر فن پر سینکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور اسلام کے مخالفین اور منکرین کی بے پناہ کثرت اور یورش ہے اس کے باوجود چودہ سو سال سے لے کر آج تک کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکا کہ میں نے قرآن مجید یا اس کی ایک سورت یا ایک آیت کی مثال بنا لی ہے۔ اور قرآن مجید کی جس قدر سورتیں اور جتنی آیات ہیں منکرین کے سامنے اتنے ہی چیلنج ہیں اور قرآن کریم کی حقانیت اور صاحب قرآن کی صداقت پر اتنی ہی دلیلیں ہیں، کیونکہ ہر ہر سورت اور ہر ہر آیت ایک چیلنج ہے۔

اگر کسی کے بس میں قرآن مجید یا اس کی کسی سورت یا کسی آیت کی مثل لانی ممکن ہوتی تو اب تک لا چکا ہوتا جس وقت قرآن مجید نے یہ دعویٰ کیا اس وقت کوئی مثال لا سکا نہ اب تک لا سکا ہے۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ یہ قرآن جس طرح چودہ سو سال پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلیل تھا، آج بھی دلیل ہے بلکہ اس کی ہر آیت آپ کی نبوت پر دلیل ہے اور متعدد وجوہ سے دلیل ہے نہ اس کی کسی آیت میں کمی ہو سکتی ہے، نہ زیادتی ہو سکتی ہے، نہ کوئی آیت بدلی جا سکتی ہے اور نہ کسی آیت کی کوئی مثل لا سکتا ہے اور چونکہ قرآن مجید میں چھ ہزار سے زیادہ آیات ہیں تو آپ کی نبوت پر چوبیس ہزار سے زیادہ دلائل ہیں اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل میں سے کسی نبی اور رسول کی نبوت اور رسالت پر اس قدر دلائل نہیں ہیں۔ اور جب تک قرآن رہے گا آپ کی نبوت پر یہ دلائل قائم رہیں گے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے اور یہ کتنا بڑا اعجاز ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات ان کے ساتھ رخصت ہو گئے لیکن آپ کی نبوت کا معجزہ قیامت تک قائم رہے گا۔

لے علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الاتقان فی علوم القرآن ج ۱ ص ۲۰۰-۲۰۰، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، طبعہ ثانیہ ۱۴۰۰ھ

دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ماننے والوں سے اگر کوئی پوچھے کہ تمہارے نبی (علیہ السلام) کی نبوت پر کیا دلیل ہے تو کوئی دلیل نہیں پیش کر سکتا اور اگر ہم سے پوچھے کہ تمہارے نبی کی نبوت پر کیا دلیل ہے تو ہم سرکار کی نبوت پر ایک دو نہیں چوبیس ہزار سے زیادہ دلیلیں پیش کر سکتے ہیں اسی طرح اگر کسی دین کا پیروکار اپنے دین کے بارے میں مشکوک ہو تو اسکو مطمئن کرنے کیلئے کوئی چیز نہیں ہے اور اگر خدانخواستہ کوئی مسلمان اپنے دین سے مشکوک ہو تو اس کو مطمئن کرنے کیلئے چوبیس ہزار سے زیادہ وجوہ بین۔ وللہ الحمد علی ذلک۔

قرآن مجید کے فضائل احادیث کی روشنی میں

علامہ جلال الدین سیوطی نے قرآن مجید کے فضائل میں بہت سی احادیث ذکر کی ہیں جن میں سے بعض کا بیان حسب ذیل ہے [۱]

اخرج الدیلمی من حدیث علی حملۃ القرآن فی ظل اللہ یوم لا ظل الا ظلہ۔

امام دیلمی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جس دن کسی چیز کا سایہ نہیں ہوگا اس دن حاملین قرآن اللہ تعالیٰ کے سائے میں ہوں گے۔

و اخرج الحاکم من حدیث ابی ھریرۃ یجیٔ صاحب القرآن یوم القیمۃ فیقول القرآن یارب حلہ فیلبس تاج الکرامۃ ثم یقول یارب زدہ یارب ارض عنہ ویقال لہ اقرا وارق ویزاد لہ بکل آیۃ حسنۃ۔

امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ قرآن پڑھنے والا قیامت کے دن آئے گا تو قرآن فرمائے گا اے رب اس کو لباس پہنا پھر اس کو کرامت کا تاج پہنایا جائے گا، قرآن پھر فرمائے گا "اے رب زیادہ عطا کر اے رب اس سے راضی ہوجا" اور قرآن پڑھنے والے سے کہا جائے گا قرآن پڑھتا جا اور ترقی کرتا جا اور ہر آیت کے بدلہ میں اسے ایک نیکی زیادہ دی جائیگی۔

و اخرج من حدیث عبد اللہ بن عمر الصیام و القرآن یشفعان للعبد۔

اور امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ روزہ اور قرآن بندے کی شفاعت کریں گے۔

بعض سورتوں کے فضائل

علامہ جلال الدین سیوطی نے احادیث کے حوالے سے قرآن مجید کی سورتوں کے حسب ذیل فوائد ذکر کئے ہیں۔ [۲]

الٓم سجدہ کی فضیلت

اخرج ابو عبید من مرسل المسیب بن رافع تجیٔ الم السجدۃ

ابو عبید نے مسیب بن رافع سے ارسالاً روایت کیا کہ قیامت کے دن الم السجدۃ دو پروں کے ساتھ آئے گی

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ ، الاتقان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۱۵۳-۱۵۲ ، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۰ھ۔

۲۔ " " " " " ج ۲ ص ۱۵۲ ،

يوم القيمة لها جناحان تظل صاحبها تقول لا سبيل عليك لا سبيل عليك۔

اور اپنے پڑھنے والے پر سایہ کرے گی اور کہے گی تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔

یٰسٓ کی فضیلت

اخرج ابوداؤد والنسائی وابن حبان وغيرهم من حديث معقل بن يسار يٰسٓ قلب القرآن لا يقرؤها رجل يريد الله والدار الآخرة الا غفر له اقرءوها على موتاكم۔

امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن حبان وغیرہ نے اپنی اسانید کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ یٰس قرآن کا دل ہے، جو شخص بھی یٰس کو اللہ تعالیٰ (کی رضا) اور (اجر) آخرت کے لیے پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیگا اس کو اپنے مُردوں پر پڑھا کرو۔

سورۂ رحمٰن کی فضیلت

اخرج البيهقي من حديث علي مرفوعا لكل شيء عروس وعروس القرآن الرحمٰن۔

امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہر چیز کی ایک دلہن ہوتی ہے اور قرآن کی دلہن سورۂ رحمان ہے۔

تبارک الذی کی فضیلت

اخرج الترمذي من حديث ابن عباس هي المانعة هي المنجية تنجي من عذاب القبر۔

امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ سورۂ تبارک الذی عذاب قبر سے نجات دیتی ہے۔

سورۃ البیّنہ کی فضیلت

اخرج ابو نعيم في الصحابة من حديث اسماعيل بن ابي حكيم المزني الصحابي مرفوعا ان الله ليسمع قراءة لم يكن الذين كفروا فيقول ابشر عبدي فوعزتي لامكنن لك في الجنة حتى ترضى۔

امام ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت اسماعیل بن ابی حکیم مزنی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ لم یکن الذین کفروا۔ کی قرأت سنتا ہے پھر فرماتا ہے میرے بندے کو بشارت دو، مجھے اپنی عزت کی قسم میں اس کو جنت میں ضرور جگہ دوں گا حتیٰ کہ یہ راضی ہو جائیگا۔

سورۂ اخلاص کی فضیلت

اخرج الطبرانی في الاوسط من حديث

امام طبرانی نے اوسط میں عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ

عبد اللہ بن الشخیر من قرا قل ھو اللہ احد فی مرضہ الذی یموت فیہ لم یکن یفتن فی قبرہ و امن من ضغطۃ القبر و حملتہ الملائکۃ یوم القیمۃ باکفھا حتی تجیزہ الصراط الی الجنۃ۔

سے روایت کیا جس شخص نے اپنے مرض الموت میں "قل ھو اللہ احد" (سورہ اخلاص) پڑھی اس سے قبر میں سوال نہیں ہوگا نہ قبر میں دبایا جائے گا اور روز قیامت فرشتے اسے اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر پل صراط سے پار کرا کر جنت میں لے جائیں گے۔

بعض آیات کے فضائل

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے احادیث کے حوالے سے قرآن کریم کی بعض آیات کے فضائل ذکر کیے ہیں جن میں سے بعض کو ہم ذکر کر رہے ہیں [1]

آیۃ الکرسی کی فضیلت

اخرج ابن حبان و النسائی من حدیث ابی امامۃ من قرا آیۃ الکرسی دبر کل صلوۃ مکتوبۃ لم یمنعہ من دخول الجنۃ الا ان یموت۔

امام ابن حبان اور امام نسائی نے حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی اسے جنت میں جانے سے موت کے علاوہ اور کوئی چیز روکنے والی نہیں ہے۔

سورۃ بقرہ کی آخری آیات کی فضیلت

اخرج الائمۃ الستۃ من حدیث ابی مسعود من قرا الآیتین من آخر سورۃ البقرۃ فی لیلۃ کفتاہ۔

صحاح ستہ میں ہے حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے رات کو سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات پڑھ لیں وہ اسے کافی ہوں گی۔

سورۃ آل عمران کی آخری آیات کی فضیلت

اخرج البیہقی من حدیث عثمان بن عفان من قرا آخر آل عمران فی لیلۃ کتب لہ قیام لیلۃ۔

امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جس شخص نے رات کے آخری حصہ میں آل عمران کی آخری آیات پڑھیں اس کے لیے تمام رات کا قیام لکھ دیا جائے گا۔

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الاتقان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۱۵۳ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۰ھ۔

بَابُ الْأَمْرِ بِتَعَهُّدِ الْقُرْآنِ وَكَرَاهَةِ قَوْلِ نَسِيتُ آيَةَ كَذَا [۲۵۷]

۱۷۳۴ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَقْرَأُ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ يَرْحَمُهُ اللّٰهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا وَكَذَا آيَةً كُنْتُ أَسْقَطْتُهَا مِنْ سُورَةِ كَذَا وَكَذَا۔

۱۷۳۵ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا عَبْدَةُ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَمِعُ قِرَاءَةَ رَجُلٍ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِي آيَةً كُنْتُ أُنْسِيتُهَا۔

۱۷۳۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْآنِ كَمَثَلِ الْإِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ إِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ أَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ۔

۱۷۳۷ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالُوا نَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ ح
وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ

قرآن کریم کو یاد رکھنے کا حکم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو مسجد میں ایک شخص سے قرآن کریم سنا، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے، اس نے مجھے فلاں فلاں آیت یاد دلادی جس کو میں فلاں فلاں سورۃ سے چھوڑ دیتا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ایک شخص سے قرآن سنا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اس نے مجھے ایک آیت یاد دلادی جو مجھ سے بھلائی جاچکی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم حفظ کرنے والے کی مثال اس اونٹ کی طرح ہے جس کا ایک پیر بندھا ہوا ہو اگر اس کے مالک نے اس کا دھیان رکھا تو وہ رہے گا ورنہ چلا جائے گا۔

ایک اور سند سے حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ قرآن مجید پڑھنے والا اگر رات اور دن کو اٹھ کر پڑھتا رہتا ہے تو قرآن مجید یاد رہتا ہے ورنہ بھول جاتا ہے۔

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحٰقَ الْمُسَيَّبِيُّ قَالَ نَا أَنَسٌ يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ جَمِيعًا عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ مَالِكٍ وَزَادَ فِي حَدِيثِ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ وَإِذَا قَامَ صَاحِبُ الْقُرْآنِ فَقَرَأَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ذَكَرَهُ وَإِنْ لَمْ يَقُمْ بِهِ نَسِيَهُ۔

۱۷۳۸۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِئْسَ مَا لِأَحَدِهِمْ أَنْ يَقُولَ نَسِيتُ آيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ هُوَ نُسِّيَ اسْتَذْكِرُوا الْقُرْآنَ فَلَهُوَ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنْ صُدُورِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعَمِ بِعُقُلِهَا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بری بات ہے کہ تم میں سے کوئی شخص یہ کہے کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا بلکہ قرآن مجید نے اسے بھلا دیا۔ قرآن مجید کو خیال سے یاد رکھو کیونکہ وہ لوگوں کے سینہ سے بندھے ہوئے جانور کی بہ نسبت زیادہ بھاگنے والا ہے۔

۱۷۳۹۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي وَأَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ تَعَاهَدُوا هٰذِهِ الْمَصَاحِفَ وَرُبَّمَا قَالَ الْقُرْآنَ فَلَهُوَ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنْ صُدُورِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعَمِ مِنْ عُقُلِهِ قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ نَسِيتُ آيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ هُوَ نُسِّيَ۔

شقیق کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا قرآن مجید کو خیال سے یاد رکھو کیونکہ وہ لوگوں کے سینوں سے بندھے ہوئے جانور کی بہ نسبت زیادہ بھاگنے والا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ وہ فلاں آیت بھول گیا بلکہ یہ کہے کہ وہ بھلا دیا گیا۔

۱۷۴۰۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدَةُ بْنُ أَبِي لُبَابَةَ عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بِئْسَمَا لِلرَّجُلِ أَنْ يَقُولَ نَسِيتُ سُورَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ أَوْ نَسِيتُ آيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ هُوَ نُسِّيَ۔

شقیق بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا کسی شخص کے لیے یہ بری بات ہے کہ وہ کہے میں نے فلاں فلاں سورت بھلا دی یا فلاں فلاں آیت بھلا دی بلکہ یوں کہے کہ وہ بھلا دیا گیا۔ (یعنی قرآن مجید نے اس کو اس قابل نہیں سمجھا کہ اس کے پاس رہتا)۔

۱۷۴۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَرَّادٍ الْأَشْعَرِيُّ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کریم کو یاد رکھو قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان

تَعَاهَدُوا الْقُرْآنَ فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَهُوَ أَشَدُّ تَفَلُّتًا مِنَ الْإِبِلِ فِي عُقُلِهَا۔

ہے قرآن مجید رسیاں تڑانے والے اونٹ کی بہ نسبت زیادہ (سینوں سے) نکلنے والا ہے۔

تشریح اس باب کی احادیث سے حسب ذیل فوائد مستفاد ہوتے ہیں۔

(۱) مسجد میں بلند آواز سے رات کو قرآن مجید پڑھنے کا جواز بشرطیکہ اس سے کسی کو ایذا نہ پہنچے، نہ کسی کی عبادت میں خلل ہو نہ ریا کاری کا قصد ہو (۲) جس شخص سے کوئی فائدہ پہنچے خواہ بلا قصد ہو اس کے لیے دعا کرنی چاہیے کیونکہ جس شخص کی قراءت سن کر آپ کو کسی سورت کی بھولی ہوئی آیت یاد آگئی آپ نے اس شخص کے لیے دعا فرمائی (۳) قرآن کریم کے بھولنے کا مسئلہ ہوا۔ (۴) سورتوں کو ان کے ناموں سے موسوم کرنا جیسے سورۂ بقرہ (۵) میں فلاں آیت بھول گیا یہ کہنا مکروہ ہے اور یہ کراہت تنزیہی ہے (۶) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نسیان کا جواز اور اس کی تحقیق اور تفصیل سجدہ سہو کے بیان میں گزر چکی ہے۔ (۷) قرآن کریم کی تلاوت کو باقاعدگی سے کرتے رہنا چاہیے تاکہ وہ بھلا نہ دیا جائے۔

باب ۲۵۸ اِسْتِحْبَابِ تَحْسِينِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ

خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کا استحباب

۱۷۴۲- حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِنَبِيٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْآنِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی کام پر اس قدر اجر نہیں دیتا جتنا نبی کے خوش الحانی سے قرآن مجید پڑھنے پر اجر عطا فرماتا ہے۔

۱۷۴۳- وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ كَمَا يَأْذَنُ لِنَبِيٍّ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْآنِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۷۴۴- وَحَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا يَزِيدُ وَهُوَ ابْنُ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا أَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِنَبِيٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْآنِ يَجْهَرُ بِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز پر اس قدر اجر نہیں عطا فرماتا جتنا نبی کے خوش الحانی اور بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنے پر اجر عطا فرماتا ہے۔

۱۷۴۵- وَحَدَّثَنِي ابْنُ أَخِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ نَا

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ مَالِكٍ وَحَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ عَنِ ابْنِ الْهَادِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ سَوَآءً وَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَقُلْ سَمِعَ۔

۱۷۴۶۔ وَحَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ نَا هِقْلٌ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ كَأَذَنِهِ لِنَبِيٍّ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْاٰنِ يَجْهَرُ بِهٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی چیز پر اتنا اجر نہیں عنایت کرتا جتنا نبی کے خوش الحانی اور بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنے پر اجر عطا فرماتا ہے۔

۱۷۴۷۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوْا نَا إِسْمَاعِيْلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ حَدِيْثِ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ غَيْرَ أَنَّ ابْنَ أَيُّوْبَ قَالَ فِي رِوَايَتِهِ كَإِذْنِهِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۷۴۸۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا مَالِكٌ وَهُوَ ابْنُ مِغْوَلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ أَوِ الْأَشْعَرِيَّ أُعْطِيَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيْرِ اٰلِ دَاوٗدَ۔

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عبد اللہ بن قیس یا حضرت اشعری کو آل داؤد کی خوش آوازی سے حصہ عطا کیا گیا ہے۔

۱۷۴۹۔ وَحَدَّثَنَا دَاوٗدُ بْنُ رُشَيْدٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا طَلْحَةُ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي مُوْسٰى لَوْ رَأَيْتَنِي وَأَنَا أَسْتَمِعُ لِقِرَاءَتِكَ الْبَارِحَةَ لَقَدْ أُوْتِيْتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيْرِ اٰلِ دَاوٗدَ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ سے فرمایا اگر تم مجھے کل رات دیکھتے جب میں تمہارا قرآن سن رہا تھا (تو بہت خوش ہوتے)۔ لاریب تمہیں آل داؤد کی خوش آوازی سے حصہ ملا ہے۔

۱۷۵۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيْسَ وَوَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُعَاوِيَةَ

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال راستہ میں اپنی

بْنِ قُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيَّ يَقُولُ قَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فِي مَسِيرٍ لَهُ سُورَةَ الْفَتْحِ عَلَى رَاحِلَتِهِ فَرَجَّعَ فِي قِرَاءَتِهِ قَالَ مُعَاوِيَةُ لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ يَجْتَمِعَ عَلَيَّ النَّاسُ لَحَكَيْتُ لَكُمْ قِرَاءَتَهُ.

سواری پر سورۂ فتح پڑھی اور آپ قرأت دہراتے رہے، معاویہ بن قرہ کہتے ہیں کہ اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ مجھے گھیر لیں گے تو میں تمہیں آپ کی قرأت سناتا۔

۱۷۵۱- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنَّى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ عَلَى نَاقَتِهِ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفَتْحِ قَالَ فَقَرَأَ ابْنُ مُغَفَّلٍ وَرَجَّعَ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لَوْلَا النَّاسُ لَأَخَذْتُ لَكُمْ بِذٰلِكَ الَّذِي ذَكَرَهُ ابْنُ مُغَفَّلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے فتح مکہ کے دن دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سورۂ فتح پڑھ رہے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن مغفل رضی اللہ عنہ نے قرآن پڑھا اور دہرایا، معاویہ بن قرہ کہتے ہیں کہ اگر مجھے لوگوں کا خدشہ نہ ہوتا تو میں بھی تمہیں اس طرح پڑھ کر سناتا جس طرح حضرت ابن مغفل رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر کے سنایا تھا۔

۱۷۵۲- وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَا نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَفِي حَدِيثِ خَالِدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ عَلَى رَاحِلَتِهِ يَسِيرُ وَهُوَ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفَتْحِ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھنے میں مذاہب

قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھنے کے مسئلہ میں اختلاف ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ اور جمہور قرآن مجید خوش الحانی سے پڑھنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں[1] کیونکہ اس سے خضوع خشوع نہیں رہتا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے اس میں دو قول ہیں۔ ایک قول میں اجازت دی ہے اور دوسرے قول میں منع کیا ہے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں اگر کوئی شخص قرأت کے قواعد کو خوش الحانی کے تابع کر کے پڑھے مثلاً جہاں مد نہ ہو وہاں مد کے ساتھ پڑھے اور جہاں مد ہو وہاں مد نہ پڑھے یا غنہ کے طول اور قصر میں خلاف قواعد پڑھے تو ایسی خوش الحانی مکروہ ہے اور جو شخص تجوید وقرأت کے قوانین کے تابع ہو کر قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھے وہ جائز ہے[2]

[1] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۴۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

[2] علامہ یحیٰی بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے (شرائط مذکورہ کے ساتھ) قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھنے کی اجازت دی ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

زینوا القرآن باصواتکم لیس منا من لم یتغن بالقرآن۔

قرآن مجید کو اچھی آواز سے پڑھو۔ جو خوش آوازی سے قرآن نہیں پڑھتا وہ ہمارے طریقہ محمودہ پر نہیں ہے۔

بَابُ ۲۵۹ نُزُوْلِ السَّكِيْنَةِ لِقِرَآءَةِ الْقُرْاٰنِ

قرآن مجید پڑھنے پر سکینت کا نازل ہونا

۱۷۵۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا أَبُوْ خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْكَهْفِ وَعِنْدَهُ فَرَسٌ مَرْبُوْطٌ بِشَطَنَيْنِ فَتَغَشَّتْهُ سَحَابَةٌ فَجَعَلَتْ تَدُوْرُ وَتَدْنُوْ وَجَعَلَ فَرَسُهُ يَنْفِرُ مِنْهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ تِلْكَ السَّكِيْنَةُ تَنَزَّلَتْ بِالْقُرْاٰنِ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا درآں حالیکہ اس کے پاس ایک گھوڑا دو لمبی رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ اچانک اس گھوڑے کو ایک بادل نے ڈھانپ لیا اور وہ بادل اس کے گرد گھومنے اور بتدریج اس کے قریب ہونے لگا اور اس کا گھوڑا بدکنے لگا۔ صبح کو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا یہ سکینہ ہے جو قرآن مجید کی برکت سے نازل ہوئی۔

(فائدہ) سکینہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے جس کی وجہ سے اطمینان حاصل ہوتا ہے اور اس کے ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہیں۔

۱۷۵۴۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ مُثَنّٰى قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِيْ إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُوْلُ قَرَأَ رَجُلٌ الْكَهْفَ وَفِي الدَّارِ دَابَّةٌ فَجَعَلَتْ تَنْفِرُ فَنَظَرَ فَإِذَا ضَبَابَةٌ أَوْ سَحَابَةٌ قَدْ غَشِيَتْهُ قَالَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اقْرَأْ فُلَانُ فَإِنَّهَا السَّكِيْنَةُ تَنَزَّلَتْ عِنْدَ الْقُرْاٰنِ أَوْ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْاٰنِ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سورۂ کہف پڑھ رہا تھا درآں حالیکہ اس کے گھر میں ایک جانور بندھا ہوا تھا۔ اچانک وہ جانور بدکنے لگا اس شخص نے دیکھا کہ ایک بادل نے اس کو ڈھانپا ہوا ہے۔ اس شخص نے اس واقعہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا اے شخص پڑھتے رہو، یہ سکینہ ہے جو قرآن مجید کی تلاوت کے وقت نازل ہوتی ہے۔

۱۷۵۵۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ مَهْدِيٍّ وَأَبُوْ دَاوٗدَ قَالَا نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِيْ إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ غَيْرَ أَنَّهُمَا قَالَا تَنْقُزُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۷۵۶۔ وَحَدَّثَنِيْ حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ایک شب اپنے کھلیان میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے اچانک ان کی گھوڑی

بن ابراهيم قال نا ابي قال نا يزيد بن الهاد ان عبد الله بن خباب حدثه ان ابا سعيد الخدري حدثه ان اسيد بن حضير بينما هو ليلة يقرأ في مربده اذ جالت فرسه فقرأ ثم جالت اخرى فقرأ ثم جالت ايضا قال اسيد فخشيت ان تطأ يحيى فقمت اليها فاذا مثل الظلة فوق رأسي فيها امثال السرج عرجت في الجو حتى ما اراها قال فغدوت على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت يا رسول الله بينما انا البارحة من جوف الليل اقرأ في مربدي اذ جالت فرسي فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقرأ ابن حضير قال فقرأت ثم جالت ايضا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقرأ ابن حضير قال فقرأت ثم جالت ايضا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقرأ ابن حضير قال فانصرفت وكان يحيى قريبا فخشيت ان تطأه فرأيت مثل الظلة فيها امثال السرج عرجت في الجو حتى ما اراها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم تلك الملائكة كانت تستمع لك ولو قرأت لاصبحت يراها الناس ما تستتر منهم.

۱۷۵۷- وحدثنا قتيبة بن سعيد وابو كامل الجحدري كلاهما عن ابي عوانة قال قتيبة نا ابو عوانة عن قتادة عن انس عن ابي موسى الاشعري رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل المؤمن الذي يقرأ القرآن مثل الاترجة ريحها طيب وطعمها طيب ومثل المؤمن الذي لا يقرأ القرآن مثل التمرة لا ريح لها وطعمها حلو ومثل المنافق الذي يقرأ القرآن

گھومنے لگی انہوں نے پڑھا تو وہ پھر گھومنے لگی انہوں نے پھر پڑھا تو وہ پھر گھومنے لگی وہ کہتے ہیں کہ مجھے ڈر لگا کہیں یہ گھوڑی یحییٰ (ان کا بچہ) کو نہ کچل ڈالے اسلئے میں گھوڑی کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سائبان میرے سر پہ ہے اور اس میں چراغ کی طرح کچھ چیزیں روشن ہیں وہ سائبان اوپر چڑھنے لگا حتی کہ میری نظروں سے دور ہو گیا۔ صبح کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! گذشتہ شب میں اپنے کھلیان میں قرآن مجید پڑھ رہا تھا کہ یکایک میری گھوڑی بدکنے لگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن حضیر! پڑھتے رہا کرو۔ انہوں نے عرض کیا میں پڑھتا رہا وہ پھر کودنے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا اے ابن حضیر!! پڑھتے رہو۔ انہوں نے عرض کیا میں پڑھتا رہا وہ پھر کودنے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن حضیر پڑھتے رہو! انہوں نے کہا میں واپس چلا گیا اور یحییٰ (گھوڑی کے) قریب تھا۔ مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں یہ یحییٰ کو کچل نہ دے، میں نے دیکھا کہ سائبان کی طرح کوئی چیز ہے جس میں کچھ چیزیں چراغوں کی طرح ہیں وہ آسمان کی طرف چڑھ رہی ہیں حتی کہ میری نظر سے اوجھل ہو گئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ فرشتے تھے جو (تمہارا قرآن) سن رہے تھے اگر تم صبح تک پڑھتے رہتے تو دوسرے لوگ بھی ان کو دیکھ لیتے اور یہ ان سے مخفی نہ رہتے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مومن قرآن کریم پڑھتا ہے اس کی مثال ترنج کی طرح ہے جس کی خوشبو پسندیدہ اور ذائقہ خوشگوار ہے اور جو مومن قرآن مجید نہیں پڑھتا وہ کھجور کی طرح ہے جس میں خوشبو تو نہیں لیکن ذائقہ میٹھا ہے اور جو منافق قرآن مجید پڑھتا ہے اس کی مثال ریحان کی طرح ہے جس کی خوشبو اچھی ہے اور ذائقہ کڑوا ہے۔ اور منافق جو قرآن مجید نہیں پڑھتا اس کی مثال اندرائن کی طرح ہے اس میں خوشبو نہیں ہے اور مزا کڑوا ہے۔

مَثَلُ الرَّيْحَانَةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَيْسَ لَهَا رِيحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ

۱۷۵۸- وَحَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا هَمَّامٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ هَمَّامٍ بَدَلَ الْمُنَافِقِ الْفَاجِرِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے لیکن اس میں منافق کی جگہ فاجر کا لفظ ہے۔

تشریح اس باب کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عام افرادِ امت کے لیے فرشتوں کو دیکھنا ممکن ہے اور قرآن پڑھنے والوں کی فضیلت ہے کیونکہ ان پر رحمت نازل ہوتی ہے اور فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

بَابُ۲۳ فَضِيلَةِ حَافِظِ الْقُرْآنِ

حافظِ قرآن کی فضیلت

۱۷۵۹- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ جَمِيعًا عَنْ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن مجید میں ماہر ہو وہ ان فرشتوں کے ساتھ رہتا ہے جو معزز اور بزرگ ہیں اور (نامہ اعمال یا لوح محفوظ کو) لکھتے ہیں۔ اور جس شخص کو قرآن مجید پڑھنے میں دشواری ہوتی ہے اور اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اس کو دو اجر ملتے ہیں۔

۱۷۶۰- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فِي حَدِيثِ وَكِيعٍ وَالَّذِي يَقْرَؤُهُ وَهُوَ يَشْتَدُّ عَلَيْهِ لَهُ أَجْرَانِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

تشریح پہلا مرتبہ اس مسلمان کا ہے جو قرآن مجید کے حفظ، اس کی کثرتِ تلاوت اور اس کے معانی اور مطالب پر غور و خوض میں منہمک اور مستغرق رہتا ہے جس کو یہ ملکہ اور مہارت حاصل ہوتی ہے کہ وہ قرآنی آیات کے مطالب اور معانی اور ان سے حاصل شدہ مسائل آسانی سے بیان کر سکتا ہے اس شخص کو یہ عزت دی جاتی ہے کہ اسے اونچے درجہ کے فرشتوں کی رفاقت عطا کی جاتی ہے۔

دوسرا درجہ اس مسلمان کا ہے جس کو مہارت کا یہ مرتبہ تو حاصل نہیں ہوتا لیکن وہ قرآن مجید کی تلاوت میں کوشاں رہتا ہے اور باوجود استعداد اور صلاحیت کی کمی کے قرآن مجید سے رابطہ ترک نہیں کرتا اسی وجہ سے اس کو دو اجر ملتے ہیں۔

اور جو مسلمان قرآن مجید کی تلاوت کرے نہ اس کے معنی پر غور و خوض کرے اس کی شقاوت پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔

بَابُ ٢٦١ اسْتِحْبَابِ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ عَلَى أَهْلِ الْفَضْلِ وَإِنْ كَانَ الْقَارِئُ أَفْضَلَ مِنَ الْمَقْرُوءِ عَلَيْهِ

افضل کا مفضول کے سامنے قرآن مجید پڑھنے کا استحباب

۱۷۶۱ - حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا هَمَّامٌ قَالَ نَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأُبَيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ قَالَ اللَّهُ سَمَّانِي لَكَ قَالَ اللَّهُ سَمَّاكَ لِي قَالَ فَجَعَلَ أُبَيٌّ يَبْكِي۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے قرآن مجید پڑھوں۔ انھوں نے عرض کیا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ سے میرا نام لیا تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں! اللہ تعالیٰ نے مجھ سے تمہارا نام لیا ہے۔ راوی کہتے ہیں (یہ سن کر) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رونے لگے۔

۱۷۶۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا قَالَ سَمَّانِي لَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَبَكَى۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے لم یکن الذین کفروا پڑھوں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ سے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (یہ سن کر) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رونے لگے۔

۱۷۶۳ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُبَيٍّ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

تشریح اس حدیث سے حسب ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:

(۱) علم تجوید کے ماہر اور اہل علم کے سامنے قرآن سنانا مستحب ہے خواہ قرآن سنانے والا سننے والے سے افضل ہو (۲) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی عظیم فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو

قرآن مجید سنایا اور باقی صحابہ میں سے کوئی اور حضرت ابی بن کعب کا اس فضیلت میں شریک نہیں ہے۔ (۳) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی ایک اور فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام لیا (۴) خوشی کی خبر سننے کے بعد رونے کا جواز (۵) کسی مسئلہ کی تحقیق کے لیے خصوصیت سے پوچھنا کیونکہ حضرت ابی بن کعب نے سرکار ابد قرار سے پوچھا کہ آیا اللہ تعالیٰ نے ان کا نام لیا ہے؟ کیونکہ یہ بھی احتمال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہو اپنی امت کے کسی فرد کو قرآن سناؤ (۶) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید سنانے کا حکم کیوں دیا۔ اس کی حکمت میں اختلاف ہے۔ پسندیدہ بات یہ ہے کہ یہ حکم اس لیے دیا گیا تھا تاکہ آپ کی زندگی میں کسی اہل علم کو قرآن مجید سنانے کا نمونہ پایا جائے اور کوئی شخص کسی کو قرآن مجید سنانے میں عار محسوس نہ کرے (۷) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید سنانے کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے تاکہ اس بات پر دلیل قائم ہو کہ قرأت اور تجوید میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں فائق تھے (۸) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید سنانے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے تاکہ انہیں قرآن مجید یاد ہو سکے اور سرکار سے وہ قرآن مجید پڑھنے کا طریقہ سیکھ لیں (۹) سورۃ لم یکن الذین کفروا۔ کو سنانے کی تخصیص اس لیے کی گئی کیونکہ یہ مختصر ہے اور دین کے اصول اور فروع کے فوائد کثیرہ کی جامع ہے۔ (۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور انکسار اور یہ واضح ہے اہل علم اور ارباب فضل کو چاہیے کہ وہ بھی اس طرح تواضع اور انکسار سے کام لیں۔

باب ۲۶۲ فَضْلِ اسْتِمَاعِ الْقُرْآنِ وَطَلَبِ الْقِرَاءَةِ مِنْ حَافِظِهِ لِلْاِسْتِمَاعِ وَالْبُكَاءِ عِنْدَ الْقِرَاءَةِ وَالتَّدَبُّرِ

قرآن مجید سننے کی فضیلت اور قرآن مجید سنتے وقت رونا

۱۷۶۴- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ جَمِيْعًا عَنْ حَفْصٍ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبِيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَاْ عَلَيَّ الْقُرْاٰنَ قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَقْرَاُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ قَالَ اِنِّيْ اَشْتَهِيْ اَنْ اَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِيْ فَقَرَاْتُ النِّسَآءَ حَتّٰى اِذَا بَلَغْتُ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا رَفَعْتُ رَاْسِيْ اَوْ غَمَزَنِيْ رَجُلٌ اِلٰى جَنْبِيْ فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فَرَاَيْتُ دُمُوْعَهُ تَسِيْلُ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا میرے سامنے قرآن مجید پڑھو حضرت ابن مسعود نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ پر (کیسے) قرآن پڑھوں حالانکہ آپ پر قرآن مجید نازل ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ کسی اور سے قرآن مجید سنوں۔ میں نے سورہ نساء پڑھنی شروع کی حتیٰ کہ جب میں اس آیت پر پہنچا (ترجمہ) "اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان تمام پر گواہ بنا کر لائیں گے!" میں نے خود سر اٹھا کر دیکھا یا کسی نے مجھے ٹہوکا دیا تب میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

۱۷۶۵- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ وَمِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيْمِيُّ جَمِيْعًا عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ عَنِ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ جب آپ نے مجھ سے قرآن مجید پڑھنے کے

الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ هَنَّادٌ فِي رِوَايَتِهٖ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ اقْرَأْ عَلَيَّ.

نے فرمایا اس وقت آپ منبر پر تھے۔

۱۷۶۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنِي مِسْعَرٌ وَقَالَ أَبُو كُرَيْبٍ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اقْرَأْ عَلَيَّ قُلْتُ أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ قَالَ إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي قَالَ فَقَرَأَ عَلَيْهِ مِنْ أَوَّلِ سُورَةِ النِّسَاءِ إِلَى قَوْلِهٖ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا فَبَكَى قَالَ مِسْعَرٌ فَحَدَّثَنِي مَعْنٌ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ أَوْ مَا كُنْتُ فِيهِمْ شَكَّ مِسْعَرٌ.

حضرت ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا مجھے قرآن مجید سناؤ میں نے عرض کیا: میں (کیسے) آپ کو قرآن مجید سناؤں حالانکہ آپ پر قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میں کسی اور سے قرآن مجید سنوں، میں نے آپ کو سورۂ نساء کی ابتدائی آیات سنائیں جب میں اس آیت پر پہنچا (ترجمہ) اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ پیش کریں گے اور آپ کو ان تمام پر گواہ بنا کر لائیں گے" تو سرکار دو عالم پر گریہ طاری ہو گیا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس وقت گواہ تھا جب تک میں ان کے درمیان رہا۔

(فائدہ) گواہی دیکھ کر بھی دی جاتی ہے اور سن کر بھی جب تک آپ مسلمانوں کے درمیان رہے دیکھ کر گواہی دیتے رہے اور جب رفیق اعلیٰ سے جا ملے تو آپ پر اعمال امت پیش کیے جاتے ہیں جیسا کہ دیگر احادیث سے ثابت ہے (عنقریب اس کی تحقیق آئے گی) کہ آپ سن کر گواہی دیتے رہے۔

۱۷۶۷ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ بِحِمْصَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ اقْرَأْ عَلَيْنَا فَقَرَأْتُ عَلَيْهِمْ سُورَةَ يُوسُفَ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ مَا هٰكَذَا أُنْزِلَتْ قَالَ قُلْتُ وَيْحَكَ وَاللّٰهِ لَقَدْ قَرَأْتُهَا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي أَحْسَنْتَ فَبَيْنَمَا أَنَا أُكَلِّمُهُ إِذْ وَجَدْتُ مِنْهُ رِيحَ الْخَمْرِ قَالَ قُلْتُ أَتَشْرَبُ الْخَمْرَ وَتُكَذِّبُ بِالْكِتَابِ لَا تَبْرَحُ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حمص میں تھا، مجھ سے لوگوں نے کہا ہمیں قرآن مجید سنائیں۔ میں نے انہیں سورۂ یوسف سنائی۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا سورۂ یوسف اس طرح نازل نہیں ہوئی! میں نے کہا تم پر افسوس ہوتا ہے! میں نے یہ سورت (اسی طرح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی تھی! اس نے کہا چلو ٹھیک ہے، جس وقت میں اس سے بات کر رہا تھا، اچانک میں نے اس کے منہ سے شراب کی بدبو محسوس کی، میں نے کہا تو شراب پیتا ہے اور اللہ کی کتاب کی تکذیب

حَتّٰی اَجْلِدَکَ قَالَ فَجَلَدَتُهُ الْحَدَّ۔

کرتا ہے؟ میں تجھے یہاں سے جانے نہیں دوں گا حتیٰ کہ تجھے شراب کی حد لگاؤں، پھر میں نے اسے کوڑے لگائے۔

۱۷۶۸- وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ وَعَلِیُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا اَنَا عِیْسَی ابْنُ یُوْنُسَ ح وَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ جَمِیْعًا عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَیْسَ فِیْ حَدِیْثِ اَبِیْ مُعَاوِیَةَ فَقَالَ لِیْ اَحْسَنْتَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث اسی طرح منقول ہے۔

تشریح اس حدیث سے حسب ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:

(۱) قرآن مجید سننے کی فضیلت۔ (۲) قرآن مجید سننے کا طریقہ یہ ہے کہ سننے والا توجہ سے سنے اور اس کے معنی پر غور کرے حتیٰ کہ اس پر سوز و گداز کی کیفیات طاری ہوں (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی کو قرآن مجید سنایا اور حضرت عبد اللہ سے سنا تاکہ قرآن مجید سنانے اور سننے دونوں کے لیے آپ کی زندگی میں نمونہ ہو اور دونوں کام سنت اور باعث ثواب ہوں۔ (۴) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فضیلت آپ نے قرآن مجید سننے کے لیے انہیں منتخب فرمایا۔ (۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور انکسار کہ آپ اپنے خدام سے قرآن مجید سنتے بھی تھے اور انہیں سناتے بھی تھے اور اس میں اہل علم اور فضل کے لیے تواضع اور انکسار کی ترغیب ہے (۶) حضرت ابن مسعود کو حضور کے حکم پر حیرت اس لیے تھی کہ انہوں نے سمجھا کہ حضور نصیحت حاصل کرنے کے لیے قرآن مجید سننا چاہتے ہیں (۷) اختلاف اور نزاع کے وقت احادیث سے استدلال کرنا کیونکہ جب اس شخص نے حضرت ابن مسعود کی قرأت کا انکار کیا تو حضرت ابن مسعود نے اس بات سے استدلال کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح سورۂ یوسف سنا چکے ہیں۔ (۸) جس وقت حضرت ابن مسعود نے اس شخص پر حد جاری فرمائی اس وقت یا تو حد جاری کرنا آپ کا منصب تھا یا آپ خلیفہ کی طرف سے اسی شہر یا اس علاقہ کے حاکم تھے کیونکہ بغیر منصب کے کوئی شخص قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔ (۹) آپ کا حد جاری کرنا اس بات پر محمول ہے کہ آپ کے نزدیک اس کا بلا عذر شراب پینا ثابت ہو چکا تھا (۱۰) جو شخص قرآن مجید کی تکذیب کرے وہ صرف کوڑوں کی سزا کا مستحق نہیں بلکہ واجب القتل ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کو اس لیے قتل نہیں کیا کہ وہ شخص جہالت کی وجہ سے کہہ رہا تھا کہ یہ سورت اس طرح نہیں ہے اس کا ارادہ تکذیب کا نہیں تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی شخص کی تکفیر میں جلدی نہیں کرنی چاہیے اور جہاں تک ممکن ہو کسی شخص کے قول کی صحیح تاویل کی جائے اور جب تک ناگزیر صورت پیدا نہ ہو تکفیر سے اجتناب اور احتراز کرے۔

بَابُ ۲۲۳ فَضْلِ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ فِی الصَّلٰوةِ وَتَعَلُّمِهٖ!

نماز میں قرآن مجید پڑھنے اور اس کو سیکھنے کی فضیلت

۱۷۶۹- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاَبُوْ سَعِیْدٍ الْاَشَجُّ قَالَا نَا وَکِیْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کسی شخص کو یہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اِذَا رَجَعَ اِلٰی اَهْلِهٖ اَنْ یَّجِدَ فِیْهِ ثَلٰثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ فَثَلَاثُ اٰیَاتٍ یَقْرَاُ بِهِنَّ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوتِهٖ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ ثَلَاثِ عِظَامٍ سِمَانٍ۔

پسند ہے کہ جب وہ گھر جائے تو وہاں تین حاملہ اونٹنیاں موجود ہوں جو نہایت بڑی اور فربہ ہوں؟ ہم نے عرض کیا یقیناً! آپ نے فرمایا: جن تین آیتوں کو تم میں سے کوئی شخص نماز میں پڑھتا ہے وہ تین بڑی اور فربہ اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔

۱۷۷۰ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ نَا الْفَضْلُ بْنُ دُکَیْنٍ عَنْ مُوْسَی بْنِ عَلِیٍّ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ یُحَدِّثُ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِی الصُّفَّةِ فَقَالَ اَیُّکُمْ یُحِبُّ اَنْ یَّغْدُوَ کُلَّ یَوْمٍ اِلٰی بُطْحَانَ اَوْ اِلَی الْعَقِیْقِ فَیَاْتِیَ مِنْهُ بِنَاقَتَیْنِ کَوْمَاوَیْنِ فِیْ غَیْرِ اِثْمٍ وَّلَا قَطْعِ رَحِمٍ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کُلُّنَا یُحِبُّ ذٰلِکَ قَالَ اَفَلَا یَغْدُوْا اَحَدُکُمْ اِلَی الْمَسْجِدِ فَیُعَلِّمَ اَوْ یَقْرَاُ اٰیَتَیْنِ مِنْ کِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ نَاقَتَیْنِ وَثَلَاثٌ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ ثَلَاثٍ وَّاَرْبَعٌ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ اَرْبَعٍ وَّمِنْ اَعْدَادِهِنَّ مِنَ الْاِبِلِ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے دراں حالیکہ ہم چبوترے پر (بیٹھے ہوئے) تھے۔ آپ نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کو یہ پسند ہے کہ وہ ہر روز صبح بطحان (مدینہ کی پتھریلی زمین) یا عقیق (ایک بازار) جائے اور وہاں سے بغیر کسی گناہ اور قطع رحمی کے دو بڑے بڑے کوہان والی اونٹنیاں لے آئے؟ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم سب کو یہ بات پسند ہے! آپ نے فرمایا: پھر تم میں سے کوئی شخص صبح کو مسجد میں کیوں نہیں جاتا تاکہ قرآن مجید کی دو آیتیں خود سیکھے یا کسی کو سکھائے اور یہ (دو آیتوں کی تعلیم) دو اونٹنیوں (کے حصول) سے بہتر ہے اور تین آیتیں تین سے بہتر ہیں اور چار، چار سے علی ہذا القیاس آیات کی تعداد اونٹنیوں کی تعداد سے بہتر ہے۔

تشریح ان احادیث میں قرآن مجید کی آیات کو یاد کرنے اور ان کی تحصیل کو فربہ اونٹنیوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے یہ تشبیہ المعقول بالمحسوس کی قسم ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب کے نزدیک اونٹنیاں بہت قیمتی اور پسندیدہ تھیں اور ان کے بہت سے فوائد اور منافع اونٹنیوں کے ساتھ وابستہ تھے۔ اس حدیث کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ فربہ اونٹنیوں کے صدقہ کی بہ نسبت قرآن مجید سیکھنے اور سکھانے کا ثواب زیادہ ہے۔

بَابُ ۲۶۴ فَضْلِ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ وَسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ!

قرآن مجید اور سورہ بقرہ پڑھنے کی فضیلت

۱۷۷۱ - حَدَّثَنِی الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ الْحُلْوَانِیُّ قَالَ نَا اَبُوْ تَوْبَةَ وَهُوَ الرَّبِیْعُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ نَا مُعَاوِیَةُ یَعْنِی ابْنَ سَلَّامٍ عَنْ زَیْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَلَّامٍ یَقُوْلُ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِیُّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن مجید پڑھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا، اور دو روشن سورتوں کو پڑھا کرو "سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران" کیونکہ وہ قیامت کے دن اس طرح آئیں گی جس طرح دو

اقْرَءُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيعًا لِأَصْحَابِهِ اقْرَءُوا الزَّهْرَاوَيْنِ الْبَقَرَةَ وَسُورَةَ آلِ عِمْرَانَ فَإِنَّهُمَا تَأْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ أَوْ كَأَنَّهُمَا غَيَايَتَانِ أَوْ كَأَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ أَصْحَابِهِمَا اقْرَءُوا سُورَةَ الْبَقَرَةِ فَإِنَّ أَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَتَرْكَهَا حَسْرَةٌ وَلَا يَسْتَطِيعُهَا الْبَطَلَةُ قَالَ مُعَاوِيَةُ بَلَغَنِي أَنَّ الْبَطَلَةَ السَّحَرَةُ۔

بادل ہوں یا دو سائبان ہوں یا دو اڑتے ہوئے پرندوں کی قطاریں ہوں اور وہ اپنے پڑھنے والوں کی وکالت کریں گی سورہ بقرہ پڑھا کرو، اس کا پڑھنا برکت ہے اور نہ پڑھنا حسرت ہے اور جادوگر اس کے حصول کی استطاعت نہیں رکھتے۔

١٧٧٢ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَكَأَنَّهُمَا فِي كِلَيْهِمَا وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ مُعَاوِيَةَ بَلَغَنِي۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

١٧٧٣ - وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ رَبِّهِ قَالَ نَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُهَاجِرٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْجُرَشِيِّ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّوَّاسَ بْنَ سَمْعَانَ الْكِلَابِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُؤْتَى بِالْقُرْآنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَهْلِهِ الَّذِينَ كَانُوا يَعْمَلُونَ بِهِ تَقْدُمُهُ سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَآلُ عِمْرَانَ وَضَرَبَ لَهُمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَمْثَالٍ مَا نَسِيتُهُنَّ بَعْدُ قَالَ كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ أَوْ ظُلَّتَانِ سَوْدَاوَانِ بَيْنَهُمَا شَرْقٌ أَوْ كَأَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا۔

نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن قرآن مجید اور اس پر عمل کرنے والوں کو لایا جائے گا اس کے آگے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران ہونگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سورتوں کے لیے تین مثالیں بیان فرمائیں جن کو میں آج تک نہیں بھولا فرمایا وہ ایسی ہیں جیسے دو بادل ہوں یا دو سیاہ سائبان ہوں جن کے درمیان روشنی ہو یا صف باندھے ہوئے دو پرندوں کی قطاریں ہوں وہ اپنے پڑھنے والوں کی وکالت کریں گی۔

تشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران کی جو تین مثالیں دی ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سورتوں کے پڑھنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا فرمائے گا جو بادل یا سائبان یا پرندوں کی قطاروں کی طرح ہونگی اور ان پر میدان قیامت کی گرمی میں سایہ کریں گی اور ان کی شفاعت کریں گی ہو سکتا ہے کہ پہلی مثال اس شخص کے لیے ہو جو صرف قرآن مجید پڑھتا ہو، معنی سمجھتا ہو نہ ان پر عمل کرتا ہو اور دوسری مثال اس شخص کے لیے ہو جو پڑھتا بھی ہو اور معنی بھی سمجھتا ہو اور تیسری مثال اس شخص کے لیے ہو جو ان پر عمل بھی کرتا ہو۔

ان احادیث میں شفاعت کا ثبوت ہے شفاعت پر مکمل اور مفصل بحث ہم کتاب المساجد کی حدیث نمبر ۱۰۹۳ کی تشریح میں کر چکے ہیں۔

بَابٌ ۲۶۵ فَضْلِ الْفَاتِحَةِ وَخَوَاتِيْمِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَالْاٰيَتَيْنِ

سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی آخری آیات کی فضیلت

۱۷۷۴- وَحَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعِ وَاَحْمَدُ بْنُ جَوَّاسٍ الْحَنَفِيُّ قَالَا نَا اَبُوالْاَحْوَصِ عَنْ عَمَّارِ بْنِ رُزَيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِيْسٰى عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَا جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ نَقِيْضًا مِّنْ فَوْقِهٖ فَرَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ هٰذَا بَابٌ مِّنَ السَّمَآءِ فُتِحَ الْيَوْمَ لَمْ يُفْتَحْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَقَالَ هٰذَا مَلَكٌ نَزَلَ اِلَى الْاَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ فَسَلَّمَ وَقَالَ اَبْشِرْ بِنُوْرَيْنِ اُوْتِيْتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيْمُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ لَنْ تَقْرَاَ بِحَرْفٍ مِّنْهُمَا اِلَّا اُعْطِيْتَهٗ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ناگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آواز سنی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اوپر اٹھایا، حضرت جبرائیل نے کہا یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جس کو صرف آج کھولا گیا اور آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا، پھر اس سے ایک فرشتہ نازل ہوا، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: "یہ فرشتہ جو آج نازل ہوا ہے آج سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا" اس فرشتے نے سلام کیا اور کہا: "آپ کو ان دو نوروں کی بشارت ہو جو آپ کو دیے گئے ہیں اور آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیے گئے۔ ایک سورہ فاتحہ اور دوسرا سورہ بقرہ کا آخری حصہ آپ ان میں سے جو حرف بھی پڑھیں گے آپ کو اس کے مصداق مل جائے گا"۔

۱۷۷۵- وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا مَنْصُوْرٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ لَقِيْتُ اَبَا مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عِنْدَ الْبَيْتِ فَقُلْتُ حَدِيْثٌ بَلَغَنِيْ عَنْكَ فِي الْاٰيَتَيْنِ فِيْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ قَالَ نَعَمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاٰيَتَانِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مَنْ قَرَاَهُمَا فِيْ لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ۔

عبدالرحمن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں بیت اللہ کے قریب حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے ملا اور میں نے کہا کہ سورہ بقرہ کی دو آیتوں کی فضیلت میں آپ سے روایت کردہ میں نے ایک حدیث سنی ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہاں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رات کو سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھ لے گا وہ اس کو کافی ہوں گی۔

(فائدہ) یعنی ناگہانی مصائب، شیطان کی فتنہ انگیزیوں سے حفاظت کریں گی یا تہجد پڑھنے کے قائم مقام ہوں گی۔

۱۷۷۶- وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا جَرِيْرٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ كِلَاهُمَا عَنْ مَنْصُوْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

١٧٧٧ - وحدثنا منجاب بن الحارث التميمي قال انا ابن مسهر عن الاعمش عن ابراهيم عن عبد الرحمن بن يزيد عن علقمة بن قيس عن ابي مسعود الانصاري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قرأ هاتين الآيتين من آخر سورة البقرة في ليلة كفتاه قال عبد الرحمن فلقيت ابا مسعود وهو يطوف بالبيت فسألته فحدثني به عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں رات کو پڑھ لے وہ اُسے کافی ہوں گی، عبد الرحمٰن (راوی) کہتے ہیں کہ میں ایک بار حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے ملا در آں حالیکہ وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، میں نے ان سے (اس حدیث کے متعلق) پوچھا تو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر کے یہی حدیث بیان کی۔

١٧٧٨ - وحدثني علي بن خشرم قال انا عيسى يعني ابن يونس ح وحدثنا ابو بكر بن ابي شيبة قال نا عبد الله بن نمير جميعا عن الاعمش عن ابراهيم عن علقمة وعبد الرحمن بن يزيد عن ابي مسعود۔

ایک اور سند سے حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے یہی روایت بیان کی ہے۔

١٧٧٩ - وحدثنا ابو بكر بن ابي شيبة قال نا حفص وابو معاوية عن الاعمش عن ابراهيم عن عبد الرحمن بن يزيد عن ابي مسعود عن النبي صلى الله عليه وسلم بمثله۔

ایک دیگر سند سے حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے یہی روایت منقول ہے۔

باب فضل سورة الكهف وآية الكرسي

سورۂ کہف اور آیۃ الکرسی کی فضیلت

١٧٨٠ - وحدثنا محمد بن المثنى قال نا معاذ بن هشام قال حدثني ابي عن قتادة عن سالم بن ابي الجعد الغطفاني عن معدان بن ابي طلحة اليعمري عن ابي الدرداء رضي الله عنه ان النبي صلى الله عليه وسلم قال من حفظ عشر آيات من اول سورة الكهف عصم من الدجال۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورہ کہف کی پہلی دس آیات یاد کر لے گا وہ دجّال (کے شر) سے محفوظ رہے گا۔

١٧٨١ - وحدثنا محمد بن المثنى وابن بشار قالا نا محمد بن جعفر قال نا شعبة ح وحدثني

ایک اور سند سے یہ حدیث منقول ہے جس میں شعبہ کی روایت میں ہے کہ سورہ کہف کی آخری دس آیات اور ہمام

زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا هَمَّامٌ جَمِيعًا عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ شُعْبَةُ مِنْ اٰخِرِ الْكَهْفِ وَقَالَ هَمَّامٌ مِنْ اَوَّلِ الْكَهْفِ كَمَا قَالَ هِشَامٌ۔

نے کہا سورۂ کہف کی پہلی دس آیات جیسے کہ ہشام نے کہا ہے۔

۱۷۸۲ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِي السَّلِيْلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَبَاحٍ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِيْ اَيُّ اٰيَةٍ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ مَعَكَ اَعْظَمُ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اَتَدْرِيْ اَيُّ اٰيَةٍ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ مَعَكَ اَعْظَمُ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ قَالَ فَضَرَبَ فِيْ صَدْرِيْ وَقَالَ لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ اَبَا الْمُنْذِرِ۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے ابوالمنذر! کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے نزدیک کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟" میں نے عرض کیا: "اللہ اور اس کا رسول ہی جانتا ہے" آپ نے فرمایا کیا تمہارے نزدیک کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟ میں نے عرض کیا: "اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم"۔ آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا: "اے ابوالمنذر! تمہیں یہ علم مبارک ہو۔"

آیت الکرسی کی فضیلت

علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ آیا بعض سورتیں بعض سورتوں سے افضل ہیں یا نہیں؟ شیخ ابوالحسن اشعری وغیرہ کا نظریہ یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ بعض سورتیں مفضول ہوں، لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ احادیث میں تفضیل کا ذکر ہے اور افضلیت زیادتی اجر کی طرف راجع ہے یعنی بعض سورتیں پڑھنے سے دوسری سورتوں کی بہ نسبت زیادہ اجر ملتا ہے۔ اور محققین یہ کہتے ہیں کہ جن آیات میں کفار اور منافقین کا ذکر ہے ان سے وہ آیات افضل ہیں جن میں مومنوں کا ذکر ہے۔ علی ہذا القیاس ان سے وہ افضل ہیں جن میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے اور ان سے وہ آیات افضل ہیں جن میں افضل الرسل جناب محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہے اور ان سے وہ آیات افضل ہیں جن میں اللہ عزوجل کی ذات اور صفات کا ذکر ہے۔ اسی بنیاد پر آیت الکرسی سب سے افضل آیت اس لیے ہے کہ اس ایک آیت میں سترہ مرتبہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور کسی آیت میں اللہ عزوجل کا اتنی بار ذکر نہیں ہے۔

علامہ زرکشی فرماتے ہیں:

وقال ابو العباس احمد بن المنير المالكي: كان جدي رحمه الله يقول: اشتملت آية الكرسي على ما لم يشتمل عليه اسم من اسماء الله تعالى وذلك انها مشتملة على سبعة عشر موضعا فيها اسم الله ظاهرا في بعضها، ومستكنا في بعض، ويظهر للكثير من العادين فيها ستة عشر الا على حاد

علامہ ابوالعباس احمد بن منیر مالکی کہتے ہیں کہ میرے دادا رحمہ اللہ فرماتے تھے: آیت الکرسی میں اللہ تعالیٰ کے جتنے اسماء ہیں کسی اور آیت میں اتنے نہیں ہیں کیونکہ اس آیت میں سترہ جگہ اللہ تعالیٰ کا اسم ہے، بعض جگہ اسم ظاہر ہے اور بعض جگہ اسم ضمیر ہے۔ اکثر گننے والوں نے سولہ اسم گنے ہیں سوا ان کے جن کی نظر تیز اور باریک ہے۔ ان اسماء کی تفصیل

البصیرۃ لدقۃ استخراجہ: ۱- اللہ ۲- ھو ۳- الحی ۴- القیوم ۵- ضمیر (لا تاخذہ) ۶- ضمیر (لہ) ۷- ضمیر (عندہ) ۸- ضمیر (الا باذنہ) ۹- ضمیر (یعلم) ۱۰- ضمیر (علمہ) ۱۱- ضمیر (شاء) ۱۲- ضمیر (کرسیہ) ۱۳- ضمیر (یؤدہ) ۱۴- و ھو ۱۵- العلی ۱۶- العظیم - فھذہ عدۃ الاسماء واما الخفی فی الضمیر الذی اشتمل علیہ المصدر فی قولہ (حفظھما) فانہ مصدر مضاف الی المفعول وھو الضمیر البارز ولا بدلہ من فاعل وھو اللہ ویظھر عند فک المصدر فتقول ولا یؤدہ ان یحفظھما ھو۔[1]

یہ ہیں: ۱- اللہ ۲- ھو ۳- الحی ۴- القیوم ۵- لا تاخذہ میں ہ ضمیر ۶- لہ میں ہ ضمیر ۷- عندہ میں ہ ضمیر ۸- الا باذنہ میں ہ ضمیر ۹- یعلم میں ھو ضمیر مستتر ۱۰- علمہ میں ہ ضمیر ۱۱- شاء میں ھو ضمیر مستتر ۱۲- کرسیہ میں ہ ضمیر ۱۳- یؤدہ میں ہ ضمیر ۱۴- وھو ۱۵- العلی ۱۶- العظیم۔ یہ وہ اسماء ہیں جو ظاہر ہیں، اور حفظھما میں بھی ایک اسم ہے کیونکہ اس میں مصدر کی اضافت الی المفعول ہے۔ اور وہ ضمیر بارز ہے جس کے لیے فاعل ضروری ہے اور وہ اس تاویل میں ہے ولا یؤدہ ان یحفظھما ھو۔

دیگر فوائد (۱) اس حدیث میں حضرت ابی بن کعب کی عظیم منقبت ہے کیونکہ ان کا ذہن رسا آیت الکرسی کی طرف منتقل ہوا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر داد دی۔ (۲) شیخ کا اپنے اصحاب میں سے کسی کی فضیلت کو بیان کرنا۔ (۳) کسی مصلحت کی بناء پر کسی شخص کے منہ پر اس کی تعریف کرنا جبکہ اس سے خوشامد کے وہم یا اس کے تکبر کا خطرہ نہ ہو۔ (۴) اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ بعض سورتیں بعض سے افضل ہیں۔ (۵) آیت الکرسی کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی چھ صفات کا ذکر ہے، وحدانیت، حیات، علم، ملک، قدرت اور ارادہ۔

باب ۲۶۲ فَضْلِ قِرَاءَةِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

سورہ قل ھو اللہ احد کی فضیلت

۱۷۸۳- حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ زُهَيْرٌ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَقْرَاَ فِيْ لَيْلَةٍ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ قَالُوْا وَكَيْفَ يَقْرَاُ قَالَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ يَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص ہر رات تہائی قرآن مجید نہیں پڑھ سکتا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: تہائی قرآن مجید کیسے پڑھے گا؟ آپ نے فرمایا سورہ قل ھو اللہ احد تہائی قرآن مجید کے برابر ہے۔

۱۷۸۴- وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ نَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ عَرُوْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَفَّانُ قَالَ نَا اَبَانُ الْعَطَّارُ جَمِيْعًا عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِيْ حَدِيْثِهِمَا مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے تین حصے کیے ہیں اور سورہ قل ھو اللہ احد ان میں سے ایک حصہ ہے۔

[1] علامہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی متوفی ۷۹۴ھ، البرہان فی علوم القرآن ج ۱ ص ۴۴۳-۴۴۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۰ھ

وسلم قال ان الله جزء القرآن ثلاثة اجزاء فجعل قل هو الله احد جزءا من اجزاء القرآن.

١٧٨٥۔ حدثنی محمد بن حاتم ويعقوب بن ابراهيم جميعا عن يحيى قال ابن حاتم نا يحيى بن سعيد قال نا يزيد بن كيسان قال نا ابو حازم عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم احشدوا فانى ساقرأ عليكم ثلث القرآن فحشد من حشد ثم خرج نبى الله صلى الله عليه وسلم فقرأ قل هو الله احد ثم دخل فقال بعضنا لبعض انى ارى هذا خبرا جاءه من السماء فذلك الذى ادخله ثم خرج نبى الله صلى الله عليه وسلم فقال انى قلت لكم ساقرأ عليكم ثلث القرآن الا انها تعدل ثلث القرآن

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سب جمع ہو جاؤ تاکہ میں تمہارے سامنے تہائی قرآن مجید پڑھوں پس جنھیں جمع ہونا تھا وہ جمع ہو گئے پھر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ نے سورہ قل ہو اللہ احد پڑھی اور پھر اندر تشریف لے گئے۔ ہم ایک دوسرے سے کہنے لگے شاید آسمان سے کوئی خبر آگئی ہے جس وجہ سے آپ اندر تشریف لے گئے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ نے فرمایا: میں نے تم سے کہا تھا کہ میں تم پر تہائی قرآن پڑھوں گا۔ سنو! یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے۔

١٧٨٦۔ وحدثنا واصل بن عبد الاعلى قال نا ابن فضيل عن بشير ابى اسماعيل عن ابى حازم عن ابى هريرة رضى الله عنه قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال اقرأ عليكم ثلث القرآن فقرأ قل هو الله احد الله الصمد حتى ختمها۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں تمہارے سامنے تہائی قرآن پڑھوں گا پھر آپ نے پوری سورہ قل ہو اللہ احد پڑھی۔

١٧٨٧۔ حدثنا احمد بن عبد الرحمن بن وهب قال نا عمى عبد الله بن وهب قال نا عمرو بن الحارث عن سعيد بن ابى هلال ان ابا الرجال محمد بن عبد الرحمن حدثه عن امه عمرة بنت عبد الرحمن وكانت فى حجر عائشة زوج النبى صلى الله عليه وسلم عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث رجلا على سرية وكان يقرأ لاصحابه فى صلوتهم فيختم بقل هو الله احد فلما رجعوا ذكروا ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال سلوه لاى شىء يصنع ذلك فسالوه فقال لانها صفة الرحمن فانا احب ان اقرأ بها

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا وہ اپنے ساتھیوں کی امامت کرتے تھے اور ہر سورت کے بعد قل ہو اللہ احد پڑھتے تھے۔ جب لشکر واپس آیا تو لوگوں نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، آپ نے فرمایا اس شخص سے پوچھو وہ ایسا کیوں کرتا تھا، جب ان سے پوچھا گیا تو انھوں نے کہا چونکہ اس سورت میں رحمن کی صفت ہے اسی لیے میں اس کے پڑھنے سے محبت کرتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبِرُوْهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّهٗ۔

سورہ اخلاص کے تہائی قرآن مجید ہونے کی وجہ

سورہ اخلاص کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہائی قرآن مجید کے برابر قرار دیا ہے قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اس کے دو معنی بیان کیے ہیں ایک یہ کہ قرآن مجید کے مضامین تین قسم پر ہیں، صفات الٰہیہ، قصص اور احکام۔ اس سورت میں چونکہ تین قسموں میں سے صرف ایک قسم یعنی صفات کا ذکر ہے اس لیے اس کو تہائی قرآن مجید قرار دیا دوسرا معنی یہ ہے کہ اس کے پڑھنے کا ثواب ایک تہائی قرآن مجید پڑھنے کے برابر ہے اس لیے اس کو تہائی قرآن مجید قرار دیا۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کے سبب قرآن مجید کی کوئی سورت یا کوئی آیت پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے محبت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ثواب عطا فرمائے گا۔

بَابُ ۲۶۸ فَضْلِ قِرَاءَةِ الْمُعَوِّذَتَيْنِ
معوذتین پڑھنے کی فضیلت

۱۷۸۸۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ بَيَانٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَمْ تَرَ اٰيَاتٍ اُنْزِلَتِ اللَّيْلَةَ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قَطُّ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں نہیں معلوم کہ آج رات ایسی آیات نازل ہوئی ہیں جیسی کبھی نہیں دیکھی گئیں! قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس۔

۱۷۸۹۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا اِسْمَاعِيْلُ عَنْ قَيْسٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْزِلَ اَوْ اُنْزِلَتْ عَلَيَّ اٰيَاتٌ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قَطُّ الْمُعَوِّذَتَيْنِ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر ایسی آیات نازل ہوئی ہیں کہ ایسی آیات کبھی نہیں دیکھی گئیں قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس

۱۷۹۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ كِلَاهُمَا عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ اُسَامَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرِ الْجُهَنِيِّ وَكَانَ مِنْ رُفَعَاءِ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

حضرت ابن مسعود کی طرف معوذتین کے انکار کی نسبت

حافظ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں کہ مسند احمد اور صحیح ابن حبان میں عاصم سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے مصحف میں معوذتین کو نہیں لکھتے تھے اور زیادات المسند، طبرانی اور ابن مردویہ میں عبد الرحمن بن یزید نخعی سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود مصاحف سے معوذتین کو کھرچ کر نکال دیتے تھے اور

کہتے تھے یہ کتاب اللہ سے نہیں ہیں اور مسند بزار میں ہے کہ حضرت ابن مسعود کہتے تھے کہ حضور نے ان کے ساتھ صرف پناہ مانگنے کا حکم دیا تھا لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہیں دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر جو یہ اشکال وارد ہوتا ہے علامہ نووی نے اس کے جواب میں شرح المہذب میں لکھا کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ معوذتین اور سورہ فاتحہ قرآن مجید میں شامل ہیں اور جو شخص ان میں سے کسی چیز کا بھی انکار کرے گا وہ کافر ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو معوذتین کے قرآن ہونے کا انکار منقول ہے وہ نقل باطل ہے اور روایت صحیح نہیں ہے۔ شیخ ابو محمد بن حزم نے بھی محلی میں اس روایت کو جھوٹ قرار دیا ہے۔ امام رازی نے بھی تفسیر کبیر میں اس نقل کو جھوٹ اور باطل قرار دیا ہے۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اگر بالفرض یہ روایات صحیح ہوں تو ان کی توجیہ یہ ہے کہ ہر چند کہ حضرت ابن مسعود کے نزدیک معوذتین کا قرآن ہونا ثابت تھا لیکن ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معوذتین کا قرآن مجید میں لکھوانا ثابت نہیں تھا (اگرچہ دوسرے صحابہ کے نزدیک لکھوانا بھی ثابت تھا) اس لیے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتین کے لکھنے پر رد فرماتے تھے۔ امام رازی نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ فی نفسہ اگرچہ معوذتین کا قرآن ہونا متواتر ہے لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ متواتر نہیں تھا۔[1]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ شرح مواقف میں ہے: قرآن مجید کی بعض سورتوں میں جو بعض صحابہ کا اختلاف منقول ہے وہ اخبار آحاد سے منقول ہے اور ان سورتوں کا قرآن ہونا تواتر سے ثابت ہے اور آحاد میں اتنی قوت نہیں ہے کہ وہ تواتر کے مزاحم ہو سکیں اور ظن یقین کے معارض ہو سکتا ہے۔[2]

۳۶۹ بَابُ فَضْلِ مَنْ يَّقُوْمُ بِالْقُرْاٰنِ وَيُعَلِّمُهٗ

قرآن مجید پر عمل کرنے والے اور اس کی تعلیم دینے والے کی فضیلت

۱۷۹۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ زُهَيْرٌ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ نَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهٗ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو آدمیوں کے سوا اور کسی پر رشک نہیں کرنا چاہیے ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید عطا کیا اور وہ رات اور دن اس کی تلاوت کرتا ہو دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا ہو اور وہ رات اور دن اس مال کو (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کرتا ہو۔

۱۷۹۲ - وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو آدمیوں کے سوا اور کسی پر رشک نہیں کرنا چاہیے۔ ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۷۴۳ - ۷۴۲ ملخصاً مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور طبع ممتاز ۱۴۰۱ھ۔
[2] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳۰ ص ۲۷۹ ملخصاً مطبوعہ دار احیاء التراث۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ اِلَّا عَلَى اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ هٰذَا الْكِتَابَ فَقَامَ بِهٖ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ اَعْطَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَتَصَدَّقَ بِهٖ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ۔

۱۷۹۳- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَا نَا اِسْمَاعِيْلُ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهٗ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا۔

۱۷۹۴- وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ اَنَّ نَافِعَ بْنَ عَبْدِ الْحَارِثِ لَقِيَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِعُسْفَانَ وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَسْتَعْمِلُهٗ عَلٰى مَكَّةَ فَقَالَ مَنِ اسْتَعْمَلْتَ عَلٰى اَهْلِ الْوَادِيْ فَقَالَ ابْنَ اَبْزٰى قَالَ وَمَنِ ابْنُ اَبْزٰى قَالَ مَوْلًى مِنْ مَوَالِيْنَا قَالَ فَاسْتَخْلَفْتَ عَلَيْهِمْ مَوْلًى قَالَ اِنَّهٗ قَارِئٌ لِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاِنَّهٗ عَالِمٌ بِالْفَرَائِضِ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَمَا اِنَّ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ آخَرِيْنَ۔

۱۷۹۵- وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اِسْحٰقَ قَالَا نَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ نَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَامِرُ بْنُ وَاثِلَةَ اللَّيْثِيُّ اَنَّ نَافِعَ بْنَ عَبْدِ الْحَارِثِ

نے کتاب کا علم دیا اور وہ شخص رات دن اس کو پڑھتا رہتا ہو اور ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ شخص دن رات اس مال سے صدقہ کرتا رہتا ہو۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو آدمیوں کے سوا اور کسی پر رشک نہیں کرنا چاہیے ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور اس کو راہ حق میں مال خرچ کرنے کی توفیق دی دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا کیا وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور لوگوں کو تعلیم دیتا ہے۔

عامر بن واثلہ بیان کرتے ہیں کہ نافع بن عبد الحارث نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عسفان میں ملاقات کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں مکہ میں حاکم مقرر کرنے کا حکم دیا ہوا تھا، آپ نے پوچھا تم نے مکہ میں کس کو حاکم بنایا ہے؟ اس نے جواب دیا ابن ابزی کو، پوچھا: ابن ابزی کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہمارے غلاموں میں سے ایک (آزاد کردہ) غلام ہے، فرمایا تم نے غلام کو ان پر حاکم بنا دیا! انہوں نے کہا وہ قرآن مجید کا قاری ہے اور فرائض کا علم رکھتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا سنو! تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اس قرآن مجید سے کچھ لوگوں کو عزت دیتا ہے اور کچھ لوگوں کو ذلت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

اَخْبَرَنِیْ لَقِیْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ بِعُسْفَانَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ۔

حسد اور رشک کا معنی
حسد کا معنی ہے: "صاحب نعمت سے نعمت زائل ہونے کی تمنا کرنا" یہ اجماعاً حرام ہے اور احادیث سے بھی اس کی حرمت ثابت ہے اور رشک کا معنی ہے: "کسی صاحب نعمت کو دیکھ کر یہ تمنا کرنا کہ یہ نعمت اس کے پاس بھی رہے اور اس کی مثل مجھے بھی مل جائے" یہ دنیاوی امور میں مباح ہے اور عبادات میں مستحب ہے۔ ان احادیث میں حسد مجازاً رشک کے معنی میں ہے۔

بَابُ ۲: بَيَانِ اَنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ وَّبَيَانِ مَعْنَاهَا

١٧٩٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَاُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰى غَيْرِ مَا اَقْرَؤُهَا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْرَاَنِيْهَا فَكِدْتُ اَنْ اَعْجَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَمْهَلْتُهُ حَتّٰى انْصَرَفَ ثُمَّ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَجِئْتُ بِهِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَاُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰى غَيْرِ مَا اَقْرَاْتَنِيْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسِلْهُ اِقْرَاْ فَقَرَاَ الْقِرَاءَةَ الَّتِيْ سَمِعْتُهُ يَقْرَاُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ لِيْ اِقْرَاْ فَقَرَاْتُ فَقَالَ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ۔

١٧٩٧ - وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَخْبَرَنِيْ ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ

قرآن مجید کے سات حرفوں پر نازل ہونے کا مطلب

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن ہشام بن حکیم کو دیکھا کہ وہ قرآن کریم کی سورہ فرقان کو ان الفاظ کے ساتھ نہیں پڑھ رہے تھے جن الفاظ کے ساتھ میں پڑھتا ہوں اور جن الفاظ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس سورت کی تعلیم دی تھی۔ قریب تھا کہ میں (ان پر گرفت کرنے میں) جلدی کرتا لیکن میں نے ان کو نماز سے فارغ ہونے دیا پھر میں ان کو چادر سے کھینچتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے ان کو سورہ فرقان ان الفاظ کے ساتھ پڑھتے سنا ہے جن الفاظ کے ساتھ آپ نے مجھے اس کی تعلیم نہیں دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو۔ پھر ان سے کہا: اب پڑھو! انہوں نے اسی طرح وہ سورت پڑھی جس طرح میں ان سے سن چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے پھر مجھ سے فرمایا پڑھو! میں نے (وہ سورت) پڑھی۔ آپ نے فرمایا: اسی طرح نازل ہوئی ہے پھر آپ نے فرمایا یہ قرآن سات حرفوں (لغات) پر نازل ہوا ہے۔ جس طرح تمہیں آسان لگے پڑھ لو۔!

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہشام بن حکیم کو

أخبرني عروة بن الزبير أن المسور بن مخرمة وعبد الرحمن بن عبد القاري أخبراه أنهما سمعا عمر بن الخطاب رضي الله عنه يقول سمعت هشام بن حكيم يقرأ سورة الفرقان في حياة رسول الله صلى الله عليه وسلم وساق الحديث بمثله وزاد فكدت أساوره في الصلوة فتصبرت حتى سلم۔

سورہ فرقان اس طرح پڑھتے ہوئے سنا ۔۔۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔ اس میں یہ زیادتی ہے کہ قریب تھا میں اس کو حالتِ نماز ہی میں گھسیٹ کر لاتا لیکن میں نے اس کے سلام پھیرنے تک صبر کیا۔

۱۷۹۸۔ حدثنا إسحق بن إبراهيم وعبد بن حميد قالا أنا عبد الرزاق قال أنا معمر عن الزهري كرواية يونس بإسناده۔

ایک اور سند سے بھی اس کی مثل منقول ہے۔

۱۷۹۹۔ حدثني حرملة بن يحيى قال أنا ابن وهب قال أخبرني يونس عن ابن شهاب قال حدثني عبيد الله بن عبد الله بن عتبة أن ابن عباس رضي الله عنهما حدثه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال أقرأني جبريل عليه الصلوة والسلام على حرف فراجعته فلم أزل أستزيده فيزيدني حتى انتهى إلى سبعة أحرف قال ابن شهاب بلغني أن تلك السبعة الأحرف إنما هي في الأمر الذي يكون واحدا لا يختلف في حلال ولا حرام

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے ایک حرف (لغت) پر قرآن مجید کی تعلیم دی۔ میں نے ان سے زیادہ (لغات) کے لیے کہا وہ زیادہ (لغات) کرتے رہے۔ حتیٰ کہ سات حروف (لغات) تک قرآن مجید کی قرأت ہو گئی۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان سات حروف (لغات) کا معنی واحد ہوتا ہے اور ان میں حلال اور حرام کے لحاظ سے کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔

۱۸۰۰۔ حدثناه عبد بن حميد قال أنا عبد الرزاق قال أنا معمر عن الزهري بهذا الإسناد۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۸۰۱۔ حدثنا محمد بن عبد الله بن نمير قال نا أبي قال نا إسمعيل بن أبي خالد عن عبد الله بن عيسى بن عبد الرحمن بن أبي ليلى عن جده عن أبي بن كعب قال كنت في المسجد فدخل رجل يصلي فقرأ قراءة أنكرتها عليه ثم دخل آخر فقرأ قراءة سوى قراءة صاحبه فلما قضينا الصلوة دخلنا جميعا على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت إن هذا قرأ قراءة أنكرتها عليه ودخل آخر فقرأ قراءة سوى قراءة

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا، ایک شخص آکر نماز پڑھنے لگا اور نماز میں قرآن مجید کی ایسی قرأت کی جو میرے لیے غیر مانوس تھی پھر دوسرا شخص آیا اور اس نے ایک اور طرح سے قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ جب ہم لوگ نماز سے فارغ ہو گئے تو ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کیا اس شخص نے اس طرح قرآن مجید پڑھا جو میرے لیے غیر مانوس تھا اور دوسرا

صاحبه فامرهما رسول الله صلى الله عليه وسلم فقرآ فحسن النبي صلى الله عليه وسلم شأنهما فسقط في نفسي من التكذيب ولا إذ كنت في الجاهلية فلما رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم ما قد غشيني ضرب في صدري ففضت عرقا وكأنما أنظر إلى الله تعالى فرقا فقال لي يا أبي أرسل إلي أن اقرأ القرآن على حرف فرددت إليه أن هون على أمتي فرد إلي الثانية اقرأه على حرفين فرددت إليه أن هون على أمتي فرد إلي الثالثة اقرأه على سبعة أحرف ولك بكل ردة رددتها مسئلة تسئلنيها فقلت اللهم اغفر لأمتي اللهم اغفر لأمتي وأخرت الثالثة ليوم يرغب إلي الخلق كلهم حتى إبراهيم عليه الصلوة والسلام

شخص آیا تو اس نے اس کے علاوہ ایک اور قرأت کی (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا، انہوں نے پڑھ کر سنایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو صحیح قرار دیا جس سے میرے دل میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی) تکذیب پیدا ہوئی جو زمانہ جاہلیت میں نہیں تھی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اس حال کو دیکھا تو میرے سینہ پر ہاتھ مارا جس سے میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور خوف الٰہی کی مجھ پر ایسی کیفیت پیدا ہو گئی گویا کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا تھا۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا اے ابی! پہلے مجھے یہ حکم دیا گیا تھا کہ میں قرآن مجید ایک حرف (لغت) پر پڑھوں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ میری امت پر آسانی فرما۔ پھر مجھے دو حرفوں پر پڑھنے کا حکم دیا گیا پھر میں نے دوبارہ عرض کیا کہ میری امت پر آسانی فرما پھر مجھے تیسری بار سات حروف (لغات) پر پڑھنے کا حکم ہوا۔ اور فرمایا تم نے جتنی بار امت پر آسانی کے لیے دعا کی ہے اتنی بار کے عوض تم ہم سے ایک دعا مانگ لو، میں نے عرض کیا اے اللہ میری امت کی مغفرت فرما اے اللہ میری امت کی مغفرت فرما اور تیسری بار کی دعا میں نے اس دن کے لیے محفوظ کر لی جس دن ساری مخلوق حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی میری طرف متوجہ ہوں گے۔

۱۸۰۲ - حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة قال نا محمد بن بشر قال حدثني إسماعيل بن أبي خالد قال حدثني عبد الله بن عيسى عن عبد الرحمن بن أبي ليلى قال أخبرني أبي بن كعب أنه كان جالسا في المسجد الحرام إذ دخل رجل فصلى فقرأ قراءة واقتص الحديث بمثل حديث ابن نمير

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ مسجد حرام میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے آ کر قرآن مجید پڑھا۔ باقی روایت حسب سابق ہے۔

۱۸۰۳ - وحدثنا أبو بكر بن أبي شيبة قال نا غندر عن شعبة ح وحدثناه ابن المثنى وابن بشار قال ابن المثنى نا محمد بن جعفر قال نا

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی غفار کے تالاب پر تشریف فرما تھے۔ آپ کے پاس حضرت جبرائیل آئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ

شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَ أَضَاةِ بَنِي غِفَارٍ قَالَ فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ أُمَّتُكَ الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفٍ فَقَالَ أَسْأَلُ اللّٰهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ وَإِنَّ أُمَّتِي لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ أُمَّتُكَ الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفَيْنِ فَقَالَ أَسْأَلُ اللّٰهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ وَإِنَّ أُمَّتِي لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ ثُمَّ جَاءَهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ أُمَّتُكَ الْقُرْآنَ عَلَى ثَلَاثَةِ أَحْرُفٍ فَقَالَ أَسْأَلُ اللّٰهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ وَإِنَّ أُمَّتِي لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ ثُمَّ جَاءَهُ الرَّابِعَةَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ أُمَّتُكَ الْقُرْآنَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَأَيُّمَا حَرْفٍ قَرَءُوا عَلَيْهِ فَقَدْ أَصَابُوا۔

نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ اپنی امت کو ایک حرف (لغت) پر قرآن مجید پڑھائیں آپ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے عفو اور مغفرت کا سوال کروں گا اور یہ کہ میری امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی۔ حضرت جبرائیل دوبارہ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ اپنی امت کو دو حرفوں پر قرآن مجید پڑھائیں۔ آپ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے عفو اور مغفرت کا سوال کروں گا میری امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی۔ حضرت جبرائیل آپ کے پاس تیسری بار آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ اپنی امت کو تین حرفوں پر قرآن مجید پڑھائیں آپ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے عفو اور مغفرت کا سوال کروں گا اور یہ کہ میری امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی پھر حضرت جبرائیل آپ کے پاس چوتھی بار آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ اپنی امت کو سات حرفوں (لغات) پر قرآن مجید پڑھائیں وہ جس حرف (لغت) میں بھی قرآن مجید پڑھیں گے صحیح ہوگا۔

۱۸۰۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

سات حرفوں پر نزول قرآن

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ تخفیف اور تسہیل کی وجہ سے قرآن مجید کو سات حرفوں پر نازل کیا گیا بعض علماء نے کہا کہ سات حرفوں سے مراد قراءت و تجوید کے لحاظ سے تلاوت کی سات صورتیں ہیں کیونکہ ادغام، اظہار، تفخیم، ترقیق، امالہ اور مد وغیرہ لغات کے لحاظ سے مختلف ہیں بعض لغات میں کسی لفظ کو ادغام کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور بعض لغات میں اظہار کے ساتھ علیٰ ہذا القیاس قرآن مجید کو سات طریقوں سے پڑھنے کی اجازت دی گئی اور ابو عبید نے کہا سات حروف سے سات لغات مراد ہیں۔ امام طحاوی نے فرمایا کہ سات لغات پر پڑھنے کی اجازت ابتداء میں تھی کیونکہ لغات عرب میں اختلاف تھا اور تمام قبائل کو ایک لغت پر اکٹھا کرنا دشوار تھا اور جب اسلام پھیل گیا اور کتابت کی بکثرت اشاعت ہو گئی تو یہ ضرورت نہیں رہی اور پھر قرآن مجید کو ایک لغت میں منحصر کر دیا۔ وہ لغت قریش ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی لغت پر مصحف مرتب کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور تصرف کا ثبوت

جب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے دل میں تکذیب کا وسوسہ پیدا ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نورِ نبوت سے اس وسوسۂ تکذیب پر مطلع ہو گئے اس میں آپ کے نورِ علم کا ثبوت ہے اور جب آپ نے ان کے سینہ پر ہاتھ مار کر اس تکذیب کو زائل کر دیا تو اس میں آپ کے تصرف کا ثبوت ہے۔

باب ترتيل القراءة واجتناب الهذ وإباحة سورتين فأكثر في ركعة

۱۸۰۵ - حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة وابن نمير جميعا عن وكيع قال ابو بكر نا وكيع عن الاعمش عن ابي وائل قال جاء رجل يقال له نهيك ابن سنان الى عبد الله فقال يا ابا عبد الرحمن كيف تقرأ هذا الحرف الفا تجده ام ياء "من ماء غير اسن او من ماء غير ياسن" قال فقال عبد الله رضي الله عنه وكل القرآن قد احصيت غير هذا قال اني لاقرأ المفصل في ركعة فقال عبد الله هذا كهذ الشعر ان اقواما يقرءون القرآن لا يجاوز تراقيهم ولكن اذا وقع في القلب فرسخ فيه نفع ان افضل الصلوة الركوع والسجود اني لاعلم النظائر التي كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرن بينهن سورتين في كل ركعة ثم قام عبد الله فدخل علقمة في اثره ثم خرج فقال قد اخبرني بها قال ابن نمير في روايته جاء رجل من بني بجيلة الى عبد الله ولم يقل نهيك ابن سنان.

۱۸۰۶ - وحدثنا ابو بكر بن ابي شيبة قال نا ابو معاوية عن الاعمش عن ابي وائل قال جاء رجل الى عبد الله يقال له نهيك بن سنان بمثل حديث وكيع غير انه قال فجاء علقمة ليدخل عليه فقلنا له سله عن النظائر التي كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ بها في ركعة فدخل عليه فسأله ثم خرج علينا فقال عشرون سورة في عشر ركعات من المفصل في تاليف عبد الله.

قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے اور ایک رکعت میں ایک سے زیادہ سورتوں کو پڑھنے کی اجازت

ابو وائل کہتے ہیں کہ نہیک بن سنان نامی ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا اے ابو عبدالرحمٰن آیا آپ اس لفظ کو الف کے ساتھ پڑھتے ہیں یا "ی" کے ساتھ؟ یعنی من ماء غیر اسن یا غیر یاسن! حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا اس لفظ کے علاوہ باقی سارے قرآن کی تم نے تحقیق کر لی ہے؟ اس نے کہا میں مفصل کو ایک رکعت میں پڑھتا ہوں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اس طرح جلدی جلدی پڑھتے ہو جیسے اشعار پڑھے جاتے ہیں، بیشک کچھ لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترتا لیکن قرآن مجید جب ذہن نشین اور راسخ ہو جائے تو نفع دیتا ہے نماز کے ارکان میں زیادہ فضیلت رکوع اور سجود کی ہے اور میں ایسی باہم متماثل سورتوں کو جانتا ہوں جن میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت میں دو، دو سورتیں ملا کر پڑھتے تھے پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اٹھ گئے اور علقمہ ان کے پیچھے گئے ——— پھر باہر نکلے اور کہا انھوں نے مجھے اس کی خبر دی ہے۔

———

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ نہیک بن سنان نامی ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اس کے بعد حسب سابق روایت ہے نیز اس میں یہ ہے کہ پھر علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس گئے۔ ہم نے ان سے کہا حضرت ابن مسعود سے ان سورتوں کے متعلق پوچھو جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت میں ملا کر پڑھتے تھے، انھوں نے جا کر حضرت ابن مسعود سے پوچھا پھر ہمیں آ کر بتایا وہ مفصل کی بیس سورتیں ہیں جو دس رکعات میں پڑھی جاتی تھیں اور وہ مصحف ابن مسعود میں ہیں۔

١٨٠٧ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمَا وَقَالَ إِنِّي لَأَعْرِفُ النَّظَائِرَ الَّتِي كَانَ يَقْرَأُ بِهِنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اثْنَتَيْنِ فِي رَكْعَةٍ عِشْرِينَ سُورَةً فِي عَشْرِ رَكَعَاتٍ۔

١٨٠٨ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ قَالَ نَا وَاصِلٌ الْأَحْدَبُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ غَدَوْنَا عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَوْمًا بَعْدَ مَا صَلَّيْنَا الْغَدَاةَ فَسَلَّمْنَا بِالْبَابِ فَأَذِنَ لَنَا قَالَ فَمَكَثْنَا بِالْبَابِ هُنَيَّةً قَالَ فَخَرَجَتِ الْجَارِيَةُ فَقَالَتْ أَلَا تَدْخُلُونَ فَدَخَلْنَا فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ يُسَبِّحُ فَقَالَ مَا مَنَعَكُمْ أَنْ تَدْخُلُوا وَقَدْ أُذِنَ لَكُمْ فَقُلْنَا لَا إِلَّا أَنَّا ظَنَنَّا أَنَّ بَعْضَ أَهْلِ الْبَيْتِ نَائِمٌ قَالَ ظَنَنْتُمْ بِآلِ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ غَفْلَةً قَالَ ثُمَّ أَقْبَلَ يُسَبِّحُ حَتّٰى إِذَا ظَنَّ أَنَّ الشَّمْسَ قَدْ طَلَعَتْ فَقَالَ يَا جَارِيَةُ انْظُرِي هَلْ طَلَعَتْ قَالَ فَنَظَرَتْ فَإِذَا هِيَ لَمْ تَطْلُعْ فَأَقْبَلَ يُسَبِّحُ حَتّٰى إِذَا ظَنَّ أَنَّ الشَّمْسَ قَدْ طَلَعَتْ قَالَ يَا جَارِيَةُ انْظُرِي هَلْ طَلَعَتْ فَنَظَرَتْ فَإِذَا هِيَ قَدْ طَلَعَتْ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَقَالَنَا يَوْمَنَا هٰذَا فَقَالَ مَهْدِيٌّ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَلَمْ يُهْلِكْنَا بِذُنُوبِنَا قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ قَرَأْتُ الْمُفَصَّلَ الْبَارِحَةَ كُلَّهُ قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ إِنَّا لَقَدْ سَمِعْنَا الْقَرَائِنَ وَإِنِّي لَأَحْفَظُ الْقَرَائِنَ الَّتِي كَانَ يَقْرَأُهُنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ مِنَ الْمُفَصَّلِ وَسُورَتَيْنِ مِنْ آلِ حٰمٓ۔

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ان متماثل سورتوں کو پہچانتا ہوں جن میں سے دو دو سورتوں کو ملا کر حضور ایک رکعت میں پڑھتے تھے بیس سورتوں کو دس رکعات میں۔

ابو وائل کہتے ہیں کہ ایک دن صبح کی نماز کے بعد ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ ہم نے دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کیا، ہمیں اندر آنے کی اجازت دی گئی مگر ہم کچھ دیر دروازے پر ٹھہرے رہے حتیٰ کہ ایک باندی آئی اور اس نے کہا تم کیوں نہیں آتے؟ ہم اندر گئے اور دیکھا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تسبیح پڑھ رہے ہیں۔ (انھوں نے ہمیں دیکھ کر فرمایا) جب تمہیں اندر آنے کی اجازت دے دی گئی تھی تو پھر تم اندر کیوں نہیں آئے؟ ہم نے کہا اور تو کوئی بات نہ تھی، ہم نے سوچا شاید گھر میں کوئی سویا ہوا ہو۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا تم نے ام عبد کے بیٹے اہل خانہ کے متعلق غفلت کا گمان کیسے کیا! اس کے بعد پھر انھوں نے تسبیح پڑھنی شروع کر دی، حتیٰ کہ جب انھوں نے گمان کیا کہ سورج طلوع ہو گیا ہے تو انھوں نے (اپنی کنیز سے) کہا جاؤ دیکھو کیا سورج طلوع ہو گیا ہے؟ کنیز دیکھ کر آئی تو ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا وہ پھر تسبیح میں مشغول ہو گئے۔ پھر جب ان کا گمان ہوا کہ اب سورج طلوع ہو گیا ہے تو انھوں نے (اپنی کنیز سے) کہا جاؤ دیکھو کیا سورج طلوع ہو گیا ہے؟ کنیز دیکھ کر آئی تو سورج طلوع ہو چکا تھا۔ آپ نے کہا "اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے آج ہمیں معاف فرمایا"۔ راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا: "اور ہمیں ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہلاک نہیں کیا۔" لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا میں نے گزشتہ شب پوری مفصل پڑھی ہے۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا تم نے اس طرح پڑھا ہے جیسے کوئی جلدی جلدی شعر پڑھتا ہے۔ بے شک ہم نے قرآن مجید سنا ہے اور مجھے وہ متماثل سورتیں یاد ہیں

جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔ اٹھارہ سورتیں مفصل سے اور دو سورتیں آل حٰمٓ سے۔

١٨٠٩- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ شَقِيْقٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ بَجِيْلَةَ يُقَالُ لَهُ نُهَيْكُ بْنُ سِنَانٍ اِلَى عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ اِنِّيْ اَقْرَأُ الْمُفَصَّلَ فِيْ رَكْعَةٍ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ لَقَدْ عَلِمْتُ النَّظَائِرَ الَّتِيْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهِنَّ سُوْرَتَيْنِ فِيْ رَكْعَةٍ۔

شقیق کہتے ہیں کہ بنو بجیلہ سے ایک شخص حضرت ابن مسعود کے پاس آیا جس کو نہیک بن سنان کہتے تھے وہ کہنے لگا میں ایک رکعت میں مفصل پڑھتا ہوں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اس طرح (تیزی سے) پڑھتے ہو جس طرح شعر پڑھتے ہیں، میں ان متماثل سورتوں کو جانتا ہوں جن میں سے دو سورتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت میں پڑھا کرتے تھے۔

١٨١٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا وَائِلٍ يُحَدِّثُ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ اِنِّيْ قَرَأْتُ الْمُفَصَّلَ اللَّيْلَةَ كُلَّهُ فِيْ رَكْعَةٍ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَائِرَ الَّتِيْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرِنُ بَيْنَهُنَّ قَالَ فَذَكَرَ عِشْرِيْنَ سُوْرَةً مِّنَ الْمُفَصَّلِ سُوْرَتَيْنِ سُوْرَتَيْنِ فِيْ رَكْعَةٍ۔

ابو وائل کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا میں نے آج رات پوری مفصل ایک رکعت میں پڑھی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے اس طرح (تیزی سے) پڑھا ہے جس طرح شعر پڑھتے ہیں پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ان متماثل سورتوں کو جانتا ہوں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملا کر پڑھتے تھے۔ پھر حضرت ابن مسعود نے بیس سورتیں ذکر کیں۔ دو دو سورتیں ایک رکعت میں۔

تشریح اس حدیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوتے ہیں:

(١) حضرت ابن مسعود نے سائل کے جواب میں فرمایا: کیا تم نے باقی پورے قرآن کی تحقیق کر لی ہے؟ یہ اس شخص کے سوال کا جواب نہیں تھا لیکن حضرت ابن مسعود نے یہ اس لیے فرمایا کہ ان کے گمان میں وہ شخص بات سمجھنے کے لیے نہیں پوچھ رہا تھا بلکہ محض سوال برائے سوال کر رہا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سوال برائے سوال کا جواب دینا ضروری نہیں ہے۔ (٢) نماز کے ارکان میں سے رکوع اور سجود کو باقی ارکان پر فضیلت دینا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا نظریہ ہے ورنہ حدیث شریف میں ہے "بہترین نماز وہ ہے جس میں لمبا قیام ہو"۔ یہ حدیث مع تشریح کے مسلم شریف میں گذر چکی ہے اور یہ حدیث بھی "بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب حالت سجدہ میں ہوتا ہے"۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک طول قیام کی اور امام شافعی کے نزدیک کثرت سجود کی فضیلت ہے۔ (٣) مفصل کی جن سورتوں کو حضور ملا کر پڑھتے تھے وہ یہ ہیں: رحمٰن اور نجم ایک رکعت میں، اقتربت اور الحاقہ ایک رکعت میں، طور اور ذاریات ایک رکعت میں، واقعہ اور نٓ ایک رکعت میں، سأل سائل اور نازعات ایک رکعت میں، ویل للمطففین اور عبس ایک رکعت میں، مدثر اور مزمل ایک رکعت میں، ھل اتٰی اور لا اقسم ایک رکعت میں،

عبس اور مرسلات ایک رکعت میں، دخان اور اذا الشمس کورت ایک رکعت میں۔ ان سورتوں کو مفصل اس لیے کہتے ہیں کہ ان کا انفصال ایک دوسرے سے قریب ہے یا اس لیے کہ ان میں بسم اللہ کا فصل بار بار آتا ہے۔

(۴) حدیث نمبر ۱۸۰۷ اور ۱۸۰۸ میں ہے حضور مفصل میں سے بیس سورتوں کو پڑھتے تھے اور روایت نمبر ۱۸۰۸ میں ہے، اٹھارہ سورتیں پڑھتے تھے اور دو سورتیں آل حٰم سے پڑھتے تھے۔ ان میں تعارض اس لیے نہیں ہے کہ جس روایت میں بیس سورتوں کو ذکر کیا ہے وہاں بیس کا اطلاق تغلیباً ہے۔ (۵) علماء کی اصطلاح میں قرآن مجید کی پہلی سات سورتوں کو طوال کہتے ہیں اس کے بعد ذات المئین ان سورتوں کو کہتے ہیں جن میں کم و بیش سو آیتیں ہوں اس کے بعد کی سورتوں کو مثانی کہتے ہیں جو مئین سے کم اور مفصل سے زیادہ ہیں اور اس کے بعد کی سورتوں کو مفصل کہتے ہیں۔[له] مفصل میں پہلی سورت حجرات ہے۔[له] سورہ حجرات سے لے کر سورہ بروج تک طوال مفصل ہیں سورہ بروج سے لم یکن تک اوساط مفصل ہیں اور لم یکن سے آخر قرآن تک قصار مفصل ہیں۔[له]

بَابُ مَا يَتَعَلَّقُ بِالْقِرَاءَةِ ! [۲۶۲]

قرأت کے متعلقات

۱۸۱۱ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُونُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا أَبُو إِسْحٰقَ قَالَ رَأَيْتُ رَجُلًا سَأَلَ الْأَسْوَدَ بْنَ يَزِيدَ وَهُوَ يُعَلِّمُ الْقُرْآنَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ كَيْفَ تَقْرَأُ هٰذِهِ الْآيَةَ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ أَدَالًا أَمْ ذَالًا قَالَ بَلْ دَالًا سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مُدَّكِرٍ دَالًا۔

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اسود بن یزید سے سوال کیا درآں حالیکہ وہ مسجد میں قرآن مجید کی تعلیم دے رہے تھے۔ تم ھل من مدکر " میں دال پڑھتے ہو یا ذال۔ انھوں نے کہا دال۔ اور بتایا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدکر دال کے ساتھ سنا ہے۔

۱۸۱۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ هٰذَا الْحَرْفَ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل من مدکر پڑھتے تھے۔

۱۸۱۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ

علقمہ کہتے ہیں کہ ہم شام گئے تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے اور فرمایا تمہارے پاس کوئی شخص

له۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

له۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۰۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

له۔ علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۹۵۶ھ، کبیری ص ۳۰۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۳ھ۔

الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمْنَا الشَّامَ فَاَتَانَا اَبُو الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ فِيْكُمْ اَحَدٌ يَقْرَاُ عَلٰى قِرَاءَةِ عَبْدِ اللّٰهِ فَقُلْتُ نَعَمْ اَنَا قَالَ فَكَيْفَ سَمِعْتَ عَبْدَ اللّٰهِ يَقْرَاُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى قَالَ سَمِعْتُهٗ يَقْرَاُ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى قَالَ وَاَنَا وَاللّٰهِ هٰكَذَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُهَا وَلٰكِنْ هٰؤُلَاءِ يُرِيْدُوْنَ اَنْ اَقْرَاَ وَمَا خَلَقَ فَلَا اُتَابِعُهُمْ۔

۱۸۱۴- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ مُغِيْرَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَتٰى عَلْقَمَةُ الشَّامَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلّٰى فِيْهِ ثُمَّ قَامَ اِلٰى حَلْقَةٍ فَجَلَسَ فِيْهَا قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ فَعَرَفْتُ فِيْهِ تَحَوُّشَ الْقَوْمِ وَهَيْئَتَهُمْ قَالَ فَجَلَسَ اِلٰى جَنْبِيْ ثُمَّ قَالَ اَتَحْفَظُ كَمَا كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَقْرَاُ فَذَكَرَ بِمِثْلِهٖ۔

۱۸۱۵- وَحَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ نَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ دَاوٗدَ بْنِ اَبِيْ هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ لَقِيْتُ اَبَا الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ لِيْ مِمَّنْ اَنْتَ قُلْتُ مِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ قَالَ مِنْ اَيِّهِمْ قُلْتُ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ قَالَ هَلْ تَقْرَاُ عَلٰى قِرَاءَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاقْرَاْ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى قَالَ فَقَرَاْتُ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى قَالَ فَضَحِكَ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُهَا۔

۱۸۱۶- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ نَا دَاوٗدُ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ اَتَيْتُ الشَّامَ فَلَقِيْتُ اَبَا الدَّرْدَاءِ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ عُلَيَّةَ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں پڑھنے والا ہے؟ میں نے کہا میں ہوں۔ انھوں نے پوچھا تم نے اس آیت کو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کس طرح سنا ہے: "واللیل اذا یغشی" میں نے کہا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس طرح پڑھتے تھے: "واللیل اذا یغشی والذکر والانثی"۔ انھوں نے کہا خدا کی قسم میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے، اور یہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں "وما خلق الذکر والانثی" پڑھوں مگر میں نہیں مانتا۔

ابراہیم کہتے ہیں کہ وہ شام میں علقمہ کے پاس گئے۔ مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھی اور لوگوں کے حلقہ میں بیٹھ گئے۔ پھر ایک شخص آیا جسے دیکھ کر میں نے محسوس کیا کہ وہ ان لوگوں سے ناراض ہے۔ وہ آکر میرے پہلو میں بیٹھ گیا اور پوچھا کیا تمہیں یاد ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کس طرح پڑھتے تھے۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

علقمہ کہتے ہیں کہ میری حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا: تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا عراق کا۔ انھوں نے پوچھا: کس شہر کے ہو؟ میں نے کہا کوفہ کا۔ انھوں نے پوچھا کیا تم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں پڑھتے ہو؟ میں نے کہا ہاں! انھوں نے کہا "واللیل اذا یغشی" پڑھو، میں نے پڑھا "واللیل اذا یغشی والنہار اذا تجلی والذکر والانثی"۔ وہ خوش ہوئے اور کہنے لگے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سورت اسی طرح سنی ہے۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

احادیث پر تحریف قرآن کا الزام

سورۃ اللیل کی شروع کی آیات اس طرح ہیں و الیل اذا یغشیٰ ○ و النھار اذا تجلیٰ ○ وما خلق الذکر و الانثیٰ ○ اور اس باب کی احادیث میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت سے معلوم ہوتا ہے کہ وما خلق الذکر و الانثیٰ ○ کی جگہ و الذکر و الانثیٰ ہے اور ان کی یہ قرأت موجودہ قرآن مجید کے خلاف ہے اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ یہ اور اس جیسی جس قدر قرأت منقول ہیں وہ سب منسوخ ہو چکی ہیں جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں خمس رضعات ہے اور جن لوگوں تک یہ نسخ نہیں پہنچا جیسے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ وہ ان قرأت کو پڑھتے رہے۔ اس وجہ سے اس قسم کی احادیث قرآن مجید کی حقانیت کے خلاف ہیں اور نہ ان صحابہ کرام پر کوئی اثر پڑتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید تواتر سے ثابت ہے اور اس قسم کی روایات اخبار آحاد ہیں اور خبر واحد چونکہ ظنی ہوتی ہے اس لیے یہ روایات قرآن مجید کی قطعیت کے منافی نہیں ہیں۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے مصحف میں بعض الفاظ بطور تفسیر کے لکھ لیتے تھے اس لیے ہو سکتا ہے کہ انھوں نے و الذکر و الانثیٰ بطور تفسیر لکھا ہو۔

ان جوابات پر غور کرنے سے منکرین حدیث کا یہ اعتراض دور ہو جاتا ہے کہ احادیث کو ماننے سے قرآن کریم کے غیر متبدل اور غیر محرف ہونے کے عقیدہ پر زد پڑتی ہے۔ مشہور منکر حدیث ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں:

حضرت علقمہؓ فرماتے ہیں کہ میں شام میں حضرت ابو درداءؓ سے ملا تو آپ نے پوچھا کہ حضرت عبد اللہ سورۃ واللیل کی تلاوت کیسے کرتے ہیں تو میں نے کہا اس طرح: و الیل اذا یغشیٰ و الذکر و الانثیٰ۔

آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے رسول اللہ صلعم سے یہ آیات بالکل اسی طرح سنی ہیں اور میں اسی طرح پڑھوں گا (صحیح مسلم، ج ۲ صفحہ ۳۶۶) سلہ

تو گویا تین جلیل القدر صحابہ نے شہادت دے دی کہ یہ آیات مذکورہ بالا صورت میں نازل ہوئی تھیں لیکن آج قرآن شریف میں یوں درج ہیں: و الیل اذا یغشیٰ○ و النھار اذا تجلیٰ○ وما خلق الذکر و الانثیٰ○

اب کس کو صحیح تسلیم کریں؟ ان صحابہ کو؟ صحیح مسلم کو؟ یا قرآن شریف کو؟ لازماً یہی کہنا پڑے گا کہ ہمارا قرآن صحیح ہے سلہ

برق صاحب کے اعتراض کا جواب تو ہم نے شرح میں تحریر کر دیا ہے یہاں یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ احادیث میں عیب نکالنے والے اور ان کو غیر معتبر ٹھہرانے والے جدید دور کے ان محقق کو اس کی بھی خبر نہیں کہ علقمہ صحابی ہیں یا غیر صحابی! ان صاحب نے اپنی اس عبارت کے شروع میں علقمہ کو بھی صحابی لکھا ہے حالانکہ علقمہ صحابی نہیں تابعی ہیں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

سلہ برق صاحب کا نقل کردہ حوالہ صحیح نہیں ہے، صحیح حوالہ یہ ہے: صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷۴۔

سلہ ڈاکٹر غلام جیلانی برق دو اسلام ص ۲۰۸، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی

علقمة بن قیس بن عبد اللہ بن مالک بن علقمة عم الاسود وعبد الرحمٰن ابنی یزید خالی ابراھیم بن یزید النخعی روی عن ابی بکر رضی اللہ عنہ وعمر وعن عمر وعثمان وعلی وابن مسعود وقال ابراھیم النخعی کان علقمة یشبہ عبد اللہ بن مسعود مات سنة اثنتین وستین وقیل وسبعین[1]

علقمہ بن قیس اسود بن یزید اور عبد الرحمٰن بن یزید کے چچا تھے جو ابراہیم بن یزید النخعی کے ماموں تھے انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کی ہیں اور حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے احادیث لی ہیں، ابراہیم نخعی کہتے تھے کہ علقمہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مشابہ تھے ۶۲ھ یا ۷۲ھ میں انتقال ہو گیا۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علقمة بن قیس بن عبد اللہ بن مالک بن علقمة ولد فی حیاة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وروی عن عمر وعن عثمان وعلی وسعد وحذیفة وابی الدرداء وابن مسعود وابی موسٰی وخباب وخالد بن الولید[2]

علقمہ بن قیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پیدا ہوئے اور حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت سعد، حضرت ابو درداء، حضرت ابن مسعود، حضرت ابی موسیٰ، حضرت خباب اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے۔

باب ۲۶۳ الاوقات التی نھی عن الصلوٰة فیھا

ان اوقات کا بیان جن میں نماز پڑھنا ممنوع ہے

۱۸۱۷ - وحدثنا یحیی بن یحیی قال قرأت علی مالك عن محمد بن یحیی بن حبان عن الاعرج عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن الصلوٰة بعد العصر حتی تغرب الشمس وعن الصلوٰة بعد الصبح حتی تطلع الشمس۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد غروب آفتاب تک اور فجر کے بعد طلوع آفتاب تک نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔

۱۸۱۸ - وحدثنا داود بن رشید واسماعیل بن سالم جمیعا عن ھشیم قال داود نا ھشیم قال انا منصور عن قتادة قال انا ابو العالیة عن ابن عباس قال سمعت غیر واحد من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منھم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وکان احبھم الی ان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد اصحاب، خصوصاً حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جو مجھے بہت عزیز ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اور عصر کے بعد غروب آفتاب تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدة القاری ج ۲ ص ۲۱۴ مطبوعہ ادارة الطباعة المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[2] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۲۷۶، مطبوعہ دائرة المعارف حیدر آباد دکن ۱۳۲۶ھ۔

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ۔

۱۸۱۹- وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ نَا سَعِيْدٌ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ كُلُّهُمْ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِ سَعِيْدٍ وَهِشَامٍ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَشْرُقَ الشَّمْسُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اور سعید اور ہشام کی روایت میں یہ اضافہ ہے۔ صبح کے بعد تاوقتیکہ سورج نہ چمکے۔

۱۸۲۰- وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ اَنَّ ابْنَ شِهَابٍ اَخْبَرَهٗ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک کوئی نماز نہیں اور نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک کوئی نماز نہیں۔

۱۸۲۱- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَتَحَرّٰى اَحَدُكُمْ فَيُصَلِّيْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوْبِهَا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص طلوع آفتاب کے وقت نماز کا قصد کرے نہ غروب آفتاب کے وقت۔

۱۸۲۲- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالُوْا جَمِيْعًا نَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحَرَّوْا بِصَلٰوتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا فَاِنَّهَا تَطْلُعُ بِقَرْنَيْ شَيْطَانٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طلوع آفتاب کے وقت نماز کا قصد کرو نہ غروب آفتاب کے وقت، کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان نکلتا ہے۔

۱۸۲۳- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب سورج کی کچھ تھوڑی ظاہر ہو جائے

قال نا ابي وابن بشر قالوا جميعا نا هشام عن ابيه عن ابن عمر رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا بدا حاجب الشمس فاخروا الصلوة حتى تبرز واذا غاب حاجب الشمس فاخروا الصلوة حتى تغيب.

تو نماز کو اس وقت تک موقوف رکھو جب تک سورج اچھی طرح ظاہر نہ ہو جائے اور جب سورج کی کھون غائب ہو جائے تو نماز کو اس وقت تک موقوف رکھو جب تک سورج مکمل غائب نہ ہو جائے۔

١٨٢٤- حدثنا قتيبة بن سعيد قال نا ليث عن خير بن نعيم الحضرمي عن عبد الله بن هبيرة عن ابي تميم الجيشاني عن ابي بصرة الغفاري رضي الله عنه قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم العصر بالمخمص فقال ان هذه الصلوة عرضت على من قبلكم فضيعوها فمن حافظ عليها كان له اجره مرتين ولا صلوة بعدها حتى يطلع الشاهد والشاهد النجم.

حضرت ابو بصرہ غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام مخمص میں ہمارے ساتھ عصر کی نماز پڑھی اور فرمایا: تم سے پہلی امتوں پر بھی یہ نماز پیش کی گئی تھی لیکن انھوں نے اسے ضائع کر دیا لہٰذا جو اس کی حفاظت کرے گا اس کو دوگنا اجر ملے گا اور عصر کے بعد اس وقت تک کوئی نماز جائز نہیں ہے جب تک ستارے طلوع نہ ہو جائیں۔

١٨٢٥- وحدثني زهير بن حرب قال نا يعقوب بن ابراهيم قال نا ابي عن ابن اسحق قال حدثني يزيد بن ابي حبيب عن خير بن نعيم الحضرمي عن عبد الله بن هبيرة السبائي وكان ثقة عن ابي تميم الجيشاني عن ابي بصرة الغفاري رضي الله عنه قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم العصر بمثله.

ایک اور سند سے یہ روایت منقول ہے جس میں حضرت ابو بصرہ غفاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز عصر پڑھائی پھر حسب سابق روایت ہے۔

١٨٢٦- وحدثنا يحيى بن يحيى قال انا عبد الله بن وهب عن موسى بن علي عن ابيه قال سمعت عقبة بن عامر الجهني رضي الله عنه يقول ثلاث ساعات كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهانا ان نصلي فيهن او ان نقبر فيهن موتانا حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل الشمس وحين تضيف الشمس للغروب حتى تغرب.

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تین اوقات میں نماز پڑھنے اور اموات کو دفن کرنے سے روکتے تھے۔ ایک طلوع آفتاب کے وقت جب تک وہ بلند نہ ہو جائے، دوسرے ٹھیک دوپہر کے وقت تاوقتیکہ زوال نہ ہو جائے، تیسرے غروب آفتاب کے وقت تاوقتیکہ وہ مکمل غروب نہ ہو جائے۔

١٨٢٧- وحدثني احمد بن جعفر المعقري

عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں

قَالَ نَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَدَّادُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَبُو عَمَّارٍ وَيَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ عِكْرِمَةُ وَلَقِيَ شَدَّادٌ أَبَا أُمَامَةَ وَوَاثِلَةَ وَصَحِبَ أَنَسًا إِلَى الشَّامِ وَأَثْنَى عَلَيْهِ فَضْلًا وَخَيْرًا عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ السُّلَمِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كُنْتُ وَأَنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَظُنُّ أَنَّ النَّاسَ عَلَى ضَلَالَةٍ وَأَنَّهُمْ لَيْسُوا عَلَى شَيْءٍ وَهُمْ يَعْبُدُونَ الْأَوْثَانَ قَالَ فَسَمِعْتُ بِرَجُلٍ بِمَكَّةَ يُخْبِرُ أَخْبَارًا فَقَعَدْتُ عَلَى رَاحِلَتِي فَقَدِمْتُ عَلَيْهِ فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَخْفِيًا جُرَاءُ عَلَيْهِ قَوْمُهُ فَتَلَطَّفْتُ حَتَّى دَخَلْتُ عَلَيْهِ بِمَكَّةَ فَقُلْتُ مَا أَنْتَ قَالَ أَنَا نَبِيٌّ قُلْتُ وَمَا نَبِيٌّ قَالَ أَرْسَلَنِي اللهُ فَقُلْتُ وَبِأَيِّ شَيْءٍ أَرْسَلَكَ قَالَ أَرْسَلَنِي بِصِلَةِ الْأَرْحَامِ وَكَسْرِ الْأَوْثَانِ وَأَنْ يُوَحَّدَ اللهُ لَا يُشْرَكُ بِهِ شَيْءٌ قُلْتُ لَهُ فَمَنْ مَعَكَ عَلَى هَذَا قَالَ حُرٌّ وَعَبْدٌ قَالَ وَمَعَهُ يَوْمَئِذٍ أَبُو بَكْرٍ وَبِلَالٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا مِمَّنْ آمَنَ بِهِ فَقُلْتُ إِنِّي مُتَّبِعُكَ قَالَ إِنَّكَ لَا تَسْتَطِيعُ ذَلِكَ يَوْمَكَ هَذَا أَلَا تَرَى حَالِي وَحَالَ النَّاسِ وَلَكِنِ ارْجِعْ إِلَى أَهْلِكَ فَإِذَا سَمِعْتَ بِي قَدْ ظَهَرْتُ فَأْتِنِي قَالَ فَذَهَبْتُ إِلَى أَهْلِي وَقَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَكُنْتُ فِي أَهْلِي فَجَعَلْتُ أَتَخَبَّرُ الْأَخْبَارَ وَأَسْأَلُ النَّاسَ حِينَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ حَتَّى قَدِمَ عَلَيَّ نَفَرٌ مِنْ أَهْلِ يَثْرِبَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ فَقُلْتُ مَا فَعَلَ هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَقَالُوا النَّاسُ إِلَيْهِ سِرَاعٌ وَقَدْ أَرَادَ قَوْمُهُ قَتْلَهُ فَلَمْ يَسْتَطِيعُوا ذَلِكَ فَقَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ

زمانۂ جاہلیت میں گمان کرتا تھا کہ لوگ گمراہی پر ہیں اور ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے وہ سب بتوں کی پرستش کرتے تھے میں نے ایک شخص کے متعلق سنا کہ وہ مکہ میں ہے اور بہت سی خبریں بیان کرتا ہے۔ میں ایک سواری پر بیٹھا اور ان کی خدمت میں حاضر ہو گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھپے ہوئے ہیں اور آپ کی قوم آپ پر دلیر ہو رہی ہے، پھر میں ایک حیلہ کر کے آپ کے پاس مکہ میں پہنچا، میں نے کہا: آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں نبی ہوں! میں نے پوچھا نبی کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ میں نے پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کو کونسا پیغام دے کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے صلہ رحمی، بت شکنی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنے کے پیغام کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں نے پوچھا اس دین میں آپ کے ساتھ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: آزاد اور غلام، راوی کہتے ہیں کہ ان دنوں ایمان لانے والوں میں آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت بلال تھے، حضرت عمرو کہتے ہیں میں نے کہا لاریب میں آپ کی پیروی کروں گا۔ آپ نے فرمایا: اس وقت تم اس کی طاقت نہیں رکھتے، کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ آج لوگ میرے ساتھ کس طرح سلوک کر رہے ہیں۔ اس وقت تم اپنے گھر جاؤ البتہ جس وقت تم یہ سن لو کہ مجھے غلبہ حاصل ہو گیا ہے اس وقت میرے پاس آ جانا، حضرت عمرو کہتے ہیں میں اپنے گھر چلا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ میں اپنے گھر میں تھا اور آپ کی مدینہ میں تشریف آوری کے بعد آپ کے متعلق لوگوں سے معلومات حاصل کرتا رہتا تھا، حتیٰ کہ مدینہ سے کچھ لوگ میرے پاس آئے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ جو صاحب مدینہ آئے ہیں ان کا کیا حال ہے؟ انھوں نے کہا لوگ تیزی سے ان کی دعوت قبول کر رہے ہیں ان کی قوم نے انھیں قتل کرنا چاہا تھا مگر وہ اس پر قادر نہ ہو سکے، پھر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں تم وہی

يَا رَسُولَ اللهِ أَتَعْرِفُنِي قَالَ نَعَمْ أَنْتَ الَّذِي لَقِيتَنِي بِمَكَّةَ قَالَ فَقُلْتُ بَلَى فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللهِ أَخْبِرْنِي عَمَّا عَلَّمَكَ اللهُ وَأَجْهَلُهُ أَخْبِرْنِي عَنِ الصَّلَاةِ قَالَ صَلِّ صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَتَّى تَرْتَفِعَ فَإِنَّهَا تَطْلُعُ حِينَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَحِينَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلِّ فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ مَحْضُورَةٌ حَتَّى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ فَإِنَّ حِينَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ فَإِذَا أَقْبَلَ الْفَيْءُ فَصَلِّ فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ مَحْضُورَةٌ حَتَّى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَحِينَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ قَالَ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللهِ فَالْوُضُوءُ حَدِّثْنِي عَنْهُ قَالَ مَا مِنْكُمْ رَجُلٌ يُقَرِّبُ وَضُوءَهُ فَيَتَمَضْمَضُ وَيَسْتَنْشِقُ فَيَنْتَثِرُ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهِ وَفِيهِ وَخَيَاشِيمِهِ ثُمَّ إِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ كَمَا أَمَرَهُ اللهُ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهِ مِنْ أَطْرَافِ لِحْيَتِهِ مَعَ الْمَاءِ ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا يَدَيْهِ مِنْ أَنَامِلِهِ مَعَ الْمَاءِ ثُمَّ يَمْسَحُ رَأْسَهُ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رَأْسِهِ مِنْ أَطْرَافِ شَعْرِهِ مَعَ الْمَاءِ ثُمَّ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رِجْلَيْهِ مِنْ أَنَامِلِهِ مَعَ الْمَاءِ فَإِنْ هُوَ قَامَ فَصَلَّى فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَمَجَّدَهُ بِالَّذِي هُوَ لَهُ أَهْلٌ وَفَرَّغَ قَلْبَهُ لِلَّهِ إِلَّا انْصَرَفَ مِنْ خَطِيئَتِهِ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ فَحَدَّثَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ بِهَذَا الْحَدِيثِ

شخص ہو جو مجھ سے مکہ میں ملے تھے، میں نے کہا ہاں! پھر میں نے کہا یا نبی اللہ! مجھے ان چیزوں کے متعلق بتلائیے جو آپ کو اللہ نے بتلائی ہیں اور جنہیں میں نہیں جانتا، مجھے نماز کے متعلق بتلائیے، آپ نے فرمایا: صبح کی نماز پڑھو اور اس کے بعد اس وقت تک نماز نہ پڑھو جب تک کہ سورج طلوع نہ ہو جائے کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اور اس وقت اس کو کفار سجدہ کرتے ہیں پھر نماز پڑھو کیونکہ اس وقت نماز کی فرشتے گواہی دیں گے حتیٰ کہ سایہ نیزے کے برابر ہو جائے۔ اس کے بعد نماز سے رک جاؤ۔ کیونکہ اس وقت جہنم بھڑکائی جاتی ہے پھر جب سورج ڈھل جائے تو عصر تک نماز پڑھو اس وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں پھر عصر کے بعد نماز سے رک جاؤ یہاں تک سورج غروب ہو جائے کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت کفار اس کو سجدہ کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! مجھے وضو کے متعلق بتلائیے! آپ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص بھی ثواب کی نیت سے وضو کرتا ہے، کلی کرتا ہے، ناک میں پانی ڈالتا ہے، ناک صاف کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے چہرے، منہ اور نتھنوں کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے، پھر جب وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چہرہ دھوتا ہے تو داڑھی کے اطراف سے اس کے چہرہ کے گناہ پانی کے ساتھ جھڑ جاتے ہیں۔ پھر جب وہ کہنیوں تک ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھوں کے پوروں سے پانی کے ساتھ اس کے ہاتھوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں پھر جب وہ سر کا مسح کرتا ہے تو بالوں کے سروں سے اس کے سر کے گناہ پانی کے ساتھ جھڑ جاتے ہیں اور جب وہ ٹخنوں سمیت پاؤں دھوتا ہے تو پوروں سے لے کر ٹخنوں تک اس کے گناہ پانی سے جھڑ جاتے ہیں، پھر اگر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے جس میں اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد و ثناء اور تعظیم کرے جو اس کی شان کے لائق ہے اور خالی الذہن ہو کر اللہ عزوجل کی عبادت کی طرف متوجہ رہے تو نماز سے فارغ ہونے کے

أَبَا أُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَاحِبَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ أَبُو أُمَامَةَ يَا عَمْرُو بْنَ عَبَسَةَ انْظُرْ مَا تَقُولُ فِي مَقَامٍ وَاحِدٍ يُعْطَى هَذَا الرَّجُلُ فَقَالَ عَمْرٌو يَا أَبَا أُمَامَةَ لَقَدْ كَبِرَتْ سِنِّي وَرَقَّ عَظْمِي وَاقْتَرَبَ أَجَلِي وَمَا بِي حَاجَةٌ أَنْ أَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ وَلَا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَمْ أَسْمَعْهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا حَتَّى عَدَّ سَبْعَ مَرَّاتٍ مَا حَدَّثْتُ بِهِ أَبَدًا وَلَكِنِّي سَمِعْتُهُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ.

١٨٢٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ وَهِمَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِنَّمَا نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُتَحَرَّى طُلُوعُ الشَّمْسِ وَغُرُوبُهَا.

١٨٢٩ - وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ انا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمْ يَدَعْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ قَالَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَتَحَرَّوْا طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا فَتُصَلُّوا عِنْدَ ذَلِكَ.

١٨٣٠ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَزْهَرَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَرْسَلُوهُ إِلَى عَائِشَةَ

بعد وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائیگا جیسا کہ اس کی ماں نے اسے ابھی جنم دیا ہو۔ پھر حضرت عمرو بن عنبسہ نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابو امامہ کو سنائی تو حضرت ابو امامہ نے ان سے کہا: اے عمرو بن عنبسہ دیکھو تم کیا کہہ رہے ہو! کیا ایک ہی جگہ ایک شخص کو اتنا اجر مل جائیگا؟ تو حضرت عمرو بن عنبسہ نے کہا اے ابو امامہ! میں بوڑھا ہو گیا ہوں، میری ہڈیاں گل گئیں اور موت قریب آچکی ہے۔ اس حال میں مجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جھوٹ باندھنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر میں نے اس حدیث کو دو تین بار تو کجا سات بار سے بھی زیادہ نہ سنا ہوتا تو میں اس کو کبھی بیان نہ کرتا! لیکن میں نے اس کو سات بار سے بھی زیادہ سنا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ حضرت عمر کو وہم ہو گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی عصر کے بعد کی دو رکعت نہیں چھوڑیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت نماز کا قصد نہ کرو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کریب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عبد الرحمن بن ازہر اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور کہا: ہم سب کی طرف سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيعًا وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَقُلْ إِنَّا أُخْبِرْنَا أَنَّكِ تُصَلِّيْنَهُمَا وَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَكُنْتُ أَضْرِبُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ كُرَيْبٌ فَدَخَلْتُهَا وَبَلَّغْتُهَا مَا أَرْسَلُونِي بِهِ فَقَالَتْ سَلْ أُمَّ سَلَمَةَ فَخَرَجْتُ إِلَيْهِمْ فَأَخْبَرْتُهُمْ بِقَوْلِهَا فَرَدُّونِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ بِمِثْلِ مَا أَرْسَلُونِي بِهِ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْهُمَا ثُمَّ رَأَيْتُهُ يُصَلِّيهِمَا أَمَّا حِينَ صَلَّاهُمَا فَإِنَّهُ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ وَعِنْدِي نِسْوَةٌ مِنْ بَنِي حَرَامٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَصَلَّاهُمَا فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْجَارِيَةَ فَقُلْتُ قُومِي بِجَنْبِهِ فَقُولِي لَهُ تَقُولُ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَسْمَعُكَ تَنْهَى عَنْ هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ وَأَرَاكَ تُصَلِّيهِمَا فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخِرِي عَنْهُ قَالَتْ فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ فَأَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا ابْنَةَ أَبِي أُمَيَّةَ سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ أَتَانِي أُنَاسٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ الْقَيْسِ بِالْإِسْلَامِ مِنْ قَوْمِهِمْ فَشَغَلُونِي عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ۔

کو سلام کہنا اور ان سے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کے متعلق سوال کرنا، اور کہنا کہ ہمیں یہ بتلایا گیا ہے کہ آپ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھتی ہیں اور ہم تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے سے منع کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس نے کہا میں حضرت عمر کے ساتھ مل کر لوگوں کو اس نماز سے روکتا تھا۔ کریب کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور ان تک آپ کا پیغام پہنچایا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھنا۔ میں ان حضرات کے پاس گیا اور انہیں حضرت عائشہ کا جواب بتلایا، انہوں نے مجھے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس وہی پیغام دے کر بھیج دیا جس پیغام کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا تھا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرماتے ہوئے سنا تھا پھر میں نے ایک دن آپ کو عصر کے بعد نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ جس وقت میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھ چکے تھے پھر آپ میرے پاس تشریف لائے دراں حالیکہ میرے پاس انصار کے قبیلہ بنو حرام کی کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں، آپ نے دو رکعت نماز پڑھی، میں نے آپ کی طرف ایک کنیز بھیجی۔ میں نے اس سے کہا حضور کے پہلو میں کھڑی ہونا پھر آپ سے گزارش کرنا کہ ام سلمہ عرض کرتی ہیں، یا رسول اللہ میں نے سنا تھا کہ آپ ان دو رکعات سے منع فرماتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ آپ یہ دو رکعت پڑھ رہے ہیں پھر اگر آپ ہاتھ سے اشارہ کریں تو پیچھے ہٹ جانا۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا اس کنیز نے ایسا ہی کیا، حضور نے ہاتھ سے اشارہ کیا وہ پیچھے ہٹ گئی آپ نے فارغ ہونے کے بعد فرمایا اے ابوامیہ کی بیٹی! تم نے عصر کے بعد دو رکعت نماز کے متعلق سوال کیا ہے اس کا سبب یہ تھا کہ بنو عبدالقیس کے کچھ لوگ آکر مجھ سے اسلام کے متعلق سوال کر رہے تھے جن کی مشغولیت کی وجہ سے میں ظہر کے بعد کی دو رکعت سنت

نہیں پڑھ سکا تھا (یعنی یہ دو رکعت ظہر کی دو سنتوں کی قضا تھی۔)

۱۸۳۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ نَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ أَبِي حَرْمَلَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ السَّجْدَتَيْنِ اللَّتَيْنِ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهِمَا بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّيهِمَا قَبْلَ الْعَصْرِ ثُمَّ إِنَّهُ شُغِلَ عَنْهُمَا أَوْ نَسِيَهُمَا فَصَلَّاهُمَا بَعْدَ الْعَصْرِ ثُمَّ أَثْبَتَهُمَا وَكَانَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَثْبَتَهَا قَالَ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي دَاوَمَ عَلَيْهَا۔

ابوسلمہ کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان دو رکعتوں کے بارے میں سوال کیا جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دو رکعتوں کو عصر سے پہلے پڑھا کرتے تھے پھر ایک مرتبہ آپ کو کوئی کام ہوا یا آپ بھول گئے تو آپ نے عصر کے بعد وہ نماز پڑھی پھر آپ اس کو پڑھتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو نماز پڑھتے تھے اس کو دائمی پڑھتے تھے۔

۱۸۳۲ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِي قَطُّ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس عصر کے بعد کی دو رکعات کو کبھی ترک نہیں کیا۔

۱۸۳۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ أَنَا أَبُو إِسْحَقَ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ صَلَاتَانِ مَا تَرَكَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي قَطُّ سِرًّا وَلَا عَلَانِيَةً رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس دو نمازیں کبھی ترک نہیں کیں، ظاہراً و خفیہ۔ دو رکعت فجر سے پہلے اور دو رکعت عصر کے بعد۔

۱۸۳۴ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنَّى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنِ الْأَسْوَدِ وَمَسْرُوقٍ قَالَا نَشْهَدُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ مَا كَانَ يَوْمُهُ الَّذِي كَانَ يَكُونُ عِنْدِي إِلَّا صَلَّاهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي تَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باری میرے گھر ہوتی تھی آپ یہ نماز پڑھتے تھے یعنی عصر کے بعد دو رکعت۔

اوقات ممنوعہ اور مکروہہ کی تفصیل

طلوع آفتاب، غروب آفتاب اور آفتاب کا استواء جس کو عرف میں زوال کہتے ہیں، ان اوقات میں نماز پڑھنا ناجائز ہے خواہ نماز فرض ہو یا نفل، ادا ہو یا قضاء اور طلوع فجر سے لے کر طلوع شمس تک⁵ اور نماز عصر کے بعد سے غروب شمس تک ان اوقات میں نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ قضاء نماز، نماز جنازہ، سجدۂ تلاوت اور نماز طواف ان اوقات میں بلاکراہت جائز ہیں، حدیث شریف میں اوقات ثلاثہ میں میت کو دفن کرنے سے جو منع کیا گیا ہے اس سے مراد نماز جنازہ ہے۔ ان تمام احکام کی تفصیل، تحقیق اور بیان مذاہب اس سے پہلے ہم اوقات نماز کے ابواب میں ذکر کر چکے ہیں۔

قرن شیطان پر اعتراض کا جواب

اس باب کی احادیث میں ہے کہ سورج شیطان کے دو قرنوں کے درمیان طلوع اور غروب ہوتا ہے۔ بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ قرن شیطان سے مراد شیطان کی جماعت اور اس کے پیروکار ہیں اور بعض علماء نے کہا قرن شیطان سے مراد شیطان کی قوت اس کا غلبہ اور اس کا فساد ہے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ قوی بات یہ ہے کہ قرن شیطان سے مراد شیطان کے سر کا کنارہ ہے اور حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ شیطان سورج کے بالمقابل سر کر کے کھڑا ہو جاتا ہے تاکہ جو کفار اس وقت سورج کی عبادت کرتے ہیں ان کی عبادت کو اپنی عبادت پر محمول کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی عبادات اور معاملات کو کفار کی عبادات اور معاملات سے علیحدہ اور متمیز کر کے مشروع کیا ہے، اسی اعتبار سے آپ نے مسلمانوں کی عبادت کے اوقات کو بھی کفار کی عبادت کے اوقات سے ممتاز اور متمیز کیا ہے اور جن اوقات میں کفار عبادت کرتے ہیں ان اوقات میں انہیں عبادت کرنے سے منع فرمایا ہے اسی حکمت کے پیش نظر آپ نے مسلمانوں کو طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت عبادت کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس وقت آفتاب پرست آفتاب کی عبادت کرتے ہیں۔
مشہور منکر حدیث ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے اس حدیث کا خود ساختہ ترجمہ کر کے اس پر بے بنیاد اعتراضات کیے ہیں لکھتے ہیں:

کہتے ہیں کہ پیشانی طول جسم کا سولہواں حصہ ہوتی ہے انسان کا قد اوسطاً ۶۴ انچ ہوتا ہے اور اس کی پیشانی چار انچ، باقی حیوانات میں بھی تقریباً یہی نسبت پائی جاتی ہے۔

ماہرین ارض وسماء نے سالہا سال کی تحقیق وتلاش کے بعد اعلان کیا ہے کہ زمین کا محیط ۲۵ ہزار میل ہے، یعنی اگر ہم پچیس ہزار میل لمبا دھاگہ تیار کر کے زمین کے گرد لپیٹ دیں تو وہ بالکل پورا آجائے گا، سورج زمین سے بارہ لاکھ اسی ہزار گنا بڑا ہے، اور اس کا محیط بتیس ارب پچاس کروڑ میل ہے۔

ابن عمرؓ حضورؐ سے روایت کرتے ہیں۔۔۔۔ کہ سورج نکلتے اور ڈوبتے وقت نماز نہ پڑھا کرو اس لیے کہ سورج بوقت طلوع شیطان کے دو سینگوں میں ہوتا ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۴۲)

سورج کی موٹائی ساڑھے بتیس ارب میل ہے اگر اتنی بڑی چیز شیطان کے دو سینگوں میں سما جاتی ہے اور ہم عرض کر چکے ہیں کہ پیشانی طول جسم کا سولہواں حصہ ہوتی ہے تو شیطان کے جسم کی لمبائی پانچ کھرب بیس میل ہونی چاہیے اور چوڑائی بھی اسی نسبت سے۔ اتنا بڑا شیطان کہاں کھڑا ہوتا ہوگا۔ زمین سے سورج نو کروڑ پینتیس لاکھ میل دور ہے اور شیطان کی لمبائی سوا پانچ کھرب میل۔ اگر شیطان کو زمین پر کھڑا کیا جائے تو سورج اس کے ٹخنوں سے بھی نیچے رہ جاتا ہے اسے شیطان کے سینگوں تک پہنچنے کا کیا انتظام کیا جاتا ہے اور اتنا بڑا شیطان زمین میں سماتا کیسے ہے؟ الخ (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر دیکھیں)

۵۔ فجر کی دو رکعت سنت مؤکدہ مستثنیٰ ہیں۔ منہ

برق صاحب نے غیر یقینی حساب وکتاب سے پیمائش کرنے کی بے کار زحمت کی ہے کیونکہ حدیث شریف میں یہ نہیں ہے کہ سورج حقیقتاً شیطان کے دو سینگوں یا سر کے دو کناروں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے کیونکہ قرآن مجید اور حدیث شریف میں لوگوں کے عرف اور محاورہ کے مطابق خطاب ہے جیسے عرف میں کہتے ہیں کہ فلاں پہاڑ سے سورج طلوع ہوا، سورج بادلوں میں چھپ گیا، چاند بدلی سے نکلا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ذوالقرنین کا واقعہ نقل کیا ہے اور اس میں یہ ذکر بھی ہے کہ جب وہ مغرب کی طرف گئے دیکھا تغرب فی عین حمئۃ (کہف: ۸۶)

"سورج ایک سیاہ چشمہ میں ڈوب رہا ہے۔" ظاہر ہے یہ کلام حقیقت پر نہیں بلکہ عرف اور محاورہ پر محمول ہے اسی طرح حدیث شریف میں بھی عرف اور محاورہ کے مطابق فرمایا ہے۔ سورج شیطان کے سر کے دو کناروں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے کیونکہ طلوع آفتاب کے وقت شیطان سورج کے بالمقابل کھڑا ہو کے لوگوں کی عبادات کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے اس لیے ہمیں اس وقت میں عبادت کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

برق صاحب نے اس بحث کے آخر میں انتہائی مضحکہ خیز نتیجہ نکالا ہے۔ لکھتے ہیں:

یہ ثابت ہو چکا ہے کہ زمین تقریباً گول ہے اور زمین کے کسی نہ کسی حصہ پر ہر وقت سورج طلوع ہوتا رہتا ہے یعنی اوقات مسلسل محو سفر رہتے ہیں کلکتہ کی صبح چند لمحات کے بعد بنارس پہنچتی ہے، پھر دہلی پھر لاہور پھر پشاور پھر کابل، وعلیٰ ہذا القیاس۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ سورج ہر وقت شیطان کے دو سینگوں کے درمیان رہتا ہے۔ چونکہ ایسی حالت میں نماز ناجائز ہے اس لیے مسلمانوں کو نماز بالکل ترک کر دینی چاہیے۔ [1]

ہر جگہ ہر زمین کے ہر حصہ کے مسلمانوں کے لیے ان کے افق اور ان کے مشرق و مغرب کا اعتبار ہوگا، کلکتہ والوں کے لیے ان کا طلوع آفتاب کا لحاظ ہوگا اور لاہور اور کابل والوں کے لیے ان کے طلوع اور غروب کا اعتبار ہوگا۔ کلکتہ والے اس وقت نماز نہ پڑھیں جب ان کے افق پر سورج کا طلوع یا غروب ہو اور لاہور اور کابل والے اس وقت نماز سے باز رہیں جب ان کے افق پر سورج کا طلوع یا غروب ہو۔ مسلمانوں کے لیے نماز کا بالکل ترک کر دینا تو تب لازم آتا ہے جب مثلاً کلکتہ والوں کے لیے تمام روئے زمین کے آفاق اور مشرق و مغرب کا اعتبار ہوتا اور دنیا میں جب بھی کسی افق پر سورج طلوع ہوتا تو کلکتہ والے اس لیے نماز نہ پڑھتے کہ اس وقت گو کلکتہ میں نہیں کہیں تو سورج شیطان کے دو سر کے کناروں کے درمیان طلوع ہو رہا ہے اور اگر واقعہ میں ایسا ہی ہو کہ ایک شہر مثلاً کلکتہ والوں پر شرعاً تمام روئے زمین کے آفاق کا اعتبار کرنا لازم ہو تو مسلمانوں کو رمضان میں بالکل افطار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ دنیا میں ہر وقت کہیں نہ کہیں سورج طلوع ہو رہا ہے اور طلوع آفتاب کے وقت افطار جائز نہیں ہے لہٰذا کلکتہ والے تو روزہ افطار کر ہی نہیں سکتے اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ ہر وقت روزہ افطار کر سکتے ہیں کیونکہ غروب آفتاب کے وقت افطار جائز ہے اور دنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ آفتاب غروب ہو رہا ہے لہٰذا اس منطق سے کلکتہ والے رمضان میں جب چاہیں دن میں روزہ کھول سکتے ہیں تو سرے سے روزہ بھی رخصت ہو جائے گا۔ حیرت ہے کہ سائنسی علوم کے حامل ڈاکٹریٹ کے خطاب یافتہ اتنے ذہین اور طباع شخص پر اس قدر کھلی ہوئی بات کیسے مخفی رہی!

(حاشیہ صفحہ سابقہ) [1] ۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق، دو اسلام ص ۳۲۱ - ۳۲۰، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی۔

[1] ۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق، دو اسلام ص ۳۲۱ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی۔

اوقات چونکہ مسلسل محو سفر رہتے ہیں اور روئے زمین پر ہر وقت کسی نہ کسی جگہ آفتاب طلوع ہوتا رہتا ہے اس لیے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اس سے لازم آئے گا کہ شیطان ہر وقت سورج کے سامنے کھڑا رہے اور اس کے علاوہ اس کا کوئی کام نہ ہو حالانکہ قرآن مجید اور احادیث شریفہ کی روشنی میں اس لعین نے اور بھی بہت سی فتنہ خیزیاں اپنے ذمہ لی ہوئی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ شیطان کا کوئی جسم مثالی یا اس کا کوئی نائب سورج کے سامنے کھڑا رہتا ہو اور وہ خود باقی ہنگاموں میں مصروف رہتا ہو۔ غروب کے بعد آفتاب کے زیر عرش سجدہ کرنے کے اشکال پر علامہ آلوسی نے آفتاب کے جسم مثالی کے ساتھ سجدہ کا ذکر کرکے جواب دیا ہے۔

ہم نے شروع میں علامہ نووی کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ قرن شیطان سے مراد شیطان کی جماعت اور اس کے پیروکار ہیں اس لحاظ سے ہمارا یہ جواب مزید واضح ہو جاتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ مختلف علاقوں میں سورج کے طلوع اور غروب کے وقت شیطان نے اپنے پیروکاروں کو سورج پرستوں کی عبادات کو دیکھنے کے لیے کھڑا کر دیا ہو۔

بعض علماء نے قرن شیطان سے مراد شیطان کی قوت اور اس کے مفاسد بھی لیے ہیں جیسا کہ ہم نے شروع میں بیان کیا تھا ہوسکتا ہے کہ شیطان طلوع آفتاب کے وقت اپنے رات بھر کے برپا کردہ فتنوں کے نتائج کا جائزہ لینے کھڑا ہوتا ہو اور غروب آفتاب کے وقت اپنے دن بھر کے فسادوں اور اپنے پیروکاروں کی کارکردگی کا جائزہ لینے کھڑا ہوتا ہو اور اپنے دام میں گرفتار لوگوں کی بداعمالیوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہو جیسے فجر اور عصر کے بعد رات اور دن کے عمل لکھنے والے فرشتے جمع ہوتے ہیں اسلیے ان ساعات کو مبارک قرار دیا گیا ہے اور ان اوقات میں عبادت کرنا تاکہ دونوں وقت کے فرشتے بندے کا عمل لکھ لیں۔ اس لیے آفتاب کے طلوع اور غروب کے وقت میں چونکہ شیطان لوگوں کی بداعمالیوں کا جائزہ لے کر خوش ہوتا ہے اور اس وقت کو چونکہ شیطان کے ساتھ اس اعتبار سے نسبت ہے اس لیے یہ اوقات نامبارک ہیں اور ان اوقات میں آپ نے مسلمانوں کو عبادت کرنے سے منع کر دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بمراد کلام رسولہ۔

بَابُ ٣٧٤ اسْتِحْبَابِ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ

نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعتوں کا بیان

١٨٣٥- وَحَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ فُضَيْلٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ مُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ التَّطَوُّعِ بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَ كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَضْرِبُ الْأَيْدِيَ عَلٰى صَلٰوةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ وَكُنَّا نُصَلِّي عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ فَقُلْتُ لَهُ أَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّاهُمَا قَالَ كَانَ يَرَانَا نُصَلِّيهِمَا

مختار بن فلفل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ان نفلوں کے متعلق پوچھا جو عصر کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ انھوں نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ عصر کے بعد نماز پڑھنے پر (افسوس سے) ہاتھ مارتے تھے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے، میں نے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ دو رکعت پڑھتے تھے؟ انھوں نے کہا آپ ہمیں ان دو رکعتوں کو پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے آپ ہمیں (اس کا) حکم دیتے تھے اور نہ منع

فَلَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا.

قرماتے تھے۔

١٨٣٦ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَهُوَ ابْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا بِالْمَدِينَةِ فَإِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِصَلٰوةِ الْمَغْرِبِ ابْتَدَرُوا السَّوَارِيَ فَرَكَعُوا رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى أَنَّ الرَّجُلَ الْغَرِيبَ لَيَدْخُلُ الْمَسْجِدَ فَيَحْسِبُ أَنَّ الصَّلٰوةَ قَدْ صُلِّيَتْ مِنْ كَثْرَةِ مَنْ يُصَلِّيهِمَا.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں جب مؤذن مغرب کی اذان دیتا تو ہم لوگ ستونوں کی آڑ میں ہو کر دو رکعت نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ اگر کوئی نیا آدمی مسجد میں آتا تو بکثرت نماز پڑھنے کی وجہ سے یہ سمجھتا کہ نماز ہو چکی ہے۔

١٨٣٧ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ وَوَكِيعٌ عَنْ كَهْمَسٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ قَالَهَا ثَلَاثًا قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ.

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر اذان اور تکبیر کے درمیان نماز ہے۔ یہ کلمات آپ نے تین مرتبہ دہرائے۔ تیسری بار فرمایا جس کا جی چاہے (یعنی یہ سنت مؤکدہ نہیں)

١٨٣٨ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلٰى عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّابِعَةِ لِمَنْ شَاءَ.

ایک اور سند سے بھی حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ اسی طرح بیان کرتے ہیں مگر اس میں ہے کہ چوتھی بار آپ نے فرمایا جس کا جی چاہے۔

(فائدہ) خلفائے راشدین اور بکثرت صحابہ کرام، اکثر ائمہ میں سے حضرت امام مالک اور حضرت امام ابو حنیفہ اور اکثر و بیشتر فقہاء کے نزدیک یہ دو رکعت مسنون نہیں ہیں۔

بَابُ ٢٧٥ صَلٰوةِ الْخَوْفِ

نماز خوف کا بیان

١٨٣٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْخَوْفِ بِإِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ رَكْعَةً وَّالطَّائِفَةُ الْأُخْرٰى مُوَاجِهَةُ الْعَدُوِّ ثُمَّ انْصَرَفُوا وَقَامُوا فِي مَقَامِ أَصْحَابِهِمْ مُقْبِلِينَ عَلَى الْعَدُوِّ وَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوف کے وقت ایک جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھی جبکہ دوسری جماعت دشمن کے سامنے تھی (ایک رکعت پڑھنے کے بعد) وہ جماعت جا کر دشمن کے سامنے کھڑی ہو گئی جہاں پہلے ان کے ساتھی کھڑے ہوئے تھے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوسری جماعت کو ایک

جَاءَ أُولٰئِكَ ثُمَّ صَلَّى بِهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ قَضَى هٰؤُلَاءِ رَكْعَةً وَهٰؤُلَاءِ رَكْعَةً.

رکعت پڑھائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر دیا پھر ہر ایک جماعت نے علیحدہ علیحدہ ایک ایک رکعت پڑھی۔

۱۸۴۰ - وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا فُلَيْحٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ عَنْ صَلٰوةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَوْفِ وَيَقُولُ صَلَّيْتُهَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْمَعْنَى.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (طریق مذکور سے) نماز خوف پڑھی ہے۔

۱۸۴۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْخَوْفِ فِي بَعْضِ أَيَّامِهِ فَقَامَتْ طَائِفَةٌ مَعَهُ وَطَائِفَةٌ بِإِزَاءِ الْعَدُوِّ فَصَلَّى بِالَّذِينَ مَعَهُ رَكْعَةً ثُمَّ ذَهَبُوا وَجَاءَ الْآخَرُونَ فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَةً ثُمَّ قَضَتِ الطَّائِفَتَانِ رَكْعَةً رَكْعَةً قَالَ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَإِذَا كَانَ خَوْفٌ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَصَلِّ رَاكِبًا أَوْ قَائِمًا تُومِئُ إِيمَاءً.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ایام میں بایں طور نماز خوف پڑھی کہ ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہوئی اور ایک جماعت دشمن کے سامنے کھڑی رہی، پھر آپ نے اس جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جو آپ کے ساتھ تھی پھر (ایک رکعت پڑھنے کے بعد) یہ جماعت دشمن کے سامنے جا کھڑی ہوئی اور وہ جماعت آگئی آپ نے ان کو ایک رکعت پڑھا دی، پھر دونوں جماعتوں نے ایک ایک رکعت نماز پڑھی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے جب خوف اس سے بڑھ جائے تو سواری پر یا کھڑے اشارے سے نماز پڑھیں۔

۱۸۴۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْخَوْفِ فَصَفَّنَا صَفَّيْنِ صَفٌّ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَدُوُّ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَكَبَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَبَّرْنَا جَمِيعًا ثُمَّ رَكَعَ وَرَكَعْنَا جَمِيعًا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَرَفَعْنَا جَمِيعًا ثُمَّ انْحَدَرَ بِالسُّجُودِ وَالصَّفُّ الَّذِي يَلِيهِ وَقَامَ الصَّفُّ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نماز خوف کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، ہم نے دو صفیں قائم کیں ایک صف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھی درآں حالیکہ دشمن ہمارے اور قبلہ کے درمیان تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر تحریمہ کہی اور سب نے تکبیر کہی پھر ہم سب نے آپ کے رکوع کے ساتھ رکوع کیا اور جب آپ نے رکوع سے سر اٹھایا تو ہم سب نے سر اٹھایا پھر آپ سجدے میں گئے اور آپ کے ساتھ کھڑی ہوئی صف نے سجدہ کیا اور دوسری صف دشمن کے سامنے کھڑی رہی، پھر جب آپ سجدہ کر چکے اور آپ کے ساتھ کھڑی ہوئی صف نے بھی سجدہ کر لیا

المؤخر في نحر العدو فلما قضى النبي صلى الله عليه وسلم السجود وقام الصف الذي يليه انحدر الصف المؤخر بالسجود وقاموا ثم تقدم الصف المؤخر وتأخر الصف المقدم ثم ركع النبي صلى الله عليه وسلم وركعنا جميعا ثم رفع رأسه من الركوع ورفعنا جميعا ثم انحدر بالسجود والصف الذي يليه الذي كان مؤخرا في الركعة الأولى وقام الصف المؤخر في نحر العدو فلما قضى النبي صلى الله عليه وسلم السجود والصف الذي يليه انحدر الصف المؤخر بالسجود فسجدوا ثم سلم النبي صلى الله عليه وسلم وسلمنا جميعا قال جابر رضي الله عنه كما يصنع حرسكم هؤلاء بأمرائهم۔

تو یہ صف جا کر دشمن کے سامنے کھڑی ہو گئی اور دو صف اگر آپ کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ پھر آپ نے رکوع کیا اور سب نے رکوع کیا، پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا اور ہم سب نے سر اٹھایا، پھر آپ سجدہ میں گئے اور وہ صف سجدہ میں گئی جو پہلی رکعت میں مؤخر تھی، در آں حالیکہ دوسری صف دشمن کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ کھڑی صف نے سجدہ کر لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم سب نے سلام پھیر دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس طرح آج کل تمہارے محافظ تمہارے سرداروں کے ساتھ کرتے ہیں۔

۱۸۴۳۔ حدثنا أحمد بن عبد الله بن يونس قال نا زهير قال نا أبو الزبير عن جابر رضي الله عنه قال غزونا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم قوما من جهينة فقاتلونا قتالا شديدا فلما صلينا الظهر قال المشركون لو ملنا عليهم ميلة لاقتطعناهم فأخبر جبريل عليه السلام رسول الله صلى الله عليه وسلم ذلك فذكر ذلك لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال وقالوا إنه ستأتيهم صلوة هي أحب إليهم من الأولاد فلما حضرت العصر قال صفنا صفين والمشركون بيننا وبين القبلة قال فكبر رسول الله صلى الله عليه وسلم فكبرنا وركع فركعنا ثم سجد وسجد معه الصف الأول فلما قاموا سجد الصف

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبیلہ جہینہ کی ایک جماعت سے جہاد کیا، انھوں نے ہم سے بہت سخت لڑائی لڑی جب ہم ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے تو مشرکین نے آپس میں کہا ان پر یکبارگی حملہ کر کے ان کو ختم کر دو، حضرت جبرائیل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خبر سے مطلع کیا اور آپ نے ہم کو بتلایا، اور مشرکین نے کہا کہ ان کی اب وہ نماز آنے والی ہے جو ان کو اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہے جب عصر کا وقت آیا تو آپ نے ہماری دو صفیں کر دیں، در آں حالیکہ ہمارے اور قبلہ کے درمیان مشرکین حائل تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر تحریمہ کہی اور ہم نے تکبیر کہی، آپ نے رکوع کیا اور ہم نے رکوع کیا، آپ نے سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ صف اول نے سجدہ کیا اور جب سب کھڑے ہو گئے تو صف ثانی نے سجدہ کر لیا پھر صف اول پیچھے چلی گئی اور صف ثانی آگے آگئی اور یہ لوگ پہلی صف کی جگہ

الثَّانِي ثُمَّ تَأَخَّرَ الصَّفُّ الْأَوَّلُ وَتَقَدَّمَ الصَّفُّ الثَّانِي فَقَامُوا مَقَامَ الْأَوَّلِ فَكَبَّرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَبَّرْنَا وَرَكَعَ فَرَكَعْنَا ثُمَّ سَجَدَ وَسَجَدَ مَعَهُ الصَّفُّ الثَّانِي ثُمَّ جَلَسُوا جَمِيعًا ثُمَّ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ ثُمَّ خَصَّ جَابِرٌ أَنْ قَالَ كَمَا يُصَلِّي أُمَرَاؤُكُمْ هٰؤُلَاءِ.

۱۸۴۴- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِأَصْحَابِهِ فِي الْخَوْفِ فَصَفَّهُمْ خَلْفَهُ صَفَّيْنِ فَصَلَّى بِالَّذِينَ يَلُونَهُ رَكْعَةً ثُمَّ قَامَ فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى صَلَّى الَّذِينَ خَلْفَهُمْ رَكْعَةً ثُمَّ تَقَدَّمُوا وَتَأَخَّرَ الَّذِينَ كَانُوا قُدَّامَهُمْ فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَةً ثُمَّ قَعَدَ حَتّٰى صَلَّى الَّذِينَ تَخَلَّفُوا رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ.

۱۸۴۵- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَمَّنْ صَلّٰى مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ ذَاتِ الرِّقَاعِ صَلٰوةَ الْخَوْفِ أَنَّ طَائِفَةً صَفَّتْ وَصَلَّتْ مَعَهُ وَطَائِفَةٌ وِجَاهَ الْعَدُوِّ فَصَلّٰى بِالَّذِينَ مَعَهُ رَكْعَةً ثُمَّ ثَبَتَ قَائِمًا وَأَتَمُّوا لِأَنْفُسِهِمْ ثُمَّ انْصَرَفُوا فَصَفُّوا وِجَاهَ الْعَدُوِّ وَجَاءَتِ الطَّائِفَةُ الْأُخْرٰى فَصَلّٰى بِهِمُ الرَّكْعَةَ الَّتِي بَقِيَتْ ثُمَّ ثَبَتَ جَالِسًا وَأَتَمُّوا لِأَنْفُسِهِمْ ثُمَّ سَلَّمَ بِهِمْ.

۱۸۴۶- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا

کھڑے ہو گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کہا اور ہم نے اللہ اکبر کہا، اور آپ نے رکوع کیا اور ہم نے رکوع کیا، پھر آپ نے سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ صف اول نے سجدہ کیا، اور دوسری صف کھڑی رہی، پھر جب آپ نے سجدہ کر لیا تو دوسری صف نے سجدہ کیا پھر سب بیٹھ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر سلام پھیر دیا، ابو الزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر نے کہا جیسا کہ آج کل تمہارے امراء نماز پڑھاتے ہیں۔

حضرت صالح بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو نماز خوف پڑھائی آپ نے اپنے پیچھے دو صفیں بنائیں جو آپ کے قریب صف تھی اس کو ایک رکعت نماز پڑھائی، پھر آپ کھڑے رہے حتیٰ کہ پچھلی صف نے ایک رکعت نماز پڑھ لی پھر وہ آگے آ گئے اور اگلی صف جو پہلے آگے تھی پیچھے چلی گئی، پھر آپ نے اس صف کو ایک رکعت نماز پڑھائی پھر آپ بیٹھ گئے حتیٰ کہ پیچھے والوں نے ایک رکعت پڑھ لی، پھر آپ نے سلام پھیر دیا۔

حضرت صالح بن خوات رضی اللہ عنہ اس صحابی سے نقل کرتے ہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ ذات الرقاع میں نماز خوف پڑھی تھی کہ ایک جماعت نے صف باندھی اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور دوسری جماعت دشمن کے سامنے کھڑی رہی۔ آپ نے اپنے قریب والی صف کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھی، پھر آپ کھڑے رہے اور اس صف نے اپنی نماز پوری کی پھر وہ جا کر دشمن کے سامنے کھڑے ہو گئے اور دوسری جماعت آئی اور آپ نے اس جماعت کو دوسری رکعت پڑھائی پھر آپ بیٹھے رہے اور انھوں نے اپنی نماز پوری کی، پھر آپ نے سب کے ساتھ سلام پھیر دیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ

عَفَّانُ قَالَ اَنَا اَبَانُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ اَبِي كَثِيْرٍ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَقْبَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِذَاتِ الرِّقَاعِ قَالَ كُنَّا اِذَا اَتَيْنَا عَلٰى شَجَرَةٍ ظَلِيْلَةٍ تَرَكْنَاهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَسَيْفُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَلَّقٌ بِشَجَرَةٍ فَاَخَذَ سَيْفَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَرَطَهٗ فَقَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَخَافُنِيْ قَالَ لَا قَالَ فَمَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ قَالَ اللّٰهُ يَمْنَعُنِيْ مِنْكَ قَالَ فَتَهَدَّدَهٗ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَغْمَدَ السَّيْفَ وَعَلَّقَهٗ قَالَ فَنُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰى بِطَائِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ تَاَخَّرَ فَصَلّٰى بِطَائِفَةِ الْاُخْرٰى رَكْعَتَيْنِ قَالَ فَكَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعُ رَكَعَاتٍ وَّلِلْقَوْمِ رَكْعَتَانِ۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ذات الرقاع گئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سایہ دار درخت کے نیچے ٹھہرایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار درخت کے اوپر لٹکی ہوئی تھی۔ مشرکین میں سے ایک شخص آیا اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار اٹھا کر سونت لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: کیا تم مجھ سے ڈرتے ہو؟ آپ نے فرمایا نہیں! اس نے کہا: تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ نے فرمایا مجھے تم سے اللہ تعالیٰ بچائے گا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اس کو دھمکایا، اس نے تلوار میان میں ڈال کر اسی کو لٹکا دیا۔ اتنے میں اذان ہوئی، آپ نے ایک جماعت کو دو رکعت نماز پڑھائی۔ وہ پیچھے چلے گئے، پھر آپ نے دوسری جماعت کو دو رکعت نماز پڑھائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار رکعت ہوئیں اور قوم کی دو دو رکعت ہوئیں۔

۱۸۴۷- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ اَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ حَسَّانَ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ وَهُوَ ابْنُ سَلَّامٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يَحْيَى قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ جَابِرًا اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْخَوْفِ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى بِالطَّائِفَةِ الْاُخْرٰى رَكْعَتَيْنِ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَّصَلّٰى بِكُلِّ طَائِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز خوف پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو دو رکعت پڑھائیں پھر دوسری جماعت کو دو رکعت پڑھائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعات پڑھیں اور قوم نے دو دو رکعت پڑھیں۔

نماز خوف کا قرآن مجید سے ثبوت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

واذا كنت فيهم فاقمت لهم الصلوة فلتقم طائفة منهم معك وليأخذوا اسلحتهم فاذا سجدوا فليكونوا من ورائكم ولتأت طائفة اخرى لم يصلوا فليصلوا معك و

اور جب آپ ان کے درمیان ہوں اور نماز میں ان کی امامت کریں تو ان کی ایک جماعت ہتھیاروں سمیت آپ کے ساتھ ہو ایک رکعت پڑھ کر وہ پیچھے چلی جائے، اور جس دوسری جماعت نے نماز نہیں پڑھی ہے وہ آپ کی اقتداء میں مسلح ہو کر نماز پڑھے

ولیاخذوا حذرھم واسلحتھم ود الذین کفروا لو تغفلون عن اسلحتکم وامتعتکم فیمیلون علیکم میلۃ واحدۃ۔ (نساء: ۱۰۲)

کافروں کی یہ تمنا ہے کہ تم اپنے اسباب اور ہتھیاروں سے غافل ہو اور وہ تم پر یکبارگی ٹوٹ پڑیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اصولی طور پر نماز خوف کا طریقہ بتا دیا ہے۔

احناف کے نزدیک نماز خوف کا طریقہ

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جب میدان جنگ میں خوف بڑھ جائے تو امیر لشکر مسلمانوں کی دو جماعتیں کر دے ایک جماعت دشمن کے سامنے رہے اور دوسری جماعت اس کے پیچھے ایک رکعت نماز پڑھے۔ ایک رکعت پڑھنے کے بعد یہ جماعت دشمن کے سامنے چلی جائے اور پہلی جماعت آ کر اس کے پیچھے ایک رکعت پڑھے امام تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور یہ جماعت سلام نہ پھیرے اور دشمن کے سامنے چلی جائے اور پہلی جماعت آ کر الگ الگ بغیر قراءت کے ایک رکعت پڑھے کیونکہ وہ لاحق ہیں اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور پھر دشمن کے سامنے چلی جائے اور دوسری جماعت آ کر قراءت کے ساتھ ایک رکعت پڑھے کیونکہ وہ مسبوق ہیں اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور اس کی دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکور الصدر طریقہ سے نماز خوف پڑھی ہے[1]

علامہ ابوالحسن رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی جس روایت سے استدلال کیا ہے اس کو امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں[2] اور امام طحاوی نے شرح معانی الآثار[3] میں روایت کیا ہے اسی طرح حضرت امام اعظم رحمہ اللہ نے اس کو اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے[4] روایت کیا ہے۔

صحاح ستہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے جس کو امام مسلم نے اس باب میں سب سے پہلے ذکر کیا ہے (حدیث نمبر ۱۸۳۹) اس میں بھی نماز خوف پڑھنے کا یہی طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ اس باب کی حدیث نمبر (۱۸۴۳) اور (۱۸۴۴) جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں بھی یہی طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

ائمہ اربعہ کے ماخذ

علامہ وشتانی فرماتے ہیں کہ امام شافعی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت پر عمل کیا ہے (یعنی حدیث نمبر ۱۸۳۹) امام مالک نے حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کی روایت پر عمل کیا ہے (یعنی حدیث نمبر ۱۸۴۴) اور امام ابوحنیفہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت پر عمل کیا ہے (یعنی حدیث نمبر ۱۸۴۳، ۱۸۴۲)[5] اور امام احمد بن حنبل نے نماز خوف میں حضرت صالح بن خوات رضی اللہ عنہ کی روایت پر عمل کیا ہے یعنی حدیث نمبر (۱۸۴۵)[6] گویا اس باب میں امام مسلم نے نماز خوف میں ائمہ اربعہ کے ماخذ بیان کر دیے ہیں۔

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۶۳-۶۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۷۷-۱۷۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبع الثانی ۱۴۰۵ھ

[3] امام ابوجعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۸۳، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، طبع ثانی ۱۴۰۴ھ

[4] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۳۹، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۷ھ

[5] علامہ ابوعبداللہ وشتانی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۱ ص ۳۴۴، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[6] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۱۳۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

امام ابویوسف کا نظریہ

بہرحال تمام ائمہ کے نزدیک نماز خوف مشروع ہے۔ البتہ امام ابویوسف اور علامہ مزنی فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نماز خوف مشروع نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے: واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوٰۃ (نساء: ۱۰۲) "جب آپ ان میں ہوں تو نماز پڑھائیں"۔ آیت میں چونکہ آپ کو خطاب ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز خوف کا پڑھانا آپ کے ساتھ خاص ہے۔ جمہور کا موقف یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام نماز خوف پڑھتے رہے اور خود آپ نے فرمایا ہے: صلوا کما رایتمونی اصلی جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو اس طرح نماز پڑھو۔ اس وجہ سے تاحال نماز خوف مشروع ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الجمعة

جمعہ کے دن کو جمعہ کہنے کی تحقیق

علامہ ابن منظور لکھتے ہیں جس دن کو زمانہ جاہلیت میں عروبہ کہتے تھے وہی دن زمانہ اسلام میں جمعہ قرار پایا ہے۔ اس دن کو جمعہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس دن عبادت کے لیے بہت زیادہ لوگ جمع ہوتے ہیں جس طرح بہت زیادہ لعنت کرنے والے شخص کو لغت میں لُعَنَۃ کہتے ہیں۔ علامہ ثعلب کہتے ہیں کہ جس شخص نے سب سے پہلے اس دن کو جمعہ کا نام دیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد کعب بن لوی تھے اس سے پہلے اس دن کو عروبہ کہا جاتا تھا۔ علامہ سہیلی نے الروض الانف میں لکھا ہے ہرچند کہ کعب بن لوی نے سب سے پہلے عروبہ کو جمعہ کا نام دیا لیکن عروبہ کا یہ نام زمانہ اسلام میں مشہور ہوا ہے۔ علامہ سہیلی لکھتے ہیں کہ کعب بن لوی اس دن لوگوں کو جمع کرتے اور ان کے سامنے تقریر کرتے جس میں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بارے میں خبر دیتے اور یہ بتلاتے کہ آپ ان کی اولاد میں سے مبعوث ہوں گے اور انہیں آپ کی اتباع اور آپ پر ایمان لانے کی نصیحت کرتے، حدیث میں ہے کہ پہلا جمعہ مدینہ میں پڑھا گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کو جمعہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس دن میں اللہ تعالیٰ نے خلقت آدم کو جمع کیا۔ علامہ ثعلب نے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ اس دن قریش دار الندوہ میں جمع ہوتے تھے اس لیے یہ دن جمعہ کہلایا۔ بہرحال اکثر علماء کا نظریہ یہی ہے کہ اس دن کو زمانہ اسلام میں جمعہ کہا گیا[1]۔

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ امام حاکم اور امام ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت اوس بن اوس بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے افضل دن جمعہ ہے اسی دن حضرت آدم پیدا ہوئے اسی دن فوت ہوئے، اسی دن صور پھونکا جائے گا اسی دن قیامت ہوگی، اس دن مجھ پر بکثرت درود شریف پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر درود شریف کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ فوت ہو چکے ہوں گے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء (علیہم السلام) کا کھانا حرام کر دیا ہے اور امام احمد نے اپنی مسند میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اس دن کا نام جمعہ کیوں رکھا گیا آپ نے فرمایا اس دن تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر تیار کیا گیا اسی دن صور ہوگا، اسی دن حشر ہوگا، اسی دن حساب ہوگا اس دن کے آخر میں تین ساعات ہیں جن میں سے ایک ساعت وہ ہے جس میں بندہ اللہ تعالیٰ سے جو دعا کرے قبول ہو جاتی ہے[2]۔

جمعہ کے مسائل اور احکام

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں نماز جمعہ پڑھنا فرض قطعی ہے، اس کی فرضیت کتاب، سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے اور اس کی فرضیت کا انکار کفر ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

[1] علامہ ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۸ ص ۵۹-۵۸، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ۔

[2] علامہ محمد بن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد ج ۲ ص ۹۸-۹۰ مطبوعہ مطبعہ مصطفی البابی مصر الطبعۃ الثانیہ ۱۳۶۹ھ۔

اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ (الجمعۃ: ۹) "جب جمعہ کے دن اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو۔" اور سنن ابوداؤد میں طارق بن شہاب سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ نماز جمعہ پڑھنا واجب ہے سوا چار شخصوں کے غلام، عورت، بچہ اور مریض اور سنن بیہقی میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: بچہ، غلام اور مسافر کے سوا ہر شخص پر نماز جمعہ پڑھنا واجب ہے اور امام احمد بن حنبل نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے تین بار نماز جمعہ بغیر عذر (شرعی) کے ترک کی، اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں نماز جمعہ کے وجوب کی شرائط یہ ہیں: آزادی، مرد ہونا، مقیم ہونا (یعنی مسافر نہ ہو) تندرست ہونا، آنکھوں اور ٹانگوں کا سلامت ہونا، شہر، جماعت، خطبہ، سلطان (یا عالم دین سلطان کا قائم مقام ہے) جمعہ کا وقت اور اذن عام۔[1]

شہر کی شرط پر دلائل

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک نماز جمعہ کے لیے شہر ہونا شرط نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک شہر ہونا شرط ہے۔[2]

امام اعظم کی دلیل حسب ذیل احادیث ہیں:

عن ابی عبد الرحمن قال: قال علی لا جمعۃ ولا تشریق ولا صلوٰۃ فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینۃ عظیمۃ۔[3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شہر اور بڑے قصبہ کے سوا جمعہ ہے نہ تشریق نہ عید الفطر نہ عید الاضحیٰ۔

عن حذیفۃ قال لیس علی اہل القری جمعۃ انما الجمع علی اہل الامصار۔[4]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دیہات والوں پر جمعہ نہیں ہے، جمعہ صرف شہر والوں پر ہے۔

اثر علی رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کے جوابات

بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت علی سے جو اثر منقول ہے اس کی سند میں حارث اعور ہے اور اس کا ضعف متفق علیہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث دو سندوں سے مروی ہے، مصنف عبد الرزاق (ج ۳ ص ۱۶۷) میں حارث سے مروی ہے اور (ج ۳ ص ۱۶۸) میں ابو عبد الرحمان سلمی سے مروی ہے اور یہ سند صحیح ہے حافظ ابن حجر عسقلانی نے درایہ میں لکھا ہے کہ یہ سند صحیح ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی یہ حدیث ابو عبد الرحمن سے مروی ہے اور ہم نے انہی کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی ہے۔ ثانیاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ یہ اثر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مسجد نبوی کے بعد جس مسجد میں سب سے پہلے جمعہ ہوا وہ جواثی میں

---

[1] علامہ کمال ابن الہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۲-۲۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
[2] علامہ عبد الرحمن الجزیری، الفقہ فی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۳۷۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت
[3] حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۰۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ
الیضاً حافظ عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۱۶۸، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ
[4] حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۰۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

تھا جو بحرین کا ایک قریہ ہے مخالفین کہتے ہیں کہ قریہ دیہات کو کہتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ شہر جمعہ کے لیے شرط نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جواثی دیہات نہیں شہر تھا کیونکہ صحاح میں ہے کہ جواثی بحرین کا قلعہ تھا اور قلعہ میں حاکم اور عالم دونوں رہتے ہیں اور قریہ کا اطلاق شہر پر بھی ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: لولا نزل هذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم۔ (الزخرف: ۳۱) "اور کفار نے کہا کہ دو شہروں (مکہ اور طائف) کے کسی عظیم شخص پر قرآن کیوں نہیں نازل کیا گیا"۔ اس آیت میں مکہ اور طائف پر قریہ کا اطلاق کیا گیا اور یہ شہر ہیں، نیز اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ اس فعل کو حضور کی تقریر بھی حاصل تھی۔

احناف کا مسلک

امام محمد نے امام اعظم ابو حنیفہ سے یہ سوال کیا:

قلت أرأیت قوما من اهل السواد اجتمعوا فی مسجد هم فخطب لهم بعضهم ثم صلی بهم الجمعة؟ قال: لا تجزیهم صلاتهم وعلیهم ان یعیدوا الظهر۔[1]

امام محمد کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے پوچھا اگر دیہات کے کچھ لوگ مل کر جمعہ پڑھ لیں تو کیا ہو جائے گا۔ امام ابو حنیفہ نے فرمایا: ان کا جمعہ نہیں ہوا ان پر لازم ہے کہ ظہر کی نماز دہرائیں۔

شہر کی تعریف

علامہ شامی نے تحفۃ الفقہاء سے شہر کی حسب ذیل تعریف نقل کی ہے:

فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکك واسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث وهذا هو الاصح۔[2]

تحفہ میں امام ابو حنیفہ سے یہ روایت منقول ہے کہ شہر اس بڑی جگہ کو کہتے ہیں جہاں گلیاں اور بازار ہوں مضافاتی علاقہ ہو اور اس میں ایک ایسا حاکم ہو جو اپنے یا اپنے غیر کے علم اور اپنی قدرت سے مظلوم کا حق ظالم سے دلوا سکے اور لوگ اپنے معاملات میں اس کی طرف رجوع کرتے ہوں، یہی تعریف صحیح ہے۔

اس تعریف کے لحاظ سے شہر کے ثبوت کے لیے تین امور ضروری ہیں، اشیاء ضرورت کے لیے بازار اور دکانیں ہوں، قوت حاکمہ ہو اور عالم دین ہو ——— امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہو سکتا ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا ایک قول اس کے خلاف ہے۔[3] بعض علماء شہر کی تعیین اور اس میں متعدد جگہ جمعہ ہونے کے اختلاف کی وجہ سے شہر میں جمعہ کے علاوہ احتیاطاً ظہر پڑھتے ہیں، عالمگیری میں اس کو مستحب لکھا ہے اس کی نیت یوں کرے "میں نے آخری ظہر کی نیت کی جس کا وقت پایا اور ادا نہیں کی"۔[4]

---

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، المبسوط ج ۱ ص ۳۶۴ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔

[2] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۵۳۸، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[3] علامہ کمال ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۵ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[4] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالمگیری ج ۱ ص ۱۴۵، مطبع کبری بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

۱۸۴۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَا اَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا اَرَادَ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْتِيَ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز جمعہ کے لیے جانا چاہے تو غسل کرے۔

۱۸۴۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ مَنْ جَاءَ مِنْكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دراں حالیکہ آپ منبر پر کھڑے تھے۔ تم میں سے جو شخص نماز جمعہ کے لیے آئے وہ غسل کرے۔

۱۸۵۰۔ وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِمِثْلِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۸۵۱۔ وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَيْنَمَا هُوَ يَخْطُبُ النَّاسَ اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَادَاهُ عُمَرُ اَيَّةُ سَاعَةٍ هٰذِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ شُغِلْتُ الْيَوْمَ فَلَمْ اَنْقَلِبْ اِلٰى اَهْلِيْ حَتّٰى سَمِعْتُ النِّدَاءَ فَلَمْ اَزِدْ عَلٰى اَنْ تَوَضَّاْتُ فَقَالَ عُمَرُ وَالْوُضُوْءَ اَيْضًا وَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُ بِالْغُسْلِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی آئے حضرت عمر نے پکار کر ان سے کہا یہ کون سا آنے کا وقت ہے؟ انھوں نے کہا آج میں مصروف تھا گھر پہنچتے ہی میں نے اذان سنی اس کے بعد صرف اتنی تاخیر کی کہ وضو کیا۔ حضرت عمر نے فرمایا اور وضو پر اقتصار کرنا بھی (تو) باعث ملامت ہے حالانکہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کا حکم دیا کرتے تھے۔

۱۸۵۲۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ ناگاہ

قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْسَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِذْ دَخَلَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَعَرَّضَ بِهٖ عُمَرُ فَقَالَ مَا بَالُ رِجَالٍ يَتَاَخَّرُوْنَ بَعْدَ النِّدَآءِ فَقَالَ عُثْمَانُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَا زِدْتُ حِيْنَ سَمِعْتُ النِّدَآءَ اَنْ تَوَضَّاْتُ ثُمَّ اَقْبَلْتُ فَقَالَ عُمَرُ وَالْوُضُوْءُ اَيْضًا اَلَمْ تَسْمَعُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا جَآءَ اَحَدُكُمْ اِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے حضرت عمر نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو اذان کے بعد تاخیر سے آتے ہیں؟ حضرت عثمان نے کہا اے امیر المومنین! اذان کے بعد میں نے بلاتاخیر وضو کیا اور پھر مسجد میں آ گیا حضرت عمر نے فرمایا اور وضو پر اقتصار کرنا (بھی تو باعث ملامت ہے) کیا تم لوگوں نے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جب تم میں سے کوئی شخص نماز جمعہ کے لیے آئے تو غسل کرے۔

۱۸۵۳۔ حَدَّثَنِیْ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن ہر بالغ پر غسل کرنا واجب ہے۔

۱۸۵۴۔ حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدِ الْاَيْلِيُّ وَاَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ جَعْفَرٍ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ حَدَّثَهٗ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُوْنَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَّنَازِلِهِمْ وَمِنَ الْعَوَالِيْ فَيَاْتُوْنَ فِی الْعَبَآءِ وَيُصِيْبُهُمُ الْغُبَارُ فَتَخْرُجُ مِنْهُمُ الرِّيْحُ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْسَانٌ مِّنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّكُمْ تَطَهَّرْتُمْ لِيَوْمِكُمْ هٰذَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگ اپنے گھروں اور بالائی علاقوں سے باری باری جمعہ پڑھنے کے لیے آتے تھے وہ عبا پہن کر آتے تھے جس پر گرد وغبار پڑا رہتا تھا اور اس سے بدبو آتی تھی۔ ان میں سے کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا درآں حالیکہ آپ میرے پاس تھے۔ آپ نے فرمایا: کاش تم لوگ اس دن غسل کر لیا کرو!

۱۸۵۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ النَّاسُ اَهْلَ عَمَلٍ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهُمْ كُفَاةٌ فَكَانُوْا يَكُوْنُ لَهُمْ تَفَلٌ فَقِيْلَ لَهُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگوں کے پاس نوکر تو تھے نہیں، خود کام کاج کرتے تھے (اس وجہ سے) ان سے بدبو آنے لگی تو ان سے کہا گیا کاش تم لوگ جمعہ کے دن غسل کر لیتے!

۱۸۵۶۔ وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَادٍ الْعَامِرِیُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ اَنَّ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بالغ پر جمعہ کے دن

سَعِيدُ بْنُ أَبِي هِلَالٍ وَبُكَيْرُ بْنُ الْأَشَجِّ حَدَّثَاهُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ وَسِوَاكٌ وَيَمَسُّ مِنَ الطِّيبِ مَا قَدَرَ عَلَيْهِ إِلَّا أَنَّ بُكَيْرًا لَمْ يَذْكُرْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ وَقَالَ فِي الطِّيبِ وَلَوْ مِنْ طِيبِ الْمَرْأَةِ.

غسل کرنا مسواک کرنا اور حسب استطاعت خوشبو لگانا واجب ہے خواہ وہ خوشبو عورت کے ساتھ مختص ہو۔

۱۸۵۷ - حَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ ذَكَرَ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَالَ طَاوُسٌ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَيَمَسُّ طِيبًا أَوْ دُهْنًا إِنْ كَانَ عِنْدَ أَهْلِهِ قَالَ لَا أَعْلَمُهُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے غسل جمعہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ذکر کی۔ طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ تیل یا خوشبو لگائے خواہ اس کی اہلیہ کی ہو، حضرت عباس نے فرمایا اس بات کو میں نہیں جانتا۔

۱۸۵۸ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ ح وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۸۵۹ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يَغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَجَسَدَهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ ہفتہ میں ایک بار غسل کرے اور اپنا سر اور جسم دھوئے۔

۱۸۶۰ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ وَمَنْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل جنابت کرے اور پھر مسجد میں جائے گویا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک اونٹ کا صدقہ کیا اور جو شخص دوسری ساعت میں گیا گویا کہ اس نے راہ خدا میں ایک گائے کا صدقہ کیا۔ اور جو شخص تیسری ساعت میں گیا گویا کہ اس نے راہ خدا میں ایک مینڈھا صدقہ کیا اور جو شخص چوتھی ساعت میں گیا گویا کہ اس نے ایک

رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ.

مرغی کا صدقہ کیا اور جو شخص پانچویں ساعت میں گیا گویا کہ اس نے ایک انڈے کا صدقہ کیا۔ جب امام آجاتا ہے تو فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور خطبہ سنتے ہیں۔

۱۸۶۱- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ ابْنُ رُمْحٍ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ أَنْصِتْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نے جمعہ کے دن دوران خطبہ اپنے ساتھی سے کہا "چپ ہو جاؤ" تو تم نے لغو کام کیا۔

۱۸۶۲- وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ قَارِظٍ وَعَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مِثْلَهُ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۸۶۳- وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ بِالْإِسْنَادَيْنِ جَمِيعًا فِي هٰذَا الْحَدِيثِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ قَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَارِظٍ.

ایک اور سند سے بھی اس قسم کی روایت منقول ہے۔

۱۸۶۴- وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ أَنْصِتْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغِيتَ قَالَ أَبُو الزِّنَادِ هِيَ لُغَةُ أَبِي هُرَيْرَةَ وَإِنَّمَا هُوَ فَقَدْ لَغَوْتَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نے جمعہ کے دن دوران خطبہ اپنے ساتھی سے کہا "چپ ہو جاؤ" تو تم نے لغو کام کیا۔

۱۸۶۵- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ ح وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اس دن میں ایک ایسی ساعت ہے جس کو مسلمان بندہ نماز کے دوران پائے تو اللہ تعالیٰ سے جس چیز کا بھی سوال کرے گا اس کو

يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِيهِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ يُصَلِّي يَسْأَلُ اللّٰهَ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ زَادَ قُتَيْبَةُ فِي رِوَايَتِهِ وَأَشَارَ بِيَدِهِ يُقَلِّلُهَا۔

پالے گا۔ راوی نے ہاتھ کے اشارہ سے اس ساعت کی کمی کو بیان کیا۔

۱۸۶۶۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا مُسْلِمٌ قَائِمٌ يُصَلِّي يَسْأَلُ اللّٰهَ خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ وَقَالَ بِيَدِهِ يُقَلِّلُهَا وَيُزَهِّدُهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہوتی ہے جس کو جو بندۂ مسلم پالے درآں حالیکہ وہ کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا ہو وہ اللہ تعالیٰ سے جس چیز کا بھی سوال کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے عطا فرمائے گا۔ راوی ہاتھ سے اس وقت کی کمی کا اشارہ کرتے اور اس کی طرف رغبت دلاتے تھے۔

۱۸۶۷۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنَّى قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۸۶۸۔ وَحَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَاهِلِيُّ قَالَ نَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ قَالَ نَا سَلَمَةُ وَهُوَ ابْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ۔

ایک دیگر سند کے ساتھ بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۸۶۹۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَلَّامٍ الْجُمَحِيُّ قَالَ نَا الرَّبِيعُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فِيهَا خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ قَالَ وَهِيَ سَاعَةٌ خَفِيفَةٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہے جس کو جو مسلمان پائے اور اللہ عزوجل سے جو بھی سوال کرے اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرما دیتا ہے اور یہ ساعت بہت تھوڑی دیر رہتی ہے۔

۱۸۷۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَقُلْ وَهِيَ سَاعَةٌ خَفِيفَةٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے لیکن اس میں ساعت خفیفہ کے الفاظ نہیں ہیں۔

۱۸۷۱۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ بُكَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بیٹے ابوبردہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا

هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ وَاَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَنَا مَخْرَمَةُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ ابْنِ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَسَمِعْتَ اَبَاكَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ شَاْنِ سَاعَةِ الْجُمُعَةِ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ هِيَ مَا بَيْنَ اَنْ يَّجْلِسَ الْاِمَامُ اِلٰى اَنْ تُقْضَى الصَّلٰوةُ۔

کیا تم نے اپنے والد سے ساعت جمعہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث سنی ہے؟ وہ کہتے ہیں: میں نے کہا ہاں! میں نے اپنے والد سے سنا انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ساعت امام کے (خطبہ کے لیے) بیٹھنے سے لے کر نماز پڑھی جانے تک ہے۔

۱۸۷۲- وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجُ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَفِيْهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيْهِ اُخْرِجَ مِنْهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بہترین دن میں سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے، جس دن میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اس دن میں حضرت آدم علیہ السلام جنت میں داخل کیے گئے اور جس دن وہ جنت سے خارج کیے گئے۔

۱۸۷۳- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا الْمُغِيْرَةُ يَعْنِي الْحِزَامِيَّ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيْهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيْهِ اُخْرِجَ مِنْهَا وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا فِي الْجُمُعَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بہترین دن میں سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے جس میں حضرت آدم کی پیدائش ہے۔ جس دن میں حضرت آدم جنت میں داخل کیے گئے جس دن وہ جنت سے خارج کیے گئے اور قیامت بھی جمعہ کے دن قائم ہوگی۔

۱۸۷۴- وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ وَنَحْنُ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بَيْدَ اَنَّ كُلَّ اُمَّةٍ اُوْتِيَتِ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِنَا وَاُوْتِيْنَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ ثُمَّ هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِيْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْنَا هَدَانَا اللّٰهُ لَهُ فَالنَّاسُ لَنَا فِيْهِ تَبَعٌ الْيَهُوْدُ غَدًا وَالنَّصَارٰى بَعْدَ غَدٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم سب سے آخر ہیں اور قیامت کے دن سب سے سابق ہوں گے، البتہ تمام امتوں کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہمیں ان کے بعد کتاب دی گئی۔ پھر یہ دن (یعنی جمعہ کا) جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مقرر کر دیا ہے ہم کو ہی اللہ تعالیٰ نے اس دن کی ہدایت دی ہے لوگ اس دن میں ہمارے تابع ہیں یہود نے جمعہ کے بعد کے دن (ہفتہ) کو مقرر کیا اور نصاریٰ نے اس کے بعد

۱۸۷۵ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ الْآخِرُونَ وَالسَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمِثْلِهِ.

۱۸۷۶ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ الْآخِرُونَ الْأَوَّلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَنَحْنُ أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بَيْدَ أَنَّهُمْ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَأُوتِينَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ فَاخْتَلَفُوا فَهَدَانَا اللَّهُ لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ فَهَذَا يَوْمُهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ هَدَانَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ قَالَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فَالْيَوْمَ لَنَا وَغَدًا لِلْيَهُودِ وَبَعْدَ غَدٍ لِلنَّصَارَى.

۱۸۷۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَخِي وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ الْآخِرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَيْدَ أَنَّهُمْ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَأُوتِينَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ فَهَذَا يَوْمُهُمُ الَّذِي فُرِضَ عَلَيْهِمْ فَاخْتَلَفُوا فِيهِ فَهَدَانَا اللَّهُ لَهُ فَهُمْ لَنَا فِيهِ تَبَعٌ فَالْيَهُودُ غَدًا وَالنَّصَارَى بَعْدَ غَدٍ.

۱۸۷۸ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَوَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَا نَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ

کے دن کو (یعنی اتوار)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم آخر ہیں (بعثت کے اعتبار سے) اور قیامت کے دن سب سے سابق ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم آخر ہیں اور قیامت کے دن اوّل ہوں گے اور ہم سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ البتہ ان لوگوں کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی، اور ہمیں ان کے بعد کتاب دی گئی، انھوں نے آپس میں اختلاف کیا اور ان کے اختلاف میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں حق کی ہدایت کی۔ پس یہ (جمعہ) وہ دن ہے جس میں انھوں نے اختلاف کیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دن کی ہدایت دی۔ آپ نے فرمایا جمعہ کا دن ہم نے مقرر کیا ہے اور یہود نے اس سے اگلا دن اور نصاریٰ نے اس کے بعد کا دن (مقرر کیا ہے)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم آخر ہیں اور قیامت کے دن سابق ہوں گے البتہ ان لوگوں کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی۔ پس یہ (جمعہ) وہ دن ہے جو ان پر فرض کیا گیا تھا انھوں نے اس (کی تعیین) میں اختلاف کیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دن کی ہدایت دی پس وہ اس دن میں ہمارے تابع ہیں یہود نے اگلے دن اور نصاریٰ نے اس کے بعد والے دن (کو مقرر کیا ہے)۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم سے پہلے لوگوں میں اللہ تعالیٰ نے جمعہ (کی تعیین) میں گمراہی پیدا کی۔ یہود نے ہفتہ کا دن

عن حذيفة قالا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أضل الله عن الجمعة من كان قبلنا فكان لليهود يوم السبت وكان للنصارى يوم الأحد فجاء الله بنا فهدانا الله ليوم الجمعة فجعل الجمعة والسبت والأحد وكذلك هم تبع لنا يوم القيامة نحن الآخرون من أهل الدنيا والأولون يوم القيامة المقضي لهم قبل الخلائق وفي رواية واصل المقضي بينهم

مقرر کیا اور نصاریٰ نے اتوار کا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا اور ہمیں جمعہ (کی تعیین میں) ہدایت دی اس طرح جمعہ، ہفتہ، اتوار کو اور اسی طرح ان لوگوں کو قیامت کے دن ہمارے تابع کر دیا۔ ہم دنیا والوں کے اعتبار سے آخر ہیں اور قیامت کے دن سب سے اوّل ہوں گے، جن کا فیصلہ قیامت کے دن سب سے پہلے ہوگا۔

۱۸۷۹- حدثنا أبو كريب نا ابن أبي زائدة عن سعد بن طارق قال حدثني ربعي بن حراش عن حذيفة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم هدينا إلى الجمعة وأضل الله من كان قبلنا فذكر بمعنى حديث ابن فضيل

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں جمعہ کی تعیین کی ہدایت دی گئی اور ہم سے پہلے لوگ گمراہ ہو گئے۔

۱۸۸۰- وحدثني أبو الطاهر وحرملة وعمرو بن سواد قال أبو الطاهر نا وقال الآخران أنا ابن وهب قال أخبرني يونس عن ابن شهاب قال أخبرني أبو عبد الله الأغر أنه سمع أبا هريرة رضي الله عنه يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا كان يوم الجمعة كان على كل باب من أبواب المسجد ملائكة يكتبون الأول فالأول فإذا جلس الإمام طووا الصحف وجاءوا يستمعون الذكر ومثل المهجر كمثل الذي يهدي البدنة ثم كالذي يهدي بقرة ثم كالذي يهدي الكبش ثم كالذي يهدي الدجاجة ثم كالذي يهدي البيضة

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جمعہ کا دن آتا ہے تو مسجد کے ہر دروازہ پر فرشتے آنے والے کو لکھتے رہتے ہیں جو پہلے آئے اس کو پہلے لکھتے ہیں اور جب امام خطبہ کے لیے بیٹھ جاتا ہے تو وہ اعمال ناموں کو لپیٹ لیتے ہیں اور آکر خطبہ سنتے ہیں اور جلدی آنے والا اس شخص کی طرح ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک اونٹ صدقہ کرتا ہے، اور اس کے بعد آنے والا اس شخص کی طرح ہے جو ایک گائے صدقہ کرتا ہے اس کے بعد والا اس شخص کی مثل ہے جو مینڈھا صدقہ کرے پھر اس کی مثل ہے جو مرغی صدقہ کرے پھر اس کی مثل ہے جو انڈا صدقہ کرے۔

۱۸۸۱- حدثناه يحيى بن يحيى وعمرو الناقد عن سفيان عن الزهري عن سعيد عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم بمثله

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی حدیث منقول ہے۔

۱۸۸۲- وحدثنا قتيبة بن سعيد قال نا يعقوب يعني ابن عبد الرحمن عن سهيل عن

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد کے ہر دروازہ پر ایک فرشتہ

أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَى كُلِّ بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ مَلَكٌ يَكْتُبُ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ مَثَلَ الْجَزُورِ ثُمَّ نَزَّلَهُمْ حَتَّى صَغَّرَ إِلَى مَثَلِ الْبَيْضَةِ فَإِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ طَوَوُا الصُّحُفَ وَحَضَرُوا الذِّكْرَ.

ہے جو آنے والے کو ترتیب کے ساتھ لکھتا رہتا ہے جیسے اونٹ کا صدقہ کرنے والا پھر بتدریج کم کر کے انڈے کے صدقہ کا ذکر کیا اور جب امام (خطبہ کے لیے) بیٹھ جاتا ہے تو فرشتے اعمال نامے بند کر کے ذکر سننے آجاتے ہیں۔

۱۸۸۳۔ وَحَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ قَالَ نَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ قَالَ نَا رَوْحٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَصَلَّى مَا قُدِّرَ لَهُ ثُمَّ أَنْصَتَ حَتَّى يَفْرُغَ الْإِمَامُ مِنْ خُطْبَتِهِ ثُمَّ يُصَلِّيَ مَعَهُ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى وَفَضْلُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے غسل کیا پھر جمعہ کے لیے آیا اور جتنی نمازیں اس کے مقدر میں تھیں پڑھیں، پھر خاموش بیٹھا رہا حتیٰ کہ امام خطبہ سے فارغ ہوگیا پھر امام کے ساتھ نماز پڑھی تو اس کے اس جمعہ سے لیکر پچھلے جمعہ تک اور تین دن زائد کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

۱۸۸۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَمَنْ مَسَّ الْحَصَى فَقَدْ لَغَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے وضو کیا اور اچھی طرح سے وضو کیا پھر جمعہ پڑھنے آیا اور خاموشی سے خطبہ سنا اس کے اس جمعہ سے لے کر گذشتہ جمعہ تک اور تین دن زائد کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور فرمایا جس شخص نے کنکریاں چھوئیں اس نے لغو کام کیا۔

۱۸۸۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ نَا حَسَنُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَرْجِعُ فَنُرِيحُ نَوَاضِحَنَا قَالَ حَسَنٌ فَقُلْتُ لِجَعْفَرٍ فِي أَيِّ سَاعَةٍ تِلْكَ قَالَ زَوَالَ الشَّمْسِ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر واپس لوٹ کر اپنی اونٹنیوں کو آرام پہنچاتے تھے۔ حسن نے جعفر سے پوچھا اس وقت کیا وقت ہوتا تھا انہوں نے بتایا زوال آفتاب کا۔

۱۸۸۶۔ وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا قَالَ نَا

جعفر کے والد نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما

خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ قَالَا جَمِيْعًا نَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ سَاَلَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا مَتٰى كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ قَالَ كَانَ يُصَلِّيْ ثُمَّ نَذْهَبُ اِلٰى جِمَالِنَا فَنُرِيْحُهَا زَادَ عَبْدُ اللهِ فِيْ حَدِيْثِهِ حِيْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ يَعْنِي النَّوَاضِحَ۔

سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس وقت جمعہ پڑھتے تھے انھوں نے بتایا کہ جب آپ جمعہ پڑھ لیتے تب ہم اپنی اونٹنیوں کے پاس جاتے اور انہیں آرام پہنچاتے۔ عبد اللہ نے اپنی روایت میں آفتاب ڈھلنے کا بھی ذکر کیا ہے۔

١٨٨٧۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ وَيَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيٰى اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ مَا كُنَّا نَقِيْلُ وَلَا نَتَغَدّٰى اِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ زَادَ ابْنُ حُجْرٍ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جمعہ کے بعد کھانا کھا کر آرام کرتے تھے۔

١٨٨٨۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَا اَنَا وَكِيْعٌ عَنْ يَعْلَى بْنِ الْحَارِثِ الْمُحَارِبِيِّ عَنْ اِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُجَمِّعُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ نَرْجِعُ نَتَتَبَّعُ الْفَيْءَ۔

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم زوال آفتاب کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھتے تھے پھر سایہ تلاش کرتے ہوئے لوٹتے تھے۔

١٨٨٩۔ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ نَا يَعْلَى بْنُ الْحَارِثِ عَنْ اِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ فَنَرْجِعُ وَمَا نَجِدُ لِلْحِيْطَانِ فَيْئًا نَسْتَظِلُّ بِهِ۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ پڑھتے تھے اور جب واپس لوٹتے تھے تو دیواروں کا سایہ نہیں ہوتا تھا جس کی آڑ میں ہم سایہ حاصل کرتے۔

١٨٩٠۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ وَاَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ جَمِيْعًا عَنْ خَالِدٍ قَالَ اَبُوْ كَامِلٍ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن کھڑے ہو کر خطبہ دیتے پھر بیٹھ کر کھڑے ہوتے جیسا کہ تم آج کل کرتے ہو۔

عليه وسلم يخطب يوم الجمعة قائما ثم يجلس ثم يقوم قال كما تفعلون اليوم.

۱۸۹۱ - وحدثنا يحيى بن يحيى وحسن بن الربيع وابو بكر بن ابي شيبة قال يحيى انا وقال الاخران نا ابو الاحوص عن سماك عن جابر بن سمرة قال كانت للنبي صلى الله عليه وسلم خطبتان يجلس بينهما يقرأ القرآن ويذكر الناس.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے دیتے تھے ان کے درمیان آپ بیٹھتے۔ (خطبہ میں) آپ قرآن مجید پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت کرتے۔

۱۸۹۲ - وحدثنا يحيى بن يحيى قال نا ابو خيثمة عن سماك قال انبانى جابر بن عبد الله ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يخطب قائما يوم الجمعة ثم يجلس ثم يقوم فيخطب قائما فمن نبأك انه كان يخطب جالسا فقد كذب والله صليت معه اكثر من الفي صلوة.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے اور جس شخص نے تمہیں یہ بتایا ہے کہ آپ بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے اس نے جھوٹ کہا ہے خدا کی قسم میں نے آپ کے ساتھ دو ہزار سے زیادہ نمازیں پڑھی ہیں۔

۱۸۹۳ - وحدثنا عثمان بن ابي شيبة واسحق بن ابراهيم كلاهما عن جرير قال عثمان نا جرير عن حصين بن عبد الرحمن عن سالم بن ابي الجعد عن جابر بن عبد الله ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يخطب قائما يوم الجمعة فجاءت عير من الشام فانفتل الناس اليها حتى لم يبق الا اثنا عشر رجلا فانزلت هذه الاية التي في الجمعة واذا راوا تجارة او لهوا انفضوا اليها وتركوك قائما.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ ایک دفعہ شام سے اونٹوں کا ایک قافلہ (غلہ لے کر) آیا اور بارہ آدمیوں کے سوا تمام لوگ قافلہ کی طرف چلے گئے اس موقع پر سورۂ جمعہ کی یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) اور جب ان لوگوں نے (قافلہ) تجارت یا کھیل کو دیکھا تو یہ اس کی طرف دوڑ گئے اور آپ کو کھڑا چھوڑ گئے۔

۱۸۹۴ - وحدثناه ابو بكر بن ابي شيبة قال نا عبد الله بن ادريس عن حصين بهذا الاسناد وقال ورسول الله صلى الله عليه وسلم يخطب ولم يقل قائما.

ایک اور سند سے یہ حدیث منقول ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اور یہ نہیں کہا کہ کھڑے ہوئے تھے۔

۱۸۹۵ - وحدثنا رفاعة بن الهيثم الواسطي قال نا خالد يعني الطحان عن حصين عن سالم

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک بار جمعہ کے دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

بن أبي سفيان عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما قال كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة فقدمت سويقة قال فخرج الناس إليها فلم يبق إلا اثنا عشر رجلا أنا فيهم قال فأنزل الله تعالى ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾ إلى آخر الآية.

تھے، ایک قافلہ آیا اور تمام لوگ اس کی طرف چلے گئے صرف بارہ اشخاص باقی بچے، میں بھی ان میں تھا، اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) اور جب ان لوگوں نے تجارت (کے قافلے) یا کھیل کو دیکھا تو اس کی طرف دوڑ گئے اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ گئے۔

١٨٩٦ - وحدثني إسماعيل بن سالم قال أنا هشيم قال أنا حصين عن أبي سفيان وسالم بن أبي الجعد عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما قال بينا النبي صلى الله عليه وسلم قائم يوم الجمعة إذ قدمت عير إلى المدينة فابتدرها أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى لم يبق معه إلا اثنا عشر رجلا فيهم أبو بكر وعمر رضي الله عنهما قال ونزلت هذه الآية ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا﴾

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے خطبہ دے رہے تھے کہ مدینہ میں ایک قافلہ آیا اور بارہ صحابہ کے سوا رسول اللہ کے تمام صحابہ اس قافلہ کی طرف دوڑ پڑے ان بارہ صحابہ میں حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی ترجمہ: اور جب ان لوگوں نے تجارت (کے قافلے) یا کھیل کو دیکھا تو اس کی طرف دوڑ پڑے۔

(ف) امام ابوداؤد نے مراسیل میں ذکر کیا ہے کہ پہلے نماز جمعہ خطبہ سے پہلے پڑھی جاتی تھی، ہو سکتا ہے صحابہ نماز جمعہ پڑھ چکے تھے اور جس وقت تک خطبہ سننا واجب نہیں۔

١٨٩٧ - وحدثنا محمد بن المثنى وابن بشار قالا نا محمد بن جعفر قال نا شعبة عن منصور عن عمرو بن مرة عن أبي عبيدة عن كعب بن عجرة قال دخل المسجد وعبد الرحمن ابن أم الحكم يخطب قاعدا فقال انظروا إلى هذا الخبيث يخطب قاعدا وقال الله تعالى ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾.

ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اس وقت عبد الرحمن بن ام الحکم بیٹھ کر خطبہ دے رہا تھا انہوں نے کہا اس خبیث کو دیکھو یہ بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (ترجمہ) اور جب ان لوگوں نے تجارت یا کھیل کو دیکھا تو اس کی طرف دوڑ گئے اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ گئے۔

١٨٩٨ - وحدثني الحسن بن علي الحلواني قال نا أبو توبة قال نا معاوية وهو ابن سلام عن زيد يعني أخاه أنه سمع أبا سلام قال حدثني الحكم بن ميناء أن عبد الله بن عمر وأبا هريرة رضي الله عنهما حدثاه أنهما سمعا رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول على أعواد منبره لينتهين أقوام عن ودعهم الجمعات أو ليختمن

حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر کی سیڑھیوں پر فرما رہے تھے "جمعہ چھوڑنے سے لوگ باز آجائیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔

اللهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُوْنُنَّ مِنَ الْغَافِلِيْنَ۔

۱۸۹۹ - حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعِ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَا نَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ اُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَتْ صَلٰوتُهٗ قَصْدًا وَخُطْبَتُهٗ قَصْدًا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے آپ کی نماز اور خطبہ درمیانی تھے۔

۱۹۰۰ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا زَكَرِيَّا قَالَ حَدَّثَنِيْ سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كُنْتُ اُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَوَاتِ فَكَانَتْ صَلٰوتُهٗ قَصْدًا وَخُطْبَتُهٗ قَصْدًا وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ بَكْرٍ زَكَرِيَّا عَنْ سِمَاكٍ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازیں پڑھی ہیں، آپ کی نمازیں بھی درمیانی ہوتی تھیں اور خطبات بھی درمیانی ہوتے تھے۔

۱۹۰۱ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيْدِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ وَعَلَا صَوْتُهٗ وَاشْتَدَّ غَضَبُهٗ حَتّٰى كَاَنَّهٗ مُنْذِرُ جَيْشٍ يَقُوْلُ صَبَّحَكُمْ وَمَسَّاكُمْ وَيَقُوْلُ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ وَيَقْرُنُ بَيْنَ اِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَيَقُوْلُ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا اَوْلٰى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِّنْ نَّفْسِهٖ مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِاَهْلِهٖ وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا اَوْ ضَيَاعًا فَاِلَيَّ وَعَلَيَّ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آواز بلند ہوتی اور جوش زیادہ ہوتا اور یوں لگتا جیسے آپ کسی ایسے لشکر سے ڈرا رہے ہوں جو صبح و شام میں حملہ کرنے والا ہو اور فرماتے ہیں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ساتھ ساتھ بھیجے گئے ہیں پھر آپ انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو ملاتے اور حمد کے بعد فرماتے یاد رکھو بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے اور بدترین کام عبادت کے نئے طریقے ہیں اور عبادت کا ہر نیا طریقہ گمراہی ہے۔ پھر فرماتے: ہر مومن کی جان پر تصرف میں سب سے زیادہ میں مستحق ہوں، جس شخص نے مال چھوڑا وہ اس کے وارثوں کا ہے اور جس نے قرض یا اہل و عیال کو چھوڑا وہ میرے ذمہ ہیں۔

۱۹۰۲ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ نَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَيْمُوْنٍ الزَّعْفَرَانِيُّ جَمِيْعًا عَنْ جَعْفَرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ وَفِيْ حَدِيْثِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ

ایک اور سند سے بھی کچھ لفظی تغیر کے ساتھ یہ حدیث منقول ہے۔

ثُمَّ يَقْرُنُ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ مَيْمُونٍ ثُمَّ قَرَنَ بَيْنَ أُصْبُعَيْهِ الْوُسْطَى وَالَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ

۱۹۰۳- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ كَانَتْ خُطْبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يَحْمَدُ اللَّهَ وَيُثْنِي عَلَيْهِ ثُمَّ يَقُولُ عَلَى أَثَرِ ذَلِكَ وَقَدْ عَلَا صَوْتُهُ ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن خطبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد آواز بلند کرتے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۱۹۰۴- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ يَحْمَدُ اللَّهَ وَيُثْنِي عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ يَقُولُ مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَخَيْرُ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ الثَّقَفِيِّ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق اس کی حمد و ثناء کرتے پھر فرماتے اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور بہترین بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔

۱۹۰۵- وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ ابْنُ مُثَنَّى حَدَّثَنِي عَبْدُ الْأَعْلَى وَهُوَ أَبُو هَمَّامٍ قَالَ نَا دَاوُدُ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ ضِمَادًا قَدِمَ مَكَّةَ وَكَانَ مِنْ أَزْدِ شَنُوءَةَ وَكَانَ يَرْقِي مِنْ هَذِهِ الرِّيحِ فَسَمِعَ سُفَهَاءَ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ يَقُولُونَ إِنَّ مُحَمَّدًا مَجْنُونٌ فَقَالَ لَوْ أَنِّي رَأَيْتُ هَذَا الرَّجُلَ لَعَلَّ اللَّهَ يَشْفِيهِ عَلَى يَدَيَّ قَالَ فَلَقِيَهُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي أَرْقِي مِنْ هَذِهِ الرِّيحِ وَإِنَّ اللَّهَ يَشْفِي عَلَى يَدَيَّ مَنْ شَاءَ فَهَلْ لَكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ مَنْ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ضماد مکہ میں آیا وہ قبیلہ ازد شنوءہ سے تھا اور جنات کے اثر سے دم کرتا تھا اس نے جب مکہ کے بے وقوفوں سے سنا کہ (العیاذ باللہ) محمد مجنون ہیں تو اس نے کہا کہ کاش میں انہیں دیکھ لیتا شاید ان کو اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ سے شفاء دیدے، پھر وہ آپ سے ملا اور کہنے لگا اے محمد! میں جنات کا اثر زائل کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے میرے ہاتھ سے شفاء دیتا ہے، آپ کا کیا خیال ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اور اس سے مدد چاہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے اور جسے وہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں،

يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَمَّا بَعْدُ قَالَ فَقَالَ أَعِدْ عَلَيَّ كَلِمَاتِكَ هٰؤُلَاءِ فَأَعَادَهُنَّ عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ فَقَالَ لَقَدْ سَمِعْتُ قَوْلَ الْكَهَنَةِ وَقَوْلَ السَّحَرَةِ وَقَوْلَ الشُّعَرَاءِ فَمَا سَمِعْتُ مِثْلَ كَلِمَاتِكَ هٰؤُلَاءِ وَلَقَدْ بَلَغْنَ نَاعُوسَ الْبَحْرِ قَالَ فَقَالَ هَاتِ يَدَكَ أُبَايِعْكَ عَلَى الْإِسْلَامِ قَالَ فَبَايَعَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى قَوْمِكَ قَالَ وَعَلَى قَوْمِي قَالَ فَبَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فَمَرُّوا بِقَوْمِهِ فَقَالَ صَاحِبُ السَّرِيَّةِ لِلْجَيْشِ هَلْ أَصَبْتُمْ مِنْ هٰؤُلَاءِ شَيْئًا فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ أَصَبْتُ مِنْهُمْ مِطْهَرَةً فَقَالَ رُدُّوهَا فَإِنَّ هٰؤُلَاءِ قَوْمُ ضِمَادٍ۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شخص عبادت کا مستحق نہیں وہ یک و تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ضماد نے کہا یہ کلمات دوبارہ ارشاد فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ان کلمات کو دہرایا، وہ کہنے لگا کہ میں نے کاہنوں، جادوگروں اور شاعروں کا کلام سنا ہے، ان میں سے کسی کا کلام ان کلمات کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکا، یہ کلمات تو بلاغت کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اپنا ہاتھ بڑھائیے میں آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرتا ہوں، پھر اس نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری قوم کی بیعت بھی کر لوں؟ اس نے کہا میری قوم کی بھی۔ راوی کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا، وہ لوگ اس کی قوم سے گزرے، لشکر کے امیر نے کہا: تم نے ان لوگوں کی کوئی چیز لی ہے؟ ——— ایک شخص نے کہا میں نے ان کا لوٹا لیا ہے، انہوں نے فرمایا اس کو واپس کر دو، یہ ضماد کی قوم ہے۔

١٩٠٦۔ حَدَّثَنِي سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبْجَرَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ وَاصِلِ بْنِ حَيَّانَ قَالَ قَالَ أَبُو وَائِلٍ خَطَبَنَا عَمَّارٌ فَأَوْجَزَ وَأَبْلَغَ فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا يَا أَبَا الْيَقْظَانِ لَقَدْ أَبْلَغْتَ وَأَوْجَزْتَ فَلَوْ كُنْتَ تَنَفَّسْتَ فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ طُولَ صَلٰوةِ الرَّجُلِ وَقِصَرَ خُطْبَتِهِ مَئِنَّةٌ مِنْ فِقْهِهِ فَأَطِيلُوا الصَّلٰوةَ وَاقْصُرُوا الْخُطْبَةَ وَإِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا۔

ابو وائل کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا جو مختصر اور بلیغ تھا، جب وہ منبر سے اترے تو ہم نے کہا: اے ابو الیقظان! تم نے نہایت مختصر اور بلیغ خطبہ پڑھا ہے اگر میں ہوتا تو کچھ لمبا خطبہ پڑھتا، حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا لمبی نماز اور چھوٹا خطبہ پڑھنا انسان کی فقاہت کی دلیل ہے، پس نماز لمبی پڑھو اور خطبہ چھوٹا پڑھو اور بعض بیان جادو کی تاثیر رکھتے ہیں۔

١٩٠٧۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَا نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ تَمِيمِ بْنِ طَرَفَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ أَنَّ رَجُلًا خَطَبَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خطبہ دیا اور کہا جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ ہدایت پا گیا اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم برے خطیب ہو" یوں کہو جس شخص،

فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِئْسَ الْخَطِيْبُ اَنْتَ قُلْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ فَقَدْ غَوِيَ۔

نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوا۔

۱۹۰۸۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَّاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْحٰقُ الْحَنْظَلِيُّ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ قُتَيْبَةُ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ عَطَاءً يُّخْبِرُ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلٰى عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ عَلَى الْمِنْبَرِ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ۔

حضرت یعلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر یہ آیت پڑھ رہے تھے: "ونادوا یا مالک لیقض علینا ربک۔"

۱۹۰۹۔ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ اَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اُخْتٍ لِعَمْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ اَخَذْتُ قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ مِنْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ يَقْرَاُ بِهَا عَلَى الْمِنْبَرِ فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ۔

عمرہ بنت عبد الرحمان کی بہن (رضی اللہ عنہا) بیان کرتی ہیں کہ میں نے ق والقرآن المجید کی سورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یاد کی ہے۔ آپ اسے ہر جمعہ کو منبر پر پڑھا کرتے تھے۔

۱۹۱۰۔ وَحَدَّثَنِيْهِ اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَيُّوْبَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ اُخْتٍ لِعَمْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ كَانَتْ اَكْبَرَ مِنْهَا بِمِثْلِ حَدِيْثِ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۹۱۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ خُبَيْبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ مَعْنٍ عَنْ بِنْتٍ لِحَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانِ قَالَتْ مَا حَفِظْتُ قٓ اِلَّا مِنْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ بِهَا فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ قَالَتْ وَكَانَ تَنُّوْرُنَا وَتَنُّوْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحِدًا۔

حارثہ بنت نعمان رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے ق والقرآن المجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یاد کی ہے، آپ ہر جمعہ کو خطبہ میں یہ سورت پڑھتے تھے اور انہوں نے بتایا کہ ان کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تنور واحد تھا۔

۱۹۱۲۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا اَبِيْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ

ام ہشام بنت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ دو سال ایک سال ہم دونوں کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تنور

قال حدثني عبد الله بن أبي بكر بن محمد بن عمرو بن حزم الأنصاري عن يحيى بن عبد الله بن عبد الرحمن بن سعد بن زرارة عن أم هشام بنت حارثة بن النعمان رضي الله عنها قالت لقد كان تنورنا وتنور رسول الله صلى الله عليه وسلم واحدا سنتين أو سنة أو بعض سنة وما أخذت ق والقرآن المجيد إلا عن لسان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأها كل جمعة على المنبر إذا خطب الناس.

ایک ہی تھا، اور میں نے سورہ قٓ والقرآن المجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یاد کی ہے، آپ ہر جمعہ کو خطبہ میں اس سورت کو منبر پر پڑھتے تھے۔

۱۹۱۳۔ حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة قال نا عبد الله بن إدريس عن حصين عن عمارة بن رويبة قال رأى بشر بن مروان على المنبر رافعا يديه فقال قبح الله هاتين اليدين لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ما يزيد على أن يقول بيده هكذا وأشار بإصبعه المسبحة.

حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ بشر بن مروان دوران خطبہ ہاتھ اٹھا رہا تھا۔ انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ ان دونوں ہاتھوں کو برباد کر دے۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (دوران خطبہ) صرف شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔

۱۹۱۴۔ وحدثناه قتيبة بن سعيد قال نا أبو عوانة عن حصين بن عبد الرحمن قال رأيت بشر بن مروان يوم جمعة يرفع يديه فقال عمارة بن رويبة فذكر نحوه.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۹۱۵۔ حدثنا أبو الربيع الزهراني وقتيبة بن سعيد قالا نا حماد وهو ابن زيد عن عمرو بن دينار عن جابر بن عبد الله قال بينا النبي صلى الله عليه وسلم يخطب يوم الجمعة إذ جاء رجل فقال له النبي صلى الله عليه وسلم أصليت يا فلان قال لا قال قم فاركع.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے، اسی اثناء میں ایک شخص آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا اے فلاں! کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا کھڑے ہو کر نماز پڑھو!

۱۹۱۶۔ وحدثنا أبو بكر بن أبي شيبة ويعقوب الدورقي عن ابن علية عن أيوب عن عمرو عن جابر عن النبي صلى الله عليه وسلم كما قال حماد ولم يذكر الركعتين.

ایک اور سند سے حسب سابق روایت منقول ہے۔

۱۹۱۷ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ قُتَيْبَةُ نَا وَقَالَ إِسْحٰقُ أَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُولُ دَخَلَ رَجُلٌ الْمَسْجِدَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ أَصَلَّيْتَ قَالَ لَا قَالَ قُمْ فَصَلِّ الرَّكْعَتَيْنِ وَفِي رِوَايَةِ قُتَيْبَةَ قَالَ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، درآں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے؛ آپ نے اس سے پوچھا کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا: کھڑے ہو کر دو رکعت پڑھ لو۔

۱۹۱۸ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُولُ جَاءَ رَجُلٌ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يَخْطُبُ فَقَالَ لَهُ أَرَكَعْتَ رَكْعَتَيْنِ قَالَ لَا قَالَ ارْكَعْ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر خطبہ دے رہے تھے اسی اثناء میں ایک شخص آیا آپ نے اس سے پوچھا کیا تم نے دو رکعت پڑھ لی ہیں؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا: پڑھ لو۔

۱۹۱۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ فَقَالَ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَدْ خَرَجَ الْإِمَامُ فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن آئے درآں حالیکہ امام (خطبہ دینے کے لیے) آ چکا ہو تو دو رکعت پڑھ لے۔

۱۹۲۰ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ جَاءَ سُلَيْكٌ الْغَطَفَانِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَعَدَ سُلَيْكٌ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَكَعْتَ رَكْعَتَيْنِ قَالَ لَا قَالَ قُمْ فَارْكَعْهُمَا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن حضرت سلیک الغطفانی رضی اللہ عنہ آئے درآں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے سلیک نماز پڑھنے سے پہلے بیٹھ گئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم نے دو رکعت نماز پڑھ لی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا اٹھ کر پڑھ لو۔

۱۹۲۱ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

خَشْرَمٍ كِلَاهُمَا عَنْ عِيسَى بْنِ يُونُسَ قَالَ ابْنُ خَشْرَمٍ أَنَا عِيسَى عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ جَاءَ سُلَيْكٌ الْغَطَفَانِيُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَجَلَسَ فَقَالَ لَهُ يَا سُلَيْكُ قُمْ فَارْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَتَجَوَّزْ فِيهِمَا ثُمَّ قَالَ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَلْيَتَجَوَّزْ فِيهِمَا۔

حضرت سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن آئے درآں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، وہ آکر بیٹھ گئے۔ آپ نے ان سے فرمایا: اے سلیک کھڑے ہو کر مختصر طور پر دو رکعت نماز پڑھو پھر فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ اختصار سے دو رکعت نماز پڑھ لے۔

١٩٢٢- وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ قَالَ نَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ قَالَ قَالَ أَبُو رِفَاعَةَ انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَجُلٌ غَرِيبٌ جَاءَ يَسْأَلُ عَنْ دِينِهِ لَا يَدْرِي مَا دِينُهُ قَالَ فَأَقْبَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَرَكَ خُطْبَتَهُ حَتَّى انْتَهَى إِلَيَّ فَأُتِيَ بِكُرْسِيٍّ حَسِبْتُ قَوَائِمَهُ حَدِيدًا قَالَ فَقَعَدَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعَلَ يُعَلِّمُنِي مِمَّا عَلَّمَهُ اللَّهُ ثُمَّ أَتَى خُطْبَتَهُ فَأَتَمَّ آخِرَهَا۔

حضرت ابو رفاعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا درآں حالیکہ آپ خطبہ دے رہے تھے وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک مسافر دین کے بارے میں سوال کرنے آیا ہے! اسے نہیں معلوم کہ دین کیا ہے! وہ کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ چھوڑ کر میری طرف متوجہ ہوئے، پھر ایک کرسی لائی گئی۔ میرا خیال ہے اس کرسی کے پائے لوہے کے تھے، وہ کہتے ہیں کہ پھر اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور جو کچھ آپ کو اللہ تعالیٰ نے دین کا علم دیا تھا اس کی مجھے تعلیم دی پھر اپنا خطبہ پورا کیا۔

١٩٢٣- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ وَهُوَ ابْنُ بِلَالٍ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ أَبِي رَافِعٍ قَالَ اسْتَخْلَفَ مَرْوَانُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَلَى الْمَدِينَةِ وَخَرَجَ إِلَى مَكَّةَ فَصَلَّى لَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَرَأَ بَعْدَ سُورَةِ الْجُمُعَةِ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالَ فَأَدْرَكْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ حِينَ انْصَرَفَ فَقُلْتُ لَهُ إِنَّكَ قَرَأْتَ بِسُورَتَيْنِ كَانَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ يَقْرَأُ بِهِمَا بِالْكُوفَةِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهِمَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔

ابو رافع کہتے ہیں کہ مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں قائم مقام گورنر مقرر کیا اور وہ مکہ مکرمہ چلا گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی نماز پڑھائی اور دوسری رکعت میں سورۂ جمعہ کے بعد سورہ منافقین پڑھی۔ میں نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملا اور میں نے کہا آپ نے وہ دو سورتیں پڑھی ہیں جو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کوفہ میں پڑھتے تھے، حضرت ابو ہریرہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جمعہ کے دن یہ سورتیں سنی ہیں۔

١٩٢٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ

حضرت عبد اللہ بن رافع بیان کرتے ہیں کہ مروان نے

أَبِي شَيْبَةَ قَالَ أَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ قَالَ اسْتَخْلَفَ مَرْوَانُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي رِوَايَةِ حَاتِمٍ فَقَرَأَ بِسُورَةِ الْجُمُعَةِ فِي السَّجْدَةِ الْأُولَى وَفِي الْآخِرَةِ إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ وَفِي رِوَايَةِ عَبْدِ الْعَزِيزِ مِثْلُ حَدِيثِ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو قائم مقام گورنر بنایا حضرت ابوہریرہ نے جمعہ کی پہلی رکعت میں سورۃ الجمعۃ اور دوسری رکعت میں اذا جاءک المنافقون پڑھی۔ باقی حسب سابق ہے۔

۱۹۲۵- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ جَمِيعًا عَنْ جَرِيرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حَبِيبِ بْنِ سَالِمٍ مَوْلَى النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْعِيدَيْنِ وَفِي الْجُمُعَةِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ قَالَ وَإِذَا اجْتَمَعَ الْعِيدُ وَالْجُمُعَةُ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ يَقْرَأُ بِهِمَا أَيْضًا فِي الصَّلٰوتَيْنِ.

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں سبح اسم ربک الاعلی اور سورۃ ہل اتاک حدیث الغاشیۃ پڑھتے تھے اور اگر جمعہ اور عید ایک دن میں ہو جاتے تب بھی دونوں نمازوں میں انہی سورتوں کو پڑھتے تھے

۱۹۲۶- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْمُنْتَشِرِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۹۲۷- وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَتَبَ الضَّحَّاكُ بْنُ قَيْسٍ إِلَى النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَسْأَلُهُ أَيَّ شَيْءٍ قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ سِوَى سُورَةِ الْجُمُعَةِ فَقَالَ كَانَ يَقْرَأُ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ.

ضحاک بن قیس نے نعمان بن بشیر کی طرف ایک مکتوب بھیجا اور یہ سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن سورۃ جمعہ کے علاوہ اور کون سی سورت پڑھتے تھے انہوں نے جواب دیا کہ آپ سورۂ ہل اتاک حدیث الغاشیۃ پڑھتے تھے۔

۱۹۲۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُخَوَّلٍ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز فجر میں سورۃ الٓمٓ تنزیل السجدۃ اور سورۂ ہل اتی علی الانسان حین

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَقْرَأُ فِی صَلٰوةِ الْفَجْرِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ الٓمٓ تَنْزِیْلُ السَّجْدَةِ وَهَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ وَاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَقْرَأُ فِیْ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ سُوْرَةَ الْجُمُعَةِ وَالْمُنَافِقِیْنَ۔

من الدھر" ۔ ۔ پڑھتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ میں سورۃ جمعۃ اور سورۃ المنافقون پڑھتے تھے۔

۱۹۲۹۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ قَالَ نَا اَبِیْ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَیْبٍ قَالَ نَا وَكِیْعٌ كِلَاهُمَا عَنْ سُفْیَانَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت ہے۔

۱۹۳۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مُخَوَّلٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ فِی الصَّلٰوتَیْنِ كِلَیْهِمَا كَمَا قَالَ سُفْیَانُ۔

ایک دیگر سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۹۳۱۔ حَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا وَكِیْعٌ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ یَقْرَأُ فِی الْفَجْرِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ الٓمٓ تَنْزِیْلُ وَهَلْ اَتٰی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز فجر میں الٓمٓ تنزیل اور ھل اتی پڑھتے تھے۔

۱۹۳۲۔ حَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَقْرَأُ فِی الصُّبْحِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالٓمٓ تَنْزِیْلُ فِی الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰی وَفِی الثَّانِیَةِ هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْئًا مَّذْكُوْرًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز فجر میں پہلی رکعت میں سورہ الٓمٓ تنزیل پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں سورہ ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا

۱۹۳۳۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ سُهَیْلٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْیُصَلِّ بَعْدَهَا اَرْبَعًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن نماز پڑھے تو اس کے بعد چار رکعت نماز پڑھے۔

۱۹۳۴۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِیْسَ عَنْ سُهَیْلٍ عَنْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جمعہ کے بعد نماز پڑھو تو چار

أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّيْتُمْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَصَلُّوا أَرْبَعًا زَادَ عَمْرٌو فِي رِوَايَتِهِ قَالَ ابْنُ إِدْرِيسَ قَالَ سُهَيْلٌ فَإِنْ عَجِلَ بِكَ شَيْءٌ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ فِي الْمَسْجِدِ وَرَكْعَتَيْنِ إِذَا رَجَعْتَ.

رکعت پڑھو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اگر تمہیں جلدی ہو تو دو رکعت مسجد میں اور دو رکعت گھر جا کر پڑھو۔

١٩٣٥ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ كِلَاهُمَا عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ مِنْكُمْ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو شخص جمعہ کے بعد نماز پڑھے وہ چار رکعت پڑھے۔

١٩٣٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا نَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ إِذَا صَلَّى الْجُمُعَةَ انْصَرَفَ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ.

نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد گھر آ کر دو رکعت نماز پڑھتے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

١٩٣٧ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ وَصَفَ تَطَوُّعَ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ لَا يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتَّى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ قَالَ يَحْيَى أَظُنُّنِي قَرَأْتُ فَيُصَلِّي أَوْ أَلْبَتَّةَ.

نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نوافل کا بیان کرتے ہوئے کہا کہ آپ نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد گھر جا کر دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

١٩٣٨ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ زُهَيْرٌ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ نَا عَمْرٌو عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔

۱۹۳۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا غُنْدَرٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُمَرُ بْنُ عَطَاءِ ابْنِ اَبِي الْخُوَارِ اَنَّ نَافِعَ ابْنَ جُبَيْرٍ اَرْسَلَهُ اِلَى السَّائِبِ ابْنِ اُخْتِ نَمِرٍ يَسْاَلُهُ عَنْ شَيْءٍ رَاٰهُ مِنْهُ مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ نَعَمْ صَلَّيْتُ مَعَهُ الْجُمُعَةَ فِي الْمَقْصُوْرَةِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْاِمَامُ قُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ فَصَلَّيْتُ فَلَمَّا دَخَلَ اَرْسَلَ اِلَيَّ فَقَالَ لَا تَعُدْ لِمَا فَعَلْتَ اِذَا صَلَّيْتَ الْجُمُعَةَ فَلَا تَصِلْهَا بِصَلٰوةٍ حَتّٰى تَتَكَلَّمَ اَوْ تَخْرُجَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنَا بِذٰلِكَ اَنْ لَا نُوْصِلَ صَلٰوةً بِصَلٰوةٍ حَتّٰى نَتَكَلَّمَ اَوْ نَخْرُجَ۔

عطاء کہتے ہیں کہ نافع بن جبیر نے انہیں سائب بن اخت نمر کے پاس کچھ ایسی باتیں پوچھنے کے لیے بھیجا جو انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نماز میں نوٹ کی تھیں۔ سائب نے کہا ہاں میں نے حضرت معاویہ کے ساتھ مقصورہ میں جمعہ پڑھا ہے امام کے سلام پھیرنے کے بعد میں نے اسی جگہ اٹھ کر نماز پڑھی تھی۔ حضرت معاویہ نے مجھے بلایا اور کہا دوبارہ ایسا نہ کرنا، جمعہ پڑھنے کے بعد کچھ بات کرو یا اس جگہ سے دوسری جگہ جاکر پھر نماز پڑھو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی بات کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہم ایک نماز کے متصل دوسری نماز نہ پڑھیں اور دو نمازوں کے درمیان بات چیت یا باہر جانے سے فصل کریں۔

۱۹۴۰۔ وَحَدَّثَنِيْهِ هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عُمَرُ بْنُ عَطَاءٍ اَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ اَرْسَلَهُ اِلَى السَّائِبِ ابْنِ يَزِيْدَ ابْنِ اُخْتِ نَمِرٍ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ اَنَّهُ قَالَ فَلَمَّا سَلَّمَ قُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ وَلَمْ يَذْكُرِ الْاِمَامَ۔

عطاء کہتے ہیں کہ نافع بن جبیر نے انہیں سائب بن یزید بن اخت نمر کے پاس بھیجا باقی حسب سابق ہے صرف یہ فرق ہے کہ اس میں ہے کہ جب اس نے سلام پھیرا تو میں اپنی جگہ کھڑا رہا اور امام کا ذکر نہیں ہے۔

جمعہ کے دن غسل کا حکم

اس باب کی بعض احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن غسل کا حکم دیا ہے اور بعض احادیث میں فرمایا ہر بالغ پر جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت مستحب ہے اور ان احادیث میں آپ کا حکم استحباب پر محمول ہے اور جس حدیث میں ہے "الغسل یوم الجمعۃ واجب علی کل محتلم" اس حدیث میں واجب "ثابت اور متاکد" کے معنی میں ہے اس سے وجوب اصطلاحی مراد نہیں ہے۔[1]

امام مالک رحمہ اللہ کے اس مسئلہ میں تین قول ہیں، واجب، سنت، مستحب۔ مدونہ میں یہی ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔ اور اس کا ترک جائز نہیں لیکن اصحاب مالک کا نظریہ یہ ہے کہ یہ مستحب ہے۔[2]

امام مالک کا استدلال بعض احادیث کے ظاہری الفاظ سے ہے جن کی توجیہ ہم علامہ نووی سے نقل کر چکے ہیں۔ جمہور کا

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۷۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی طبع ثانی ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ ابو عبداللہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۲۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

استدلال اس حدیث سے ہے:

عن سمرة بن جندب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من توضأ يوم الجمعة فبها ونعمت ومن اغتسل فالغسل افضل [1]

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن وضو کیا تو اچھی بات ہے اور جس نے غسل کیا تو اس میں زیادہ فضیلت ہے۔

ایک اور حدیث ہے:

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من توضأ فاحسن الوضوء ثم اتى الجمعة فاستمع وانصت غفر له ما بين الجمعة الى الجمعة وزيادة ثلاثة ايام [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کے لیے آیا اور خاموش بیٹھ کر (خطبہ) سنا اس کے ایک جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک اور مزید تین دن کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

اس باب کی حدیث نمبر ۱۸۵۱ میں ہے حضرت عثمان صرف وضو کر کے دوران خطبہ جمعہ کے لیے آئے تو حضرت عمر نے انھیں دیر سے آنے اور غسل نہ کرنے پر ملامت کی [3]۔ اگر غسل واجب ہوتا تو حضرت عثمان اس کو ترک نہ کرتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو حکم دیتے کہ غسل کر کے آئیں اور جب انھوں نے حکم نہیں دیا تو معلوم ہوا کہ ان دونوں کے نزدیک غسل جمعہ واجب نہیں ہے۔ رہا یہ سوال کہ مستحب کے تارک پر ملامت نہیں کی جاتی تو پھر حضرت عمر نے حضرت عثمان کو کیوں ملامت کی اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر نے ملامت کر کے اس بات پر متنبہ کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایسے شخص ہیں جو لوگوں کے لیے مقتدیٰ ہیں لہٰذا ان کو غسل ترک نہیں کرنا چاہیے تھا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء اور مشائخ کو امور مستحبہ کی پابندی سے ادا کرنے چاہئیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی بڑے آدمی کو بھرے مجمع میں ملامت کرنا جائز ہے ہر چند کہ یہ پسندیدہ نہیں ہے، نیز حکام کے سامنے عذر پیش کرنا اور جمعہ سے پہلے دنیاوی معاملات میں مشغول رہنے کا جواز بھی معلوم ہوا۔

نماز جمعہ کے لیے جانے کا وقت

اس باب کی حدیث نمبر ۱۸۶۰ میں ذکر ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن پہلی ساعت میں جائیگا اس کو اونٹ کے صدقہ کا ثواب ہوگا اور جو دوسری ساعت میں جائے گا اس کو گائے کے صدقہ کا ثواب ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس جمہور فقہاء اور ائمہ کے نزدیک اس ساعت سے مراد زوال کے بعد پہلا لمحہ پھر دوسرا لمحہ ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس سے مراد جمعہ کی صبح کے بعد پہلی ساعت پھر دوسری ساعت ہے علامہ نووی نے جمہور کے

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۹۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۵۰ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور طبع ثانی ۱۴۰۵ھ۔

ایضاً۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۸۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[3] امام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ۔ صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۱۲۵ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۵ھ۔

نظریہ کو ترجیح دی ہے۔[1]

دورانِ خطبہ خاموش رہنے میں مذاہب

اس باب کی حدیث نمبر ۱۸۶۴ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دورانِ خطبہ خاموش رہنے کا حکم دیا ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک خاموش رہنا واجب اور بات کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ امام شافعی کے دو قول ہیں مکروہ تحریمی اور مکروہ تنزیہی، اور امام احمد کہتے ہیں کہ اگر اس تک آواز آرہی ہے تو خاموش رہنا واجب ہے ورنہ نہیں۔[2] ظاہر احادیث امام ابوحنیفہ اور امام مالک کی تائید کرتی ہیں۔

ساعتِ جمعہ

حدیث نمبر ۱۸۶۵ سے لے کر ۱۸۷۱ میں ساعت جمعہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں ساعت کی تعیین میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے اس حدیث میں نماز کو لغوی معنی پر محمول کیا ہے وہ کہتے ہیں اس سے مراد دعا ہے اور یہ ساعت جمعہ کے دن عصر کے بعد سے لے کر مغرب تک ہوتی ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ امام کے آنے سے لے کر نماز جمعہ سے فراغت تک یہ ساعت ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر فراغت نماز تک یہ ساعت ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ھی ما بین ان یجلس الامام علی المنبر الی ان تقضی الصلوٰۃ۔[3] "یہ ساعت امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز کی فراغت تک ہے۔" اور بعض علماء نے یہ کہا کہ یہ ساعت جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں: اس ساعت کی تعیین میں متعدد اقوال ہیں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر فراغت نماز تک یہ ساعت ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ کے علاوہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۱۸۷۱ میں بھی اسی طرح ہے۔ سعیدی) مراد یہ ہے کہ خطبہ کے دوران دل میں دعا مانگے کیونکہ خطبہ کے دوران سکوت کا حکم دیا گیا ہے، ایک اور حدیث میں ہے کہ یہ جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے۔ اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ طحطاوی لکھتے ہیں کہ "علامہ زرقانی نے فرمایا: ساعت جمعہ کے بیالیس اقوال میں سے یہ دو قول زیادہ صحیح ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ساعت جمعہ ان دو وقتوں میں گھومتی رہتی ہو۔ لہٰذا ان دو وقتوں میں دعا کرنی چاہیے۔" ظاہر یہ ہے کہ یہ ایک لطیف ساعت ہے اور ہر شہر اور ہر خطیب کے اعتبار سے اس کا وقت بدلتا رہتا ہے کیونکہ جس وقت ایک شہر میں دن ہوتا ہے دوسرے شہر میں رات ہوتی ہے اور جس وقت ایک شہر میں ظہر ہوتی ہے دوسرے شہر میں عصر ہوتی ہے۔ بہرحال سورج جس درجہ پر بھی حرکت کرتا ہے اس کی حرکت سے یہ ساعت کسی قوم پر طلوع ہوتی ہے اور کسی قوم پر غروب ہو جاتی ہے۔[4]

فضیلتِ جمعہ

حدیث نمبر ۱۸۷۲ اور ۱۸۷۳ میں ہے کہ جمعہ کے دن حضرت آدم علیہ السلام جنت سے خارج کیے گئے اور اسی دن قیامت واقع ہوگی، ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے جنت سے خروج میں کیا فضیلت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کا پہلے جنت میں قیام عارضی تھا، جب دنیا میں آکر اللہ تعالیٰ کے احکام پر

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۸۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[2] ″ ″ ″ ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۸۱

[3] امام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ، صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۱۲۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۵ھ۔

[4] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۵۷۳ - ۵۷۲، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

عمل کیا تو جنت میں دوام اور خلود کا استحقاق حاصل ہوا ثانیاً جنت سے زمین میں آئے تو خلافت الٰہیہ کا تاج پہنا، زمین پر آنے کے بعد آپ سے نسل انسانی پھیلی اور اس وجہ سے بے شمار اولیاء اور انبیاء بالخصوص حضور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت ہوئی اور یہ تمام اُمور جنت سے خروج پر مرتب ہوئے۔ اور قیامت قائم ہونے میں فضیلت ظاہر ہے کیونکہ مسلمانوں کے اُخروی انعامات کا حصول قیامت کے بعد ہی ہوگا۔

حدیث نمبر ۱۸۷۳ تا ۱۸۷۹ میں ہے کہ مسلمانوں نے جمعہ کی ہدایت پالی اور یہود و نصاریٰ جمعہ کو نہ پا سکے، قاضی عیاض فرماتے ہیں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کو جمعہ کی تعظیم کا حکم دیا گیا اور اس کی تعیین ان کے اجتہاد پر چھوڑ دی گئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مسلمانوں کو جمعہ کے دن پر مطلع کر دیا۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں جمعہ کے دن کی تعظیم کا حکم دیا اور اس کے فضائل بتلائے تھے لیکن انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات نہیں مانی اور کہا ہفتہ افضل ہے۔

جمعہ کا وقت

حدیث نمبر ۱۸۸۵ سے کر ۱۸۸۹ میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوال آفتاب کے بعد جمعہ پڑھتے تھے اور ان احادیث میں یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام نماز جمعہ کے بعد کھانا کھاتے اور قیلولہ کرتے تھے۔ ان احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زوال کے بعد نماز جمعہ جلدی پڑھنی چاہیے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، اور امام شافعی اور جمہور فقہاء کا یہی مسلک ہے البتہ امام احمد بن حنبل زوال آفتاب سے پہلے نماز جمعہ جائز قرار دیتے ہیں[1]۔

خطبہ جمعہ کے احکام

حدیث نمبر ۱۸۹۰ سے ۱۸۹۸ میں خطبہ کا بیان ہے۔ جمعہ کا خطبہ اللہ تعالیٰ کی حمد، درود شریف اور وعظ و نصیحت پر مشتمل ہوتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ان اُمور کا خطبہ میں بیان کرنا واجب ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مستحب ہے[2]۔ قوت دلیل کے اعتبار سے امام ابوحنیفہ کا نظریہ صحیح ہے کیونکہ خطبہ جمعہ میں ان اُمور کا ذکر واجب تب ہوتا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ جمعہ میں ان اُمور کے ذکر کا حکم دیا ہوتا یا ان اُمور کے ترک پر کسی عذاب کی وعید سنائی ہوتی، علامہ نووی نے وجوب پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ اگر خطبہ ان اُمور پر مشتمل نہ ہو تو خلاف سنت ہوگا اس دلیل کا ضعف بالکل واضح ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من قال یوم الجمعۃ والامام یخطب انصت فقد لغا۔ "جس شخص نے خطبہ جمعہ کے دوران کسی سے کہا 'چپ ہو جاؤ'، اس نے لغو کام کیا"۔ اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں[3]، امام ترمذی نے اپنی جامع میں[4] اور امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے[5]۔

اس حدیث کی بناء پر فقہاء حنفیہ نے خطبہ جمعہ کے دوران امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے بھی منع کیا ہے۔ علامہ علائی لکھتے ہیں

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۸۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

[2] ج ۱ ص ۲۸۴

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۸ - ۱۲۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ

[4] امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۰۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] امام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ، صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۱۵۳ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۵ھ

خطبہ جمعہ کے دوران کلام کرنا، کھانا پینا، تسبیح پڑھنا، سلام کا جواب دینا اور امر بالمعروف کرنا حرام ہے بلکہ اس پر واجب ہے کہ خاموش رہے اور خطبہ سنے ..... البتہ ہاتھ سے کسی برائی کے بتانے میں کوئی حرج نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جب اسم مبارک سنے تو دل ہی دل میں درود شریف پڑھے اور چھینک یا سلام کا جواب دینا بھی اس پر واجب نہیں ہے[1] ملا علی قاری رحمہ الباری نے یح ابن حبان کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبوں کے درمیان بیٹھ کر سراً (خفیہ آواز سے) قرآن مجید پڑھتے اور شرح طیبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ دو خطبوں کے درمیان آہستہ آواز سے سورۂ اخلاص پڑھنی چاہیے[2] نیز خطبہ جمعہ کھڑے ہو کر دینا چاہیے بیٹھ کر جمعہ کا خطبہ دینا خلاف سنت ہے، حدیث نمبر ۱۸۹ میں ہے کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے عبد الرحمٰن ابن ام الحکم کو بیٹھ کر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: انظروا الی هذا الخبيث يخطب قاعدا "اس خبیث کو دیکھو بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے"۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص خلاف سنت کام کرے اس کو خبیث کہنا جائز ہے۔ حدیث نمبر ۱۹۰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کا ذکر ہے جس میں بدعت کا لفظ ہے۔ علامہ نووی نے اس کی شرح میں بدعت کی پانچ اقسام ذکر کی ہیں[3] ہم بدعت پر مفصل بحث باب نمبر ۲۵۵ "دائمی عمل کی فضیلت" میں بیان کر چکے ہیں۔

اللہ اور رسول کا ضمیر واحد سے ذکر

حدیث نمبر ۱۹۰ میں ہے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوران خطبہ کہا من يطع الله ورسوله فقد رشد ومن يعصهما فقد غوى۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بئس الخطيب انت قل ومن يعص الله ورسوله فقد غوى۔

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ اس شخص کی مذمت کی وجہ یہ تھی کہ اس نے اللہ اور رسول کا صراحۃً ذکر نہیں کیا اور اس کی بجائے ضمیر کا ذکر کیا جبکہ خطبہ میں وضاحت اور تفصیل مقصود ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اللہ اور رسول کا ذکر ایک ضمیر سے کیا ہے وہ خطبہ بحیثیت خطبہ نہیں ہے بلکہ خطبہ کی تعلیم ہے کیونکہ سنن ابو داؤد میں ہے کہ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ کی تعلیم دی اور اس میں فرمایا "من يطع الله ورسوله فقد رشد ومن يعصهما فلا يضر الا نفسه" ہر چند کہ اس جملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ اور رسول کا ذکر ایک ضمیر میں کیا ہے لیکن یہ خطبہ نہیں خطبہ کی تعلیم ہے اور تعلیم میں اختصار ملحوظ ہوتا ہے تاکہ یاد کرنے میں آسانی ہو[4] علامہ عینی نے اس سوال کا (کہ اس خطیب کی مذمت کی اور خود اللہ اور رسول کا ایک ضمیر میں ذکر کیا) یہ جواب دیا ہے کہ عام آدمی جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ضمیر میں ذکر کرے گا تو اس کے بارے میں یہ وہم ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ اور رسول کو برابر سمجھتا ہے اس لیے آپ نے اس شخص کے ومن يعصهما کہنے کی مذمت کی لیکن آپ کے بارے میں آپ کے منصب کی وجہ سے چونکہ یہ وہم نہیں کیا جا سکتا اس لیے مثلاً ومن يعصهما کہنا آپ کی خصوصیت ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے علامہ عینی نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ متکلم اپنے خطاب میں داخل نہیں ہوتا جیسا کہ مخلوق کی قسم کھانا منع ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے متعدد مخلوقات کی قسم کھائی ہے اسی

---

[1] علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۶۰۸ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[2] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۳ ص ۲۷۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۲ھ۔

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۸۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[4] ج ۱ ص ۲۸۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس قسم کے کلام کی اجازت دی ہے اور دوسروں کو منع کر دیا۔ علامہ عینی نے تیسرا جواب یہ ذکر کیا کہ خود اس قسم کا کلام کرنا آپ کا فعل ہے اور منع کرنا آپ کا قول ہے اور جب قول اور فعل میں تعارض ہو تو ہمارے لیے حجت آپ کا قول ہے۔ لے

بعض معاصرین نے اس سوال کے جواب میں لکھا ہے: چونکہ کمال ایمان کے لیے یہ دونوں محبتیں معتبر ہیں ہر ایک کا کوئی علیحدہ اعتبار نہیں اس لیے ماسوا ھما کی ضمیر تثنیہ ذکر کی ہے اور بئس الخطیب انت کی حدیث میں افراد ضمیر کا حکم اس لیے فرمایا کہ انسان کی گمراہی کے لیے ہر ایک عصیان علیحدہ علیحدہ کافی اور مستقل ہے۔ ئے اس جواب کی تفصیل یہ ہے کہ بخاری شریف میں یہ حدیث ہے۔

حلاوة الایمان ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما - اس جملہ میں بھی آپ نے اللہ اور رسول کا ذکر ایک ضمیر ھما میں کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حلاوت ایمان چونکہ اللہ اور رسول دونوں کی محبت سے مل کر پیدا ہوتی ہے اس لیے دونوں کو ایک ضمیر میں جمع فرمایا اور جب کہا جائے گا ومن یعصھما فقد غوی تو اس اصول سے یہ معنی ہوگا کہ غوایت میں اللہ اور رسول دونوں کی مجموعی معصیت کا دخل ہے حالانکہ ان میں سے کسی ایک کی معصیت بھی غوایت ہے اور چونکہ اس اعتبار سے یہ جملہ غلط تھا اس لیے آپ نے کہنے والے کو فرمایا بئس الخطیب انت اور اس کی مذمت کی۔ بعض معاصرین نے عمدۃ القاری سے قاضی عیاض کا یہ جواب بلا حوالہ نقل کرتے وقت یہ خیال نہیں کیا کہ سنن ابو داؤد میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: "ومن یعصھما فلا یضر الا نفسہ" بعض معاصرین کے نقل کردہ اصول سے اس حدیث کا یہ معنی ہوگا کہ جو اللہ اور رسول دونوں کی مجموعی معصیت کرے اس کو ضرر ہوتا ہے اور اگر ایک کی معصیت کرے تو ضرر نہیں ہوتا حالانکہ ایک کی معصیت بھی ضرر ہے۔ اس لیے اس سوال کے صحیح جواب وہی ہیں جو علامہ نووی اور علامہ عینی نے بیان کیے ہیں۔

عبادات میں نئے طریقوں سے صحابہ کی نفرت

حدیث نمبر ۱۹۱۳ میں ہے "حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ بشر بن مروان خطبہ میں دونوں ہاتھ بلند کر رہا تھا انھوں نے کہا اللہ ان دونوں ہاتھوں کو برباد کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوران خطبہ صرف انگلی سے اشارہ کرتے تھے" حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء کے موقع پر خطبہ میں دونوں ہاتھ بلند کیے ہیں لیکن چونکہ اس موقع پر آپ کا دونوں ہاتھ بلند کرنا ایک امر عارض کے سبب سے تھا اور یہ عام معمول نہیں تھا اس لیے حضرت عمارہ نے اس طریقہ سے نفرت اور برأت کا اظہار کیا اس سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عبادات میں ایسے نئے طریقے ایجاد کرنے سے سخت متنفر تھے جو مخالف سنت ہوں۔ اس کے تحت وہ امور نہیں آتے جو بجائے خود اطلاق شرعی کے افراد اور سنت کے عموم میں داخل ہیں جیسے تعیین عرفی سے وفات کے تیسرے، دسویں یا چالیسویں روز بعد ایصال ثواب کرنا، البتہ اس تعیین کو ضروری یا شرعی خیال کرنا بدعت سیئہ ہے۔

خطبۂ جمعہ کے دوران تحیۃ المساجد پڑھنے میں مذاہب

حدیث نمبر ۱۹۱۵ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے اس دوران ایک شخص آیا رسول اللہ صلی اللہ

لے ۔ علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۵۰ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

ئے ۔ مولانا غلام رسول رضوی ، تفہیم البخاری ج ۱ ص ۲۵ ، مطبوعہ مکتبہ تعمیر رضویہ فیصل آباد۔

علیہ وسلم نے اس سے پوچھا اے فلاں کیا تم نے نماز پڑھی ہے ؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا پڑھ لو۔ اور حدیث نمبر ۱۹۲۱ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن اس وقت آئے جب امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ اختصار کے ساتھ دو رکعت پڑھ لے۔

امام شافعی، امام احمد اور بعض تابعین کا نظریہ ہے کہ جمعہ کے دن جب کوئی امام کے خطبہ کے دوران آئے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لے اور بغیر دو رکعت نماز پڑھے اس کے لیے مسجد میں بیٹھنا مکروہ ہے۔ اس کے برخلاف امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک اور جمہور صحابہ اور تابعین کا نظریہ ہے کہ خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد نہ پڑھے کیونکہ خطبہ سننا واجب ہے۔[1]

امام اعظم ابوحنیفہ اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری، صحیح ابن خزیمہ اور جامع ترمذی میں فرمان رسالت ہے: من قال یوم الجمعۃ والامام یخطب انصت فقد لغا۔[2] "جس شخص نے خطبہ جمعہ کے دوران کسی سے کہا چپ ہو جاؤ اس نے بھی لغو کام کیا"۔ خطبہ جمعہ کے دوران بولنا حرام (قطعی) ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ۔ (جمعہ - ۹) جب جمعہ کے دن نماز کے لیے بلایا جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر (خطبہ جمعہ) کی طرف دوڑو۔ اور جب خطبہ جمعہ کی طرف دوڑنا فرض ہوا تو اس سے اعراض حرام ہوا اور دوران خطبہ بات کرنے میں خطبہ سننے سے اعراض ہے اس لیے دوران خطبہ بات کرنا حرام ہوا۔ اور صحیح بخاری، جامع ترمذی اور صحیح ابن خزیمہ کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بات کرنے والے کو چپ کرنے کے امر سے بھی منع فرما دیا ہے حالانکہ حرام کام سے روکنا اور امر بالمعروف کرنا فرض ہے لیکن جب کسی فرض کی ادائیگی خطبہ سننے سے مانع ہو تو وہ بھی ممنوع ہے لہٰذا خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد کی ادائیگی جو کہ ایک امر مستحب ہے بطریق اولیٰ ممنوع قرار پائے گی۔ دوسرا استدلال اس طرح ہے کہ جو کام خطبہ سننے سے مانع ہو وہ ممنوع ہے اور تحیۃ المسجد کی ادائیگی خطبہ سننے سے مانع ہے اس لیے دوران خطبہ تحیۃ المسجد کی ادائیگی ممنوع ہے۔ تیسرا استدلال اس طرح ہے کہ خطبہ جمعہ نماز کے قائم مقام ہے اور نماز کے دوران تحیۃ المسجد پڑھنا جائز نہیں اس لیے خطبہ کے دوران بھی تحیۃ المسجد پڑھنا جائز نہیں ہے۔

رہا یہ سوال کہ حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران خطبہ تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۱۹۲۱ سے ظاہر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم منسوخ ہے کیونکہ یہ اس زمانہ پر محمول ہے جب نماز میں بات کرنا مباح تھا اور جب نماز کے دوران بات کرنا مباح تھا تو دوران خطبہ بات کرنا بھی مباح ہوا اور دوران خطبہ نماز پڑھنا بھی مباح ہوا اس لیے آپ نے اس وقت کے اعتبار سے خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم دیا تھا لیکن جب آپ نے نماز کی طرح خطبہ کے دوران کلام سے منع فرما دیا تو پچھلا حکم منسوخ ہو گیا اور اب دوران خطبہ تحیۃ المسجد پڑھنا جائز نہ رہا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ اور تابعین نے دوران خطبہ نماز پڑھنے سے منع کیا ہے اگر یہ حکم منسوخ نہ ہوتا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے یہ کس طرح متصور ہو سکتا ہے کہ وہ اس کام سے منع کریں جس کا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہو۔ آثار صحابہ اور تابعین حسب ذیل ہیں:

عن ثعلبۃ بن ابی مالک القرظی قال ادرکت عمر وعثمان فکان الامام اذا خرج یوم الجمعۃ

ثعلبہ بن ابی مالک قرظی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا زمانہ پایا جب امام جمعہ کے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۸۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

[2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۸-۱۲۷، صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۱۵۳، جامع ترمذی ص ۱۰

ترکنا الصلوٰۃ۔ [۱]

دن (خطبہ دینے) جاتا تو ہم نماز ترک کر دیتے تھے۔

عن عطاء عن ابن عباس وابن عمر انھما کانا یکرھان الصلوٰۃ والکلام بعد خروج الامام۔ [۲]

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم امام کے خروج کے بعد نماز اور کلام کو مکروہ قرار دیتے تھے۔

عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ قال اذا قعد الامام علی المنبر فلا صلوٰۃ۔ [۳]

ہشام کہتے ہیں کہ عروہ کہتے تھے کہ جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو کوئی نماز جائز نہیں۔

عن ابن سیرین انہ کان یقول اذا خرج الامام فلا یصل احد حتی یفرغ الامام۔ [۴]

ابن سیرین کہتے ہیں کہ جب امام (خطبہ کے لیے) آجائے تو کوئی شخص نماز نہ پڑھے حتیٰ کہ امام (خطبہ سے) فارغ ہو جائے۔

حافظ زیلعی نے مسند اسحاق بن راہویہ سے سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

عن سائب بن یزید قال: کنا نصلی فی زمن عمر یوم الجمعۃ، فاذا خرج عمر وجلس علی المنبر قطعنا الصلوٰۃ الی قولہ فاذا سکت المؤذن خطب ولم یتکلم احد حتی یفرغ من خطبتہ۔

سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جمعہ کے دن نماز پڑھتے اور جب حضرت عمر آکر منبر پر بیٹھتے تو ہم نماز منقطع کر دیتے، جب مؤذن اذان دے چکتا تو حضرت عمر خطبہ دیتے اور اس وقت تک کوئی بات نہیں کرتا تھا جب تک آپ خطبہ سے فارغ نہ ہو جاتے

حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی سند کو جید قرار دیا ہے۔ [۶]

عن عقبۃ بن عامر قال الصلوٰۃ والامام علی المنبر معصیۃ۔ [۷]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اس وقت نماز پڑھنا معصیت ہے جب امام منبر پر ہو۔

عن ابراھیم قال قیل لعلقمۃ اتتکلم والامام یخطب او قد خرج الامام قال لا۔ [۸]

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ علقمہ سے کسی نے پوچھا کہ جس وقت امام خطبہ کے لیے نکلے یا خطبہ دے رہا ہو، اس وقت ہم بات کر سکتے ہیں؟ کہا نہیں!

۱۔ حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۱۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ۔
۲۔ " " " " "
۳۔ " " " " "
۴۔ " " " " "
۵۔ حافظ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۰۴ مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ۔
۶۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الدرایہ ج ۱ ص ۱۳۲۔
۷۔ امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۱۷، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور، پاکستان الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۴ھ
۸۔ " " "

تنبیہ: علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر نے خطبہ کے دوران نماز کے عدم جواز پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

ولابی حنیفۃ رحمہ اللہ قولہ علیہ السلام اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام[1] — امام ابوحنیفہ کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے جب امام آجائے تو نماز اور کلام جائز نہیں۔

حافظ زیلعی کہتے ہیں کہ امام بیہقی نے فرمایا یہ زہری کا قول ہے اس کو حضور کا فرمان قرار دینا وہم فاحش ہے[2]۔

تبلیغ اسلام اور تعلیم عقائد کی اہمیت

حدیث نمبر ۱۹۲۲ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، اثنائے خطبہ میں ایک شخص نے آکر دین اسلام کے بارے میں سوال کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ منقطع کر کے اسے تعلیم دی پھر خطبہ دیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا جو شخص طالب اسلام ہو اور عقائد اسلام کے بارے میں جاننا چاہے اس کو تعلیم دینا ہر فرض سے اہم ہے۔ متکلمین نے کہا کہ کوئی شخص کسی عالم سے کہے مجھے مسلمان کر دو اور وہ کہے میں تھوڑی دیر بعد مسلمان کروں گا تو وہ مسلمان کافر ہو گیا کیونکہ وہ تھوڑی دیر کے لیے اس کے کفر پر راضی ہو گیا۔

نوافل کو فصل سے پڑھنا

حدیث نمبر ۱۹۳۹ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک نماز کے ساتھ متصل دوسری نماز نہ پڑھی جائے۔ الا یہ کہ درمیان میں کلام ہو یا اس جگہ سے چلے جانا۔

علامہ نووی کہتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ فرض کے بعد نوافل کو متصل کر کے پڑھا جائے خواہ وہ نوافل سنن مؤکدہ ہوں یا غیر مؤکدہ۔

خطبہ جمعہ کے دوران صحابہ کرام کے اٹھ کر جانے کی توجیہ

حدیث نمبر ۱۸۹۶ میں ہے جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے کہ مدینہ میں ایک قافلہ آیا اور بارہ صحابہ کے سوا تمام صحابہ اس قافلہ کی طرف دوڑ پڑے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے بارہ صحابہ کے سوا سب چلے گئے تھے اور سنن دارقطنی میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ چالیس صحابہ بیٹھے رہے تھے جن میں میں بھی تھا (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۴ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

صحابہ کرام کا خطبہ چھوڑ کر جانا خطبہ جمعہ سننے کے حکم سے پہلے کا واقعہ ہے، اس وقت خطبہ نماز کے بعد دیا جاتا تھا، صحابہ کرام نماز جمعہ پڑھ کر گئے تھے اور ان کے خیال میں اس میں کوئی حرج نہیں تھا، حتیٰ کہ قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

واذا راوا تجارۃ او لھوا انفضوا الیھا وترکوک قائما۔ (جمعہ: ۱۱) — اور جب انھوں نے تجارت یا کھیل (تماشا) دیکھا تو اس کی طرف دوڑ پڑے، اور آپ کو (خطبہ میں) کھڑا چھوڑ گئے۔

اس آیت کے نزول کے بعد خطبہ سننا واجب ہو گیا۔ خیال رہے کہ صحابہ کرام کے تسامحات بعض اوقات قرآن مجید کی آیات کے نزول کا سبب ہوتے ہیں، بعض اوقات احکام شرعیہ کی تنفیذ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ فراہم کرنے کا سبب ہوتے ہیں، جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض صحابہ پر حد اور تعزیرات جاری فرمانا اور بعض اوقات ان کے تسامحات کی وجہ سے امت پر احکام شرعیہ سہل ہو جاتے ہیں، جیسے رمضان کی راتوں کا امت پر حلال ہو جانا۔

ہم نے جو لکھا ہے کہ صحابہ کا خطبہ چھوڑ کر جانا ابتدائی واقعہ ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے: امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مقاتل بن حیان روایت کرتے ہیں کہ (پہلے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ سے پہلے نماز جمعہ پڑھتے تھے جس طرح عیدین کی نماز میں ہوتا ہے، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ کے بعد خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص نے آکر بتایا کہ دحیہ بن خلیفہ مال تجارت لے آیا ہے، اس کے آنے پر دف بجایا جاتا تھا، سو لوگ اٹھ کر چلے گئے، ان کے گمان میں خطبہ ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا (اور نماز وہ پڑھ چکے تھے) تب اللہ تعالیٰ نے (سورۂ جمعہ کی مذکورہ) آیت نازل کی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ جمعہ کو مقدم کر دیا اور نماز جمعہ کو خطبہ سے مؤخر کر دیا پھر کوئی شخص نماز کے دوران نکسیر پھوٹ جانے یا وضو ٹوٹ جانے کی وجہ سے آپ سے اجازت لیے بغیر دوران خطبہ نہیں جاتا تھا،

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۳۷ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
[2] حافظ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۰۱ مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۵۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب صلوٰۃ العیدین

عید کا معنی

علامہ ابن منظور لکھتے ہیں: جس دن میں لوگوں کا اجتماع ہو اس کو عید کہتے ہیں، عید کا لفظ عود سے ماخوذ ہے جس کا معنی لوٹنا ہے کیونکہ یہ دن مسلمانوں پر بار بار لوٹ کر آتا ہے اس لیے اس کو عید کہتے ہیں یا عادت سے ماخوذ ہے کیونکہ اس دن میں مجتمع ہونا لوگوں کی عادت ہے، ازہری نے کہا اہل عرب کے نزدیک عید اس دن کو کہتے ہیں جس میں خوشی یا غم لوٹ کر آئے، ابن الاعرابی نے کہا عید کو عید اس لیے کہتے ہیں کہ یہ ہر سال نئی خوشی کے ساتھ لوٹ کر آتی ہے۔[1]

شیخ شوکانی لکھتے ہیں: ہر وہ دن جس میں کوئی خوشی لوٹ کر آئے عید کا دن ہے۔ خلیل نے کہا ہر وہ دن جس میں لوگ جمع ہوں عید کا دن ہے گویا لوگ اس دن کی طرف لوٹتے ہیں، ابن انباری نے کہا جس دن کوئی خوشی اور راحت لوٹے عید ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس دن ہر انسان اپنے مرتبہ کے مطابق اجر لے کر لوٹتا ہے۔[2]

علامہ شامی لکھتے ہیں کہ: عید کو اس لیے عید کہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر سال اس دن اپنے بندوں پر انواع واقسام کے احسانات لوٹاتا ہے، اور اس دن فرح، سرور اور نشاط و انبساط منانا لوگوں کی عادت ہے، نیز لکھتے ہیں کہ نیک شگون کے طور پر اس دن کو عید کہا جاتا ہے تاکہ ہماری زندگی میں یہ دن بار بار لوٹ کر آئے جس طرح قافلہ کو قافلہ نیک شگون کے لیے کہتے ہیں تاکہ جس طرح وہ جا رہا ہے، لوٹ کر آئے کیونکہ قافلہ کے معنی ہیں لوٹ کر آنے والا۔

علامہ طاہر پٹنی نے عید کا ذکر کرتے ہوئے یہ حدیث ذکر کی ہے لا تجعلوا قبری عیدا اور اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

لا تجتمعوا لزیارتہ اجتماعکم للعید فانہ یوم لھو وسرور وحال الزیارۃ بخلافہ الی قولہ ویحتمل کون النھی لدفع المشقۃ عن امتہ او لکراھتہ ان یجاوزوا فی تعظیم قبرہ فیفتتنوا بہ وربما یودی الی الکفر۔[3]

میری قبر کی زیارت کے لیے اس طرح جمع نہ ہونا جیسے تم لوگ عید کے لیے اجتماع ہوتا ہے کیونکہ عید خوشی منانے اور کھیل کود کا دن ہے، اور زیارت کا حال اس کے برخلاف ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے امت کی مشقت کے پیش نظر زیارت سے منع فرمایا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کو یہ بات ناپسند ہو کہ لوگ آپ کی قبر شریف کی تعظیم میں حد سے تجاوز کریں اور کسی ایسے فتنہ میں مبتلا ہو جائیں جس میں کفر کا اندیشہ ہو۔

---

[1] علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۳ ص ۳۱۹، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران ۱۴۰۵ھ۔

[2] شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار جز ۳ ص ۳۳۳ مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ مصر طبعۃ جدیدۃ ۱۳۹۸ھ۔

[3] علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ، مجمع بحار الانوار مطبوعہ نولکشور ہند۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے قبر انور کو عید بنانے سے اس لیے منع فرمایا ہو کہ جس طرح عید سال کے بعد آتی ہے تم بھی میری قبر ہر سال کے بعد آیا کرو بلکہ بکثرت آیا کرو کیونکہ آپ کی قبر کی زیارت آپ سے محبت کی علامت ایمان میں زیادتی کا سبب اور شفاعت کے حصول کا ذریعہ ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ جس طرح یکم شوال اور ۱۰ ذی الحج کی تاریخ عید کے لیے معین ہے اس طرح تم میری قبر کی زیارت کے لیے کوئی دن مقرر نہ کرنا کیونکہ یہ تعیین شرعی بدعت ہے۔ اور ہر حال میں آداب شریعت ملحوظ رہنے چاہئیں جن کی طرف علامہ طاہر پٹنی نے اشارہ فرمایا ہے۔

علامہ رافعی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے ۲ ہجری میں عید الفطر کی نماز پڑھی اس کے بعد ہمیشہ عیدین کی نماز پڑھتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ [1]

احناف کے نزدیک عیدین کے احکام

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک شہر والوں پر عید کی نماز پڑھنا واجب ہے۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ میں نے امام اعظم سے پوچھا:

قلت ارأیت العیدین هل یجب فیهما الخروج على اهل القرى والجبال والسواد؟ قال: لا انما یجب على اهل الامصار والمدائن۔ [2]

میں نے کہا: یہ بتلائیے کہ کیا بستیوں، پہاڑوں اور گاؤں والوں پر عیدین کی نماز پڑھنا واجب ہے۔ امام اعظم نے فرمایا نہیں، عیدین کی نماز صرف شہر والوں پر پڑھنا واجب ہے۔

عیدین کے وجوب کی وہی شرائط ہیں جو ہم جمعہ کے وجوب کی شرائط میں ذکر کر چکے ہیں۔ البتہ عیدین کی نماز کے لیے اذان اور اقامت نہیں ہوتی۔ عیدین کا خطبہ نماز کے بعد دیا جاتا ہے۔ عیدین کی نماز شہر سے باہر کھلے میدان میں پڑھنا سنت اور فضیلت ہے اگرچہ مسجد میں بھی پڑھنا جائز ہے لیکن اب کراچی اور لاہور ایسے شہروں میں تمام آبادی کا شہر سے نکل کر کسی میدان میں نماز پڑھنا مشکل ہے کیونکہ اتنے بڑے میدان ہی نہیں ہیں جس میں دس بیس لاکھ یا تمام مردوں کی گنجائش نکلے۔ عیدین کی نماز سے پہلے غسل کرنا، اچھے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا سنت اور مستحب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کی نماز سے پہلے کچھ کھا لیا کرتے تھے اور عید الاضحیٰ میں نماز کے بعد قربانی کر کے قربانی کے گوشت سے کچھ کھاتے تھے۔ [4] عیدین کی نماز کو جاتے وقت با آواز بلند تکبیرات پڑھنا سنت ہے (اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد) عید الفطر میں نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا اور عید الاضحیٰ میں نماز کے بعد قربانی کرنا اس مسلمان پر واجب ہے جو اس دن صاحب نصاب ہو۔ [3]

عیدین کے حکم میں ائمہ ثلاثہ کے مذاہب

امام شافعی کے نزدیک عیدین کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور اصحاب شافعیہ میں سے علامہ اصطخری کے نزدیک عیدین کی نماز فرض کفایہ

---

[1] علامہ عبد الکریم بن محمد رافعی شافعی متوفی ۶۲۳ھ، فتح العزیز ج ۵ ص ۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، المبسوط ج ۱ ص ۳۲۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔

[3] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۴۱، ۳۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[4] امام ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ ۳۱۱ھ، صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۳۴۱-۳۴۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۳۹۵ھ

ہے [1] قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عیدین کی نماز سنت مؤکدہ ہے [2] علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں کہ ظاہر مذہب یہ ہے کہ عیدین کی نماز فرض کفایہ ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مداومت کی ہے یہ وجوب کی دلیل ہے اور چونکہ اس کے لیے اذان نہیں دی جاتی اس لیے یہ وجوب کفائی ہے [3]

ائمہ ثلاثہ فرض اور وجوب میں فرق نہیں کرتے اسی طرح مکروہ تحریمی اور تنزیہی میں بھی فرق نہیں کرتے۔ اس اعتبار سے علامہ ابن قدامہ نے عیدین کی نماز پر کبھی فرض کفایہ کا اطلاق کیا ہے اور کبھی وجوب کفائی کا۔ احناف عیدین کی نماز کو واجب قرار دیتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس فعل پر بطور عبادت کے مداومت کریں وہ واجب ہوتا ہے اور عیدین کی نماز ایسی ہی ہے۔ لیکن فقہاء احناف کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ عید کی نماز سنت مؤکدہ ہے کیونکہ عید کی نماز کی قضا لازم نہیں ہے اور واجب کی قضا لازم ہے۔ اس کی تفصیل شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۷۸۴ میں دیکھئے

تکبیرات عیدین میں امام ابوحنیفہ کا مسلک

امام محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے امام اعظم ابوحنیفہ سے پوچھا: نماز عیدین میں تکبیرات کیسے پڑھے؟ امام اعظم نے فرمایا: امام کھڑا ہو کر ایک تکبیر کہہ کر نماز کا افتتاح کرے اس کے بعد تین تکبیریں کہے اس کے بعد سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے قرأت سے فارغ ہو کر تکبیر کہہ کر رکوع کرے۔ رکوع سے فارغ ہو کر سجدہ کرے دوسری رکعت میں کھڑا ہو اور سورہ فاتحہ اور سورہ پڑھے، قرأت سے فارغ ہو کر تین تکبیرات کہے پھر چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع کرے پھر سجدہ کرے پھر تشہد کے بعد سلام پھیر دے [4]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدین کی نماز میں کتنی تکبیرات پڑھی تھیں یہ امر کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں ہے۔ علامہ ابن جوزی کہتے ہیں: ولیس یروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی تکبیر العید من حدیث صحیح۔

صحابہ کرام سے تکبیرات عیدین کے بارے میں متعدد آثار مروی ہیں جن میں تکبیرات کی تعداد میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تیرہ، بارہ اور نو تکبیرات مروی ہیں۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سات تکبیرات مروی ہیں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے چھ تکبیرات مروی ہیں [5]۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت پر عمل کیا ہے کیونکہ نماز عید میں زائد تکبیرات اور زائد رفع یدین عام نمازوں کے طریقہ کے خلاف ہے، اور جو چیز امر معروف اور معہود کے خلاف ہو وہ جس قدر کم ہو اتنا بہتر ہے اور چونکہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کی روایت میں زائد تکبیرات سب سے کم مروی ہیں اس لیے ان کی روایت پر عمل کیا۔ دوسری وجہ ترجیح یہ ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت جابر کی بہ نسبت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ زیادہ فقیہ صحابی ہیں۔ بلکہ خلفاء راشدین کے بعد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی

---

[1] شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب ج ۵ ص ۲۰۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۳۴۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[3] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۲۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ۔

[4] حافظ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۱۱، مطبوعہ مجلس علمی ڈابھیل ہند الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ۔

[5] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۲۹۶-۲۹۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ۔

اللہ عنہ صحابہ کرام میں سب سے عظیم فقیہ ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی جس روایت سے استدلال کرتے ہیں وہ یہ ہے:

عن كردوس قال قدم سعيد بن العاص في ذي الحجة فارسل الى عبد الله و حذيفة و ابي مسعود الانصاري و ابي موسى الاشعري فسألهم عن التكبير فاسندوا امرهم الى عبد الله فقال عبد الله يقوم فيكبر ثم يكبر ثم يكبر فيقرء ثم يكبر و يركع و يقوم فيقرء ثم يكبر ثم يكبر ثم يكبر ثم يكبر الرابعة ثم يركع [1]

کردوس بیان کرتے ہیں کہ ذوالحجہ میں سعید بن العاص آئے انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت ابومسعود انصاری اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کے پاس ایک قاصد بھیج کر عیدین کی تکبیرات کے بارے میں سوال کیا تمام صحابہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا آپ اس سوال کا جواب دیں حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ (عید پڑھنے کے لیے) کھڑا ہو (اور تکبیر تحریمہ کے بعد) تکبیر کہے پھر تکبیر کہے —— اس کے بعد قرأت شروع کرے پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرے پھر دوسری رکعت میں کھڑا ہو قرأت کرے پھر تکبیر کہے پھر تکبیر کہے پھر تکبیر کہے پھر تکبیر کہے اور چوتھی تکبیر پر رکوع کرے۔

امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے کہ علقمہ اور اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت حذیفہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری بیٹھے ہوئے تھے ان دونوں سے سعید بن عاص نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں نماز کا طریقہ پوچھا ان دونوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ اس سوال کا جواب دیجئے حضرت ابن مسعود نے فرمایا:

فقال ابن مسعود: يكبر اربعا ثم يقرء ثم يكبر فيركع ثم يقوم في الثانية فيقرء ثم يكبر اربعا [2]

حضرت ابن مسعود نے فرمایا (بشمول تکبیر تحریمہ) چار تکبیرات کہے پھر قرأت کرے پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرے پھر دوسری رکعت میں کھڑا ہو پھر قرأت کرے پھر (بشمول تکبیر رکوع) چار تکبیرات کہے۔

شیخ ابن حزم نے بھی اپنی سند کے ساتھ اس روایت کو ذکر کیا ہے [3]

ان دونوں حدیثوں میں عیدین کی چھ زائد تکبیرات کا واضح ثبوت ہے۔ ایک اور سند سے یہ بات زیادہ صراحت کے ساتھ ذکر ہے۔

عن الاسود بن يزيد عن ابن مسعود

اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی

---

[1] امام ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۷۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ۔

[2] حافظ عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۲۹۴ - ۲۹۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولی ۱۳۹۰ھ۔

[3] شیخ ابومحمد بن حزم متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۵ ص ۸۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر الطبعۃ الاولی ۱۳۹۰ھ۔

فی الاولیٰ خمس تکبیرات بتکبیر الرکعۃ وبتکبیرۃ الاستفتاح وفی الرکعۃ الاخری اربعۃ بتکبیرۃ الرکوع [1]

اللہ عنہ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ اور تکبیر رکوع سمیت پانچ تکبیرات کہتے تھے اور دوسری رکعت میں تکبیر رکوع سمیت چار تکبیرات کہتے تھے۔

بعض روایات میں مذکور ہے کہ حضرت ابن مسعود عیدین کی نماز میں نو تکبیرات پڑھتے تھے اس نو سے اسی تفصیل کے ساتھ مراد ہیں یعنی چھ زائد تکبیرات پہلی رکعت میں بشمول تکبیر تحریمہ و تکبیر رکوع پانچ تکبیریں اور دوسری رکعت میں بشمول تکبیر رکوع چار تکبیریں اس کی مزید وضاحت اس روایت سے ہو جاتی ہے۔

عن ابراھیم انہ قال خرج الولید بن عقبۃ الی ابن مسعود وحذیفۃ و ابی موسی رضی اللہ عنہم فقال ان عیدکم غدا فکیف اصلی؟ فقال یا ابا عبد الرحمن اخبرہ فقال ابدء بالصلوۃ بلا اذان ولا اقامۃ؟ کبر فی الاولی خمسا اربعۃ قبل القراءۃ ثم اقرأ و کبر الخامسۃ فارکع بھا۔ ثم قم فاقرأ و وال مابین القراءتین ثم کبر اربعا وارکع باخرھن [2]

ابراہیم کہتے ہیں کہ ولید بن عقبہ حضرت ابن مسعود حضرت حذیفہ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم کے پاس گیا اور کہا کل تمہاری عید ہے میں کس طرح نماز پڑھاؤں حضرت ابوموسیٰ نے کہا اے ابوعبد الرحمن (حضرت ابن مسعود کی کنیت) اس کو مسئلہ بتلائیے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا بغیر اذان اور اقامت کے نماز شروع کرو اور پہلی رکعت میں پانچ تکبیریں کہو۔ چار تکبیریں قراءت سے پہلے (ایک تکبیر تحریمہ اور تین عید کی تکبیرات) پھر قراءت کرو پھر پانچویں تکبیر کے ساتھ رکوع کرو پھر کھڑے ہو کر قراءت اور الحمد اور سورت کو ملاؤ پھر چار تکبیریں کہو اور چوتھی تکبیر کے ساتھ رکوع کر لو۔

شیخ ابن حزم نے بھی چھ تکبیرات کی روایت درج کی ہے۔

ومن طریق شعبۃ عن خالد الحذاء و قتادۃ کلاھما عن عبد اللہ بن الحارث ھو ابن نوفل قال: کبر ابن عباس یوم العید فی الرکعۃ الاولی اربع تکبیرات ثم قرأ ثم رکع ثم قام فقرأ ثم کبر ثلاث تکبیرات سوی تکبیرۃ الصلوۃ [3]

عبد اللہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عید کے دن پہلی رکعت میں (بشمول تحریمہ) چار تکبیرات کہیں پھر قراءت کی پھر رکوع کیا پھر کھڑے ہوئے پھر قراءت کی پھر نماز کی تکبیر کے علاوہ تین تکبیرات کہیں۔

حضرت ابن عباس کی اس روایت کو اور حضرت ابن مسعود کی روایت کو (جس کو ہم پہلے ابن حزم کے حوالے کے ساتھ ذکر کر چکے ہیں) درج کرنے کے بعد شیخ ابن حزم لکھتے ہیں:

وھذان اسنادان فی غایۃ الصحۃ و

یہ دونوں سندیں انتہائی درجہ کی صحیح ہیں اور امام ابوحنیفہ

---

[1] حافظ عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۲۹۳ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ۔

[2] قاضی ابویوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ کتاب الآثار ص ۵۹، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل۔

[3] شیخ ابومحمد بن حزم متوفی ۴۵۶ھ المحلی ج ۵ ص ۸۳ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۰ھ۔

بهذا تعلق ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ[1] نے انہی کے ساتھ استدلال کیا ہے۔

مالکیہ کا مسلک

قاضی ابن رشد مالکی فرماتے ہیں: "امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ عیدین کی پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے بشمول تکبیر تحریمہ کے سات تکبیرات ہیں اور دوسری رکعت میں تکبیر قیام سمیت چھ تکبیرات ہیں"[2]
اس اعتبار سے امام مالک کے نزدیک عیدین میں گیارہ زائد تکبیرات ہیں اور دونوں رکعات میں تکبیرات قرأت سے پہلے ہیں۔

حنابلہ کا مسلک

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ امام ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ عیدین کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ سمیت سات تکبیرات کہے ان تکبیروں میں تکبیر رکوع کا اعتبار نہیں ہے اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیرات ہیں اور ان میں تکبیر قیام کا اعتبار نہیں ہے اور دونوں رکعات کی تکبیرات قرأت سے پہلے ہیں۔[3]

اس لحاظ سے امام احمد بن حنبل کے نزدیک بھی عیدین کی نماز میں گیارہ زائد تکبیرات ہیں۔

شافعیہ کا مسلک

شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی لکھتے ہیں: عیدین کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ اور تکبیر رکوع کے سوا سات تکبیرات کہے اور دوسری رکعت میں تکبیر قیام اور تکبیر رکوع کے سوا پانچ تکبیرات کہے اور دونوں رکعات کی تکبیرات قرأت سے پہلے ہیں۔[4]

اس اعتبار سے امام شافعی کے نزدیک عیدین کی نماز میں بارہ تکبیرات زائد ہیں۔

عید گاہ جاتے وقت راستہ تبدیل کرنا

سنت یہ ہے کہ جس راستے سے عید گاہ جائے، نماز پڑھ کر اس راستہ کی بجائے دوسرے راستے سے گھر جائے۔ حدیث شریف میں ہے:

عن جابر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم عید خالف الطریق۔[5]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عید کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم راستہ تبدیل کرتے تھے۔

راستہ تبدیل کرنے کی حکمتیں یہ ہیں (۱) دو راستے نمازی کی عبادت اور ذکر پر گواہی دیں (۲) ان راستوں کے رہنے والے جن و انس اس کے ذکر اور عبادت کے لیے جائے پر گواہ ہوں (۳) دونوں راستوں کو جائے عبادت کی گذرگاہ بننے کی فضیلت حاصل ہو (۴) دونوں راستوں پر شعار اسلام کا اظہار ہو۔ (۵) متعدد جگہوں پر ذکر الٰہی کا اظہار ہو۔ (۶) کفار پر مسلمانوں کا رعب اور دہشت قائم ہو۔ (۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر دونوں راستوں کے کفار اور منافقین غیظ سے جل جائیں (۸) راستہ کی تبدیلی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کفار کے مکر اور ساز شوں سے محفوظ رہیں (۹) دونوں راستوں کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مستفید ہوں (۱۰) دونوں جگہوں کو آپ کے گذرنے سے برکت حاصل ہو۔ (۱۱) دونوں راستوں کے مسائل پوچھنے والوں کو جواب دے سکیں۔ (۱۲) آپ راستہ میں ملنے والے لوگوں کو سلام کریں

[1] شیخ ابو محمد بن حزم متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۵ ص ۸۳ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر الطبعۃ الاولی ۱۳۵۰ھ۔
[2] قاضی ابو الولید محمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
[3] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۲ ص ۱۱۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولی ۱۴۰۵ھ۔
[4] شیخ ابو اسحاق شیرازی حنبلی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع المجموع ج ۵، ص ۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
[5] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

تاکہ انھیں جواب کا اجر حاصل ہو (۱۳) دونوں طرف کے رشتہ داروں اور احباب سے ملاقات کریں۔ (۱۴) راستہ میں کوئی قبرستان ہو تو قبر کی زیارت کا موقع حاصل ہو (۱۵) صلہ رحمی کے لیے (۱۶) راستہ کی تبدیلی کے سبب اللہ تعالیٰ کی رضا اور مغفرت کے حصول سے اپنے حال کے تغیر کا نیک شگون لیا جائے (۱۷) دونوں راستوں کے ضرورتمندوں پر صدقہ اور خیرات کی جائے (۱۸) اژدہام اور بھیڑ میں کمی کے لیے (۱۹) دوسرا راستہ دور کا اختیار کیا جائے تاکہ زیادہ مشقت سے زیادہ اجر حاصل ہو (۲۰) نماز عید کے لیے جانے والے نمازیوں کے گزرنے سے دونوں راستوں کے بے نمازیوں کے ضمیر پر ضرب لگے اور انھیں خیال آئے کہ ایک یہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے جا رہے ہیں اور ایک ہم ہیں جنھیں سال کے بعد بھی نماز پڑھنے کا ہوش نہیں آیا۔!

۱۹۴۱ - وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيْعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ شَهِدْتُ صَلٰوةَ الْفِطْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَكُلُّهُمْ يُصَلِّيْهَا قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ يَخْطُبُ قَالَ فَنَزَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ حِيْنَ يُجَلِّسُ الرِّجَالَ بِيَدِهٖ ثُمَّ اَقْبَلَ يَشُقُّهُمْ حَتّٰى جَآءَ النِّسَآءَ وَمَعَهٗ بِلَالٌ فَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا فَتَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ حَتّٰى فَرَغَ مِنْهَا ثُمَّ قَالَ حِيْنَ فَرَغَ مِنْهَا اَنْتُنَّ عَلٰى ذٰلِكَ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ وَّاحِدَةٌ لَمْ يُجِبْهُ غَيْرُهَا مِنْهُنَّ نَعَمْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ لَا يَدْرِيْ حِيْنَئِذٍ مَنْ هِيَ قَالَ فَتَصَدَّقْنَ فَبَسَطَ بِلَالٌ ثَوْبَهٗ ثُمَّ قَالَ هَلُمَّ فِدًى لَكُنَّ اَبِيْ وَاُمِّيْ فَجَعَلْنَ يُلْقِيْنَ الْفَتَخَ وَالْخَوَاتِيْمَ فِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ میں عید الفطر کے موقع پر رہا ہوں، یہ سب عید کی نماز خطبہ سے پہلے پڑھتے تھے، اس کے بعد خطبہ دیتے تھے۔ آج بھی یہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اپنے ہاتھ سے بٹھانا شروع کیا، پھر آپ لوگوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے عورتوں کے پاس تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال تھے، آپ نے یہ آیت پڑھی: (ترجمہ) "جب آپ کے پاس مومن عورتیں آئیں اور آپ سے اس بات پر بیعت کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں بنائیں گی" آیت کی تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا: کیا تم سب نے اس کا اقرار کر لیا؟ ان عورتوں میں سے صرف ایک عورت نے کہا: ہاں! یا نبی اللہ! راوی کہتے ہیں کہ پتہ نہیں کہ وہ عورت کون تھی! پھر ان سب عورتوں نے صدقہ کرنا شروع کیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا پھیلایا اور کہا آؤ! تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں! وہ عورتیں اپنے چھلے اور انگوٹھیاں اتار اتار کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔

۱۹۴۲- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ نَا أَيُّوبُ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُولُ أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ قَالَ ثُمَّ خَطَبَ فَرَأَى أَنَّهُ لَمْ يُسْمِعِ النِّسَاءَ فَأَتَاهُنَّ فَذَكَّرَهُنَّ وَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ وَبِلَالٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَائِلٌ بِثَوْبِهِ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْخَاتَمَ وَالْخُرْصَ وَالشَّيْءَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی اس کے بعد خطبہ دیا آپ نے خیال فرمایا کہ آپ کی آواز عورتوں تک نہیں پہنچ رہی پھر آپ عورتوں کے پاس آئے آپ نے ان کو وعظ اور نصیحت کی اور صدقہ کا حکم دیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ کپڑا پھیلائے ہوئے تھے، عورتیں انگوٹھی، چھلا اور دوسری چیزیں اس میں ڈالنے لگیں۔

۱۹۴۳- وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ ح وَحَدَّثَنِي يَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ كِلَاهُمَا عَنْ أَيُّوبَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت منقول ہے۔

۱۹۴۴- وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَنَا عَطَاءٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلَّى فَبَدَأَ بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ فَلَمَّا فَرَغَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فَأَتَى النِّسَاءَ فَذَكَّرَهُنَّ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى يَدِ بِلَالٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَبِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهُ يُلْقِينَ النِّسَاءُ صَدَقَةً قُلْتُ لِعَطَاءٍ زَكٰوةَ يَوْمِ الْفِطْرِ قَالَ لَا وَلٰكِنْ صَدَقَةً يَتَصَدَّقْنَ بِهَا حِينَئِذٍ تُلْقِي الْمَرْأَةُ فَتَخَهَا وَيُلْقِينَ وَيُلْقِينَ قُلْتُ لِعَطَاءٍ أَحَقًّا عَلَى الْإِمَامِ الْآنَ أَنْ يَأْتِيَ النِّسَاءَ حِينَ يَفْرُغُ فَيُذَكِّرَهُنَّ قَالَ إِي لَعَمْرِي إِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ لَا يَفْعَلُونَ ذٰلِكَ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کے دن خطبہ سے پہلے نماز پڑھی اس کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا۔ خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ (منبر سے) اترے اور عورتوں کے پاس گئے، آپ نے ان کو نصیحت کی درآں حالیکہ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ٹیک لگائی ہوئی تھی اور حضرت بلال نے کپڑا پھیلایا ہوا تھا اور عورتیں اس میں صدقہ ڈال رہی تھیں۔ راوی نے کہا میں نے عطاء سے پوچھا کیا صدقہ فطر ڈال رہی تھیں؟ عطاء نے کہا نہیں! لیکن وہ صدقہ کر رہی تھیں، عورتیں اس کپڑے میں چھلے ڈال رہی تھیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کیا اب امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ خطبہ سے فارغ ہو کر عورتوں کے پاس جائے اور ان کو نصیحت کرے؟ عطاء نے کہا ہاں ان کے لیے ضروری بات ہے وہ کیوں ایسا نہیں کرتے؟

۱۹۴۵- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نماز عید کے موقع پر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ يَوْمَ الْعِيْدِ فَبَدَأَ بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ بِغَيْرِ أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ ثُمَّ قَامَ مُتَوَكِّئًا عَلٰى بِلَالٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَأَمَرَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَحَثَّ عَلٰى طَاعَتِهِ وَوَعَظَ النَّاسَ وَذَكَّرَهُمْ ثُمَّ مَضٰى حَتّٰى أَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ فَقَالَ تَصَدَّقْنَ فَإِنَّ أَكْثَرَكُنَّ حَطَبُ جَهَنَّمَ فَقَامَتِ امْرَأَةٌ مِنْ سِطَةِ النِّسَاءِ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ فَقَالَتْ لِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لِأَنَّكُنَّ تُكْثِرْنَ الشَّكَاةَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ قَالَ فَجَعَلْنَ يَتَصَدَّقْنَ مِنْ حُلِيِّهِنَّ يُلْقِيْنَ فِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ أَقْرِطَتِهِنَّ وَخَوَاتِيْمِهِنَّ۔

کے ساتھ رہا ہوں آپ نے اذان اور اقامت کے بغیر خطبہ سے پہلے نماز عید پڑھائی، پھر حضرت بلال سے ٹیک لگا کر آپ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف رغبت دلائی اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کی پھر وہاں سے عورتوں کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو وعظ و نصیحت کی اور فرمایا صدقہ کیا کرو کیونکہ تم میں سے اکثر جہنم کا ایندھن ہو! عورتوں کے بیچلے حصہ سے ایک سیاہ رخساروں والی عورت کھڑی ہوئی اور کہنے لگی: کیوں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا اس وجہ سے کہ تم بکثرت شکایت کرتی ہو اور اپنے خاوند کی ناشکری کرتی ہو! حضرت جابر کہتے ہیں کہ پھر عورتوں نے اپنے زیورات کو صدقہ کرنا شروع کر دیا اور حضرت بلال کے کپڑے میں اپنی بالیاں اور انگوٹھیاں ڈالنے لگیں۔

١٩٣٦ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَا لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا يَوْمَ الْأَضْحٰى ثُمَّ سَأَلْتُهُ بَعْدَ حِيْنٍ عَنْ ذٰلِكَ فَأَخْبَرَنِيْ قَالَ أَخْبَرَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ أَنْ لَا أَذَانَ لِلصَّلٰوةِ يَوْمَ الْفِطْرِ حِيْنَ يَخْرُجُ الْإِمَامُ وَلَا بَعْدَ مَا يَخْرُجُ وَلَا إِقَامَةَ وَلَا نِدَاءَ وَلَا شَيْءَ وَلَا نِدَاءَ يَوْمَئِذٍ وَلَا إِقَامَةَ۔

حضرت ابن عباس اور حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو امام کے آنے کے وقت اذان ہوتی تھی نہ آنے کے بعد اور نہ اقامت ہوتی تھی۔

١٩٣٧ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَرْسَلَ إِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ أَوَّلَ مَا بُوْيِعَ لَهُ إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ لِلصَّلٰوةِ يَوْمَ الْفِطْرِ فَلَا تُؤَذِّنْ لَهَا قَالَ فَلَمْ يُؤَذِّنْ لَهَا ابْنُ الزُّبَيْرِ يَوْمَهُ وَأَرْسَلَ إِلَيْهِ مَعَ ذٰلِكَ إِنَّمَا الْخُطْبَةُ بَعْدَ الصَّلٰوةِ وَإِنَّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ يُفْعَلُ قَالَ فَصَلَّى ابْنُ الزُّبَيْرِ

عطا کہتے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے جب لوگوں نے بیعت کی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ عید کے موقع پر اذان نہیں دی جاتی لہٰذا تم عید پر اذان نہ دلوانا! حضرت ابن الزبیر نے عید پر اذان نہیں دلوائی اور یہ پیغام بھیجا کہ خطبہ بہر حال نماز کے بعد ہو گا اور وہ ایسا ہی کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابن الزبیر نے خطبہ سے پہلے عید کی نماز پڑھائی۔

قبل الخطبة.

۱۹۴۸- وحدثنا يحيى بن يحيى وحسن بن الربيع وقتيبة بن سعيد وأبو بكر بن أبي شيبة قال يحيى أنا وقال الآخرون نا أبو الأحوص عن سماك عن جابر بن سمرة قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم العيدين غير مرة ولا مرتين بغير أذان ولا إقامة.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئی مرتبہ بغیر اذان اور اقامت کے نماز عید پڑھی ہے۔

۱۹۴۹- حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة قال نا عبدة بن سليمان وأبو أسامة عن عبيد الله عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم وأبا بكر وعمر رضي الله عنهما كانوا يصلون العيدين قبل الخطبة.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما خطبہ سے پہلے عیدین کی نماز پڑھتے تھے۔

۱۹۵۰- حدثنا يحيى بن أيوب وقتيبة وابن حجر قالوا أنا إسمعيل بن جعفر عن داود بن قيس عن عياض بن عبد الله بن سعد عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يخرج يوم الأضحى ويوم الفطر فيبدأ بالصلوة فإذا صلى صلوته قام فأقبل على الناس وهم جلوس في مصلاهم فإن كان له حاجة ببعث ذكره للناس أو كانت له حاجة بغير ذلك أمرهم بها وكان يقول تصدقوا تصدقوا تصدقوا وكان أكثر من يتصدق النساء ثم ينصرف فلم يزل كذلك حتى كان مروان بن الحكم فخرجت مخاصرا مروان حتى أتينا المصلى فإذا كثير بن الصلت قد بنى منبرا من طين ولبن فإذا مروان ينازعني يده كأنه يجرني نحو المنبر وأنا أجره نحو الصلوة فلما رأيت ذلك منه قلت أين الابتداء بالصلوة فقال لا يا أبا سعيد قد

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر کو تشریف لے جاتے اور نماز سے ابتداء کرتے، نماز پڑھنے کے بعد لوگوں کی طرف جاتے درآں حالیکہ لوگ عید گاہ میں بیٹھے ہوئے ہوتے۔ اگر آپ کو کہیں لشکر بھیجنا ہوتا تو اس کا لوگوں سے ذکر کرتے اگر کوئی اور کام ہوتا تو اس کا حکم دیتے، اور فرماتے صدقہ کرو، صدقہ کرو، صدقہ کرو، عورتیں زیادہ صدقہ دیتی تھیں پھر آپ واپس تشریف لے جاتے۔ عید کا یہی معمول رہا حتیٰ کہ مروان بن حکم کا دور آ گیا، میں مروان کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے عید گاہ میں پہنچا وہاں کثیر بن الصلت کا بنایا ہوا اینٹوں اور مٹی کا منبر تھا۔ اچانک مروان مجھ سے اپنا ہاتھ چھڑانے لگا۔ وہ مجھے منبر کی طرف گھسیٹ رہا تھا اور میں اسے نماز کی طرف بلا رہا تھا جب میں نے اس کا اصرار دیکھا تو کہا نماز کے ساتھ ابتداء کہاں گئی؟ —— مروان نے کہا: اے ابو سعید! جس طریقہ کا تمہیں علم ہے وہ اب متروک ہو چکا ہے! میں نے کہا ہرگز نہیں! قسم اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تم اس سے بہتر طریقہ اختیار نہیں کر سکتے

تُرِكَ مَا تَعْلَمُ قُلْتُ كَلَّا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَأْتُونَ بِخَيْرٍ مِمَّا أَعْلَمُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ انْصَرَفَ.

جس کا مجھے علم ہے، حضرت ابوسعید تین بار یہ بات کہہ کر چلے گئے۔

۱۹۵۱ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ أَمَرَنَا تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُخْرِجَ فِي الْعِيدَيْنِ الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ وَأَمَرَ الْحُيَّضَ أَنْ يَعْتَزِلْنَ مُصَلَّى الْمُسْلِمِينَ.

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ عیدین کے موقع پر جوان اور پردہ نشین عورتوں کو لایا کریں اور حائضہ عورتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ مسلمانوں کی عید گاہ سے دور رہیں۔

۱۹۵۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنَّا نُؤْمَرُ بِالْخُرُوجِ فِي الْعِيدَيْنِ وَالْمُخَبَّأَةُ وَالْبِكْرُ قَالَتِ الْحُيَّضُ يَخْرُجْنَ فَيَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ يُكَبِّرْنَ مَعَ النَّاسِ.

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم کنواری اور پردہ نشین عورتوں کو عیدین میں نکلنے کا حکم دیا جاتا تھا اور حائضہ عورتیں لوگوں کے پیچھے رہا کرتی تھیں۔

۱۹۵۳ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُخْرِجَهُنَّ فِي الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى الْعَوَاتِقَ وَالْحُيَّضَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ فَأَمَّا الْحُيَّضُ فَيَعْتَزِلْنَ الصَّلٰوةَ وَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِحْدَانَا لَا يَكُونُ لَهَا جِلْبَابٌ قَالَ لِتُلْبِسْهَا أُخْتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا.

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم عید فطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر جوان، پردہ دار اور حائضہ عورتوں کو لے جایا کریں، اور حائضہ عورتیں عید گاہ سے دور رہیں لیکن وہ کار خیر اور مسلمانوں کی دعا میں شامل رہیں، حضرت ام عطیہ کہتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے کسی عورت کے پاس چادر نہیں ہوتی آپ نے فرمایا وہ اپنی بہن کی چادر اوڑھ لے۔

۱۹۵۴ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ أَنَا أَبِي قَالَ شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْأَضْحَى أَوْ فِطْرٍ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي خُرْصَهَا وَتُلْقِي سِخَابَهَا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ یا عید فطر کو تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ آپ نے عید سے پہلے نماز پڑھی نہ عید کے بعد پڑھی پھر آپ عورتوں کے پاس تشریف لے گئے، آپ کے ساتھ حضرت بلال تھے، آپ نے انہیں صدقہ کا حکم دیا، کوئی عورت اپنا چھلا ڈالتی اور کوئی اپنا ہار۔

۱۹۵۵ - وَحَدَّثَنِيهِ عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا ابْنُ إِدْرِيسَ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ غُنْدَرٍ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۹۵۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ سَعِيدٍ الْمَازِنِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَأَلَ أَبَا وَاقِدٍ اللَّيْثِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَا كَانَ يَقْرَأُ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ فَقَالَ كَانَ يَقْرَأُ فِيهِمَا بِقٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ وَاقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔

عبید اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو واقد اللیثی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز اضحی اور نماز فطر میں کیا پڑھتے تھے؟ انھوں نے کہا کہ آپ ان میں ق والقرآن المجید اور اقتربت الساعۃ وانشق القمر پڑھتے تھے۔

۱۹۵۷ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ نَا فُلَيْحٌ عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ قَالَ سَأَلَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَمَّا قَرَأَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَوْمِ الْعِيدِ فَقُلْتُ بِاقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَقٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ۔

حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن کیا قرأت کرتے تھے۔ میں نے کہا اقتربت الساعۃ اور ق والقرآن المجید۔

۱۹۵۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِي الْأَنْصَارِ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثٍ قَالَتْ وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَبِمَزْمُورِ الشَّيْطَانِ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَلِكَ فِي يَوْمِ عِيدٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا وَهَذَا عِيدُنَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے ہاں آئے درآں حالیکہ میرے پاس انصار کی دو (نابالغ) لڑکیاں وہ نظم گا رہی تھیں جس میں انصار کی جنگ بعاث کے افتخار کا بیان تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ وہ (باقاعدہ) گانے والی نہیں تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں یہ کیا شیطان کے ساز ہیں؟ اور یہ عید کا دن تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے!

۱۹۵۹ - وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو كُرَيْبٍ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اس میں

جَمِيْعًا عَنْ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِيْهِ جَارِيَتَانِ تَلْعَبَانِ بِدُفٍّ ۔

١٩٦٠ - وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو اَنَّ ابْنَ شِهَابٍ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِيْ اَيَّامِ مِنًى تُغَنِّيَانِ وَتَضْرِبَانِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَجًّى بِثَوْبِهٖ فَانْتَهَرَهُمَا اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَشَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ فَقَالَ دَعْهُمَا يَا اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّهَا اَيَّامُ عِيْدٍ وَقَالَتْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِيْ بِرِدَائِهٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَى الْحَبَشَةِ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ وَاَنَا جَارِيَةٌ فَاقْدُرُوْا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْعَرِبَةِ الْحَدِيْثَةِ السِّنِّ ۔

١٩٦١ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ عَلٰى بَابِ حُجْرَتِيْ وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ بِحِرَابِهِمْ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِيْ بِرِدَائِهٖ لِكَيْ اَنْظُرَ اِلٰى لَعِبِهِمْ ثُمَّ يَقُوْمُ مِنْ اَجْلِيْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَنَا الَّتِيْ اَنْصَرِفُ فَاقْدُرُوْا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيْثَةِ السِّنِّ حَرِيْصَةً عَلَى اللَّهْوِ ۔

١٩٦٢ - حَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ وَيُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى وَاللَّفْظُ لِهَارُوْنَ قَالَا اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَنَا عَمْرٌو اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِيْ جَارِيَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثٍ فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَ

ہے کہ وہ دونوں لڑکیاں دف بجا رہی تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایام منیٰ میں آئے اور ان کے پاس دو (نابالغ) لڑکیاں گا رہی تھیں اور دف بجا رہی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا اوڑھے لیٹے ہوئے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو ڈانٹ دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کپڑا ہٹا کر فرمایا: اے ابوبکر! ان کو چھوڑ دو یہ ایام عید ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی چادر میں چھپائے ہوئے تھے اور میں حبشیوں کو کھیلتے ہوئے دیکھ رہی تھی میں اس وقت کم سن تھی اور تم خود اندازہ کر لو کہ کھیل کود کی شائق کم سن لڑکی کتنی دیر کھیل دیکھنا چاہے گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے کمرے کے دروازہ پر کھڑے ہوئے تھے اور حبشی اپنے ہتھیاروں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں جنگی مشقیں کر رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی چادر میں چھپائے ہوئے تھے تاکہ میں ان کی مشقیں دیکھتی رہوں، حضور میری وجہ سے کھڑے رہے یہاں تک کہ میرا جی بھر گیا اور میں خود وہاں سے چلی گئی اب تم خود اندازہ کر لو کہ جو لڑکی کم سن اور کھیل کی شائق ہو وہ کب تک دیکھے گی!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے درآں حالیکہ میرے پاس دو (نابالغ) لڑکیاں جنگ بعاث کی نظم گا رہی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چہرہ پھیر کر لیٹ گئے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور مجھے ڈانٹ کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں شیطانی ساز؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حَوَّلَ وَجْهَهُ فَدَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَانْتَهَرَنِيْ وَقَالَ مِزْمَارُ الشَّيْطٰنِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعْهُمَا فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا فَخَرَجَتَا وَكَانَ يَوْمُ عِيْدٍ يَلْعَبُ السُّوْدَانُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ فَاِمَّا سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِمَّا قَالَ تَشْتَهِيْنَ تَنْظُرِيْنَ فَقَالَتْ نَعَمْ فَاَقَامَنِيْ وَرَآءَهُ وَخَدِّيْ عَلٰى خَدِّهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ دُوْنَكُمْ يَا بَنِيْ اَرْفِدَةَ حَتّٰى اِذَا مَلِلْتُ قَالَ حَسْبُكِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاذْهَبِيْ۔

ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ان کو رہنے دو۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ ہٹی تو میں نے ان لڑکیوں کو اشارہ کیا اور وہ چلی گئیں اور عید کے دن حبشی نیزوں اور ڈھالوں کے ساتھ کھیلتے تھے۔ یا میں نے کہا یا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے کہا جی! آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا درآں حالیکہ میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا اور آپ فرما رہے تھے اے بنو ارفدہ تم کھیلتے رہو حتی کہ جب میں اکتا گئی تو آپ نے فرمایا بس؟ میں نے کہا جی! آپ نے فرمایا اچھا جاؤ۔

۱۹۶۳۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ جَآءَ حَبَشٌ يَزْفِنُوْنَ فِيْ يَوْمِ عِيْدٍ فِي الْمَسْجِدِ فَدَعَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُ رَاْسِيْ عَلٰى مَنْكِبِهٖ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلٰى لَعِبِهِمْ حَتّٰى كُنْتُ اَنَا الَّتِيْ اَنْصَرِفُ عَنِ النَّظَرِ اِلَيْهِمْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ایک بار عید کے دن حبشی آ کر مسجد میں جنگی مشقیں کرنے لگے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا میں نے سر آپ کے کندھے پر رکھا اور ان کی مشقوں کو دیکھنے لگی حتی کہ میں خود ان کو دیکھنے سے سیر ہو گئی۔

۱۹۶۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِيْ زَائِدَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ كِلَاهُمَا عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرَا فِي الْمَسْجِدِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے لیکن اس میں مسجد کا ذکر نہیں ہے۔

۱۹۶۵۔ وَحَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ دِيْنَارٍ وَعُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ كُلُّهُمْ عَنْ اَبِيْ عَاصِمٍ وَاللَّفْظُ لِعُقْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَآءٌ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ قَالَ اَخْبَرَتْنِيْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ لِلَعَّابِيْنَ وَدِدْتُ اَنِّيْ اَرَاهُمْ فَقَالَتْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْتُ عَلَى الْبَابِ اَنْظُرُ بَيْنَ اُذُنَيْهِ وَعَاتِقِهٖ وَهُمْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے ان مشق کرنے والوں کے متعلق کہا کہ میں ان کی مشقیں دیکھنا چاہتی ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میں دروازہ پر کھڑے ہو گئے میں آپ کے کانوں اور کندھوں کے درمیان سے ان کو مشق کرتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

يَلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ قَالَ عَطَاءٌ فُرْسٌ أَوْ حَبَشٌ قَالَ وَقَالَ لِي ابْنُ عَتِيقٍ بَلْ حَبَشٌ.

۱۹۶۶ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا الْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِرَابِهِمْ إِذْ دَخَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَأَهْوَى إِلَى الْحَصْبَاءِ يَحْصِبُهُمْ بِهَا فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُمْ يَا عُمَرُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حبشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھیل رہے تھے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ آئے اور ان کو مارنے کی خاطر کنکریاں اٹھانے کے لیے جھکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! ان کو رہنے دو!

عیدین میں عورتوں کا جانا

حدیث نمبر ۱۹۴۵ میں نماز عید کے خطبہ کے ضمن میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے پاس جاکر خصوصاً نصیحت کی اور بتلایا کہ تم میں سے اکثر جہنم کا ایندھن ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ مجھے ادیت النار فاذا اکثر اھلھا النساء [1] مجھے جہنم دکھایا گیا اس میں زیادہ تر عورتیں تھیں اور اس کی وجہ یہ بتلائی کہ تم بکثرت شکایت کرتی ہو، خاوند کا شکر ادا نہیں کرتیں اور اس کی نافرمانی کرتی ہو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں جہنم اور جہنم والے دکھلا دیے تھے اور آپ کو علم تھا کہ جہنمیوں کی تعداد کتنی ہے۔ صحیح بخاری کی ایک اور حدیث میں ہے: انی رایت الجنۃ وتناولت عنقودا ولو اصبتہ لاکلتم منہ ما بقیت الدنیا [2] میں نے جنت کو دیکھا اور اس سے خوشے توڑنے لگا اگر میں وہ خوشے توڑ لیتا تو تم اس سے رہتی دنیا تک کھاتے رہتے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کو دنیا میں نہ صرف جنت دکھا دی گئی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس میں تصرف کی اجازت بھی عطا کر دی تھی اور آپ کو دنیا میں جنتیوں اور جہنمیوں کا علم عطا کر دیا تھا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ محسن اور منعم کی شکایت کرنا ممنوع ہے الا یہ کہ وہ مظلوم ہو کیونکہ مظلوم کا شکایت کرنا جائز ہے۔ قرآن مجید میں ہے لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم۔ (النساء: ۱۴۸) اللہ تعالیٰ مظلوم کے علاوہ اور کسی شخص سے برائی کا اعلان (شکایت) پسند نہیں کرتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منعم اور محسن کا شکر کرنا واجب ہے اور شوہر کی اطاعت کرنا اور اس کا حکم ماننا واجب ہے البتہ کسی گناہ میں شوہر کی اطاعت کرنا جائز نہیں ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عیدگاہ میں عورتوں کا جانا جائز ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب (علماء شافعیہ) کہتے ہیں کہ جو عورتیں بناؤ سنگھار نہ کرتی ہوں ان کا عیدین میں جانا مستحب ہے اور جو بناؤ سنگھار کرتی ہوں ان کا جانا جائز نہیں ہے [3] یہ بات صحیح اور برحق ہے کہ عہد رسالت میں بالعموم عورتیں نماز پڑھنے مسجد میں جایا کرتی تھیں لیکن وہ سیدھی

---

[1] امام ابوعبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

[2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴۴

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۹۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ ثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

سادہ سی عورتیں تھیں اور ایسا بناؤ سنگار نہیں کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل [1] اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں یہ چیزیں (جذبات کو برانگیختہ کرنے والا بناؤ سنگار) نکال لیتیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مسجد میں آنے سے روک دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا۔

ایک اور روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: لو رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث النساء بعده لمنعهن المساجد کما منعت نساء بنی اسرائیل فقلت ما هذه؟ او منعت نساء بنی اسرائیل قالت: نعم [2] اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کو دیکھ لیتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عورتوں نے ایجاد کر لی ہیں تو ان کو مساجد میں آنے سے منع کر دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کر دیا گیا تھا (راوی کہتے ہیں) میں نے پوچھا کیا بنی اسرائیل کی عورتوں کو (مسجد میں آنے سے) روک دیا گیا تھا فرمایا ہاں!

ائمہ احناف نے جو جوان عورتوں کو مسجد میں آنے سے مطلق منع کیا ہے غالباً اس کی بنیاد یہی حدیث ہے۔

امام محمد فرماتے ہیں میں نے امام اعظم ابو حنیفہ سے پوچھا:

قلت ارایت النساء هل علیهن خروج فی العیدین قال: قد کان یرخص لهن فی ذلك، فاما الیوم فانی اکره لهن ذلك قلت افتکره لهن ان یشهدن الجمعة و الصلوٰة المکتوبة فی جماعة؟ قال: نعم قلت فهل ترخص لشیء منهن قال: انا ارخص للعجوز الکبیرة ان تشهد العشاء والفجر و العیدین فاما غیر ذلك فلا۔ [3]

میں نے کہا یہ بتلائیے کیا عورتوں پر عید کی نماز کے لیے جانا واجب ہے؟ امام اعظم نے فرمایا پہلے انہیں اس کی اجازت تھی لیکن اب میں اس کو ناپسند کرتا ہوں۔ میں نے کہا آیا آپ ان کا باجماعت فرائض اور جمعہ کے لیے جانا بھی مکروہ قرار دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ میں نے کہا کیا ان کے لیے کچھ اجازت ہے۔ آپ نے فرمایا میں بوڑھی عورتوں کو عشاء، فجر اور عیدین میں جانے کی اجازت دیتا ہوں ان کے علاوہ اور کسی نماز کے لیے اجازت نہیں دیتا۔

حضرت عائشہ کا حبشیوں کے کھیل کو دیکھنا

١٩٦٠ سے لے کر ١٩٦٦ تک احادیث میں مذکور ہے کہ حبشی مسجد میں جنگی کھیل کھیل رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا تم یہ کھیل دیکھنا چاہتی ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جی! پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب تک چاہا سیر ہو کر دیکھتی رہیں۔ علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آلات جنگ کے ساتھ کھیلنا جائز ہے اسی طرح سے ہر وہ کھیل جو کسی نیک مقصد میں معین اور مفید ہو اس کو کھیلنا جائز ہے، اور عورتوں کے لیے مردوں کے

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ، صحیح بخاری ج ١ ص ١٢٠، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی طبع ثانی ١٣٨١ھ۔

[2] امام ابو بکر بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری متوفی ٣١١ھ، صحیح ابن خزیمہ ج ٣ ص ٩٨ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ١٣٩٥ھ

[3] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ١٨٩ھ، المبسوط ج ١ ص ٣٨٢ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔

کھیل کود دیکھنا جائز ہے بشرطیکہ عورتیں مردوں کے بدن اور چہرہ کو نہ دیکھیں کیونکہ عورت کے لیے اجنبی مرد کو دیکھنا حرام ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن (نور: ۳۱) "آپ مؤمنات سے کہیے کہ اپنی نظریں جھکا کر رکھیں" نیز آپ نے ام سلمہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ ابن ام مکتوم سے پردہ کرنا۔ انھوں نے عرض کیا وہ نابینا ہے دیکھ نہیں سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم بھی اندھی ہو؟ کیا تم اس کو نہیں دیکھتیں؟ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ اس حدیث کی بناء پر کہا گیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے صرف ان کے کھیل کو دیکھا تھا ان کے بدنوں کو نہیں دیکھا تھا اور جب بلا قصد نظر پڑی تو آپ نے فوراً نظر ہٹالی تھی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صغیرۃ السن تھیں اس لیے غیر مکلف تھیں[1]۔ علامہ عینی نے اس جواب پر یہ اعتراض کیا ہے کہ امام ابن حبان کی روایت سے ثابت ہے کہ حبشہ کا وفد سات ہجری میں آیا تھا اور اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر پندرہ سال تھی[2]۔ شیخ ولی الدین عراقی نے لکھا ہے کہ آپ کی بہن حضرت اسماء آپ سے دس سال بڑی تھیں[3] اور علامہ ابن اثیر[4] اور علامہ عسقلانی نے لکھا ہے کہ ہجرت کے وقت حضرت اسماء کی عمر ستائیس سال تھی[5] لہٰذا ہجرت کے وقت آپ کی عمر سترہ سال ہوئی اور اس واقعہ کے وقت چوبیس سال۔

اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت، حسن خلق اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ حسن معاشرت کا پتہ چلتا ہے۔

عید کے دن حضرت عائشہ کے سامنے بچیوں کا گانا

حدیث نمبر ۱۹۵۸، ۱۹۶۰ اور ۱۹۶۲ میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمارہے تھے اور انصار کی دو (نابالغ) لڑکیاں جنگ بعاث کے واقعات پر مشتمل انصار کی ایک نظم گا رہی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں جھڑکا اور کہا حضور کے سامنے یہ کیا شیطان کے راگ ہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔ اس حدیث سے جو مسائل معلوم ہوتے ہیں وہ یہ ہیں (۱) کہ ایسی نظم کا گر پڑھنا جس میں کوئی غیر شرعی امر نہ ہو جائز ہے اس کی مزید تفصیل ہم آئندہ عنوان کے تحت ذکر کریں گے (۲) نابالغ (غیر مشتہاۃ) لڑکیوں کی آواز سننے میں کوئی حرج نہیں ہے (۳) اگر کوئی شخص عمداً اپنی بیٹی کے گھر آجاتا ہو تو وہ اس کے شوہر کی موجودگی میں بھی بلا اجازت آسکتا ہے۔ (۴) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لڑکیوں کو حضور کے سامنے گانے سے منع کرنا اس بات پر محمول ہے کہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گانے بجانے اور مزامیر سے نفرت اور منع فرمانے کا علم تھا۔ (۵) باپ کا بیٹی کو تنبیہ کرنا جائز ہے خواہ وہ اس کے شوہر کے سامنے تنبیہ کرے۔ (۶) نہی عن المنکر یعنی برائی پر ٹوکنے کا ثبوت۔ (۷) گانے بجانے اور کھیل کود کی چیزیں اگرچہ درجہ اباحت میں ہوں بزرگوں کے سامنے ان میں بلا اجازت اشتغال کی ممانعت (۸) مرید اگر شیخ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۹۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۷۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

[3] الاکمال فی اسماء الرجال مع المشکوۃ ص ۵۸۷، مطبوعہ رشیدیہ دہلی۔ [4] اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۹۲ مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان

[5] اصابہ ج ۴ ص ۲۳۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ۔

کے سامنے کوئی نامناسب کام دیکھے تو اس پر انکار کرے۔ یہ انکار شیخ کے ادب اور اس کی تعظیم کے پیش نظر ہو (۹) شاگرد کا استاذ کے سامنے فتویٰ دینا جب کہ اس کے علم میں یہ بات ہو کہ وہ استاذ کی رائے کے مطابق فتویٰ دے رہا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابو بکر نے یہ گمان کیا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوئے ہوئے ہیں جب آپ بیدار ہوں گے تو لڑکیوں کو گاتے ہوئے دیکھ کر حضرت عائشہ پر ناراض ہوں گے اس لیے حضرت عائشہ پر شفقت کرتے ہوئے ان لڑکیوں کو منع کیا۔

(۱۰) عید کے دن بچیوں کے لیے کھیل کود اور گانے کا جواز ہر چند کہ نابالغ بچیوں کے لیے عید کے علاوہ دوسرے ایام میں بھی کھیل کود اور گانا جائز ہے (بشرطیکہ اس میں کوئی فحش بات نہ ہو) لیکن عید کے دن اس کی خصوصیت کے ساتھ رخصت ہے۔

گانے کا شرعی حکم

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ گانے کی تحریم میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ یہ اس لہو و لعب سے ہے جو مذموم ہے البتہ جو گانا محرمات سے خالی ہو اس کی قلیل مقدار عید اور شادی کے موقع پر جائز ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک گانا حرام ہے، اہل عراق کا بھی یہی قول ہے، امام شافعی کے نزدیک گانا مکروہ ہے اور یہی امام مالک کا مذہب ہے۔ صوفیہ کی ایک جماعت نے اس باب کی حدیث سے ساز کے ساتھ اور بغیر ساز کے گانے کے جواز پر استدلال کیا ہے ان کا یہ استدلال اس وجہ سے مردود ہے کہ وہ بچیاں صرف جنگ کے حالات پر مشتمل نظم گا رہی تھیں، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی تھی لیکن وہ معروف گانا جو خوابیدہ جذبات کو بیدار کرتا ہے جس میں عورتوں، بے ریش لڑکوں اور شراب وغیرہ کی تعریف ہوتی ہے (جیسے غزلیں اور فلمی گانے) ان کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اور جاہل صوفیوں نے غنا میں جو بدعات پیدا کر لی ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اگر تم غنا میں ان کے اقوال اور افعال کو دیکھو تو زندیقی کے آثار دیکھو گے۔[1]

علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس حدیث کی شرح میں یہی لکھا ہے[2]۔ علامہ وشتانی لکھتے ہیں کہ علامہ مازری نے فرمایا ہے کہ آلات موسیقی کے ساتھ گانا ممنوع ہے اور بغیر آلات کے گانا امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک مکروہ اور احناف کے نزدیک ممنوع ہے اور اصحاب شافعی نے امام مالک سے جواز نقل کیا ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ امام مالک کے مذہب میں مشہور ممانعت ہے جواز نہیں۔ علامہ قرطبی نے فرمایا کہ بعض صوفیہ نے آلات فساد کے ساتھ گانے بجانے کا نام سماع رکھا ہے اس کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور بہت سے لوگ اس کی تحریم سے ناواقف ہیں حتیٰ کہ ان سے مجنونوں کے سے افعال ظاہر ہوتے ہیں وہ موسیقی کی دھنوں پر رقص کرتے ہیں اور ایک قوم ان امور میں یہاں تک پہنچی ہے کہ اس نے ان امور کو نیکی اور اعمال صالحہ میں سے قرار دیا، اور یہ بے دینی کے آثار میں سے ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے بدعات اور فتنوں سے پناہ مانگتے ہیں اور اتباع سنت کا سوال کرتے ہیں[3]۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ گانے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اہل حجاز کی ایک جماعت نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ امام مالک سے بھی جواز کی ایک روایت ہے۔ امام ابو حنیفہ اور اہل عراق نے گانے کو حرام قرار دیا ہے۔ امام شافعی مکروہ کہتے ہیں امام

---

[1] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۷۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

[2] علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۲ ص ۴۴۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ۔

[3] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۴۔۴۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

مالک کا مشہور مذہب بھی یہی ہے۔ مجوزین اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور مانعین یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ گانا شجاعت اور جنگ کی حکمتوں کے واقعات کی نظم تھی، اس قسم کے گانے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اختلاف اس گانے میں ہے جو نفسانی خواہشات پر اُبھارے اور بُرے کاموں پر برانگیختہ کرے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں ان لڑکیوں کے گانے میں جنگ اور بہادری کے اشعار تھے اس سے نفس میں ہیجان نہیں ہوتا وہ لڑکیاں صرف آواز بلند کر رہی تھیں۔ اسی وجہ سے حضرت عائشہ نے فرمایا "وہ گانے والی نہیں تھیں"۔ یعنی وہ پیشہ ور گانے والی نہیں تھیں جو جذبات بھڑکانے والے فحش گیت گاتی ہیں صرف آواز بلند کرنا اور ترنم سے پڑھنا مباح ہے۔ صحابہ کرام نے اس کی اجازت دی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس طرح کا غنا کیا ہے اور اس قسم کا گانا مباح ہے [1] (یعنی جس گانے میں جذبات کو بھڑکانے والے فحش اشعار نہ ہوں، امور محمودہ کو باآواز بلند اور ترنم سے پڑھنا جائز ہے)۔ علامہ کرمانی [2] اور ملا علی قاری [3] نے بھی علامہ نووی کے قول پر اعتماد کر کے اس کو نقل کیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: یہ حدیث مخصوص طریقہ سے گانے کے جواز پر دلالت کرتی ہے اس سے مطلقاً اباحت (اجازت) لازم نہیں آتی البتہ فرع میں نص نہ ہونے کی وجہ سے اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے اور فرع کے ہونے میں اختلاف ہے اور انصاف یہ ہے کہ اس کی حرمت پر شراب اور زنا کی حرمت کی طرح کوئی دلیل نہیں ہے اور بعض متاخرین محدثین نے تصریح کی ہے کہ گانے کی حرمت میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ غنا کی حرمت پر کوئی دلیل قطعی ہے نہ اباحت پر اور اصل اشیاء میں اباحت ہے اس کے باوجود اس بات میں شک نہیں ہے کہ گانے کو دائمی معمول بنا لینا اتباع سنت کے خلاف ہے۔ فقہاء نے اس مسئلہ میں بہت سختی کی ہے لیکن ان کا مقصود برائی کو جڑ سے اکھاڑنا ہے اور صحیح یہ ہے کہ امام اعظم کے نزدیک گانا مکروہ ہے [4]۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی، قاضی عیاض مالکی اور علامہ نووی شافعی وغیرہم کی تصریحات سے ظاہر ہو گیا کہ جس نظم میں اللہ تعالیٰ کی حمد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت، صحابہ کرام کی منقبت، علم و حکمت، وعظ و نصیحت اور امور محمودہ ہوں اس کو کسی قسم کے ساز کے بغیر گا کر ترنم اور آواز کے زیر و بم کے ساتھ پڑھا جائے وہ ائمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے اور جذبات کو بھڑکانے والی عشقیہ غزلیں اور ایسا منظوم کلام جس میں ناجائز امور کا ذکر اور ان کی ترغیب ہو اس کو گا کر پڑھنا ائمہ اربعہ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔ فقہاء اربعہ کی جن عبارات میں اس پر حرام کا اطلاق کیا گیا ہے اس سے مراد ظنی اور اجتہادی حرمت ہے جو مکروہ تحریمی کے مترادف ہے اس حرمت سے ان کی مراد ایسی حرمت قطعیہ نہیں ہے جیسی شراب اور زنا کی حرمت ہے اس لیے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا یہ فرمانا بالکل صحیح ہے کہ غنا (گانے) کی حرمت پر ایسی دلیل قطعی نہیں ہے جیسے شراب اور زنا کی حرمت پر ہے۔ کیونکہ اس کی حرمت دلائل ظنیہ سے ثابت ہے۔ اب ہم سطور ذیل میں احناف کثرہم اللہ کے مسلم فقہاء کی عبارات کی روشنی میں غنا (گانے) کا شرعی حکم بیان کریں گے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ، شرح مسلم ج ٢ ص ٢٩١ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ١٣٧٥ھ۔

[2] علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ٧٨٦ھ، تحقیق الکواکب الدراری ج ٦ ص ٦١، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت الطبعۃ الثانیہ ١٤٠١ھ

[3] ملا علی قاری حنفی هروی متوفی ١٠١٤ھ، مرقات ج ٣ ص ١٨٩ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ١٣٩٢ھ۔

[4] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ١٠٥٢ھ، اشعۃ اللمعات ج ١ ص ٦٠٠، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ طبع نہم۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں:

ان فی التغنی لاسماع نفسہ ولدفع الوحشۃ خلافا بین المشائخ منہم من قال لا یکرہ انما یکرہ ما کان علی سبیل اللہو احتجاجا بما روی عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہ دخل علی اخیہ البراء بن مالک وکان من زہاد الصحابۃ وکان یتغنی وبہ اخذ شمس الائمۃ السرخسی رحمہ اللہ ومن المشائخ من کرہ جمیع ذلک وبہ اخذ شیخ الاسلام ویحمل حدیث البراء بن مالک انہ کان ینشد الاشعار المباحۃ التی فیہا ذکر الحکم والمواعظ فان لفظ الغناء کما یطلق علی المعروف یطلق علی غیرہ قال صلی اللہ علیہ وسلم من لم یتغن بالقرآن فلیس منا وانشاد المباح من الاشعار لا باس بہ ومن المباح ان یکون فیہ صفۃ امراۃ مرسلۃ بخلاف ما اذا کانت بعینہا حیۃ ووصف الخمر المہیج الیہا والدیریات والحانات والہجاء لمسلم او ذمی اذا اراد المتکلم ہجاءہ لا اذا اراد انشاد الشعر للاستشہاد بہ او لتعلم فصاحتہ وبلاغتہ الی قولہ فلا وجہ لمنعہ علی ہذا۔[1]

اپنے دل میں گانا گانے یا پریشانی دور کرنے کے لیے گانے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ بعض مشائخ نے کہا ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے یہ اس وقت مکروہ ہوگا جب بطور لہو ہو، کیونکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے بھائی حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو وہ گا رہے تھے حالانکہ وہ انتہائی زاہد صحابی تھے، امام شمس الائمہ سرخسی نے اسی وجہ سے اس قسم کے گانے کو جائز قرار دیا ہے۔ بعض مشائخ نے گانے کی تمام اقسام کو مکروہ قرار دیا ہے شیخ الاسلام کا یہی نظریہ ہے۔ اور حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ اس قسم کے اشعار گنگنا رہے تھے جن میں حکمت اور نصیحت کی باتیں تھیں کیونکہ گانے کا اطلاق جیسے معروف گانے پر ہوتا ہے اس کے علاوہ پر بھی ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قرآن کو غنا (خوش آوازی) سے نہیں پڑھا وہ ہمارے طریقہ (محمودہ) پر نہیں ہے اور مباح اشعار پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس شعر میں کسی غیر معین عورت کا ذکر ہو وہ شعر مباح ہے بخلاف ان اشعار کے جن میں کسی زندہ معین عورت کا ذکر ہو یا شراب کا وصف ہو، شراب کی دکانوں اور جام کو گردش میں لانے والیوں کا بیان ہو۔ یا کسی مسلمان یا ذمی کی بالارادہ ہجو ہو اور جب کسی چیز پر استدلال کے لیے شعر پڑھا جائے یا فصاحت و بلاغت ظاہر کرنے کے لیے تو اس کو منع کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

امام ابن ہمام کی اس عبارت کو علامہ ابن نجیم[2] نے بھی بیان کیا ہے۔

علامہ بابرتی رحمہ اللہ نے بھی اشعار کو گا کر پڑھنے میں یہی فرمایا ہے کہ اگر ان کا مضمون وعظ و حکمت وغیرہ پر مبنی ہے تو ان کو گا کر پڑھنا جائز ہے اور اگر ان کا مضمون ایسا نہیں ہے تو ان کا پڑھنا مکروہ ہے[3] علامہ شامی نے بھی علامہ ابن ہمام کی بیان

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۶ ص ۴۸۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۷ ص ۸۸ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

[3] علامہ اکمل الدین محمد بن محمد بابرتی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ علی ہامش الفتح ج ۶ ص ۴۸۵ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

کردہ تفصیل پر اعتماد کیا ہے۔ [1]

عالمگیری میں ہے:

اختلفوا فی التغنی المجرد قال بعضهم انه حرام مطلقاً والاستماع الیه معصیة وهو اختیار شیخ الاسلام ولو سمع بغتة فلا اثم علیه ومنهم من قال لا باس بان یتغنی لیستفید به نظم القوافی والفصاحة ومنهم من قال بجواز التغنی لدفع الوحشة اذا کان وحده ولا یکون علی سبیل اللهو والیه مال شمس الائمة السرخسی ولو کان فی الشعر حکم او عبر او فقه لا یکره کذا فی التبیین واذا کان فی الشعر صفة المرأة ان کانت امرأة بعینها وهی حیة یکره وان کانت میتة لا یکره وان کانت امرأة مرسلة لا یکره وفی النوازل قراءة شعر الادب اذا کان فیه ذکر الفسق والخمر والغلام یکره [2]

بغیر ساز کے گانے میں بھی اختلاف ہے، بعض فقہاء نے کہا یہ مطلق حرام ہے اور اس کا سننا گناہ ہے، شیخ الاسلام کا یہی نظریہ ہے اور اگر بلا قصد سن لیا تو گناہ نہیں ہے، بعض فقہاء نے کہا ہے فصاحت اور نظم قوافی کے استفادہ کے لیے گانے میں کوئی حرج نہیں ہے، بعض فقہاء نے کہا جب اکیلا ہو تو پریشانی دور کرنے کے لیے گانے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ یہ بر سبیل لہو نہ ہو، شمس الائمہ سرخسی کا یہی نظریہ ہے اور اگر اشعار میں حکمت، عبرت یا فقہ کی بات ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ تبیین میں اسی طرح ہے اور اگر شعر میں کسی زندہ اور معین عورت کا ذکر ہو تو مکروہ ہے اور اگر فوت شدہ عورت کا ذکر ہو تو کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح غیر معین عورت کا ذکر بھی مکروہ نہیں ہے، نوازل میں ہے کہ جب اشعار میں فسق، شراب اور بے ریش لڑکوں کا ذکر ہو تو اس کا گانا مکروہ ہے۔

غنا اور آلات موسیقی کے شرعی احکام کی تفصیل

غنا گانے کو کہتے ہیں اور گانے کا شرعی حکم احادیث صحیحہ اور عبارات فقہاء کی روشنی میں یہ ہے کہ گانے کا مضمون اگر جائز ہو تو گانا جائز ہے اور اگر گانے کا مضمون ناجائز ہو تو گانا ناجائز ہے نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ عورتوں کا مردوں کے سامنے گانا یا مردوں کا عورتوں کے سامنے گانا یا حجاب کی اوٹ سے مردوں کا عورتوں کی آواز میں گانا سننا بہرحال ناجائز ہے خواہ گانے کا مضمون کیسا بھی ہو۔

بکثرت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آلات موسیقی کے بجانے اور آلات موسیقی کی آواز سننے کو حرام کر دیا ہے خواہ وہ آلات موسیقی ہاتھ سے بجانے والے ہوں جن کو معازف کہتے ہیں یا وہ آلات موسیقی منہ سے بجانے والے ہوں جن کو عربی میں مزامیر کہتے ہیں، البتہ احادیث میں نکاح، ولیمہ اور عید کے موقع پر صرف دف بجانے کی رخصت اور اجازت ہے لیکن ان مخصوص مواقع پر اجازت کے ثبوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ دف یا دیگر آلات موسیقی کا مطلقاً بجانا جائز ہو کیونکہ اولاً تو دیگر احادیث صحیحہ میں دف سمیت تمام آلات موسیقی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً حرام فرما دیا ہے، اس لیے اجازت انہی مواقع کے ساتھ مخصوص رہے گی اور مذاہب اربعہ کے فقہاء نے ایسا ہی کیا ہے ثانیاً اس لیے کہ حدیث

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۵ ص ۲۰۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۲، مطبوعہ مطبعہ کبری امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

شریف سے یہ ثابت ہے کہ یہ رخصت نکاح کے لیے دی گئی تھی اور صحابہ کرام نے بھی اس رخصت کو انھی مواقع کے ساتھ مخصوص قرار دیا تھا اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب دف کی آواز سنتے تو تحقیق کرتے تھے کہ یہ دف کس موقع پر بجایا جا رہا ہے اگر نکاح کا موقع ہوتا تو خاموش رہتے ورنہ تعزیر کے لیے دُرّہ اٹھا لیتے نیز احادیث، آثار اور مذاہب اربعہ کے فقہا کی عبارات میں یہ بھی تصریح ہے کہ یہ رخصت صرف دف بجانے کے لیے ہے کسی اور ساز کی رخصت نہیں ہے

احکام شرعیہ میں اس قسم کے احکام کی متعدد مثالیں ہیں مثلاً کسی شخص کے لیے نامحرم عورت کو دیکھنا جائز نہیں حالانکہ حدیث شریف میں نکاح کے قصد سے نامحرم عورت کو دیکھنے کی رخصت اور اجازت ہے اب اس خاص موقع پر اجازت کے ثبوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ حکم عام ہو جائے اور ہر شخص کے لیے اجنبی اور نامحرم عورت کو دیکھنا جائز ہو خواہ نکاح کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح مردار کو کھانا جائز نہیں حالانکہ حدیث شریف میں مچھلی اور ٹڈی کے حلال ہونے کا ذکر ہے، اور خون بھی حرام ہے حالانکہ حدیث شریف میں جگر اور تلی کو کھانے کی اجازت دی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احلت لنا میتتان و دمان فاما المیتتان فالحوت والجراد واما الدمان فالکبد والطحال ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔[1] "ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کر دیے گئے وہ دو مردار مچھلی اور ٹڈی ہیں اور وہ دو خون جگر اور تلی ہیں" اب اس خاص رخصت کی بناء پر کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ مچھلی اور ٹڈی میں مردار کی رخصت کو دیکھ کر بقیہ تمام مرداروں کو حلال قرار دے یا جگر اور تلی میں خون کی رخصت دیکھ کر ہر خون کو حلال قرار دے کیونکہ دوسرے دلائل سے خون اور مردار کی حرمت ثابت ہے علیٰ ہذا القیاس، نکاح، عید اور ولیمہ کے مواقع پر دف بجانے کی رخصت کی بناء پر مطلقاً دف بجانے کی رخصت لازم آئے گی نہ دیگر آلات موسیقی کی، کیونکہ دیگر دلائل سے تمام آلات موسیقی کی مطلقاً حرمت ثابت ہے اس لیے اس رخصت کا ثبوت انھی مواقع میں منحصر رہے گا جن کا احادیث میں ذکر آگیا ہے۔

غنا (گانے) کے حکم شرعی کے بارے میں ہم عبارات فقہاء ذکر کر چکے ہیں آلات موسیقی کے شرعی احکام جو ہم نے بیان کیے ہیں ان کے ثبوت میں پہلے ہم احادیث اور آثار صحابہ کا ذکر کریں گے۔ اس کے بعد مذاہب اربعہ کے فقہاء اور محدثین کی عبارات قارئین کی نذر کریں گے۔ فنقول و باللہ التوفیق۔

احادیث اور آثار سے آلات غنا کی حرمت

عن عبد الرحمٰن بن غنم الاشعری قال حدثنی ابو عامر او ابو مالک الاشعری واللہ ما کذبنی سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لیکونن من امتی اقوام یستحلون

عبد الرحمٰن بن غنم اشعری کہتے ہیں کہ مجھے ابو عامر یا ابو مالک اشعری نے حدیث بیان کی اور بخدا انھوں نے جھوٹ نہیں کہا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے "میری امت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے

---

[1] امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور طبع ثانی ۱۴۰۲ھ

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ سنن ابن ماجہ ص ۲۴۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

الحر والحریر والخمر والمعازف ولینزلن اقوام الی جنب علم یروح علیہم بسارحۃ لہم یاتیہم یعنی الفقیر لحاجۃ فیقولوا ارجع الینا غدا فیبیتہم اللہ ویضع العلم ویمسخ آخرین قردۃ وخنازیر الی یوم القیامۃ [۱]

جو زنا، ریشم، شراب اور باجوں (آلات غنا) کو حلال قرار دیں گے اور کچھ ایسے لوگ پہاڑ کے دامن میں رہیں گے کہ جب شام کو وہ اپنے جانوروں کا ریوڑ لے کر لوٹیں گے اور ان کے پاس کوئی فقیر اپنی حاجت لے کر آئے گا تو کہیں گے "کل آنا"۔ اللہ تعالیٰ پہاڑ گرا کر ان کو ہلاک کر دے گا اور دوسرے لوگوں (شراب اور باجوں وغیرہ کو حلال کرنے والوں) کو مسخ کر کے قیامت تک کے لیے بندر اور خنزیر بنا دے گا۔

اس حدیث میں معازف (آلات غنا) کے حلال کرنے والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ کیے جانے کی وعید سنائی ہے۔ بندر اور خنزیر کی شکل میں تبدیل کیے جانے سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ حقیقتاً بندر اور خنزیر کی شکل میں متشکل کر دیے جائیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے اخلاق یا ان کے قلوب بندر اور خنزیر کے اخلاق اور قلوب کے ساتھ تبدیل کر دیے جائیں۔

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الجرس مزامیر الشیطان [۲]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھنٹی شیطان کا مزمار (بانسری) ہے۔

عن ابی امامۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تبیعوا القینات ولا تشتروھن ولا تعلموھن ولا خیر فی تجارۃ فیھن وثمنھن حرام فی مثل ھذا انزلت ھذہ الآیۃ ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ [۳]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گانے بجانے والی لونڈیوں کی خرید و فروخت نہ کرو نہ انہیں (گانا بجانا) سکھاؤ نہ اس کی تجارت میں خیر ہے اور ان کی قیمت حرام ہے اور اسی کی مثل میں یہ آیت نازل ہوئی ہے: ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ۔

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما نہیت عن نوح عن صوتین احمقین فاجرین صوت عند نغمۃ لہو ولعب ومزامیر شیطان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسی دو آوازوں (کے سننے) سے منع کیا گیا ہے جن میں فسق و فجور ہے، ایک وہ آواز جو گانے بجانے اور مزامیر شیطان سے متعلق ہے اور

---

[۱] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔

[۲] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۰۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی (الطبعۃ الثانیہ) ۱۳۷۵ھ۔

[۳] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۰۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

وصوت عند مصيبة خمش وجوه وشق جيوب ورنة شيطان [1]

دوسری وہ آواز جو مصیبت کے وقت منہ نوچنے، گریبان پھاڑنے اور شیطانی چیخ و پکار سے متعلق ہے۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ سنن کبریٰ میں نقل کیا ہے۔ [2]

امام عبد الرزاق نے بھی اس حدیث کو حضرت حسن بصری سے روایت کیا ہے۔ [3]

عن ابي امامة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ان الله عز وجل بعثني رحمة وهدى للعالمين وامرني ان امحق المزامير والكنارات يعني البرابط والمعازف والاوثان التي كانت تعبد في الجاهلية واقسم ربي عز وجل بعزته لا يشرب عبد من عبيدي جرعة من خمر الا سقيته مكانها من حميم جهنم معذبا او مغفورا له ولا يسقيها صبيا صغيرا الا سقيته اياه من حظيرة القدس ولا يحل بيعهن ولا شراءهن ولا تعليمهن ولا تجارة فيهن واثمانهن حرام للمغنيات [4]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے منہ اور ہاتھ سے بجائے جانے والے آلاتِ موسیقی اور سازوں کو مٹانے کا حکم دیا ہے اور ان بتوں کو مٹانے کا حکم دیا ہے جن کی زمانہ جاہلیت میں پوجا ہوتی تھی اور میرے رب عز و جل نے اپنی عزت کی قسم کھا کر فرمایا میرے بندوں میں سے جس نے شراب کا ایک گھونٹ بھی پیا میں اس کو اس کے بدلہ میں جہنم کا کھولتا ہوا پانی پلاؤں گا خواہ اسے عذاب ہو یا بخشا جائے اور جو شخص کسی بچہ کو شراب پلائے گا اس کو بھی کھولتا ہوا پانی پلاؤں گا اور گانے والی عورتوں کی خرید و فروخت اور گانے کی تعلیم اور تجارت اور ان کی قیمت حرام ہے۔

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يمسخ قوم من امتي في آخر الزمان قردة وخنازير قالوا يا رسول الله ويشهدون انك رسول الله وان لا اله الا الله قال نعم ويصلون ويصومون ويحجون قالوا فما بالهم يا رسول الله قال اتخذوا المعازف والقينات والدفوف ويشربون هذه الاشربة فباتوا على

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں میری امت کی ایک قوم کو مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا جائے گا، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! خواہ وہ اس بات کی شہادت دیتے ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں خواہ وہ نمازیں پڑھتے ہوں، روزے رکھتے ہوں، حج کرتے ہوں، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کا کیا جرم ہوگا؟ آپ نے فرمایا وہ عورتوں کو گانا سنیں گے

---

[1] حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ٢٣٥ھ، المصنف ج ٣ ص ٣٩٣، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولی ١٤٠٦ھ۔

[2] حافظ ابو بکر احمد بن علی بیہقی متوفی ٤٥٨ھ، سنن کبریٰ ج ٤ ص ٦٩، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[3] حافظ عبد الرزاق بن ہمام متوفی ٢١١ھ، المصنف ج ١١ ص ٦، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولی ١٣٩٠ھ۔

[4] امام احمد بن حنبل متوفی ٢٤١ھ، المسند ج ٥ ص ٢٥٧، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولی ١٣٩٨ھ۔

لهو هم و شرابهم فاصبحوا قردة و خنازیر۔[1]

اور باجوں کو بجائیں گے اور شرابیں پئیں گے اسی لہو ولعب میں دو راتیں بسر کریں گے اور صبح کو وہ بندر اور خنزیر بنا دیے جائیں گے۔

علامہ عینی نے اس حدیث کو جامع ترمذی اور سنن سعید ابن منصور کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

عن شریح انه سمع صوت دف فقال الملائكة لا يدخلون بيتا فيه دف[2]

حضرت شریح نے دف کی آواز سنی تو فرمایا: جس گھر میں دف ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله حرم على امتى الخمر والميسر والمزر والكوبة والقنين وزادني صلوٰة الوتر قال يزيد القنين البرابط[3]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت پر شراب، جوا، بانسری، طبل، اور بربط (آلات موسیقی) کو حرام کر دیا ہے اور وتر کی نماز زیادہ کر دی ہے۔

عن قيس بن سعد بن عبادة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان ربي تبارك و تعالى حرم على الخمر و الكوبة والقنين واياكم والغبيراء فانها ثلث خمر العالم[4]

قیس بن سعد بن عبادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رب تبارک و تعالیٰ نے مجھ پر شراب طبل اور بربط (آلات موسیقی) کو حرام کر دیا ہے اور "غبیرا" شراب سے بچو کیونکہ وہ تمام جہانوں کی شراب کا تیسرا حصہ ہے۔

عن ابى مالك الاشجعى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ليشربن اناس من امتى الخمر يسمونها بغير اسمها يضرب على رؤوسهم بالمعازف والقينات يخسف الله بهم الارض و يجعل منهم القردة والخنازير[5]

حضرت ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے بعض لوگ شراب کا نام بدل کر اس کو پئیں گے ان کے پاس آلات موسیقی بجائے جائیں گے اور گانے والیاں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں دھنسا دے گا اور ان کو بندر اور خنزیر بنا دے گا۔

عن ابن عباس عن النبى صلى الله عليه

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۶۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ ۱۳۴۸ھ

[2] حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۴/۲ ص ۱۹۳ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۸ھ

[4] " " " ج ۳، ص ۴۲۲

[5] امام ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۱۰۷ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

وسلم قال ان الله تبارك وتعالیٰ حرم علیکم الخمر والمیسر والکوبۃ وهو الطبل وقال کل مسکر حرام[۱]

عن انس من قعد الی قینۃ یستمع منها صب الله فی اذنیہ الآنك یوم القیامۃ[۲]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر شراب، جوا اور طبل حرام کر دیا ہے اور فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جو شخص کسی گانے والی کے پاس بیٹھ کر گانا سنتا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالے گا۔ (العیاذ باللہ)

عن عبد الله بن بشر صاحب رسول الله صلی الله علیہ وسلم قال سمعتہ یقول انہ یکون فی اٰخر هذہ الامۃ قوم بیناهم فی شرب الخمر وضرب المعازف حتی الله ..... علیهم فیجعلهم قردۃ وخنازیر. (رواہ الطبرانی)[۳]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبد اللہ بن بشر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت کے آخر میں ایک ایسی قوم ہوگی جو شراب نوشی اور آلات موسیقی میں مشغول ہوگی کہ اچانک ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا اور انہیں بندر اور خنزیر بنا دیا جائیگا۔

عن عبد الرحمٰن بن سابط رضی الله عنہ قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم یکون فی امتی خسف وقذف ومسخ قالوا فمتی ذالك یا رسول الله؟ قال اذا ظهروا المعازف واستحلوا الخمور[۴]

حضرت عبد الرحمٰن بن سابط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں زمین میں دھنسنے، پتھر برسنے اور صورتیں مسخ ہونے کے واقعات ہونگے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کب ہوگا؟ آپ نے فرمایا: جب آلات موسیقی کا رواج ہوگا اور لوگ شرابوں کو حلال کر لیں گے۔

عن عبد الله بن عمر رضی الله عنہ ان النبی صلی الله علیہ وسلم قال ان الله حرم الخمر والمیسر والکوبۃ والغبیراء وکل مسکر حرام[۵]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے خمر، جوے، طبل اور شراب غبیرا کو حرام کر دیا ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی اپنی مسند میں بیان کیا ہے۔[۶]

عن ابن عباس رضی الله عنہ قال الدف حرام والمعازف حرام والکوبۃ حرام و

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ دف حرام ہے، (ہاتھوں سے بجانے والے) آلات موسیقی حرام

[۱]۔ حافظ ابو بکر احمد بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۲۲۲ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔
[۲]۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ کنز العمال ج ۱۵ ص ۲۲۱، ۲۲۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۰۵ھ
[۳]۔ حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۱ مطبوعہ المکتبۃ القدسی قاہرہ ۱۳۵۳ھ۔
[۴]۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۶۳ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، طبع ثانی، ۱۴۰۵ھ۔
[۵]۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ مسند احمد ج ۲ ص ۱۵۸ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۸ھ۔

الحمر حرام۔[1]

ہیں، طبل حرام ہے اور بانسری حرام ہے۔

عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت بکسر المزامیر ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسب المغنی والمغنیۃ حرام وکسب الزانیۃ سحت وحق علی اللہ ان لا یدخل الجنۃ بدن نبت من السحت۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے آلات موسیقی کے توڑنے کے لیے مبعوث کیا گیا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گانے والے مرد اور گانے والی عورت کی کمائی حرام ہے اور زانیہ کی کمائی حرام ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ مال حرام سے پلنے والے بدن کو جنت میں داخل نہیں کرے گا۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا کان یوم القیٰمۃ قال اللہ عز وجل این الذین کانوا ینزھون اسماعھم وابصارھم عن مزامیر الشیطان میزوھم فیمیزونھم کثب المسک والعنبر ثم یقول للملائکۃ اسمعوھم من تسبیحی وتحمیدی فیسمعون باصوات لم یسمع السامعون مثلھا۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جو اپنے کانوں اور آنکھوں کو مزامیر شیطان سے دور رکھتے تھے انہیں ساری جماعتوں سے الگ کر دو۔ فرشتے انہیں الگ مشک اور عنبر کے ٹیلوں پر بٹھا دیں گے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا ان کو میری تسبیح اور تحمید سناؤ پھر فرشتے ایسی آوازسے (اللہ کا ذکر) سنائیں گے کہ سننے والوں نے ایسی آوازیں کبھی نہ سنی ہوں گی۔

عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من استمع الی صوت غناء لم یؤذن ان یستمع الی صوت الروحانیین فی الجنۃ۔[4]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے قصداً گانا سنا اسے جنت میں روحانیین کی آواز سننے کی اجازت نہیں ملیگی۔

عن علی بن ابی طالب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فعلت امتی خمس عشرۃ خصلۃ حل بھا البلاء قیل وما ھی یارسول اللہ قال اذا کان المغنم دولا والامانۃ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میری امت پندرہ (قسم کے) کام کرنے لگے تو ان پر نزول عذاب جائز ہو جائے گا پوچھا گیا، یارسول اللہ! وہ کون سے کام ہیں؟ آپ نے

---

[1] حافظ ابو بکر احمد بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ سنن کبری ج ۱۰ ص ۲۲۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
[2] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۵ ص ۲۲۶، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۰۵ھ
[3] 〃 〃 〃 ج ۱۵، ص ۲۲۰ 〃 〃
[4] 〃 〃 〃 ج ۱۵، ص ۲۲۰ 〃 〃

مغنما والزکوٰۃ مغرما واطاع الرجل زوجته وعق امه وبر صديقه وجفا اباه وارتفعت الاصوات فی المساجد وکان زعیم القوم ارذلهم واکرم الرجل مخافة شره وشربت الخمور ولبس الحرير واتخذت القيان والمعازف ولعن اٰخر هذه الامة اولها فليرتقبوا عند ذلك ريحا حمراء وخسفا او مسخا [1]

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم اذا اتخذ الفیء دولا والامانة مغنما والزکوٰۃ مغرما وتعلم لغير الدين واطاع الرجل امرأته وعق امه وادنی صديقه واقصی اباه وظهرت الاصوات فی المساجد وساد القبيلة فاسقهم وکان زعيم القوم ارذلهم واکرم الرجل مخافة شره وظهرت القينات والمعازف وشربت الخمور ولعن اٰخر هذه الامة اولها فليرتقبوا عند ذلك ريحا حمراء وزلزلة وخسفا ومسخا وقذفا واٰيات تتابع کنظام بال قطع سلكه فتتابع [2]

فرمایا: جب مال غنیمت کو (ذاتی) دولت اور امانت کو غنیمت اور زکوٰۃ کو جرمانہ بنا لیا جائے اور جب انسان اپنی بیوی کا کہا مانے اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے، جب اپنے دوست سے وفا اور اپنے باپ سے بے وفائی کرے، جب مساجد میں شور و غل کیا جائے اور جب گھٹیا آدمی قوم کا سربراہ بن جائے اور جب کسی شخص کے شر سے بچنے کے لیے اس کی عزت کی جائے اور شراب پی جائے، اور ریشم پہنا جائے اور گانے والی عورتوں اور آلات موسیقی کو مشغلہ بنا لیا جائے اور جب امت کے بعد والے لوگ پہلے لوگوں کو برا کہیں تو اس وقت سرخ آندھیوں اور زمین میں دھنسنے اور مسخ کے واقعات کا انتظار کرنا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا جب مال غنیمت کو (ذاتی) دولت بنا لیا جائے اور امانت کو غنیمت بنا لیا جائے اور زکوٰۃ کو جرمانہ بنا لیا جائے اور دین (کی خدمت کے بجائے دین) کا علم حاصل نہ کیا جائے اور جب انسان اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے اور اپنے دوست کو قریب رکھے اور اپنے باپ کو دور رکھے اور مساجد میں شور و غل کیا جائے اور قبیلہ کا سردار ان میں سے فاسق شخص کو بنایا جائے اور قوم کا سربراہ نچلے طبقے سے بنایا جائے اور کسی شخص کی ضرر رسانی کے خوف سے اس کی عزت کی جائے اور گانے والی عورتوں اور آلات موسیقی کا رواج ہو اور شراب پی جائے اور امت کے بعد کے لوگ پہلے لوگوں کی برائی کریں، تو اس وقت سرخ آندھیوں، زلزلوں، زمین میں دھنسنے، شکل بگاڑ دیے جانے اور پتھر برسنے کے پے در پے واقع ہونے کا اس طرح انتظار کرنا چاہیے جیسے کسی پرانے دھاگے کے ٹوٹ جانے سے اس کے دانے ایک کے بعد ایک بکھرتے چلے جاتے ہیں۔

---

[1] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۲۲ - ۳۲۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] 〃 〃 〃 〃 ص ۳۲۲ 〃 〃

عن عمران بن حصین ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی ھذہ الامۃ خسف ومسخ وقذف فقال رجل من المسلمین یا رسول اللہ ومتی ذلک قال اذا ظھرت القیان والمعازف وشربت الخمور[1]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت میں زمین میں دھنسنا اور شکلوں کا مسخ ہونا اور پتھروں کا برسنا واقع ہوگا، مسلمانوں میں سے ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ کب ہوگا؟ آپ نے فرمایا جب گانے والی عورتوں اور آلات موسیقی کا رواج ہوجائے اور شرابیں پی جائیں۔

عن سھل بن سعد رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی ھذہ الامۃ خسف ومسخ وقذف قیل ومتی ذلک یا رسول اللہ قال اذا ظھرت القیان واستحلت الخمر[2]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت میں زمین میں دھنسنا اور شکلوں کا تبدیل ہونا اور پتھروں کا برسنا ظہور پذیر ہوگا، کہا گیا: یا رسول اللہ! یہ کب ہوگا؟ آپ نے فرمایا جب گانے والی عورتوں کا رواج ہوجائے اور شراب کو حلال قرار دیا جائے۔

عن نافع قال کنت مع ابن عمر فی طریق فسمع مزمارا فوضع اصبعیہ فی اذنیہ ونأی عن الطریق الی الجانب الآخر ثم قال لی بعد ان بعد یا نافع ھل تسمع شیئا قلت لا فرفع اصبعیہ من اذنیہ قال کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسمع صوت یراع فصنع مثل ما صنعت قال نافع وکنت اذ ذاک صغیرا[3]

نافع بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک راستہ میں جا رہا تھا۔ حضرت ابن عمر نے مزمار (بانسری) کی آواز سنی تو انھوں نے اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں ڈال لیں اور راستے سے دوسری جانب ہٹ گئے پھر کچھ دور جانے کے بعد مجھ سے کہا اے نافع! کیا تم کچھ سن رہے ہو؟ میں نے کہا نہیں! پھر انھوں نے کانوں سے اپنی انگلیاں نکال لیں اور کہا ایک بار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ نے بانسری کی آواز سنی تو آپ نے اسی طرح کیا تھا جیسے میں نے کیا ہے۔ نافع کہتے ہیں اور اس وقت میں کم سن تھا۔

ملا علی قاری حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں علامہ طیبی نے فرمایا کہ کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ اگر بانسری کی آواز کو سننا حرام ہوتا تو حضرت ابن عمر نافع کو بھی سننے سے منع کرتے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نافع کو سننے سے اس لیے منع نہیں فرمایا کہ وہ اس وقت مکلف نہ تھے کم عمر تھے، اسی وجہ سے نافع نے کہا کہ میں اس وقت کم عمر تھا،

---

[1] - امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۲۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[2] - حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۸۰ مطبوعہ المکتبۃ القدسی قاہرہ ۱۳۵۳ھ۔
[3] - امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۳۸/۸ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ۔

ملا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر بھی اس وقت کم عمر تھے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سننے سے منع نہیں فرمایا۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے دوسری وجہ یہ ذکر کی ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر نے بھی آپ کی اتباع میں کانوں میں انگلیاں دے لی ہوں اور جب آپ نے آواز کے بارے میں پوچھا ہو تو انھوں نے کانوں سے انگلیاں نکال کر جواب دیا ہو۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ شرح السنۃ میں مذکور ہے کہ مزامیر، ملاہی اور معازف (گانے بجانے کے ہر قسم کے آلات) کے حرام ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ ملا علی قاری نے یہ بھی لکھا ہے کہ حدیث میں ہے کہ وہ بانسری بجانے والا شخص ذمی یہودی تھا۔[1] غالباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ذمی ہونے کی وجہ سے اس کو بانسری بجانے سے منع نہیں فرمایا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے اس سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ مزامیر کا قصداً سننا منع ہے اور بلا قصد سننا منع نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی نکتہ پر متنبہ کرنے کے لیے حضرت ابن عمر کو منع نہیں فرمایا اور خود آپ نے کمال تنزیہہ کے لیے کانوں میں انگلیاں دے لی تھیں۔[2]

نکاح اور عید کے موقع پر صرف دف بجانے کی اجازت

مشکوٰۃ میں شیخ ولی الدین[3] نے صحیح بخاری اور مسلم کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ عید کے دن دو بچیاں دف بجا رہی تھیں، حضرت ابوبکر نے انہیں منع کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو منع کیا اور فرمایا اے ابوبکر! انہیں رہنے دو یہ عید کا دن ہے۔[4] صحیح بخاری میں ہے کہ ربیع بنت معوذ ابن عفراء کی شادی کے موقع پر بچیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دف بجا رہی تھیں اور مقتولین بدر کے بارے میں نظم گا رہی تھیں الحدیث۔ آپ نے اس کو قائم اور مقرر رکھا تھا۔ امام ترمذی نے سند ضعیف سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نکاح کا اعلان کرو، اس کو مساجد میں منعقد کرو اور اس پر دف (نقارہ) بجاؤ۔[5]

مذکور الصدر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح اور عید کے موقع پر تھوڑی دیر کے لیے دف بجانے کی رخصت ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان احادیث سے ایسا ہی سمجھا ہے اور اس رخصت کو عموم پر محمول نہیں کیا

عن عامر بن سعد قال دخلت علی قرظة بن کعب وابی مسعود الانصاری فی عرس واذا جوار یغنین فقلت انتما صاحبا رسول الله صلی الله علیه وسلم

عامر بن سعد کہتے ہیں کہ میں حضرت قرظہ بن کعب اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شادی میں گیا وہاں بچیاں گا رہی تھیں میں نے کہا تم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدری صحابی ہو اور تمہارے سامنے یہ

---

1. ملا علی قاری ہروی حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۹ ص ۱۳۵-۱۳۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۲ھ
2. علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱۰ ص ۴۳ ۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ
3. شیخ ولی الدین عراقی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۱۲۶، مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی
4. امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع دہلی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ
5. امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۷۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

رمن اھل بدر یفعل ھذا عندکم فقال اجلس ان شئت فاسمع معنا و ان شئت اذھب قد رخص لنا فی اللھو عند العرس[1]

کیا جارہا ہے؟ انھوں نے کہا تم چاہو بیٹھ کر ہمارے ساتھ سنو چاہو چلے جاؤ ہمیں شادی کے موقع پر لہو کی اجازت دی گئی ہے۔

اس حدیث کو امام ابوبکر ابن ابی شیبہ نے بھی دو مختلف اسانید سے بیان کیا ہے۔[2]

عن ابن سیرین ان عمر بن الخطاب کان اذا سمع صوتا او دفا فقال ما ھو فاذا قالوا: عرس او ختان صمت۔[3]

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب (گانے کی) آواز یا دف (کی آواز) سنتے تو پوچھتے یہ گانا بجانا کیوں ہو رہا ہے؟ اور جب آپ کو بتایا جاتا کہ یہ شادی یا ختنہ کی تقریب کی وجہ سے ہے تو آپ خاموش ہو جاتے۔

حضرات ائمہ اربعہ اور فقہاء کرام نے ان احادیث، آثار اور اقوال صحابہ کی اتباع میں گانے بجانے کی رخصت کو عام نہیں قرار دیا اور دف کے سوا کسی ساز کی رخصت نہیں دی اور گانے اور دف بجانے کی رخصت کو بھی قلیل مقدار میں نکاح اور ختنہ کی تقریب اور عید کے موقع کے ساتھ مخصوص اور محدود رکھا ہے۔

علامہ سرخسی حنفی فرماتے ہیں:

انما المکروہ طبول اللھو بمنزلۃ الدفوف لا بأس بضربھا فی اعلان النکاح و ان کرہ ذلک للھو[4]

دف اور طبل کا بجانا مکروہ ہے۔ نکاح کے اعلان کے لیے دف بجانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور لہو کے لیے دف بجانا مکروہ ہے۔

علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں:

الضرب بالدف فی العرس بحضرۃ شارع الملۃ ومبین الحل من الحرمۃ و اعلان النکاح بالدف والغناء المباح فرقا بینہ وبین ما یستتر بہ من السفاح ـــــــ الی قولہ ...

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شادی کے موقع پر دف بجایا گیا جس سے معلوم ہوا کہ دف اور گانے کے ساتھ نکاح کا اعلان کرنا جائز ہے تاکہ اعلانیہ نکاح اور خفیہ زنا میں فرق ہو۔

وروی النسائی من حدیث عامر بن سعد عن قرظۃ بن کعب و ابی مسعود قالا رخص لنا فی اللھو عند العرس وروی الطبرانی عن

اور امام نسائی نے عامر بن سعد کی حدیث سے حضرت قرظہ بن کعب اور حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ہمیں شادی کے موقع پر لہو کی رخصت

---

[1] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۸۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] امام ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۴ ص ۱۹۳، ۱۹۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ۔

[3] حافظ عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱۱ ص ۵، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۳۹۰ھ۔

[4] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، شرح سیر کبیر ج ۴ ص ۱۵۸، مطبوعہ المکتبۃ للثورۃ الاسلامیہ افغانستان ۱۴۰۵ھ۔

السائب بن یزید لقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جواری یغنین ویقلن حیونا نحییکم قال لا تقولوا ھکذا ولکن قولوا حیانا وحیاکم فقال رجل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترخص للناس فی ھذا قال نعم انہ نکاح لا سفاح۔ [1]

دی گئی ہے اور طبرانی نے سائب بن یزید سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ لڑکیاں گا رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ حیونا نحییکم آپ نے فرمایا اس طرح نہ کہو بلکہ یوں کہو حیانا وحیاکم ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ نکاح میں لوگوں کو اس گانے کی اجازت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں یہ نکاح ہے زنا نہیں ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

قال ابن الملک لیس المراد ان لا فرق بین الحلال والحرام فی النکاح الا ھذا الامر فان الفرق یحصل بحضور الشھود عند العقد بل المراد الترغیب الی اعلان امر النکاح بحیث لا یخفی علی الاباعد فالسنۃ اعلان النکاح بضرب الدف واصوات الحاضرین بالتھنئۃ او النغمۃ فی انشاد الشعر المباح وفی شرح السنۃ معناہ اعلان النکاح واضطراب الصوت بہ والذکر فی الناس کما یقال فلان قد ذھب صوتہ فی الناس وبعض الناس یذھب بہ الی السماع وھذا خطأ یعنی السماع المتعارف بین الناس الآن۔ [2]

ابن الملک کہتے ہیں کہ نکاح میں دف کے ذریعے اعلان سے یہ مراد نہیں ہے کہ حلال اور حرام میں فرق صرف دف سے ہوتا ہے کیونکہ عقلاً گواہوں کے حاضر ہونے سے بھی اعلان حاصل ہو جاتا ہے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اعلان کسی پر مخفی نہ رہے۔ سنت یہ ہے کہ نکاح کا اعلان دف اور حاضرین کی مبارکباد کی آوازوں یا جائز قسم کے اشعار کے نغموں سے کیا جائے، صاحب شرح السنۃ کہتے ہیں کہ اس حدیث (نکاح میں دف سے اعلان) کا مطلب یہ ہے کہ نکاح میں آواز بلند کی جائے اور لوگوں کے سامنے اس کا ذکر کیا جائے۔ بعض لوگ اس حدیث سے اس سماع پر استدلال کرتے ہیں جو آج کل متعارف ہے لیکن یہ استدلال غلط ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں:

ومن الناس من اباح ذلک فی العرس والولیمۃ کما ابیح ضرب الدف فیھما وان کان فیہ نوع لھو۔ [3]

بعض علماء نے شادی اور ولیمہ کے موقع پر غناء کو مباح قرار دیا ہے جیسا کہ ان دو موقعوں پر دف بجانا مباح ہے اگرچہ اس میں ایک قسم کا لہو ہے۔

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ٨٥٥ھ، عمدۃ القاری ج ٢٠ ص ١٣٦، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ١٣٤٨ھ۔

[2] ملا علی قاری ہروی متوفی ١٠١٤ھ، مرقات ج ٦ ص ٢١٨، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ١٣٩٢ھ۔

[3] علامہ بدر الدین عینی متوفی ٨٥٥ھ، بنایہ ج ٣، ص ٤٣٦، مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ۔

یہ وضاحت کرنے کے بعد کہ احادیث، آثار اور عبارات فقہاء میں نکاح، ولیمہ اور کسی شرعی خوشی کی تقریب میں قلیل مقدار میں صرف دف بجانے کی رخصت ہے اور اس رخصت سے مطلقاً گانے بجانے پر استدلال کرنا درست نہیں ہے، اب ہم آلات موسیقی کے شرعی حکم کے بارے میں ائمہ اربعہ کا نظریہ پیش کرتے ہیں

فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ وشتانی مالکی فرماتے ہیں:

الغناء بآلة ممنوع و بغير آلة كرهه مالك.

آلات کے ساتھ گانا ممنوع ہے اور آلات کے بغیر امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے۔

علامہ قرطبی مالکی فرماتے ہیں:

روى الترمذى وغيره من حديث انس وغيره عن النبى صلى الله عليه وسلم انه قال صوتان ملعونان فاجران انهى عنهما "صوت مزمار ورنة شيطان عند نغمة ومرح ورنة عند مصيبة لطم خدود وشق جيوب" وروى جعفر بن محمد عن ابيه عن جده عن على عليه السلام قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بعثت بكسر المزامير" خرجه ابوطالب غيلانى وخرج ابن بشران عن عكرمة عن ابن عباس ان النبى صلى الله عليه وسلم قال: بعثت بهدم المزامير والطبل" وروى الترمذى من حديث على رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا فعلت امتى خمس عشرة خصلة حل بها البلاء فذكر منها، اذا اتخذت القينات و المعازف" وفى حديث ابى هريرة وظهرت القيان و المعازف وروى ابن المبارك عن مالك بن انس عن محمد بن المنكدر عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من جلس الى قينة يسمع منها صب فى اذنه الآنك يوم القيامة وروى اسد بن موسى عن عبد العزيز بن ابى سلمة عن

امام ترمذی اور دیگر محدثین نے حضرت انس اور دیگر صحابہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو آوازیں ملعون اور فاجر ہیں جن سے میں روکتا ہوں مزمار کی آواز، اور شیطان کی چیخ و پکار کی، گانے کے وقت یا مصیبت کے وقت اور منہ پر طمانچے مارنا اور گریبان پھاڑنا، جعفر بن محمد اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مزامیر توڑنے کے لیے مبعوث کیا گیا ہے اس روایت کو ابو طالب غیلانی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور ابن بشران نے از عکرمہ از ابن عباس روایت بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے طبل اور مزامیر توڑنے کے لیے مبعوث کیا گیا ہے، اور امام ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میری امت پندرہ کام کرے گی تو اس پر عذاب کا نازل ہونا حلال ہو گا، ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ گانے والی عورتوں اور باجوں کے ساتھ مشغول رہیں اور حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں ہے گانے والی عورتوں اور باجوں کا ظہور ہو، ابن المبارک از مالک بن انس از محمد بن منکدر از انس بن مالک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے گانے والی عورت کے پاس بیٹھ کر گانا سنا قیامت کے دن اس کے کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا

محمد بن المنکدر قال: بلغنا ان الله تعالیٰ یقول یوم القیٰمة: این عبادی الذین کانوا ینزهون انفسهم واسماعهم عن اللهو ومزامیر الشیطان احلوهم ریاض الجنة ورياض المسك واخبروهم انی قد حللت عليهم رضوانی وروی ابن وهب عن مالك عن محمد بن المنكدر مثله وزاد بعد قوله المسك ثم یقول للملائكة اسمعوهم حمدی وشکری وثنائی واخبروهم الاخوف عليهم ولاهم يحزنون" وقد روی مرفوعا هذا المعنی من حديث ابی موسی الاشعری انه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم من استمع الی صوت غناء لم يؤذن له ان يسمع الروحانيين" فقيل: ومن الروحانيون يارسول الله؟ قال: "قراء اهل الجنة" خرجه الترمذی الحكيم ابوعبدالله فی نوادر الاصول وقد ذكرنا فی كتاب التذكرة مع نظائره: "فمن شرب الخمر فی الدنيا لم يشربها فی الاخرة" ومن لبس الحرير فی الدنيا لم يلبسه فی الاخرة الی غير ذلك وكل ذلك صحيح المعنی على ما بيناه هناك ومن رواية مكحول عن عائشة قالت قال رسول الله صلی الله عليه وسلم "من مات وعنده جارية مغنية فلا تصلوا عليه" ولهذه الاثار وغيرها قال العلماء بتحريم الغناء (وهی المسالة الثانية) وهو الغناء المعتاد عند المشتهرين به الذی يحرك النفوس ويبعثها على الهوی والغزل والمجون الذی يحرك الساكن ويبعث الكامن، فهذا النوع اذا كان فی شعر يشبب فيه بذكر النساء ووصف محاسنهن

از اسد بن موسیٰ از عبدالعزیز بن ابی سلمہ از محمد بن منکدر روایت ہے کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: میرے وہ بندے کہاں ہیں جو اپنے آپ کو لہو اور اپنے کانوں کو مزامیر شیطان سے دور رکھتے تھے؟ ان لوگوں کو جنت اور مشک کے باغات میں اتارو اور ان کو یہ بتلاؤ کہ میں ان سے راضی ہو گیا ہوں! از ابن وہب از مالک از محمد بن منکدر بھی اسی کی مثل روایت ہے اور اس میں مشک کے باغات کے بعد یہ اضافہ ہے پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیگا "ان کو میری حمد، شکر اور ثناء سناؤ، اور انھیں بتلاؤ کہ نہ انھیں خوف ہوگا اور نہ یہ غمگین ہوں گے"۔ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے اسی کی تائید میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے قصداً گانا سنا اسے روحانیین سے سننے کی اجازت نہیں دی جائے گی"۔ آپ سے پوچھا گیا "یا رسول اللہ! روحانیین کون ہیں؟" آپ نے فرمایا "جنت کے قاری"۔ اس حدیث کو ابو عبداللہ حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں ذکر کیا ہے، ہم نے کتاب التذکرہ میں اس حدیث کو اسی جیسی دوسری احادیث کے ساتھ ذکر کیا ہے مثلاً جس شخص نے دنیا میں شراب پی وہ آخرت میں شراب (طہور) نہیں پیئے گا، اور جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ آخرت میں اس کو نہیں پہنے گا وغیرہا اور ان تمام روایات کا معنی صحیح ہے جس طرح ہم نے وہاں بیان کیا ہے اسی قبیل سے مکحول سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اس کے پاس گانے والی عورت ہو، اس کی نماز جنازہ نہ پڑھو"۔ ان احادیث کی بناء پر علماء نے کہا ہے کہ گانا حرام ہے "دوسرا مسئلہ غناء ہے" اس سے مراد وہ گانا ہے جو لوگوں میں جذباتی ہیجان برپا کرے اور ان کی خواہشات کو ابھارے، اگر اس قسم کا گانا ایسے اشعار میں ہو جن میں عورتوں کا ذکر ہو اور ان کی خوبیوں کا بیان ہو اور

وذكر الخمور والمحرمات لا يختلف في تحريمه لانه اللهو والغناء المحرم بالاتفاق. فاما ما سلم من ذلك فيجوز القليل منه في اوقات الفرح كالعرس والعيد وعند التنشيط على الاعمال الشاقة، كما كان في حفر الخندق وحدو انجشة وسلمة بن اكوع. فاما ما ابتدعه الصوفية اليوم من الادمان على سماع المغاني بالآلات المطربة من الشبابات والطار والمعازف والاوتار فحرام الى قوله وذكر اسحاق بن عيسى الطباع قال سألت مالك بن انس عما يرخص فيه اهل المدينة من الغناء فقال انما يفعله عندنا الفساق الى قوله قال الطبري فقد اجمع علماء الامصار على كراهة الغناء والمنع منه انما فارق الجماعة ابراهيم بن سعد وعبيد الله العنبري وقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "عليكم بالسواد الاعظم ومن فارق الجماعة مات ميتة جاهلية" قال ابو الفرج: قال القفال من اصحابنا لا تقبل شهادة المغني والرقاص[1]

شراب اور اس جیسے محرمات کا ذکر ہو تو ایسے گانے کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ یہ لہو اور قابل مذمت گانا ہے اور جس گانے میں ایسی چیزیں نہ ہوں تو اس کی قلیل مقدار خوشی کے ایام میں جائز ہے جیسے شادی، عید اور مشکل کاموں میں راحت حاصل کرنے کے لیے جیسا کہ خندق کھودنے کے وقت انجشہ (حدی خواں حبشی غلام) اور سلمہ بن اکوع کی حدی۔ لیکن آج کل صوفیہ نے جو گانے بجانے کے آلات کے ساتھ (مزامیر وغیرہ) گانوں کے سماع کو دائمی معمول بنا یا ہوا ہے یہ حرام ہے۔ اسحاق بن عیسیٰ طباع کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک بن انس سے پوچھا کہ اہل مدینہ جو گانے کی اجازت دیتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا ہمارے نزدیک گانے بجانے کا کام فاسق لوگ کرتے ہیں۔ طبری کہتے ہیں کہ تمام شہروں کے علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ گانا مکروہ ہے اور اس سے روکنا چاہیے، اس اجماع سے ابراہیم بن سعد اور عبید اللہ عنبری علیحدہ رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سواد اعظم کو لازم پکڑو، اور جو شخص جماعت سے علیحدہ ہوا وہ جاہلیت کی موت مرا، ابوالفرج نے کہا ہمارے اصحاب میں سے قفال نے کہا گانے بجانے اور ناچنے والے کی شہادت مردود ہے۔

فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

الملاهي على ثلاثة اضرب (محرم) وهو ضرب الاوتار والنايات والمزامير كلها والعود والطنبور والمعزفة والرباب ونحوها فمن ادام استماعها ردت شهادته الى قوله وضرب مباح وهو الدف الى قوله

ساز تین قسم کے ہیں: ستار، بانسری اور منہ سے بجائے جانے والے تمام قسم کے باجے، سارنگی، طنبورہ، رباب اور ہاتھ سے بجائے جانے والے تمام اقسام کے باجے۔ ان کا بجانا حرام ہے اور جو شخص عادتاً ان باجوں کو سنے اس کی شہادت مردود ہے اور دوسری قسم دف ہے۔ (عورتوں

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۵۶-۵۴ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران

واما الضرب به للرجال فمکروہ علی کل حال لانہ انما کان یضرب بہ النساء والمخنثون المتشبھون بھن۔ ففی ضرب الرجال بہ تشبہ بالنساء وقد لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المتشبھین من الرجال بالنساء فاما الضرب بالقضیب فمکروہ اذا انضم الیہ محرم او مکروہ کالتصفیق والغناء والرقص لانہ لیس بآلۃ ولا یطرب ولا یسمع منفردا بخلاف الملاھی ومذھب الشافعی فی ھذا الفصل کما قلنا۔[1]

کو شرعی خوشی کے مواقع پر دف بجانا جائز ہے۔) اور مردوں کے لیے ہر حال میں دف بجانا مکروہ ہے کیونکہ عورتیں اور مخنث دف بجاتے ہیں اور مرد کے دف بجانے میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی مشابہت کرتے ہیں۔ تیسری قسم چھڑی بجانا ہے یہ اس وقت مکروہ ہے جب اس کے ساتھ کوئی حرام یا مکروہ چیز ہو جیسے تالی بجانا، گانا یا ناچنا کیونکہ چھڑی نہ گانے بجانے کا آلہ ہے نہ اس کے ساتھ گایا جاتا ہے نہ اس کو تنہا سنا جاتا ہے برخلاف گانے بجانے کے آلات کے، امام شافعی کا بھی اس بحث میں یہی نظریہ ہے۔

فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ نووی فرماتے ہیں:

آلات الملاھی کالمزمار والطنبور وغیرھما ان کانت بحیث لا تعد بعد الرض والحل مالا یصح بیعھا لانہ لیس فیھا منفعۃ شرعا۔[2]

بانسری اور ستار کی طرح گانے بجانے کے آلات کی خرید و فروخت توڑے جانے کے بعد بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ان آلات میں شرعاً کوئی منفعت نہیں ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ولا یلزم من اباحۃ الضرب بالدف فی العرس ونحوہ اباحۃ غیرہ من الآلات کالعود ونحوہ۔[3]

شادی وغیرہ کے موقع پر دف بجانے کے جواز سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان مواقع پر سارنگی وغیرہ دیگر گانے بجانے کے آلات کا استعمال جائز ہو۔

فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ شمس الدین سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولا شھادۃ صاحب الغناء الذی یجتمع الناس علیھم ویجمعھم۔[4]

اس گانے والے کی شہادت قبول نہیں ہے جس کے پاس لوگ اکٹھے ہوتے ہیں اور وہ لوگوں کو جمع کرتا ہے

---

[1] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱۰ ص ۴۲-۱۴۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب مع المجموع ج ۹ ص ۲۵۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۲ ص ۴۴۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور طبع ممتاز ۱۴۰۱ھ

[4] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۶ ص ۱۳۲، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۰ھ۔

علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

انما المکروہ طبول اللھو، بمنزلۃ الدفوف لا بأس بضربھا فی اعلان النکاح وان کرہ ذلک للھو۔[1]

دف اور طبل کا بجانا مکروہ ہے، نکاح کے اعلان کے لیے دف بجانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور لہو کے لیے دف بجانا مکروہ ہے۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

اما الذی یضرب شیئا من الملاھی فانہ ینظر ان لم یکن مستشنعا کالقصب والدف ونحوہ لا بأس بہ ولا تسقط عدالتہ وان کان مستشنعا کالعود ونحوہ سقطت عدالتہ لانہ لا یحل بوجہ من الوجوہ۔[2]

جو شخص گانے بجانے کے آلات میں مشغول رہتا ہے اگر وہ آلات مذموم نہیں ہیں جیسے شاخ اور دف تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس شخص کی عدالت ساقط نہیں ہوگی اور اگر وہ آلات مذموم ہوں جیسے سارنگی وغیرہ تو اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی کیونکہ یہ آلات کسی اعتبار سے حلال نہیں ہیں۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں:

نعم اذا قیل ذلک علی الملاھی امتنع وان کان مواعظ وحکما للآلات نفسھا لا لذلک التغنی۔[3]

ہاں جب گانے بجانے کے آلات کے ساتھ نظم گائی جائے تو منع ہے خواہ نظم میں وعظ اور حکمت کی باتیں ہوں اور یہ ممانعت ان آلات کی وجہ سے ہے اس نظم کی وجہ سے نہیں ہے۔

عالمگیری میں ہے:

قال رحمہ اللہ تعالی السماع والقول والرقص الذی یفعلہ المتصوفۃ فی زماننا حرام لا یجوز القصد الیہ والجلوس علیہ وھو والغناء والمزامیر سواء۔[4]

شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا: گانا سننا اور ہمارے زمانہ کے بناوٹی صوفیوں کا ناچنا حرام ہے اس کا قصد کرنا اور وہاں بیٹھنا جائز نہیں گانوں اور باجوں دونوں کا ایک حکم ہے۔

علامہ اوزجندی فرماتے ہیں:

اما استماع صوت الملاھی کالضرب بالقضیب وغیر ذلک حرام ومعصیۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام استماع الملاھی معصیۃ والجلوس علیھا فسوق والتلذذ بھا من الکفر انما قال ذلک علی وجہ التشدید وان سمع بغتۃ فلا

شاخ کی طرح گانے بجانے کے آلات کو سننا حرام اور گناہ ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا گانے بجانے کے آلات کو سننا گناہ ہے۔ وہاں بیٹھنا فسق ہے اور اس میں لذت لینا آثار کفر سے ہے، حضور نے یہ قول بطور تشدید فرمایا ہے۔ اگر کسی شخص نے اچانک یہ آواز سن لی

---

[1] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، شرح سیر کبیر ج ۴ ص ۱۴۵۸ ، مطبوعہ المکتب الشرکۃ الاسلامیہ افغانستان ۱۴۰۵ھ۔

[2] علامہ علاؤالدین ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۶ ص ۲۶۹ مطبوعہ سعید اینڈ کمپنی کراچی ۱۴۰۰ھ۔

[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ۔ فتح القدیر ج ۶ ص ۴۸۲ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[4] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۲ مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

اثم علیہ و یجب علیہ ان یجتہد کل الجہد حتی لا یسمع لما روی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادخل اصبعیہ فی اذنہ[1]

تو گناہ نہیں ہے اس پر واجب ہے کہ پوری کوشش کرے کہ اس کے کان میں آواز نہ آئے، کیونکہ روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لی تھیں۔

ملا علی قاری نے بھی قاضی خاں کی مذکورہ عبارت سے استدلال کیا ہے۔[2]

علامہ شامی فرماتے ہیں:

الرقص والسخریۃ والتصفیق وضرب الاوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق فانہا کلہا مکروہۃ لانہا زی الکفار واستماع ضرب الدف والمزمار وغیر ذلک حرام وان سمع بغتۃ یکون معذورا و یجب ان یجتہد ان لا یسمع قہستانی[3]

ناچنا، مذاق اڑانا، تالی بجانا، ستار کے تار بجانا، بربط سارنگی، رباب، قانون، بانسری، جھانجھن، بگل بجانا مکروہ تحریمی ہیں کیونکہ یہ کفار کا شعار ہیں اور دف، بانسری اور دیگر سازوں کا سننا حرام ہے اگر اچانک سن لیا تو معذور ہے اور اس پر واجب ہے کہ نہ سننے کی پوری کوشش کرے (قہستانی)۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

ولا اعتبار لما ابدعتہ الجہلۃ من الصوفیۃ فی ذلک فانک اذا تحققت اقوالہم فی ذلک ورایت افعالہم وقفت علی آثار الزندقۃ منہم الی قولہ ولا یلزم من اباحۃ الضرب بالدف فی العرس ونحوہ اباحۃ غیرہ من الآلات کالعود۔[4]

جاہل صوفیوں نے جو موسیقی میں بدعات اختیار کی ہوئی ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ جب تم موسیقی میں ان کے اقوال پر غور کرو گے اور ان کے افعال کو دیکھو گے تو ان میں زندیقی (بے دینی) کے آثار پاؤ گے اور شادی اور اس جیسے دوسرے مواقع پر دف کی اجازت سے سارنگی اور دوسرے آلات موسیقی کی اجازت لازم نہیں آتی۔

علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

ونقل البزازی فی المناقب الاجماع علی حرمۃ الغناء اذا کان علی آلۃ کالعود واما اذا کان بغیرہا فقد علمت الاختلاف ولم یصرح الشارحون بالمذہب وفی النہایۃ والعنایۃ التغنی

فقیہ بزازی نے مناقب میں ذکر کیا ہے کہ جب سارنگی ایسے آلات کے ساتھ گانا گایا جائے تو اس کے حرام ہونے پر اجماع ہے اور جب بغیر آلات موسیقی کے گانا ہو تو اس میں اختلاف ہے اور شارحین نے مذہب کو بیان نہیں

---

[1] علامہ فخر الدین حسن بن منصور اوز جندی متوفی ۲۹۵ھ، فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۳ ص ۴۰۲ مطبوعہ مطبعہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

[2] ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۳ ص ۲۹۰ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ۔

[3] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۲۲۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[4] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۷۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

للھو معصیۃ فی جمیع الادیان قال فی الزیادات اذا اوصی بما ھو معصیۃ عندنا وعند اھل الکتاب وذکر منھا الوصیۃ للمغنین والمغنیات خصوصا اذا کان من المراۃ اھ فقد ثبت نص المذھب علی حرمتہ فانقطع الاختلاف [1]

علامہ ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں:

وفی الخانیۃ وان لعب بشیء من الملاھی ولم یشغلہ ذلک عن الفرائض لا تبطل عدالتہ والملاعبۃ بالاھل والفرس لا تبطل العدالۃ ما لم یمنعہ ذلک عن الفرائض فان کان اللعب بالملاھی لا یشغلہ عنھا الا انہ شنیع بین الناس کالمزامیر والطنابیر فکذلک وان لم یکن شنیعا نحو الحداء وضرب القضیب لا الا اذا فحش بان کانوا یرقصون عند ذلک الی قولہ وفی المعراج الملاھی نوعان محرم وھو الآلات المطربۃ من غیر الغناء کالمزمار سواء کان من عود او قصب کالشبابۃ او غیرہ کالعود والطنبور لما روی ابوامامۃ انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قال ان اللہ بعثنی رحمۃ للعلمین وامرنی بمحق المعازف والمزامیر ولانہ مطرب مصد عن ذکر اللہ تعالی والنوع الثانی مباح وھو الدف فی النکاح وفی معناہ ما کان من حادث سرور ویکرہ فی غیرہ لما روی عن

گیا۔ نہایہ اور عنایہ میں ہے کہ تمام ادیان میں بطور لہو کے گانا حرام ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے زیادات میں فرمایا: "جب کوئی شخص اس چیز کی وصیت کرے جو ہمارے اور اہل کتاب کے نزدیک گناہ ہو اور اس سلسلے میں امام محمد رحمہ اللہ نے گانے والوں اور گانے والیوں کے لیے وصیت کا ذکر کیا خصوصاً جب گانے والیوں کے لیے وصیت ہو" اور یہ امام محمد کی صریح عبارت ہے کہ مذہب احناف میں گانا حرام ہے اور اس عبارت کی موجودگی میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔

خانیہ میں ہے اگر کوئی شخص کھیل کود میں مشغول ہو اور وہ اس کو فرائض سے غافل نہ کرے تو اس کی عدالت (نیکی) باطل نہیں ہوتی اور بیوی اور گھوڑے کے ساتھ کھیلنے سے عدالت باطل نہیں ہوتی جب تک کہ کھیل فرائض کی ادائیگی سے مانع نہ ہو آلات کے ساتھ کھیلنا اگر فرائض کی ادائیگی سے غافل نہ کرے تو وہ جائز ہیں بشرطیکہ وہ آلات لوگوں کے نزدیک بیہودہ نہ ہوں۔ جیسے بانسری اور سارنگی وغیرہ (آلات موسیقی) اور اگر وہ کھیل معیوب نہ ہو جیسے چھڑی مارنا یا حدی خوانی تو وہ جائز ہیں بشرطیکہ ان کی زیادتی کی وجہ سے لوگ رقص نہ کرنے لگیں۔ معراج میں ہے کہ آلات موسیقی دو قسم کے ہیں ایک وہ ہیں جو حرام ہیں جیسے بانسری اور طنبور وغیرہ کیونکہ حضرت ابوامامہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے اور رب نے مجھے بانسریوں اور دیگر آلات موسیقی کے مٹانے کا حکم دیا ہے اور یہ اس لیے بھی مطلوب ہے کہ یہ آلات ذکر الٰہی سے غافل کرتے ہیں اور دوسری قسم مباح ہے جو نکاح اور دیگر شرعی خوشی کے موقع پر مباح ہے وہ دف ہے اور ان کے علاوہ دیگر مواقع پر دف بجانا مکروہ ہے۔ کیونکہ...!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب دف کی آواز سنتے تو کسی کو دیکھنے

---

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ البحر الرائق ج ۷ ص ۸۹-۸۸ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

عمر رضی اللہ عنہ انہ لما سمع صوت الدف بعث فنظر فان کان فی ولیمۃ سکت وان کان فی غیرہ عمد ہ بالدرۃ وھو مکروہ للرجال علی کل حال للتشبہ بالنساء اھ[1]

کے لیے بھیجتے پھر دیکھتے اگر وہ ولیمہ کا موقع ہوتا تو خاموش رہتے اور اگر کوئی اور موقع ہوتا تو دُرّہ سے سزا دینے کا قصد کرتے اور مردوں کے لیے ہر حال میں دف بجانا مکروہ ہے کیونکہ اس میں عورتوں سے مشابہت ہے۔

ہمارا موقف

آلات موسیقی کا ہم نے جو شرعی حکم بیان کیا ہے کہ ان آلات کو بجانا اور ان کو قصداً سننا مکروہ تحریمی اور حرام ظنی ہے اس سے ہمارا مقصد کسی گروہ کو مطعون کرنا نہیں ہے بلکہ صرف امر واقعی کا اظہار کرنا مقصود ہے۔ ہم نے اس سلسلے میں احادیث، آثار اور مذاہب اربعہ کے مستند علماء اور فقہاء کے اقوال صرف اس جذبہ کے پیش نظر ذکر کیے ہیں کہ جو شخص اس مسئلہ میں حقیقت سے آگاہی حاصل کرنا چاہتا ہو اس کے لیے ٹھوس مواد فراہم ہو اور جو شخص مسئلہ سے ناواقفیت یا صحیح دلائل کے علم نہ ہونے کی وجہ سے موسیقی کی خرافات میں مبتلا ہو وہ اس سے باز آکر راہ راست پر آجائے اگر ان صفحات کو پڑھ کر کوئی ایک شخص بھی موسیقی میں اشتغال سے تائب ہو گیا تو ہماری محنت وصول ہو جائے گی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان صفحات کو موثر اور مفید بنا دے وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حرام قطعی کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا اور حرام ظنی میں بسا اوقات ائمہ مجتہدین کا اختلاف بھی ہوتا ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ فقہاء کا اجماع ایسا نہیں ہوتا جس پر دنیا کے تمام علماء متفق ہوں اور فقہاء جس چیز کو اجماعی کہیں اس سے مراد اکثر و بیشتر علماء کا اتفاق ہوتا ہے، اس اصول کی وضاحت کے بعد یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ آلات موسیقی کی حرمت میں ائمہ اربعہ کے درمیان۔ کوئی اختلاف نہیں ہے ہم نے اس سلسلے میں مذاہب اربعہ کے معتبر اور مستند علماء اور فقہاء کے اقوال مع دلائل ذکر کر دیئے ہیں اور متعدد فقہاء کے حوالے سے لکھا ہے کہ آلات موسیقی کی حرمت پر فقہاء کا اجماع ہے۔

ایک اور بات جس کی وضاحت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ گانا (غناء) اور آلات موسیقی دو الگ الگ چیزیں ہیں گانا مطلقاً حرام نہیں ہے اگر گیت کا مضمون جائز ہو تو گانا جائز ہے اور اگر گیت کا مضمون ناجائز ہو تو گانا ناجائز ہے اور آلات موسیقی میں دف کے علاوہ باقی آلات کو سننا اور بجانا مطلقاً حرام (ظنی یا مکروہ تحریمی) ہے اور دف میں تفصیل ہے عید، نکاح، ولیمہ، جہاد اور ختنہ کی تقریب میں قلیل مقدار کے ساتھ دف بجانا جائز ہے اور اس کے علاوہ ناجائز ہے اور ان تمام امور پر ہم صفحات سابقہ میں احادیث، آثار اور اقوال فقہاء سے باحوالہ دلائل نقل کر چکے ہیں۔

مجوزین موسیقی کے دلائل کا ضعف

جو حضرات علی الاطلاق آلات موسیقی کے جواز بلکہ استحباب اور وجوب کے قائل ہیں ہم نے ان میں سے اکثر حضرات کی کتابیں پڑھی ہیں یہ کہنا تو غلط ہے کہ آلات موسیقی کی حرمت کے دلائل ان کی دسترس اور مطالعہ سے باہر تھے کیونکہ ان حضرات کا علمی مقام اس سے بلند ہے اور ظاہر ہے جب کوئی شخص کسی مسئلہ پر قلم اٹھاتا ہے تو متعلقہ تمام پہلوؤں پر غور کرتا ہے اس لیے ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان حضرات نے دیدہ دانستہ راہ راست سے انحراف کیا اور عمداً غلط مبحث اور مغالطہ آفرینی کی کوشش

---

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۸، ص ۸۸ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

کی متاخرین کی تصانیف میں سے ہمارے خیال میں شاہ محمد جعفر پھلواروی نے اس موضوع پر ایک مبسوط کتاب لکھی ہے۔ ہم ان کے پیش کردہ سوالات کا ایک سرسری جائزہ لے رہے ہیں جس سے مجوزین کے نقطۂ نظر کا ضعف ظاہر ہو جائیگا۔

ہم نے بالخصوص گانے (غنا) کی حرمت پر دلائل نہیں دیے کیونکہ اس اصول سے کوئی منصف مزاج اختلاف نہیں کر سکتا کہ گانے میں جن اشعار کا مضمون فحش اور ناجائز ہو وہ ناجائز ہیں اور جن کا مضمون جائز ہو وہ جائز ہیں البتہ آلات موسیقی کی حرمت کو ہم نے پچیس سے زائد احادیث سے واضح کیا ہے جن میں بیشتر احادیث صحاح ستہ سے لی گئی ہیں۔

شاہ محمد جعفر پھلواروی نے گانے کی حرمت سے متعلق تین احادیث پیش کر کے ان کی سند پر جرح کی ہے ہم اس کے جواب میں اس لیے کچھ کہنا نہیں چاہتے کہ خود پھلواروی صاحب نے لکھا ہے۔

"حقیقت یہ ہے کہ غناء کے اندر دونوں قسم کی صلاحیتیں موجود ہیں وہ نفاق بھی پیدا کر سکتا ہے اور اتفاق بھی۔ شقاوت بھی پیدا کر سکتا ہے اور حلاوت بھی، یہ سب کچھ سننے والے اور سنانے والے کی استعداد پر احوال و ظروف پر اور مضامین غنا پر موقوف ہے"[1]

اس اعتراف کے بعد گانے کا مضمون اگر ناجائز ہو تو وہ ناجائز ہے ہم اس موضوع پر مزید لکھنا عبث خیال کرتے ہیں۔

مجوزین موسیقی کا موقف

گانے بجانے (یعنی آلات موسیقی کے ساتھ گانے) کے بارے میں پھلواروی صاحب لکھتے ہیں:

"پہلی چیز تو یہ ہے کہ محدثین اور ان کے متبع فقہاء جب بھی مسئلہ غناء کا ذکر کرتے ہیں تو ایک طرف تو وہ واشگاف الفاظ میں یہ اعتراف کرتے ہیں کہ حرمت غناء پر کوئی نص موجود نہیں ہے۔ روایات جتنی بھی ہیں وہ سب کی سب موضوع یا غایت درجہ کی ضعیف ہیں اس کے ساتھ وہ کچھ معذرت خواہانہ انداز اختیار کر کے یہ تشریح شروع کر دیتے ہیں جو روایات غنا کے متعلق ہیں وہ اسی غناء کے متعلق ہیں جو لہو و لعب اور فسق و فجور سے وابستہ ہو لہٰذا جو غنا فواحش سے مقترن ہو وہ ناجائز ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب حرمت غنا کی تمام روایات ہی موضوع ہیں تو ان سے اس قسم کے معذرت خواہانہ استدلالات کب درست ہیں؟ بات سیدھی کرنی چاہیے کہ گانا بجانا مطلقاً جائز ہے اور اس کی اباحت میں کوئی شک نہیں کیونکہ انبیاء، صحابہ، تابعین، تبع تابعین، مجتہدین، صلحاء سب سے اس کی اباحت ثابت ہے۔ اگر کسی خارجی وجہ سے اس کا ناجائز ہونا تو وہ کس چیز میں ناجائز نہیں"[2] ہمارے نزدیک موسیقی غناء، قوالی، سماع یا گانے بجانے کے متعلق سوال کا صرف ایک سیدھا سادا جواب ہے کہ فی حد ذاتہ اس کی مطلق حلت و جواز و اباحت پر عہد نبوی سے لے کر آج تک اجماع امت رہا ہے۔ البتہ خارجی عوامل کی وجہ سے وہ جس طرح خلاف اولیٰ، مکروہ تنزیہی، مکروہ تحریمی اور حرام مطلق ہو سکتا ہے اسی طرح مباح، مستحب، سنت مؤکدہ، واجب اور فرض بھی ہو سکتا ہے"[3]

پھلواروی صاحب نے جو لکھا ہے کہ "محدثین اور فقہاء نے اعتراف کیا ہے کہ حرمت غناء پر کوئی نص موجود نہیں ہے" یہ محض کذب خالص اور دروغ بے فروغ ہے۔ کسی محدث نے اس طرح نہیں لکھا، البتہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے

---

[1] شاہ محمد جعفر پھلواروی، اسلام اور موسیقی ص ١٧٥، مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، طبع دوم ١٩٧٨ء

[2] " " ، اسلام اور موسیقی ص ٣٠٧ ،

[3] " " ، اسلام اور موسیقی ص ٣١٥ ،

یہ لکھا ہے کہ نص قطعی بر حرمت آں علی الاطلاق چنانچہ بر حرمت زنا و شرب خمر آمدہ، ثابت نشدہ است[1] "حرمت غنا پر ایسی نص قطعی نہیں ہے جیسے شراب اور زنا کی حرمت پر ہے۔ اور یہ صحیح ہے ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ آلات موسیقی سے اشتغال مکروہ تحریمی اور حرام ظنی ہے شراب اور زنا کی طرح حرام قطعی نہیں ہے۔ اور پھلواروی صاحب کا یہ کہنا کہ "حرمت غنا (گانے بجانے) پر تمام روایات موضوع اور غایت درجہ کی ضعیف ہیں" بالکل غلط اور صراحۃً باطل ہے، ہم نے آلات موسیقی کی حرمت پر صحیح بخاری، صحیح مسلم اور جامع ترمذی وغیرہا سے احادیث پیش کی ہیں اور ان روایات کے بارے میں وضع اور غایت ضعف کا قول کوئی صاحب علم نہیں کر سکتا۔

پھلواروی صاحب کا یہ کہنا کہ "آلات موسیقی فسق و فجور کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں" یہ بھی غلط ہے۔ آلات موسیقی میں اشتغال فی نفسہ حرام ہے جیسا کہ صفحات سابقہ میں ذکر کردہ احادیث، آثار اور ائمہ مذاہب کی عبارات سے ظاہر ہو چکا ہے اور پھلواروی صاحب کا یہ کہنا کہ "گانا بجانا مطلقاً جائز ہے اور انبیاء، صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ اور صلحاء سے اس کا سننا ثابت ہے" شریعت میں بے جا مداخلت اور انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین پر خالص افتراء ہے۔ صفحات سابقہ میں قارئین کرام ان نفوس قدسیہ کی صریح عبارات ملاحظہ فرما چکے ہیں جن میں انہوں نے اس کی حرمت کی وضاحت کی ہے البتہ عید اور نکاح کے موقع پر دف کے ساتھ جائز اشعار سننا ایک الگ بات ہے کیونکہ اس کی شارع علیہ السلام نے خصوصاً اجازت دی ہے اور عمومی طور پر دف سمیت دیگر آلات موسیقی کے ساتھ اشتغال کو حرام قرار دیا ہے۔

مجوزین کے اہم دلائل کا ایک جائزہ

صحیح بخاری (ج ۲ ص ۸۳۷) کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا، شراب، ریشم اور معازف (آلات موسیقی) کے ساتھ حلال چیز کا معاملہ کرنے والوں کو بندر اور خنزیر کے ساتھ مسخ کر دیے جانے کی سخت وعید سنائی ہے جس کو ہم شروع میں تفصیل سے نقل کر چکے ہیں۔ پھلواروی صاحب نے اس حدیث کا سخت مذاق اڑایا ہے اور اس مذاق کی تائید میں صحیح بخاری کی کئی احادیث پر بھی پھبتیاں کسی ہیں اس کے بعد لکھتے ہیں:

آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ بخاری اور دوسری کتب احادیث کی ان روایات صحیحہ کو نہ مانا جائے جن سے حضور کا اور صحابہ کا گانا اور دف سننا ثابت ہے اور اس روایت کو مان لیا جائے جس میں زنا اور غنا کو ایک صف میں رکھ دیا گیا ہے[2]

انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

حقیقت یہ ہے کہ محض کسی کتاب یا روایات حدیث میں کسی بات کا درج ہونا اس کی سو فی صد صحت کی ضمانت نہیں[3]۔

حقیقت یہ ہے کہ ایک منصف مزاج اور دین دار عالم دین کے لیے تو صحیح بخاری یا کسی اور کتاب میں کسی حدیث

---

[1] شیخ عبد الحق محدث دہلوی، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۰۰، مطبوعہ تیج کمار لکھنؤ، طبع نہم۔
[2] شاہ محمد جعفر پھلواروی، اسلام اور موسیقی ص ۱۸۱، مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، طبع دوم ۱۹۶۸ء
[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۱۸۰، ؍؍ ؍؍

کا سند صحیح کے ساتھ مندرج ہونا اس پر اعتماد کی ضمانت ہے، آلات موسیقی سے اشتغال جس کو پھلواروی صاحب نے غناء کے ساتھ تعبیر کیا ہے مکروہ تحریمی اور حرام ظنی ہے اور زنا حرام قطعی ہے اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں پر ایک وعید سنادی ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں جس کی بناء پر اس حدیث کی صحت کا انکار کر دیا جائے، قرآن کریم میں ایسی بکثرت مثالیں ہیں: انہ کان لایومن باللہ العظیم ○ ولا یحض علی طعام المسکین -
(الحاقہ: ۳۴، ۳۳) "لاریب یہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا اور مسکین کے کھلانے پر کسی کو نہیں ابھارتا تھا۔" فویل للمصلین ○ الذین ھم عن صلوتھم ساھون ○ الذین ھم یراؤن ○ ویمنعون الماعون ○ (الماعون: ۷، ۶، ۵، ۴) "ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں، جو ریاکاری کرتے ہیں، اور جو معمولی چیز دینے سے انکار کرتے ہیں۔" اس آیت میں تین گناہ ذکر کیے ہیں اور ان میں سے ہر ایک مستقل گناہ ہے اور تینوں کا درجہ ایک جیسا نہیں ہے، سب سے بڑا گناہ ریاکاری ہے اس سے کم گناہ نماز سے غفلت ہے اور اس سے کم گناہ کسی کو معمولی چیز عاریۃً دینے سے انکار کرنا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان تینوں پر ایک وعید لفظ ویل سے سنائی ہے، پس اگر صحیح بخاری کی اس روایت میں زنا، ریشم، شراب اور آلات موسیقی کو حلال سمجھنے والوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسخ کر دیے جانے کی ایک وعید سنائی ہو تو اس میں اس حدیث کی صحت کا انکار کرنے کی کیا وجہ ہے، ہر چند کہ زنا اور شراب کی حرمت قطعی ہے اور ریشم اور آلات موسیقی کی حرمت ظنی ہے۔

باقی رہا پھلواروی صاحب کا یہ کہنا کہ "بخاری اور دوسری کتابوں کی ان احادیث کو کیوں نہ صحیح مانا جائے جس میں حضور اور صحابہ کا گانا اور دف سننا مذکور ہے" اس کا جواب بارہا دیا جا چکا ہے کہ عید اور نکاح کے موقع پر دف سے اشتغال کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت دی ہے جیسا کہ سنن نسائی، طبرانی اور مصنف عبدالرزاق کی روایات سے ہم باحوالہ بیان کر چکے ہیں اور عام احوال میں دف کی ممانعت فرمائی ہے اور باقی آلات موسیقی کی آپ نے کسی حال میں اجازت نہیں دی جس کی تفصیل ان احادیث، آثار اور مذاہب اربعہ کے علماء کی عبارات سے ظاہر ہو جاتی ہے جن کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

مجوزین موسیقی کی دلیل

آلات موسیقی کو جائز رکھنے والے تمام علماء ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں، اور اس حدیث سے ثابت کرتے ہیں کہ عورتوں سے گانا بجانا سننا جائز ہے اور علی الاطلاق آلات موسیقی بجانا، سننا، اور مردوں اور عورتوں سے بلا حجاب گانا سننے کو جائز قرار دیتے ہیں ہم احقاق حق کی خاطر اس حدیث کو اس کے تمام طرق اور اسانید کے ساتھ ذکر کرکے اس پر مفصل بحث کرنا چاہتے ہیں۔

امام ترمذی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ ذکر کرتے ہیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ (جہاد) سے واپس آئے تو ایک حبشی لڑکی آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ! میں نے ایک نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو جہاد سے سلامتی کے ساتھ واپس لے آئے تو میں دف بجاؤں گی اور گانا گاؤں گی! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نے نذر مان لی ہے تو دف بجاؤ ورنہ نہیں! وہ لڑکی دف بجانے لگی، حضرت ابوبکر آگئے اور وہ دف بجاتی رہی پھر حضرت علی آئے اور وہ دف بجاتی

رہی پھر حضرت عثمان آئے اور وہ دف بجاتی رہی پھر حضرت عمر آئے اور اس نے دف کو اٹھا کر اپنی سرین کے نیچے رکھ لیا پھر اس پر بیٹھ گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! شیطان تم سے ڈرتا ہے! میں بیٹھا رہا اور یہ لڑکی دف بجاتی رہی ابو بکر آئے اور یہ لڑکی دف بجاتی رہی پھر علی آئے اور یہ دف بجاتی رہی پھر عثمان آئے اور یہ دف بجاتی رہی پھر اے عمر! تم آئے تو اس لڑکی نے دف کو پھینک دیا۔ ؎۱

امام ترمذی نے یہ حدیث از حسین بن حریث از علی بن حسین بن واقد از عبد اللہ بن بریدہ بیان کی ہے اور اس حدیث کی سند میں علی بن حسین بن واقد راوی ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ابو حاتم نے کہا علی بن حسین بن واقد ضعیف ہے، عقیلی کہتے ہیں کہ اسحاق بن راہویہ اس کے مرجئی ہونے کی وجہ سے اس کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے تھے اس لیے ہم نے اس سے روایت کرنا چھوڑ دیا، اور ابن حبان بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری صبح و شام اس سے ملاقات کرتے تھے اور اس کی روایت نہیں لکھتے تھے۔ ؎۲

امام ابو داؤد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے:

حدثنا مسعود قال نا الحارث بن عبيد ابو قدامة عن عبيد الله ابن الاخنس عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان امرأة اتت النبي صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله انی نذرت ان اضرب على راسك بالدف قال اوفی بنذرك۔ ؎۳

از مسعود از حارث بن عبید ابو قدامہ از عبید اللہ بن اخنس از عمرو بن شعیب از ابیہ از جدہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ میں نے نذر مانی تھی کہ میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی آپ نے فرمایا اپنی نذر پوری کرو۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے۔ حارث بن عبید ابو قدامہ اس کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل نے کہا یہ مضطرب الحدیث ہے، ابن معین نے کہا یہ ضعیف ہے۔ ابو حاتم نے کہا یہ قوی نہیں ہے اس کی حدیث لکھی جاتی تھی اور اس سے استدلال نہیں کیا جاتا، امام نسائی نے کہا یہ قوی نہیں ہے۔ امام ابن حبان نے کہا اس کو بہت زیادہ وہم لاحق ہوتے تھے حتیٰ کہ یہ ان راویوں سے خارج ہو گیا جن کی تنہا روایت سے استدلال کیا جاتا ہے۔ ؎۴

اس کے بعد دوسرا راوی ہے عبید اللہ بن اخنس اس کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

امام ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کرکے لکھا ہے کہ یہ بہت زیادہ خطاء کرتا تھا۔ ؎۵

؎۱۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۲۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

؎۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۳۰۸، مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن ۱۳۲۶ھ۔

؎۳۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۱۳ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ۔

؎۴۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۵۰، مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن ۱۳۲۶ھ۔

؎۵۔ " " " ج ۷ ص ۲ " " "

تیسرا راوی ہے عمرو بن شعیب اس کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں اس کی روایت ہمارے نزدیک واہی (ضعیف) ہے، امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ اس کی روایات منکر ہیں اس کی احادیث لکھنے میں معتبر ہیں لیکن ان سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ امام ابو زرعہ کہتے ہیں کہ اس کی عام روایات منکر ہیں، آجری کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو داؤد سے پوچھا کیا آپ کے نزدیک عمرو ابن شعیب حجت ہیں تو امام ابو داؤد نے کہا کہ وہ پوری حجت تو کیا ہوتا آدھی حجت بھی نہیں ہے[1]

اس حدیث کو امام بیہقی نے دو سندوں سے روایت کیا ہے[2]

پہلی سند میں ایک راوی ہے حسین بن واقد اس کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

امام ابن حبان نے کہا یہ روایات میں خطاء کرتا تھا، عقیلی کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل اس کی احادیث کا انکار کرتے تھے۔ اثرم کہتے ہیں کہ امام احمد نے اس کی احادیث سے ہاتھ جھاڑ لیے تھے۔ ساجی کہتے ہیں کہ یہ سچا مگر وہمی تھا۔[3]

دوسری سند وہی ہے جس کے ساتھ امام ابو داؤد نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اور اس سند میں حارث بن عبید اللہ ابو قدامہ، عبید اللہ بن اخنس اور عمرو بن شعیب ہیں جن کا ضعف ہم ابھی تہذیب التہذیب کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔

اس حدیث کی ایک سند پر علامہ طاہر پٹنی تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال الخطیب فیہ من ھو ساقط الروایۃ واھی الحدیث باطل[4]

خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ اس سند کا ایک راوی ساقط الروایۃ ہے جو ضعیف چیزیں نقل کرتا ہے اور یہ روایت باطل ہے۔

ہم نے اس حدیث کے پانچوں طرق اور اسانید ذکر کر دیے ہیں اور ان اسانید کا حال قارئین کے سامنے ظاہر کر دیا ہے اس حدیث کی ہر سند میں واہی، ضعیف، بدعقیدہ اور ساقط الاعتبار راوی ہیں۔

یہ حدیث "روایۃً" کے علاوہ "درایۃً" بھی مردود ہے کیونکہ ابو داؤد اور بیہقی کی سند میں دف بجانے والی کو عورت سے تعبیر کیا ہے اور ترمذی کی روایت میں اس کو لڑکی سے تعبیر کیا ہے اور اس میں مذکور ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حبشی لڑکی کو "نذر پورا کرنے" کا حکم دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکی بالغہ تھی کیونکہ احکام کی مکلف بالغ لڑکی ہی ہوتی ہے اور ایک بالغہ لڑکی یا عورت سے بلا حجاب گانا سننا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف ہے اور اگر بالفرض اس کو آپ کی خصوصیت پر محمول بھی کیا جائے تو حضرت ابو بکر، حضرت علی اور حضرت عثمان کا اس بالغ لڑکی یا عورت کو دیکھنا اور اس کا گانا سننا کس طرح جائز ہو گا کیونکہ اجنبی عورت کو دیکھنا اور اس کی آواز سننا دونوں

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۵۰، مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن ۱۳۲۶ھ۔

[2] حافظ ابو بکر احمد بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۷۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[3] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲، تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۷۴، مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن ۱۳۲۶ھ۔

[4] شیخ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۲ھ، تذکرۃ الموضوعات ص ۱۹۷۔

حرام ہیں پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ صحابہ حرام کام کر رہے ہوں اور آپ نے انھیں منع نہ فرمایا ہو، مثلاً اس حدیث میں ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگئے تو وہ لڑکی دف کو الٹ کر اپنا سر، ان کے نیچے رکھ کر بیٹھ گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر شیطان تم سے ڈرتا ہے کیونکہ میں بیٹھا رہا اور یہ لڑکی دف بجاتی رہی، ابوبکر آئے اور یہ دف بجاتی رہی پھر علی آئے اور یہ دف بجاتی رہی پھر عثمان آئے اور یہ دف بجاتی رہی اور اے عمر جب تم آئے تو اس نے دف کو پھینک دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ دف بجانا ایک شیطانی کام ہے اور جب یہ شیطانی کام ہے تو چاہیے تھا کہ آپ فرماتے اس نذر کا پورا کرنا صحیح نہیں ہے چہ جائیکہ اسے نذر پر عمل کرنے کا حکم دیتے، پھر جب یہ شیطانی کام تھا تو آپ کا اور حضرت ابوبکر، حضرت علی اور حضرت عثمان کا سننا کس طرح صحیح تھا، پھر یہ ایک عجیب اور غلط بات ہے کہ شیطان حضرت عمر سے ڈرتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر سے نہیں ڈرتا تھا اور یہ تاویل اس سے بھی عجیب تر اور اغلط ہے کہ حضرت عمر برائی کے کاموں پر زیادہ سخت تھے اور حضور اور حضرت ابوبکر نرم مزاج تھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد امت میں حضرت ابوبکر سے زیادہ برائی کے کاموں پر کوئی سخت نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو کسی دلیل کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور حضرت ابوبکر کی برائی اور کفار کے خلاف شدت پر یہ اہم دلیل ہے کہ مانعین زکوٰۃ کے خلاف تلوار اٹھانے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اولاً تیار نہ تھے اور حضرت ابوبکر سے بحث کرتے تھے اور بالآخر حضرت ابوبکر کی بات حضرت عمر کی سمجھ میں آگئی اور انھوں نے مانعین زکوٰۃ کے خلاف جنگ کرنے میں حضرت ابوبکر کی رائے سے موافقت کر لی۔

یہ حدیث بخاری اور مسلم میں ہے۔

غرضیکہ یہ حدیث اصول اسلام سے متصادم ہے روایۃً اور درایۃً ضعیف اور واجب الرد ہے اس سے آلات موسیقی کے جواز پر استدلال کرنا اور ان احادیث صحیحہ کے خلاف بطور معارضہ پیش کرنا جن میں دف اور باقی آلات موسیقی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلق حرام کر دیا ہے بداہۃً باطل ہے۔

ہم نے آلات موسیقی کی حرمت واضح کرنے کے لیے بیشتر احادیث صحاح ستہ سے پیش کی ہیں اس کے علاوہ سنن کبری للبیہقی، مسند احمد بن حنبل، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، کنز العمال اور مجمع الزوائد سے بھی احادیث پیش کی ہیں، جن میں سے زیادہ تر احادیث سند حسن سے مروی ہیں۔ بعض احادیث کی انفرادی سند ضعیف ہے لیکن چونکہ وہ احادیث دیگر طرق اور اسانید سے بھی مروی ہیں اس لیے وہ سند بھی اصطلاحاً سند حسن ہے خواہ سند لغیرہ ہو اور ان میں کوئی حدیث خدانخواستہ موضوع نہیں ہے۔

پھلواروی صاحب کا ایک اور اہم شبہ یہ ہے کہ:

علاوہ ازیں وہ فقہاء بھی جو صاحب ہدایہ، صاحب بدائع صنائع، قاضی خاں وغیرہم کی طرح متشدد نہیں مثلاً علیؒ ابن ہمام، صاحب عنایہ، صاحب نہایہ، طحطاوی، شامی، سرخسی وغیرہم اسی غناء کو ناجائز بتاتے ہیں جو لہو سے وابستہ ہو[1]

---

[1] شاہ محمد جعفر پھلواروی، اسلام اور موسیقی ص ۱۸۴، مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور طبع دوم ۱۹۶۸ء

یہ پھلواروی صاحب کی خود فریبی یا مبالغہ آفرینی ہے کہ وہ ان مذکور الصدر فقہاء کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف سمجھتے ہیں ان تمام فقہاء نے متفقہ طور پر لکھا ہے کہ وہ گانا جائز ہے جس کا مضمون جائز ہو اور جس کا مضمون ناجائز ہو وہ گانا ناجائز ہے اور نکاح، ختنہ، ولیمہ اور عید کے موقع پر صرف دف بجانا جائز ہے اور ان مواقع کے علاوہ دف اور باقی تمام آلاتِ موسیقی مطلقاً حرام ہیں اور اس مضمون کو ان تمام فقہاء نے بیان کیا ہے خواہ قاضی خان ہوں یا علامہ عینی بلکہ علامہ عینی نے تو موسیقی کی اس صورت کا بہت سخت الفاظ سے رد کیا ہے جس کے اثبات کے لیے پھلواروی صاحب درپے ہیں اور ان تمام مذکور الصدر فقہاء بلکہ مذاہب اربعہ کے اعاظم فقہاء کی عبارات ہم بحمدہٖ تعالیٰ پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

علامہ شامی کی عبارت سے موسیقی پر استدلال

آلاتِ موسیقی کے مجوزین بعض علماء کہتے ہیں کہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے لکھا ہے کہ اظہار فخر کے لیے نقارہ بجانا جائز نہیں، البتہ عصر، عشاء اور آدھی رات کے بعد تین صور پھونکے جانے کو یاد دلانے کے لیے تین بار نقارہ بجانا جائز ہے [۱]۔ علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے اس عبارت میں یہ نکتہ آفرینی کی ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ آلاتِ لہو و لعب بذاتہا حرام نہیں ہیں بلکہ جب آلاتِ لہو و لعب (آلاتِ موسیقی) کو بجانے والا یا سننے والا لہو کا قصد کرے تب حرام ہیں اور یہ فائدہ آلات کی لہو کی طرف اضافت سے حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا بزرگانِ دین جو سماع کرتے رہے ہیں اس پر معترض کو انکار نہیں کرنا چاہیے تاکہ ان کی برکات سے محروم نہ ہو [۲]۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جو بزرگ اس دنیا سے جا چکے ہیں ان پر اعتراض کرنا ویسے بھی درست نہیں ہے اور یہ بات صحیح ہے لیکن اس سے آلاتِ موسیقی کا جواز اور حلت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ حلت اور حرمت کا مدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت دینے یا منع کرنے پر ہے فوت شدہ بزرگوں کے افعال پر نہیں ہے جبکہ خود علامہ شامی نے اسی بحث میں لکھا ہے کہ:

وفی الملتقی وعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کرہ رفع الصوت عند قراءۃ القرآن والجنازۃ والزحف والتذکیر فما ظنک بہ عند الغناء الذی یسمونہ وجدا ومحبۃ فانہ مکروہ لا اصل لہ فی الدین قال الشارح زاد فی الجوھرۃ وما یفعلہ متصوفۃ زماننا لا یجوز القصد والجلوس الیہ ومن قبلھم لم یفعل کذلک الی قولہ والحاصل انہ لا رخصۃ فی السماع فی زماننا لان الجنید رحمہ اللہ

ملتقی میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن مجید پڑھتے، جنازہ، جہاد اور وعظ و نصیحت کے وقت آواز بلند کرنے کو ناپسند فرمایا ہے تو تمہارا کیا گمان ہے اس گانے (غنا) کے بارے میں جس کو یہ لوگ وجد اور محبت کہتے ہیں کیونکہ یہ مکروہ ہے اور اس کی دین میں کوئی اصل نہیں ہے، شارح کہتے ہیں کہ جوہرہ نیرہ میں ہے آج کل کے زمانے کے صوفیوں کی مجلس میں بیٹھنا اور اس کا قصد کرنا ناجائز ہے۔ ان سے پہلے لوگ ایسا نہیں کرتے تھے، حاصل بحث یہ ہے کہ اس زمانہ

[۱] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی رد المحتار ج ۵ ص ۳۰۷ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۶ھ۔

[۲] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۰۷ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۶ھ۔

تاب عن السماع فی زمانہ[1]

ہیں سماع کی اجازت نہیں ہے کیونکہ جنید رحمہ اللہ نے اپنے زمانہ میں سماع سے توبہ کر لی تھی۔

علامہ شامی رحمہ اللہ کی یہ عبارت بھی اسی بحث میں ہے علاوہ ازیں اس عبارت کے بعد اس جلد کے ص ۳۴۸ پر علامہ شامی نے آلات موسیقی کو مطلق حرام قرار دیا ہے۔ بہر حال علامہ شامی کی عبارت میں آلات موسیقی کو بجانے اور سننے کی اجازت نہیں ہے ہم نے یہ تفصیل اس لیے کر دی ہے کہ بعض علماء علامہ شامی کی عبارت کا صرف ایک ٹکڑا لے کر مغالطہ آفرینی کرتے ہیں حالانکہ ایسا کرنا تحقیق سے بعید ہے۔

قرآن کریم سے موسیقی پر استدلال

آلات موسیقی کے بعض مجوزین کہتے ہیں کہ اگر آلات موسیقی فسق و فجور کا سبب ہوں تو یہ ناجائز ہیں اور اگر فسق و فجور کا سبب نہ ہوں تو جائز ہیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے: ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم (لقمان: ۶) "بعض لوگ کھیل کی باتوں کو اس لیے خریدتے ہیں تاکہ لوگوں کو نا سمجھی سے اللہ تعالیٰ کے راستہ سے گمراہ کر دیں"۔ لھو الحدیث (کھیل کی باتیں) کی مفسرین نے دس سے زیادہ تعبیرات بیان کی ہیں ایک تعبیر آلات موسیقی ہیں اس تقدیر پر اس کا سیدھا اور صاف جواب یہ ہے کہ آلات موسیقی یا کوئی اور چیز اگر اللہ تعالیٰ کے راستہ سے گمراہ کرے پھر تو اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں لیکن اگر آلات موسیقی اللہ تعالیٰ کے راستے سے گمراہ نہ کریں اس صورت میں آیا وہ حرام ہیں یا نہیں، اس کا ذکر اس آیت میں نہیں ہے اور احکام میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آلات موسیقی کو مطلقاً حرام قرار دے دیا تو وہ آپ کے فرمان کے مطابق احادیث شریفہ حرام ہیں جن کے حوالے ہم صفحات سابقہ میں دے چکے ہیں اور اس سے بڑھ کر کیا فسق و فجور ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے خلاف آلات موسیقی کو جائز کہا جائے اور ان کے بجانے اور سننے میں مشغول رہا جائے، خصوصاً جب کہ لھو الحدیث سے آلات موسیقی مراد ہونا غیر یقینی اور گیارھویں درجہ کا احتمال ہے۔

شیخ عبد الحق دہلوی کی عبارات سے مغالطہ آفرینی

بعض علماء شیخ دہلوی کی حسب ذیل عبارات سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ آلات موسیقی کی حرمت پر کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے۔

وہ عبارت یہ ہے:

دوم طریق محدثین است و ایشاں مے گویند کہ ثابت نشدہ است در تحریم آں حدیث صحیح و نص صریح بلکہ ہر چہ وارد شدہ است دریں باب از احادیث یا موضوع است یا مطعون، و ہم چنیں آیات قرآنی اگرچہ تفسیر کردہ اند آنرا بعضے مفسرین بچیزے کہ دلالت کند بر حرمت غنا اما از تاویلات دیگر ہم است۔[2]

دوسرا طریقہ محدثین کا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس کی حرمت میں کوئی حدیث صحیح اور صریح عبارت نہیں ہے بلکہ اس باب میں جس قدر احادیث ہیں یا موضوع ہیں یا مطعون ہیں اسی طرح قرآن مجید کی آیات ہیں اگرچہ ان آیات کی بعض مفسرین نے گانے کی حرمت کے ساتھ تفسیر کی ہے لیکن ان آیات کی دوسری تفسیر بھی ہے

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵، ص ۳۰۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔
[2] شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوت ج ۱ ص ۴۴۲-۴۴۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

یہ عبارت آلات موسیقی کی بارے میں نہیں گانے کے بارے میں ہے اور ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ گانا مطلق حرام نہیں ہے اگر گانے کا مضمون صحیح ہو تو گانا صحیح ہے ورنہ جیسا حکم اس مضمون کا ہو گا ویسا ہی حکم اس گانے کا ہو گا۔

اور آلات موسیقی کے بارے میں شیخ عبدالحق دہلوی خود حدیث صحیح کا ذکر کرتے ہیں:

در حدیث صحیح آمدہ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ فرستادہ بشدہ ام من وامر کردہ شدہ ام من کہ محو کنم معازف را کہ نام آلات ومزامیر لاہی است (الی ان قال) وآں کہ بعض اہل ظاہر گفتہ اند کہ ہیچ حدیثے وارد نشدہ ایں سخن خالی از مکابرہ نیست۔ [1]

حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے کہ میں آلات موسیقی کو مٹاؤں (اس کے بعد کہا) بعض اہل ظاہر نے کہا کہ اس بارے میں کوئی حدیث وارد نہیں ہے یہ بات عناد سے خالی نہیں ہے۔

شیخ دہلوی نے بعض صحابہ اور بعض تابعین سے بعض آلات موسیقی کا سننا بغیر کسی کتاب کے حوالے کے اور بغیر تحقیق سند کے نقل کیا ہے اور آخر میں یہ لکھ دیا ہے کہ:

ایں چند کلمہ از کتاب مذکور نقل کردہ شدہ والعہدۃ علیہ۔ [2]

یہ چند کلمات اس کتاب سے نقل کیے ہیں اور صحت کی ذمہ داری اسی پر ہے۔

اس لیے اس عبارت سے صحابہ اور تابعین کے مزامیر سننے کو ثابت کرنا خود فریبی سے زیادہ نہیں ہے۔ اور مذاہب ائمہ بیان کرتے ہوئے صاحب المتاع سے نقل کرتے ہیں:

معروف در مذاہب ائمہ اربعہ کراہت مزامیر است [3]

ائمہ اربعہ کے مذاہب میں مشہور یہ ہے کہ مزامیر سننا مکروہ تحریمی ہے۔

اور خاص ستار کے بارے میں نقل کرتے ہیں:

معروف در مذاہب اربعہ آنست کردن آں وشنیدن آں حرام است۔ [4]

مذاہب اربعہ میں معروف یہ ہے کہ ستار بجانا اور سننا حرام ہے۔

جواز موسیقی کے دلائل پر علامہ آلوسی کا تبصرہ

علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

بعض المتصوفۃ الفوا رسائل فی حل الاوتار والمزامیر وغیرھا من آلات اللھو

بعض بناوٹی صوفیوں نے ستار، بانسریوں اور دیگر آلات موسیقی کے جواز میں رسائل تحریر کیے ہیں اور ان میں

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوت ج ۱ ص ۴۵۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ج ۱ ص ۴۴۹، ۔۔

[3] ۔۔ ۔۔ ۔۔ ج ۱ ص ۴۴۹، ۔۔

[4] ۔۔ ۔۔ ۔۔ ج ۱ ص ۴۴۹، ۔۔

اتوا فیها بکذب عجیب علی اللہ تعالٰی وعلی رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی اصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم والتابعین والعلماء العاملین وقدھم فی ذٰلک من لعب بہ الشیطان وھوی بہ الھوی الی ھوۃ الحرمات فھو عن الحق بمعزل وبینہ وبین حقیقۃ التصوف الف الف منزل، واذا تحقق لدیک قول بعض الکبار بحل شیء من ذٰلک فلا تغتر بہ لانہ مخالف لما علیہ ائمۃ المذاھب الاربعۃ وغیرھم من الاکابر المؤید بالادلۃ القویۃ لا یأتیھا الباطل من بین یدیھا ولا من خلفھا وکل احد یوخذ من قولہ ویترک ما عدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن رزق عقلا مستقیما وقلبا من الاھواء الفاسدۃ سلیما لا یشک فی ان ذٰلک لیس من الدین وانہ بعید بمراحل عن مقاصد شریعۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی الہ وصحبہ اجمعین۔[1]

اللہ تعالٰی اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین عظام اور کبار علماء کی طرف (بلا تحقیق) جھوٹی باتیں منسوب کر دی ہیں اور جو شخص شیطان کے ہاتھوں کھلونا بنا ہوا ہے اور پرستار ہوا ہے وہ ان جھوٹی باتوں کی تقلید کرتا ہے، ایسا شخص حق سے دور ہے اور اس کے اور تصوف کے درمیان لاکھوں منزلوں کی دوری کا فاصلہ ہے اگر تم نے اکابرین میں سے کسی کا قول مزامیر کی حلت میں سنا ہے تو اس سے دھوکا نہ کھانا کیونکہ یہ قول ائمہ اربعہ کے مذاہب اور دیگر اکابرین ملت کے خلاف ہے اور ائمہ اربعہ کا مذہب دلائل قویہ کے مطابق ہے ہر شخص اپنے قول پر جواب دہ ہے جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے اس کو چھوڑ دینا چاہیے جس شخص کی عقل صحیح ہو اور دل بری خواہشوں سے پاک ہو اس کو اس میں کوئی شک نہیں ہوگا کہ یہ موسیقی دین نہیں ہے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے کوسوں دور ہے۔

ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر اور سینما کا حکم

آلات موسیقی کا شرعی حکم معلوم ہونے کے بعد یہ واضح ہو گیا کہ جن جن امور میں آلات موسیقی کا دخل ہے وہ سب شرعاً حرام ہیں، مثلاً ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر، سینما، ٹیپ ریکارڈر اور گراموفون کے وہ ریکارڈز جن میں آلات موسیقی کی آواز ہو وہ سب شرعاً حرام ہیں۔ آلات موسیقی کے پروگراموں کو عملی شکل دینا، ریکارڈ کرانا، ان ریکارڈز کا کاروبار کرنا، خرید و فروخت اور ان کا سننا سب شرعاً حرام ہیں۔ خاص طور پر وہ نظمیں جن میں اللہ اور اس کے رسول کا ذکر ہو ان کو مزامیر کے ساتھ دھنوں پر گانا زیادہ مذموم ہے کیونکہ اس طرح اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ان سازوں پر کیا جاتا ہے جن کو نہ صرف اللہ اور اس کے رسول نے حرام کر دیا ہے بلکہ آپ نے ان کو مزامیر شیطان سے تعبیر فرمایا ہے۔ (العیاذ باللہ) اور جو لوگ اس کام کو عبادت کا درجہ دیتے ہیں ان کا حال زیادہ افسوس ناک ہے۔

یاد رہے کہ ہم نے اس بحث میں جہاں بھی حرام کا لفظ استعمال کیا ہے اس سے ہماری مراد حرام ظنی ہے حرام قطعی نہیں ہے۔

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۱ ص ۷۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ ریڈیو اور ٹی۔ وی کے جو دینی پروگرام ہیں ان کا سننا اور دیکھنا جائز ہے اسی طرح وہ پروگرام بھی جو موسیقی سے خالی ہوں اور ان میں کوئی مخرب اخلاق چیز نہ ہو جیسے خبریں، معلوماتی فیچر، حکام کی تقاریر اور انٹرویوز اور اہم اعلانات جیسے روزہ، عید اور حج کے اعلانات وغیرہ اسی طرح وی سی آر پر علماء کی ریکارڈ شدہ تقاریر یا کسی ایسی تقریب کی فلم جس میں کوئی مخرب اخلاق چیز اور میوزک وغیرہ نہ ہو۔ اور یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ نامحرم عورتوں کی وڈیو یا ٹی وی پر تصاویر دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ تصویر پر اصل کے احکام لاگو نہیں ہوتے مثلاً آپ کسی شخص کا گلا کاٹ دیں تو آپ پر قصاص واجب ہو گا جب کہ تصاویر کا گلا کاٹ دینے سے کچھ نہیں ہوتا اسی طرح اگر ٹی۔ وی پر براہ راست پروگرام ٹیلی کاسٹ ہو رہا ہو اور آپ سکرین پر بولنے والے شخص کو مخاطب کر کے کوئی کلمہ موجبہ القذف (ایسی تہمت جس سے حد قذف واجب ہوتی ہو) کہہ دیں تو آپ پر حد قذف واجب نہیں ہو گی اس سے معلوم ہوا کہ وڈیو یا ٹی وی پر جو تصویر نظر آتی ہے اس پر اصل کے احکام لاگو نہیں ہوتے خواہ وہ پروگرام پہلے سے ریکارڈ شدہ ہو یا براہ راست نشر ہو رہا ہو اس بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ نامحرم عورتوں کی تصاویر کو وڈیو اور ٹی۔ وی پر دیکھنا ممنوع نہیں ہے بشرطیکہ اس پروگرام میں مخرب اخلاق چیز اور میوزک نہ ہو کیونکہ میوزک میں اصل اور مثال کا فرق نہیں ہے۔ ہمیں ہر حال میں آلات موسیقی کی آواز سننے سے منع کیا گیا ہے اور آواز خواہ ریکارڈ شدہ ہو یا براہ راست سنی جائے بحیثیت آواز کے اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔

ریڈیو، ٹی وی اور وڈیو کے جواز پر جو بات زیادہ سے زیادہ کہی جا سکتی ہے وہ ہم نے بیان کر دی ہے لیکن تجربہ اور مشاہدہ اس بات پر گواہ ہے کہ جس گھر میں ریڈیو، ٹی۔ وی اور وڈیو ہو گا وہاں صرف ان جائز پروگراموں کو دیکھنے اور سننے تک معاملہ محدود نہیں رہے گا بلکہ گھر کے تمام یا بعض افراد ان پروگراموں کو بھی یقیناً دیکھیں گے اور سنیں گے جن کا دیکھنا اور سننا شرعاً جائز نہیں ہے اور یہ بات عادتاً محال ہے کہ جس گھر میں ریڈیو یا ٹی۔ وی یا وی سی آر ہو اور اس گھر کا کوئی فرد موسیقی پر مشتمل کوئی پروگرام دیکھے نہ سنے اسی طرح دیگر مخرب اخلاق پروگراموں سے اجتناب بھی عادتاً محال ہے۔ الا ما شاء اللہ۔

یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جس چیز سے بعینہٖ منع فرمایا ہے اس کے قرب سے بھی منع فرمایا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن۔ (الانعام: ۱۵۱)	یتیم کے مال کے قریب مت جاؤ ماسوا احسن طریقہ کے۔
ولا تقربوھن حتی یطھرن۔ (البقرہ: ۲۲۲)	جب عورتوں کے ماہواری ایام ہوں تو جب تک وہ (حیض سے) پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب بھی مت جاؤ۔
ولا تقربوا الزنی انہ کان فاحشۃ۔ (اسراء: ۳۲)	زنا کے قریب بھی مت جاؤ کیونکہ وہ بے حیائی کا کام ہے۔
ولا تقربوا الفواحش ما ظھر منھا وما بطن۔ (الانعام: ۱۵۱)	جو ظاہراً اور پوشیدہ بے حیائی کی چیزیں ہیں ان کے قریب بھی مت جاؤ۔

تلک حدود اللہ فلا تقربوھا۔
(بقرہ: ۱۸۷)

یہ اللہ کی حدود ہیں ان کے قریب بھی مت جاؤ۔

ہم نے قرآن مجید کی یہ پانچ آیات پیش کی ہیں جن سے صراحتہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے ان کا قرب بھی ممنوع ہے اور جس چیز میں ظاہراً یا پوشیدہ بے حیائی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے قرب سے بھی منع فرمایا ہے اور ریڈیو اور ٹی۔وی سے جو بکثرت موسیقی پر مشتمل اور مخرب اخلاق پروگرام نشر کیے جاتے ہیں اس پہلو سے ان کا ممنوع ہونا اور پوشیدہ بے حیائی ہونا بالکل ظاہر ہے اور جائز پروگراموں کے حیلہ سے ان کے قریب جانا اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی کھلی مخالفت ہے۔ (العیاذ باللہ)۔

نیز حدیث شریف میں ہے:

عن النعمان بن بشیر یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحلال بین والحرام بین وبینھما مشتبھات لا یعلمھا کثیر من الناس فمن اتقی المشتبھات استبرأ لدینہ وعرضہ ومن وقع فی الشبھات کراع یرعی حول الحمی یوشک ان یواقعہ الا وان لکل ملک حمی الا ان حمی اللہ فی ارضہ محارمہ۔[1]

حضرت نعمان بن بشیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے، جو شخص مشتبہ چیزوں سے بچتا ہے وہ اپنے دین اور عزت کو محفوظ رکھتا ہے اور جو شخص مشتبہ چیزوں کو اختیار کر لیتا ہے وہ اس چرواہے کی طرح ہے جو ممنوعہ چراگاہ کے قریب اپنے جانور چراتا ہے۔ جس میں اس کا خطرہ ہے کہ وہ جانور ممنوعہ چراگاہ میں چرنے لگیں، یاد رکھو ہر بادشاہ کی ایک خاص (منع کردہ) چراگاہ ہوتی ہے اور یاد رکھو! اس زمین میں اللہ تعالیٰ کی منع کردہ چیزیں وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک واضح مثال سے یہ سمجھایا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بادشاہ کی ممنوعہ چراگاہ کے قریب اپنے جانور چراتا ہے تو اس بات کا خطرہ ہے کہ اس کے جانور اسی ممنوعہ چراگاہ میں چلے جائیں اور وہ چرواہا اس جرم میں پکڑا جائے اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ کی منع کردہ چیزوں کے قریب جائے گا تو اس بات کا خطرہ ہے کہ وہ کسی ممنوعہ کام کا ارتکاب کرے اور اس جرم اور معصیت میں مبتلا ہو جائے۔

اس حدیث شریف کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی شخص ٹی وی اور ریڈیو کو جائز پروگرام کے لیے رکھتا ہے تو وہ ناجائز پروگراموں کے دیکھنے اور سننے کے خطرہ میں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نیز خواہانہ نصیحت پر عمل نہیں کر رہا! اور جو حکم ہم نے ریڈیو اور ٹی وی کا بیان کیا ہے وہی حکم ریڈیو کیسٹس اور ٹی۔وی

---

[1] امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

کیسٹس اور ٹیپ ریکارڈر اور وی سی آر یا وی سی پی کا ہے۔

اس بحث کے اخیر میں، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ میں نے جو اس باب میں آلات موسیقی کی حرمت کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے اس کو اللہ تعالیٰ لوجہ اللہ باقی رکھے، اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور رہتی دنیا تک ان صفحات کو لوگوں کے لیے مفید اور مفیض رکھے اور جو لوگ صحیح دلائل کا علم نہ ہونے کی وجہ سے آلات موسیقی میں مشغول رہے ہوں ان کو اس عمل سے رجوع اور توبہ کی توفیق ارزانی فرمائے اور ان اوراق کو اللہ تعالیٰ اس گنہگار کی بخشش اور اپنی رضا اور خوشنودی کا سبب بنائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین حبیب اللہ العالمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین افضل المرسلین اول الشافعین والمشفعین وعلی آلہ واصحابہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین الی یوم الدین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب صلوٰۃ الاستسقاء

لفظ استسقاء سقی سے ماخوذ ہے، علامہ ابن منظور فرماتے ہیں "سقی کا معنی ہے الحظ من الشرب - پینے سے حصہ" کہا جاتا ہے کم سقی ارضک یعنی تمہاری زمین کے پینے کا کس قدر حصہ ہے۔[1]

استسقاء کا معنی بیان کرتے ہوئے علامہ ابن منظور فرماتے ہیں استسقی الرجل واستسقاہ : طلب منہ السقی وھو استفعال من طلب السقیا ای انزال الغیث علی البلاد و العباد۔

"استسقاء کا معنی ہے پانی طلب کرنا اور اصطلاح شرع میں اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا کہ وہ شہروں میں اور اپنے بندوں پر بارش نازل فرمائے"[2]

ائمہ ثلاثہ اور امام محمد بن حسن شیبانی اور امام ابو یوسف کے نزدیک جب بارش نہ ہو تو دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے[3] اس سلسلے میں امام ابوحنیفہ کا موقف بیان کرتے ہوئے امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

میں نے امام ابوحنیفہ سے کہا کیا استسقاء میں نماز ہے؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: استسقاء میں نماز نہیں ہے صرف دعا ہے۔ میں نے کہا کیا آپ کی رائے میں اس میں باآواز بلند قرأت کے ساتھ جماعت نہیں ہے؟ فرمایا میری رائے میں نہیں! ہم تک صرف یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (استسقاء کے لیے) تشریف لے گئے اور دعا فرمائی اور ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے منبر پر چڑھ کر دعا مانگی اور نماز استسقاء کے سلسلے میں ہم تک صرف ایک شاذ حدیث پہنچی ہے جس کے ساتھ عمل نہیں کیا جاتا۔ میں نے کہا کیا امام یا کسی اور شخص کے لیے استسقاء میں چادر کا پلٹنا مستحب ہے؟ فرمایا نہیں ——— یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے اور امام محمد بن حسن کہتے ہیں کہ میری رائے یہ ہے کہ استسقاء میں امام عید کی طرح نماز پڑھائے، خطبہ سے پہلے نماز پڑھے اور اس نماز میں عیدین کی طرح تکبیرات (زائدہ) نہ کہے کیونکہ ہم تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء میں نماز پڑھی ہے۔ اور ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا حکم دیا ہے اور چادر پلٹنے کا بھی بایں طور کہ امام چادر کی بائیں جانب دائیں طرف اور دائیں جانب کو بائیں طرف کر دے اور یہ چادر صرف امام پلٹے[4]۔

---

[1] علامہ ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۴ ص ۳۹۱، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران، ۱۴۰۵ھ۔

[2] " " " " ج ۱۴ ص ۳۹۳

[3] علامہ عبد الرحمن الجزیری، الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ج ۱ ص ۳۵۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت،

[4] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، المبسوط ج ۱ ص ۴۵۰، ۴۴۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔

علامہ بابرتی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ استسقاء میں جماعت کے ساتھ نماز مسنون نہیں ہے اگر لوگ الگ الگ نماز پڑھ لیں تو جائز ہے اور استسقاء دعا اور استغفار کے سوا اور کچھ نہیں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: استغفروا ربکم انہ کان غفارا ۰ یرسل السماء علیکم مدرارا (نوح ۱۱-۱۰) "اپنے رب سے استغفار کرو وہ بہت بخشنے والا ہے وہ تم پر موسلا دھار بارش نازل فرمائے گا" حضرت نوح علیہ السلام کی مسلسل تبلیغ کے بعد جب قوم آپ کی تکذیب کرتی رہی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش روک لی اور چالیس سال تک ان کی عورتیں بچہ پیدا نہ کر سکیں۔ اس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے ان سے وعدہ کیا کہ اگر وہ ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ہریالی عطا فرمائے گا اور خشک سالی کو ان سے دور کر دے گا اور اس آیت سے استدلال کا باعث یہ ہے کہ یہ ہم سے پہلی شریعت ہے اور ہم سے پہلی شریعت کا جو حکم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر انکار کے بیان فرمائیں وہ حجت ہوتا ہے۔ [1]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے موقف پر دلائل

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جماعت کے ساتھ استسقاء میں نماز مسنون نہیں ہے تاہم اگر کبھی کبھی جماعت کے ساتھ بھی استسقاء میں نماز پڑھ لی جائے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز استسقاء میں اصل چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عاجزی کے ساتھ گڑگڑا کر بارش کے لیے دعا کی جائے اور بکثرت استغفار کیا جائے۔ سورہ نوح کی آیت نمبر ۱۰ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور حسب ذیل احادیث اور آثار سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن مسجد (نبوی) میں ایک شخص اس وقت آیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے اور آ کر کہنے لگا یا رسول اللہ! اموال ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے آپ اللہ تعالیٰ سے بارش نازل فرمانے کے لیے دعا کیجئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اٹھا کر دعا کی اے اللہ! بارش نازل فرما! اے اللہ بارش نازل فرما! اے اللہ! بارش نازل فرما۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بخدا ہم نے پہلے آسمان پر کوئی بادل دیکھا تھا نہ بادل کا ٹکڑا اور ہمارے اور سلع (پہاڑی) کے درمیان کوئی گھر تھا نہ کوئی محلہ، غرض سلع کے پیچھے سے ڈھال کے برابر ایک بادلی اٹھی اور جب آسمان کے درمیان پہنچی تو پھیل گئی اور بارش شروع ہو گئی، بخدا پھر ایک ہفتہ تک ہم نے سورج نہیں دیکھا۔ [2]

اس حدیث میں اس بات کی واضح تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء میں صرف دعا فرمائی ہے۔

حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء میں عیدگاہ گئے اور جب دعا کرنے کا ارادہ فرمایا تو قبلہ کی طرف منہ کر کے چادر پلٹ دی [2] ——— اس حدیث میں بھی صرف دعا کا ذکر ہے ——— ابووجزہ سعدی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ استسقاء میں استغفار کے

---

[1] علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۲ ص ۵۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[2] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۸۱ھ

ایضاً، امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۹۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۵ھ

[3] حافظ ابوبکر احمد بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ سنن کبریٰ ج ۳ ص ۳۵۰ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

علاوہ اور کچھ نہیں کرتے تھے [۱]۔ شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قحط واقع ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے استسقاء میں منبر پر کھڑے ہو کر صرف استغفار کیا اور پھر منبر سے اتر گئے۔ لوگوں نے کہا اے امیر المومنین! ہم نے آپ سے بارش کی طلب کے لیے دعا کا کوئی کلمہ نہیں سنا۔ حضرت عمر نے فرمایا میں نے آسمان کی ان کنجیوں سے بارش طلب کی ہے جن سے بارش نازل ہوتی ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا [۲]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب قحط واقع ہوتا تو حضرت عمر بن الخطاب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش کی دعا مانگتے اور کہتے "اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں پہلے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرتے تھے تو تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں تو ہم پر بارش نازل فرما" تو ان پر بارش نازل ہو جاتی [۳]

ان احادیث اور آثار میں امام ابوحنیفہ کے اس موقف کا واضح ثبوت ہے کہ استسقاء میں صرف دعا اور استغفار اصل ہے۔

علامہ خوارزمی لکھتے ہیں کہ خلاصہ عن البدیہ میں ہے جب دریا خشک ہو جائیں، بارشیں رک جائیں اور نہریں سوکھ جائیں تو امام کے لیے مستحب یہ ہے کہ لوگوں کو تین دن روزہ اور حسب مقدور صدقہ کرنے کا حکم دے اور کہے لوگ برے کاموں سے باز آئیں اور گناہوں پر توبہ کریں پھر چوتھے روز بوڑھوں اور بچوں کو عید کے برخلاف پھٹے پرانے اور میلے کچیلے کپڑوں میں لیکر عید گاہ جائے اور چرنے والے جانوروں کو بھی ساتھ لے جائے پھر عید کی طرح نماز پڑھائے اور بعد میں دو خطبے دے اور خطبوں میں زیادہ تر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔

علامہ خوارزمی فرماتے ہیں اسی کے قریب ہمارا مذہب ہے، المحیط میں مذکور ہے کہ شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ نے فرمایا لوگ پیدل چل کر نماز استسقاء کے لیے جائیں، سواریوں پر سوار ہو کر نہ جائیں پرانے اور دھلے ہوئے کپڑے پہن کر عاجزی اور انکسار کے ساتھ سر جھکائے ہوئے ہر روز جائیں جانے سے پہلے صدقہ کریں۔ یہ امام محمد کے قول کی تفسیر ہے۔ [۴]

قرآن مجید، احادیث، آثار اور عبارات فقہاء کی روشنی میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ استسقاء میں اصل استغفار اور دعا ہے خواہ انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی طور پر اور الگ الگ نماز پڑھنا یا اجتماعی طور پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا بھی جائز ہے امام محمد اور امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے۔

جن احادیث میں بغیر نماز کے استسقاء میں صرف دعا یا استغفار کا ذکر ہے، علامہ نووی کہتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک یہ احادیث بیان جواز پر محمول ہیں، میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کی طرف سے بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ استسقاء میں اصل دعا اور استغفار ہے اور باجماعت نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔

۱۔ حافظ ابوبکر احمد بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ سنن کبریٰ ج ۳ ص ۳۵۱-۳۵۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

۲۔ 〃 〃 〃 〃 ج ۳ ص ۳۵۲ / ۳۵۱ 〃

۳۔ 〃 〃 〃 ج ۳ ص ۳۵۲

۴۔ علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی، کفایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۵۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ استسقاء میں نماز کو سنت اس لیے نہیں قرار دیتے کہ سنت وہ عبادت ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت اور دوام کے ساتھ کیا ہو اور چونکہ آپ نے استسقاء میں ہمیشہ نماز نہیں پڑھی اس لیے استسقاء میں نماز سنت نہیں ہے، ہاں جائز ہے۔ علامہ ابن محمود بابرتی [1] اور علامہ شامی [2] نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

جن احادیث میں استسقاء میں نماز پڑھنے کا ذکر وارد ہے امام اعظم نے ان کو شاذ قرار دیا ہے اسکی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:
اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا استسقاء میں نماز پڑھنا ثابت ہوتا تو یہ وسیع شہرت کے ساتھ منقول ہوتا اور حضرت عمر بھی استسقاء میں نماز پڑھتے اور جب حضرت عمر نے استسقاء میں نماز نہیں پڑھی تھی تو صحابہ کرام اس پر اعتراض کرتے اور آپ کو متنبہ کرتے کیونکہ حضرت عمر نے تمام صحابہ کے سامنے استسقاء میں صرف دعا اور استغفار پر اقتصار کیا تھا اور جب حضرت عمر نے استسقاء میں نماز نہیں پڑھی اور نہ پڑھنے پر صحابہ نے اعتراض نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے کی روایت صدر اوّل میں مشہور نہیں ہوئی تھی اسی بنا پر امام اعظم نے اسکو شاذ قرار دیا۔

علامہ ابن ہمام مزید لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس اور عبد اللہ بن زید سے استسقاء میں نماز کی روایت میں اضطراب بھی ہے [3]

۱۹۶۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبَّادَ بْنَ تَمِيمٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ الْمَازِنِيَّ يَقُولُ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُصَلَّى فَاسْتَسْقَى وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ حِينَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ.

حضرت عبد اللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ گئے اور بارش کی دعا مانگی اور قبلہ کی طرف منہ کر کے چادر پلٹ دی۔

۱۹۶۸- وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُصَلَّى فَاسْتَسْقَى وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَلَبَ رِدَاءَهُ وَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

عباد بن تمیم اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ گئے بارش کی دعا کی، قبلہ کی طرف منہ کیا، چادر پلٹی اور دو رکعت نماز پڑھی۔

۱۹۶۹- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ عَبَّادَ بْنَ تَمِيمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى يَسْتَسْقِي وَأَنَّهُ لَمَّا أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ.

حضرت عبد اللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ گئے، بارش کی دعا کی، آپ جب بھی دعا کا ارادہ کرتے تو قبلہ کی طرف منہ کر کے چادر پلٹ دیتے۔

[1] علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ عنایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۵۱۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
[2] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۱ ص ۶۱۹ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔
[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر ج ۲ ص ۵۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۱۹۷۰- وَحَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَبَّادُ بْنُ تَمِیْمٍ الْمَازِنِیُّ اَنَّهٗ سَمِعَ عَمَّهٗ وَ كَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمًا یَسْتَسْقِیْ فَجَعَلَ اِلَی النَّاسِ ظَهْرَهٗ وَیَدْعُو اللّٰهَ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَحَوَّلَ رِدَاءَهٗ ثُمَّ صَلّٰی رَكْعَتَیْنِ۔

عباد بن تمیم اپنے چچا سے جو صحابی ہیں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر نکلے بارش کی دعا کی، لوگوں کی طرف پیٹھ کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور چادر پلٹ دی پھر دو رکعت نماز پڑھی۔

۱۹۷۱- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ نَا یَحْیَی بْنُ اَبِیْ بُكَیْرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ فِی الدُّعَاءِ حَتّٰی یُرٰی بَیَاضُ اِبْطَیْهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں اس قدر ہاتھ بلند کرتے تھے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی (کی جگہ) دکھائی دیتی تھی۔

۱۹۷۲- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰی قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقٰی فَاَشَارَ بِظَهْرِ كَفَّیْهِ اِلَی السَّمَاءِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کی دعا کی اور ہاتھوں کی پشت سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔

۱۹۷۳- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ نَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ وَعَبْدُ الْاَعْلٰی عَنْ سَعِیْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا یَرْفَعُ یَدَیْهِ فِیْ شَیْءٍ مِّنْ دُعَائِهٖ اِلَّا فِی الْاِسْتِسْقَاءِ حَتّٰی یُرٰی بَیَاضُ اِبْطَیْهِ غَیْرَ اَنَّ عَبْدَ الْاَعْلٰی قَالَ یُرٰی بَیَاضُ اِبْطِهٖ اَوْ بَیَاضُ اِبْطَیْهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوائے استسقاء کے کسی اور موقع پر دعا میں اس قدر ہاتھ بلند نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی (کی جگہ) دکھائی دیتی۔

۱۹۷۴- وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ نَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مثل سابق روایت ہے۔

۱۹۷۵- وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَیَحْیَی بْنُ اَیُّوْبَ وَقُتَیْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ یَحْیٰی اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ نَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شَرِیْكِ بْنِ اَبِیْ نَمِرٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا دَخَلَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن ایک شخص مسجد میں دار القضاء کے دروازے سے داخل ہوا در آں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

الْمَسْجِدَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ نَحْوَ دَارِ الْقَضَاءِ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ يُغِيثُنَا قَالَ فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ أَغِثْنَا اللّٰهُمَّ أَغِثْنَا اللّٰهُمَّ أَغِثْنَا قَالَ أَنَسٌ وَلَا وَاللّٰهِ مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَلَا قَزَعَةٍ وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ وَلَا دَارٍ قَالَ فَطَلَعَتْ مِنْ وَرَائِهِ سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرْسِ فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءَ انْتَشَرَتْ ثُمَّ أَمْطَرَتْ قَالَ فَلَا وَاللّٰهِ مَا رَأَيْنَا الشَّمْسَ سَبْتًا قَالَ ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذٰلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ يُمْسِكْهَا عَنَّا قَالَ فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اللّٰهُمَّ عَلَى الْآكَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ قَالَ فَانْقَلَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِي فِي الشَّمْسِ قَالَ شَرِيكٌ فَسَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَهُوَ الرَّجُلُ الْأَوَّلُ قَالَ لَا أَدْرِي۔

وسلم کی طرف منہ کر کے کہنے لگا: یا رسول اللہ! اموال ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ بارش نازل فرمائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا: اے اللہ! بارش نازل فرما اے اللہ! بارش نازل فرما! اے اللہ بارش نازل فرما، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بخدا! ہم نے آسمان میں کوئی بادل دیکھا تھا نہ بادل کا ٹکڑا اور ہمارے اور سلع (پہاڑی) کے درمیان کوئی گھر تھا نہ کوئی محلہ، پھر سلع کے پیچھے سے ڈھال کے برابر ایک بادل اٹھا اور آسمان کے درمیان پہنچ کر پھیل گیا اور بارش ہونے لگی، حضرت انس کہتے ہیں کہ بخدا! پھر ہم نے ایک ہفتہ تک سورج نہیں دیکھا، پھر آئندہ جمعہ کو ایک شخص اسی دروازے سے داخل ہوا اور آں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے، وہ آپ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اموال ہلاک ہو گئے، راستے منقطع ہو گئے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ بارش کو ہم سے روک لے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور فرمایا: اے اللہ ہمارے ارد گرد برسا اور ہم پر نہ برسا اے اللہ ٹیلوں پر، بلندیوں پر، ندیوں پر اور درختوں کے اگنے کی جگہوں پر بارش نازل فرما! حضرت انس کہتے ہیں کہ بارش فوراً بند ہو گئی اور ہم باہر دھوپ میں چلنے لگے، راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے پوچھا کہ کیا یہ وہی پہلے والا شخص تھا؟ حضرت انس نے فرمایا: مجھے نہیں پتا۔

۱۹۷۶- وَحَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ قَالَ نَا الْوَلِيدُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

بن مسلم عن الاوزاعي قال حدثني إسحاق بن عبد الله بن أبي طلحة عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال أصابت الناس سنة على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فبينا رسول الله صلى الله عليه وسلم يخطب الناس على المنبر يوم الجمعة إذ قام أعرابي فقال يا رسول الله هلك المال وجاع العيال وساق الحديث بمعناه وفيه قال اللهم حوالينا ولا علينا قال فما يشير بيده إلى ناحية إلا تفرجت حتى رأيت المدينة في مثل الجوبة وسال وادي قناة شهرا ولم يجيء أحد من ناحية إلا أخبر بجود-

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک قحط واقع ہوا جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے۔ ایک دیہاتی کھڑے ہوکر کہنے لگا یا رسول اللہ! اموال ہلاک ہوگئے اور بال بچے بھوکے مرگئے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے ارد گرد برسا، ہم پر نہ برسا۔ آپ جس طرف بھی اشارہ کرتے بادل چھٹ جاتے حتیٰ کہ میں نے دیکھا مدینہ گڑھے کی طرح ہوگیا اور قناۃ نامی ندی ایک ماہ تک بہتی رہی اور جو شخص بھی باہر سے آتا تھا وہ بارش کی خبر سناتا تھا۔

١٩٧٧- وحدثني عبد الأعلى بن حماد ومحمد بن أبي بكر المقدمي قالا نا معتمر قال نا عبيد الله عن ثابت البناني عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يخطب يوم الجمعة فقام إليه الناس فصاحوا وقالوا يا نبي الله قحط المطر واحمر الشجر وهلكت البهائم وساق الحديث وفيه من رواية عبد الأعلى فتقشعت عن المدينة فجعلت تمطر حوالينا وما تمطر بالمدينة قطرة فنظرت إلى المدينة وإنها لفي مثل الإكليل-

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے لوگ آپ کے سامنے کھڑے ہوکر بلند آواز سے کہنے لگے یا نبی اللہ! بارش نہیں ہورہی، درختوں کے پتے سوکھ گئے اور جانور مرگئے اس کے بعد حدیث حسب سابق ہے اور اس میں ہے کہ مدینہ کے چاروں طرف بارش ہوتی رہی اور مدینہ میں بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں گرا میں نے مدینہ کی طرف دیکھا تو وہ دائرہ کی طرح کھلا ہوا لگتا تھا۔

١٩٧٨- وحدثناه أبو كريب قال نا أبو أسامة عن سليمان بن المغيرة عن ثابت عن أنس بنحوه وزاد فألف الله بين السحاب ومكثنا حتى رأيت الرجل الشديد تهمه نفسه أن يأتي أهله-

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت بھی حسب سابق ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو جمع کردیا اور میں نے دیکھا کہ دلیر آدمی بھی گھر جاتے ہوئے ڈرتا تھا۔

١٩٧٩- وحدثنا هارون بن سعيد الأيلي قال نا ابن وهب قال حدثني أسامة أن حفص بن عبيد الله بن أنس بن مالك حدثه أنه

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا در آں حالیکہ آپ منبر پر تھے اس کے بعد حدیث

سمع انس بن مالك يقول جاء اعرابي الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة وهو على المنبر واقتص الحديث وزاد فرايت السحاب يتمزق كانه الملاء حين تطوى۔

حسب سابق ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ میں نے بادلوں کو اس طرح پھٹتے ہوئے دیکھا جیسے بکھرے ہوئے کپڑوں کو لپیٹ دیا جائے۔

۱۹۸۰ - وَحَدَّثَنَا يحيى بن يحيى قال نا جعفر بن سليمان عن ثابت البناني عن انس قال اصابنا ونحن مع رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فحسر رسول الله صلى الله عليه وسلم ثوبه حتى اصابه من المطر فقلنا يا رسول الله لم صنعت هذا قال لانه حديث عهد بربه عز وجل۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت بارش ہوئی ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کپڑا اتار دیا حتیٰ کہ آپ پر بارش گرنے لگی، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا اس لیے کہ یہ بارش اپنے رب عزوجل کے پاس سے (اس موسم میں) ابھی آئی ہے۔

۱۹۸۱ - حَدَّثَنَا عبد الله بن مسلمة بن قعنب قال نا سليمان بن بلال عن جعفر وهو ابن محمد عن عطاء بن ابي رباح انه سمع عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم تقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كان يوم الريح والغيم عرف ذلك في وجهه واقبل وادبر فاذا مطرت سر به وذهب عنه ذلك قالت عائشة فسالته فقال اني خشيت ان يكون عذابا سلط على امتي ويقول اذا راى المطر رحمة۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس دن آندھی آتی یا آسمان پر بادل ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوف سے متغیر ہو جاتا، آپ (اضطراب سے) کبھی اندر جاتے کبھی باہر آتے پھر اگر بارش ہو جاتی تو آپ کا خوف دور ہو جاتا اور آپ خوش ہو جاتے۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے آپ سے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا میں اس لیے خوف زدہ ہوتا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ نے میری امت پر عذاب بھیجا ہو! اور بارش کو دیکھ کر فرماتے یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے!

۱۹۸۲ - وَحَدَّثَنِي ابو الطاهر قال نا ابن وهب قال سمعت ابن جريج يحدثنا عن عطاء بن ابي رباح عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم انها قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا عصفت الريح قال اللهم اني اسالك خيرها وخير ما فيها وخير ما ارسلت به واعوذ بك من شرها وشر ما فيها وشر ما ارسلت به قالت واذا تخيلت السماء تغير لونه وخرج ودخل واقبل وادبر فاذا مطرت سري عنه فعرفت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب زور کی آندھی آتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: اے اللہ! میں تجھ سے اس کی خیر کا اور جو اس میں ہے اس کی خیر کا اور جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں! اور اس کے شر سے اور جو شر اس میں ہے اس سے اور جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ جب آسمان پر بادل گرجتے تو خوف سے آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا آپ (اضطراب سے) کبھی اندر آتے اور کبھی باہر جاتے اور جب بارش ہو جاتی تو

ذٰلِكَ عَائِشَةُ فَسَأَلَتْهُ فَقَالَ لَعَلَّهُ يَا عَائِشَةُ كَمَا قَالَ قَوْمُ عَادٍ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا۔

آپ کا خوف دُور ہو جاتا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب اس کا پتا چلا تو انھوں نے آپ سے پوچھا آپ نے فرمایا اے عائشہ (مجھے یہ خوف ہے) کہ جس طرح بادل کو دیکھ کر قوم عاد نے کہا تھا کہ ہم پر بارش ہونے والی ہے اور (ان پر عذاب آگیا) کہیں ایسا نہ ہو جائے۔

۱۹۸۳- وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ اَنَّ اَبَا النَّضْرِ حَدَّثَهُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا ضَاحِكًا حَتّٰى اَرٰى مِنْهُ لَهَوَاتِهِ اِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ قَالَتْ وَكَانَ اِذَا رَاٰى غَيْمًا اَوْ رِيْحًا عُرِفَ ذٰلِكَ فِيْ وَجْهِهٖ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَى النَّاسَ اِذَا رَاَوُا الْغَيْمَ فَرِحُوْا رَجَاءَ اَنْ يَّكُوْنَ فِيْهِ الْمَطَرُ وَاَرَاكَ اِذَا رَاَيْتَهُ عَرَفْتُ فِيْ وَجْهِكَ الْكَرَاهَةَ قَالَتْ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ مَا يُؤْمِنُنِيْ اَنْ يَّكُوْنَ فِيْهِ عَذَابٌ قَدْ عُذِّبَ قَوْمٌ بِالرِّيْحِ وَقَدْ رَاَى الْقَوْمُ الْعَذَابَ فَقَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی اس طرح قہقہہ مار کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا جس سے حلق کا کوا نظر آجائے۔ آپ صرف مسکرایا کرتے تھے اور آپ جب بادل یا آندھی کو آتا دیکھتے تو آپ خوف زدہ دکھائی دیتے حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں دیکھتی ہوں کہ لوگ بادلوں کو دیکھ کر بارش کی امید پر خوش ہوتے ہیں اور آپ کو دیکھتی ہوں کہ آپ بادلوں کو دیکھ کر ناخوش ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میں اس وجہ سے خوف زدہ ہوتا ہوں کہ کہیں اس میں عذاب نہ ہو کیونکہ ایک قوم آندھیوں سے ہلاک ہو چکی ہے۔ اور ایک قوم نے عذاب کو آتا دیکھ کر کہا تھا یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے۔

۱۹۸۴- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری صبا (مشرقی ہوا) سے مدد کی گئی ہے اور قوم عاد دبور (مغربی ہوا) سے ہلاک کی گئی تھی۔

۱۹۸۵- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ اَبَانَ الْجُعْفِيُّ قَالَ نَا عَبْدَةُ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ كِلَاهُمَا عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مَسْعُوْدٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی مثل روایت ہے۔

ابْنِ مَالِكٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

تشریح استسقاء میں چادر کو پلٹنا نیک شگون کے طور پر ہے یعنی جس طرح ہم نے چادر پلٹ دی ہے اللہ تعالیٰ قحط کو بارش اور خوشحالی کے ساتھ بدل دے گا۔ امام اعظم نے عدم ثبوت کی بنا پر اس کا قول نہیں کیا اور امام محمد نے احادیث کی بنا پر اس کا قول کیا ہے۔ علامہ قدوری، علامہ شامی اور دیگر احناف نے امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا ہے [1] ——— امام شافعی نماز استسقاء میں تکبیرات زائدہ کے قائل ہیں اور جمہور کہتے ہیں تکبیرات زائدہ نہ کہے، امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے نماز استسقاء نماز عید کی طرح پڑھی اور جمہور اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ تشبیہ خطبہ سے پہلے نماز ہونے اور نماز باآواز بلند پڑھنے اور عدد رکعات کے اعتبار سے ہے [2]۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا ہے کہ آپ صرف استسقاء میں دعا کے وقت اس قدر ہاتھ بلند کرتے تھے کہ بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوتی تھی اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ باقی دعاؤں کے وقت ہاتھ بلند نہ کرتے کیونکہ علامہ نووی نے شرح المہذب میں باقی دعاؤں کے وقت ہاتھ بلند کرنے کے بارے میں تیس سے زیادہ احادیث نقل کی ہیں بلکہ اس کا مطلب جیسا کہ حدیث میں ہے یہ ہے کہ آپ استسقاء کی دعا میں ہاتھ بہت زیادہ بلند کرتے تھے۔

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۵۹۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۶ھ۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۹۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کتاب الکسوف

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جمہور اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسوف اور خسوف کا معنی ہے کل یا بعض روشنی کا چلے جانا۔[1] علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں کہ سورج کی روشنی چلے جانے پر از روئے لغت کسوف کا اطلاق ہوتا ہے اور چاند کی روشنی چلے جانے پر خسوف کا اطلاق ہوتا ہے لیکن احادیث میں سورج کی روشنی کے چلے جانے پر خسوف کا اطلاق ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ صلوٰۃ خسوف سنت ہے البتہ جماعت میں اختلاف ہے امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک خسوف کی نماز میں جماعت سنت ہے اور احناف کے نزدیک بغیر جماعت کے الگ الگ نماز پڑھنی چاہیے، ائمہ ثلاثہ کا مذہب یہ ہے کہ صلوٰۃ کسوف دو رکعت نماز ہے اور ہر رکعت میں دو قیام دو قراءت اور دو رکوع ہیں اور احناف کے نزدیک عام نوافل کی طرح اس کو پڑھا جائے گا۔[3]

امام محمد امام ابو حنیفہ کی سند سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گہن لگنے کے موقع پر دو رکعت نماز پڑھی پھر دعا کی حتیٰ کہ سورج روشن ہو گیا، امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ کسوف میں دو رکعت نماز ہے جیسے نفل پڑھے جاتے ہیں اگر چاہو تو لمبی پڑھو اور چاہو تو مختصر پڑھو پھر دعا کرو حتیٰ کہ سورج روشن ہو جائے۔ امام محمد کہتے ہیں میں نے پوچھا کہ آپ نے جن دو رکعات کا ذکر کیا ہے کیا اس میں سجدہ سے پہلے دو رکوع کرے؟ امام ابو حنیفہ نے فرمایا جس طرح میں نے تمہیں بتایا ہے یہ نماز عام قاعدہ کے مطابق پڑھی جائے۔ امام محمد کہتے ہیں میں نے پوچھا کیا آپ کی رائے میں چاند گہن میں بھی نماز ہے؟ فرمایا ہاں! اس میں نماز پڑھنا مستحسن ہے۔ میں نے کہا کیا صلوٰۃ خسوف بھی جماعت سے پڑھیں؟ جیسے صلوٰۃ کسوف جماعت سے پڑھی جاتی ہے؟ فرمایا نہیں! میں نے کہا کیا آپ رمضان اور صلوٰۃ کسوف کے سوا باجماعت نوافل مکروہ قرار دیتے ہیں؟ فرمایا ہاں! اور امام جمعہ کے سوا کسی اور شخص کو صلوٰۃ کسوف نہیں پڑھانی چاہیے اور اگر لوگ مسجد میں جماعت کے ساتھ یہ نماز پڑھیں تو میرے نزدیک مکروہ ہے لوگوں کو یہ نماز الگ الگ پڑھنی چاہیے۔[4]

امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک نماز کسوف میں جہراً قراءت سنت ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک سراً قراءت ہے، حضرت عائشہ سے جہر کی روایت ہے، اور حضرت ابن عباس، اور حضرت سمرہ بن جندب سے آہستہ پڑھنے کی روایت ہے، اور نماز کے احوال میں سری روایت کو ترجیح ہے، نیز دن کی نمازوں میں آہستہ پڑھنا ہی اصل ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۱۷۶ - ۱۷۵)

امام ابو حنیفہ کی دلیل

امام ابو حنیفہ کی ایک دلیل یہ ہے کہ صلوٰۃ کسوف نفل ہے اور جس طرح اور نوافل ایک قیام، ایک قراءت اور ایک رکوع کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں اسی طرح صلوٰۃ کسوف بھی ایک قیام، ایک قراءت اور ایک

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۹۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۹ ص ۲۸ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ۔

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۹۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[4] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، المبسوط ج ۱ ص ۴۴۲ - ۴۴۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔

رکوع کے ساتھ اصل کے مطابق پڑھی جائے گی دوسری دلیل یہ حدیث ہے :

عن عبد الله بن عمرو قال انكسفت الشمس على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكد يركع ثم ركع فلم يكد يرفع ثم رفع فلم يكد يسجد ثم سجد فلم يكد يرفع ثم رفع فلم يكد يسجد ثم سجد فلم يكد يرفع ثم رفع وفعل فى الركعة الاخرى مثل ذلك۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نے صلوٰۃ کسوف) کا قیام اس قدر طویل کیا کہ گمان تھا کہ آپ رکوع نہیں کریں گے پھر آپ نے رکوع کیا تو لگتا تھا کہ رکوع سے سر نہیں اٹھائیں گے پھر قومہ کیا تو لگتا تھا سجدے میں نہیں جائیں گے پھر سجدہ کیا تو لگتا تھا کہ سجدے سے سر نہیں اٹھائیں گے پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور دوسری رکعت بھی پہلی رکعت کی طرح پڑھی ۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے بھی اس مضمون کی حدیث سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۶۸ مطبوعہ مجتبائی پاکستان میں روایت کی گئی ہے۔ اس حدیث میں امام ابوحنیفہ کے موقف کی واضح تصریح ہے کہ صلوٰۃ کسوف میں ایک قیام ایک قرأت اور ایک رکوع ہے۔ اس حدیث کو امام نسائی [2] اور امام احمد بن حنبل [3] نے بھی روایت کیا ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور اس کا جواب

ائمہ ثلاثہ کی دلیل حضرت عائشہ، حضرت جابر، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کی روایات ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے صلوٰۃ کسوف میں ایک رکعت کے اندر دو رکوع اور دو سجدے کیے یہ روایات کتب صحاح اور سنن میں موجود ہیں لیکن ان روایات سے استدلال صحیح نہیں ہے حضرت عائشہ کی روایت سے استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ ان سے ایک رکعت میں دو رکوع کے علاوہ ایک رکعت میں تین رکوع کی روایت بھی ہے [4] حضرت جابر کی روایت سے استدلال اس لیے صحیح نہیں کہ خود حضرت جابر سے ایک رکعت میں تین رکوع کی روایت بھی ہے [5] حضرت ابن عباس سے بھی اسی وجہ سے استدلال درست نہیں کیونکہ ان سے ایک رکعت میں چار رکوع کی روایت بھی ہے [6] رہے حضرت ابن عمرو بن عاص تو ان سے جس طرح ایک رکعت میں دو رکوع کی روایت ہے ایک رکعت میں ایک رکوع کی بھی روایت ہے جس کو ابھی ہم سنن ابوداؤد کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ تمام احادیث مضطرب ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ مضطرب حدیث سے استدلال نہیں کیا جاتا دوسرے اس وجہ سے

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۶۹ مطبوعہ مجتبائی پاکستان لاہور، الطبع الثانی ۱۴۰۵ھ۔

[2] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۵۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۲۶ھ۔

[4] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۹۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبع الثانی ۱۳۷۵ھ۔

[5] 〃 〃 〃 ج ۱ ص ۲۹۷ 〃 〃 〃

[6] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۹۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

[7] 〃 〃 〃 ج ۱ ص ۲۹۹، 〃 〃 〃

بھی استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت انس بن مالک سے ایک رکعت میں پانچ رکوع کی بھی روایت ہے[1] جو ان سب سے معارض ہے۔ لہٰذا حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص کی اس روایت پر عمل کرنا چاہیے جس میں ایک رکعت میں ایک رکوع کا ذکر ہے جو اضطراب اور تعارض سے خالی ہے اور جس کی تائید میں دوسری احادیث صحیحہ موجود ہیں اور جو نمازوں کے عام قاعدہ کے مطابق ہے۔

امام ابو حنیفہ کی تائید میں دیگر احادیث

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص اور حضرت سمرہ بن جندب کے حوالے سے ہم اس حدیث کا ذکر کر چکے ہیں جس میں صراحتہً صلوٰۃ کسوف میں صرف ایک رکوع کا ذکر کیا گیا ہے اب اسی معنی کی تائید میں دیگر احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

عن النعمان بن بشير ان النبي صلى الله عليه وسلم قال اذا خسفت الشمس والقمر فصلوا كاحدث صلوة صليتموها من المكتوبة[1]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب سورج اور چاند کو گہن لگ جائے تو قریب کی پڑھی ہوئی فرض نماز کی مثل نماز پڑھو۔

عن ابی بكرة قال كنا عند النبي صلى الله عليه وسلم فانكسفت الشمس فقام الى المسجد يجر رداءه من العجلة فقام اليه الناس فصلى ركعتين كما تصلون الحديث[2]

حضرت ابو بکرہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اچانک سورج کو گہن لگا آپ جلدی سے چادر گھسیٹتے ہوئے اٹھے لوگ بھی کھڑے ہو گئے پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی جس طرح تم (عام) نماز پڑھتے ہو۔

عن عبد الرحمن بن سمرة قال كنت ارمي باسهم لي بالمدينة في حياة رسول الله صلى الله عليه وسلم اذ كسفت الشمس فنبذتها وقلت: والله لانظرن الى ما حدث لرسول الله صلى الله عليه وسلم في كسوف الشمس، قال فاتيته وهو قائم في الصلوة رافع يديه فجعل يسبح ويحمد ويهلل ويكبر ويدعو حتى حسر عنها فلما حسر عنها قرا سورتين وصلى ركعتين .[3]

حضرت عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ میں مدینہ منورہ میں تیر اندازی کر رہا تھا، اچانک سورج کو گہن لگ گیا، میں نے سوچا کہ دیکھتا ہوں کہ سورج کو گہن لگنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا نیا کام کرتے ہیں۔ میں تیر پھینک کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جس وقت میں آیا تو آپ نماز میں کھڑے ہوئے تھے آپ نے رفع یدین کیا، تسبیح اور حمد پڑھی، لا الٰہ الا اللہ پڑھا، تکبیر پڑھی اور دعا مانگی حتیٰ کہ سورج صاف ہو گیا۔ حضرت عبد الرحمن بن سمرہ نے کہا آپ نے سورج صاف ہونے پر دو رکعت میں دو سورتیں پڑھی تھیں۔

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۱ ص ۳۳۲، مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ دکن ۱۳۳۴ھ۔
[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۱۷۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۲۶ھ۔
[3] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۲۰۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[4] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۹۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

اس حدیث میں بھی امام ابوحنیفہ کے موقف پر واضح دلالت ہے کیونکہ کسوف کی نماز میں حضرت عبد الرحمن بن سمرہ نے دو رکعت نماز کا ذکر کیا ہے جو ان دو رکعات پر محمول ہوں گی جو نماز کی متعارف دو رکعات ہیں علامہ نووی کا اس حدیث کے اندر ایک رکعت میں دو رکوع کی قید لگانا بے سود اور باطل ہے۔

اس سلسلے میں ہم ایک اور حدیث پیش کر رہے ہیں جس میں امام اعظم کے موقف پر واضح روشنی پڑتی ہے۔

عن قبيصة الهلالي قال كسفت الشمس على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فخرج فزعا يجر ثوبه وانا معه يومئذ بالمدينة فصلى ركعتين فاطال فيهما القيام ثم انصرف وانجلت فقال انما هذه الآيات يخوف الله عزوجل بها فاذا رأيتموها فصلوا كاحدث صلوة صليتموها من المكتوبة ۔[1]

حضرت قبیصہ ہلالی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا کر کپڑا گھسیٹتے ہوئے نکلے میں اس وقت مدینہ میں تھا۔ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی جن میں لمبا قیام کیا پھر آپ نماز سے فارغ ہوئے اور سورج صاف ہوگیا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان نشانیوں کے ساتھ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے جب تم ان نشانیوں کو دیکھو تو قریب کی پڑھی ہوئی فرض نماز کی طرح نماز پڑھو۔

حضرت نعمان بن بشیر کی روایت کی طرح اس روایت میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ کسوف کو فرائض کی طرح پڑھنے کا حکم دیا ہے اور فرائض میں ہر رکعت کے اندر ایک قیام، ایک قرأت اور ایک رکوع ہوتا ہے اور یہ تمام احادیث امام اعظم کے موقف پر واضح دلیل ہیں کہ صلوٰۃ کسوف میں ایک رکعت کے اندر دو رکوع نہیں ہوتے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ جن روایات میں ایک رکعت کے اندر دو، تین، چار اور پانچ رکوع کا ذکر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہو کہ چونکہ صلوٰۃ کسوف میں آپ نے بہت طویل قیام کیا تھا تو کچھ صحابہ مغالطہ سے رکوع میں چلے گئے پھر سر اٹھا کر دیکھا تو آپ ہنوز قیام میں تھے تو وہ پھر کھڑے ہوگئے اور پچھلی صف والوں نے انہیں دیکھ کر یہ گمان کیا کہ شاید اس نماز میں دو رکوع کیے گئے ہیں اسی طرح تین، چار اور پانچ روایات کی بھی توجیہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۱۹۸۶۔ وحدثنا قتيبة بن سعيد عن مالك بن انس عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة ح و حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة واللفظ له قال نا عبد الله بن نمير قال نا هشام عن ابيه عن عائشة رضي الله عنها قالت خسفت الشمس في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي فاطال القيام جدا ثم ركع فاطال الركوع

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کھڑے ہوئے اور بہت لمبا قیام کیا، پھر رکوع کیا اور بہت لمبا رکوع کیا، پھر رکوع سے سر اٹھا کر کافی دیر تک کھڑے رہے لیکن پہلے سے کچھ کم، پھر رکوع کیا اور بہت طویل رکوع کیا مگر پہلے رکوع سے کم، پھر سجدہ کیا اس کے بعد کھڑے ہوئے اور بہت طویل قیام کیا لیکن پہلے قیام سے کم، اس کے بعد بہت طویل رکوع کیا مگر پہلے رکوع سے کم

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۶۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبع الثانی ۱۴۰۵ھ

جِدًّا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَأَطَالَ الْقِيَامَ جِدًّا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ جِدًّا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَامَ فَأَطَالَ وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ انْصَرَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ وَإِنَّهُمَا لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَكَبِّرُوا وَادْعُوا اللّٰهَ وَصَلُّوا وَتَصَدَّقُوا يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ إِنْ مِنْ أَحَدٍ أَغْيَرَ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَزْنِيَ عَبْدُهُ أَوْ تَزْنِيَ أَمَتُهُ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا وَلَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ وَفِي رِوَايَةِ مَالِكٍ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ.

پھر رکوع سے سر اٹھایا اور بہت لمبا قیام کیا مگر پہلے سے کم پھر طویل رکوع کیا مگر پہلے رکوع سے کم پھر آپ نے سجدہ کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے درآں حالیکہ سورج روشن ہو چکا تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی، پھر آپ نے فرمایا سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ انہیں کسی کی موت اور حیات سے گہن نہیں لگتا جب تم سورج اور چاند کو گہن میں دیکھو تو تکبیر کہو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور نماز پڑھو اور صدقہ کرو۔ اور اے امت محمد! اللہ عزوجل سے زیادہ کسی کو اس بات پر غصہ نہیں آتا کہ اس کا کوئی بندہ یا بندی زنا کرے! بخدا! اگر تم ان چیزوں کو جان لیتے جنھیں میں جانتا ہوں تو تم زیادہ روتے اور کم ہنستے! سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے! اور مالک کی روایت میں ہے سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔

۱۹۸۷ ـ وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ وَزَادَ أَيْضًا ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ.

ایک اور سند سے روایت میں ہے۔ اما بعد! سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، پھر آپ نے ہاتھ بلند کیے اور فرمایا: اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے۔

۱۹۸۸ ـ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں گئے کھڑے ہو کر تکبیر کہی اور لوگوں نے آپ کے پیچھے صف باندھ لی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل قرأت کے بعد رکوع کیا اور کافی لمبا رکوع کیا پھر رکوع سے سر اٹھا کر فرمایا سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد پھر کھڑے ہو کر طویل قرأت کی اور

وَسَلَّمَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَقَامَ فَكَبَّرَ وَصَفَّ النَّاسُ وَرَاءَهُ فَاقْتَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ قَامَ فَاقْتَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً هِيَ أَدْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْأُولَى ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا هُوَ أَدْنَى مِنَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ وَلَمْ يَذْكُرْ أَبُو الطَّاهِرِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُخْرَى مِثْلَ ذَلِكَ حَتَّى اسْتَكْمَلَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ وَانْجَلَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَنْصَرِفَ ثُمَّ قَامَ فَخَطَبَ النَّاسَ فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَافْزَعُوا إِلَى الصَّلَاةِ وَقَالَ أَيْضًا فَصَلُّوا حَتَّى يُفَرِّجَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ فِي مَقَامِي هَذَا كُلَّ شَيْءٍ وُعِدْتُمْ حَتَّى لَقَدْ رَأَيْتُنِي أُرِيدُ أَنْ آخُذَ قِطْفًا مِنَ الْجَنَّةِ حِينَ رَأَيْتُمُونِي جَعَلْتُ أُقَدِّمُ وَقَالَ الْمُرَادِيُّ أَتَقَدَّمُ وَلَقَدْ رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا حِينَ رَأَيْتُمُونِي تَأَخَّرْتُ وَرَأَيْتُ فِيهَا عَمْرَو بْنَ لُحَيٍّ وَهُوَ الَّذِي سَيَّبَ السَّوَائِبَ وَانْتَهَى حَدِيثُ أَبِي الطَّاهِرِ عِنْدَ قَوْلِهِ فَافْزَعُوا إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ.

۱۹۸۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ قَالَ نَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ أَبُو عَمْرٍو وَغَيْرُهُ سَمِعْتُ ابْنَ شِهَابٍ الزُّهْرِيَّ يُخْبِرُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنَّ الشَّمْسَ خَسَفَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ

وہ پہلی قرأت سے کم تھی، پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع کیا اور طویل رکوع کیا لیکن یہ پہلے رکوع سے کم تھا پھر آپ نے کہا سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد پھر سجدہ کیا، ابو الطاہر نے اپنی روایت میں سجدے کا ذکر نہیں کیا پھر آپ نے دوسری رکعت میں بھی ایسا کیا حتیٰ کہ چار رکوع اور چار سجدے مکمل کر لیے اور آپ کے فارغ ہونے سے پہلے سورج روشن ہو گیا، پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی ایسی ثنا کی جو اس کی شان کے لائق ہے پھر آپ نے فرمایا سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں انہیں نہ کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے جب تم انہیں گہن میں دیکھو تو نماز کی پناہ میں آؤ اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ نماز پڑھو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کشادگی کر دے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنی اس نماز کے قیام میں ہر وہ چیز دیکھ لی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے حتیٰ کہ بالیقین میں نے دیکھا کہ میں جنت کے خوشوں کو توڑ رہا ہوں، یہ اس وقت کی بات ہے جب تم نے مجھے آگے بڑھتے ہوئے دیکھا اور بالیقین میں نے جہنم کو دیکھا، جس وقت تم نے مجھے پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا اور بالیقین میں نے دیکھا کہ جہنم کا بعض حصہ بعض کو پاش پاش کر رہا ہے میں نے دوزخ میں عمرو بن لحی کو دیکھا جس نے سب سے پہلے بتوں کے ساتھ جانور اونٹوں کے کھلے کو حرام قرار دیا تھا۔ ابو طاہر کی روایت اس جگہ ختم ہو گئی تھی جہاں آپ نے نماز کی طرف سبقت کرنے کا حکم دیا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ دور رسالت میں سورج کو گہن لگ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منادی کو بھیجا کہ "نماز تیار ہے" سب مسلمان جمع ہو گئے آپ نے آگے بڑھ کر تکبیر کہی اور دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدوں کے ساتھ نماز پڑھائی۔

مُنَادِيًا اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ فَاجْتَمَعُوْا وَتَقَدَّمَ فَكَبَّرَ وَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِيْ رَكْعَتَيْنِ وَاَرْبَعَ سَجَدَاتٍ۔

۱۹۹۰- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ قَالَ نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ نَمِرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ يُّخْبِرُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَهَرَ فِيْ صَلٰوةِ الْخُسُوْفِ بِقِرَاءَتِهٖ فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِيْ رَكْعَتَيْنِ وَاَرْبَعَ سَجَدَاتٍ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَاَخْبَرَنِيْ كَثِيْرُ بْنُ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ صَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِيْ رَكْعَتَيْنِ وَاَرْبَعَ سَجَدَاتٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ کسوف (سورج گہن کی نماز) میں باآواز بلند قرأت کی اور دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدوں کے ساتھ نماز پڑھائی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما صلوٰۃ کسوف اسی طرح بیان کرتے جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔

۱۹۹۱- وَحَدَّثَنَا حَاجِبُ بْنُ الْوَلِيْدِ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيْدِ الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ كَانَ كَثِيْرُ بْنُ عَبَّاسٍ يُّحَدِّثُ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يُحَدِّثُ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ بِمِثْلِ مَا حَدَّثَ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ۔

۱۹۹۲- وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً يَّقُوْلُ سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَّقُوْلُ حَدَّثَنِيْ مَنْ اُصَدِّقُ حَسِبْتُهٗ يُرِيْدُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ الشَّمْسَ انْكَسَفَتْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ قِيَامًا شَدِيْدًا يَّقُوْمُ قَائِمًا ثُمَّ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُوْمُ ثُمَّ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُوْمُ ثُمَّ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ فِيْ ثَلٰثِ رَكَعَاتٍ وَّاَرْبَعِ سَجَدَاتٍ فَانْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ وَكَانَ اِذَا رَكَعَ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ يَرْكَعُ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقَامَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيٰوتِهٖ وَلٰكِنَّهُمَا مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا آپ نے نماز میں بہت طویل قیام کیا، پھر رکوع کیا، پھر قیام کیا، پھر رکوع کیا، پھر قیام کیا پھر رکوع کیا آپ نے دو رکعت نماز (ہر رکعت میں) تین رکوع اور چار سجدوں کے ساتھ ادا کی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو سورج روشن ہو گیا، جب آپ رکوع میں جاتے تو اللہ اکبر کہتے پھر رکوع کرتے اور جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتے پھر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثناء کی پھر فرمایا سورج اور چاند میں کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے گہن نہیں لگتا، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے خوف پیدا کرتا ہے، لہٰذا جب تم سورج یا چاند گرہن دیکھو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، حتیٰ کہ وہ صاف ہو جائیں۔

يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهِمَا فَإِذَا رَأَيْتُمْ كُسُوفًا فَاذْكُرُوا اللّٰهَ حَتّٰى يَنْجَلِيَا.

۱۹۹۳ - وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا نَا مُعَاذٌ وَهُوَ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى سِتَّ رَكَعَاتٍ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ رکوع اور چار سجدوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ (یعنی ہر رکعت میں تین رکوع اور دو سجدے)

۱۹۹۴ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَمْرَةَ أَنَّ يَهُودِيَّةً أَتَتْ عَائِشَةَ تَسْأَلُهَا فَقَالَتْ أَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ يُعَذَّبُ النَّاسُ فِي الْقُبُورِ قَالَتْ عَمْرَةُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِذًا بِاللّٰهِ ذٰلِكَ ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرْكَبًا فَخَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَخَرَجْتُ فِي نِسْوَةٍ بَيْنَ ظَهْرَيِ الْحُجَرِ فِي الْمَسْجِدِ فَأَتٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَرْكَبِهِ حَتَّى انْتَهٰى إِلٰى مُصَلَّاهُ الَّذِي كَانَ يُصَلِّي فِيهِ فَقَامَ وَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا ثُمَّ رَكَعَ فَرَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ فَرَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَقَالَ إِنِّي قَدْ رَأَيْتُكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ كَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ قَالَتْ عَمْرَةُ فَسَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَقُولُ فَكُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَ

عمرہ کہتی ہیں کہ ایک یہودی عورت نے آکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کچھ سوال کیا اور پھر کہا اللہ تعالیٰ آپ کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا لوگوں کو قبر میں عذاب ہوگا؟ عمرہ کہتی ہیں کہ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے پھر دوسرے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سواری پر سوار ہوکر گئے اور (اس روز) سورج کو گہن لگ گیا حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں بھی عورتوں کے ساتھ حجروں کے عقب سے مسجد میں آئی درآں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری سے اترے اور اپنی نماز پڑھانے کی جگہ تشریف لے گئے۔ آپ نے نماز شروع کی اور مسلمانوں نے بھی آپ کے پیچھے نماز شروع کر دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت طویل قیام کیا، پھر آپ نے بہت طویل رکوع کیا، پھر رکوع سے سر اٹھا کر آپ نے بہت طویل قیام کیا مگر وہ پہلے قیام سے کم تھا۔ آپ نے پھر طویل رکوع کیا مگر وہ پہلے رکوع سے کم تھا پھر رکوع سے سر اٹھایا درآں حالیکہ سورج روشن ہو چکا تھا پھر آپ نے فرمایا میں نے دیکھا ہے کہ تم لوگ قبروں میں دجال کے فتنہ کی طرح فتنوں میں مبتلا ہوگے۔ عمرہ کہتی ہیں کہ میں نے سنا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہہ رہی تھیں کہ میں نے دیکھا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہنم کے عذاب اور قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ

عذاب القبر۔

۱۹۹۵- وحدثناه محمد بن المثنى قال نا عبد الوهاب ح وحدثنا ابن ابي عمر قال نا سفيان جميعا عن يحيى بن سعيد في هذا الاسناد بمثل معنى حديث سليمان بن بلال۔

۱۹۹۶- وحدثني يعقوب بن ابراهيم الدورقي قال نا اسمعيل بن علية عن هشام الدستوائي قال نا ابو الزبير عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال كسفت الشمس على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم في يوم شديد الحر فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم باصحابه فاطال القيام حتى جعلوا يخرون ثم ركع فاطال ثم رفع فاطال ثم ركع فاطال ثم رفع فاطال ثم سجد سجدتين ثم قام فصنع نحوا من ذلك فكانت اربع ركعات واربع سجدات ثم قال انه عرض علي كل شيء تولجونه فعرضت علي الجنة حتى لو تناولت منها قطفا اخذته او قال تناولت منها قطفا فقصرت يدي عنه وعرضت علي النار فرايت فيها امراة من بني اسرائيل تعذب في هرة لها ربطتها فلم تطعمها ولم تدعها تاكل من خشاش الارض ورايت ابا ثمامة عمرو بن مالك يجر قصبه في النار انهم كانوا يقولون ان الشمس والقمر لا يخسفان الا لموت عظيم وانهما ايتان من ايت الله يريكموهما فاذا خسفا فصلوا حتى تنجلي۔

۱۹۹۷- وحدثنيه ابو غسان المسمعي قال نا عبد الملك بن الصباح عن هشام بهذا الاسناد مثله الا انه قال ورايت في النار امراة حميرية

طلب کرتے تھے۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سخت گرمی کے ایام میں سورج کو گہن لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نماز (کسوف) پڑھائی جس میں اس قدر طویل قیام کیا کہ لوگ گرنے لگے پھر بہت طویل رکوع کیا، پھر بہت طویل قومہ کیا، پھر بہت طویل رکوع کیا، پھر رکوع سے سر اٹھا کر بہت دیر تک کھڑے رہے، پھر دو سجدے کئے پھر کھڑے ہوئے پھر اسی طرح ایک اور رکعت پڑھی، یہ چار رکوع اور چار سجدے ہو گئے، پھر فرمایا مجھ پر وہ تمام چیزیں پیش کی گئیں جن میں تم داخل ہو گے، مجھ پر جنت پیش کی گئی حتی کہ اگر میں اس سے کوئی خوشہ لینا چاہتا تو لے لیتا لیکن میں نے اپنا ہاتھ اس سے روک لیا، مجھ پر جہنم پیش کی گئی میں نے جہنم میں بنی اسرائیل کی ایک عورت کو دیکھا جس کو بلی کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا، اس عورت نے بلی کو باندھ کے رکھا اسے خود کچھ کھانے کو دیا نہ اسے چھوڑا تاکہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑوں سے کچھ چیز کھا لیتی، اور میں نے جہنم میں ابو ثمامہ عمرو بن مالک کو دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنی آنتیں گھسیٹ رہا ہے، (معاذ اللہ) لوگ کہتے ہیں کہ کسی بڑے آدمی کی موت کی وجہ سے سورج یا چاند کو گرہن لگ جاتا ہے حالانکہ سورج اور چاند کا گرہن لگنا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے نشانی ہے جو اللہ تعالیٰ تمہیں دکھاتا ہے، جب سورج یا چاند کو گرہن لگے تو تم نماز پڑھا کرو حتی کہ وہ روشن ہو جائیں۔

ایک اور سند سے یہی روایت منقول ہے جس میں ہے: میں نے جہنم میں ایک لمبی کالی عورت کو دیکھا اور یہ نہیں کہا کہ وہ عورت بنی اسرائیل سے تھی۔

سَوْدَاءَ طَوِيلَةً وَلَمْ يَقُلْ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ

١٩٩٨ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّاسُ إِنَّمَا انْكَسَفَتْ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيمَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى بِالنَّاسِ سِتَّ رَكَعَاتٍ بِأَرْبَعِ سَجَدَاتٍ بَدَأَ فَكَبَّرَ ثُمَّ قَرَأَ فَأَطَالَ الْقِرَاءَةَ ثُمَّ رَكَعَ نَحْوًا مِمَّا قَامَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَقَرَأَ قِرَاءَةً دُونَ الْقِرَاءَةِ الْأُولَى ثُمَّ رَكَعَ نَحْوًا مِمَّا قَامَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَقَرَأَ قِرَاءَةً دُونَ الْقِرَاءَةِ الثَّانِيَةِ ثُمَّ رَكَعَ نَحْوًا مِمَّا قَامَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ ثُمَّ انْحَدَرَ بِالسُّجُودِ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ أَيْضًا ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ لَيْسَ فِيهَا رَكْعَةٌ إِلَّا الَّتِي قَبْلَهَا أَطْوَلُ مِنَ الَّتِي بَعْدَهَا وَرُكُوعُهُ نَحْوًا مِنْ سُجُودِهِ ثُمَّ تَأَخَّرَ وَتَأَخَّرَتِ الصُّفُوفُ خَلْفَهُ حَتَّى انْتَهَيْنَا وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى انْتَهَى إِلَى النِّسَاءِ ثُمَّ تَقَدَّمَ وَتَقَدَّمَ النَّاسُ مَعَهُ حَتَّى قَامَ فِي مَقَامِهِ فَانْصَرَفَ حِينَ انْصَرَفَ وَقَدْ آضَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ وَإِنَّهُمَا لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لِمَوْتِ بَشَرٍ فَإِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَصَلُّوا حَتَّى تَنْجَلِيَ مَا مِنْ شَيْءٍ تُوعَدُونَهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِي صَلَاتِي هَذِهِ لَقَدْ جِيءَ بِالنَّارِ وَذَلِكُمْ حِينَ رَأَيْتُمُونِي تَأَخَّرْتُ مَخَافَةَ أَنْ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا، سورج کو گہن لگا تو لوگوں نے کہا کہ حضرت ابراہیم کی موت کی وجہ سے سورج کو گہن لگا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو (دو رکعت) نماز پڑھائی جس میں چھ رکوع اور چار سجدے تھے، تکبیر سے نماز کو شروع کیا اور لمبی قراءت کی پھر قیام کے برابر رکوع کیا اور پہلی بار سے کچھ کم قراءت کی پھر قیام کے برابر رکوع کیا پھر رکوع سے سر اٹھا کر کھڑے ہوئے اور پہلی بار سے کچھ کم قراءت کی پھر قیام کے برابر رکوع کیا پھر رکوع سے سر اٹھایا اور دوسری بار پہلی قراءت سے کچھ کم قراءت کی پھر قیام کے برابر رکوع کیا پھر رکوع سے سر اٹھا کر سجدے میں چلے گئے پھر کھڑے ہو کر دوسری رکعت پڑھی، اس رکعت میں بھی تین رکوع کیے اور اس رکعت میں بھی ہر پہلا قیام بعد والے قیام سے لمبا تھا اور رکوع اور سجود برابر تھے، پھر آپ صف سے پیچھے ہٹ گئے اور مسلمان بھی پیچھے ہٹ گئے۔ راوی ابوبکر نے کہا، آپ عورتوں تک گئے پھر آگے بڑھ گئے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ آگے بڑھ گئے، حتیٰ کہ آپ اپنی جگہ کھڑے ہو گئے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو سورج روشن ہو چکا تھا، پھر آپ نے فرمایا: اے لوگو! سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں اور انہیں لوگوں میں سے کسی شخص کی موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا (اور) ابوبکر نے کہا "کسی بشر کی موت کی وجہ سے" جب تم ان میں سے کسی چیز کو دیکھو تو اس وقت تک نماز پڑھو جب تک وہ روشن ہو جائے اور جس چیز کا بھی تم سے وعدہ کیا گیا ہے میں نے اس کو اس نماز کے دوران دیکھ لیا، میرے سامنے جہنم لایا گیا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب تم نے مجھے اس خوف سے پیچھے ہٹتے دیکھا کہ اس کی لپٹ مجھ تک نہ آجائے یہاں تک کہ میں نے اس جہنم میں صاحب عصا کو دیکھا جو جہنم میں اپنی آنتوں کو گھسیٹ رہا تھا، وہ شخص اس لاٹھی سے حاجیوں کی چوری کرتا تھا، اگر

تُصِيبَنِي مِنْ لَفْحِهَا حَتَّى رَأَيْتُ فِيهَا صَاحِبَ الْمِحْجَنِ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ كَانَ يَسْرِقُ الْحَاجَّ بِمِحْجَنِهِ فَإِنْ فُطِنَ لَهُ قَالَ إِنَّمَا تَعَلَّقَ بِمِحْجَنِي وَإِنْ غُفِلَ عَنْهُ ذَهَبَ بِهِ وَحَتَّى رَأَيْتُ فِيهَا صَاحِبَةَ الْهِرَّةِ الَّتِي رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ حَتَّى مَاتَتْ جُوعًا ثُمَّ جِيءَ بِالْجَنَّةِ وَذَلِكَ حِينَ رَأَيْتُمُونِي تَقَدَّمْتُ حَتَّى قُمْتُ فِي مَقَامِي وَلَقَدْ مَدَدْتُ يَدِي وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَتَنَاوَلَ مِنْ ثَمَرِهَا لِتَنْظُرُوا إِلَيْهِ ثُمَّ بَدَا لِي أَنْ لَا أَفْعَلَ فَمَا مِنْ شَيْءٍ تُوعَدُونَهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِي صَلَاتِي هَذِهِ.

۱۹۹۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ نَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَهِيَ تُصَلِّي فَقُلْتُ مَا شَأْنُ النَّاسِ يُصَلُّونَ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا إِلَى السَّمَاءِ فَقُلْتُ آيَةٌ قَالَتْ نَعَمْ فَأَطَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقِيَامَ جِدًّا حَتَّى تَجَلَّانِي الْغَشْيُ فَأَخَذْتُ قِرْبَةً مِنْ مَاءٍ إِلَى جَنْبِي فَجَعَلْتُ أَصُبُّ عَلَى رَأْسِي أَوْ عَلَى وَجْهِي مِنَ الْمَاءِ قَالَتْ فَانْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ وَخَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ رَأَيْتُهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَإِنَّهُ قَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ قَرِيبًا أَوْ مِثْلَ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيُؤْتَى أَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهُ مَا عِلْمُكَ بِهَذَا الرَّجُلِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوِ الْمُوقِنُ لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ

حاجی کو پتا چل جاتا تو کہتا یہ کپڑا میرے عصا (لاٹھی) میں اٹک گیا تھا اور اگر اس کو پتا نہ چلتا تو (کپڑے) لے جاتا۔ اور یہاں تک کہ میں نے جہنم میں بلی والی عورت کو دیکھا جس نے بلی کو باندھ رکھا تھا نہ اس کو خود کھلایا نہ چھوڑا تاکہ وہ حشرات الارض میں سے کچھ کھا لیتی حتیٰ کہ وہ بلی بھوک سے مر گئی۔ پھر میرے پاس جنت لائی گئی یہ اس وقت کی بات ہے جب تم نے مجھے (نماز میں) آگے بڑھتے دیکھا، میں نے اپنی جگہ پر کھڑے کھڑے ہاتھ بڑھایا تاکہ جنت کے پھلوں میں سے کچھ پھل لوں تاکہ تم انھیں دیکھ لو پھر مجھے خیال آیا کہ میں ایسا نہ کروں، بہرحال جس چیز کا بھی تم سے وعدہ کیا گیا ہے میں نے اس کو اپنی اس نماز میں دیکھ لیا۔

حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں درآں حالیکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہی تھیں، حضرت اسماء کہتی ہیں میں نے پوچھا لوگ نماز کیوں پڑھ رہے ہیں؟ حضرت عائشہ نے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے پوچھا کیا یہ کوئی علامت ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا ہاں! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت طویل قیام کیا حتیٰ کہ مجھ پر غشی طاری ہونے لگی، میں نے مشک سے پانی لے کر اپنے منہ یا اپنے سر پر ڈالنا شروع کیا۔ حضرت اسماء کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے درآں حالیکہ سورج روشن ہو چکا تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا جس میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا ہر وہ چیز جس کو میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا اس کو میں نے اس جگہ دیکھ لیا ہے حتیٰ کہ جنت اور جہنم کو بھی دیکھ لیا ہے اور مجھ پر یہ وحی کی گئی ہے کہ عنقریب تمہاری قبروں میں ایسی آزمائش کی جائے گی جیسی مسیح دجال کے وقت آزمائش ہوگی تم میں سے ہر شخص کو لایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ اس شخص کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟ رہا مومن تو وہ یہ کہے گا یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہ ہمارے پاس دلائل اور ہدایت لے کر آئے ہم نے ان کے پیغام کو قبول کیا اور

أَسْمَاءُ فَيَقُولُ هُوَ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى فَأَجَبْنَا وَأَطَعْنَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَيُقَالُ لَهُ قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ لَتُؤْمِنُ بِهِ فَنَمْ صَالِحًا وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوِ الْمُرْتَابُ لَا أَدْرِي أَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَيَقُولُ لَا أَدْرِي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُ۔

ان کی اطاعت کی، تین بار سوال کیا جائے گا اس کے بعد کہا جائے گا "جاؤ ہمیں معلوم تھا کہ تم ان پر ایمان رکھتے ہو، رہا منافق تو وہ کہے گا میں نہیں جانتا میں نے لوگوں کو جو کہتے سنا وہی کہہ دیا۔"

۲۰۰۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ وَإِذَا هِيَ تُصَلِّي فَقُلْتُ مَا شَأْنُ النَّاسِ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ۔

حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ کے پاس آئی در آں حالیکہ لوگ نماز میں کھڑے ہوئے تھے اور حضرت عائشہ نماز پڑھ رہی تھیں، میں نے کہا لوگوں کو کیا ہوا۔

۲۰۰۱۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ لَا تَقُلْ كَسَفَتِ الشَّمْسُ وَلٰكِنْ قُلْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ۔

عروہ کہتے ہیں کہ سورج کے لیے کسوف نہ کہو خسوف کہو۔

۲۰۰۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْصُورُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أُمِّهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهَا قَالَتْ فَزِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَالَتْ تَعْنِي يَوْمَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ فَأَخَذَ دِرْعًا حَتّٰى أُدْرِكَ بِرِدَائِهِ فَقَامَ لِلنَّاسِ قِيَامًا طَوِيلًا لَوْ أَنَّ إِنْسَانًا أَتَى لَمْ يَشْعُرْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكَعَ مَا حَدَّثَ أَنَّهُ رَكَعَ مِنْ طُولِ الْقِيَامِ۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں جس روز سورج کو گہن لگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے آئے، آپ نے گھبراہٹ میں کسی عورت کی) قمیص لے لی پھر آپ کو چادر لا کر دی گئی پھر آپ نے اس قدر طویل قیام کیا کہ اگر کوئی شخص آتا تو اس کو بالکل پتا نہ چلتا کہ آپ نے رکوع کیا ہے، اسی لیے طول قیام کے سبب آپ سے رکوع کی روایت کی گئی ہے۔

۲۰۰۳۔ وَحَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى الْأُمَوِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَقَالَ قِيَامًا طَوِيلًا يَقُومُ ثُمَّ يَرْكَعُ وَزَادَ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَى الْمَرْأَةِ أَسَنَّ مِنِّي وَإِلَى الْأُخْرٰى وَهِيَ أَسْقَمُ مِنِّي۔

ایک راوی نے کہا کہ آپ نے طویل قیام کیا اور یہ زیادہ کہا کہ حضرت اسماء کہتی ہیں کہ میں ایک عورت کو دیکھتی تھی جو مجھ سے زیادہ بوڑھی تھی اور ایک عورت کو دیکھتی تھی جو مجھ سے زیادہ بیمار تھی۔

۲۰۰۴۔ وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں

قَالَ نَا حَبَّانُ قَالَ نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا مَنْصُوْرٌ عَنْ أُمِّهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرٍ قَالَتْ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَزِعَ فَأَخْطَأَ بِدِرْعٍ حَتَّى أُدْرِكَ بِرِدَائِهِ بَعْدَ ذٰلِكَ قَالَتْ فَقَضَيْتُ حَاجَتِيْ ثُمَّ جِئْتُ فَدَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا فَقُمْتُ مَعَهُ فَأَطَالَ الْقِيَامَ حَتَّى رَأَيْتُنِيْ أُرِيْدُ أَنْ أَجْلِسَ ثُمَّ أَلْتَفِتُ إِلَى الْمَرْأَةِ الضَّعِيْفَةِ فَأَقُوْلُ هٰذِهِ أَضْعَفُ مِنِّيْ فَأَقُوْمُ فَرَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَأَطَالَ الْقِيَامَ حَتَّى لَوْ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ خُيِّلَ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَمْ يَرْكَعْ

۲۰۰۵۔ وَحَدَّثَنِيْ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ وَحَدَّثَنِيْ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ مَعَهُ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا قَدْرَ نَحْوِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدِ انْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِيْ مَقَامِكَ هٰذَا ثُمَّ رَأَيْنَاكَ كَفَفْتَ

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گہن ہوا تو آپ خوفزدہ ہوئے اور گھبراہٹ میں کسی عورت کی قمیض لے لی، اس کے بعد آپ کو چادر لاکر دی گئی۔ میں اپنا کام پورا کرنے کے بعد مسجد میں آئی تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کھڑے ہیں، میں بھی نماز میں شریک ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں بہت طویل قیام کیا حتیٰ کہ میں نے سوچا کہ میں بیٹھ جاؤں پھر میری نظر ایک ضعیف عورت پر پڑی تو میں نے سوچا کہ یہ تو مجھ سے بھی زیادہ کمزور ہے پھر میں کھڑی رہی پھر حضور نے رکوع کیا اور بہت طویل رکوع کیا پھر حضور نے رکوع سے سر اٹھایا اور بہت طویل قیام کیا حتیٰ کہ اگر کوئی شخص دیکھتا تو خیال کرتا کہ آپ نے رکوع نہیں کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور لوگ بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے آپ نے سورۂ بقرہ کی قراءت کے برابر بہت طویل قیام کیا، پھر آپ نے بہت طویل رکوع کیا پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھا کر بہت طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے نسبتاً کم تھا، پھر آپ نے بہت طویل رکوع کیا لیکن یہ رکوع پہلے رکوع سے نسبتاً کم تھا پھر سجدہ کیا پھر کھڑے ہوکر طویل قیام کیا لیکن پہلے قیام سے کم پھر طویل رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر رکوع سے سر اٹھا کر طویل قیام کیا جو پہلے قیام سے نسبتاً کم تھا پھر طویل رکوع کیا جو پہلے رکوع سے نسبتاً کم تھا، پھر سجدہ کرکے نماز سے فارغ ہوگئے درآں حالیکہ سورج روشن ہوچکا تھا۔ آپ نے فرمایا بے شک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں انہیں کسی کی موت یا حیات کی وجہ سے گہن نہیں لگتا۔ جب تم گہن کو دیکھو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم نے (نماز میں) آپ کو دیکھا کہ آپ اپنی جگہ سے کسی چیز کو لے رہے تھے پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے رک گئے آپ نے فرمایا میں نے جنت کو دیکھا میں اس سے ایک خوشہ توڑنے لگا اگر میں اس خوشہ کو توڑ لیتا تو تم رہتی دنیا تک اس کو کھاتے رہتے اور

فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُودًا وَلَوْ أَخَذْتُهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا وَرَأَيْتُ النَّارَ فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ مَنْظَرًا قَطُّ وَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ قَالُوا بِمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ بِكُفْرِهِنَّ قِيلَ أَيَكْفُرْنَ بِاللَّهِ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ۔

میں نے جنت کو دیکھا اور میں نے آج جیسا منظر کبھی نہیں دیکھا میں نے جہنم میں اکثر عورتوں کو دیکھا، صحابہ نے پوچھا کس وجہ سے؟ یارسول اللہ! آپ نے فرمایا ان کی ناشکری کی وجہ سے، کہا گیا کیا اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتی ہیں؟ فرمایا نہیں خاوند کی ناشکری کرتی ہیں اور نیکی کا انکار کرتی ہیں۔ اگر تم ساری عمر ان کے ساتھ نیکی کرتے رہو اور پھر تم سے یہ کوئی ذرا سی (ناگوار) چیز دیکھ لیں تو کہیں گی میں نے تمہارے پاس کبھی اچھائی نہیں دیکھی۔

۲۰۰۶ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا إِسْحٰقُ يَعْنِي ابْنَ عِيسٰى قَالَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ ثُمَّ رَأَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ۔

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اس میں ہے پھر ہم نے آپ کو پیچھے ہٹتے دیکھا۔

۲۰۰۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلّٰى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ فِي أَرْبَعِ سَجَدَاتٍ وَعَنْ عَلِيٍّ مِثْلُ ذٰلِكَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب سورج کو گہن لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکوع اور چار سجدوں کے ساتھ نماز پڑھی اور حضرت علی سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔

۲۰۰۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى نَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ نَا حَبِيبٌ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلّٰى فِي كُسُوفٍ قَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ قَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ قَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ قَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ قَالَ وَالْأُخْرٰى مِثْلُهَا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن لگنے پر نماز پڑھائی آپ نے قرأت کی پھر رکوع کیا پھر قرأت کی پھر رکوع کیا پھر قرأت کی پھر رکوع کیا پھر قرأت کی پھر رکوع کیا، پھر دوسری رکعت بھی اسی طرح پڑھی۔

۲۰۰۹ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا أَبُو النَّضْرِ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَهُوَ شَيْبَانُ النَّحْوِيُّ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ ح

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں سورج کو گرہن لگا تو جماعت کا اعلان کیا گیا!!

وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ لَمَّا انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُودِيَ الصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ فَرَكَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ فِي سَجْدَةٍ ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِي سَجْدَةٍ ثُمَّ جُلِّيَ عَنِ الشَّمْسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ مَا رَكَعْتُ رُكُوعًا قَطُّ وَلَا سَجَدْتُ سُجُودًا قَطُّ كَانَ أَطْوَلَ مِنْهُ۔

"الصلوٰۃ جامعۃ" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں دو رکوع کیے پھر دوسری رکعت میں دو رکوع کیے پھر سورج صاف ہو گیا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے نماز کسوف سے زیادہ کبھی طویل رکوع اور سجدہ کی نماز نہیں پڑھی۔

۲۰۱۰۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا هُشَيْمٌ عَنْ إِسْمٰعِيلَ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهِمَا عِبَادَهُ وَإِنَّهُمَا لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهَا شَيْئًا فَصَلُّوا وَادْعُوا اللّٰهَ حَتّٰى يُكْشَفَ مَا بِكُمْ۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اور ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا۔ جب تم گہن کو دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو حتیٰ کہ گہن دور کر دیا جائے۔

۲۰۱۱۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ وَيَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ قَالَا نَا مُعْتَمِرٌ عَنْ إِسْمٰعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيْسَ يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ وَلٰكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَقُومُوا فَصَلُّوا۔

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج اور چاند میں کسی شخص کی موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، جب تم گہن دیکھو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔

۲۰۱۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ وَأَبُو أُسَامَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ وَوَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ وَمَرْوَانُ كُلُّهُمْ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ سُفْيَانَ وَوَكِيعٍ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ فَقَالَ النَّاسُ انْكَسَفَتْ

ایک اور سند سے روایت ہے جس دن حضرت ابراہیم کا وصال ہوا تو لوگوں نے کہا حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کی وجہ سے سورج کو گرہن لگ گیا۔

لِمَوْتِ اِبْرَاهِيْمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

۲۰۱۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْاَشْعَرِيُّ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَرَّادٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالُوْا نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ فَزِعًا يَخْشٰى اَنْ تَكُوْنَ السَّاعَةُ حَتّٰى اَتَى الْمَسْجِدَ فَقَامَ يُصَلِّيْ بِاَطْوَلِ قِيَامٍ وَرُكُوْعٍ وَسُجُوْدٍ مَا رَاَيْتُهُ يَفْعَلُهُ فِيْ صَلٰوةٍ قَطُّ ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْاٰيَاتِ الَّتِيْ يُرْسِلُ اللّٰهُ لَا تَكُوْنُ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَيٰوتِهٖ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُرْسِلُهَا يُخَوِّفُ بِهَا عِبَادَهٗ فَاِذَا رَاَيْتُمْ مِنْهَا شَيْئًا فَافْزَعُوْا اِلٰى ذِكْرِهٖ وَدُعَائِهٖ وَاسْتِغْفَارِهٖ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ الْعَلَاءِ كَسَفَتْ وَقَالَ يُخَوِّفُ عِبَادَهٗ۔

۲۰۱۴ - حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ نَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ اَبِي الْعَلَاءِ حَيَّانَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا اَرْمِيْ بِاَسْهُمِيْ فِيْ حَيَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَنَبَذْتُهُنَّ وَقُلْتُ لَاَنْظُرَنَّ مَا يَحْدُثُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي انْكِسَافِ الشَّمْسِ الْيَوْمَ فَانْتَهَيْتُ اِلَيْهِ وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ يَدْعُوْ وَيُكَبِّرُ وَيَحْمَدُ وَيُهَلِّلُ حَتّٰى جُلِّيَ عَنِ الشَّمْسِ فَقَرَاَ سُوْرَتَيْنِ وَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ۔

۲۰۱۵ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ حَيَّانَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ اَرْمِيْ بِاَسْهُمٍ لِّيْ بِالْمَدِيْنَةِ فِيْ حَيَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج کو گہن لگا آپ گھبرا کر اس طرح خوف سے کھڑے ہوئے کہ جیسے قیامت آگئی ہو، آپ مسجد میں آئے اور نماز میں سب سے پہلے طویل قیام کیا، طویل رکوع اور طویل سجدہ کیا میں نے اس سے پہلے کبھی آپ کو اس طرح نماز پڑھتے نہیں دیکھا، پھر آپ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے یہ کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈرانے کے لیے ان نشانیوں کو بھیجتا ہے جب تم اس قسم کی کوئی چیز دیکھو تو اللہ تعالیٰ کے ذکر اس سے دعا اور استغفار کی پناہ میں آؤ۔

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تیر اندازی کر رہا تھا اچانک سورج کو گرہن لگ گیا میں نے تیر دور پھینکا اور سوچا کہ میں دیکھتا ہوں کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج گہن کے موقع پر کیا کرتے ہیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا درآں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہے تھے، آپ نے تکبیر کہی، حمد کی، لا الٰہ الا اللہ پڑھا حتیٰ کہ سورج روشن ہو گیا، آپ نے دو سورتیں پڑھیں اور دو رکعت نماز پڑھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مدینہ میں تیر اندازی کر رہا تھا اچانک سورج کو گہن لگ گیا میں نے تیر پھینک دیے اور سوچا کہ بخدا! میں دیکھوں گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج گہن لگنے کے موقع پر کیا کرتے ہیں۔ میں آپ کے

كَسَفَتِ الشَّمْسُ فَنَبَذْتُهَا فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَأَنْظُرَنَّ إِلَى مَا حَدَثَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي كُسُوْفِ الشَّمْسِ قَالَ فَاَتَيْتُهُ وَهُوَ قَائِمٌ فِي الصَّلٰوةِ رَافِعٌ يَدَيْهِ يُسَبِّحُ وَيَحْمَدُ وَيُهَلِّلُ وَيُكَبِّرُ وَيَدْعُوْ حَتّٰى حُسِرَ عَنْهَا قَالَ فَلَمَّا حُسِرَ عَنْهَا قَرَاَ سُوْرَتَيْنِ وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ۔

پاس آیا دراں حالیکہ آپ نماز میں رفع یدین کر رہے تھے آپ نے تسبیح کی، حمد کی، لا الٰہ الا اللہ پڑھا، تکبیر کہی اور دعا کی حتیٰ کہ سورج صاف ہو گیا۔ حضرت عبد الرحمن کہتے ہیں کہ جب سورج صاف ہو گیا تو آپ نے دو سورتیں پڑھیں اور دو رکعت نماز پڑھی۔

٢٠١٦۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا سَالِمُ بْنُ نُوْحٍ قَالَ اَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ حَيَّانَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا اَتَرَامٰى بِاَسْهُمٍ لِيْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِهِمَا۔

حضرت عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جس وقت میں اپنے تیروں سے تیر اندازی کر رہا تھا، اچانک سورج کو گہن لگ گیا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

٢٠١٧۔ وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ عَنْ اَبِيْهِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ كَانَ يُخْبِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَيٰوتِهِ وَلٰكِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُمَا فَصَلُّوْا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ سورج اور چاند کو کسی شخص کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے لیکن یہ اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جب تم یہ نشانیاں دیکھو تو نماز پڑھو۔

٢٠١٨۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَا نَا مُصْعَبٌ وَهُوَ ابْنُ الْمِقْدَامِ قَالَ نَا زَائِدَةُ قَالَ نَا زِيَادُ بْنُ عِلَاقَةَ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ قَالَ زِيَادُ بْنُ عِلَاقَةَ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يَقُوْلُ اِنْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَيٰوتِهِ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهَا فَادْعُوا اللّٰهَ وَصَلُّوْا حَتّٰى يَنْكَشِفَ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جس دن حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا، اس دن سورج کو گہن لگ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ انہیں کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ حیات کی وجہ سے۔ جب تم یہ نشانیاں دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور نماز پڑھو حتیٰ کہ وہ روشن ہو جائے۔

اسلام میں سورج گرہن کی حیثیت

اشیاء کی حقیقت ، ان کے آثار اور ان میں تغیر و تبدل کی سائنسی توجیہ کیا ہے ، اس سے قرآن مجید میں بحث ہے نہ حدیث شریف میں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا بنیادی مقصد رشد و ہدایت ہے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر ایمان کی ترغیب ، اعمال صالحہ کی تلقین اور اعمال فاسدہ سے تنفیر کتاب اور سنت کی تعلیمات کا یہی موضوع ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ سے سوال کیا گیا یسئلونک عن الاھلۃ ۔ (بقرہ : ۱۸۹) " یہ آپ سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں " تو اللہ تعالیٰ نے چاند کی حقیقت اور ماہیت کے بارے میں نہیں بتلایا نہ یہ بتلایا کہ چاند پر پہنچنا یا چاند پر ہونا تمہارے لیے ممکن ہے یا نہیں ! بلکہ یہ فرمایا : قل ھی مواقیت للناس والحج ۔ (بقرہ : ۱۸۹) " آپ کہہ دیجئے یہ لوگوں اور حج کے لیے اوقات کے شمار کا ذریعہ ہے " یعنی مسلمانوں کو اسلامی احکام کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لیے اور عبادات اور معاملات کی انجام دہی کے لیے چاند کے ساتھ جن انسانی ضروریات کا تعلق ہے وہ یہی امور ہیں ، اسی طرح سورج اور چاند میں گہن لگنے کی سائنسی وجہ کیا ہے اس کو نبی علیہ السلام نے نہیں بتایا کیونکہ یہ چیز آپ کے مقصد بعثت سے متعلق ہے نہ اس کی ضرورت ہے البتہ مسلمانوں کے عقائد و اعمال کے ساتھ سورج گہن کا جو تعلق ہے اس کو آپ نے احسن طریقہ سے بیان فرمادیا جس کی تفصیل یہ ہے :

بعض مشرکین سورج اور چاند کی پرستش کرتے ہیں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی ذات پر نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں یعنی سورج اور چاند اپنی ذات کے اندر سلب نور کے تغیر اور تبدل کو قبول کرکے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ کسی ذات کی تخلیق اور قدرت کی دلیل اور نشان ہیں خود قادر اور خالق نہیں ہیں ۔ زمانہ جاہلیت کے بعض نجومیوں کا خیال تھا کہ جب کوئی بڑا آدمی مر جاتا ہے تو اس کے غم میں سورج کو گہن لگ جاتا ہے اسی اثر کی بناء پر جب آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا اور اتفاق اس موقع پر سورج کو گہن لگ گیا تو بعض نو مسلم صحابہ نے کہا کہ آپ کے صاحبزادے کی وفات کی وجہ سے سورج کو گہن لگ گیا ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا فوراً رد فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں انہیں کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ حیات کی وجہ سے ، یہ وہ امور تھے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گہن کے سلسلے میں اصلاح عقائد کے لیے بیان فرمایا اور سورج گرہن میں جس چیز کا مسلمانوں کے عمل کے ساتھ تعلق ہے وہ ہے توبہ ، استغفار ، یاد الٰہی اور دو رکعت نماز کسوف !

نماز کسوف کا فلسفہ

ان احادیث میں یہ بھی وارد ہے کہ سورج گرہن کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح مضطرب اور خوف زدہ ہو جاتے جیسے قیامت آگئی ہو ، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ کے بعد خلفاء راشدین کا دور حکومت ہوگا ، قسطنطنیہ مسلمانوں کے ہاتھوں پر فتح ہوگا ، قیصر و کسریٰ کے ایوانوں پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہوگی ایک طویل عرصہ تک شان و شوکت سے مسلمانوں کی حکومت رہے گی حتیٰ کہ پھر مسلمان فتنوں کا شکار ہوں گے دجال کا ظہور ہوگا ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں سے نازل ہو کر دجال کو قتل کریں گے ۔ حضرت مہدی کا ظہور ہوگا اور تمام دنیا میں اسلام پھیل جائے گا جس کے سبب جزیہ اور جہاد کی ضرورت نہیں رہے گی پھر دابۃ الارض اور یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا ، آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا پھر اس کے بعد کہیں جاکر قیامت آئے گی ! ان تمام باتوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی ہے اور احادیث میں ان کی تعلیم دی ہے اور ان امور کا جاننا ہمارے ایمان کا ایک حصہ ہے پھر ان تمام باتوں کے وقوع سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محض سورج گرہن دیکھ کر اس طرح کیوں خوف زدہ ہو جاتے

تھے جیسے قیامت آگئی ہو! اس کا جواب یہ ہے کہ سورج گرہن میں دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خوف الٰہی کی ایسی شدید کیفیت طاری ہوتی تھی کہ ان تمام چیزوں کے علم کے باوجود آپ کی توجہ ان امور سے ہٹ جاتی تھی اور آپ سورج کے بے نور کیے جانے کو آثار قیامت سے خیال فرماتے تھے!

رہا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج گرہن دیکھ کر اس قدر کیوں خوف زدہ ہوتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ عام آدمی جب کائنات میں کسی حادثہ اور کسی چیز میں تغیر اور تبدل کو دیکھتا ہے تو اس کی نظر صرف اس حادثہ اور اس تغیر تک محدود رہتی ہے اور اللہ کا نبی جب کسی حادثہ اور کسی چیز میں تغیر کو دیکھتا ہے تو اس کی نظر اس حادثہ سے محدث اور تغیر سے متغیر اور مبدل کی طرف منتقل ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سورج کو گرہن کی وجہ سے بے نور دیکھا تو آپ کی نظر اس تغیر کے خالق کی طرف پہنچی اور آپ نے جانا کہ سورج کا بے نور ہونا اللہ تعالیٰ کے آثار غضب سے ہے اور اس کائنات میں سورج سے زیادہ قوی کوئی مادی جسم نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے محور سے اگر کچھ اوپر چلا جائے تو لوگ مارے ٹھنڈک کے منجمد ہو جائیں اور اگر اپنے مدار سے کچھ نیچے آجائے تو مارے گرمی کے لوگ جل جائیں اور اتنے قوی مادی جسم کو جس وقت اس نے بے نور کر دیا تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اس وقت غضب میں ہے اور جو سورج کو چشم زدن میں بے نور کرنے پر قادر ہے وہ ہماری آنکھوں سے بصارت کے نور اور دلوں سے ایمان کے نور کو سلب کرنے پر اس سے کہیں زیادہ قادر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے خوف زدہ ہوتے تھے اور توبہ استغفار اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء تکبیر و تہلیل اور غیر معمولی طویل طریقہ سے دو رکعت پڑھ کر اس کے غضب کو ٹھنڈا کرتے اور اس کو راضی کرتے اور اسی بات کی ہمیں تعلیم دیتے تھے اور اسی کا نام اصطلاح تصوف میں معرفت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال اور آثار قدرت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت حاصل کی جائے اور اس معرفت کے مطابق عمل کیا جائے۔

علم رسالت

اس باب کی احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت اور دوزخ دکھا دی گئی! قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جنت و دوزخ کے درمیان جس قدر حجابات تھے اللہ تعالیٰ نے ان تمام حجابات کو ہٹا دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے جنت اور دوزخ اور ان کے تمام احوال اور کیفیات کو دیکھ لیا۔[1] بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے جنت اور دوزخ کو دیکھا نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان چیزوں کو بذریعہ وحی اطلاع دی ہو جس کو آپ نے دیکھنے سے تعبیر فرمایا ہے اور بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ نے بعینہٖ جنت اور دوزخ کو نہیں دیکھا بلکہ آپ کو جنت اور دوزخ کی تصویر اور مثال دکھائی گئی تھی۔ لیکن یہ دونوں توجیہیں مردود اور باطل ہیں کیونکہ آپ نے فرمایا: "میں نے جنت کے خوشوں کو توڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا" اور "جہنم کے شعلوں کی لپیٹ سے بچنے کے لیے پیچھے ہٹا" اور آپ کا ہاتھ بڑھانا اور پیچھے ہٹنا علم پر منطبق ہوتا ہے نہ تصویر پر اس لیے صحیح یہی ہے جیسا کہ قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے آپ نے اس موقع پر جنت اور دوزخ کو حقیقۃً دیکھا ہے۔

ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی کا واضح ثبوت ہے کیونکہ حدیث نمبر ۱۹۸۸ میں ہے:

---

[1] شرح مسلم ج ۱ ص ۲۹۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

"رایت فی مقامی ھذا کل شیء وعدتہ" "میں نے اس جگہ ہر اس چیز کو دیکھ لیا جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے"۔ حدیث نمبر ۱۹۹۶ میں ہے: "انہ عرض علی کل شیء تولجونہ" "مجھ پر ہر وہ چیز پیش کی گئی جس میں تم داخل ہوگے"۔ حدیث نمبر ۱۹۹۸ میں ہے: "ما من شیء توعدونہ الا قد رایتہ فی صلوتی ھذہ" "تم سے جس چیز کا بھی وعدہ کیا گیا ہے مجھے وہ تمام چیزیں اس نماز میں دکھا دی گئیں"۔

علم کلی کی وضاحت

خیال رہے کہ علم کلی سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کل کائنات کا اجمالی علم آپ کو عطا فرما دیا ہے اور قیامت تک کی بعض جزئیات کا تفصیلی علم آپ کو وقتاً فوقتاً بتدریج دیا جاتا رہا اس لیے قرآن اور احادیث میں آپ سے جن خاص اور جزئی واقعات کے علم کی نفی کا بیان ہے اس میں علم تفصیلی کی نفی ہے جبکہ کتاب و سنت سے آپ کے لیے جس علم کلی کا ثبوت ہے وہ علم اجمالی ہے اور علم تفصیلی جو غیر متناہی احوال جزئیہ کو محیط ہے وہ اللہ عزوجل کا خاصہ ہے [۱]

علم رسالت پر علم غیب کے اطلاق اور عدم اطلاق کی بحث

کتاب و سنت کے جن دلائل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ثابت ہے ان دلائل کا کوئی انکار نہیں کرتا، بحث اس میں ہوتی ہے کہ آیا اس علم پر علم غیب کا اطلاق صحیح ہے یا نہیں، جو علماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم پر علم غیب کا اطلاق کرتے ہیں وہ علم بمعنی ادراک کہتے ہیں [۲] اسی لیے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے انباء المصطفیٰ اور الدولۃ المکیۃ میں تفصیل سے بیان کیا ہے کہ قرآن اور حدیث میں آپ سے جن چیزوں کے علم کی نفی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت آپ کو ان چیزوں کا علم نہیں تھا نہ یہ کہ وصال کے وقت تک علم حاصل نہیں ہوا کیونکہ آپ کا علم کلی نزول قرآن کے ضمن میں وصال تک تدریجاً مکمل ہوا ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اس بحث میں اعلیٰ حضرت کے نزدیک آپ کو ایسی قوت مدرکہ حاصل نہیں تھی جس کی وجہ سے جس غیب کو جب چاہتے جان لیتے کیونکہ ان کے نزدیک اگر آپ کو یہ صفت حاصل ہوتی تو پھر علم تدریجی اور وصال تک علم کی تکمیل کا کوئی محمل معنی نہیں ہے۔ متقدمین علماء نے اس اعتبار سے آپ کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے اور ہم نے اپنی کتاب "مقام ولایت و نبوت" میں ایسے متعدد اقوال ذکر کیے ہیں [۴] اور جو علماء آپ کے علوم پر علم غیب کا اطلاق نہیں کرتے ان کے نزدیک باوجود اس کے کہ آپ کثیر علوم الٰہیہ اور اخبار ماضیہ و مستقبلہ کے علوم کے حامل ہیں آپ کو ایسی قوت مدرکہ حاصل نہیں ہے جس سے آپ جب چاہیں جس غیب کو چاہیں جان لیں اسی قوت کو وہ علم غیب کہتے ہیں اور اسی کو وہ مفاتیح الغیب سے تعبیر کرتے ہیں چنانچہ شیخ انور شاہ کشمیری نے اسی طرح لکھا ہے [۳] اسی لیے یہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے انباء غیب اطلاع علی الغیب

۱۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی لکھتے ہیں: ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمیع معلومات الٰہیہ کا احاطہ کر لیا ہے یہ تو مخلوق کے لیے محال ہے (الیٰ قولہ) اللہ تعالیٰ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھانا بذریعہ قرآن ہوا اور قرآن تو تھوڑا تھوڑا کر کے اترا ہر وقت نہیں اترتا تھا تو اوقات اور معلومات دونوں میں بعض ہونا صادق ہوا۔ (الدولۃ المکیۃ ص ۲۲۹ مطبوعہ المکتبہ کراچی۔)

۲۔ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین رحمہ اللہ "وما علمنٰہ الشعر" کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ہم نے آپ کو شعر گوئی کا ملکہ نہ دیا۔ (خزائن العرفان)

۳۔ شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۱ ص ۱۵۱، مطبوعہ مکتبہ الحجازی قاہرہ الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ۔

۴۔ مقام ولایت و نبوت ص ۴۲۔

اور اظہار علی الغیب ثابت ہے علم غیب ثابت نہیں ہے۔

ہمارے نزدیک مفاتیح الغیب کو ایسی قوت مدرکہ پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے مفاتیح الغیب سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ صفت ہے جو معلومات الہیۃ غیر متناہیہ بالفعل کا منشاء اور مبداء ہے بایں معنی کہ یہ معلومات غیر متناہیہ اس کے سامنے بالفعل مستحضر ہیں نہ یہ کہ اسے کسی علم کے حصول کے لیے استخراج اور تحصیل کی ضرورت پڑتی ہے جیسا کہ شیخ کاشمیری نے گمان کیا ہے ہم نے اس پر مفصل بحث "مقام ولایت و نبوت" میں کر دی ہے۔[1]

بعض علماء ایک اور وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر علم غیب کا اطلاق نہیں کرتے وہ کہتے ہیں کہ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تمام مخلوق سے زیادہ علوم ثابت ہیں اس کے باوجود قرآن اور حدیث میں آپ کے علم کے لیے اطلاع، اظہار، انباء اور اخبار کے الفاظ لائے گئے ہیں اور قرآن مجید کی کسی آیت اور کسی حدیث صحیح میں صراحۃً آپ کی طرف علم غیب کی نسبت نہیں کی گئی۔ اس لیے آپ کے علوم پر علم غیب کا اطلاق جائز نہیں ہے جیسا کہ باوجود عزیز و جلیل ہونے کے آپ کو محمد عز و جل کہنا جائز نہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اس لیے یوں نہیں کہنا چاہیے کہ انھیں غیب کا علم ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ان پر غیب ظاہر کیا گیا ہے یا وہ غیب پر مطلع کیے گئے ہیں یا انھیں غیب کا علم دیا گیا۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

ولعل الحق ان يقال: ان علم الغيب المنفي عن غيره جل وعلا هو ما كان للشخص لذاته اي بلا واسطة في ثبوته له وهذا مما لا يعقل لاحد من اهل السموات والارض لمكان الامكان فيهم ذاتا وصفة وهو يأبى ثبوت شيء لهم بلا واسطة، ولعل في التعبير عن المستثنى منه بمن في السموات والارض اشارة الى علة الحكم وما وقع للخواص ليس من هذا العلم المنفي في شيء ضرورة انه من الواجب عز وجل افاضه عليهم بوجه من وجوه الافاضة فلا يقال: انهم علموا الغيب بذلك المعنى ومن قاله كفر قطعا، وانما يقال: انهم اظهروا او اطلعوا بالبناء للمفعول على الغيب او نحو ذلك مما يفهم الواسطة في ثبوت العلم لهم، ويؤيد ما ذكر انه لم يجئ

تحقیق یہ ہے کہ اللہ عز و جل کے غیر سے جس علم غیب کی نفی کی گئی ہے یہ وہ علم ہے جو بالذات اور بلا واسطہ ہو یعنی جس علم کے ثبوت میں کوئی واسطہ نہ ہو، پس آسمان اور زمین والوں کے لیے اس علم کا ثبوت ممکن نہیں کیونکہ وہ ذات اور صفت کے اعتبار سے ممکن ہیں اس لیے ان کے واسطے بلا واسطہ علم ثابت نہیں ہو سکتا، اور شاید کہ سماوات والارض کو مستثنیٰ منہ میں لانے سے اس حکم کی علت کی طرف اشارہ ہو اور خواص کو جو علم غیب حاصل ہوتا ہے وہ علم بلا واسطہ اور بالذات نہیں ہوتا کیونکہ انکو یہ علم اللہ تعالیٰ تعلیم کے کسی نہ کسی طریقہ سے عطا فرماتا ہے اس لیے یوں نہیں کہا جائے گا کہ انھوں نے بلا واسطہ علم غیب کو جان لیا اور جس نے یہ کہا وہ قطعاً کافر ہے اور صرف یہ کہنا چاہیے کہ ان پر غیب ظاہر کیا گیا یا وہ غیب پر مطلع کیے گئے یا اور کوئی لفظ جس سے یہ ثابت ہو کہ ان کو یہ علم دیا گیا ہے اور اس کی تائید یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے غیر کی طرف علم غیب کی نسبت بالکل نہیں آئی اور

[1] مقام ولایت و نبوت، ص ۱۷۔

فی القرآن الکریم نسبۃ علم الغیب الی غیرہ تعالیٰ اصلا، وجاء الاظہار علی الغیب لمن ارتضی سبحانہ وتعالیٰ من رسول۔ [1]

رسول جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے ان کے لیے قرآن مجید میں اظہار علی الغیب کا لفظ آیا ہے۔

اس کے بعد علامہ آلوسی نے اس مسئلہ میں طویل بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صیغہ مجہول کے ساتھ یہ کہنا تو جائز ہے کہ فلاں شخص کو غیب کا علم دیا گیا لیکن صیغہ معلوم کے ساتھ یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ فلاں شخص کو غیب کا علم ہے یا وہ غیب جانتا ہے کیونکہ یہ قول قرآن مجید کی ظاہر آیات مثلاً "لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ" سے متصادم ہے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ تاویل سے اس قول کو جائز کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے میں حق کو مکروہ جانتا ہوں اور فتنہ کو پسند کرتا ہوں اور رحمت سے بھاگتا ہوں جبکہ وہ حق کی موت کے ساتھ اور فتنہ کی مال اور اولاد کے ساتھ اور رحمت کی بارش کے ساتھ تاویل کرتا ہو ہر چند کہ اس تاویل سے یہ جملہ صحیح ہو گا لیکن اس جملہ کا ظاہر معیوب اور خلاف ادب ہے۔ یہی حال اللہ تعالیٰ کے غیر کی طرف صیغہ معلوم سے علم غیب کی نسبت کا ہے۔ ہر چند کہ علامہ آلوسی کی یہ تحقیق انتہائی احتیاط پر مبنی ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ متعدد علماء راسخین نے مخلوق کے علم پر بھی علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔ ہم نے اپنی تصنیف مقام ولایت و نبوت میں ان عبارات کے متعدد حوالے پیش کر دیئے ہیں۔

کمالات رسالت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے خوشوں کو توڑنے کا قصد فرمایا اور چاہتے تو توڑ لیتے اور لوگ ان کو رہتی دنیا تک کھاتے رہتے لیکن بعد میں کسی خیال سے ایسا نہیں کیا آپ کے اس قصد سے جس طرح یہ ظاہر ہوا کہ آپ جب دیکھنا چاہیں تو سات آسمان آپ کے لیے حجاب نہیں بنتے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ زمین پر رہتے ہوئے جنت میں بھی تصرف کر سکتے ہیں اور جنت کی اشیاء آپ کے دست تصرف کی زد میں ہیں اور چونکہ غیر کی ملک میں تصرف جائز نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت آپ کی ملک کر دی ہے جس طرح چاہتے ہیں اس میں تصرف کرتے ہیں اور اہل علم جانتے ہیں کہ جس جگہ آپ آرام فرما ہیں وہ جگہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے اور جب آپ زمین پر رہ کر جنت میں تصرف کر سکتے ہیں تو جنت میں جا کر اور رہ کر زمین کے اوپر بھی تصرف کر سکتے ہیں لیکن یہ تمام کمالات اللہ تعالیٰ کی اجازت اور عطا کے ساتھ مقید ہیں۔

جانوروں کے ساتھ سلوک

اس باب کی احادیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک عورت کو بلی پر ظلم کرنے کی وجہ سے جہنم میں عذاب ہوا اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ سابقہ امت کے ایک شخص نے ایک پیاسے کتے کو کنوئیں سے اپنے موزے میں پانی نکال کر پلایا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا [2] اس سے معلوم ہوا کہ جانوروں سے حسن سلوک اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کے حصول کا باعث ہے اور جانوروں پر ظلم کرنا اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ جن لوگوں کا اشتغال اور تعلق جانوروں کے ساتھ رہتا ہے انھیں ان احادیث پر غور کرنا چاہیے۔

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی جز ۲۰ ص ۱۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الجنائز

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں: میت کو اس کے تخت سمیت جنازہ اور جنازہ کہتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ تخت کو جنازہ اور میت کو جنازہ کہتے ہیں [1]۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ابن فارس نے کہا ہے کہ جنازہ مستور چیز کو کہتے ہیں اور موت جسم سے روح کے جدا ہونے کو کہتے ہیں۔ جوہری نے کہا ہے کہ میت کا لفظ مذکر اور مؤنث میں مساوی ہے، قرآن مجید میں ہے: "لیحیی بہ بلدۃ میتا" اس جگہ بلدۃ کی صفت میت آئی ہے میتہ نہیں آئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے "الا ان تکون میتۃ" فرمایا ہے [2]۔

علامہ شیرازی لکھتے ہیں کہ موت کو بکثرت یاد کرنا مستحب ہے کیونکہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا" اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیا کرو جو حیا کرنے کا حق ہے۔ صحابہ نے عرض کیا اے نبی اللہ! ہم بحمد اللہ، اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے ہیں آپ نے فرمایا اس طرح نہیں، جو شخص اس طرح اللہ تعالیٰ سے حیا کرے جو حیا کا حق ہے اسے چاہیے کہ اپنے سر اور باقی بدن کو (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے) محفوظ رکھے اور اپنے پیٹ اور اس کے باطن کو (معصیت سے) محفوظ رکھے اور اس کو چاہیے کہ موت اور قبر کو یاد کرے اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرتا ہے وہ دنیا کی زینت کو ترک کر دیتا ہے اور جس نے اس طرح کیا اس نے اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیا کی جو حیا کرنے کا حق ہے" (ترمذی)۔ علامہ شیرازی فرماتے ہیں کہ موت کی تیاری کرنے کے لیے لوگوں کے حقوق ادا کرنے چاہئیں اور گناہوں کو جڑ سے اکھاڑ دینا چاہیے اور عبادت کی طرف رغبت کرنی چاہیے کیونکہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو قبر کھودتے ہوئے دیکھا تو آپ اس قدر روئے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہو گئی اور فرمایا "میرے بھائیو! اس (قبر) کی مثل کے لیے تیاری کرو!"

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے اسانید صحیحہ سے روایت کیا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: "لذات کاٹنے والی چیز (یعنی موت) کا بکثرت ذکر کرو" حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب شام ہو تو صبح کا انتظار مت کرو اور جب صبح ہو تو شام کا انتظار مت کرو

---

[1] علامہ محمد بن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۱ ص ۳۰۶ مطبوعہ مؤسسہ اسماعیلیان قم ایران، طبع چہارم ۱۳۶۴ھ۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب مع المجموع ج ۵ ص ۱۰۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] علامہ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع المجموع ج ۵ ص ۱۰۵

اور بیماری سے پہلے صحت کو غنیمت جانو اور موت سے پہلے حیات کو غنیمت جانو۔ [1]

امام رافعی فرماتے ہیں: موت کا کوئی پتہ نہیں کس وقت آجائے اس لیے آدمی ہر وقت توبہ کے لیے تیار رہے، اور لوگوں کے جو حقوق اس کے ذمے ہیں اس کو ادا کرے کیونکہ بسا اوقات موت اچانک آجاتی ہے، اور یہ تمام چیزیں مریض کے لیے زیادہ مؤکد ہیں، مریض کو چاہیے کہ مرض پر صبر کرے اور استطاعت کے مطابق دوا اور علاج کرے اور مریض کے رشتہ داروں، پڑوسیوں (اور ملنے والوں) کے لیے مستحب ہے کہ اس کی عیادت کریں اور عیادت کرنے والا اگر مریض میں نیکی کی علامتیں پائے تو دعا کر کے چلا جائے اور اگر خدانخواستہ برائی کی علامتیں پائے تو اس کو توبہ کی طرف راغب کرے اور مریض کو چاہیے کہ اس موقع پر وصیت تیار کرے۔ [2]

۲۰۱۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلِ الْجَحْدَرِيُّ وَفُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ بِشْرٍ قَالَ اَبُوْ كَامِلٍ نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ نَا عُمَارَةُ بْنُ غُزِيَّةَ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ عُمَارَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مرنے والوں کو لا الہ الا اللہ کہنے کی تلقین کرو۔

۲۰۲۰ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ جَمِيْعًا بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی یہی روایت ہے۔

۲۰۲۱ - وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ وَاَبُوْ بَكْرٍ ابْنَا اَبِيْ شَيْبَةَ ح وَحَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالُوْا جَمِيْعًا نَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مرنے والوں کو لا الہ الا اللہ کہنے کی تلقین کرو۔

۲۰۲۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيْعًا عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ اَيُّوْبَ نَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعْدُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيْرِ بْنِ اَفْلَحَ عَنِ ابْنِ سَفِيْنَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّهَا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے اور وہ اس میں اللہ عزوجل کے حکم کے مطابق "انا للہ و انا الیہ راجعون" "اور اے اللہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح المہذب ج ۵، ص ۱۰۶، ۱۰۵، مطبوعہ دار الفکر، بیروت۔

[2] علامہ ابو القاسم عبد الکریم بن محمد رافعی متوفی ۶۲۳ھ فتح العزیز مع شرح المہذب ج ۵ ص ۱۰۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت

قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِيْبُهُ مُصِيْبَةٌ فَيَقُوْلُ مَا أَمَرَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَأَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا إِلَّا أَخْلَفَ اللّٰهُ لَهُ خَيْرًا مِّنْهَا قَالَتْ فَلَمَّا مَاتَ أَبُوْ سَلَمَةَ قُلْتُ أَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرٌ مِّنْ أَبِيْ سَلَمَةَ أَوَّلُ بَيْتٍ هَاجَرَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ إِنِّيْ قُلْتُهَا فَأَخْلَفَ اللّٰهُ لِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ أَرْسَلَ إِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاطِبَ بْنَ أَبِيْ بَلْتَعَةَ يَخْطُبُنِيْ لَهُ فَقُلْتُ إِنَّ لِيْ بِنْتًا وَأَنَا غَيُوْرٌ فَقَالَ أَمَّا ابْنَتُهَا فَنَدْعُوْ اللّٰهَ أَنْ يُّغْنِيَهَا عَنْهَا وَأَدْعُوْ اللّٰهَ أَنْ يَّذْهَبَ بِالْغَيْرَةِ.

مجھے اس مصیبت میں اجر دے اور اس کے بعد میرے لیے خیر مقرر کر دے" کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بعد خیر مقرر کر دیتا ہے۔ حضرت اُم سلمہ کہتی ہیں جب ابو سلمہ فوت ہو گئے تو میں نے سوچا کہ مسلمانوں میں حضرت ابو سلمہ سے بہتر کون ہو گا؟ جس گھر نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی پھر بہرحال میں نے یہ کلمات کہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بعد میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقرر کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب بن ابی بلتعہ کو میرے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا۔ میں نے کہا میری ایک بیٹی ہے اور میں غیرت والی ہوں۔ آپ نے فرمایا اس کی بیٹی کے لیے میں دعا کروں گا کہ وہ اس کو بیٹی سے بے فکر کر دے اور یہ بھی دعا کروں گا کہ غیرت اس سے دور ہو جائے۔

۲۰۲۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُمَرُ بْنُ كَثِيْرِ بْنِ أَفْلَحَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ سَفِيْنَةَ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ عَبْدٍ تُصِيْبُهُ مُصِيْبَةٌ فَيَقُوْلُ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَأَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا إِلَّا أَجَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ مُصِيْبَتِهِ وَأَخْلَفَ لَهُ خَيْرًا مِّنْهَا قَالَتْ فَلَمَّا تُوُفِّيَ أَبُوْ سَلَمَةَ قُلْتُ كَمَا أَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْلَفَ اللّٰهُ لِيْ خَيْرًا مِّنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو بھی کوئی مصیبت پہنچے اور وہ کہے" انا للہ و انا الیہ راجعون اللھم اجرنی فی مصیبتی و اخلف لی خیرا منھا" اللہ تعالیٰ اس کو اس مصیبت میں اجر دیتا ہے اور اس کے بعد بہتر آنے والے کو مقرر کر دیتا ہے۔ حضرت ام سلمہ کہتی ہیں جب ابو سلمہ فوت ہو گئے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کے مطابق یہ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بعد ان سے بہتر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے لیے مقرر کر دیا۔

۲۰۲۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِيْ قَالَ نَا سَعْدُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُمَرُ يَعْنِيْ ابْنَ كَثِيْرٍ عَنِ ابْنِ سَفِيْنَةَ مَوْلٰى أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ أَبِيْ أُسَامَةَ وَزَادَ قَالَتْ فَلَمَّا تُوُفِّيَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد حسب سابق دعا کا ذکر ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا جب ابو سلمہ فوت ہو گئے تو میں نے سوچا کہ ابو سلمہ سے بہتر کون ہو گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے پھر اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈال دیا تو میں نے اس دعا کو پڑھا

أَبُو سَلَمَةَ قُلْتُ مَنْ خَيْرٌ مِنْ أَبِي سَلَمَةَ صَاحِبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عَزَمَ اللهُ لِي فَقُلْتُهَا قَالَتْ فَتَزَوَّجْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئی۔

۲۰۲۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِيضَ أَوِ الْمَيِّتَ فَقُولُوا خَيْرًا فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُونَ عَلَى مَا تَقُولُونَ قَالَتْ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَبَا سَلَمَةَ قَدْ مَاتَ قَالَ قُولِي اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَلَهُ وَأَعْقِبْنِي مِنْهُ عُقْبَى حَسَنَةً قَالَتْ فَقُلْتُ فَأَعْقَبَنِي اللهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ لِي مِنْهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی مریض یا میت کے پاس جاؤ تو کلمہ خیر کہو کیونکہ فرشتے تمہاری دعا پر آمین کہتے ہیں۔ حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابوسلمہ فوت ہو گئے آپ نے فرمایا یہ دعا پڑھو۔ اے اللہ! میری مغفرت کر اور ابوسلمہ کی مغفرت کر اور ان کے بعد میرے لیے ان سے اچھا شخص مقرر کر دے پھر اللہ تعالیٰ نے میرے لیے ان کے بعد ان سے بہتر یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مقرر کر دیا۔

۲۰۲۶ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ نَا أَبُو إِسْحٰقَ الْفَزَارِيُّ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَبِي سَلَمَةَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرُهُ فَأَغْمَضَهُ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الرُّوحَ إِذَا قُبِضَ تَبِعَهُ الْبَصَرُ فَضَجَّ نَاسٌ مِنْ أَهْلِهِ فَقَالَ لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُونَ عَلَى مَا تَقُولُونَ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأَبِي سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّينَ وَاخْلُفْهُ فِي عَقِبِهِ فِي الْغَابِرِينَ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ وَافْسَحْ لَهُ فِي قَبْرِهِ وَنَوِّرْ لَهُ فِيهِ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوسلمہ کے پاس آئے دراں حالیکہ ان کی آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں۔ آپ نے ان کی آنکھیں بند کر دیں، پھر آپ نے فرمایا جب روح قبض کی جاتی ہے تو آنکھیں اس کو دیکھتی رہتی ہیں۔ ان کے گھر والوں نے رونا شروع کر دیا، آپ نے فرمایا اپنے لیے صرف بھلائی کی دعا کرو کیونکہ ملائکہ تمہاری دعا پر آمین کہتے ہیں۔ پھر آپ نے دعا کی اے اللہ! ابوسلمہ کی مغفرت کر اور مہدیین میں اس کا درجہ بلند کر اور اس کے بعد باقی رہنے والوں کی نگہبانی فرما، اور ہماری اور اس کی مغفرت فرما۔ اے رب العالمین! اور اس کی قبر میں وسعت فرما اور اس کی قبر کو روشن کر۔

۲۰۲۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْقَطَّانُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ نَا الْمُثَنَّى بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ نَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَاخْلُفْهُ فِي تَرِكَتِهِ

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اور اس کی دعا میں یہ کلمات ہیں: اے اللہ! اس کے پسماندگان کی نگہبانی فرما۔ اے اللہ اس کی قبر میں وسعت کر۔ خالد حذاء نے ایک ساتویں دعا بھی ذکر کی ہے جس کو راوی بھول گیا۔

وَقَالَ اللّٰهُمَّ اَوْسِعْ لَهُ فِي قَبْرِهِ وَلَمْ يَقُلْ اَفْسِحْ وَزَادَ خَالِدٌ الْحَذَّاءُ وَدَعْوَةٌ اُخْرٰى سَابِعَةٌ نَسِيْتُهَا۔

۲۰۲۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ يَعْقُوْبَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَمْ تَرَوُا الْاِنْسَانَ اِذَا مَاتَ شَخَصَ بَصَرُهُ قَالُوْا بَلٰى قَالَ فَذٰلِكَ حِيْنَ يَتْبَعُ بَصَرُهُ نَفْسَهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کی آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں، صحابہ نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اس کی آنکھیں روح کو دیکھتی رہتی ہیں۔

۲۰۲۹ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنِ الْعَلَاءِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی یہی روایت ہے۔

۲۰۳۰ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ نَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ قَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ لَمَّا مَاتَ اَبُوْ سَلَمَةَ قُلْتُ غَرِيْبٌ وَفِيْ اَرْضِ غُرْبَةٍ لَاَبْكِيَنَّهُ بُكَاءً يُتَحَدَّثُ عَنْهُ فَكُنْتُ قَدْ تَهَيَّاْتُ لِلْبُكَاءِ عَلَيْهِ اِذْ اَقْبَلَتِ امْرَاَةٌ مِّنَ الصَّعِيْدِ تُرِيْدُ اَنْ تُسْعِدَنِيْ فَاسْتَقْبَلَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتُرِيْدِيْنَ اَنْ تُدْخِلِي الشَّيْطَانَ بَيْتًا قَدْ اَخْرَجَهُ اللّٰهُ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ فَكَفَفْتُ عَنِ الْبُكَاءِ فَلَمْ اَبْكِ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت ابو سلمہ فوت ہو گئے تو میں نے کہا پردیس میں ایک مسافر فوت ہو گیا میں اس کے لیے اتنا روؤں گی کہ لوگوں میں اس کا چرچا ہوگا میں نے اس پر رونے کی تیاری کی اور مدینہ کے بالائی علاقہ سے میرا ساتھ دینے کے لیے ایک عورت آگئی، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے آپ نے فرمایا کیا تم چاہتی ہو کہ اس گھر میں پھر شیطان داخل ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کو دو بار یہاں سے نکال چکا ہے پس میں رک گئی اور نہیں روئی۔

۲۰۳۱ - حَدَّثَنِيْ اَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ اِحْدٰى بَنَاتِهِ تَدْعُوْهُ وَتُخْبِرُهُ اَنَّ صَبِيًّا لَهَا اَوِ ابْنًا لَهَا فِي الْمَوْتِ فَقَالَ لِلرَّسُوْلِ ارْجِعْ اِلَيْهَا فَاَخْبِرْهَا اَنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهُ مَا اَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کی ایک صاحبزادی نے آپ کو بلوایا اور خبر دی کہ ان کا بچہ فوت ہونے کے قریب ہے یا کہا کہ مرض الموت میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاصد سے فرمایا کہ واپس جا کر ان سے کہو کہ جو اللہ نے لے لیا اسی کا تھا اور جو اس نے دیا وہ (بھی) اسی کا ہے۔ ہر چیز کی اس کے ہاں ایک مدت مقرر ہے۔ ان

عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى فَمُرْهَا فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَعَادَ الرَّسُوْلُ فَقَالَ اِنَّهَا قَدْ اَقْسَمَتْ لَتَاْتِيَنَّهَا قَالَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ مَعَهٗ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَانْطَلَقْتُ مَعَهُمْ فَرُفِعَ اِلَيْهِ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهٗ تَقَعْقَعُ كَاَنَّهَا فِيْ شَنَّةٍ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ لَهٗ سَعْدٌ مَا هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ وَاِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَآءَ.

سے کہو کہ وہ صبر کریں، اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھیں، وہ قاصد پھر آیا اور عرض کرنے لگا کہ وہ آپ کو قسم دیتی ہیں کہ آپ ضرور آئیں۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور آپ کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما بھی اٹھے اور میں بھی ان کے ساتھ گیا۔ آپ کے سامنے بچہ کو لایا گیا تو اس کا سانس اکھڑ رہا تھا جیسے پرانی مشک سے پانی کی آواز نکلتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ حضرت سعد نے کہا یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ رحمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں میں رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے رحم کرنے والوں پر رحم فرماتا ہے۔

۲۰۳۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا ابْنُ فُضَيْلٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ جَمِيْعًا عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّ حَدِيْثَ حَمَّادٍ اَتَمُّ وَاَطْوَلُ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۰۳۳ - حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَى الصَّدَفِيُّ وَعَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْعَامِرِيُّ قَالَا نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اشْتَكٰى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ شَكْوٰى لَهٗ فَاَتٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ وَجَدَهٗ فِيْ غَشِيَّةٍ فَقَالَ اَقَدْ قُضِيَ قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَبَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاَى الْقَوْمُ بُكَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا فَقَالَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا اَوْ اَشَارَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عبد الرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، جب وہاں پہنچے تو ان کو بیہوش پایا، آپ نے پوچھا کیا یہ فوت ہوگئے؟ حاضرین نے کہا نہیں! یا رسول اللہ! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے جب حاضرین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے آپ نے فرمایا تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ آنکھ سے بہنے والے آنسو اور دل کے رنج پر عذاب نہیں دیتا لیکن اس کی بنا پر عذاب دیتا ہے یا رحم فرماتا ہے، یہ کہہ کر آپ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا۔

إِلَى نِسَائِهِ أَوْ يُرْحَمُ.

۲۰۳۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَهْضَمٍ قَالَ نَا إِسْمَعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عُمَارَةَ يَعْنِي ابْنَ غَزِيَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الْمُعَلَّى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَدْبَرَ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَخَا الْأَنْصَارِ كَيْفَ أَخِي سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَ صَالِحٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَعُودُهُ مِنْكُمْ فَقَامَ وَقُمْنَا مَعَهُ وَنَحْنُ بِضْعَةَ عَشَرَ مَا عَلَيْنَا نِعَالٌ وَلَا خِفَافٌ وَلَا قَلَانِسُ وَلَا قُمُصٌ نَمْشِي فِي تِلْكَ السِّبَاخِ حَتَّى جِئْنَاهُ فَاسْتَأْخَرَ قَوْمُهُ مِنْ حَوْلِهِ حَتَّى دَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ الَّذِينَ مَعَهُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اس وقت انصار میں سے ایک شخص نے آکر آپ کو سلام کیا پھر واپس جانے لگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انصار کے بھائی! میرے بھائی سعد بن عبادہ کا کیا حال ہے؟۔ انہوں نے کہا اچھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تم میں سے کون ان کی عیادت کرتا ہے؟ (یہ کہہ کر) آپ کھڑے ہو گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے ہم دس سے کچھ زیادہ تھے ہمارے پاس نہ جوتے تھے نہ موزے نہ ٹوپیاں تھیں نہ قمیصیں (ہم اسی حال میں) اس پتھریلی زمین پر چل رہے تھے حتیٰ کہ ہم حضرت سعد کے پاس پہنچ گئے۔ ان کے قریب جو لوگ تھے وہ ایک طرف ہو گئے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ جانے والے صحابہ قریب آ گئے۔

۲۰۳۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبر وہی ہے جو اول صدمہ کے وقت کیا جائے۔

۲۰۳۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى عَلَى امْرَأَةٍ تَبْكِي عَلَى صَبِيٍّ لَهَا فَقَالَ اتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِي فَقَالَتْ وَمَا تُبَالِي بِمُصِيبَتِي فَلَمَّا ذَهَبَ قِيلَ لَهَا إِنَّهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَهَا مِثْلُ الْمَوْتِ فَأَتَتْ بَابَهُ فَلَمْ تَجِدْ عَلَى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس آئے جو اپنے بچہ پر رو رہی تھی آپ نے اس سے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور صبر کرو! وہ کہنے لگی آپ کو میری مصیبت کا کیا اندازہ ہے! جب آپ تشریف لے گئے تو اسے بتایا گیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے (یہ سن کر) وہ ایسے ڈری جیسے موت آگئی ہو! اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی تو دیکھا آپ کے

بَابِهِ بَوَّابِينَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَمْ أَعْرِفْكَ فَقَالَ إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ أَوَّلِ صَدْمَةٍ أَوْ قَالَ عِنْدَ أَوَّلِ الصَّدْمَةِ

دروازے پر کوئی دربان نہیں تھا! وہ کہنے لگی یا رسول اللہ میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا آپ نے فرمایا صبر وہی ہے جو ابتدائی صدمہ کے وقت کیا جائے۔

۲۰۳۷ - وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو ح وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالُوا جَمِيعًا نَا شُعْبَةُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ عُثْمَانَ بْنِ عُمَرَ بِقِصَّتِهِ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الصَّمَدِ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ عِنْدَ قَبْرٍ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔

۲۰۳۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ بِشْرٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ نَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بَكَتْ عَلَى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ مَهْلًا يَا بُنَيَّةُ أَلَمْ تَعْلَمِي أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سبب رونے لگیں تو حضرت عمر نے فرمایا: اے بیٹی خاموش ہو جاؤ کیا تم نہیں جانتیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت پر اس کے بعض گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔

۲۰۳۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت پر قبر میں نوحہ کیے جانے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے

۲۰۴۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا طُعِنَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أُغْمِيَ عَلَيْهِ فَصِيحَ عَلَيْهِ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ أَمَا عَلِمْتُمْ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا گیا اور ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی تو لوگ چیخ کر ان پر رونے لگے۔ جب انہیں ہوش آیا تو انہوں نے فرمایا کیا تمہیں یہ معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میت پر زندوں کے رونے کی وجہ سے عذاب

قَالَ اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ ۔

۲۰۴۱ - حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَمَّا اُصِيْبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَعَلَ صُهَيْبٌ يَقُوْلُ وَا اَخَاهُ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ يَا صُهَيْبُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ ۔

۲۰۴۲ - وَحَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ انا شُعَيْبُ بْنُ صَفْوَانَ اَبُوْ يَحْيٰى عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ بْنِ مُوْسٰى عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اُصِيْبَ عُمَرُ اَقْبَلَ صُهَيْبٌ مِنْ مَنْزِلِهٖ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَامَ بِحِيَالِهٖ يَبْكِيْ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ عَلٰى مَا تَبْكِيْ اَعَلَيَّ تَبْكِيْ فَقَالَ اِيْ وَاللّٰهِ لَعَلَيْكَ اَبْكِيْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يُبْكٰى عَلَيْهِ يُعَذَّبُ قَالَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِمُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ فَقَالَ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَقُوْلُ اِنَّمَا كَانَ اُولٰٓئِكَ الْيَهُوْدُ ۔

۲۰۴۳ - وَحَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمَّا طُعِنَ عَوَّلَتْ عَلَيْهِ حَفْصَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَ يَا حَفْصَةُ اَمَا سَمِعْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمُعَوَّلُ عَلَيْهِ يُعَذَّبُ وَعَوَّلَ عَلَيْهِ صُهَيْبٌ فَقَالَ عُمَرُ يَا صُهَيْبُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْمُعَوَّلَ عَلَيْهِ يُعَذَّبُ ۔

۲۰۴۴ - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ

ہوتا ہے۔

ابوبردہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ چیخ کر کہنے لگے ہائے افسوس میرے بھائی! حضرت عمر نے ان سے فرمایا کہ اے صہیب کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زندہ کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا گیا تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے آئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان کے سامنے کھڑے ہو کر رونے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کس چیز پر رو رہے ہو؟ کیا مجھ پر رو رہے ہو؟ وہ کہنے لگے ہاں! خدا کی قسم! اے امیر المومنین میں آپ ہی کی وجہ سے رو رہا ہوں! حضرت عمر نے فرمایا خدا کی قسم تم جان چکے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس پر رویا جاتا ہے اسے عذاب دیا جاتا ہے راوی کہتے ہیں میں نے اس بات کا حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے تذکرہ کیا تو انھوں نے فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا تھا وہ یہودی تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب زخمی کر دیے گئے تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ان پر بآواز بلند رونے لگیں حضرت عمر نے کہا اے حفصہ! کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نہیں سنا کہ جس پر رویا جاتا ہے اسے عذاب دیا جاتا ہے، پھر حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بآواز بلند رونے لگے تو حضرت عمر نے ان سے بھی فرمایا: اے صہیب! کیا تم نہیں جانتے کہ جس پر بآواز بلند رویا جائے اس پر عذاب ہوتا ہے۔

عبداللہ بن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ

بن علية قال نا أيوب عن عبد الله بن أبي مليكة
قال كنت جالسا إلى جنب ابن عمر رضي الله عنهما
ونحن ننتظر جنازة أم أبان بنت عثمان و
عنده عمرو بن عثمان فجاء ابن عباس رضي
الله عنهما يقوده قائد فأراه أخبره بمكان
ابن عمر فجاء حتى جلس إلى جنبي فكنت
بينهما فإذا صوت من الدار فقال ابن عمر كأنه
يعرض على عمرو أن يقوم فينهاهم سمعت رسول
الله صلى الله عليه وسلم يقول إن الميت
ليعذب ببكاء أهله قال فأرسلها عبد الله مرسلة
فقال ابن عباس رضي الله عنهما كنا مع أمير المؤمنين
عمر بن الخطاب رضي الله عنه حتى إذا كنا
بالبيداء إذا هو برجل نازل في ظل شجرة
فقال لي اذهب فاعلم لي من ذلك الرجل
فذهبت فإذا هو صهيب رضي الله عنه
فرجعت إليه فقلت إنك أمرتني أن أعلم
لك من ذلك الرجل وإنه صهيب فقال مره
فليلحق بنا فقلت له إن معه أهله قال وإن
كان معه أهله وربما قال أيوب مره فليلحق
بنا فلما قدمنا لم يلبث أمير المؤمنين أن أصيب
فجاء صهيب يقول وا أخاه وا صاحباه فقال
عمر ألم تعلم أو لم تسمع قال أيوب أو لم
تعلم أو لم تسمع أن رسول الله صلى الله عليه
وسلم قال إن الميت ليعذب ببكاء أهله قال
فأما عبد الله فأرسلها مرسلة وأما عمر فقال
ببعض فقمت فدخلت على عائشة رضي الله
عنها فحدثتها بما قال ابن عمر فقالت لا والله
ما قاله رسول الله صلى الله عليه وسلم قط إن
الميت ليعذب ببكاء أحد ولكنه قال إن الكافر

عنہما کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی
صاحبزادی ام ابان کے جنازہ کے منتظر تھے اور حضرت ابن عمر کے
پاس عمرو بن عثمان بھی بیٹھے تھے۔ اتنے میں حضرت ابن عباس رضی
اللہ عنہما کو بھی ایک شخص لے کر آگیا (وہ نابینا ہو چکے تھے) میرا
خیال ہے کہ انہیں حضرت ابن عمر کی جگہ بتا دی گئی تھی کیونکہ وہ
آکر میرے پہلو میں بیٹھ گئے اور میں ان دونوں کے درمیان
تھا۔ اچانک گھر سے رونے کی آواز آئی حضرت ابن عمر نے
عمرو بن عثمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ کھڑے
ہو کر ان کو منع کریں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے یہ فرماتے سنا ہے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے میت
کو عذاب ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے اس حکم کو عام
رکھا اور اس میں کوئی قید نہیں لگائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ
عنہ نے فرمایا ایک بار ہم امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کے ساتھ تھے جب مقام بیداء میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک
شخص ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا ہے۔ حضرت عمر نے
مجھ سے فرمایا جاؤ جا کر معلوم کرو یہ کون شخص ہے؟ میں نے
جا کر دیکھا تو وہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے
واپس آکر کہا آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں جا کر اس شخص
کے بارے میں معلوم کروں وہ شخص صہیب ہیں۔ حضرت عمر
نے فرمایا ان کو ہمارے پاس بلا کر لاؤ! میں نے کہا ان کے ساتھ ان کی
اہلیہ بھی ہیں حضرت عمر نے فرمایا اگرچہ ان کے ساتھ اہلیہ بھی
ہوں ان کو بلا کر لاؤ۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو کچھ دنوں کے بعد
حضرت عمر زخمی کر دیے گئے پھر حضرت صہیب آئے اور کہنے
لگے ہائے افسوس! میرے بھائی! ہائے افسوس میرے ساتھی!
حضرت عمر نے فرمایا کیا تمہیں نہیں معلوم یا تم نے نہیں سنا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میت کو
اس کے بعض گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے!
حضرت عبداللہ بن عمر نے مطلق کہا تھا اور حضرت عمر نے کہا
تھا بعض گھر والوں کے رونے سے، راوی کہتے ہیں میں

يَزِيدُهُ اللّٰهُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَذَابًا وَإِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَىٰ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ قَالَ أَيُّوبُ قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ لَمَّا بَلَغَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَوْلُ عُمَرَ وَابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ إِنَّكُمْ لَتُحَدِّثُونِّي عَنْ غَيْرِ كَاذِبَيْنِ وَلَا مُكَذَّبَيْنِ وَلَكِنَّ السَّمْعَ يُخْطِئُ۔

۲۰۴۵ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ تُوُفِّيَتِ ابْنَةٌ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ بِمَكَّةَ قَالَ فَجِئْنَا لِنَشْهَدَهَا قَالَ فَحَضَرَهَا ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ وَإِنِّي لَجَالِسٌ بَيْنَهُمَا أَوْ قَالَ جَلَسْتُ إِلَى أَحَدِهِمَا ثُمَّ جَاءَ الْآخَرُ فَجَلَسَ إِلَى جَنْبِي فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لِعَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ مُوَاجِهُهُ أَلَا تَنْهَىٰ عَنِ الْبُكَاءِ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَدْ كَانَ عُمَرُ يَقُولُ بَعْضَ ذٰلِكَ ثُمَّ حَدَّثَ فَقَالَ صَدَرْتُ مَعَ عُمَرَ مِنْ مَكَّةَ حَتَّىٰ إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ إِذَا هُوَ بِرَكْبٍ تَحْتَ ظِلِّ شَجَرَةٍ فَقَالَ اذْهَبْ فَانْظُرْ مَنْ هٰؤُلَاءِ الرَّكْبُ قَالَ فَذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ فَإِذَا هُوَ صُهَيْبٌ قَالَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ادْعُهُ لِي قَالَ فَرَجَعْتُ إِلَى صُهَيْبٍ فَقُلْتُ

گھرا ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور حضرت ابن عمر نے جو کچھ کہا تھا انھیں بتایا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بالکل نہیں کہا کہ میت کو کسی کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے لیکن آپ نے یہ فرمایا تھا کہ گھر والوں کے رونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کافر کا عذاب زیادہ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے اور کوئی شخص کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ قاسم بن محمد نے بیان کیا کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ معلوم ہوا کہ یہ بات حضرت عمر اور ابن عمر نے کہی ہے تو انھوں نے فرمایا تم نے جن شخصیتوں سے یہ حدیث روایت کی ہے وہ جھوٹے نہیں ہیں نہ ان کو کوئی جھوٹا سمجھتا ہے لیکن سننے میں غلطی ہو جاتی ہے۔

عبد اللہ بن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کا مکہ میں انتقال ہو گیا۔ ہم ان کے جنازہ میں شریک ہونے کے لیے گئے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم بھی آ گئے اور میں ان دونوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر نے عمرو بن عثمان سے کہا اور آں حالیکہ وہ ان کے سامنے تھے "تم ان لوگوں کو رونے سے کیوں نہیں روکتے؟ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس قسم کی کچھ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی فرماتے تھے۔ پھر حدیث بیان کی کہ میں حضرت عمر کے ساتھ مکہ سے لوٹ کر آ رہا تھا حتیٰ کہ جب ہم بیداء پہنچے تو ایک درخت کے سائے کے نیچے کچھ سوار نظر آئے حضرت عمر نے فرمایا جاؤ دیکھو یہ کون سوار ہیں میں نے جا کر دیکھا تو وہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ تھے میں نے جا کر حضرت عمر کو بتایا حضرت عمر نے فرمایا ان کو بلا کر لاؤ۔ میں نے جا کر حضرت صہیب سے کہا امیر المومنین کے پاس چلو۔ اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے تو حضرت

أَرْتَحِلَ فَالْحَقْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمَّا أَنْ أُصِيبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَخَلَ صُهَيْبٌ يَبْكِي يَقُولُ وَا أَخَاهُ وَا صَاحِبَاهُ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَا صُهَيْبُ أَتَبْكِي عَلَيَّ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ عُمَرَ لَا وَاللّٰهِ مَا حَدَّثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعَذِّبُ الْمُؤْمِنَ بِبُكَاءِ أَحَدٍ وَلٰكِنْ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ يَزِيدُ الْكَافِرَ عَذَابًا بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ قَالَ وَقَالَتْ عَائِشَةُ حَسْبُكُمُ الْقُرْاٰنُ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى قَالَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عِنْدَ ذٰلِكَ وَاللّٰهُ أَضْحَكَ وَأَبْكٰى قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ فَوَاللّٰهِ مَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ مِنْ شَيْءٍ

صہیب آکر رونے لگے اور کہنے لگے ہائے افسوس میرے بھائی! ہائے افسوس میرے ساتھی! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے صہیب کیا تم مجھ پر رو رہے ہو۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بعض گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس بات کا ذکر کیا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ عمر پر رحم کرے بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی کے رونے سے مسلمان کو عذاب دیتا ہے۔ لیکن آپ نے یہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ گھر والوں کے رونے کی وجہ سے کافر کے عذاب میں زیادتی کرتا ہے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا تمہارے لیے یہ آیت کافی ہے (ترجمہ): کوئی شخص کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور اس موقع پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے۔ ابن ابی ملیکہ نے کہا یہ سن کر حضرت ابن عمر نے کچھ نہیں فرمایا۔

٢٠٤٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ كُنَّا فِي جَنَازَةِ أُمِّ أَبَانَ بِنْتِ عُثْمَانَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَلَمْ يَنُصَّ رَفْعَ الْحَدِيثِ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا نَصَّهُ أَيُّوبُ وَابْنُ جُرَيْجٍ وَحَدِيثُهُمَا أَتَمُّ مِنْ حَدِيثِ عَمْرٍو.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

٢٠٤٧ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّ سَالِمًا حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زندہ کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔

٢٠٤٨ - وَحَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ

عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے

الزهراني جميعا عن حماد قال خلف نا حماد بن زيد عن هشام بن عروة عن أبيه قال ذكر عند عائشة قول ابن عمر الميت يعذب ببكاء أهله عليه فقالت يرحم الله أبا عبد الرحمن سمع شيئا فلم يحفظ إنما مرت على رسول الله صلى الله عليه وسلم جنازة يهودي وهم يبكون عليه فقال أنتم تبكون وإنه ليعذب۔

حضرت ابن عمر کا یہ قول ذکر کیا گیا کہ میت کے گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابو عبد الرحمٰن پر رحم فرمائے اس نے سنا اور یاد نہیں رکھا۔ بات یہ ہے کہ رسول اللہ کے سامنے ایک یہودی کا جنازہ گزرا جس پر وہ رو رہے تھے، آپ نے فرمایا تم اس پر رو رہے ہو اور اس کو عذاب ہو رہا ہے۔

٢٠٤٩۔ حدثنا أبو كريب قال نا أبو أسامة عن هشام بن عروة عن أبيه قال ذكر عند عائشة أن ابن عمر يرفع إلى النبي صلى الله عليه وسلم أن الميت يعذب في قبره ببكاء أهله فقالت وهل إنما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إنه ليعذب بخطيئته أو بذنبه وإن أهله ليبكون عليه الآن وذلك مثل قوله أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قام على القليب يوم بدر وفيه قتلى بدر من المشركين فقال لهم ما قال إنهم ليسمعون ما أقول وقد وهل إنما قال إنهم ليعلمون أن ما كنت أقول لهم حق ثم قرأت إنك لا تسمع الموتى وما أنت بمسمع من في القبور يقول حين تبوؤا مقاعدهم من النار۔

عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ذکر کیا گیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے میت کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا انہیں یاد نہیں رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف یہ فرمایا تھا کہ میت کو اس کی خطا یا گناہوں کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا ہوتا ہے اور گھر والے اس پر رو رہے ہوتے ہیں اور ابن عمر کا یہ قول ان کے اس قول کی طرح ہے جس میں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر کے دن اس کنوئیں پر کھڑے ہوئے جس میں مشرکین کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جو کہا اور یہ انہیں کہا تھا کہ یہ میری بات سن رہے ہیں اور وہ بھول گئے۔ حالانکہ آپ نے یہ فرمایا تھا میں جو کچھ کہہ رہا ہوں یہ جانتے ہیں کہ یہ حق ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی (ترجمہ): آپ مُردوں کو نہیں سناتے اور آپ قبر والوں کو سنانے والے نہیں ہیں (وہ اس وقت کی خبر دے رہے ہیں) جبکہ وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا چکے ہیں

٢٠٥٠۔ وحدثناه أبو بكر بن أبي شيبة قال نا وكيع قال نا هشام بن عروة بهذا الإسناد بمعنى حديث أبي أسامة وحديث أبي أسامة أتم

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

٢٠٥١۔ وحدثنا قتيبة بن سعيد عن مالك

عمرہ بنت عبد الرحمٰن کہتی ہیں کہ حضرت عائشہ کے

بن انس فیما قرئ علیه عن عبد الله بن ابی بکر عن ابیه عن عمرة بنت عبد الرحمن انها اخبرته انها سمعت عائشة وذکر لها ان عبد الله بن عمر یقول ان المیت لیعذب ببکاء الحی فقالت عائشة یغفر الله لابی عبد الرحمن اما انه لم یکذب ولکنه نسی او اخطا انما مر رسول الله صلی الله علیه وسلم علی یهودیة یبکی علیها فقال انهم لیبکون علیها وانها لتعذب فی قبرها.

سامنے ذکر کیا گیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ زندہ کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابو عبد الرحمن کی مغفرت فرمائے انھوں نے جھوٹ نہیں بولا یا وہ بھول گئے یا سمجھ نہیں سکے۔ بات صرف اتنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک یہودیہ پر ہوا جس پر رویا جا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ اس پر رو رہے ہیں اور اس کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔

٢٠٥٢ - حدثنا ابو بکر بن ابی شیبة قال نا وکیع عن سعید بن عبید الطائی ومحمد بن قیس عن علی بن ابی ربیعة قال اول من نیح علیه بالکوفة قرظة بن کعب فقال المغیرة بن شعبة سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من نیح علیه فانه یعذب بما نیح علیه یوم القیامة.

علی بن ابی ربیعہ کہتے ہیں کہ کوفہ میں جس شخص پر سب سے پہلے نوحہ کیا گیا وہ قرظہ بن کعب تھا۔ مغیرہ بن شعبہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جس شخص پر نوحہ کیا جاتا ہے قیامت کے دن اس کو اس نوحہ کی وجہ سے عذاب ہوگا۔

٢٠٥٣ - وحدثنی علی بن حجر السعدی قال نا علی بن مسهر قال انا محمد بن قیس الاسدی عن علی بن ربیعة الاسدی عن المغیرة بن شعبة عن النبی صلی الله علیه وسلم مثله.

ایک اور سند کے ساتھ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل مروی ہے۔

٢٠٥٤ - وحدثناه ابن ابی عمر قال نا مروان بن معاویة یعنی الفزاری قال نا سعید بن عبید الطائی عن علی بن ربیعة عن المغیرة بن شعبة عن النبی صلی الله علیه وسلم مثله.

ایک دیگر سند کے ساتھ حضرت مغیرہ بن شعبہ سے اسی کی مثل روایت ہے۔

٢٠٥٥ - وحدثنا ابو بکر بن ابی شیبة قال نا عفان قال نا ابان بن یزید ح وحدثنی اسحق بن منصور واللفظ له قال انا حبان بن هلال قال نا ابان قال نا یحیی ان زیدا حدثه ان ابا سلام حدثه ان ابا مالک الاشعری حدثه ان

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں زمانہ جاہلیت کی چار چیزیں ہیں جن کو لوگ نہیں چھوڑیں گے، حسب و نسب پر فخر کرنا، دوسرے شخص کو نسب کا طعنہ دینا، ستاروں کو بارش کا سبب جاننا اور نوحہ کرنا۔ نوحہ کرنے

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ فِي أُمَّتِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يَتْرُكُونَهُنَّ الْفَخْرُ فِي الْأَحْسَابِ وَالطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ وَالْاِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُومِ وَالنِّيَاحَةُ وَقَالَ النَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ.

والے اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کریں تو انھیں قیامت کے دن گندھک اور خارش کی قمیص پہنائی جائے گی۔

۲۰۵۶۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ يَقُولُ أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ تَقُولُ لَمَّا جَاءَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلُ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ قَالَتْ وَأَنَا أَنْظُرُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ شَقِّ الْبَابِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ فَأَمَرَهُ أَنْ يَذْهَبَ فَيَنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ فَأَتَاهُ فَذَكَرَ أَنَّهُنَّ لَمْ يُطِعْنَهُ فَأَمَرَهُ الثَّانِيَةَ أَنْ يَذْهَبَ فَيَنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ ثُمَّ أَتَاهُ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ غَلَبْنَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَتْ فَزَعَمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اذْهَبْ فَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ مِنَ التُّرَابِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ أَرْغَمَ اللّٰهُ أَنْفَكَ وَاللّٰهِ مَا تَفْعَلُ مَا أَمَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا تَرَكْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبد اللہ بن رواحہ کی شہادت کی خبر آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غم کے آثار ظاہر ہوئے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں دروازے کی جھری سے دیکھ رہی تھی ایک شخص نے آکر کہا یا رسول اللہ! حضرت جعفر کی عورتیں رو رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ! جا کر انھیں منع کرو۔ وہ جا کر واپس آیا اور کہا کہ وہ اس کا کہنا نہیں مانتیں۔ آپ نے دوبارہ فرمایا کہ جا کر انھیں منع کرو وہ پھر واپس آیا اور کہا یا رسول اللہ! خدا کی قسم وہ ہم پر غالب ہیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میرے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جا کر ان کے منہ میں مٹی ڈال دو۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے دل میں کہا تیری ناک خاک آلود ہو تو وہ کام کیوں نہیں کرتا جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے! اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف سے نجات دیتا ہے۔

۲۰۵۷۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ ح وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ

ایک اور سند کے ساتھ آخری جملہ یوں ہے نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھکاوٹ سے نجات دیتا ہے۔

كُلُّهُمْ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَمَا تَرَكَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعِيِّ۔

۲۰۵۸۔ حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا أَيُّوبُ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ أَخَذَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الْبَيْعَةِ أَنْ لَا تَنُحْنَ فَمَا وَفَتْ مِنَّا امْرَأَةٌ إِلَّا خَمْسٌ أُمُّ سُلَيْمٍ وَأُمُّ الْعَلَاءِ وَابْنَةُ أَبِي سَبْرَةَ امْرَأَةُ مُعَاذٍ أَوِ ابْنَةُ أَبِي سَبْرَةَ وَامْرَأَةُ مُعَاذٍ۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کے وقت ہم سے یہ عہد لیا تھا کہ ہم کسی (میت) پر نوحہ نہیں کریں گی، سوائے پانچ عورتوں کے اور کسی نے اس عہد کو پورا نہیں کیا، ام سلیم، ام علاء، ابو سبرہ کی بیٹی اور زوجہ معاذ رضی اللہ عنہن۔

۲۰۵۹۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا أَسْبَاطٌ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ أَخَذَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَيْعَةِ أَنْ لَا تَنُحْنَ فَمَا وَفَتْ مِنَّا غَيْرُ خَمْسٍ مِنْهُنَّ أُمُّ سُلَيْمٍ

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کے وقت ہم سے یہ عہد بھی لیا تھا کہ ہم کسی پر نوحہ نہ کریں۔ حضرت ام سلیم سمیت پانچ عورتوں کے سوا اس عہد کو کسی نے پورا نہیں کیا۔

۲۰۶۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ زُهَيْرٌ نَا مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ قَالَ نَا عَاصِمٌ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا (إِلَى) وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ قَالَتْ كَانَ مِنْهُ النِّيَاحَةُ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِلَّا آلَ فُلَانٍ فَإِنَّهُمْ كَانُوا أَسْعَدُونِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَا بُدَّ لِي مِنْ أَنْ أُسْعِدَهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا آلَ فُلَانٍ۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (ترجمہ) "عورتیں آپ سے اس بات پر بیعت کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گی (الی قولہ) اور نہ کسی نیک کام میں نافرمانی کریں گی ان باتوں میں نوحہ کی ممانعت بھی تھی) حضرت ام عطیہ نے کہا میں سوائے فلاں قبیلہ کے نوحہ نہیں کروں گی کیونکہ انھوں نے زمانہ جاہلیت میں میرے ساتھ نوحہ کرنے میں تعاون کیا تھا اس لیے میرے لیے ضروری ہے کہ میں بھی ان کے ساتھ تعاون کروں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوا اس قبیلہ کے (باقی میں اجازت نہیں)۔

۲۰۶۱۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ نَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ أَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ كُنَّا نُنْهَى عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا

محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہمیں جنازہ کے ساتھ جانے سے منع کیا جاتا تھا لیکن سختی کے ساتھ نہیں۔

۲۰۶۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمیں

قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ كِلَاهُمَا عَنْ هِشَامٍ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ نُهِيْنَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا۔

جنازوں کے ساتھ جانے سے منع کیا جاتا تھا لیکن ہم پر سختی نہیں کی جاتی تھی۔

۲۰۶۳ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهٗ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ ذٰلِكَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا اَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُوْرٍ فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَاَلْقٰى اِلَيْنَا حِقْوَهٗ فَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے درآں حالیکہ ہم آپ کی صاحبزادی کو غسل دے رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اس کو تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا اگر مناسب سمجھو تو اس سے زیادہ بار بیری کے پتوں اور پانی سے غسل دو اور آخر میں کچھ کافور رکھ دینا اور جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے خبر دینا۔ ہم نے فارغ ہونے کے بعد آپ کو اطلاع دی آپ نے ہماری طرف اپنی چادر پھینکی اور فرمایا اس کو سب کپڑوں کے نیچے پہنانا۔

۲۰۶۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ مَشَطْنَاهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ۔

حضرت ام عطیہ بیان کرتی ہیں کہ ہم نے (ان کا آپ کی صاحبزادی) کی تین چوٹیاں کر دی تھیں۔

۲۰۶۵ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَا نَا حَمَّادٌ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ قَالَ نَا ابْنُ عُلَيَّةَ كُلُّهُمْ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ تُوُفِّيَتْ اِحْدٰى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ حَدِيْثِ ابْنِ عُلَيَّةَ قَالَتْ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهٗ وَفِيْ حَدِيْثِ مَالِكٍ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّيَتِ ابْنَتُهٗ بِمِثْلِ حَدِيْثِ يَزِيْدَ بْنِ زُرَيْعٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے ایک صاحبزادی فوت ہو گئی اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے درآں حالیکہ ہم آپ کی صاحبزادی کو غسل دے رہے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے جس وقت آپ کی صاحبزادی فوت ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۲۰۶۶ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ بِنَحْوِهٖ غَيْرَ

ایک اور سند سے حضرت ام عطیہ سے روایت ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا تین بار یا پانچ بار

أَنَّهُ قَالَ ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَتْ حَفْصَةُ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ وَجَعَلْنَا رَأْسَهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ.

یا سات بار یا اس سے زیادہ دفعہ، اور ام عطیہ نے کہا ہم نے ان کے سر کی تین چوٹیاں کر دی تھیں

٢٠٦٧ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ نَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ وَأَنَا أَيُّوبُ قَالَ وَقَالَتْ حَفْصَةُ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَ اغْسِلْنَهَا وِتْرًا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا قَالَتْ وَقَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ مَشَطْنَاهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ.

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو طاق مرتبہ غسل دو، تین بار یا پانچ بار یا سات بار، اور حضرت ام عطیہ نے کہا ہم نے ان کے سر کی تین چوٹیاں کیں۔

٢٠٦٨ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ عَمْرٌو وَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ نَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ لَمَّا مَاتَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلْنَهَا وِتْرًا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا وَاجْعَلْنَ فِي الْخَامِسَةِ كَافُورًا أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُورٍ فَإِذَا غَسَلْتُنَّهَا فَأَعْلِمْنَنِي قَالَتْ فَأَعْلَمْنَاهُ فَأَعْطَانَا حِقْوَهُ وَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ.

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو طاق مرتبہ غسل دو، تین بار یا پانچ بار، اور پانچویں بار کافور رکھ دینا، اور جب تم غسل دے چکو تو مجھے خبر دینا۔ ہم نے آپ کو خبر دی تو حضور نے اپنی چادر ہمیں دی اور فرمایا: اسے سب کپڑوں کے نیچے پہنانا۔

٢٠٦٩ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ أَتَانَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ إِحْدٰى بَنَاتِهِ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا وِتْرًا خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ بِنَحْوِ حَدِيثِ أَيُّوبَ وَعَاصِمٍ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ قَالَتْ فَضَفَرْنَا شَعْرَهَا ثَلَاثَةَ أَثْلَاثٍ قَرْنَيْهَا وَنَاصِيَتَهَا۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے درآں حالیکہ ہم آپ کی صاحبزادیوں میں سے ایک صاحبزادی کو غسل دے رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: اسے طاق بار غسل دو، پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ۔ باقی حدیث حسب سابق ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت ام عطیہ نے کہا ہم نے ان کے بالوں کی تین مینڈھیاں کر دیں، دو کنپٹیوں کی طرف اور ایک پیشانی کے سامنے۔

٢٠٧٠ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا هُشَيْمٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ أَمَرَهَا أَنْ تَغْسِلَ ابْنَتَهُ قَالَ لَهَا ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَ

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہمیں اپنی صاحبزادی کو غسل دینے کا حکم دیا تو فرمایا: دائیں جانب اور اعضاء وضو سے غسل دینا شروع کریں۔

مَوَاضِعَ الْوُضُوْءِ مِنْهَا۔

۲۰۷۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ خَالِدٍ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُنَّ فِيْ غُسْلِ ابْنَتِهِ اِبْدَاْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کے غسل کے بارے میں ہدایت دی کہ دائیں طرف اور اعضاء وضو کی طرف سے غسل دینا شروع کریں۔

۲۰۷۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ يَحْيَى اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ نَبْتَغِيْ وَجْهَ اللّٰهِ فَوَجَبَ اَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَضٰى لَمْ يَاْكُلْ مِنْ اَجْرِهِ شَيْئًا مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ فَلَمْ يُوْجَدْ لَهُ شَيْءٌ يُكَفَّنُ فِيْهِ اِلَّا نَمِرَةٌ فَكُنَّا اِذَا وَضَعْنَاهَا عَلٰى رَاْسِهِ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَاِذَا وَضَعْنَاهَا عَلٰى رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَاْسُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعُوْهَا مِمَّا يَلِيْ رَاْسَهُ وَاجْعَلُوْا عَلٰى رِجْلَيْهِ مِنَ الْاِذْخِرِ وَمِنَّا مَنْ اَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا۔

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں محض اللہ کی رضا جوئی کے لیے ہجرت کی جس کا اجر اللہ کے پاس ثابت ہو گیا۔ ہم میں سے بعض وہ ہیں جو فوت ہو گئے اور انہیں دنیا میں کوئی اجر نہیں ملا ان میں سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے جو جنگ احد میں شہید ہوئے تھے اور انہیں کفن دینے کے لیے ایک چادر کے سوا اور کچھ نہ تھا اس چادر کو جب ہم سر پر رکھتے تو پیر کھل جاتے اور پیروں پر رکھتے تو سر کھل جاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس چادر کو ان کے سر کے قریب رکھ دو اور پیروں پر اذخر (گھاس) ڈال دو اور ہم میں سے بعض وہ ہیں جن کی محنت کا پھل پک چکا ہے اور وہ اس کو چن چن کر کھا رہے ہیں۔

۲۰۷۳ - وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيْرٌ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ ح وَحَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيْمِيُّ قَالَ اَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۰۷۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ يَحْيَى اَنَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (علاقہ) سحول کی بنی ہوئی تین سفید سوتی چادروں

وَقَالَ الْآخَرَانِ ثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُفِّنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ سَحُولِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ وَأَمَّا الْحُلَّةُ فَإِنَّمَا شُبِّهَ عَلَى النَّاسِ إِنَّهَا اشْتُرِيَتْ لَهُ لِيُكَفَّنَ فِيهَا فَتُرِكَتِ الْحُلَّةُ وَكُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ سَحُولِيَّةٍ فَأَخَذَهَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ لَأَحْبِسَنَّهَا حَتَّى أُكَفِّنَ فِيهَا نَفْسِي ثُمَّ قَالَ لَوْ رَضِيَهَا اللَّهُ لِنَبِيِّهِ لَكَفَّنَهُ فِيهَا فَبَاعَهَا وَتَصَدَّقَ

میں کفن دیا گیا ان میں قمیص تھی اور نہ عمامہ اور حلہ (ایک قسم کی دو چادریں) کے بارے میں لوگوں کو اشتباہ ہے، یہ اس کو صرف اس لیے خریدا تھا کہ آپ کو اس میں کفن دیا جائے پھر حلہ چھوڑ دیا گیا اور آپ کو تین سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا پھر اس حلہ کو عبداللہ بن ابی بکر نے لیا اور کہا میں اس کو سنبھال کر رکھوں گا تاکہ مجھے اس میں کفن دیا جائے پھر کہا اگر اللہ تعالیٰ (یہ کپڑا) پسند فرماتا تو اس کے نبی کے کفن میں کام آتا پھر انھوں نے اس حلہ کو بیچ کر اس کی قیمت کو صدقہ کر دیا۔

۲۰۷۵- حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ أَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ أُدْرِجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حُلَّةٍ يَمَنِيَّةٍ كَانَتْ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا ثُمَّ نُزِعَتْ عَنْهُ وَكُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ سُحُولٍ يَمَانِيَةٍ لَيْسَ فِيهَا عِمَامَةٌ وَلَا قَمِيصٌ فَرَفَعَ عَبْدُ اللَّهِ الْحُلَّةَ فَقَالَ أُكَفَّنُ فِيهَا ثُمَّ قَالَ لَمْ يُكَفَّنْ فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُكَفَّنُ فِيهَا فَتَصَدَّقَ بِهَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یمنی حلہ میں لپیٹا گیا یہ حلہ حضرت عبداللہ بن ابی بکر کا تھا پھر اس کو نکال لیا گیا پھر آپ کو تین سحولی یمنی کپڑوں میں کفن دیا گیا ان میں عمامہ تھا نہ قمیص، حضرت عبداللہ نے وہ حلہ اٹھا لیا اور کہا کہ میں اس کو اپنے کفن کے لیے رکھوں گا پھر کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں کفن نہیں دیا گیا تو میں اس کو کیسے رکھوں! پھر اس کو صدقہ کر دیا۔

۲۰۷۶- وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَابْنُ إِدْرِيسَ وَعَبْدَةُ وَوَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَيْسَ فِيهِ قِصَّةُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے مگر اس میں حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا واقعہ نہیں ہے۔

۲۰۷۷- وَحَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ يَزِيدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا

تَعَالَى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهَا فِي كَمْ كُفِّنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ سَحُولِيَّةٍ۔

حضرت عائشہ نے فرمایا تین سحولی کپڑوں میں!

۲۰۷۸۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنِي وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ سُجِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ مَاتَ بِثَوْبٍ حِبَرَةٍ۔

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفیق اعلیٰ سے واصل ہوئے تو آپ پر ایک یمنی چادر ڈال دی گئی۔

۲۰۷۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ أَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ سَوَاءً۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۰۸۰۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَا نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ يَوْمًا فَذَكَرَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِهِ قُبِضَ فَكُفِّنَ فِي كَفَنٍ غَيْرِ طَائِلٍ وَقُبِرَ لَيْلًا فَزَجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقْبَرَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ حَتّٰى يُصَلَّى عَلَيْهِ إِلَّا أَنْ يُضْطَرَّ إِنْسَانٌ إِلٰى ذٰلِكَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَفَّنَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُحَسِّنْ كَفَنَهُ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ دیا اور اپنے ایک صحابی کا ذکر کیا جس کو انتقال کے بعد چھوٹے سے کپڑے میں کفن دیا گیا، اور اسے رات کو دفن کر دیا گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رات میں دفن کرنے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا کیونکہ آپ کو اس کی نماز پڑھنے کا موقع نہیں مل سکا اور فرمایا مجبوری ہو تو علیحدہ بات ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو کفن دے تو اچھا کفن دے۔

۲۰۸۱۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا إِلَيْهِ وَإِنْ تَكُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنازہ کو جلدی لے جاؤ اگر وہ نیک ہے تو تم اس کو اچھائی کی طرف لے جا رہے ہو اور اگر وہ برا ہے تو تم اپنی گردنوں سے برائی کو جلد اتار پھینکو گے

غَيْرَ ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ.

۲۰۸۲ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيْعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ قَالَ نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ حَفْصَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِ مَعْمَرٍ قَالَ لَا اَعْلَمُهُ اِلَّا رَفَعَ الْحَدِيْثَ.

ایک اور سند کے ساتھ بھی معمولی تغیر سے یہ روایت منقول ہے۔

۲۰۸۳ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَهَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ قَالَ هَارُوْنُ نَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ اُمَامَةَ بْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ فَاِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَرَّبْتُمُوْهَا اِلَى الْخَيْرِ وَاِنْ كَانَتْ غَيْرَ ذٰلِكَ كَانَ شَرًّا تَضَعُوْنَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنازہ کو تیزی سے لے جاؤ اگر وہ نیک ہے تو تم اسے بھلائی کے قریب لے جا رہے ہو اور اگر برا ہے تو تم برائی کو اپنی گردنوں سے اتار رہے ہو۔

۲۰۸۴ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَهَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ وَاللَّفْظُ لِهَارُوْنَ وَحَرْمَلَةَ قَالَ هَارُوْنُ نَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ هُرْمُزَ الْاَعْرَجُ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيْهَا فَلَهُ قِيْرَاطٌ وَمَنْ شَهِدَهَا حَتّٰى تُدْفَنَ فَلَهُ قِيْرَاطَانِ قِيْلَ وَمَا الْقِيْرَاطَانِ قَالَ مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيْمَيْنِ اِنْتَهٰى حَدِيْثُ اَبِي الطَّاهِرِ وَزَادَ الْاٰخَرَانِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَالَ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّيْ عَلَيْهَا ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَلَمَّا بَلَغَهُ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَقَدْ ضَيَّعْنَا فِيْ قَرَارِيْطَ كَثِيْرَةٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز پڑھے جانے تک جنازہ کے ساتھ رہا اسے ایک قیراط اجر ملے گا، اور جو شخص دفن تک رہا اس کو دو قیراط اجر ملے گا۔ پوچھا گیا قیراط سے کیا مراد ہے؟ فرمایا دو بڑے پہاڑوں کے برابر، سالم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر صرف نماز جنازہ پڑھ کر چلے جاتے تھے، جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی تو کہنے لگے ہم نے بہت سے قیراطوں کو ضائع کر دیا۔

۲۰۸۵ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الْاَعْلٰى ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ كِلَاهُمَا عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى قَوْلِهِ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيْمَيْنِ وَلَمْ يَذْكُرَا مَا بَعْدَهُ وَفِيْ حَدِيْثِ عَبْدِ الْاَعْلٰى حَتّٰى يُفْرَغَ مِنْهَا وَفِيْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ حَتّٰى تُوْضَعَ فِي اللَّحْدِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے پہاڑوں تک روایت کرتے ہیں اور اس سند میں اس کے بعد کا ذکر نہیں ہے۔

۲۰۸۶ - وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّهُ قَالَ حَدَّثَنِيْ رِجَالٌ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مَعْمَرٍ وَقَالَ مَنِ اتَّبَعَهَا حَتّٰى تُدْفَنَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق روایت کرتے ہیں اور اس میں ہے جو شخص جنازہ کے ساتھ دفن ہونے تک رہا۔

۲۰۸۷ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا سُهَيْلٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ وَلَمْ يَتْبَعْهَا فَلَهُ قِيْرَاطٌ فَاِنْ تَبِعَهَا فَلَهُ قِيْرَاطَانِ قِيْلَ وَمَا الْقِيْرَاطَانِ قَالَ اَصْغَرُهُمَا مِثْلُ اُحُدٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نماز جنازہ پڑھی اور جنازہ کے ساتھ نہیں گیا اس کے لیے ایک قیراط (اجر) ہے اور جو شخص جنازہ کے ساتھ گیا اس کے لیے دو قیراط اجر ہے آپ نے فرمایا چھوٹا قیراط احد پہاڑ کے برابر ہے۔

۲۰۸۸ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فَلَهُ قِيْرَاطٌ وَمَنِ اتَّبَعَهَا حَتّٰى تُوْضَعَ فِي الْقَبْرِ فَقِيْرَاطَانِ قَالَ قُلْتُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ وَمَا الْقِيْرَاطُ قَالَ مِثْلُ اُحُدٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نماز جنازہ پڑھی اس کے لیے ایک قیراط ہے اور جو جنازہ کے ساتھ گیا حتیٰ کہ جنازہ کو قبر میں اتار دیا گیا اس کے لیے دو قیراط ہیں۔ راوی کہتے ہیں میں نے حضرت ابوہریرہ سے پوچھا قیراط کتنا ہے؟ انھوں نے بتایا احد پہاڑ کے برابر۔

۲۰۸۹ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ قَالَ نَا جَرِيْرٌ يَعْنِي ابْنَ حَازِمٍ عَنْ نَافِعٍ قَالَ قِيْلَ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جنازہ کے ساتھ گیا اس کے لیے ایک قیراط اجر ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ ایسی احادیث بکثرت بیان

قِيرَاطٍ مِنَ الْأَجْرِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَكْثَرَ عَلَيْنَا أَبُو هُرَيْرَةَ فَبَعَثَ إِلَى عَائِشَةَ فَسَأَلَهَا فَصَدَّقَتْ أَبَا هُرَيْرَةَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَقَدْ فَرَّطْنَا فِي قَرَارِيطَ كَثِيرَةٍ۔

۲۰۹۰ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنِي حَيْوَةُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو صَخْرٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُسَيْطٍ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ دَاوُدَ بْنَ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ كَانَ قَاعِدًا عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِذْ طَلَعَ خَبَّابٌ صَاحِبُ الْمَقْصُورَةِ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ أَلَا تَسْمَعُ مَا يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ خَرَجَ مَعَ جَنَازَةٍ مِنْ بَيْتِهَا وَصَلَّى عَلَيْهَا ثُمَّ تَبِعَهَا حَتَّى تُدْفَنَ كَانَ لَهُ قِيرَاطَانِ مِنَ الْأَجْرِ كُلُّ قِيرَاطٍ مِثْلُ أُحُدٍ وَمَنْ صَلَّى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُحُدٍ فَأَرْسَلَ ابْنُ عُمَرَ خَبَّابًا إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا يَسْأَلُهَا عَنْ قَوْلِ أَبِي هُرَيْرَةَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَيْهِ فَيُخْبِرُهُ مَا قَالَتْ وَأَخَذَ ابْنُ عُمَرَ قَبْضَةً مِنْ حَصْبَاءِ الْمَسْجِدِ يُقَلِّبُهَا فِي يَدِهِ حَتَّى رَجَعَ إِلَيْهِ الرَّسُولُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ صَدَقَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَضَرَبَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا بِالْحَصَى الَّذِي كَانَ فِي يَدِهِ الْأَرْضَ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ فَرَّطْنَا فِي قَرَارِيطَ كَثِيرَةٍ۔

۲۰۹۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي قَتَادَةُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ الْيَعْمَرِيِّ عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فَلَهُ قِيرَاطٌ

کرتے ہیں۔ انھوں نے حضرت عائشہ کے پاس بھیج کر پوچھوایا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوہریرہ کی تصدیق کر دی تب حضرت ابن عمر نے کہا ہم نے بہت سے قیراطوں میں کمی کر دی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں حضرت خباب صاحب مقصورہ آئے اور کہنے لگے: اے عبداللہ بن عمر! کیا آپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے گھر سے جنازہ کے ساتھ گیا اور نماز جنازہ پڑھی پھر دفن تک جنازہ کے ساتھ رہا تو اس کو دو قیراط اجر ملے گا، ہر قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہے اور جو شخص نماز جنازہ پڑھ کر لوٹ آیا تو اس کو اُحد پہاڑ کے برابر اجر ملے گا۔ حضرت ابن عمر نے حضرت خباب کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس حدیث کی تصدیق کے لیے بھیجا، حضرت ابن عمر (ان کے انتظار میں) مسجد کی کنکریوں میں سے ایک مٹھی کنکریاں لے کر انھیں لوٹ پوٹ کرنے لگے حتیٰ کہ قاصد لوٹ آئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوہریرہ کی تصدیق کر دی۔ حضرت ابن عمر نے اپنے ہاتھ سے کنکریاں پھینک دیں اور فرمانے لگے ہم نے تو بہت سے قیراطوں کا نقصان کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے جنازہ کی نماز پڑھی اس کے لیے ایک قیراط (اجر) ہے اور اگر دفن تک جنازہ پر حاضر رہا تو اس کے لیے دو قیراط ہیں ایک قیراط اُحد کے برابر ہے۔

فَإِنْ شَهِدَ دَفْنَهَا فَلَهُ قِيرَاطَانِ الْقِيرَاطُ مِثْلُ أُحُدٍ.

۲۰۹۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى قَالَ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَفَّانُ قَالَ نَا أَبَانُ كُلُّهُمْ عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَفِي حَدِيثِ سَعِيدٍ وَهِشَامٍ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقِيرَاطِ فَقَالَ مِثْلُ أُحُدٍ.

سعید اور ہشام کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیراط کے بارے میں سوال کیا گیا آپ نے فرمایا وہ احد پہاڑ کے برابر ہے۔

۲۰۹۳ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عِيسَى قَالَ أَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ أَنَا سَلَّامُ بْنُ أَبِي مُطِيعٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ رَضِيعِ عَائِشَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مَيِّتٍ تُصَلِّي عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَبْلُغُونَ مِائَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُونَ لَهُ إِلَّا شُفِّعُوا فِيهِ قَالَ فَحَدَّثْتُ بِهِ شُعَيْبَ بْنَ الْحَبْحَابِ فَقَالَ حَدَّثَنِي بِهِ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میت پر سو مسلمانوں کا گروہ نماز پڑھے اور وہ سب اس کی شفاعت کریں تو ان کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث شعیب بن حجاب سے بیان کی تو انہوں نے کہا کہ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی تھی۔

۲۰۹۴ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ وَهَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَالْوَلِيدُ بْنُ شُجَاعٍ السَّكُونِيُّ قَالَ الْوَلِيدُ حَدَّثَنِي وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو صَخْرٍ عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ مَاتَ ابْنٌ لَهُ بِقُدَيْدٍ أَوْ بِعُسْفَانَ فَقَالَ يَا كُرَيْبُ انْظُرْ مَا اجْتَمَعَ لَهُ مِنَ النَّاسِ قَالَ فَخَرَجْتُ فَإِذَا نَاسٌ قَدِ اجْتَمَعُوا لَهُ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ تَقُولُ هُمْ أَرْبَعُونَ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَخْرِجُوهُ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيَقُومُ عَلَى جَنَازَتِهِ أَرْبَعُونَ رَجُلًا لَا يُشْرِكُونَ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کا فرزند قدید یا عسفان میں انتقال کر گیا آپ نے کریب سے کہا: دیکھو (جنازہ میں) کتنے لوگ ہیں؟ کریب کہتے ہیں میں نکلا تو دیکھا لوگ جمع تھے حضرت ابن عباس نے فرمایا: کیا تمہارے اندازے میں وہ چالیس ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! حضرت ابن عباس نے کہا جنازہ نکالو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا جو مسلمان شخص فوت ہو جائے اور اس کے جنازہ میں چالیس ایسے لوگ ہوں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے شرک نہ کیا ہو تو اللہ تعالیٰ میت کے حق میں ان کی شفاعت قبول فرما لیتا ہے۔

بِاللّٰهِ شَيْئًا إِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيهِ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ مَعْرُوفٍ بْنِ أَبِي نَمِرٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔

۲۰۹۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ نَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مُرَّ بِجَنَازَةٍ فَأُثْنِيَ عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ وَجَبَتْ وَجَبَتْ وَمُرَّ بِجَنَازَةٍ فَأُثْنِيَ عَلَيْهَا شَرًّا فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ وَجَبَتْ وَجَبَتْ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِدًى لَكَ أَبِي وَأُمِّي مُرَّ بِجَنَازَةٍ فَأُثْنِيَ عَلَيْهَا خَيْرًا فَقُلْتَ وَجَبَتْ وَجَبَتْ وَجَبَتْ وَمُرَّ بِجَنَازَةٍ فَأُثْنِيَ عَلَيْهَا شَرًّا فَقُلْتَ وَجَبَتْ وَجَبَتْ وَجَبَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَمَنْ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک جنازہ گزرا، لوگوں نے اس کی تعریف کی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہو گئی! واجب ہو گئی! واجب ہو گئی! اور دوسرا جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس کی مذمت کی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہو گئی! واجب ہو گئی! واجب ہو گئی! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! ایک جنازہ گزرا اس کی اچھائی بیان کی گئی تو آپ نے فرمایا: واجب ہو گئی! واجب ہو گئی! واجب ہو گئی! اور ایک دوسرا جنازہ گزرا اس کی برائی بیان کی گئی آپ نے پھر فرمایا واجب ہو گئی! واجب ہو گئی! واجب ہو گئی! آپ نے فرمایا جس جنازے کی تم نے تعریف کی اس کے لیے جنت واجب ہو گئی اور جس جنازے کی تم نے مذمت کی اس کے لیے جہنم واجب ہو گیا، تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو، تم زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔

۲۰۹۶ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ كِلَاهُمَا عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مُرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةٍ فَذَكَرَ بِمَعْنَى حَدِيثِ عَبْدِ الْعَزِيزِ غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَتَمُّ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۲۰۹۷ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ بْنِ رِبْعِيٍّ أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرَّ عَلَيْهِ بِجَنَازَةٍ فَقَالَ مُسْتَرِيحٌ وَمُسْتَرَاحٌ

حضرت ابو قتادہ بن ربعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا، آپ نے فرمایا یہ آرام پانے والا ہے یا لوگوں کو اس سے آرام ہو گا، صحابہ کرام نے پوچھا یہ آرام پانے والا ہے یا لوگوں کو اس سے آرام ہو گا اس سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا

مِنْهُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ مَا الْمُسْتَرِيحُ وَالْمُسْتَرَاحُ مِنْهُ فَقَالَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ يَسْتَرِيحُ مِنْ نَصَبِ الدُّنْيَا وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ يَسْتَرِيحُ مِنْهُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ۔

مومن دنیا کی تکلیفوں سے آرام پاتا ہے اور کافر (کے مرنے) سے انسانوں، شہروں، درختوں اور جانوروں کو آرام ملتا ہے۔

۲۰۹۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ ابْنٍ لِكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ يَسْتَرِيحُ مِنْ أَذَى الدُّنْيَا وَنَصَبِهَا إِلَى رَحْمَةِ اللهِ۔

ایک اور سند سے یہی روایت منقول ہے اس میں ہے کہ مومن دنیا کی تکلیفوں اور مصیبتوں سے نجات پاکر اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کر لیتا ہے۔

۲۰۹۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى لِلنَّاسِ النَّجَاشِيَّ الْيَوْمَ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلَّى وَكَبَّرَ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن نجاشی کا انتقال ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نجاشی کے انتقال کی خبر دی پھر آپ عیدگاہ گئے اور چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی

۲۱۰۰ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ نَا عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ نَعَى لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّجَاشِيَّ صَاحِبَ الْحَبَشَةِ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَحَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفَّ بِهِمْ بِالْمُصَلَّى فَصَلَّى فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی وفات کی اسی دن خبر دی جس دن اس کا انتقال ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو! ایک اور سند سے مروی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدگاہ میں صفیں بنائیں اور چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی۔

۲۱۰۱ - وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالُوا نَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ

ایک اور سند سے بھی البتہ یہی روایت ہے۔

بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ كَرِوَايَةِ عُقَيْلٍ بِالْإِسْنَادَيْنِ جَمِيعًا۔

۲۱۰۲- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ سَلِيمِ بْنِ حَيَّانَ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى أَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحمہ نجاشی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی اور اس میں چار تکبیریں کہیں۔

۲۱۰۳- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ الْيَوْمَ عَبْدٌ لِلَّهِ صَالِحٌ أَصْحَمَةُ فَقَامَ فَأَمَّنَا وَصَلَّى عَلَيْهِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج اللہ کے ایک نیک بندے اصحمہ کا انتقال ہو گیا پھر آپ نے کھڑے ہو کر اس کی نماز جنازہ پڑھائی

۲۱۰۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ نَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَخًا لَكُمْ قَدْ مَاتَ فَقُومُوا فَصَلُّوا عَلَيْهِ فَقُمْنَا فَصَفَفْنَا صَفَّيْنِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے ایک بھائی کا انتقال ہو گیا، کھڑے ہو کر نماز پڑھو، پھر ہم نے کھڑے ہو کر دو صفیں باندھ لیں

۲۱۰۵- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا نَا إِسْمَاعِيلُ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ نَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَخَا لَكُمْ قَدْ مَاتَ فَقُومُوا فَصَلُّوا عَلَيْهِ يَعْنِي النَّجَاشِيَّ وَفِي رِوَايَةِ زُهَيْرٍ إِنَّ أَخَاكُمْ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے بھائی کا انتقال ہو گیا ہے، کھڑے ہو کر اس کی نماز جنازہ پڑھو، راوی کہتے ہیں اس سے مراد نجاشی تھا۔

۲۱۰۶- حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَا نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ

شعبی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر پر دفن کے بعد نماز پڑھی اور چار تکبیریں کہیں

الشيباني عن الشعبي رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى على قبر بعد ما دفن فكبر عليه اربعا قال الشيباني فقلت للشعبي من حدثك هذا قال الثقة عبد الله بن عباس رضي الله عنهما هذا لفظ حديث حسن وفي رواية ابن نمير قال انتهى رسول الله صلى الله عليه وسلم الى قبر رطب فصلى عليه وصفوا خلفه وكبر اربعا قلت لعامر من حدثك قال الثقة من شهده ابن عباس رضي الله عنهما۔

شیبانی نے کہا تمہیں یہ حدیث کس نے بیان کی؟ انھوں نے کہا ایک معتبر شخص یعنی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک تازہ قبر پر پہنچے اور اس پر نماز پڑھی صحابہ کرام نے بھی آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی اور چار تکبیریں کہیں۔ راوی کہتے ہیں میں نے عامر سے پوچھا تمہیں یہ حدیث کس نے بیان کی؟ انھوں نے کہا ایک ایسے معتبر آدمی نے جن کے پاس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آئے تھے۔

۲۱۰۷۔ حدثنا يحيى بن يحيى قال انا هشيم ح وحدثنا حسن الربيع وابو كامل قالا نا عبد الواحد بن زياد ح وحدثنا اسحق بن ابراهيم قال انا جرير ح وحدثني محمد بن حاتم قال نا وكيع قال نا سفيان ح وحدثنا عبيد الله بن معاذ قال نا ابي ح وحدثنا محمد بن المثنى قال نا محمد بن جعفر قالا نا شعبة كل هؤلاء عن الشيباني عن الشعبي عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم بمثله وليس في حديث احد منهم ان النبي صلى الله عليه وسلم كبر عليه اربعا

ایک اور سند سے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ہے لیکن اس میں چار تکبیروں کا ذکر نہیں ہے۔

۲۱۰۸۔ وحدثني ابو غسان المسمعي محمد بن عمرو الرازي قال نا يحيى بن الضريس قال نا ابراهيم بن طهمان عن ابي حصين كلاهما عن الشعبي عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم في صلوته على القبر نحو حديث الشيباني ليس في حديثهم وكبر اربعا۔

ایک اور سند سے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر نماز پڑھی لیکن اس میں چار تکبیروں کا ذکر نہیں ہے۔

۲۱۰۹۔ وحدثني ابراهيم بن محمد بن عرعرة السامي قال نا غندر قال نا شعبة عن حبيب بن الشهيد عن ثابت عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم صلى على قبر

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر پر نماز پڑھی۔

۲۱۱۰۔ وحدثني ابو الربيع الزهراني وابو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كَامِلٍ قَالَا نَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ أَوْ شَابًّا فَفَقَدَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ عَنْهَا أَوْ عَنْهُ فَقَالُوا مَاتَ قَالَ أَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُونِي قَالَ فَكَأَنَّهُمْ صَغَّرُوا أَمْرَهَا أَوْ أَمْرَهُ فَقَالَ دُلُّونِي عَلَى قَبْرِهِ فَدَلُّوهُ فَصَلَّى عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَ إِنَّ هٰذِهِ الْقُبُورَ مَمْلُوءَةٌ ظُلْمَةً عَلَى أَهْلِهَا وَإِنَّ اللّٰهَ يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِي عَلَيْهِمْ

ایک حبشی عورت یا حبشی جوان مسجد کی صفائی کرتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو نہیں دیکھا تو اس کے متعلق پوچھا۔ صحابہ نے عرض کیا وہ فوت ہوگیا! آپ نے فرمایا تم نے مجھے کیوں نہیں خبر دی؟ راوی کہتے ہیں کہ صحابہ نے اس معاملے کو معمولی سمجھا تھا، آپ نے فرمایا مجھے اس کی قبر دکھاؤ، آپ نے اس پر نماز پڑھی پھر آپ نے فرمایا یہ قبریں اندھیرے سے بھری ہوئی ہیں اور میری نماز کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان قبروں کو روشن کر دیتا ہے۔

٢١١١ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالُوا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ كَانَ زَيْدٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُكَبِّرُ عَلَى جَنَائِزِنَا أَرْبَعًا وَإِنَّهُ كَبَّرَ عَلَى جَنَازَةٍ خَمْسًا فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُهَا۔

عبدالرحمٰن بن ابی لیلی بیان کرتے ہیں کہ زید رضی اللہ عنہ ہمارے جنازوں پر چار تکبیریں کہتے تھے انھوں نے ایک جنازہ پر پانچ تکبیریں کہیں۔ میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے

٢١١٢ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالُوا نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا لَهَا حَتَّى تُخَلِّفَكُمْ أَوْ تُوضَعَ۔

حضرت عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جنازے کو دیکھو تو اس کے لیے کھڑے ہو جاؤ حتیٰ کہ وہ آگے چلا جائے یا اسے زمین پر رکھ دیا جائے۔

٢١١٣ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَحَدِيثُ يُونُسَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۱۱۴ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَى أَحَدُكُمُ الْجَنَازَةَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَاشِيًا مَعَهَا فَلْيَقُمْ حَتّٰى تُخَلِّفَهُ أَوْ تُوضَعَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُخَلِّفَهُ۔

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص جنازہ دیکھے اگر وہ (کسی وجہ سے) اس کے ساتھ نہ جا سکے تو اس وقت تک کھڑا رہے جب تک وہ آگے نہ نکل جائے یا آگے جانے سے پہلے اسے (زمین پر) رکھ دیا جائے۔

۲۱۱۵ - وَحَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ قَالَ نَا حَمَّادٌ ح وَحَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ جَمِيعًا عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَى أَحَدُكُمُ الْجَنَازَةَ فَلْيَقُمْ حِينَ يَرَاهَا حَتّٰى تُخَلِّفَهُ إِنْ كَانَ غَيْرَ مُتَّبِعِهَا۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص جنازہ دیکھے اور وہ اس کے ساتھ نہ جا سکے تو اس وقت تک کھڑا رہے جب تک وہ آگے نہ نکل جائے۔

۲۱۱۶ - وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اتَّبَعْتُمْ جَنَازَةً فَلَا تَجْلِسُوا حَتّٰى تُوضَعَ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جنازے کے ساتھ جاؤ تو اس وقت تک نہ بیٹھنا جب تک جنازہ رکھ نہ دیا جائے۔

۲۱۱۷ - وَحَدَّثَنِي سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا نَا إِسْمٰعِيلُ وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا مُعَاذٌ وَهُوَ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ نَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا فَمَنْ تَبِعَهَا فَلَا يَجْلِسْ حَتّٰى تُوضَعَ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور جو جنازے کے ساتھ جائے وہ جنازہ رکھنے سے پہلے نہ بیٹھے۔

۲۱۱۸۔ وَحَدَّثَنِي سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا نَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مِقْسَمٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ مَرَّتْ جَنَازَةٌ فَقَامَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُمْنَا مَعَهُ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهَا يَهُودِيَّةٌ فَقَالَ إِنَّ الْمَوْتَ فَزَعٌ فَإِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک جنازہ گزرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے کھڑے ہو گئے ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ یہودیہ تھی آپ نے فرمایا موت گھبراہٹ کا سبب ہے، جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ!

۲۱۱۹۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجَنَازَةٍ مَرَّتْ بِهِ حَتَّى تَوَارَتْ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک جنازہ گزرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک کھڑے رہے جب تک وہ نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوا۔

۲۱۲۰۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَيْضًا أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ لِجَنَازَةِ يَهُودِيٍّ حَتَّى تَوَارَتْ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی کا جنازہ گزرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کھڑے رہے حتیٰ کہ وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

۲۱۲۱۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى أَنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ وَسَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَا بِالْقَادِسِيَّةِ فَمَرَّتْ بِهِمَا جَنَازَةٌ فَقَامَا فَقِيلَ لَهُمَا إِنَّهَا مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَقَالَا أَلَيْسَتْ نَفْسًا۔

قیس بن سعد اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما قادسیہ میں تھے ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو وہ دونوں کھڑے ہو گئے، ان سے کہا گیا کہ یہ تو کافر تھا، انھوں نے کہا کیا آخر یہ ذی روح تو ہے۔

۲۱۲۲۔ وَحَدَّثَنِيهِ الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ شَيْبَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَفِيهِ فَقَالَا كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّتْ عَلَيْنَا جَنَازَةٌ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔ اس میں یہ ہے کہ انھوں نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ہمارے سامنے ایک جنازہ گزرا۔

۲۱۲۳۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ

حضرت سعد بن معاذ کہتے ہیں کہ نافع بن جبیر نے مجھے

۳ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ وَاقِدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ أَنَّهُ قَالَ رَآنِي نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ وَنَحْنُ فِي جَنَازَةٍ قَائِمًا وَقَدْ جَلَسَ يَنْتَظِرُ أَنْ تُوضَعَ الْجَنَازَةُ فَقَالَ لِي مَا يُقِيمُكَ فَقُلْتُ أَنْتَظِرُ أَنْ تُوضَعَ الْجَنَازَةُ لِمَا يُحَدِّثُ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ نَافِعٌ فَإِنَّ مَسْعُودَ بْنَ الْحَكَمِ حَدَّثَنِي عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَعَدَ

دیکھا درآں حالیکہ ہم جنازہ میں کھڑے تھے اور وہ بیٹھے ہوئے جنازہ کے رکھے جانے کا انتظار کر رہے تھے انھوں نے مجھ سے کہا تم کو کس چیز نے کھڑا کیا ہوا ہے میں نے کہا میں جنازہ رکھے جانے کا انتظار کر رہا ہوں کیونکہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں نافع نے کہا کہ مسعود بن حکم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کھڑے ہوتے تھے پھر بیٹھ گئے۔

۲۱۲۴ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنِ الثَّقَفِيِّ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي وَاقِدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ مَسْعُودَ بْنَ الْحَكَمِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ فِي شَأْنِ الْجَنَائِزِ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ ثُمَّ قَعَدَ وَإِنَّمَا حَدَّثَ بِذَلِكَ لِأَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ رَأَى وَاقِدَ بْنَ عَمْرٍو قَامَ حَتَّى وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جنازہ کے بارے میں کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کھڑے ہوتے پھر بیٹھ گئے اور یہ حدیث اس لیے بیان کی کہ نافع بن جبیر نے واقد بن عمرو کو دیکھا کہ وہ جنازہ کے رکھے جانے تک کھڑے رہے۔

۲۱۲۵ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۱۲۶ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ مَسْعُودَ بْنَ الْحَكَمِ يُحَدِّثُ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فَقُمْنَا وَقَعَدَ فَقَعَدْنَا يَعْنِي فِي الْجَنَازَةِ۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو ہم کھڑے ہو گئے اور آپ بیٹھے تو ہم بیٹھ گئے یعنی جنازہ میں۔

۲۱۲۷ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا نَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

عن شعبة بهذا الإسناد.

۲۱۲۸ - وحدثني هارون بن سعيد الأيلي قال نا ابن وهب قال أخبرني معاوية بن صالح عن حبيب بن عبيد عن جبير بن نفير سمعه يقول سمعت عوف بن مالك يقول صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم على جنازة فحفظت من دعائه وهو يقول اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه وأكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطايا كما نقيت الثوب الأبيض من الدنس وأبدله دارا خيرا من داره وأهلا خيرا من أهله وزوجا خيرا من زوجه وأدخله الجنة وأعذه من عذاب القبر ومن عذاب النار قال حتى تمنيت أن أكون أنا ذلك الميت وحدثني عبد الرحمن بن جبير عن أبيه عن عوف بن مالك عن النبي صلى الله عليه وسلم بنحو هذا الحديث أيضا.

۲۱۲۹ - وحدثنا إسحق بن إبراهيم قال أنا عبد الرحمن بن مهدي قال نا معاوية بن صالح بالإسنادين جميعا نحو حديث ابن وهب.

۲۱۳۰ - حدثنا نصر بن علي الجهضمي وإسحق بن إبراهيم كلاهما عن عيسى بن يونس عن أبي حمزة الحمصي ح وحدثني أبو الطاهر هارون بن سعيد الأيلي واللفظ لأبي الطاهر قالا نا ابن وهب قال أخبرني عمرو بن الحارث عن أبي حمزة بن سليم عن عبد الرحمن بن جبير بن نفير عن أبيه عن عوف بن مالك الأشجعي رضي الله عنه قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم صلى على جنازة يقول اللهم اغفر له وارحمه و

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازے کی نماز پڑھی میں نے اس جنازے میں آپ کی دعا کے الفاظ یاد رکھے وہ یہ ہیں (ترجمہ:) اے اللہ اس کی مغفرت فرما، اس پر رحم فرما، اس کو عافیت میں رکھ اور اس کو معاف فرما، اس کی عزت کے ساتھ مہمانی کر، اس کے مدخل کو وسیع کر، اس کو پانی، برف اور اولوں سے دھو ڈال، اس کو گناہوں سے اس طرح صاف کر دے جس طرح سفید کپڑے کو میل سے صاف کر دیا ہے۔ اس کے (دنیاوی) گھر کے بدلہ میں اس سے بہتر گھر عطا فرما، اس کے (دنیاوی) گھر والوں کے بدلہ میں بہتر گھر والے عطا فرما، اس کی (دنیاوی) بیوی کے بدلہ میں اس سے بہتر بیوی عطا فرما، اس کو جنت میں داخل فرما، اس کو عذاب قبر اور عذاب نار سے محفوظ رکھ۔ حضرت عوف کہتے ہیں کہ اس وقت میں نے یہ تمنا کی کہ کاش وہ مرنے والا میں ہوتا (تاکہ یہ دعا مجھے مل جاتی)۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازے کی نماز پڑھی اور اس میں یہ دعا مانگی: (ترجمہ) اے اللہ! اس کو بخش دے، اس پر رحم فرما، اس کو معاف فرما، اس کو عافیت میں رکھ، اس کی اچھی مہمانی فرما، اس کے مدخل کو وسیع کر، اس کو پانی، برف اور اولوں سے دھو دے، اس کو گناہوں سے اس طرح صاف کر دے جس طرح سفید کپڑے کو میل سے صاف کر دیا جاتا ہے۔ اس کو (دنیاوی) گھر کے بدلہ میں اچھا گھر عطا فرما، اور (دنیاوی) گھر والوں کے بدلہ میں اچھے گھر

اَعْفُ عَنْهُ وَعَافِهِ وَاَكْرِمْ نُزُلَهُ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِمَآءٍ وَّثَلْجٍ وَّبَرَدٍ وَّنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهِ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهِ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهِ وَقِهِ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ قَالَ عَوْفٌ فَتَمَنَّيْتُ اَنْ لَّوْ كُنْتُ اَنَا الْمَيِّتَ لِدُعَآءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى ذٰلِكَ الْمَيِّتِ۔

گھر والے عطا فرما اور (دنیا کی) بیوی کے بدلہ میں اچھی بیوی عطا فرما، اس کو عذاب قبر اور عذاب نار سے محفوظ رکھ، حضرت عوف کہتے ہیں کہ اس میت کے لیے یہ دعا سن کر (اس وقت) میں نے یہ تمنا کی کہ کاش یہ مرنے والا میں ہوتا۔

۲۱۳۱۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ قَالَ اَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ حُسَيْنِ بْنِ ذَكْوَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلّٰى عَلٰى اُمِّ كَعْبٍ مَاتَتْ وَهِيَ نُفَسَآءُ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصَّلٰوةِ عَلَيْهَا وَسَطَهَا۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں حضرت کعب کی والدہ کی نماز جنازہ پڑھی جو کہ حالت نفاس میں فوت ہو گئی تھیں۔ ان کی نماز پڑھانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جنازہ کے وسط میں کھڑے ہوئے۔

۲۱۳۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ الْمُبَارَكِ وَيَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ ح وَحَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ اَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ وَالْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى كُلُّهُمْ عَنْ حُسَيْنٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرُوْا اُمَّ كَعْبٍ۔

ایک اور سند سے بھی یہی روایت ہے لیکن اس میں ام کعب کا ذکر نہیں ہے۔

۲۱۳۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَعُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ قَالَا نَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ حُسَيْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَقَدْ كُنْتُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا فَكُنْتُ اَحْفَظُ عَنْهُ فَمَا يَمْنَعُنِيْ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا اَنَّ هٰهُنَا رِجَالًا هُمْ اَسَنُّ مِنِّيْ وَقَدْ صَلَّيْتُ وَرَآءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَاَةٍ مَاتَتْ فِيْ نِفَاسِهَا فَقَامَ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لڑکا تھا میں اس وقت آپ کی احادیث یاد کیا کرتا تھا۔ میں وہاں اس لیے نہیں بولتا تھا کہ مجھ سے زیادہ عمر کے لوگ وہاں موجود تھے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ایک عورت کی نماز پڑھی جو کہ نفاس کی حالت میں فوت ہو گئی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز پڑھاتے وقت جنازہ کے درمیان میں کھڑے ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نماز پڑھانے کے لیے درمیان میں

الصَّلٰوةِ وَسْطَهَا وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ فَقَامَ عَلَيْهَا لِلصَّلٰوةِ وَسْطَهَا۔

کھڑے ہوئے۔

٢١٣٤ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لِيَحْيٰى قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ نَا وَقَالَ يَحْيٰى اَنَا وَكِيْعٌ عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفَرَسٍ مُعْرَوْرًى فَرَكِبَهُ حِيْنَ انْصَرَفَ مِنْ جَنَازَةِ ابْنِ الدَّحْدَاحِ وَنَحْنُ نَمْشِيْ حَوْلَهُ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ننگی پیٹھ کا ایک گھوڑا لایا گیا جب آپ ابن دحداح کے جنازے سے فارغ ہوئے تو آپ اس گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور ہم آپ کے چاروں طرف پیدل چل رہے تھے۔

٢١٣٥ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ابْنِ الدَّحْدَاحِ ثُمَّ اُتِيَ بِفَرَسٍ عُرْيٍ فَعَقَلَهُ رَجُلٌ فَرَكِبَهُ فَجَعَلَ يَتَوَقَّصُ بِهِ وَنَحْنُ نَتَّبِعُهُ نَسْعٰى خَلْفَهُ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَمْ مِنْ عِذْقٍ مُعَلَّقٍ اَوْ مُدَلًّى فِي الْجَنَّةِ لِابْنِ الدَّحْدَاحِ اَوْ قَالَ شُعْبَةُ لِاَبِي الدَّحْدَاحِ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن دحداح کی نماز جنازہ پڑھی پھر آپ کے لیے ننگی پشت والا گھوڑا لایا گیا، ایک شخص نے اس کو پکڑا اور آپ اس پر سوار ہوئے، وہ گھوڑا دلکی چال چلنے لگا ہم آپ کے پیچھے بھاگتے ہوئے چل رہے تھے جماعت میں سے ایک شخص نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن دحداح کے لیے جنت میں کتنے خوشے لٹک رہے ہیں، شعبہ کہتے ہیں کہ ابو الدحداح کے لیے۔

٢١٣٦ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْمِسْوَرِيُّ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَنَّ سَعْدَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ هَلَكَ فِيْهِ اِلْحَدُوْا لِيْ لَحْدًا وَّانْصِبُوْا عَلَيَّ اللَّبِنَ نَصْبًا كَمَا صُنِعَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مرض الموت میں کہا میرے لیے لحد بنانا اور اس پر کچی اینٹیں لگانا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر بنائی گئی تھی۔

٢١٣٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا غُنْدَرٌ وَّوَكِيْعٌ جَمِيْعًا عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں سرخ چادر رکھی گئی تھی۔

الْمُثَنّٰی وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا يَحْيَی بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ نَا اَبُوْ جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جُعِلَ فِي قَبْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطِيفَةٌ حَمْرَاءُ قَالَ مُسْلِمٌ اَبُوْ جَمْرَةَ اسْمُهٗ نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ وَاَبُو التَّيَّاحِ اسْمُهٗ يَزِيدُ بْنُ حُمَيْدٍ مَاتَا بِسَرْخَسٍ،

۲۱۳۸ - حَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ اَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيدٍ الْاَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ فِيْ رِوَايَةِ اَبِي الطَّاهِرِ اَنَّ اَبَا عَلِيٍّ الْهَمْدَانِيَّ حَدَّثَهٗ وَفِيْ رِوَايَةِ هَارُوْنَ اَنَّ ثُمَامَةَ بْنَ شُفَيٍّ حَدَّثَهٗ قَالَ كُنَّا مَعَ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ بِاَرْضِ الرُّوْمِ بِرُوْدِسَ فَتُوُفِّيَ صَاحِبٌ لَنَا فَاَمَرَ فَضَالَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِقَبْرِهٖ فَسُوِّيَ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُ بِتَسْوِيَتِهَا۔

ثمامہ بن شفی بیان کرتے ہیں کہ ہم فضالہ بن ابی عبید کے ساتھ روم کے شہر رودس میں تھے، ہمارے ایک ساتھی کا انتقال ہو گیا تو حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ان کی قبر (زمین کے) برابر کر دی جائے اور بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قبریں زمین کے برابر کر دی جائیں۔

۲۱۳۹ - حَدَّثَنِيْ يَحْيَی بْنُ يَحْيٰی وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ يَحْيٰی اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ اَبِي الْهَيَّاجِ الْاَسَدِيِّ قَالَ قَالَ لِيْ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَلَا اَبْعَثُكَ عَلٰی مَا بَعَثَنِيْ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَهٗ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّيْتَهٗ۔

ابو الہیاج اسدی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں تمہیں اس کام کے لیے نہ بھیجوں جس کام کے لیے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا کہ میں ہر تصویر کو مٹا دوں اور ہر اونچی قبر کو (زمین کے) برابر کر دوں!

۲۱۴۰ - وَحَدَّثَنِيْهِ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ قَالَ نَا يَحْيٰی وَهُوَ الْقَطَّانُ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ نَا حَبِيبٌ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ وَلَا صُوْرَةً اِلَّا طَمَسْتَهَا۔

ایک اور سند سے ایسی ہی روایت ہے۔ اور اس میں صورت کا لفظ ہے۔

۲۱۴۱ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے، اس پر بیٹھنے اور اس

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقُبُوْرُ وَ اَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ وَ اَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ۔

پر عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۲۱۴۲۔ وَحَدَّثَنِيْ هٰرُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۱۴۳۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهٰى عَنْ تَقْصِيْصِ الْقُبُوْرِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کے پختہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔

۲۱۴۴۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَّجْلِسَ اَحَدُكُمْ عَلٰى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهٗ فَتَخْلُصَ اِلٰى جِلْدِهٖ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّجْلِسَ عَلٰى قَبْرٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص انگاروں پر بیٹھ جائے جس سے اس کے کپڑے جل جائیں اور آگ اس کی کھال تک پہنچ جائے تو یہ قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔

۲۱۴۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ ح وَحَدَّثَنِيْهِ عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ سُهَيْلٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۱۴۶۔ وَحَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ ابْنِ جَابِرٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ وَاثِلَةَ عَنْ اَبِيْ مَرْثَدٍ الْغَنَوِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْلِسُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا اِلَيْهَا۔

حضرت ابومرثد غنوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبروں پر بیٹھو نہ ان کی طرف نماز پڑھو۔

۲۱۴۷۔ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْبَجَلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ

حضرت ابومرثد غنوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبروں کی طرف نماز پڑھو نہ ان پر بیٹھو۔

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ عَنْ أَبِي مَرْثَدٍ الْغَنَوِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُصَلُّوْا إِلَى الْقُبُوْرِ وَلَا تَجْلِسُوْا عَلَيْهَا۔

۲۱۴۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ وَاللَّفْظُ لِإِسْحٰقَ قَالَ عَلِيٌّ نَا وَقَالَ إِسْحٰقُ أَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ حَمْزَةَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ أَمَرَتْ أَنْ يُّمَرَّ بِجَنَازَةِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ فِي الْمَسْجِدِ فَتُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَأَنْكَرَ النَّاسُ ذٰلِكَ عَلَيْهَا فَقَالَتْ مَا أَسْرَعَ مَا نَسِيَ النَّاسُ مَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى سُهَيْلِ بْنِ الْبَيْضَاءِ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ۔

عباد بن عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کا جنازہ مسجد میں لایا جائے تاکہ وہ بھی اس پر نماز جنازہ پڑھیں، صحابہ کرام نے اس پر اعتراض کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا لوگ کس قدر جلد بھول گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن بیضا کی نماز جنازہ مسجد ہی میں پڑھی تھی۔

۲۱۴۹ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ لَمَّا تُوُفِّيَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ أَرْسَلَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّمُرُّوْا بِجَنَازَتِهِ فِي الْمَسْجِدِ فَيُصَلِّيْنَ عَلَيْهِ فَفَعَلُوْا فَوُقِفَ بِهِ عَلٰى حُجَرِهِنَّ يُصَلِّيْنَ عَلَيْهِ ثُمَّ أُخْرِجَ بِهِ مِنْ بَابِ الْجَنَائِزِ الَّذِيْ كَانَ إِلَى الْمَقَاعِدِ فَبَلَغَهُنَّ أَنَّ النَّاسَ عَابُوْا ذٰلِكَ وَقَالُوْا مَا كَانَتِ الْجَنَائِزُ يُدْخَلُ بِهَا الْمَسْجِدَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ مَا أَسْرَعَ النَّاسَ إِلٰى أَنْ يَّعِيْبُوْا مَا لَا عِلْمَ لَهُمْ بِهِ عَابُوْا عَلَيْنَا أَنْ يُّمَرَّ بِجَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ وَمَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى سُهَيْلِ بْنِ بَيْضَاءَ إِلَّا فِيْ جَوْفِ الْمَسْجِدِ قَالَ مُسْلِمٌ سُهَيْلُ بْنُ دَعْدٍ وَهُوَ ابْنُ الْبَيْضَاءِ أُمُّهُ بَيْضَاءُ۔

عباد بن عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو ازواج مطہرات نے فرمایا کہ ان کا جنازہ مسجد میں لے آؤ تاکہ ہم بھی ان کی نماز جنازہ پڑھ لیں، لہٰذا ایسا ہی کیا گیا اور جنازہ ان کے حجروں کے سامنے رکھ دیا گیا تاکہ وہ بھی نماز جنازہ پڑھ لیں، پھر جنازہ کو مقاعد کی طرف باب الجنائز سے باہر لے جایا گیا، جب صحابہ کرام کو اس کا پتا چلا تو انھوں نے اس پر اعتراض کیا اور کہا جنازہ کو مساجد میں نہیں لے جایا جاتا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا لوگ کس قدر جلد اس بات پر اعتراض کرنے لگے ہیں جس کو وہ نہیں جانتے، وہ جنازہ کو مسجد میں لائے جانے پر اعتراض کر رہے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن بیضاء کی نماز جنازہ مسجد ہی میں پڑھی تھی۔

۲۱۵۰ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَا نَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ أَنَا الضَّحَّاكُ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَةَ لَمَّا تُوُفِّيَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَتْ ادْخُلُوا بِهِ الْمَسْجِدَ حَتّٰى أُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَأُنْكِرَ ذٰلِكَ عَلَيْهَا فَقَالَتْ وَاللّٰهِ لَقَدْ صَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ابْنَيْ بَيْضَاءَ فِي الْمَسْجِدِ سُهَيْلٍ وَأَخِيهِ.

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص فوت ہو گئے تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اس (کے جنازے) کو مسجد میں داخل کرو تاکہ میں اس پر نماز جنازہ پڑھوں۔ صحابہ کی طرف سے اس پر اعتراض کیا گیا تو حضرت عائشہ نے فرمایا بخدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیضاء کے دو بیٹوں سہیل اور اس کے بھائی کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی تھی۔

۲۱۵۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شَرِيكٍ وَهُوَ ابْنُ أَبِي نَمِرٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيعِ فَيَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَأَتَاكُمْ مَا تُوعَدُونَ غَدًا مُؤَجَّلُونَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيعِ الْغَرْقَدِ وَلَمْ يَقُلْ قُتَيْبَةُ قَوْلَهُ وَأَتَاكُمْ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے ہاں باری ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصہ میں بقیع (قبرستان) تشریف لے جاتے اور فرماتے اے جماعت مومنین! السلام علیکم! تمہارے پاس وہ چیز آ چکی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ان شاء اللہ ہم بھی تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں! اے اللہ! بقیع غرقد والوں کی مغفرت فرما!۔

۲۱۵۲ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ قَيْسٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تُحَدِّثُ فَقَالَتْ أَلَا أُحَدِّثُكُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنِّي قُلْنَا بَلٰى ح وَحَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ حَجَّاجًا الْأَعْوَرَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ بْنِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ قَالَ يَوْمًا أَلَا أُحَدِّثُكُمْ عَنِّي وَعَنْ

ابن جریج کہتے ہیں کہ مجھ سے قریش کے ایک شخص نے کہا کہ محمد بن قیس بن مخرمہ بن مطلب ایک دن کہنے لگے کیا میں تم کو اپنی اور اپنی ماں کی طرف سے حدیث نہ بیان کروں؟ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے سمجھا کہ شاید وہ اپنی نسبی ماں کا ذکر کر رہے ہیں، انھوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا میں تم کو اپنی طرف سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حدیث نہ بیان کر دوں؟ ہم نے کہا کیوں نہیں! حضرت عائشہ نے فرمایا: اس رات کی بات ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تھے، آپ نے کروٹ لے کر چادر اوڑھی

أمي قال فظننا أنه يريد أمه التي ولدته
قال قالت عائشة ألا أحدثكم عني وعن
رسول الله صلى الله عليه وسلم قلنا بلى قال
قالت لما كانت ليلتي التي النبي صلى الله عليه
وسلم فيها عندي انقلب فوضع رداءه وخلع
نعليه فوضعهما عند رجليه وبسط طرف إزاره
على فراشه فاضطجع فلم يلبث إلا ريثما
ظن أن قد رقدت فأخذ رداءه رويدا وانتعل
رويدا وفتح الباب رويدا فخرج ثم أجافه
رويدا وجعلت درعي في رأسي واختمرت وتقنعت
إزاري ثم انطلقت على إثره حتى جاء البقيع
فقام فأطال القيام ثم رفع يديه ثلث مرات
ثم انحرف فانحرفت فأسرع فأسرعت فهرول
فهرولت فأحضر فأحضرت فسبقته فدخلت
فليس إلا أن اضطجعت فدخل فقال ما لك يا
عائش حشيا رابية قالت قلت لا شيء قال
لتخبريني أو ليخبرني اللطيف الخبير قالت
قلت يا رسول الله بأبي أنت وأمي فأخبرته
قال فأنت السواد الذي رأيت أمامي قلت
نعم فلهدني في صدري لهدة أوجعتني ثم
قال أظننت أن يحيف الله عليك ورسوله
قالت مهما يكتم الناس يعلمه الله نعم قال
فإن جبريل أتاني حين رأيت فناداني فأخفاه
منك فأجبته فأخفيته منك ولم يكن يدخل
عليك وقد وضعت ثيابك وظننت أن قد
رقدت فكرهت أن أوقظك وخشيت أن
تستوحشي فقال إن ربك يأمرك أن تأتي
أهل البقيع فتستغفر لهم قالت قلت كيف أقول
يا رسول الله قال قولي السلام على أهل الديار

اور جوتے نکال کر اپنے قدموں کے سامنے رکھے اور چادر
کی ایک طرف اپنے بستر پر بچھا کر لیٹ گئے، تھوڑی دیر
میری نیند کے خیال سے ٹھہرے رہے، پھر آہستہ سے
چادر اوڑھی، جوتا پہنا، چپکے سے دروازہ کھولا، آرام سے
باہر نکلے اور آہستہ سے دروازہ بند کر دیا، میں نے بھی
ایک چادر سر پر اوڑھی، ایک چادر اپنے گرد لپیٹی اور آپ
کے پیچھے پیچھے چل پڑی، آپ بقیع (قبرستان) پہنچے اور
دیر تک کھڑے رہے، پھر آپ نے تین بار اپنے ہاتھ
اٹھائے اور واپس لوٹنے لگے۔ میں بھی واپس چل
پڑی، آپ تیز چلے میں بھی تیز چلی، آپ اور تیز چلے، میں
بھی اور تیز چلی، آپ گھر آئے میں آپ سے پہلے گھر پہنچ
گئی اور آتے ہی لیٹ گئی، آپ نے داخل ہو کر فرمایا اے
عائشہ کیا ہوا تمہارا سانس کیوں چڑھ رہا ہے؟ میں نے
کہا کوئی خاص بات نہیں! آپ نے فرمایا تم خود بتلا دو!
ورنہ لطیف و خبیر (اللہ تعالیٰ) مجھے بتلا دے گا! میں نے
کہا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں! پھر
میں نے ساری بات بتلا دی! آپ نے فرمایا مجھے اپنے
آگے ایک ہیولیٰ سا جو نظر آرہا تھا وہ تم تھیں! میں نے عرض
کیا: ہاں، آپ نے (شفقت آمیز انداز سے) میرے سینہ پر ایک
ہتھ مارا جس سے مجھے درد ہوا پھر فرمایا: کیا تم نے یہ خیال
کیا تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تمہارا حق مار رہا ہے، میں نے سوچا کہ
جب لوگ حضور سے کچھ چھپاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو بتلا
دیتا ہے! آپ نے فرمایا جب تم نے مجھے دیکھا تھا اس
وقت جبرائیل میرے پاس آیا تھا اس نے مجھے بلایا اور تم
سے مخفی رکھا میں اس کے بلانے پر گیا اور میں نے بھی تم سے
مخفی رکھا۔ وہ تمہارے پاس نہیں آئے تھے کیونکہ تم (رات کے)
کپڑے اتار چکی تھیں اور میں نے یہ خیال کیا تھا کہ تم سو چکی
ہو، میں نے تمہیں جگانا نامناسب خیال کیا اور یہ بھی خیال
آیا کہ تم گھبراؤ گی، آپ نے فرمایا: تمہارا رب تمہیں حکم دیتا ہے

الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ ۔

٢١٥٣ - **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَسَدِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ إِذَا خَرَجُوا إِلَى الْمَقَابِرِ فَكَانَ قَائِلُهُمْ يَقُولُ فِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ وَفِي رِوَايَةِ زُهَيْرٍ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ نَسْأَلُ اللَّهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ ۔

٢١٥٤ - **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَا نَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي أَنْ أَسْتَغْفِرَ لِأُمِّي فَلَمْ يَأْذَنْ لِي وَاسْتَأْذَنْتُهُ أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَأَذِنَ لِي ۔

٢١٥٥ - **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ زَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ أُمِّهِ فَبَكَى وَأَبْكَى مَنْ حَوْلَهُ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي فِي أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي وَاسْتَأْذَنْتُهُ فِي أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَأُذِنَ لِي فَزُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الْمَوْتَ ۔

کہ تم جا کر اہل بقیع کے لیے بخشش کی دعا کرو۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کس طرح دعا کروں! آپ نے فرمایا جا کر کہنا: اے مومنوں اور مسلمانوں کے گھر والو! جو ہم سے پہلے جا چکے ہیں اور جو بعد میں جانے والے ہیں سب پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے ساتھ لاحق ہوں گے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں تعلیم دیتے تھے کہ جب وہ قبرستان جائیں تو کہیں السلام علی اهل الدیار اور ایک روایت میں ہے "السلام علیکم اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا انشاء اللہ بکم للاحقون، نسأل اللہ لنا ولکم العافیۃ۔" (اے مسلمانوں کے گھر والو السلام علیکم ان شاء اللہ ہم تمہارے ساتھ لاحق ہوں گے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لیے عافیت کا سوال کرتے ہیں)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے اپنی ماں کے لیے استغفار کی اجازت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی پھر اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی تو روئے اور آپ کے گرد کھڑے لوگ بھی روئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کے لیے استغفار کی اجازت مانگی تھی تو مجھے اجازت نہیں دی گئی، پھر ان کی قبر کی زیارت کے لیے اجازت مانگی تو مجھے اجازت دے دی گئی، پس قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ موت کو یاد دلاتی ہیں۔

٢١٥٦ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ وَابْنِ نُمَيْرٍ قَالُوا أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِي سِنَانٍ وَهُوَ ضِرَارُ بْنُ مُرَّةَ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَأَمْسِكُوا مَا بَدَا لَكُمْ وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ النَّبِيذِ إِلَّا فِي سِقَاءٍ فَاشْرَبُوا فِي الْأَسْقِيَةِ كُلِّهَا وَلَا تَشْرَبُوا مُسْكِرًا وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ فِي رِوَايَتِهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ.

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، تم ان کی زیارت کیا کرو، اور میں نے تمہیں تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کو رکھنے سے منع کیا تھا۔ اب تم انہیں رکھ سکتے ہو! میں نے تمہیں مشکیزوں کے علاوہ اور چیزوں میں نبیذ پینے سے منع کیا تھا، اب تم سب (قسم کے) برتنوں میں نبیذ پی لیا کرو اور نشہ آور چیز کو نہ استعمال کرنا۔

٢١٥٧ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ زُبَيْدٍ الْيَامِيِّ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ أُرَاهُ عَنْ أَبِيهِ الشَّكُّ مِنْ أَبِي خَيْثَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ عَطَاءٍ الْخُرَاسَانِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ بِمَعْنَى حَدِيثِ أَبِي سِنَانٍ.

کئی دیگر اسانید سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

٢١٥٨ - حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ سَلَّامٍ الْكُوفِيُّ قَالَ أَنَا زُهَيْرٌ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَتَلَ نَفْسَهُ بِمَشَاقِصَ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص لایا گیا جس نے اپنے آپ کو ایک تیر سے ہلاک کر لیا تھا، آپ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی!

مرنے والے کو کلمہ کی تلقین

حدیث نمبر ۲۰۱۹ سے نمبر ۲۰۲۱ میں مرنے والوں کو کلمہ پڑھنے کی تلقین کا ذکر ہے، علامہ نووی لکھتے ہیں: علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ تلقین مستحب ہے، البتہ اس کی کثرت اور اس پر اصرار مکروہ ہے کیونکہ جو شخص مرض الموت میں مبتلا ہو وہ تکلیف اور کرب میں ہوتا ہے بار بار تلقین کی وجہ سے یہ ممکن ہے کہ اس کے دل میں کلمہ پڑھنے سے کوئی تنگی آجائے یا وہ زبان سے انکار کر دے اور جب مرنے والا ایک بار کلمہ پڑھ لے تو اس سے دوبارہ پڑھنے کیلئے اصرار نہ کیا جائے الا یہ کہ وہ کلمہ پڑھنے کے بعد کوئی اور بات کرے کیونکہ حدیث کے مطابق اس کا آخری کلام (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) ہونا چاہیے۔

تلقین کا طریقہ یہ ہے کہ مرنے والے کے پاس بلند آواز سے کلمہ طیبہ یا کلمہ شہادت پڑھا جائے۔

زندہ لوگوں کے نوحہ سے میت پر عذاب کی توجیہات

حدیث نمبر ۲۰۳۸ سے لے کر ۲۰۴۱ میں ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے کہ میت پر زندوں کے نوحہ کرنے سے میت کو عذاب ہوتا ہے اس کے بعد حدیث نمبر ۲۰۵۱ تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اختلاف ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ چونکہ قرآن مجید میں ہے: لا تزر وازرة وزر أخرى (الزمر: ۷) "کوئی شخص دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان قرآن مجید کے خلاف نہیں ہو سکتا اس لیے حضرت عمر بھول گئے یا انہیں اجتہادی غلطی لاحق ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات دراصل کافروں کے لیے فرمائی تھی کہ لوگ دنیا میں ان پر نوحہ کر رہے ہیں۔ اور انہیں قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔

جمہور علماء نے حضرت عمر کی روایت کردہ حدیث کی متعدد توجیہات کی ہیں بعض یہ ہیں۔ ایک توجیہ یہ ہے کہ اگر مرنے والے نے وصیت کی ہو کہ اس کے مرنے کے بعد نوحہ کیا جائے تو پھر زندوں کے نوحہ کرنے سے اس میت کو عذاب ہوتا ہے اور اگر اس کی وصیت کے بغیر لوگ از خود نوحہ کریں تو پھر میت کو عذاب نہیں ہوتا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ جس خاندان میں یا جس جگہ میت پر نوحہ کرنے کا رواج ہو وہاں مرنے والے پر لازم ہے کہ وہ مرنے سے پہلے یہ وصیت کرے کہ میرے مرنے کے بعد نوحہ نہ کرنا اور اگر اس نے یہ وصیت نہیں کی اور اس کے مرنے کے بعد لوگوں نے اس پر نوحہ کیا تو اس کو عذاب ہوگا۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ مرنے والا معاذ اللہ ایسے غیر شرعی کاموں کے کرنے میں مشہور تھا جن کو فساق میں اچھا سمجھا جاتا ہے مثلاً جوا کھیلنا، شراب پینا، موسیقی اور رقص وغیرہ اور اس کے فن کے دلدادہ زندہ لوگ اس کے ان غیر شرعی کاموں کے محاسن بیان کر رہے ہوں حالانکہ قبر میں اس کو ان کاموں پر عذاب ہو رہا ہے (العیاذ باللہ) چوتھی توجیہ یہ ہے کہ جب مرنے والے کے احباب اور رشتہ دار اس کی موت پر رنج و غم میں مبتلا ہوتے ہیں، روتے پیٹتے اور نوحہ کناں ہوتے ہیں تو زندہ لوگوں کے رونے اور ان غیر شرعی [illegible] سے میت کو قبر میں تکلیف اور اذیت ہوتی ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب سے تعبیر فرمایا ہے۔ قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ سب سے اچھی توجیہ ہے۔

منصب رسالت

حدیث نمبر ۲۰۶۱ میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے نوحہ نہ کرنے پر بیعت لی تو حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نوحہ نہیں کروں گی لیکن زمانہ جاہلیت میں فلاں قبیلہ والوں نے میرے ساتھ نوحہ میں معاونت کی تھی اس لیے ان کی میت پر نوحہ میں تعاون کرنے کی مجھے اجازت دے دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار دیا ہے کہ آپ عمومی احکام سے جس فرد کو چاہیں مستثنیٰ کرلیں چھ ماہ کے بکرے کی قربانی بالعموم جائز نہیں ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کو چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کی اجازت دے دی تھی ۱، مسجد نبوی میں کسی کے گھر کے (چھوٹے) دروازہ کی اجازت نہیں لیکن حضرت ابوبکر کو دروازہ رکھنے کی اجازت دیدی تھی ۲، حرم مکہ کے درختوں کو کاٹنا بالعموم ممنوع ہے لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی درخواست پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذخر کاٹنے کی اجازت دیدی تھی ۳، ہر عورت کو شوہر کی وفات کے بعد چار ماہ دس دن سوگ کرنا لازم ہے لیکن حضرت اسماء بنت عمیس پر یہ سوگ معاف فرمادیا ۔ ۴ مہر شرعی کا کم از کم دس درہم از قبیل مال ہونا ضروری ہے ۔ لیکن ایک صحابی کے لیے ناداری کی وجہ سے صرف تعلیم قرآن کو مہر قرار دیا ۵ ایک صحابی اور ایک صحابیہ کا باہمی رضامندی سے بغیر کسی مہر کے نکاح فرمادیا ۶ ۔ روزہ کے کفارہ کو صدقہ کرنا واجب ہے لیکن ایک صحابی کے لیے ناداری کی وجہ سے روزہ کے کفارہ کو خود انہیں کے لیے کھانا جائز قرار دیا ۷ ۔ دو سال کی عمر کے بعد دودھ پینے سے بالعموم رشتہ رضاعت ثابت نہیں ہوتا لیکن حضرت سالم کو بلوغت کے بعد جوانی میں سہلہ بنت سہیل نامی ایک صحابیہ کا دودھ پینے کی اجازت دے دی اور حضرت سہلہ کو ان کی رضاعی ماں بنادیا ۸، مردوں کے لیے ریشم پہننے کو بالعموم حرام فرمایا لیکن حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہما کو خارش کی بناء پر ریشم پہننے کی اجازت دی ۹ ۔ مردوں کے لیے سونا بالعموم حرام کر دیا لیکن حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہننے کی اجازت دی ۱۰ ، بغیر جہاد کیے کسی شخص کو مال غنیمت سے حصہ نہیں ملتا لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا (آپ کی صاحبزادی) کی تیمارداری میں مشغول رہنے کی بناء پر غزوہ بدر میں شرکت کے بغیر مال غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا ۱۱ ، قاضی کے لیے تحائف لینا بالعموم جائز نہیں لیکن حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو تحائف لینے کی اجازت دیدی ۱۲ میت پر نوحہ کرنا منع کرتا ہے لیکن جب حضرت ام عطیہ نے حضور سے عرض کیا کہ زمانہ جاہلیت میں آل فلاں نے نوحہ کرنے میں میری مدد کی تھی اب میرے لیے ان پر نوحہ کرنا ضروری ہے تو آپ نے ان کو ان کے لیے نوحہ کرنے کی اجازت دیدی ۱۳ ، رمضان میں روزہ طلوع فجر سے

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۳۸۱ھ،

۲۔ 〃 〃 〃 ج ۱ ص ۵۱۲

۳۔ 〃 〃 〃 ج ۱ ص ۲۲

۴۔ علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح الزرقانی علی المواہب ج ۵ ص ۳۲۵ مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت، طبع ثانی ۱۳۹۳ھ۔

۵۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۸۷ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور طبع ثانی ۱۴۰۵ھ

۶۔ 〃 〃 〃 ج ۱ ص ۲۸۸

۷۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، طبع ثانی ۱۳۸۱ھ۔

۸۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۶۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، طبع ثانی ۱۳۷۵ھ۔

۹۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۶۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی طبع ثانی ۱۳۸۱ھ۔

۱۰۔ حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۲۸۱ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ،

۱۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی طبع ثانی ۱۳۸۱ھ۔

۱۲۔ علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح الزرقانی علی المواہب ج ۵ ص ۳۲۸ مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت طبع ثانی ۱۳۹۳ھ۔

۱۳۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۸۵ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۸ھ۔

ہوتا ہے لیکن آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو طلوع آفتاب کے وقت روزہ رکھنے کی اجازت دے دی۔[1] رمی جمرات کے دوران منیٰ میں رات گزارنا ضروری ہے لیکن بنو عباس اور بنو ہاشم کے ذمہ زمزم کا پانی پلانے کی خدمات تھیں اس لیے آپ نے انھیں ان ایام میں رات کو منیٰ سے جانے کی اجازت دے دی۔[2] نکاح کے لیے کم از کم دس درہم مہر ضروری ہے لیکن حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے لیے صرف ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے اسلام کو مہر قرار دیا۔[3] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صرف حالت جنگ میں نماز کو قصر کرنے کی اجازت دی ہے:

فليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلوة ان خفتم ان يفتنكم الذين كفروا (نساء: ۱۰۱)

"اگر تم کفار کے حملے کے خوف کی وجہ سے نماز قصر کر لو تو کوئی حرج نہیں ہے۔" لیکن آپ نے ہر سفر شرعی میں قصر کو واجب کر دیا خواہ حالت امن ہو یا حالت جنگ۔[4] قرآن مجید نے بیٹی، ازواج اور چچا کے بیٹے کے لیے ترکہ سے معین حصص کے ساتھ میراث کی ادائیگی کو فرض قرار دیا ہے لیکن آپ نے اپنے ترکہ سے ورثاء کو حصص دینے سے منع فرما دیا۔[5] قرآن مجید نے ہر نماز کے لیے الگ الگ وقت متعین کیے ہیں: ان الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا (نساء: ۱۰۳) "ہر نماز (الگ الگ) وقت معین میں فرض کی گئی ہے۔" لیکن آپ نے دوران حج عرفات میں ظہر کو عصر کے وقت میں اور مغرب کو عشاء کے وقت میں جمع کرنا فرض کر دیا۔[6] قرآن مجید نے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی لازم کی: واستشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان ——— (بقرہ: ۲۸۲) "دو مردوں کو گواہ بناؤ یا ایک مرد اور دو عورتوں کو" لیکن آپ نے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی اکیلی اور تنہا گواہی کو کافی قرار دیا۔[7] قرآن مجید نے ہر مسلمان مرد کو اپنی پسند کی چار عورتوں سے شادی کی اجازت دی: فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلاث ورباع ——— (نساء: ۳) "جو عورتیں تمھیں پسند ہوں ان سے نکاح کر لو، دو دو سے، تین تین سے اور چار چار سے" لیکن آپ نے حیات فاطمہ میں حضرت علی کو ابوجہل کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے سے روک دیا۔[8] قرآن کریم نے وضو میں پیروں کے دھونے کو فرض قرار دیا: يايها الذين امنوا اذا قمتم الى الصلوة فاغسلوا وجوهكم وايديكم الى المرافق وامسحوا برءوسكم وارجلكم الى الكعبين ——— (مائدہ: ۶) "اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں کو دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھوں کو اور سر پر مسح کرو اور پیروں کو دھوؤ۔" لیکن آپ نے پیروں کو دھونے کی جگہ موزوں پر مسح کو بھی جائز

۱۔ علامہ محمد عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح الزرقانی علی المواہب ج ۵ ص ۳۲۸، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، طبع ثانی ۱۳۹۳ھ

۲۔ " " " "

۳۔ " " " "

۴۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، طبع ثانی ۱۳۷۵ھ

۵۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، طبع ثانی ۱۳۸۱ھ

۶۔ " " ج ۱ ص ۲۲۶، ۲۲۵

۷۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

۸۔ " " ج ۱ ص ۲۸۳

قرار دیا۔ قرآن مجید نے حالت جنابت (جب غسل فرض ہو) میں مسجد میں داخل ہونے سے بالعموم منع فرما دیا۔ ولا جنبا الا عابری سبیل حتی تغتسلوا ۔ (نساء: ۴۳) "حالت جنابت میں جب تک غسل نہ کرلو، مسجد کے قریب نہ جاؤ الا یہ کہ مسجد کو عبور کرنا ہو۔" لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی حالت جنابت میں مسجد میں داخل ہونے کی اجازت دی [۲]۔

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ہم نے اس بات پر بکثرت مثالیں پیش کی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار دیا ہے کہ آپ عمومی احکام سے جس کو چاہیں خاص فرمالیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو احکام شرعیہ کے صرف بیان کرنے کے لیے ہی نہیں بلکہ احکام شرعیہ کا واضع اور شارع بنا کر بھیجا ہے۔ احادیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہو چکی ہے۔ اب ہم فقہاء اسلام کے حوالے سے اس بات کو بیان کرنا چاہتے ہیں:

علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كأن الحق تعالى جعل له صلى الله تعالى عليه وسلم ان يشرع قبل نفسه ما شاء كما فی حديث تحريم شجر مكة فان عمه العباس رضی الله تعالى عنه لما قال له يا رسول الله الا الاذخر فقال صلى الله عليه وسلم الا الاذخر ولو ان الله تعالى لم يجعل له ان يشرع من قبل نفسه لم يتجرء صلى الله تعالى عليه وسلم ان يستثنی شيئا مما حرمه الله۔ [۳]

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ منصب عطا فرمایا ہے کہ آپ شریعت میں جو چاہیں حکم مقرر کر دیں، جس طرح حرم مکہ کے نباتات کو حرام فرمانے کی حدیث میں مذکور ہے کہ آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ اذخر (ایک قسم کی گھاس) کو اس حکم سے نکال دیجئے۔ آپ نے فرمایا: چلو اذخر کے ماسوا اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف سے احکام جاری اور نافذ کرنے کا اختیار اور منصب نہ دیا ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کی ہرگز جرأت نہ فرماتے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس میں کسی کو مستثنیٰ کر دیں۔

ایک اور بحث میں علامہ شعرانی فرماتے ہیں:

ان للشارع صلی اللہ علیہ وسلم ان يبيح ما شاء لقوم ويحرمه على قوم آخرين۔ [۴]

شارع صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ جائز ہے کہ کچھ لوگوں کے لیے کسی چیز کو جائز کر دیں اور دوسروں پر وہ چیزیں حرام فرما دیں۔

علامہ نووی شافعی فرماتے ہیں:

---

[۱] - امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

[۲] - امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۳۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[۳] - علامہ عبد الوہاب شعرانی شافعی متوفی ۹۷۳ھ، میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۹ھ

[۴] ج ۱ ص ۷۵

للشارع (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ان یخص من العموم ما شاء۔ [۱]

شارع علیہ السلام کے لیے جائز ہے کہ عمومی احکام سے جس چیز کو چاہیں خاص فرمالیں۔

علامہ وشتانی مالکی اور علامہ سنوسی مالکی نے بھی علامہ نووی کے اس قول کو نقل کر کے اس پر اعتماد فرمایا ہے۔ [۲]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی فرماتے ہیں:

ان المرجع فی الاحکام انما هو الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانہ قد یخص بعض امتہ بحکم ویمنع غیرہ منہ ولو کان بغیر عذر۔ [۳]

احکام کا رجوع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کی طرف ہوتا ہے۔ بعض اوقات آپ امت کے بعض افراد کو کسی حکم کے ساتھ خاص کر لیتے اور دوسروں کو اس حکم سے منع فرما دیتے خواہ عذر نہ ہو۔

ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں:

عد ائمتنا من خصائصہ علیہ الصلوٰۃ والسلام انہ یخص من شاء بما شاء۔ [۴]

ہمارے ائمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے اس چیز کو شمار کیا ہے کہ آپ جس شخص کو چاہیں جس حکم کے ساتھ چاہیں، خاص فرمادیں۔

شیخ شوکانی نے ہر چند کہ اس مسئلہ میں اختلاف کو ذکر کیا ہے لیکن بغیر کسی رد اور نکیر کے لکھا ہے کہ:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مفوض فی شرع الاحکام۔ [۵]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف احکام کی مشروعیت سپرد کر دی گئی ہے۔

نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں:

ومذہب بعضے آنست کہ احکام مفوض بود بوے صلی اللہ علیہ وسلم ہر چہ خواہد بر ہر کہ خواہد حلال وحرام گرداند، وبعضے گویند باجتہاد گفتے اول اصح واظہر است۔ [۶]

بعض کا مذہب یہ ہے کہ احکام حضور کے سپرد ہیں جو چاہیں اور جس پر چاہیں حلال اور حرام فرمادیں، بعض کہتے ہیں کہ آپ اجتہاد سے کہتے تھے اور پہلا مذہب زیادہ صحیح اور زیادہ ظاہر ہے۔

ان تمام علماء کی عبارات سے معلوم ہو گیا کہ اہل اسلام کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب صرف پیغام رسانی اور صرف احکام شریعت کو بیان کرنا نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ احکام شرعیہ کو مقرر کرنا تحلیل اور تحریم اور عمومات شرعیہ میں احکام اور افراد کی تخصیص کرنا بھی منصب نبوت میں داخل ہے۔

---

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۰۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، طبع ثانی ۱۳۷۵ھ۔

[۲] علامہ ابوعبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۵۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

[۳] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ طبع مختارہ ۱۴۰۱ھ۔

[۴] ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۲ ص ۳۲۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۲ھ۔

[۵] شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۶ ص ۴، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ مصر طبع جدید ۱۳۹۸ھ۔

[۶] نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ مسک الختام ج ۱۲، ۵۱۲۔

بعض شارحین کی لغزش

شیخ عثمانی نے جمہور کے اس موقف سے اختلاف کرتے ہوئے ایک نہایت غلط بات لکھی ہے، لکھتے ہیں:

والاحسن عندی ان یقال انه علیه الصلوة والسلام علم انها لابد وان تفعل النیاحة علی آل فلان وانما بقی التخییر فی الترتیب ای ان یبایعها علی الاسلام قبل النیاحة او یعکس الامر فیجوز لها تقدیم النیاحة علی المبایعة لا بأنه فعلها بل لاحتمال اخف الضررین واختیار اهون البلیتین ولتفریغ قلبها عن دواعی الجاهلیة حتی تبایع علی الاسلام بکلیتها۔ [۱]

میرے نزدیک بہتر بات یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ معلوم تھا کہ فلاں خاندان پر نوحہ ضرور کیا جائے گا، اور صرف ترتیب میں اختیار باقی رکھا گیا یعنی کیا ام عطیہ کے نوحہ کرنے سے پہلے ان سے اسلام پر بیعت لی جائے یا بالعکس معاملہ کیا جائے۔ آپ نے ام عطیہ کی بیعت اسلام پر ان کے نوحہ کرنے کو مقدم رکھا، اس وجہ سے نہیں کہ نوحہ کرنے کا فعل جائز تھا بلکہ اس لیے کہ ایمان لانے سے پہلے نوحہ کرنے کا ضرر ایمان لانے کے بعد نوحہ کرنے کے ضرر سے خفیف اور کم ہے، اس لیے آپ نے کم درجہ کی مصیبت کو اختیار کیا تاکہ ان کا دل جاہلیت کے کاموں سے بالکل خالی ہو جائے اس کے بعد وہ اسلام کی بیعت کریں!

شیخ عثمانی کی بیان کردہ توجیہ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حضرت ام عطیہ کا فلاں خاندان پر نوحہ کرنے تک اسلام قبول نہ کرنا، اور کفر پر قائم رہنا، اسلام قبول کرنے کے بعد نوحہ کرنے سے زیادہ بڑا اور زیادہ مضر تھا۔ (العیاذ باللہ) اور اس توجیہ کے مطابق آپ نے حضرت ام عطیہ کے لیے اتنے عرصہ تک کفر نہ صرف پسند کر لیا بلکہ اس کو اسلام پر ترجیح دی اور انہیں اتنے عرصہ تک کفر پر قائم رہنے کی اجازت دی اور یہ وہ توجیہ ہے جس کو شیخ عثمانی نے بہترین توجیہ کہا ہے!! (العیاذ باللہ)

شیخ عثمانی کی بیان کردہ یہ توجیہ اصول اسلام کے خلاف ہے کیونکہ کفر سے بڑی کوئی مصیبت ہے نہ کوئی ضرر اور کفر کے مقابلہ میں نوحہ کرنا یقیناً بہت خفیف اور ہلکا ہے اور جب آپ نے ام عطیہ کو اس کی اجازت دے دی تو نوحہ کرنا سرے سے مصیبت ہی نہ رہا، دوسری وجہ یہ ہے کہ کفر پر راضی ہونا اور کفر کو پسند کرنا بھی کفر ہے خواہ ایک لحظہ کے لیے ہو۔

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

لو امر رجلا ان یکفر باللہ تعالی او عزم ان یامره یکفر وکذا لو افتی لامرأة بالکفر لتبین من زوجها [۲]

اگر کسی شخص نے کسی کو کفر باللہ کا حکم دیا، یا ارادہ کیا کہ اس کو کفر کا حکم دے تو وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے کسی عورت کو کفر کی تلقین کی تاکہ وہ اپنے شوہر سے علیحدہ ہو جائے تو وہ بھی کافر ہو جائے گا۔

[۱] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۲ ص ۴۸۳، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

[۲] علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ، شرح عقائد نسفی ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

علامہ پرہاروی اس عبارت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

ثم الدلیل علی کفر الآمر والعازم والملقن هو ان الرضا بالکفر کفر.[1]

کفر کا حکم دینے والے یا اس حکم کا ارادہ کرنے والے یا کفر کی تلقین کرنے والے کے کفر پر دلیل یہ ہے کہ کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے۔

ملا علی قاری رحمہ الباری لکھتے ہیں:

وفی الخلاصة کافر قال لمسلم اعرض علی الاسلام فقال اذهب الی فلان العالم کفر لانه رضی ببقائه فی الکفر الی حین ملاقاة العالم ولقائه.[2]

خلاصہ میں ہے کہ کسی کافر نے مسلمان سے کہا مجھ پر اسلام پیش کرو۔ اس مسلمان نے کہا کہ فلاں عالم کے پاس جاؤ تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ وہ اس عالم سے ملاقات تک اس کے کفر پر قائم اور باقی رہنے سے راضی ہو گیا۔

ملا علی قاری اسی بحث میں لکھتے ہیں:

وذکر شیخ الاسلام ان الرضا بکفر غیره انما یکون کفرا اذا کان یستجیزه ویستحسنه.[3]

شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ دوسرے شخص کے کفر پر راضی ہونا اس وقت کفر ہوگا جب وہ اس کفر کی اجازت دے اور اس کو اچھا سمجھے!

شیخ عثمانی کی مرحوم "زیادہ حسین تر جیبہ" اصول اسلام کی روشنی میں درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کفر کی نسبت ہے! العیاذ باللہ!!

ہم ایسے تعصب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں جس کی بنا پر کوئی شخص کسی ایسی قبیح تاویل کا شکار ہو جس کا مآل اور وبال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کفر کی نسبت ہو۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ! اللہ تعالیٰ ہمیں حدیث کی شرح میں جملہ اقسام کی لغزشوں اور غلطیوں سے محفوظ اور مامون رکھے اور وہ بات لکھنے کی توفیق دے جو حق اور صواب ہو۔ ہم اللہ تعالیٰ سے ایمان پر خاتمہ اور حسن عاقبت کا سوال کرتے ہیں۔ آمین یا رب العٰلمین بجاہ سید المرسلین۔

تبرکات کی اہمیت

حدیث نمبر ۲۰۹۳ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کے کفن کے لیے اپنا تہبند عنایت کیا اور فرمایا اس کو اس کے جسم کے ساتھ لگانا یعنی سب سے پہلے اس کو پہنانا تاکہ یہ ان کے جسم کے ساتھ چسپاں رہے اور اس کی برکات سے انہیں فائدہ پہنچے۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کی اہمیت ان کی افادیت اور فیضان کا ثبوت ہے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جبہ مبارک تھا وہ کہتی ہیں کہ ہم بیماروں کے لیے اس کو دھو کر اس کے دھوون سے شفا حاصل کرتے تھے۔[4]

---

[1] علامہ عبد العزیز پرہاروی متوفی ۱۲۳۹ھ، نبراس ص ۵۷۰ - ۵۷۹، مطبوعہ شاہ عبد الحق اکیڈمی بندیال، ۱۳۹۷ھ۔
[2] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح فقہ اکبر ص ۱۷۷، مطبوعہ مطبعہ مصطفی البابی مصر، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔
[3] " " " ص ۱۸۰
[4] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۹۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک چاندی کی ڈبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک تھے۔ جب کسی کی آنکھ میں یا کہیں اور کوئی تکلیف ہوتی تو وہ پانی لے کر حضرت ام سلمہ کے پاس آتا [1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے بال منڈانے کے بعد حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو وہ مبارک بال دے کر فرمایا انھیں لوگوں میں تقسیم کردو [2] حضرت امیر معاویہ نے وصال کے وقت فرمایا ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے گئے، میں ایک مشکیزہ لے کر آپ کی خدمت میں گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جسم مبارک کے ساتھ لگے ہوئے دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا مجھے عنایت فرما دیا۔ اس مبارک چادر کو میں نے آج کے دن کے لیے محفوظ رکھا ہوا تھا۔ ایک بار میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال اور ناخن تراشے اور ان مبارک بالوں اور ناخنوں کو بھی میں نے اس دن کے لیے سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو اس قمیص کو میرے جسم کے ساتھ لگا کر کفن میں شامل کرنا اور ان بالوں اور ناخنوں کو میرے منہ، آنکھوں اور اعضاء سجود پر رکھ دینا [3] حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی جنگ یرموک میں ٹوپی گم ہو گئی، انھوں نے ساتھیوں سے کہا اس ٹوپی کو تلاش کرو، بڑی دیر تک ٹوپی کو تلاش کیا گیا بالآخر وہ ٹوپی مل گئی۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے اس ٹوپی کی تلاش میں جو اس قدر مشقت اٹھائی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کے موقع پر سر اقدس کے بال مبارک منڈوائے تھے۔ صحابہ ان بالوں کو حاصل کرنے کے لیے ٹوٹ پڑے میں نے بھی جھپٹ کر پیشانی مبارک کے کچھ بال حاصل کر لیے اور ان کو اس ٹوپی میں رکھ لیا، جب بھی کسی جہاد میں شریک ہوتا ہوں اس ٹوپی کو پہنتا ہوں اور اللہ تعالیٰ ان مبارک بالوں کی وجہ سے مجھے فتح اور نصرت سے نوازتا ہے [4]

جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات سے فائدہ حاصل ہوتا ہے اسی طرح حسب مراتب باقی انبیاء علیہم السلام اور عام صالحین کے تبرکات سے بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا: اذهبوا بقميصي هذا فالقوه على وجه ابي يات بصيرا۔ (یوسف: ۹۳)

"میری اس قمیص کو لے جا کر میرے والد کے چہرے پر ڈال دو، ان کی نابینا آنکھیں روشن ہو جائیں گی" قرآن مجید میں ہے:

وقال لهم نبيهم ان اية ملكه ان ياتيكم التابوت فيه سكينة من ربكم وبقية مما ترك ال موسى وال هرون تحمله الملئكة ان في ذلك لاية لكم ان كنتم مؤمنين۔ (بقرہ: ۲۴۸)

"اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا: اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک ایسا تابوت آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کے چین اور سکون (کے اسباب ہیں) اور اس میں آل موسیٰ اور آل ہارون کی چھوڑی ہوئی کچھ چیزیں (تبرکات) ہیں جن کو فرشتے اٹھا کر لائیں گے، لاریب اس میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے بشرطیکہ تم مومن ہو!"

---

[1] امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، طبع ثانی، ۱۳۷۵ھ۔

[3] علامہ ابو عمرو یوسف بن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ، استیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۳ ص ۳۹۹، دار الفکر، بیروت ۱۳۹۸ھ۔

[4] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، اصابہ ج ۱ ص ۴۱۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ۔

حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ تابوت شمشاد کی لکڑی کا ایک زر اندود صندوق تھا جس کا طول تین ہاتھ کا اور عرض دو ہاتھ کا تھا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔ اس میں تمام انبیاء علیہم السلام کی تصویریں تھیں، ان کے مساکن و مکانات کی تصویریں تھیں اور آخر میں حضور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حضور کی دولت سرائے اقدس کی تصویر ایک یاقوت سرخ میں تھی کہ حضور بحالت نماز قیام میں ہیں اور گرد آپ کے آپ کے اصحاب، حضرت آدم علیہ السلام نے ان تمام تصویروں کو دیکھا، یہ صندوق وراثتہً منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا آپ اس میں توریت بھی رکھتے تھے اور اپنا مخصوص سامان بھی، چنانچہ اس تابوت میں الواح توریت کے ٹکڑے بھی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصا اور آپ کے کپڑے ....

..... اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عمامہ اور ان کا عصا اور تھوڑا سا من جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام جنگ کے موقعوں پر اس صندوق کو آگے رکھتے تھے اس سے بنی اسرائیل کے دلوں کو تسکین رہتی تھی۔ آپ کے بعد یہ تابوت بنی اسرائیل میں متوارث ہوتا چلا آیا جب انھیں کوئی مشکل درپیش ہوتی تو وہ اس تابوت کو سامنے رکھ کر (اللہ سے) دعائیں کرتے اور کامیاب ہوتے، دشمنوں کے مقابلہ میں اس کی برکت سے فتح پاتے، جب بنی اسرائیل کی حالت خراب ہو گئی، اور ان کی بدعملی بہت بڑھ گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر عمالقہ کو مسلط کیا تو وہ ان سے تابوت چھین کر لے گئے اور اس کو نجس اور گندے مقامات میں رکھا اور اس کی بے حرمتی کی اور ان گستاخیوں کی وجہ سے وہ طرح طرح کے امراض و مصائب میں مبتلا ہوئے، ان کی پانچ بستیاں ہلاک ہوئیں اور انھیں یقین ہوا کہ تابوت کی اہانت ان کی بربادی کا باعث ہے تو انھوں نے "تابوت" کو ایک گاڑی پر رکھ کر بیلوں کو چھوڑ دیا اور فرشتے اس کو بنی اسرائیل کے سامنے طالوت کے پاس لائے اور اس "تابوت" کا آنا بنی اسرائیل کے لیے طالوت کی بادشاہی کی نشانی قرار دیا گیا تھا یہ دیکھ کر اس کی بادشاہی کے مقر ہو گئے اور بے درنگ جہاد کے لیے آمادہ ہو گئے کیونکہ تابوت پاکر انھیں اپنی فتح کا یقین ہو گیا، طالوت نے بنی اسرائیل میں سے ستر ہزار جوان منتخب کیے جن میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی تھے (جلالین، جمل، خازن، مدارک وغیرہ)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کا اعزاز و احترام لازم ہے۔ ان کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی، اور حاجتیں روا ہوتی ہیں اور تبرکات کی بے حرمتی گمراہوں کا طریقہ اور بربادی کا سبب ہے۔[1]

شیخ محمود حسن اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

بنی اسرائیل میں ایک صندوق چلا آتا تھا، اس میں تبرکات تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام وغیرہ انبیاء بنی اسرائیل اس صندوق کو لڑائی میں آگے رکھتے اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے فتح دیتا، جب جالوت غالب آیا ان پر تو یہ صندوق بھی وہ لے گیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ کو صندوق کا پہنچانا منظور ہوا تو یہ کیا کہ وہ کافر جہاں صندوق کو رکھتے وہیں وبا اور بلا آتی پانچ شہر ویران ہو گئے ناچار ہو کر دو بیلوں پر اس کو لاد کر ہانک دیا فرشتے بیلوں کو ہانک کر طالوت کے دروازے پر پہنچا گئے[2]

شیخ اشرف علی تھانوی نے بھی من وعن یہی لکھا ہے[3]

---

[1] صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ، خزائن العرفان ص ۴۰، مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی

[2] شیخ محمود حسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ، حاشیۃ القرآن ص ۶۸، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور۔

[3] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، بیان القرآن ص ۸۳، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

علامہ نووی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

والحکمۃ فی اشعارھا بہ تبریکھا ففیہ التبرک بآثار الصالحین ولباسھم وفیہ جواز تکفین المرأۃ فی ثوب الرجل[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کے کفن کیلئے اپنی چادر انہیں برکت پہنچانے کے لیے دی تھی، لہٰذا اس حدیث میں صالحین کے آثار اور لباس سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے اور اس میں مرد کے کپڑوں میں عورت کو کفن دینے کا بھی ثبوت ہے۔

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

والحکمۃ فیہ التبرک بآثارہ الشریفۃ وانما اخرہ الی فراغھن من الغسل ولم یناولھن ایاہ اولا لیکون قریب العھد من جسدہ الی جسدھا فاصل وھو اصل فی التبرک بآثار الصالحین[2]

اپنی چادر عطا فرمانے میں حکمت یہ تھی کہ آپ کے آثار شریفہ سے تبرک حاصل کیا جائے اور غسل سے فراغت کے حصول تک چادر دینے میں تاخیر اور ابتداء میں چادر نہ دینے کی حکمت یہ تھی کہ آپ کے جسم کے ساتھ مس اور آپ کی صاحبزادی کے جسم کے ساتھ اس چادر کے مس ہونے میں کوئی وقفہ نہ ہو۔ اور یہ حدیث صالحین کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کی اصل اور دلیل ہے۔

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں:

وامرہ صلی اللہ علیہ وسلم بذلک لتنالھا برکتہ[3]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چادر پہنانے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ وہ آپ کی برکت حاصل کریں۔

شیخ عثمانی لکھتے ہیں:

والحکمۃ فیہ التبرک بآثارہ الشریفۃ الی قولہ وھو اصل فی التبرک بآثار الصالحین[4]

اس میں حکمت یہ تھی کہ آپ کے آثار شریفہ سے تبرک حاصل ہو اور یہ حدیث آثار صالحین کے ساتھ تبرک کے حصول پر دلیل ہے۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں:

ففیہ التبرک بآثار الصالحین[5]

اس حدیث میں آثار صالحین کے ساتھ تبرک حاصل

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۰۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

[3] علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۷۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[4] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۲ ص ۴۸۲، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

[5] نواب صدیق حسن بھوپالی ظاہری متوفی ۱۳۰۷ھ، السراج الوہاج ج ۱ ص ۲۹۴، مطبع صدیقی بھوپال ۱۳۰۲ھ۔

کرنے کا ثبوت ہے۔

قرآن مجید، احادیث شریفہ اور فقہاء اسلام کے مذکور الصدر اقوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بزرگان دین کے تبرکات سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے اور یہ مسئلہ مسلمانوں کے متفق علیہ مسائل میں سے ہے۔

تکفین میں مذاہب

حدیث نمبر ۲۰۰۴ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملک سحول کی بنی ہوئی تین سفید چادروں میں کفن دیا گیا

میت کو کفن دینا فرض کفایہ ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ میت کی تکفین اس کے ترکہ سے کی جاتی ہے اور تکفین میت کے قرض کی ادائیگی پر مقدم ہے، اگر بالفرض میت کا ترکہ نہ ہو تو میت کی تجہیز و تکفین مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔

علامہ شیرازی شافعی لکھتے ہیں: میت کو تین کپڑوں میں کفن دینا مستحب ہے ایک چادر اور دو لفافے (بڑی چادریں) کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملک سحول کے بنے ہوئے تین کپڑوں میں کفن دیا گیا [۱]۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ہمارے امام کے نزدیک افضل یہ ہے کہ مرد کو تین سفید چادروں میں کفن دیا جائے، اس میں قمیص ہو نہ عمامہ، تین کپڑوں سے زیادہ ہو نہ کم [۲]۔

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں: امام مالک کے نزدیک کفن تین کپڑوں سے کم نہیں ہونا چاہیے اور ہمارے بعض مشائخ کہتے ہیں کہ ان تین کپڑوں کے علاوہ قمیص اور عمامہ بھی ہونا چاہیے [۳]۔

نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں: تین کپڑوں سے زیادہ کفن دینا، مال کو ضائع کرنا ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، اگر کسی شخص نے تین سے زیادہ کپڑوں میں کفن دیے جانے کی وصیت کی تو اس کو پورا کرنا جائز نہیں ہے [۴]۔

میت کو غسل دینے کے بعد تخت پر طول کی جانب میں لفافہ (وسیع و عریض چادر) بچھا دیا جاتا ہے پھر لفافہ پر جانب طول میں ایک چادر بچھا دی جائے، اگر میت کی قمیص بنائی ہے تو اس کو پہنا دی جائے اور اگر نہیں بنائی تو کوئی حرج نہیں اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ کفن میں قمیص سنت ہے، امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کفن میں قمیص شامل نہیں ہے، کفن صرف تین چادریں ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سفید سحولیہ کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں نہ قمیص تھی نہ عمامہ۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں قمیص بھی تھی، اور وفات کے بعد وہی لباس معتبر ہوگا جو حیات میں ہو الا یہ کہ حیات میں آپ شلوار بھی پہنتے تھے تاکہ چلتے وقت شرم گاہ کے کھل جانے کا خطرہ نہ ہو اور وفات کے بعد یہ وجہ نہیں رہی، اس لیے چادر

---

[۱] شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع المجموع ج ۵ ص ۱۹۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[۲] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۲ ص ۱۷۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[۳] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۷۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[۴] نواب صدیق حسن بھوپالی ظاہری متوفی ۱۳۰۷ھ، السراج الوہاج ج ۲، ص ۲۹۵، مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال ۱۳۰۲ھ

شلوار کے قائم مقام ہے لیکن حیات میں چادر قمیض کے نیچے ہوتی ہے تاکہ چلنے میں آسانی رہے اور وفات کے بعد چادر کندھوں سے لے کر قدم تک قمیض کے اوپر ہوتی ہے کیونکہ اب چلنے کی ضرورت نہیں۔ امام محمد نے کفن میں عمامہ کا ذکر نہیں کیا اور بعض مشائخ نے کفن میں عمامہ کو مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ اس طرح کفن کے کپڑے جفت ہو جائیں گے اور کفن میں سنت طاق کا عدد ہے۔ بعض مشائخ نے کفن میں عمامہ کو مستحسن قرار دیا ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ میت کو عمامہ پہناتے تھے اور عمامہ کا شملہ اس کے سامنے رکھتے تھے برخلاف حالت حیات کے کیونکہ زندگی میں شملہ زینت کی بناء پر گردن کے پیچھے ڈال دیا جاتا ہے اور موت کے بعد زینت منقطع ہو جاتی ہے۔[1] امام محمد فرماتے ہیں: (کفن پہنانے کے بعد) پھر اس کی ڈاڑھی اور سر میں حنوط (صندل اور کافور کی مخلوط خوشبو) رکھ دی جائے اور اس کے اعضاء سجود پر کافور رکھ دیا جائے اور اگر کافور نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔[2]

کفن کے سلسلے میں ہم نے جو فقہاء کے اقوال نقل کیے ہیں ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے نزدیک کفن میں قمیض کو نہیں شامل کرنا چاہیے اور یہ خلاف سنت ہے اور امام مالک رحمہ اللہ قمیض کو سنت قرار دیتے ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا یہ جواب دیتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قمیض پہنی ہوئی تھی اس کو اتارا نہیں گیا اور حضرت عائشہ نے جن کپڑوں کا ذکر کیا ہے وہ اس قمیض کے علاوہ ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کفن میں تین کپڑے سنت ہیں، قمیض، چادر اور لفافہ۔ سطور ذیل میں ہم قمیض کو کفن میں شامل کرنے پر دلائل پیش کر رہے ہیں۔

احناف کے دلائل

کفن میں قمیض کو شامل کرنے پر ایک قوی دلیل یہ ہے کہ عبد اللہ بن ابی کے کفن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیض عطا فرمائی تھی اگر میت کی تکفین میں قمیض پہنانا جائز نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ بن ابی کو اپنی قمیض عطا نہ فرماتے۔[3] اس کے علاوہ حسب ذیل احادیث ہیں:

عن ابن عباس قال کفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثلثۃ اثواب نجرانیۃ الحلۃ ثوبان و قمیصہ الذی مات فیہ۔[4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا دو چادریں (حلہ) اور وہ قمیض جس میں آپ کا وصال ہوا۔

عن ابراھیم قال کفن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حلۃ یمانیۃ و قمیص۔[5]

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دو یمنی چادروں (حلہ) اور قمیص میں کفن دیا گیا۔

عن سالم ان ابن عمر کان یکفن اھلہ فی خمسۃ اثواب منھا عمامۃ و قمیص و

سالم کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر اپنے اہل کو پانچ کپڑوں میں کفن دیتے تھے ان میں عمامہ، قمیض اور تین لفافے

---

1. امام شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج۲ ص ۶۰، مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۰ھ۔
2. امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، المبسوط ج ۱ ص ۴۲۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔
3. امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔
4. امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۹۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ۔
5. امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۴۲۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ۔

وثلاث لفائف[1]

عن سلیمان بن موسٰی قال یکفن المیت فی وتر قمیص ولفافتین یلبس القمیص وتبسط اللفافة علی الأخری ثم یدرج فیہا ولا یزال علیہ القمیص[2]

عن عبد اللہ بن عمرو بن عاص قال المیت یقمص ویؤزر ویلف فی الثالث فان لم یکن الا ثوب واحد لف فیہ[3]

ہوتے تھے۔

سلیمان بن موسٰی بیان کرتے ہیں کہ میت کو طاق کپڑوں میں کفن دیا جائے، ایک قمیص اور دو لفافوں میں، قمیص پہنائی جائے اور ایک لفافہ دوسرے لفافہ پر پھیلا دیا جائے، اور لفافہ میں لپیٹ دیا جائے اور قمیص کو ہٹایا نہ جائے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میت کو قمیص پہنائی جائے، چادر پہنائی جائے اور تیسرے کپڑے میں لپیٹ دیا جائے اگر تین کپڑے میسر نہ ہوں تو ایک کپڑے میں لپیٹ دیا جائے۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے[4]

عن ابراھیم قال یکفن الرجل فی ثلاثة اثواب القمیص والازار واللفافة[5]

عن ابن سیرین انہ کان یحب ان یکفن المیت فی قمیص لہ وازار وکان مثل الحی[6]

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ مرد کو تین کپڑوں میں دفن کیا جائے، قمیص، چادر اور لفافہ۔

ابن سیرین میت کو زندہ کی طرح قمیص اور چادر پہنانا مستحب قرار دیتے ہیں۔

عورت کا کفن

علامہ ابو الحسن مرغینانی فرماتے ہیں، عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دینا سنت ہے، قمیص، چادر، دوپٹہ، لفافہ اور سینہ بند اکیونکہ حضرت ام عطیہ سے روایت ہے کہ جو عورتیں آپ کی صاحبزادی کو غسل دے رہی تھیں، آپ نے ان کو پانچ کپڑے دیئے تھے[7]

علامہ ابو الحسن مرغینانی نے جس روایت کا ذکر کیا ہے، اس کے بارے میں حافظ زیلعی فرماتے ہیں کہ یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ غریب ہے[8]

البتہ پانچ کپڑوں کے ثبوت میں یہ روایت ہے:

---

[1] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۴۲۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعة الاولیٰ ۱۳۹۰ھ۔
[2] 〃 〃 المصنف ج ۳ ص ۴۲۶
[3] 〃 〃 〃
[4] امام ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۳ ص ۲۵۹، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعة الاولیٰ ۱۴۰۶ھ۔
[5] 〃 〃 المصنف ج ۳ ص ۲۶۱
[6] 〃 〃 〃
[7] امام ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۷۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
[8] حافظ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ھ نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۶۳، مطبوعہ مجلس علمی ڈابھیل، الطبعة الاولیٰ ۱۳۵۷ھ۔

عن لیلیٰ بنت قائف الثقفیۃ قالت: کنت فیمن غسل ام کلثوم ابنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند وفاتہا فکان اول ما اعطانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحقاء ثم الدرع ثم الخمار ثم الملحفۃ ثم ادرجت بعد فی ثوب الاخر۔[1]

لیلیٰ بنت قائف بیان کرتی ہیں کہ میں بھی ان عورتوں میں تھی جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو غسل دیا۔ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چادر (تہبند) دیا پھر قمیص، پھر دوپٹہ، پھر سینہ بند، پھر ایک کپڑا جس میں انہیں لپیٹ دیا گیا (یعنی لفافہ)۔

اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

حدیث نمبر ۲۰۹۹ میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نجاشی کی وفات کی اس دن خبر دی جس دن اس کی وفات ہوئی تھی پھر آپ لوگوں کے ساتھ عیدگاہ گئے اور چار تکبیریں کہیں۔

اس حدیث کی شرح میں ہم پہلے نماز جنازہ کے طریقہ میں ائمہ اربعہ کا مسلک بیان کریں گے پھر غائبانہ نماز جنازہ میں اختلاف ائمہ بیان کریں گے۔ اس کے بعد نماز جنازہ متعدد بار پڑھے جانے میں ائمہ کے نظریات بیان کریں گے اور پھر متعدد جنازوں کی صورت میں نماز پڑھنے کا طریقہ بیان کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق۔

نماز جنازہ پڑھنے کے طریقہ میں مذاہب

علامہ شیرازی شافعی لکھتے ہیں کہ نماز جنازہ میں تکبیر اول کے بعد سورۂ فاتحہ کو پڑھنا فرض ہے کیونکہ جب نماز جنازہ میں دیگر فرائض نماز کی طرح قیام فرض ہے تو سورہ فاتحہ کا پڑھنا بھی فرض قرار پائے گا اور ضم سورت کے بارے میں دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کے بعد چھوٹی سورت پڑھی جائے اور دوسرا قول یہ ہے کہ سورت نہ ملائی جائے کیونکہ نماز جنازہ کی بنا اختصار پر ہے۔ (الی قولہ) دوسری تکبیر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے اور یہ بھی فرض ہے (الی قولہ) تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا کرے کیونکہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ کی نماز پڑھی۔ میں نے سنا آپ یہ دعا مانگ رہے تھے: اللّٰھم اغفر لحینا و میتنا وشاھدنا و غائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا اور بعض روایات میں یہ اضافہ ہے: اللّٰھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان، اور میت کے لیے دعا کرنا بھی نماز جنازہ کے فرائض میں سے ہے۔ چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دے اور سلام پھیرنے کا حکم بھی باقی نمازوں کی طرح واجب ہے۔[3] (شافعیوں کے نزدیک فرض اور واجب میں فرق نہیں ہے اور وہ ایک کا دوسرے پر اطلاق کر دیتے ہیں۔ سعیدی)

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: نماز جنازہ میں یہ امور واجب ہیں: نیت، تکبیرات، قیام، سورۃ فاتحہ کا پڑھنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود، میت کے لیے دعا، اور ایک طرف سلام پھیرنا اور وقت کے سوا اس میں فرض نماز کی تمام

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۹۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، طبع ثانی ۱۴۰۵ھ۔

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۳۸۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ۔

[3] شیخ ابواسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب ج ۵ ص ۲۳۹ - ۲۳۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

شہر الشافعی ہیں۔[1]

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں: امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک نماز جنازہ میں قرآن مجید کی قرأت نہیں ہے کیونکہ نماز جنازہ صرف دعا ہے اور امام مالک نے فرمایا ہمارے شہر میں نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا معمول نہیں ہے اور فرمایا کہ نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد صرف اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے، اور دوسری تکبیر کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے شفاعت کرے، اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دے۔[2]

امام محمد لکھتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے پوچھا کہ میت پر نماز جنازہ کس طرح پڑھی جائے؟ امام ابو حنیفہ نے فرمایا: جب جنازہ رکھ دیا جائے تو امام آگے بڑھ جائے اور لوگ پیچھے صفیں باندھ لیں۔ امام رفع یدین کر کے تکبیر کہے اور لوگ بھی اس کے ساتھ رفع یدین کر کے تکبیر کہیں، پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کریں۔ پھر امام دوسری تکبیر کہے اور لوگ بھی بغیر رفع یدین کے اس کے ساتھ تکبیر کہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں، پھر امام تیسری تکبیر کہے اور لوگ بھی بغیر رفع یدین کے اس کے ساتھ تیسری تکبیر کہیں اور میت کے لیے استغفار اور اس کی شفاعت کریں۔ پھر امام چوتھی تکبیر کہے اور لوگ بھی اس کے ساتھ بغیر رفع یدین کے تکبیر کہیں اور امام دائیں اور بائیں جانب سلام پھیر دے اور لوگ بھی سلام پھیر دیں۔" ابن ابی لیلیٰ جنازہ کی پانچ تکبیریں کہتے تھے۔ (امام محمد نے کہا) میں نے پوچھا: "کیا حمد و ثناء، درود شریف اور میت کی دعا با آواز بلند پڑھی جائے؟ امام ابو حنیفہ نے فرمایا نہیں ان میں سے کسی چیز کو با آواز بلند نہ پڑھیں بلکہ آہستہ پڑھیں! میں نے پوچھا کیا امام اور اس کے پیچھے مقتدی قرآن مجید پڑھیں؟ امام ابو حنیفہ نے فرمایا: امام قرأت نہ کرے اور نہ اس کی اقتداء میں مقتدی قرأت کریں۔[3]

نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے دلائل کا تجزیہ

نماز جنازہ میں قرآن مجید کی قرأت پر علامہ شیرازی شافعی نے جو دلیل پیش کی ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ باقی فرض نمازوں میں قرأت فرض ہے اور نماز جنازہ بھی فرض نماز ہے اس لیے اس میں بھی قرأت فرض ہے[4] لیکن یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ نماز جنازہ دیگر فرض نمازوں سے اپنے ارکان کے اعتبار سے مختلف ہے۔ مثلاً باقی نمازوں میں رکوع اور سجود بھی فرض ہے جبکہ نماز جنازہ میں رکوع اور سجود فرض نہیں ہیں۔ علامہ نووی اس مسئلہ پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری میں ہے: "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھی اور کہا: میں نے یہ سورت اس لیے پڑھی ہے کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ سنت ہے۔" علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جب صحابی کسی مسئلہ میں کہیں کہ یہ سنت ہے تو مذہب صحیح یہ ہے کہ وہ حدیث مرفوع ہوتی ہے اور حضرت ابن عباس کی یہ حدیث اس مسئلہ میں دیگر دلائل سے بے پرواہ کر دیتی ہے۔[5] علامہ نووی کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ جس خبر واحد میں کسی مسئلہ کے مسنون ہونے کی تصریح ہو اس خبر واحد سے اس مسئلہ کی فرضیت پر استدلال کس طرح درست ہو سکتا

---

[1] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۱۹۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۵ھ

[2] قاضی ابو الولید ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۷۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، المبسوط ج ۱ ص ۴۲۴۔۴۲۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔

[4] علامہ ابو اسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع المجموع ج ۵ ص ۲۳۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[5] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۵ ص ۲۳۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

ہے! جبکہ یہ امر بھی قطعی نہیں ہے کہ اس سے مراد سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے یا سنت صحابہ، اور چونکہ دیگر دلائل سے نماز جنازہ میں قرآن مجید پڑھنے کی ممانعت ثابت ہے اس لیے یہ حدیث اس بات پر محمول ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کو تکبیر اولیٰ کے بعد بطور دعا اور ثناء پڑھا تھا کیونکہ سورہ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور اس سے دعا کا مفہوم ہے اور پہلی تکبیر کے بعد نماز جنازہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی جاتی ہے اسی لیے حضرت ابن عباس نے اسی اعتبار سے سورہ فاتحہ پڑھی۔ اس حدیث کے علاوہ نماز جنازہ میں قرآن مجید پڑھنے کے سلسلے میں جتنی روایات پیش کی جاتی ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔ علامہ نووی نے بھی شرح المہذب میں اس کا اعتراف کیا ہے اور صرف حضرت ابن عباس کی مذکور الصدر روایت کو لائق استدلال قرار دیا ہے۔

طبرانی نے حضرت ام عفیف سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو فاتحۃ الکتاب پڑھنے کا حکم دیا اس کی سند میں عبد المنعم ابو سعید نام کا ضعیف راوی ہے، ابن ماجہ نے حضرت ام شریک سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز جنازہ میں فاتحۃ الکتاب پڑھنے کا حکم دیا۔ حافظ ابن حجر نے تصریح کی ہے کہ اس کی اسناد میں ضعف ہے۔ طبرانی نے حضرت اسماء بنت یزید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز جنازہ پڑھو تو فاتحۃ الکتاب پڑھو اس میں معلی بن حمران نام کا ضعیف راوی ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں فاتحۃ الکتاب پڑھی۔ اس کی سند میں ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ ہے جو انتہائی ضعیف راوی ہے۔ امام شافعی نے کتاب الام میں حضرت جابر سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں چار تکبیرات پڑھیں اور پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ پڑھی۔ اسی سند سے اس حدیث کو حاکم نے بھی مستدرک میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں ابراہیم بن ابو یحییٰ ہے جو متروک ہے اور عبد اللہ بن محمد عقیل ہے جو انتہائی ضعیف راوی ہے۔ طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں چار مرتبہ پڑھا الحمد للہ رب العالمین۔ اس کی سند میں نا جس بن قاسم مجہول ہے۔ طبرانی نے اوسط میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز جنازہ پر بلند آواز سے سورہ فاتحہ پڑھی پھر دوسری تکبیر کے بعد دعا کی، (الحدیث) اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن یزید بن عبد الملک نوفلی نام کا ضعیف راوی ہے۔

نماز جنازہ میں قرآن مجید پڑھنے کی ممانعت

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے جو نماز جنازہ میں قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کثیر صحابہ نے نماز جنازہ میں قرآن مجید پڑھنے سے منع کیا ہے اس سبب سے نماز جنازہ میں قرآن مجید کی کسی آیت کو بطور تلاوت قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے البتہ نماز جنازہ میں قرآن مجید کی کسی آیت کو ثناء یا دعا کے طور پر پڑھا جا سکتا ہے، حسب ذیل احادیث اور آثار سے نماز جنازہ میں قرآن مجید کا پڑھنا ممنوع ہے۔

عن جابر قال ما اباح لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا ابو بکر ولا عمر فی الصلوۃ علی المیت بشیء[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ میں کسی چیز کے پڑھنے کو معین نہیں فرمایا۔

[1] حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۳ ص ۲۹۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عن ثلاثین من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھم لم یقوموا علی شیء فی امر الصلوٰۃ علی الجنازۃ[1]

عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس صحابہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے نماز جنازہ میں کسی معین چیز کے ساتھ قیام نہیں کیا۔

عن موسی الجھنی قال سألت الحکم و الشعبی وعطاء ومجاھد اقی الصلوٰۃ علی المیت شیء موقت فقالوا لا انما انت شفیع فاشفع باحسن ما تعلم[2]

موسیٰ جہنی کہتے ہیں میں نے حکم، شعبی، عطاء اور مجاہد سے پوچھا کیا نماز جنازہ میں کوئی چیز مقرر ہے؟ انھوں نے کہا نہیں! تم صرف شفاعت کرنے والے ہو پس اچھی دعا کے ساتھ شفاعت کرو۔

عن الشعبی قال فی التکبیرۃ الاولیٰ یبدء بحمد اللہ و الثناء علیہ والثانیۃ صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والثالثۃ دعاء للمیت والرابعۃ للتسلیم[3]

شعبی کہتے ہیں کہ پہلی تکبیر میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی جائے دوسری تکبیر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا جائے۔ تیسری تکبیر میں میت کے لیے دعا کی جائے اور چوتھی تکبیر میں سلام پھیر دیا جائے۔

عن علی انہ اذا صلی علی میت بدأ بحمد اللہ ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یقول اللھم اغفر لاحیائنا وامواتنا الحدیث[4]

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب نماز جنازہ پڑھتے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتے پھر دعا کرتے اللھم اغفر لاحیائنا وامواتنا"

عن نافع ان ابن عمر کان لا یقرء فی الصلوٰۃ علی المیت[5]

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نماز جنازہ میں قرآن مجید نہیں پڑھتے تھے۔

عن ایوب عن محمد انہ کان لا یقرا علی المیت[6]

ایوب کہتے ہیں کہ محمد بن سیرین نماز جنازہ میں قرآن مجید نہیں پڑھتے تھے

عن ابی المنھال قال سألت ابا العالیۃ عن القراءۃ فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب فقال ما کنت احسب ان فاتحۃ الکتاب تقرأ الا

ابو المنہال کہتے ہیں کہ میں نے ابو العالیہ سے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے متعلق پوچھا انھوں نے کہا میرے گمان میں سورہ فاتحہ صرف اس نماز میں پڑھی

---

[1] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۳ ص ۲۹۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ
[2] " المصنف ج ۳ ص ۲۹۵ "
[3] " " "
[4] " " "
[5] " المصنف ج ۳ ص ۲۹۸ "
[6] " " "

فی صلوٰۃ فیھا رکوع وسجود۔

جاتی ہے جس میں رکوع اور سجود ہو۔

عن علی قال قلت لفضالۃ بن عبید ھل یقرأ علی المیت شیئ قال لا۔[1]

علی کہتے ہیں کہ میں نے فضالہ بن عبید سے پوچھا کیا میت پر قرآن مجید پڑھا جائے گا؟ انھوں نے کہا نہیں!

عن سعید بن ابی بردۃ عن ابیہ قال قال لہ رجل اقرؤ علی الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب قال لا تقرأ۔[2]

سعید بن ابی بردہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبردہ سے ایک شخص نے پوچھا کیا میں نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھوں فرمایا مت پڑھو۔

عن حجاج قال سألت عطاء عن القراءۃ علی الجنازۃ قال ما سمعنا بھذا۔[3]

حجاج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے نماز جنازہ میں قرآن مجید پڑھنے کے بارے میں سوال کیا انھوں نے کہا ہم نے یہ نہیں سُنا۔

عن ابراھیم وعن الشعبی قالا لیس فی الجنازۃ قراءۃ۔[4]

ابراہیم اور شعبی بیان کرتے ہیں کہ نماز جنازہ میں قرأت نہیں ہے۔

عن عبد اللہ بن ابی سارۃ قال سألت سالما فقلت القرأۃ علی الجنازۃ فقال لا قرأۃ علی الجنازۃ۔[5]

عبد اللہ بن ابی سارہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سالم سے پوچھا کیا نماز جنازہ میں قرأت ہے۔ انھوں نے کہا نماز جنازہ میں قرأت نہیں ہے۔

علامہ سرخسی نماز جنازہ میں قرآن مجید پڑھنے کے عدم جواز پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولنا حدیث ابن مسعود رحمہ اللہ تعالیٰ لم یوقت لنا فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ دعاء ولا قرأۃ کبر ما کبر الامام واختر من الدعاء اطیبہ وھکذا روی عن عبد الرحمٰن بن عوف وابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما انھما قالا لیس فیھا قرأۃ شیئ من القرآن وتأویل حدیث جابر رضی اللہ

ہماری دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں کوئی دعا مقرر فرمائی ہے نہ قرأت۔ امام کی تکبیر پر تکبیر کہو اور اچھی دعا کو اختیار کرو۔ اسی طرح حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ نماز جنازہ میں قرآن مجید کی قرأت نہیں ہے۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ

---

[1] امام ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۳ ص ۲۹۹، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۶ھ۔

[2] ″ ″ ″ ″

[3] ″ ″ ″ ″

[4] ″ ″ ″ ″

[5] ″ ″ ″ ″

[6] ″ ″ ″ ″

انه كان قرأ على سبيل الثناء لا على وجه قراءة القرآن ولان هذه ليست بصلوة على الحقيقة انما هي دعاء واستغفار للميت الا ترى انه ليس فيها اركان الصلوة من الركوع والسجود والتشهد لما بينا فيما سبق ان الصلوة في اللغة الدعاء واشتراط الطهارة واستقبال القبلة لا يدل على انها صلوة حقيقة وان فيها قراءة كسجدة التلاوة ولا ترفع الايدي الا في التكبيرة الاولى والامام والقوم فيها سواء[1]

انھوں نے نمازِ جنازہ میں سورہ فاتحہ کو بطور ثناء پڑھا تھا نہ بطور قرأت قرآن۔ نیز نمازِ جنازہ حقیقتاً نماز نہیں ہے۔ یہ صرف میت کے لیے استغفار اور دعا ہے۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ نمازِ جنازہ میں نماز کے ارکان میں سے رکوع اور سجود نہیں ہیں، اور اس کو نماز اس لیے کہتے ہیں کہ لغت میں صلوٰۃ (نماز) دعا کو کہتے ہیں اور طہارت اور قبلہ کی طرف منہ کرنے کی شرط اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ یہ حقیقتاً نماز ہے اور اس میں قرأت ہے۔ جس طرح سجدۂ تلاوت میں یہ شرط اس کے حقیقتاً نماز ہونے کو مستلزم نہیں ہے اور تکبیر اولیٰ کے سوا اس میں رفع یدین نہیں کیا جائے گا اور امام اور مقتدیوں کا ان مسائل میں ایک حکم ہے۔

نمازِ جنازہ پڑھنے کے طریقہ میں احناف کا موقف

احناف کے نزدیک نمازِ جنازہ میں قیام اور چار تکبیریں فرض ہیں اور ان کی فرضیت اجماعِ امت سے ثابت ہے اور پہلی تکبیر کے بعد ثناء، دوسری تکبیر کے بعد درود شریف اور تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا کرنا مستحب ہے۔ ثناء، درود شریف، اور استغفار کے لیے منقول کلمات میں سے جو کلمات بھی پڑھ لیے جائیں، جائز ہے۔ تاہم برصغیر میں یہ رواج ہوگیا ہے کہ ثناء کے لیے وہ کلمات پڑھتے ہیں جن میں جل ثناؤک کے کلمات بھی ہیں اور درود شریف کے لیے وہ کلمات پڑھتے ہیں جن میں "تَرَحَّمْتَ" بھی ہے اور میت کے لیے دعا اور استغفار کے لیے یہ کلمات پڑھتے ہیں "اللهم اغفر لحينا و ميتنا الخ" ہر چند یہ کلمات احادیث شریفہ سے ثابت ہیں لیکن ان کلمات کا پڑھنا ضروری اور لازمی نہیں ہے۔ ثناء، درود شریف اور دعا میت کے لیے احادیث میں متعدد طریقوں سے کلمات اور صیغے منقول ہیں ان میں سے جو کلمات بھی پڑھ لیے جائیں جواز مستحب ادا ہو جائے گا۔ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض مسلمانوں کو یہ مخصوص کلمات یاد نہیں ہوتے تو وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے بغیر نمازِ جنازہ ادا نہیں ہوگی جبکہ صرف تکبیرات پڑھ لینے سے بھی نمازِ جنازہ ہو جاتی ہے اور جن کلمات کے ساتھ عام نمازوں میں ثناء پڑھی جاتی ہے (یعنی سبحانک اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا اله غيرك) اس ثناء کے پڑھنے سے اور عام نمازوں میں جو درود ابراہیمی پڑھا جاتا ہے (یعنی اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد الخ) اس درود کے پڑھ لینے سے اور جو دعا عام نمازوں میں پڑھی جاتی ہے (یعنی ربنا اغفر لي ولوالدي وللمومنين يوم يقوم الحساب) اس دعا کے پڑھ لینے سے نمازِ جنازہ اپنے فرائض اور مستحبات کے ساتھ ادا ہو جاتی ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں ہوتی اور جن لوگوں کو یہ مروجہ مخصوص کلمات یاد نہیں ہیں ان لوگوں کو کسی تردد کے بغیر انھیں عام پڑھے جانے والے کلمات کے ساتھ نماز

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲ ص ۶۴ مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۰ھ۔

جنازہ پڑھنی چاہیے، تاہم بعض لوگوں کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ مروجہ مخصوص کلمات خلاف سنت اور بدعت ہیں ہم سطور ذیل میں ان مروجہ کلمات کے ثبوت میں احادیث پیش کر رہے ہیں۔

ثناء

روی فی الجملۃ عن ابن عباس فی حدیث طویل من قولہ ذکرہ ابن ابی شیبۃ وابن مردویۃ فی کتاب الدعاء لہ ورواہ الحافظ ابوشجاع فی کتاب الفردوس عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ من احب الکلام الی اللہ عزوجل ان یقول العبد سبحانک اللھم وبحمدک و تبارک اسمک وتعالیٰ جدک وجل ثناءک ولا الٰہ غیرک۔[1]

یہ ثناء فی الجملہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور ابن ابی شیبہ، ابن مردویہ اور حافظ ابوشجاع نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ کلام یہ ہے کہ بندہ کہے: سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک وجل ثناءک ولا الٰہ غیرک۔

درود شریف

مروجہ نماز جنازہ کے طریقہ میں جو درود شریف پڑھا جاتا ہے اس میں رحم کے الفاظ بھی ہیں اس کے ثبوت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ منقول ہیں:

وارحم محمدا وآل محمد کما رحمت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید[2]

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: وارحم محمد وآل محمد کما صلیت وبارکت وترحمت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید[3]

مروجہ دعا کی دلیل

مروجہ نماز جنازہ میں جو دعا پڑھی جاتی ہے اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

عن ابی ابراھیم الاشھلی عن ابیہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی علی الجنازۃ قال اللھم اغفر لحینا ومیتنا وشاھدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل ذلک وزاد فیہ اللھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان[4]

ابو ابراہیم اشہلی کے والد اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں یہ دعا مانگتے تھے: اللھم اغفر لحینا ومیتنا وشاھدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا، اللھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے[5]

---

[1] فتح القدیر ج ۱ ص ۲۵۲ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔
[2] علامہ یوسف نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ　سعادۃ الدارین ص ۴۳۱۔
[3] 〃　〃　ص ۲۳۰۔
[4] امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۲۶　مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[5] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۰۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور۔

احادیث اور آثار کی روشنی میں احناف کے بتائے ہوئے طریقہ سے نماز جنازہ پڑھنے کا مسئلہ بحمدہ تعالیٰ واضح ہو گیا۔ اس مسئلہ پر مزید مطالعہ کے لیے مقالات سعیدی جلد اوّل کا مطالعہ فرمائیں اس میں ہم نے نماز جنازہ بر طریق اہل سنت کے عنوان سے ایک مبسوط مقالہ لکھا ہے اور اس مسئلہ میں غیر مقلدین علماء کے تمام اعتراضات کے جوابات لکھے ہیں۔

میت کے بعض اجزاء پر نماز جنازہ میں مذاہب

اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم فرمائے اور ان کو آفات، بلیات، حوادث اور مصائب سے محفوظ رکھے، آج کل ایسی صورتیں بکثرت پیش آتی ہیں کہ ہوائی جہاز، ریل، بس یا کار کے حادثہ سے مسلمان اس طرح جاں بحق ہو جاتے ہیں کہ ان کے جسم کے صرف بعض اجزاء باقی بچتے ہیں اور باقی اجزاء حادثہ میں ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں اس صورت میں ان بعض اجزاء پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ اس مسئلہ میں بھی تفصیل ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: کہ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ میت کے جس قدر اجزاء بھی مل جائیں خواہ قلیل ہوں یا کثیر ان پر نماز جنازہ پڑھی جائیگی۔ امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری کہتے ہیں کہ میت کے اجزاء بعض ہوں یا کثیر ان پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائیگی۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر نصف سے زیادہ میت کا جسم پایا گیا تو اس کو غسل بھی دیا جائے گا اور اس پر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور اگر نصف جسم (یا اس سے کم) پایا گیا تو اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر کم اجزاء ملیں تو ان پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی[لہ] (یعنی اگر نصف یا اس سے زائد اجزاء ملیں تو نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔)

علامہ سرخسی لکھتے ہیں: امام محمد فرماتے ہیں کہ جب انسانی اجزاء مثلاً ہاتھ یا پیر میں سے کوئی عضو پایا جائے تو اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ نماز میت کے لیے مشروع کی گئی ہے اور میت مکمل بدن کو کہتے ہیں اس کے کسی عضو کو نہیں کہتے اور اس وجہ سے بھی کہ جس شخص کا کوئی عضو کٹا ہے ہو سکتا ہے کہ وہ زندہ ہو اور زندہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی اور اس لیے بھی کہ اگر اعضاء پر نماز جنازہ ہو تو اگر میت کے متعدد اعضاء ملیں تو ایک میت پر متعدد نمازیں پڑھی جائیں گی حالانکہ ہمارے نزدیک نماز جنازہ کا تکرار جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر بدن کا اکثر حصہ ملا یا نصف حصہ ملا جس کے ساتھ سر بھی تھا تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ اکثر اجزاء کل کے حکم میں ہوتے ہیں اور اس صورت میں نماز جنازہ کی تکرار کا احتمال بھی نہیں ہے[لہ]

حادثہ میں فوت ہونے والے مسلمانوں کی نماز جنازہ

علامہ سرخسی فرماتے ہیں: امام محمد فرماتے ہیں جس شخص کو درندے نے ہلاک کر دیا یا جو آگ میں جل گیا یا جو شخص پہاڑ سے گر کر مر گیا یا دیوار کے نیچے دب کر مر گیا یا ڈوب کر مر گیا ان تمام کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ یہ چیزیں دنیاوی احکام کے حق میں معتبر نہیں ہیں اس لیے اس قسم کے حادثات میں ہلاک ہونے والے اور

لہ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب مع المجموع ج ۵ ص ۲۵۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

لہ۔ علامہ شمس الدین سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲ ص ۵۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۰ھ۔

طبعی موت مرنے والے نماز جنازہ پڑھے جانے کے حق میں برابر ہیں۔

دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب

بعض دفعہ ایسی صورت میں پیش آجاتی ہیں جن میں نماز جنازہ کے تعدد کے جواز اور عدم جواز کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً کسی شہر میں کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے وہاں کے لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھ لیتے ہیں بعد میں اس کی میت کو اس کے وطن لے جاتے ہیں وہاں لوگ دوبارہ اس کی نماز جنازہ پڑھنا چاہتے ہیں اس سلسلہ میں احناف کا مسلک یہ ہے کہ ولی کے پڑھنے کے بعد دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ مالکیہ کا مسلک بھی بظاہر اس کے موافق ہے شوافع اور حنابلہ البتہ نماز جنازہ کی تکرار کو مطلقاً جائز قرار دیتے ہیں۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: نماز جنازہ پڑھنے کے بعد اگر کچھ لوگ جنازے پر آئیں اور نماز پڑھنا چاہیں تو ان کی نماز بھی فرض کفایہ ہوگی۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل کے نزدیک دفن سے پہلے ایک شخص یا کئی اشخاص دوبارہ نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔

علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں: نماز پڑھی جانے کے بعد اگر کچھ لوگ جنازے پر آئیں تو وہ انفرادی طور پر نماز جنازہ پڑھیں نہ جماعت کے ساتھ۔ البتہ اگر پہلے ولی کی اجازت کے بغیر اجنبی لوگوں نے نماز جنازہ پڑھی ہو تو بعد میں ولی نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نماز جنازہ کی تکرار جائز ہے کیونکہ روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک نئی قبر کے پاس سے گزرے تو آپ نے اس کے بارے میں سوال کیا، بتایا گیا کہ یہ فلاں عورت کی قبر ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے مجھے نماز پڑھانے کی اطلاع کیوں نہیں دی؟ کہا گیا اسے رات کو دفن کیا گیا تھا۔ ہم نے حضرات الاقدس کے خوف سے آپ کو خبر نہیں دی۔ آپ نے کھڑے ہو کر اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی، نیز جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو صحابہ کرام نے آپ کے جنازہ شریفہ پر فوج در فوج نماز پڑھی، ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بار ان سے نماز جنازہ رہ گئی جب وہ جنازے پر آئے تو انھوں نے صرف میت کے لیے استغفار کیا اور حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ رہ گئی جب وہ جنازے پر آئے تو انھوں نے کہا کہ حضرت عمر پر نماز پڑھتے ہیں اگرچہ تم نے مجھ پر سبقت کر لی ہے لیکن ان کے لیے دعا میں مجھ سے پہل نہ کرنا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میت کا حق فریق اول کے فعل سے ادا ہو جاتا ہے اب اگر فریق ثانی بھی یہ فعل کرے تو اس کے حق میں نماز جنازہ نفل ہو جائے گی اور یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اگر نماز جنازہ نفلی طور پر جائز ہوتی تو جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت عطا فرماتا ہے انھیں آپ کی قبر پر نماز جنازہ بطریق اولیٰ پڑھنی چاہیے تھی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی اپنی قبر میں اسی طرح ہیں جس طرح روز اول آپ کو رکھا گیا تھا اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے گوشت

علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲ ص ۶۷، مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۰ھ

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب مع المجموع ج ۵ ص ۲۴۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت

علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۲ ص ۱۹۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

کھانے کو حرام کر دیا ہے، حالانکہ آپ کی قبر پر کوئی مسلمان آپ کی نماز جنازہ نہیں پڑھتا اور مسلمانوں کا یہ اجماعی ترک اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ میت پر دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے سوا اس صورت کے کہ میت کے ولی نے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی ہو اور جنازہ پڑھ لیا جائے تو وہ دوبارہ اس کی نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے کیونکہ نماز جنازہ پڑھنا اس کا حق ہے اور دوسرا کوئی شخص اس کے حق کو ساقط نہیں کر سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس عورت کی قبر پر نماز پڑھی اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ آپ ہر مسلمان کے ولی ہیں اور ولی کے بغیر اگر نماز پڑھ لی جائے تو وہ دوبارہ پڑھ سکتا ہے۔ صحابہ کرام نے جو فوج در فوج آپ کی نماز جنازہ پڑھی تھی اس کا بھی یہی جواب ہے کیونکہ آپ کے شرعی ولی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور وہ معاملات کی درستگی اور فتنوں کے دبانے میں مشغول تھے، اس لیے ان کے نماز پڑھنے سے پہلے صحابہ کرام نماز جنازہ پڑھتے رہے حالانکہ خلیفہ ہونے کی وجہ سے یہ ان کا حق تھا اور جب حضرت ابوبکر نے نماز جنازہ پڑھ لی تو پھر کسی شخص نے آپ کے بعد نماز نہیں پڑھی۔ اسی وجہ سے ہمارے علماء یہ کہتے ہیں کہ غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں ہے اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ کے لیے روئے زمین کو لپیٹ دیا گیا تھا اور آپ سب سے بڑھ کر ولی ہیں اور یہ بات کسی دوسرے کے لیے متصور نہیں ہے۔[1]

غائبانہ نماز جنازہ

زیر بحث باب کی حدیث جس میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی اس کی روشنی میں امام شافعی اور امام احمد کہتے ہیں کہ غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کہتے ہیں کہ نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی اور عام مسلمانوں کے لیے غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: ہمارا مذہب یہ ہے کہ جو میت شہر سے غائب ہو اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، عام ازیں کہ وہ میت قبلہ کی جانب ہو یا نہ ہو، خواہ دونوں شہروں کے درمیان مسافت قریب ہو یا بعید لیکن نمازی کے لیے ضروری ہے کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف ہو۔[2]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: جو کسی اور شہر میں غائب ہو اس پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے نمازی اس کی نیت کرے اور منہ قبلہ کی جانب کرے اور اس پر اسی طرح نماز پڑھے جس طرح حاضر پر پڑھتے ہیں عام ازیں کہ میت قبلہ کی جانب ہو یا نہ ہو اور عام ازیں کہ دونوں شہروں میں مسافت کم ہو یا زیادہ ہو۔[3]

قاضی ابوالولید مالکی لکھتے ہیں اکثر علماء کا مسلک یہ ہے کہ نماز جنازہ صرف حاضر کی پڑھی جائے گی۔ بعض علماء نے حدیث نجاشی کی بناء پر کہا غائب کی نماز جنازہ بھی جائز ہے اور جمہور اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ واقعہ صرف نجاشی کے ساتھ خاص تھا۔[4]

---

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲ ص ۶۷، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۰ھ۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب مع المجموع ج ۵ ص ۲۲۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۱۹۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ۔

[4] علامہ قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۸۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

حدیث نجاشی کے جوابات

شوافع اور حنابلہ حدیث نجاشی سے غائبانہ نماز جنازہ کے جواز پر استدلال کرتے ہیں۔ فقہاء احناف اس واقعہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا نجاشی کی خصوصیت پر محمول کرتے ہیں۔ علامہ زیلعی لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نجاشی کا تخت اٹھا لیا گیا تھا اور آپ نے اس کو دیکھ لیا تھا اور آپ کا اس پر نماز جنازہ پڑھنا ایسا تھا جیسے امام کے سامنے میت ہو وہ اس کو دیکھ رہا ہو اور باقی نمازی نہ دیکھ رہے ہوں، شیخ تقی الدین نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ بغیر ثبوت نقل کے محض احتمال کی بناء پر یہ جواب صحیح نہیں ہے علامہ زیلعی فرماتے ہیں: کہ صحیح ابن حبان کی قسم خامس کی اکتالیسویں نوع میں ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا بھائی نجاشی فوت ہو گیا ہے پس کھڑے ہو کر اس پر نماز جنازہ پڑھو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور صحابہ نے آپ کے پیچھے صفیں باندھ لیں آپ نے چار تکبیریں کہیں اور ان کو یہ یقین تھا کہ جنازہ آپ کے سامنے ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بات ضروریات دین سے ہے کیونکہ نجاشی ایسی جگہ فوت ہوئے تھے کہ وہاں ان کی نماز جنازہ پڑھنے والا کوئی مسلمان نہ تھا لہٰذا ان کی نماز جنازہ پڑھنے کا فرض متعین ہو گیا تھا اور پہلے جواب کی تائید میں علامہ زیلعی طبرانی کے حوالہ سے یہ حدیث ذکر کرتے ہیں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تبوک میں تھے، آپ کے پاس حضرت جبرائیل آئے اور کہا یا رسول اللہ! معاویہ بن معاویہ مزنی مدینہ میں فوت ہو گئے کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ آپ کے لیے زمین لپیٹ دی جائے اور آپ ان پر نماز جنازہ پڑھیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! حضرت جبرائیل نے اپنے پروں کو زمین پر مارا اور آپ کے لیے ان کا تخت اٹھا لائے۔ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ کے پیچھے فرشتوں کی دو صفیں تھیں اور ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل سے پوچھا ایسا کس وجہ سے ہوا؟ حضرت جبرائیل نے کہا یہ سورہ قل ہو اللہ احد سے محبت کرتا تھا اور اس کو آتے جاتے، اٹھتے بیٹھتے اور ہر حال میں پڑھتا رہتا تھا!“[1]

حضرت معاویہ بن معاویہ کی نماز جنازہ کے اس واقعہ کو امام بیہقی[2] اور علامہ ہیثمی[3] نے بھی ذکر کیا ہے۔

ہر چند کہ یہ حدیث اسانید ضعیفہ سے مروی ہے لیکن اس کو تائید کے مرتبہ میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث سے مرکزی استدلال حضرات شافعیہ کا ہے جو غائبانہ نماز جنازہ کے قائل ہیں اس لیے اس کی اسانید کا ضعف احناف کو مضر نہیں ہے۔

غائبانہ نماز جنازہ کے عدم جواز پر احناف کے دلائل

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ ہر خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ ماسوا ان لوگوں اور نجاشی کے آپ نے کسی اور صحابی کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی، حالانکہ سفر میں بہت سے مسلمان فوت ہوئے تھے، جیسے حبشہ کی سرزمین میں اور بہت سے غزوات میں مسلمان شہید ہوئے اور مسلمانوں میں سب سے زیادہ آپ کو بئر معونہ کے قاری عزیز تھے اور

۱۔ حافظ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایۃ ج ۲ ص ۲۸۳، ۲۸۴، مطبوعہ مجلس علمی ڈابھیل، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۵۷ھ۔

۲۔ حافظ ابوبکر احمد بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۴ ص ۵۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

۳۔ حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۸ مطبوعہ مکتبۃ القدسی قاہرہ، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۲ھ۔

ان میں سے کسی کے بارے میں منقول نہیں ہے کہ آپ نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہو۔ حالانکہ جو صحابی فوت ہو جاتے تھے آپ ان کی نماز جنازہ پڑھنے کے بہت خواہشمند ہوتے تھے حتیٰ کہ آپ نے فرمایا تم میں سے جو شخص بھی فوت ہو مجھے اس کی اطلاع ضرور دیا کرو کیونکہ اس کے حق میں میری نماز رحمت ہے [۱]

جنائز کا تعدد

علامہ سرخسی لکھتے ہیں: امام محمد فرماتے ہیں جب جنائز متعدد ہوں تو اگر لوگ چاہیں تو ان جنائز کو ایک صف میں رکھ دیں اور اگر چاہیں تو ایک دوسرے کے پیچھے رکھ دیں۔ نیز امام محمد نے فرمایا اگر مرد اور عورتوں کے جنازے ہوں تو مردوں کے جنازوں کو امام کے قریب رکھیں اور عورتوں کے جنازوں کو پیچھے رکھیں، اور اگر لڑکے اور عورت کے جنازے ہوں تو لڑکے کے جنازے کو امام کے قریب اور عورت کے جنازے کو اس کے پیچھے رکھیں کیونکہ روایت ہے کہ حضرت علی کی صاحبزادی اور حضرت عمر کی اہلیہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور ان کا بچہ زید بن عمر بیک وقت فوت ہو گئے تو حضرت عمر نے ان کے جنازے اسی ترتیب سے رکھے اور ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اسی طرح اگر دو یا تین جنازوں کو ایک قبر میں دفن کرنا پڑے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ یوم احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کا حکم دیا تھا آپ نے فرمایا وسیع قبریں کھودو اور ایک ایک قبر میں دو دو اور تین تین کو دفن کرو اور جس کو قرآن مجید زیادہ حفظ ہو اس کو مقدم رکھو۔ علامہ سرخسی فرماتے ہیں پہلے مرد کو قبلہ کی طرف دفن کیا جائے پھر اس کے پیچھے لڑکے کو پھر اس کے پیچھے بچے کو پھر اس کے پیچھے عورت کو اور ہر دو میت کے درمیان مٹی کا حجاب بنا دیں تاکہ وہ دو قبروں کے حکم میں ہو جائیں [۲]

قبر پر نماز جنازہ

حدیث نمبر ۲۱۰۱ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔

قاضی ابوالولید مالکی لکھتے ہیں جس شخص نے میت پر نماز جنازہ نہ پڑھی ہو اس کے قبر پر نماز جنازہ پڑھنے میں اختلاف ہے، امام مالک فرماتے ہیں قبر پر نماز جنازہ نہ پڑھے، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں صرف ولی قبر پر نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے جبکہ ولی کے علاوہ کسی اور نے نماز جنازہ پڑھی ہو۔ امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری اور فقہاء کی ایک جماعت ان لوگوں کو قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں جنہوں نے نماز جنازہ نہ پڑھی ہو اور اس بات پر ان کا اتفاق ہے کہ قبر پر اس وقت نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے جبکہ میت کو تازہ دفن کیا گیا ہو اور اس مدت میں اختلاف ہے زیادہ سے زیادہ مدت ایک ماہ ہے [۳]

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے لکھا ہے کہ ایک ماہ تک قبر پر نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے [۴]

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ مدت کے بارے میں شوافع کے متعدد اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ تین دن تک قبر

---

[۱] علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۸۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[۲] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲ ص ۶۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۰ھ

[۳] قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۷۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[۴] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۱۹۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ جب تک جسم کے بوسیدہ ہونے کا گمان نہ ہو نماز پڑھ سکتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ قبر پر ہمیشہ نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے[1]۔

علامہ سرخسی حنفی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: امام محمد نے فرمایا: اگر میت کو نماز جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا گیا تو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور میت کو قبر سے نہیں نکالا جائے گا کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا گیا اور وہ لوگوں کے پاس سے جا چکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قبر آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل ہے۔" لیکن چونکہ مسلمانوں نے اس پر نماز پڑھ کے اس کا حق ادا نہیں کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر پر نماز جنازہ پڑھنا ثابت ہے اس لیے اس وقت تک قبر پر نماز پڑھی جا سکتی ہے جب تک یہ گمان ہو کہ اس کا جسم پھٹ نہیں گیا ہو گا کیونکہ نماز جنازہ میت پر مشروع ہے اس کے اجزاء پر نہیں ہے۔ امالی میں امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ تین دن تک قبر پر نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔ علامہ سرخسی فرماتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ دفنوں کی حتمی اور یقینی تعداد مقرر نہیں کی جا سکتی کیونکہ موسم گرما اور سرما کے آثار مختلف ہوتے ہیں اور میت کے بدن اور موٹاپے اور دبلے پن کے عوارض بھی مختلف ہوتے ہیں اور جسم کے جلد یا بدیر ٹوٹ پھوٹ پر اثر انداز ہوتے ہیں اس لیے اس مسئلہ میں جہاں قبر ہو وہاں کے موسم اور میت کے احوال کے اعتبار سے لوگوں کے ظن غالب کا اعتبار کیا جائیگا[2]۔

اگر میت کو نماز جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا گیا یا ولی کے نماز پڑھے بغیر دفن کر دیا گیا تو مدت مذکور کے لحاظ سے احناف کے نزدیک قبر پر نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔

جنازہ کو ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنا

بعض اوقات ایک شخص اپنے وطن سے دور کسی دوسرے شہر میں فوت ہو جاتا ہے اور اس کے متوسلین اسے اپنے آبائی وطن میں دفن کرنا چاہتے ہیں تاکہ قبر کی زیارت اور گاہے گاہے فاتحہ خوانی میں سہولت ہو۔ اس صورت میں اگرچہ اولیٰ یہی ہے کہ اس کو جہاں فوت ہوا ہے وہیں دفن کیا جائے تاہم اگر اس کے جنازے کو اس کے وطن منتقل کر کے دفن کریں تو یہ خلاف اولیٰ ہونے کے باوجود جائز ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کسی غرض صحیح کے سوا جنازے کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں نہیں منتقل کرنا چاہیے یہ امام اوزاعی اور ابن منذر کا مذہب ہے۔ عبد اللہ بن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ عبد الرحمن بن ابی بکر حبشہ میں فوت ہو گئے ان کی میت کو مکہ میں لا کر دفن کیا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی قبر پر آ کر فرمانے لگیں بخدا اگر میں تمہاری موت کے وقت حاضر ہوتی تو تم کو وہیں دفن کرتی جہاں تمہیں موت آئی تھی اور اگر میں اس وقت حاضر ہوتی تو اب تمہاری زیارت نہ کرتی۔" نیز اگر میت کو وہیں دفن کر دیا جائے تو اس میں مشقت کم ہے اور میت تغیر سے محفوظ رہتی ہے البتہ اگر میت کو منتقل کرنے میں کوئی غرض صحیح ہو تو جائز ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں: جس شہر میں کوئی شخص فوت ہوا ہو اس کو اس شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنے میں میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ زہری سے یہ سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا حضرت سعد بن

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب مع المجموع ج ۵ ص ۲۴۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲ ص ۶۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۰ھ

ابی وقاص اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما کے جنازوں کو عقیق سے مدینہ لایا گیا اور ابن عیینہ نے کہا حضرت ابن عمر یہاں فوت ہوئے تھے اور انھوں نے وصیت کی تھی کہ ان کو یہاں دفن نہ کیا جائے بلکہ مقام سرف میں دفن کیا جائے۔[۱]

علامہ قاضی خاں حنفی اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اگر میت کو دفن سے پہلے ایک یا دو میل منتقل کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر کوئی شخص اپنے وطن کے علاوہ کسی اور شہر میں فوت ہو جائے تو اس کو وہیں چھوڑنا مستحب ہے اور اگر دوسرے شہر میں منتقل کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ روایت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں فوت ہوئے اور ان کے جنازے کو شام میں منتقل کیا گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے تابوت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کافی عرصہ کے بعد حبش سے شام میں منتقل کیا اور حضرت سعد بن ابی وقاص مدینہ سے چار فرسخ دور فوت ہوئے تھے اور ان کے جنازے کو مدینہ منورہ لایا گیا۔[۲]

دفن کے بعد میّت کو قبر سے دوسری جگہ منتقل کرنا

میّت کو دفن کرنے کے بعد اس کی قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟ فقہاء اسلام نے بلا ضرورت شرعیہ ایسا کرنے سے منع کیا ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن ہم شہداء کی نعشیں دفن کے لیے اٹھا رہے تھے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے ندا کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ شہداء کو اسی جگہ لوٹا دو جس جگہ وہ فوت ہوئے تھے۔[۳] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کو دوسری جگہ منتقل کرنا ممنوع ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شریف دفن کے بعد میت کو منتقل کرنے کی ممانعت پر محمول ہے۔ کیونکہ صحیح سونے کی جگہ کو کہتے ہیں جس سے متبادر قبر ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ دفن کے بعد میت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ میت کس حال میں ہے اور اس کی قبر کو کھولنے میں اس کی پردہ دری ہے۔ اس وجہ سے فقہاء نے بلا عذر شرعی قبر کھودنے کو حرام قرار دیا ہے۔[۴]

عذر شرعی کی وجہ سے میت کو قبر سے منتقل کرنا

عذر شرعی کی وجہ سے قبر کو کھودنا بھی جائز ہے اور میت کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ منتقل کرنا بھی جائز ہے۔ مثلاً دفن کرتے وقت قبر میں کسی شخص کی رقم گر گئی ہو تو اس کو نکالنے کے لیے قبر کو کھودنا جائز ہے یا کسی کی زمین میں اس سے اجازت لیے بغیر میت کو دفن کر دیا گیا ہو اور وہ شخص اپنی زمین کو خالی کرنے کا مطالبہ کرتا ہو یا زمین سیلاب میں آ رہی ہو اور خدشہ ہو کہ زمین پانی میں ڈوب جائے گی تو ان صورتوں میں میت کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرنا جائز ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں: حضرت جابر نے اپنے والد عبد اللہ کو چھ ماہ بعد احد سے نکال کر بقیع میں دفن کر دیا اور عبد الرحمن بن عبد اللہ بن صعصعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن جموح اور حضرت عبد اللہ بن عمرو انصاری صحابی تھے دونوں شہداء احد میں سے تھے اور دونوں ایک قبر میں پانی کے قریب مدفون تھے چھیالیس سال کے بعد ان کی قبر تک سیلاب کا پانی پہنچ گیا، ان کو ان

۱۔ علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۱۹۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

۲۔ علامہ حسن بن منصور اوزجندی قاضی خاں متوفی ۲۹۵ھ، فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۱۹۵ مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر

۳۔ امام سلیمان بن اشعث ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۹۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

۴۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۸۳۷ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

کی قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کیا گیا۔ چھیالیس سال کے بعد بھی ان کے اجسام بالکل تر و تازہ تھے یوں لگتا تھا جیسے کل فوت ہوئے ہوں۔ ان میں سے ایک صحابی جس وقت دفن کیا گیا تھا تو اس کا ہاتھ اپنے زخم پر تھا اور جب نکالا تو اسی طرح تھا۔ علامہ علی قاری لکھتے ہیں کہ علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد اس کو بغیر عذر کے نہ کھولا جائے خواہ کم مدت گزری ہو یا زیادہ اور صاحب تجنیس (علامہ ابوالحسن صاحب ہدایہ) فرماتے ہیں عذر یہ ہے کہ زمین مغصوب ہو یا اس کا شفیع مطالبہ کر رہا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ متعدد صحابہ کفار کے شہروں میں دفن کر دیے گئے اور ان کو بعد میں دوسری جگہ اس لیے نہیں منتقل کیا گیا کہ کوئی عذر نہیں تھا۔[1]

امانت کے طور پر دفن کے بعد میت کو قبر سے منتقل کرنا

بعض لوگ مثلاً پاکستان سے باہر کسی شہر میں فوت ہو جاتے ہیں اور ان کو لوگ عارضی طور پر وہیں دفن کر دیتے ہیں پھر کچھ عرصہ بعد میت کو قبر سے نکال کر پاکستان اپنے وطن لا کر دفن کرنا چاہتے ہیں آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ فقہاء اسلام نے دفن کے بعد عذر شرعی کے بغیر میت کو قبر سے منتقل کرنے کی اجازت نہیں دی۔[2] قاضی خان لکھتے ہیں کہ کسی عورت کا بیٹا کسی اور شہر میں موت کے بعد دفن کر دیا گیا اور وہ عورت اس کے لیے بے قرار ہو اور اس کو قبر سے منتقل کرنا چاہتی ہو تو اس کے لیے میت کو قبر سے منتقل کرنا جائز نہیں ہے۔[3] ملا علی قاری، قاضی خان کے بیان کردہ مسئلہ کو نقل کر کے لکھتے ہیں اس پر ہمارے مشائخ کا اتفاق ہے نیز لکھتے ہیں کہ مشائخ کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ اگر کسی شخص کو غسل دیے بغیر دفن کر دیا گیا تو اس کے تدارک کے لیے اس کی قبر کو کھودنا جائز نہیں ہے۔[4] (کیونکہ ضرورت شرعیہ سے مراد حقوق العباد کی ادائیگی کی ضرورت ہے اور یہ امور حقوق اللہ سے ہیں ـــ سعیدی غفرلہٗ) علامہ نووی شافعی ابن الصباغ سے نقل کر کے لکھتے ہیں: "دفن کے بعد میت کا کفن اتارا جائے گا نہ اس کو منتقل کیا جائے گا"۔[5] فاضل بریلوی نے امانت کے طور پر دفن کرنے کے بعد میت کے قبر سے منتقل کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔[6]

ہم نے اس مسئلہ میں زیادہ تفصیل اور تحقیق اس لیے بیان کی ہے کہ آج کل شیعہ حضرات کی دیکھا دیکھی امانۃً دفن کرنے کا رواج عام ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں احکام شرعیہ پر عمل کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

جنازہ کی تعظیم کے لیے قیام

حدیث نمبر ۲۱۱۲ میں حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی جنازہ کو دیکھو تو اس کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ یہاں تک کہ وہ تمہیں پیچھے چھوڑ جائے یا اس کو اتار کر رکھ دیا جائے۔

قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ یہ قیام

---

[1] ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ مرقات ج ۴ ص ۷۳۔۷۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۲ھ۔

[2] علامہ نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۷ مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۱۰ھ۔

[3] علامہ حسن بن منصور اوزجندی قاضی خان متوفی ۲۹۵ھ فتاوی قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۱۹۵ مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

[4] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۴ ص ۷۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۲ھ

[5] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح المہذب مع المجموع ج ۵ ص ۳۰۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[6] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۱۱۴، مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد، ۱۳۹۴ھ۔

منسوخ ہو گیا اور امام احمد اور دوسرے علماء فرماتے ہیں کہ قیام میں اختیار ہے۔ بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ دفن کے لیے قبرستان میں جب جنازہ لایا جائے تو جب تک جنازہ کو نیچے نہ رکھ دیا جائے اس وقت تک کھڑے رہنا چاہیے اور یہ قیام منسوخ نہیں ہے۔

نماز جنازہ پڑھانے کیلئے امام کے کھڑے ہونیکا طریقہ

حدیث نمبر ۲۱۳۱ میں ہے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی، حضرت ام کعب رضی اللہ عنہا جو کہ حالت نفاس میں انتقال کر گئی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے جنازے کے درمیان میں کھڑے ہوئے۔

اس مسئلہ میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں، فقہاء شافعیہ کہتے ہیں کہ اگر مرد کا جنازہ ہو تو امام اس کے سر کے مقابل کھڑا ہو اور اگر عورت کا جنازہ ہو تو اس کے درمیان میں کھڑا ہو۔[1] علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ عورت کے جنازے میں جنازے کے درمیان میں کھڑا ہو اور مرد کے جنازے میں سینہ کے مقابل کھڑا ہو۔[2] قاضی ابو الولید مالکی لکھتے ہیں کہ ابن قاسم مالکی کہتے ہیں کہ مرد اور عورت دونوں کے جنازے میں امام جنازے کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو۔[3] علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ امام کے کھڑے ہونے کی بہترین جگہ جنازے کے سینے کے مقابل ہے، کیونکہ انسان کے اعضاء میں اشرف سینہ ہے۔[4]

علامہ ابو الحسن مرغینانی لکھتے ہیں: امام ابو حنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر مرد کا جنازہ ہو تو سر کے بالمقابل کھڑا ہو اور اگر عورت کا جنازہ ہو تو جنازے کے وسط میں کھڑا ہو کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسی طرح نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ قول چونکہ احادیث اور آثار کے مطابق ہے اس لیے اسی قول پر عمل کرنا چاہیے۔ علامہ ابو الحسن نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

عن ابی غالب قال صلیت مع انس بن مالک علی جنازة رجل فقام حیال رأسه ثم جاؤا بجنازة امرأة من قریش فقالوا یا ابا حمزة صل علیها فقام حیال وسط السریر فقال له العلاء بن زیاد هکذا رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابو غالب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ایک مرد کی نماز جنازہ پڑھی حضرت انس جنازے کے سر کے بالمقابل کھڑے ہوئے۔ پھر ایک عورت کا جنازہ آ گیا۔ لوگوں نے حضرت انس سے کہا اے ابو حمزہ اس عورت کی نماز جنازہ پڑھا دیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنازے کے وسط میں کھڑے ہوئے۔ علاء بن زیاد نے پوچھا: کیا

---

[1] علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۵ ص ۲۹۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
[2] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۱۹۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ
[3] قاضی ابو الولید ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۷۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت
[4] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲ ص ۶۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۸ھ۔
[5] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۸۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

قام علی الجنازة مقامك منها و من الرجل مقامك منه قال نعم[1]

آپ نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی نماز جنازہ پڑھائی تو وہاں کھڑے ہوتے جہاں آپ کھڑے ہوئے تھے اور مرد کی نماز جنازہ پڑھائی تب بھی وہاں کھڑے ہوئے جہاں آپ کھڑے ہوئے تھے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں!

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے[2] بعض معاصرین کا اس حدیث کو بغیر کسی دلیل کے ضعیف کہنا صحیح نہیں ہے[3] علاوہ ازیں عورت کے جنازہ میں وسط میں کھڑے ہونے کا ذکر بخاری اور مسلم میں بھی ہے اور بعض معاصرین کا سینہ کو وسط کہنا مشاہدہ کے خلاف ہے۔

قبر میں میت کے نیچے کپڑا بچھانا

حدیث نمبر ۲۱۳۰ میں ہے کہ قبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے سرخ چادر بچھا دی گئی تھی، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ یہ کپڑا بچھانے والے حضرت شقران تھے دیگر صحابہ نے ان کے اس فعل کو پسند نہیں کیا۔ حضرت ابن عباس میت کے نیچے کپڑا بچھانے کو مکروہ قرار دیتے تھے اور جمہور فقہاء اسلام نے بھی اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ

علامہ نووی لکھتے ہیں: قاضی عیاض نے فرمایا: امام مسلم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن اور آپ کی قبر کے بارے میں احادیث ذکر کی ہیں اور آپ کے غسل اور نماز جنازہ کے بارے میں احادیث ذکر نہیں کیں۔ آپ کے غسل کے بارے میں سب اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کو غسل دیا گیا اور نماز جنازہ پڑھے جانے میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے کہا آپ کی نماز جنازہ بالکل نہیں پڑھی گئی لوگ فرداً فرداً جا کر دعا کر کے لوٹ آتے تھے اور اس کی وجہ میں پھر اختلاف ہے بعض علماء نے کہا آپ اپنی فضیلت کی وجہ سے نماز سے مستغنی تھے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر آپ کو غسل بھی نہیں دیا جاتا۔ بعض نے کہا اس وقت کوئی امام مقرر نہیں تھا اور یہ بھی غلط ہے کیونکہ نمازیں پڑھی جاتی تھیں اور نماز با جماعت معطل نہیں ہوئی تھی اور حضرت ابوبکر کی بیعت آپ کے دفن سے پہلے مکمل ہو چکی تھی اور حضرت ابوبکر دفن سے پہلے مسلمانوں کے امام اور خلیفہ مقرر ہو چکے تھے، صحیح نظریہ جس پر جمہور قائم ہیں وہ یہ ہے کہ آپ کی نماز جنازہ فرداً فرداً پڑھی گئی۔ ایک جماعت جاتی اور سب اکیلے اکیلے نماز جنازہ پڑھتے پھر وہ جماعت باہر آ جاتی اور دوسری جماعت چلی جاتی۔ مردوں کے بعد عورتوں نے نماز جنازہ پڑھی پھر بچوں نے پڑھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کو پیر سے بدھ تک مؤخر کرنے میں حکمت یہ تھی کہ بیعت مکمل ہو جائے اور مسلمانوں کا ایک امیر منتخب ہو جائے تاکہ کسی نزاع اور اختلاف کے وقت اس کی اطاعت کی جا سکے[4]۔

---

[1] ۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۶۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[2] ۔ " "
[3] ۔ مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۲ ص ۳۸۷، مطبوعہ مطبع ریاض حسین لاہور
[4] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۱۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۵ھ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کے متعلق اس سے پہلے ہم علامہ شمس الدین سرخسی کی طویل عبارت بھی نقل کر چکے ہیں جس طرح قاضی عیاض اور علامہ نووی نے فرمایا جمہور کا یہ نظریہ ہے کہ آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی ہے۔ شمائل ترمذی میں امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ حدیث ذکر کی ہے کہ آپ کی نماز جنازہ میں تکبیرات، ثنا اور درود شریف کو پڑھا گیا[1] ہم نے اس موضوع پر بہت مفصل اور مبسوط گفتگو کی ہے جو ملک کے مختلف جرائد میں چھپی، اور مقالات سعیدی ج ۱ میں بھی شامل ہے یہ بحث لائق مطالعہ ہے۔

پختہ قبر بنانے کی کراہت اور کوہان کی شکل بنانے کا استحباب

حدیث نمبر ۲۱۴۱ میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ بنانے سے، قبروں پر بیٹھنے سے اور قبروں پر عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

امام محمد لکھتے ہیں میں نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا قبر کس چیز کی بنائی جائے؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا کچی اینٹوں اور سرکنڈوں سے! میں نے کہا کیا آپ پختہ (پکی ہوئی) اینٹوں کو مکروہ قرار دیتے ہیں؟ فرمایا ہاں! (الی قولہ) میں نے کہا مجھے بتلائیے کہ قبر چوکور بنائی جائے یا کوہان کی شکل میں؟ فرمایا کوہان کی شکل میں بنائی جائے اور چوکور نہ بنائی جائے۔ میں نے کہا کیا آپ پختہ قبر بنانے کو مکروہ قرار دیتے ہیں؟ فرمایا ہاں![2]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں: امام بخاری نے اپنی صحیح میں ابوبکر بن عیاش سے روایت کیا ہے کہ سفیان تمار نے بیان کیا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو دیکھا وہ کوہان کی شکل میں بنی ہوئی تھی اور ابن ابی شیبہ نے سفیان سے روایت کیا کہ میں اس حجرہ میں داخل ہوا جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر ہے۔ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبریں کوہان کی شکل میں بنی ہیں۔[3]

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ قبر کو زمین سے زیادہ بلند نہ کیا جائے نہ کوہان کی شکل میں بنایا جائے بلکہ ایک بالشت بلند کر کے ہموار سطح بنائی جائے نیز لکھتے ہیں کہ قبر کو پختہ بنانا، اس پر عمارت تعمیر کرنا اور اس پر بیٹھنا مکروہ ہے۔[4]

علامہ نووی شافعی کا کوہان کی شکل میں قبر بنانے کو مکروہ قرار دینا صحیح بخاری اور مصنف ابن ابی شیبہ کی روایات کے خلاف ہے۔

علامہ سنوسی مالکی لکھتے ہیں: علامہ اشہب (مالکی) فرماتے ہیں: قبر کو کوہان کی شکل میں بنانا چوکور بنانے کی بہ نسبت پسندیدہ ہے[5]۔ علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں اکثر فقہاء کا قول یہ ہے کہ قبر کو کوہان کی شکل میں بنایا

---

[1] - امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ - شمائل ترمذی ص ۵۹۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] - امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، المبسوط ج ۱ ص ۴۲۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی

[3] - علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۱۰۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[4] - علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۱۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعة الثانیة ۱۳۷۵ھ

[5] - علامہ ابوعبداللہ سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال الاکمال ج ۳ ص ۹۷ مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ بیروت۔

جائے [1]

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک قبر کو پختہ بنانا اور اس پر عمارت تعمیر کرنا مکروہ ہے۔[2]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ قبر کو پختہ بنانا اور اس پر عمارت تعمیر کرنا مکروہ ہے۔[3]

قبر پر نام وغیرہ لکھنے کا حکم

شیخ عثمانی لکھتے ہیں: امام شافعی نے فرمایا میں نے مکہ کے ائمہ کو دیکھا وہ قبر پر بنی ہوئی عمارت کو گرانے کا حکم دیتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اس پر دلالت کرتی ہے اور امام ترمذی نے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے، قبر پر لکھنے اس پر عمارت بنانے اور اس کو روندنے سے منع فرمایا ہے۔ حاکم فرماتے ہیں ہر چند کہ امام مسلم نے لکھنے کی ممانعت کا ذکر نہیں کیا۔ یہ حدیث ان کی شرط پر صحیح ہے۔ در مختار میں ہے اگر ضرورت ہو تو قبر پر لکھنے میں کوئی حرج نہیں تاکہ قبر کا اثر محو نہ ہو علامہ ابن عابدین نے فرمایا لکھنے کی ممانعت اگرچہ حدیث صحیح سے ثابت ہے لیکن لکھنے کے ثبوت پر اجماع عملی موجود ہے۔ حاکم نے لکھنے کی ممانعت میں احادیث وارد کیں اور کہا یہ احادیث اگرچہ صحیح ہیں لیکن ان پر عمل نہیں ہے کیونکہ شرق سے لے کر غرب تک ائمہ مسلمین کی قبروں پر لکھا جاتا ہے اور متاخرین نے متقدمین کے عمل کو دیکھ کر عمل کیا ہے۔ شیخ عثمانی لکھتے ہیں: علامہ شامی کے نظریہ کی سنن ابوداؤد کی اس حدیث سے تقویت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پتھر اٹھا کر حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کے سرہانے رکھا اور فرمایا "میں اس کے ساتھ اپنے بھائی عثمان کی قبر پر علامت بناتا ہوں" کیونکہ لکھنا بھی قبر کی پہچان اور علامت ہے، ہاں یہ بات ظاہر ہے کہ یہ (لکھنے کے ثبوت پر) اجماع عملی کی رخصت اس صورت پر محمول ہے جب اس کی ضرورت ہو جیسا کہ محیط میں ہے کہ اگر قبر پر لکھنے کی ضرورت ہو تاکہ اس کے آثار محو نہ ہوں تو لکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور بلا عذر لکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کے بعد شیخ عثمانی نے اس مسئلہ میں علامہ وشتانی کا اختلاف ذکر کیا ہے اور پھر یہ کہا کہ بہترین توجیہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو لکھنے کی ممانعت مروی ہے اس کو بلا ضرورت لکھنے پر محمول کیا جائے۔[4]

خلاصہ یہ ہے کہ ترمذی اور حاکم کی احادیث میں قبر پر لکھنے کی ممانعت وارد ہے لیکن چونکہ متقدمین اور متاخرین علماء اور اکابرین امت سے بلا انکار لکھنا ثابت ہے اور یہ اجماع عملی ہے اس لیے شیخ عثمانی کی توجیہ کے مطابق لکھنے کی ممانعت بلا ضرورت لکھنے پر محمول ہے اور ضرورت کی وجہ سے قبر پر لکھنا جائز ہے۔

مزارات پر گنبد بنانے کا حکم

زیر بحث حدیث میں قبر پر عمارت تعمیر کرنے سے بھی منع فرمایا ہے، لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ شروع سے لیکر اب تک امت کے صالحین اور علماء بزرگان دین کے مزارات پر گنبد بناتے چلے آئے ہیں اس لیے امت کے اجماع عملی سے گنبد بنانے کا جواز ثابت ہے اور

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۹۷، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ۔
[2] 〃　〃　〃　ج ۳ ص ۹۹،
[3] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۱۹۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ
[4] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۲ ص ۵۰۶-۵۰۷، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

حدیث شریف میں ممانعت بلاضرورت تعمیر پر محمول ہے جس طرح شیخ عثمانی نے قبر پر لکھنے کی ممانعت کو بلاضرورت لکھنے پر محمول کیا ہے اور جواز کراہت کے اجماع عملی کی بناء پر ثابت کیا ہے۔ علاوہ ازیں ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بعینہٖ اسی دلیل سے مزارات پر گنبد بنانے کو جائز قرار دیا ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

اذا كانت الخيمة لفائدة مثل ان يقعد القراء تحتها فلا تكون منهية (الى قوله) وقد اباح السلف البناء على قبر المشائخ والعلماء المشهورين ليزورهم الناس ويستريحوا بالجلوس فيه۔[1]

جب قبر پر خیمہ کسی فائدہ کی بناء پر لگایا جائے مثلاً تاکہ خیمہ کے نیچے قاری بیٹھ کر قرآن مجید پڑھیں تو پھر اس کی (حدیث میں) ممانعت نہیں ہے، اور سلف صالحین نے مشہور علماء اور مشائخ کی قبروں پر عمارت بنانے کو جائز قرار دیا ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور آرام سے بیٹھیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اگر میت پر خیمہ نصب کرنے کی کوئی غرض صحیح ہو تو جائز ہے جیسے زندہ لوگوں پر دھوپ سے سایہ کرنے کی غرض سے خیمہ نصب کرنا۔[2]

علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی لکھتے ہیں:

وكان سيدى على واخى افضل الدين يكرهان بناء القبة على القبر ووضع التابوت الخشب والستر عليه ونحو ذلك لآحاد الناس ويقولون هذا لا يليق الا بالانبياء ومن دناهم من الاولياء الاكابر واما نحن فمقامنا الدفن تحت نعال الناس فى الشوارع۔[3]

میرے شیخ علی اور بھائی افضل الدین عام لوگوں کی قبروں پر گنبد بنانے، تابوت رکھنے اور چادریں چڑھانے کو مکروہ قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ قبروں پر گنبد اور چادریں صرف انبیاء علیہم السلام اور اکابر اولیاء کی شان کے لائق ہیں۔ رہے ہم! تو ہمیں لوگوں کے قدموں کے نیچے راستے میں دفن کر دینا چاہیے۔

علامہ آفندی حنفی لکھتے ہیں

قال الشيخ عبد الغنى النابلسى فى كشف النور عن اصحاب القبور ما خلاصته ان البدعة الحسنة الموافقة لمقصود الشرع تسمى سنة فبناء القباب على قبور العلماء والصلحاء ووضع الستور والعمائم والثياب على قبورهم امر جائز اذا كان القصد بذلك التعظيم فى

(اس موضوع پر) کشف النور میں شیخ عبدالغنی نابلسی نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو بدعت حسنہ شارع کے مقصود کے موافق ہو وہ سنت کہلاتی ہے لہٰذا علماء اور صلحاء کی قبروں پر گنبد بنانا اور ان کی قبروں پر چادریں اور عمامے چڑھانا جائز کام ہے جبکہ اس سے یہ مقصود ہو کہ عوام کی نگاہوں میں ان کی تعظیم پیدا کی جائے تاکہ وہ صاحب قبر کو

---

[1] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۴ ص ۶۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ۔

[2] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۸۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[3] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، لواقح الانوار القدسیہ ص ۵۹۳ مطبوعہ مصطفی البابی مصر، الطبعۃ الاولی ۱۳۸۱ھ

اعين العامة حتى لا يحتقروا صاحب هذا القبر وكذا ايقاد القناديل والشمع عند قبور الاولياء والصلحاء من باب التعظيم والاجلال ايضا للاولياء فالمقصد فيها مقصد حسن ونذر الزيت والشمع للاولياء يوقد عند قبورهم تعظيما لهم ومحبة فيهم جائز ايضا لا ينبغي النهي عنه۔ [1]

معمولی نہ سمجھیں، اسی طرح ان کی قبروں کے پاس قندیلوں اور شمعوں کو روشن کرنا بھی باب تعظیم سے ہے کیونکہ اس میں نیک مقصد ہے اور تیل اور شمعوں کی نذر اولیاء اللہ کیلئے ہوتی ہے جو ان کی قبروں پر ان کی تعظیم اور ان سے محبت کے اظہار کے لیے جلائی جاتی ہیں۔ یہ بھی ایک جائز کام ہے اس سے منع نہیں کرنا چاہیے۔

شیخ عبدالغنی نابلسی کی اس عبارت کو علامہ اسماعیل حقی حنفی نے "ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ" کی تفسیر میں روح البیان میں ذکر کیا ہے۔

مزارات پر چادر کا حکم

اولیاء اللہ اور علماء کبار کے مزارات پر ان کی تعظیم کے نقطہ نظر سے چادر چڑھانا جائز ہے۔ اس سے پہلے ہم علامہ رافعی کے حوالے سے اس سلسلے میں علامہ نابلسی کی عبارت ذکر کر چکے ہیں، علامہ شامی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال فی فتاوی الحجة وتكره الستور على القبور اه ولكن نحن نقول الآن اذا قصد به التعظيم فی عيون العامة حتى لا يحتقروا صاحب القبر ولجلب الخشوع والادب للغافلين الزائرين فهو جائز لان الاعمال بالنيات وان كان بدعة فهو كقولهم بعد طواف الوداع يرجع القهقرى حتى يخرج من المسجد اجلالا للبيت حتى قال فی منهاج السالكين انه ليس فيه سنة مروية ولا اثر محكی وقد فعله اصحابنا۔ [2]

صاحب فتاوی حجہ نے کہا ہے کہ قبروں پر چادریں چڑھانا مکروہ ہے، لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ جب چادر چڑھانے سے صاحب قبر کی تعظیم کا قصد کیا جائے تاکہ عام لوگ اس قبر کو معمولی اور حقیر نہ سمجھیں اور زائرین کے خضوع، خشوع اور ادب میں اضافہ ہو تو یہ جائز ہے کیونکہ اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر چند کہ یہ فعل بدعت ہے لیکن اس کی نظیر فقہاء کا یہ قول ہے کہ طواف وداع کے بعد مسجد حرام سے باہر آتے وقت الٹے پیر لوٹے تاکہ بیت اللہ کی تعظیم کا اظہار ہو اور منہاج السالکین میں لکھا ہے کہ اس فعل کے لیے نہ کوئی سنت مروی ہے نہ اثر صحابی اس کے باوجود ہمارے اصحاب نے ایسا کیا۔

علامہ نابلسی، علامہ اسماعیل حقی، علامہ شامی اور علامہ رافعی نے مزارات پر چادر چڑھانے کو جائز قرار دیا ہے لیکن اس میں افراط اور بے اعتدالی کرنا صحیح نہیں ہے جس طرح اوباش لڑکے باجوں تاشوں کے ساتھ ناچتے گاتے چادر کا جلوس

---

[1] شیخ عبدالقادر رافعی مفتی الدیار المصریہ، تقریرات رافعی ج ا ص ۱۲۳، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۳ھ۔

[2] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۵ ص ۲۱۹ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

سے کر مزارات کی طرف جاتے ہیں، البتہ ادب اور تعظیم کے ساتھ نعت خوانی کرتے ہوئے چادر چڑھانا جائز ہے یا ضرورت سے زیادہ چادریں چڑھائی جائیں یہ دونوں صورتیں اسراف اور گناہ ہیں۔ جب تعظیم کے لیے مزار پر چادر موجود ہو تو مزید چادروں کے بجائے وہ کپڑا غریبوں پر صدقہ کر کے اس کا ثواب صاحب مزار کو پہنچا دیں۔ مزار پر چادر چڑھانے کی شرعی نذر اور منت ماننا بھی گناہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے جائز ہے۔ فقہاء کی تصریح کے مطابق غیر اللہ کے لیے شرعی نذر ماننا ناجائز اور گناہ ہے۔ ہاں عرفی نذر بمعنی نذرانہ یا ایصال ثواب جائز ہے۔

علامہ ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں: عام مشاہدہ میں یہ بات ہے کہ عوام کسی گم شدہ شخص یا مریض کے لیے یا اپنی کسی حاجت ضروریہ میں نذر مانتے ہیں اور بعض صلحاء کے مزار پر جاتے ہیں اور ان کا پردہ اپنے سر پر رکھ کر کہتے ہیں کہ اے فلاں بزرگ اگر میرا گم شدہ شخص لوٹ آئے یا بیمار تندرست ہو جائے یا میری حاجت پوری ہو جائے تو میں آپ کے لیے اتنا سونا یا اتنی چاندی یا اتنا کھانا یا اتنا پانی یا اتنی موم بتیاں یا اتنا تیل پیش کروں گا تو یہ نذر بالاجماع باطل ہے اولاً اس لیے کہ یہ مخلوق کے لیے نذر ہے اور مخلوق کی نذر جائز نہیں ہے کیونکہ نذر عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت ناجائز ہے ثانیاً جس کے لیے نذر مانی ہے وہ میت ہے اور میت کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔ ثالثاً اس لیے کہ اگر نذر کرنے والے نے یہ گمان کیا کہ صاحب قبر اللہ کے بغیر خود تصرف کرتا ہے تو یہ اعتقاد کفر ہے۔ ہاں نذر معروف کے جواز کی صورت یہ صورت ہے کہ نذر ماننے والا یہ کہے کہ اے اللہ میں تیرے لیے نذر مانتا ہوں اگر تو نے میرے بیمار کو شفا دے دی یا میرے گم شدہ شخص کو لوٹا دیا یا میری حاجت پوری کر دی تو میں مثلاً سیدہ نفیسہ کے مزار پر جو فقراء ہیں ان کو کھانا کھلاؤں گا، یا امام شافعی کے مزار پر جو فقراء ہیں ان کو کھانا کھلاؤں گا یا امام لیث کے فقراء کو کھانا کھلاؤں گا یا اس نے اولیاء کرام کی مساجد کے لیے چٹائیاں یا تیل خریدا یا وہاں کے مصالح کے لیے دراہم کی نذر مانی جس میں فقراء کا نفع ہو اور نذر صرف اللہ عزوجل کے لیے ہو اور شیخ کا ذکر صرف اس لیے ہو کہ نذر کا مصرف اور خرچ کا محل متعین ہو جائے تاکہ شیخ کی مسجد یا مدرسہ کے نادار لوگوں پر اس کو خرچ کیا جائے تو اس اعتبار سے یہ نذر جائز ہے کیونکہ نذر کا مصرف فقراء ہوتے ہیں اور یہاں ایسا ہی ہے۔ اور یہ جائز نہیں ہے کہ نذر کا مال کسی غنی غیر محتاج پر یا سادات پر خرچ کیا جائے اور نہ کسی صاحب منصب یا عالم دین پر خرچ کیا جائے الا یہ کہ وہ نادار فقیر ہوں، اس پر اجماع ہے کہ نذر کو اغنیاء پر خرچ کرنا ناجائز ہے اور مخلوق کے لیے نذر ناجائز ہے، مخلوق کے لیے نذر منعقد نہیں ہوتی یہ حرام اور گناہ ہے اور شیخ کے خادم کے لیے اس کو لینا اور کھانا ناجائز ہے اور اس کا اس میں تصرف کرنا کسی وجہ سے بھی جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ شخص فقیر اور محتاج ہو اور کمانے سے عاجز ہو تو وہ حالت اضطرار میں اس کو بطور صدقہ لے سکتا ہے لیکن یہ مکروہ ہے تاوقتیکہ نذر ماننے والا تقرب الی اللہ کی نذر نہ مانے اور شیخ کے تقرب سے اس کی توجہ منقطع نہ ہو۔ اور جب تمہیں یہ مسئلہ معلوم ہو گیا تو جان لو کہ جو رقم، موم بتیاں اور تیل وغیرہ اولیاء اللہ کے مزارات پر ان کا تقرب حاصل کرنے کے لیے لے جایا جاتا ہے وہ اجماع مسلمین سے حرام ہے جب تک اس سے زندہ فقراء پر خرچ کرنے کی نیت نہیں کی جاتی یہ قول واحد ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے[1] علامہ حصکفی نے بھی اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے[2]

---

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۹۸، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

[2] علامہ علاء الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، الدر المختار علی ہامش الرد ج ۲ ص ۱۲۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

اور علامہ شامی نے علامہ ابن نجیم سے بھی زیادہ تفصیل سے لکھا ہے [1]۔ فتاویٰ عالمگیری میں بھی ہے [2] اور فتاویٰ عزیزی میں ہے [3]۔ اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ اگر نذر اللہ کے لیے کی جائے اور شیخ کا ذکر تعیین مصرف کے لیے ہو یا صرف ایصال ثواب کی خاطر کسی درگاہ میں کچھ ہدیہ پیش کیا جائے تو جائز ہے اور جب صرف ایصال ثواب مقصد ہو نذر نہ ہو تو وہ ہدیہ اغنیاء، سادات اور خدام مزار کے لیے بلا اختلاف جائز ہے۔

نذر عرفی کے معنی پر روشنی ڈالتے ہوئے شیخ وحید الزمان لکھتے ہیں:

واما النذر لغير الله فشرك صريح لان النذر عبادة قال النبي صلى الله عليه وسلم انما النذر ما ابتغى به وجه الله ولو نذر لله واوصل ثوابه الى روح نبي او ولي او احد من الاموات فهذا يجوز يسميه الناس بالفاتحة في هذا الزمان صرح بجوازه مولانا عبد العزيز ومولانا اسحاق وغيرهما وقال بعض العلماء انه ليس لهذا العمل اصل شرعي يعتمد عليه فيكون بدعة ومنهيا عنه واجاب عنه البعض بانه له اصلا شرعيا وهو حديث بير ام سعد وقال ابوطلحة ببيرحاء فهي الى الله عز وجل والى رسوله وفي رواية اخرى صدقة الى الله ورسوله قلت هذا العمل متداول عند الصوفية كافة من غير نكير واختلاف بينهم [4]

بہرحال غیر اللہ کی نذر شرک صریح ہے کیونکہ نذر عبادت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نذر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا قصد کیا جاتا ہے، اور اگر نذر اللہ کی مانی اور اس کا ثواب کسی نبی یا ولی یا کسی بھی میت کی روح کو پہنچایا تو یہ جائز ہے اسی کو لوگ عرف میں فاتحہ کہتے ہیں، مولانا عبد العزیز اور مولانا اسحٰق نے اس کے جواز کی اپنی کتابوں میں تصریح کی ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس عمل کی کوئی اصل شرعی نہیں ہے جس پر بھروسا کیا جا سکے لہٰذا یہ بدعت اور ممنوع ہے اور بعض علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس کی اصل شرعی ہے اور وہ ام سعد کے کنویں کی حدیث ہے اور حضرت ابو طلحہ نے اپنے باغ کے لیے کہا کہ یہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول کے لیے ہے اور ایک روایت میں ہے یہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول کے لیے صدقہ ہے میں کہتا ہوں کہ یہ عمل صوفیہ کے نزدیک بغیر کسی اختلاف کے معمول اور مروج ہے۔

توضیح البیان میں "نذر و نیاز" کے زیر عنوان ہم نے اس مسئلہ پر مفصل بحث کی ہے جو اہل علم کے لیے لائق مطالعہ ہے۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں: "واگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیاء را ہم خوردن ازاں جائز است۔ واللہ اعلم (فتاویٰ عزیزی ج ١ ص ٥٠)" "اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دلائی جائے تو اس سے اغنیاء کو بھی کھلانا جائز ہے۔"

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ، رد المحتار ج ٢ ص ١٧٥، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ١٣٢٧ھ۔

[2] ملا نظام الدین متوفی ١١٥٨ھ، عالمگیری ج ٥ ص ٣٢٦ طبع، مطبعہ کبری امیریہ بولاق مصر ١٣١٠ھ۔

[3] شاہ عبد العزیز محدث دہلوی متوفی ١٢٥٢ھ، فتاویٰ عزیزی ج ١ ص ٤٩-٥٠، مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند۔

[4] نواب وحید الزمان۔ ہدیۃ المہدی ص ٣٨، مطبوعہ مطبع میور پریس دہلی ١٣٢٥ھ۔

زیارت قبور کے شرعی احکام

زیارت قبر کرنا شرعاً جائز ہے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے علامہ شامی نے مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہداء احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے اور ان کو سلام کرتے تھے[1] صوفیاء کرام عرس کی اصل اسی حدیث کو قرار دیتے ہیں، علامہ شامی لکھتے ہیں کہ ملا علی قاری نے شرح اللباب میں آداب زیارت بیان کرتے ہوئے فرمایا: زائر میت کے پیروں کی جانب سے آئے تاکہ میت کو زائر کے دیکھنے میں دشواری نہ ہو اور السلام علیکم کہے پھر کھڑا ہو کر لمبی دعا مانگے اور اگر بیٹھے تو قبر سے اتنی دور بیٹھے جتنی دور زندگی میں بیٹھا کرتا تھا[2]

عالم گیری میں ہے کہ سات مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر میت کو ثواب پہنچائے، نہ قبر کو چھوئے نہ بوسہ دے کیونکہ یہ نصاریٰ کی عادت ہے۔ البتہ ماں باپ کی قبر کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں، پھولوں اور خوشبودار چیزوں کو قبر پر رکھنا مستحسن ہے اور اگر ان کی قیمت کو صدقہ کر کے میت کو ثواب پہنچا دے تو یہ زیادہ افضل ہے[3] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے لکھا ہے کہ قبر کی تعظیم کے لیے جھکنا اور طواف کرنا حرام ہے۔ سجدہ تعظیمی کرنا بھی ناجائز اور حرام ہے۔[4][5]

علامہ ابن الحاج نے زیارت قبور کے احکام بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہیں، لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے زیارت قبر سے روکا تھا پھر اجازت دیدی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو زیارت قبور سے روکتا تھا، سنو! اب قبروں کی زیارت کیا کرو اور وہاں فضول باتیں نہ کرنا اور ایک روایت میں فرمایا قبروں کی زیارت موت کو یاد دلاتی ہے

علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں کہ اموات کو سلام کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کہے السلام علیکم اہل الدیار من المؤمنین و المومنات والمسلمین و المسلمات رحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اسأل اللہ لنا و لکم العافیۃ

پھر یہ دعا کرے اللّٰھم اغفر لنا ولھم اور اس سے کم یا زیادہ کہنے کی بھی گنجائش ہے اور مقصد یہ ہے کہ ان کے لیے دعا میں خوب کوشش کی جائے، کیونکہ وہ لوگوں میں دعا کے سب سے زیادہ محتاج ہیں کیونکہ ان کے عمل کا سلسلہ اب منقطع ہو چکا ہے، پھر میت کے قبلہ کی جانب بیٹھ جائے اور اسے اختیار ہے کہ میت کے پیروں کی جانب بیٹھے یا چہرہ کی جانب پھر اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کرے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے پھر جس قدر ہو سکے میت کے لیے دعا کرے۔ اسی طرح جب کبھی کسی شخص پر یا مسلمانوں پر کوئی افتاد یا مصیبت آپڑے تو ان قبروں کے پاس آکر دعا کرے، اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا مانگے کہ اللہ تعالیٰ اس مصیبت کو دور کر دے یہ عام قبروں کی

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ا ص ۸۴۳ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[2] " " " "

[3] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالم گیری ج ۵ ص ۳۵۰، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

[4] اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۱۸۱ مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد، بار دوم ۱۳۹۲ھ

[5] ایضاً " " ، الزبدۃ الزکیۃ تحریم السجدۃ التحیۃ مطبوعہ محبوب المطابع دہلی۔

زیارت کا طریقہ ہے اور اگر کسی مقبول بندے کا مزار ہو جس کی برکت کی امید ہو تو اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس مزار کا وسیلہ پیش کرے، بلکہ پہلے اللہ تعالیٰ کی جناب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرے کیونکہ توسل میں سب سے عمدہ آپ کی ذات مقدسہ ہے۔ آپ کا وسیلہ پیش کرنے کے بعد آپ کے تمام صالح پیروکاروں کا وسیلہ پیش کرے، امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ "جب قحط پڑا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ کو پیش کیا اور دعا کی اے اللہ! پہلے ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرتے تھے تو تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی کے عم محترم کا وسیلہ پیش کر رہے ہیں ہم پر بارش نازل فرما تو مسلمانوں پر بارش ہو جاتی تھی" پھر اپنی حاجات کے پورا ہونے میں اور اپنے گناہوں کی مغفرت میں قبرستان کے صالح بزرگوں کا وسیلہ پیش کرے پھر اپنے لیے اور اپنے والدین کے لیے، اپنے اساتذہ اور اپنے شیخ کے لیے اور اپنے رشتہ داروں کے لیے اور اس قبرستان کے اموات کے لیے اور عام مسلمان اموات کیلئے اور قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے دعا کرے اور اس قبرستان کے اموات کا بکثرت وسیلہ پیش کرے، اور جس شخص کو کوئی کام درپیش ہو وہ قبرستان جائے اور ان کے وسیلہ سے دعا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان وہ واسطہ ہیں اور یہ چیز شریعت میں ثابت ہے اور تمام دنیا اسلام میں مشرق سے لے کر مغرب تک تمام علماء اور اکابر مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کرتے ہیں، ان سے برکت حاصل کرتے ہیں اور ان کی برکات سے ظاہری اور باطنی طور پر فیضیاب ہوتے ہیں۔

علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں کہ شیخ ابو عبد اللہ بن نعمان رحمہ اللہ نے اپنی کتاب سفینۃ النجاء لاہل الالتجاء میں فرمایا کہ صالحین کی قبروں کی حصول برکت کے لیے زیارت مستحب ہے کیونکہ صالحین کی برکات جس طرح ان کی زندگی میں فیض رساں ہوتی ہیں اسی طرح ان کی موت کے بعد بھی جاری رہتی ہیں اور صالحین کی قبروں کے پاس دعا کرنا اور ان سے شفاعت طلب کرنا ائمہ دین اور علماء محققین کا معمول رہا ہے۔ اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں کہ جس شخص کو صالحین کی قبروں کے پاس جانے کی ضرورت ہو وہ ان کے مقابر پر جائے اور ان کا وسیلہ پیش کرے یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین مسجدوں کے سوا سامان سفر نہ باندھا جائے مسجد حرام، میری مسجد اور مسجد اقصیٰ" کیونکہ امام غزالی نے احیاء العلوم کے آداب سفر میں بیان کیا ہے کہ عبادات کے لیے سفر کیا جائے مثلاً جہاد اور حج کے لیے اور اس کے بعد فرمایا کہ اس میں انبیاء علیہم السلام، صحابہ، تابعین اور تمام علماء اور اولیاء اللہ کی قبروں کے لیے سفر کرنا بھی داخل ہے اور ہر وہ شخص جس کی زیارت اور اس سے برکت حاصل کرنے کے لیے اس کی زندگی میں سفر کرنا جائز ہے۔ اس کی موت کے بعد اس کی قبر کی زیارت کے لیے بھی سفر کرنا جائز ہے اور حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ان تین مساجد کے سوا کسی اور مسجد کی زیارت کے لیے سامان سفر نہ باندھا جائے۔

علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں: ہم نے جو یہ احکام بیان کیے ہیں یہ علماء اور صالحین کی قبروں کی زیارت کے احکام ہیں اور انبیاء اور رسل علیہم الصلوٰت والسلام کے احکام یہ ہیں:

انبیاء اور رسل علیہم السلام کی قبروں کی زیارت کرنے والا مسافت بعیدہ سے ان کی زیارت کا قصد متعین کر کے چلے اور جب ان کے مزار پر پہنچے تو انتہائی ذلت، عاجزی، فقر و فاقہ اور نہایت خضوع اور خشوع کے ساتھ آئے اور حضور قلب کے ساتھ حاضر ہو اور ہر چند کہ آنکھ سے ان کا مشاہدہ نہ کرے دل کی آنکھ سے انہیں دیکھے کیونکہ ان کے اجسام

مبارکہ بوسیدہ ہوتے ہیں نہ متغیر ہوتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کی وہ ثناء کرے جو اس کی شان کے لائق ہے، پھر ان پر صلوات بھیجے پھر ان کے تمام اصحاب اور قیامت تک ان کے تمام تابعین کے لیے رضوان اور رحمت کی دعا کرے پھر اپنی حاجات کی تحصیل اور اپنے گناہوں کی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا وسیلہ پیش کرے پھر ان سے شفاعت طلب کرے اور اپنی حاجات ان پر پیش کرے اور ان کی برکت سے دعا کی مقبولیت پر یقین رکھے اور اس باب میں اپنا حسن ظن قوی رکھے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا کھلا ہوا دروازہ ہیں اور اللہ تعالیٰ سبحانہٗ کی یہ عادت جاری رہی ہے کہ وہ اپنے نبیوں کے ہاتھوں سے اور ان کے واسطے اور سبب سے بندوں کی حاجات کو پورا فرماتا ہے اور جو شخص خود انبیاء علیہم السلام کے مزارات مقدسہ تک نہ پہنچ سکے وہ ان کی بارگاہ میں سلام بھیجے اور اپنی حاجات اور اپنے گناہوں کی مغفرت اور اپنے عیوب کی پردہ پوشی کے لیے ان سے شفاعت کی درخواست کرے کیونکہ وہ کریم بزرگ ہیں اور جو شخص کریموں سے سوال کرتا ہے یا ان کا وسیلہ پیش کرتا ہے یا ان کی پناہ میں آتا ہے یا ان کا ارادہ کرتا ہے وہ اس کو مسترد نہیں کرتے۔

علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں یہ گفتگو تو عام انبیاء اور مرسلین کے مزارات مقدسہ کی زیارت سے متعلق تھی اور خصوصاً حضور سید الانبیاء والمرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم کے روضۂ اطہر کی زیارت کے احکام یہ ہیں:

انبیاء علیہم السلام کی قبور کی زیارت کے جو احکام بیان کیے گئے ہیں حضور سید المرسلین کی قبر انور کی زیارت کے وقت یہ احکام دو گنے چوگنے ہو جائیں گے یعنی زائر جب حاضر ہو تو انتہائی ذلت، انکسار اور عاجزی سے حاضر ہو کیونکہ آپ شافع اور مشفع ہیں آپ کی شفاعت کبھی رد نہیں ہوتی اور جو شخص آپ کی زیارت کا قصد کرے وہ کبھی ناکام نہیں ہوتا نہ وہ شخص جو آپ کا مہمان ہو، نہ وہ جو آپ سے مدد اور شفاعت طلب کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دائرہ کمال کے مرکز ہیں اور اللہ کی مملکت کے دولہا ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لقد رای من ایات ربه الکبری ٥ آپ نے اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھی ہیں۔ ہمارے علماء نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ آپ نے اپنی صورت مبارکہ کو دیکھا ہے اس لیے اس مملکت کے آپ ہی تاجدار ہیں لہٰذا جو شخص آپ کا دامن پکڑتا ہے، آپ سے توسل کرتا ہے، آپ سے شفاعت طلب کرتا ہے یا آپ سے اپنی حاجات طلب کرتا ہے وہ کبھی ناکام اور نامراد نہیں ہوتا کیونکہ مشاہدہ اور آثار سے اسی طرح ثابت ہے۔ ہمارے علماء رحمہم اللہ نے آپ کی زیارت کا قاعدہ کلیہ یہ بیان کیا ہے کہ آپ کی زیارت کرنے والا یہ سمجھے کہ وہ آپ کی حیات مبارکہ میں آپ کے سامنے کھڑا ہوا ہے کیونکہ آپ کی حیات اور موت میں کوئی فرق نہیں ہے یعنی آپ اسی طرح امت کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ ان کے احوال ان کی نیات ان کے ارادوں اور دلوں میں آنے والے خیالوں کو جانتے ہیں اور یہ بات بالکل ظاہر ہے اور اس میں کوئی خفا نہیں ہے۔

علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ یہ صفات تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو مسلمان بھی آخرت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے تو وہ بالعموم زندوں کے احوال پر مطلع ہوتا ہے۔ اس کے بعد علامہ ابن الحاج نے اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور عرض اعمال کی حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر استدلال کیا ہے اس کے بعد لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنے سے گناہ جھڑتے ہیں اور خطائیں معاف ہوتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی جو عظمت ہے اس کے مقابلہ میں کوئی گناہ عظیم نہیں ہے اس لیے زیارت کرنے والا خوش ہو، اے اللہ! اپنے نبی کے توسل سے ہمیں نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم رکھنا اور جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ محروم ہے کیا اس نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما۔ جو شخص زیارت کے لیے آئے وہ دروازے پر کھڑا ہو اور آپ کا وسیلہ پیش کرے تو اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنیوالا مہربان پائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی سے پاک ہے اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے جو آپ کے پاس آیا اور توبہ کی اور آپ سے شفاعت طلب کی اور آپ نے اس کی شفاعت کر دی تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا اور اس بات کی حقانیت سے صرف وہی شخص انکار کر سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا معاند ہو، نعوذ باللہ من ذالک۔

علامہ ابن الحاج کہتے ہیں: کہ امام مالک نے فرمایا جب آپ کے مزار پر حاضر ہو کر سلام عرض کرے اور دعا مانگے تو کعبہ کی طرف منہ نہ کرے بلکہ آپ کی طرف منہ کرے اور قبر کو ہاتھ سے نہ چھوئے [1]۔

روضہ منورہ پر حاضری کے احکام زیادہ تفصیل سے ہم انشاء اللہ شرح صحیح مسلم کی جلد ثالث کتاب الحج میں بیان کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ابن الحاج پر رحمت فرمائے انہوں نے زیارت قبور کے احکام میں حسن ترتیب کو قائم رکھا ہے اور بتلایا ہے کہ عام مسلمانوں کی قبروں پر صرف دعائے مغفرت کریں، علماء امت کی قبور پر اپنی حاجات میں فقط ان کا وسیلہ پیش کریں، اور انبیاء علیہم السلام کی قبور مبارکہ پر جا کر ان سے اپنی حاجات میں شفاعت کے لیے درخواست کریں اور حبیب حضور سید الانبیاء کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو شفاعت کے علاوہ آپ سے اپنی حاجات عرض کریں اور مدد طلب کریں، مسلمانوں کو چاہیے کہ ان مراتب کو ملحوظ رکھیں اور خلط ملط نہ کریں۔

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا حکم

حدیث نمبر ٢١٢٨ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سعد بن ابی وقاص کے جنازے کو مسجد میں لانے کا حکم دیا صحابہ نے اس کو اچھا نہیں جانا تو حضرت عائشہ نے فرمایا یہ لوگ کتنی جلدی اس بات کو بھول گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن بیضاء کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھائی تھی۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں اس حدیث میں شوافع کی دلیل ہے جو مسجد میں نماز جنازہ کو جائز قرار دیتے ہیں [2]۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ اگر میت کی کسی چیز کے ساتھ مسجد کے نجس ہونے کا خوف نہ ہو تو مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے [3]۔

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں امام مالک، ان کے بعض اصحاب، امام ابو حنیفہ اور ابن ابی ذئب نے صحابہ کرام کے انکار کی بنیاد پر یہ کہا کہ مسجد میں نماز جنازہ جائز نہیں ہے امام طحاوی نے فرمایا کہ صحابہ کرام کا انکار اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سہیل بن بیضاء کی مسجد میں نماز پڑھانے سے جو جواز ثابت ہوا تھا وہ منسوخ ہو چکا تھا کیونکہ صحابہ کرام اسی چیز کا انکار کرتے تھے جس کے خلاف وہ کوئی حکم سن چکے ہوتے تھے [4]۔

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد المشہور بابن الحاج متوفی ٧٣٧ھ، المدخل ج ١ ص ٢٦٠ - ٢٦١، مطبوعہ مصر

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ، شرح مسلم ج ١ ص ٣١٢، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ١٣٧٥ھ۔

[3] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ٦٣٠ھ، المغنی ج ٢ ص ١٨٥، مطبوعہ دار الفکر بیروت ١٤٠٦ھ۔

[4] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ٨٢٨ھ، اکمال اکمال المعلم ج ٣ ص ١٠٠، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں: مسجد میں نماز جنازہ ہمارے نزدیک مکروہ ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کو کوئی اجر نہیں ملے گا (سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۹۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبع ثانی ۱۴۰۵ھ) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت بھی ہماری دلیل ہے کیونکہ مسجد میں نماز جنازہ کا انکار کرنے والے مہاجرین اور انصار تھے اس سے معلوم ہوا کہ یہ بات ان کے درمیان معروف اور ثابت تھی کہ مسجد میں نماز جنازہ مکروہ ہے تبھی انھوں نے حضرت عائشہ کے اس فعل پر انکار کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سہیل بن بیضاء کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت آپ معتکف تھے۔ اس وجہ سے آپ باہر نہیں آئے اور جنازہ کو مسجد میں رکھنے کا حکم دیا اور ہمارے نزدیک جب جنازہ مسجد سے باہر ہو تو نمازیوں کا مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے، کراہت صرف جنازے کو مسجد میں لانے میں ہے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد کو بچوں اور مجنونوں سے دور رکھو اور جب مسجد کو مجنونوں سے دور رکھا جاتا ہے تو مسجد کو میت سے بطریق اولیٰ دور رکھنا چاہیے[1]۔

دیگر احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ کے لیے صحابہ کو عید گاہ میں لے جاتے تھے جیسا کہ نجاشی کی حدیث میں گزر چکا ہے۔ اس بحث کی مزید تفصیل کے لیے کتاب کے آخر میں (ص ۱۰۲۶-۱۰۲۷) پر ضمیمہ ملاحظہ فرمائیں۔

پوسٹ مارٹم کا حکم حدیث نمبر ۲۱۴۴ میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص انگارے پر بیٹھ جائے اور اس سے اس کے کپڑے جل جائیں اور (آگ) اس کی کھال تک پہنچ جائے تو یہ (انگارے پر بیٹھنا) اس کے لیے قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔

قبر پر بیٹھنے کی ممانعت اس وجہ سے ہے کہ اس سے میت کو ایذاء پہنچتی ہے اور میت کو ایذاء پہنچانا حرام ہے اس وجہ سے یہ سوال متوجہ ہوتا ہے کہ آیا پوسٹ مارٹم جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں ہم پہلے وہ احادیث بیان کریں گے جن میں میت کے جسم کو کاٹنے اور توڑ پھوڑ سے آپ نے صراحتہً منع فرمایا ہے۔

امام عبد الرزاق اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عائشة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کسر عظام المیت ککسرها حیا[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت کی ہڈیوں کو توڑنا زندہ شخص کی ہڈیوں کو توڑنے کی طرح ہے۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے[3]۔

امام عبد الرزاق نے مزید دو سندوں کے ساتھ اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے[4]۔

امام ابو داؤد نے بھی اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے[5]۔

---

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲ ص ۶۸، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۰ھ۔

[2] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۴۴۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ۔

[3] امام ابو بکر بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، السنن الکبریٰ ج ۴ ص ۵۸، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۴۴۴ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ۔

[5] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۰۲ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ۔

ان احادیث سے یہ معلوم ہو گیا کہ میت کے جسم کو کاٹنا اور اس کی ہڈیاں کو توڑنا ناجائز اور گناہ ہے۔ اس مسئلہ پر دلائل شرعیہ کی روشنی میں اپنی رائے پیش کرنے سے پہلے ہم دیگر اسلامی مفکرین کی آراء پیش کر رہے ہیں۔

سید مودودی کی رائے

سید ابوالاعلیٰ مودودی پوسٹ مارٹم کے مسئلہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

پوسٹ مارٹم کے مسئلہ میں، جیسا کہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں مجھے خود بڑا الجھاؤ ہے اور کوئی فیصلہ کن بات میرے لیے مشکل ہے اس معاملے کے دو مختلف پہلو ہیں جن کے تقاضے ایک دوسرے سے متصادم ہوتے ہیں۔

ایک طرف شرعی احکام ہیں جو مرنے والے انسانوں کے جسم کا احترام کرنے اور ان کو عزت کے ساتھ دفن کر دینے کی تاکید کرتے ہیں، اور اگر وہ مسلمان ہوں تو ان کی تجہیز و تکفین کر کے نماز جنازہ پڑھنے کی ہدایت کرتے ہیں، ان شرعی احکام کی تائید ان لطیف حسیات سے بھی ہوتی ہے جو (شاید ڈاکٹروں اور بالکل سائنٹسٹ قسم کے لوگوں کے سوا) سب ہی انسانوں میں موجود ہوتے ہیں۔ کوئی آدمی یہ خوشی سے گوارا نہیں کر سکتا کہ اس کے باپ، بیٹے، بیوی، بہن اور ماں کی لاشیں ڈاکٹروں کے حوالے کی جائیں اور وہ ان کی چیر پھاڑ کریں یا وہ میڈیکل کالج کے طالب علموں کو دے دی جائیں تاکہ وہ ان کے ایک ایک عضو کا تجزیہ کریں اور پھر ان کی ہڈیاں سکھا کر رکھ لیں۔ اسی طرح کوئی قوم بھی یہ گوارا کرنے کے لیے تیار نہیں ہے کہ اس کے لیڈر اور پیشوا مرنے کے بعد پوسٹ مارٹم کے تختہ مشق بنائے جائیں۔ ابھی حال میں گاندھی جی اور لیاقت علی خاں مرحوم گولی کے شکار ہوئے ہیں "طبی قانونی" نقطہ نظر سے ضروری تھا کہ ان کا پوسٹ مارٹم کر کے سبب موت کی تشخیص کی جاتی مگر اس سے احتراز کیوں کیا گیا؟ صرف اس لیے کہ قومی جذبات اپنے محترم لیڈروں کی لاشوں کا چیر پھاڑ نابرداشت کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔

دوسری طرف طبی اور قانونی اغراض کے لیے پوسٹ مارٹم کی ضرورت ہے۔ طب کے مختلف شعبوں کی تعلیم اور طبی تحقیقات کی ترقی کے لیے اس کی ضرورت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور ایک حد تک قانون بھی اس کا تقاضا کرتا ہے کہ قتل کے مقدمات میں سبب موت کا تعین کیا جائے۔

اب یہ ایک بڑا پیچیدہ سوال ہے کہ ان دونوں متصادم تقاضوں کے درمیان مصالحت کیسے کی جائے۔ اس کا یہ حل تو میرے سامنے سخت منکر وہ ہے کہ امیروں اور غریبوں، بڑے لوگوں اور چھوٹے لوگوں خاندان والوں اور لاوارثوں کی لاشوں کے بارے میں ہمارے پاس دو مختلف معیار اخلاق اور دو مختلف طرز عمل ہوں، اس لیے لامحالہ اس کا کوئی اور ہی حل سوچنا پڑے گا مگر وہ حل کیا ہو، اس باب میں میری قوت فیصلہ بالکل عاجز ہے یہ چیز کسی ایسی مجلس میں زیر بحث آنی چاہیے جس میں علماء دین شامل ہوں اور شعبہ طب اور شعبہ عدالت کے نمائندے بھی۔ ممکن ہے یہ لوگ سر جوڑ کر اس کا کوئی حل نکال سکیں۔[1]

(ترجمان القرآن محرم، صفر ۱۳۷۲ھ / اکتوبر، نومبر ۱۹۵۲ء)۔

یہ تحریر ۱۹۵۲ء کی ہے اس کے بائیس سال بعد مودودی صاحب کی رائے یہ تھی:

مظفر بیگ صاحب مودودی صاحب کی مجلس استفسار کو رقم بند کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[1] سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، رسائل مسائل ج ۲ ص ۲۵۴-۲۵۵ مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز، لاہور طبع سوم ۱۹۷۵ء۔

"مولانا کیا طبی مقاصد کے لیے لاشوں کی چیر پھاڑ درست ہے؟"

مولانا نے فرمایا: "ہمارے ہاں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ میں نے جہاں تک اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے مجھے کوئی ایسی روایت نہیں دکھائی دی۔ طب میں مسلمانوں نے بہت کام کیا ہے۔ بڑی مفید خدمات انجام دی ہیں۔ طبی تحقیقات میں ان کا حصہ کسی سے کم نہیں، لیکن انہوں نے اپنے کام یا اپنی تحقیقات کے لیے لاشوں کو نہیں چیرا پھاڑا۔ خود یورپ میں اس چیز کو پسند نہیں کیا جاتا تھا اور گذشتہ صدی تک یہ حالت تھی کہ لاشوں کو چرا کر ہی یہ کام ہو سکتا تھا چنانچہ لاشیں چرانے والوں کے گروہ بن گئے تھے جو ان طبی تحقیقات میں مدد دیتے تھے۔"

"مولانا! پوسٹ مارٹم کے لیے بھی تو لاش کو چیرنا پھاڑنا پڑتا ہے؟" انہی صاحب نے کہا مولانا نے فرمایا!

"یہ کام طب اور سائنس کے نام پر کیا جاتا ہے یا پوسٹ مارٹم کی خانہ پری کے لیے انجام دیا جاتا ہے آپ دیکھیں گے کہ صرف غریبوں ہی کی لاشیں ان مقاصد کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ اگر صدر کینیڈی بھی گولی کا نشانہ بنے ہیں اور گاندھی بھی کیا ان کی لاشوں کی بھی چیر پھاڑ ہوئی؟ ———— معلوم یہ ہوا کہ یہ طب کی وہ ترقی اور قانون کی وہ ضرورت ہے جو صرف غریبوں اور لاوارثوں کی لاشوں سے ہی پوری ہو سکتی ہے[1]۔"

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے جذباتی انداز سے پوسٹ مارٹم کے مسئلہ پر گفتگو کی ہے، فقہی نوعیت سے اس مسئلہ کا جائزہ نہیں لیا۔ سوال یہ ہے کہ ایسی ناگزیر صورت میں جبکہ انسانی جان کی بقاء کسی مردہ کے پوسٹ مارٹم پر موقوف ہو تو کیا شریعت اسلامی میں مردہ کے پوسٹ مارٹم کی کوئی نظیر اور گنجائش ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب مودودی صاحب کی بائیس سال پہلے کی تحریر میں ہے اور نہ بعد کی گفتگو میں! البتہ ہر وہ شخص جو گولی سے مرا ہو اس کا پوسٹ مارٹم کیا جانے یہ کلیہ سراسر غیر معقول اور خارج بحث ہے۔

شیخ خمینی کی رائے

شیخ روح اللہ خمینی پوسٹ مارٹم کے بارے میں اپنی رائے لکھتے ہیں:

(۲۸۷۴) مسلمان مرنے والے کے جسم کو چیرنا پھاڑنا جائز نہیں اور اگر ایسا کریں تو فعل حرام ہے اور اس کے سر اور دیگر اعضاء کو کاٹنے کے لیے دیت دینا ہوگی جو کہ ہم نے کتاب تحریر الوسیلہ میں ذکر کر دی ہے البتہ غیر مسلمان مردے کو چیرنا پھاڑنا جائز ہے اور اس کی دیت بھی نہیں ہے۔ چاہے وہ غیر مسلم کا فرذمی ہو یا کوئی اور، غیر مسلمان مردے کو چیرنا پھاڑنا ممکن ہو تو ڈاکٹری مقاصد کے لیے مسلمان کے بدن کو نہیں چیر پھاڑ سکتے اگر چہ کسی ایک یا کئی مسلمانوں کی جان کی حفاظت اس پر موقوف ہو اور اگر غیر مسلمان کے پوسٹ مارٹم کے امکان کی صورت میں مسلمان کا پوسٹ مارٹم کیا تو گنہگار ہوں گے اور ان پر دیت واجب ہوگی۔

(۲۸۷۶) اگر کسی ایک یا کئی مسلمانوں کی جان کی حفاظت پوسٹ مارٹم پر موقوف ہو اور غیر مسلمان کا پوسٹ مارٹم ممکن نہ ہو تو پھر مسلمان کا کر سکتے ہیں، البتہ صرف مہارت حاصل کرنے کے لیے جبکہ کسی مسلمان کی جان کی حفاظت اس پر موقوف نہ ہو جائز نہیں ہے اور موجب دیت بھی ہے۔

(۲۸۷۷) جس مورد میں مسلمانوں کی جان کی حفاظت مسلمان کے پوسٹ مارٹم پر موقوف ہو تو بعید نہیں کہ دیت بھی واجب

---

[1] مظفر بیگ، ایم۔ اے: زبدار پارک (روداد مجلس مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی) ص ۱۳ مطبوعہ البدر پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۷۸ء

نہ ہو اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ دیت دی جائے۔[1]

اس میں کوئی شک نہیں کہ شیخ خمینی نے فقیہانہ انداز میں گفتگو کی ہے ہر چند کہ انہوں نے اپنے موقف پر دلائل شرعیہ مہیا نہیں کیے تاہم ان کی رائے صائب ہے۔ البتہ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آسکی کہ مُردہ کے اعضاء کاٹنے پر دیت کیوں واجب ہوگی؟ اور ہمارے علم اور مطالعہ میں اس حکم کا کوئی شرعی مأخذ نہیں ہے۔

اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کرنے کے لیے پہلے ہم یہ بیان کریں گے کہ پوسٹ مارٹم کی ضرورت کن مواقع پر پیش آتی ہے پھر دلائل شرعیہ کے ساتھ اس کے جواز اور عدم جواز کا محل بیان کریں گے۔

پوسٹ مارٹم کے مواقع

میت کے پوسٹ مارٹم کی ضرورت دو جگہ پیش آتی ہے ایک ضرورت ہے تعلیم تعلیم کے لیے عام طور پر کسی لاوارث میت کو قبضہ میں کرنے کے بعد میڈیکل کالج کے طلبہ اس کے جسم پر آپریشن کی مشق کرتے ہیں اور اس کے جسم کے مختلف اعضاء پر طبی نوعیت کے تجربات کرتے ہیں۔ ہر چند کہ اب پلاسٹک ماڈل پر تجربات شروع ہو چکے ہیں۔

آج کل انسانی جان کو بچانے کے لیے سرجری اور آپریشن ایک ضروری طریقہ علاج ہے۔ پتہ یا مثانہ میں پتھری کی صورت میں آپریشن کے ذریعہ پتھری کو باہر نکالا جاتا ہے، اگر گردہ خراب ہو جائے تو اس کو آپریشن کرکے باہر نکال دیتے ہیں۔ بعض دفعہ عورت کے پیٹ میں بچہ آڑا یا ترچھا ہوتا ہے اور اگر آپریشن کے ذریعہ ڈلیوری نہ کی جائے تو ماں اور بچہ دونوں مر جاتے ہیں۔ بعض دفعہ جسم کے کسی عضو میں کوئی ناسور ہو جاتا ہے اور باقی جسم کو اس کے زہر سے محفوظ رکھنے کے لیے اس عضو کو کاٹنا پڑتا ہے بعض حادثات میں جسم کی مختلف ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں اس موقع پر ہڈی جوڑنے کے لیے آپریشن ناگزیر ہوتا ہے اسی طرح بم کے ٹکڑوں اور گولیوں کو جسم سے نکالنے کے لیے آپریشن کی ضرورت پڑتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ میڈیکل کالج کے طلبہ اگر زمانہ تعلیم میں سرجری کی مشق نہ کریں تو وہ مستقبل میں سرجری کے ذریعہ علاج نہیں کر سکتے اور بغیر آپریشن کے جن لوگوں کا علاج نہیں ہو سکتا ان کی زندگی یقینی خطرہ میں ہے اور شریعت کا قاعدہ ہے: الضرورات تبیح المحظورات ضرورت کی بناء پر امر ممنوع کا کرنا جائز ہو جاتا ہے تو کیا اس اہم ضرورت کی بناء پر پوسٹ مارٹم کرنے کی بالعموم اجازت دی جا سکتی ہے۔

پوسٹ مارٹم کے جواز اور عدم جواز کا محل

اس مسئلہ میں ہمارا نظریہ یہ ہے کہ سرجری کی مشق کے لیے جانوروں اور غیر مسلم اموات کو حاصل کرنا چاہیے اور مسلم اموات پر سرجری کی مشق کرنا جائز نہیں ہے اور غیر مسلم اموات کا حصول اس قدر دشوار نہیں ہوتا جس کی بناء پر مسلمان میت کی چیر پھاڑ کرکے اس کی بے حرمتی کی جائے خصوصاً اس صورت میں جبکہ پلاسٹک ماڈل سے بھی تعلیم شروع کی جا چکی ہے۔

پوسٹ مارٹم کی دوسری وجہ جو بالعموم پیش آتی ہے وہ ہے مقدمہ کی تحقیق اور کسی بے قصور مسلمان کو قتل کی سزا سے بچانے کا مسئلہ مثلاً ایک شخص کو پولیس نے پستول سمیت پکڑ لیا اور اس پر الزام یہ ہے کہ اس نے اپنے پستول سے فلاں شخص کو گولی مار کر ہلاک کر دیا ہے جبکہ ملزم یہ کہتا ہے کہ میں نے اس پر گولی نہیں چلائی اور تمام شواہد اور قرائن ملزم کے خلاف ہیں، اب صرف

---

[1] شیخ روح اللہ خمینی، توضیح المسائل (اردو) ص ۴۵۳، مطبوعہ سازمان تبلیغ اسلامی ایران ۱۴۰۴ھ۔

یہ دیکھنا باقی ہے کہ مقتول کے جسم میں جو گولی ہے آیا وہ اس نمبر کی گولی ہے جو ملزم کے پستول میں ہے یا کوئی اور گولی ہے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مقتول کے جسم میں ملزم کے پستول کی گولی ہے تو وہ قاتل ثابت ہو جائے گا اور اگر وہ گولی اس کے پستول کی نہیں ہے تو وہ بری ہو جائے گا۔

ایسی صورت میں جبکہ پوسٹ مارٹم کے ذریعہ کسی بے قصور کی جان بچانے کا مسئلہ ہو تو پوسٹ مارٹم کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے اور فقہاء اربعہ کے مذاہب میں اس کی تائید موجود ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام مالک کا ایک قول یہ ہے کہ حاملہ عورت فوت ہو جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ ہو تو ماں کا پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکال لیا جائے اور یہ بعینہٖ ہمارا مطلوبہ جزئیہ ہے یعنی زندہ کی جان بچانے کے لیے میت کی چیر پھاڑ (پوسٹ مارٹم) جائز ہے بلکہ احناف یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر عورت زندہ ہو اور پیٹ میں بچہ مر جائے تو بچے کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے دائی ہاتھ سے نکال لے اور یہ پوسٹ مارٹم کے جواز پر دوسرا جزئیہ ہے، ہر چند کہ سرجری کے اس ترقی یافتہ دور میں بچہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے نکالنے کی ضرورت نہیں بلکہ عورت کے پیٹ کا آپریشن کر کے بچہ کو پیٹ سے نکالا جا سکتا ہے، امام احمد بن حنبل نے اگرچہ اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے لیکن وہ بھی یہ کہتے ہیں کہ اگر عورت مر جائے اور بچہ کے بعض اجزاء باہر نکل آئیں اور باقی بچہ کو عورت کا پیٹ چاک کیے بغیر نکالنا ممکن نہ ہو تو عورت کا پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکال لیا جائے اور یہ بھی موجودہ صورت میں پوسٹ مارٹم کے جواز کا بعینہٖ جزئیہ ہے۔ بہرحال ائمہ اربعہ کی تصریحات سے ظاہر ہو گیا کہ جب کسی زندہ کی جان بچانا مقصود ہو تو میت کا پوسٹ مارٹم کرنا جائز ہے۔ اب ہم سطور ذیل میں کتب مذاہب سے اس مسئلہ سے متعلق عبارات پیش کر رہے ہیں۔

علامہ علائی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

حامل ماتت وولدها حي يضطرب شق بطنها من الايسر ويخرج ولدها ولو بالعكس وخيف على الام واخرج لو ميتا والا لا كما في الكراهة الاختيار ولو بلع مال غيره ومات هل يشق قولان والاولى نعم فتح۔ [۱]

حاملہ عورت فوت ہو گئی اور اس کے پیٹ میں بچہ ہے جو ہل رہا ہے تو بائیں جانب سے اس کا پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکال لیا جائے اور اگر ماں زندہ ہو اور پیٹ میں بچہ مر جائے تو بچہ کو (تقسیم کر کے) نکال لیا جائے گا، اور اگر کسی شخص نے کسی کا مال نگل لیا اور پھر مر گیا تو کیا اس کا پیٹ چاک کیا جائے گا؟ اس میں دو قول ہیں اور اولیٰ یہ ہے کہ پیٹ چاک کیا جائے گا۔ (فتح القدیر)۔

علامہ ابن ہمام نے اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ زندہ بچہ کو نکالنے کے لیے عورت کا پیٹ چاک کیا جائے گا۔[۲] اسی طرح علامہ شامی نے لکھا ہے[۳] فتاویٰ قاضی خاں میں بھی اسی طرح ہے۔[۴]

۱۔ علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۸۴۰ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔
۲۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۱۰۲ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔
۳۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۸۴۰ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ
۴۔ علامہ حسن بن منصور اوزجندی قاضی خاں متوفی ۵۹۲ھ، قاضی خاں علی ہامش الہندیہ ج ۳ ص ۴۱۱ مطبوعہ مصر۔

مشہور فقیہ ابو اللیث سمرقندی حنفی اس مسئلہ میں لکھتے ہیں:

امرأة ماتت وفي بطنها ولد يضطرب قال محمد يشق من الجانب الايسر والله تعالى خلق حواء من آدم عليه السلام من ضلعه الايسر وحكي عن ابي حنيفة رحمه الله تعالى فعلوا كذلك بامرأة فعاش الولد وصيانة الولد عن الهلاك واجب بخلاف ما اذا ابتلع درة غيره ثم مات ولم يترك مالا لا يشق بطنه۔[1]

ایک عورت فوت ہو گئی اور اس کے پیٹ میں بچہ ہل رہا ہے، امام محمد نے فرمایا بائیں جانب سے اس کے پیٹ کو چاک کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا کو حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں جانب سے پیدا فرمایا تھا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے حکایت ہے کہ لوگوں نے ایک مردہ عورت کے پیٹ کو چاک کر کے بچہ نکالا اور بچہ زندہ رہا اور بچہ کو ہلاکت سے محفوظ رکھنا واجب ہے۔ برخلاف اس کے ایک شخص نے کسی کا موتی نگل لیا اور مر گیا اور اس نے کوئی مال نہیں چھوڑا تو اس کے پیٹ کو نہیں چاک کیا جائے گا۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی کی رائے ہے کہ مال غیر نگلنے والا مر جائے اور اس کا ترکہ نہ ہو تو اس کا پیٹ چاک نہیں کیا جائے گا لیکن علامہ ابن ہمام نے علامہ جرجانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس آدمی نے مال غیر کھا کر اپنی حرمت ختم کر دی ہے۔ اس لیے اس کا پیٹ چاک کیا جائے گا اور اس کو ترجیح دی ہے، علامہ علائی اور علامہ شامی نے بھی اس قول پر اعتماد کیا ہے، حنابلہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ اور اس صورت میں زندہ کی جان بچانے کے لیے مردہ کے پوسٹ مارٹم کے جواز کا مسئلہ اور بھی آسان ہو جاتا ہے۔

علامہ شیرازی شافعی فرماتے ہیں:

وان ماتت امرأة وفي جوفها جنين حي شق جوفها لانه استبقاء حي باتلاف جزء من الميت فاشبه اذا اضطر الى اكل جزء من الميت۔[2]

اگر عورت فوت ہو جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو تو اس کا پیٹ چاک کیا جائے گا کیونکہ اس صورت میں میت کے ایک جز کو تلف کر کے زندہ کو باقی رکھنا ہے جس طرح اضطرار کی صورت میں میت کا عضو کھانا جائز ہے۔

جمہور فقہاء شافعیہ کا یہی قول ہے البتہ محاملی اور قاضی حسین نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے۔ لیکن جمہور فقہاء شافعیہ نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

ومختصر المسألة ان رجي حياة الجنين وجب شق جوفها۔[3]

مسئلہ مختصر یہ ہے کہ اگر پیٹ میں بچہ کی زندگی متوقع ہو تو مردہ عورت کا پیٹ چاک کرنا واجب ہے۔

[1] فقیہ ابو اللیث سمرقندی متوفی ۳۷۳ھ، فتاویٰ النوازل ص ۱۰۱، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ ۱۴۰۵ھ۔
[2] شیخ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع المجموع ج ۵ ص ۳۰۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب مع المجموع ج ۵ ص ۳۰۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

علامہ ابو القاسم رافعی شافعی لکھتے ہیں:

ولو ابتلع في حياته مالا ثم مات وطلب صاحبه الرد شق جوفه ورد قال في العدة الا ان يضمن الورثة مثله او قيمته فلا يخرج ولا يرد في اصح الوجهين وفيه وجه اخر وهو اختيار القاضي ابي الطيب انه لا يخرج اصلا ويجب الغرم من تركته على الورثة ولو ابتلع شيئا من مال نفسه ومات فهل يخرج فيه وجهان.[1]

اگر کسی شخص نے زندگی میں کسی کا مال نگل لیا اور مر گیا، اور صاحب مال نے اس مال کا مطالبہ کیا تو اس کا پیٹ چاک کر کے مال واپس کیا جائے گا۔ صاحب عدہ نے کہا سوا اس صورت کے جب اس کے وارث اس مال کی مثل یا قیمت کے ضامن ہو جائیں پھر صحیح قول یہ ہے کہ مال واپس نہیں کیا جائے گا۔ اور قاضی ابو الطیب کا نظریہ یہ ہے کہ مال کا معاوضہ اس کے ترکہ میں اس کے وارثوں سے وصول کیا جائے گا اور پیٹ سے نہیں نکالا جائے گا، اور اگر کسی شخص نے اپنے مال کو نگل لیا اور مر گیا تو کیا اس مال کو نکالنے کے لیے پیٹ چاک کیا جائے گا؟ اس میں دو قول ہیں۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والمذهب انه لا يشق بطن الميتة لاخراج ولدها مسلمة كانت او ذمية وتخرجه القوابل ان علمت حياته بحركة وان لم يوجد نساء لم يسط الرجال عليه وتترك امه حتى يتيقن موته ثم تدفن ومذهب مالك واسحق قريب من هذا ويحتمل ان يشق بطن الام ان غلب على الظن ان الجنين يحيا وهو مذهب الشافعي لانه اتلاف جزء من الميت لابقاء حي فجاز كما لو خرج بعضه حيا ولم يمكن خروج بقيته الا بشق ولانه يشق

حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ بچہ کو نکالنے کے لیے مردہ عورت کا پیٹ چاک نہیں کیا جائے گا خواہ وہ عورت مسلمان ہو یا ذمی، اگر دائیوں کو اس کی زندگی کا پتا چل جائے تو وہ بچہ کو نکال لیں، اگر دائیاں نہ ملیں تو مرد بچہ کو نہ نکالیں اور ماں کو پڑا رہنے دیں حتیٰ کہ جب بچہ کی موت کا یقین ہو جائے تو ماں کو دفن کر دیں۔ امام مالک اور امام اسحٰق کا مذہب بھی اس کے قریب ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر بچہ کی زندگی کا ظن غالب ہو تو ماں کے پیٹ کو چاک کر دیا جائے جس طرح شوافع کا مذہب ہے، کیونکہ اس صورت میں میت کا ایک جز تلف کر کے زندہ کو باقی رکھنا ہے، یہ اس لیے جائز ہے کہ اگر بچہ کے کچھ اعضاء باہر آ جائیں اور باقی بعض کا نکلنا پیٹ چاک کیے بغیر ممکن نہ ہو تو پیٹ چاک کر دیا جائے گا اور اس لیے بھی کہ مال نکالنے کے لیے پیٹ

[1] علامہ ابو القاسم عبد الکریم رافعی شافعی متوفی ۶۲۳ھ، فتح العزیز مع المجموع ج ۵ ص ۲۵۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

واخراج المال منه فلابقاء الحی اولی [1]

کا پیٹ چاک کر دیا جاتا ہے تو زندہ کو باقی رکھنے کے لیے بطریق اولیٰ مردہ کا پیٹ چاک کر دینا چاہیے۔

عارف ربانی امام شعرانی اس مسئلہ میں مذاہب ائمہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ومن ذلک قول ابی حنیفة والشافعی ان الحامل اذا ماتت وفی بطنها جنین حی یشق بطنها مع قول مالک فی احدی روایتیه واحمد انه لا یشق [2]

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا قول یہ ہے کہ اگر حاملہ عورت فوت ہو جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو تو اس کے پیٹ کو چاک کر کے بچہ کو نکال لیا جائے گا، جبکہ امام مالک کا ایک قول اور امام احمد کا قول یہ ہے کہ پیٹ نہیں چاک کیا جائے گا۔

ہم نے سطور بالا میں جو عبارات نقل کی ہیں ان سے ظاہر ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ زندہ بچہ کو نکالنے کے لیے مردہ عورت کا پیٹ چاک کیا جائے گا، امام مالک کا ایک قول بھی یہی ہے اور حنابلہ میں سے ابن قدامہ کا بھی یہی نظریہ ہے اور اس پر سب متفق ہیں کہ مال غیر نکالنے کے لیے مردے کا پیٹ چاک کر دیا جائے گا۔

مذاہب اربعہ کی ان تصریحات سے ظاہر ہو گیا کہ زندہ کی جان بچانے کے لیے مردہ کا پوسٹ مارٹم کرنا جائز ہے۔

الکوحل آمیز دواؤں اور خون چڑھانے کا شرعی حکم

جدید میڈیکل سائنس کی روز افزوں ترقی نے علاج معالجہ کے سلسلہ میں حیرت انگیز ابواب کا اضافہ کر دیا ہے اس طرح جہاں انسانیت کی عظیم خدمت ہوئی ہے وہاں علماء کے سامنے بھی نئے نئے مسائل کھڑے ہو گئے ہیں اس سے پہلے عنوان میں ہم پوسٹ مارٹم کا شرعی حکم بیان کر چکے ہیں پہلے تو صرف یہ سوال کیا جاتا تھا کہ جن نافع دواؤں میں الکوحل شامل ہوتی ہے ان کا استعمال شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ کافی عرصہ پہلے ہم نے اس سلسلہ میں "علاج کی شرعی حیثیت" کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا تھا جو ملک کے مشہور علمی جرائد میں شائع ہوا اور بعد میں اس کو مقالات سعیدی کی جلد اول میں شامل کر دیا گیا۔ خون کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے آیا ایک انسان کے جسم میں دوسرے انسان کا خون داخل کیا جا سکتا ہے یا نہیں جبکہ خون نجس اور حرام ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ روایات میں ہے کہ حرام چیزوں میں شفاء نہیں ہے۔ ہم قرآن مجید اور فقہاء مذاہب اربعہ کے اقوال کی روشنی میں اس مسئلہ کا حل بیان کریں گے، یہ درست ہے کہ بعض فقہاء نے اس مسئلہ میں تشدید کی ہے لیکن جمہور فقہاء کے بیان کردہ اصول کی روشنی میں یہ امر جائز ہے اور قرآن اور حدیث نے ہمیں احکام میں آسانی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما جعل علیکم فی الدین من حرج۔ (الحج: ۷۸) "اللہ تعالیٰ نے دین کے احکام میں تم پر تنگی نہیں رکھی" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فانما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین۔ [3] "تم آسان احکام بیان کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو مشکل احکام بیان کرنے کے لیے نہیں بھیجے گئے" پھر جن مسائل میں قرآن مجید، احادیث شریفہ اور فقہاء اسلام نے آسانی، سہولت اور وسعت دی ہو اس شرعی سہولت کو پس پشت ڈال کے ڈھونڈ ڈھونڈ کر دشواری

[1] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۲۱۷، ۲۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۰۰، مطبوعہ مطبعہ مصطفی البابی الحلبی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۹ھ

[3] امام ابوعبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی طبع ثانی ۱۳۸۱ھ۔

اور شدت کو اختیار کر کے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دینا دین کی خدمت نہیں ہے مزید برآں یہ کہ قرآن مجید اور احادیث شریفہ کی ایسی تعبیرات اور تشریحات بیان کرنا جن کی واقع اور مشاہدہ میں تکذیب ہوتی ہو جس کی وجہ سے لوگ دین سے بدگمان ہو جائیں اور دینی احکام پران کا اعتقاد نہ رہے بدترین گناہ ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ حدیث شریف میں ہے کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا حالانکہ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ بعض امراض متعدی ہوتے ہیں[1] اور یہ حدیث میں ہے کہ حرام چیزوں میں شفاء نہیں ہے جبکہ الکوحل آمیز دواؤں اور خون کی بوتل لگنے سے شفاء حاصل ہونا آج کی دنیا کا روزمرہ ہے۔ اسی لیے علماء کرام کو قرآن اور حدیث کی ایسی تعبیرات اور تشریحات سے گریز کرنا چاہیے جو واقع اور مشاہدہ کے خلاف ہوں!

خون چڑھانے اور دیگر حرام اشیاء سے علاج کا جواز قرآن مجید سے

اس میں کوئی شک نہیں کہ سیال خون حرام اور نجس ہے لیکن جب خون چڑھانے کے سوا کوئی اور طریقہ علاج نہ ہو مثلاً کسی حادثہ، گولی لگنے یا آپریشن کی وجہ سے اس قدر خون بہہ جائے کہ بغیر خون چڑھائے مریض کا جانبر ہونا مشکل ہو تو ایسی ضرورت اور اضطرار کے موقع پر مریض کو خون چڑھانا جائز ہے یا کسی کو بلڈ کینسر (خون کا سرطان) ہو جس میں ایک معین عرصہ کے بعد مریض کے جسم کا پورا خون تبدیل کرنا پڑتا ہے تب مریض صحت یاب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں قرآن مجید میں خون کا حرام ہونا بیان کیا ہے وہاں ضرورت کے وقت اس کے استعمال کا جواز بھی بیان کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

۱- انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ۔ (بقرہ: ۱۷۳)

تم پر صرف مردار، خون، خنزیر کے گوشت اور اس جانور کو حرام کیا گیا جس پر (بوقت ذبح) غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو اور جس شخص کا قصد معصیت اور حد سے تجاوز نہ ہو اور ضرورت کی وجہ سے انکو استعمال کرے اس پر کوئی حرج نہیں۔

۲- قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ الا ان یکون میتۃ او دما مسفوحا او لحم خنزیر فانہ رجس او فسقا اھل لغیر اللہ بہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فان ربک غفور رحیم۔ (انعام: ۱۴۵)

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر جو وحی کی جاتی ہے اس میں کسی کھانے والے کے کھانے میں کوئی حرام چیز نہیں بیان کی گئی سوائے مردار، بہنے والے خون، اور خنزیر کے گوشت کے کیونکہ وہ نجس ہے اور سوا اس ذبیحہ کے جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا، پھر جو شخص معصیت اور تجاوز کرنے والا نہ ہو اور ضرورت کی بنا پر (ان چیزوں کو استعمال کرے) تو آپ کا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

۳- وقد فصل لکم ما حرم علیکم الا ما اضطررتم الیہ۔ (انعام: ۱۱۹)

جو چیزیں تم پر حرام کی گئی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو تفصیل سے بیان کر دیا سوا اس کے کہ تم ضرورت کی وجہ سے انہیں استعمال کرو۔

خون چڑھانے کی ضرورت کئی وجوہ سے پیش آ سکتی ہیں، ایک وجہ یہ ہے کہ کسی حادثہ کی بنا پر جسم سے بہت زیادہ خون نکل

---

[1] مقالات سعیدی میں زیر عنوان علاج کی شرعی حیثیت میں ہم نے اس مسئلہ کی وضاحت کر دی ہے۔ سعیدی غفرلہ

جائے جس کی وجہ سے فوری طور پر خون چڑھانے کی ضرورت پڑتی ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ جگر خون بنانا بند کر دے اس وقت انسان کو زندہ رکھنے کے لیے مسلسل خون چڑھانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ تیسری وجہ بلڈ کینسر (خون کا سرطان) ہے جس میں بعض اوقات ہر ماہ جسم کا پورا خون بدلنا پڑتا ہے۔ بعض دفعہ کسی بڑے آپریشن کے بعد خون چڑھانے کی ضرورت پڑتی ہے، البتہ محض طاقت اور توانائی حاصل کرنے کے لیے نہ عام طور پر خون چڑھایا جاتا ہے نہ اس کی شرعاً اجازت ہے۔ بہر حال جب ایک مسلمان ڈاکٹر یہ بتلائے کہ اس شخص کو اگر خون نہیں دیا گیا تو اس کی ہلاکت یا تکلیف شدید کا خطرہ ہے تو شرعاً خون چڑھانے کی اجازت ہے بلکہ کسی بھی ناجائز اور حرام چیز کے استعمال سے اس صورت میں علاج کی شرعاً اجازت ہے۔

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ ایک انسان کا خون جب دوسرے انسان کو چڑھا دیا جائے تو کیا وہ ایک دوسرے کے محرم ہو جاتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت نے محرمیت کو صرف نسب، رضاعت اور مصاہرت میں منحصر کیا ہے خون چڑھانے سے محرمیت ثابت نہیں ہوتی، اور بیوی شوہر کو خون دے سکتی ہے اور اس کے برعکس بھی۔

حرام اشیاء سے علاج کا احادیث سے ثبوت

عن انس قال قدم اناس من عكل او عرينة فاجتووا المدينة فامرهم النبي صلى الله عليه وسلم بلقاح وان يشربوا من ابوالها والبانها فانطلقوا فلما صحوا قتلوا راعي النبي صلى الله عليه وسلم[1] (الحديث)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عکل یا عرینہ سے کچھ لوگ آئے اور انہیں مدینہ راس نہیں آیا (یعنی بیمار ہو گئے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پئیں جب وہ تندرست ہو گئے تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کر دیا۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

والاستشفاء بالحرام جائز عند التيقن بحصول الشفاء كتناول الميتة في المخمصة والخمر عند العطش واساغة اللقمة وانما لا يباح ما لا يستيقن حصول الشفاء به وقال ابن حزم صح يقينا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم انما امرهم بذلك على سبيل التداوي من السقم الذي كان اصابهم وانها صحت اجسامهم بذلك والتداوي منزلة ضرورة وقد قال عز وجل الا ما اضطررتم اليه فما اضطر

جب شفاء کے حصول کا یقین ہو تو حرام چیزوں سے شفاء حاصل کرنا جائز ہے، جیسے شدید بھوک کے وقت مردار کھانا، شدید پیاس کے وقت اور لقمہ حلق سے نیچے اتارنے کے لیے شراب پینا جائز ہے، اور جس کو شفاء کے حصول کا یقین نہ ہو اس کے لیے حرام چیزوں سے علاج جائز نہیں ہے۔ ابن حزم نے کہا یہ بات صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیماری میں بطور علاج کے اونٹنیوں کے پیشاب پینے کا حکم دیا اور وہ اس علاج سے تندرست ہو گئے، اور دوا بمنزلہ ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سوا اس کے جس کی تمہیں ضرورت ہو اور انسان کو کھانے

[1] امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ۔

اضطر الیہ فھو غیر محرم علیہ من المآکل والمشارب (الی قولہ) حتی اذا فرضنا ان احدا عرف مرض شخص بقوۃ العلم وعرف انہ لا یزیلہ الا بتناول المحرم یباح لہ ان یتناولہ کما یباح شرب الخمر عند العطش الشدید وتناول المیتۃ عند المخمصۃ[1]

پینے کی اشیاء سے جس چیز کی ضرورت ہو وہ حرام نہیں ہے (علامہ عینی فرماتے ہیں) حتی کہ اگر ہم فرض کرلیں کہ کوئی شخص اپنے علم کی قوت سے کسی شخص کا مرض جان لیتا ہے اور یہ جان لیتا ہے کہ اس کا علاج کسی حرام چیز کے استعمال میں ہے تو اس کے لیے حرام چیز کا استعمال جائز ہو جاتا ہے جیسے شدید پیاس کے وقت شراب پینا جائز ہے اور شدید بھوک کے وقت مردار کھانا جائز ہے۔

عن قتادۃ ان انسا حدثھم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رخص لعبد الرحمن بن عوف والزبیر فی قمیص من حریر من حکۃ[2]

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد الرحمن بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو خارش کی وجہ سے ریشم کی قمیص پہننے کی اجازت دی۔

عن انس ان عبد الرحمن والزبیر شکوا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی القمل فرخص لھما فی الحریر فرأیت علیھما فی غزاۃ[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف اور حضرت زبیر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جوؤں کی شکایت کی تو آپ نے انہیں ریشم پہننے کی اجازت دی اور میں نے انہیں ایک غزوہ میں ریشم پہنے دیکھا۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قال النووی ھذا الحدیث صریح الدلالۃ لمذھب الشافعی وموافقیہ انہ یجوز لبس الحریر للرجل اذا کانت بہ حکۃ لما فیہ من البرودۃ وکذلک القمل وما فی معناھما وقال مالک لا یجوز وکذا یجوز لبسہ عند الضرورۃ کمن فاجأتہ الحرب ولم یجد غیرہ وکمن خاف من حر او برد وقال الصحیح عند اصحابنا انہ یجوز لبسہ عند الحکۃ ونحوھا فی السفر والحضر جمیعا وقال بعض اصحابنا یختص بالسفر وھو ضعیف حکاہ الرافعی

علامہ نووی نے فرمایا کہ یہ حدیث امام شافعی اور ان کے موافقین کے موقف پر صراحۃً دلالت کرتی ہے کہ اگر مردوں کو خارش ہو تو ان کے لیے ریشم پہننا جائز ہے کیونکہ ریشم میں برودت ہے اسی طرح جوؤں اور ان جیسی چیزوں کی وجہ سے ریشم پہننا جائز ہے۔ امام مالک نے کہا نا جائز ہے، جیسے کسی شخص کو اچانک جنگ سے سابقہ ہو اور اس کو اور کوئی چیز نہ ملے، یا جس شخص کو سردی اور گرمی سے تکلیف ہوتی ہو، علامہ نووی نے کہا ہمارے اصحاب کے نزدیک خارش کی وجہ سے سفر اور غیر سفر میں ریشم پہننا جائز ہے اور ہمارے بعض علماء نے کہا کہ سفر کی وجہ سے ریشم پہننا

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۱۵۵-۱۵۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔
[2] امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۸۱ھ
[3] ″ ″ ″ ″

واستنكره وقال القرطبى يدل الحديث على جواز لبسه للضرورة وبه قال بعض اصحاب مالك واما مالك فمنعه فى الوجهين والحديث واضح الحجة عليه الا ان يدعى الخصوصية لهما ولا يصح ولعل الحديث لم يبلغه۔ [1]

جائز ہے لیکن علامہ رافعی نے کہا یہ قول ضعیف ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا یہ حدیث ضرورت کی بناء پر ریشم پہننے کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ بعض مالکی علماء کی یہی رائے ہے۔ امام مالک نے دونوں صورتوں میں منع کیا ہے، اور یہ حدیث ان کے موقف کے خلاف واضح دلیل ہے سوا اس کے کہ ان کے لیے خصوصیت کا قول کیا جائے لیکن یہ صحیح نہیں ہے غالب گمان یہ ہے کہ امام مالک کو یہ حدیث نہیں پہنچی۔

ملا علی قاری حنفی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

قال ابن الملك فيه جواز لبس الحرير للجرب وقال غيره دل على جواز لبس الحرير لعذر واما لبسه للضرورة كما فى الجرب او لدفع القمل فلا نزاع فيه۔ [2]

ابن الملک کہتے ہیں کہ اس حدیث میں خارش کی وجہ سے ریشم پہننے کا ثبوت ہے اور دوسرے علماء نے کہا کہ یہ حدیث عذر کی بناء پر ریشم پہننے کے جواز پر دلالت کرتی ہے اور جوؤں کی وجہ سے یا خارش کی بناء پر ریشم پہننے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

عن عبد الرحمن بن طرفة ان جده عرفجة بن اسعد قطع انفه يوم الكلاب فاتخذ انفا من ورق فانتن عليه فامره النبى صلى الله عليه وسلم ان يتخذ انفا من ذهب رواه الترمذى وابو داؤد والنسائى۔ [3]

عبد الرحمن بن طرفہ کہتے ہیں کہ ان کے دادا عرفجہ بن اسعد کی جنگ کلاب میں ناک کٹ گئی انہوں نے چاندی کی ناک بنوا کر لگوا لی اس میں بدبو پیدا ہو گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سونے کی ناک لگوانے کا حکم دیا۔

ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وبه اباح العلماء اتخاذ الانف ذهبا وكذا ربط الاسنان بالذهب۔ [4]

اس حدیث کی بناء پر علماء نے سونے کی ناک لگوانے اور سونے کے ساتھ دانتوں کے باندھنے کو جائز قرار دیا۔

امام ترمذی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وقد روى عن غير واحد من اهل العلم انهم شدوا اسنانهم بالذهب وفى هذا الحديث حجة لهم۔ [5]

متعدد اہل علم سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے دانتوں کو سونے کے ساتھ باندھا اور اس حدیث میں ان کی دلیل ہے۔

---

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ، عمدة القاری ج ٤ ص ١٥٦ مطبوعہ ادارة الطباعة المنیریہ مصر، ١٣٤٨ھ۔

[2] ملا علی قاری حنفی ہروی متوفی ١٠١٤ھ، مرقات ج ٨ ص ٢٣٣ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ١٣٩٠ھ۔

[3] شیخ ولی الدین متوفی ٧٤٢ھ، مشکوٰۃ ص ٣٧٩، مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی۔

[4] ملا علی قاری ہروی حنفی متوفی ١٠١٤ھ، مرقات ج ٨ ص ٢٨٠، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ١٣٩٠ھ۔

[5] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ، جامع ترمذی ص ٢٦٨ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

شیخ عبدالرحمن مبارکپوری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قال الزیلعی فی نصب الرایۃ وفی الباب احادیث مرفوعۃ وموقوفۃ روی الطبرانی فی معجمہ الوسط عن عبداللہ بن عمر وسقطت ثنیتہ فامرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یشدھا بالذھب. حدیث آخر فی معجم الصحابۃ عن عبداللہ بن عبداللہ بن ابی ابن سلول اندقت ثنیتی یوم احد فامرنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اتخذ ثنیۃ من ذھب. وروی الطبرانی فی معجمہ عن محمد بن سعدان عن ابیہ قال رایت انس بن مالک یطوف بہ بنوہ حول الکعبۃ علی سواعدھم وقد شدوا اسنانہ بذھب. اثر آخر فی مسند احمد عن واقد بن عبداللہ التمیمی عن من رای عثمان انہ ضبب اسنانہ بذھب. وروی النسائی فی کتاب الکنی عن ابراھیم بن عبدالرحمن قال رایت موسی بن طلحۃ بن عبیداللہ قد شد اسنانہ بذھب. اثر آخر روی ابن سعد فی الطبقات فی ترجمۃ عبدالملک بن مروان اخبرنا حجاج بن محمد عن ابن جریج ان ابن شھاب الزھری سئل عن شد الاسنان بالذھب فقال لا باس بہ[1]

حافظ زیلعی نصب الرایۃ میں فرماتے ہیں کہ اس باب میں احادیث مرفوعہ اور موقوفہ ہیں، طبرانی نے معجم وسط میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو کا سامنے کا دانت گر گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سونے کے ساتھ باندھنے کا حکم دیا۔ معجم صحابہ میں ایک اور حدیث ہے۔ عبداللہ بن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہ کا جنگ احد میں سامنے کا دانت گر گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں اس کی جگہ سونے کا دانت لگوا لوں۔ معجم طبرانی میں سعدان سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا حضرت انس کے بیٹے انہیں بازوؤں پر اٹھا کر خانہ کعبہ کا طواف کرا رہے تھے۔ اور ان کے دانت سونے کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ مسند احمد بن حنبل میں ایک حدیث ہے کہ حضرت عثمان نے اپنے دانتوں کو سونے کے ساتھ باندھا ہوا تھا۔ امام نسائی نے کتاب الکنی میں ایک حدیث ذکر کی ہے۔ ابراہیم بن عبدالرحمن کہتے ہیں میں نے موسیٰ بن طلحہ بن عبداللہ کو دیکھا انہوں نے اپنے دانتوں کو سونے کے ساتھ باندھا ہوا تھا۔ امام ابن سعد نے طبقات میں عبدالملک بن مروان کی سوانح میں ذکر کیا کہ ابن شہاب زہری سے پوچھا گیا کیا دانتوں کو سونے کے ساتھ باندھنا جائز ہے انہوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اونٹنیوں کا پیشاب نجس اور حرام ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب عرینہ کو اونٹنیوں کا پیشاب پلا کر علاج کیا۔ اس حدیث کی شرح میں علماء نے لکھا کہ ضرورت کے وقت حرام اور نجس چیز سے علاج کرنا جائز ہے۔ ریشم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں پر حرام کر دیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو خارش اور جوؤں کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دی اور اس حدیث کے تحت علماء نے لکھا کہ ضرورت کے وقت ریشم پہننا جائز ہے۔ سونے کا استعمال آپ نے مردوں پر حرام کر دیا اس کے باوجود حضرت عرفجہ کو سونے کی ناک لگوانے کا اور حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی کو سونے کا دانت لگوانے کا حکم دیا۔ ان احادیث کی شرح میں بھی علماء نے لکھا کہ ضرورت

[1] شیخ عبدالرحمن مبارکپوری متوفی ۱۳۵۲ھ، تحفۃ الاحوذی ج ۳ ص ۶۴۔ ۶۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

کے وقت سونے کا استعمال جائز ہے۔ ان احادیث، آثار اور علماء کی تشریحات سے ظاہر ہو گیا کہ حرام اور نجس اشیاء سے بوقت ضرورت علاج جائز ہے اور سونے کی ناک یا دانت اور ریشم پہننے کا حکم آپ نے ان تکلیفوں میں دیا ہے جن میں جان کا خطرہ نہیں تھا اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ اضطرار شرعی نہ ہو پھر بھی صرف علاج کی ضرورت سے حرام چیزوں کو بطور دوا استعمال کیا جا سکتا ہے۔

حرام چیزوں سے علاج کی ممانعت کی حدیث

حرام چیزوں سے علاج کی ممانعت سے متعلق فقہاء نے یہ حدیث ذکر کی ہے:

عن ام سلمة رضی الله عنها قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله تعالی لم یجعل شفاء امتی فیما حرم علیها[1]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت کی شفاء ان چیزوں میں نہیں رکھی جو ان پر حرام کر دی ہیں۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کی توجیہ میں فرماتے ہیں:

واجیب بانه محمول علی حالة الاختیار اما فی حالة الاضطرار فلا یکون حراما کالمیتة للمضطر[2]

اس حدیث کا یہ جواب ہے کہ اس سے وہ صورت مراد ہے جب انسان کو حلال اور حرام دوا دونوں کے استعمال کا اختیار ہو لیکن جب حرام چیز کے سوا اور کوئی دوا نہ ہو تو پھر وہ دوا شرعاً حرام نہیں رہے گی جیسے ضرورت کے وقت مردار حرام نہیں رہتا۔

علامہ قاضی خان اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں:

وعن ابی نصر بن سلام رحمه الله تعالی معنی قوله علیه السلام ان الله لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم انما قال ذلك فی الاشیاء التی لا یکون فیه شفاء فاما اذا کان فیه شفاء فلا باس به قال الا تری ان العطشان یحل له شرب الخمر حال الاضطرار[3]

ابو نصر بن سلام رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ حدیث "اللہ تعالیٰ نے اس چیز میں تمہاری شفاء نہیں رکھی جس کو تم پر حرام کیا ہے" سے مراد وہ اشیاء ہیں جن میں شفاء نہیں ہے لیکن جب کسی چیز میں شفاء ہو تو کوئی حرج نہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ پیاسے کے لیے حالت اضطرار میں شراب پینا حلال ہے۔

علامہ ابن بزاز کردری اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں:

ومعنی قوله علیه الصلوٰة والسلام لم یجعل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "حرام چیزوں میں

---

[1] علامہ شامی نے اس حدیث کو بخاری کے حوالے سے نقل کیا ہے، علامہ عینی نے اس کو سنن ابو داؤد کے حوالے سے نقل کیا ہے علامہ ابن حجر نے ایک جگہ ابو داؤد اور ایک جگہ طبرانی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ سنن ابو داؤد اور بخاری میں بہر حال یہ حدیث نہیں ہے اور طبرانی کا نسخہ ہمیں میسر نہیں۔ ——— (سعیدی)

[2] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۵۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[3] علامہ حسن بن منصور قاضی خاں اوزجندی متوفی ۲۹۵ھ، فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۳ ص ۴۰۴ طبع مصر ۱۳۱۰ھ۔

شفاء کم فیما حرم علیکم نفی الحرمة عند العلم بالشفاء دل علیه جواز اساغة اللقمة بالخمر وجواز شربه للعطش [1]

تمہاری شفاء نہیں ہے کا معنی یہ ہے کہ جس چیز میں شفاء کا علم ہو وہ حرام نہیں ہے (یعنی جس میں علم ہو کہ شفاء نہیں ہے وہ اپنی حرمت پر رہیگی) اس کی دلیل یہ ہے کہ جو لقمہ حلق میں پھنسا ہوا ہو اس کو شراب سے نیچے اتارنا جائز ہے اور (اضطراری) پیاس میں شراب پینا جائز ہے۔

علامہ شامی اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں:

ان ما فیه شفاء لا بأس به کما یحل الخمر للعطشان فی الضرورة وکذا اختاره صاحب الهدایة فی التجنیس۔ [2]

جس چیز میں شفاء ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے جس طرح ضرورت کے وقت پیاسے کے لیے شراب حلال ہے، صاحب ہدایہ نے بھی تجنیس میں اسی توجیہ کو اختیار کیا ہے۔

ایک اور حدیث جس سے اس مسئلہ میں الجھن پیدا ہوتی ہے یہ ہے:

عن سوید بن طارق سال النبی صلی الله علیه وسلم عن الخمر فنهاه ثم سأله فنهاه فقال له یا نبی الله انها دواء قال النبی صلی الله علیه وسلم لا ولکنه داء۔ [3]

حضرت سوید بن طارق نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کے متعلق پوچھا، آپ نے منع فرمایا پھر پوچھا آپ نے پھر منع فرمایا۔ انھوں نے کہا اے اللہ کے نبی وہ دوا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، بلکہ وہ بیماری ہے۔

علامہ عینی اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

واجاب ابن حزم عن ذلك فقال لا حجة فیه لان فی سنده سماك بن حرب وهو یقبل التلقین شهد علیه بذلك شعبة وغیره ولو صح لم یکن فیه حجة لان فیه ان الخمر لیس بدواء ولا خلاف بیننا انها لیس بدواء فلا یحل تناوله وقد اجاب بعضهم بان ذلك خاص بالخمر ویلتحق بها غیرها من المسکرات قلت فیه نظر لان دعوی الخصوصیة بلا دلیل لا تسمع والجواب القاطع

ابن حزم نے اس کے جواب میں کہا کہ یہ حدیث دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ اس کی سند میں سماک بن حرب نام کا راوی ہے جو تلقین کو قبول کرتا ہے اس بات کی شعبہ وغیرہ نے گواہی دی ہے اور اگر بالفرض یہ حدیث صحیح ہو پھر بھی دلیل نہیں ہے کیونکہ حدیث میں یہ ہے کہ انگوروں کی شراب دوا نہیں ہے اور اس بات میں ہمارا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ دوا نہیں ہے لہٰذا اس کا پینا جائز نہیں ہے اور بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ حکم انگوروں کی شراب کے ساتھ خاص ہے اور باقی نشہ آور مشروب اس کے ساتھ لاحق نہیں ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس جواب پر یہ اعتراض ہوگا

---

[1] علامہ محمد بن محمد ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ، فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۵ ص ۳۶۵ مطبوعہ مطبع بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔
[2] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۱۹۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ
[3] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۸۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ۔

ان هذا محمول علی حالة الاختیار کما ذکرنا۔ [۱]

کہ بغیر دلیل کے خصوصیت کا دعویٰ غیر مقبول ہے اور صحیح جواب یہ ہے کہ یہ حکم حالت اختیار کا ہے یعنی اضطرار کے وقت شراب کو بطور دوا پینا جائز ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بتلایا ہے

علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی ان دونوں حدیثوں کے جواب میں وہی تقریر کی ہے جو علامہ عینی نے کی ہے۔ [۲]

حرام اور نجس اشیاء سے علاج کے بارے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب عرینہ کو اونٹنیوں کا پیشاب پینے کا حکم دیا تھا اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

استدل اصحاب مالك واحمد بهذا الحديث ان بول ما يؤكل لحمه وروثه طاهران واجاب اصحابنا وغيرهم من القائلين بنجاستهما بان شربهم الابوال كان للتداوی وهو جائز بكل النجاسات سوی الخمر والمسكرات [۳]

امام مالک اور امام احمد کے اصحاب نے اس حدیث سے حلال جانوروں کے پیشاب اور گوبر کی طہارت پر استدلال کیا ہے اور ہمارے اصحاب شافعیہ اور دوسرے علماء جو ان کی نجاست کے قائل ہیں یہ جواب دیتے ہیں کہ انہیں جو اونٹنیوں کا پیشاب پلایا گیا تھا وہ دوا کے طور پر تھا اور شراب کے سوا ہر نجس چیز کو بطور دوا کے استعمال کرنا جائز ہے۔

علامہ احمد قسطلانی شافعی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وذهب الشافعی وابو حنيفة والجمهور الی ان الابوال كلها نجسة الا ما عفی عنه وحملوا ما فی الحديث علی التداوی فليس فيه دليل علی الاباحة فی غير حال الضرورة وحديث ام سلیم المروی عند ابی داؤد ان الله لم يجعل شفاء امتی فيما حرم عليها محمول علی حالة الاختيار واما حالة الاضطرار فلا حرمة كالميتة للمضطر لا يقال يرد عليه قوله صلی الله عليه وسلم فی الخمر انها ليست بدواء وانها داء فی جواب من سأل عن التداوی بها

امام شافعی امام ابوحنیفہ اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ ہر قسم کا پیشاب نجس ہے سوا اس مقدار کے جو معاف ہے اور اصحاب عرینہ کا پیشاب پینا بطور دوا تھا لہٰذا اس حدیث سے بغیر ضرورت کے پیشاب پینے کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔ ابوداؤد میں جو ام سلیم (ام سلمہ؟) کی حدیث ہے "اللہ تعالیٰ نے میری امت کی شفاء حرام میں نہیں رکھی" یہ حالت اختیار پر محمول ہے اور حالت اضطرار میں حرام اشیاء سے علاج حرام نہیں ہے جیسے مضطر کے لیے مردار حلال ہے، حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے خمر سے علاج کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا یہ دوا نہیں بیماری ہے،

---

[۱] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۵۶، ۱۵۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[۲] علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۳۳۹، ۳۳۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ۔

[۳] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۵۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

كما رواه مسلم لانا نقول ذلك خاص بالخمر ويلتحق به غيره من المسكر والفرق بين الخمر وغيره من النجاسات ان الحد يثبت باستعماله فى حالة الاختيار دون غيره ولان شربه يجر الى مفاسد كثيرة واما الابوال فقد روى ابن المنذر عن ابن عباس مرفوعا ان فى ابوال الابل شفاء للذربة بطونهم والذرب فساد المعدة۔ [1]

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا یہ جواب شراب اور دیگر مسکرات کے ساتھ خاص ہے۔ شراب اور دیگر نجس اشیاء میں فرق یہ ہے کہ نجس اشیاء حالت اضطرار میں جائز ہیں بخلاف شراب کے کیونکہ شراب کا پینا بہت سے مفاسد کا موجب ہے اور پیشاب کے بارے میں حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت ہے کہ معدے کی خرابی میں اونٹ کے پیشاب سے علاج کیا جاتا ہے۔

شوافع کا ایک قول یہ ہے کہ حالت اضطرار میں بھی شراب سے علاج جائز نہیں ہے جیسا کہ علامہ نووی اور علامہ قسطلانی کی عبارات سے گذر چکا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ حالت اضطرار میں پیاس کی وجہ سے شراب پینا جائز نہیں ہے البتہ علاج کے لیے پینا جائز ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں:

ان اضطر الى شربها للعطش لم يجز لانها تزيد فى الالتهاب والعطش وان اضطر اليها للتداوى جاز۔ [2]

اگر حالت اضطرار میں شراب پیاس کی وجہ سے پینی پڑے تو نہ پیے کیونکہ شراب پیاس کو اور بڑھاتی ہے اور اگر دوا اور علاج کے لیے پینے کی ضرورت ہو تو جائز ہے۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

قال اصحابنا انما يجوز التداوى بالنجاسة اذا لم يجد طاهرا يقوم مقامها فان وجده حرمت النجاسات بلا خلاف وعليه يحمل حديث ان الله لم يجعل شفاءكم فيما حرم عليكم فهو حرام عند وجود غيره وليس حراما اذا لم يجد غيره۔ قال اصحابنا وانما يجوز ذلك اذا كان المتداوى عارفا بالطب يعرف انه لا يقوم غير هذا مقامه او اخبره بذلك طبيب مسلم عدل ويكفى طبيب واحد صرح به البغوى وغيره۔ [3]

ہمارے اصحاب (شافعیہ) کہتے ہیں کہ نجاست کو بطور دوا استعمال کرنا اس وقت جائز ہے جب اس کے قائم مقام پاک چیز نہ مل سکے، اگر پاک چیز مل جائے تو بالاتفاق نجاست حرام ہے اور حدیث ”اللہ تعالیٰ نے تمہاری شفاء حرام میں نہیں رکھی“ کا یہی محمل ہے جب حرام چیز کے علاوہ حلال چیز موجود ہو تو وہ حرام ہے ورنہ نہیں، اور ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ نجاست کے ساتھ علاج اس وقت جائز ہے جب معالج طب کا عارف ہو اور وہ جانتا ہو کہ اس دوا کا بدل پاک چیز نہیں ہے، یا کوئی مسلمان نیک طبیب اس بات کی خبر دے اور ایک طبیب کی خبر بھی کافی ہے، بغوی اور دوسرے علماء نے اس کی تصریح کی ہے۔

---

1. علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۲۳ھ، ارشاد الساری ج ۱ ص ۲۹۳، مطبوعہ مطبعۃ المیمنہ مصر، ۱۳۰۶ھ۔
2. علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب مع المجموع، ج ۹ ص ۴۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت
3. ” ” ” ، شرح المہذب ج ۹ ص ۵۱۔۵۰، ”

شیخ شربینی شافعی لکھتے ہیں:

اما الترياق المعجون بها ونحوه مما استهلك فيه فيجوز التداوي به عند فقد ما يقوم مقامه مما يحصل به التداوي من الطاهرات كالتداوي بنجس كلحم حية وبول۔ [1]

تریاق معجون کے ساتھ علاج جائز ہے جب اس کا قائم مقام پاک موجود نہ ہو جیسے سانپ کے گوشت یا پیشاب کے ساتھ علاج کیا جائے۔

مالکیہ اور حنبلیہ کا نظریہ

ومن ذلك قول مالك واحمد والشافعي في اصح اقواله انه يجوز شرب الخمر للضرورة كالعطش والتداوي مع قول ابي حنيفة انه يجوز للعطش لا للتداوي ومع قول الشافعي في القول الثاني انه يجوز شرب القليل للتداوي ومع قوله في القول الثالث يجوز للعطش ما يقع به الري فقط۔ [2]

اور میزان میں امام مالک، امام احمد اور امام شافعی کا صحیح قول یہ ہے کہ پیاس اور دوا کی ضرورت کی وجہ سے شراب پینا جائز ہے اور امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ پیاس کی وجہ سے جائز ہے اور دوا کی وجہ سے نہیں امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ دوا کے لیے تھوڑا سا پینا جائز ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ پیاس کی وجہ سے سیر ہونے کی حد تک پینا جائز ہے۔

فقہاء حنفیہ کا نظریہ

علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں:

اختلف في التداوي بالمحرم وظاهر المذهب المنع كما في رضاع البحر لكن نقل المصنف ثمة وهنا عن الحاوي وقيل يرخص اذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر كما رخص الخمر للعطشان وعليه الفتوى۔ [3]

حرام چیزوں کو بطور دوا استعمال کرنے میں اختلاف ہے ظاہر مذہب میں ممنوع ہے جیسا کہ البحر الرائق کی کتاب الرضاع میں ہے۔ لیکن مصنف نے وہاں اور یہاں حاوی سے نقل کیا ہے جب حرام چیز میں شفاء کا علم ہو اور کسی دوا کا علم نہ ہو تو پھر اجازت ہے جیسا کہ پیاسے کے لیے شراب پینے کی اجازت ہے۔

علامہ شامی اس بحث میں علم کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قد علمت ان قول الاطباء لا يحصل به العلم والظاهر ان التجربة يحصل بها غلبة الظن دون اليقين الا ان يريدوا بالعلم غلبة الظن وهو شائع في كلامهم تامل۔ [4]

اطباء کے قول سے علم بمعنی یقین حاصل نہیں ہوتا، اور ظاہر یہ ہے کہ تجربہ سے غلبہ ظن حاصل ہوتا ہے نہ کہ یقین البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ فقہاء کی علم سے مراد غلبہ ظن ہو اور ان کے کلام میں اکثر ایسا ہوتا ہے۔

---

[1] شیخ محمد شربینی شافعی من القرن السابع مغنی المحتاج، ج ۴ ص ۱۸۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۲۱۵ مطبوعہ مطبعہ مصطفی البابی ۱۳۵۹ھ۔

[3] علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۱۴۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[4] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۱ ص ۱۴۳،

اس بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ اطباء جب کسی مرض کے علاج میں کوئی حرام چیز مثلاً الکوحل آمیز دوا یا خون لگانا تجویز کریں اور کہیں کہ اس کے سوا ہمارے علم میں کوئی اور علاج نہیں تو ان کا یہ علم اگرچہ غلبہ ظن کے معنی میں ہے لیکن فقہاء نے اسی علم کا اعتبار کیا ہے اور اس صورت میں مثلاً الکوحل آمیز دوا یا خون لگانے کو جائز قرار دیا ہے اور فتویٰ اسی پر ہے۔

علامہ شامی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان صاحب الخانية والنهاية اختار جوازه ان علم ان فيه شفاء ولم يجد دواء غيره قال فى النهاية وفى التهذيب يجوز للعليل شرب البول والدم والميتة للتداوى اذا اخبره طبيب مسلم ان فيه شفاء ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه[1]

صاحب خانیہ اور نہایہ نے عورت کے دودھ سے علاج کو جائز قرار دیا ہے جبکہ یہ علم ہو کہ اسی میں شفاء ہے اور اس کے علاوہ کسی دوائی میں شفاء نہیں ہے، صاحب نہایہ نے کہا کہ تہذیب میں ہے کہ بیمار کے لیے پیشاب، خون اور مردار کو بطور دوا استعمال کرنا جائز ہے جبکہ کسی مسلمان طبیب نے یہ بتلایا ہو کہ اسی میں شفاء ہے اور دوسری جائز دوائی اس کے قائم مقام نہ ہو۔

یہ عبارت عالمگیری میں بھی ہے[2]

ولا باس بان يسعط الرجل بلبن المرأة ويشرب للدواء[3]

دوا کے لیے اگر عورت کا دودھ مرد کی ناک کے راستہ سے جسم میں داخل کیا جائے یا مرد کو عورت کا دودھ بطور دوا پلایا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

حرام اور نجس اشیاء سے بوقت ضرورت علاج کے سلسلے میں ہم نے معتمد شروح کی روشنی میں احادیث شریفہ اور فقہاء اربعہ کے متفق بہ اقوال ذکر کیے ہیں جن سے موجودہ زمانہ میں الکوحل آمیز دوائیں اور خون لگانے کے جواز پر روشنی پڑتی ہے کیونکہ آج کل دنیا کی اکثریت نے ایلوپیتھک طریقہ علاج کو قبول کر لیا ہے اور علاج کے معاملہ میں تقریباً سب ہی اس کے محتاج ہوتے ہیں۔ اس لیے میں نے اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ حدیث اور فقہ کی روشنی میں اس کا شرعی حکم واضح کر دوں۔ یہ بھی واضح رہے کہ بوقت ضرورت خون لگانا جائز ہے لیکن اس مقصد کے لیے خون کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے جیسا کہ عنقریب دلائل سے واضح ہوگا۔

اس بات کا جواب کہ اطباء کا تجربہ ظنی ہے وہ حرام قطعی کے لیے ناسخ نہیں ہو سکتا

اس مسئلہ پر بعض علماء یہ اشکال وارد کرتے ہیں کہ خون کو قرآن مجید نے حرام کر دیا ہے اس لیے یہ حرام قطعی ہے اور خون چڑھانے سے اگر کسی کو شفاء حاصل ہو جائے (جیسے بلڈ کینسر میں خون تبدیل کرانے سے شفاء ہوتی ہے) تو یہ بات تجربہ سے ثابت ہے اور زیادہ سے زیادہ ظنی ہے اور ظنی چیز قطعی کے لیے ناسخ نہیں بن سکتی، اس کا جواب یہ ہے کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جگر اور تلی خون ہونے کے باوجود

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۴ ص ۲۹۸ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[2] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۵، مطبوعہ مطبع بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

[3] ″ ″ ″ ″ ″

حلال ہیں، حالانکہ ان کی حلت بھی خبر واحد سے ثابت ہے اور وہ بھی زیادہ سے زیادہ ظنی ہے اسی طرح مردار (میتہ) کی حرمت بھی قطعی ہے لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ مچھلی اور ٹڈی حلال ہیں اور ان کی حلت بھی خبر واحد سے ثابت ہے جو ظنی ہے اور وہ خبر واحد یہ ہے۔

عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال احلت لنا میتتان و دمان فاما المیتتان فالحوت والجراد واما الدمان فالکبد والطحال۔[1]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے لیے دو مردے حلال کیے گئے اور دو خون۔ رہے مردے تو وہ مچھلی اور ٹڈی ہیں اور رہے خون تو وہ جگر اور تلی ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ خون چڑھانے کا جواز تو ہم طبی تجربہ سے کہہ رہے ہیں اور نہ اس سے قرآن مجید کے حرام کردہ کو العیاذ باللہ حلال یا جائز کر رہے ہیں بلکہ قرآن مجید نے جو اصول بتلایا ہے کہ اضطرار کے وقت حرام چیز کی حرمت ساقط ہو جاتی ہے (جب کسی حلال چیز کے ذریعہ علاج میسر نہ ہو اور صرف حرام چیز سے علاج میسر ہو تو اس کی حرمت ساقط ہو جاتی ہے جیسا کہ علامہ شامی نے خانیہ، نہایہ اور تہذیب سے نقل کیا ہے کہ خون اور مردار سے علاج کرنا اس وقت جائز ہے جب مسلمان طبیب یہ بتائے کہ اس سے شفاء ہوگی اور کوئی اور جائز چیز ان کے قائم مقام نہیں ہے[2] اور علامہ حصکفی نے ذکر کیا ہے کہ فتویٰ اسی قول پر ہے[3] اسی طرح عالمگیری میں ہے کہ مریض خون، مردار، پیشاب اور خمر (شراب) سے علاج کر سکتا ہے بشرطیکہ مسلمان طبیب یہ بتلائے کہ اسی میں شفاء ہے اور کوئی جائز اور مباح چیز اس کے قائم مقام نہیں ہے۔[4]

اس بات کا جواب کہ حصول شفاء میں علم قطعی معتبر ہے

خون چڑھانے کے سلسلے میں میری ایک بزرگ فقیہ[5] سے گفتگو ہوئی جب میں نے ان کے سامنے شامی اور عالمگیری کے مذکور الصدر حوالے پیش کیے تو انہوں نے فرمایا کہ فقہاء یہ کہتے ہیں کہ جب طبیب یہ کہے کہ فلاں چیز میں شفاء ہے تو اس سے غلبہ ظن مراد ہوتا ہے لیکن میں اسے نہیں مانتا کیونکہ علم سے مراد یقین قطعی ہے اور وہ صرف وحی سے حاصل ہوتا ہے اور اسی سے حرام چیز کی حرمت اٹھ سکتی ہے۔ میں نے عرض کیا، پھر اور علم قطعی کا حصول تو طبیب کے لیے ممکن ہی نہیں ہے پھر تو یہ بحث بالکل بے کار اور عبث ہوگی لہٰذا اگر طبیب کو خواہ ظنی علم ہو کہ اس میں شفاء ہے اور اس کے غیر میں شفاء نہیں ہے تو حرام چیز سے علاج جائز ہوگا ورنہ نہیں انہوں نے فرمایا حرام چیز سے علاج تب جائز ہوگا جب یہ یقین ہو جائے کہ اس حرام چیز میں شفاء ہے اور اس کے علاوہ پوری دنیا میں کوئی حلال چیز نہیں ہے جس سے اس مرض کا علاج ہو سکے۔ میں نے عرض کیا طبیب اپنے علم کے اعتبار سے دوا کی تجویز اور اس کا فیصلہ کرتا ہے اور دنیا میں کوئی طبیب بھی ایسا نہیں ہے جس کا علم پوری دنیا کے مفردات اور ان کے خواص کو محیط ہو اور نہ ہی اس علم کا کسی کو مکلف کیا جا سکتا ہے پھر انہوں نے یہ حدیث پیش کی:

---

[1] امام محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۳۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۴ ص ۲۹۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۱۹۴ ″

[4] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۵، مطبوعہ مطبعہ کبری امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

[5] مولانا وقار الدین شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ کراچی

"اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں میں میری امت کی شفا نہیں رکھی۔" ہیں سے اس حدیث کے متعدد جوابات ذکر کیے، ہم چونکہ ان جوابات کو اس بحث کے شروع میں ذکر کر چکے ہیں اس لیے یہاں ان کا اعادہ نہیں کر رہے۔

انسانی اعضاء کی پیوند کاری

ایلوپیتھک طریقہ علاج میں انسانی اعضاء کی پیوند کاری سے بھی علاج کیا جاتا ہے مثلاً کوئی شخص اپنی آنکھیں کسی نابینا کو دے دیتا ہے۔ اور میڈیکل سائنس کی حیرت انگیز ترقی کے باعث دوسرے شخص کی آنکھوں سے نابینا شخص بینا ہو جاتا ہے، حتیٰ کہ جس شخص کا دل ناکارہ ہو جائے اس کا دل بھی تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ اس مسئلہ پر بھی غور و فکر کی ضرورت ہے، تاکہ اس کا شرعی حکم معلوم کیا جا سکے۔

دلائل شرعیہ سے اس مسئلہ کا حکم بیان کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں دیگر مفکرین کی آراء پیش کر دیں تاکہ یہ مسئلہ تمام پہلوؤں سے ظاہر ہو جائے۔

سیّد مودودی کی رائے

مظفر بیگ لکھتے ہیں:

ایک نوجوان نے کہا: کیا موت کی صورت میں آنکھوں، ہاتھوں، ٹانگوں یا دل وغیرہ کا عطیہ دیا جا سکتا ہے؟ خصوصاً جبکہ اس کا مقصد انسانی خدمت ہو۔

مولانا نے فرمایا:

"سوال یہ ہے کہ اس چیز کا تعلق خود انسانیت سے بھی ہے؟ ادھر ایک شخص کی موت واقع ہوئی اور اس کے گھر میں کہرام مچا اور ادھر آنکھوں والے اس کی آنکھیں نکالنے آ گئے، ہاتھوں اور ٹانگوں کے شعبے سے اس کے ہاتھ اور ٹانگیں کاٹ کر لے جانے والے آ گئے اور دل کے ڈیپارٹمنٹ سے آلات لیے اس کا سینہ چیر کر دل نکالنے والے آ گئے ـــــ کیا واقعی انسانیت یہی سکھاتی ہے؟ ایک مسلمان معاشرے میں یہ چیز چل نکلے تو میں نہیں کہہ سکتا کہ عزیز و اقارب مرنے والے کا کیا بچا کھچا منہ دیکھنے آئیں گے، نماز جنازہ کیا چیز سامنے رکھ کر پڑھی جائے گی اور قبر میں کیا شے لے جا کر دفن کی جائے گی؟"

کچھ دیر مجلس میں خاموشی چھائی رہی بعد ایک صاحب نے کہا:

"مولانا! کچھ لوگ اپنی خوشی سے آنکھوں وغیرہ کا عطیہ دینے کا اعلان کرتے ہیں کیا اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی؟"

مولانا نے فرمایا:

"اصل سوال یہ ہے کہ آپ اپنے جسم کے مالک خود کب ہیں؟ مذہب ہی نہیں خود قانون بھی آپ کو اپنے جسم کا مالک قرار نہیں دیتا۔ اگر اپنے جسم کے مالک آپ خود ہی تو پھر آپ کو خودکشی کی اجازت کیوں حاصل نہیں؟ آپ اپنے آپ کو بیچ کیوں نہیں سکتے؟ اب جس جسم پر جیتے جی آپ کے اختیارات کا یہ عالم ہے اسی جسم کے حصے بخرے کرنے کا آپ اس وقت کیا اختیار رکھتے ہیں جب آپ اسے چھوڑ کر جا چکے ہوتے ہیں ـــــ اس وقت اگر ایسی کوئی اجازت آپ کو قانون دیتا ہے تو یہ قانون کا سقم ہے مذہب کا نہیں[1]۔"

(۳۰ ستمبر ۱۹۷۴ء)

[1] سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، ۵۔ اے ذیلدار پارک (اردو) مجالس سید مودودی ص ۳۲، ۳۱ مطبوعہ البدر پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۰۸ھ

سید مودودی نے یہاں بھی زیادہ تر جذباتی انداز سے گفتگو کی ہے، البتہ ایک فقہی نکتہ وہ سامنے لائے ہیں کہ انسان اپنے جسم کا مالک نہیں ہے اس لیے کوئی شخص کسی ضرورت مند انسان کو اپنے جسم کا کوئی عضو نہیں دے سکتا، لیکن یہ حکم تو عام حالات کا ہے بحث اور گفتگو اس بات میں ہے کہ جب کسی شخص کو جان کا خطرہ درپیش ہو تو اس کی جان بچانے کے لیے انسان مرنے سے پہلے اپنے کسی عضو مثلاً دل کی وصیت کر سکتا ہے یا کسی کی جان بچانے کے لیے اپنی زندگی ہی میں کسی کو ایک گردہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ سید مودودی کی گفتگو سے اس مسئلہ پر کوئی روشنی نہیں پڑتی۔

علماء دیوبند کے ایک موقر عالم دین مفتی محمد شفیع نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ متعلقہ بحث سے اس کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے۔

مفتی محمد شفیع کی رائے

مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:

تبادلہ اعضاء انسانی کے زیر عنوان ابھی آپ کو قرآن حکیم کے صریح نصوص سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مخدوم کائنات بنایا ہے۔ یہ تمام مخلوقات کا استعمال کرنے والا ہے خود اس کے اعضاء واجزاء کا استعمال اس کی ذات اور تخلیق کائنات کے منشاء کا خلاف ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ انسان کے اعضاء واجزاء انسان کی اپنی ملکیت نہیں ہیں جن میں وہ مالکانہ تصرف کر سکے اسی لیے ایک انسان اپنی جان یا اپنے اعضاء وجوارح کو نہ بیچ سکتا ہے نہ کسی کو ہدیہ اور ہبہ کے طور پر دے سکتا ہے اور نہ ان چیزوں کو اپنے اختیار سے ہلاک وضائع کر سکتا ہے۔ شریعت اسلامیہ کے اصول ہی تو خودکشی کرنا اور اپنی جان یا اعضاء رضا کارانہ طور پر یا بہ قیمت کسی کو دے دینا قطعی طور پر حرام ہی ہے جس پر قرآن وسنت کی نصوص صریحہ موجود ہیں۔ تقریباً دنیا کے ہر مذہب وملت اور عام حکومتوں میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ اسی لیے کسی زندہ انسان کا کوئی عضو کاٹ کر دوسرے انسان میں لگا دینا اس کی رضامندی سے بھی جائز نہیں ہے (اس کے بعد لکھتے ہیں) اس وقت تک ڈاکٹروں اور سرجنوں نے بھی زندہ انسان کے اعضاء کا استعمال کہیں تجویز نہیں کیا اس لیے اس پر مزید بحث کی ضرورت نہیں ہے[1]۔ بحث طلب مسئلے وہ ہیں جو آج کل ہسپتالوں میں پیش آ رہے ہیں اور جن کے لیے اپیلیں کی جا رہی ہیں وہ یہ کہ انسان دنیا سے جا رہا ہے خواہ کسی عارضہ کے سبب یا کسی جرم میں قتل کیے جانے کی وجہ سے اس کی اجازت اس پر لی جائے کہ مرنے کے بعد اس کا فلاں عضو قطع کر لیا جائے اور کسی دوسرے انسان میں لگا یا جائے۔

یہ صورت بظاہر مفید ہی مفید ہے کہ مرنے والے کے تو سارے ہی اعضاء فنا ہونے والے ہیں ان میں سے کوئی عضو اگر کسی زندہ انسان کے کام آ جائے اور اس کی مصیبت کا علاج بن جائے تو اس میں کیا حرج ہے یہ ایسا معاملہ ہے کہ عام لوگوں کی نظریں صرف اس کے مفید پہلو پر جم جاتی ہیں اور اس کے وہ مہلک نتائج نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں جن کا کچھ ذکر شروع بحث میں آ چکا ہے[2]۔ مگر شریعت اسلام جو انسان اور انسانیت کے ظاہری اور معنوی صلاح وفلاح

---

[1] جس زمانے میں مفتی صاحب نے یہ رسالہ لکھا تھا اس وقت ہو سکتا ہے زندہ انسان کے اعضاء سے پیوند کاری نہ کی جاتی ہو لیکن اب یہ سلسلہ عام ہو چکا ہے اور زندہ انسان کا گردہ اس شخص کے جسم میں لگا دیا جاتا ہے جس کے دونوں گردے ناکارہ ہو چکے ہوں ـــــ اور یہ علاج کامیاب ثابت ہو چکا ہے۔ ـــــ (سعیدی)

[2] لکھتے ہیں کہ اگر یہ طریق علاج رواج پا گیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ غریب انسان کی آنکھیں اور (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر)

کی منافی ہے اس کے لیے مضر اور مہلک نتائج سے صرف نظر اور صرف ظاہری فائدہ کی بناء پر اس کی اجازت دے دینا ممکن نہیں، شریعت اسلام نے صرف زندہ انسان کے کارآمد اعضاء ہی کا نہیں بلکہ قطع شدہ بے کار اعضاء و اجزاء کا استعمال بھی حرام قرار دیا ہے اور مردہ انسان کے کسی عضو کی قطع و برید کو بھی ناجائز کہا ہے اور اس معاملہ میں کسی کی اجازت و رضامندی سے بھی اس کے اعضاء و اجزاء کے استعمال کی اجازت نہیں دی اور اس میں مسلم و کافر سب کا حکم یکساں ہے کیونکہ یہ انسانیت کا حق ہے جو سب میں برابر ہے تکریم انسانیت کو شریعت نے وہ مقام عطا کیا ہے کہ کسی وقت کسی حال کسی کو انسان کے اعضاء و اجزاء حاصل کرنے کی طمع دامن گیر نہ ہو اور اس طرح یہ مخدوم کائنات اور اس کے اعضاء عام استعمال ہونے والی چیزوں سے بالاتر رہیں جن کو کانٹ چھانٹ کر یا کوٹ پیس کر غذاؤں، دواؤں اور دوسرے مفادات میں استعمال کیا جاتا ہے اس پر ائمہ اربعہ اور پوری امت کے فقہاء متفق ہیں اور نہ صرف شریعت اسلام بلکہ شرائع سابقہ اور تقریباً ہر مذہب و ملت میں یہی قانون ہے [1]

ایک فکر یہ ہے کہ جس عضو پر کسی مریض کی زندگی موقوف ہو اس کا پیوند کاری سے علاج جائز ہے مثلاً ایک شخص کا دل ناکارہ ہو گیا اب اگر کوئی مرنے والا شخص اپنا دل اس کو لگانے کی اجازت دے دے تو اس صورت میں اس مریض کا دل تبدیل کرنے کی اجازت ہے کیونکہ دل کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور یہ حالت اضطرار ہے یا مثلاً کسی شخص کے دونوں گردے خراب اور ناکارہ ہو گئے جس کی وجہ سے اس کی زندگی خطرے میں ہے اب اگر کوئی شخص اپنا ایک گردہ اسے دے دے تو اس کی زندگی بچ سکتی ہے اس لیے انسانیت کی بقاء کی خاطر ایسی اضطراری صورت میں انسانی اعضاء کی پیوند کاری جائز ہے ہمارے نزدیک یہ فکر صحیح نہیں ہے جیسا کہ عنقریب دلائل سے واضح ہو گا۔

شیخ خمینی کی رائے

شیخ خمینی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۲۸۷۸) ۔ اگر کسی مسلمان کی جان کی حفاظت اس پر موقوف ہو کہ کسی مسلمان میت کے عضو کا اسے پیوند لگایا جائے تو اس عضو کا قطع کرنا جائز ہے اور بعید نہیں کہ دیت دینا پڑے لیکن آیا دیت کاٹنے والے پر ہے یا مریض پر اس میں اشکال ہے۔ البتہ ڈاکٹر مریض سے قرارداد کر سکتا ہے کہ مریض دیت ادا کرے اور اگر کسی مسلمان کے کسی عضو کی حفاظت میت کے عضو کے کاٹنے پر موقوف ہو تو اس صورت میں بعید نہیں کہ جائز نہ ہو اور اگر کاٹے تو دیت دینا پڑے گی،

(حاشیہ صفحہ سابقہ) گردے اور دوسرے اعضاء ایک بکاؤ مال کی طرح بازار میں بکا کریں گے۔ اگر یہ چیزیں بھی بکاؤ مال بن گئیں تو بہت سے غریب اپنے بچوں کی مصیبت دور کرنے کے لیے اپنی یہ چیزیں بھی داؤ پر لگا دیں گے پھر یہ بگاڑ صرف یہیں نہیں رکے گا کہ رضاکارانہ طور پر کسی انسان کے اعضاء و اجزاء لیے جائیں بلکہ بہت سے مردے خصوصاً لاوارث مردے بہت سے اعضاء سے محروم ہو کر اس دنیا سے جایا کریں گے پھر کسی انسانی میت کی خیر نہیں اور یہ غسل و کفن اور نماز جنازہ اور کفن دفن کے سارے قصے ہی بے باق ہو جائیں گے۔ اور خدانخواستہ یہ سلسلہ بڑھتا رہا تو صرف طبعی موت سے مرنے والوں تک نہیں رکے گا بلکہ اس کام کے لیے باقاعدہ قتل گرم ہو جانا بھی ممکن ہے۔ ــــــــ (سعیدی غفرلہ)

[1] مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ، انسانی اعضاء کی پیوند کاری ص ۳۹-۳۰، مجلس تحقیق مسائل حاضرہ کراچی ۱۳۸۹ھ۔

لیکن اگر میت نے زندگی میں اجازت دیدی ہو تو ظاہراً دیت نہیں ہے، لیکن اس کا شرعاً جائز ہونا محل اشکال ہے اور اگر اس نے خود اجازت نہ دی ہو تو اس کے اولیاء مرنے کے بعد اجازت نہیں دے سکتے اور کاٹنے والے سے دیت ساقط نہیں ہوگی اور وہ گنہگار بھی ہوگا۔

(۱۰۸۰۳) غیر مسلمان مردہ کا عضو پیوند لگانے کے لیے کاٹنا حرام نہیں ہے اور اس کی دیت بھی نہیں ہے لیکن اگر پیوند لگایا تو اس کی نجاست اور مردار ہونے کی وجہ سے نماز میں اشکال ہوگا، اب اگر انسان کا مردہ نماز میں اشکال رکھتا ہو تو اس بنا پر مسلمان کے مردہ میں بھی اشکال آئے گا، اور اگر غسل سے پہلے مسلمان سے قطع کرلیں تو نجاست والا اشکال بھی آئیگا، لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ میت کا عضو اگر حیات پیدا کرلے تو وہ میت کا عضو ہونے سے خارج ہو جائے گا اور زندہ کا عضو بن جائے گا پھر وہ نجس اور مردار نہیں رہے گا بلکہ اگر نجس العین جانور کا عضو پیوند ہو جائے اور انسانی زندگی سے زندہ ہو جائے تو جانور کی عضویت سے نکل کر انسان کی عضویت میں داخل ہو جائیگا۔[ا]

موجودہ مفکرین میں سے شیخ خمینی کی رائے ہم نے نقل کر دی ہے تاہم اس سلسلہ میں ہمارا نظریہ یہ ہے کہ انسانی اعضاء کی پیوند کاری کسی صورت میں جائز نہیں ہے کیونکہ ہمارے فقہاء نے تکریم انسانیت کے پیش نظر انسانی اعضاء سے انتفاع کو مطلقاً ناجائز قرار دیا ہے۔ خواہ حالت اضطرار ہو، آئندہ سطور میں ہم اس کے ثبوت میں عبارات فقہاء پیش کریں گے جس سے معلوم ہو جائے گا کہ اعضاء کی پیوند کاری شرعاً جائز نہیں ہے۔

مُردے کے اعضاء سے پیوند کاری کا حکم

علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

ان العظم لا يتنجس بالموت على اصلنا لانه لا حياة فيه الا ان يكون عظم الانسان او عظم خنزير فانه يكره التداوي به لان الخنزير نجس العين، فعظمه نجس كلحمه لا يجوز الانتفاع به بحال ما - والآدمي محترم بعد موته على ما كان عليه في حياته فكما يحرم التداوي بشئ من الآدمي الحي اكراما له فكذلك لا يجوز التداوي بعظم الميت قال صلى الله عليه وسلم كسر عظم الميت ككسر عظم الحي۔[۲]

ہمارے قاعدہ کے مطابق موت سے ہڈی نجس نہیں ہوتی کیونکہ اس میں حیات نہیں ہے، سوا اس کے کہ وہ انسان یا خنزیر کی ہڈی ہو، اس کے ساتھ علاج مکروہ تحریمی ہے۔ کیونکہ خنزیر نجس العین ہے اور اس کی ہڈی بھی اس کے گوشت کی طرح نجس ہے جس سے کسی حال میں بھی فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں ہے اور آدمی موت کے بعد بھی اسی طرح محترم ہوتا ہے جس طرح زندگی میں محترم تھا لہٰذا جس طرح زندہ آدمی کی کسی چیز سے اسکی تکریم کی بناء پر علاج نہیں کیا جا سکتا اسی طرح مردہ آدمی کی ہڈی سے بھی علاج نہیں کیا جا سکتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردے کی ہڈی کو توڑنا زندہ کی ہڈی کے توڑنے کی مثل ہے۔

[ا] شیخ روح اللہ خمینی، توضیح المسائل ص ۴۵۲، ۴۵۳، مطبوعہ سازمان تبلیغات اسلامی ایران، ۱۴۰۲ھ

[۲] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، شرح سیر کبیر ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ مکتبۃ الثورۃ الاسلامیہ، ۱۴۰۵ھ۔

نیز علامہ قاضی خاں فرماتے ہیں:

رجل برجله جراحة قالوا يكره له ان يعالج بعظم الانسان والخنزير لانه محرم الانتفاع. [1]

کسی شخص کے پیر میں زخم ہو تو فقہاء نے کہا ہے کہ اس کا علاج انسان یا خنزیر کی ہڈی سے کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ انسان یا خنزیر کی ہڈی سے فائدہ حاصل کرنا حرام ہے۔

ويكره معالجة الجراحة بعظم الانسان اوخنزير لانهما محرم الانتفاع [2]

انسان یا خنزیر کی ہڈی سے علاج کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ ان سے نفع حاصل کرنا حرام ہے۔

عالمگیری میں ہے:

قال محمد رحمه الله تعالى ولا بأس بالتداوي بالعظم اذا كان عظم شاة او بقرة او بعير او فرس او غيره من الدواب الا عظم الخنزير والآدمي فانه يكره التداوي بهما الى قوله الانتفاع باجزاء الآدمي لم يجز قيل للنجاسة وقيل للكرامة هو الصحيح كذا في جواهر الاخلاطي [3]

امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا جانوروں میں سے بکری کی ہڈی یا گائے کی یا اونٹ کی یا گھوڑے کی یا کسی اور چوپائے کی ہڈی سے علاج کرنا جائز ہے ماسوا خنزیر اور آدمی کی ہڈی کے کیونکہ ان کے ساتھ علاج کرنا مکروہ تحریمی ہے ———— آدمی کے اعضاء اور اجزاء سے فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں ہے، کہا گیا ہے نجاست کی وجہ سے اور صحیح یہ ہے کہ کرامت کی وجہ سے اسی طرح جواہر اخلاطی میں ہے۔

نیز عالمگیری میں ہے:

ووصل الشعر بشعر الآدمي حرام سواء كان شعرها او شعر غيرها كذا في الاختيار شرح المختار۔ [4]

آدمیوں کے بالوں کے ساتھ بالوں کو پیوند کرنا حرام ہے خواہ وہ بال اسی عورت کے ہوں یا کسی اور عورت کے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

قال المصنف والآدمي مكرم شرعا وان كان كافرا فايراد العقد عليه وابتذاله به والحاقه بالجمادات اذلال له اي وهو غير جائز وبعضه في حكمه وصرح في فتح

مصنف نے کہا ہے کہ آدمی شرعاً مکرم ہے خواہ کافر ہو اس وجہ سے آدمی کی خرید و فروخت کرنا اور اس کو جمادات کے ساتھ لاحق کرنا آدمی کی توہین ہے علامہ شامی فرماتے ہیں یعنی ناجائز ہے اور آدمی کے اجزاء

---

[1] علامہ حسن بن منصور اوزجندی قاضی خاں متوفی ۵۹۲ھ، فتاوی قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۳ ص ۴۰۴ مطبوعہ مطبع بولاق مصر

[2] علامہ محمد بن شہاب ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ، فتاوی بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۶ ص ۳۶۵، مطبوعہ مصر، ۱۳۱۰ھ

[3] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالمگیری، ج ۵ ص ۳۵۵، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ۔

[4] 〃 〃 ج ۵ ص ۳۵۸ 〃

القدیر یبطلانہ الی قولہ ولذا لم یجز کسر عظام میت کافر۔[1]

علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

ولو سقط سنہ یکرہ ان یاخذ من میت فیشدھا مکان الاول بالاجماع وکذا یکرہ ان یعید تلک السن الساقطۃ مکانھا عند ابی حنیفۃ ومحمد ولکن یاخذ سن شاۃ ذکیۃ فیشدھا مکانھا وقال ابو یوسف لا باس بسنہ ویکرہ من غیرہ۔[2]

امام شافعی فرماتے ہیں:

واذا کسر للمرأۃ عظم فطار فلا یجوز ان ترقعہ الا بعظم ما یؤکل لحمہ ذکیا وکذلک ان سقطت سنہ صارت میتۃ فلا یجوز لہ ان یعیدھا بعد ما بانت فلا یعید من شیء غیر من ذکی یؤکل لحمہ وان رقع عظمہ بعظم میتۃ او ذکی لا یؤکل لحمہ او عظم انسان فھو کالمیتۃ فعلیہ قلعہ واعادۃ کل صلوۃ صلہا وھو علیہ فان لم یقلعہ اجبرہ السلطان علی قلعہ فان لم یقلعہ حتی مات لم یقلع بعد موتہ لانہ صار میتۃ کلہ واللہ حسیبہ وکذلک سنہ اذا ندرت فان اعتلت سنہ فربطہا قبل ان تندر فلا باس لانہا لا تصیر میتۃ حتی

بھی آدمی کے حکم میں ہیں اور فتح القدیر میں آدمی کے اعضاء کی خرید و فروخت کے بطلان کی تصریح ہے۔ اسی وجہ سے کافر میت کی ہڈی توڑنا بھی جائز نہیں ہے۔

اگر کسی شخص کا دانت گر گیا تو یہ مکروہ ہے کہ وہ اس دانت کی جگہ کسی مردے کا دانت باندھ لے، اسی طرح امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے کہ وہ اس گرے ہوئے دانت کو دوبارہ باندھ لے، البتہ کسی مذبوح بکری کا دانت اس کی جگہ باندھ سکتا ہے، اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اپنا گرا ہوا دانت بھی باندھ سکتا ہے اور کسی اور کا دانت باندھنا مکروہ ہے۔

جب کسی عورت کی ہڈی ٹوٹ جائے تو وہ کھائے جانے والے کسی مذبوح جانور کی ہڈی کے سوا کسی اور جانور کی ہڈی نہیں لگا سکتی۔ اسی طرح جب کسی مرد کا دانت گر جائے تو وہ مردہ ہو جاتا ہے اور اس کو دوبارہ لگانا جائز نہیں ہے البتہ کھائے جانے والے کسی مذبوح جانور کا دانت لگا سکتا ہے، اگر کسی شخص نے اپنی ہڈی کے ساتھ کسی مردے کی ہڈی یا کسی کھائے جانے والے مذبوح جانور کی ہڈی کا پیوند لگایا یا کسی انسان کی ہڈی کا پیوند لگایا تو اس ہڈی کو اکھاڑنا واجب ہے اور جتنی نمازیں اس کے ساتھ پڑھی گئی ہیں، ان کا دہرانا واجب ہے، اگر وہ نہ اکھاڑے تو حاکم اس کو اکھاڑنے پر مجبور کرے اور اگر اس ہڈی کو اکھاڑے بغیر وہ مر گیا تو موت کے بعد وہ ہڈی نہ اکھاڑی جائے کیونکہ وہ اب پورے کا پورا مردار ہو گیا اسی طرح اکھڑے ہوئے دانت کا حکم ہے اور اگر دانت ہل رہا ہو اور وہ اس کو

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۴ ص ۱۰۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[2] علامہ علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۵ ص ۱۳۲، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ۱۴۰۰ھ۔

تسقط۔ [۱]

اگر ٹوٹنے سے پہلے باندھ لے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ گرنے سے پہلے مردہ نہیں ہوتا۔

حنفی اور شافعی فقہاء کی ان عبارات میں اس بات کی واضح تصریح ہے کہ انسانی اعضاء کے ساتھ پیوند کاری جائز نہیں، البتہ حلال اور مذبوح جانوروں کے اعضاء کے ساتھ پیوند لگایا جاسکتا ہے، جیسا کہ متعدد فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے، اسی طرح مصنوعی اعضاء کے ساتھ بھی پیوند کاری کی جاسکتی ہے، لکڑی، پلاسٹک یا کسی دھات کے بنے ہوئے اعضاء کے ساتھ پیوند لگایا جاسکتا ہے حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی ناک لگوانے کی جو اجازت دی تھی اس میں اس امر پر واضح دلیل ہے

حالت اضطرار میں پیوند کاری کا حکم

یہ کہا جاسکتا ہے کہ فقہاء کی ان عبارات میں اگرچہ مُردے کے اعضاء سے انتفاع کو حرام قرار دیا گیا ہے لیکن یہ حکم عام حالات کا ہے اور ہم حالت اضطرار میں مردے کے اعضاء سے پیوند کاری کے جواز کے قائل ہیں، جب کوئی اور طریق علاج میسر نہ ہو یا جب کسی انسان کی جان بچانا مردے کے اعضاء کی پیوند کاری پر موقوف ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فقہاء نے حالت اضطرار میں بھی زندہ کے اعضاء سے علاج حرام قرار دیا ہے۔

علامہ قاضی خاں فرماتے ہیں:

مضطر لم یجد میتۃ وخاف الھلاک فقال لہ رجل اقطع یدی وکلھا او قال اقطع منی قطعۃ فکلھا لا یسعہ ان یفعل ذلک ولا یصح امرہ بہ کما لا یصح للمضطر ان یقطع قطعۃ من لحم نفسہ فیاکل۔ [۲]

کسی شخص کو حالت اضطرار میں کھانے کے لیے مردار بھی نہیں ملا اور اسے اپنی جان کے ہلاک ہونے کا خوف ہو اور اس سے ایک شخص کہے میرے گوشت کا ٹکڑا کاٹ کر کھا لو تو مضطر کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کا امر کرنا صحیح ہے جیسا کہ مضطر کے لیے یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ خود اپنا گوشت کاٹ کر کھالے۔

علامہ ابن بزاز کردری حنفی فرماتے ہیں

خاف الھلاک جوعا فقال لہ اخر اقطع یدی وکلہ لیس لہ ذلک لان لحم الانسان لا یباح حال الاضطرار لکرامتہ۔ [۳]

کسی شخص کو بھوک کی بناء پر موت کا خوف ہو اس سے دوسرا شخص کہے کہ میرا ہاتھ کاٹ کر کھا لو تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کیونکہ انسان کا گوشت حالت اضطرار میں بھی جائز نہیں ہے۔

اسی طرح عالمگیری میں ہے: [۴]

علامہ نووی شافعی فرماتے ہیں:

---

[۱]۔ امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ کتاب الام ج ۱ ص ۵۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۳ھ

[۲]۔ علامہ حسن بن منصور اوزجندی قاضی خاں متوفی ۲۹۵ھ، فتاوی قاضی خاں علی ہامش الہندیہ ج ۳ ص ۴۰۴، مطبوعہ مطبع بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

[۳]۔ علامہ محمد بن شہاب ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ، فتاوی بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۶ ص ۳۶۶ مطبوعہ مصر ۱۳۱۰ھ۔

[۴]۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاوی ہندیہ ج ۵ ص ۳۳۸، مطبوعہ مطبع بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

لو اراد المضطر ان يقطع قطعة من نفسه من فخذه او غيره ليأكلها فان كان الخوف منه كالخوف في ترك الاكل او اشد حرم القطع بلا خلاف وصرح به امام الحرمين وغيره[1]

اگر مضطر اپنی یا کسی اور کی ران سے گوشت کاٹ کر کھانے کا ارادہ کرے تو اگر نہ کھانے کی صورت میں جان کا خطرہ ہو پھر بھی بالاتفاق گوشت کاٹنا حرام ہے امام الحرمین وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی مضطر کے احکام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وان لم يجد الا آدميا محقون الدم لم يبح له قتله اجماعا ولا اتلاف عضو منه مسلما كان او كافرا لانه مثله فلا يجوز ان يبقي نفسه باتلافه وهذا لا خلاف فيه، وان كان مباح الدم كالحربي والمرتد فذكر القاضي ان له قتله واكله لان قتله مباح وهكذا قال اصحاب الشافعي لانه لا حرمة له فهو بمنزلة السباع[2]

اور اگر مضطر کو ایسے آدمی کے سوا اور کوئی چیز نہ ملے جس کی جان شرعاً محفوظ ہے (مثلاً مسلمان یا ذمی کافر) تو مضطر کے لیے اس آدمی کو قتل کرنا اجماعاً حرام ہے اور اس کے کسی عضو کو کاٹنا بھی حرام ہے خواہ وہ آدمی مسلمان ہو یا کافر کیونکہ اس آدمی کی زندگی مضطر کی زندگی کی مثل ہے پس یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس کو تلف کر کے اپنی جان بچائے اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور اگر اس آدمی کا خون مباح ہو جیسے حربی کافر اور مرتد اس کے بارے میں قاضی نے ذکر کیا ہے کہ مضطر اس کو قتل کر کے کھا سکتا ہے۔ کیونکہ اس کو قتل کرنا مباح ہے۔ امام شافعی کے اصحاب کا بھی یہی قول ہے، کیونکہ اس کی کوئی حرمت نہیں ہے اور وہ درندوں کے حکم میں ہے۔

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں:

واما الآدمي فلا يجوز تناوله[3]

مضطر کے لیے آدمی کو کھانا بہر حال جائز نہیں ہے۔

اس کی شرح میں علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں:

اي سواء كان حيا او ميتا ولو مات المضطر هذا هو المنصوص لاهل المذهب[4]

خواہ آدمی زندہ ہو یا مردہ، خواہ (اس کو نہ کھانے سے) مضطر مر جائے۔ اہل مذہب نے اسی کی تصریح کی ہے۔

علامہ صاوی مالکی لکھتے ہیں:

[1] علامہ نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۹ ص ۴۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۳۳۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ ابو البرکات سیدی احمد الدردیر مالکی متوفی، الشرح الکبیر ج ۲ ص ۱۱۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[4] شیخ شمس الدین محمد عرفہ الدسوقی مالکی متوفی، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۲ ص ۱۱۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

لا یجوز تناول الآدمی سواء کان حیًّا او میتًا ولومات المضطر هذا هو المنصوص لاهل المذهب۔ [1]

مضطر کے لیے آدمی کو کھانا جائز نہیں ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ اگرچہ مضطر مر جائے۔ اہل مذہب نے اسی کی تصریح کی ہے۔

ہم نے مذاہب اربعہ کی مستند کتب سے صاف تصریحات پیش کر دی ہیں کہ زندہ آدمی کی جان بچانے کے حالت اضطرار میں کسی دوسرے زندہ انسان کے اعضاء کو کاٹنا جائز نہیں ہے، بنابریں حالت اضطرار میں کسی شخص کی جان بچانے کے لیے کسی دوسرے زندہ شخص کے اعضاء سے پیوندکاری کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ فقہاء شافعیہ اور بعض فقہاء حنبلیہ کے نزدیک کافر حربی کے اعضاء سے پیوندکاری جائز ہے لیکن جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک یہ بھی ناجائز ہے۔ باقی رہا مردہ انسان سے حالت اضطرار میں پیوندکاری کا مسئلہ تو اس کی تفصیل آرہی ہے۔

کیا حالت اضطرار میں مردہ انسان کے اعضاء سے پیوندکاری کی جاسکتی ہے؟

احادیث صحیحہ اور فقہاء اسلام کی تصریحات کی روشنی میں حالت اضطرار میں بھی مردہ انسان کے اعضاء سے پیوندکاری جائز نہیں ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں زندہ اور مردہ میں فرق نہیں ہے امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عائشة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال، کسر عظام المیت ککسرها حیًّا۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردہ آدمی کی ہڈیوں کو توڑنا، زندہ آدمی کی ہڈیاں توڑنے کے مانند ہے۔

یہ حدیث سنن ابوداؤد اور سنن بیہقی میں بھی ہے۔ پوسٹ مارٹم کی بحث میں ہم اس کے حوالے بیان کر چکے ہیں۔

پیوندکاری کے بعض مجوزین نے ایک مذاکرہ میں مجھ سے کہا کہ قرآن مجید نے حالت اضطرار میں میتہ کو مباح قرار دیا ہے اس لیے حالت اضطرار میں مردہ انسان کے اعضاء سے پیوندکاری جائز ہونی چاہیے۔ میں نے کہا لغت، عرف اور شرع میں میتہ اس جانور کو کہتے ہیں جو بغیر ذبح کے طبعی موت سے یا کسی کے قتل کرنے سے مرگیا ہو، مذبوح کو بھی میتہ نہیں کہتے اور مردہ انسان کے لیے میّت کا لفظ استعمال ہوتا ہے، چنانچہ علامہ نووی [3]، علامہ ابن منظور [4] اور علامہ زبیدی [5] وغیرہم نے اپنی تصنیفات میں اس کی تصریح کی ہے، فلہٰذا قرآن مجید نے حالت اضطرار میں مردہ جانور کو کھانا مباح کیا ہے۔ مردہ انسان کا کھانا مباح نہیں کیا۔ انھوں نے کہا مردہ انسان کا کوئی مالک نہیں ہوتا، اس لیے اس کے اعضاء کو لینا مباح ہے۔ میں نے کہا مسجد کا بھی کوئی مالک نہیں ہوتا تو کیا مسجد کی چیزوں کو اٹھا کر لے جانا مباح ہے؟ انھوں نے کہا مسجد تو وقف

---

[1] شیخ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی، حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر ج ۲ ص ۱۸۳ مطبوعہ دار المعارف مصر، ۱۳۹۲ھ۔

[2] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۴۴۴ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۲ھ۔

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، تہذیب الاسماء واللغات ج ۴ ص ۱۴۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[4] علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۲ ص ۹۲ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[5] السید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی مصری، تاج العروس من القاموس ج ۱ ص ۵۸۷ مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

ہے۔ مردہ انسان گھاس اور مٹی کی طرح مباح ہے جس طرح گھاس اور مٹی کا کوئی مالک نہیں اور ہر ضرورت مند کے لیے مباح ہے علیٰ ہذا القیاس مردہ انسان کا بھی کوئی مالک نہیں اور ہر ضرورت مند اس کے اعضاء کاٹ کر لے جا سکتا ہے۔

میں نے کہا اوّل تو یہ اصول غلط ہے کہ جس کا کوئی مالک نہ ہو وہ مباح ہے۔ زندہ انسان کا بھی کوئی مالک نہیں لیکن وہ مباح نہیں ہے۔ ثانیاً اگر مردہ انسان گھاس اور مٹی کی طرح مباح ہو اور ہر ضرورت مند کے لیے اس کے اعضاء کو کاٹ کر لے جانا جائز ہو تو انسان کے مرتے ہی جس شخص کو آنکھوں کی ضرورت ہو وہ آنکھیں لے جائے، جس کو دل، جگر، گردوں یا پھیپھڑوں کی ضرورت ہو وہ ان کو نکال کر لے جائے۔ صابن بنانے والوں کو چربی کی ضرورت ہو تو وہ اس کی چربی نکال کر لے جائیں۔ جنھیں فاسفورس کی ضرورت ہو وہ اس کی ہڈیاں نکال کر لے جائیں۔ ڈھول بجانے والے اس کی انتڑیاں نکال کر لے جائیں، تو پھر کیا باقی بچے گا، جس پر غسل، کفن، نماز جنازہ اور تدفین کے اسلامی احکام جاری ہوں گے!

اسلام نے مردہ انسان کی بہت زیادہ تعظیم اور تکریم کا حکم دیا ہے۔ جنازے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیا ہے جب تک جنازہ کو زمین پر نہ رکھ دیا جائے اس وقت تک حاملین جنازہ کو بیٹھنے کی اجازت نہیں دی، نماز جنازہ پڑھنے کو فرض قرار دیا ہے۔ قبر پر بیٹھنے سے منع کیا ہے اور میّت کو ایذاء پہنچانے سے روکا ہے۔ ان اسلامی احکام کے پیش نظر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ مردہ انسان گھاس اور مٹی کی طرح مباح ہے اور علاج کی غرض سے اس کے اعضاء کو کاٹ پیٹ کر نکالا جا سکتا ہے!

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عامر بن ربیعۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا رایتم الجنازۃ فقوموا حتی تخلفکم۔[1]

حضرت عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جنازے کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ حتّٰی کہ جنازہ تم کو پیچھے چھوڑ جائے۔

عن عبد الرحمان بن ابی لیلی قال کان سہل بن حنیف وقیس بن سعد بالقادسیۃ فمروا علیہما بجنازۃ فقاما فقیل لہما انہا من اہل الارض ای من اہل الذمۃ فقالا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرت بہ جنازۃ فقام فقیل لہ انہا جنازۃ یہودی فقال الیست نفسا۔[2]

عبد الرحمان بن ابی لیلی بیان کرتے ہیں کہ سہل بن حنیف اور قیس بن سعد قادسیہ میں تھے ان کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا وہ کھڑے ہو گئے ان سے کہا گیا کہ یہ ذمّی کا جنازہ ہے! انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا آپ کھڑے ہو گئے۔ آپ سے کہا گیا کہ یہ یہودی کا جنازہ ہے! آپ نے فرمایا کیا یہ ذی روح نہیں ہے۔

عن سعید المقبری عن ابیہ قال کنا فی جنازۃ فاخذ ابو ہریرۃ بید مروان فجلسا قبل ان توضع فجاء ابو سعید فاخذ بید مروان فقال قم فواللہ لقد علم ہذا ان النبی صلی اللہ

حضرت مقبری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک جنازے میں تھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مروان کا ہاتھ پکڑا اور دونوں بیٹھ گئے پھر حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ آئے اور مروان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا "کھڑے رہو!" بخدا ان کو (حضرت ابو ہریرہ

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۵ " " "

علیه وسلم نهانا عن ذلک فقال ابو هریرة صدق . [1]

کو (بخاری علم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس سے (جنازہ رکھنے سے پہلے) بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابوہریرہ نے کہا انھوں نے سچ کہا ہے۔ !

ہر چند کہ صحیح ابن حبان اور صحیح مسلم میں بیٹھنے کا بھی ذکر ہے لیکن صحیح بخاری کی روایت ان پر مقدم ہے ثانیاً زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ پہلے قیام واجب تھا اب قیام کا وجوب منسوخ ہو گیا تاہم اس کے استحباب کا حکم اب بھی باقی ہے۔ صحابہ میں سے حضرت حسن بن علی، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن الزبیر، حضرت ابن عمر، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم کا یہی نظریہ ہے کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہے اور فقہاء مجتہدین میں سے امام اوزاعی، امام اسحاق، امام احمد بن حنبل اور امام محمد بن حسن شیبانی کا بھی یہی موقف ہے۔ بعض فقہاء تابعین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ حکم منسوخ ہے لیکن یہ اس پر محمول ہے کہ اس کا حکم وجوب منسوخ ہے۔ علامہ نووی کی بھی یہی تحقیق ہے [2]

امام مسلم روایت کرتے ہیں :

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لان یجلس احدکم علی جمرة فتحرق ثیابه فتخلص الی جلده خیر له من ان یجلس علی قبر . [3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص انگارے پر بیٹھ جائے اور وہ انگارہ تمہارے کپڑوں کو جلا کر کھال تک پہنچ جائے تو یہ قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔

حافظ الہیثمی طبرانی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں :

عن عمارة بن حزم قال رآنی رسول الله صلی الله علیه وسلم جالسا علی القبر فقال یا صاحب القبر انزل من علی القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک . [4]

حضرت عمارۃ بن حزم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قبر پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر فرمایا: اے قبر والے! قبر سے اتر جاؤ اور قبر والے کو ایذاء نہ دو، وہ تمہیں ایذاء نہیں دیتا۔

حافظ الہیثمی فرماتے ہیں اس کے ایک راوی ابن لہیعہ پر جرح کی گئی ہے، لیکن وہ ثقہ ہے۔

ان دونوں صحیح حدیثوں میں میت کو ایذاء پہنچانے سے منع فرمایا ہے اور یہ کہ کسی شخص کا انگارے سے جل جانا قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے اس سے معلوم ہوا کہ مردہ انسان کا زندہ انسان سے زیادہ احترام ہے اور مردہ انسان کو ایذاء سے محفوظ رکھنا زندہ کی بہ نسبت مقدم ہے تو پھر زندہ کے علاج یا اس کی بقاء کے لیے مردہ انسان کے اعضاء نکالنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ جمہور فقہاء اسلام نے حالت اضطرار میں بھی زندہ انسان کو مردہ انسان یا اس کے اعضاء کو کاٹ کر

---

[1] - امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ
[2] - علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۱۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ۔
[3] - امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۲،
[4] - حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۶۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ھ

کھانے کی اجازت نہیں دی۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی مضطر کے احکام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وان وجده میتا ابیح اکله لان اکله مباح بعد قتله فکذالک بعد موته، وان وجد معصوما میتا لم یبح اکله فی قول اصحابنا۔ [1]

اگر مضطر کافر حربی کو مردہ پائے تو اس کے لیے اس کا کھانا مباح ہے کیونکہ جب زندہ کافر کو قتل کر کے کھانا مباح ہے تو مردہ کو قتل کر کے کھانا بھی مباح ہو گا اور اگر مضطر کو مسلمان یا ذمی کافر کا مردہ جسم ملے تو ہمارے اصحاب کے نزدیک اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔

فقہاء شافعیہ نے مضطر کے لیے مردہ کو کھانے کی اجازت دی ہے لیکن ان کا یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ انھوں نے تو مضطر کے لیے انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھانا بھی جائز قرار دیا ہے۔ العیاذ باللہ!

علامہ دردیر مالکی فرماتے ہیں:

والنص المعول علیه عدم جواز اکل الادمی المیت ولو کافرا لمضطر ولو مسلما لم یجد غیره اذ لا تنتهک حرمة آدمی لآخر۔ [2]

جس نص پر اعتماد ہے وہ یہ ہے کہ مضطر کے لیے مردہ آدمی کو کھانا جائز نہیں ہے خواہ مضطر مسلمان ہو اور اسے کوئی اور چیز نہ ملے پھر بھی مردہ انسان کو کھانا جائز نہیں ہے خواہ وہ کافر ہو، کیونکہ ایک آدمی کی بقاء کی وجہ سے دوسرے آدمی کو بے عزت نہیں کیا جا سکتا۔

علامہ دسوقی مالکی اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

ولو ادی عدم الاکل لموت ذالک المضطر۔ [3]

خواہ مردہ کو نہ کھانے سے وہ مضطر آدمی مر جائے پھر بھی وہ مردہ انسان کو نہیں کھا سکتا!

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

قال شیخنا لا یجوز بیع میتة الادمی مطلقا سواء فیه المسلم والکافر اما المسلم فلشرفه وفضله حتی انه لا یجوز الانتفاع بشیء من شعره وجلده وجمیع اجزائه۔ [4]

ہمارے شیخ نے کہا ہے کہ مردہ آدمی کو بیچنا قطعاً ناجائز ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، مردہ مسلمان کی بیع اس کی عزت اور کرامت کی وجہ سے ممنوع ہے حتیٰ کہ مردہ مسلمان کے بال اس کی کھال اور اس کے اجزاء میں سے کسی جز کو بھی استعمال کرنا اور اس سے نفع حاصل کرنا جائز

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۳۳۵، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابوالبرکات سیدی احمد دردیر مالکی، الشرح الکبیر ج ۲ ص ۱۲۶، مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

[3] شیخ شمس الدین محمد عرفہ الدسوقی مالکی، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۲ ص ۱۲۹، مطبوعہ دارالفکر بیروت

[4] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۵۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

نہیں ہے۔

احادیث صحیحہ اور جمہور فقہاء اسلام کی ان عبارات سے یہ واضح ہو گیا کہ مردہ انسان کے اعضاء سے زندہ انسان کی پیوند کاری جائز نہیں ہے۔ خواہ حالت اضطرار ہو یا حالت اختیار۔

کیا انسان اپنے مرنے کے بعد اپنے کسی عضو کو دینے کی وصیت کر سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے کیونکہ انسان اپنے جسم کا مالک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انا للہ وانا الیہ راجعون "ہم اللہ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں" اس لیے وہ زندگی میں اپنے اعضاء کسی کو دے سکتا ہے نہ مرنے کے بعد۔ کیا مردہ انسان کے ورثاء یا حاکم وقت کی اجازت سے اس کے اعضاء نکالے جا سکتے ہیں؟ اس کا بھی جواب ظاہر ہے، مردے کے ورثاء یا حاکم وقت اس کے اعضاء کے مالک نہیں ہیں۔ پھر اسلام نے میت کی عزت اور احترام کے جو احکام دیے ہیں اور اس کو ایذاء پہنچانے سے منع کیا ہے بلکہ میت کی عزت اور اس کو ایذاء سے بچانے کو زندہ کی عزت اور اس کو ایذاء سے بچانے پر مقدم رکھا ہے۔ ان احکام کے پیش نظر یہ وصیت جائز ہے اور نہ اجازت!

فقہاء حنبلیہ، فقہاء شافعیہ اور بعض احناف کے اقوال کی روشنی میں اگر کافر حربی کے اعضاء سے پیوند کاری کی جائے تو جائز ہے خواہ کافر حربی زندہ ہو یا مردہ۔ لیکن مسلمان یا ذمی کافر (مسلمان ملکوں میں رہنے والے کافر ذمیوں کے حکم میں ہیں) کے اعضاء سے پیوند کاری جائز نہیں ہے۔ خواہ زندہ ہو یا مردہ، حالت اختیار ہو یا حالت اضطرار۔

دودھ اور خون سے علاج پر پیوند کاری کے قیاس کا جواب

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ فقہاء نے انسانی دودھ اور خون سے علاج کو جائز قرار دیا ہے حالانکہ دودھ اور خون بھی انسان کے اجزاء ہیں جب ان اجزاء سے علاج جائز ہے تو باقی اجزاء سے علاج کیوں جائز نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دودھ اور خون اور انسانی اعضاء میں فرق بالکل واضح ہے۔ دودھ اور خون ایسے اجزاء نہیں ہیں جو ثابت اور قائم ہوں اور جن کا انسان کے تشخص اور تعین میں دخل ہو برخلاف انسانی اعضاء کے کیونکہ وہ ثابت اور قائم ہیں اور ان کا انسانی تشخص میں دخل ہے پھر انسان کے جسم میں خون روزانہ بنتا رہتا ہے اور دودھ پلانے کے ایام میں عورت کا دودھ بھی روزانہ بنتا رہتا ہے اور اس کے جسم سے جس قدر خون یا دودھ نکل جاتا ہے اس کے قائم مقام دوسرا خون اور دودھ پیدا ہو کر اس کی جگہ لے لیتا ہے اور دودھ یا خون کے نکل جانے سے انسان کی جسمانی ساخت میں کوئی فرق نہیں آتا نہ ان کے نکلنے سے انسان کے جسم کی کارکردگی یا اس کی نقل و حرکت میں کوئی معتدبہ فرق آتا ہے برخلاف انسانی اعضاء کے کیونکہ اگر انسان کی آنکھ، گردہ، یا ہاتھ کاٹ کر کسی کو لگا دیں تو خون یا دودھ کی طرح ایسا کوئی قدرتی نظام نہیں ہے کہ اس کی آنکھ، گردہ یا ہاتھ پھر پیدا ہو جائیں اور ان کے کاٹ دیے جانے سے اس کی جسمانی ساخت اور تشخص میں فرق

پیدا ہو جائیگا اور اس کی نفع اندوزی کم یا ختم ہو جائیگی۔ ایک اور فرق یہ ہے شریعت میں خون کو جسم سے نکالنے کا منشاء موجود ہے جس طرح احادیث میں فصد لگانے کا ذکر ہے انسان کے لیے جائز ہے کہ وہ فصد لگوا کر اپنے جسم کا کچھ خون پھینک دے یا ضائع کر دے اس کے برخلاف کسی عضو کو کاٹ کر پھینک دینے کی شریعت میں مطلقاً اجازت نہیں ہے اسی طرح دودھ پلانے کا اور دودھ سے دوسرے انسان کو فائدہ پہنچانے کا اور اپنے جسم سے دودھ نکالنے کا شریعت میں ثبوت ہے لیکن عضو کاٹ کر کسی کو دینے کا یا عضو کاٹ کر پھینک دینے کا شریعت میں ثبوت نہیں ہے اسلئے اعضاء کو خون اور دودھ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اسلئے دودھ اور خون سے حالت اضطرار میں علاج جائز ہے اور اس پر قیاس کر کے اعضاء کی پیوندکاری سے علاج جائز نہیں ہے خواہ زندہ کے اعضاء ہوں یا مردہ کے حالت اضطرار ہو یا نہ ہو۔ اصول شریعت اور عبارات فقہاء سے ہم نے یہی سمجھا ہے لعل اللّٰہ یحدث بعد ذلک امرًا۔

اضطرار کی بنیاد پر بھی انسانی اعضاء سے علاج جائز نہیں

بعض لوگ کہتے ہیں کہ انسانی اعضاء سے پیوندکاری زیادہ سے زیادہ حرام ہوگی اور حالت اضطرار میں حرام چیز سے حرمت اٹھ جاتی ہے اس لیے جان بچانے کے لیے کسی مریض کو گردہ دینا یا مرنے کے بعد دل نکال لینے کی وصیت کرنا حرمت کے باوجود جائز ہونا چاہیے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اضطرار اگر ہے تو مریض کے لیے ہے جو شخص اپنے گردے دے رہا ہے یا دل اور آنکھوں کی وصیت کر رہا ہے جن کا وہ خود مالک نہیں ہے اور لقد کرمنا بنی آدم (اسراء: ۷۰) ہم نے انسان کو مکرم بنایا ہے کی مخالفت کر کے انسانیت کی تذلیل کر رہا ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے فقہاء نے اضطرار کی صورت میں بھی انسانی اعضاء سے علاج کی اجازت نہیں دی۔

اس بحث کو مکمل کرنے کے لیے ہم پیوندکاری کے مجوزین کے مزید فتاوی اور دلائل پیش کر رہے ہیں، اس کے بعد ہم ان کے دلائل کا جائزہ لیں گے اور اپنے نظریہ کو واضح کریں گے۔

اعضاء کی پیوندکاری کے سلسلے میں علماء اردن کا فتویٰ

مملکت اردنیہ ہاشمیہ کی مجلس افتاء کی رائے یہ ہے کہ اعضاء کا پوسٹ مارٹم، انتقال خون اور اعضاء کی پیوندکاری جائز ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ انسانی جان کی حفاظت واجب ہے لہٰذا ایک مسلمان کی زندگی بچانے یا اس کے کسی عضو کو سلامت رکھنے کے لیے کسی زندہ یا مردہ انسان کے عضو کا منتقل کرنا اگر ضروری ہو جائے تو اس پیوندکاری کو ضرورتاً جائز تصور کیا جائے گا کیونکہ ضرورت ممنوع چیز کو جائز کر دیتی ہے نیز دو خرابیوں میں سے کم تر کو اختیار کر لینا چاہیے۔ پوسٹ مارٹم کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ اس پر فقہاء مذاہب اربعہ کا اتفاق ہے کہ زندہ بچے کو نکالنے کے لیے مردہ عورت کا پیٹ چاک کرنا جائز ہے لیکن کوئی زندہ شخص کسی حرام شئے (دوسرے انسان کا خون یا اعضاء) کو استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جان بچانے کے لیے حرام چیز کا استعمال کرنا جائز ہے لیکن محض سلامتی اعضاء کے لیے تبدیلی کے جواز کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اعضاء کی پیوندکاری کے لیے یہ شرائط ہیں (ا) اگر زندہ شخص کے اعضاء سے پیوندکاری مقصود ہو تو اس سے اجازت لی جائے اور مردہ کے اعضاء میں اس کے والدین یا حاکم سے اجازت لی جائے۔ (ب) زندہ آدمی کا اس قدر خون یا ایسا عضو نہ لیا جائے جس سے اس کی جان خطرہ میں پڑ جائے (ج) جس کو عضو دیا جائے وہ مضطر ہو (د) پیوندکاری سے عضو دینے والے میں کوئی غیر معمولی بدنمائی نہ ہو (ہ) عضو کا یہ عطیہ محض رضا کارانہ ہو اور اس کے بدلہ میں کوئی مادی عوض نہ لیا جائے۔ [1]

[1] افتخار حسین (مرتب) (علماء اردن کا فتویٰ) اسلام اور قرینہ کی پیوندکاری ص ۳۲-۳۵ مطبوعہ پاکستان ٹی بیک سوسائٹی کراچی ۱۹۸۲ء

اعضاء کی پیوندکاری میں مصری علماء کی تحقیق

اعضاء کی پیوندکاری کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے مصری علماء لکھتے ہیں:

اب ہم اس میں غور کرتے ہیں کہ کسی زندہ یا مردہ انسان کے جسم کا کوئی عضو کاٹ کر کسی دوسرے زندہ انسان کے جسم میں لگانا، اقوال فقہاء کی روشنی میں جائز ہے یا نہیں؟

فقہ مالکی کی شرح کبیر اور حاشیہ دسوقی میں ہے کہ جب کسی انسان کا دانت گر جائے تو اس کو واپس لگا کر سونے یا چاندی کے تار سے باندھ دینا جائز ہے، کیونکہ آدمی کا مردار عضو پاک ہوتا ہے، اسی طرح اس دانت کے بدلہ میں کسی حلال جانور کے دانت کو لگانا بھی جائز ہے۔ البتہ مردار جانور کے دانت لگانے میں دو قول ہیں، جواز اور منع، اور عدم جواز کے قول پر نماز کے وقت دانت نکال لیا جائے گا اور اگر اس میں کوئی دشواری ہوئی تو رہنے دیا جائے گا۔

فقہ حنفی میں علامہ ابن عابدین نے رد المحتار کی جلد اول کی مفسدات صلوٰۃ میں خزانۃ الفتاویٰ سے نقل کیا ہے کہ کسی شخص کی ہڈی ٹوٹ گئی اور اس کو کتے کی ہڈی سے جوڑ لیا گیا اور بغیر ضرر کے وہ کتے کی ہڈی نکالی نہیں جا سکتی تو اس کے ساتھ نماز جائز ہے۔ علامہ کاسانی نے بدائع الصنائع میں کتاب الاستحسان کے آخر میں لکھا ہے اگر کسی آدمی کا دانت گر گیا تو اس کی جگہ مردہ کا دانت لگانا بالاجماع مکروہ ہے۔ اسی طرح امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اسی دانت کو دوبارہ لگانا بھی مکروہ ہے۔ البتہ ذبح شدہ بکری کا دانت اس کی جگہ لگا دیا جائے تو مکروہ نہیں ہے اور امام ابویوسف فرماتے ہیں کہ اپنا دانت لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور دوسرے کا دانت لگانا مکروہ ہے۔ اور صاحب البحر الرائق نے کتاب الحظر والاباحت میں ذخیرہ سے نقل کیا ہے کہ کسی آدمی کا دانت گر گیا اور اس نے اس کی جگہ کتے کا دانت لگا لیا اور وہ قائم ہو گیا تو یہ جائز نہیں ہے اور اس کو نکالا نہیں جائے گا، اور اگر اس نے اپنے دانت کو دوبارہ لگا لیا اور وہ قائم ہو گیا تو دیکھا جائے گا اگر کتے کا دانت بغیر ضرر کے اکھاڑا جا سکتا ہے تو اکھاڑ لیا جائے گا ورنہ نہیں اکھاڑا جائے گا۔

فقہ حنبلی میں علامہ ابن قدامہ نے مغنی کی کتاب الجنائز میں لکھا ہے، اگر کسی انسان کی ہڈی دوسری ہڈی کے ساتھ جوڑ دی گئی پھر وہ انسان مر گیا تو اگر وہ ہڈی پاک تھی تو اس کو نہیں اکھاڑا جائے گا اور اگر وہ ناپاک تھی اور مثلہ کیے بغیر اس کو نکالنا ممکن ہے تو اس کو نکال دیا جائے گا کیونکہ یہ ایسی نجاست ہے جس کو بغیر ضرر کے زائل کرنا ممکن ہے۔

فقہ شافعی میں علامہ نووی نے مجموع شرح المہذب کے باب طہارت البدن میں لکھا ہے کہ جب ہڈی ٹوٹ جائے تو اس کو پاک ہڈی کے ساتھ جوڑ دینا چاہیے۔ علامہ نووی کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ جب ہڈی کو پاک ہڈی کے ساتھ جوڑنا ممکن ہو تو ناپاک ہڈی سے جوڑنا جائز نہیں ہے، اگر پاک چیز نہ ملے اور ناپاک سے جوڑنے کی ضرورت ہو تو یہ عذر ہے، اگر ناپاک ہڈی سے جوڑنے کی ضرورت نہ ہو یا اس کے قائم مقام پاک ہڈی دستیاب ہو اس کے باوجود ناپاک ہڈی سے جوڑے تو وہ گنہگار ہوگا اور اسے ناپاک ہڈی کا نکالنا واجب ہے بشرطیکہ اس کے نکالنے سے جان یا کسی اور عضو کی ہلاکت کا خطرہ نہ ہو اور وہ عذر نہ پائے جائیں جن کو تیمم میں بیان کیا گیا ہے، اگر وہ شخص اس ناپاک ہڈی کو نہ نکالے تو حاکم اس کو نکالنے پر مجبور کرے اور اس ہڈی کے ساتھ اس کی نماز جائز نہیں ہوگی، اگر ہڈی نکالنے سے اس کو درد ہوتا ہو تو اس درد کی وجہ سے اس کو معذور نہیں قرار دیا جائے گا خواہ اس ہڈی پر گوشت چڑھ گیا ہو یا نہ، شوافع کا مذہب یہی ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اگر ہڈی پر گوشت چڑھ گیا تو اس کو نہ نکالا جائے ہر چند کہ اس کی ہلاکت کا خوف نہ ہو، یہ علامہ رافعی کا قول ہے،

امام الحرمین اور امام غزالی کا بھی اسی طرف میلان ہے اور یہی امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا مذہب ہے اور اگر ہڈی نکالنے سے جان یا عضو کی ہلاکت کا خطرہ یا عضو کی منفعت زائل ہونے کا خطرہ ہو تو صحیح قول یہ ہے کہ ہڈی کا نکالنا واجب نہیں ہے۔ پھر علامہ نووی نے کہا کہ زخموں کا ناپاک دواؤں سے علاج کرنا یا انہیں ناپاک دھاگوں سے باندھنے کا حکم بھی وہی ہے جو ناپاک ہڈی سے جوڑنے کا ہے اور اگر کسی شخص کا دانت اکھڑ گیا اور اس کو اسی جگہ لگا دیا گیا تو ہمارے علماء عراق کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے کیونکہ یہ نجس ہے اور یہ ان کے اس اصول کی بناء پر ہے کہ آدمی سے اس کی زندگی میں جو عضو علیحدہ ہو جائے وہ نجس ہوتا ہے، کتاب الام میں امام شافعی نے اس کی تصریح کی ہے لیکن ان کا مذہب یہ ہے کہ وہ پاک ہے خراسان کے علماء کے نزدیک یہی صحیح ہے اور اگر اس کا دانت ہل رہا تھا اور اس نے اس کو سونے یا چاندی کے تار سے باندھ لیا تو یہ بالاتفاق پاک ہے۔

حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ کی ایک جنگ میں ناک کٹ گئی تھی انہوں نے اس کی جگہ چاندی کی ناک لگالی جس سے بدبو پیدا ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سونے کی ناک لگانے کا حکم دیا۔ اس حدیث سے مذاہب اربعہ کے فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ انسان کے جسم کے کسی عضو کو سونے کے جزء سے بدلنا جائز ہے۔

کیا ضرورت کے وقت انسان کے گوشت کو کھایا جا سکتا ہے؟ فقہاء حنفیہ نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی نے رد المحتار کی پانچویں جلد میں لکھا ہے کہ حالت اضطرار میں انسان کے گوشت کو کھانا جائز نہیں ہے خواہ وہ انسان مردہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ (الاسراء: ٧٠) "ہم نے بنی آدم کو تکریم دی ہے"
اسی طرح حالت اضطرار میں کسی زندہ انسان کو قتل کر کے کھانا جائز نہیں ہے خواہ وہ انسان مباح الدم (جائز القتل) ہو جیسے حربی کافر، مرتد اور شادی شدہ زانی، کیونکہ بنی آدم کی تکریم تمام انسانوں کو شامل ہے خواہ وہ معصوم الدم ہوں یا مباح الدم۔ فقہاء احناف کے علاوہ ظاہریہ کا بھی یہی قول ہے لیکن ان کی دلیل مختلف ہے۔

فقہ مالکی میں ہے کہ حالت اضطرار میں آدمی کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے اور یہ امر تعبدی ہے، اور بعض مالکیہ نے حالت اضطرار میں مردہ آدمی کا گوشت کھانا جائز قرار دیا ہے کیونکہ یہ امر تعبدی نہیں ہے شرف انسان سے متعلق ہے۔ علامہ صاوی نے شرح صغیر کے حاشیہ میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

فقہ شافعی اور فقہ زیدیہ میں حالت اضطرار میں مردہ انسان کا گوشت کھانے کو چند شروط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے۔ بعض شرائط یہ ہیں: اس مردہ انسان کے علاوہ اس کو اور کچھ کھانے کو نہ ملے، جیسے حالت اضطرار میں انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے جسم کے کسی عضو کو کاٹ کر کھالے تاکہ ایک جزء کے زوال سے پورے جسم کو بچایا جا سکے اور یہ اس وقت ہے جب اس کو کوئی حرام چیز بھی کھانے کے لیے نہ ملے۔ اور یہ شرط ہے کہ اس جز کو کاٹنے سے جو ضرر ہو وہ اس کے نہ کھانے کے ضرر سے کم ہو اور اگر یہ ضرر اتنا ہی ہو یا اس سے زیادہ ہو تو پھر اس کو کاٹ کر کھانا جائز نہیں ہے اور حالت اضطرار میں یہ جائز نہیں ہے کہ کسی دوسرے ایسے آدمی کا عضو کاٹ کر کھایا جائے جو معصوم الدم ہو، اسی طرح یہ بھی جائز نہیں ہے کہ ایک آدمی اپنے جسم کا کوئی عضو کاٹ کر کسی دوسرے مضطر کو کھلائے۔

فقہ حنبلی میں ہے کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ حالت اضطرار میں کسی انسان معصوم الدم کو قتل کر کے کھائے یا کسی شخص کا عضو تلف کر دے خواہ وہ شخص مسلمان ہو یا غیر مسلمان، البتہ حالت اضطرار میں مردہ انسان کو کھانے میں دو قول ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ اس کا کھانا جائز نہیں ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ جائز ہے کیونکہ زندہ انسان کی حرمت مردہ انسان سے زیادہ ہے۔ علامہ ابن قدامہ نے مغنی میں لکھا ہے کہ یہ قول اولیٰ ہے۔

فقہاء مالکیہ، شافعیہ اور حنبلیہ کے جو قول گزرے ہیں ان میں یہ تصریح ہے کہ جب انسان کی ہڈی ٹوٹ جائے تو اس کو پاک ہڈی کے ساتھ جوڑنا جائز ہے اور علامہ شیرازی نے مہذب میں یہ لکھا ہے کہ اضطرار کے سوا ہڈی کو نجس ہڈی کے ساتھ جوڑنا جائز نہیں ہے جب اس کے سوا دوسری ہڈی نہ پائی جائے، اور یہ کہ جو دانت گر جائے اس کو اپنی جگہ پر لگانا اور اس کو سونے اور چاندی کے تار سے باندھنا جائز ہے اسی طرح ذبح شدہ جانور کے دانت سے اسکو تبدیل کرنا بھی جائز ہے۔

فقہ حنفی میں یہ تصریح ہے کہ اگر انسان کی ہڈی کے ساتھ کتے کی ہڈی کو پیوند کیا جائے اور بغیر ضرر کے اس کو اکھاڑنا ممکن نہ ہو تو اس کے ساتھ نماز جائز ہے۔ فروع احناف کی ان مثالوں سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ ضرورت کے وقت ٹوٹی ہوئی ہڈی کو نجس ہڈی کے ساتھ جوڑنا جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سابقہ تصریحات کا خلاصہ یہ ہے کہ مردہ انسان کا جسم طاہر ہے اسی طرح اس کی زندگی میں جو عضو اس سے علیحدہ ہو گیا وہ بھی طاہر ہے یہ بھی گزر چکا ہے کہ پیٹ میں اگر زندہ بچہ ہو تو اس کو نکالنے کے لیے مردہ آدمی کا پیٹ چیرنا جائز ہے بلکہ مال نکالنے کے لیے بھی اس کا پیٹ چیرنا جائز ہے اور فقہاء شافعیہ اور زیدیہ کے قول میں مردہ انسان کو حالت اضطرار میں کھایا جا سکتا ہے، مالکیہ اور حنابلہ کے مذہب میں بھی ایک قول یہ ہے اور فقہاء شافعیہ اور زیدیہ کے قول میں یہ جائز ہے کہ انسان اضطرار کی حالت میں اپنے جسم کا کوئی عضو کاٹ کر کھائے اور ٹوٹی ہوئی ہڈی کو پاک ہڈی سے جوڑنا بھی جائز ہے۔

ان تصریحات کی بناء پر ہم یہ کہتے ہیں کہ مردہ انسان کا پیٹ چاک کرنا جائز ہے اور اس میں سے کوئی عضو یا عضو کا کوئی جز لے کر اس کو کسی زندہ انسان کے جسم میں لگانا جائز ہے جب کہ طبیب کا ظن غالب یہ ہو کہ اس کے عضو سے زندہ کے جسم کو فائدہ پہنچے گا، جس طرح فقہاء مردہ حاملہ عورت کا پیٹ پھاڑ کر اس میں سے زندہ بچہ نکالنے کی اجازت دیتے ہیں، اور اس قاعدہ پر عمل کرتے ہوئے کہ ضروریات حرام چیزوں کو مباح کر دیتی ہیں اور زیادہ ضرر کو کم ضرر سے زائل کر دیا جاتا ہے اور یہ قواعد کتاب اور سنت سے ثابت ہیں اور جو زندہ انسان بھوک سے مر رہا ہو تو اس کی زندگی بچانے کی ضرورت کے سبب مردہ انسان کو کھانا جائز ہے کیونکہ یہ دو خرابیوں میں سے کم درجہ کی خرابی ہے (یعنی مردہ انسان کی تکریم نہ کرنا اور زندہ انسان کو مرنے دینا ان میں سے کم درجہ کی خرابی مردہ انسان کی تکریم نہ کرنا ہے) اور جب دو خرابیوں میں تعارض ہو تو کم درجہ کی خرابی کا ارتکاب کر کے بڑی خرابی سے اجتناب کیا جاتا ہے اور جب اضطرار میں مردہ انسان کو کھانا جائز ہے تو ضرورت کی وجہ سے ان کے جسم کے بعض اعضاء کو نقل کر کے زندہ انسان کی جان بچانے کے لیے اس میں لگانا جائز ہے جبکہ ان اعضاء اور اجزاء کا فائدہ پہنچانا یقینی ہو۔

یہ تو مردہ انسان کے اعضاء سے پیوند کاری کا حکم تھا۔ باقی رہا زندہ انسان کے اعضاء سے پیوند کاری کا حکم تو اس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے کہ فقہ شافعیہ اور فقہ زیدیہ میں اس کی اجازت ہے کہ ایک زندہ انسان حالت اضطرار میں اپنے جسم کا کوئی عضو کاٹ کر کھا سکتا ہے بشرطیکہ اس کی بھوک مٹانے کے لیے کوئی اور حلال یا حرام چیز اس کو نہ مل سکے اور اس کے عضو کاٹنے کا ضرر نہ کھانے کے ضرر سے کم ہو۔

اس قول کی بنیاد پر ہم یہ کہتے ہیں کہ ایک زندہ انسان اپنے جسم کا کوئی عضو کسی دوسرے شخص کو تبرع اور احسان کے طور پر دے سکتا ہے، جبکہ اس عضو کے کاٹنے سے اس کو کوئی ضرر نہ ہو اور جس کو پیوند لگانے کے لیے وہ عضو دے رہا ہو ڈاکٹر کے غالب ظن میں اس کو فائدہ پہنچے اور تبرع کرنے والے کو اپنے جسم پر ایک گونہ ولایت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ (نساء: ۲۹) "اپنے آپ کو قتل مت کرو۔" وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (بقرہ: ۱۹۵) "اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں مت ڈالو۔" تبرع کرنے والے کے لیے اپنے جسم کے ہر جز یا ہر عضو کو دینا جائز نہیں ہے تاکہ کسی عضو کو کاٹنے کی وجہ سے وہ عاجز یا بدشکل نہ ہو جائے ایک انسان کا خون دوسرے انسان میں داخل کرنے کی بھی یہی دلیل ہے۔

زندہ انسان اپنا عضو یا خون صرف تبرع یا احسان کے طور پر دے سکتا ہے اس کو بیچ نہیں سکتا کیونکہ زندہ انسان کو بیچنا شرعاً جائز نہیں ہے کیونکہ نص قرآن سے انسان کی تکریم ثابت ہے اسی طرح مردہ انسان کے اعضاء کو بھی بیچنا شرعاً جائز نہیں ہے، زندہ انسان کے اعضاء کی طرح مردہ انسان کے اعضاء بھی زندہ انسان میں لگانا جائز ہیں جبکہ ڈاکٹر کی غالب رائے یہ ہو کہ ان اعضاء سے فائدہ ہو سکتا ہے۔

جب زندہ انسان اپنے مرنے کے بعد اپنے جسم کے کسی عضو کو کاٹنے کی وصیت کرے یا اس کے ورثاء اس کی اجازت دیں تو اس کے وہ اعضاء کاٹ لیے جائیں گے اور اگر کوئی شخص مجہول اور نامعلوم ہو یا وہ شخص تو معلوم ہو لیکن اس کے ورثاء نامعلوم ہوں تو اس کے جسم کے کسی حصہ کو نکال کر کسی زندہ انسان میں لگا دینا جائز ہے جس سے زندہ انسان کے علاج میں استفادہ ہو سکے، یا اس کے مردہ جسم کو میڈیکل کالج کے طلباء کے لیے چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ اس کا مطالعہ اور تجزیہ کر سکیں کیونکہ ان تمام چیزوں میں ایسی مصلحت اور منفعت ہے جو مردہ کے احترام پر راجح ہے اور یہ عام لوگوں کی اجازت سے ہے جو ان نامعلوم مُردوں کو نائب کے حکم میں ہیں یا ان کے ورثاء کی اجازت سے ہے یا خود اس شخص کی زندگی میں وصیت کی وجہ سے ہے اور جب تک میت کی موت متحقق نہ ہو جائے اس کے کسی عضو کو نہیں نکالا جائے گا۔[1]

مصری علماء کی اس تحقیق کے اعتبار سے مرنے کے بعد عطیہ چشم کی وصیت جائز ہے اور زندہ آدمی کے لیے اپنا گردہ یا کوئی اور عضو کسی ضرورت مند کو تبرعاً بلا قیمت دینا جائز ہے اور لاوارث مُردے کے اعضاء کو ضرورت مند لوگوں کو لگانا جائز ہے، البتہ ان اعضاء کو بیچنا اور ان کی قیمت وصول کرنا حرام اور ناجائز ہے کیونکہ یہ تکریم انسانیت کے خلاف ہے

اعضاء کی پیوند کاری پر بعض پاکستانی علماء کے دلائل

پاکستان آئی بنک کے صدر جناب افتخار حسین صاحب نے اپنا مرتب کردہ رسالہ "اسلام اور قرنیہ کی پیوند کاری" مجھے لاکر دیا۔ اس رسالہ میں بعض ملکی اور غیر ملکی علماء نے قرنیہ کی پیوند کاری کے ثبوت میں مقالے سپرد قلم کیے ہیں۔ اس مجموعہ میں مولانا محمد طاسین صاحب کا مقالہ نسبتاً زیادہ فکر انگیز تھا اس لیے قارئین کی علمی ضیافت کی خاطر میں اس مقالہ کی تلخیص پیش کر رہا ہوں تاکہ جن لوگوں کو اس موضوع سے دل چسپی ہے وہ جانبین کے دلائل کا تجزیہ

---

[1] المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیہ، الفتاویٰ الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ ج ۱۰ ص ۳۷۱۴۔ ۳۷۰۹ مطبوعہ مصر ۱۴۰۰ھ

کر سکیں۔ مولانا محمد طاسین لکھتے ہیں:

جو علماء قرنیہ کی پیوند کاری کو نا جائز اور حرام کہتے ہیں ان حضرات کی پہلی اور بڑی دلیل یہ ہے کہ چونکہ قرنیہ کی پیوند کاری میں مردہ آدمی کی لاش سے آنکھیں نکالنی پڑتی ہیں اور مردہ آدمی کی لاش میں قطع و برید تکریم آدمیت کے منافی ہے آدمی زندہ ہو یا مردہ اس کی تکریم واجب اور توہین حرام ہے، لہٰذا جو عمل تکریم آدمیت کے منافی ہوگا وہ حرام ہے لہٰذا قرنیہ کی پیوند کاری بھی حرام ہے۔ تکریم آدمیت سے متعلق یہ حضرات قرآن مجید کی یہ آیت پیش کرتے ہیں: ولقد کرمنا بنی ادم وحملنٰھم فی البر والبحر ورزقنٰھم من الطیبٰت وفضلنٰھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا (اسراء: ۷۰)
"بیشک ہم نے بنی آدم کو قابل تکریم بنایا اور انھیں خشکی اور تری میں سوار کیا اور پاکیزہ چیزوں سے ان کو رزق دیا اور اپنی مخلوق میں سے بہتوں پر انھیں فضیلت اور برتری دی۔"

توہین آدمیت کی ممانعت میں دو حدیثیں پیش کی جاتی ہیں ایک وہ جس میں مثلہ سے منع فرمایا گیا ہے اور مثلہ کے معنی ہیں دشمن کو ہلاک کرنے کے بعد اس کی لاش کو مسخ کرنے کے لیے ناک، کان وغیرہ کاٹ دینا تاکہ وہ پہچانا نہ جاسکے اور اس کی مزید تذلیل ہو اور دوسری وہ حدیث ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ میت کی ہڈی توڑنا ایسا ہے جیسے زندہ انسان کی ہڈی توڑنا گناہ اور حرام ہے لہٰذا مردہ انسان کی ہڈی وغیرہ توڑنا بھی گناہ اور حرام ہے۔

مسئلہ زیر بحث میں میت کی جو آنکھیں لی جاتی ہیں وہ نفرت و عداوت کے جذبہ سے اور میت کو بگاڑنے اور رسوا کرنے کی غرض سے نہیں بلکہ میت کے احترام کے ساتھ اس غرض سے لی جاتی ہیں کہ اندھے آدمی کی ضرورت پوری ہو اور وہ بینائی پاکر عزت نفس اور خودداری کے ساتھ زندگی گزار سکے اور دوسروں کا محتاج نہ رہے، لہٰذا یہ چیز تکریم آدمیت کے منافی نہیں اور نہ توہین انسانیت بلکہ تکریم آدمیت کی مظہر ہوتی ہے۔

جو حضرات قرنیہ کی پیوند کاری کو حرام اور ناجائز کہتے ہیں ان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ چونکہ کوئی آدمی اپنے جسم کا مالک نہیں ہوتا لہٰذا وہ اپنے جسم کے متعلق وصیت نہیں کر سکتا کیونکہ وصیت کے لیے ضروری ہے کہ جس چیز کے متعلق وصیت کی جائے وہ آدمی کی اپنی ملکیت میں ہو۔ آدمی اپنے جسم کا مالک نہیں ہے اس کے ثبوت میں صرف وہ حدیث نبوی پیش کی جاتی ہے جس میں خودکشی کی ممانعت ہے۔

اس دلیل کا عقلی تجزیہ کرنے اور بغور جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دلیل سے یہ دعویٰ ثابت نہیں ہوتا، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرما دیا ہوتا کہ خودکشی اس وجہ سے حرام ہے کہ انسان اپنے جسم و جان کا مالک نہیں ہے پھر ایک مسلمان کے لیے کسی قیل وقال اور چون و چرا کی گنجائش نہ تھی لیکن آپ نے کہیں ایسا نہیں فرمایا لہٰذا یہ توجیہ محض ہمارے ذہن کی اختراع ہے۔ خودکشی حرام ہونے کی صحیح توجیہ یہ ہے کہ خودکشی کرنے والا اپنے اختیار سے ایک طرف ان لوگوں کو دکھ اور اذیت پہنچاتا ہے جن کے ساتھ اس کا باپ، بیٹے، بھائی، شوہر، چچا، بھتیجے، دوست اور پڑوسی وغیرہ کا رشتہ ہوتا ہے جن کو اس کی موت سے رنج پہنچتا ہے اور دوسری طرف وہ بے شمار لوگوں کے حقوق تلف کرتا ہے جو مختلف حیثیات سے اس کے ذمہ عائد ہوتے ہیں اور پھر اس کی موت کے ساتھ تلف ہو جاتے ہیں۔ جن کے تلف ہو جانے سے حقداروں کو نقصان پہنچتا ہے اور معاشرے کا توازن بگڑ جاتا ہے ظاہر ہے طبعی موت میں بھی ایسا ہوتا ہے لیکن چونکہ اس میں اس کا اختیار نہیں لہٰذا اس کا وہ ذمہ دار نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ اپنے مال اور اپنے جسم سے فائدہ اٹھائے اور ان کے اندر ہر وہ تصرف کرے جو اس کی ذات اور دوسروں کے لیے مفید اور نفع بخش ہو، ضرر اور نقصان دہ نہ ہو اور ہر شخص کو اپنے مال اور جسم کا مالک قرار دیا ہے یعنی ان سے فائدہ اٹھانے کے حق میں اسے دوسروں پر ترجیح دی ہے جس کی وجہ سے دوسرا کوئی اس کی رضامندانہ اجازت کے بغیر فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم بأن لھم الجنۃ۔ "بیشک اللہ تعالیٰ نے خرید لیا مومنوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو بعوض اس کے کہ ان کے لیے جنت ہے۔" چونکہ خریدی وہی چیز جاتی ہے جو بیچنے والے کی ملکیت میں ہوتی ہے لہٰذا اس آیت سے مالوں اور جانوں دونوں کے متعلق مومنوں کی ملکیت ثابت ہوتی ہے۔

پھر اگر ان حضرات کے نزدیک آنکھوں کی وصیت کے ناجائز ہونے کی وجہ یہ تھی کہ انسان اپنے جسم اور اعضائے جسم کا مالک نہیں ہے تو پھر یہ ثابت ہو جانے کے بعد کہ انسان اپنے جسم اور اعضائے جسم کا مالک ہے ان حضرات کے نزدیک آنکھوں کی وصیت جائز ہونی چاہیے۔

جب ہم قرآن و حدیث اور کتب فقہ و فتاویٰ کو دیکھتے ہیں تو ہمیں جزوی و تفصیلی طور پر کوئی واضح ہدایت نہیں ملتی۔ البتہ کتب فقہ میں قرآن و حدیث سے ماخوذ کچھ ایسے قواعد کلیہ اور اصول عامہ ضرور ملتے ہیں جن کی روشنی میں اس جزوی مسئلہ کو حل کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً ان قواعد کلیہ میں سے ایک قاعدہ یہ ہے کہ ضرورت محظور و ممنوع چیز کو مباح کر دیتی ہے دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ دو برائیاں پیش آئیں تو بڑی برائی سے بچنے کے لیے چھوٹی برائی کو اختیار کرنا جائز ہے۔ تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ بڑے فائدہ کی خاطر چھوٹے فائدے کو چھوڑنا جائز ہے۔ چوتھا قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز میں ایک پہلو مضرت کا اور دوسرا پہلو منفعت کا ہو تو اگر مضرت کا پہلو غالب یا برابر ہو تو اس چیز سے اجتناب کیا جائے اور اگر منفعت کا پہلو غالب ہو تو اسے اختیار کیا جائے۔ غور سے دیکھا جائے تو ان چاروں قواعد کلیہ کی رو سے مسئلہ مذکور کا حل یہ نکلتا ہے کہ اندھے آدمی کی بینائی کے لیے مردہ آدمی کی آنکھیں حاصل کرنا جائز ہے۔[1]

اعضاء کی پیوند کاری میں مصنفؒ کا موقف اور بحث و نظر

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جرم کی تفتیش کے لیے مردہ انسان کا پوسٹ مارٹم جائز ہے اور میڈیکل کالج کے طلبہ کے مطالعہ اور تجربہ کے لیے پلاسٹک ماڈلز آگئیں ہیں اس کے لیے اب انسانی لاشوں کی ضرورت نہیں رہی اور جان بچانے اور شدید مرض کی صورت میں خون لگانا جائز ہے البتہ اس مقصد کے لیے خون کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے کیونکہ اوّل تو خون نجس ہے اور ثانیاً اس لیے کہ انسان اور اس کے اجزاء کی خرید و فروخت ناجائز ہے اور آزاد انسان کی بیع سخت گناہ ہے اور تکریم آدمیت کے بھی خلاف ہے۔

اعضاء کی پیوند کاری میں ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ سونے چاندی کی دھات اور پاک جانوروں کے اعضاء اور ہڈیوں سے پیوند کاری جائز ہے البتہ کسی زندہ یا مردہ انسان کے اجزاء کو دوسرے انسان کے جسم میں لگانا جائز نہیں ہے۔

[1] افتخار حسین (مرتب) صدر پاکستان آئی بنک سوسائٹی اسلام اور قرنیہ کی پیوند کاری ص ۸۴-۹۱ ملخصاً مطبوعہ کراچی ۱۹۸۴ء

اور ہم اس کی وجہ میں یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ ہر چند کہ اعضاء کا ضرورت مند، محتاج اور مضطر ہے لیکن اعضاء دینے والے کو کونسا اضطرار لاحق ہے جس کی وجہ سے وہ یہ حرام کام کر رہا ہے اور اپنے اعضاء کو جسم سے نکلوا کر یا بعد از مرگ نکلوانے کی وصیت کر کے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کر رہا ہے، جبکہ ائمہ اربعہ نے تصریح کی ہے کہ کسی انسان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بھوک سے مرنے والے انسان کو یہ کہے کہ تم مثلاً میرا ہاتھ کاٹ کر کھا لو اور اپنی زندگی بچا لو۔

مصری علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ شافعیہ اور زیدیہ کا ایک قول یہ ہے کہ جب کوئی انسان بھوک کی وجہ سے مضطر ہو اور اسے اور کوئی چیز کھانے کو نہ ملے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنا کوئی عضو کاٹ کر کھا لے، مصری علماء نے اس پر یہ قیاس کیا ہے کہ جب انسان اضطرار کے عالم میں خود اپنا عضو کھا سکتا ہے تو کسی دوسرے مضطر انسان کو بھی اپنا عضو کھلا سکتا ہے بنا بریں علاج کی ضرورت سے اپنے اعضاء بھی دوسرے انسان کو دے سکتا ہے۔

مصری علماء نے اس پر غور نہیں کیا کہ اول تو یہ صرف بعض شافعیہ اور زیدیہ کا قول ہے جمہور شافعیہ یا ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء اہل سنت کا قول نہیں ہے اور اتنے اہم مسئلہ کے لیے صرف بعض شافعیہ اور زیدیہ کے قول کو بنیاد نہیں بنایا جا سکتا، جبکہ اس کی تائید میں قرآن و حدیث سے کوئی دلیل نہیں ہے۔ ثانیاً شافعیہ اور زیدیہ کے قول پر بھی یہ قیاس صحیح نہیں ہے کہ ایک انسان کسی بھوکے مضطر کو اپنا عضو کاٹ کر کھلا دے کیونکہ شافعیہ اور زیدیہ بھوک میں مبتلا شخص کو اپنا عضو کاٹ کر کھانے کی اجازت دے رہے ہیں اس لیے ان کے قول کی بناء پر وہ بھوکا شخص خود اپنا عضو کاٹ کر کھا لے کسی اور کا عضو کاٹ کر کھانے کی نہ انہوں نے اجازت دی ہے نہ اس کی ضرورت ہے اور ثالثاً اصول یہ ہے کہ جو شخص مضطر ہے اسکو حالت اضطرار میں ارتکاب جرم کی اجازت دی جاتی ہے اسلیے جو بھوک سے مر رہا ہے وہ تو مضطر ہے کہ اپنا عضو کاٹ کر کھا لے کسی دوسرے انسان کو کونسا اضطرار لاحق ہے جس کی وجہ سے اس کو حرام کام کی اجازت دی جائے کہ وہ اپنا ہاتھ کاٹ کر دوسرے کو کھلا دے!

مصری علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک انسان اپنے اعضاء بلا قیمت تبرع اور احسان کے طور پر کسی ضرورت مند انسان کو دے سکتا ہے اسے اعضاء بیچنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ انسانی اعضاء کو بیچنا تکریم آدمیت کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ ـ "ہم نے بنو آدم کو عزت اور تکریم دی" اور انسانی اعضاء کو بیچنا اس عزت اور تکریم کے خلاف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بغیر کسی اضطرار اور شرعی مطالبہ کے اپنے اعضاء کو کٹوا دینا اس سے بھی زیادہ تکریم آدمیت کے منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اعضاء ہم کو اپنے استعمال کے لیے دیئے ہیں۔ یہ اعضاء ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں ان اعضاء کو کاٹ کر کسی اور کو دینا اس امانت میں خیانت ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اجازت کے بغیر ان اعضاء میں تصرف ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کے ایک رکن[1] جو اعضاء کی پیوند کاری کے مجوز ہیں ان سے جب میں نے یہ کہا کہ اعضاء دینے والے کو کونسا اضطرار لاحق ہے جس کی وجہ سے وہ خلاف شرع اپنے اعضاء کٹوا رہا ہے، انہوں نے کہا جب ایک شخص کو معلوم ہے کہ فلاں شخص کو ایک گردے کی ضرورت ہے اور میرے گردہ دینے سے اس کی جان بچ جائے گی تو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنا گردہ کٹوا کر اس کو دے دے اور چونکہ علاج کی یہی صورت ہے اس لیے وہ مضطر

---

[1] علامہ مفتی محمد حسین نعیمی لاہور

ہے، میں نے کہا اس ایک شخص پر کیا موقوف ہے کراچی شہر کے اسّی لاکھ انسانوں میں سے اکثر و بیشتر انسانوں کا گردہ اس کے کام آسکتا ہے تو کیا ان سب لوگوں پر اس کو گردہ دینا واجب ہوگا! اور اگر کسی نے گردہ نہ دیا تو کیا پورا شہر گنہگار ہو گا؟ بلکہ اس کی موت کا ذمہ دار ہوگا، پھر اللہ اور رسول نے کب ہم پر واجب کیا ہے کہ ہم اعضاء کے ضرورت مند لوگوں کو اپنے اعضاء کاٹ کر دیا کریں۔ انھوں نے کہا اگر سمندر میں کوئی شخص ڈوب رہا ہو اور کنارے پر کھڑے لوگ اس کو نہ بچائیں تو وہ گنہگار ہوں گے۔ میں نے جواب دیا ان پر اس ڈوبتے شخص کو بچانا اس وقت فرض ہے جب بچانے کے سلسلے میں ان کو خود کسی جانی نقصان کا خطرہ نہ ہو اور اگر سمندر میں شارک مچھلیاں ہوں اور اس کا خطرہ ہو کہ وہ اس کا ہاتھ پیر کاٹ لیں گی یا اس کے خود اپنے ڈوب جانے کا خطرہ ہو تو پھر اس پر اس کو بچانا فرض نہیں ہے بلکہ خود اپنی جان کی حفاظت کی خاطر اس پر فرض ہے کہ وہ سمندر میں نہ اترے۔

مولانا طاسین صاحب نے اعضاء کی پیوند کاری کے جواز میں لکھا ہے کہ کسی شخص کا اپنے اعضاء کاٹ کر دینا، یا کسی مردہ کے اعضاء کا نکالنا تکریم آدمیت کے خلاف نہیں اور نہ یہ مثلہ ہے کیونکہ مثلہ کا معنی یہ ہے "دشمن کو ہلاک کرنے کے بعد اس کی لاش کو مسخ کرنے کے لیے ناک، کان وغیرہ کاٹ دینا تاکہ وہ پہچانا نہ جا سکے اور اس کی مزید تذلیل ہو۔" مولانا نے مثلہ کا جو یہ معنی بیان کیا ہے یہ لغت سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ علامہ ابن منظور افریقی مثلہ کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وفی الحدیث: نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یمثل بالدواب وان توکل الممثول بھا وھو ان تنصب فترمی او تقطع اطرافھا وھی حیۃ وفی الحدیث: انہ نھی عن المثلۃ یقال مثلت بالحیوان امثل بہ مثلا اذا قطعت اطرافہ وشوھت بہ ومثلت بالقتیل اذا جدعت انفہ واذنہ او مذاکیرہ او شیئا من اطرافہ والاسم المثلۃ۔[1]

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے اور مثلہ زدہ جانوروں کے کھانے سے بھی منع فرمایا ہے اور مثلہ یہ ہے کہ جانور کو کھڑا کر کے اس پر تیر اندازی کی جائے یا زندہ جانوروں کے اعضاء کاٹ دیے جائیں۔ حدیث میں ہے آپ نے مثلہ سے منع فرمایا کہا جاتا ہے میں نے حیوان کو مثلہ کیا جبکہ اس کے اعضاء کاٹ ڈالے جائیں اور وہ بدہیئت ہو جائے اور کہا جاتا ہے میں نے مقتول کو مثلہ کر دیا جبکہ مقتول کے ناک کان اور دوسرے اعضاء کاٹ دیے جائیں اور اس کا اسم مثلہ ہے۔

علامہ ابن اثیر[2] اور علامہ زبیدی[3] نے بھی مثلہ کا یہی معنی بیان کیا ہے، اور اس میں دشمن کو ہلاک کرنے یا اس کی تذلیل کی قید نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زندہ یا مردہ کے اعضاء کاٹ ڈالنا یہ مثلہ ہے اور اسی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

[1] علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ٧١١ھ، لسان العرب ج ١١ ص ٦١٥ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ١٤٠٥ھ۔

[2] علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ٦٠٦ھ، نہایہ ج ٢ ص ٢٩٤ مطبوعہ موسسہ مطبوعات ایران، ١٣٦٤ھ۔

[3] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی نزیل مصر، تاج العروس شرح القاموس ج ٨ ص ١١٠ مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ١٣٠٦ھ

وسلم نے منع فرمایا ہے اور پیوند کاری کے لیے جس زندہ یا مردہ کے اعضاء کاٹ دیے جاتے ہیں اس عمل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی صریح مخالفت ہوتی ہے اور یہ عمل تکریم آدمیت کے بھی خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولقد کرمنا بنی ادم "اللہ تعالیٰ نے بنو آدم کو تکریم دی ہے اس کو احسن تقویم میں بنایا ہے اور اعضاء کٹوانے سے انسان کی احسن تقویم کو بگاڑ دیا جاتا ہے اور اس کی تکریم کی مخالفت ہوتی ہے، رہا یہ کہنا کہ دوسرے اندھے آدمی کو بینائی دینا یا جو گردوں سے محروم ہو اس کو گردہ دینا یہ بھی آدمیت کی تکریم ہے محض مغالطہ آفرینی ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ اختیار نہیں دیا کہ ہم اپنے اعضاء بانٹتے پھریں، اپنی آنکھیں نکلوا کر خود کو شلہ کرا کر اور تکریم بنو آدم اور احسن تقویم کو بگاڑ کر دوسرے شخص کے لیے بینائی یا دوسرے اعضاء کے حصول کا موقع فراہم کرنے کے ہم مکلف ہیں نہ مجاز، یہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی صریح خلاف ورزی ہے۔ مولانا طاسین صاحب کے استدلال کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص ڈاکہ زنی اور قتل و غارت گری سے لاکھوں روپے کمائے اور ان پیسوں سے یتیم خانے اور دار الامان کھول لے اور کہے کہ میں انسانیت کی خدمت کر رہا ہوں اور اگر اس پر یہ اعتراض ہے کہ وہ جن ذرائع سے انسانیت کی یہ خدمت انجام دے رہا ہے وہ ناجائز ہیں تو بعینہٖ جو شخص اپنے اعضاء سے کسی کو بینائی اور گردے فراہم کر رہا ہے اور انسانیت کی خدمت کر رہا ہے اس کی اس خدمت کا ذریعہ بھی ناجائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو اپنے اعضاء کٹوانے کی اجازت دی ہے نہ دوسروں کے مال لوٹنے اور قتل و غارت گری کی۔

مولانا طاسین صاحب اعضاء کی پیوند کاری پر دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ "اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے" چونکہ خریدی وہی چیز جاتی ہے جو بیچنے والے کی ملکیت میں ہوتی ہے لہٰذا اس آیت سے مالوں اور جانوں دونوں کے متعلق مومنوں کی ملکیت ثابت ہوتی ہے اور جب انسان اپنے اعضاء کا مالک ہے تو جس کو چاہے کٹوا کر دے سکتا ہے اور جس کے لیے چاہے بعد از مرگ اپنے اعضاء کو کٹوانے کی وصیت کر سکتا ہے۔

دیکھئے مولانا طاسین صاحب نے اس آیت سے کیسے یہ سمجھ لیا کہ مسلمان اپنی جان کا مالک ہے! اس آیت میں تو یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمان اپنی جانوں اور مالوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بیچ چکے ہیں اور جب انہوں نے اپنی جانوں اور مالوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بیچ دیا تو اب وہ جان اور مال کے مالک نہیں رہے اور ان کا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ مالک ہے! درحقیقت ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

للہ ما فی السموات و ما فی الارض (بقرہ: ۲۸۴) "آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے" انسانوں کو ظاہری اور صوری طور پر اللہ تعالیٰ نے جو ان کے اعضاء اور اموال میں تصرف کا حق دیا ہے مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلہ میں وہ حق بھی خرید لیا۔ اب مسلمانوں کو اپنی جانوں اور مالوں پر مطلقاً کوئی حق ہے نہ ملکیت۔ اب وہ اپنے مال کی ایک ایک چیز اور اپنے جسم کے ہر ہر عضو میں اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کی اجازت سے تصرف کے پابند ہیں اور جب مسلمان کے جسم اور اس کے سارے اعضاء اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہیں تو مسلمان اپنے کسی عضو کو نہ زندگی میں کسی کو ہبہ کر سکتا ہے اور نہ مرنے کے بعد کسی کے لیے اپنے کسی عضو کی وصیت کر سکتا ہے۔

مال میں وصیت کی اجازت ہے اور اس میں وراثت کی تقسیم کا حکم بھی ہے۔ جسم کے اعضاء میں نہ وراثت ہے نہ وصیت، اس لیے مال پر جسم کا قیاس صحیح نہیں ہے نہ اس میں بعد میں کسی اور کے مالک ہونے کا کوئی تصور ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو حضرت طفیل بن عمرو دوسی بھی اپنی قوم کے ایک شخص کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ آگئے، حضرت طفیل کا ساتھی بیمار ہوگیا اور جب بیماری اس کی قوت برداشت سے باہر ہوگئی تو اس نے ایک لمبے تیر کے پھل سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے جس کی وجہ سے اس کے دونوں ہاتھوں سے خون بہنے لگا اور اسی سبب سے اس کا انتقال ہوگیا۔ حضرت طفیل نے خواب میں اسے اچھی حالت میں دیکھا لیکن اس نے اپنے دونوں ہاتھ لپیٹے ہوئے تھے۔ حضرت طفیل نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے کے سبب بخش دیا حضرت طفیل نے پوچھا ہاتھوں کو کیوں لپیٹے ہو؟ اس نے کہا مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ جس چیز کو تم نے خود بگاڑا ہے ہم اس کو درست نہیں کریں گے، حضرت طفیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خواب بیان کیا۔ خواب سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! اس کے ہاتھوں کو بھی بخش دے۔[۱]

اس حدیث سے واضح ہوا کہ انسان اپنے اعضاء کا مالک نہیں ہے اور ان کو کاٹ نہیں سکتا، پورا عضو کاٹنا تو کجا صرف انگلیوں کے جوڑ کاٹنے پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوا اور فرمایا: لن نصلح منك ما افسدت "جس عضو کو تم نے بگاڑا ہے ہم اس کو درست نہیں کریں گے"۔ جو لوگ زندگی میں اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے اعضاء کو کٹوا دیتے ہیں یا مرنے کے بعد کاٹ دیے جانے کی وصیت کرتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ آخرت میں ان اعضاء سے محروم کر دیے جائیں اور ان کا حشر آنکھوں یا دیگر اعضاء کے بغیر ہو، جب صحابی رسول نے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ دیے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کٹے ہوئے جوڑوں کو ٹھیک نہیں کیا تو ما وشما اگر اپنے پورے اعضاء کٹوا دیں تو کیا وہ اس خطرہ میں نہیں ہیں کہ آخرت میں ان کا ان اعضاء کی محرومی کے ساتھ حشر ہو؟ اللہ تعالیٰ بصیرت عطا فرمائے اور قبول حق کی توفیق دے۔

باقی یہ جو کہا گیا ہے کہ ضرورت سے ممنوع چیز مباح ہو جاتی ہے۔ اس سے پیوند کاری کا جواز لازم نہیں آتا کیونکہ جو شخص اعضاء کٹوا رہا ہے اسے کوئی ضرورت ہے نہ اضطرار، تو کس بناء پر ایک ممنوع چیز اس کے لیے مباح ہوگی دوسری دلیل یہ ہے کہ دو برائیوں میں سے کم برائی کو اختیار کر لینا چاہیے۔ گزارش ہے کہ اعضاء کو کٹوانا تو برائی ہے لیکن کسی ضرورت مند کو یہ اعضاء کاٹ کر نہ دینا سرے سے کوئی برائی ہی نہیں ہے کیونکہ اس کا کسی انسان کو مکلف نہیں کیا گیا کہ وہ ضرورت مندوں میں اپنے اعضاء تقسیم کرے بلکہ اعضاء کاٹ کر دینے سے روکا گیا ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث مذکور سے ظاہر ہے۔ تیسرا قاعدہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ بڑے فائدہ کی خاطر چھوٹے فائدہ کو چھوڑ دینا چاہیے لیکن یہاں اپنے اعضاء کو کٹوا دینا یا ان کی وصیت کرنا چھوٹا فائدہ نہیں بھاری نقصان ہے۔ چوتھا قاعدہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب ایک چیز میں نفع اور ضرر کے دو پہلو ہوں اور ضرر کم اور نفع زیادہ ہو تو نفع کو اختیار کر لینا چاہیے۔ اس

۱؎ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

قاعدہ کا اطلاق بھی یہاں صحیح نہیں ہے کیونکہ اس قاعدہ کے مطابق اول تو نفع اور ضرر ایک شخص کے لحاظ سے ہے اور جس معاملہ میں ہم گفتگو کر رہے ہیں وہاں دو الگ الگ شخص ہیں۔ ثانیاً یہاں اعضاء کٹوانے میں اس شخص کو نفع بالکل نہیں ہے سراسر نقصان ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے دلائل سے واضح کر چکے ہیں۔

پوسٹ مارٹم، خون چڑھانے، حرام اشیاء سے علاج اور اعضاء کی پیوند کاری پر ہم نے بہت تفصیل سے گفتگو کی ہے، اس سلسلے میں پاکستان، لندن، مصر اور ایران کے علماء اور دانش وروں کے افکار اور تحقیقات کو پیش کیا ہے اور ان موضوعات پر قرآن، حدیث اور مذاہب اربعہ کے فقہاء کے اقوال اور تصریحات کی روشنی میں ہمیں جو بات سمجھ آئی ہے اور ہم نے جو موقف طے کیا ہے اس کو عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور جن علماء اور دانشوروں سے ہم نے اختلاف کیا ہے نہایت ادب کے ساتھ ان کے دلائل پر بحث و نظر کی ہے، ان موضوعات پر اگر ہمارا موقف حق و صواب ہے تو یہ محض اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور اگر ہمارا موقف غلط ہے تو یہ ہمارے قصور علم اور سوء فہم کا نتیجہ ہے، اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں۔ اس موضوع پر میں نے جو کاوش کی ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اس کو تشنگان علم کی سیرابی کا سبب بنائے اور جو لوگ ان مسائل میں تحقیق کے طالب تھے یا ان مسائل میں کسی غلط موقف کا شکار رہتے ان کی ہدایت کا ذریعہ بنائے، اے اللہ! اس کتاب کے مصنف کو اور اس کے معاونین اور قارئین کو بخش دے۔ بے شک مصنف سرتاپا گناہوں میں غرقاب ہے تو اپنی رحمت سے اسے توبہ اور اعمال صالحہ کے ساحل کی طرف لے آ، اس کا ایمان اور نیکیوں پر خاتمہ کر، اور اسے اپنی رحمتوں سے نواز، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور شفاعت سے بہرہ مند فرما، امین یا رب العلمین بجاہ حبیبک محمد سید المرسلین والحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

حضور کے والدین کا ایمان

حدیث نمبر ۲۱۵۴ میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کے لیے استغفار کی اجازت چاہی تو مجھے اجازت نہیں دی اور میں نے ان کی قبر کی زیارت کے لیے اجازت مانگی تو مجھے اجازت دے دی گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے آپکی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت دی اس سے ثابت ہوا کہ آپ کی والدہ ماجدہ مومن تھیں، کیونکہ کفار کی قبر پر کھڑے ہونے سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو منع فرما دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ۔ (التوبہ: ۸۴)۔

"آپ کفار میں سے کسی کی نماز جنازہ پڑھیں نہ ان میں سے کسی کی قبر پر کھڑے ہوں"۔ اگر آپ کی والدہ ماجدہ مومن نہ ہوتیں تو آپ کو ان کی قبر کی زیارت کی اجازت نہ دی جاتی کیونکہ کفار کی قبروں پر کھڑے ہونے سے آپ کو منع کر دیا گیا تھا۔

رہا یہ امر کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو والدہ کے لیے استغفار کی اجازت کیوں نہیں دی، اس کا جواب یہ ہے کہ غیر معصوم کے حق میں استغفار کرنا اس کے گنہگار ہونے کا وہم پیدا کرتا ہے یعنی اگر آپ اپنی والدہ کے لیے استغفار کرتے تو کسی شخص کو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ شاید آپ کی والدہ نے کوئی گناہ کیا ہو گا جس کے لیے آپ استغفار کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے

آپ کو استغفار سے روک دیا تاکہ آپ کی والدہ کے متعلق کوئی شخص یہ وہم نہ کر سکے۔

یہ سوال نہ کیا جائے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی والدہ شرک پر فوت ہوئی ہوں اور آپ ان کے لیے استغفار کی اجازت چاہتے ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے ہی آپ کو مشرکین کے لیے استغفار سے منع کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ماکان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین۔ (توبہ: ۱۱۳) "نبی اور مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں۔" یہ آیت ہجرت سے پہلے نازل ہوئی تھی اور والدہ کی زیارت آپ نے صلح حدیبیہ یا فتح مکہ کے بعد کی ہے۔

اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں تمام آباء اور امہات مومن ہیں اور ان میں سے کسی کا خاتمہ کفر و شرک پر ہوا نہ ان میں سے کوئی کسی بدکاری میں ملوث رہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہمیشہ اصلاب طاہرین سے ارحام طاہرات کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

علامہ سیوطی نے مسالک حنفاء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے بارے میں اہل اسلام کے تین نظریات پیش کیے ہیں ایک یہ کہ آپ کے والدین اہل فترت میں سے تھے۔ اور تمام اہل فترت نجات یافتہ ہیں اس مسلک پر استغفار کی اجازت نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ پہلے آپ کی والدہ مکلف نہ تھیں اور غیر مکلف کے لیے استغفار نہیں کیا جاتا۔ دوسرا یہ کہ آپ کے سلسلہ نسب کے تمام آباء اور امہات مومن ہیں۔ اس مسلک پر استغفار کی اجازت نہ دینے کی وجہ یہ تھی تاکہ معصیت کا وہم پیدا نہ ہو۔ تیسرا نظریہ یہ ہے کہ قبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو زندہ کیا گیا اور وہ قبر میں آپ پر ایمان لا کر دولت ایمان سے مشرف ہوئے۔ اس مسلک پر استغفار کی اجازت نہ دینے کی وجہ واضح ہے۔ اہل اسلام کے تینوں نظریات کا خلاصہ ہم سطور ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

آپ کے والدین اہل فترت سے تھے

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ہر نبی اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا گیا اس بناء پر اس نبی کی ذریت اور اسی قوم کے سوا سب لوگ اہل فترت سے ہوں گے اور والدین کریمین عیسیٰ علیہ السلام کی اولاد سے تھے نہ ان کی قوم سے اس لیے یہ بات ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین اہل فترت سے تھے اور اہل فترت کے نجات یافتہ ہونے پر درج ذیل آیات دلالت کرتی ہیں۔

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ (اسراء: ۱۵)

ہم اس وقت تک عذاب نہیں دینے والے جب تک کہ رسول کو نہ بھیج دیں۔

ولو انا اھلکناھم بعذاب من قبلہ لقالوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع آیاتک من قبل ان نذل ونخزی۔ (طٰہٰ - ۱۳۴)

اور اگر ہم ان کو اس سے پہلے عذاب سے ہلاک کر دیتے تو وہ ضرور کہتے اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف رسول کیوں نہیں بھیجا تاکہ ہم ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے تیری آیات کی پیروی کر لیتے۔

وما اھلکنا من قریۃ الا لھا منذرون ۵ ذکری وما کنا ظالمین ۵

ہم نے جس بستی کو بھی ہلاک کیا تو پہلے اس بستی میں اپنے عذاب سے ڈرانے والوں کو بھیجا اور ہم ظالم نہیں

(شعراء: ۲۰۸-۲۰۹) یعنی اگر بغیر تنبیہ کے عذاب نازل کر دیں)

قرآن مجید کی ان آیات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ یہ ہے کہ جب تک کسی قوم میں نبی نہ بھیجے اس وقت تک ان کو مکلف قرار دیتا ہے نہ ان کو مستحق عذاب قرار دیتا ہے اور یہی لوگ اہل فترت ہیں اور از روئے قرآن نجات یافتہ ہیں اس اصول کے اعتبار سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین نجات یافتہ قرار پائے [1]۔

آپ کے تمام آباء اور امہات اہل ایمان سے ہیں

دوسرا مسلک یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں تمام آباء اور امہات مومن تھے اس پر علامہ سیوطی نے یہ دلیل قائم کی ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین۔ (شعراء: ۲۱۹)

وہ جو تمہیں دیکھتا رہتا ہے خواہ تم قیام میں ہو خواہ ساجدین میں منقلب ہو رہے ہو۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں: امام رازی نے اپنی کتاب اسرار التنزیل میں یہ تقریر کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ساجدین میں سے ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا رہا ہے یعنی آپ کے تمام آباء اور امہات اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے والے اور مومن تھے اور اس کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے: لم ازل انقل من اصلاب الطاہرین الی ارحام الطاہرات۔ میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا ہوں۔ خلاصہ یہ کہ آپ کے تمام آباء اور امہات سجدہ گزار، طیب وطاہر اور مومن تھے۔

اس نظریہ پر دوسری دلیل یہ ہے کہ روئے زمین کبھی اہل ایمان سے خالی نہیں رہا اور آپ کا نور ہر دور کے بہترین بنو آدم میں رہا از روئے قرآن اہل ایمان سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولعبد مؤمن خیر من مشرک۔ (البقرہ: ۲۲۱) "بندہ مومن مشرک سے بہتر ہے۔" اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کا نور ہر دور کے مومنوں میں گردش کرتا رہا جس سے ثابت ہوا کہ ہر دور میں آپ کے والدین کریمین مومن تھے۔

زمین کبھی اہل ایمان سے خالی نہیں رہی اس پر دلیل یہ ہے کہ امام عبدالرزاق نے مصنف میں ابن مسیب سے روایت کیا کہ قال علی بن ابی طالب لم یزل علی وجہ الدھر فی الارض سبعۃ مسلمون فصاعدا فلولا ذلک ھلکت الارض ومن علیہا۔ حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا: ہمیشہ روئے زمین پر کم از کم سات مسلمان رہے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین اور زمین والے سب ہلاک ہو جاتے۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور یہ بات اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے لیکن چونکہ محض عقل سے یہ بات نہیں کہی جا سکتی اس لیے یہ حدیث حکماً مرفوع ہی ہے۔

رہا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ بنو آدم کے بہترین افراد سے مبعوث ہوئے ہیں اس پر دلیل یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی بعثت من القرن الذی کنت فیہ۔ "میں ہر زمانہ میں بہترین لوگوں میں مبعوث ہوتا

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۰۱ تا ۲۰۲ ملخصاً مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد۔

رہا حتیٰ کہ ان لوگوں میں مبعوث ہوا جن میں ہوں۔" اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:
ما افترق الناس فرقتین الا جعلنی اللہ فی خیرھما فاخرجت من بین ابوی فلم یصبنی شیء من عھد الجاھلیۃ وخرجت من نکاح ولم اخرج من سفاح من لدن آدم حتی انتھیت الی ابی وامی فانا خیرکم نفسا وخیرکم ابا۔ "جب بھی لوگ دو گروہوں میں منقسم ہوئے اللہ تعالیٰ نے مجھے (یا میرے بزرگوں) ان میں سے بہتر گروہ میں رکھا پھر میں اپنے ماں باپ سے ظاہر ہوا اور آں حالیکہ کبھی بھی زمانہ جاہلیت کی چیزوں نے مجھے نہیں چھوا، اور آدم سے لے کر میرے باپ تک میں ہمیشہ نکاح سے پیدا ہوا اور کبھی بھی بدکاری سے پیدا نہیں ہوا میں اپنی شخصیت اور نسب کے اعتبار سے تم سے افضل ہوں۔" اور امام ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الطیبۃ الی الارحام الطاھرۃ مصفی مھذبا لا ینشعب شعبتان الا کنت فی خیرھما۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل کرتا رہا اور آں حالیکہ میں طیب و طاہر تھا اور جب بھی دو شاخیں ہوئیں میں بہترین شاخوں میں تھا۔" اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں واثلہ بن اسقع سے روایت کیا: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اصطفی من ولد ابراھیم اسمٰعیل واصطفی من ولد اسمٰعیل بنی کنانۃ واصطفی من بنی کنانۃ قریشا واصطفی من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم سے حضرت اسماعیل کو پسند فرمایا اور اولاد اسماعیل سے بنو کنانہ کو پسند فرمایا اور بنو کنانہ سے قریش کو پسند فرمایا اور قریش سے بنو ہاشم کو پسند فرمایا اور بنو ہاشم سے مجھے پسند فرمایا۔"

امام ترمذی نے سند حسن کے ساتھ اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ حین خلقنی جعلنی من خیر خلقہ ثم حین خلق القبائل جعلنی من خیرھم قبیلۃ وحین خلق الانفس جعلنی من خیر انفسھم ثم حین خلق البیوت جعلنی من خیر بیوتھم فانا خیرھم بیتا وخیرھم نفسا۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا فرمایا تو بہترین مخلوق سے پیدا فرمایا پھر جب اللہ تعالیٰ نے قبیلوں کو پیدا فرمایا تو مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا، پھر جب لوگوں کو پیدا فرمایا تو مجھے بہترین لوگوں میں رکھا اور جب گھروں کو پیدا فرمایا تو مجھے بہترین گھر میں رکھا پس میں بحیثیت شخص کے بھی تم سب سے بہتر ہوں اور بحیثیت گھر کے بھی تم سب سے بہتر ہوں۔" [1]

ان تمام صحیح، مستند اور معتمد احادیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سے لے کر حضرت عبداللہ تک خیر القرون میں رکھا ہے اور خیر بہرحال مومن ہے اس لیے آپ کے سلسلہ نسب کے تمام والدین مومن تھے۔

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۰۲ تا ۲۱۰ ملخصاً مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

آزر حضرت ابراہیم کے چچا تھے

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ آپ کے سلسلہ نسب کے تمام والدین مومن تھے تو حضرت ابراہیم جو آپ کے آباء سے ہیں ان کے والد کو بھی مومن ہونا چاہیے حالانکہ حضرت ابراہیم کے والد آزر نص قرآن سے کافر ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ لغت عرب اور قرآن و حدیث میں "اب" کا اطلاق چچا پر ہوتا ہے اور اہل تاریخ کی تصریحات سے ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم کے والد "تارخ" تھے اور آزر آپ کے چچا تھے اس پر مزید دلیل یہ ہے کہ پہلے حضرت ابراہیم اپنے چچا آزر کے لیے استغفار کرتے رہے لیکن جب وہ کفر پر فوت ہو گئے تو حضرت ابراہیم ان سے بیزار ہو گئے اور پھر ان کے لیے استغفار نہیں کیا قرآن مجید میں ہے:

وما کان استغفار ابراھیم لابیہ الا عن موعدۃ وعدھا ایاہ فلما تبین لہ انہ عدو للہ تبرأ منہ۔

(توبہ: ۱۱۴)

ابراہیم کا اپنے چچا کے لیے استغفار کرنا صرف اس وعدہ کی وجہ سے تھا جو چچا نے ان سے کیا تھا، جب انہیں معلوم ہو گیا کہ ان کا چچا اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ محمد بن کعب، قتادہ، مجاہد اور حسن وغیرہ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آزر کی حیات میں اس کے ایمان کی توقع رکھتے تھے اور جب وہ شرک پر فوت ہو گیا تو حضرت ابراہیم اس سے بیزار ہو گئے اس کے بعد نار نمرود کا واقعہ پیش آیا اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت کی اور وہاں حضرت سارہ کی وجہ سے ظالم بادشاہ کا واقعہ پیش آیا جس کے نتیجہ میں حضرت ہاجرہ آپ کو بطور باندی ملیں پھر آپ شام کو لوٹ گئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ہاجرہ اور انکے فرزند حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو مکہ کی وادی غیر ذی زرع میں ٹھہرایا جہاں حسب قرآن آپ نے یہ دعا کی: ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع "اے اللہ! میں نے اپنی اولاد کو ایک بنجر وادی میں ٹھہرا دیا ہے"۔ اور اس کے بعد یہ دعا مانگی:

ربنا اغفر لی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب۔

اے ہمارے رب! میری مغفرت کر اور میرے والدین کی اور قیامت کے دن تمام مسلمانوں کی۔

اس طرح حضرت ابراہیم نے اپنے چچا کے ہلاک ہونے کے کافی عرصہ بعد اپنے والدین کے لیے مغفرت کی دعا کی جس سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم میں جس کے کفر اور جس کے استغفار سے بیزاری کا ذکر کیا گیا ہے وہ حضرت ابراہیم کے چچا تھے والد نہ تھے کیونکہ اگر والد ہوتے تو بعد میں ان کے لیے استغفار نہ کرتے، اس سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم میں جس کا آزر کے نام اور "اب" کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے وہ آپ کے چچا ہیں۔[1]

ایک اشکال کا جواب

ایک اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ این ابی؟ میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا فی النار "جہنم میں" جب وہ چلا گیا تو آپ نے اس کو بلایا اور فرمایا کہ ان ابی واباک فی النار "تیرا باپ اور میرا باپ جہنم میں ہیں" اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بھی باپ سے مراد چچا ہے۔

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۱۵ - ۲۱۳ ملخصاً مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد۔

علامہ سیوطی نے ایک جامع اور کلی جواب یہ دیا ہے کہ جو احادیث بظاہر والدین کریمین کے ایمان اور ان کی مغفرت کے خلاف ہیں ان سب کا حکم قرآن مجید کی اس آیت سے منسوخ ہے "وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا"۔ (اسراء: ۱۵)

تیسرا مسلک

علماء اہلسنت میں سے ابن شاہین، حافظ ابو بکر خطیب بغدادی، سہیلی، قرطبی، محب طبری اور ناصر الدین ابن منیر وغیرہم کا نظریہ یہ ہے کہ قبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو زندہ کیا گیا اور وہ آپ پر ایمان لائے، علامہ سہیلی نے الروض الانف میں سند ضعیف کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے:

عن عائشة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سأل ربہ ان یحیی ابویہ فاحیاھما لہ فامنا بہ ثم اماتھما۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے والدین کو زندہ کر دے اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا وہ آپ پر ایمان لائے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر پھر موت طاری کر دی۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ علامہ سہیلی نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے حضرت ابراہیم اور حضرت عزیر کے لیے اللہ تعالیٰ نے مردوں کو زندہ کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جن بے اندازہ اور کثیر خصوصیات کے ساتھ نوازا ہے ان کے پیش نظر کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دل جوئی کے لیے آپ کے والدین کو زندہ کر کے شرف اسلام سے مشرف فرمایا ہو[1]۔

علامہ سیوطی نے اس مضمون کی بہت سی احادیث پیش کی ہیں ہم نے اختصار کے پیش نظر ایک حدیث کو ذکر کر دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کے ایمان کا مسئلہ ہر چند کہ اصولی اور اعتقادی نہیں ہے تاہم حسن عقیدت اور آپ سے محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کے ایمان کا قول کیا جائے کیونکہ ہمارے آباء اور امہات مومن ہوں اور سرکار کے والدین مومن نہ ہوں اور ہمیں اپنے آباء کے ایمان اور اسلام کا شرف حاصل ہو اور آپ کو یہ شرف حاصل نہ ہو اس بات کو ایک مومن کی محبت اور غیرت ایمان گوارہ نہیں کرتی۔ اس باب میں کم سے کم بات یہ ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے اور والدین کریمین کے بارے میں کوئی ایسا کلمہ نہ کہا جائے جو ابوین کریمین کے استخفاف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل آزاری کا موجب ہو اللہ تعالیٰ ملا علی قاری کی مغفرت فرمائے انھوں نے اس باب میں محبت اور ادب کے تقاضوں کو ملحوظ نہیں رکھا۔

عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا

حدیث نمبر ۲۱۵۶ میں ہے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو زیارت قبور سے منع کرتا تھا اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ ایک حدیث دوسری حدیث کی ناسخ ہوتی ہے اور حدیث میں نسخ جاری تھا اس حدیث میں زیارت قبور کے جواز کا ثبوت ہے۔ مردوں کے لیے زیارت بالاتفاق جائز ہے۔ عورتوں کے لیے زیارت قبور میں اختلاف ہے، علامہ شامی نے لکھا کہ بزرگان دین کی قبروں پر بوڑھی عورتیں ان اوقات میں جا سکتی ہیں جن اوقات میں انھیں نماز پڑھنے کیلئے

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔ الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۳۰ ، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر فیصل آباد

مسجد میں جانے کی اجازت ہے[1] فاضل بریلوی نے عورتوں کے جانے کو مطلقاً منع کیا ہے صرف سرکار کے روضۂ مطہرہ کی اجازت دی ہے لکھتے ہیں:

علماء کو اختلاف ہوا کہ آیا اس اجازت بعد النہی میں عورات (عورتیں) بھی داخل ہوئیں یا نہیں، اصح یہ ہے کہ داخل ہیں کما فی البحر الرائق مگر جوانیں (جوان عورتیں) ممنوع ہیں جیسے مساجد سے اور اگر تجدید حزن مقصود ہو تو مطلقاً حرام اقول قبور اقرباء پر خصوصاً بحال قرب عہد ممات تجدید حزن لازم نساء ہے اور مزارات اولیاء کرام پر حاضری میں احدی الشناعتین کا اندیشہ یا ترک ادب یا ادب میں افراط ناجائز تو سبیل اطلاق منع ہے لہٰذا غنیہ میں کراہت پر جزم فرمایا: البتہ حاضری وخاک بوسی آستان عرش نشان سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اعظم المندوبات بلکہ قریب واجبات ہے، اس سے نہ روکیں گے اور تعدیل ادب سکھائیں گے[2]۔

ایک اور فتویٰ کے جواب میں لکھتے ہیں:

اصح یہ ہے کہ عورتوں کو قبروں پر جانے کی اجازت نہیں[3]۔

خودکشی کرنیوالے اور شہید کی نماز جنازہ

حدیث نمبر ۲۱۵۸ میں ہے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ایسے شخص کا جنازہ لایا گیا جس نے اپنے آپ کو تیر سے ہلاک کر لیا تھا، آپ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: عمر بن عبد العزیز اور امام اوزاعی کا نظریہ یہ ہے کہ خودکشی کرنے والے شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی اور ان کی دلیل حدیث مذکور ہے اس کے برخلاف حسن، نخعی، قتادہ، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ خودکشی کرنے والے شخص کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس حدیث کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زجر و توبیخ کے لیے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تاکہ لوگ خودکشی سے باز رہیں اور صحابہ کرام نے اس کی نماز جنازہ پڑھ لی تھی اس کی مثال ایسے ہے کہ آپ نے ایک بار ایک مقروض کی نماز جنازہ نہیں پڑھی اور صحابہ کو اس کی نماز پڑھنے کا حکم دیا تاکہ لوگ قرض کی ادائیگی میں سستی سے باز رہیں،

قاضی عیاض کہتے ہیں کہ ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی خواہ اس پر حد جاری ہوئی، رجم کیا گیا ہو، خودکشی کی ہو یا ولد الزنا ہو، امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ فساق فجار اور جو حد یافتہ ہوں ان پر امام نماز جنازہ نہ پڑھے تاکہ لوگ برے کاموں میں ہاتھ ڈالنے سے ڈریں اور عام لوگوں میں سے کوئی شخص ان پر نماز پڑھ لے، جو بچہ ناتمام پیدا ہوتا ہے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، پیدا ہونے کے بعد جس بچہ کی آواز سنی گئی اس کی نماز پڑھی جائے گی یا جس بچہ کی کسی اور طریقہ سے زندگی کا پتا چل گیا ہو، شہید یعنی جو شخص میدان جنگ میں کفار کے ہاتھوں ہلاک ہو گیا اس کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے، امام مالک، شافعی اور جمہور کہتے ہیں کہ اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز پڑھی جائے گی، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں غسل نہیں دیا جائے گا لیکن نماز پڑھی جائے گی[4]۔

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۸۴۳ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[2] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۱۶۵ مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد ۱۳۹۴ھ۔

[3] " " " "

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

امام ابوحنیفہ شہید کی نماز جنازہ پڑھنے کو مشروع قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن عقبة ابن عامر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج یوما فصلی علی اھل احد صلوتہ علی المیت [1]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن گئے اور شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھی۔

[1] امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الزکوٰۃ

قرآن مجید اور احادیث شریفہ میں نماز کے بعد جس عبادت کا ذکر کیا گیا ہے وہ زکوٰۃ ہے۔ زکوٰۃ کی وجہ سے سرمایہ داروں اور غریبوں کے درمیان توازن پیدا ہوتا ہے۔ دولت گردش میں رہتی ہے اور مسلمانوں کے درمیان ہمدردی، باہمی امداد اور یگانگت پیدا ہوتی ہے اور اس کا اہم فائدہ نظام جماعت کے قیام کے لیے مالی سرمایہ بہم پہنچانا ہے

زکوٰۃ کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ ابن اثیر جزری زکوٰۃ کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اصل الزکاۃ فی اللغۃ الطہارۃ والنماء والبرکۃ والمدح وکل ذلک قد استعمل فی القرآن والحدیث[1]

لغت میں زکوٰۃ کا معنی، پاکیزگی، بڑھنا، برکت اور مدح ہے اور ان میں سے ہر معنی قرآن اور حدیث میں استعمال ہوا ہے۔

علامہ عینی زکوٰۃ کا شرعی اور اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ایتاء جزء من النصاب الحولی الی فقیر غیر ہاشمی۔[2] سال گزرنے کے بعد نصاب معین سے ایک حصہ غیر ہاشمی فقیر کو بطور زکوٰۃ دے دینا۔

زکوٰۃ کا رکن اخلاص ہے اور اس کا سبب مال بقدر نصاب ہے اس کی شرائط میں اسلام، نصاب مملوکہ پر سال گزرنا، عقل، بلوغ، حریت اور قرض سے فراغت ہے اس کا حکم فرضیت ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد مسلمان کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جاتا ہے اور وہ دنیا میں ستائش اور آخرت میں اجر کا مستحق قرار پاتا ہے۔

زکوٰۃ کی حکمتیں

(۱) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض کی تاکہ مسلمان اس بات کو جان لیں کہ سعادت اخروی محض مال و دولت میں مشغول رہنے سے حاصل نہیں ہو سکتی، سعادت اخروی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں مال خرچ کرنے سے حاصل ہوگی اور دل سے حب دنیا کے مرض کا علاج صرف زکوٰۃ کی فرضیت سے ہو سکتا ہے اس لیے فرمایا: خذ من اموالہم صدقۃ تطہرہم وتزکیہم بہا۔ (التوبہ: ۱۰۳) ان کے اموال سے زکوٰۃ وصول کر کے ان کو پاکیزہ کر دیں۔

(۲) مال سے چونکہ دنیاوی لذتوں اور آسائشوں کا حصول ہوتا ہے اس لیے انسان فطری طور پر مال کی طرف مائل اور مال کو جمع کرنے پر حریص ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ فرض کی تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرے اور اس حرص کا خاتمہ ہو یا کم از کم اس

---

[1] علامہ مجد الدین محمد بن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۲ ص ۳۰۷، مطبوعہ موسسۃ اسماعیلیان ایران ۱۳۶۴ھ۔

[2] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۳۳، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

میں کمی پیدا ہو۔

(۳) مال کی زیادتی اور کثرت کی وجہ سے انسان میں غرور، تکبر، سرکشی اور فسق و فجور پیدا ہو جاتا ہے۔ پیسہ کی طاقت سے وہ اپنی ہر خواہش کو پورا کر لیتا ہے ان الانسان لیطغی ان راٰہ استغنی۔ (علق: ۹) بیشک! انسان بہت سرکش ہے!! وہ سمجھتا ہے کہ اسے کسی کی پروا نہیں ہے!!!

زکوٰۃ کی فرضیت اس کی سرکشی اور فسق و فجور کو کم کرتی ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے حصول کی طرف متوجہ کرتی ہے۔

(۴) زکوٰۃ کی ادائیگی کے ذریعہ مسلمان دوسرے مسلمانوں پر شفقت کرتا ہے اور ان کی ضروریات پوری کر کے ان کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرتا ہے اور جس طرح نماز پڑھ کر بندہ خالق کی تعظیم کا فریضہ ادا کرتا ہے زکوٰۃ ادا کر کے وہ خلق پر شفقت کے ذمہ سے عہدہ برآ ہوتا ہے اور اس طرح حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی رعایت بھی ہو جاتی ہے۔

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تخلقوا باخلاق اللہ۔ اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ بھوکوں کو کھلاتا ہے ناداروں کی ضروریات پوری کرتا ہے اور مصیبت زدہ لوگوں کی مصیبتیں دور کرتا ہے، مسلمان فریضۂ زکوٰۃ کی ادائیگی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے متصف ہو جاتا ہے اور وصف رزاقی کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگ لیتا ہے صبغۃ اللہ و من احسن من اللہ صبغۃ (بقرہ: ۱۳۸) اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ اچھا ہو سکتا ہے!

(۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت خدیجہ کے سامنے دعویٰ نبوت کا ذکر کیا تو حضرت خدیجہ نے تائید کرتے ہوئے کہا: "آپ لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کے لیے کماتے ہیں، رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور مشکلات میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں"[1] یہ کہا اور آپ کو نبی مان لیا۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے ذریعہ مسلمان نبی کی ان صفات سے متصف ہو جاتا ہے اس سے بڑھ کر زکوٰۃ کا اور کیا فائدہ ہو گا!! کہ زکوٰۃ کی وجہ سے بندہ اللہ اور رسول کی صفات کا مظہر ہو جاتا ہے۔

(۷) فقراء اور مساکین جب دیکھتے ہیں کہ فلاں شخص زکوٰۃ اور صدقات سے ان کی مدد کرتا ہے، مشکلات اور مصائب میں ان کے کام آتا ہے تو وہ فطری طور پر اس شخص کا بھلا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبلت القلوب علی حب من احسن الیھا و بغض من اساء الیھا۔ "فطری طور پر لوگ اس سے محبت کرتے ہیں جو ان سے حسن سلوک کرے اور اس سے بغض رکھتے ہیں جو ان سے بدسلوکی کرے" اس لیے جب فقراء اور مساکین کو علم ہو گا کہ فلاں شخص اپنے مال سے ان کی امداد کرتا ہے تو وہ اس کے مال کی بقاء اور زیادتی کی دعا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: واما ینفع الناس فیمکث فی الارض (رعد: ۱۷) "جو چیز لوگوں کو نفع دیتی ہے وہ زمین پر برقرار رہتی ہے" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حصنوا اموالکم بالزکوٰۃ "اپنے اموال کو زکوٰۃ کے ذریعہ محفوظ کرو۔"

(۸) استغناء کے دو مراتب ہیں استغناء بالشیٔ اور استغناء عن الشیٔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے ذریعہ انسان استغناء کا اعلیٰ درجہ استغنیٰ عن الشیٔ حاصل کر لیتا ہے اور یہ حق تعالیٰ کی صفت ہے۔

(۹) ایک بار کاشانۂ اقدس میں بکری ذبح کی گئی اور ایک ران کے سوا باقی سب تقسیم کر دیا گیا، جب آپ تشریف لائے تو

---

[1] امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی بار دوم ۱۳۸۱ھ۔

پوچھا کچھ گوشت باقی ہے عرض کیا کیا ایک ران باقی ہے، فرمایا نہیں! اس ایک ران کے سوا وہ تمام گوشت باقی ہے جو تم نے خدا کی راہ میں دے دیا۔ انسان نے جو کچھ دنیا میں خرچ کر دیا وہ فانی ہے وہی باقی رہتا ہے جو راہ خدا میں دے دیتا ہے زکوٰۃ کے ذریعے انسان اپنے اموال کے کچھ حصہ کو باقی اور محفوظ کر لیتا ہے۔ امام رازی سے کسی دولت مند شخص نے پوچھا کیا یہ ممکن ہے کہ میں اپنے سب مال و دولت کو قبر میں لے جاؤں، فرمایا ہاں! تم یہ مال و دولت اللہ کی راہ میں دے دو تم کو یہ مال قبر میں مل جائے گا۔

(۱۰) مال خرچ نہ کرنے سے انسان جمادات کے مشابہ ہوتا اور زکوٰۃ کے ذریعہ مال خرچ کے انبیاء کے مشابہ ہوتا ہے۔

(۱۱) زکوٰۃ کی ادائیگی کے ذریعہ انسان مصدر افاضۂ خیر اور معدن افادہ رحمت ہو جاتا ہے اور یہ بعینہٖ مظہر صفات الٰہیہ ہوتا ہے۔

(۱۲) انسان کے دو کمال ہیں، نظریاتی اور عملی، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور عقائد اسلام کے ساتھ وابستگی سے اسے نظریاتی کمال حاصل ہوتا ہے اور زکوٰۃ اور باقی ارکان کی ادائیگی سے اسے عملی کمال حاصل ہوتا ہے یعنی کمال عملی کے حصول میں زکوٰۃ کا ایک بڑا حصہ ہے۔

(۱۳) انسان کے پاس تین چیزیں ہیں روح، بدن اور مال، روح کی سعادت اللہ تعالیٰ کے عرفان سے حاصل ہوتی ہے، بدن کی سعادت نماز سے حاصل ہوتی ہے اور مال کی سعادت زکوٰۃ سے حاصل ہوتی ہے۔

(۱۴) کسی نعمت کا شکر اسی طرح ادا ہوتا ہے کہ اس نعمت کو منعم کی مرضی سے خرچ کیا جائے لہٰذا زکوٰۃ ادا کرنے سے نعمت مال کا شکر ادا ہو جاتا ہے۔

(۱۵) ادائیگی زکوٰۃ کے ذریعہ امیروں اور غریبوں کے درمیان رشتۂ الفت قائم رہتا ہے اور وہ طبقاتی منافرت پیدا نہیں ہوتی جس کی وجہ سے اشتراکیت اپنے برگ و بار پھیلاتی ہے اور نہ ہی سفید سامراج کو اپنے پیر پسارنے کا موقع ملتا ہے اور معاشرے کے دو طبقوں کے درمیان توازن قائم رہتا ہے۔

(۱۶) ادائیگی زکوٰۃ کے سبب بیت المال مضبوط رہتا ہے اور یہ ملک اور قوم کی سلامتی کا ایک بڑا سبب ہے۔

(۱۷) مال کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے نفع بخش چیزوں کو حاصل کیا جائے اور ضرر رساں چیزوں کو دور کیا جائے۔ جب انسان کے پاس بقدر ضرورت مال ہو تو وہ اس کے پاس رہنا چاہیے تاکہ وہ اپنی ضروریات کو پورا کر سکے لیکن بعض لوگوں کے پاس مال ان کی ضرورت سے بہت زیادہ ہوتا ہے اور بعض دوسرے لوگوں کے پاس مال بہت کم ہوتا ہے جس سے ان کی ضروریات پوری نہیں ہو سکتیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے اغنیاء پر واجب کیا کہ وہ اپنے زائد مال میں سے ایک حصہ غرباء کو دیں تاکہ وہ اپنی ضروریات پوری کر لیں اور معاشرے میں بے اطمینانی اور انارکی نہ پھیلے اور عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا: وفی اموالھم حق للسائل والمحروم (ذاریات: ۱۹) یعنی امراء غریبوں اور ناداروں کو جو زکوٰۃ کی شکل میں مال دیتے ہیں وہ ان پر احسان نہیں کرتے کوئی منت نہیں رکھتے بلکہ ان کا حق ادا کرتے ہیں ان کے فالتو اور ضرورت سے زائد مال میں اللہ تعالیٰ نے ضرورت مندوں کا حق رکھا ہے اور ادائیگی زکوٰۃ کی صورت میں مالدار یہ حق ادا کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے غرباء پر لینا واجب نہیں کیا، امراء پر دینا واجب کیا ہے۔ اگر امراء اپنی معیشت میں زکوٰۃ کی رقم کے محتاج نہیں تو امراء بھی اپنے فرض کی ادائیگی اور آخرت کے عذاب سے نجات پانے میں غرباء کے محتاج ہیں وہ زکوٰۃ لیں گے تو ان کا فرض ادا ہوگا اور ان کی آخرت محفوظ ہوگی۔

(۱۸) ادائیگی زکوٰۃ کے ذریعہ دولت گردش میں رہتی ہے، سرمایہ منجمد ہوتا ہے نہ سود کا ذریعہ بنتا ہے۔

(۱۹) ایک طرف ایک شخص کے پاس اس کی ضرورت سے کہیں زیادہ مال پڑا رہے دوسری طرف ایک شخص نان جویں کو ترستا رہے یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف تھا اس لیے اس نے زکوٰۃ فرض کر دی۔

(۲۰) اگر اغنیاء فقراء کی زکوٰۃ اور صدقات سے مدد نہ کریں تو بسا اوقات یہ خطرہ پیش آسکتا ہے کہ فقراء بھوک، افلاس اور اپنی ضروریات سے تنگ آکر جرائم کے راستہ پر چل پڑیں یا دشمن ممالک کے آلۂ کار بن جائیں یا اجتماعی طور پر سرمایہ داروں کے خلاف بغاوت کر کے اشتراکی انقلاب سے آئیں اور کمیونسٹ ممالک مثلاً روس اور چین میں ایسا ہی ہوا ہے اور ۱۹۷۰ء میں پاکستان میں بھی غریبوں، نادار کنبوں، محنت کشوں، کسانوں اور مزدوروں نے روٹی، کپڑے اور مکان کے نعرے پر اسلام کے اقتصادی نظام کے خلاف سوشلزم کے حمایت میں ووٹ دیئے درحقیقت یہ ردعمل تھا اسلام کے اقتصادی نظام کو مسلسل نظر انداز کرنے کا۔ پاکستان کے جس قدر کاروباری اور تجارتی ادارے ہیں، دکانیں، کارخانے اور ملیں ہیں اگر یہ سب ہر سال اپنے سرمایہ کا چالیسواں حصہ نکالیں اور تمام زمیندار اور وڈیرے اپنے باغات اور زمینوں سے ہر فصل کا عشر نکالیں اور تمام قدرتی گھاس چرنے والے مویشیوں سے زکوٰۃ وصول کی جائے اور تمام زیورات اور سونے چاندی کی زکوٰۃ لی جائے، بینکوں اور دوسرے قومی اداروں سے مضاربت کی بنیاد پر قومی مفاد میں نفع حاصل کیا جائے اور باقاعدہ منصوبہ بندی سے زکوٰۃ اور قومی آمدنی کی یہ تمام رقومات وصول کی جائیں اور اس رقم سے فیکٹریاں اور کارخانے قائم کر کے نوجوانوں کو روزگار فراہم کیا جائے۔ بے روزگار لوگوں کو الاؤنس دیئے جائیں، بیواؤں اور یتیموں کے لیے وظائف جاری کیے جائیں، ہسپتال، اسکول، دینی مدارس، لائبریریاں، مساجد اور دیگر فلاحی ادارے قائم کیے جائیں تو اسلامی اصولوں پر مبنی ایک ایسا فلاحی نظام قائم ہو جائے گا جس میں کسی طبقہ کو دوسرے طبقے سے شکایت نہیں ہو گی۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہو سکے گا جب زکوٰۃ اور صدقات کے نظام کو بھرپور طور پر عمل میں لایا جائے۔

(۲۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کے دو حصے ہیں نصف صبر ہے نصف شکر ہے۔ جب غنی کو مال حاصل ہوتا ہے تو وہ شکر کرتا ہے اور زکوٰۃ اور صدقات سے جو مال میں کمی ہوتی ہے اس پر صبر کرتا ہے اس طرح ادائیگی زکوٰۃ کے ذریعے اس کا ایمان مکمل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح فقیر پہلے مال نہ ہونے پر صبر کرتا ہے اور جب زکوٰۃ کی صورت میں مال مل جاتا ہے تو شکر کرتا ہے اور یوں فقیر کا ایمان بھی مکمل ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ فریضۂ زکوٰۃ کی وجہ سے غنی اور فقیر دونوں کا ایمان مکمل ہو جاتا ہے۔

(۲۲) زکوٰۃ کی ادائیگی سے دینے والے کا بخل زائل ہوتا ہے، گناہ معاف ہوتے ہیں، درجات میں ترقی ہوتی ہے اور اس کے مال میں برکت ہوتی ہے اس کے علاوہ بھی زکوٰۃ میں بے اندازہ فوائد اور حکمتیں ہیں اللہ تعالیٰ ہی اپنے حکم کی تمام حکمتوں کو جانتا ہے۔

فرضیت زکوٰۃ کی تاریخ

ملا علی قاری فرماتے ہیں صدقۂ فطر دو ہجری کو مدینہ منورہ میں فرض ہوا اور زکوٰۃ کی باقی مدات بھی اسی سال فرض ہوئیں لیکن معتمد یہ ہے کہ اجمالاً زکوٰۃ مکہ مکرمہ میں فرض ہو گئی تھی۔[1]

---

[1] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۴ ص ۱۰۸ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ۔

جس طرح عام نمازوں کا آغاز اسلام کے ساتھ ساتھ ہوا اسی طرح زکوٰۃ یعنی عام مالی خیرات کا حکم بھی ابتداء اسلام سے دیا گیا لیکن اس کا پورا نظام آہستہ آہستہ فتح مکہ کے بعد قائم ہوا۔ شروع اسلام میں زکوٰۃ کا لفظ صرف خیرات کا مترادف تھا۔ اس کی مقدار، نصاب ہر سال گزرنے کی قید اور باقی خصوصیات جو زکوٰۃ کی حقیقت میں داخل ہیں وہ بعد میں رفتہ رفتہ بتدریج تکمیل کو پہنچیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت حقوق اللہ اور حقوق العباد پر مشتمل ہے۔ حقوق اللہ کی ادائیگی کا مظہر اعظم نماز ہے اور حقوق العباد کی پاسبان دلیل زکوٰۃ ہے۔ بعثت سے پہلے آپ جس طرح تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اسی طرح خاموشی سے غریبوں کی چارہ گری، مسکینوں اور یتیموں کی دستگیری اور بیواؤں کی خبر گیری بھی کرتے تھے، سورۂ مزمل ہر چند کہ وحی کی ابتدائی سورت ہے لیکن اس سورت کی سرزمین میں وہ تمام بنیادیں موجود ہیں جن پر آگے چل کر اسلام کی پوری عمارت تیار ہوئی۔ اس سورت میں یہ تصریح ہے:۔

واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ واقرضوا اللہ قرضا حسنا وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ھو خیرا واعظم اجرا۔ (مزمل: ٢٠)	اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دو اور جو تم اپنے واسطے آخرت میں بھیجو گے اس کو اللہ تعالیٰ کے پاس بہتر اور زیادہ ثواب کی شکل میں پاؤ گے۔

احکام زکوٰۃ کی اصل یہی آیت ہے جس سے بعد میں مسائل زکوٰۃ کے تمام برگ و بار ظاہر ہوئے۔ بعثت کے پانچویں سال جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ دوسرے صحابہ کے ساتھ حبشہ ہجرت کر گئے اور نجاشی نے انہیں اپنے دربار میں بلا کر اسلام کی حقیقت اور اس کی تعلیمات دریافت کیں تو انہوں نے کہا امرنا بالصلوٰۃ والزکوٰۃ والصیام [1] "پیغمبر اسلام ہمیں نماز پڑھنے زکوٰۃ ادا کرنے اور روزہ رکھنے کا حکم دیتے ہیں" اس سے معلوم ہوا کہ عام زکوٰۃ اور مالی خیرات کا آغاز اسلام کی ابتداء ہی میں ہو چکا تھا۔ ٦ ہجری میں جب ہرقل کے پاس نامہ مبارک پہنچا تو اس نے ابوسفیان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام اور آپ کی تعلیمات کے بارے میں دریافت کیا۔ ہر چند کہ ابوسفیان اس وقت تک شرف اسلام سے مشرف نہیں ہوئے تھے اس کے باوجود انہیں یہ کہنا پڑا کہ یامرنا بالصلوٰۃ والزکوٰۃ والصلۃ والعفاف۔ [2] "وہ ہم کو نماز پڑھنے زکوٰۃ ادا کرنے صلہ رحمی کرنے اور پاک دامن رہنے کا حکم دیتے ہیں" ان واقعات سے اچھی طرح ظاہر ہو جاتا ہے کہ اجمالی طور پر زکوٰۃ آغاز اسلام سے ہی مشروع ہو گئی تھی۔

شرح زکوٰۃ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت حکیمانہ طریقہ سے پیداوار کی مختلف قسموں پر مختلف شرح زکوٰۃ مقرر فرمائی ہے سب سے پہلے پیداوار کی ان اقسام پر زکوٰۃ مقرر فرمائی جو کچھ عرصہ تک محفوظ رہ سکتی ہیں تاکہ ان سے حسب منشاء نجی اور کاروباری فائدہ اٹھایا جا سکے۔ جیسے زرعی پیداوار، اور جن چیزوں میں ترقی اور نشوونما کی صلاحیت نہیں ہے ان پر زکوٰۃ مقرر نہیں فرمائی جیسے مصنوعات بنانے کے آلات، (Production Machinery ....) مکان لباس، استعمال میں آنے والا ساز و سامان اور اسباب، سواریاں اور قیمتی پتھر ان چیزوں پر کسی قسم کی زکوٰۃ مقرر نہیں فرمائی۔

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ٢٤١ ھ، مسند امام احمد ج ١ ص ٢٠٢ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، طبع ثانی ١٣١٨ھ۔

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ٢٦١ھ، صحیح مسلم ج ٢ ص ٩٨ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٧٥ھ۔

کچھ عرصہ باقی رہنے اور نشو و نما پانے والی پانچ چیزیں ہیں، معدنیات، زرعی پیداوار، جانور، سونا، چاندی اور کرنسی نوٹ (جو چاندی کے حکم میں ہیں) اور مال تجارت ان پانچوں چیزوں پر آپ نے زکوٰۃ مقرر فرمائی ہے۔ معدنیات جیسے سونا چاندی، تیل، قدرتی گیس، نمک، کوئلہ، تانبا اور لوہا وغیرہ چونکہ ان کے حصول میں زمین کے مالک کا کوئی دخل اور خاص محنت نہیں ہوتی بلکہ یہ محض عطیہ الٰہی ہیں، اس لیے ان پر شرح زکوٰۃ سب سے زیادہ رکھی اور خمس مقرر فرمایا یعنی حاصل شدہ معدنی دولت کا پانچواں حصہ (۱/۵) (آج کل ملک میں جو تیل اور قدرتی گیس کے ذخائر مل رہے ہیں ان سے خمس کے حصول اور اس کے شرعی طریقہ کار پر انشاء اللہ العزیز اس کے متعلق باب میں بحث کریں گے)

زمین کی آپ نے دو قسمیں کیں، ایک وہ جس میں موسمی اور علاقائی خصوصیت کی وجہ سے زمین کو سیراب کرنے کے لیے کاشتکار کی کسی بڑی محنت کا دخل نہیں ہوتا بلکہ وہ بارش کے قدرتی پانی کیوجہ سے از خود سیراب ہوتی رہتی ہے اس بلا مشقت اور بلا خرچ سیرابی کی وجہ سے اس پر اس کی پیداوار کا عشر (۱/۱۰) یعنی دسواں حصہ ادا کرنا فرض کیا گیا، اور زمین کی دوسری قسم جس کو سیراب کرنے کے لیے کاشتکار کو مشقت کرنا پڑتی ہے مثلاً رہٹ یا ٹیوب ویل کے ذریعہ کنوئیں سے پانی حاصل کرتا ہے یا پیسہ خرچ کرنا پڑتا ہے مثلاً کرائے پر ٹیوب ویل حاصل کرتا ہے یا نہری پانی کا ٹیکس یا آبیانہ دینا ہے اس پر آدھا عشر یعنی پیداوار کا بیسواں حصہ (۱/۲۰) مقرر فرمایا۔ نقد سرمایہ، سونا چاندی، کرنسی نوٹ اور مال تجارت جس کی ترقی، حفاظت، نشو و نما اور افزائش کے لیے انسان کو دن رات سخت محنت کرنی پڑتی ہے اور جس کو وسیع پیمانے پر چلانے کے لیے بڑے سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے اور جس میں قدم قدم پر چوری، ڈاکے، گم شدگی، لوٹ مار اور نقصان کا اندیشہ رہتا ہے اس میں زمین کی اس دوسری قسم سے بھی آدھی زکوٰۃ مقرر کی گئی، یعنی تمام کاروباری سرمایہ پر سال گزرنے کے بعد صرف چالیسواں حصہ (۱/۴۰) مقرر فرمایا۔

زکوٰۃ کی شرح مقدار میں اختلاف نہایت حکمت پر مبنی ہے۔ معدنیات سے حاصل شدہ زکوٰۃ میں چونکہ حکومت کے ذاتی اور قومی مصارف شامل ہیں اس لیے اس کی شرح سب سے زیادہ یعنی خمس (۱/۵) رکھی گئی اور باقی زکوٰۃ بالعموم فقراء اور مساکین پر خرچ کی جاتی ہے اس لیے محنت اور مشقت کی کمی اور زیادتی کے اعتبار سے اس کی شرح ۱/۱۰ سے بتدریج کم ہو کر ۱/۲۰، اور ۱/۴۰ ہوتی گئی۔

تمام جانوروں میں افزائش نسل کی صلاحیت اور مدت حمل یکساں نہیں ہوتی اس لیے تمام جانوروں کی زکوٰۃ کا ایک قاعدہ مقرر نہیں کیا جا سکتا تھا لہٰذا جانوروں کی ماہیت اور قوت افزائش کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کی زکوٰۃ کی حسب ذیل شرح مقرر فرمائی:

خیال رہے کہ یہ زکوٰۃ ان جانوروں پر ہے جو قدرتی اور خودرو گھاس چر کر گزارا کرتے ہیں سال کے بعد ان کی یہ زکوٰۃ ہے:

جانور کا نام اور تعداد	شرح زکوٰۃ	جانور کا نام اور تعداد	شرح زکوٰۃ
۵ سے ۹ اونٹ	ایک بکری	۶۰ سے ۶۹ ؍؍	دو، دوسالہ بچھڑیاں
۱۰ سے ۱۴ اونٹ	دو بکریاں	۷۰ سے ۷۹ ؍؍	ایک دوسالہ بچھڑی اور ایک
۱۵ سے ۱۹ ؍؍	تین بکریاں		ایک سالہ بچھڑی۔
۲۰ سے ۲۴ ؍؍	چار بکریاں	۸۰ سے ۸۹ ؍؍	دو، دوسالہ بچھڑیاں
۲۵ سے ۳۵ ؍؍	ایک سالہ اونٹ کی بچی	۹۰ سے ۹۹ ؍؍	تین ایک سالہ بچھڑیاں
۳۶ سے ۴۵ تک اونٹ	دو سالہ اونٹنی	۱۰۰ سے	دو ایک سالہ اور ایک دو سالہ ؍؍
۴۶ سے ۶۰ تک اونٹ	تین سالہ اونٹنی	۴۰ سے ۱۱۹ بکریاں	ایک بکری
۶۱ سے ۷۵ تک ؍؍	چار سالہ ؍؍	۱۲۰ سے ۲۰۰	دو بکریاں
۷۶ سے ۹۰ تک ؍؍	دو، دو سالہ اونٹنیاں	۲۰۱ سے ۳۹۹	تین بکریاں
۹۱ سے ۱۲۰ تک ؍؍	دو، تین سالہ ؍؍	۴۰۰ سے ۴۹۹	چار ؍؍
۳۰ سے ۳۹ گائے	ایک سالہ بچھڑی	پھر ہر سو پر	ایک بکری کا اضافہ
۴۰ سے ۵۹ گائے	دوسالہ بچھڑی یا بچھڑا[1]		

زکوٰۃ کی اہمیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی تعلیم میں نماز کے ساتھ ساتھ جو فریضہ سب سے اہم معلوم ہوتا ہے وہ زکوٰۃ ہے۔ نماز اور زکوٰۃ کا باہم مربوط ہونا اس بات کو واضح کرتا ہے کہ اسلام میں حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کا بھی یکساں خیال رکھا گیا ہے۔ قرآن مجید میں بتیس[32] مرتبہ صراحۃً لفظ زکوٰۃ آیا ہے ——— اور زکوٰۃ دینے والوں کی تعریف و توصیف اور نہ دینے والوں کی مذمت اور انھیں عذاب کی وعید اس کے علاوہ ہے، احادیث میں بھی نماز کے بعد زکوٰۃ کا ذکر ہے۔ ۵ ہجری میں وفد عبد القیس نے آستانہ نبوت پر حاضر ہو کر جب اسلام کی تعلیمات دریافت کیں تو آپ نے اعمال میں سب سے پہلے نماز اور پھر زکوٰۃ کا ذکر فرمایا۔

---

[1] امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ا ص ۱۸۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، طبع ثانی ۱۳۸۱ھ۔

۱۰ ہجری میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا: فلیکن اول ما تدعوھم الی ان یوحدوا اللہ فاذا عرفوا ذلک فاخبرھم ان اللہ فرض علیھم خمس صلوات فی یومھم ولیلتھم فاذا صلوا فاخبرھم ان اللہ افترض علیھم زکوٰۃ فی اموالھم توخذ من غنیھم فترد علی فقیرھم۔ [1] "سب سے پہلے تم انہیں توحید کی دعوت دینا جب وہ توحید کو جان لیں تو انہیں بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے دن اور رات میں ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور جب وہ نماز پڑھ لیں تو انہیں خبر دینا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اموال میں زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے وصول کر کے ان کے غریبوں میں لوٹا دی جائے گی۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب بعض لوگوں نے بغاوت کی اور زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف تلوار اٹھائی۔ حضرت عمر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "جب تک لوگ اللہ کو ایک نہ مان لیں مجھے ان سے قتال کا حکم دیا گیا ہے اور جو اللہ کو مان لے اس کی جان اور خون محفوظ ہے۔ اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا: بخدا! جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا۔ کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ بخدا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک بھیڑ کا بچہ بھی دیتا تھا وہ اسے دینا پڑے گا۔

نظامِ زکوٰۃ کی مرکزیت

نماز اور زکوٰۃ کے باہمی ربط کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اسلام دین اور دنیا، عبادات اور معاملات، روحانی اور مادی دونوں چیزوں کا نظم و ضبط اور انتظام و التزام قائم کرتا ہے اور دونوں امور کو ساتھ ساتھ لے کر چلتا ہے۔ عبادات کے نظام کے لیے مساجد میں باجماعت نماز کا نظام مقرر کیا اور معاملات کے نظام کے لیے بیت المال میں زکوٰۃ کی رقوم جمع کرنے کا نظام بنایا، تاکہ یہ مال مسلمانوں کی اجتماعی فلاح و بہبود پر خرچ کیا جا سکے جس طرح گھروں میں علیحدہ نماز پڑھ لینے سے نماز کا فرض تو ساقط ہو جاتا ہے لیکن نماز کی روح اور اس کی مرکزیت ختم ہو جاتی ہے اسی طرح انفرادی طور پر زکوٰۃ ادا کرنے سے فرض زکوٰۃ تو ادا ہو جاتا ہے لیکن زکوٰۃ کا مقصد اور اس کی مرکزیت ختم ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوبکر کے عہدِ خلافت میں جب بعض قبیلوں نے یہ کہا کہ وہ زکوٰۃ بیت المال میں داخل نہیں کریں گے بلکہ بطور خود زکوٰۃ کو اس کے مصارف میں خرچ کریں گے تو شناسائے مزاجِ رسول اور محرمِ اسرارِ شریعت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے اس موقف کو تسلیم نہیں کیا اور ان کو بیت المال میں زکوٰۃ داخل کرنے کے لیے بزور مجبور کیا۔ اگر اس وقت ان کی یہ بات تسلیم کر لی جاتی تو وحدتِ اسلام کا سر رشتہ اسی وقت پارہ پارہ ہو جاتا اور مسلمانوں کا اجتماعی نظام اسی وقت درہم برہم ہو جاتا۔

۲۱۵۹۔ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بُكَيْرٍ النَّاقِدُ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَمْرَو بْنَ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ فَأَخْبَرَنِيْ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ وسق (بتیس من) [2] سے کم (زرعی پیداوار) میں زکوٰۃ (واجب) نہیں ہے، نہ پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ ہے اور نہ ہی پانچ اوقیہ (دو سو درہم

---

[1] امام ابوعبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۹۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، طبع ثانی ۱۳۸۱ھ۔

[2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۸

فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ وَلَا فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ وَلَا فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ۔

یا ساڑھے باون (۳۶.۶۱۲ گرام) تولہ چاندی سے کم میں زکوٰۃ (واجب) نہیں ہے۔

۲۱۶۰- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ ابْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۱۶۱- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيَى ابْنِ عُمَارَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَحْيَى ابْنِ عُمَارَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَأَشَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَفِّهِ بِخَمْسِ أَصَابِعِهِ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کی پانچ انگلیوں سے اشارہ کر کے فرما رہے تھے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۲۱۶۲- وَحَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُفَضَّلٍ قَالَ نَا عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ وسق (بتیس من) سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے، پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ (واجب) نہیں ہے اور نہ پانچ اوقیہ (ساڑھے باون تولہ چاندی ۳۶.۶۱۲ گرام) سے کم میں زکوٰۃ ہے۔

۲۱۶۳- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ ابْنِ أُمَيَّةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسَاقٍ مِنْ تَمْرٍ وَلَا حَبٍّ صَدَقَةٌ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ وسق (بتیس من) کھجوروں سے کم میں زکوٰۃ (واجب) نہیں ہے اور نہ اس سے کم مقدار غلہ میں زکوٰۃ (واجب) ہے۔

۲۱۶۴- وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمٰعِيلَ ابْنِ أُمَيَّةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِي حَبٍّ وَلَا تَمْرٍ صَدَقَةٌ حَتّٰى يَبْلُغَ خَمْسَةَ أَوْسُقٍ وَلَا فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ وَلَا فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غلہ اور کھجور جب تک پانچ وسق (تیس من) نہ ہوں ان میں زکوٰۃ واجب نہیں اور نہ پانچ اونٹوں سے کم میں اور نہ پانچ اوقیہ (ساڑھے باون تولہ ۶۱۲٫۳۶ گرام) چاندی سے کم میں زکوٰۃ واجب ہے۔

۲۱۶۵۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ نَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثِ ابْنِ مَهْدِيٍّ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۱۶۶۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا الثَّوْرِيُّ وَمَعْمَرٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ مَهْدِيٍّ وَيَحْيَى ابْنِ آدَمَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ بَدَلَ التَّمْرِ ثَمَرٍ۔

ایک اور سند سے بھی حسب سابق روایت ہے مگر اس میں کھجوروں کی بجائے پھلوں کا لفظ ہے۔

۲۱۶۷۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ وَهَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عِيَاضُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ اوقیہ (ساڑھے باون تولہ ۶۱۲٫۳۶ گرام) چاندی سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے نہ پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ ہے اور نہ پانچ وسق (تیس من) کھجوروں سے کم میں زکوٰۃ (واجب) ہے۔

۲۱۶۸۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ وَهَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَعَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ وَالْوَلِيدُ بْنُ شُجَاعٍ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ أَبُو الطَّاهِرِ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ أَبَا الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَذْكُرُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن زمینوں کو دریا اور بارش سیراب کریں ان میں عشر (دسواں حصہ دینا واجب) ہے اور جو زمینیں اونٹ کے ذریعہ سیراب کی جائیں ان میں نصف عشر (بیسواں حصہ) ہے

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيمَا سَقَتِ الْأَنْهَارُ وَالْغَيْمُ الْعُشُورُ وَفِيمَا سُقِيَ بِالسَّانِيَةِ نِصْفُ الْعُشْرِ

۲۱۶۹- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهِ وَلَا فِي فَرَسِهِ صَدَقَةٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان پر اس کے غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

۲۱۷۰- وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ نَا أَيُّوبُ بْنُ مُوسَى عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ عَمْرٌو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ زُهَيْرٌ يَبْلُغُ بِهِ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهِ وَلَا فِي فَرَسِهِ صَدَقَةٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان پر اس کے غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

۲۱۷۱- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ كُلُّهُمْ عَنْ خُثَيْمِ بْنِ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

۲۱۷۲- وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَهَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالُوا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِي الْعَبْدِ صَدَقَةٌ إِلَّا صَدَقَةُ الْفِطْرِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غلام پر زکوٰۃ (ادا کرنا واجب) نہیں ہے مگر صدقہ فطر (ادا کرنا واجب) ہے۔

۲۱۷۳- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

عَلِیُّ بْنُ حَفْصٍ قَالَ نَا وَرْقَاءُ عَنْ أَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ عَلَی الصَّدَقَةِ فَقِیْلَ مَنَعَ ابْنُ جَمِیْلٍ وَّخَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ وَالْعَبَّاسُ عَمُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا یَنْقِمُ ابْنُ جَمِیْلٍ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فَقِیْرًا فَأَغْنَاهُ اللّٰهُ وَأَمَّا خَالِدٌ فَإِنَّكُمْ تَظْلِمُوْنَ خَالِدًا قَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتَادَهُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَأَمَّا الْعَبَّاسُ فَهِیَ عَلَیَّ وَمِثْلُهَا مَعَهَا ثُمَّ قَالَ یَا عُمَرُ أَمَا شَعَرْتَ أَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِیْهِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا پھر آپ کو بتایا گیا کہ ابن جمیل حضرت خالد بن ولید اور عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہم نے زکوٰۃ نہیں دی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن جمیل کو تو صرف یہ چیز ناگوار ہوئی کہ وہ محتاج تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو غنی کر دیا، رہے خالد بن ولید تو تم ان کے ساتھ زیادتی کرتے ہو کیونکہ انہوں نے تو اپنی زرہیں اور ہتھیار تک اللہ کی راہ میں وقف کیے ہوئے ہیں باقی رہے عباس تو جتنی زکوٰۃ ان پر واجب ہے اس سے دگنی میں ادا کر دوں گا۔ پھر فرمایا اے عمر کیا تم نہیں جانتے کہ کسی شخص کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔

زرعی پیداوار کے نصاب زکوٰۃ میں فقہاء کے نظریات

اس باب کی پہلی حدیث (٢١٥٩) میں ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ وسق (بتیس من) سے کم (زرعی پیداوار) میں زکوٰۃ (واجب) نہیں ہے۔

غلہ اور پھلوں کی زکوٰۃ (عشر) کے نصاب میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل حدیث مذکور کی روشنی میں غلہ اور پھلوں کے لیے پانچ وسق (بتیس من) کو نصاب قرار دیتے ہیں۔ جس شخص کے کھیتوں اور باغات سے پانچ وسق یا اس سے زائد پیداوار حاصل ہو جائے اس پر عشر واجب ہوگا اور جس شخص کی پیداوار پانچ وسق سے کم ہو اس پر عشر واجب نہیں ہوگا۔ اس کے برخلاف امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زمین کی پیداوار کے لیے کوئی نصاب مقرر نہیں ہے۔ غلہ، پھل اور سبزیوں کی زمین سے جس قدر پیداوار بھی حاصل ہو اس پر عشر یا نصف عشر دینا واجب ہوگا۔

ائمہ ثلاثہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام مالک، امام ثوری، امام اوزاعی، امام ابن ابی لیلیٰ، امام شافعی، امام ابو یوسف، امام محمد اور تمام اہل علم کا قول یہ ہے کہ پھلوں اور غلہ میں زکوٰۃ اس وقت واجب ہوتی ہے جب ان کی مقدار پانچ وسق کو پہنچ جائے۔ البتہ امام ابوحنیفہ اور مجاہد کہتے ہیں کہ قلیل اور کثیر سب میں زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالعموم فرمایا ہے: "فیما سقت السماء العشر" "جس زمین کو بارش سیراب کرے اس میں عشر ہے" اور چونکہ زمین کی پیداوار میں سال گزرنے کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے اس لیے اس کا کوئی نصاب مقرر نہیں ہے، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لیس فیما دون خمسة اوسق صدقة" "پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے" یہ حدیث خاص ہے اور امام ابوحنیفہ کی پیش کردہ حدیث عام ہے جس کی اس حدیث سے تخصیص کرنا واجب ہے۔ [1]

---

[1] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ٦٢٠ھ المغنی ج ٢ ص ٢٩٦ مطبوعہ دارالفکر بیروت ١٤٠٥ھ۔

امام ابوحنیفہ کا نظریہ امام ابوحنیفہ کا نظریہ یہ ہے کہ زرعی پیداوار کا کوئی نصاب نہیں ہے اور زمین سے جس قدر بھی پیداوار حاصل ہو اسی پر عشر یا نصف عشر واجب ہے۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یا ایھا الذین امنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض (بقرہ: ۲۶۷)

اے ایمان والو! اپنی پاک کمائی سے جو کچھ حاصل کرو (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو اور جو کچھ زمین سے ہم نے تمہارے لیے نکالا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں خرچ کرو)۔

امام ابوحنیفہ کا استدلال یوں ہے کہ اس آیت میں "ما" عام ہے جس کا تقاضا ہے "زمین سے ہم نے جو کچھ تمہارے لیے نکالا ہے اس میں سے خرچ کرو"، اور پانچ وسق والی حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد سے قرآن مجید کے عام کو خاص نہیں کیا جا سکتا کیونکہ خبر واحد ظنی ہے اور قرآن مجید کا عموم قطعی ہے اور ظنی دلیل سے قطعی کی تخصیص کرنا صحیح نہیں ہے۔

خبر واحد سے قرآن مجید کے عام کو خاص نہ کرنا، امام ابوحنیفہ کا مشہور قاعدہ ہے اور یہ انتہائی دقت نظری اور باریک بینی پر مبنی ہے۔ اس قاعدہ میں فرق مراتب کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور قرآن مجید سے ثابت شدہ چیز کو حدیث شریف سے ثابت شدہ چیز پر ترجیح اور فوقیت دی گئی ہے فقہ حنفی کے متعدد احکام اس قاعدہ پر موقوف ہیں اور یہ صرف فقہ حنفی کی خصوصیت ہے جبکہ دیگر ائمہ ثلاثہ اس اصول کو پیش نظر نہیں رکھتے اور قرآن مجید کے عموم قطعی کی احادیث غیر متواترہ سے تخصیص کر کے قرآن کو حدیث کے تابع کر دیتے ہیں اسی وجہ سے وہ آیت کریمہ اخرجنا لکم من الارض۔ کی پانچ وسق والی خبر بحث حدیث سے تخصیص کر دیتے ہیں۔

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں:

ولنا فی مقابلۃ عموم الایۃ حدیث الاوسق وفی تخصیص عموم القرآن بخبر الواحد خلاف۔ [1]

ہم آیت کریمہ کے عموم کے مقابلہ میں پانچ وسق والی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور قرآن کریم کے عموم کی خبر واحد سے تخصیص کرنے میں اختلاف ہے۔

قرآن مجید کے علاوہ احادیث صحیحہ بھی زمین کی پیداوار پر زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم عام ہے:

عن سالم بن عبد اللہ عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فیما سقت السماء والعیون او کان عثریا العشر وما سقی بالنضح نصف العشر۔ [2]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو زمین بارش یا چشموں سے سیراب ہو یا دریائی پانی سے سیراب ہو اس پر عشر (دسواں) ہے اور جس زمین کو کنوئیں کے پانی سے اونٹوں کے ذریعہ سیراب کیا جاتا ہے اس پر نصف عشر ہے (بیسواں)۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلیل اور کثیر کا فرق کیے بغیر مطلقاً زمین سے حاصل شدہ پیداوار پر عشر یا

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۱۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

نصف عشر کا حکم عائد فرمایا اور یہ حدیث عموم قرآن کے مطابق ہے

عن جابر بن عبد الله يذكر انه سمع النبي صلى الله عليه وسلم قال فيما سقت الانهار والغيم العشور وفيما سقي بالسانية نصف العشر. [1]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس زمین کو ندیاں یا بارش سیراب کرے اس پر عشر (۱/۱۰) ہے اور جس زمین کو کنوئیں کے پانی سے اونٹوں کے ذریعہ سیراب کیا جائے اس پر نصف عشر (۱/۲۰ بیسواں حصہ) ہے۔

امام ابو داؤد نے بھی اپنی اسانید کے ساتھ حضرت ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کی ان دونوں روایات کو ذکر فرمایا ہے [2]۔

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما سقت السماء والعيون العشر وفيما سقي بالنضح نصف العشر. [3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس زمین کو بارش یا چشمے سیراب کریں اس میں عشر ہے اور جس کو اونٹوں کے ذریعہ کنوئیں سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔

اس حدیث کے بعد امام ابن ماجہ نے حضرت جابر کی حدیث کو بھی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

امام عبد الرزاق بن ہمام نے اپنی مصنف میں اس مضمون کی انیس احادیث روایت کی ہیں ہم ان میں سے چند کا ذکر کر رہے ہیں

عن قتادة قال معمر: وقراءته في كتاب عن النبي صلى الله عليه وسلم عند كل رجل كتب لهم فيما سقي بالنضح والارشية نصف العشر قال معمر: ولا اعلم فيه اختلافا وفيما كان بعلا وفيما كان بالكظائم وفيما كان بعلا العشر قال معمر ولم اسمع فيه اختلافا. [4]

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ معمر نے کہا میں نے تمام (معتبر) لوگوں کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا ہوا فرمان دیکھا کہ جس زمین کو رسیوں اور ڈولوں کے ذریعہ کنوئیں کے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے (معمر کہتے ہیں کہ میرے علم میں اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے) اور جس زمین کو بارش یا دریائی پانی سے سیراب کیا جائے اس میں عشر ہے، معمر کہتے ہیں کہ میرے علم میں اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی اپنی سنن میں روایت کیا ہے [5]۔

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد، ج ۱ ص ۲۲۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ

[3] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۳۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[4] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۴ ص ۱۳۴ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولی ۱۳۹۰ھ

[5] امام ابو بکر بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۴ ص ۱۳۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

عن ابن عمر عن عمر بن الخطاب قال ما سقت الانهار و السماء والعیون فالعشر و ما سقی بالرشاء فنصف العشر [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس زمین کو دریائی پانی بارش اور چشمے سیراب کریں اس میں عشر ہے اور جس کو رسیوں کے ذریعہ کنوئیں کے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔

عن عاصم بن ضمرۃ عن علی قال ما سقی فتحا او سقتہ السماء ففیہ العشر وما سقی بالغرب فنصف العشر۔ [2]

عاصم بن ضمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس زمین کو بارش سیراب کرے اس میں عشر ہے اور جس زمین کو ڈول کے ذریعہ کنوئیں سے سیراب کیا جاتے اس میں نصف عشر ہے۔

عن مجاھد قال فیما اخرجت الارض فیما قل منہ او کثر العشر او نصف العشر۔ [3]

مجاہد بیان کرتے ہیں زمین جس چیز کو بھی نکالے خواہ قلیل ہو یا کثیر اس میں عشر یا نصف عشر ہے۔

عن حماد قال فی کل شیٔ اخرجت الارض العشر او نصف العشر۔ [4]

حماد کہتے ہیں ہر وہ چیز جس کو زمین نکالے اس میں عشر ہے یا نصف عشر ہے۔

عن ابراھیم قال فی کل شیٔ اخرجت الارض زکوٰۃ۔ [5]

ابراہیم کہتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس کو زمین نکالے اس میں زکوٰۃ ہے۔

ائمہ ثلاثہ جو پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ کو واجب نہیں قرار دیتے قرآن کریم کی عمومی آیت اور ان تمام احادیث اور آثار کے تارک ہیں اور ان عمومی دلائل کے پیش نظر ان کا نظریہ صحیح نہیں ہے۔

پانچ وسق والی احادیث کی احناف یہ توجیہ کرتے ہیں کہ یہ احادیث اموال تجارت پر محمول ہیں کیونکہ اس وقت پانچ وسق دو سو درہم کے برابر ہوتے تھے اس لیے فرمایا کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

امام ابوحنیفہ کے نظریہ پر ایک خدشہ

امام ابوحنیفہ کے نظریہ پر ایک یہ خدشہ لاحق ہوتا ہے کہ جس طرح "مما اخرجنا لکم من الارض" میں "ما" عام ہے اسی طرح "من طیبات ما کسبتم" میں بھی "ما" عام ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ اموال تجارت، نقد مال اور سونا چاندی کے ساتھ بھی نصاب کی تخصیص صحیح نہ ہو، کیونکہ اموال تجارت، نقد رقم اور سونا چاندی خواہ قلیل مقدار میں حاصل ہوں یا کثیر مقدار

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۴ ص ۱۳۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ۔

[2] " " " المصنف ج ۴ ص ۱۳۳ " "

[3] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۳ ص ۱۳۹، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ۔

[4] " " " " "

[5] " " " " "

بھی وہ من طیبات ما کسبتم کے عموم میں داخل ہیں لہٰذا جس طرح مما اخرجنا لکم من الارض کے عموم سے زمین کی قلیل اور کثیر پیداوار پر زکوٰۃ واجب ہے اور پانچ وسق کے ساتھ تخصیص صحیح نہیں اسی طرح کسب کے ذریعہ قلیل یا کثیر جتنا مال بھی حاصل ہو اس پر زکوٰۃ واجب ہونا چاہیے اور دو سو درہم چالیس اوقیہ (ساڑھے باون تولہ) چاندی اور بیس مثقال (ساڑھے سات تولہ ۴۸۔۸۷ گرام) سونے کا نصاب بہر حال ان احادیث سے ثابت ہے جو اصطلاحاً خبر واحد کہلاتی ہیں بالخصوص سونے کے نصاب کی احادیث تو ضعیف بھی ہیں اور خولان حول کی احادیث بھی ضعیف ہیں اور اصول حنفیہ سے ان عموم قرآنی اور قطعی کو اخبار آحاد کے ساتھ مقید نہیں کیا جا سکتا میری نظر سے کہیں نہیں گزرا کہ متقدمین یا متاخرین میں سے کسی نے یہ اشکال قائم کیا ہو اور اس کے جواب کے درپے ہوا ہو۔

سونے اور چاندی کا نصاب

فقہاء اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ چاندی کا نصاب دو سو درہم یا پانچ اوقیہ چاندی ہے جو ساڑھے باون تولے ۶۱۲۔۳۶ گرام کے برابر ہے اور سونے کا نصاب چالیس دینار یا بیس مثقال سونا ہے جو ساڑھے سات تولے (۸۷۔۴۸ گرام) سونے کے برابر ہے اس سے کم مقدار میں زکوٰۃ فرض نہیں اور جب اس مقدار پر سال گزر جائے تو چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ دو سو درہم پر اگر زیادتی ہو تو پھر کیا نصاب ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں اگر دو سو درہم پر چالیس درہم زیادہ ہوں تو چالیس درہم پر ایک درہم زکوٰۃ ہو گی۔ اسی طرح چالیس دینار پر چار دینار زائد ہوں تو ایک درہم زکوٰۃ ہو گی اور باقی فقہاء کا یہ نظریہ نہیں ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں سونے اور چاندی میں اختلاف ہے۔ امام مالک، امام شافعی، امام ابویوسف، امام محمد، اکثر اصحاب ابوحنیفہ اور عام محدثین یہ کہتے ہیں کہ سونے چاندی کے نصاب پر جس قدر مقدار بھی زیادہ ہو اس پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہو گی خواہ زیادتی قلیل ہو یا کثیر یہ نظریہ حضرت علی اور حضرت ابن عمر سے منقول ہے اور امام ابوحنیفہ اور بعض اسلاف یہ کہتے ہیں کہ دو سو درہم پر جو مقدار زائد ہو اس پر اس وقت تک زکوٰۃ نہیں ہے جب تک کہ زیادتی چالیس درہم کے برابر نہ ہو اور بیس دینار پر زیادتی اس وقت تک معتبر ہے جب تک چار دینار نہ ہو اور جب اس مقدار کے برابر زیادتی ہو تو ہر چالیس درہم پر ایک درہم ہے اور ہر چار دینار کے بعد ایک درہم ہے۔ جمہور کا استدلال صحیح بخاری کی اس روایت سے ہے: فی الرقۃ ربع العشر "چاندی میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے" اور یہ حدیث نصاب اور اس سے زائد دونوں کو عام ہے۔ اور امام ابوحنیفہ نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے وہ ضعیف ہیں[1]۔

امام ابوحنیفہ کا نظریہ ان احادیث سے ثابت ہے:

عن علی رضی اللہ عنہ قال زھیر احسبہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ھاتوا ربع العشور من کل اربعین درھما درھم ولیس علیکم شیء حتی تتم مائتی درھم فاذا کانت مائتی درھم ففیھا خمسۃ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چالیسواں حصہ ادا کرو۔ ہر چالیس درہم پر ایک درہم اور تم پر اس وقت تک زکوٰۃ نہیں جب تک دو سو درہم نہ ہو جائیں جب دو سو درہم ہو جائیں تو اس میں سے پانچ درہم ادا کرو اور جو مقدار زائد ہو اس کو

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ا ص ۳۱۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۳۷۵ھ

دراهم فمازاد فعلی حساب ذلک [1]

اس حساب سے ادا کرو۔

سنن دار قطنی میں اس حدیث کو جزم سے روایت کیا گیا ہے اور اس میں "احسب" کا لفظ نہیں ہے۔[2] حافظ ذیلعی لکھتے ہیں کہ ابن قطان نے کہا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔[3]

عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فاذا کانت لک مائتا درھم وحال علیھا الحول ففیھا خمسۃ دراھم ولیس علیک شیء یعنی فی الذھب حتی تکون لک عشرون دینارا فاذا کانت لک عشرون دینارا وحال علیھا الحول ففیھا نصف دینار فمازاد فبحساب ذلک [4]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس دو سو درہم ہوں اور ان پر ایک سال گزر جائے تو ان پر پانچ درہم زکوٰۃ ہے اور سونے پر اس وقت تک زکوٰۃ نہیں ہے جب تک کہ وہ بیس دینار نہ ہو جب بیس دینار سونا ہو اور اس پر ایک سال گزر جائے تو اس پر نصف دینار ہے اس کے بعد اسی حساب سے۔

عن معاذ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرہ حین وجھہ الی الیمن ان لا تاخذ من الکسر شیئا اذا کانت الورق مائتی درھم فخذ منھا خمسۃ دراھم ولا تاخذ مما زاد شیئا حتی تبلغ اربعین درھما فاذا بلغ اربعین درھما فخذ منہ درھما الحدیث [5]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا کسر سے زکوٰۃ وصول نہ کرنا جب چاندی دو سو درہم ہو تو اس سے پانچ درہم وصول کرنا پھر اس سے زائد پر وصول نہ کرنا حتیٰ کہ چالیس درہم ہو جائیں اور جب چالیس درہم ہوں تو ان سے ایک درہم وصول کر لینا۔

عن الشعبی قال کان لا یری فیما زاد علی المائتین شیء حتی یبلغ اربعین [6]

شعبی دو سو درہم سے زائد پر اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہیں کرتے تھے جب تک چالیس درہم نہ ہو جائیں۔

مذکور الصدر حوالوں کے علاوہ سنن نسائی، صحیح ابن خزیمہ، حاکم اور مستدرک میں بھی اس مضمون کی احادیث مذکور ہیں۔ اس موضوع پر احادیث صحیحہ کے سامنے آنے کے بعد ظاہر ہو گیا کہ علامہ نووی کا یہ لکھنا کہ "ابو حنیفہ اپنے موقف پر احادیث ضعیفہ سے استدلال کرتے ہیں" قطعاً غلط ہے اور اس الوقت تبع العثمر ______ کہ مذکور الصدر احادیث کے مطابق عمل کیا جائے گا یعنی چاندی میں نصاب کے بعد چالیسواں حصہ زکوٰۃ دی جائے گی علاوہ ازیں یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ سونے کے نصاب کے بارے میں جس قدر احادیث مروی ہیں سب ضعیف الاسناد ہیں اعلام

---

[1] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۲۰ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ۔

[2] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۹۲ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[3] حافظ جمال الدین ذیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۲ ص ۳۶۶ مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ۔

[4] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۲۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ۔

[5] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۹۳ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[6] امام ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۳ ص ۱۱۸ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ۔

نووی لکھتے ہیں:

ولیس فی الصحیح بیان نصاب الذهب وقد جاءت فیه احادیث بتحدید نصابه بعشرین مثقالا وهی ضعاف ولکن اجمع من یعتد به فی الاجماع[1]

احادیث صحیحہ میں سونے کے نصاب کا ذکر نہیں ہے۔ بعض احادیث میں سونے کا نصاب بیس مثقال سونا بیان کیا گیا ہے لیکن یہ سب ضعیف ہیں البتہ معتبر فقہاء اسلام کا اس امر پر اجماع ہے

اسی طرح نقد رقم، سونے چاندی، مال تجارت اور مویشیوں پر زکوٰۃ کے لیے حولان حول (سال گزرنے) کی شرط بھی فقہاء کے اتفاق سے ثابت ہے اور بعض احادیث جو ضعیف الاسناد ہیں ان میں بھی حولان حول کا ذکر ہے جن میں سے کچھ کا ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

نوٹ پر زکوٰۃ

سونے چاندی کا نصاب تو ہر دور میں اتفاقی اور واضح رہا ہے، جس زمانہ میں سونے چاندی کے سکے چلتے تھے اس وقت بھی صورت حال میں کوئی پیچیدگی نہ تھی پھر انگریزوں کے دور میں سونے کی اشرفیوں اور چاندی کے ڈھلے ہوئے سکوں کا رواج ہوا، اس کے بعد سونے کی اشرفیوں کی جگہ کاغذی نوٹوں نے لے لی اور چاندی کا ڈھلا ہوا روپیہ جو ایک تولے کا ہوتا تھا، چلتا رہا، جس کی بناء پر اس دور کے علماء نے باون روپوں کی نقد رقم کا نصاب قرار دیا کیونکہ باون روپے باون تولے چاندی کے برابر تھے، اس کے بعد چاندی کے ڈھلے ہوئے روپوں کا رواج بھی ختم ہو گیا، اور صرف کرنسی نوٹ باقی رہ گئے یا چاندی سونے کے علاوہ مختلف دھاتوں کے بنے ہوئے چھوٹے سکے، سوال یہ ہے کہ اب کتنی نقد رقم کو نصاب زکوٰۃ قرار دیا جائے؟ اگر کسی شخص کے پاس اتنے روپے ہوں جو سونے کے نصاب کو پہنچ جائیں، تب زکوٰۃ واجب ہو گی یا چاندی کے نصاب کو روپے پہنچ جائیں پھر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے؟ ظاہر ہے کہ چاندی کا نصاب سونے سے کم ہے کیونکہ مثلاً آج کل چاندی چالیس روپے تولہ ہے اور سونا تین ہزار روپے تولہ ہے اس لیے چاندی کے نصاب سے دو ہزار ایک سو پچاس روپے پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے اور سونے کے نصاب سے بائیس ہزار پانچ سو روپے پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور فقراء کے لیے زیادہ نفع بخش بات یہ ہے کہ روپوں کا نصاب زکوٰۃ چاندی کو قرار دیا جائے لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ کرنسی نوٹ پر حکومت وقت کی جو ضمانت درج ہوتی ہے وہ سونے کے عوض ہوتی ہے۔ اور بین الاقوامی طور پر کرنسی نوٹ ثمنیت کے اعتبار سے سونے کا بدل اور اس کے قائم مقام ہیں ان نوٹوں کی فی نفسہ اپنی ذات میں کوئی قیمت نہیں قیمت اس ضمانت اور گارنٹی کی ہے جو حکومت ان نوٹوں کے بدلے میں مہیا کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب حکومت کرنسی نوٹ کو منسوخ کر دے تو اس کی قیمت ایک

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۶ھ

پیسے کے برابر بھی نہیں رہتی خواہ وہ پانچ سو روپے کا نوٹ ہو۔ بین الاقوامی لین دین بھی عملاً سونے کی بجائے مستحکم اور مروجہ بین الاقوامی کرنسیوں میں ہوتا ہے جن کے پیچھے سونے کی ضمانت کارفرما ہوتی ہے اس لیے نوٹ سونے کے قائم مقام ہیں اور نوٹوں پر زکوٰۃ اسی وقت واجب ہوگی جب وہ سونے کے نصاب کو پہنچ جائیں اور انفع للفقراء کا اعتبار اس چیز میں کیا جاتا ہے جو سونے اور چاندی دونوں میں تبدیل ہو سکے جیسے تجارتی اشیاء برخلاف نوٹوں کے کیونکہ ان کے متعلق یہ ایک یقینی بات ہے کہ وہ سونے کا بدل اور اس کے قائم مقام ہیں۔ اس اعتراض کے جواب کے لیے شرح صحیح مسلم جلد رابع میں سود کی بحث ملاحظہ کریں۔

ٹیوب ویل وغیرہ سے سیراب ہونے والی زمینیں

حدیث شریف میں نصف عشر یعنی ۱/۲۰ حصہ زکوٰۃ ان زمینوں پر واجب ہے جن کو اونٹوں کے ذریعہ کنوؤں سے سیراب کیا جاتا ہو جن زمینوں کو ٹیوب ویل کے ذریعہ سیراب کیا جاتا ہے یا جن زمینوں کو سیراب کرنے کے لیے نہری پانی کا مالیہ یا لگان دینا پڑتا ہے چونکہ ان کی کاشت پر مشقت ہوتی ہے اس لیے یہ زمینیں بھی کنوؤں سے سیراب کی جانے والی زمینوں کے حکم میں ہیں اور ان پر بھی نصف عشر یعنی (۱/۲۰) بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔

زیورات پر زکوٰۃ امام مالک، امام احمد بن حنبل اور ایک قول میں امام شافعی کے نزدیک زیورات پر زکوٰۃ نہیں ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک زیورات پر زکوٰۃ ہے اور امام شافعی کا راجح قول بھی یہی ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

ظاہر مذہب یہ ہے کہ عورت کے زیورات پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ امام مالک اور امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے اور حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے سعید بن مسیب سعید بن جبیر، عطاء، مجاہد، عبداللہ بن شداد، جابر بن زید، ابن سیرین، میمون بن مہران، زہری، ثوری اور اصحاب رائے کا نظریہ یہ ہے کہ زیورات میں زکوٰۃ ہے۔ ۱؎

علامہ شیرازی شافعی لکھتے ہیں کہ امام شافعی نے اس مسئلہ میں استخارہ کیا اور یہ اختیار کیا کہ عورت کے زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے۔ علامہ شیرازی یہ بھی لکھتے ہیں کہ امام شافعی کا یہ نظریہ احادیث پر مبنی ہے۔ ۲؎

زیورات پر زکوٰۃ کے وجوب پر اولاً تو وہ عمومی احادیث ہیں جن سے سونے و چاندی میں زکوٰۃ ثابت ہے اور خصوصی احادیث حسب ذیل ہیں:

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان — عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا

۱؎ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۲ ص ۳۲۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۵ھ۔

۲؎ شیخ ابواسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع المجموع ج ۶ ص ۳۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

امرأة اتت رسول الله صلى الله عليه وسلم ومعها ابنة لها وفي يد ابنتها مسكتان غليظتان من ذهب فقال لها اتعطين زكوة هذا قالت لا قال ايسرك ان يسورك الله بهما يوم القيمة سوارين من نار فالقتهما الى النبي صلى الله عليه وسلم وقالت هما لله ولرسوله [1]

سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت آئی اور اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی جس کے ہاتھ میں سونے کے موٹے موٹے کنگن تھے آپ نے اس عورت سے کہا کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو اس عورت نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہیں ان کنگنوں کے بدلے میں آگ کے کنگن پہنا دے، اس نے وہ کنگن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ڈال دیے اور کہا یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔

امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے [2]۔
حافظ زیلعی لکھتے ہیں کہ ابن قطان نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ [3]۔

عن ام سلمة قالت كنت البس اوضاحا من ذهب فقلت يا رسول الله اكنز هو فقال ما بلغ ان تودى زكوته فزكى فليس بكنز [4]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سونے کے زیور پہنتی تھی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ بھی کنز (خزانہ) ہے۔ آپ نے فرمایا جو چیز مقدار زکوٰۃ کو پہنچ جائے اور اس کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے وہ کنز نہیں ہے۔

عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم فقال دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم فرأى فى يدى فتخات من ورق فقال ما هذا يا عائشة فقلت صنعتهن اتزين لك يا رسول الله قال اتؤدين زكاتهن قلت لا او ما شاء الله قال هو حسبك من النار [5]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ نے میرے ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھیاں دیکھ کر فرمایا: اے عائشہ یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے انہیں آپ کے لیے بطور سنگھار پہنا ہے! آپ نے فرمایا کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ میں نے کہا نہیں! یا جو اللہ تعالیٰ نے چاہا! آپ نے فرمایا: تمہیں جہنم کے لیے یہ انگوٹھیاں کافی ہیں۔

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۱۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ۔
[2] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔
[3] حافظ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۲ ص ۳۷۰، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ۔
[4] امام ابوداؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۱۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، طبع دوم ۱۴۰۵ھ۔
[5] " " "

مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں اس موضوع پر بکثرت آثار اور اقوال تابعین ہیں۔ ائمہ ثلاثہ کی طرف سے اس مسئلہ پر دلیل پیش کرتے ہوئے علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

قال احمد خمسة من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم یقولان لیس فی الحلی زکوٰۃ و یقولون زکاتہ عاریة ووجہ الاول ماروی عافیة بن ایوب عن اللیث بن سعد عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال لیس فی الحلی زکاۃ ولانہ مرصد لاستعمال مباح فلم تجب فیه الزکاۃ کالعوامل وثیاب القنیة۔ [1]

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ صحابہ کہتے تھے کہ زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہے اور زیورات کو عاریتاً دینا ہی ان کی زکوٰۃ ہے، نیز عافیہ بن ایوب لیث بن سعد سے وہ ابوالزبیر سے اور وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ علاوہ ازیں زیورات کو مباح استعمال کے لیے رکھا جاتا ہے اس لیے اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے جس طرح کام کاج کی چیزوں میں اور استعمال کے کپڑوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے ہماری پیش کردہ صحیح السند ابوداؤد کی روایت بھی ذکر کی ہے لیکن اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اور اگر پانچ صحابہ اس مسئلہ میں زکوٰۃ کے قائل نہیں تو پانچ سے زیادہ صحابہ اس مسئلہ میں وجوب زکوٰۃ کے قائل ہیں مثلاً حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت عمرو بن عاص، حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت زینب زوجہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور ان کی تعداد ان صحابہ سے زیادہ مسلم ہے جو زکوٰۃ کے قائل نہیں ہیں۔ علامہ ابن قدامہ نے اس سلسلے میں جن صحابہ کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں: حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہم، نیز یہ بھی قاعدہ ہے کہ جب حلت اور حرمت میں تعارض ہو تو ترجیح تحریم کو ہوتی ہے۔ ائمہ ثلاثہ کی دوسری دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت جابر سے مروی ہے اس پر بحث کرتے ہوئے حافظ زیلعی لکھتے ہیں:

قال البیهقی فی المعرفة ومایروی عافیة بن ایوب عن اللیث عن ابی الزبیر عن جابر مرفوعا لیس فی الحلی زکوٰۃ فباطل لا اصل له۔ [2]

امام بیہقی نے اپنی کتاب معرفت میں کہا عافیہ بن ایوب از لیث از ابی الزبیر از جابر جو حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی وہ باطل ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ نے اس مسئلہ میں جو کام کاج کی چیزوں پر قیاس کیا ہے وہ ظاہر ہے کہ احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں متروک ہے۔

یتیم کے مال پر زکوٰۃ میں مذاہب

احناف کے نزدیک نابالغ کی زمین پر عشر واجب ہے اور اس کے مال پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، کیونکہ عشر کا تعلق زمین کی پیداوار سے ہے، اور

[1] علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۳۲۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۵ھ۔
[2] حافظ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۲ ص ۳۷۴ مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ۔

اس میں عبادت کی ثانوی حیثیت ہے اور زکوٰۃ اصالۃً عبادت ہے اور نابالغ عبادت کا مکلف نہیں ہے۔ قاضی ابوالولید مالکی لکھتے ہیں: امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک یتیم کے مال پر زکوٰۃ واجب ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یتیم کی زمین پر عشر اور خراج ہے اور مال پر زکوٰۃ نہیں ہے[1] کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں سے قلم تکلیف اٹھا لیا گیا سونے والے سے حتیٰ کہ بیدار ہو جائے، بچہ سے حتیٰ کہ بالغ ہو جائے اور مجنون سے حتیٰ کہ اس کی عقل صحیح ہو جائے[2]۔

قرض کے زکوٰۃ سے مانع ہونے میں مذاہب

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں جب قرض تمام نصاب یا بعض نصاب کو شامل ہو تو جس قدر نصاب کو قرض محیط ہو گا اس مقدار سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی، نیز قرض کی وجہ سے صرف اموال باطنہ (سونا، چاندی، نقد رقوم اور اموال تجارت) سے زکوٰۃ ساقط ہو گی اگرچہ امام احمد سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ قرض کی وجہ سے اموال ظاہرہ (خود رو گھاس چرنے والے مویشی اور زرعی پیداوار) سے بھی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔

علامہ ابن قدامہ اس مسئلہ پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا کان لرجل الف درهم وعلیه الف درهم فلا زکوٰة علیه۔ "جب کسی شخص کے پاس ہزار درہم ہوں اور اس پر ہزار درہم قرض ہوں تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے" نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا صدقة الا عن ظهر غنی "صدقہ صرف غنی پر واجب ہے" اور مقروض شخص غنی نہیں ہے لہٰذا اس پر صدقہ واجب نہیں ہے اور سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان فرماتے تھے: "هذا شهر زکاتکم فمن کان علیه دین فلیؤده حتی تخرجوا زکاة اموالکم" وفی روایة "فمن کان علیه دین فلیقض دینه ولیزک بقیة ماله" "یہ تمہاری زکوٰۃ کی ادائیگی کا مہینہ ہے جس شخص پر قرض ہو وہ اس قرض کو ادا کرے تاکہ باقی مال کی زکوٰۃ دے سکے" اور ایک روایت میں ہے جس پر قرض ہے وہ اس قرض کو ادا کرے اور باقی مال کی زکوٰۃ ادا کرے" اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے یہ بات جماعت صحابہ کے سامنے کہی اور کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا، اس سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کا اس پر اتفاق تھا۔ نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں کہ مقروض خود اس بات کا محتاج ہے کہ اسے اس کا قرض ادا کرنے کے لیے زکوٰۃ دی جائے بلکہ مقروض کی حاجت فقیر سے زیادہ شدید ہے (قرآن مجید میں بھی مقروض کو مصارف زکوٰۃ میں شمار کیا گیا ہے (والغارمین توبہ: ۶۰ — از سعیدی) اور جو خود زکوٰۃ لینے کا محتاج ہے اس پر زکوٰۃ کا دینا کس طرح واجب ہو سکتا ہے؟[3]

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: شوافع کے اس مسئلہ میں تین قول ہیں (۱) مقروض پر مطلقاً زکوٰۃ واجب ہے

---

[1] قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد، ج ۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ دار الفکر، بیروت۔

[2] امام ابوداؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۴۸ مطبع مجتبائی پاکستان طبع ثانی ۱۴۰۵ھ۔

[3] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۲ ص ۳۴۳، ۳۴۲، ملخصاً مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ۔

(۲) مطلقاً زکوٰۃ واجب نہیں ہے (۳) اموال باطنہ (نقد رقم سونا، چاندی اور اموال تجارت) میں واجب نہیں ہے اور اموال ظاہرہ (خود رو گھاس کھانے والے مویشی اور زرعی پیداوار) میں واجب ہے۔

علامہ نووی اس مسئلہ پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اکثر و بیشتر علماء کہتے ہیں کہ مقروض کی اپنے مال پر ملک ضعیف ہے کیونکہ اس کے مال پر ایک مستحق کا حق مسلط ہے ثانیاً لکھتے ہیں: مقروض کے جس مال کا قرض خواہ مستحق ہے اس مال پر پہلے ہی زکوٰۃ فرض ہے جو قرض خواہ نے ادا کرنی ہے اگر ہم مقروض پر بھی زکوٰۃ لازم کر دیں تو ایک مال پر دو دفعہ زکوٰۃ ادا کرنا لازم آئے گی۔[۱]

قاضی ابو الولید مالکی لکھتے ہیں کہ اگر مال تجارت سے قرض ادا نہ ہو سکے تو نقد رقم پر زکوٰۃ نہیں ہے۔[۲]

علامہ ابو الحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: جس شخص کے مال پر قرض محیط ہو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔[۳]

میعادی قرض

علامہ بابرتی حنفی لکھتے ہیں: قرض عام ہے خواہ اللہ تعالیٰ کا ہو جیسے زکوٰۃ یا بندوں کا ہو جیسے قرض خریدی ہوئی چیز کی قیمت تلف شدہ چیز کا تاوان، زخموں کی دیت، عورت کا مہر، عام ازیں کہ نقد ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ قرض میعادی ہو یا غیر میعادی۔[۴] علامہ خوارزمی لکھتے ہیں کہ میعادی قرض کے زکوٰۃ سے مانع ہونے کے بارے میں امام ابو حنیفہ سے کوئی روایت نہیں ہے اور امام تمرتاشی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ میعادی قرض کے زکوٰۃ سے مانع ہونے یا نہ ہونے کے دونوں قول صحیح ہیں[۵] محیط سرخسی میں ہے کہ میعادی قرض زکوٰۃ سے مانع ہے۔ عالمگیری میں ہے کہ ظاہر مذہب پر یہی بات صحیح ہے[۶] بہار شریعت میں مانع نہ ہونے کو شامی کے حوالے سے صحیح لکھا ہے۔[۷] ہم نے اس مقام پر شامی کو دیکھا علامہ شامی نے اس مسئلہ میں اپنی کوئی رائے نہیں لکھی البتہ قہستانی کا قول نقل کیا ہے کہ مانع نہ ہونا صحیح ہے[۸] اہل علم اور فقہ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات سے مخفی نہیں ہے کہ قہستانی جب منفرد ہوں تو ان کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا اور فقہاء میں ان کا درجہ بہت ضعیف ہے۔ پھر علامہ سرخسی اور فتاویٰ عالمگیری کے مقابلہ میں قہستانی کے قول کا اعتبار کون کر سکتا ہے!

خیال رہے کہ یہ بحث اس قرض کے بارے میں ہے جو وجوب زکوٰۃ سے پہلے ہو اور جو قرض وجوب زکوٰۃ کے بعد ہو وہ بالاتفاق زکوٰۃ سے مانع نہیں ہے، اور جو قرض درمیان سال میں ہو امام محمد کے نزدیک مانع ہے اور

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب مع المجموع ج ۵ ص ۳۴۶، ۳۴۴ ملخصاً مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
۲۔ قاضی ابو الولید ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۷۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
۳۔ علامہ ابو الحسن علی بن عبد الجلیل مرغینانی حنفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۱۱۸، ۱۱۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔
۴۔ علامہ محمد بن محمد بابرتی متوفی ۷۸۶ھ، العنایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۱۱۶، ″ ″ ″
۵۔ علامہ شمس الدین خوارزمی، کفایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۱۱۸، ″ ″
۶۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالمگیری ج ۱ ص ۱۷۳، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔
۷۔ مولانا امجد علی، بہار شریعت ج ۵ ص ۲۳، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور۔
۸۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

امام ابو یوسف کے نزدیک مانع نہیں ہے۔[۱]

صنعتی اور کاروباری قرض

قرض کے متعلق اب تک فقہاء کرام کی جس قدر آراء اور ابحاث ہم نے ذکر کی ہیں ان سب کا تعلق نجی اور شخصی قرضوں سے ہے کاروباری قرضوں کا یہ حکم نہیں ہے۔ کاروباری ادارے حکومت اور بینکوں سے قرض لے کر صنعت یا کوئی منصوبہ قائم کرتے ہیں لیکن ان کی مصنوعات اور خام مال پر جو زکوٰۃ عائد ہوتی ہے وہ ان کے اس قرض کی وجہ سے ممنوع نہیں ہوگی جو ان کی صنعت یا ان کے منصوبہ پر محیط ہے کیونکہ اس صنعت اور منصوبہ کے علاوہ بھی ان کے پاس اتنا سرمایہ ہوتا ہے جو اس قرض کی ادائیگی کے لیے کافی ہے اور بالفرض اگر نہ ہو تو وہ صنعت اور منصوبہ خود اس قرض کی ادائیگی کی ضمانت ہے۔ ڈھائی فی صد زکوٰۃ سے بچنے کے لیے سرمایہ داروں کو غارمین کی صف میں داخل ہونے کے مکروہ حیلے سے گریز کرنا چاہیے۔

ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کے قرض

مکان تعمیر کرنے والے مکان کی ساکھ پر ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن سے قرض لے کر مکانات تعمیر کرتے ہیں جس کی بناء پر انہیں ماہانہ کچھ رقم ادا کرنی پڑتی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک شخصی اور نجی قرض ہے لیکن کیا اس قرض کی وجہ سے زکوٰۃ میں چھوٹ مل سکتی ہے؟ بالفرض ایک شخص کے پاس ایک لاکھ روپیہ ہے اور ایک لاکھ روپیہ اس پر ہاؤس بلڈنگ فنانس کا قرض ہے اور وہ اس سال یکمشت قرض ادا کرنا چاہتا ہے۔ اس صورت میں بلاشبہ اس سال اس پر زکوٰۃ لازم نہیں ہوگی لیکن اگر وہ یکمشت قرض ادا نہیں کر رہا اور مثلاً ہر ماہ پانچ سو روپیہ کٹا رہا ہے اور ہر بار سال پورا ہونے پر اپنے ایک لاکھ روپیہ پر یہ کہہ کر زکوٰۃ بچا لیتا ہے کہ وہ تو ایک لاکھ روپیہ کا مقروض ہے تو یہ زکوٰۃ سے گریز کے مترادف ہے اور اس صورت میں قرض ادائیگی زکوٰۃ سے شرعاً مانع نہیں ہے۔ کیونکہ قرض زکوٰۃ سے اس وقت مانع ہوتا ہے جب کوئی شخص قرض ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تب کہا جائے گا کہ پہلے قرض ادا کرو پھر زکوٰۃ کی سوچنا چاہیے حضرت عثمان نے فرمایا "جس شخص پر قرض ہے وہ پہلے قرض ادا کرے پھر باقی مال کی زکوٰۃ ادا کرے" اور جو شخص مال ہونے کے باوجود قرض ادا نہیں کر رہا اس کو زکوٰۃ بچانے کی بھی اجازت نہیں ہے عالمگیری میں ہے:

وذکر البزدوی فی شرح الجامع الکبیر قال مشائخنا رحمهم الله تعالی فی رجل علیه مهر مؤجل لامرأته وهو لا یرید اداءه لا یجعل مانعا من الزکوٰة لعدم المطالبة فی العادة وانه حسن ایضا کذا فی جواهر الفتاوی۔[۲]

علامہ بزدوی نے جامع کبیر کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ ہمارے مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا جس شخص پر اس کی عورت کا مہر میعادی قرض ہو اور وہ قرض کو ادا کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو یہ قرض زکوٰۃ سے مانع نہیں ہوگا کیونکہ عادتاً عورت مہر کا مطالبہ نہیں کرتی یہ قول حسن ہے۔ اسی طرح جواہر الفتاوی میں ہے۔

۱ـ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ، عالمگیری ج ۱ ص ۱۷۳ مطبوعہ مطبع کبری امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

۲ـ

عالمگیری کی یہ عبارت اگرچہ عورت کے مہر سے متعلق ہے لیکن اس کی علت یہ ہے کہ شوہر فی الفور مہر کی ادائیگی کا ارادہ نہیں کرتا اسی طرح جو شخص ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کو قرض کی ماہانہ اقساط ادا کر رہا ہے وہ بھی فی الفور قرض کی یکمشت رقم ادا کرنے کا ارادہ نہیں کر رہا، البتہ جتنے قرض کی رقم وہ ایک سال میں ادا کرتا ہے اتنی رقم اس سال میں زکوٰۃ سے مانع ہوگی دوسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح عادۃً عورت مہر کا مطالبہ نہیں کرتی اسی طرح فنانس کارپوریشن قرضدار سے رقم کا عادۃً مطالبہ نہیں کرتی۔ مطالبہ صرف اسی قدر رقم کا ہوتا ہے جو معاہدہ کے مطابق اسے ماہ بماہ ادا کرنی ہے۔ اس لیے مکمل رقم زکوٰۃ سے مانع نہیں ہوگی، لہٰذا جن صورتوں میں فنانس کارپوریشن کے قرض کو یکمشت ادا کرنے کا ارادہ نہیں کیا جاتا ان صورتوں میں وہ یکمشت رقم قرض سے مانع نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ

اگر کسی شخص نے کسی دوسرے شخص کو مقدار نصاب کے برابر رقم قرض دی اور اس پر سال گزر گیا ہے تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس مال پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے اور قرض خواہ پر لازم ہے کہ اس مال کی زکوٰۃ ادا کرے خواہ اس کو رقم وصول ہو یا نہ ہو اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس وقت تک زکوٰۃ لازم نہیں آتی جب تک قرض کی رقم وصول کر کے اس پر قبضہ نہ کرے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک قرض کی تین قسمیں ہیں، قوی، متوسط اور ضعیف۔ قوی اس قرض کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کو ایسا مال قرض دے جو اگر اس کے پاس رہتا تو وہ اس سے تجارت کر سکتا تھا، متوسط یہ ہے کہ کسی کو ایسی چیز قرض دے جس پر زکوٰۃ نہ ہو جیسے استعمال کے کپڑے۔ اور ضعیف وہ ہے جو کسی مال کا بدل نہ ہو جیسے مہر اور بدل خلع۔ قرض ضعیف میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس وقت تک زکوٰۃ لازم نہیں آتی جب تک رقم پر قبضہ کے بعد سال نہ گزر جائے [1]۔

پراویڈنٹ فنڈ ماہ بماہ مدت ملازمت میں لازمی طور پر کٹتا رہتا ہے اور اختتام ملازمت پر حکومت اس میں ایک معتدبہ اضافہ کر کے دے دیتی ہے۔ یہ فنڈ کی رقم درحقیقت خدمت کا معاوضہ اور اجرت ہے اور یہ اصطلاح میں قرض ضعیف ہے اس لیے اس پر اس وقت تک زکوٰۃ لازم نہیں آئے گی جب تک کہ اس پر ملازم کے قبضہ کے بعد سال نہ گزر جائے۔

پراویڈنٹ فنڈ پر اضافے کے سود ہونے یا نہ ہونے کا حکم

پراویڈنٹ فنڈ پر جو اضافہ کیا جاتا ہے بعض کمپنیاں اپنے طور پر بغیر کسی پیشگی معاہدہ کے مدت ملازمت ختم ہونے پر کل رقم کو دوگنا کر کے دے دیتی ہیں ایسی صورت میں یہ اضافہ بلاشبہ جائز ہے اور اس کو حق خدمت ہی تصور کیا جائے گا۔ حکومت کے ہاں یہ طریق کار ہے کہ حکومت ملازمین سے معلوم کرتی ہے کہ وہ پراویڈنٹ فنڈ پر سود (Interest) لیں گے یا نہیں، اگر وہ سود لیں تو حکومت بھی ہاؤس بلڈنگ فنانس اور دیگر مدات کے قرضوں میں ملازمین سے سود لیتی ہے اور اگر وہ سود نہ لیں تو حکومت بھی ان سے سود نہیں لیتی۔ ہم نے متعلقہ محکمہ سے ذاتی طور پر تحقیق کی ہے کہ تادم تحریر یہی صورت حال جاری ہے۔ اس لیے اس صورت میں پراویڈنٹ فنڈ پر جو سود (Interest) دیا جاتا ہے اس کو حق خدمت نہیں قرار دیا جا سکتا، پراویڈنٹ فنڈ کی رقم جو ملازم

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ۔ المبسوط ج ۲ ص ۱۹۵ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۰ھ۔

کی تنخواہ سے کاٹی جاتی ہے، ہر چند کہ اس پر ملازم کا قبضہ نہیں ہوتا لیکن وہ رقم چونکہ اس کی طے شدہ اجرت کا ایک حصہ ہے اور اس کے کٹنے سے ہی اس پر سود لگتا ہے اور اس کے کٹنے سے وہ رقم انشورنس میں منتقل ہو جاتی ہے اور وہ چاہے تو اس رقم کو بذریعہ عدالت جبراً حکومت سے وصول کر سکتا ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ رقم اس کی ملکیت ہے اور اس پر جو رقم سود کے عنوان سے زائد دی جائیگی وہ شرعاً سود ہوگی لیکن چونکہ تبضہ نہ ہونے کی وجہ سے پراویڈنٹ فنڈ پر ملازم کی بالفعل ملکیت مشکوک ہے اس وجہ سے سود کے عنوان سے اضافی طور پر دی جانی والی رقم سود کے مشابہ ہے اس لیے اس کا لینا مکروہ ہے۔ مفتی محمد شفیع کی زیر قیادت علماء دیوبند نے پراویڈنٹ فنڈ کے سلسلہ میں فتویٰ مرتب کیا ہے اور اس میں پراویڈنٹ فنڈ پر سود (Interest) کو حق خدمت ٹھہرا کر بلا کراہت جائز قرار دیا ہے۔[۱]

بَابُ[۲۷۶] زَكٰوةِ الْفِطْرِ

صدقہ فطر

۲۱۷۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا نَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ عَلَى النَّاسِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے سبب سے مسلمانوں پر ایک صاع (ساڑھے چار سیر) کھجور یا ایک صاع جو صدقہ فطر مقرر کیا، خواہ آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت۔

۲۱۷۵ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ أَوْ حُرٍّ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو صدقہ فطر مقرر کیا، خواہ آزاد ہو یا غلام چھوٹا ہو یا بڑا۔

۲۱۷۶ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَةَ رَمَضَانَ عَلَى الْحُرِّ وَالْعَبْدِ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ قَالَ فَعَدَلَ النَّاسُ بِهِ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر آزاد اور غلام اور ہر مرد اور عورت پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو صدقہ فطر مقرر فرمایا تھا اور لوگوں نے اس کے قائم مقام نصف صاع (سوا دو سیر) گندم کو کر لیا۔

[۱] مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ، پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ اور سود کا مسئلہ ص ۱۰۹ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی

۲۱۷۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِزَكٰوةِ الْفِطْرِ صَاعٍ مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعٍ مِّنْ شَعِيْرٍ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَجَعَلَ النَّاسُ عِدْلَهٗ مُدَّيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو صدقۂ فطر دیا جائے لوگوں نے دو مد (سوا دو سیر) گندم کو اس کے قائم مقام کر لیا۔

۲۱۷۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ اَبِيْ فُدَيْكٍ قَالَ اَنَا الضَّحَّاكُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ اَوْ رَجُلٍ اَوِ امْرَاَةٍ صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو صدقۂ فطر مقرر کیا ہے خواہ آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت چھوٹا ہو یا بڑا۔

۲۱۷۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ سَرْحٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ كُنَّا نُخْرِجُ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ اَقِطٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِيْبٍ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک صاع طعام یا ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع کشمش صدقۂ فطر ادا کیا کرتے تھے۔

۲۱۸۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا دَاوٗدُ يَعْنِي ابْنَ قَيْسٍ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُخْرِجُ اِذَا كَانَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ عَنْ كُلِّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ حُرٍّ اَوْ مَمْلُوْكٍ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ اَقِطٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِيْبٍ فَلَمْ نَزَلْ نُخْرِجُهٗ حَتّٰى قَدِمَ عَلَيْنَا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں موجود تھے اس وقت ہم ہر چھوٹے اور بڑے، آزاد اور غلام کی طرف سے ایک صاع طعام یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش صدقۂ فطر ادا کیا کرتے تھے۔ ہم یہ صدقۂ فطر اسی طرح ادا کیا کرتے تھے حتیٰ کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان حج یا عمرہ کے لیے آئے انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ میرا خیال ہے کہ شام کی گندم کا نصف صاع

مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا فَكَلَّمَ النَّاسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَكَانَ فِيمَا كَلَّمَ بِهِ النَّاسَ أَنْ قَالَ إِنِّي أَرَى أَنَّ مُدَّيْنِ مِنْ زَكَوتِهَا مِنْ سَمْرَاءِ الشَّامِ تَعْدِلُ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ وَأَخَذَ النَّاسُ بِذٰلِكَ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ فَأَمَّا أَنَا فَلَا أَزَالُ أُخْرِجُهُ كَمَا كُنْتُ أُخْرِجُهُ أَبَدًا مَا عِشْتُ ۔

ایک صاع کھجوروں کے برابر ہوگا پھر لوگوں نے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ حضرت ابو سعید خدری نے کہا میں اپنی پوری زندگی اسی طرح صدقہ فطر ادا کرتا رہوں گا جس طرح پہلے ادا کیا کرتا تھا۔

۲۱۸۱ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ أَخْبَرَنِي عِيَاضُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ كُنَّا نُخْرِجُ زَكٰوةَ الْفِطْرِ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِينَا عَنْ كُلِّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ حُرٍّ وَمَمْلُوكٍ مِنْ ثَلَاثَةِ أَصْنَافٍ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ فَلَمْ نَزَلْ نُخْرِجُهُ كَذٰلِكَ حَتّٰى كَانَ مُعَاوِيَةُ فَرَأَى أَنَّ مُدَّيْنِ مِنْ بُرٍّ تَعْدِلُ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ فَأَمَّا أَنَا فَلَا أَزَالُ أُخْرِجُهُ كَذٰلِكَ ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں موجود تھے اس وقت ہم ہر چھوٹے بڑے اور آزاد اور غلام کی طرف سے تین طرح صدقہ فطر ادا کیا کرتے تھے ایک صاع کھجور یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع جو، ہم یونہی صدقہ فطر ادا کیا کرتے رہے حتیٰ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دو مد (سوا دو سیر) گندم ایک صاع کھجور کے برابر ہیں۔ حضرت ابو سعید خدری نے کہا رہا میں تو میں اسی طرح صدقہ فطر دیا کروں گا جیسے پہلے دیتا رہا تھا۔

۲۱۸۲ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي ذُبَابٍ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ كُنَّا نُخْرِجُ زَكٰوةَ الْفِطْرِ مِنْ ثَلَاثَةِ أَصْنَافٍ الْأَقِطِ وَالتَّمْرِ وَالشَّعِيرِ ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم تین قسم سے صدقہ فطر دیا کرتے تھے پنیر، کھجور اور جو۔

۲۱۸۳ - وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ مُعَاوِيَةَ لَمَّا جَعَلَ نِصْفَ الصَّاعِ مِنَ الْحِنْطَةِ عَدْلَ صَاعٍ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ نے نصف صاع گندم کو ایک صاع کھجور کے برابر قرار دیا تھا تو میں نے اس کا انکار کیا اور کہا میں اسی طرح صدقہ فطر ادا کرتا رہوں گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ

مِنْ تَمْرٍ اَنْكَرَ ذٰلِكَ اَبُوْسَعِيْدٍ وَقَالَ لَا اُخْرِجُ فِيْهَا اِلَّا الَّذِيْ كُنْتُ اُخْرِجُ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِيْبٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ اَقِطٍ۔

علیہ وسلم کے عہد میں کیا کرتا تھا یعنی ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش یا ایک صاع جو یا ایک صاع پنیر۔

۲۱۸۴- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا اَبُوْ خَيْثَمَةَ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِزَكٰوةِ الْفِطْرِ اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ صدقہ فطر نماز عید کیلئے جانے سے پہلے ادا کیا جائے۔

۲۱۸۵- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ اَبِيْ فُدَيْكٍ قَالَ نَا الضَّحَّاكُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِاِخْرَاجِ زَكٰوةِ الْفِطْرِ اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ صدقہ فطر نماز عید کے لیے جانے سے پہلے ادا کیا جائے۔

صدقہ فطر کے حکم میں مذاہب

جمہور شافعیہ، جمہور مالکیہ[1] اور حنابلہ کے نزدیک صدقہ فطر فرض ہے، بعض شوافع اور بعض مالکیہ کے نزدیک صدقہ فطر سنت ہے۔ داؤد ظاہری کا بھی یہی آخری قول ہے[2] اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے[3] ائمہ ثلاثہ چونکہ فرض اور واجب میں فرق نہیں کرتے اس لیے وہ صدقہ فطر پر فرض اور واجب دونوں کا اطلاق کرتے ہیں، امام ابوحنیفہ کی نظر دقیق ہے وہ فرماتے ہیں کہ جس چیز کا لزوم قرآن مجید سے دلالت قطعیہ کے ساتھ ثابت ہو وہ فرض ہے اور جس چیز کا لزوم احادیث اور اخبار آحاد سے ثابت ہو وہ واجب ہے اور صدقہ فطر کا لزوم چونکہ احادیث سے ثابت ہے اس لیے وہ واجب ہے۔

امام شافعی کے نزدیک صدقہ فطر کے وجوب کا سبب رمضان ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کے وجوب کا سبب عید کا دن ہے حتیٰ کہ جو شخص عید کی صبح کو پیدا ہوا اس کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے، بعض علماء نے کہا چونکہ روزے میں کچھ کمی رہ جاتی ہے اور بحیثیت کمال روزہ نہیں رکھا جا سکتا اس کی تلافی کے لیے صدقہ فطر واجب ہے

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۱۲۴ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت۔

[2] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۳ ص ۵۱-۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

[4] علامہ ابوالحسن مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۲۱۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

لیکن یہ وجہ جامع نہیں ہے کیونکہ صدقہ فطر بچوں کی طرف سے بھی ادا کرنا واجب ہے حالانکہ وہ روزے کے مکلف نہیں ہیں، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عورت کی طرف سے اس کے خاوند پر صدقہ فطر واجب ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک خود عورت پر واجب ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ احادیث میں امام ابو حنیفہ کی تائید ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہر مرد اور عورت پر صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک صدقہ فطر ادا کرنا اس شخص پر واجب ہے جو عید کے دن صاحب نصاب ہو، امام شافعی کے نزدیک اس شخص پر واجب ہے جو عید کے دن کے علاوہ دوسرے دن بھی اپنے اور اپنے اہل و عیال کے کھانے پینے کی وسعت رکھتا ہو، امام احمد اور امام مالک کے نزدیک ہر مسلمان پر صدقہ فطر واجب ہے۔

گندم کے نصاب میں مذاہب

مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک صدقہ فطر میں دوسری اجناس کی طرح گندم سے بھی ایک صاع (ساڑھے چار سیر) صدقہ کرنا واجب ہے اور احناف کے نزدیک گندم سے صرف نصف صاع دینا واجب ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں:

صدقہ فطر میں ہر شخص کی طرف سے گندم اور انگوروں کے علاوہ ایک صاع ادا کرنا بالاجماع واجب ہے۔ امام شافعی، امام مالک اور جمہور کے نزدیک گندم اور انگوروں میں بھی ایک صاع صدقہ کرنا واجب ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام احمد کے نزدیک حضرت معاویہ کی روایت کی وجہ سے نصف صاع گندم دینا واجب ہے جمہور کی دلیل حضرت ابو سعید کی وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ: صاعا من طعام او صاعا من شعیر او صاعا من اقط او صاعا من زبیب ——— "ایک صاع طعام، ایک صاع جو ایک صاع پنیر یا ایک صاع کشمش"۔ وجہ دلالت یہ ہے کہ عرف حجاز میں طعام کا لفظ گندم کے ساتھ خاص ہے خاص طور پر جب طعام کا ذکر باقی اجناس کے ساتھ کیا گیا ہو دوسری وجہ یہ ہے کہ جب تمام اجناس کے ساتھ صاع کو واجب کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ صدقہ فطر میں معتبر صاع ہے [۲]۔

حضرت معاویہ کی حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ نووی لکھتے ہیں:

یہ وہ حدیث ہے جس پر امام ابو حنیفہ اور ان کے موافقین اعتماد کرتے ہیں اور جمہور اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ ایک صحابی کا قول ہے اور حضرت ابو سعید خدری نے ان کی مخالفت کی ہے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں زیادہ زمانہ گزارا ہے اور وہ آپ کے احوال سے زیادہ واقف ہیں اور خود حضرت معاویہ نے یہ تصریح کی ہے کہ انھوں نے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی نہیں ہے، صرف ان کی رائے ہے اس لیے حضرت ابو سعید خدری کی روایت پر عمل کرنا زیادہ اولیٰ ہے [۳]۔

نظریۂ احناف پر دلائل

علامہ نووی کا یہ کہنا کہ عرف حجاز میں طعام صرف گندم کے ساتھ خاص ہے محض ایک دعویٰ ہے جو بلا دلیل ہونے کی وجہ سے غیر مسموع ہے جبکہ بخاری کی صحیح روایت

---

[۱]. قاضی ابو الولید ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۲۰۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
[۲]. علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۳۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی طبع ثانی ۱۳۷۵ھ۔
[۳]. " " " شرح مسلم ج ۱ ص ۳۱۸

میں حضرت ابو سعید خدری نے طعام کی خود یہ تفسیر کی ہے:

عن ابی سعید قال کنا نخرج فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفطر صاعا من طعام قال ابو سعید وکان طعامنا الشعیر والزبیب والاقط والتمر [1]

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک صاع طعام صدقہ کرتے تھے، ابو سعید کہتے ہیں ہمارا طعام جو، کشمش، پنیر اور کھجوریں تھے۔

یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ جب باقی اجناس میں صاع ہے تو گندم میں بھی صاع ہوگا کیونکہ مقدار صدقہ منصوص ہے اس میں قیاس کا دخل نہیں ہے۔ نیز یہ کہنا صحیح ہے کہ یہ حضرت معاویہ کی رائے سے ثابت ہے۔ بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے نصف صاع گندم کی مقدار ثابت ہے:

امام ابو داؤد سند صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن ابی صعیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاع من بر او قمح علی کل اثنین صغیر او کبیر حر او عبد ذکر او انثی [2]

حضرت عبد اللہ بن ابی صعیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک صاع گندم دو آدمیوں کی طرف سے دیا جائے خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے، آزاد ہوں یا غلام، مرد ہوں یا عورت۔

اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد امام ابو داؤد نے ایک اور سند کے ساتھ بھی عبد اللہ بن ابی صعیر سے ایسی ہی روایت ذکر کی ہے۔

عن الحسن قال خطب ابن عباس فی آخر رمضان علی منبر البصرۃ فقال اخرجوا صدقۃ صومکم فکان الناس لم یعلموا فقال من ھھنا من اھل المدینۃ قوموا الی اخوانکم فعلموھم فانھم لا یعلمون فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذہ الصدقۃ صاعا من تمر او شعیر او نصف صاع من قمح علی کل حر او مملوک ذکر او انثی صغیر او کبیر [3]

حسن بصری کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے بصرہ میں آخر رمضان میں منبر پر خطبہ دیا اور فرمایا اپنے روزوں کا صدقہ دو، لوگ اس بات کو نہیں سمجھے آپ نے فرمایا یہاں شہر والوں میں ایک قوم ہے ان کو تعلیم دو کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صدقہ مقرر فرمایا ہے ایک صاع کھجور، یا صاع جو، یا نصف صاع گندم ہر آزاد یا غلام پر، ہر مرد اور عورت پر اور ہر چھوٹے اور بڑے پر۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث منادیا ینادی فی فجاج مکۃ الا ان زکوۃ الفطر واجبۃ علی کل مسلم علی کل ذکر و انثی، حر و عبد، و صغیر و کبیر

عمرو بن شعیب از والد خود اور وہ از جد خود روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی گلیوں میں ایک منادی والا بھیجا کہ سنو! ہر مسلمان پر صدقہ فطر واجب ہے، ہر مرد اور عورت پر، آزاد اور غلام پر، اور چھوٹے اور بڑے

[1] امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۵۔۲۰۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی طبع ثانی ۱۳۸۱ ھ

[2] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۲۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ ھ

[3] 〃 〃 〃 〃 ج ۱ ص ۲۲۹

مدان من قمح او صاع مما سواہ من الطعام ۔[۱] پر گندم کا نصف صاع اور باقی چیزوں سے صاع۔

امام دار قطنی نے ایک اور سند سے بھی یہ روایت ذکر کی ہے[۲]۔

عن ابن عباس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ امر بزکاۃ الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعیر او مدین من قمح علی کل حاضر وباد صغیر وکبیر، حر وعبد ۔[۳]

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا۔ ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو یا نصف صاع گندم ہر شہری اور دیہاتی پر، ہر چھوٹے اور بڑے پر اور ہر آزاد اور غلام پر۔

عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: صدقۃ الفطر صاع من تمر او صاع من شعیر او مدان من حنطۃ عن کل صغیر وکبیر حر وعبد ۔[۴]

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو یا نصف صاع گندم ہے۔ جو ہر چھوٹے اور بڑے اور ہر آزاد اور غلام کی طرف سے ہے۔

عن ثعلبۃ بن صعیر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ادوا صدقۃ الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعیر او نصف صاع من بر، عن کل صغیر او کبیر ذکر او انثی حر او عبد ۔[۵]

حضرت ثعلبہ بن صعیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ فطر، کھجور سے ایک صاع یا جو سے ایک صاع یا گندم سے نصف صاع ادا کرو ہر چھوٹے یا بڑے، ہر مرد یا عورت، ہر آزاد یا غلام کی طرف سے۔

ان احادیث کثیرہ کے ملاحظہ کرنے کے بعد یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ صرف حضرت امیر معاویہ کی رائے کی بات نہیں ہے۔ ثانیاً بخاری شریف میں ہے جب حضرت امیر معاویہ نے نصف صاع گندم کا مسئلہ بیان کیا تو لوگوں نے اس پر عمل کیا اور وہ "لوگ" صحابہ کرام اور اخیار تابعین تھے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ نصف صاع گندم دینا حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابن مسعود، حضرت جابر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن الزبیر، حضرت ابن عباس حضرت معاویہ، حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق کا مذہب تھا اور تابعین میں سے سعید بن مسیب، عطا، مجاہد، سعید بن جبیر، عمر بن عبد العزیز، طاؤس، نخعی، شعبی، علقمہ، اسود، عروہ، ابی سلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف، ابو قلابہ، عبد الملک بن محمد

---

[۱] ۔ امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۱۴۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[۲] ۔ " " " " ج ۲ ص ۱۴۲ "

[۳] ۔ " " " " ج ۲ ص ۱۴۳ "

[۴] ۔ " " " " " "

[۵] ۔ " " " " ج ۲ ص ۱۴۷ "

وغیرہم کا مسلک تھا۔ [1]

بَابُ ۲۷ اِثْمِ مَانِعِ الزَّكٰوةِ

۲۱۸۶۔ حَدَّثَنِيْ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا حَفْصٌ يَعْنِي ابْنَ مَيْسَرَةَ الصَّنْعَانِيَّ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ اَنَّ اَبَا صَالِحٍ ذَكْوَانَ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَّلَا فِضَّةٍ لَا يُؤَدِّيْ مِنْهَا حَقَّهَا اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ فَاُحْمِيَ عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَيُكْوٰى بِهَا جَنْبُهُ وَجَبِيْنُهُ وَظَهْرُهُ كُلَّمَا رُدَّتْ اُعِيْدَتْ لَهُ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيَرٰى سَبِيْلَهُ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْاِبِلُ قَالَ وَلَا صَاحِبُ اِبِلٍ لَا يُؤَدِّيْ مِنْهَا حَقَّهَا وَمِنْ حَقِّهَا حَلَبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ اَوْفَرَ مَا كَانَتْ لَا يَفْقِدُ مِنْهَا فَصِيْلًا وَّاحِدًا تَطَؤُهُ بِاَخْفَافِهَا وَتَعَضُّهُ بِاَفْوَاهِهَا كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ اُوْلَاهَا رُدَّ عَلَيْهِ اُخْرَاهَا فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيَرٰى سَبِيْلَهُ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ قَالَ وَلَا صَاحِبُ بَقَرٍ وَّلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّيْ مِنْهَا حَقَّهَا اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ لَا يَفْقِدُ مِنْهَا شَيْئًا لَيْسَ فِيْهَا عَقْصَاءُ وَلَا جَلْحَاءُ وَلَا عَضْبَاءُ تَنْطَحُهُ

زکوٰۃ نہ دینے کا گناہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سونا یا چاندی رکھتا ہو اور اس کا حق (زکوٰۃ) نہ ادا کرے قیامت کے دن اس کیلئے آگ کی چٹانوں کے پترے بنائے جائینگے اور جہنم کی آگ سے اس کو تپایا جائیگا اور اس کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ کو اس کے ساتھ داغا جائیگا، ایک بار یہ عمل کرنے کے بعد دوبارہ لوٹایا جائے گا، جو دن پچاس ہزار سال کے برابر ہے اس دن یہ عمل مسلسل ہوتا رہے گا، با لآخر جب تمام لوگوں کے فیصلے ہو جائیں گے تو اسے جنت یا جہنم کا راستہ دکھا دیا جائے گا، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! اونٹ والوں کا کیا ہو گا؟ فرمایا جو اونٹ والا اونٹوں کا حق ادا نہیں کریگا اور اونٹوں کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ پانی پلانے کے دن اونٹنیوں کا دودھ دوہ کر غریبوں کو پلایا جائے (ان کی زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کو) قیامت کے دن ایک ہموار زمین پر اوندھا لٹا دیا جائیگا اس وقت وہ اونٹ آئیں گے درآں حالیکہ وہ بہت فربہ ہوں گے اور ان میں سے کوئی بچہ تک کم نہیں ہو گا وہ اس شخص کو اپنے کھروں سے روندیں گے اور اپنے منہ سے کاٹیں گے ان کا ایک ریوڑ گزر جائیگا تو دوسرا آ جائیگا پچاس ہزار سال کے برابر دن میں یہ سلسلہ یونہی جاری رہیگا، حتیٰ کہ جب لوگوں کے فیصلے ہو جائیں گے تو اسے جنت یا جہنم کا راستہ دکھا دیا جائیگا، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! گائے اور بکریوں والوں کا کیا حال ہو گا؟ فرمایا جو گائے اور بکریوں والا ان کا حق (زکوٰۃ) ادا نہیں

---

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۱۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

بِقُرُوْنِهَا وَتَطَؤُهُ بِاَظْلَافِهَا كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أُوْلَاهَا
رُدَّ عَلَيْهِ اُخْرَاهَا فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ
اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيُرٰى سَبِيْلُهُ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَ
اِمَّا اِلَى النَّارِ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْخَيْلُ قَالَ
اَلْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ هِيَ لِرَجُلٍ وِزْرٌ وَهِيَ لِرَجُلٍ سِتْرٌ
وَهِيَ لِرَجُلٍ اَجْرٌ فَاَمَّا الَّتِيْ هِيَ لَهُ وِزْرٌ فَرَجُلٌ
رَبَطَهَا رِيَآءً وَّفَخْرًا وَّنِوَآءً عَلٰى اَهْلِ الْاِسْلَامِ
فَهِيَ لَهُ وِزْرٌ وَاَمَّا الَّتِيْ هِيَ لَهُ سِتْرٌ فَرَجُلٌ
رَبَطَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِيْ
ظُهُوْرِهَا وَلَا رِقَابِهَا فَهِيَ لَهُ سِتْرٌ وَاَمَّا الَّتِيْ
هِيَ لَهُ اَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لِاَهْلِ
الْاِسْلَامِ فِيْ مَرْجٍ اَوْ رَوْضَةٍ فَمَا اَكَلَتْ مِنْ ذٰلِكَ
الْمَرْجِ اَوِ الرَّوْضَةِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا كُتِبَ لَهُ
عَدَدَ مَا اَكَلَتْ حَسَنَاتٌ وَّكُتِبَ لَهُ
عَدَدَ اَرْوَاثِهَا وَاَبْوَالِهَا حَسَنَاتٌ وَّلَا
تَقْطَعُ طِوَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا اَوْ شَرَفَيْنِ اِلَّا
كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ عَدَدَ اٰثَارِهَا وَاَرْوَاثِهَا حَسَنَاتٍ
وَّلَا مَرَّ بِهَا صَاحِبُهَا عَلٰى نَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَا
يُرِيْدُ اَنْ يَّسْقِيَهَا اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ عَدَدَ مَا شَرِبَتْ
حَسَنَاتٍ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْحُمُرُ قَالَ
مَا اُنْزِلَ عَلَيَّ فِي الْحُمُرِ شَيْءٌ اِلَّا هٰذِهِ الْاٰيَةُ
الْفَاذَّةُ الْجَامِعَةُ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ
خَيْرًا يَّرَهُ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا
يَّرَهُ۔

کرے گا قیامت کے دن چٹیل میدان میں اسے
منہ کے بل گرایا جائے گا۔ تمام گائے .....
اور بکریاں اس کو اپنے کھروں سے روندیں گی اور اس کو
سینگوں سے ماریں گی، اس روز ان میں کوئی اُلٹے سینگوں
والی ہو گی نہ بغیر سینگوں والی نہ ٹوٹے ہوئے سینگوں
والی ایک ریوڑ گزرنے کے بعد فوراً دوسرا ریوڑ آجائیگا
اور پچاس ہزار سال کے برابر دن میں یونہی ہوتا رہے
گا، حتیٰ کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائیگا پھر اسے
جنت یا دوزخ کا راستہ دکھا دیا جائیگا، عرض کیا گیا یا رسول
اللہ! گھوڑوں والوں کا کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا گھوڑوں
کی تین قسمیں ہیں۔ گھوڑے مالک کے لیے بوجھ ہوتے
ہیں، مالک کے لیے ستر ہوتے ہیں اور مالک کے
لیے اجر ہوتے ہیں۔ بوجھ وہ گھوڑے ہوتے ہیں
جس کو مالک نے دکھلاوے، فخر اور مسلمانوں کو ایذا
پہنچانے کے لیے رکھا ہوا ہے گھوڑے مالک کے
لیے بوجھ کا باعث ہیں اور مالک کے لیے ستر وہ گھوڑے
ہیں جنہیں مالک نے راہ خدا میں باندھا ہو پھر وہ ان
حقوق کو نہ بھولا ہو جو گھوڑوں کی پیٹھوں اور گردنوں
سے وابستہ ہیں، یہ گھوڑے مالک کے لیے ستر کا
باعث ہیں اور جو گھوڑے مالک کے لیے اجر ہیں یہ
وہ ہیں جن کو مالک نے راہ خدا میں مسلمانوں کے لیے
باندھا ہو۔ کسی چراگاہ یا باغ میں، یہ گھوڑے چراگاہ
یا باغ سے جو کچھ کھائیں گے یا پیشاب اور لید کریں گے
اس کے برابر مالک کی نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور اگر
گھوڑے رسی تڑا کر ایک یا دو ٹیلوں کا چکر لگائیں تو
اللہ تعالیٰ ان کے قدموں کے نشانات اور لید کے برابر
مالک کے لیے نیکیاں لکھ دے گا، اور اگر مالک گھوڑوں
کو لیکر نہر پر سے گزرے اور بغیر ارادہ کے بھی گھوڑے
پانی پی لیں تو اس پانی کے برابر اللہ تعالیٰ مالک کی

نیکیاں لکھ دیگا عرض کیا گیا یا رسول اللہ گدھوں کے بارے میں کیا حکم ہے فرمایا گدھوں کے بارے میں مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا البتہ یہ جامع آیت ہے: (ترجمہ) جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اس کی جزا دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی اس کی سزا پائے گا۔

۲۱۸۷ - وَحَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى الصَّدَفِيُّ قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ ابْنِ اَسْلَمَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ حَفْصِ ابْنِ مَيْسَرَةَ اِلٰى اٰخِرِهٖ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ مَا مِنْ صَاحِبِ اِبِلٍ لَّا يُؤَدِّيْ حَقَّهَا وَلَمْ يَقُلْ مِنْهَا حَقَّهَا وَذَكَرَ فِيْهِ لَا يَفْقِدُ مِنْهَا فَصِيْلًا وَّاحِدًا وَقَالَ يُكْوٰى بِهَا جَنْبَاهُ وَجَبْهَتُهٗ وَظَهْرُهٗ۔

روایت سابقہ کی طرح زید بن اسلم سے روایت ہے لیکن الفاظ حدیث میں فرق ہے اس روایت میں مامن صاحب ابل لایؤدی حقھا ہے منھا حقھا نہیں ہے اور اس میں ہے لایفقد منھا فصیلا واحدا اور یکوی بھا جنباہ وجبھتہ وظھرہ ہے۔

۲۱۸۸ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْاُمَوِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ الْمُخْتَارِ قَالَ نَا سُهَيْلُ بْنُ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ صَاحِبِ كَنْزٍ لَا يُؤَدِّيْ زَكٰوتَهٗ اِلَّا اُحْمِيَ عَلَيْهِ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَيُجْعَلُ صَفَائِحَ فَتُكْوٰى بِهَا جَنْبَاهُ وَجَبِيْنُهٗ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَ عِبَادِهٖ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ثُمَّ يُرٰى سَبِيْلُهٗ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ وَمَا مِنْ صَاحِبِ اِبِلٍ لَّا يُؤَدِّيْ زَكٰوتَهَا اِلَّا بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ كَاَوْفَرِ مَا كَانَتْ تَسْتَنُّ عَلَيْهِ كُلَّمَا مَضٰى عَلَيْهِ اُخْرٰهَا رُدَّتْ عَلَيْهِ اُوْلٰهَا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَ عِبَادِهٖ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ثُمَّ يُرٰى سَبِيْلُهٗ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ وَمَا مِنْ صَاحِبِ غَنَمٍ لَّا يُؤَدِّيْ زَكٰوتَهَا اِلَّا بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صاحب خزانہ اپنے خزانہ کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا اس کے خزانہ کو نار جہنم میں گرم کر کے صاحب خزانہ کے پہلوؤں اور پیشانی کو داغا جائے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس دن اپنے بندوں کا فیصلہ فرمائے جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا پھر وہ شخص اپنا راستہ دیکھ لیگا جو یا جنت کی طرف ہوگا یا جہنم کی طرف۔ اور جو اونٹ والا اونٹوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا اس کو چٹیل میدان میں گرا دیا جائیگا اور انتہائی فربہ جسم میں اس کے اونٹ ظاہر ہوکر اس کو روندتے ہوئے گزر جائیں گے۔ ایک ریوڑ کے بعد دوسرا ریوڑ روندتا ہوا گزر جائیگا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس دن اپنے بندوں کا فیصلہ فرمائے جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا پھر وہ اپنا راستہ دیکھ لے گا جو یا جنت کی طرف ہوگا یا جہنم کی طرف۔ اور جو بکریوں والا بکریوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا اس کو چٹیل میدان میں گرا دیا جائیگا اور انتہائی

كَأَوْفَرِ مَا كَانَتْ تَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا وَتَنْطِحُهُ بِقُرُونِهَا لَيْسَ فِيهَا عَقْصَاءُ وَلَا جَلْحَاءُ كُلَّمَا مَضَى عَلَيْهِ أُخْرَاهَا رُدَّتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا حَتَّى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَ عِبَادِهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ ثُمَّ يُرَى سَبِيلُهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ قَالَ سُهَيْلٌ فَلَا أَدْرِي أَذَكَرَ الْبَقَرَ أَمْ لَا قَالُوا فَالْخَيْلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الْخَيْلُ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ أَوْ قَالَ الْخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا قَالَ سُهَيْلٌ أَنَا أَشُكُّ الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ فَهِيَ لِرَجُلٍ أَجْرٌ وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ وَلِرَجُلٍ وِزْرٌ فَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ أَجْرٌ فَالرَّجُلُ يَتَّخِذُهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَيُعِدُّهَا لَهُ فَلَا تُغَيِّبُ شَيْئًا فِي بُطُونِهَا إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ أَجْرًا وَلَوْ رَعَاهَا فِي مَرْجٍ مَا أَكَلَتْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِهَا أَجْرًا وَلَوْ سَقَاهَا مِنْ نَهْرٍ كَانَ لَهُ بِكُلِّ قَطْرَةٍ تُغَيِّبُهَا فِي بُطُونِهَا أَجْرٌ حَتَّى ذَكَرَ الْأَجْرَ فِي أَبْوَالِهَا وَأَرْوَاثِهَا وَلَوِ اسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ كُتِبَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ تَخْطُوهَا أَجْرٌ وَأَمَّا الَّذِي هِيَ لَهُ سِتْرٌ فَالرَّجُلُ يَتَّخِذُهَا تَكَرُّمًا وَتَجَمُّلًا وَلَا يَنْسَى حَقَّ ظُهُورِهَا وَبُطُونِهَا فِي عُسْرِهَا وَيُسْرِهَا وَأَمَّا الَّذِي هِيَ عَلَيْهِ وِزْرٌ فَالَّذِي يَتَّخِذُهَا أَشَرًا وَبَطَرًا وَبَذَخًا وَرِيَاءَ النَّاسِ فَذَاكَ الَّذِي هِيَ عَلَيْهِ وِزْرٌ قَالُوا فَالْحُمُرُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ فِيهَا شَيْئًا إِلَّا هَذِهِ الْآيَةَ الْجَامِعَةَ الْفَاذَّةَ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ

فربہ جسم میں اس کی بکریاں ظاہر ہو کر اس کو اپنے کھروں سے روندتی ہوئی چلی جائیں گی اور سینگوں سے اس کو ماریں گی جب بکریوں کا ایک ریوڑ اس کو روندتے ہوئے گزر جائیگا تو دوسرا ریوڑ آ جائیگا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس دن اپنے بندوں کا فیصلہ کر لے جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا پھر وہ شخص اپنا راستہ دیکھ لیگا یا جنت کی طرف یا جہنم کی طرف سہیل (راوی) کہتے ہیں میں نہیں جانتا کہ گایوں کا ذکر کیا یا نہیں؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور گھوڑوں کے بارے میں؟ آپ نے فرمایا گھوڑوں کی پیشانی سے قیامت تک خیر وابستہ رہے گی اور فرمایا گھوڑے تین قسم کے ہوتے ہیں وہ کسی شخص کے لیے اجر ہوتے ہیں کسی شخص کے لیے ستر ہوتے ہیں اور کسی شخص کے لیے بوجھ ہوتے ہیں، جو گھوڑے اجر ہوتے ہیں یہ وہ ہیں جن کو آدمی راہ خدا کے لیے تیار رکھتا ہے ان گھوڑوں کے پیٹ میں جو کچھ بھی جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اجر لکھ دیتا ہے وہ اس کو جس چراگاہ میں چراتا ہے اور وہ اس میں جو کچھ چرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکا اجر لکھ دیتا ہے اگر وہ اسکو کسی دریا سے پانی پلائے تو اس کے پیٹ میں پانی کا جو قطرہ بھی جاتا ہے اس کا اجر ملتا ہے حتیٰ کہ فرمایا اس کے پیشاب اور لید کی وجہ سے بھی اجر ملتا ہے اگر یہ گھوڑے ایک یا دو ٹیلوں کا چکر لگائیں تو ان کے ہر قدم سے اجر ملتا ہے اور جو گھوڑے جو ستر ہیں وہ یہ ہیں جنھیں کوئی شخص اپنے ٹھاٹھ باٹھ اور رعب داب کے لیے رکھتا ہے مگر وہ شخص تنگی اور فراخی میں ان حقوق کو نہیں بھولتا جو گھوڑوں کی پیٹھوں اور پیٹوں کے ساتھ وابستہ ہیں اور وہ گھوڑے جو بوجھ ہیں وہ یہ ہیں جن کو مالک نے غرور، تکبر، دکھلاوے اور اتراہٹ کے لیے رکھا ہو، یہ وہ گھوڑے ہیں جو مالک کے لیے سبب وبال ہوتے ہیں صحابہ نے

شَرًّا يَرَهُ .

پوچھا: یا رسول اللہ گدھوں کے بارے میں؟ آپ نے فرمایا ان کے بارے میں مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا مگر یہ آیت جو سب کو شامل ہے (ترجمہ) جس شخص نے ایک ذرہ کے برابر نیکی کی وہ اس کی جزا پائے گا اور جس شخص نے ایک ذرہ کے برابر برائی کی وہ اس کی سزا پائے گا۔

٢١٨٩ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنْ سُهَيْلٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ .

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت منقول ہے۔

٢١٩٠ - وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَزِيعٍ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ نَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ بَدَلَ عَقْصَاءُ عَضْبَاءُ وَقَالَ فَيُكْوٰى بِهَا جَنْبُهُ وَظَهْرُهُ وَلَمْ يَذْكُرْ جَبِينَهُ .

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے لیکن اس میں خمیدہ سینگوں کے بجائے شکستہ سینگوں والی بکری کا ذکر ہے اور پیشانی کا ذکر نہیں ہے۔ اور پہلو اور پشت کے داغے جانے کا ذکر ہے۔

٢١٩١ - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا لَمْ يُؤَدِّ الْمَرْءُ حَقَّ اللّٰهِ أَوِ الصَّدَقَةَ فِي إِبِلِهِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ .

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگر آدمی اللہ تعالیٰ کے اس حق کو ادا نہ کرے جو اونٹوں میں واجب ہے یا اونٹوں کا صدقہ نہ دے۔ باقی روایت حسب سابق ہے۔

٢١٩٢ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ صَاحِبِ إِبِلٍ لَا يَفْعَلُ فِيهَا حَقَّهَا إِلَّا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَكْثَرَ مَا كَانَتْ قَطُّ وَقَعَدَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ تَسْتَنُّ عَلَيْهِ بِقَوَائِمِهَا وَأَخْفَافِهَا وَلَا صَاحِبِ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اونٹوں والا اونٹوں کا حق ادا نہیں کرے گا قیامت کے دن اس کے اونٹ اصل تعداد سے بڑھ کر آئیں گے اور ان کے سامنے چٹیل میدان میں مالک کو بٹھا دیا جائے گا اور اونٹ اس کو اپنی ٹانگوں اور کھروں سے روندتے ہوئے گزریں گے۔ اور جو گائے والا گائے کا حق ادا نہیں کرے گا قیامت کے دن وہ گائیں اصل تعداد سے بڑھ کر آئیں گی چٹیل میدان میں ان کے سامنے مالک کو بٹھایا جائیگا اور وہ اس کو سینگوں

بَقَرٍ لَا يَفْعَلُ فِيْهَا حَقَّهَا اِلَّا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَكْثَرَ مَا كَانَتْ وَقَعَدَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ تَنْطِحُهُ بِقُرُوْنِهَا وَتَطَؤُهُ بِاَظْلَافِهَا وَلَا صَاحِبِ غَنَمٍ لَا يَفْعَلُ فِيْهَا حَقَّهَا اِلَّا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَكْثَرَ مَا كَانَتْ وَقَعَدَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ تَنْطِحُهُ بِقُرُوْنِهَا وَتَطَؤُهُ بِاَظْلَافِهَا لَيْسَ فِيْهَا جَمَّاءُ وَلَا مُنْكَسِرٌ قَرْنُهَا وَلَا صَاحِبِ كَنْزٍ لَا يَفْعَلُ فِيْهِ حَقَّهُ اِلَّا جَاءَ كَنْزُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ يَتْبَعُهُ فَاتِحًا فَاهُ فَاِذَا اَتَاهُ فَرَّ مِنْهُ فَيُنَادِيْهِ خُذْ كَنْزَكَ الَّذِیْ خَبَاْتَهُ فَاَنَا عَنْهُ غَنِیٌّ فَاِذَا رَاٰی اَنْ لَّا بُدَّ مِنْهُ سَلَكَ يَدَهُ فِیْ فِيْهِ فَيَقْضَمُهَا قَضْمَ الْفَحْلِ قَالَ اَبُو الزُّبَيْرِ سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُوْلُ هٰذَا الْقَوْلَ ثُمَّ سَاَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ مِثْلَ قَوْلِ عُبَيْدٍ وَقَالَ اَبُو الزُّبَيْرِ سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُوْلُ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَقُّ الْاِبِلِ قَالَ حَلَبُهَا عَلَی الْمَاءِ وَاِعَارَةُ دَلْوِهَا وَاِعَارَةُ فَحْلِهَا وَمَنِيْحَتُهَا وَحَمْلٌ عَلَيْهَا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

٢١٩٣۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِیْ قَالَ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ اَبِی الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ صَاحِبِ اِبِلٍ وَّلَا بَقَرٍ وَّلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّیْ حَقَّهَا اِلَّا اُقْعِدَ لَهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِقَاعٍ قَرْقَرٍ تَطَؤُهُ ذَاتُ الظِّلْفِ بِظِلْفِهَا وَتَنْطَحُهُ ذَاتُ الْقَرْنِ بِقَرْنِهَا

سے مارتی ہوئی اور پیروں سے کچلتی ہوئی گزر جائیں گی۔ اور جو بکریوں والا بکریوں کا حق ادا نہیں کریگا وہ بکریاں قیامت کے دن اصل تعداد سے بڑھ کر آئیں گی چٹیل میدان میں مالک کو بٹھایا جائے گا اور وہ اس کو سینگوں سے مارتی ہوئی اور کھروں سے روندتی ہوئی چلی جائیں گی اس روز ان میں نہ کوئی بغیر سینگ کے ہوگی نہ سینگ ٹوٹی ہوئی اور جو صاحب خزانہ خزانے میں سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کریگا تو قیامت کے دن اس کا خزانہ گنجے سانپ کی شکل میں منہ کھولے اس کے پیچھے دوڑے گا مالک خزانہ بھاگے گا تو ایک منادی آواز دے کر کہے گا اپنا خزانہ لے لو انہیں اس کی ضرورت نہیں ہے جب مالک خزانہ کو کوئی چارۂ کار نظر نہیں آئیگا تو وہ سانپ نما خزانے کے منہ میں ہاتھ ڈال دے گا اور سانپ اونٹ کی طرح اس کو چبائے گا ابو الزبیر (راوی) کہتے ہیں کہ ہم نے عبید بن عمیر سے سنا وہ اسی طرح بیان کرتے تھے پھر ہم نے حضرت جابر سے پوچھا تو انھوں نے عبید بن عمیر کی طرح بیان کیا، ابو الزبیر کہتے ہیں کہ میں نے عبید بن عمیر سے سنا ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! اونٹ کا کیا حق ہے فرمایا پانی (پلانے کے موقع) پر اس کا دودھ دوہ لینا (تاکہ لوگ پئیں) اور ڈول (کے ذریعہ پانی نکالنے کے واسطے اونٹ) کو دینا اور نر اونٹ کو جفتی کے لیے عاریۃً دینا اور اونٹنی کو دودھ پینے کے لیے دینا اور راہ خدا میں اس پر لوگوں کو مال لادنا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اونٹوں یا گائیوں یا بکریوں والا ان کا حق ادا نہیں کریگا قیامت کے دن اسے ہموار چٹیل میدان میں بٹھایا جائیگا کھروں والے جانور اسے اپنے کھروں سے پامال کریں گے اور سینگوں والے جانور اسے سینگوں سے ماریں گے، اس دن ان جانوروں میں کوئی بے سینگ ہوگا نہ شکستہ سینگ۔ ہم نے عرض کیا:

لَيْسَ فِيهَا يَوْمَئِذٍ جَمَّاءُ وَلَا مَكْسُورَةُ الْقَرْنِ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا حَقُّهَا قَالَ إِطْرَاقُ فَحْلِهَا وَإِعَارَةُ دَلْوِهَا وَمَنِيحَتُهَا وَحَلَبُهَا عَلَى الْمَاءِ وَحَمْلٌ عَلَيْهَا فِي سَبِيلِ اللهِ وَلَا مِنْ صَاحِبِ مَالٍ لَا يُؤَدِّي زَكَاتَهُ إِلَّا تَحَوَّلَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ يَتْبَعُ صَاحِبَهُ حَيْثُمَا ذَهَبَ وَهُوَ يَفِرُّ مِنْهُ وَيُقَالُ هَذَا مَالُكَ الَّذِي كُنْتَ تَبْخَلُ بِهِ فَإِذَا رَأَى أَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْهُ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي فِيهِ فَجَعَلَ يَقْضَمُهَا كَمَا يَقْضَمُ الْفَحْلُ۔

یا رسول اللہ! ان کا حق کیا ہے؟ فرمایا نروں کو عاریۃً دینا اور ڈول دے (پانی نکالنے کے لیے ان کو) دینا اور پانی پلاتے وقت ان کا دودھ دوہنا تاکہ کچھ دودھ غربا کو مل جائے اور راہِ خدا میں ان پر کسی کو سوار کرنا اور جو مالدار مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا تو قیامت کے دن اس کا مال گنجے سانپ کی صورت میں آکر اپنے مالک کا تعاقب کرے گا، مالک بھاگے گا مگر وہ جہاں جائیگا سانپ اس کے پیچھے جائے گا اور اس سے کہا جائیگا کہ یہ تیرا وہی مال ہے جس پر تو بخل کیا کرتا تھا بالآخر جب صاحب مال کوئی چارۂ کار نہ دیکھے گا تو اپنا ہاتھ اس کے منہ میں ڈال دے گا۔ اور وہ سانپ اس کے ہاتھ کو اس طرح چبائے گا جیسے نر اونٹ چباتا ہے۔

گھوڑوں پر زکوٰۃ میں مذاہب

اس باب کی حدیث نمبر ۲۱۸۷ میں مذکور ہے کہ گھوڑوں پر جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے اس کو ادا نہ کرنے کی بناء پر گناہ ہوگا، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ: اس حدیث سے امام ابو حنیفہ نے گھوڑوں پر زکوٰۃ کو واجب قرار دیا ہے اور ان کا مذہب یہ ہے کہ اگر گھوڑے صرف نر ہوں تو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے اور اگر نر مادہ دونوں ہوں تو مالک کو اختیار ہے اگر چاہے تو ہر گھوڑے کی طرف سے ایک دینار ادا کرے اور اگر چاہے تو ان کی قیمت کا چالیسواں حصہ ادا کرے اور امام مالک، امام شافعی اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ گھوڑوں پر مطلقاً زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ اس سے پہلے حدیث میں آیا ہے: لیس علی المسلم فی فرسہ صدقۃ "مسلمانوں پر ان کے گھوڑوں میں صدقہ واجب نہیں ہے"، اور اس حدیث کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ یہاں حق سے مراد زکوٰۃ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد جہاد کرنا، لوگوں کے کام آنا یا اس پر مالِ غنیمت اور خمس کو لاد کر لے جانا ہے۔

امام ابو حنیفہ کا نظریہ صحیح ہے اور تاویل ہی کرنی ہے تو احتیاط کا تقاضا ہے کہ پہلی حدیث میں تاویل کی جائے بایں طور کہ ان گھوڑوں پر زکوٰۃ نہیں ہے جو جہاد کے لیے رکھے ہوں۔ علامہ زیلعی لکھتے ہیں جب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سنی کہ "گھوڑوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے" تو انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا اور اس حدیث سے آپ کی مراد غازی کا گھوڑا ہے[1]

حسب ذیل حدیث سے امام ابو حنیفہ کی پوری پوری تائید ہوتی ہے۔

عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في الخيل السائمة في كل فرس

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خود رو گھاس چرنے

[1] علامہ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ھ نصب الرایہ ج ۲ ص ۳۵۷، مجلس علمی سورت ہند الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ۔

دینار[1] والے گھوڑوں میں سے ہر گھوڑے کی طرف سے ایک دینار دیا جائے۔

علامہ ابوالحسن مرغینانی نے لکھا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کا نظریہ یہ ہے کہ ہر گھوڑے کی طرف سے ایک دینار یا دس درہم دیے جائیں بعض روایات میں دس درہم کا بھی تذکرہ ہے واضح رہے کہ دس درہم تقریباً ڈھائی تولے چاندی کے برابر ہے۔

بَابُ ۲۷۸ اِرْضَاءِ السُّعَاةِ

عاملین زکوٰۃ کو راضی رکھنا

۲۱۹۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْكَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ هِلَالٍ الْعَبْسِيُّ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ نَاسٌ مِّنَ الْاَعْرَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اِنَّ نَاسًا مِّنَ الْمُصَدِّقِيْنَ يَاْتُوْنَنَا فَيَظْلِمُوْنَنَا قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْضُوْا مُصَدِّقِيْكُمْ قَالَ جَرِيْرٌ مَا صَدَرَ عَنِّيْ مُصَدِّقٌ مُنْذُ سَمِعْتُ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا وَهُوَ عَنِّيْ رَاضٍ۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دیہات کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! زکوٰۃ وصول کرنے والے آ کر ہم پر ظلم (زیادتی) کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو راضی کیا کرو، حضرت جریر کہتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے مجھ سے کوئی زکوٰۃ وصول کرنے والا ناراض ہو کر نہیں گیا۔

۲۱۹۵ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ قَالَ اَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ اِسْمَاعِيْلَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

عاملین کو راضی کرنے کی وضاحت

بظاہر اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم کرنے والے عاملین کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے حالانکہ ظلم کرنے والا عامل اپنے ظلم کی وجہ سے اس بات کا مستحق ہوتا ہے کہ اس کو معزول کر دیا جائے کیونکہ ظلم کرنا حرام، فسق اور گناہ کبیرہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں عاملین کے ظلم سے زکوٰۃ وصول کرنے میں ان کی شدت اور سختی مراد ہے کیونکہ عام طور پر جب تک سختی نہ کی جائے لوگ آسانی سے مال نہیں نکالتے اور یہ شروع شروع کی بات ہے جب لوگ ادائیگی

---

[1] حافظ ابو بکر حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۴ ص ۱۱۹ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

زکوٰۃ کے خوگر نہ تھے خاص طور پر اعرابی اور دیہاتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاملین کو راضی کرنے کا جو حکم دیا اس سے یہ مراد نہیں تھی کہ عاملین کے غلط مطالبہ کو مان کر انہیں راضی کیا جائے بلکہ آپ کی مراد یہ تھی کہ عاملین کے ساتھ خوش اخلاقی نرمی اور محبت سے بات چیت کی جائے اور حسن سلوک سے معاملہ کیا جائے۔

باب ۲۹۔ تغلیظ عقوبۃ من لا یؤدی الزکوٰۃ

۲۱۹۶۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَلَمَّا رَآنِي قَالَ هُمُ الْأَخْسَرُونَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ قَالَ فَجِئْتُ حَتَّى جَلَسْتُ فَلَمْ أَتَقَارَّ أَنْ قُمْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي مَنْ هُمْ قَالَ هُمُ الْأَكْثَرُونَ أَمْوَالًا إِلَّا مَنْ قَالَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَقَلِيلٌ مَا هُمْ مَا مِنْ صَاحِبِ إِبِلٍ وَلَا بَقَرٍ وَلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّي زَكٰوتَهَا إِلَّا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَعْظَمَ مَا كَانَتْ وَأَسْمَنَهُ تَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا وَتَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا كُلَّمَا نَفِدَتْ أُخْرَاهَا عَادَتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ۔

۲۱۹۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْمَعْرُورِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ وَكِيعٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا عَلَى الْأَرْضِ رَجُلٌ يَمُوتُ فَيَدَعُ إِبِلًا أَوْ بَقَرًا أَوْ غَنَمًا لَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهَا

۲۱۹۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَلَّامٍ الْجُمَحِيُّ قَالَ نَا الرَّبِيعُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں پر عذاب شدید

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا درآں حالیکہ آپ کعبہ کے سائے میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: رب کعبہ کی قسم وہ لوگ خسارے والے ہیں، میں آکر بیٹھ گیا پھر بے چینی سے کھڑا ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ لوگ بڑے بڑے سرمایہ دار ہیں ماسوا ان کے جو ادھر اُدھر آگے پیچھے دائیں بائیں خرچ کرتے ہیں اور ایسے سرمایہ دار بہت کم ہیں۔ اور جو شخص اونٹ یا گائے یا بکریاں رکھتا ہو اور ان کی زکوٰۃ نہ دیتا ہو قیامت کے دن وہ جانور پچھلے تمام وزنوں سے زیادہ فربہ اور چربیلے ہو کر آئیں گے اور اپنے سینگوں سے اس کو ماریں گے، اور کھروں سے روندیں گے جب آخری روند کر گزر جائیگا تو پھر پہلا روندنے کے لیے آجائے گا اور لوگوں کے درمیان فیصلہ ہونے تک یونہی عذاب ہوتا رہے گا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا درآں حالیکہ آپ کعبہ کے سائے میں تشریف فرما تھے باقی روایت حسب سابق ہے البتہ یہ زیادتی ہے کہ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو شخص اونٹ گائے یا بکریاں چھوڑ کر مر جائے حالانکہ اس نے ان کی زکوٰۃ نہ دی ہو تو اس کو......

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے لیے یہ بات

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا يَسُرُّنِي أَنَّ لِي أُحُدًا ذَهَبًا تَأْتِي عَلَيَّ ثَالِثَةٌ وَعِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ إِلَّا دِينَارًا أُرْصِدُهُ لِدَيْنٍ عَلَيَّ.

٢١٩٩ - حَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

٢٢٠٠ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَيَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ كُلُّهُمْ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ يَحْيَى أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ كُنْتُ أَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَرَّةِ الْمَدِينَةِ عِشَاءً وَنَحْنُ نَنْظُرُ إِلَى أُحُدٍ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ مَا أُحِبُّ أَنَّ أُحُدًا ذَاكَ عِنْدِي ذَهَبًا أُمْسِي ثَالِثَةً وَعِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ إِلَّا دِينَارًا أُرْصِدُهُ لِدَيْنٍ إِلَّا أَنْ أَقُولَ بِهِ فِي عِبَادِ اللّٰهِ هٰكَذَا حَثَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهٰكَذَا عَنْ يَمِينِهِ وَهٰكَذَا عَنْ شِمَالِهِ قَالَ ثُمَّ مَشَيْنَا فَقَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ إِنَّ الْأَكْثَرِينَ هُمُ الْأَقَلُّونَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِلَّا مَنْ قَالَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا مِثْلَ مَا صَنَعَ فِي الْمَرَّةِ الْأُولَى قَالَ ثُمَّ مَشَيْنَا قَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ كَمَا أَنْتَ حَتَّى آتِيَكَ قَالَ فَانْطَلَقَ حَتَّى تَوَارَى عَنِّي قَالَ سَمِعْتُ لَغَطًا وَسَمِعْتُ صَوْتًا قَالَ فَقُلْتُ لَعَلَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَ لَهُ قَالَ فَهَمَمْتُ أَنْ أَتَّبِعَهُ قَالَ ثُمَّ ذَكَرْتُ قَوْلَهُ لَا تَبْرَحْ حَتَّى آتِيَكَ قَالَ فَانْتَظَرْتُهُ فَلَمَّا جَاءَ

خوشی کا باعث نہیں کہ یہ احد پہاڑ میرے لیے سونے کا بن جائے اور تین دن سے زائد میرے پاس ایک دینار بھی باقی رہے سوا اس دینار کے جس کو میں ادائیگی قرض کے لیے باقی رکھ لوں۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کی پتھریلی زمین میں پیدل چل رہا تھا درآں حالیکہ ہم اُحد پہاڑ کو دیکھ رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ابوذر!! میں نے عرض کیا میں حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا اگر یہ احد پہاڑ میرے لیے سونے کا بن جائے تب بھی میں یہ نہیں چاہتا کہ تیسری رات اس میں سے ایک دینار بھی باقی رہے، سوا اس دینار کے جس کو میں قرض کی ادائیگی کے لیے باقی رکھوں مگر میں یہ چاہتا ہوں کہ میں مٹھی بھر بھر کے اللہ کے بندوں میں وہ مال تقسیم کر دوں دائیں بائیں اور آگے دیتا رہوں۔ حضرت ابوذر کہتے ہیں ہم پھر چلتے رہے۔ آپ نے پھر فرمایا: اے ابوذر! میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا مالدار لوگ قیامت کے دن مفلس ہوں گے! سوا ان لوگوں کے جو مال (خدا کی راہ میں) دیتے رہے ہیں۔ پھر کچھ چلنے کے بعد آپ نے فرمایا ابوذر میرے آنے تک تم یہیں ٹھہرنا پھر آپ چلے گئے حتیٰ کہ میری نظروں سے غائب ہو گئے، پھر میں نے کچھ آوازیں سنیں اور مجھے خدشہ ہوا کہیں آپ کو کوئی حادثہ نہ پیش آ گیا ہو یہ سوچ کر میں نے آپ کے پیچھے جانے کا ارادہ کیا پھر فوراً ہی آپ کا یہ فرمانا یاد آ گیا جب تک میں نہ آؤں یہاں سے نہ جانا۔ پھر میں وہیں ٹھہر کر انتظار کرتا رہا حتیٰ کہ آپ تشریف

ذَكَرْتُ لَهُ الَّذِي سَمِعْتُ فَقَالَ ذَاكَ جِبْرِيلُ أَتَانِي فَقَالَ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قَالَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ۔

٢٢٠١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَهُوَ ابْنُ رُفَيْعٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ خَرَجْتُ لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِي فَإِذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي وَحْدَهُ لَيْسَ مَعَهُ إِنْسَانٌ قَالَ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَكْرَهُ أَنْ يَمْشِيَ مَعَهُ أَحَدٌ قَالَ فَجَعَلْتُ أَمْشِي فِي ظِلِّ الْقَمَرِ فَالْتَفَتَ فَرَآنِي فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقُلْتُ أَبُو ذَرٍّ جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاءَكَ قَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ تَعَالَهْ قَالَ فَمَشَيْتُ مَعَهُ سَاعَةً فَقَالَ إِنَّ الْمُكْثِرِينَ هُمُ الْمُقِلُّونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا مَنْ أَعْطَاهُ اللّٰهُ خَيْرًا فَنَفَحَ فِيهِ يَمِينَهُ وَشِمَالَهُ وَبَيْنَ يَدَيْهِ وَوَرَاءَهُ وَعَمِلَ فِيهِ خَيْرًا قَالَ فَمَشَيْتُ مَعَهُ سَاعَةً فَقَالَ اجْلِسْ هٰهُنَا قَالَ فَأَجْلَسَنِي فِي قَاعٍ حَوْلَهُ حِجَارَةٌ فَقَالَ لِي اجْلِسْ هٰهُنَا حَتّٰى أَرْجِعَ إِلَيْكَ قَالَ فَانْطَلَقَ فِي الْحَرَّةِ حَتّٰى لَا أَرَاهُ فَلَبِثَ عَنِّي فَأَطَالَ اللُّبْثَ ثُمَّ إِنِّي سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُقْبِلٌ وَهُوَ يَقُولُ وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ زَنَى قَالَ فَلَمَّا جَاءَ لَمْ أَصْبِرْ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاءَكَ مَنْ تُكَلِّمُ فِي جَانِبِ الْحَرَّةِ مَا سَمِعْتُ أَحَدًا يَرْجِعُ إِلَيْكَ شَيْئًا قَالَ ذَاكَ جِبْرِيلُ عَرَضَ لِي فِي جَانِبِ الْحَرَّةِ فَقَالَ بَشِّرْ أُمَّتَكَ أَنَّهُ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ فَقُلْتُ يَا جِبْرِيلُ وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ زَنَى قَالَ

سے آئے میں نے ان آوازوں کا ذکر کیا آپ نے فرمایا: وہ جبرائیل تھے انہوں نے مجھ سے آکر کہا آپ کی امت میں سے جو شخص بھی اس حال میں فوت ہوا کہ اس نے شرک نہ کیا ہو وہ جنت میں چلا جائے گا میں نے کہا خواہ اس نے چوری کی ہو یا زنا کیا ہو، آپ نے فرمایا خواہ چوری کی ہو یا زنا کیا ہو۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں ایک رات نکلا کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تشریف لے جا رہے ہیں اور آپ کے ساتھ کوئی نہیں ہے۔ میں نے سوچا کہ شاید کسی کا ساتھ جانا آپ کو ناگوار گزرے، اس وجہ سے میں چاند کے سایہ میں چلنے لگا (تاکہ مجھ پر آپ کی نظر نہ پڑے) آپ نے مجھے دیکھ لیا اور فرمایا: کون ہے؟ میں نے کہا ابوذر! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے۔ آپ نے فرمایا اے ابوذر آؤ میں کچھ دیر آپ کے ساتھ چلا آپ نے فرمایا مالدار لوگ قیامت کے دن نادار ہوں گے سوا ان لوگوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ خیر عطا کرے اور وہ اپنے مال کو دائیں بائیں اور آگے پیچھے دیں اور اس میں نیکی کے کام کریں میں کچھ دیر آپ کے ساتھ چلا آپ نے فرمایا میرے واپس آنے تک یہاں بیٹھے رہو! آپ نے مجھے ایک صاف زمین پر بٹھا دیا جس کے ارد گرد سیاہ پتھر تھے اور آپ ان پتھروں میں چلے گئے حتی کہ آپ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے، میں کافی دیر بیٹھا رہا پھر میں نے ایک آہٹ سنی آپ میری طرف آ رہے تھے درآں حالیکہ آپ فرما رہے تھے خواہ چوری کرے یا زنا کرے۔ جب آپ آ گئے تو میں صبر نہ کر سکا اور میں نے کہا اے اللہ کے نبی! اللہ مجھے آپ پر فدا کرے آپ ان پتھروں میں کس سے باتیں کر رہے تھے میں نے تو کسی کو آپ کے ساتھ باتیں کرتے نہیں دیکھا! آپ نے فرمایا وہ جبرائیل تھے جو ان پتھروں میں میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ اپنی امت کو بشارت دو کہ جو شخص

نَعَمْ قَالَ قُلْتُ وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ زَنَى قَالَ
نَعَمْ قَالَ قُلْتُ وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ زَنَى قَالَ
نَعَمْ وَإِنْ شَرِبَ الْخَمْرَ۔

۲۲۰۲۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا
إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي
الْعَلَاءِ عَنِ الْأَحْنَفِ ابْنِ قَيْسٍ قَالَ قَدِمْتُ
الْمَدِينَةَ فَبَيْنَا أَنَا فِي حَلْقَةٍ فِيهَا مَلَأٌ مِنْ
قُرَيْشٍ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ أَخْشَنُ الثِّيَابِ أَخْشَنُ
الْجَسَدِ أَخْشَنُ الْوَجْهِ فَقَامَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ
بَشِّرِ الْكَانِزِينَ بِرَضْفٍ يُحْمَى عَلَيْهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ
فَيُوضَعُ عَلَى حَلَمَةِ ثَدْيِ أَحَدِهِمْ حَتَّى يَخْرُجَ
مِنْ نُغْضِ كَتِفَيْهِ وَيُوضَعُ عَلَى نُغْضِ كَتِفَيْهِ
حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ حَلَمَةِ ثَدْيَيْهِ يَتَزَلْزَلُ قَالَ
فَوَضَعَ الْقَوْمُ رُءُوسَهُمْ فَمَا رَأَيْتُ أَحَدًا
مِنْهُمْ رَجَعَ إِلَيْهِ شَيْئًا قَالَ فَأَدْبَرَ وَ
اتَّبَعْتُهُ حَتَّى جَلَسَ إِلَى سَارِيَةٍ فَقُلْتُ مَا
رَأَيْتُ هَؤُلَاءِ إِلَّا كَرِهُوا مَا قُلْتَ لَهُمْ
فَقَالَ إِنَّ هَؤُلَاءِ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا إِنَّ خَلِيلِي
أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَانِي
فَأَجَبْتُهُ فَقَالَ أَتَرَى أُحُدًا فَنَظَرْتُ مَا عَلَيَّ
مِنَ الشَّمْسِ وَأَنَا أَظُنُّ أَنَّهُ يَبْعَثُنِي فِي حَاجَةٍ
لَهُ فَقُلْتُ أَرَاهُ قَالَ مَا يَسُرُّنِي أَنَّ لِي مِثْلَهُ
ذَهَبًا أُنْفِقُهُ كُلَّهُ إِلَّا ثَلَاثَةَ دَنَانِيرَ ثُمَّ
هَؤُلَاءِ يَجْمَعُونَ الدُّنْيَا لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا
قَالَ قُلْتُ مَا لَكَ وَلِإِخْوَتِكَ مِنْ قُرَيْشٍ لَا
تَعْتَرِيهِمْ وَتُصِيبُ مِنْهُمْ قَالَ لَا وَرَبِّكَ
لَا أَسْأَلُهُمْ عَنْ دُنْيَا وَلَا أَسْتَفْتِيهِمْ عَنْ

فوت ہو جائے درآں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گا میں نے کہا: اے جبرائیل خواہ وہ چوری یا زنا کرے۔ انھوں نے کہا خواہ چوری کرے یا زنا کرے۔ میں نے پھر کہا اگرچہ وہ چوری یا زنا کرے انھوں نے کہا ہاں خواہ وہ شراب بھی پیئے۔

حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ میں آیا۔ میں ایک ایسے حلقہ میں جا بیٹھا جس میں قریش کے سردار بھی تھے، ناگاہ ایک شخص آیا جس نے موٹے کپڑے پہنے ہوئے تھے اس کا جسم باوقار اور چہرہ بارعب تھا اس نے ان لوگوں کے پاس کھڑے ہو کر کہا، مال جمع کر کے خزانہ اکٹھے کرنے والوں کو اس پتھر کی بشارت ہو جس کو جہنم کی آگ میں گرم کیا جائیگا اور وہ پتھر ان کی چھاتی کی نوک پر رکھا جائے گا حتی کہ وہ شانہ کی ہڈی سے پھوٹ نکلے گا اور شانہ کی ہڈی پر رکھا جائے گا تو چھاتیوں کی نوک سے پھوٹ نکلے گا اور وہ پتھر یونہی آر پار ہوتا رہے گا۔ راوی کہتے ہیں ان لوگوں نے اپنے سر جھکا لیے اور میں نے ان میں سے کسی کو انھیں جواب دیتے ہوئے نہیں دیکھا پھر وہ لوگ لوٹ گئے اور میں اس شخص کے پیچھے گیا حتی کہ وہ ایک ستون کے پاس بیٹھ گئے اور کہا میرا خیال ہے ان لوگوں نے آپ کی بات ناپسند کی ہے۔ اس شخص نے کہا یہ لوگ کچھ عقل نہیں رکھتے میرے محبوب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا میں ان کے پاس گیا۔ انھوں نے فرمایا کیا تم احد کو دیکھتے ہو۔ میں نے دھوپ کو دیکھا اور یہ سمجھا کہ شاید آپ کسی کام کے لیے مجھے وہاں بھیجنا چاہتے ہیں میں نے عرض کیا جی ہاں میں دیکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا مجھے اس بات سے خوشی نہیں ہو گی کہ میرے پاس اس پہاڑ جتنا سونا ہو اور اگر ہو تو میں قرض ادا کرنے کے لیے تین دینار کے سوا باقی سب خیرات کر دوں گا۔ پھر یہ لوگ دنیا جمع کرتے ہیں اور کچھ نہیں سمجھتے۔ میں نے ان سے کہا آپ کا ان قریشی بھائیوں کے ساتھ کیا معاملہ ہے کیونکہ آپ کسی ضرورت کی بناء پر

دِیْنٍ حَتّٰی اَلْحَقَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔

ان کے پاس جاتے ہیں نہ ان سے کوئی سوال کرتے ہیں انھوں نے کہا قسم ہے تمہارے پروردگار کی میں ان سے دنیا کا کوئی سوال کروں گا نہ دین کا کوئی مسئلہ دریافت کروں گا حتیٰ کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملوں۔

۲۲۰۳۔ وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ قَالَ نَا اَبُو الْاَشْهَبِ قَالَ نَا خُلَيْدُ الْعَصَرِيُّ عَنِ الْاَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ كُنْتُ فِيْ نَفَرٍ مِّنْ قُرَيْشٍ فَمَرَّ اَبُوْ ذَرٍّ وَهُوَ يَقُوْلُ بَشِّرِ الْكَانِزِيْنَ بِكَيٍّ فِيْ ظُهُوْرِهِمْ يَخْرُجُ مِنْ جُنُوْبِهِمْ وَبِكَيٍّ مِّنْ قِبَلِ اَقْفَائِهِمْ يَخْرُجُ مِنْ جِبَاهِهِمْ قَالَ ثُمَّ تَنَحّٰى فَقَعَدَ قَالَ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا هٰذَا اَبُوْ ذَرٍّ قَالَ فَقُمْتُ اِلَيْهِ فَقُلْتُ مَا شَيْءٌ سَمِعْتُكَ تَقُوْلُ قُبَيْلُ قَالَ مَا قُلْتُ اِلَّا شَيْئًا قَدْ سَمِعْتُهٗ مِنْ نَّبِيِّهِمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ مَا تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الْعَطَاءِ قَالَ خُذْهُ فَاِنَّ فِيْهِ الْيَوْمَ مَعُوْنَةً فَاِذَا كَانَ ثَمَنًا لِّدِيْنِكَ فَدَعْهُ۔

حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں قریش کے چند لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا اچانک حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور کہنے لگے خزانہ جمع کرنے والوں کو ان داغوں کی بشارت دو، جو ان کی پیٹھوں پر لگائے جائیں گے اور ان کے پہلوؤں سے نکل جائیں گے اور ان کی گدیوں میں لگائے جائیں گے تو ان کی پیشانیوں سے نکل جائیں گے۔ پھر وہ ایک جانب رخ کر کے بیٹھ گئے میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ حاضرین نے جواب دیا ابوذر ہیں، میں نے ان کے سامنے جا کر کہا آپ جو کچھ بیان کر رہے تھے وہ سب کیا تھا انھوں نے کہا میں نے وہی کچھ کہا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے میں نے کہا حکومت سے وظائف لینے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہا ان کو لیا کرو، کیونکہ اس سے تم کو آج کل مدد حاصل ہو گی، ہاں اجب یہ مال تمہارے دین کا معاوضہ ہو جائے تو چھوڑ دینا۔

حضرت ابوذر کے نظریہ سے سوشلزم پر استدلال

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا نظریہ یہ تھا کہ مسلمان اپنے مال میں سے صرف اپنی ضرورت کی اشیاء اپنے پاس رکھ سکتا ہے اور جو چیزیں اس کے کھانے اور پینے سے زائد ہوں ان کا صدقہ کرنا اس پر واجب ہے اور جس شخص نے اپنی ضرورت سے زائد چیزوں کو صدقہ نہیں کیا اس کی چیزیں اور مال "کنز" (خزانہ) ہے جس پر قرآن مجید نے عذاب کی وعید سنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔ یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون﴾ (توبہ: ۳۴-۳۵) "جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجیے۔ جس دن (ان کا جمع کردہ مال) جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا جس سے ان کی

پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائیگا۔ (اور کہا جائیگا) یہ وہ مال ہے جس کو تم نے اپنے لیے جمع کر کے رکھا تھا اب اپنے جمع کردہ (مال) کا مزہ چکھو۔" جو لوگ اپنی ضرورت سے زائد اشیاء کو صدقہ نہیں کرتے تھے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ اس آیت کے مصداق تھے، ایک اور آیت سے بھی اس نظریہ پر استدلال کیا جاتا ہے:
یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو (بقرہ: ۲۱۹) "یہ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ (راہ خدا میں) کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجئے کہ جو چیز تمہاری ضرورت سے زائد ہو۔"[1] بعض لوگ ابوذر کے نظریہ سے سوشلزم کے جواز پر استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ضرورت سے زائد اشیاء کو قومی ملک میں لینا یہی اسلامی نظریہ ہے یہ بات قطعاً باطل ہے کیونکہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے اجتہاد سے مستحب چیزوں کو واجب قرار دیتے تھے ان کا یہ نظریہ ان کی اجتہادی خطاء تھی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی نے ان کی موافقت نہیں کی۔ ان کے نظریہ کے ابطلان پر قرآن مجید اور احادیث شریفہ میں واضح دلائل ہیں اگر انسان پر زائد اشیاء کا صدقہ کرنا واجب ہو تو زکوٰۃ عشر اور خراج بے معنی ہو گئے حج اور قربانی کے احکام لغو ہو جائیں گے کیونکہ جب کسی کے پاس ضرورت سے زائد مال نہیں ہو گا اور اس کو شرعاً رکھنا جائز نہیں ہو گا تو زکوٰۃ کس چیز کی دے گا عشر اور خراج اور خمس کس مال سے نکالے گا، حج اور عمرہ کیسے ادا کرے گا اور کس چیز کی قربانی دے گا نیز چوری اور ڈاکے پر قرآن مجید نے ہاتھ پاؤں کاٹنے کے جو احکام بیان کیے ہیں ان کا کوئی محل نہیں رہیگا کیونکہ جب کسی شخص کو ضرورت سے زائد اشیاء رکھنے کی شرعاً اجازت ہی نہیں ہے تو پھر کسی شخص کے پاس مال کہاں ہو گا جس کی وہ حفاظت کرے گا اور اس کو چوری اور ڈاکہ کا کب خوف ہو گا؟ قرآن مجید نے قتل خطاء، قسم اور ظہار کے کفارے میں جو غلام آزاد کرنے، اور مسکینوں کو کھلانے کا حکم دیا ہے ان حالات میں اس کی مشروعیت بے معنی رہے گی، قتل خطاء میں قرآن مجید نے دیت واجب کی ہے اور حدیث شریف میں دیت کی مقدار سو اونٹ بیان کی ہے سوال یہ ہے کہ جب کسی شخص کو دو جوڑے کپڑے اور دو وقت کی روٹی سے زیادہ مال جمع کرنے کی اجازت نہیں ہے تو ایسے لوگوں پر سو اونٹوں کی ادائیگی کا حکم نازل کرنا کس طرح صحیح ہو گا۔ قرآن مجید نے مسجد تعمیر کرنے کو ایمان کی علامت قرار دیا ہے انما یعمر مساجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر (توبہ: ۱۸) "اللہ کی مساجد صرف وہ لوگ تعمیر کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لاتے ہیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد بنانے پر جنت کی بشارت دی ہے تو کیا خدا اور رسول نے ان لوگوں کو جنت بنانے کا مکلف کیا ہے جن کو دو جوڑے کپڑے اور دو وقت روٹی کے انتظام سے زیادہ مال جمع کرنے کی اجازت نہیں دی کیا یہ لوگ مسجدیں بنا سکتے ہیں۔ مجاہدوں کو سامان حرب خرید کر دے سکتے ہیں اور جن صدقات جاریہ کی احادیث میں ترغیب ہے وہ یہ لوگ کر سکتے ہیں؟

جو لوگ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے نظریہ سے اشتراکیت کے جواز پر استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پیداوار کے اجتماعی مآخذ کو قومی تحویل میں لینا واجب ہے وہ مغالطہ آفرینی کرتے ہیں۔ اسی نظریہ کو قبول کر لینے سے آدھے سے زیادہ اسلام کے احکام ختم ہو جاتے ہیں نیز اشتراکیت انسانوں کو انسان کا غلام بناتی ہے جبکہ اسلام انسانوں پر انسان کا تسلط ختم کر کے سب انسانوں پر اللہ تعالیٰ کا تسلط قائم کرتا ہے۔ یہ خوب صورت فریب دیا جاتا ہے کہ اشتراکیت کے ذریعہ زمینداری

---

[1] مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا فرضیت زکوٰۃ کے بعد اس کا وجوب منسوخ ہو گیا۔ (سعیدی غفرلہ)۔

اور کارخانہ داری ختم ہو جائے گی اور کوئی مزدور اور کسان نہیں رہے گا سب مالک ہو جائیں گے حالانکہ اشتراکیت میں مزدور پہلے سے زیادہ مزدور اور کسان پہلے سے زیادہ کسان ہو جاتا ہے پہلے جائز مالکین کے لیے مزدوری کرتا تھا اور اب ناجائز قابضین کے لیے مزدوری کرتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نے ضرورت کے وقت مالداروں سے دولت مانگی تھی چھینی نہیں تھی سواد عراق سے مغالطہ دینا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت عمر نے عراق کی مفتوحہ زمین مجاہدین کی ملکیت میں نہیں دی تھی یہ نہیں کیا تھا کہ کسی کو مملوکہ چیز کو قومی تحویل میں لے لیا ہو۔!

باب الحث على النفقة وتبشير المنفق بالخلف ۲۸۰

خرچ کرنیوالے کی فضیلت اور بشارت

۲۲۰۴ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ يَا ابْنَ آدَمَ أَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَيْكَ وَقَالَ يَمِينُ اللّٰهِ مَلْأَى وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ مَلْآنُ سَحَّاءُ لَا يَغِيضُهَا شَيْءٌ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا اور فرمایا اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے، رات دن کے خرچ سے اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

۲۲۰۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ قَالَ نَا مَعْمَرُ بْنُ رَاشِدٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَخِي وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ قَالَ لِي أَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَيْكَ وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمِينُ اللّٰهِ مَلْأَى لَا يَغِيضُهَا سَحَّاءُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْفَقَ مُذْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فَإِنَّهُ لَمْ يَغِضْ مَا فِي يَمِينِهِ قَالَ وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَبِيَدِهِ الْأُخْرَى الْقَبْضُ يَرْفَعُ وَيَخْفِضُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا، تم خرچ کرو، میں تم پر خرچ کروں گا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے رات دن کے خرچ سے اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی، بھلا بتلاؤ تو سہی جب سے اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے کس قدر خرچ کر چکا ہے، (اس کے باوجود) اس کے ہاتھ میں کوئی کمی نہیں ہوتی اس کا عرش پانی پر ہے اور اس کے دوسرے ہاتھ میں صفت قبض ہے، وہ جسے چاہتا ہے بلند کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے پست کر دیتا ہے۔

باب [۲۸۱] فضل النفقة على العيال والمملوك وإثم من ضيعهم أو حبس نفقتهم عنهم

اہل وعیال پر خرچ کی فضیلت اور ان کے حقوق ضائع کرنے کا گناہ

۲۲۰۶ - حدثنا أبو الربيع الزهراني وقتيبة بن سعيد كلاهما عن حماد بن زيد قال أبو الربيع نا حماد بن زيد قال نا أيوب عن أبي قلابة عن أبي أسماء الرحبي عن ثوبان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أفضل دينار ينفقه الرجل دينار ينفقه على عياله ودينار ينفقه الرجل على دابته في سبيل الله ودينار ينفقه على أصحابه في سبيل الله قال أبو قلابة وبدأ بالعيال ثم قال أبو قلابة وأي رجل أعظم أجرا من رجل ينفق على عيال صغار يعفهم أو ينفعهم الله به ويغنيهم

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین دینار وہ ہے جسے کوئی شخص اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے، بہترین دینار وہ ہے جسے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی سواری پر خرچ کرتا ہے اور بہترین دینار وہ ہے جسے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے ابوقلابہ نے کہا آپ نے گھر والوں پر خرچ سے شروع کیا تھا۔ ابوقلابہ نے کہا اس شخص سے زیادہ اور کس کا اجر ہوگا جو اپنے چھوٹے بچوں پر خرچ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس شخص کے سبب سے بچوں کو نفع دیتا ہے اور غنی کرتا ہے۔

۲۲۰۷ - وحدثنا أبو بكر بن أبي شيبة وزهير بن حرب وأبو كريب واللفظ لأبي كريب قالوا نا وكيع عن سفيان عن مزاحم بن زفر عن مجاهد عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم دينار أنفقته في سبيل الله ودينار أنفقته في رقبة ودينار تصدقت به على مسكين ودينار أنفقته على أهلك أعظمها أجرا الذي أنفقته على أهلك

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک دینار وہ ہے جسے تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہو، ایک دینار وہ ہے جس کو تم غلام پر خرچ کرتے ہو، ایک دینار وہ ہے جس کو تم مسکین پر صدقہ کرتے ہو اور ایک دینار وہ ہے جس کو تم اپنے اہل پر خرچ کرتے ہو ان میں سب سے زیادہ اجر اس دینار پر ملے گا جس کو تم اپنے اہل پر خرچ کرتے ہو۔

۲۲۰۸ - حدثنا سعيد بن محمد الجرمي قال نا عبد الرحمن بن عبد الملك بن أبجر الكناني عن أبيه عن طلحة بن مصرف عن خيثمة قال كنا جلوسا مع عبد الله بن عمرو إذ جاءه قهرمان

خیثمہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ان کا منشی آیا حضرت ابن عمر نے پوچھا کیا تم نے خادموں کو ان کا خرچ دے دیا؟ اس نے کہا نہیں! حضرت ابن عمر نے کہا جاؤ دیدو!

له خدم فقال أعطيت الرقيق قوتهم قال لا قال فانطلق فأعطهم قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كفى إثما أن تحبس عمن تملك قوته.

اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی آدمی کے گناہ کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جس کے خرچ کا وہ ذمہ دار ہے اس کا خرچ روک لے۔

باب ۲۸۲ الابتداء في النفقة بالنفس ثم أهله ثم القرابة

خرچ میں پہلے اپنی ذات سے ابتداء کرنا پھر اہل اور قرابت سے

۲۲۰۹ - حدثنا قتيبة بن سعيد قال نا الليث ح وحدثنا محمد بن رمح قال أنا الليث عن أبي الزبير عن جابر أنه قال أعتق رجل من بني عذرة عبدا له عن دبر فبلغ ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ألك مال غيره قال لا فقال من يشتريه مني فاشتراه نعيم بن عبد الله العدوي بثمان مائة درهم فجاء بها رسول الله صلى الله عليه وسلم فدفعها إليه ثم قال ابدأ بنفسك فتصدق عليها فإن فضل شيء فلأهلك فإن فضل عن أهلك شيء فلذي قرابتك فإن فضل عن ذي قرابتك شيء فهكذا وهكذا يقول فبين يديك وعن يمينك وعن شمالك.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو عذرہ کے ایک شخص نے ایک غلام کو مدبر کیا (یعنی یہ کہا کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچ گئی، آپ نے اس سے پوچھا کیا تیرے پاس اس کے علاوہ بھی مال ہے اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا اس غلام کو مجھ سے کون خریدے گا؟ حضرت نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اس کو آٹھ سو درہم میں خرید لیا اور وہ درہم لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیے۔ آپ نے وہ دراہم اس غلام کے مالک کو دیے اور فرمایا: پہلے اپنی ذات پر خرچ کرو، پھر اگر کچھ بچے تو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو پھر اگر اپنے اہل وعیال سے کچھ بچے تو قرابت والوں پر اور اگر قرابت سے کچھ بچ جائے تو ادھر ادھر، اپنے سامنے، دائیں اور بائیں۔

۲۲۱۰ - حدثني يعقوب بن إبراهيم الدورقي قال نا إسماعيل يعني ابن علية عن أبي الزبير عن جابر أن رجلا من الأنصار يقال له أبو مذكور أعتق غلاما له عن دبر يقال له يعقوب وساق الحديث بمعنى حديث الليث.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک انصاری نے جس کا نام ابو مذکور تھا ایک غلام کو مدبر کر دیا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

مدبر کی بیع میں مذاہب

امام شافعی کے نزدیک مدبر کی بیع جائز ہے اور بظاہر یہ حدیث ان کی دلیل ہے۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مدبر کی بیع جائز نہیں۔ مالکیہ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ وہ غلام قرض میں مستغرق تھا لیکن یہ تاویل صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو قرض داروں کو غلام دیدیا جاتا اور احناف اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ چونکہ اس شخص کا اور کوئی مال نہیں تھا اس لیے اس غلام کو اس کا مدبر کرنا صحیح نہ تھا کیونکہ انسان صرف ثلث مال (تہائی مال) میں وصیت کر سکتا ہے اس مسئلہ کی مزید وضاحت اور احناف کے موقف پر دلائل ان شاء اللہ ہم کتاب البیوع میں ذکر کریں گے۔

بَابُ ٢٨٣ فَضْلِ النَّفَقَةِ وَالصَّدَقَةِ عَلَى الْأَقْرَبِيْنَ وَالزَّوْجِ وَالْأَوْلَادِ وَالْوَالِدَيْنِ وَلَوْ كَانُوْا مُشْرِكِيْنَ

اقربا، خاوند، اولاد اور والدین پر خرچ کی فضیلت خواہ وہ مشرک ہوں

٢٢١١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ أَكْثَرَ أَنْصَارِيٍّ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا وَّكَانَ أَحَبَّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءُ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ قَالَ أَنَسٌ فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ قَامَ أَبُوْ طَلْحَةَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ فِي كِتَابِهِ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَاءُ وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ أَرْجُوْ بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ شِئْتَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخٍ ذٰلِكَ مَالٌ رَّابِحٌ ذٰلِكَ مَالٌ رَّابِحٌ قَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ فِيْهَا وَإِنِّي أَرٰى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِيْنَ فَقَسَمَهَا أَبُوْ طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انصار میں مدینہ منورہ میں زیادہ مالدار شخص تھے اور ان کا سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیرحاء کا باغ تھا جو مسجد نبوی کے سامنے تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ میں تشریف لے جاتے تھے اور اس کا میٹھا پانی پیتے تھے، حضرت انس کہتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی.. (ترجمہ) تم نیکی کو حاصل نہیں کر سکو گے حتیٰ کہ اپنی پسندیدہ چیز راہ خدا میں دیدو" تو حضرت ابوطلحہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے "تم نیکی کو حاصل نہیں کر سکو گے حتیٰ کہ اپنی پسندیدہ چیز راہ خدا میں دیدو!" اور میرا سب سے پسندیدہ مال بیرحاء ہے وہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے میں اس کے ثواب اور آخرت میں ذخیرہ ہونے کا طالب ہوں، یارسول اللہ آپ اس کو جہاں چاہیں لگا دیں آپ نے فرمایا خوب! یہ نفع آور مال ہے یہ نفع آور مال ہے تم نے جو کچھ اس کے متعلق کہا وہ میں نے سن لیا ہے میرا مشورہ ہے کہ تم اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو! پھر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے وہ باغ اپنے رشتہ داروں اور عم زاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔

٢٢١٢ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ

بَهْزٌ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ نَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ قَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَرٰى رَبَّنَا يَسْاَلُنَا مِنْ اَمْوَالِنَا فَاُشْهِدُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ قَدْ جَعَلْتُ اَرْضِيْ بَيْرَحَاءَ لِلّٰهِ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْهَا فِيْ قَرَابَتِكَ قَالَ فَجَعَلَهَا فِيْ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ۔

۲۲۱۳۔ **وَحَدَّثَنِيْ** هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ اَنَّهَا اَعْتَقَتْ وَلِيْدَةً فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ اَعْطَيْتِهَا اَخْوَالَكِ كَانَ اَعْظَمَ لِاَجْرِكِ۔

۲۲۱۴۔ **حَدَّثَنَا** حَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ نَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقْنَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ قَالَتْ فَرَجَعْتُ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ فَقُلْتُ اِنَّكَ رَجُلٌ خَفِيْفُ ذَاتِ الْيَدِ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ فَاْتِهِ فَاسْاَلْهُ فَاِنْ كَانَ ذٰلِكَ يَجْزِيْ عَنِّيْ وَاِلَّا صَرَفْتُهَا اِلٰى غَيْرِكُمْ قَالَتْ فَقَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بَلِ ائْتِيْهِ اَنْتِ قَالَتْ فَانْطَلَقْتُ فَاِذَا امْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ بِبَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتِيْ حَاجَتُهَا قَالَتْ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُلْقِيَتْ عَلَيْهِ الْمَهَابَةُ قَالَتْ

آیت نازل ہوئی (ترجمہ) تم نیکی حاصل نہیں کر سکو گے حتیٰ کہ اپنی پسندیدہ چیز اللہ کی راہ میں دے دو، تو حضرت ابوطلحہ کہنے لگے میرا خیال ہے کہ ہمارا رب ہم سے ہمارا مال طلب کر رہا ہے۔ یا رسول اللہ! میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنی بیر حاء کی زمین اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیدی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اپنے رشتہ داروں کو دیدو۔ حضرت ابوطلحہ نے وہ باغ حضرت حسان بن ثابت اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کو دیدیا۔

حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک باندی آزاد کی اور اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، آپ نے فرمایا اگر تم وہ باندی اپنے ماموؤں کو دے دیتیں تم زیادہ اجر ملتا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عورتوں کی جماعت صدقہ کیا کرو، خواہ زیورات سے کیا کرو، حضرت زینب کہتی ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کے پاس آئی اور ان سے کہا کہ تم خالی ہاتھ اور مفلس ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ دینے کا حکم دیا ہے تم جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کرو اگر تمہیں دینا ادائیگی صدقہ سے کافی ہو تو فبہا ورنہ میں تمہارے سوا کسی اور کو دے دیتی ہوں۔ حضرت زینب کہتی ہیں حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا تم خود جاؤ۔ حضرت زینب کہتی ہیں کہ میں گئی تو دیکھا کہ انصار کی ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر کھڑی ہے اور اسے بھی یہی مسئلہ درپیش تھا اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مرعوب رہتے تھے، پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ باہر آئے تو ہم نے کہا تم جاکر رسول اللہ صلی

فَخَرَجَ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا لَهُ ائْتِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبِرْهُ أَنَّ امْرَأَتَيْنِ بِالْبَابِ تَسْأَلَانِكَ أَتُجْزِئُ الصَّدَقَةُ عَنْهُمَا عَلَى أَزْوَاجِهِمَا وَعَلَى أَيْتَامٍ فِي حُجُورِهِمَا وَلَا تُخْبِرْهُ مَنْ نَحْنُ قَالَتْ فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هُمَا فَقَالَ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَزَيْنَبُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الزَّيَانِبِ قَالَ امْرَأَةُ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُمَا أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ.

اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ دو عورتیں دروازے پر یہ معلوم کرنے کے لیے کھڑی ہیں کہ اگر وہ اپنے شوہروں اور جو ان کی گود میں یتیم بچے ہیں ان کو صدقہ دیں تو ادا ہو جائے گا؟ اور یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں۔ حضرت بلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ سے یہ مسئلہ معلوم کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے پوچھا وہ عورتیں کون ہیں؟ انھوں نے بتایا ایک انصار کی عورت ہے دوسری زینب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون سی زینب؟ انھوں نے کہا عبد اللہ بن مسعود کی بیوی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انھیں دو اجر ملیں گے ایک اجر قرابت کا اور ایک اجر صدقہ کا۔

(ف) صدقہ نفلی اپنے شوہر اور اپنے بچوں کو دینا جائز ہے صدقہ واجبہ مثلاً زکوٰۃ انھیں دینا جائز نہیں ہے (ہدایہ و شامی)

۲۲۱۵- وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْدِيُّ قَالَ نَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي شَقِيقٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ فَذَكَرْتُ لِإِبْرَاهِيمَ فَحَدَّثَنِي عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللَّهِ بِمِثْلِهِ سَوَاءً قَالَتْ كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَرَآنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ أَبِي الْأَحْوَصِ.

عمرو بن حارث، حضرت زینب سے مثل سابق روایت کرتے ہیں اور اس میں یہ ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں مسجد میں تھی، مجھے دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ کیا کرو خواہ زیور ہی سے۔

۲۲۱۶- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ لِي أَجْرٌ فِي بَنِي أَبِي سَلَمَةَ أُنْفِقُ عَلَيْهِمْ وَلَسْتُ بِتَارِكَتِهِمْ هَكَذَا وَهَكَذَا إِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ فَقَالَ نَعَمْ لَكِ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ابو سلمہ کی اولاد پر صرف کرنے سے مجھے اجر ملے گا جبکہ میں انھیں چھوڑنے والی نہیں کیونکہ وہ ادھر ادھر بکھر جائیں گے اور آخر وہ میری اولاد ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں! تم جو ان پر خرچ کرو گی تم کو اس کا اجر ملے گا۔

فِيهِمْ أَجْرَ مَا أَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ۔

۲۲۱۷۔ وَحَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۲۱۸۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ وَهُوَ ابْنُ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ إِذَا أَنْفَقَ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةً وَهُوَ يَحْتَسِبُهَا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةً۔

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان جب اپنے اہل وعیال پر ثواب کی امید سے خرچ کرتا ہے تو یہ بھی اس کا صدقہ ہے۔

۲۲۱۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ كِلَاهُمَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا وَكِيعٌ جَمِيعًا عَنْ شُعْبَةَ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۲۲۲۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أُمِّي قَدِمَتْ عَلَيَّ وَهِيَ رَاغِبَةٌ أَوْ رَاهِبَةٌ أَفَأَصِلُهَا قَالَ نَعَمْ۔

حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میری ماں آئی ہے اور وہ دین سے بیزار ہے کیا میں اس سے صلہ رحمی کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں!

۲۲۲۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِي عَهْدِ قُرَيْشٍ إِذْ عَاهَدَهُمْ فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ رَاغِبَةٌ أَفَأَصِلُ أُمِّي قَالَ نَعَمْ صِلِي أُمَّكِ۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری ماں آئی ہے، اور وہ مشرکہ ہے، یہ اس دور کی بات ہے جب آپ نے قریش سے عہد کیا ہوا تھا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اور کہا میری ماں آئی ہے اور وہ دین سے بیزار ہے کیا میں اس سے حسن سلوک کروں؟ فرمایا ہاں اپنی ماں سے حسن سلوک کرو۔

بَابُ ٢٨٤ وُصُولِ ثَوَابِ الصَّدَقَةِ عَنِ الْمَيِّتِ إِلَيْهِ

میت کے لیے ایصال ثواب

٢٢٢٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَلَمْ تُوصِ وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ أَفَلَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: یا رسول اللہ! میری والدہ اچانک فوت ہو گئی ہیں جس کی وجہ سے وصیت نہیں کرسکیں میرا گمان ہے کہ اگر وہ بولتیں تو صدقہ کرتیں، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا انہیں اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

٢٢٢٣ - وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ أَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى قَالَ نَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ وَلَمْ تُوصِ كَمَا قَالَ ابْنُ بِشْرٍ وَلَمْ يَقُلْ ذٰلِكَ الْبَاقُونَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

ایصال ثواب

فوت شدہ لوگوں کے لیے عبادات کا ثواب پہنچانا جائز ہے، عبادات مالیہ کے ایصال ثواب میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، البتہ عبادات بدنیہ کے ایصال ثواب میں اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک عبادات بدنیہ کا ثواب پہنچانا جائز ہے اور امام شافعی اور امام مالک کے عبادات بدنیہ میں دو قول ہیں اور معتزلہ کسی چیز کے ایصال ثواب کے قائل نہیں ہیں، ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے: ان لیس للانسان الا ما سعی (نجم ۳۹) "انسان کو صرف اسی کی کوشش کا اجر ملتا ہے"۔ یعنی ایک انسان کے عمل کا اجر دوسرے انسان کو نہیں ملتا۔

لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى سے معارضہ کے جوابات

علامہ سید طحطاوی لکھتے ہیں اس آیت کے آٹھ جواب ہیں:

ایک یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس آیت کا حکم قرآن مجید کی دوسری اس آیت سے منسوخ ہے: والذین امنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم (طور ۲۱) "اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی۔" اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ماں باپ کی نیکیوں کے سبب اولاد جنت میں چلی جائے گی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عکرمہ نے فرمایا کہ اس آیت سے پہلے صحف ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کا ذکر ہے اس لیے یہ حکم ان کی امتوں کے ساتھ مخصوص ہے۔

رہی یہ امت تو اس کو اپنی سعی کا اجر بھی ملے گا اور جو اس کے لیے سعی کریں گے اس کا اجر بھی ملے گا تیسرا جواب یہ ہے علامہ ربیع بن انس اور علامہ ثعلبی نے فرمایا اس آیت میں انسان سے مراد کافر ہیں اور کافروں کو صرف ان کی سعی کا اجر ملتا ہے اور وہ بھی صرف دنیا میں آخرت میں ان کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ علامہ حسین بن فضل نے کہا اس آیت میں دوسروں کی سعی سے جس اجر کی نفی ہے وہ بطریق عدل ہے اور جس اجر کا ثبوت ہے وہ فضل کا تقاضا ہے پانچواں جواب یہ ہے کہ علامہ ابوبکر وراق نے کہا اس آیت میں سعی، نیت کے معنی میں ہے یعنی انسان کو صرف اپنی نیت کا اجر ملتا ہے۔ چھٹا جواب یہ ہے کہ آیت میں لام بمعنی علی ہے یعنی انسان کو صرف اس کے عمل سے گناہ ہوتا ہے دوسروں کے عمل کا بار اس پر نہیں۔ ساتواں جواب یہ ہے کہ علامہ زعفرانی نے کہا اس آیت میں سعی سے مراد عام ہے انسان نے بنفسہٖ سعی کی ہو یا سعی کا سبب فراہم کیا ہو مثلاً جس انسان کی اولاد، دوست احباب اور ملنے والے اس کے لیے دعا کرتے اور استغفار کرتے ہیں تو یہ بھی اس کی سعی کا سبب ہے کیونکہ وہ اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرتا ہے اور قرابت داروں اور ملنے جلنے والوں سے ایسا حسن سلوک کرتا ہے جس کی بناء پر وہ اس کیلئے دعا اور استغفار کرتے ہیں گویا کہ اس دعا اور استغفار کا سبب اس شخص کی سعی سے قائم ہوا، آٹھواں جواب یہ کہ علامہ طیبی نے فرمایا یہ حصر اصل مقصود کے اعتبار سے ہے کل کے اعتبار سے نہیں ہے لہ۔

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: شیخ الاسلام تقی الدین ابوالعباس احمد بن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا جس شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ انسان کو صرف اس کے عمل سے نفع ہوتا ہے وہ اجماع کا مخالف ہے اور یہ متعدد وجوہ سے باطل ہے ایک وجہ یہ ہے کہ انسان کو دوسرے شخص کی دعا سے فائدہ پہنچتا ہے اور یہ عمل غیر سے فائدہ پہنچا دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میدان محشر میں پہلے حساب کے لیے شفاعت فرمائیں گے پھر جنت میں دخول کے لیے سفارش کریں گے اور آپ کے عمل سے دوسروں کو فائدہ پہنچے گا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ (گنہگار) شفاعت کے ذریعہ دوزخ سے نکالے جائیں گے اور یہ نفع عمل غیر سے ہوگا چوتھی وجہ یہ ہے کہ فرشتے زمین والوں کے لیے دعا اور استغفار کرتے ہیں پانچویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض ایسے گناہ گاروں کو جہنم سے نکالے گا جن کا کوئی عمل صالح نہیں ہوگا اور یہ نفع بغیر عمل اور سعی کے حاصل ہوا، چھٹی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی اولاد اپنے آباء کے عمل سے جنت میں جائیگی اور یہ عمل غیر سے نفع ہے ساتویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو یتیم لڑکوں کے قصہ میں بیان فرمایا: وکان ابوھما صالحا۔ ان لڑکوں کو اپنے باپ کی نیکی سے فائدہ پہنچا۔ آٹھویں وجہ یہ ہے کہ سنت اور اجماع سے ثابت ہے کہ میت کو دوسروں کے کیے ہوئے صدقات سے فائدہ پہنچتا ہے۔ نویں وجہ یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ میت کے ولی کی طرف سے حج کرنے سے میت سے حج مفروض ساقط ہو جاتا ہے اور یہ فائدہ بھی عمل غیر سے ہے۔ دسویں وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ نذر مانا ہوا حج اور نذر مانا ہوا روزہ بھی غیر کے کرنے سے ادا ہو جاتا ہے گیارہویں وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقروض کی نماز جنازہ نہیں پڑھی حتیٰ کہ ابوقتادہ نے اس کا قرض ادا کر دیا اس طرح غیر کے عمل سے قرض ادا ہوا۔ بارھویں وجہ یہ ہے کہ ایک شخص تنہا نماز پڑھ رہا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اس پر صدقہ کیوں نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھے اور اس کو جماعت کا ثواب مل جائے۔

لہ۔ علامہ سید احمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ مراقی الفلاح ص ۳۷۷، مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۵۶ھ۔

تیرھویں وجہ یہ ہے کہ اگر کسی میت کی طرف سے لوگ قاضی کے حکم سے قرض ادا کریں تو میت کا قرض ادا ہو جاتا ہے چودھویں وجہ یہ ہے کہ جس شخص پر لوگوں کے حقوق ہیں اگر لوگ وہ حقوق معاف کر دیں تو وہ بری ہو جاتا ہے۔ پندرھویں وجہ یہ ہے کہ نیک پڑوسی سے زندگی میں اور موت کے بعد بھی نفع حاصل ہوتا ہے۔ سولھویں وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں ہے ذکر کرنے والوں کی مجلس میں بیٹھا ہوا ایک ایسا شخص بخشا گیا جس نے ذکر نہیں کیا تھا صرف ان کی مجلس میں بیٹھنے کی وجہ سے بخشا گیا۔ سترھویں وجہ یہ ہے کہ میت پر نماز جنازہ پڑھنا اور اس کے لیے استغفار کرنا عمل غیر کا نفع ہے اٹھارھویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم "جب تک آپ ان میں ہیں ان کو عذاب نہیں ہوگا" اور فرمایا لولا رجال مؤمنون ونساء مؤمنات ۔ اور فرمایا: لولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لفسدت الارض "اگر بعض لوگوں کی نیکیوں کے سبب اللہ تعالیٰ بعض بڑوں سے عذاب نہ ٹالے تو زمین تباہ و برباد ہو جائے" اور یہ عمل غیر سے نفع ہے۔ بیسویں وجہ یہ ہے کہ نابالغ کی طرف سے بالغ صدقہ فطر ادا کرتا ہے۔ اکیسویں وجہ یہ ہے کہ (ائمہ ثلاثہ کے نظریہ کے مطابق) نابالغ کی طرف سے اس کا ولی زکوٰۃ ادا کرے تو ہو جائیگی اور یہ عمل غیر سے نفع حاصل کرنا ہے۔ معلوم ہوا کہ کتاب، سنت اور اجماع کی روشنی میں عمل غیر سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ [1]

ایصال ثواب کے متعلق علماء مذاہب کی تصریحات

اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک عبادات مالیہ اور عبادات بدنیہ کا ثواب فوت شدہ لوگوں کو پہنچانا جائز ہے اور امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک عبادات مالیہ کا ثواب پہنچانا جائز ہے اور عبادات بدنیہ میں ان کے دو قول ہیں اس سلسلے میں ہم بعض علماء کی آراء پیش کر رہے ہیں۔ علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنے سے میت کو ثواب پہنچتا ہے اور اس کو فائدہ ہوتا ہے اسی طرح علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ میت کو دعا کا فائدہ پہنچتا ہے اور احادیث سے ثابت ہے کہ میت کی طرف سے قرض ادا کیا جائے تو اس سے قرض ساقط ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سے میت کی طرف سے فرض حج کرنا بھی صحیح ہے اور جبکہ اس نے نفلی حج کی وصیت کی ہو تو اس کی طرف سے نفلی حج کرنا بھی صحیح ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اگر میت سے کچھ روزے رہ گئے ہوں تو آیا اس کی طرف سے روزے رکھنا صحیح ہے یا نہیں؟ ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ اس کی طرف سے روزے رکھنا جائز ہے کیونکہ اس بارے میں احادیث ہیں۔ ہمارے مذہب میں مشہور یہ ہے کہ قرآن پڑھنے کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا اور ہمارے اصحاب میں سے ایک جماعت نے کہا کہ ثواب پہنچتا ہے۔ امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے۔ نماز اور باقی عبادات کا ثواب ہمارے نزدیک نہیں پہنچتا اور یہی جمہور کا مذہب ہے اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ حج کی طرح تمام عبادات کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ [2]

1۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، فتح البیان ج ۹ ص ۱۴۲-۱۴۳، مطبوعہ مطبع بولاق مصر الطبعۃ الاولی ۱۳۰۱ھ

2۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۲۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی طبع ثانی ۱۳۷۵ھ۔

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں: اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ میت کو صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے، البتہ عبادات بدنیہ مثلاً قرآن مجید کی تلاوت اور نماز میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا ان کا ثواب بھی پہنچتا ہے جس طرح مالی صدقات کا ثواب پہنچتا ہے نیز حدیث شریف میں ہے: من مات وعلیہ صوم صام عنہ ولیہ "جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے روزے رہ گئے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھ لے" اور بعض علماء نے کہا کہ عبادات بدنیہ کا ثواب نہیں پہنچتا کیونکہ قرآن مجید میں ہے لیس للانسان الا ما سعی اس قول پر حج کے ثواب پہنچنے سے معارضہ کیا جاتا ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ حج میں عبادات بدنیہ اور عبادات مالیہ دونوں کا دخل ہے اور مالی عبادت کے غلبہ کی وجہ سے وہ عبادت مالیہ کے حکم میں ہے اور روزے والی حدیث ظاہر قرآن کے خلاف ہے پس جو شخص ظاہر قرآن ان لیس للانسان الا ما سعی کی رعایت کرتا ہے وہ عبادات بدنیہ کے ثواب کا انکار کرتا ہے اور جو شخص ظاہر حدیث کا لحاظ کرتا ہے وہ عبادات بدنیہ کے ثواب کو جائز قرار دیتا ہے [1]

قارئین کرام پر یہ بات واضح ہو گئی ہوگی کہ ظاہر قرآن (لیس للانسان الا ما سعی) کی وجہ سے عبادات مالیہ اور بدنیہ میں فرق کرنا باطل ہے کیونکہ اس آیت کو اپنے ظاہر اور عموم و اطلاق پر رکھا جائے تو عبادات بدنیہ اور مالیہ دونوں کا ثواب ناجائز ہوگا اور اگر اس آیت کی تاویل کی جائے جیسا کہ ہم علامہ طحطاوی اور شیخ ابن تیمیہ سے نقل کر چکے ہیں تو دونوں میں ایصال ثواب جائز قرار پائے گا۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب عالمگیری میں ہے:

قاعدہ یہ ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے شخص کو پہنچا سکتا ہے خواہ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ ہو یا کوئی اور نیک عمل جیسے حج اور قرآن مجید کی تلاوت اور اذکار اور انبیاء علیہم السلام کی قبور کی زیارت اور شہداء اور اولیاء اور صالحین کی قبروں کی زیارت اور مردوں کو کفن دینا اور تمام نیکی کے کام اسی طرح غایت سروجی شرح ہدایہ میں ہے [2]

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں میت کی طرف سے بلا اذن واجب یا نفل ادا کرنا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کی طرف سے حج کا حکم دیا اور یہ بات معروف تھی کہ اس کا اذن نہیں ہے اور صدقہ کی طرح جب فرض جائز ہے تو نفل بھی جائز ہے [3]

شیخ عثمانی لکھتے ہیں: البحر الرائق میں ہے جس شخص نے روزہ رکھا، نماز پڑھی یا صدقہ دیا اور اس کا ثواب زندوں اور مردوں میں سے کسی کو پہنچا دیا تو جائز ہے اور اہل سنت و جماعت کے نزدیک ان کو یہ ثواب پہنچ جائے گا اسی طرح بدائع میں ہے علامہ شامی نے کہا اس سے معلوم ہوا کہ جس کو ثواب پہنچایا وہ عام ہے خواہ زندہ ہو یا مردہ اور عبادت کرتے وقت خواہ اپنی نیت کرے یا غیر کی اور عبادت بھی عام ہے فرض ہو یا نفل ———— اس کے بعد لکھتے ہیں علامہ ابن حجر نے اپنے فتاویٰ فقہیہ میں ذکر کیا ہے کہ حافظ ابن تیمیہ کا زعم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاوت قرآن مجید کا ثواب پہنچانا ممنوع

[1] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۱۴۳-۱۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] علامہ نظام الدین برہانپوری م ۱۱۶۱ھ، عالمگیری ج ۱ ص ۲۵۷ مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۱۰ھ۔

[3] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم بارگاہ میں اسی چیز کا ثواب پہنچانا چاہیے جس کی آپ نے اجازت دی ہو اور وہ صرف درود شریف اور آپ کے لیے وسیلہ کی دعا ہے۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ علامہ سبکی وغیرہ نے ابن تیمیہ کا رد کیا ہے کہ آپ کو ثواب پہنچانے کے لیے اذن کی ضرورت نہیں ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت ابن عمر ایک عرصہ تک آپ کی طرف سے عمرہ کرتے رہے اور اس کا کوئی اذن نہیں تھا اور ابن موفق نے جو جنید کے طبقہ سے ہیں آپ کی طرف سے ستر حج کیے اور ابن السراج نے آپ کی طرف سے دس ہزار بار قرآن شریف پڑھ کر ختم کیا اور متعدد بار آپ کی طرف سے قربانی کی۔ شیخ عثمانی لکھتے ہیں میں نے مفتی حنفیہ الشہاب احمد بن شبلی صاحب البحر کے شیخ کی کتاب میں پڑھا کہ حنبلیوں کے نزدیک ابھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ثواب کا ہدیہ پیش کرنا جائز ہے شیخ عثمانی لکھتے ہیں میں یہ کہتا ہوں کہ جب ہمارے علماء یہ فرماتے ہیں کہ انسان اپنی عبادات کا ثواب غیر کو پہنچا سکتا ہے تو اس کے عموم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں بلکہ آپ زیادہ حقدار ہیں کیونکہ آپ ہمیں گمراہی سے نکال کر ہدایت کی طرف لائے ہیں اور اس اہداء ثواب میں آپ کا شکریہ ادا کرنا ہے اور کامل زیادتی کمال کو قبول کرتا ہے اور بعض مانعین کا یہ غلط خیال ہے کہ آپ کو عبادات کا ثواب اس لیے نہیں پہنچانا چاہیے کہ تمام اعمال امت تو آپ کے میزان عمل میں پہلے ہی موجود ہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہمیں آپ پر درود شریف پڑھنے کا حکم کیوں دیتا[1]۔

شیخ عثمانی کی اس عبارت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ آپ کی بارگاہ میں ایصال ثواب کے لیے کسی خاص دلیل یا اجازت کی ضرورت نہیں ہے اس طرح جو افعال آپ کی تعظیم کے لیے کیے جائیں ان کے لیے بھی کسی خاص اجازت کی ضرورت نہیں ہے بشرطیکہ وہ افعال کسی دلیل شرعی سے ممنوع نہ ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر الصلوٰۃ والسلام پڑھتے وقت مسلمان جو تعظیماً قیام کرتے ہیں وہ بھی اسی دلیل سے جائز ہے دوسری اہم بات شیخ عثمانی نے یہ لکھی ہے کہ کامل زیادتی کمال کو قبول کرتا ہے اس لیے کوئی شخص آپ کے لیے ایصال ثواب کو اس وجہ سے منع کرے کہ آپ تو خود کامل ہیں آپ کو ثواب کے اہداء کی کیا ضرورت ہے کیونکہ کامل زیادتی کمال کو قبول کرتا ہے اور سچ پوچھئے تو آپ کو اہداء ثواب کرنے کی ہمیں ضرورت ہے تاکہ آپ کے ساتھ نسبت قائم رہے اور ہم پر آپ کی نظر التفات ہوتی رہے۔ کیونکہ آپ نے خود فرمایا ہے: تهادوا تحابوا۔ ایک دوسرے کو ہدیہ دو اور ایک دوسرے سے محبت کرو۔ ہم آپ کی خدمت میں عبادات کا ہدیہ محبت سے پیش کرتے ہیں آپ کی ضرورت کے خیال سے نہیں کرتے۔

باب ۳۸۵ بَيَانِ اَنَّ اسْمَ الصَّدَقَةِ يَقَعُ عَلٰى كُلِّ نَوْعٍ مِّنَ الْمَعْرُوْفِ

ہر نیکی صدقہ ہے۔

۲۲۲۳ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا اَبُوْ عَوَانَةَ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ كِلَاهُمَا عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ فِيْ حَدِيْثِ قُتَيْبَةَ قَالَ قَالَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ

ابن ابی شیبہ نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نیکی صدقہ ہے۔

[1] شیخ شبیر احمد عثمانی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۳ ص ۴۸، ۴۹ مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ.

٢٢٢٥ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ الضُّبَعِيُّ قَالَ نَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ قَالَ نَا وَاصِلٌ مَوْلَى أَبِي عُيَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّيلِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بِالْأُجُورِ يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ وَيَتَصَدَّقُونَ بِفُضُولِ أَمْوَالِهِمْ قَالَ أَوَلَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ مَا تَصَّدَّقُونَ بِهِ إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةً وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ صَدَقَةٌ وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيَأْتِي أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَيَكُونُ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ قَالَ أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ فِيهَا وِزْرٌ فَكَذَلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرٌ.

٢٢٢٦ - حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ عَنْ زَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَّامٍ يَقُولُ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ فَرُّوخَ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ تَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهُ خُلِقَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْ بَنِي آدَمَ عَلَى سِتِّينَ وَثَلَاثِ مِائَةِ مَفْصِلٍ فَمَنْ كَبَّرَ اللَّهَ وَحَمِدَ اللَّهَ وَهَلَّلَ اللَّهَ وَسَبَّحَ اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ اللَّهَ وَعَزَلَ حَجَرًا عَنْ طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ شَوْكَةً

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ نے آپ سے کہا: یا رسول اللہ! مال والے تو ثواب لوٹ کر لے گئے وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں ہماری طرح روزے رکھتے ہیں، اور اپنے زائد مال سے صدقہ دیتے ہیں آپ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے صدقہ کا سبب نہیں بنایا!! ہر تسبیح صدقہ ہے، ہر تکبیر صدقہ ہے اور ہر بار الحمد للہ کہنا صدقہ ہے ہر بار لا الٰہ الا اللہ صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے، عمل تزویج کرنا صدقہ ہے، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر ہم سے کوئی شخص شہوت کی غرض سے عمل تزویج کرے پھر بھی صدقہ ہے؟ فرمایا کیوں نہیں! بھلا بتلاؤ اگر کوئی حرام طریقہ سے اپنی شہوت پوری کرتا تو کیا اسے گناہ نہ ہوتا! اسی طرح سے جب وہ حلال طریقے سے اپنی شہوت پوری کرے گا تو اس کو اجر ملے گا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر انسان تین سو ساٹھ جوڑوں کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے، جس شخص نے اللہ اکبر کہا، الحمد للہ کہا، لا الٰہ الا اللہ کہا، سبحان اللہ کہا، استغفر اللہ کہا، لوگوں کے راستے سے کوئی پتھر ہٹایا، کوئی کانٹا یا کوئی ہڈی راستہ سے ہٹائی نیکی کا حکم دیا یا برائی سے روکا تو یہ تین سو ساٹھ جوڑوں کی تعداد (کے برابر شکر) ہے اور اس دن وہ اس حال میں چل رہا ہو گا کہ جہنم سے آزاد ہو گا.

أَوْ عَظْمًا عَنْ طَرِيقِ النَّاسِ وَأَمَرَ بِمَعْرُوفٍ أَوْ نَهَى عَنْ مُنْكَرٍ عَدَدَ تِلْكَ السِّتِّينَ وَالثَّلَاثِ مِائَةِ السُّلَامَى فَإِنَّهُ يَمْشِي يَوْمَئِذٍ وَقَدْ زَحْزَحَ نَفْسَهُ عَنِ النَّارِ قَالَ أَبُو تَوْبَةَ وَرُبَّمَا قَالَ يُمْسِي.

۲۲۲۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَخِي زَيْدٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ أَوْ أَمَرَ بِمَعْرُوفٍ وَقَالَ فَإِنَّهُ يُمْسِي يَوْمَئِذٍ.

ایک اور سند کے ساتھ کچھ لفظی فرق سے یہ روایت منقول ہے۔

۲۲۲۸ - وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ قَالَ نَا عَلِيٌّ يَعْنِي ابْنَ الْمُبَارَكِ نَا يَحْيَى عَنْ زَيْدِ بْنِ سَلَّامٍ عَنْ جَدِّهِ أَبِي سَلَّامٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ فَرُّوخَ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ تَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِقَ كُلُّ إِنْسَانٍ نَحْوَ حَدِيثِ مُعَاوِيَةَ عَنْ زَيْدٍ وَقَالَ فَإِنَّهُ يَمْشِي يَوْمَئِذٍ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر انسان پیدا کیا گیا..... اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۲۲۲۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ قِيلَ أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَجِدْ قَالَ يَعْتَمِلُ بِيَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ قَالَ قِيلَ أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ قَالَ يُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ قَالَ قِيلَ لَهُ إِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ قَالَ يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ أَوِ الْخَيْرِ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَفْعَلْ قَالَ يُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ.

حضرت ابوبردہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مسلمان پر صدقہ ہے آپ سے پوچھا گیا یہ بتلائیں اگر وہ (صدقہ کو) نہ پا سکے، آپ نے فرمایا اپنے ہاتھوں سے کمائے اور اپنے آپ کو نفع پہنچائے اور صدقہ کرے عرض کیا گیا اگر یہ بھی نہ کر سکے فرمایا کسی مجبور اور پریشان آدمی کی مدد کرے، پوچھا گیا اگر یہ بھی نہ کر سکے فرمایا نیکی کا حکم دے کہا گیا اگر یہ بھی نہ کر سکے فرمایا برائی سے باز رہے یہ بھی صدقہ ہے۔

۲۲۳۰ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا شُعْبَةُ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

۲۲۳۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ قَالَ تَعْدِلُ بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَتُعِيْنُ الرَّجُلَ فِيْ دَابَّتِهٖ فَتَحْمِلُهٗ عَلَيْهَا أَوْ تَرْفَعُ لَهٗ عَلَيْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ قَالَ وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ وَكُلُّ خُطْوَةٍ يَّمْشِيْهَا إِلَى الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ وَتُمِيْطُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر روز طلوع آفتاب کے بعد انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہوتا ہے دو آدمیوں کے درمیان انصاف کرنا بھی صدقہ ہے، کسی کو سواری پر سوار ہونے میں مدد دینا بھی صدقہ ہے، سواری پر کسی کا مال لادنا بھی صدقہ ہے، اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے، نماز کو جانے کے لیے ہر قدم صدقہ ہے اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔

۲۲۳۲۔ وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ وَهُوَ ابْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِيْ مُزَرِّدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ يَّوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ أَحَدُهُمَا اللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُوْلُ الْآخَرُ اللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر روز صبح کو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ایک کہتا ہے اے اللہ خرچ کرنے والے کو اور مال عطا کر اور دوسرا کہتا ہے الٰہی بخیل کا مال تباہ کر دے۔

۲۲۳۳۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَصَدَّقُوْا فَيُوْشِكُ الرَّجُلُ يَمْشِيْ بِصَدَقَتِهٖ فَيَقُوْلُ الَّذِيْ أُعْطِيَهَا لَوْ جِئْتَنَا بِهَا بِالْأَمْسِ قَبِلْتُهَا وَأَمَّا الْآنَ فَلَا حَاجَةَ لِيْ بِهَا فَلَا يَجِدُ

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ کیا کرو کیونکہ عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے جب آدمی اپنے صدقہ کا مال لیے لیے پھرے گا اور جس کو دے گا وہ کہے گا کل لے آتے تو میں لے لیتا آج مجھے ضرورت نہیں ہے غرضیکہ کوئی صدقہ لینے والا نہیں ملے گا۔

مَنْ يَقْبَلُهَا۔

٢٢٣٤۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بَرَّادٍ الْاَشْعَرِيُّ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَا نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَاْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَطُوْفُ الرَّجُلُ فِيْهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ ثُمَّ لَا يَجِدُ اَحَدًا يَاْخُذُهَا مِنْهُ وَيُرَى الرَّجُلُ الْوَاحِدُ يَتْبَعُهُ اَرْبَعُوْنَ امْرَاَةً يَلُذْنَ بِهٖ مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ بَرَّادٍ وَتَرَى الرَّجُلَ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا دور آئے گا کہ انسان صدقہ کرنے کے لیے سونا لیے گھومتا پھرے گا اور کوئی لینے والا نہیں ملے گا، اور مردوں کی کمی اور عورتوں کی کثرت سے یہ حال ہوگا کہ ایک مرد کی پناہ میں چالیس عورتیں دکھائی دیں گی۔

٢٢٣٥۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكْثُرَ الْمَالُ وَيَفِيْضَ حَتّٰى يَخْرُجَ الرَّجُلُ بِزَكٰوةِ مَالِهٖ فَلَا يَجِدُ اَحَدًا يَقْبَلُهَا مِنْهُ وَحَتّٰى تَعُوْدَ اَرْضُ الْعَرَبِ مُرُوْجًا وَّاَنْهَارًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک مال بکثرت ہوکر بہہ جائے حتیٰ کہ ایک آدمی اپنا زکوٰۃ کا مال نکالے گا اور اسے قبول کرنے والا کوئی نہیں ملے گا اور جب تک سرزمین عرب چراگاہوں اور نہروں والی نہ ہو جائے۔

٢٢٣٦۔ وَحَدَّثَنَا اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ اَبِيْ يُوْنُسَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكْثُرَ فِيْكُمُ الْمَالُ فَيَفِيْضَ حَتّٰى يُهِمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ يَقْبَلُهُ مِنْهُ صَدَقَةً وَّيُدْعٰى اِلَيْهِ الرَّجُلُ فَيَقُوْلُ لَا اَرَبَ لِيْ فِيْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ مال کثرت کے سبب بہہ نہ جائے اور حتیٰ کہ مال والا سوچ میں پڑ جائے کہ اس کا مال کون قبول کرے گا اور کسی شخص کو صدقہ قبول کرنے کے لیے بلایا جائے گا اور وہ کہے گا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

٢٢٣٧۔ وَحَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ الرِّفَاعِيُّ وَاللَّفْظُ لِوَاصِلٍ قَالُوْا نَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے چاندی کے ستونوں کی مثل زمین اپنے جگر پارے اگل دے گی، قاتل دیکھ کر کہے گا اسی (مال) کی وجہ سے تو میں نے قتل کیا تھا، قاطع رحم

الله عليه وسلم تقيء الارض افلاذ كبدها امثال الاسطوان من الذهب والفضة فيجيء القاتل فيقول في هذا قتلت ويجيء القاطع فيقول في هذا قطعت رحمي ويجيء السارق فيقول في هذا قطعت يدي ثم يدعونه فلا ياخذون منه شيئا۔

کہے گا اسی وجہ سے تو میں نے رشتہ داری توڑی تھی اور چور دیکھ کر کہے گا اسی مال کی وجہ سے میرا ہاتھ کاٹا گیا تھا پھر سب اس مال کو چھوڑ دیں گے اور کوئی کچھ نہیں لے گا۔

۲۲۳۸۔ **حدثنا** قتيبة بن سعيد قال نا ليث عن سعيد بن ابي سعيد عن سعيد بن يسار انه سمع ابا هريرة رضي الله عنه يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما تصدق احد بصدقة من طيب ولا يقبل الله الا الطيب الا اخذها الرحمن بيمينه وان كانت تمرة فتربو في كف الرحمن سبحانه حتى تكون اعظم من الجبل كما يربي احدكم فلوه او فصيله۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص پاکیزہ مال سے صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ پاکیزہ مال کے سوا قبول نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے خواہ وہ ایک کھجور ہو پھر وہ صدقہ رحمن کے ہاتھ میں بڑھتا رہتا ہے حتیٰ کہ پہاڑ سے زیادہ ہو جاتا ہے، جس طرح تم میں سے کوئی شخص گھوڑے یا اونٹ کے بچے کو پالتا ہے۔

۲۲۳۹ **حدثنا** قتيبة بن سعيد قال نا يعقوب يعني ابن عبد الرحمن القاري عن سهيل عن ابيه عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا يتصدق احد بتمرة من كسب طيب الا اخذها الله بيمينه فيربيها كما يربي احدكم فلوه او قلوصه حتى تكون مثل الجبل او اعظم۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی کمائی سے ایک کھجور بھی صدقہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے پھر اس کو بڑھاتا رہتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنے گھوڑے یا اونٹ کے بچے کو پالتا ہے حتیٰ کہ وہ پہاڑ سے بڑھ جاتا ہے۔

۲۲۴۰۔ **وحدثني** امية بن بسطام قال نا يزيد يعني ابن زريع قال نا روح ح وحدثنيه احمد بن عثمان الاودي قال نا خالد بن مخلد قال حدثني سليمان يعني ابن بلال كلاهما عن سهيل بهذا الاسناد في حديث روح من الكسب الطيب فيضعها في حقها وفي حديث سليمان فيضعها في موضعها۔

دو اور سندوں سے ایسی ہی روایت منقول ہے

۲۲۴۱۔ وَحَدَّثَنِیْہِ اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِیْثِ یَعْقُوْبَ عَنْ سُهَیْلٍ۔

ایک اور سند سے حسب سابق روایت ہے۔

۲۲۴۲۔ وَحَدَّثَنِیْ اَبُوْ کُرَیْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ نَا فُضَیْلُ بْنُ مَرْزُوْقٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَدِیُّ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِیْنَ فَقَالَ یٰاَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ وَقَالَ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ ثُمَّ ذَکَرَ الرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْهِ اِلَی السَّمَآءِ یَا رَبِّ یَا رَبِّ وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِکَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ پاک چیز کے سوا اور کسی چیز کو قبول نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو حکم دیا تھا اور فرمایا: اے رسولو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو، میں تمہارے کاموں سے باخبر ہوں، اور فرمایا اے مسلمانو! ہماری دی ہوئی چیزوں سے پاک چیزیں کھاؤ پھر آپ نے ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے اس کے بال غبار آلود ہیں وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے یا رب! یا رب! اور اس کا کھانا پینا حرام ہو اس کا لباس حرام ہو اس کی غذا حرام ہو تو اس کی دعا کہاں قبول ہوگی!

مال حرام سے صدقہ کا حکم

اس باب کی احادیث سے حسب ذیل مسائل مستفاد ہوتے ہیں:

(۱) تسبیح اور تہلیل کی طرح نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے یاد رہے کہ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا فرض کفایہ ہے اور اگر مسئلہ جاننے والا منفرد ہو تو پھر فرض عین ہے اور فرض کا ثواب ہر حال میں نفل سے زیادہ ہوتا ہے۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل تزویج کو بھی صدقہ قرار دیا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مباح کام بھی حسن نیت سے مستحب ہو جاتا ہے جب مسلمان عمل تزویج کرتے وقت عورت کا حق ادا کرنے کی نیت کرے یا ولد صالح کی طلب کی نیت کرے یا خود کو اور بیوی کو گناہ سے محفوظ رکھنے کی نیت کرے یا اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کی نیت کرے تو یہ فعل بھی عبادت بن جاتا ہے۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ تقاضا شہوت کی نیت سے بھی عمل تزویج ثواب ہے کیونکہ ناجائز طریقہ سے قضاء شہوت جب گناہ ہے تو جائز طریقہ سے یہ کام ثواب ہوگا۔ آپ نے اس ارشاد میں قیاس فرمایا اور یہ حدیث

قیاس کے حجت ہونے کی واضح دلیل ہے حدیث شریف میں جس قیاس کا ذکر ہے اس کو فقہ کی اصطلاح میں قیاس عکس کہتے ہیں۔

(۴) قیامت کے قریب جب مال کی کثرت ہو جائے گی سب کوئی زکوٰۃ نہیں لیگا تو زکوٰۃ کا فرض کس طرح ساقط ہوگا؟ میں نے بعض علماء کو اس مسئلہ میں پریشان دیکھا۔ میں نے ان سے کہا کہ جب کسی فرض کی ادائیگی کا محل نہ ہو تو وہ فرض ساقط ہو جاتا ہے جیسے بلغاریہ میں عشاء کا وقت نہیں ہے تو ان سے عشاء ساقط ہوگئی اور جیسے کسی شخص کا ایک ہاتھ کٹ جائے تو اس سے وضو میں اس ہاتھ دھونے کی فرضیت ساقط ہو جائے گی بالفرض اگر عرب کی حکومت کسی مسلمان ملک کے باشندوں کے داخلہ پر پابندی لگا دے تو اس ملک کے لوگوں سے فرضیت حج ساقط ہو جائے گی علیٰ ہذا القیاس جب زکوٰۃ لینے والا نہیں ہوگا تو زکوٰۃ بھی ساقط ہو جائے گی۔

(۵) ان احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف پاک چیزوں کو قبول کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مال حرام سے صدقہ کرنا ناجائز ہے اور جس مال حرام کی حرمت قطعی ہو جیسے سود یا مال غصب اس کے ساتھ صدقہ کرنا کفر ہے اور ہمارے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر فقیر کو معلوم ہو جائے کہ یہ مال حرام ہے اس کے باوجود فقیر اس مال کرنے والے کے حق میں دعا کرے تو وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ (شامی، مرقات وغیرہ) اسی طرح جیسے بینک سے سود لینا ناجائز ہے۔ اس سود کو فقراء پر صدقہ کرنا بھی ناجائز ہے اگر کسی شخص نے کسی سے ناجائز مال لے لیا ہے اور اس مال سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس مال کے مالک یا اس کے ورثاء کو تلاش کر کے وہ مال پہنچا دے اور اگر مالک یا اس کے ورثاء نہ ملیں تو مالک کی طرف سے اس مال کو فقراء پر صدقہ کر دے اور اپنے ذمہ سے برأت کی نیت کرے اس نیت کا ثواب ہوگا۔

(۶) اس باب کی آخری حدیث سے معلوم ہوا کہ حرام مال کھانا بھی دعا نہ قبول ہونے کا ایک سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔ (آمین)۔

باب ۲۸۶ الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ او کلمۃ طیبۃ وانھا حجاب من النار — صدقہ اور خیرات کی ترغیب

۲۲۴۳ - حدثنا عون بن سلام الکوفی قال نا زھیر بن معاویۃ الجعفی عن ابی اسحق عن عبد اللہ بن معقل عن عدی بن حاتم قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول من استطاع منکم ان یستتر من النار ولو بشق تمرۃ فلیفعل۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو شخص کھجور کے ایک ٹکڑے کے سبب دوزخ سے بچ سکتا ہے تو وہ ایسا کرے۔

۲۲۴۴ - حدثنا علی بن حجر السعدی و اسحق بن ابراھیم وعلی بن خشرم قال ابن حجر

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص

نَا وَقَالَ الْآخَرَانِ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ اللّٰهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ فَيَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ زَادَ ابْنُ حُجْرٍ قَالَ الْأَعْمَشُ وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ خَيْثَمَةَ مِثْلَهُ وَزَادَ فِيهِ وَلَوْ بِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ وَقَالَ إِسْحٰقُ قَالَ الْأَعْمَشُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ خَيْثَمَةَ

عنقریب اللہ تعالیٰ اس طرح کلام کرے گا کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا، جب انسان اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو اسے صرف اپنے بھیجے ہوئے اعمال نظر آئیں گے اور بائیں طرف دیکھے گا تب بھی اپنے فرستادہ اعمال نظر آئیں گے، سامنے دیکھے گا تو دوزخ نظر آئے گی، پس تم آگ سے بچو، خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے، ایک اور سند میں ہے خواہ اچھی بات سے۔

٢٢٣٥ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّارَ فَأَعْرَضَ وَأَشَاحَ ثُمَّ قَالَ اتَّقُوا النَّارَ ثُمَّ أَعْرَضَ وَأَشَاحَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ كَأَنَّمَا يَنْظُرُ إِلَيْهَا ثُمَّ قَالَ اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ لَمْ يَذْكُرْ أَبُو كُرَيْبٍ كَأَنَّمَا وَقَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کا تذکرہ کیا اور ناپسندیدگی سے منہ پھیر لیا پھر فرمایا دوزخ سے ڈرو، اور پھر ناپسندیدگی سے منہ پھیر لیا جس سے ہم نے یہ گمان کیا کہ شاید آپ دوزخ کو دیکھ رہے ہیں، پھر فرمایا دوزخ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے، اور جس کو کھجور کا ٹکڑا نہ مل سکے تو وہ اچھی بات کہہ دے۔

٢٢٣٦ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ النَّارَ فَتَعَوَّذَ مِنْهَا وَأَشَاحَ بِوَجْهِهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ ثُمَّ قَالَ اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کا ذکر کیا اور اس سے پناہ مانگی اور تین مرتبہ منہ پھیرا پھر فرمایا دوزخ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے اگر وہ بھی نہ مل سکے تو اچھی بات سے۔

فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ.

۲۲۳۷- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ مُنْذِرِ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَدْرِ النَّهَارِ قَالَ فَجَاءَهُ قَوْمٌ حُفَاةٌ عُرَاةٌ مُجْتَابِي النِّمَارِ أَوِ الْعَبَاءِ مُتَقَلِّدِي السُّيُوفِ عَامَّتُهُمْ مِنْ مُضَرَ بَلْ كُلُّهُمْ مِنْ مُضَرَ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا رَأَى بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ فَأَمَرَ بِلَالًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ فَأَذَّنَ وَأَقَامَ فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا وَالْآيَةَ الَّتِي فِي الْحَشْرِ اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِنْ دِينَارِهِ مِنْ دِرْهَمِهِ مِنْ ثَوْبِهِ مِنْ صَاعِ بُرِّهِ مِنْ صَاعِ تَمْرِهِ حَتَّى قَالَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ بِصُرَّةٍ كَادَتْ كَفُّهُ تَعْجِزُ عَنْهَا بَلْ قَدْ عَجَزَتْ قَالَ ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتَّى رَأَيْتُ كَوْمَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَثِيَابٍ حَتَّى رَأَيْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَلَّلُ كَأَنَّهُ مُذْهَبَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ ہم دن کے ابتدائی حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ناگاہ آپ کے پاس لوگوں کی ایک جماعت آئی جن کے پیر ننگے، بدن ننگے، ننگے ہیں چمڑے کی کفنیاں یا عبائیں پہنے ہوئے اور تلواریں لٹکاتے ہوئے تھے ان میں اکثر بلکہ سب قبیلہ مضر سے متعلق تھے۔ ان کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور متغیر ہو گیا، آپ اندر گئے پھر باہر آئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا۔ حضرت بلال نے اذان دی پھر اقامت کہی، آپ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا، (یہ پوری آیت پڑھی) اور سورۂ حشر کی یہ آیت پڑھی (ترجمہ) انسان کو غور کرنا چاہیے کہ وہ کل آخرت کے لیے کیا بھیج رہا ہے، لوگ درہم، دینار اپنے کپڑے، گیہوں اور جو بااندازہ صاع (ساڑھے چار سیر کا پیمانہ) صدقہ کریں خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو، راوی کہتے ہیں انصار میں سے ایک شخص تھیلی لے کر آئے جس کو اٹھانے سے ان کا ہاتھ تھکا جاتا تھا بلکہ تھک گیا تھا، اس کے بعد لوگوں کا تانتا بندھ گیا یہاں تک کہ میں نے کھانے اور کپڑے کے دو ڈھیر دیکھے حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ (خوشی سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تمتما رہا تھا یوں لگتا تھا جیسے آپ کا چہرہ سونے کا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اسلام میں کسی نیک کام کی ابتداء کرے اس کو اپنے عمل کا بھی اجر ملے گا اور بعد میں عمل کرنے والوں کے عمل کا بھی اجر ملے گا اور ان عاملین کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے اسلام میں کسی برے عمل کی ابتداء کی اسے اپنے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور بعد میں عمل کرنے والوں کے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور ان عاملین کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

٢٢٤٨ - حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة قال نا ابو اسامة ح وحدثناه عبيد الله بن معاذ قال نا ابي قالا جميعا نا شعبة قال حدثني عون بن ابي جحيفة قال سمعت منذر ابن جرير عن ابيه رضي الله تعالى عنه قال كنا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم صدر النهار بمثل حديث ابن جعفر وفي حديث ابن معاذ من الزيادة قال ثم صلى الظهر ثم خطب.

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم دن کے ابتدائی حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔ اور معاذ کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ ظہر کی نماز پڑھی پھر خطبہ دیا۔

٢٢٤٩ - حدثني عبيد الله بن عمر القواريري وابو كامل ومحمد بن عبد الملك الاموي قالوا نا ابو عوانة عن عبد الملك بن عمير عن المنذر بن جرير عن ابيه رضي الله تعالى عنه قال كنت جالسا عند النبي صلى الله عليه وسلم فاتاه قوم مجتابي النمار وساقوا الحديث بقصته وفيه فصلى الظهر ثم صعد منبرا صغيرا فحمد الله واثنى عليه ثم قال اما بعد فان الله انزل في كتابه يايها الناس اتقوا ربكم. الاية.

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپ کے پاس کچھ لوگ آئے جنھوں نے چمڑے کی کفنیاں پہنی ہوئی تھیں اس کے بعد حسب سابق روایت ہے اور اس میں ہے کہ آپ نے ظہر کی نماز پڑھی پھر چھوٹے منبر پر رونق افروز ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: یایھا الناس اتقوا ربکم۔۔۔

٢٢٥٠ - وحدثني زهير بن حرب قال نا جرير عن الاعمش عن موسى بن عبد الله بن يزيد وابي الضحى عن عبد الرحمن بن هلال العبسي عن جرير بن عبد الله رضي الله تعالى عنه قال جاء ناس من الاعراب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم عليهم الصوف فراى سوء حالهم قد اصابتهم حاجة فذكر بمعنى حديثهم.

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ دیہاتی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جنھوں نے موٹے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احتیاج کی بناء پر ان کا بُرا حال دیکھا۔۔۔۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

مسجد میں چندہ کرنا

اس باب کی حدیث نمبر ٢٢٤٧ میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورتمند مسلمانوں کے لیے اہل مدینہ کو صدقہ خیرات کی ترغیب دی اور یہ حدیث چندہ کرنے کے جواز کی اصل ہے نیز اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مسجد میں سوال کرنا جائز ہے ہر چند کہ اس حدیث میں دوسروں کے لیے سوال کا ذکر ہے

لیکن علامہ شامی نے ذکر کیا ہے حضرت علی نے ایک سائل کو حالت رکوع میں انگوٹھی دیدی تو قرآن مجید میں ان کی مدح میں آیت نازل ہوئی: الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون (مائدہ: ٥٥) اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت مند کو اپنے لیے بھی مسجد میں سوال کرنا جائز ہے اور اس کو دینا بھی جائز ہے۔

بدعت حسنہ پر استدلال

علامہ نووی لکھتے ہیں کل محدث بدعۃ و کل بدعۃ ضلالۃ میں عموم مراد نہیں ہے اور تخصیص کی دلیل یہ حدیث ہے: "من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ" الحدیث۔ اس سے معلوم ہوا کہ کل بدعۃ ضلالۃ میں بدعت سے مراد محدثات باطلہ اور بدعات مذمومہ ہیں اور اس سے پہلے ہم کتاب الجمعۃ میں بیان کر چکے ہیں کہ بدعات کی پانچ قسمیں ہیں: واجبہ، مندوبہ، محرمہ، مکروہہ اور مباحہ[1]

نواب صدیق حسن بھوپالی نے اس جگہ علامہ نووی سے اختلاف کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس حدیث میں بدعت کی تخصیص کی دلیل نہیں ہے کیونکہ اہل مدینہ نے کوئی نیا کام نہیں کیا تھا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کیا تھا لہٰذا یہ حدیث بدعت کی پانچ قسموں پر دلالت نہیں کرتی بلکہ کل بدعۃ ضلالۃ اپنے مفہوم میں علی حالہٖ کلیہ ہے اس کی تخصیص کے لیے کوئی چیز عارض نہیں ہوئی اور جس شخص نے بدعت کی تقسیم کی ہے اس نے کوئی لائق ذکر بات نہیں کی اور "من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ" سے مراد ہے ما وردت بہ السنۃ "جس کام کے ساتھ سنت وارد ہوئی ہو" اور سنۃ سیئۃ سے مراد ہے "مالم یرد بہ السنۃ" جس کام کا سنت میں ذکر نہیں ہے۔" اس مقام کو یونہی سمجھنا چاہیے[2]۔

نواب صاحب نے یہ جو کچھ لکھا ہے اس حدیث کے بنیادی مفہوم کے بالکل خلاف ہے حدیث شریف میں ہے جس نے کسی کام کو پہلی بار کیا یا کوئی نیا کام کیا اس کو اپنے کام کا بھی اجر ملے گا اور بعد والوں کے عمل کا بھی اجر ملے گا اگر اس کام سے پہلا اور نیا کام مراد نہ ہو بلکہ سنت کے مطابق کوئی کام مراد ہو جیسا کہ نواب صاحب نے لکھا ہے تو پھر اس سنت پر عمل کرنے والے کو بعد والوں کے عمل کا اجر کس وجہ سے ملے گا۔ اس سنت کی مشروعیت میں اس شخص کا کیا دخل اور کیا حصہ ہے جو بعد والوں کے عمل کا کریڈٹ اس کو دیا جائے بلکہ حق تو یہ ہے کہ بعد والوں کے عمل کا اجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنا چاہیے پھر آپ نے عامل بالسنۃ کو بعد والوں کے اجر کا مستحق کیوں قرار دیا؟ اس لیے اس حدیث کا صحیح مفہوم وہی ہے جو علامہ نووی نے بیان کیا ہے جس نے کسی اچھے کام کی اسلام میں ابتداء کی اس کو اپنے عمل کا بھی اجر ملے گا اور بعد والوں کے عمل کا بھی اجر ملے گا اور یہ کل بدعۃ کے عموم کی واضح تخصیص ہے اسی طرح "جس شخص نے اسلام میں کسی برے کام کی ابتداء کی اس کو اپنے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور بعد والوں کے عمل کا بھی گناہ ہوگا۔ نواب صاحب حدیث کے اس دوسرے جملے کا معنی یہ کرتے ہیں کہ جس نے ایسا کام کیا مالم یرد بہ السنۃ" جس کا سنت میں ذکر نہیں ہے اول تو یہ بات ہی باطل ہے کہ جو چیز آپ کی سنت نہ ہو اس کو کرنا قابل ملامت اور گناہ ہو اور گناہ بھی ایسا کہ بعد میں اس کام کے کرنے والوں کا وبال بھی اس کے سر پر ہو۔ دیکھئے نواب صاحب نے السراج الوہاج شرح مسلم لکھی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تو نہیں ہے کیونکہ آپ نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ شرح مسلم ج ١ ص ٣٢٧ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ١٣٠٧ھ، السراج الوہاج ج ١ ص ٣٤٣ مطبوعہ مطبع صدیقی ١٣٠٢ھ۔

نہ کتاب لکھنے کا حکم دیا ہے تو نواب صاحب کے قاعدہ کے مطابق ان کی یہ کتاب بہرحال عالم بدعۃ السنۃ کا فرد اور سنت سیئہ ہے اور ایسا گناہ ہے جس کا وبال قیامت تک بڑھتا رہے گا۔ ثانیاً ہر وہ کام جس کے ساتھ سنت وارد نہ ہو اگر وہ مذموم اور گناہ ہے تو بتلائیں کہ مباحات کس کھاتے میں جائیں گے اور اس طرح عمل کا دائرہ بہت تنگ ہو جائے گا۔ ثالثاً جس کام کا سنت میں ذکر نہیں اگر وہ بالفرض گناہ ہو بھی تو کرنے والے کو صرف اپنے کام کا گناہ ہونا چاہیے۔ بعد میں کرنے والوں کا وبال اس کے ذمہ کیوں ہوگا؟ اس سوال کا کوئی معقول جواب اس وقت تک نہیں دیا جا سکتا جب تک علامہ نووی اور دیگر شارحین کی طرح اس حدیث کا یہ معنی نہ کیا جائے "جس شخص نے اسلام میں برے کام کی ابتداء کی" اب اس شخص کو اپنا گناہ بھی ہوگا اور بعد میں عمل کرنے والوں کا بھی گناہ ہوگا کیونکہ اس برائی کی طرف اس نے ان کی راہنمائی کی ہے اور بعد کے لوگوں کے لیے اس برائی میں مبتلا اور ملوث ہونے کا سبب، باعث اور داعی وہی شخص ہے۔ علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں: من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ کے عموم میں بدعات حسنہ داخل ہیں جیسے کتابوں کی تالیف اور یہی بات علامہ سنوسی مالکی نے لکھی ہے۔ [2] شیخ عثمانی نے بھی اس جگہ علامہ نووی اور علامہ وشتانی کی شرح کی تائید کی ہے۔ [3]

کتاب الجمعہ کے شروع میں ہم نے اس موضوع پر بہت تفصیل سے گفتگو کی ہے جو لائق مطالعہ ہے۔

بَابُ ۲۸۷ الْحَمْلِ بِأُجْرَةٍ يَتَصَدَّقُ بِهَا وَالنَّهْيِ الشَّدِيْدِ عَنْ تَنْقِيْصِ الْمُتَصَدِّقِ بِقَلِيْلٍ!

کم صدقہ دینے والے کی مذمت کرنے سے ممانعت

۲۲۵۱ ۔ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ قَالَ نَا غُنْدَرٌ قَالَ نَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنِيْهِ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ اَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِيْ ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُمِرْنَا بِالصَّدَقَةِ قَالَ كُنَّا نُحَامِلُ قَالَ فَتَصَدَّقَ اَبُوْ عُقَيْلٍ بِنِصْفِ صَاعٍ قَالَ وَجَاءَ اِنْسَانٌ بِشَيْءٍ اَكْثَرَ مِنْهُ فَقَالَ الْمُنَافِقُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَدَقَةِ هٰذَا وَمَا فَعَلَ هٰذَا الْاٰخَرُ اِلَّا رِيَاءً فَنَزَلَتِ الَّذِيْنَ

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہمیں صدقہ کا حکم دیا گیا، ہم اس وقت بوجھ ڈھویا کرتے تھے۔ حضرت ابو عقیل نے آدھا صاع (سوا دو سیر) صدقہ دیا ایک اور شخص ان سے زیادہ لے کر آیا۔ منافقوں نے کہا اس صدقہ کی اللہ تعالیٰ کو ضرورت نہیں ہے اور دوسرے نے تو محض دکھلاوے کے لیے صدقہ دیا ہے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) جو لوگ باخوشی صدقہ دینے والوں اور ان لوگوں پر طنز کرتے ہیں جو صرف اپنی محنت و مزدوری کے تناسب

---

[1] علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۱۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ ابو عبداللہ السنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ مکمل اکمال الاکمال ج ۳ ص ۱۵۳ 〃 〃 〃

[3] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ فتح الملہم ج ۳ ص ۴۸ مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی۔

يلمزون المطوعين من المؤمنين في الصدقات والذين لا يجدون إلا جهدهم ولم يلفظ بشر بالمطوعين.

سے صدقہ دے پاتے ہیں۔

٢٢٥٢ - وحدثناه محمد بن بشار قال حدثني سعيد بن الربيع ح وحدثنيه إسحق بن منصور قال نا أبو داود كلاهما عن شعبة بهذا الإسناد وفي حديث سعيد بن الربيع قال كنا نحامل على ظهورنا.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے اس میں ہے ہم اپنی پیٹھ پر بوجھ لادتے تھے۔

باب ٣٨٨ فضل المنيحة

دودھ دینے والے جانور کو عاریۃً دینے کی فضیلت

٢٢٥٣ - وحدثنا زهير بن حرب قال نا سفيان بن عيينة عن أبي الزناد عن الأعرج عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه يبلغ به ألا رجل يمنح أهل بيت ناقة تغدو بعس وتروح بعس إن أجرها لعظيم.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی صاحب خانہ کو ایسی اونٹنی (عاریتاً) دیتا ہے جو صبح وشام ایک گھڑا بھر کر دودھ نکالتی ہے تو اس کا بہت زیادہ اجر ہے۔

٢٢٥٤ - وحدثني محمد بن أحمد بن أبي خلف قال نا زكريا بن عدي قال أنا عبيد الله عن زيد عن عدي بن ثابت عن أبي حازم عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه نهى فذكر خصالا وقال من منح منيحة غدت بصدقة وراحت بصدقة صبوحها وغبوقها.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے کاموں سے منع فرمایا، آپ نے فرمایا جس نے کسی شخص کو دودھ کا جانور دیا تو صبح دودھ کے وقت اسے ایک صدقہ کا ثواب ہوگا اور شام کو دودھ کے وقت اسے ایک صدقہ کا ثواب ہوگا۔

(ف) منیحہ کا معنی ہے عطیہ، دودھ دینے والے جانور یا پھلدار درخت کو اس کے منافع کے ساتھ کسی کو عاریتاً دینا منیحہ کہلاتا ہے۔ کبھی یہ عطیہ عارضی ہوتا ہے اور کبھی مستقل ہبہ کرنے کو بھی منیحہ کہتے ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ایمن کو کھجور کا درخت عطا فرمایا تھا۔

باب ٣٨٩ مثل المنفق والبخيل!

سخی اور بخیل کی مثال

٢٢٥٥ - وحدثنا عمرو الناقد قال نا سفيان بن عيينة عن أبي الزناد عن الأعرج

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خرچ کرنے اور صدقہ دینے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَمْرٌو وَحَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَاؤُسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْمُنْفِقِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلٍ عَلَيْهِ جُنَّتَانِ أَوْ جُبَّتَانِ مِنْ لَدُنْ ثُدِيِّهِمَا إِلٰى تَرَاقِيهِمَا فَإِذَا أَرَادَ الْمُنْفِقُ وَقَالَ الْآخَرُ فَإِذَا أَرَادَ الْمُتَصَدِّقُ أَنْ يَتَصَدَّقَ سَبَغَتْ عَلَيْهِ أَوْ مَرَّتْ وَإِذَا أَرَادَ الْبَخِيلُ أَنْ يُنْفِقَ قَلَصَتْ عَلَيْهِ وَأَخَذَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَوْضِعَهَا حَتّٰى تُجِنَّ بَنَانَهُ وَتَعْفُوَ أَثَرَهُ قَالَ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ يُوَسِّعُهَا وَلَا تَتَّسِعُ

والے کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے چھاتی سے گلے تک دو کرتے یا دو زرہیں پہنی ہوں جب خرچ کرنے والا یا صدقہ دینے والا صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو زرہ کشادہ ہو کر اس کے سارے بدن پر پھیل جاتی ہے اور جب بخیل خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ زرہ تنگ ہو جاتی ہے اور ہر حلقہ اپنی جگہ جم جاتا ہے اس کی پوروں کو چھپا لیتا ہے اور اس کے نشانات کو مٹا دیتا ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بخیل اس زرہ کو کشادہ کرنا چاہتا ہے مگر وہ کشادہ نہیں ہوتی۔

۲۲۵۶ - حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَبُو أَيُّوبَ الْغَيْلَانِيُّ قَالَ نَا أَبُو عَامِرٍ يَعْنِي الْعَقَدِيَّ قَالَ نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَاؤُسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ ضَرَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلَ الْبَخِيلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُنَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ قَدِ اضْطَرَّتْ أَيْدِيَهُمَا إِلٰى ثُدِيِّهِمَا وَتَرَاقِيهِمَا فَجَعَلَ الْمُتَصَدِّقُ كُلَّمَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ انْبَسَطَتْ عَنْهُ حَتّٰى تُغَشِّيَ أَنَامِلَهُ وَتَعْفُوَ أَثَرَهُ وَجَعَلَ الْبَخِيلُ كُلَّمَا هَمَّ بِصَدَقَةٍ قَلَصَتْ وَأَخَذَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَكَانَهَا قَالَ فَأَنَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بِإِصْبَعِهِ فِي جَيْبِهِ فَلَوْ رَأَيْتَهُ يُوَسِّعُهَا وَلَا تَوَسَّعُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال ان دو آدمیوں کی طرح بیان کی جن پر لوہے کی دو زرہیں ہوں اور ان کے ہاتھ ان کے سینوں اور گلے دونوں سے جکڑے ہوئے ہوں، صدقہ دینے والا جب صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس قدر کشادہ ہو جاتی ہے کہ اس کے پورے بدن حتیٰ کہ پوروں تک پھیل جاتی ہے اور اس کے نشانات مٹا دیتی ہے اور جب بخیل صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی زرہ تنگ ہو جاتی ہے اور ہر حلقہ اپنی جگہ پر جم جاتا ہے راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلیوں سے اپنے گریبان کی طرف اشارہ فرما رہے تھے اگر تم دیکھتے تو کہتے کہ کشادہ کرنا چاہتے ہیں اور کشادہ نہیں ہوتی۔

۲۲۵۷۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَحْمَدُ بْنُ اِسْحٰقَ الْحَضْرَمِیُّ عَنْ وُهَيْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ طَاوٗسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْبَخِيْلِ وَ الْمُتَصَدِّقِ مَثَلُ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُنَّتَانِ مِنْ حَدِيْدٍ اِذَا هَمَّ الْمُتَصَدِّقُ بِصَدَقَةٍ اِتَّسَعَتْ عَلَيْهِ حَتّٰى تُعَفِّیَ اَثَرَهٗ وَاِذَا هَمَّ الْبَخِيْلُ بِصَدَقَةٍ تَقَلَّصَتْ عَلَيْهِ فَانْضَمَّتْ يَدَاهُ اِلٰى تَرَاقِيْهِ وَانْقَبَضَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ اِلٰى صَاحِبَتِهَا قَالَ فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فَيَجْهَدُ اَنْ يُوَسِّعَهَا فَلَا يَسْتَطِيْعُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال ان دو شخصوں کی طرح ہے جن پر لوہے کی دو زرہیں ہوں جب صدقہ دینے والا صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو زرہ کشادہ ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اس کے نشان مٹا دیتی ہے اور جب بخیل صدقہ کا ارادہ کرتا ہے تو وہ زرہ اس پر تنگ ہو جاتی ہے، اس کے ہاتھ اس کے گلے میں پھنس جاتے ہیں اور ہر حلقہ دوسرے میں گھس جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا بخیل اسے کشادہ کرنا چاہتا ہے مگر وہ کشادہ نہیں ہوتی۔

(ف) اس مثال کا مطلب یہ ہے کہ صدقہ دینے والا جب صدقہ کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا دل کشادہ ہوتا ہے اور ہاتھ کھل جاتے ہیں اور اس کے گناہ مٹ جاتے ہیں اور بخیل کا دل تنگ ہوتا ہے اور اس کے ہاتھ سکڑ جاتے ہیں۔

بَابُ ۲۹ ثُبُوْتِ اَجْرِ الْمُتَصَدِّقِ وَاِنْ وَقَعَتِ الصَّدَقَةُ فِیْ يَدِ فَاسِقٍ وَّنَحْوِهٖ

فاسق کو صدقہ دینے سے بھی ثواب مل جاتا ہے۔

۲۲۵۸۔ وَحَدَّثَنِیْ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لَاَتَصَدَّقَنَّ اللَّيْلَةَ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِیْ يَدِ زَانِيَةٍ فَاَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى زَانِيَةٍ قَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى زَانِيَةٍ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِیْ يَدِ غَنِیٍّ فَاَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى غَنِیٍّ قَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص نے کہا میں آج کی رات صدقہ کروں گا۔ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور صدقہ ایک زنا کار عورت کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ صبح لوگ باتیں کرنے لگے کہ آج رات ایک شخص نے ایک زانیہ کو صدقہ دے دیا۔ وہ کہنے لگا اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں (یعنی اگر میرے صدقہ کرنے کی کوئی تعریف نہیں کرتا تو کوئی بات نہیں) میرا صدقہ زانیہ کو ملا میں ضرور صدقہ کروں گا پھر وہ صدقہ لے کر نکلا اور ایک غنی کے ہاتھ میں صدقہ رکھ دیا۔ صبح لوگ باتیں کرنے لگے کہ رات کو ایک غنی کو صدقہ دیا گیا اس نے کہا اے اللہ حمد

الْحَمْدُ عَلٰى غَنِيٍّ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ سَارِقٍ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصُدِّقَ عَلٰى سَارِقٍ فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى زَانِيَةٍ وَعَلٰى غَنِيٍّ وَعَلٰى سَارِقٍ فَأُتِيَ فَقِيلَ لَهُ أَمَّا صَدَقَتُكَ فَقَدْ قُبِلَتْ أَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا تَسْتَعِفُّ بِهَا عَنْ زِنَاهَا وَلَعَلَّ الْغَنِيَّ يَعْتَبِرُ فَيُنْفِقُ مِمَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ وَلَعَلَّ السَّارِقَ يَسْتَعِفُّ بِهَا عَنْ سَرِقَتِهِ۔

تیرے ہی لیے ہے میرا صدقہ غنی کو ملا البتہ میں ضرور صدقہ کروں گا وہ پھر اپنے صدقہ کو لے کر نکلا اور ایک چور کے ہاتھ پر صدقہ رکھ دیا، صبح کو لوگ پھر باتیں کرنے لگے کہ ایک چور کو صدقہ دیا گیا۔ اس نے کہا اے اللہ تیرے ہی لیے حمد و ستائش ہے میرا صدقہ زانیہ، غنی اور چور کو ملا پھر اس کے پاس ایک آنے والا آیا اور اسے بتایا گیا کہ تیرا صدقہ قبول ہو گیا جو صدقہ تم نے زانیہ کو دیا تھا تو شاید وہ زنا کاری سے باز آجائے اور جو صدقہ تم نے غنی کو دیا تھا تو شاید وہ عبرت پکڑے اور اللہ تعالیٰ نے جو اسے مال دیا اس سے صدقہ کرنے لگے اور جو صدقہ تم نے چور کو دیا تھا شاید اس کی وجہ سے وہ چوری سے باز آجائے۔

کسی کو بُرا جان کر اس کی مدد سے ہاتھ نہ روکیے

(ف) صدقہ فرضیہ یعنی زکوٰۃ غنی کو دینا جائز نہیں اس حدیث میں جس صدقہ کا ذکر ہے اس سے مراد نافلہ ہے۔ کسی کو گنہگار سمجھ کر اس کے ساتھ نیکی اور صدقہ خیرات سے منہ نہیں موڑنا چاہیے کیونکہ ہم خود کتنے گنہگار ہیں اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اپنے جود و کرم کا ہاتھ ہم سے نہیں کھینچتا اگر کسی شخص کو برا جان کر ہم اس کی مدد سے اپنا ہاتھ روک لیں اور اپنی داد و دہش کا دروازہ اس پر بند کر دیں تو اس کی ضرورت تو کسی اور دروازے سے پوری ہو جائے گی لیکن اگر اللہ تعالیٰ کو یہ بات بری لگ گئی اور اس نے اپنی دین کا دروازہ ہم پر بند کر دیا تو ہمارے لیے تو پھر کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔

بَابُ ٢٩١ أَجْرِ الْخَازِنِ الْأَمِينِ وَالْمَرْأَةِ إِذَا تَصَدَّقَتْ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ بِإِذْنِهِ الصَّرِيحِ أَوِ الْعُرْفِيِّ

مالک اور شوہر کے مال سے صدقہ دینا

٢٢٥٦۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو عَامِرٍ الْأَشْعَرِيُّ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ كُلُّهُمْ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ قَالَ أَبُو عَامِرٍ نَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنِي بُرَيْدٌ عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْخَازِنَ الْمُسْلِمَ الْأَمِينَ الَّذِي يُنْفِذُ وَرُبَّمَا قَالَ يُعْطِي مَا أُمِرَ بِهِ فَيُعْطِيهِ كَامِلًا مُوَفَّرًا

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ خازن جو مسلمان اور امین ہو اور وہ حکم کے مطابق خوشی سے پورا پورا مال اس شخص کو دے جسے دینے کا حکم دیا گیا ہے تو اس کا شمار بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ہے۔

طَيِّبَةً بِهٖ نَفْسُهُ فَيَدْفَعُهُ إِلَى الَّذِيْ أُمِرَ لَهُ بِهٖ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ۔

٢٢٦٠۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَزُهَيْرُ ابْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا أَجْرُهُ بِمَا كَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی عورت اپنے گھر کے طعام سے اس کو خراب کیے بغیر خرچ کرے تو اس کو خرچ کرنے کا اجر ملے گا اور اس کے شوہر کو کمانے کا اور خازن کو اتنا ہی اجر ملے گا اور کسی کو اجر ملنے سے دوسرے کا اجر کم نہیں ہو گا۔

٢٢٦١۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا فُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ مَنْصُوْرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ مِنْ طَعَامِ زَوْجِهَا۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے اس میں ہے ”خاوند کے طعام سے“۔

٢٢٦٢۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا وَلَهُ مِثْلُهُ بِمَا اكْتَسَبَ وَلَهَا بِمَا أَنْفَقَتْ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْتَقِصَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے خراب کیے بغیر (مال) خرچ کرے تو اس کو اجر ملے گا اس کے خاوند کو کمائی کا اجر ملے گا اور عورت کو خرچ کرنے کی وجہ سے اجر ملے گا اور خازن کو بھی اتنا اجر ملے گا اور کسی کے اجر میں کمی نہیں ہو گی۔

٢٢٦٣۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِيْ وَأَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

٢٢٦٤۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيْعًا عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلٰى أَبِي اللَّحْمِ قَالَ كُنْتُ مَمْلُوْكًا فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

ابی اللحم کے غلام حضرت عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب میں غلام تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا میں اپنے مالکوں کے اموال سے کچھ صدقہ و خیرات کروں! آپ نے فرمایا ہاں! اور تم دونوں کو آدھا آدھا اجر ملے گا۔

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَصَدَّقُ مِنْ مَالِ مَوَالِيَّ بِشَيْءٍ؟ قَالَ نَعَمْ وَالْأَجْرُ بَيْنَكُمَا نِصْفَانِ۔

غیر اللہ کے ساتھ نامزد جانوروں کا حکم

ابی اللحم کے معنی ہیں گوشت سے انکار کرنے والا۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان کا نام عبد اللہ تھا انہوں نے زمانہ جاہلیت میں ان جانوروں کا گوشت کھانے سے انکار کر دیا تھا جن جانوروں کو بتوں کے نام پر ذبح کیا جاتا تھا۔ ایسے جانور ما اهل به لغیر اللہ میں آتے ہیں البتہ جن جانوروں کو کسی زندہ یا فوت شدہ شخص کے ساتھ منسوب کر دیا جائے کہ مثلاً یہ فلاں کا بکرا ہے اور بوقت ذبح اللہ کا نام لیا جائے تو وہ حلال اور طیب ہیں قرآن مجید میں ذکر ہے کہ بحائر وغیرہ (وہ اونٹ جنہیں بتوں کے ساتھ نامزد کر دیا جائے) کا کھانا مشرکین نے حرام قرار دے لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کی اور ان جانوروں کو حلال قرار دیا۔

اس حدیث شریف میں مالک کے مال سے صدقہ کا جواز مالک کی اجازت پر محمول ہے خواہ اس کی طرف سے عام اجازت ہو یا کسی مخصوص حالت میں اجازت ہو۔

۲۲۶۵ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَيْرًا مَوْلَى أَبِي اللَّحْمِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَمَرَنِي مَوْلَايَ أَنْ أُقَدِّدَ لَحْمًا فَجَاءَنِي مِسْكِينٌ فَأَطْعَمْتُهُ مِنْهُ فَعَلِمَ بِذَلِكَ مَوْلَايَ فَضَرَبَنِي فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَدَعَاهُ فَقَالَ لِمَ ضَرَبْتَهُ فَقَالَ يُعْطِي طَعَامِي بِغَيْرِ أَنْ آمُرَهُ قَالَ الْأَجْرُ بَيْنَكُمَا۔

ابی اللحم کے غلام حضرت عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے مالک نے حکم دیا کہ میں گوشت سکھاؤں اتنے میں میرے پاس مسکین آگیا میں نے اس گوشت میں سے اس کو کھلا دیا، میرے مالک کو جب اس چیز کا پتہ چلا تو اس نے مجھ کو پیٹا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اس واقعہ کا ذکر کیا، آپ نے مالک کو بلا کر پوچھا تم نے اس کو کیوں مارا؟ اس نے کہا یہ میرے طعام میں سے میرے حکم کے بغیر لوگوں کو دیتا ہے آپ نے فرمایا تم دونوں کو اجر ملیگا۔

۲۲۶۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصُمِ الْمَرْأَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ وَلَا تَأْذَنْ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ وَمَا أَنْفَقَتْ مِنْ كَسْبِهِ مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِ فَإِنَّ نِصْفَ أَجْرِهِ لَهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خاوند کی موجودگی میں کوئی عورت اس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے اور اس کی موجودگی میں (اپنے کسی محرم کو) بغیر اس کی اجازت کے نہ آنے دے اور اس کی کمائی سے اس کی اجازت کے بغیر جو کچھ خرچ کرے گی اس میں سے آدھا اجر عورت کو ملیگا۔

شوہر کے مال سے بغیر اجازت صدقہ کرنے کا مسئلہ

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ خادم اور بیوی مالک اور شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ نہیں کر سکتے۔ اجازت کی دو قسمیں ہیں ایک صریح مثلاً یہ کہا جائے کہ فلاں شخص کو اتنی چیز دید و اور ایک اجازت عرفی مثلاً خادم یا بیوی کو معلوم ہو کہ معمولی مقدار مثلاً ایک روٹی یا اس کے برابر کسی فقیر کو دے دینے سے مالک یا شوہر کو ناراضگی نہیں ہوتی تو اتنی مقدار دینا جائز ہے اور ان احادیث میں جو ذکر ہے کہ شوہر یا مالک کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنے سے آدھا اجر مل جاتا ہے اس سے مراد ہے کہ صریح اجازت اگرچہ نہ ہو لیکن عرفی اجازت حاصل ہو ـــــــ اور اگر مطلقاً اجازت نہ ہو تو بجبر صدقہ کرنا جائز نہیں ہے۔

بَابُ ٢٤٢ فَضْلِ مَنْ ضَمَّ إِلَى الصَّدَقَةِ غَيْرَهَا مِنَ الْبِرِّ!

صدقہ کے ساتھ دیگر نیکیوں کی فضیلت

٢٢٦٧ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ وَاللَّفْظُ لِأَبِي الطَّاهِرِ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ مِنْ مَالِهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ نُودِيَ فِي الْجَنَّةِ يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا خَيْرٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا عَلَى أَحَدٍ يُدْعَى مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُورَةٍ فَهَلْ يُدْعَى أَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے مال میں سے ایک جوڑا اللہ کی راہ میں خرچ کیا تو جنت میں اس کے لیے ندا کی جائیگی اے اللہ کے بندے یہ نیکی ہے۔ پس جو شخص نمازیوں میں سے ہوگا اس کو باب الصلوٰۃ سے پکارا جائے گا اور جو مجاہدین میں سے ہوگا اس کو باب جہاد سے پکارا جائے گا اور جو صدقہ دینے والوں میں سے ہوگا اس کو باب الصدقہ سے پکارا جائے گا اور جو روزہ داروں میں سے ہوگا اس کو باب الریان سے بلایا جائے گا، حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کیا یا رسول اللہ! کسی شخص کو ان تمام دروازوں سے پکارے جانے کی ضرورت تو نہیں ہے پھر بھی کیا کوئی ایسا شخص ہوگا جس کو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، اور مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ہوگے۔

٢٢٦٨ - وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَالْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالُوا نَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ ح وَحَدَّثَنَا

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِاِسْنَادِ يُوْنُسَ وَ مَعْنٰى حَدِيْثِهٖ۔

۲۲۶۹ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ نَا شَيْبَانُ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ شَيْبَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ دَعَاهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ كُلُّ خَزَنَةِ بَابٍ اَيْ فُلُ هَلُمَّ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَالِكَ الَّذِيْ لَا تَوٰى عَلَيْهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے راستے میں ایک جوڑا خرچ کیا اسے جنت کے ہر دروازے کے پہرہ دار بلائیں گے "اے فلاں ادھر آؤ"! حضرت ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ ایسے شخص پر کوئی حرج نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے امید ہے تم ان میں سے ہو گے!

۲۲۷۰ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا مَرْوَانُ يَعْنِي الْفَزَارِيَّ عَنْ يَزِيْدَ وَهُوَ ابْنُ كَيْسَانَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ الْاَشْجَعِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ صَائِمًا قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَنَا قَالَ فَمَنْ تَبِعَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ جَنَازَةً قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَنَا قَالَ فَمَنْ اَطْعَمَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مِسْكِيْنًا قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَنَا قَالَ فَمَنْ عَادَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مَرِيْضًا قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اجْتَمَعْنَ فِي امْرِئٍ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا آج تم میں سے کون روزہ دار ہے؟ حضرت ابوبکر نے عرض کیا میں! آپ نے فرمایا آج تم میں سے جنازے کے ساتھ کون گیا تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا میں! آپ نے فرمایا آج تم میں سے کس نے مسکین کو کھانا کھلایا؟ حضرت ابوبکر نے کہا میں نے، آپ نے پوچھا آج تم میں سے کس نے مریض کی عیادت کی ہے حضرت ابوبکر نے کہا میں نے، آپ نے فرمایا جس شخص میں یہ تمام کام جمع ہوں گے وہ ضرور جنت میں جائے گا۔

حضرت ابوبکر کی فضیلت

حدیث نمبر ۲۲۶۷ میں ہے کہ نمازیوں کو باب الصلوٰۃ سے، مجاہدوں کو باب الجہاد سے، صدقہ دینے والوں کو باب الصدقہ سے اور روزہ داروں کو باب الریان سے بلایا جائے گا۔ اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص صرف نمازیں پڑھ لے اور باقی عبادات نہ کرے تو یہ اس کے جنت میں جانے کے لیے کافی ہے اور اگر کوئی صدقہ ادا کرے اور باقی عبادات نہ کرے تو یہ اس کے جنتی ہونے کے لیے کافی ہے اور اگر کوئی صرف روزے رکھے تو وہ اس کے لیے کافی ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے ہر شخص

کے لیے تمام فرائض کو ادا کرنا اور تمام ممنوعات سے مجتنب رہنا ضروری ہے اس کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی الا ماشاء اللہ، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ نماز روزہ زکوٰۃ اور دیگر فرائض ادا کرنے اور ممنوعات سے بچنے کے بعد کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو خصوصیت کے ساتھ نفلی نمازیں زیادہ پڑھنے والے ہوں گے۔ کوئی نفلی صدقات میں خصوصیت رکھتا ہو گا اور کوئی نفلی روزے زیادہ رکھتا ہو گا اس اعتبار سے کسی کو باب الصلوٰۃ سے کسی کو باب الصدقہ سے اور کسی کو باب الریان سے بلایا جائے گا اس حدیث میں حضرت ابوبکر کی واضح فضیلت ہے کہ امت کے باقی لوگ عبادت کے کسی ایک شعبہ میں فائق ہوں گے اور حضرت ابوبکر ان میں سے ہوں گے جو عبادات کے تمام شعبوں میں سب سے بڑھ کر اور سب پر فائق ہوں گے!

حدیث نمبر ۲۲۷۰ میں بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ظاہر فضیلت ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نیکی کے بارے میں بھی سوال کیا وہ نیکی صرف حضرت ابوبکر میں تھی اور سرکار حقوق اللہ اور حقوق العباد کے اعتبار سے ایک مسلمان میں جس قدر نیکیاں مجتمع دیکھنا چاہتے تھے وہ سب نیکیاں حضرت ابوبکر میں موجود تھیں۔!

بَابُ۲۹۳ الْحَثِّ عَلَى الْإِنْفَاقِ وَكَرَاهَةِ الْإِحْصَاءِ

خرچ کرنے کی فضیلت اور جمع کرنے کی ناپسندیدگی

۲۲۷۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْفِقِي أَوِ انْفَحِي أَوِ انْضَحِي وَلَا تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللهُ عَلَيْكِ

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خرچ کرو اور گن گن کے بند رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن گن کر دیگا۔

۲۲۷۲ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ زُهَيْرٌ نَا مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ حَمْزَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْفَحِي أَوِ انْضَحِي أَوْ أَنْفِقِي وَلَا تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللهُ عَلَيْكِ وَلَا تُوعِي فَيُوعِيَ اللهُ عَلَيْكِ

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خرچ کرو اور گن گن کر مت رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن گن کر دے گا اور جمع مت کرو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہاسے منا ملے ہی جمع کر کے رکھے گا۔

۲۲۷۳ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ نَا هِشَامٌ عَنْ عَبَّادِ بْنِ حَمْزَةَ عَنْ أَسْمَاءَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا نَحْوَ

ایک اور سند سے بھی حضرت اسماء سے ایسی روایت منقول ہے۔

حَدِيْثِهِمْ۔

۲۲۷۴ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَّهَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَنَّ عَبَّادَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ اَخْبَرَهٗ عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهَا جَآءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ لَيْسَ لِيْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا مَا اَدْخَلَ عَلَيَّ الزُّبَيْرُ فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ اِنْ اَرْضَخَ مِمَّا يُدْخِلُ عَلَيَّ فَقَالَ اَرْضِخِيْ مَا اسْتَطَعْتِ وَلَا تُوْعِيْ فَيُوْعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے پاس تو سوا اس مال کے کچھ نہیں ہے جو زبیر مجھے دیتے ہیں اگر میں اس مال سے کچھ خرچ کروں تو کیا مجھے گناہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا جس قدر دے سکو دو اور جمع نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہارے معاملے میں جمع کر کے رکھے گا۔

(ف) شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر خرچ کرنا جائز نہیں ہے یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ حضرت زبیر نے جو مال حضرت اسماء کو ذاتی خرچ کے لیے دیا تھا اس میں سے خرچ کریں یا حضرت زبیر کے مال میں سے اتنا خرچ کریں جو معمولی ہو جس پر وہ ناخوش نہ ہوں۔

بَابُ ۲۹۴ الْحَثِّ عَلَى الصَّدَقَةِ وَلَوْ بِالْقَلِيْلِ وَلَا تَمْتَنِعُ مِنَ الْقَلِيْلِ لِاحْتِقَارِهٖ

تھوڑا صدقہ دینے کی ترغیب

۲۲۷۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ يَا نِسَآءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مسلمان عورتو! تم میں سے کوئی عورت اپنی ہمسایہ کو حقیر نہ سمجھے خواہ وہ اسے بکری کا ایک کھر دے۔

(ف) حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ معمولی مقدار کا صدقہ بھی جائز ہے اور چیز کی کمی کے باعث صدقہ کرنے سے نہ رکے اور یہ کہ کسی کی دی ہوئی چیز خواہ کم ہو اس کو حقیر نہ جانے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تو ایک ذرہ کے برابر نیکی بھی مقبول ہو جاتی ہے۔ "فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ"۔

بَابُ ۲۹۵ فَضْلِ اِخْفَآءِ الصَّدَقَةِ

پوشیدگی کے ساتھ صدقہ دینے کی فضیلت

۲۲۷۶ - حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى جَمِيْعًا عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ قَالَ زُهَيْرٌ نَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات لوگ اس دن اللہ تعالیٰ کے

يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ الْإِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابٌّ نَشَأَ بِعِبَادَةِ اللَّهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ يَمِينُهُ مَا تُنْفِقُ شِمَالُهُ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ تَعَالَى خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ.

سامنے نکلے ہوں گے جس دن اللہ تعالیٰ کے سایہ کے سوا کسی کا سایہ نہیں ہوگا، امام عادل، وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو، وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے، وہ دو شخص جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں ملیں اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں جدا ہوں، وہ شخص جسے کوئی مقتدر اور حسین عورت (گناہ کی) دعوت دے اور وہ شخص کہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، وہ شخص جو چھپا کر صدقہ دے حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو نہ پتہ چلے کہ دائیں نے کیا خرچ کیا ہے اور وہ شخص جو تنہائی میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں۔

٢٢٧٧ - وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَوْ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللَّهِ وَقَالَ رَجُلٌ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتَّى يَعُودَ إِلَيْهِ.

ایک اور سند سے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت منقول ہے اور اس میں ہے جو شخص مسجد سے نکلے اور مسجد میں لوٹنے تک اس کا دل مسجد ہی میں لگا رہے۔

(ف) اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے سایہ سے مراد عرش الٰہی کا سایہ ہے۔ اور صدقہ نفلی چھپا کر دینا افضل ہے اور صدقہ فرضیہ یعنی زکوٰۃ علی الاعلان دینی چاہیے، امام عادل سے مراد ہر وہ شخص ہے جس کے پاس مسلمانوں کے امور اور معاملات ہوں اور وہ ان کو اصول اور قانون کی روشنی میں انجام دے اور کسی کی رو رعایت نہ کرے۔

بَابُ ٢٩٦ بَيَانِ أَنَّ أَفْضَلَ الصَّدَقَةِ صَدَقَةُ الصَّحِيحِ الشَّحِيحِ!

تندرست اور حریص انسان کا صدقہ زیادہ افضل ہے۔

٢٢٧٨ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا، اور عرض کیا یا رسول اللہ! کون سے صدقہ کا اجر زیادہ ہے؟ آپ نے فرمایا تم اس حال میں صدقہ دو کہ تم تندرست ہو

الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ فَقَالَ أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْغِنَى وَلَا تُمْهِلُ حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا أَلَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ۔

حریص ہو، تم کو فقر کا خوف ہو، اور مالداری کی امید ہو اور صدقہ دینے کو اس وقت تک نہ مؤخر کرتے رہو حتیٰ کہ تمہاری جان حلق تک جا پہنچے اور پھر تم کہو اتنا فلاں کا ہے اور اتنا فلاں کا (اب تم کہو یا نہ کہو) وہ تو فلاں کا ہو چکا۔

٢٢٧٩ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ أَجْرًا فَقَالَ أَمَا وَأَبِيكَ لَتُنَبَّأَنَّهُ أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْبَقَاءَ وَلَا تُمْهِلُ حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! کون سے صدقہ کا اجر زیادہ ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارے باپ کی قسم تم کو ضرور خبر دی جائیگی اتم اس حال میں صدقہ دو کہ تم تندرست ہو، حریص ہو، فقر کا خوف کرتے ہو اور تونگری کی امید رکھتے ہو اور صدقہ دینے میں اتنی تاخیر نہ کرنا کہ تمہاری جان حلقوم تک پہنچ جائے اور پھر تم کہو اتنا فلاں کا اور اتنا فلاں کا حالانکہ (اب تم کہو نہ کہو) فلاں کا اتنا ہو چکا۔

٢٢٨٠ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ نَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ جَرِيرٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

(ف) اس حدیث میں آپ نے فرمایا تیرے باپ کی قسم حالانکہ غیر اللہ کی قسم کھانا ممنوع ہے اس کا جواب یہ ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا اس لحاظ سے ممنوع ہے کہ اگر قسم پوری نہ کی تو حانث ہو جائے گا یا قصداً ممنوع ہے بلا قصد زبان پر جاری ہو تو ممنوع نہیں ہے۔

بَابُ ٢٩٠ بَيَانِ أَنَّ الْيَدَ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلَى وَأَنَّ الْيَدَ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ وَأَنَّ الْيَدَ السُّفْلَى هِيَ الْآخِذَةُ

اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے

٢٢٨١ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر صدقہ کا وعظ فرما رہے تھے اور سوال نہ کرنے کی نصیحت کر رہے تھے اس وقت آپ نے فرمایا اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے

هُوَ يَذْكُرُ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمَسْأَلَةِ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَالْيَدُ الْعُلْيَا الْمُنْفِقَةُ وَالسُّفْلٰى السَّائِلَةُ۔

بہتر ہے اور اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے اور نچلا ہاتھ سوال کرنے والا ہے۔

۲۲۸۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَاَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ قَالَ ابْنُ بَشَّارٍ نَا يَحْيَى قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ يُحَدِّثُ اَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ اَوْ خَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضل ترین صدقہ وہ ہے جس میں صدقہ کرنے کے بعد بھی آدمی غنی رہے اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے اور جو تمہارے زیر کفالت ہیں ان سے (صدقہ دینے کی) ابتداء کرو۔

۲۲۸۳ - وَحَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ وَسَعِيدٍ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَاَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَانِي ثُمَّ سَاَلْتُهُ فَاَعْطَانِي ثُمَّ سَاَلْتُهُ فَاَعْطَانِي ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ اَخَذَهُ بِطِيبِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ وَمَنْ اَخَذَهُ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ وَكَانَ كَالَّذِي يَاْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى۔

حضرت حکیم بن حزام بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین مرتبہ مانگا آپ نے مجھے تین مرتبہ عطا کیا پھر آپ نے فرمایا یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے جس نے اس کو نفس کی سربلندی (یعنی بن مانگے یا دینے والے کی خوشی) سے لیا اس کے مال میں برکت ہوگی اور جس نے نفس کو ذلیل کرکے (یعنی مانگ کر) لیا اس کے مال میں برکت نہیں ہوگی اور وہ اس شخص کی طرح ہوگا جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے۔

۲۲۸۴ - وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالُوا نَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ نَا شَدَّادٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ اَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَّكَ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن آدم اپنی ضرورت سے زائد چیز کا خرچ کرنا بہتر ہے اور اگر تو اس کو روک کے رکھے تو یہ برا ہے، اور ضرورت کے مطابق خرچ رکھنے پر تجھے ملامت نہیں ہے اور جو تیری زیر پرورش ہیں ان سے ابتداء کر اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے

وَاِنْ تُمْسِكْهُ شَرٌّ لَكَ وَلَا تُلَامُ عَلٰى كَفَافٍ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى ۔

بہتر ہے۔

(ف) آپ نے فرمایا کہ افضل ترین صدقہ وہ ہے جس میں صدقہ کے بعد بھی آدمی غنی رہے کیونکہ انسان اگر اپنا سارا مال صدقہ کر کے خود فقیر بن جائے اور اپنی ضروریات کے لیے دوسروں کا دست نگر ہو جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہے اور مذموم ہے۔

بَابُ ٢٩٨ النَّهْيِ عَنِ الْمَسْئَلَةِ

سوال کرنے کی ممانعت

٢٢٨٥ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ رَبِيْعَةُ بْنُ يَزِيْدَ الدِّمَشْقِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ الْيَحْصَبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اِيَّاكُمْ وَاَحَادِيْثَ اِلَّا حَدِيْثًا كَانَ فِيْ عَهْدِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَاِنَّ عُمَرَ كَانَ يُخِيْفُ النَّاسَ فِي اللّٰهِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُوْلُ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا اَنَا خَازِنٌ فَمَنْ اَعْطَيْتُهٗ عَنْ طِيْبِ نَفْسٍ فَيُبَارَكُ لَهٗ فِيْهِ وَمَنْ اَعْطَيْتُهٗ عَنْ مَسْئَلَةٍ وَشَرَهٍ كَانَ كَالَّذِيْ يَاْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ ۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم ان احادیث کے سوا احادیث بیان کرنے سے بچو جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں روایت کی گئی ہیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس معاملہ میں لوگوں کو اللہ سے ڈرایا کرتے تھے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس شخص سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے میں صرف خازن ہوں جس کو میں نے خوشی سے دیا اس کو برکت ہو گی اور جس کو میں نے اس کے مانگنے یا اس کی حرص کی وجہ سے دیا تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔

٢٢٨٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَخِيْهِ هَمَّامٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُلْحِفُوْا فِي الْمَسْئَلَةِ فَوَاللّٰهِ لَا يَسْئَلُنِيْ اَحَدٌ مِّنْكُمْ شَيْئًا فَتُخْرِجُ لَهٗ مَسْئَلَتُهٗ مِنِّيْ شَيْئًا وَّاَنَا لَهٗ كَارِهٌ فَيُبَارَكُ لَهٗ فِيْمَا اَعْطَيْتُهٗ ۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم گڑگڑا کر سوال مت کیا کرو، بخدا جو شخص مجھ سے سوال کرے اور میں ناخوشی سے اس کو دوں تو میری دی ہوئی چیز میں کیسے برکت ہو گی۔

۲۲۸۷ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ حَدَّثَنِي وَهْبُ بْنُ مُنَبِّهٍ وَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فِي دَارِهِ بِصَنْعَاءَ فَأَطْعَمَنِي مِنْ جَوْزَةٍ فِي دَارِهِ عَنْ أَخِيهِ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فَذَكَرَ مِثْلَهُ.

ایک اور سند کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایسی روایت منقول ہے۔

۲۲۸۸ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ وَهُوَ يَخْطُبُ يَقُولُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَيُعْطِي اللَّهُ.

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ خیر کا ارادہ کر لیتا ہے اس کو دین کی فقہ (سمجھ) عطا فرما دیتا ہے اور میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور دینا اللہ ہے۔

۲۲۸۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا الْمُغِيرَةُ يَعْنِي الْحِزَامِيَّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الْمِسْكِينُ بِهَذَا الطَّوَّافِ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ فَتَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ قَالُوا فَمَا الْمِسْكِينُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ وَلَا يُفْطَنُ لَهُ فَيُتَصَدَّقَ عَلَيْهِ وَلَا يَسْأَلُ النَّاسَ شَيْئًا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں میں گھومتا رہتا ہے اور ایک لقمہ یا دو لقمے اور ایک کھجور یا دو کھجوریں لے کر چلا جاتا ہے۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ پھر مسکین کون ہے؟ آپ نے فرمایا جس کے پاس اتنا مال نہ ہو جو اس کی ضروریات سے اس کو مستغنی کر دے اور نہ اس کے آثار سے مسکینی اور فقر کا پتا چلے تاکہ اس پر صدقہ کیا جائے اور نہ وہ لوگوں سے سوال کرتا ہو۔

۲۲۹۰ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ نَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي شَرِيكٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ مَوْلَى مَيْمُونَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص مسکین نہیں ہے جو ایک کھجور یا دو کھجوریں یا ایک لقمہ یا دو لقمے لے کر چلا جاتا ہے، مسکین وہ ہے جو سوال سے رکتا ہو اگر چاہو تو یہ آیت پڑھو: (ترجمہ) وہ جو لوگوں سے گڑگڑا

قَالَ لَيْسَ الْمِسْكِينُ بِالَّذِي تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلَا اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ إِنَّ الْمِسْكِينَ الْمُتَعَفِّفُ اقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا.

کر نہیں مانگتے۔

۲۲۹۱ - وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ قَالَ أَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي شَرِيكٌ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ إِسْمٰعِيلَ.

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مثل سابق روایت ہے۔

۲۲۹۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزَالُ الْمَسْأَلَةُ بِأَحَدِكُمْ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ وَلَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص سوال کرتا رہے گا حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے جسم پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہیں ہوگا۔

۲۲۹۳ - وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ حَدَّثَنِي إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَخِي الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ مُزْعَةَ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے مگر اس میں گوشت کے ٹکڑے کا ذکر نہیں ہے۔

۲۲۹۴ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتّٰى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان سوال کرتا رہے گا حتیٰ کہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرہ پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہیں ہوگا۔

۲۲۹۵۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَوَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى قَالَا نَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَاَلَ النَّاسَ اَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا فَاِنَّمَا سَاَلَ جَمْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ اَوْ لِيَسْتَكْثِرْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنا مال بڑھانے کے لیے لوگوں سے مانگتا رہے وہ انگاروں کا سوال کرتا ہے خواہ کم کرے یا زیادہ۔

۲۲۹۶۔ حَدَّثَنِيْ هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ نَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ بَيَانٍ اَبِيْ بِشْرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَاَنْ يَّغْدُوَ اَحَدُكُمْ فَيَحْطِبَ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَتَصَدَّقَ بِهٖ وَيَسْتَغْنِيَ بِهٖ مِنَ النَّاسِ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ يَّسْاَلَ رَجُلًا اَعْطَاهُ اَوْ مَنَعَهُ ذٰلِكَ فَاِنَّ الْيَدَ الْعُلْيَا اَفْضَلُ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص صبح جا کر اپنی پیٹھ پر لکڑیاں لاد کر لائے اور ان سے صدقہ کرے اور اس کے سبب لوگوں سے مانگنے سے بچا رہے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص سے سوال کرے وہ اس کو دے یا منع کرے، کیونکہ اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے اور جو تمہارے زیر کفالت ہیں ان سے ابتداء کرو۔

۲۲۹۷۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنِيْ قَيْسُ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَتَيْنَا اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَاَنْ يَّغْدُوَ اَحَدُكُمْ فَيَحْطِبَ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَبِيْعَهُ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ بَيَانٍ۔

حضرت قیس بن ابوحازم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم حضرت ابوہریرہ کے پاس آئے وہ کہنے لگے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص صبح کو اپنی پیٹھ پر لکڑیاں لاد کر لائے اور ان کو بیچے اس کے بعد حدیث مثل سابق ہے۔

۲۲۹۸۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَيُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى قَالَا اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدٍ مَوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَّحْتَزِمَ اَحَدُكُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے اور اس کو فروخت کرے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص سے سوال کرے وہ اس کو دے یا منع کر دے۔

حُزْمَةً مِّنْ حَطَبٍ فَيَحْمِلَهَا عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَبِيعَهَا خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ أَنْ يَّسْأَلَ رَجُلًا يُّعْطِيهِ أَوْ يَمْنَعُهٗ۔

٢٢٩٩ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ وَسَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ قَالَ سَلَمَةُ نَا وَقَالَ الدَّارِمِيُّ أَنَا مَرْوَانُ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ نَا سَعِيدٌ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ رَبِيعَةَ ابْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ أَبِي مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي الْحَبِيبُ الْأَمِينُ أَمَّا هُوَ فَحَبِيبٌ إِلَيَّ وَأَمَّا هُوَ عِنْدِي فَأَمِينٌ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةً أَوْ ثَمَانِيَةً أَوْ سَبْعَةً فَقَالَ أَلَا تُبَايِعُونَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنَّا حَدِيثَ عَهْدٍ بِبَيْعَةٍ فَقُلْنَا قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ أَلَا تُبَايِعُونَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ أَلَا تُبَايِعُونَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَبَسَطْنَا أَيْدِيَنَا وَقُلْنَا قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَعَلَامَ نُبَايِعُكَ قَالَ أَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَتُطِيعُوا اللّٰهَ وَأَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيَّةً وَلَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا فَلَقَدْ رَأَيْتُ بَعْضَ أُولٰئِكَ النَّفَرِ يَسْقُطُ سَوْطُ أَحَدِهِمْ فَمَا يَسْأَلُ أَحَدًا يُّنَاوِلُهٗ إِيَّاهُ۔

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہم نو آٹھ یا سات آدمی تھے۔ آپ نے فرمایا کیا تم اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بیعت نہیں کرتے! اور ہم نے ابھی نئی نئی آپ سے بیعت کی تھی، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم تو آپ سے بیعت کر چکے ہیں، آپ نے پھر فرمایا کیا تم اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بیعت نہیں کرتے! ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم تو آپ سے بیعت کر چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بیعت نہیں کرتے! عوف کہتے ہیں، ہم نے ہاتھ بڑھا دیے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم تو آپ سے بیعت کر چکے ہیں، اب کس چیز کی بیعت کریں؟ آپ نے فرمایا اس بات کی کہ تم اللہ کی عبادت کرو گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤ گے اور پانچ نمازیں پڑھو گے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو گے اور ایک بات آہستہ سے فرمائی کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرو گے
میں نے اس جماعت کے بعض ساتھیوں کو دیکھا ان کا (سواری سے) چابک گر جاتا تھا اور وہ کسی سے اس کے اٹھا کر دینے کا سوال نہیں کرتے تھے

سوال کرنے کے جواز اور عدم جواز کا محمل

اس باب کی اکثر احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کرنے کی مذمت فرمائی ہے اور مسلمانوں کو اس بات پر ابھارا ہے کہ وہ سوال کرنے سے حتی الامکان گریز کریں۔ علامہ نووی لکھتے ہیں: علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بلا ضرورت سوال کرنا حرام ہے اور جو شخص کمانے پر قادر ہو اس کے بارے میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس کا سوال کرنا حرام

ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا سوال کرنا مکروہ ہے بشرطیکہ اس میں تین شرطیں پائی جائیں، سوال کرتے وقت اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے گڑگڑا کر سوال نہ کرے اور مسئول کو ایذاء نہ دے اور اگر یہ شرطیں نہ پائی جائیں تو سوال کرنا بالاتفاق حرام ہے۔

بعض روایات میں ہے: "وللسائل علیک حق وان جاء علی فرس" "سائل کا تم پر حق ہے خواہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آیا ہو" اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ خوش حال شخص بھی سوال کر سکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ محض گھوڑے پر سوار ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ شخص خوش حال بھی ہو کیونکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس شخص پر اتنا قرض ہو کہ وہ گھوڑا بھی اس قرض میں ڈوبا ہوا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے پاس وہ گھوڑا اپنا نہ ہو عاریۃً ہو یا وہ کسی عذر کی وجہ سے گھوڑے پر سوار ہو، اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ دینے والے کو سائل کا حال نہیں دیکھنا چاہیے کہ وہ اہل ہے یا نہیں ہے بلکہ جو بھی اس سے سوال کرے وہ اس کو اپنی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ دیدے اور اگر اس کے پاس کچھ دینے کے لیے نہ ہو تو اچھے طریقہ سے معذرت کرے اگر لوگ یہ معمول بنا لیں کہ اسی سائل کو دیں گے جو سوال کا اہل ہو گا اور تحقیق کر کے خیرات دیں گے اور اللہ بھی بندوں کے ساتھ یہی معاملہ کرے کہ جو سوال کا اہل ہو اسی کو دے اور جو اہل نہ ہو اس کو نہ دے تو سوچیے ہم میں کون اللہ سے مانگنے کا اہل ہے چند گنے چنے اس کے مقبول اور کامل بندے ہیں جو سوال کے اہل ہیں جن کے سوال کو وہ پورا کرتا ہے اور ان کے صدقے سے ہم نااہلوں کے سوال پر بھی عطا کرتا ہے بس جس طرح اللہ تعالیٰ اہل اور نااہل کی تفریق نہیں کرتا سب کو عطا کرتا ہے اور اپنی دین اور بخشش کے معاملہ میں کسی کو نااہلی کی بناء پر محروم نہیں کرتا بندوں کو چاہیے کہ وہ بھی اس سلسلہ میں تحقیق اور تجسس نہ کریں کہ کون اہل ہے اور کون نہیں ہے اور حسنِ ظن کی بناء پر ہر شخص کو اہل ہی سمجھیں خواہ وہ گھوڑے پر سوار ہو اس طرح کسی ایک اہل کی بناء پر کئی نااہلوں کو مل جائے گا جیسے کسی ایک نااہل اور کامل بندے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نجانے ہم ایسے کتنے نااہلوں اور ناقص بندوں کو نوازتا ہے اور عطا کرتا ہے اور کسی کا پردہ چاک نہیں کرتا! کیونکہ اگر ہم نے کسی سائل کو اس کی نااہلی کی بناء پر رد کیا تو اسے تو کسی اور دروازے سے مل جائے گا لیکن اگر اس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنا دروازہ بند کر دیا تو ہم کس کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے!

دورِ فاروقی میں روایت حدیث میں احتیاط

اس باب کی حدیث نمبر ۲۲۸۰ میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ "ان احادیث کو بیان کرو جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیان کی جاتی تھیں" اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اہل کتاب سے بکثرت روایت کی جاتی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جو روایت حدیث کے سلسلہ میں احتیاط تھی اس کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا تھا حضرت عمر روایت حدیث کرنے والوں پر بڑی سختی کرتے تھے اور روایت پر شہادت طلب کرتے تھے۔

فقہ کی فضیلت

علم فقہ کی یہ بہت بڑی فضیلت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں فقہ عطا فرماتا ہے اور اس کا عکس کلی یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے دین میں فقہ دیا ہے اس کے لیے اس نے خیر کا ارادہ کر لیا ہے اور اس میں فقہاء

کے لیے عظیم بشارت ہے ہر چند کہ موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ لازم نہیں ہے لیکن کلیت کے منافی بھی نہیں ہے جیسے کل انسان ناطق اور کل ناطق انسان اور میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ کر کے عکس کلی ہی کا گمان رکھتا ہوں۔ وانا عند ظن عبدی بی۔

انما انا قاسم کی تشریح

اس باب کی حدیث نمبر ۲۲۸۸ میں ہے انما انا قاسم واللہ یعطی شیخ کشمیری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حقیقت میں دینے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے اور تقسیم کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے اور ظاہراً اور صورۃً دینے والے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور تقسیم کرنے والے بھی آپ ہی ہیں اور یہاں ظاہر ہی مراد ہے کیونکہ تمام لوگوں کی نظر حقیقت کی طرف منتقل نہیں ہوتی اور عرف میں بھی ظاہر ہی کا اعتبار ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب ظاہر کے اعتبار سے دینے والے بھی حضور اور تقسیم کرنے والے بھی حضور تو آپ نے عطا کی نسبت اللہ کی طرف اور تقسیم کی نسبت اپنی طرف کیوں کی اس کا جواب یہ ہے کہ عطا کا مرتبہ تقسیم سے بلند ہوتا ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تواضعاً اللہ تعالیٰ کی طرف عطاء کی نسبت کی اور اپنی طرف تقسیم کی نسبت کی۔[1]

رہا یہ کہ آپ کیا چیز تقسیم کرتے ہیں علامہ عینی نے یہاں طویل بحث کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ علم اور مال دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم کرتے ہیں اور لوگوں میں علم اور مال کے اعتبار سے جو کمی بیشی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطاء کی جہت سے ہے کیونکہ آپ تو صرف تقسیم کرنے والے ہیں[2] اور یہ بھی بعید نہیں کہ عزت و شرف، مال و دولت، علم و حکمت غرضیکہ ہر نعمت دیتا اللہ تعالیٰ ہے اور تقسیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے ہیں کیونکہ آپ ہر نعمت کے حصول میں واسطہ عظمیٰ ہیں۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ای العلم والغنیمۃ ونحوھما وقیل البشارۃ للصالح والنذارۃ للطالح ویمکن ان تکون قسمۃ الدرجات والدرکات مفوضۃ الیہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا منع من الجمع کما یدل علیہ حذف المفعول لتذھب انفسھم کل المذھب ویشرب کل واحد من ذلک المشرب۔[3]

آپ علم اور مال غنیمت اور اس جیسی چیزیں تقسیم فرماتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ نیک لوگوں کو بشارت اور بدکاروں کو وعید کی تقسیم کرتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ بلندیوں اور پستیوں کی تقسیم بھی آپ کی طرف مفوض ہو اور ان تمام معانی کے ارادہ کر لینے سے بھی کوئی مانع نہیں ہے جیسا کہ اس بات پر مفعول کا محذوف کرنا دلالت کرتا ہے تاکہ ہر شخص اپنے ذوق کے مطابق کہہ سکے کہ اللہ تعالیٰ یہ چیز دیتا ہے اور حضور اس کو تقسیم کرتے ہیں۔

---

[1] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۱ ص ۱۷۱، مطبوعہ مطبع حجازی قاہرہ مصر الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ۔

[2] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری جز ۲ ص ۵۱ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

[3] ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۵ ص ۱۰۵ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۲ھ۔

باب ۲۹۹ مَنْ تَحِلُّ لَهُ الْمَسْأَلَةُ

۲۳۰۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ يَحْيَى اَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هَارُوْنَ بْنِ رِيَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ كِنَانَةُ بْنُ نُعَيْمٍ الْعَدَوِيُّ عَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ مُخَارِقٍ الْهِلَالِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْاَلُهُ فِيْهَا فَقَالَ اَقِمْ حَتّٰى تَاْتِيَنَا الصَّدَقَةُ فَنَاْمُرَ لَكَ بِهَا قَالَ ثُمَّ قَالَ يَا قَبِيْصَةُ اِنَّ الْمَسْاَلَةَ لَا تَحِلُّ اِلَّا لِاَحَدِ ثَلَاثَةٍ رَجُلٍ تَحَمَّلَ حَمَالَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْاَلَةُ حَتّٰى يُصِيْبَهَا ثُمَّ يُمْسِكُ وَرَجُلٍ اَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اجْتَاحَتْ مَالَهُ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْاَلَةُ حَتّٰى يُصِيْبَ قِوَامًا مِّنْ عَيْشٍ اَوْ قَالَ سِدَادًا مِّنْ عَيْشٍ وَرَجُلٍ اَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتّٰى يَقُوْمَ ثَلَاثَةٌ مِنْ ذَوِي الْحِجَى مِنْ قَوْمِهِ لَقَدْ اَصَابَتْ فُلَانًا فَاقَةٌ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْاَلَةُ حَتّٰى يُصِيْبَ قِوَامًا مِّنْ عَيْشٍ اَوْ قَالَ سِدَادًا مِّنْ عَيْشٍ فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْاَلَةِ يَا قَبِيْصَةُ سُحْتٌ يَاْكُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا۔

سوال کرنے کا جواز

حضرت قبیصہ بن مخارق ہلالی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ایک بڑی رقم کا مقروض ہو گیا تھا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ آپ سے اس کے متعلق سوال کروں، آپ نے فرمایا اس وقت تک ہمارے پاس ٹھہرو جب تک صدقہ کا مال آ جائے، ہم اس میں سے تمہیں دینے کا حکم کریں گے پھر فرمایا اے قبیصہ! تین شخصوں کے علاوہ اور کسی کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے، ایک وہ شخص جو مقروض ہو اس کے لیے اتنی مقدار کا سوال جائز ہے جس سے اس کا قرض ادا ہو جائے، اس کے بعد وہ سوال سے رک جائے، دوسرا وہ شخص جس کے مال کو کوئی آفت ناگہاں پہنچی ہو جس سے اس کا مال تباہ ہو گیا ہو، اس کے لیے اتنا سوال کرنا جائز ہے جس سے اس کا گزارہ ہو جائے تیسرا وہ شخص جو فاقہ زدہ ہو اور اس کے قبیلہ کے تین عقلمند آدمی اس بات پر گواہی دیں کہ واقعی یہ فاقہ زدہ ہے تو اس کے لیے بھی اتنی مقدار کا سوال کرنا جائز ہے جس سے اس کا گزارہ ہو جائے، اور اے قبیصہ ان تین شخصوں کے علاوہ سوال کرنا حرام ہے اور جو (ان کے علاوہ کسی اور صورت میں) سوال کر کے کھاتا ہے وہ حرام کھاتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

پیشہ ور گداگر

مقروض کے لیے ادائیگی قرض کے واسطے سوال کی اجازت اس وقت ہے جب اس نے کسی جائز ضرورت کی وجہ سے قرض لیا ہو اگر کسی گناہ کی خاطر قرض لیا ہے تو سوال کی اجازت نہیں، فاقہ زدہ کے لیے اس کی قوم کے تین ذی عقل آدمیوں کی گواہی بطور استحباب ہے ورنہ دو آدمیوں کی گواہی بھی کافی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیشہ ور گداگری اسلام میں ناجائز ہے اور اسلامی حکومت پر فرض ہے کہ پیشہ ور گداگروں کے خلاف قانونی کارروائی کرے۔ آج کل بعض لوگ مصنوعی طور پر اور بعض عمداً معذور بن جاتے ہیں اور اپنے ہاتھ پیر خراب کر کے ایسی وضع اختیار کرتے ہیں کہ دیکھنے والوں کو ترس آئے اور زیادہ سے زیادہ بھیک ملے ایمان کے بعد سب سے بڑی نعمت سلامتی اعضاء ہے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو ضائع کرتے ہیں اور کفران نعمت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ بعض لوگ میک اپ کا سہارا لے کر مصنوعی بیماریاں ظاہر کرتے ہیں اور مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں، بعض مصنوعی طور پر نابینا یا

لنگڑے بن جاتے ہیں ایسے تمام لوگوں کو گرفتار کر کے سخت سزا دینی چاہیے تاکہ اس مکروہ پیشہ کی حوصلہ شکنی ہو اور پیشہ ور گداگری کی لعنت کا خاتمہ ہو۔

بَابُ جَوَازِ الْأَخْذِ بِغَيْرِ سُؤَالٍ وَلَا تَطَلُّعٍ

بغیر سوال کے لینے کا جواز

٢٣٠١- وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ انا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ قَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِينِي الْعَطَاءَ فَأَقُولُ أَعْطِهِ أَفْقَرَ إِلَيْهِ مِنِّي حَتَّى أَعْطَانِي مَرَّةً مَالًا فَقُلْتُ أَعْطِهِ أَفْقَرَ إِلَيْهِ مِنِّي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْهُ وَمَا جَاءَكَ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ وَمَا لَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ عطا کرتے تو میں کہہ دیا کرتا تھا کہ جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو اسے دیدیں۔ حتیٰ کہ ایک بار آپ نے مجھے کچھ مال دیا میں نے عرض کیا جو شخص مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو اسے دیدیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ لے لو اور اس مال میں سے تمہارے پاس جو بغیر طمع اور سوال کے آیا کرے اس کو لے لیا کرو اور جو اس طرح نہ آئے اس کا خیال نہ کیا کرو۔

٢٣٠٢- وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْطِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ الْعَطَاءَ فَيَقُولُ لَهُ عُمَرُ أَعْطِهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفْقَرَ إِلَيْهِ مِنِّي فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ أَوْ تَصَدَّقْ بِهِ وَمَا جَاءَكَ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ وَمَا لَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ قَالَ سَالِمٌ فَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر بن الخطاب کو کچھ مال دیا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض کرتے یا رسول اللہ کسی ایسے شخص کو عنایت فرمائیے جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس مال کو لو کر اس سے فائدہ حاصل کرو یا کسی کو صدقہ کر دو اور تمہارے پاس جب یہ مال آئے اور تمہیں اس کی طمع ہو نہ تم نے اس کا سوال کیا ہو تو لے لیا کرو اور جو اس طرح نہ ہو اس کا خیال نہ کیا کرو۔ سالم کہتے ہیں اسی وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کسی سے سوال نہیں کرتے تھے اور اگر کوئی چیز دیتا تو اس کو رد نہیں کرتے تھے۔

كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا يَسْأَلُ أَحَدًا شَيْئًا وَلَا يَرُدُّ شَيْئًا أُعْطِيَهُ.

٢٣٠٣ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ عَمْرٌو وَحَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ بِمِثْلِ ذٰلِكَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ السَّعْدِيِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

٢٣٠٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ السَّاعِدِيِّ الْمَالِكِيِّ أَنَّهُ قَالَ اسْتَعْمَلَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلَى الصَّدَقَةِ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْهَا وَأَدَّيْتُهَا إِلَيْهِ أَمَرَ لِي بِعُمَالَةٍ فَقُلْتُ إِنَّمَا عَمِلْتُ لِلّٰهِ وَأَجْرِي عَلَى اللّٰهِ فَقَالَ خُذْ مَا أُعْطِيتَ فَإِنِّي عَمِلْتُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَمَّلَنِي فَقُلْتُ مِثْلَ قَوْلِكَ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُعْطِيتَ شَيْئًا مِنْ غَيْرِ أَنْ تَسْأَلَ فَكُلْ وَتَصَدَّقْ.

ابن الساعدی مالکی بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صدقات وصول کرنے کا عامل بنا دیا، جب میں اس سے فارغ ہوا اور مال لا کر انہیں دیا تو حضرت عمر نے مجھے اجرت دینے کا حکم فرمایا ——— میں نے کہا کہ میں نے یہ کام اللہ کے لیے کیا ہے اور میرا اجر اللہ پر ہے۔ حضرت عمر نے کہا جو تمہیں دیا جائے وہ لے لو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک بار میں عامل تھا حضور نے مجھے اجرت دی، میں نے تمہاری طرح کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہیں کوئی چیز بغیر سوال کے دی جائے تو کھا لیا کرو اور صدقہ بھی دیا کرو۔

٢٣٠٥ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ السَّعْدِيِّ أَنَّهُ قَالَ اسْتَعْمَلَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِمِثْلِ حَدِيثِ اللَّيْثِ.

ایک اور سند سے بھی منقول ہے ابن الساعدی بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر نے صدقات کا عامل بنایا اس کے بعد حسب سابق ہے۔

حکومت کے عطیات کا حکم

جب کسی شخص کو اس کے مانگنے کے بغیر کوئی عطیہ دیا جائے تو اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں متعدد اقوال ہیں اگر وہ عطیہ حاکم کے علاوہ کسی اور نے دیا ہے اور اس کے پیچھے کسی ناجائز کام کی تحریک اور ترغیب نہیں ہے تو اس کا لینا مستحب ہے، اور اگر حاکم کا عطیہ ہے تو بعض علماء نے اس کے لینے کو مباح قرار دیا ہے بعض نے مکروہ اور بعض نے حرام، صحیح بات یہ ہے کہ اگر کسی قومی ملی اور دینی خدمت کے عوض حکومت کچھ دیتی ہے تو اس کا لینا مستحب ہے جیسے نشان حیدر، ہلال قائد اعظم، ستارہ

خدمت اور ستارۂ جرأت وغیرہ ہیں۔ اور اگر سیاسی رشوت کے طور پر کچھ دیا جائے جیسے روٹ پرمٹ اور مختلف چیزوں کے لائسنس اور ٹھیکے وغیرہ، جن کے عوض حکومت ان چیزوں کے بدلہ میں ان سے کوئی کام چاہتی ہے مثلاً الیکشن میں حکومت کے لیے کنونسنگ یا حکومت کے ہر اقدام کی حمایت کرنا اور عوام کے ووٹ خریدنا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ عطیات اگر کسی مکروہ کام کی تائید میں ہوں تو عطیہ مکروہ ہے اور حرام کام کی تائید میں ہوں تو حرام ہے اور اگر یہ عطیات سیاسی نوازشات اور تالیف قلوب کی وجہ سے ہوں جیسے حکومت کا کچھ لوگوں کو حج اور عمرہ پر یا غیر ملکی دوروں پر بھیجنا یا سیرت کانفرنس میں مدعو کرنا تو یہ عطیات از قبیل مباح ہیں۔

بَابُ ۳۰۱ كَرَاهَةِ الْحِرْصِ عَلَى الدُّنْيَا

حرص دنیا کی مذمت

۲۳۰۶ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَلْبُ الشَّيْخِ شَابٌّ عَلَى حُبِّ اثْنَتَيْنِ حُبِّ الْعَيْشِ وَالْمَالِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بوڑھے آدمی کا دل دو چیزوں کی محبت میں جوان ہوتا ہے، زندگی کی محبت اور مال کی۔

۲۳۰۷ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَلْبُ الشَّيْخِ شَابٌّ عَلَى حُبِّ اثْنَتَيْنِ طُولِ الْحَيَاةِ وَحُبِّ الْمَالِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بوڑھے آدمی کا دل دو چیزوں کی محبت میں جوان ہوتا ہے، لمبی زندگی اور مال کی محبت۔

۲۳۰۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ كُلُّهُمْ عَنْ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ يَحْيَى أَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَيَشِبُّ مِنْهُ اثْنَتَانِ الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کی دو خصلتیں جوان ہو جاتی ہیں مال کی حرص اور عمر کی حرص۔

۲۳۰۹ - وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى

ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت انس سے حسب سابق روایت ہے۔

عَنْهُ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِمِثْلِهِ.

٢٣١٠ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ.

ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت انس سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

٢٣١١ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ يَحْيٰى أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغٰى وَادِيًا ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ابن آدم کے لیے مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری وادی کی تلاش کرے گا اور ابن آدم کا پیٹ مٹی کے سوا کسی چیز سے نہیں بھرتا اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

٢٣١٢ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فَلَا أَدْرِي أَشَيْءٌ أُنْزِلَ أَمْ شَيْءٌ كَانَ يَقُولُهُ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور مجھے یہ پتا نہیں کہ آپ پر وہ بات نازل ہوئی تھی یا آپ از خود فرما رہے تھے۔ اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

٢٣١٣ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادٍ مِنْ ذَهَبٍ أَحَبَّ أَنَّ لَهُ وَادِيًا آخَرَ وَلَنْ يَمْلَأَ فَاهُ إِلَّا التُّرَابُ وَاللّٰهُ يَتُوبُ عَلٰى مَنْ تَابَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ابن آدم کے پاس ایک سونے کی وادی ہو تو وہ چاہے گا کہ اسے ایک اور وادی بھی مل جائے اور مٹی کے سوا اور کوئی چیز اس کا منہ نہیں بھر سکتی اور جو توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

٢٣١٤ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ابن آدم کے پاس مال سے بھری ہوئی ایک وادی ہو تو وہ چاہے گا کہ اس جیسی ایک اور ہو اور ابن آدم کے نفس کو مٹی کے سوا اور کوئی چیز نہیں

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَوْ اَنَّ لِابْنِ اٰدَمَ مِلْءَ وَادٍ مَالًا لَاَحَبَّ اَنْ یَّکُوْنَ اِلَیْہِ مِثْلُہٗ وَلَا یَمْلَاُ نَفْسَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَاللّٰہُ یَتُوْبُ عَلٰی مَنْ تَابَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فَلَا اَدْرِیْ اَمِنَ الْقُرْاٰنِ ھُوَ اَمْ لَا قَالَ وَفِیْ رِوَایَۃِ زُھَیْرٍ قَالَ فَلَا اَدْرِیْ اَمِنَ الْقُرْاٰنِ لَمْ یَذْکُرِ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا۔

بھر سکتی، اور جو توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں مجھے پتا نہیں کہ یہ قرآن سے ہے یا نہیں۔ زہیر کی روایت میں ہے کہ ابن عباس نے یہ الفاظ نہیں کہے کہ میں نہیں جانتا یہ قرآن سے ہے یا نہیں۔

۲۳۱۵ - حَدَّثَنِیْ سُوَیْدُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا عَلِیُّ بْنُ مُسْہِرٍ عَنْ دَاوٗدَ عَنْ اَبِیْ حَرْبِ بْنِ اَبِی الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ بَعَثَ اَبُوْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیُّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِلٰی قُرَّآءِ اَھْلِ الْبَصْرَۃِ فَدَخَلَ اِلَیْہِ ثَلٰثُ مِائَۃِ رَجُلٍ قَدْ قَرَءُوا الْقُرْاٰنَ فَقَالَ اَنْتُمْ خِیَارُ اَھْلِ الْبَصْرَۃِ وَقُرَّآؤُھُمْ فَاتْلُوْہُ وَلَا یَطُوْلَنَّ عَلَیْکُمُ الْاَمَدُ فَتَقْسُوَ قُلُوْبُکُمْ کَمَا قَسَتْ قُلُوْبُ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ وَاِنَّا کُنَّا نَقْرَاُ سُوْرَۃً کُنَّا نُشَبِّھُھَا فِی الطُّوْلِ وَالشِّدَّۃِ بِبَرَآءَۃَ فَاُنْسِیْتُھَا غَیْرَ اَنِّیْ قَدْ حَفِظْتُ مِنْھَا لَوْ کَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغٰی وَادِیًا ثَالِثًا وَلَا یَمْلَاُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَکُنَّا نَقْرَاُ سُوْرَۃً کُنَّا نُشَبِّھُھَا بِاِحْدَی الْمُسَبِّحَاتِ فَاُنْسِیْتُھَا غَیْرَ اَنِّیْ قَدْ حَفِظْتُ مِنْھَا یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ فَتُکْتَبُ شَھَادَۃً فِیْۤ اَعْنَاقِکُمْ فَتُسْئَلُوْنَ عَنْھَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بصرہ کے قاریوں کو بلوایا تو ان کے پاس تین سو ایسے شخص آئے جو قرآن مجید پڑھ چکے تھے، حضرت ابوموسیٰ نے کہا تم اہل بصرہ میں سب سے بہتر ہو اور اے قرآن پڑھنے والو! تم قرآن مجید پڑھتے رہو، کہیں زیادہ مدت گزر جانے سے تمہارے دل سخت نہ ہو جائیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں کے دل سخت ہو گئے تھے، ہم ایک سورت پڑھتے تھے جو طول اور شدت میں سورہ توبہ کے برابر تھی، مجھے وہ سورت بھلا دی گئی البتہ اس کی اتنی بات یاد رہی کہ ابن آدم کے لیے مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری کی خواہش کرے گا اور ابن آدم کا پیٹ مٹی کے سوا اور کوئی چیز نہیں بھرتی، اور ہم ایک اور سورت بھی پڑھا کرتے تھے جو مسبحات (جو سورت سبح سے شروع ہو) میں سے کسی ایک سورت کے برابر تھی وہ بھی مجھے بھلا دی گئی البتہ اس میں سے مجھے اتنا یاد ہے (ترجمہ) اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جس کو خود نہیں کرتے تمہاری گردنوں میں شہادت لکھ دی جائے گی اور قیامت کے دن تم سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا۔

(ف) اس باب کی احادیث میں دنیا کی محبت اور کثرت مال کی حرص کی مذمت بیان کی گئی ہے، اور سورت بھلا دی جانے کی تحقیق اور اس مسئلہ پر ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے اعتراضات اور ان کے جوابات ہم اس سے پہلے تفصیل کے ساتھ کتاب الصلوٰۃ میں بیان کر چکے ہیں۔

بَابُ ۳۰۲ فَضْلِ الْقَنَاعَةِ وَالْحَثِّ عَلَيْهَا
قناعت کی فضیلت

۲۳۱۶ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلَكِنَّ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غنا مال سے نہیں نفس کے استغناء سے حاصل ہوتا ہے۔

قناعت کی وضاحت

جو شخص مال رکھنے کے باوجود مال و دولت پر حریص ہو اور مال میں زیادتی کا طالب ہو تو وہ اپنے مال کی وجہ سے مستغنی نہیں ہے بلکہ وہ زیادہ مال کا محتاج ہے لہٰذا وہ غنی نہیں ہے۔ غنی تب ہی ہو گا جب وہ مال و دولت سے مستغنی ہو جائے۔ مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج رہے اور دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بے نیاز رہے آج حال یہ ہے کہ لوگ بظاہر احکام خداوندی سے بے نیاز معلوم ہوتے ہیں اور دنیا کی طرف جد و جہد کے محتاج ہیں۔ خیال رہے کہ قناعت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسابقت اور جد و جہد کو ترک کر دیا جائے اور آگے بڑھنے کی لگن کو ختم کر دیا جائے، اسلام اور اسلام کے احکام کی اشاعت و تبلیغ مسلمانوں کی اجتماعی فلاح اور ملک و قوم کی تعمیر و ترقی، وطن کی آزادی اور بقاء اور استحکام، زراعت، صنعت، سائنس، ٹیکنالوجی اور دفاع کی ترقی میں تیز سے تیز تر گامزن رہنے اور اقوام عالم میں سب سے آگے بڑھنے کی دھن عین اسلامی تقاضا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (آل عمران: ۱۳۹) "اگر تم کامل مومن رہے تو تم ہی سب سے غالب اور سب پر فائق رہو گے" نیز فرمایا: و اعدوا لهم ما استطعتم من قوة و من رباط الخيل ترهبون به عدو الله و عدوكم (انفال: ۶۰) "(کفار سے مقابلہ کے لیے جس قدر ہو سکے قوت حاصل کرو اور تیز رفتار گھوڑے باندھ کر رکھو (ہتھیار بند رہو) اور ان (ہتھیاروں) سے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو ڈراؤ"

خلاصہ یہ ہے کہ اپنی ذاتی عیش و عشرت کی دوڑ دھوپ میں لگے رہنا غیر مستحسن ہے اور مزاج اسلام کے خلاف ہے اور مسلمانوں کی اجتماعی تعمیر و ترقی و دین اسلام کے غلبہ کے لیے مصروف عمل رہنا عین منشاء اسلام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نے جس طرح زندگیاں گزاری ہیں ان سے ہمیں یہی فکر ملتی ہے کہ ان کے شب و روز سادگی اور فقر و فاقہ میں بسر ہوتے اور ان کا لشکر ہمیشہ کفار کی سرحدوں کے تعاقب میں رہتا تھا۔

بَابُ ۳۰۳ التَّحْذِيرِ مِنَ الْاِغْتِرَارِ بِزِينَةِ الدُّنْيَا وَمَا يُبْسَطُ مِنْهَا
زینت دنیا سے فریب کھانے کی ممانعت

۲۳۱۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ لَا وَاللهِ مَا أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ إِلَّا مَا يُخْرِجُ اللهُ لَكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ أَيَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ فَصَمَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ كَيْفَ قُلْتَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَيَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْخَيْرَ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ أَوَخَيْرٌ هُوَ إِنَّ كُلَّ مَا يُنْبِتُ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ حَبَطًا أَوْ يُلِمُّ إِلَّا آكِلَةَ الْخَضِرِ أَكَلَتْ حَتَّى إِذَا امْتَلَأَتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتِ الشَّمْسَ ثَلَطَتْ أَوْ بَالَتْ ثُمَّ اجْتَرَّتْ فَعَادَتْ فَأَكَلَتْ فَمَنْ يَأْخُذُ مَالًا بِحَقِّهِ يُبَارَكُ لَهُ فِيهِ وَمَنْ يَأْخُذُ مَالًا بِغَيْرِ حَقِّهِ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا" اے لوگو! بخدا مجھے تمہارے متعلق اس زینت دنیا کے سوا اور کسی چیز کا خطرہ اور خدشہ نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے (امتحان کے) لیے پیدا کی ہے۔" ایک شخص نے کہا" یارسول اللہ! کیا خیر کے سبب سے شر آجائے گا؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا: تم نے کیا کہا تھا؟ اس نے عرض کیا میں نے کہا تھا: یارسول اللہ کیا خیر کے سبب سے شر آسکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیر کے سبب سے خیر ہی ہوتی ہے۔ موسم بہار میں جب سبزہ اگتا ہے تو وہ سبزہ جانوروں کو مار دیتا ہے یا قریب المرگ کر دیتا ہے سوا ان جانوروں کے جو صرف سبزہ کھاتے ہیں وہ اس قدر کھا لیتے ہیں کہ ان کی کوکھیں پھول جاتی ہیں اور وہ دھوپ میں بیٹھ کر لید یا پیشاب کرتے ہیں پھر جگالی کرتے ہیں اور پھر چرنا شروع کر دیتے ہیں جو شخص مال کو اپنے حق اور حقیقت کے مطابق لے گا اس کے مال میں برکت ہوگی اور جو شخص ناحق مال لے گا وہ اس جانور کی طرح ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔

۲۳۱۸۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَخْوَفُ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مَا يُخْرِجُ اللهُ لَكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا قَالُوا وَمَا زَهْرَةُ الدُّنْيَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ بَرَكَاتُ الْأَرْضِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَهَلْ يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ قَالَ لَا يَأْتِي الْخَيْرُ إِلَّا بِالْخَيْرِ لَا يَأْتِي الْخَيْرُ إِلَّا بِالْخَيْرِ لَا يَأْتِي الْخَيْرُ إِلَّا بِالْخَيْرِ إِنَّ كُلَّ مَا أَنْبَتَ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ أَوْ يُلِمُّ إِلَّا آكِلَةَ الْخَضِرِ فَإِنَّهَا تَأْكُلُ حَتَّى إِذَا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تم لوگوں کے بارے میں سب سے زیادہ دنیا کی تروتازگی کا خدشہ ہے! صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! دنیا کی تروتازگی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا زمین کی برکتیں۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا خیر کے سبب سے شر ہوتا ہے آپ نے تین بار فرمایا: خیر کے سبب سے خیر ہی ہوتی ہے۔ موسم بہار میں جو چیزیں اگتی ہیں تو وہ سبزہ جانوروں کو مار دیتا ہے یا قریب المرگ کر دیتا ہے سوا ان جانوروں کے جو صرف سبزہ کھاتے ہیں وہ اس قدر کھاتے ہیں کہ ان کی کوکھیں پھول جاتی ہیں پھر وہ دھوپ میں لوٹ لگاتے ہیں

امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتِ الشَّمْسَ ثُمَّ اجْتَرَّتْ وَبَالَتْ وَثَلَطَتْ ثُمَّ عَادَتْ فَأَكَلَتْ إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ أَخَذَهُ بِحَقِّهِ وَوَضَعَهُ فِي حَقِّهِ فَنِعْمَ الْمَعُونَةُ هُوَ وَمَنْ أَخَذَهُ بِغَيْرِ حَقِّهِ كَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ۔

اور لید اور پیشاب کرتے ہیں، یہ مال دنیا بھی سر سبز اور میٹھا ہے جو شخص اس مال کو اپنے حق کے مطابق لے گا اور اس کو اس کے صحیح مصرف میں خرچ کرے گا تو یہ اچھی مشقت ہے اور جو مال کو ناحق لے گا تو وہ اس جانور کی طرح ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔

۲۳۱۹- وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هِشَامٍ صَاحِبِ الدَّسْتَوَائِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ جَلَسَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ فَقَالَ إِنَّ مِمَّا أَخَافُ عَلَيْكُمْ بَعْدِي مَا يُفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتِهَا فَقَالَ رَجُلٌ أَوَيَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَسَكَتَ عَنْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيْلَ لَهُ مَا شَأْنُكَ تُكَلِّمُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُكَلِّمُكَ قَالَ وَرَأَيْنَا أَنَّهُ يُنْزَلُ عَلَيْهِ فَأَفَاقَ يَمْسَحُ عَنْهُ الرُّحَضَاءَ وَقَالَ أَيْنَ هٰذَا السَّائِلُ وَكَأَنَّهُ حَمِدَهُ فَقَالَ إِنَّهُ لَا يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ وَإِنَّ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ أَوْ يُلِمُّ إِلَّا آكِلَةَ الْخَضِرِ فَإِنَّهَا أَكَلَتْ حَتَّى إِذَا امْتَلَأَتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتْ عَيْنَ الشَّمْسِ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ ثُمَّ رَتَعَتْ وَإِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ وَنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ هُوَ لِمَنْ أَعْطَى مِنْهُ الْمِسْكِيْنَ وَالْيَتِيْمَ وَابْنَ السَّبِيْلِ أَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّهُ مَنْ يَأْخُذُهُ بِغَيْرِ حَقِّهِ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز تھے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھے تھے، آپ نے فرمایا مجھے اپنے بعد تم پر جس چیز کا خدشہ اور خطرہ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر دنیا کی زینت اور تر و تازگی کے دروازے کھول دے گا! ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا خیر کے سبب سے شر بھی آسکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں خاموش رہے، لوگوں نے اس شخص سے کہا: کیا سبب ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کر رہے ہو اور آپ جواب نہیں دے رہے؟ حضرت ابو سعید کہتے ہیں کہ پھر ہم نے دیکھا آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے، جب آپ معمول پر آگئے تو آپ نے پسینہ پونچھا پھر فرمایا: وہ سائل کہاں ہے؟ گویا کہ آپ نے اس کی تحسین کی پھر فرمایا خیر کے سبب سے شر نہیں آتا، فصل بہار جو سبزہ اگاتی ہے تو وہ سبزہ جانوروں کو ہلاک کر دیتا ہے یا قریب المرگ کر دیتا ہے۔ سوا ان جانوروں کے جو سبزہ کھاتے ہیں حتیٰ کہ ان کی کوکھیں بھر جاتی ہیں پھر وہ دھوپ میں لیٹ کر لید اور پیشاب کرتے ہیں اس کے بعد پھر چرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ مال دنیا سر سبز اور میٹھا ہے اور مسلمان کا اچھا ساتھی ہے، اس مال کا جو حصہ مسکین، یتیم اور مسافر کو دیا اور جو اس مال کو ناحق لیتا ہے وہ اس جانور کی طرح ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور یہ مال اس کے خلاف قیامت

يَكُوْنُ عَلَيْهِ شَهِيْدًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ.

کے دن گواہ ہوگا۔

تشریح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال دنیا کی وجہ سے مسلمانوں کے فتنہ میں پڑ جانے کا خدشہ ظاہر کیا تو ایک صحابی نے دریافت کیا کہ جہاد میں مال غنیمت کی وجہ سے جو مال حاصل ہوتا ہے وہ تو خیر ہے تو کیا اس خیر پر شر مترتب ہو سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا اگر اس مال کو میانہ روی سے خرچ کیا جائے تو خیر ہے لیکن اگر اس مال کو بے تحاشا خرچ کیا جائے تو شر ہے جس طرح موسم بہار کے سبزے کو بے تحاشا کھا لیا جائے، ہاں اگر جانور سبزہ کھائیں اور لید کریں یعنی ضرورت کے مطابق مال لیں اور خرچ کریں۔

وحی خفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سائل کا جواب وحی نازل ہونے کے بعد دیا حالانکہ جواب میں آپ نے جو کچھ فرمایا وہ قرآن مجید کی آیات نہیں ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی بیان کردہ احادیث بھی منزل من اللہ اور وحی ہیں اور اس کو اصطلاح میں وحی خفی کہتے ہیں۔ اس پر ہم ان شاء اللہ تفصیلی گفتگو کریں گے۔

بَابُ ٣٠٠ فَضْلِ التَّعَفُّفِ وَالصَّبْرِ وَالْقَنَاعَةِ وَالْحَثِّ عَلٰى كُلِّ ذٰلِكَ

سوال نہ کرنے، صبر اور قناعت کی فضیلت

٢٣٣٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ فِيْمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ نَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَاَلُوْهُ فَاَعْطَاهُمْ حَتّٰى اِذَا نَفِدَ مَا عِنْدَهُ قَالَ مَا يَكُنْ عِنْدِيْ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ وَمَنْ يَّتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ وَمَا اُعْطِيَ اَحَدٌ مِّنْ عَطَاءٍ خَيْرٌ وَّاَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ انصار میں سے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، آپ نے ان کو عطا کیا، پھر سوال کیا، آپ نے پھر عطا کیا حتیٰ کہ آپ کے پاس مال ختم ہو گیا پھر آپ نے فرمایا: میرے پاس جو بھی مال ہو گا میں اس کو تم سے بچا کے ہرگز نہیں رکھوں گا اور جو شخص سوال سے رکا رہے گا اللہ تعالیٰ اس کو مستغنی رکھے گا اور جو صبر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو صابر رکھے گا اور صبر سے بہتر اور وسیع تر چیز کسی کو نہیں دی گئی۔

٢٣٣١ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

٢٣٣٢ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُقْرِئُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ شُرَحْبِيْلُ وَهُوَ

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے اسلام قبول کیا اس نے فلاح پالی" اور جس کو ضرورت کے

ابْنِ شُرَيْكٍ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَرُزِقَ كَفَافًا وَقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا اٰتَاهُ۔

مطابق روزی دی گئی اور جسے اللہ نے ان چیزوں پر قانع بنا دیا جو اس کو دی گئی ہیں۔

۲۳۲۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَاَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ قَالُوْا نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ ح وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ كِلَاهُمَا عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے اللہ! آل محمد کو اتنی روزی دے جو اس کی ضرورت کو پوری کر سکے۔"

فقر اور غناء

علماء کرام کے درمیان یہ مسئلہ بھی زیر بحث رہا ہے کہ فقر اور غناء میں کون سی صفت افضل ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ فقر کا مآل صبر ہے اور صبر کا ثواب سب سے زیادہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب (زمر: ۱۰) "صرف صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جاتا ہے" اس لیے فقیر صابر سب سے افضل ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ غناء کا مآل اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور شکر سب سے عظیم عبادت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وان تشکروا یرضہ لکم (زمر: ۷) "اور اگر تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو تو وہ تم سے راضی ہو جائے گا" اور اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا ایسا مرتبہ اور درجہ ہے جس کے برابر کوئی درجہ نہیں ہے اس لیے غنی شاکر فقیر صابر سے افضل ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ خواجہ عبید اللہ سمرقندی قدس سرہ سے کسی نے سوال کیا کہ فقیر صابر افضل ہے یا غنی شاکر افضل ہے؟ آپ نے فرمایا افضل فقیر شاکر ہے[1]۔ یعنی مال نہ ہونے پر صبر کرنا معمول کے مطابق عبادت ہے اور مال و دولت پر شکر کرنا بھی معمول کے مطابق عبادت ہے ان میں سے کوئی عبادت بھی منفرد اور غیر معمولی نہیں ہے لیکن اگر مال نہ ہو بندہ بھوکا پیاسا ضرورت مند اور محتاج ہو اور پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے تو یہ ایک منفرد، نادر اور غیر معمولی عبادت ہے اس لیے فقیر صابر اور غنی شاکر دونوں سے فقیر شاکر افضل ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں کہ شقیق بن ابراہیم بلخی، عبد اللہ بن مبارک سے بھیس بدل کر ملاقات کے لیے گئے۔ عبد اللہ بن مبارک نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ کہا بلخ سے، کہا کیا تم شقیق کو جانتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں!

[1] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۴ ص ۱۰۶ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ۔

عبد اللہ بن مبارک نے پوچھا کہ شقیق کے شاگردوں کا کیا طریقہ ہے؟ انھوں نے کہا جب انھیں کچھ نہیں ملتا تو صبر کرتے ہیں اور مل جاتا ہے تو شکر ادا کرتے ہیں عبد اللہ بن مبارک نے کہا یہ تو یہاں کے کتوں کا طریقہ ہے! شقیق نے پوچھا پھر کیا ہونا چاہیے؟ عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ کاملوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ نہ ملے تو اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور مل جائے تو دوسروں کو دے دیتے ہیں [1]۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعا فرمائی ہے: اللھم اجعل رزق آل محمد قوتا۔ "اے اللہ! آل محمد کو بقدر ضرورت رزق دے" یہی بہترین حال ہے، نہ ایسا ہو کہ انسان اپنی ضروریات کو ترستا ہے اور اپنے گزارے کے لیے ایک ایک کے منہ کو دیکھتا پھرے، گڑگڑا کر دن پورے کرے اور کاد الفقر ان یکون کفرا۔ "قریب ہے کہ فقر کفر کی حد تک پہنچا دے" کے خطرہ میں مبتلا ہو پھر لوگوں کے میل کچیل سے اپنی ضروریات پوری کرے اور مخلوق کا زیر بار اور ممنون احسان رہے اور نہ ایسا ہو کہ اس کے پاس اس کی ضروریات سے زیادہ مال ہو جس کی بنا پر وہ تن آسانی، آرام طلبی اور ناپسندیدہ عیش و عشرت میں مبتلا ہو اور کثرت مال کی وجہ سے فسق و فجور کی جو راہیں کھلتی ہیں ان کے خطرے میں گرفتار ہو۔

یہ صحیح ہے کہ صبر سے غیر متناہی اجر حاصل ہوتا ہے لیکن صبر صرف مادی فقر ہی کی بنا پر نہیں ہوتا، نفس کو اس کی ناجائز خواہشوں سے روکنا بھی صبر ہے، عبادات کی مشقتوں کو برداشت کرنا بھی صبر ہے تکلم تقدیر سے جو تکلیف دہ امور اور حادثات پیش آتے ہیں ان کے بارے میں حرف شکایت زبان پہ نہ لانا بھی صبر ہے اور شکر صرف کثرت مال پر واجب نہیں ہوتا جس شخص کے پاس اپنے گزارے کا خرچ ہے اس پر بھی شکر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کسی کا محتاج نہیں رکھا، غرضیکہ جس شخص کے پاس اپنی ضروریات کے مطابق مال ہو وہ صابر بھی ہو سکتا ہے اور شاکر بھی اور صبر اور شکر دونوں کا اجر حاصل کر سکتا ہے۔

فقر کا مطلب صرف مادی فقر نہیں ہے، اس کا ایک مطلب ہے افتقار الی اللہ (اللہ کا محتاج ہونا) اور غنا کا مطلب صرف مال و دولت نہیں، جو شخص مخلوق سے مستغنی رہے وہ بھی غنی ہے اور مسلمان کی یہی شان ہے کہ وہ صرف اللہ کا محتاج رہے اور کائنات سے مستغنی رہے، یہی فقر الفقر فخری ہے اور یہی غنا مقبول الٰہی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے مطابق جس شخص کے پاس صرف گزارے کے لیے مال ہو وہ فقر و غنا، اور صبر و شکر ایسے اوصاف سے متصف ہو سکتا ہے اور یہی سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے، حضور کی زندگی ایسی ہی تھی اے اللہ! اس گنہگار کے صدقہ مجھے بھی ضروریات کے مطابق دے نہ اس سے کم ہو کہ کسی کا منہ دیکھنا پڑے نہ اس سے زیادہ ہو کہ مال کی زیادتی کے وبال میں مبتلا ہوں۔ آمین یارب العلمین۔

---

[1] امام فخر الدین رازی متوفی ٦٠٦ھ تفسیر کبیر، ج ٥، ص ١٩٩، مطبوعہ دار الفکر بیروت ١٣٩٨ھ۔

بَابُ ۳۰۵ إِعْطَاءِ الْمُؤَلَّفَةِ وَمَنْ يُخَافُ عَلَى إِيمَانِهِ إِنْ لَمْ يُعْطَ وَاحْتِمَالِ مَنْ سَأَلَ بِجَفَاءٍ لِجَهْلِهِ وَبَيَانِ الْخَوَارِجِ وَأَحْكَامِهِمْ

۲۳۲۴۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ إِسْحَاقُ أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسْمًا فَقُلْتُ وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَغَيْرُ هَؤُلَاءِ كَانَ أَحَقَّ بِهِ مِنْهُمْ قَالَ إِنَّهُمْ خَيَّرُونِي بَيْنَ أَنْ يَسْأَلُونِي بِالْفُحْشِ أَوْ يُبَخِّلُونِي فَلَسْتُ بِبَاخِلٍ

۲۳۲۵۔ حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا إِسْحَاقُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّازِيُّ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا ح وَحَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ رِدَاءٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظُ الْحَاشِيَةِ فَأَدْرَكَهُ أَعْرَابِيٌّ فَجَبَذَهُ بِرِدَائِهِ جَبْذَةً شَدِيدَةً فَنَظَرْتُ إِلَى صَفْحَةِ عُنُقِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أَثَّرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الرِّدَاءِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهِ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ مُرْ لِي مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي عِنْدَكَ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

مؤلفۃ القلوب اور خوارج وغیرہ کے احکام

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ صدقہ کا مال تقسیم کیا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کے علاوہ دوسرے لوگ زیادہ مستحق تھے، آپ نے فرمایا: ان لوگوں نے ایسی صورت پیدا کر دی کہ یا تو یہ مجھ سے بے حیائی سے سوال کرتے یا مجھے بخیل قرار دیتے۔ (العیاذ باللہ) تو میں بخیل نہیں ہوں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا در آں حالیکہ آپ ایک نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے جس کے کنارے موٹے تھے۔ ناگاہ ایک بدو آیا اور اس نے آپ کی چادر زور سے کھینچی میں نے دیکھا اس کی وجہ سے آپ کی گردن پر نشان پڑ گیا پھر کہنے لگا: اے محمد! آپ کے پاس جو اللہ تعالیٰ کا مال ہے اس میں سے مجھے دینے کا حکم دیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے، ہنسے اور اس کو دینے کا حکم دیا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَحِكَ ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ۔

۲۳۲۶ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ نَا هَمَّامٌ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ ح وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ قَالَ نَا أَبُو الْمُغِيرَةِ قَالَ نَا الْأَوْزَاعِيُّ كُلُّهُمْ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ وَفِي حَدِيثِ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ مِنَ الزِّيَادَةِ قَالَ ثُمَّ جَبَذَهُ إِلَيْهِ جَبْذَةً رَجَعَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَحْرِ الْأَعْرَابِيِّ وَفِي حَدِيثِ هَمَّامٍ فَجَاذَبَهُ حَتَّى انْشَقَّ الْبُرْدُ وَحَتَّى بَقِيَتْ حَاشِيَتُهُ فِي عُنُقِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ایک اور سند سے یہ حدیث حضرت انس سے مروی ہے اور عکرمہ بن عمار سے مروی اس حدیث میں یہ ہے ... کہ اس بدو نے آپ (کی چادر) کو اتنے زور سے کھینچا کہ آپ اس کے سینہ سے جا لگے اور ہمام کی روایت میں ہے کہ اتنے زور سے چادر کو کھینچا کہ وہ پھٹ گئی اور اس کا کنارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں رہ گیا۔

۲۳۲۷ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ قَسَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبِيَةً وَلَمْ يُعْطِ مَخْرَمَةَ شَيْئًا فَقَالَ مَخْرَمَةُ يَا بُنَيَّ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ قَالَ ادْخُلْ فَادْعُهُ لِي قَالَ فَدَعَوْتُهُ لَهُ فَخَرَجَ إِلَيْهِ وَعَلَيْهِ قَبَاءٌ مِنْهَا فَقَالَ خَبَأْتُ هٰذَا لَكَ قَالَ فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ رَضِيَ مَخْرَمَةُ۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائیں تقسیم کیں اور مخرمہ کو کچھ نہیں دیا، حضرت مخرمہ نے کہا اے بیٹے میرے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو، میں ان کے ساتھ گیا۔ حضرت مخرمہ نے کہا اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے لیے بلا کر لاؤ، میں نے آپ کو بلایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے اوپر ان میں سے ایک قبا تھی۔ آپ نے فرمایا: اے مخرمہ! میں نے یہ قبا تمہارے لیے چھپا کر رکھی تھی، حضرت مخرمہ نے اس قبا کو دیکھا اور راضی ہو گئے۔

۲۳۲۸ - حَدَّثَنِي أَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْحَسَّانِيُّ قَالَ نَا حَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ أَبُو صَالِحٍ قَالَ نَا أَيُّوبُ السَّخْتِيَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبائیں آئیں۔ مجھ سے میرے والد حضرت مخرمہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو شاید آپ ہمیں ان میں سے کچھ دیں، حضرت

عنه قال قدمت على النبي صلى الله عليه وسلم أقبية فقال لي أبي مخرمة انطلق بنا إليه عسى أن يعطينا منها شيئا قال فقام أبي على الباب فتكلم فعرف النبي صلى الله عليه وسلم صوته فخرج ومعه قباء وهو يريه محاسنه وهو يقول خبأت هذا لك خبأت هذا لك.

مسور کہتے ہیں کہ میرے والد نے (آپ کے) دروازے پر کھڑے ہو کر کچھ باتیں کرنی شروع کر دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آواز پہچان لی، آپ قبا کو لیے ہوئے تشریف لائے، درآں حالیکہ آپ اس قباء کے محاسن کھا رہے تھے اور فرما رہے تھے۔ میں نے یہ تمہارے لیے چھپا کر رکھی تھی۔ میں نے یہ تمہارے لیے چھپا کر رکھی تھی

٢٣٢٩ - حدثنا الحسن بن علي الحلواني وعبد بن حميد قالا نا يعقوب وهو ابن إبراهيم بن سعد قال نا أبي عن صالح عن ابن شهاب قال أخبرني عامر بن سعد عن أبيه سعد رضي الله تعالى عنه أنه أعطى رسول الله صلى الله عليه وسلم رهطا وأنا جالس فيهم قال فترك رسول الله صلى الله عليه وسلم منهم رجلا لم يعطه وهو أعجبهم إلي فقمت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فساررته فقلت يا رسول الله ما لك عن فلان إني لأراه مؤمنا قال أو مسلما فسكت قليلا ثم غلبني ما أعلم منه فقلت يا رسول الله ما لك عن فلان فوالله إني لأراه مؤمنا قال أو مسلما فسكت قليلا ثم غلبني ما علمت فيه فقلت يا رسول الله ما لك عن فلان فوالله إني لأراه مؤمنا قال أو مسلما قال إني لأعطي الرجل وغيره أحب إلي منه خشية أن يكب في النار على وجهه وفي حديث الحلواني تكرار القول مرتين.

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی ایک جماعت کو کچھ مال دیا میں بھی ان لوگوں میں بیٹھا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک شخص کو چھوڑ دیا اسے کچھ نہیں دیا، حالانکہ میرے نزدیک وہ بہت پسندیدہ تھا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر کھڑا ہوا اور چپکے سے کہا یا رسول اللہ! آپ نے فلاں شخص کو کیوں نہیں دیا، بخدا میں اس کو مومن گردانتا ہوں، آپ نے فرمایا یا مسلمان! میں کچھ دیر خاموش رہا پھر مجھ سے نہیں رہا گیا اور میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ فلاں کو کیوں نہیں دیتے۔ بخدا میں اس کو مومن سمجھتا ہوں، آپ نے فرمایا یا مسلمان! میں کچھ دیر خاموش رہا پھر مجھ سے نہیں رہا گیا اور میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ فلاں کو کیوں نہیں دیتے۔ بخدا میں اس کو مومن گمان کرتا ہوں! آپ نے فرمایا یا مسلمان! پھر آپ نے فرمایا میں کسی شخص کو اس خوف سے دے دیتا ہوں کہ کہیں وہ منہ کے بل جہنم میں نہ گرا دیا جائے۔ حالانکہ اس کے علاوہ دوسرا شخص مجھے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ حلوانی کی روایت میں یہ قول دو مرتبہ ہے۔

٢٣٣٠ - حدثنا ابن أبي عمر قال نا سفيان ح وحدثنيه زهير بن حرب قال نا يعقوب

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ ح وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَلٰى مَعْنٰى حَدِيثِ صَالِحٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ۔

ایک دیگر سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے اور اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گردن اور کندھوں کے درمیان ہاتھ مارا اور فرمایا اے سعد! اگر میں کسی شخص کو دوں تو کیا تم لڑائی کرو گے؟

۲۳۳۱ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا يَعْقُوبُ قَالَ نَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُحَدِّثُ هٰذَا يَعْنِي حَدِيثَ الزُّهْرِيِّ الَّذِي ذَكَرْنَا فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ فَضَرَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ بَيْنَ عُنُقِي وَكَتِفِي ثُمَّ قَالَ أَقِتَالًا أَيْ سَعْدُ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ حنین کے دن جب اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی جنگ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوازن کا مال عطا فرما دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے کچھ لوگوں کو سو سو اونٹ عطا فرمائے تو کچھ انصاری کہنے لگے: اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت فرمائے آپ قریش کو دیتے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے ابھی تک کفار قریش کا خون ٹپک رہا ہے۔ حضرت انس کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی گئی، آپ نے ان انصار کو بلوایا اور ان سب کو ایک چمڑے کے خیمہ میں جمع کیا۔ جب وہ جمع ہو گئے تو ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا یہ تمہاری کس قسم کی بات مجھ تک پہنچی ہے؟ انصار میں سے سمجھ دار لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! جو لوگ ہم میں سے صاحب عقل ہیں انہوں نے کوئی بات نہیں کی، البتہ ہمارے کم عمر نوجوانوں نے یہ بات کہی ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت

۲۳۳۲ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ نَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ قَالُوا يَوْمَ حُنَيْنٍ حِينَ أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهِ مِنْ أَمْوَالِ هَوَازِنَ مَا أَفَاءَ فَطَفِقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي رِجَالًا مِنْ قُرَيْشٍ الْمِائَةَ مِنَ الْإِبِلِ فَقَالُوا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَتْرُكُنَا وَسُيُوفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ قَالَ أَنَسٌ فَحُدِّثَ ذٰلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْلِهِمْ فَأَرْسَلَ إِلَى الْأَنْصَارِ فَجَمَعَهُمْ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ فَلَمَّا اجْتَمَعُوا جَاءَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكُمْ فَقَالَ لَهُ فُقَهَاءُ الْأَنْصَارِ أَمَّا ذَوُو رَأْيِنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَلَمْ يَقُولُوا شَيْئًا

وَأَمَّا أُنَاسٌ مِنَّا حَدِيثَةٌ أَسْنَانُهُمْ فَقَالُوا يَغْفِرُ اللَّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَتْرُكُنَا وَسُيُوفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّي أُعْطِي رِجَالًا حَدِيثِي عَهْدٍ بِكُفْرٍ أَتَأَلَّفُهُمْ أَفَلَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالْأَمْوَالِ وَتَرْجِعُونَ إِلَى رِحَالِكُمْ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَاللَّهِ لَمَا تَنْقَلِبُونَ بِهِ خَيْرٌ مِمَّا يَنْقَلِبُونَ بِهِ فَقَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ رَضِينَا قَالَ فَإِنَّكُمْ سَتَجِدُونَ أَثَرَةً شَدِيدَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوُا اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنِّي عَلَى الْحَوْضِ قَالُوا سَنَصْبِرُ.

فرمائے، وہ قریش کو دے رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ رہے ہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے ابھی تک کفار قریش کا خون ٹپک رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ان لوگوں کو دیتا ہوں جو ابھی "تازہ تازہ" کفر سے اسلام میں آئے ہیں "تاکہ ان کی تالیف قلوب ہو"، کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ مال لے کر اپنے گھر جائیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر گھر جاؤ۔ اللہ کی قسم! جس چیز کے ساتھ تم لوٹ رہے ہو وہ اس سے بہتر ہے جس کے ساتھ وہ لوٹ رہے ہیں۔ انصار نے کہا یا رسول اللہ کیوں نہیں! ہم راضی ہیں! آپ نے فرمایا: عنقریب تم دیکھو گے کہ بہت سے معاملات میں لوگوں کو تم پر ترجیح دی جائے گی تو اس پر صبر کرنا حتیٰ کہ تم اللہ اور اس کے رسول سے جا ملو کیونکہ میں حوض پر ہوں گا۔ انصار نے کہا ہم عنقریب صبر کریں گے۔

٢٢٣٣ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا نَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ لَمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مَا أَفَاءَ مِنْ أَمْوَالِ هَوَازِنَ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ قَالَ أَنَسٌ فَلَمْ نَصْبِرْ وَقَالَ فَأَمَّا أُنَاسٌ حَدِيثَةٌ أَسْنَانُهُمْ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر جنگ کے ہوازن کا مال عطا فرمایا ..... اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔ البتہ اس حدیث میں ہے کہ حضرت انس نے کہا ہم نے صبر نہیں کیا۔ اور نوعمر لوگوں نے یہ کہا۔

٢٢٣٤ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ قَالَ أَنَسٌ قَالُوا نَصْبِرُ كَرِوَايَةِ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

ایک اور سند سے حسب سابق روایت ہے اس میں ہے کہ ہم صبر کریں گے۔

٢٣٣٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَمَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَنْصَارَ فَقَالَ أَفِيكُمْ أَحَدٌ مِنْ غَيْرِكُمْ قَالُوا لَا إِلَّا ابْنُ أُخْتٍ لَنَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ ابْنَ أُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ فَقَالَ إِنَّ قُرَيْشًا حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَمُصِيبَةٍ وَإِنِّي أَرَدْتُ أَنْ أَجْبُرَهُمْ وَأَتَأَلَّفَهُمْ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَرْجِعَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَرْجِعُونَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بُيُوتِكُمْ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَ الْأَنْصَارُ شِعْبًا لَسَلَكْتُ شِعْبَ الْأَنْصَارِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو جمع کر کے فرمایا: کیا تم میں کوئی تمہارا غیر بھی ہے؟ انھوں نے کہا نہیں البتہ ہمارا بھانجا ہے۔ آپ نے فرمایا بھانجا بھی قوم میں داخل ہوتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا قریش ابھی ابھی تازہ تازہ جاہلیت اور مصائب سے نکلے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کو پناہ میں رکھوں اور ان کی تالیف قلب کروں، کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ دنیا لے کر جائیں اور تم اپنے گھروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر جاؤ، اگر لوگ ایک راستہ پر چلیں اور انصار دوسری گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی گھاٹی میں چلوں گا۔

٢٣٣٦ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ مَكَّةُ قَسَمَ الْغَنَائِمَ فِي قُرَيْشٍ فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْعَجَبُ إِنَّ سُيُوفَنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ وَإِنَّ غَنَائِمَنَا تُرَدُّ عَلَيْهِمْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَمَعَهُمْ فَقَالَ مَا الَّذِي بَلَغَنِي عَنْكُمْ قَالُوا هُوَ الَّذِي بَلَغَكَ وَكَانُوا لَا يَكْذِبُونَ قَالَ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَرْجِعَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا إِلَى بُيُوتِهِمْ وَتَرْجِعُونَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بُيُوتِكُمْ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا أَوْ شِعْبًا وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ وَادِيًا أَوْ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ أَوْ شِعْبَ الْأَنْصَارِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب مکہ (مکرمہ) فتح ہوا تو قریش میں مال غنیمت تقسیم کیا گیا، انصار نے کہا: یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ہماری تلواروں سے ابھی کفار کا خون ٹپک رہا ہے اور ہمارا مال غنیمت انھی کو واپس دیا جا رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے ان کو جمع کر کے فرمایا: یہ تمہاری کس قسم کی بات مجھ تک پہنچی ہے؟ انھوں نے کہا: ہم نے وہی بات کہی ہے جو آپ تک پہنچی ہے، اور انصار جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ آپ نے فرمایا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ لوگ اپنے گھروں میں مال دنیا لے کر جائیں اور تم اپنے گھروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر جاؤ، اگر لوگ ایک وادی یا ایک گھاٹی میں جائیں اور انصار دوسری وادی یا گھاٹی میں جائیں تو میں انصار کی وادی یا گھاٹی میں جاؤں گا۔

٢٣٣٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَإِبْرَاهِيمُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَرْعَرَةَ يَزِيدُ اَحَدُهُمَا عَلَى الْاٰخَرِ الْحَرْفَ بَعْدَ الْحَرْفِ قَالَا نَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ اَقْبَلَتْ هَوَازِنُ وَغَطَفَانُ وَغَيْرُهُمْ بِذَرَارِيِّهِمْ وَنَعَمِهِمْ وَمَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ عَشَرَةُ اٰلَافٍ وَمَعَهُ الطُّلَقَاءُ فَاَدْبَرُوْا عَنْهُ حَتّٰى بَقِيَ وَحْدَهٗ قَالَ فَنَادٰى يَوْمَئِذٍ نِدَائَيْنِ لَمْ يَخْلِطْ بَيْنَهُمَا شَيْئًا قَالَ فَالْتَفَتَ عَنْ يَمِيْنِهٖ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ قَالُوْا لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَبْشِرْ نَحْنُ مَعَكَ قَالَ ثُمَّ الْتَفَتَ عَنْ يَسَارِهٖ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ قَالُوْا لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَبْشِرْ نَحْنُ مَعَكَ قَالَ وَهُوَ عَلٰى بَغْلَةٍ بَيْضَاءَ فَنَزَلَ فَقَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ فَانْهَزَمَ الْمُشْرِكُوْنَ وَاَصَابَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَنَائِمَ كَثِيْرَةً فَقَسَمَ فِي الْمُهَاجِرِيْنَ وَالطُّلَقَاءِ وَلَمْ يُعْطِ الْاَنْصَارَ شَيْئًا فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ اِذَا كَانَتِ الشِّدَّةُ فَنَحْنُ نُدْعٰى وَتُعْطَى الْغَنَائِمَ غَيْرُنَا فَبَلَغَهٗ ذٰلِكَ فَجَمَعَهُمْ فِيْ قُبَّةٍ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ مَا حَدِيْثٌ بَلَغَنِيْ عَنْكُمْ فَسَكَتُوْا فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَذْهَبُوْنَ بِمُحَمَّدٍ تَحُوْزُوْنَهٗ اِلٰى بُيُوْتِكُمْ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَضِيْنَا قَالَ فَقَالَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَتِ الْاَنْصَارُ شِعْبًا لَاَخَذْتُ شِعْبَ الْاَنْصَارِ قَالَ هِشَامٌ فَقُلْتُ يَا اَبَا حَمْزَةَ اَنْتَ شَاهِدٌ ذَاكَ قَالَ وَاَيْنَ اَغِيْبُ عَنْهُ

۲۳۳۸ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ وَحَامِدُ

جس روز جنگ حنین ہوئی تو ہوازن اور غطفان وغیرہ اپنے بچوں اور چوپایوں کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس روز دس ہزار کا مجمع تھا اور طلقاء (فتح مکہ کے دن اسلام لانے والے) بھی تھے وہ سب پیٹھ کے بل بھاگ گئے اور آپ تنہا رہ گئے۔ آپ نے اس دن دو آوازیں دیں جن کے درمیان کچھ نہیں کہا، حضرت انس کہتے ہیں کہ آپ نے دائیں طرف دیکھا اور کہا اے جماعت انصار! انھوں نے کہا: یا رسول اللہ لبیک، آپ کو خوشخبری ہو ہم حاضر ہیں، پھر آپ نے بائیں طرف دیکھا تو فرمایا اے جماعت انصار! انھوں نے کہا لبیک یا رسول اللہ! آپ کو خوشخبری ہو ہم حاضر ہیں۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ آپ ایک سفید خچر پر سوار تھے آپ اس سے اترے اور فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، مشرکوں کو شکست ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے اموال غنیمت حاصل ہوئے آپ نے وہ (مال غنیمت) مہاجرین اور طلقاء میں تقسیم فرما دیا اور انصار کو کچھ نہیں دیا، انصار نے کہا سختی کے وقت ہمیں بلایا جاتا ہے اور مال غنیمت کی تقسیم کے وقت دوسروں کو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کی اطلاع پہنچی تو آپ نے ان کو ایک خیمے میں جمع کیا اور فرمایا: اے جماعت انصار! تمہاری طرف سے یہ کس قسم کی بات پہنچی ہے؟ وہ خاموش رہے۔ آپ نے فرمایا اے جماعت انصار کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ لوگ دنیا کو لے جائیں اور تم اپنے گھروں کی طرف محمد کو لے جاؤ؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں! یا رسول اللہ! ہم راضی ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر لوگ ایک راستے پر چلیں اور انصار دوسری گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی گھاٹی میں چلوں گا۔

ہشام نے حضرت انس سے کہا: اے ابو حمزہ کیا آپ اس واقعہ کے وقت موجود تھے تو حضرت انس نے کہا میں حضور سے کب غائب ہوتا تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

بْنُ عُمَرَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ ابْنُ مُعَاذٍ نَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ حَدَّثَنِي السُّمَيْطُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ افْتَتَحْنَا مَكَّةَ ثُمَّ إِنَّا غَزَوْنَا حُنَيْنًا قَالَ فَجَاءَ الْمُشْرِكُونَ بِأَحْسَنِ صُفُوفٍ رَأَيْتُ قَالَ فَصُفَّتِ الْخَيْلُ ثُمَّ صُفَّتِ الْمُقَاتِلَةُ ثُمَّ صُفَّتِ النِّسَاءُ مِنْ وَرَاءِ ذَلِكَ ثُمَّ صُفَّتِ الْغَنَمُ ثُمَّ صُفَّتِ النَّعَمُ قَالَ وَنَحْنُ بَشَرٌ كَثِيرٌ قَدْ بَلَغْنَا سِتَّةَ آلَافٍ وَعَلَى مُجَنِّبَةِ خَيْلِنَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ فَجَعَلَتْ خَيْلُنَا تَلْوِي خَلْفَ ظُهُورِنَا فَلَمْ نَلْبَثْ أَنِ انْكَشَفَتْ خَيْلُنَا وَفَرَّتِ الْأَعْرَابُ وَمَنْ نَعْلَمُ مِنَ النَّاسِ قَالَ فَنَادَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا لَلْمُهَاجِرِينَ يَا لَلْمُهَاجِرِينَ ثُمَّ قَالَ يَا لَلْأَنْصَارِ يَا لَلْأَنْصَارِ قَالَ قَالَ أَنَسٌ هَذَا حَدِيثُ عِمِّيَّةٍ قَالَ قُلْنَا لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَايْمُ اللّٰهِ مَا أَتَيْنَاهُمْ حَتَّى هَزَمَهُمُ اللّٰهُ قَالَ فَقَبَضْنَا ذَلِكَ الْمَالَ ثُمَّ انْطَلَقْنَا إِلَى الطَّائِفِ فَحَاصَرْنَاهُمْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ رَجَعْنَا إِلَى مَكَّةَ فَنَزَلْنَا قَالَ فَجَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي الرَّجُلَ الْمِائَةَ ثُمَّ ذَكَرَ بَاقِيَ الْحَدِيثِ كَنَحْوِ حَدِيثِ قَتَادَةَ وَأَبِي التَّيَّاحِ وَهِشَامِ بْنِ زَيْدٍ.

کہ ہم نے مکہ (مکرمہ) فتح کیا پھر ہم غزوہ حنین میں گئے۔ مشرکین بہترین صفیں باندھ کر آئے تھے جو میں نے اب تک پہلے نہیں دیکھی تھیں، پہلے گھوڑوں کی صف پھر لڑنے والوں کی پھر اس کے پیچھے عورتوں کی صف اور پھر بکریوں کی صف پھر دیگر چوپایوں کی صف باندھی گئی۔ ہماری تعداد بھی بہت زیادہ تھی جو چھ ہزار کو پہنچ گئی تھی، ہمارے ایک جانب کے سواروں پر حضرت خالد بن ولید امیر تھے، اچانک ہمارے گھوڑے پیٹھ کے پیچھے مڑ گئے اور ہم نہ ٹھہر سکے یہاں تک کہ ہمارے گھوڑے ننگے ہو گئے اور بدو، اور ہمارے جان پہچان کے لوگ بھاگ پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ندا کی اے مہاجرو! اے مہاجرو! پھر فرمایا: اے انصارو! اے انصارو! حضرت انس کہتے ہیں (یہ ایک جماعت کی روایت ہے) ہم نے کہا لبیک یا رسول اللہ! حضرت انس کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے، حضرت انس کہتے ہیں خدا کی قسم ہم وہاں تک پہنچے بھی نہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دے دی اور ہم نے ان کا سارا مال لے لیا، پھر ہم طائف کی طرف بڑھے اور چالیس روز تک ہم نے ان کا محاصرہ کیے رکھا، پھر ہم مکہ لوٹ آئے، اور وہاں ٹھہرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک کو سو اونٹ دینے لگے اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۲۳۳۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَعْطَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان بن حرب، صفوان بن امیہ، عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس ہر ایک کو سو سو اونٹ دیے اور عباس بن مرداس کو اس سے کچھ کم اونٹ دیے تو عباس بن مرداس نے یہ اشعار پڑھے:

حَرْبٍ وَصَفْوَانَ بْنَ أُمَيَّةَ وَعُيَيْنَةَ بْنَ حِصْنٍ وَالْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ كُلَّ إِنْسَانٍ مِّنْهُمْ مِائَةً مِّنَ الْإِبِلِ وَأَعْطَى عَبَّاسَ بْنَ مِرْدَاسٍ دُونَ ذٰلِكَ فَقَالَ عَبَّاسُ بْنُ مِرْدَاسٍ

أَتَجْعَلُ نَهْبِي وَنَهْبَ الْعُبَيْدِ
بَيْنَ عُيَيْنَةَ وَالْأَقْرَعِ
فَمَا كَانَ بَدْرٌ وَلَا حَابِسٌ
يَفُوقَانِ مِرْدَاسَ فِي الْمَجْمَعِ
وَمَا كُنْتُ دُونَ امْرِئٍ مِّنْهُمَا
وَمَنْ تُخْفِضِ الْيَوْمَ لَا يُرْفَعِ

قَالَ فَأَتَمَّ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةً.

آپ میری لوٹ مار اور میرے گھوڑے عبید کی لوٹ مار کو عیینہ اور اقرع کے درمیان مقرر کرتے ہیں حالانکہ وہ عباس بن مرداس سے کسی محفل میں بڑھ نہیں سکتے، میں ان دونوں سے کسی طرح کم نہیں ہوں اور آج جس کی بات نیچی ہو گئی پھر اونچی نہ ہو گی۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بھی سو اونٹ پورے کر دیئے۔

۲۳۴۰ - وَحَدَّثَنَاهُ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ قَالَ نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ فَأَعْطَى أَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ مِائَةً مِّنَ الْإِبِلِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِهِ وَزَادَ وَأَعْطَى عَلْقَمَةَ بْنَ عُلَاثَةَ مِائَةً.

ایک اور سند سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم کیے۔ اور ابوسفیان بن حرب کو سو اونٹ دیئے۔

۲۳۴۱ - حَدَّثَنَاهُ مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ الشَّعِيرِيُّ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ سَعِيدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي الْحَدِيثِ عَلْقَمَةَ بْنَ عُلَاثَةَ وَلَا صَفْوَانَ بْنَ أُمَيَّةَ وَلَمْ يَذْكُرِ الشِّعْرَ فِي حَدِيثِهِ.

ایک اور سند سے بھی حسب سابق روایت ہے لیکن اس میں صفوان بن امیہ اور اشعار کا تذکرہ نہیں ہے۔

۲۳۴۲ - حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا فَتَحَ حُنَيْنًا قَسَمَ الْغَنَائِمَ فَأَعْطَى الْمُؤَلَّفَةَ قُلُوبُهُمْ فَبَلَغَهُ أَنَّ الْأَنْصَارَ

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کو فتح کرنے کے بعد مال غنیمت تقسیم کیا اور مؤلفۃ القلوب کو زیادہ دیا، اسی وقت آپ کو یہ اطلاع ملی کہ انصار کی یہ خواہش ہے کہ انہیں بھی اور لوگوں کے برابر دیا جائے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا

يُحِبُّونَ اَنْ يُصِيبُوا مَا اَصَابَ النَّاسُ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَهُمْ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَلَمْ اَجِدْكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللّٰهُ بِيْ وَعَالَةً فَاَغْنَاكُمُ اللّٰهُ بِيْ وَمُتَفَرِّقِيْنَ فَجَمَعَكُمُ اللّٰهُ بِيْ وَيَقُولُونَ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ اَمَنُّ فَقَالَ اَلَا تُجِيبُونِيْ فَقَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ اَمَنُّ فَقَالَ اَمَا اِنَّكُمْ لَوْ شِئْتُمْ اَنْ تَقُولُوا كَذَا وَكَذَا وَكَانَ مِنَ الْاَمْرِ كَذَا وَكَذَا لِاَشْيَاءَ عَدَّدَهَا زَعَمَ عَمْرٌو اَنْ لَا يَحْفَظُهَا فَقَالَ اَلَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاءِ وَالْاِبِلِ وَتَذْهَبُونَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى رِحَالِكُمُ الْاَنْصَارُ شِعَارٌ وَالنَّاسُ دِثَارٌ وَلَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَءًا مِّنَ الْاَنْصَارِ وَلَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَشِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْاَنْصَارِ وَشِعْبَهُمْ اِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِيْ اَثَرَةً فَاصْبِرُوا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ عَلَى الْحَوْضِ۔

کی پھر کہا اے انصار کی جماعت! کیا میں نے تم کو گمراہ نہیں پایا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو میرے ذریعے سے ہدایت دی، اور کیا تم فقیر اور نادار تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو میری وجہ سے غنی کر دیا، اور کیا تم باہم منتشر (متخالف اور متحارب) نہ تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو میری وجہ سے متحد کر دیا اور انصار ساتھ ساتھ کہہ رہے تھے اللہ اور اس کا رسول زیادہ احسان کرنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے تو انھوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ احسان کرنے والے ہیں، آپ نے فرمایا اگر تم چاہتے تو کہتے اس طرح ہوا اس طرح ہوا اور واقعہ اس اس طرح ہوا، راوی نے کہا آپ نے کئی چیزوں کا ذکر فرمایا جو اس کو یاد نہیں ہیں، پھر آپ نے فرمایا: کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ لوگ بکریوں اور اونٹوں کو لے جائیں اور تم اپنے گھروں میں رسول اللہ کو لے جاؤ، انصار استر ہیں اور دوسرے لوگ ابرہ ہیں، اگر ہجرت کی فضیلت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا، اور اگر لوگ ایک وادی میں جائیں اور انصار دوسری وادی اور گھاٹی میں جائیں تو میں انصار کی وادی اور گھاٹی میں جاؤں گا عنقریب تم میرے بعد ترجیحات دیکھو گے تو اس وقت تک صبر کرنا جب تک حوض پر مجھ سے ملاقات نہ کر لو۔

۲۳۳۳۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ اٰثَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا فِي الْقِسْمَةِ فَاَعْطَى الْاَقْرَعَ ابْنَ حَابِسٍ مِّائَةً مِّنَ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو تقسیم میں ترجیح دی، اقرع بن حابس کو سو اونٹ دیے اور عیینہ کو بھی اتنے ہی دیے اور عرب کے بعض سرداروں کو بھی اتنا دیا اور اس دن انھیں تقسیم میں ترجیح دی، ایک شخص نے کہا اللہ کی قسم اس تقسیم میں عدل نہیں کیا

الْإِبِلِ وَأَعْطَى عُيَيْنَةَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَأَعْطَى أُنَاسًا مِنْ أَشْرَافِ الْعَرَبِ وَآثَرَهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْقِسْمَةِ فَقَالَ رَجُلٌ وَاللّٰهِ إِنَّ هٰذِهِ لَقِسْمَةٌ مَا عُدِلَ فِيهَا وَمَا أُرِيدَ فِيهَا وَجْهُ اللّٰهِ قَالَ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَأُخْبِرَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَتَيْتُهُ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا قَالَ فَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ حَتّٰى كَانَ كَالصِّرْفِ ثُمَّ قَالَ فَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ يَعْدِلِ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ ثُمَّ قَالَ يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوسٰى قَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ قَالَ قُلْتُ لَا جَرَمَ لَا أَرْفَعُ إِلَيْهِ بَعْدَهَا حَدِيثًا۔

۲۳۴۴۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَسَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسْمًا فَقَالَ رَجُلٌ إِنَّهَا لَقِسْمَةٌ مَا أُرِيدَ بِهَا وَجْهُ اللّٰهِ قَالَ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَرْتُهُ فَغَضِبَ مِنْ ذٰلِكَ غَضَبًا شَدِيدًا وَاحْمَرَّ وَجْهُهُ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ أَنِّي لَمْ أَذْكُرْهُ لَهُ قَالَ ثُمَّ قَالَ قَدْ أُوذِيَ مُوسٰى بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ۔

۲۳۴۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَتٰى رَجُلٌ رَسُولَ اللّٰهِ بِالْجِعْرَانَةِ مُنْصَرَفَهُ مِنْ حُنَيْنٍ وَفِي ثَوْبِ بِلَالٍ فِضَّةٌ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبِضُ مِنْهَا يُعْطِي النَّاسَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اعْدِلْ قَالَ وَيْلَكَ مَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَكُنْ أَعْدِلُ لَقَدْ خِبْتَ وَخَسِرْتَ إِنْ لَمْ

گیا ہے نہ اللہ کی رضا مندی کا ارادہ کیا گیا ہے۔ حضرت ابن مسعود نے کہا: بخدا! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور بتلاؤں گا۔

حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ میں آپ کے پاس گیا اور آپ کو اس کی باتیں بتائیں۔ حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ آپ کا چہرہ متغیر ہو کر خون کی مانند ہو گیا پھر آپ نے فرمایا اگر اللہ اور اس کا رسول عدل نہ کریں تو پھر کون عدل کرے گا۔ پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے ان کو اس سے زیادہ ایذا دی گئی تھی اور انہوں نے صبر کیا۔ حضرت ابن مسعود کہتے ہیں پھر میں نے اپنے دل میں کہا اس کے بعد میں آپ کو ایسی بات نہیں سناؤں گا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم کیا ایک شخص نے کہا یہ وہ تقسیم ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا ارادہ نہیں کیا گیا، حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور آپ کو چپکے سے یہ بات بتلائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات سن کر بہت زیادہ ناراض ہوئے، آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا حتیٰ کہ میں نے دل میں یہ تمنا کی کہ میں نے آپ سے اس کا ذکر ہی نہ کیا ہوتا، پھر آپ نے فرمایا حضرت موسیٰ کو اس سے زیادہ ایذا دی گئی اور انہوں نے صبر کیا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے واپسی پر جعرانہ میں تھے، آپ کے پاس ایک شخص آیا درآں حالیکہ حضرت بلال کے کپڑے میں چاندی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مٹھی بھر بھر کر لوگوں کو دے رہے تھے۔ ایک شخص نے کہا اے محمد! عدل کیجئے! آپ نے فرمایا تمہیں خرابی ہو اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون عدل کرے گا اگر میں عدل نہ کروں تو تم (اپنے مشن میں) ناکام اور نامراد ہو جاؤ

أكن أعدل فقال عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه دعني يا رسول الله فأقتل هذا المنافق فقال معاذ الله أن يتحدث الناس أني أقتل أصحابي إن هذا وأصحابه يقرءون القرآن لا يجاوز حناجرهم يمرقون منه كما يمرق السهم من الرمية.

حضرت عمر بن الخطاب نے کہا: یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجیے میں اس شخص کو قتل کر دوں۔ آپ نے فرمایا معاذ اللہ! کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ میں اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہوں، یہ شخص اور اس کے اصحاب قرآن پڑھتے ہیں مگر قرآن ان کے گلوں کے نیچے سے نہیں اترتا اور یہ لوگ قرآن سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔

٢٣٣٦ - حدثنا محمد بن المثنى قال نا عبد الوهاب الثقفي قال سمعت يحيى بن سعيد يقول أخبرني أبو الزبير أنه سمع جابر بن عبد الله ح وحدثنا أبو بكر بن أبي شيبة قال نا زيد بن الحباب قال حدثني قرة بن خالد قال حدثني أبو الزبير عن جابر بن عبد الله أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقسم مغانم وساق الحديث.

ایک اور سند سے حسب سابق روایت منقول ہے۔

٢٣٣٧ - حدثنا هناد بن السري قال نا أبو الأحوص عن سعيد بن مسروق عن عبد الرحمن بن أبي نعم عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال بعث علي رضي الله عنه وهو باليمن بذهبة في تربتها إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقسمها رسول الله صلى الله عليه وسلم بين أربعة نفر الأقرع بن حابس الحنظلي وعيينة بن بدر الفزاري وعلقمة بن علاثة العامري ثم أحد بني كلاب وزيد الخير الطائي ثم أحد بني نبهان قال فغضبت قريش فقالوا أيعطي صناديد نجد ويدعنا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم إني إنما فعلت ذلك لأتألفهم فجاء رجل كث اللحية مشرف الوجنتين غائر العينين ناتئ الجبين محلوق الرأس فقال اتق الله يا محمد قال

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یمن سے کچھ سونا بھیجا جس میں کچھ مٹی بھی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سونے کو چار آدمیوں میں تقسیم فرما دیا، اقرع بن حابس حنظلی، عیینہ بن بدر الفزاری اور علقمہ بن علاثہ عامری پھر بنو کلاب کے ایک شخص کو اور زید خیر طائی کو، پھر بنو نبہان کے ایک شخص کو، حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ قریش ناراض ہو گئے کہ حضور نجد کے سرداروں کو دیتے ہیں اور ہمیں چھوڑ رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے یہ اس لیے کیا ہے کہ میں ان لوگوں کی تالیف قلب کروں پھر ایک شخص آیا جس کی داڑھی گھنی تھی گال ابھرے ہوئے تھے اور آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں، پیشانی اونچی تھی، اور سر منڈا ہوا تھا وہ کہنے لگا اے محمد! اللہ سے ڈریئے حضرت ابو سعید کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو پھر اس کی اطاعت کون

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ اِنْ عَصَیْتُہٗ اَیَاْمَنُنِیْ عَلٰی اَھْلِ الْاَرْضِ وَلَا تَاْمَنُوْنِیْ قَالَ ثُمَّ اَدْبَرَ الرَّجُلُ فَاسْتَاْذَنَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فِیْ قَتْلِہٖ یَرَوْنَ اَنَّہٗ خَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ ضِئْضِئِیْ ھٰذَا قَوْمًا یَّقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا یُجَاوِزُ حَنَاجِرَھُمْ یَقْتُلُوْنَ اَھْلَ الْاِسْلَامِ وَیَدَعُوْنَ اَھْلَ الْاَوْثَانِ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ کَمَا یَمْرُقُ السَّھْمُ مِنَ الرَّمِیَّۃِ لَئِنْ اَدْرَکْتُھُمْ لَاَقْتُلَنَّھُمْ قَتْلَ عَادٍ

۲۳۳۸۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ عُمَارَۃَ بْنِ الْقَعْقَاعِ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ نُعْمٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِیْدِ الْخُدْرِیَّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ بَعَثَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْیَمَنِ بِذَھَبَۃٍ فِیْ اَدِیْمٍ مَقْرُوْظٍ لَمْ تُحَصَّلْ مِنْ تُرَابِھَا قَالَ فَقَسَمَھَا بَیْنَ اَرْبَعَۃِ نَفَرٍ بَیْنَ عُیَیْنَۃَ بْنِ بَدْرٍ وَالْاَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ وَزَیْدِ الْخَیْلِ وَالرَّابِعُ اِمَّا عَلْقَمَۃُ بْنُ عُلَاثَۃَ وَاِمَّا عَامِرُ بْنُ الطُّفَیْلِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِہٖ کُنَّا نَحْنُ اَحَقَّ بِھٰذَا مِنْ ھٰؤُلَآءِ قَالَ فَبَلَغَ ذٰلِکَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَا تَاْمَنُوْنِیْ وَاَنَا اَمِیْنُ مَنْ فِی السَّمَآءِ یَاْتِیْنِیْ خَبَرُ السَّمَآءِ صَبَاحًا وَّمَسَآءً قَالَ فَقَامَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَیْنَیْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَیْنِ نَاشِزُ الْجَبْھَۃِ کَثُّ اللِّحْیَۃِ مَحْلُوْقُ الرَّاْسِ مُشَمَّرُ الْاِزَارِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اتَّقِ اللّٰہَ فَقَالَ وَیْلَکَ

کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے زمین پر امین بنا کر بھیجا ہے اور تم مجھے امین نہیں مانتے! پھر وہ شخص پشت پھیر کر چلا گیا۔ قوم میں سے ایک شخص نے اس کے قتل کی اجازت چاہی لوگوں کا خیال ہے وہ حضرت خالد بن ولید تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی نسل سے ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھے گی اور قرآن اس کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا یہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور کافروں کو چھوڑ دیں گے اور یہ لوگ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ اگر میں ان لوگوں کو (یعنی ان کا زمانہ) پالیتا تو قوم عاد کی طرح ان کو قتل کر ڈالتا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یمن سے ایک رنگے ہوئے چمڑے میں سونا بھیجا جس سے تا حال مٹی الگ نہیں کی گئی تھی، آپ نے اس سونے کو چار آدمیوں میں تقسیم کر دیا۔ عیینہ بن بدر اقرع بن حابس، زید خیل اور چوتھے شخص علقمہ بن علاثہ یا عامر بن طفیل میں سے ایک تھے۔ آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا ان لوگوں کی بہ نسبت اس مال کے ہم زیادہ حقدار تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچ گئی۔ آپ نے فرمایا تم مجھے امین نہیں قرار دیتے حالانکہ میں اس کا امین ہوں جو آسمانوں میں ہے میرے پاس صبح اور شام آسمانی خبر آتی ہیں۔ ایک آدمی کھڑا ہوا جس کی دونوں آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں اور دونوں گال پھولے ہوئے تھے، پیشانی ابھری ہوئی تھی، داڑھی گھنی، سر منڈا ہوا تھا اور تہبند پنڈلیوں سے اونچا تھا، اس نے کہا اے اللہ کے رسول! اللہ سے ڈر! آپ نے فرمایا تجھ پر عذاب ہو، کیا روئے زمین پر میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا سب سے زیادہ حقدار نہیں ہوں!

أَوَلَسْتُ أَحَقَّ أَهْلِ الْأَرْضِ بِأَنْ يَتَّقِيَ اللّٰهَ قَالَ ثُمَّ وَلَّى الرَّجُلُ فَقَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلَا أَضْرِبُ عُنُقَهُ فَقَالَ لَا لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ يُصَلِّي قَالَ خَالِدٌ وَكَمْ مِنْ مُصَلٍّ يَقُولُ بِلِسَانِهِ مَا لَيْسَ فِي قَلْبِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَمْ أُومَرْ أَنْ أَنْقُبَ عَنْ قُلُوبِ النَّاسِ وَلَا أَشُقَّ بُطُونَهُمْ قَالَ ثُمَّ نَظَرَ إِلَيْهِ وَهُوَ مُقَفٍّ فَقَالَ إِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ رَطْبًا لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ قَالَ أَظُنُّهُ قَالَ لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُودَ۔

پھر وہ شخص پشت پھیر کر چل دیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ میں اس کی گردن نہ اُڑا دوں؟ آپ نے فرمایا شاید وہ نمازی ہو۔ حضرت خالد نے کہا کتنے ہی نمازی ایسے ہیں جو ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتیں آپ نے فرمایا مجھے اس کا مکلف نہیں کیا گیا کہ میں لوگوں کے دل چیر کر دیکھوں یا ان کے پیٹ پھاڑ کر دیکھوں پھر آپ نے اس شخص کی طرف دیکھا درآں حالیکہ وہ پیٹھ پھیرے جا رہا تھا اور فرمایا اس کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کو اچھی طرح پڑھیں گے لیکن وہ ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گی، اور دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے، راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا اگر میں ان کو پا لیتا تو قوم ثمود کی طرح قتل کر دیتا۔

۲۳۴۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ وَعَلْقَمَةُ بْنُ عُلَاثَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ عَامِرَ بْنَ الطُّفَيْلِ وَقَالَ نَاتِئُ الْجَبْهَةِ وَلَمْ يَقُلْ نَاشِزُ وَزَادَ فَقَامَ إِلَيْهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلَا أَضْرِبُ عُنُقَهُ قَالَ لَا ثُمَّ أَدْبَرَ فَقَامَ إِلَيْهِ خَالِدٌ سَيْفُ اللّٰهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلَا أَضْرِبُ عُنُقَهُ قَالَ لَا وَقَالَ إِنَّهُ سَيَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ لَيِّنًا رَطْبًا وَقَالَ قَالَ عُمَارَةُ حَسِبْتُهُ قَالَ لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُودَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں علقمہ بن علاثہ کہا ہے اور عامر بن طفیل کا ذکر نہیں ہے اور کہا ابھری ہوئی پیشانی والا، اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں اس منافق کی گردن نہ اڑا دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں اور وہ شخص چلا گیا، پھر حضرت خالد سیف اللہ نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں اس منافق کی گردن نہ مار دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں اور فرمایا اس کی نسل سے ایک قوم پیدا ہو گی جو قرآن بہت اچھا پڑھے گی اور عمارہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اگر میں ان کو پا لیتا تو ثمود کی طرح ان کو قتل کر دیتا۔

۲۳۵۰۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ بَيْنَ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ زَيْدِ الْخَيْرِ وَالْأَقْرَعِ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں ہے کہ آپ نے وہ سونا چار آدمیوں میں تقسیم کر دیا زید خیر، اقرع بن حابس، عیینہ بن حصن، علقمہ بن علاثہ یا عامر بن طفیل

بْنِ حَابِسٍ وَعُيَيْنَةَ بْنِ حِصْنٍ وَعَلْقَمَةَ بْنِ عُلَاثَةَ أَوْ عَامِرِ بْنِ الطُّفَيْلِ قَالَ نَاشِزُ الْجَبْهَةِ كَرِوَايَةِ عَبْدِ الْوَاحِدِ وَقَالَ إِنَّهُ سَيَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هَذَا قَوْمٌ وَلَمْ يَذْكُرْ لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُودَ۔

اور کہا ان لوگوں کی اصل سے ایسی قوم ظاہر ہو گی۔ اس میں یہ نہیں ہے کہ میں ان کو پا لیتا تو قوم ثمود کی طرح قتل کر دیتا۔

۲۳۵۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ يَقُولُ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَعَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُمَا أَتَيَا أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَسَأَلَاهُ عَنِ الْحَرُورِيَّةِ هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُهَا فَقَالَ لَا أَدْرِي مَنِ الْحَرُورِيَّةُ وَلَكِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَخْرُجُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ وَلَمْ يَقُلْ مِنْهَا قَوْمٌ تَحْقِرُونَ صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ فَيَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حُلُوقَهُمْ أَوْ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَيَنْظُرُ الرَّامِي إِلَى سَهْمِهِ إِلَى نَصْلِهِ إِلَى رِصَافِهِ فَيَتَمَارَى فِي الْفُوقَةِ هَلْ عَلِقَ بِهَا مِنَ الدَّمِ شَيْءٌ۔

ابو سلمہ اور عطاء بن یسار دونوں حضرت ابو سعید خدری کے پاس آئے اور ان سے پوچھا کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حروریہ کے متعلق کچھ سنا ہے؟ انھوں نے کہا: مجھے حروریہ کے متعلق تو کچھ پتا نہیں مگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے، آپ نے فرمایا اس امت میں ایک جماعت نکلے گی، یہ نہیں فرمایا کہ اس امت سے ہو گی وہ ایسے لوگ ہوں گے کہ ان کی نمازوں کے مقابلہ میں تم اپنی نمازوں کو ہیچ سمجھو گے، وہ قرآن پڑھیں گے اور قرآن ان کے حلقوم یا گلوں سے نیچے نہیں اترے گا، اور وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے، شکاری اپنے تیر کی لکڑی کو دیکھتا ہے اور اس کے پھل کو اور اس کے پر کو اور اس کے اخیر کنارے کو جو اس کی چٹکیوں میں تھا کہ کہیں اسے خون لگا ہے۔

۲۳۵۲۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْفِهْرِيُّ قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَالضَّحَّاكُ الْهَمْدَانِيُّ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْسِمُ قَسْمًا أَتَاهُ ذُو

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے آپ کچھ تقسیم فرما رہے تھے کہ ذوالخویصرہ نامی بنو تمیم سے ایک شخص آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول عدل کرو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے عذاب ہو اگر میں عدل نہیں کروں گا تو کون عدل کرے گا؟ اگر میں عدل نہ کروں تو تم ناکام اور نامراد ہو جاؤ! حضرت عمر بن الخطاب نے کہا: یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے اس کی گردن اڑا دوں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہنے دو، کیونکہ اس کے ایسے ساتھی ہیں جن کی نمازوں کے مقابلہ

الْخُوَيْصِرَةِ وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اعْدِلْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلَكَ وَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ قَدْ خِبْتَ وَخَسِرْتَ إِنْ لَمْ أَعْدِلْ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ائْذَنْ لِي فِيهِ أَضْرِبْ عُنُقَهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُ فَإِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ يُنْظَرُ إِلَى نَصْلِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى رِصَافِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى نَضِيِّهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ وَهُوَ الْقِدْحُ ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى قُذَذِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ آيَتُهُمْ رَجُلٌ أَسْوَدُ إِحْدَى عَضُدَيْهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ أَوْ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ يَخْرُجُونَ عَلَى حِينِ فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ فَأَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَشْهَدُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَاتَلَهُمْ وَأَنَا مَعَهُ فَأَمَرَ بِذَلِكَ الرَّجُلِ فَالْتُمِسَ فَوُجِدَ فَأُتِيَ بِهِ حَتَّى نَظَرْتُ إِلَيْهِ عَلَى نَعْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي نَعَتَ

٢٣٥٢ - **وَحَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ قَوْمًا يَكُونُونَ فِي أُمَّتِهِ يَخْرُجُونَ فِي فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ سِيمَاهُمُ

میں تم اپنی نمازوں کو حقیر سمجھو گے اور اس کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر گردانو گے، یہ لوگ قرآن مجید پڑھیں گے اور وہ ان کے حلقوم سے نیچے نہیں اترے گا اور یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے اس طرح نکل جاتا ہے کہ تیر انداز تیر کے پھل کو دیکھتا ہے اور اس میں خون کا اثر نہیں ہوتا پھر پھل کی جڑ کو دیکھتا ہے تو اس میں بھی خون نہیں ہوتا پھر اس کے پر کو دیکھتا ہے تو اس میں بھی کچھ نہیں ہوتا، حالانکہ تیر شکار کی بیٹ اور خون سے نکلتا ہے۔ ان لوگوں کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک کالا آدمی ہو گا جس کا ایک شانہ عورت کے پستان کی طرح ہو گا یا جیسے ہلتا ہوا گوشت کا لوتھڑا ہو، یہ گروہ اس وقت ظاہر ہو گا جب لوگوں میں تفرقہ ہو گا۔ حضرت ابو سعید کہتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا، اور میں اس وقت حضرت علی کے ساتھ تھا حضرت علی نے اس آدمی کو تلاش کرنے کا حکم دیا، وہ مل گیا اور اس کو حضرت علی کے پاس لایا گیا بعد میں نے اس شخص کو انھی صفات کے ساتھ پایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی تھیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم کا ذکر کیا جو آپ کی امت میں پیدا ہو گی، اس کا ظہور اس وقت ہو گا جب لوگوں میں تفرقہ ہو جائے گا۔ ان کی علامت سر منڈانا ہو گی اور وہ مخلوق میں سب سے بدتر ہوں گے اور ان کو دو جماعتوں میں

التحالق قال هم شر الخلق او من اشر الخلق يقتلهم ادنى الطائفتين الى الحق قال فضرب النبي صلى الله عليه وسلم لهم مثلا او قال قولا الرجل يرمي الرمية او قال الغرض فينظر في النصل فلا يرى بصيرة وينظر في النضي فلا يرى بصيرة وينظر في الفوق فلا يرى بصيرة قال قال ابو سعيد وانتم قتلتموهم يا اهل العراق۔

سے وہ جماعت قتل کریگی جو حق کے زیادہ قریب ہوگی پھر آپ نے ان لوگوں کی ایک مثال بیان فرمائی کہ جب آدمی کسی شکار یا نشانہ کو تیر مارتا ہے تو پر کو دیکھتا ہے اس میں کچھ اثر نہیں ہوتا اور تیر کی لکڑی کو دیکھتا ہے اور وہاں بھی اثر نہیں ہوتا، پھر اس حصہ کو دیکھتا ہے جو تیر انداز کی چٹکی میں ہوتا ہے تو وہاں بھی کچھ اثر نہیں پاتا، پھر حضرت ابو سعید نے کہا اے عراق والو! تم ہی نے تو انہیں قتل کیا ہے۔

۲۳۵۴۔ حدثنا شيبان بن فروخ قال نا القسم وهو ابن الفضل الحداني قال نا ابو نضرة عن ابي سعيد الخدري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تمرق مارقة عند فرقة من المسلمين يقتلها اولى الطائفتين بالحق

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں میں تفریق کے وقت ایک فرقہ جدا ہو جائے گا اور مسلمانوں کی دو جماعتوں میں سے جو حق کے زیادہ قریب ہوگی وہ اس فرقہ کو قتل کرے گی۔

۲۳۵۵۔ حدثنا ابو الربيع الزهراني وقتيبة بن سعيد قال قتيبة نا ابو عوانة عن قتادة عن ابي نضرة عن ابي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يكون في امتي فرقتين فتخرج من بينهما مارقة يلي قتلهم اولاهم بالحق۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں دو جماعتیں ہو جائیں گی اور ان میں ایک فرقہ پیدا ہوگا اور جو جماعت اس فرقہ کو قتل کرے گی وہ حق کے زیادہ قریب ہوگی۔

۲۳۵۶۔ حدثنا محمد بن المثنى نا عبد الاعلى حدثنا داود عن ابي نضرة عن ابي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال تمرق مارقة في فرقة من الناس فيلي قتلهم اولى الطائفتين بالحق۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں تفرقہ کے وقت ایک فرقہ پیدا ہو جائے گا اور جو لوگ اس فرقہ کو قتل کریں گے وہ حق کے زیادہ قریب ہوں گے۔

۲۳۵۷۔ حدثنا عبيد الله القواريري قال نا محمد بن عبد الله بن الزبير قال نا سفيان

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اختلاف کے وقت ایک قوم

عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ عَنِ الضَّحَّاكِ الْمِشْرَقِيِّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَدِيْثٍ ذَكَرَ فِيْهِ قَوْمًا يَخْرُجُوْنَ عَلٰى فُرْقَةٍ مُخْتَلِفَةٍ يَقْتُلُهُمْ اَقْرَبُ الطَّائِفَتَيْنِ مِنَ الْحَقِّ۔

ظاہر ہوگی اور دو جماعتوں میں سے جو اس کو قتل کرے گی وہ حق کے زیادہ قریب ہوگی۔

۲۳۵۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدِ نِ الْاَشَجُّ جَمِيْعًا عَنْ وَكِيْعٍ قَالَ الْاَشَجُّ نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَاَنْ اَخِرَّ مِنَ السَّمَآءِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَقُوْلَ عَلَيْهِ مَا لَمْ يَقُلْ وَاِذَا حَدَّثْتُكُمْ فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ فَاِنَّ الْحَرْبَ خَدْعَةٌ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَيَخْرُجُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ اَحْدَاثُ الْاَسْنَانِ سُفَهَآءُ الْاَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَاِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ فَاِنَّ فِيْ قَتْلِهِمْ اَجْرًا لِّمَنْ قَتَلَهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کروں تو آسمان سے گر پڑنا میرے لیے اس سے زیادہ بہتر ہے کہ میں آپ کی طرف وہ بات منسوب کروں جو آپ نے نہیں فرمائی۔ اور جب میں اپنی اور تمہاری بات بیان کروں تو جنگ میں دھوکا دینا جائز ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اخیر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی جو کم عمر اور کم عقل ہوں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کریں گے، قرآن مجید کو پڑھیں گے اور وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکلتا ہے اور جب تم ان سے ملاقات کرو تو ان کو قتل کرنا کیونکہ جو ان سے جنگ کرے گا اور ان کو قتل کرے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو اجر ملے گا۔

۲۳۵۹ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ قَالَ اَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرِ نِ الْمُقَدَّمِيُّ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۲۳۶۰ - وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيْرٌ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوْا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ لَيْسَ فِيْ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اور اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکلتا ہے۔

حديثهما يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية۔

٢٣٦١ - وحدثنا محمد بن ابي بكر المقدمي قال نا ابن ابي عدية وحماد بن زيد ح وحدثنا قتيبة بن سعيد قال نا حماد بن زيد ح وحدثنا ابو بكر بن ابي شيبة وزهير بن حرب واللفظ لهما قالا نا اسماعيل بن علية عن ايوب عن محمد عن عبيدة عن علي رضي الله تعالى عنه قال ذكر الخوارج فقال فيهم رجل مخدج اليد او مودن اليد او مثدون اليد لولا ان تبطروا لحدثتكم بما وعد الله الذين يقتلونهم على لسان محمد صلى الله عليه وسلم قال قلت انت سمعته من محمد صلى الله عليه وسلم قال اي ورب الكعبة اي ورب الكعبة اي ورب الكعبة۔

عبیدہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خوارج کا تذکرہ کیا اور فرمایا ان میں ایک شخص ہوگا جس کا ہاتھ ناقص ہوگا اور اگر تم فخر نہ کرو تو میں تم سے اس چیز کا بیان کروں جس کا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ان کو قتل کرنے والے کے بارے میں وعدہ فرمایا ہے۔ راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا آپ نے خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ فرمایا ہاں رب کعبہ کی قسم! ہاں رب کعبہ کی قسم! ہاں رب کعبہ کی قسم!

٢٣٦٢ - حدثنا محمد بن المثنى حدثنا ابن ابي عدي عن ابن عون عن محمد عن عبيدة قال لا احدثكم الا ما سمعت منه فذكر عن علي نحو حديث ايوب مرفوعا۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

٢٣٦٣ - حدثنا محمد بن حميد قال نا عبد الرزاق بن همام قال نا عبد الملك بن ابي سليمان قال نا سلمة بن كهيل قال حدثني زيد بن وهب الجهني انه كان في الجيش الذي كانوا مع علي رضي الله تعالى عنه الذين ساروا الى الخوارج فقال علي رضي الله تعالى عنه ايها الناس اني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول يخرج قوم من امتي يقرءون القران ليس قراءتكم الى قراءتهم بشيء ولا صلوتكم الى صلوتهم بشيء ولا صيامكم

زید بن وہب جہنی بیان کرتے ہیں کہ وہ اس لشکر میں تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خوارج سے جنگ کیلئے گیا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا: میری امت میں سے ایک قوم ظاہر ہوگی وہ ایسا قرآن پڑھیں گے کہ ان کے پڑھنے کے سامنے تمہارے قرآن پڑھنے کی کوئی حیثیت نہ ہوگی، نہ ان کی نمازوں کے سامنے تمہاری نمازوں کی کچھ حیثیت ہوگی نہ ان کے روزوں کے سامنے تمہارے روزوں کی کچھ حیثیت ہوگی وہ یہ سمجھ کر قرآن پڑھیں گے کہ وہ ان کے لیے مفید ہے لیکن درحقیقت وہ ان کیلئے مضر ہوگا، نماز ان کے گلے کے نیچے سے نہیں اتر سکے گی

اِلٰى صِيَامِهِمْ بِشَيْءٍ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ يَحْسِبُوْنَ
اَنَّهٗ لَهُمْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ لَا تُجَاوِزُ صَلٰوتُهُمْ
تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ
السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَوْ يَعْلَمُ الْجَيْشُ الَّذِيْنَ
يُصِيْبُوْنَهُمْ مَا قُضِيَ لَهُمْ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهِمْ
لَاتَّكَلُوْا عَنِ الْعَمَلِ وَاٰيَةُ ذٰلِكَ اَنَّ فِيْهِمْ
رَجُلًا لَهٗ عَضُدٌ لَيْسَ لَهٗ ذِرَاعٌ عَلٰى رَأْسِ
عَضُدِهٖ مِثْلُ حَلَمَةِ الثَّدْيِ عَلَيْهِ شَعَرَاتٌ بِيْضٌ
فَتَذْهَبُوْنَ اِلٰى مُعَاوِيَةَ وَاَهْلِ الشَّامِ وَتَتْرُكُوْنَ
هٰؤُلَاءِ يَخْلُفُوْنَكُمْ فِيْ ذَرَارِيْكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ
وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرْجُوْا اَنْ يَكُوْنُوْا هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ
فَاِنَّهُمْ قَدْ سَفَكُوا الدَّمَ الْحَرَامَ وَاَغَارُوْا فِيْ
سَرْحِ النَّاسِ فَسِيْرُوْا عَلَى اسْمِ اللّٰهِ قَالَ سَلَمَةُ
بْنُ كُهَيْلٍ فَنَزَّلَنِيْ زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ مَنْزِلًا حَتّٰى
قَالَ مَرَرْنَا عَلٰى قَنْطَرَةٍ فَلَمَّا الْتَقَيْنَا وَعَلَى
الْخَوَارِجِ يَوْمَئِذٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ الرَّاسِبِيُّ
فَقَالَ لَهُمْ اَلْقُوا الرِّمَاحَ وَسُلُّوْا سُيُوْفَكُمْ مِنْ
جُفُوْنِهَا فَاِنِّيْ اَخَافُ اَنْ يُنَاشِدُوْكُمْ كَمَا
نَاشَدُوْكُمْ يَوْمَ حَرُوْرَاءَ فَرَجَعُوْا فَوَحَّشُوْا
بِرِمَاحِهِمْ وَسَلُّوا السُّيُوْفَ وَشَجَرَهُمُ النَّاسُ
بِرِمَاحِهِمْ قَالَ وَقُتِلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَمَا
اُصِيْبَ مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ اِلَّا رَجُلَانِ فَقَالَ
عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِلْتَمِسُوْا فِيْهِمُ
الْمُخْدَجَ فَالْتَمَسُوْهُ فَلَمْ يَجِدُوْهُ فَقَامَ
عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِنَفْسِهٖ حَتّٰى اَتٰى نَاسًا
قَدْ قُتِلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ فَقَالَ اَخِّرُوْهُمْ
فَوَجَدُوْهُ مِمَّا يَلِي الْاَرْضَ فَكَبَّرَ ثُمَّ قَالَ صَدَقَ
اللّٰهُ وَبَلَّغَ رَسُوْلُهٗ قَالَ فَقَامَ اِلَيْهِ عَبِيْدَةُ
السَّلْمَانِيُّ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَللّٰهُ الَّذِيْ

اور وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے، جو لشکر ان کی سرکوبی کے لیے جا رہا ہے اگر وہ اس ثواب کو جان لے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی کی زبان پر کیا ہے تو وہ باقی اعمال کو چھوڑ کر اسی پر بھروسا کر بیٹھیں گے۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک ایسا آدمی ہے جس کے شانہ میں ہڈی نہیں ہے اور اس کے شانہ کا سر عورت کے پستان کی طرح ہے اس پر سفید رنگ کے بال ہیں حضرت علی نے فرمایا تم معاویہ اور اہل شام کی طرف جاتے ہو اور انہیں چھوڑ جاتے ہو تاکہ یہ تمہارے پیچھے تمہاری اولاد اور تمہارے اموال کو ایذا دیں بخدا مجھے امید ہے کہ یہ وہی قوم ہے جس نے ناحق خون بہایا اور لوگوں کی چراگاہوں کو لوٹ لیا، تم اللہ کا نام لے کر ان سے قتال کے لیے روانہ ہو۔ سلمہ بن کہیل کہتے ہیں کہ پھر مجھ سے زید بن وہب نے ایک ایک منزل کا تذکرہ کیا اور بیان کیا کہ جب ہم جا کر ان سے ملے تو ہمارا ایک پل سے گذر ہوا، اس روز خوارج کا سپہ سالار عبداللہ بن وہب راسبی تھا، اس نے حکم دیا کہ اپنے نیزے پھینک دو اور تلواریں میان سے نکال لو کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ یہ تم پر اس طرح حملہ کریں گے جس طرح یوم حروراء میں کیا تھا، چنانچہ وہ پھرے انہوں نے اپنے نیزے پھینک دیے اور تلواریں سونت لیں، لوگوں نے ان پر اپنے نیزوں سے حملہ کیا اور بعض نے بعض کو قتل کرنا شروع کر دیا، اس روز حضرت علی کے لشکر سے صرف دو آدمی شہید ہوئے، حضرت علی نے فرمایا، ان میں ناقص آدمی کو تلاش کرو اسے ڈھونڈا گیا لیکن وہ نہیں ملا حضرت علی رضی اللہ عنہ خود اٹھے اور وہاں گئے جہاں ان کی لاشیں ایک دوسرے پر پڑی ہوئی تھیں، حضرت علی نے فرمایا ان لاشوں کو اٹھاؤ تو اس کو زمین پر لگا ہوا پایا۔ حضرت علی نے فرمایا: اللہ اکبر، اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا

لا إله إلا هو لسمعت هذا الحديث من رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال إي والله الذي لا إله إلا هو حتى استحلفه ثلاثا وهو يحلف له.

اور اس کے رسول نے ہم تک صحیح احکام پہنچا دئیے عبیدہ سلمانی کھڑے ہو گئے اور کہا اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کیا آپ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے، حضرت علی نے فرمایا ہاں خدا کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس نے حضرت علی سے تین مرتبہ حلف لیا حضرت علی نے تین مرتبہ قسم کھائی۔

۲۳۶۴ - حدثني أبو الطاهر ويونس بن عبد الأعلى قالا أنا عبد الله بن وهب قال أخبرني عمرو بن الحارث عن بكير بن الأشج عن بسر بن سعيد عن عبيد الله بن أبي رافع رضي الله تعالى عنه مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن الحرورية لما خرجت وهو مع علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه قالوا لا حكم إلا لله قال علي رضي الله تعالى عنه كلمة حق أريد بها باطل إن رسول الله صلى الله عليه وسلم وصف ناسا إني لأعرف صفتهم في هؤلاء يقولون الحق بألسنتهم لا يجوز هذا منهم وأشار إلى حلقه من أبغض خلق الله إليه منهم أسود إحدى يديه طبي شاة أو حلمة ثدي فلما قتلهم علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه قال انظروا فنظروا فلم يجدوا شيئا فقال ارجعوا فوالله ما كذبت ولا كذبت مرتين أو ثلاثا ثم وجدوه في خربة فأتوا به حتى وضعوه بين يديه قال عبيد الله وأنا حاضر ذلك من أمرهم وقول علي فيهم زاد يونس في روايته قال بكير وحدثني رجل عن ابن حنين أنه قال رأيت ذلك الأسود.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت عبید اللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حروریہ کا جس وقت ظہور ہوا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے انھوں نے کہا اللہ کے سوا کوئی حاکم نہیں، حضرت علی نے فرمایا یہ حق بات ہے جس سے باطل کا ارادہ کیا گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نشانیاں بتلائی تھیں جنھیں میں بخوبی جانتا ہوں اور ان لوگوں میں ان کی نشانیاں پائی جاتی ہیں، وہ اپنی زبانوں سے حق کہتے ہیں اور حق اس سے (یعنی ان کے حلق سے) متجاوز نہیں ہوتا۔ عبید نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کر کے دکھایا اور کہا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے مبغوض ترین ہیں، ان میں سے ایک شخص سیاہ رنگ کا ہے جس کا ہاتھ بکری کے تھن یا عورت کے پستان کے سر کی طرح ہے۔ جب حضرت علی ان سے قتال کر چکے تو فرمایا اس آدمی کی تلاش کرو اسے ڈھونڈا گیا مگر وہ نہیں ملا، فرمایا اس کو پھر جا کر تلاش کرو، بخدا نہ میں نے جھوٹ بولا ہے نہ مجھے جھوٹ بتایا گیا ہے، یہ بات انھوں نے دو یا تین بار کہی، حتیٰ کہ لوگوں نے اس کو ایک کھنڈر میں ڈھونڈ لیا اور اس کی لاش لا کر حضرت علی کے سامنے رکھ دی، عبید اللہ کہتے ہیں کہ اس موقع پر میں وہاں موجود تھا، یونس نے اپنی روایت میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ مجھے ایک شخص نے بتایا کہ ابن حنین بیان کرتے ہیں میں نے اس شخص کو دیکھا۔

۲۳۶۵ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ قَالَ نَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بَعْدِي مِنْ أُمَّتِي أَوْ سَيَكُونُ بَعْدِي مِنْ أُمَّتِي قَوْمٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَلَاقِيمَهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَخْرُجُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ ثُمَّ لَا يَعُودُونَ فِيهِ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيقَةِ فَقَالَ ابْنُ الصَّامِتِ فَلَقِيتُ رَافِعَ بْنَ عَمْرٍو الْغِفَارِيَّ أَخَا الْحَكَمِ الْغِفَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قُلْتُ مَا حَدِيثٌ سَمِعْتُهُ مِنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ كَذَا وَكَذَا فَذَكَرْتُ لَهُ هَذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ وَأَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے بعد میری امت میں ایک ایسی قوم ظاہر ہوگی جو قرآن پڑھے گی مگر قرآن انکے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے پھر وہ دین میں لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ یہ مخلوق خدا میں سب سے بدترین لوگ ہوں گے۔ ابن صامت بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں رافع بن عمرو غفاری سے ملا جو حکم غفاری کے بھائی ہیں اور کہا وہ حدیث جو میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے اس اس طرح سے سنی ہے اور انھیں وہ حدیث بیان کی انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود یہ حدیث سنی تھی۔

۲۳۶۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ يُسَيْرِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَأَلْتُ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ الْخَوَارِجَ فَقَالَ سَمِعْتُهُ وَأَشَارَ بِيَدِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ قَوْمٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ بِأَلْسِنَتِهِمْ لَا يَعْدُو تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ.

یُسیر بن عمرو کہتے ہیں کہ میں نے سہل بن حنیف سے پوچھا تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خوارج کا ذکر سنا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں میں نے سنا ہے! اور اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کر کے کہا وہ اپنی زبانوں سے قرآن مجید پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے نہیں اترے گا اور دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے!

۲۳۶۷ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كَامِلٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ يَخْرُجُ مِنْهُ أَقْوَامٌ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۳۶۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ جَمِيعًا عَنْ يَزِيدَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنِ الْعَوَّامِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ نَا أَبُو

سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرق کی طرف سے ایک قوم نکلے گی ان کے سر منڈے ہوئے ہوں گے۔

اِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ اُسَيْرِ بْنِ عَمْرٍو وَعَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتِيْهُ قَوْمٌ قِبَلَ الْمَشْرِقِ مُحَلَّقَةٌ رُءُوْسُهُمْ۔

خلق رسول

حدیث نمبر ۲۳۲۵ میں ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کو پکڑ کر کھینچا جس سے آپ کی گردن پر نشان پڑ گیا پھر اس نے کہا یا محمد مر لی من مال الذی عندک۔ "اے محمد اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے اس میں سے مجھے دینے کا حکم دیجئے"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور اسے مال دینے کا حکم دیا۔

یہ اعرابی نیا نیا اسلام لایا تھا اور بارگاہ رسالت میں گفتگو کے آداب سے ناواقف تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان صحبت سے جس طرح خمیر صحابہ میں اسلام رچ بس گیا تھا ابھی اس کیفیت سے "آشنا" تھا اس نے اسی روایتی بدتمیزی اور گنوارپن سے آپ کی چادر کھینچی لیکن اس بے مثال سیرت کے پیکر اور "انک لعلی خلق عظیم" کے مظہر کے ابرو پر شکن تک نہیں آئی آپ نے اس کی جہالت اور بدتمیزی کو کمال حوصلہ سے برداشت کیا اور تبسم فرما کر اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا اور اس کی "تالیف قلب" کے لیے عطا کا سامان کر کے برائی کا بدلہ نیکی سے دیا تاکہ امت کو معلوم ہو جائے کہ جاہلوں کی بات کو حوصلہ سے برداشت کر کے درگزر کرنا چاہیے اور جو شخص جہالت اور ناواقفیت سے کسی بندے کی حق تلفی کر کے گناہ کبیرہ کر بیٹھے اس کو معاف کر دینا چاہیے اور "تالیف قلب" کے لیے داد و دہش سے کام لینا چاہیے اور برائی کی جزا نیکی سے دینا چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا یہی وہ بے مثال پہلو تھا جس نے بیگانوں کو یگانا اور پرایوں کو اپنا، بت پرستوں کو بت شکن اور اسلام سے دور جانے والوں کو اسلام کا شیدائی اور متوالا بنا دیا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوٰۃ وسلاما دائما ابدا۔

کرم رسول کے انداز

حدیث نمبر ۲۳۲۶ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو کچھ عطا فرما دیا، لیکن اس میں بیٹھے ہوئے ایک شخص کو نہیں دیا۔ حضرت سعد کہتے ہیں میرے نزدیک وہ شخص بہت اعلیٰ درجہ کا مسلمان تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا: یا رسول اللہ! میں اس شخص کو مومن گمان کرتا ہوں آپ نے فرمایا "یا مسلمان"؟ میں نے تین بار کہا اور آپ نے جواب میں یہی فرمایا اخیر میں وضاحت فرمائی، میں کسی شخص کو اس وجہ سے دیتا ہوں تاکہ وہ جہنم میں نہ جا گرے اور کسی کو نہیں دیتا حالانکہ جس کو میں نہیں دیتا وہ مجھے اس سے زیادہ عزیز ہوتا ہے جس کو میں دیتا ہوں۔

یعنی بعض لوگ نئے نئے اسلام لائے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم "تالیف قلب" کے لیے انھیں نوازتے رہتے تھے کیونکہ اگر آپ انھیں نہ دیتے اور قدیم الاسلام صحابہ کو عطا فرماتے تو ممکن تھا وہ آپ کے بارے میں کوئی بُری رائے قائم کرتے اور آپ کے متعلق بُری رائے قائم کرنا کفر ہے اور جہنم میں جا گرنے کے مترادف ہے اس لیے آپ نے انھیں عطا فرما کر جہنم میں گرنے سے بچا لیا، یہ ان پر کرم فرمایا اور جن قدیم الاسلام صحابہ کو نہیں دیا ان پر آپ کو اعتماد تھا کہ ان کے سامنے دوسروں کو دیا جائے اور انھیں نہ دیا جائے تب بھی ان کے ایمان، ایقان اور عقیدت میں کوئی فرق نہیں آئے گا گیا

آپ نے ان کو "اپنا" سمجھا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کا دینا بھی کرم اور نہ دینا بھی کرم ہے۔!

حدیث نمبر ۲۳۴۴ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن کا مال فئی (جو مال بغیر جنگ کے حاصل ہو اس میں امام کو اختیار ہے کہ وہ مصارف مسلمین میں خرچ کرے یا کسی ایک یا متعدد لوگوں کو کسی حکمت اور خصوصیت کی بناء پر مال کثیر دیدے) چند قریشیوں کو عطا فرمایا، انصار کے بعض نوجوانوں کو یہ ناگوار گزرا تو آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ یہ نو مسلم لوگ اپنے گھر دنیا کا مال لے جائیں اور تم اپنے گھر اللہ کا رسول لے جاؤ!

عہد رسالت میں اہانت رسول کرنے والوں کو قتل نہ کرنے کی وجوہات

حدیث نمبر ۲۳۴۵ میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ حنین سے واپسی کے وقت جعرانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ چاندی تقسیم کی تو ایک شخص نے کہا اے محمد عدل کر! حضور نے فرمایا تمہیں عذاب ہو اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون عدل کرے گا حضرت عمر نے کہا (ایک روایت میں حضرت خالد بن ولید کا ذکر ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ الگ الگ واقعے ہوں) یا رسول اللہ مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اڑا دوں، آپ نے فرمایا معاذ اللہ! کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ میں اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہوں۔

اس پر امت کا اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازیبا کلمہ کہنا کفر ہے اور کہنے والا اگر تائب نہ ہو تو واجب القتل ہے۔ اس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کرنے سے اس لیے منع فرمایا کہ لوگ اس کے قتل کو اسلام میں طعن کا ذریعہ نہ بنالیں اور تبلیغ اسلام میں دشواری اور رکاوٹ ہو اور دوسری وجہ امر تکوینی تھا کیونکہ آپ کے علم میں یہ بات تھی کہ اس کی نسل سے کچھ لوگوں کا پیدا ہونا اللہ تعالیٰ مقدر فرما چکا ہے۔

علامہ وشتانی لکھتے ہیں، قاضی عیاض فرماتے ہیں اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منافقین کو قتل کیوں نہیں کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بالعموم ایذاء پہنچاتے تھے، اور اس یہودی کو کیوں نہیں قتل کیا جس نے آپ سے کہا تھا السام علیك (تم پر موت ہو) حالانکہ یہ بدگمانی تھی اور اس شخص کو کیوں قتل نہیں کیا جس نے آپ کی تقسیم پر اعتراض کرتے ہوئے کہا تھا "اس تقسیم سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا ارادہ نہیں کیا گیا" اور ایک مرتبہ کہا عدل کر! اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے منافقین کو اس لیے نہیں قتل کیا کہ وہ اسلام کا ابتدائی دور تھا، اس وقت آپ لوگوں کے ایمان کی خاطر ان کی تالیف قلب کرتے تھے اور اسلام کو ان کے دلوں میں مزین کرتے اور اس وقت مسلمانوں میں تکثیر کی ضرورت تھی اور اس وقت آپ صحابہ سے کہتے تھے کہ تم آسانی کے لیے مبعوث کئے گئے ہو مشکلات کے لیے نہیں اور فرماتے تھے لوگوں کو مانوس کرو متنفر نہ کرو، اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا بھی آپ کو یہی حکم تھا ادفع بالتی هی احسن "احسن طریقہ سے مدافعت کیجئے" اور آپ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ نے مجھے ان لوگوں کے قتل سے منع کیا ہے، اس وجہ سے آپ ان کی ایذاء رسانی کو برداشت کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ جب دین اسلام پھیل گیا اور تمام ادیان پر غالب آگیا تو آپ جن گستاخوں پر قادر ہوئے ان کے قتل کا حکم دیا اسی طرح آپ نے بعض گستاخوں کے خون کو مباح کر دیا جیسے کعب بن زہیر اور ابن زبعری وغیرہ، منافقین کو قتل نہ کرنے کا دوسرا جواب یہ ہے کہ منافقین کا بظاہر مسلمانوں میں شمار ہوتا تھا اور بارگاہ رسالت میں منافقوں کے جو گستاخانہ کلمات پہنچائے گئے تھے ان کو کسی ایک صحابی نے نقل کیا تھا اور منافقین ان کلمات سے برأت پر قسم کھا لیتے تھے۔

علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ایمان قبول کرنے کے خواہشمند تھے اس لیے ان کی ایذا رسانیوں پر صبر کرتے تھے جیسا کہ ہمیشہ اولوالعزم رسول کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ ان میں سے کچھ لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور ان کی وجہ سے اسلام کو بہت تقویت پہنچی تیسرا جواب یہ ہے کہ ان سے وہ گستاخانہ کلمات ثابت نہیں کیونکہ ان کلمات کو یا کسی بچہ نے نقل کیا تھا یا غلام نے یا عورت نے اور نصاب شہادت یعنی دو مردوں کی گواہی کے بغیر کسی کا خون بہانا جائز نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم نبوت سے ان کا فیصلہ اس لیے نہیں کیا کہ بظاہر ان کا شمار مسلمانوں اور صحابہ میں ہوتا تھا اگر آپ ان کو اس وجہ سے قتل کر دیتے کہ آپ کے علم میں وہ منافق تھے، تو مخالفین اور معاندین آپ کے خلاف پروپیگنڈا کرتے کہ آپ جس کو چاہتے ہیں نفاق کی تہمت لگا کر قتل کرا دیتے ہیں اور اس سے اسلام کی تبلیغ اور اشاعت پر اثر پڑتا یہی وجہ ہے کہ آپ نے اعدل (عدل کر) کہنے والے کو قتل کرنے سے اس لیے منع فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہ: ان محمدا یقتل اصحابہ "محمد اپنے صحابہ کو قتل کرتے ہیں" اسی وجہ سے ابن معاذ اور ابن قصار نے کہا ہے کہ یہ لوگ اگر اپنے نفاق کو ظاہر کرتے تو آپ ان کو قتل کر دیتے۔ اور السام علیک کہنے والے یہودی کو آپ نے قتل نہیں کیا، اس کی وجہ ان کا مسلمانوں کی حفاظت میں ہونا اور ابتداء اسلام تھی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کو نہ قتل کرنے کی وجہ یہ ہو کہ آپ کو اس وجہ سے کچھ لوگوں کے اسلام کی توقع ہو۔[1]

ائمہ کے نزدیک گستاخ رسول کا حکم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنا بالاجماع کفر ہے اور توہین کرنے والا بالاتفاق واجب القتل ہے اور اس کی توبہ قبول کرنے میں ائمہ مذاہب کے مختلف قول ہیں خواہ توہین کا تعلق آپ کی ذات کے ساتھ ہو یا آپ کے نسب کے ساتھ ہو آپ کے دین کے ساتھ یا آپ کی کسی صفت کے ساتھ ہو اور یہ اہانت خواہ صراحۃً ہو کنایۃً ہو یا تعریضاً ہو یا تلویحاً ہو اسی طرح کوئی شخص آپ کو بددعا کرے، آپ پر لعنت کرے یا آپ کا برا چاہے آپ کے عوارض بشریہ یا آپ سے متعلق اشیاء یا اشخاص کا آپ کی طرف نسبت کرتے ہوئے بطریق طعن یا مذمت ذکر کرے۔ غرض جس شخص سے کوئی ایسا کلام صادر ہو جس سے آپ کی اہانت ظاہر ہو وہ کفر ہے اور اس کا قائل واجب القتل ہے اسی طرح علامہ قاضی عیاض مالکی نے ذکر کیا ہے۔[2]

علامہ قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

قال محمد بن سحنون اجمع العلماء علی ان شاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المنتقص لہ کافر والوعید جار علیہ بعذاب اللہ لہ وحکمہ عند الامۃ القتل ومن شک

محمد بن سحنون نے کہا ہے علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنے والا اور آپ کی تنقیص (آپ کی شان میں کمی) کرنے والا کافر ہے اور اس پر عذاب الٰہی کی وعید جاری ہے اور امت کے نزدیک

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۱۹۳ - ۱۹۲، مطبوعہ بیروت

[2] قاضی عیاض بن موسیٰ اندلسی مالکی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ج ۲ ص ۱۸۹، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان۔

فی کفرہ وعذابہ کفر۔[1]

اس کا حکم قتل کرنا ہے اور جو شخص اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

بعض فقہاء حنفیہ کا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کی توبہ قبول نہیں ہوگی، علامہ علائی لکھتے ہیں:

والکافر بسب نبی من الانبیاء فانہ یقتل حدا ولا یقبل توبتہ مطلقا ولو سب اللہ تعالٰی قبلت لانہ حق اللہ تعالٰی والاول حق عبد ومن شک فی عذابہ وکفرہ کفر۔[2]

جو شخص کسی نبی کو گالی دینے سے کافر ہوگیا اس کو بطور حد قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ مطلقاً قبول نہیں ہے (خواہ خود توبہ کرے یا توبہ پر گواہی ہو) اور اگر اس نے اللہ تعالٰی کو گالی دی تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی کیونکہ وہ اللہ تعالٰی کا حق ہے اور نبی کو گالی دینا بندے کا حق ہے اور جو شخص اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا۔

علامہ شامی حنفی عدم قبول توبہ کی تشریح کرتے ہیں:

لان الحد لا یسقط بالتوبۃ فھو علۃ لتفسیر وافاد انہ حکم الدنیا اما عند اللہ تعالٰی فھی مقبولۃ کما فی البحر۔[3]

کیونکہ حد توبہ سے ساقط نہیں ہوتی اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ حکم دنیا کے ساتھ خاص ہے اور اللہ تعالٰی کے نزدیک اس کی توبہ مقبول ہوگی اسی طرح البحر الرائق میں ہے۔

بعض فقہاء شافعیہ کا بھی یہی قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کی توبہ مطلقاً قبول نہیں ہے علامہ عسقلانی لکھتے ہیں:

وقد نقل ابن المنذر الاتفاق علی ان من سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم صریحا وجب قتلہ ونقل ابو بکر الفارسی احد ائمۃ الشافعیۃ فی کتاب الاجماع ان من سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مما ھو قذف صریح کفر باتفاق العلماء فلو تاب لم یسقط عنہ القتل لان حد قذفہ القتل وحد القذف لا یسقط بالتوبۃ۔[4]

علامہ ابن منذر نے نقل کیا ہے کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صراحۃً گالی دی اس کو قتل کرنا واجب ہے اور ائمہ شافعیہ میں سے علامہ ابوبکر فارسی نے کتاب الاجماع میں لکھا ہے کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قذف صریح کے ساتھ گالی دی اس کے کفر پر علماء کا اتفاق ہے اگر وہ توبہ کرے گا تب بھی اس سے قتل ساقط نہیں ہوگا کیونکہ یہ حد قذف ہے اور حد قذف توبہ سے ساقط نہیں ہوتی۔

---

[1] قاضی عیاض بن موسیٰ اندلسی مالکی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ج ۲ ص ۱۹۰، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان

[2] علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی الرد ج ۳ ص ۳۰۰، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول۔

[3] علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۳ ص ۳۰۰، 〃 〃

[4] علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۸۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

احناف اور شوافع کا ایک قول یہ ہے کہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی اس کو قتل کیا جائے گا خواہ اس نے توبہ کرلی ہو، امام مالک کی مشہور روایت اور حنابلہ کا مشہور مذہب بھی یہی ہے اور جمہور احناف اور شوافع کا مذہب یہ ہے کہ توبہ کے بعد اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ جیسا کہ ہم عنقریب ذکر کریں گے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

ومن سب اللہ تعالی کفر سواء کان مازحا اوجاد اوکذلک من استھزأ باللہ تعالی اوبآیاتہ اوبرسلہ اوکتبہ قال اللہ تعالی ولئن سالتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قل اباللہ وآیاتہ ورسولہ کنتم تستھزءون لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[1]

(توبہ: ۶۵،۶۶)

جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی وہ کافر ہوگیا خواہ مذاق سے خواہ سنجیدگی سے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے استہزاء کیا یا اس کی ذات سے یا اس کے رسولوں سے یا اس کی کتابوں سے وہ کافر ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر آپ ان سے پوچھیں تو یہ کہیں گے ہم تو صرف مذاق کر رہے تھے آپ کہیے کیا تم اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول کا استہزاء کر رہے تھے؟ اب عذر نہ پیش کرو کیونکہ تم ایمان لانے کے بعد یقیناً کافر ہوچکے ہو۔

مشہور آزاد محقق شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

وقال محمد بن سحنون: اجمع العلماء علی ان شاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المتنقص لہ کافر والوعید جاء علیہ بعذاب اللہ لہ وحکمہ عند الامۃ القتل ومن شک فی کفرہ وعذابہ کفر وتحریر القول فیہ ان الساب ان کان مسلما فانہ یکفر ویقتل بغیر خلاف وھو مذھب الائمۃ الاربعۃ وغیرھم وقد تقدم ممن حکی الاجماع علی ذلک اسحق بن راھویہ وغیرہ وان کان ذمیا فانہ یقتل ایضا فی مذھب مالک واھل المدینۃ وسیأتی حکایۃ الفاظھم وھو مذھب احمد وفقہاء الحدیث وقد نص احمد علی ذلک فی مواضع متعددۃ قال حنبل سمعت ابا عبد اللہ یقول کل من شتم النبی صلی اللہ علیہ

محمد بن سحنون فرماتے ہیں: علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والا اور آپ کی تنقیص کرنے والا کافر ہے، اور اس کے متعلق عذاب الٰہی کی وعید ہے اور امت کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے اور جو شخص اس کے کفر اور اس کے عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اور اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والا کافر ہے اور اس کو بالاتفاق قتل کیا جائے گا اور یہی ائمہ اربعہ وغیرہ کا مذہب ہے۔ اسحاق بن راہویہ وغیرہ نے اس اجماع کو بیان کیا ہے اور اگر گالی دینے والا ذمی ہو تو امام مالک اور اہل مدینہ کے نزدیک اس کو بھی قتل کیا جائے گا اور عنقریب ہم ان کی عبارت نقل کریں گے اور امام احمد اور محدثین کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام احمد نے متعدد مقامات پر اس بات کی تصریح کی ہے، حنبل کہتے ہیں میں نے ابو عبد اللہ (امام احمد) سے سنا وہ فرماتے تھے

[1] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۳۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ۔

وسلم او انتقصه مسلما كان او كافرا فعليه القتل وارى ان يقتل ولا يستتاب [1]

جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی یا آپ کی تنقیص کی، خواہ مسلمان ہو یا کافر اس کو قتل کرنا واجب ہے اور میری رائے یہ ہے کہ اس کو قتل کیا جائے اور اس کی توبہ نہ قبول کی جائے۔

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

فاعلم ان مشهور مذهب مالك واصحابه وقول السلف وجمهور العلماء قتله حدا لا كفرا ان اظهر التوبة منه (الی قوله) قال الشيخ ابو الحسن القابسي رحمه الله اذا اقر بالسب وتاب منه واظهر التوبة قتل بالسب لانه هو حده وقال ابو محمد ابن ابی زيد مثله واما ما بينه وبين الله فتوبته تنفعه۔ [2]

جاننا چاہئے کہ امام مالک، ان کے اصحاب، سلف صالحین اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس نے گالی دی اور اس کے بعد توبہ کر لی تو اس کو بطور حد قتل کیا جائے گا نہ بطور کفر، شیخ ابو الحسن قابسی رحمہ اللہ نے فرمایا جب کسی شخص نے آپ کو گالی دینے کا اقرار کیا اور اس کے بعد توبہ کر لی اور توبہ کا اظہار کر دیا تو اس کو گالی کے سبب سے قتل کیا جائے گا کیونکہ یہ اس کی حد ہے ابو محمد بن ابی زید نے بھی یہی کہا ہے البتہ اس کی توبہ اس کو آخرت میں نفع دے گی اور وہ عند اللہ مؤمن قرار پائے گا۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

ان قول مالك بعدم قبول التوبة اشهر واظهر مما رواه عنه الوليد (الی قوله) واما الحنابلة فكلامهم قريب من كلام المالكية والمشهور عن احمد عدم قبول توبته وعنه رواية بقبولها فمذهبه كمذهب مالك (الی قوله) ان مذهب ابي حنيفة والشافعي حكمه حكم المرتد وقد علم ان المرتد تقبل توبته كما نقله عن النتف وغيره فاذا كان هذا في

جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی ہو اس کی توبہ قبول نہ کرنا، امام مالک کا مشہور مذہب ہے، اور امام احمد بن حنبل کا مشہور مذہب بھی یہی ہے اور ایک روایت ان سے یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی، لہٰذا ان کا مذہب امام مالک کی طرح ہے، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس کا حکم مرتد کی طرح ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ مرتد کی توبہ قبول کی جاتی ہے جیسا کہ نتف وغیرہ سے منقول ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کا یہ حکم ہے تو حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما یا ان میں سے کسی ایک کو گالی دینے والے کا حکم بطریق اولیٰ یہی ہوگا کہ اس کی توبہ قبول کر لی جائے

[1] شیخ ابو العباس تقی الدین ابن تیمیہ حرانی متوفی ۷۲۸ھ، الصارم المسلول ص ۴ مطبوعہ نشر السنہ ملتان۔
[2] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ج ۲ ص ۲۲۳ - ۲۲۴، مطبوعہ ملتان

ساب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ففی ساب الشیخین او احدھما بالاولی فقد تحرر ان المذھب کمذھب الشافعی قبول توبتہ کما ھو روایۃ ضعیفۃ عن مالک ؒ

بہرحال یہ بات ظاہر ہو گئی کہ احناف اور شوافع کا مذہب یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی اور امام مالک سے بھی یہ ایک ضعیف روایت سے ثابت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام مالک اور امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ گستاخ رسول کی (دنیاوی احکام میں) توبہ قبول نہیں ہوگی اور اس کو قتل کیا جائے گا اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی اور ایک قول یہ ہے کہ (دنیاوی احکام میں) اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی اور اس کو ہر حال میں قتل کیا جائے گا۔

گستاخانہ کلام میں تاویل کی گنجائش

عام طور پر مشہور یہ ہے کہ جس کلام میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال اسلام کا ہو اس کلام کو اسلام پر محمول کیا جائے گا اور قائل کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ علامہ علائی لکھتے ہیں:

وفی الدرر وغیرھا اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر وواحد یمنعہ فعلی المفتی المیل لما یمنعہ ثم لو نیتہ ذلک فمسلم والا لم ینفعہ حمل المفتی[۲]

درر وغیرہ میں ہے کہ جب کسی مسئلہ میں کچھ وجوہ کفر کو واجب کرتی ہوں اور ایک وجہ کفر سے روکتی ہو، تو مفتی پر واجب ہے اس کو منع عن الکفر پر محمول کرے بشرطیکہ قائل کی نیت بھی وہی ہو، ورنہ مفتی کے منع من الکفر پر محمول کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

وفی الخلاصۃ وغیرھا اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب التکفیر ووجہ یمنع التکفیر فعلی المفتی ان یمیل الی الوجہ الذی یمنع التکفیر تحسینا للظن بالمسلم زاد فی البزازیۃ الا اذا صرح بارادۃ موجب الکفر فلا ینفعہ التاویل حینئذ وفی التتارخانیۃ لا یکفر بالمحتمل لان الکفر نہایۃ فی العقوبۃ فیستدعی نہایۃ فی الجنایۃ ومع الاحتمال لا نہایۃ[۳]

خلاصہ وغیرہ میں ہے جب کسی مسئلہ میں متعدد وجوہ سے کفر لازم ہو اور ایک وجہ کفر سے روکتی ہو تو مفتی پر لازم ہے کہ اس وجہ کی طرف میلان کرے جو کفر سے روکتی ہو کیونکہ مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیے اور بزازیہ میں ہے البتہ جب قائل خود اس احتمال کی التزام کرے جس وجہ سے تکفیر مرتب ہو تو تاویل سے فائدہ نہیں ہوگا اور تاتار خانیہ میں ہے جس کلام میں کئی احتمال ہوں اس پر تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ کفر انتہائی سزا ہے جو انتہائی جرم کا تقاضا کرتی ہے اور جب دوسرا احتمال موجود ہو تو یہ انتہائی جرم نہیں ہے۔

---

[۱] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۳ ص ۳۰۴-۳۰۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول۔

[۲] علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی الرد ج ۳ ص ۲۹۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول

[۳] علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۵ ص ۱۲۵ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

علامہ شامی اور علامہ ابن نجیم کی ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ جس لفظ یا جس جملہ میں متعدد احتمالات ہوں اور ان احتمالات میں سے کچھ کفریہ ہوں اور کچھ غیر کفریہ اس وقت یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ مفتی کو چاہیے کہ وہ قائل کے کلام کو غیر کفریہ معنی پر محمول کرے لیکن اگر کسی کلام کے متعدد احتمالات نہ ہوں بلکہ صرف ایک معنی ہو اور وہ معنی خدا نخواستہ کفریہ ہو تو اب مفتی کے لیے قائل کی تکفیر کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

گستاخانہ کلام میں توہین کی نیت کی بحث

ایک بحث یہ ہے کہ کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمہ بولتا ہے اور جب اس کی تکفیر کی جائے تو وہ اپنے دفاع میں کہتا ہے کہ اس کلمہ سے میری نیت یہ نہیں تھی آیا اس کا یہ جواب صحیح ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں تحقیق یہ ہے کہ جس لفظ کے متعدد معنی ہوں اس کے متعلق قائل یہ کہہ سکتا ہے کہ میری نیت میں فلاں گستاخانہ معنی نہیں تھا بلکہ فلاں معنی ہے لیکن جس لفظ کا از روئے لغت یا عرف یا شرع کے اعتبار سے صرف ایک ہی معنی ہو اور وہ معنی خدا نخواستہ گستاخانہ اور کفریہ ہو تو اب قائل کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور اس کی تکفیر کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہوگا۔ دیکھئے...

انت طالق۔ کا لفظ عرف اور شرع میں طلاق کے لیے متعین ہے اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو انت طالق کہہ دے تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی اب اگر وہ یہ کہے کہ طالق سے میری نیت لغوی معنی تھا یعنی وہ کھلی ہوئی ہے بندھی ہوئی نہیں ہے یا میں نے یہ کلمہ یونہی کہہ دیا تھا میری نیت اس کلمہ سے طلاق دینا نہیں تھی تو اس کی نیت کا اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ لفظ صریح میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا۔ اس کے برخلاف اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو انت امی (تو میری ماں ہے) کہتا ہے تو یہ لفظ کیونکہ طلاق کے لیے متعین نہیں ہے اس میں اس کی نیت کا اعتبار ہوگا اگر وہ طلاق کا ارادہ کرتا ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر عزت اور کرامت کا ارادہ کرتا ہے تو اس معنی کا اعتبار ہوگا اور طلاق نہیں ہوگی۔ اسی طرح فقہاء نے لکھا ہے کہ کوئی شخص کسی کو ولد الحرام یا حرام زادہ کہتا ہے تو اس پر تعزیر لگائی جائے گی اور اگر قائل یہ کہے کہ حرام سے میری نیت ناجائز نہیں، بلکہ حرمت اور کرامت تھی یا میری نیت اس شخص کی اہانت نہیں تو اس کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ عرف میں یہ الفاظ ناجائز اولاد کے لیے متعین ہیں اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کو غصہ میں یا کافر کہہ دے تو اس کو تعزیر لگائی جائے گی اور اگر قائل کہے کہ میری نیت کافر بالطاغوت تھی تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ عرف میں کافر، کافر باللہ کے لیے متعین ہے۔ ان تصریحات کے پیش نظر جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسا کلام کہتا ہے جو عرف میں توہین کے لیے متعین ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی خواہ اس نے توہین کی نیت نہ کی ہو۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

ان ما كان دليل الاستخفاف يكفر به وان لم يقصد الاستخفاف [1]

جو چیز توہین کی دلیل ہو اس پر تکفیر کی جائے گی خواہ اس نے توہین کی نیت نہ کی ہو۔

قاضی عیاض لکھتے ہیں:

وقال فی رجل قيل له وحق رسول الله

ایک شخص سے کہا گیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۳ ص ۲۹۲، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ۔

فقال فعل الله برسول الله كذا وذكر كلاما قبيحا فقيل له ما تقول يا عدو الله فقال اشد من كلامه الاول ثم قال انما اردت برسول الله العقرب فقال ابن ابي سليمان للذي اشهد عليه وانا شريكك يريد في قتله وثواب ذلك قال حبيب بن الربيع لان ادعاء التاويل في لفظ صراح لا يقبل۔[1]

کے حق کی قسم، تو اس نے کہا اللہ، رسول اللہ کے ساتھ ایسا ایسا کرے اور بہت قبیح کلام ذکر کیے، اس سے کہا گیا کہ اے اللہ کے دشمن تم کیا کہہ رہے ہو تو اس نے اس سے بھی زیادہ شدید قبیح کلام کیا، پھر کہا کہ میں نے رسول اللہ سے بچھو کی نیت کی ہے۔ (یعنی بچھو بھی اللہ کا بھیجا ہوا ہے) ابن ابی سلیمان نے کہا اس کو قتل کرنے میں میں بھی تمہارے ساتھ اس کے خلاف شہادت دیتا ہوں اور اس کے ثواب میں شریک ہوں اور حبیب بن ربیع نے کہا کہ لفظ صریح میں "تاویل کا دعویٰ قبول نہیں کیا جاتا۔

قاضی عیاض کی اس عبارت کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی قاری[2] اور علامہ خفاجی[3] نے بھی اس بات کو مقرر رکھا[4] کہ صریح لفظ میں تاویل قبول نہیں ہوتی اسی طرح علامہ وشتانی مالکی نے بھی شرح مسلم میں کہا ہے کہ لفظ صریح تاویل کو قبول نہیں کرتا۔ نیز قاضی عیاض نے تصریح کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں توہین آمیز کلمات کہے جائیں تو توہین کا قصد ہو یا نہ ہو تامل کی تکفیر کی جائے گی۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں:

ان يكون القائل لما قال في جهته صلى الله عليه وسلم غير قاصد للسب والازدراء ولا معتقد له ولكنه تكلم في جهته صلى الله عليه وسلم بكلمة الكفر من لعنه او سبه او تكذيبه او اضافة ما لا يجوز عليه او نفي ما يجب له مما هو في حقه صلى الله عليه وسلم نقيصة مثل ان ينسب اليه اتيان كبيرة او مداهنة في تبليغ الرسالة او في حكم بين الناس او يغض من مرتبته او شرف نسبه او وفور علمه او زهده او يكذب

جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی بات کہے اور اس کا قصد نہ گالی دینے کا ہو نہ اہانت کا اور نہ وہ اس کا اعتقاد رکھتا ہو لیکن وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسا کفریہ کلمہ کہے جس میں لعنت ہو یا گالی ہو یا آپ کی تکذیب ہو یا آپ کی طرف کسی ایسی چیز کی اضافت کرے جو ناجائز ہو یا اس چیز کی نفی کرے جو آپ کے لیے واجب ہو، یا وہ بات کہے جو آپ کے حق میں نقص ہو یا آپ کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت کرے، یا تبلیغ رسالت میں مداہنت کی نسبت کرے یا آپ کے مرتبہ اور شرف نسب یا آپ کے علم کی عظمت یا آپ کے زہد میں کمی کرے یا آپ کے جو احوال مشہور اور متواتر ہیں ان کی

---

[1] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ الشفاء ج ۲ ص ۲۱۹ مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان۔

[2] ملا علی قاری ہروی حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۴ ص ۳۴۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ نسیم الریاض ج ۴ ص ۳۴۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[4] علامہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۱۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

بما اشتهر من امور اخبر بها صلی اللہ علیہ وسلم وتواتر الخبر بها عن قصد لرد خبره او یاتی بسفه من القول او قبیح من الکلام ونوع من السب فی جهته وان ظهر بدلیل حاله انه لم یعتمد ذمه ولم یقصد سبه اما لجهالة حملته علی ما قاله او لضجر او سکر اضطره الیه او قلة مراقبة او ضبط لسانه وعجرفة وتهور فی کلامه فحکم هذا الوجه حکم الوجه الاول القتل دون تلعثم اذ لا یعذر احد فی الکفر بالجهالة ولا بدعوی زلل اللسان ولا بشئ مما ذکرناه اذا کان عقله فی فطرته سلیما الا من اکره وقلبه مطمئن بالایمان۔ [1]

تکذیب کرے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی نازیبا بات کہے جو از قسم گالی ہو اگرچہ اس کے حال سے یہ ظاہر ہو کہ وہ آپ کی توہین کا قصد نہیں کرتا نہ اس پر اعتماد کرتا ہے، یا اس نے جہالت کی وجہ سے کہا ہو یا رنج اور قلق کی بناء پر یا نشہ کی وجہ سے کہا ہو یا سبقت لسانی سے ایسا کہا ہو، یا اپنی بے سوچے سمجھے یا جوش غضب سے ایسا کہہ دیا ہے تو ایسے شخص کا بلا توقف یہ حکم ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے کیونکہ جہالت کفر میں عذر نہیں ہے نہ سبقت لسانی کا دعویٰ نہ مذکور الصدر اسباب میں سے کوئی اور سبب جبکہ اس کی عقل صحیح ہو سوا اس شخص کے جس کو ان کلمات کے کہنے پر مجبور کیا گیا ہو۔ اور اس کے دل میں ایمان ہو۔

"قاضی عیاض رحمہ اللہ کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات یا آپ کی صفات مثلاً کمال علم یا کمال قدرت کے متعلق کوئی نازیبا بات کہی خواہ اس کا قصد اور نیت توہین نہ ہو اور نہ وہ اس کا اعتقاد رکھتا ہو بلکہ وہ آپ کے کمالات کا قائل ہو پھر بھی اس نازیبا بات کی وجہ سے وہ کافر ہو جائے گا اور اس کا قتل کرنا واجب ہے۔ ملا علی قاری حنفی [2] اور علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی [3] نے بھی اس عبارت کو مقرر رکھا ہے۔

شیخ رشید احمد گنگوہی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

سوال نمبر ۳ شاعر جو اپنے اشعار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صنم یا بت یا آشوب ترک فتنہ عرب باندھتے ہیں اس کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

جواب: یہ الفاظ قبیح بولنے والا اگرچہ معنی حقیقیہ بمعانی ظاہر خود مراد نہیں رکھتا، بلکہ معنی مجازی مقصود لیتا ہے مگر تاہم ایہام گستاخی، اہانت و اذیت ذات پاک حق تعالیٰ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی نہیں۔ یہی سبب ہے کہ حق تعالیٰ نے لفظ راعنا بولنے سے صحابہ کو منع فرمایا انظرنا کا لفظ عرض کرنا ارشاد کیا۔ حالانکہ مقصود صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہرگز وہ معنی کہ جو یہود مراد لیتے تھے نہ تھی، مگر ذریعہ شوخی یہود کا اور موہم اذیت و گستاخی جناب رسالت کا تھا لہذا حکم ہوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا اور علی ہذا حضرات صحابہ کا پکار کر بولنا مجلس شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بوجہ اذیت و گستاخی معاذ اللہ نہ تھا بلکہ حسب عادت و طبع تھا مگر چونکہ اذیت و بے اعتنائی شان والا کا اس میں ایہام تھا یہ حکم ہوا۔

---

[1] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ج ۲ ص ۲۰۲۔ ۲۰۳، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان

[2] ملا علی قاری ہروی متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۴ ص ۳۸۸۔ ۳۸۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض ج ۴ ص ۳۸۸۔ ۳۸۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

يا ايها الذين امنوا لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبي ولا تجهروا له بالقول كجهر بعضكم لبعض ان تحبط اعمالكم وانتم لا تشعرون ۔

کیا صاف حکم ہے کہ اگرچہ تمہارا قصد گستاخی نہیں مگر اس فعل سے حبط اعمال تمہارے ہو جاویں گے اور تم کو خبر بھی نہ ہوگی اور ایسا ہی حدیث میں تکنی بکنیۃ ابی القاسم ۔ آپ کی حیات شریفہ میں منع ہو گئی تھی بوجہ اذیت ذات سرور عالم کے کہ کوئی کسی کو اگر پکارے گا تو آپ یہ سمجھ کر کہ مجھ کو ارادہ کرتا ہے التفات فرمائیں گے حالانکہ منادی ہرگز اذیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کرتا تھا اور ابن ماجہ نے روایت کیا کہ اشعث بن قیس کندی جب آئے تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ ہم میں سے نہیں ہیں اور یہ عرض والنسب عند اللہ بایں وجہ تھی کہ سب عرب از قریشین تا کندہ بنو اسماعیل ہیں۔ تو آپ نے فرمایا ہمارے ماموؤں کو تہمت زنا مت لگاؤ اور ہمارے نسب کی نفی ہمارے باپ دادا سے مت کرو ہم اولاد نضر ہیں، دیکھو اس لفظ میں فقط ایہام بعید کو کس قدر آپ نے نفی کر کے نہی فرمایا اور کلام کا ادب تعلیم کیا وعلی ہذا خبثت نفسی کو منع فرمایا اور لقست نفسی کی اجازت دی کہ وہ بظاہر سخت لفظ ہے گو معنی ایک ہیں، الحاصل ان الفاظ میں گستاخی اور سوء ادبیت ظاہر ہے پس ان الفاظ کا بکنا کفر ہوگا:

ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والآخرة واعد لهم عذابا مهينا

قال في الشفا الوجه الثاني وهو ان يكون القائل لما قال في جهته صلى الله عليه وسلم غير قاصد للسب والازدراء ولا معتقد له ولكنه تكلم في جهته صلى الله عليه وسلم بكلمة الكفر من لعنه او سبه او تكذيبه او اضافة ما لا يجوز عليه او نفي ما يجب له مما هو في حقه عليه الصلوة والسلام نقيصة الى ان قال او يأتي بسفه من القول وقبيح من الكلام ونوع من السب في جهته وان ظهر بدليل حاله انه لم يعتمد ذمه ولم يقصد سبه اما لجهالة حملته على ما قاله او لضجر او سكر او قلة مراقبة وضبط للسان او عجرفة وتهور في كلامه فحكم هذا الوجه حكم الوجه الاول القتل دون تلعثم انتهى ملخصا ۔

پس ان کلمات کفر کے لکھنے والے کو منع کرنا شدید چاہیے اور مقدور ہو اگر باز نہ آوے تو قتل کرنا چاہیے کہ موذی و گستاخ شان جناب کبریا تعالیٰ اور اس کے رسول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے ــــــ واللہ تعالیٰ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ (فتاوی رشیدیہ کامل مبوب ص ۴۰ – ۴۱، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)۔

شیخ گنگوہی نے اپنے اس طویل فتوی میں اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ جو کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں موجب اہانت ہو اس کا کہنے والا کافر ہے خواہ کہنے والا اس کفریہ معنی کا ارادہ نہ کرے اور نہ ہی اس کی نیت توہین کی ہو اور اس نقطہ پر استدلال کرنے کے لیے شیخ گنگوہی نے بھی قاضی عیاض کی اسی عبارت سے استدلال کیا ہے جس کو ہم پہلے تفصیل سے مع ترجمہ پیش کر چکے ہیں۔

خوارج اور معتزلہ علامہ نووی لکھتے ہیں: امام شافعی اور جمہور علماء کا نظریہ ہے کہ خوارج، معتزلہ، قدریہ اور تمام اہل بدعات کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔[۱]

تاہم صحیح یہ ہے کہ جو فرقے امور قطعیہ کا انکار کرتے ہیں وہ بہر حال کافر ہیں جیسے معتزلہ تقدیر کا انکار کرتے تھے اور خوارج عام مسلمانوں کی تکفیر کرتے تھے اور جو لوگ اب بھی مسلمانوں کی تکفیر کریں یا تقدیر کا انکار کریں ان کا یہی حکم ہے۔

علامہ شامی نے نجدیوں کو بھی خارجی قرار دیا ہے، اس مسئلہ پر تاریخ نجد و حجاز میں ہم نے مکمل بحث کر دی ہے۔[۳]

بَابُ ۳۰۶ تَحْرِيمِ الزَّكٰوةِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَهُمْ بَنُوْ هَاشِمٍ وَبَنُو الْمُطَّلِبِ دُوْنَ غَيْرِهِمْ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر زکوۃ کا حرام ہونا

۲۳۶۹ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذِ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا اَبِىْ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ اَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا تَمْرَةً مِّنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِىْ فِيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِخْ كِخْ اِرْمِ بِهَا اَمَا عَلِمْتَ اَنَّا لَا نَاْكُلُ الصَّدَقَةَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر اپنے منہ میں ڈال لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تھو! تھو! اسے پھینک دو۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔

۲۳۷۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيْعًا عَنْ وَكِيْعٍ عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ اِنَّا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔ اس میں یہ ہے کہ ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔

۲۳۷۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا ابْنُ اَبِىْ عَدِيٍّ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ فِىْ هٰذَا الْاِسْنَادِ كَمَا قَالَ ابْنُ مُعَاذٍ اَنَّا لَا نَاْكُلُ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت مروی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔

---

[۱] شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۴۲، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی
[۲] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱، ص ۴۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

الصَّدَقَةِ۔

٢٣٧٢ - حَدَّثَنِیْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِیْدٍ الْاَیْلِیُّ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو اَنَّ اَبَا یُوْنُسَ مَوْلٰی اَبِیْ هُرَیْرَةَ حَدَّثَهٗ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنِّیْ لَاَنْقَلِبُ اِلٰی اَهْلِیْ فَاَجِدُ التَّمْرَةَ سَاقِطَةً عَلٰی فِرَاشِیْ ثُمَّ اَرْفَعُهَا لِاٰكُلَهَا ثُمَّ اَخْشٰی اَنْ تَكُوْنَ صَدَقَةً فَاُلْقِیْهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے گھر جاتا ہوں اور وہاں اپنے بستر پر ایک کھجور پڑی ہوئی دیکھتا ہوں۔ اسے کھانے کے لیے اٹھاتا ہوں پھر اس اندیشہ سے اس کو پھینک دیتا ہوں کہ کہیں یہ کھجور صدقہ کی نہ ہو۔

٢٣٧٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَیْرَةَ عَنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِیْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَنْقَلِبُ اِلٰی اَهْلِیْ فَاَجِدُ التَّمْرَةَ سَاقِطَةً عَلٰی فِرَاشِیْ اَوْ فِیْ بَیْتِیْ فَاَرْفَعُهَا لِاٰكُلَهَا ثُمَّ اَخْشٰی اَنْ تَكُوْنَ صَدَقَةً فَاُلْقِیْهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخدا جب میں اپنے گھر لوٹتا ہوں اور وہاں اپنے گھر میں اپنے بستر پر ایک کھجور پڑی ہوئی دیکھتا ہوں اسے کھانے کے لیے اٹھاتا ہوں پھر اس اندیشہ سے پھینک دیتا ہوں کہ کہیں یہ صدقہ کی نہ ہو

٢٣٧٤ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا وَكِیْعٌ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ تَمْرَةً فَقَالَ لَوْلَا اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَاَكَلْتُهَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور پائی آپ نے فرمایا اگر یہ صدقہ کی نہ ہوتی تو میں کھا لیتا۔

٢٣٧٥ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَیْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ قَالَ نَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِتَمْرَةٍ بِالطَّرِیْقِ فَقَالَ لَوْلَا اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَاَكَلْتُهَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راستے میں ایک کھجور سے گذرے تو آپ نے فرمایا اگر یہ صدقہ کی نہ ہوتی تو میں کھا لیتا۔

٢٣٧٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ تَمْرَةً فَقَالَ لَوْلَا أَنْ تَكُوْنَ صَدَقَةً لَأَكَلْتُهَا.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور پائی اور فرمایا اگر یہ صدقہ کی نہ ہوتی تو میں کھا لیتا۔

٢٣٧٧ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ الضُّبَعِيُّ قَالَ نَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ بْنَ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ حَدَّثَهُ قَالَ اجْتَمَعَ رَبِيعَةُ بْنُ الْحَارِثِ وَالْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَالَا وَاللّٰهِ لَوْ بَعَثْنَا هٰذَيْنِ الْغُلَامَيْنِ قَالَا لِي وَلِلْفَضْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَاهُ فَأَمَّرَهُمَا عَلٰى هٰذِهِ الصَّدَقَاتِ فَأَدَّيَا مَا يُؤَدِّي النَّاسُ وَأَصَابَا مِمَّا يُصِيْبُ النَّاسُ قَالَ فَبَيْنَمَا هُمَا فِي ذٰلِكَ جَاءَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَوَقَفَ عَلَيْهِمَا فَذَكَرَا لَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ عَلِيٌّ لَا تَفْعَلَا فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ بِفَاعِلٍ فَانْتَحَاهُ رَبِيعَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا تَصْنَعُ هٰذَا إِلَّا نَفَاسَةً مِنْكَ عَلَيْنَا فَوَاللّٰهِ لَقَدْ نِلْتَ صِهْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا نَفِسْنَاهُ عَلَيْكَ قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَرْسِلُوْهُمَا فَانْطَلَقَا وَاضْطَجَعَ عَلِيٌّ قَالَ فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ سَبَقْنَاهُ إِلَى الْحُجْرَةِ فَقُمْنَا عِنْدَهَا حَتّٰى جَاءَ فَأَخَذَ بِآذَانِنَا ثُمَّ قَالَ أَخْرِجَا مَا تُصَرِّرَانِ ثُمَّ دَخَلَ وَدَخَلْنَا عَلَيْهِ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ

عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ ربیعہ بن حارث اور عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما جمع ہوئے اور انھوں نے کہا کہ کاش! اگر ہم ان دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیں (ربیعہ نے میرے اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق کہا) اور یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کریں کہ آپ ان دونوں کو زکوٰۃ وصول کرنے پر عامل بنا دیں اور یہ دونوں آپ کو اسی طرح لا کر دیں جس طرح اور لا کر دیتے ہیں اور جو اور لوگوں کو ملتا ہے وہ ان لوگوں کو بھی مل جائے۔ اسی اثناء میں حضرت علی بن ابی طالب بھی آ کر کھڑے ہو گئے انھوں نے حضرت علی سے بھی اس بات کا تذکرہ کیا، حضرت علی نے فرمایا، ایسا مت کرو، آپ اس طرح کرنے والے نہیں ہیں۔ اس پر ربیعہ بن حارث حضرت علی کو برا بھلا کہنے لگے اور کہا کہ خدا کی قسم کہ تم صرف حسد کی بناء پر ایسا کہہ رہے ہو تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف حاصل ہے ہم تو اس بناء پر تم سے حسد نہیں کرتے حضرت علی نے کہا اچھا ان دونوں کو روانہ کر دو، ہم دونوں چلے گئے اور حضرت علی لیٹ گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے تو ہم آپ سے پہلے حجرے میں جا پہنچے اور آپ کے تشریف لانے تک حجرے کے پاس کھڑے رہے۔ آپ تشریف لائے اور ہم دونوں کے کان پکڑے اور فرمایا جو تمہارے دل میں ہے اسے بتلا دو۔ پھر آپ اور ہم حجرے میں گئے۔ اس دن آپ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں تھے۔ ہم نے ایک دوسرے

قَالَ فَتَوَاكَلْنَا الْكَلَامَ ثُمَّ تَكَلَّمَ أَحَدُنَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنْتَ أَبَرُّ النَّاسِ وَأَوْصَلُ النَّاسِ وَقَدْ بَلَغْنَا النِّكَاحَ فَجِئْنَا لِتُؤَمِّرَنَا عَلَى بَعْضِ هٰذِهِ الصَّدَقَاتِ فَنُؤَدِّيَ إِلَيْكَ كَمَا يُؤَدِّي النَّاسُ وَنُصِيبَ كَمَا يُصِيبُونَ قَالَ فَسَكَتَ طَوِيلًا حَتّٰى أَرَدْنَا أَنْ نُكَلِّمَهُ قَالَ وَجَعَلَتْ زَيْنَبُ تُلْمِعُ إِلَيْنَا مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ أَنْ لَا تُكَلِّمَاهُ قَالَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَنْبَغِي لِآلِ مُحَمَّدٍ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ ادْعُوَا لِي مَحْمِيَةَ وَكَانَ عَلَى الْخُمُسِ وَنَوْفَلَ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ فَجَاءَاهُ فَقَالَ لِمَحْمِيَةَ أَنْكِحْ هٰذَا الْغُلَامَ ابْنَتَكَ لِلْفَضْلِ بْنِ الْعَبَّاسِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَأَنْكَحَهُ وَقَالَ لِنَوْفَلِ بْنِ الْحَارِثِ أَنْكِحْ هٰذَا الْغُلَامَ ابْنَتَكَ فَأَنْكَحَنِي وَقَالَ لِمَحْمِيَةَ أَصْدِقْ عَنْهُمَا مِنَ الْخُمُسِ كَذَا وَكَذَا قَالَ الزُّهْرِيُّ وَلَمْ يُسَمِّهِ لِي

سے بات کرنے کو کہا پھر ہم ہی سے ایک نے گفتگو کی اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ سب سے زیادہ احسان اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں اور ہم نکاح کے قابل ہو گئے ہیں، ہم آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ آپ ہمیں ان بعض صدقات پر عامل بنا دیں ہم بھی آپ کو ان وصول کر کے لا کر دیں جیسا کہ اور لوگ لا کر دیتے ہیں اور ہم کو بھی اس میں سے اس طرح حصہ مل جائے جیسا کہ لوگوں کو ملتا ہے۔ ربیعہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کافی دیر تک خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے ارادہ کیا کہ ہم آپ سے اس بارے میں بات کریں اور حضرت زینب ہمیں پردہ کے پیچھے سے بات نہ کرنے کا اشارہ کر رہی تھیں، ربیعہ کہتے ہیں کہ پھر حضور نے فرمایا: آل محمد کو صدقہ استعمال نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ لوگوں کا میل ہوتا ہے، تم محمیہ کو بلاؤ (اور وہ خمس پر مامور تھے) اور نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کو بلاؤ، وہ دونوں آ گئے آپ نے محمیہ سے فرمایا: تم اپنی لڑکی کا نکاح اس لڑکے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے کر دو، انہوں نے (اپنی لڑکی کا) اس سے نکاح کر دیا، اور نوفل بن حارث سے فرمایا اس لڑکے سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دو، انھوں نے (اپنی لڑکی کا) مجھ سے نکاح کر دیا، اور آپ نے محمیہ سے فرمایا ان کو اتنا اتنا مہر خمس سے دیدو۔ زہری کہتے ہیں کہ مجھ سے راوی نے مہر کا بیان نہیں کیا۔

۲۳۷۸- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ الْهَاشِمِيِّ أَنَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ بْنَ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ وَالْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَا لِعَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيعَةَ وَلِلْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا ائْتِيَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ

عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد ربیعہ بن حارث اور حضرت عباس بن عبدالمطلب نے عبدالمطلب بن ربیعہ اور حضرت فضل بن عباس سے کہا کہ تم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ پھر بقیہ حدیث حسب سابق بیان کی اور اس میں یہ زیادتی ہے کہ حضرت علی نے اپنی چادر بچھائی پھر اس پر لیٹ گئے اور فرمایا میں ابوالحسن ہوں اور خدا کی قسم میں اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹوں گا جب تک کہ تمہارے

سَلَّمَ وَسَاقَ الْحَدِیْثَ بِنَحْوِ حَدِیْثِ مَالِكٍ وَقَالَ فِیْهِ فَأَلْقٰى عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ رِدَاءَهٗ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَیْهِ وَقَالَ اَنَا اَبُوْ حَسَنٍ الْقَرْمُ وَاللّٰهِ لَا اَرِیْمُ مَكَانِیْ حَتّٰى یَرْجِعَ اِلَیْكُمَا ابْنَاكُمَا بِحَوْرِ مَا بَعَثْتُمَا بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ فِی الْحَدِیْثِ ثُمَّ قَالَ لَنَا اِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَاتِ اِنَّمَا هِیَ اَوْسَاخُ النَّاسِ وَاِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اَیْضًا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُدْعُوْا لِیْ مَحْمِیَةَ بْنَ جَزْءٍ وَهُوَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ اَسَدٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَهٗ عَلَى الْاَخْمَاسِ.

بیٹے اس بات کا جواب لیکر نہ لوٹیں جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہلا کر بھیجی ہے اور اس حدیث میں یہ بھی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا یہ صدقات لوگوں کے میل ہیں اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے لیے جائز نہیں ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محمیہ بن جزء کو میرے پاس بلا کر لاؤ وہ بنو اسد میں سے ایک ایسے شخص تھے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس وصول کرنے کے لیے عامل مقرر کیا تھا۔

آل رسول کو زکوٰۃ دینے میں مذاہب

ائمہ اربعہ کے نزدیک بنو ہاشم کے لیے زکوٰۃ جائز نہیں ہے، اور بنو مطلب کے بارے میں امام احمد بن حنبل کے دو قول ہیں[1]۔ امام شافعی کے نزدیک بنو مطلب کے لیے بھی زکوٰۃ جائز نہیں[2]۔ امام مالک کے نزدیک بنو مطلب زکوٰۃ لے سکتے ہیں البتہ بعض مالکیہ منع کرتے ہیں[3]۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بنو مطلب کے لیے زکوٰۃ جائز ہے صرف بنو ہاشم کے لیے جائز نہیں اور ان سے بھی آل ابی لہب مستثنیٰ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقطع کر دی ہے[4]۔ بنو ہاشم میں آل علی، آل عباس، آل جعفر، آل عقیل، اور آل حارث بن عبد المطلب شامل ہیں[5]۔ صدقات نافلہ بنو ہاشم کو دینا جائز ہیں، البتہ یہ صدقات ان کو اعزاز اور اکرام سے دینے چاہئیں۔ امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک میں حلال قرار دیا ہے دوسرے میں حرام۔

---

[1] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ٦٢٠ھ، المغنی ج ٢ ص ٢٧٢، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ١٤٠٥ھ۔
[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ، شرح مسلم ج ١ ص ٣٤٣، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ١٣٧٥ھ۔
[3] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ٨٢٨ھ، اکمال اکمال المعلم ج ٣ ص ٢١٢، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
[4] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ، رد المحتار ج ٢ ص ٩٠، مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ استنبول ١٣٢٠ھ۔
[5] ملا نظام الدین متوفی ١١٥٧ھ، عالمگیری ج ١ ص ١٨٩، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ امیریہ بولاق مصر ١٣١٠ھ۔

بَابُ إِبَاحَةِ الْهَدِيَّةِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِبَنِي هَاشِمٍ وَلِبَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَإِنْ كَانَ الْمُهْدِي مَلَكَهَا بِطَرِيقِ الصَّدَقَةِ وَبَيَانِ أَنَّ الصَّدَقَةَ إِذَا قَبَضَهَا الْمُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ زَالَ عَنْهَا وَصْفُ الصَّدَقَةِ وَحَلَّتْ لِكُلِّ أَحَدٍ مِمَّنْ كَانَتِ الصَّدَقَةُ مُحَرَّمَةً عَلَيْهِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے لیے ہدیوں کا جواز

۲۳۷۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ بْنَ السَّبَّاقِ قَالَ إِنَّ جُوَيْرِيَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَقَالَ هَلْ مِنْ طَعَامٍ قَالَتْ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا عِنْدَنَا طَعَامٌ إِلَّا عَظْمٌ مِنْ شَاةٍ أُعْطِيَتْهُ مَوْلَاتِي مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ قَرِّبِيهِ فَقَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پوچھا کچھ کھانا ہے؟ حضرت جویریہ نے کہا: یا رسول اللہ! اس بکری کی ایک ہڈی کے سوا ہمارے پاس اور کچھ نہیں ہے جو میری آزاد کردہ باندی نے اپنے صدقہ سے ہدیہ کی تھی، آپ نے فرمایا اس کو لے آؤ کیونکہ صدقہ اپنی جگہ پہنچ چکا ہے

۲۳۸۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے

۲۳۸۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو کچھ گوشت صدقہ دیا گیا تھا انھوں نے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کیا۔ آپ نے فرمایا یہ گوشت بریرہ کے لیے صدقہ تھا اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اَھْدَتْ بَرِیْرَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَحْمًا تُصُدِّقَ بِہٖ عَلَیْھَا فَقَالَ ھُوَ لَھَا صَدَقَۃٌ وَّلَنَا ھَدِیَّۃٌ۔

۲۳۸۲ - حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا اَبِیْ قَالَ نَا شُعْبَۃُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَ ابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ مُثَنّٰی قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَۃُ عَنِ الْحَکَمِ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِلَحْمِ بَقَرٍ فَقِیْلَ ھٰذَا مَا تُصُدِّقَ بِہٖ عَلٰی بَرِیْرَۃَ فَقَالَ ھُوَ لَھَا صَدَقَۃٌ وَّلَنَا ھَدِیَّۃٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ گائے کا گوشت آیا اور آپ کو بتایا گیا کہ یہ گوشت حضرت بریرہ پر صدقہ کیا گیا تھا آپ نے فرمایا یہ ان کے لیے صدقہ تھا اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

۲۳۸۳ - حَدَّثَنَا زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ نَا ھِشَامُ بْنُ عُرْوَۃَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَتْ فِیْ بَرِیْرَۃَ ثَلٰثُ قَضِیَّاتٍ کَانَ النَّاسُ یَتَصَدَّقُوْنَ عَلَیْھَا وَتُھْدِیْ لَنَا فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ھُوَ عَلَیْھَا صَدَقَۃٌ وَّلَکُمْ ھَدِیَّۃٌ فَکُلُوْہُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ بریرہ میں تین باتیں تھیں لوگ بریرہ پر صدقہ کرتے تھے اور ہمارے لیے وہ ہدیہ ہوتا تھا، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا آپ نے فرمایا یہ اس پر صدقہ ہے اور تمہارے لیے ہدیہ ہے پس تم اس کو کھا لیا کرو۔

۲۳۸۴ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا حُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ عَنْ زَائِدَۃَ عَنْ سِمَاکٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَۃُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ یُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ ذٰلِکَ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح مروی ہے۔

۲۳۸۵۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ رَبِيعَةَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ ذٰلِكَ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ وَهُوَ لَنَا مِنْهَا هَدِيَّةٌ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح مروی ہے مگر اس میں ہے کہ وہ ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

۲۳۸۶۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ خَالِدٍ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ بَعَثَ إِلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ مِنَ الصَّدَقَةِ فَبَعَثْتُ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا مِنْهَا بِشَيْءٍ فَلَمَّا جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عَائِشَةَ قَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ قَالَتْ لَا إِلَّا أَنَّ نُسَيْبَةَ بَعَثَتْ إِلَيْنَا مِنَ الشَّاةِ الَّتِي بَعَثْتُمْ بِهَا إِلَيْهَا قَالَ إِنَّهَا قَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس صدقہ کی ایک بکری بھیجی میں نے اس میں سے کچھ گوشت حضرت عائشہ کے پاس بھیج دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو دریافت فرمایا تمہارے پاس کچھ کھانا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں البتہ نسیبہ (ام عطیہ) نے اس بکری سے کچھ گوشت بھیجا ہے جو آپ نے انہیں دی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اپنی جگہ پہنچ چکی ہے۔

۲۳۸۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَلَّامٍ الْجُمَحِيُّ قَالَ نَا الرَّبِيعُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أُتِيَ بِطَعَامٍ سَأَلَ عَنْهُ فَإِنْ قِيلَ هَدِيَّةٌ أَكَلَ مِنْهَا وَإِنْ قِيلَ صَدَقَةٌ لَمْ يَأْكُلْ مِنْهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کھانا لایا جاتا تو آپ اس کے بارے میں دریافت فرماتے اگر بتایا جاتا کہ یہ ہدیہ ہے تو آپ کھا لیتے اور اگر کہا جاتا کہ یہ صدقہ ہے تو پھر نہ کھاتے۔

شرح حضرت بریرہ کو جو صدقہ دیا گیا تھا وہ بحیثیت صدقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جائز نہ تھا لیکن جب حضرت بریرہ نے وہی مال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کر دیا تو مالک کی تبدیلی سے اس چیز کا حکم تبدیل ہو گیا۔ اور اب آپ کے لیے اس کا استعمال جائز ہو گیا۔ فقہاء نے اس حدیث سے بہت سے مسائل مستنبط کیے ہیں حیلہ اسقاط میں جب ایک ہی رقم کو بار بار مختلف لوگ مختلف اشخاص کو دے دیتے ہیں تو اس میں بھی تعدد آ جاتا ہے۔ مساجد اور مدارس میں اسی حیلہ سے زکوٰۃ کی رقم لگائی جا سکتی ہے۔ مثلاً ایک شخص اپنی زکوٰۃ کی رقم کسی مستحق کو دیدے تو وہ شخص اسی رقم کو اپنی طرف سے مسجد یا مدرسہ کو ہدیۃً دے سکتا ہے اور مسجد یا مدرسہ میں وہی رقم لگائی جا سکتی ہے۔

بَابُ الدُّعَاءِ لِمَنْ اَتٰى بِصَدَقَتِهٖ

صدقہ لانے والے کو دعا دینا

۲۳۸۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ يَحْيَى اَنَا وَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ اَبِي اَوْفٰى ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا اَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ اَبِي اَوْفٰى قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ قَالَ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ فَاَتَاهُ اَبِي اَبُو اَوْفٰى بِصَدَقَتِهٖ فَقَالَ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ اَبِي اَوْفٰى۔

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی جماعت صدقہ لے کر آتی تو آپ فرماتے اے اللہ ان پر صلوٰۃ (رحمت) نازل فرما جب میرے والد ابو اوفی صدقہ لے کر آئے تو آپ نے دعا کی اے اللہ ابو اوفی کی اولاد پر صلوٰۃ نازل فرما۔

۲۳۸۹ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ صَلِّ عَلَيْهِمْ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اور اس میں صَلِّ عَلَيْهِمْ ہے۔

غیر انبیاء پر استقلالاً صلوٰۃ پڑھنے میں مذاہب ائمہ

انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی شخص پر لفظ صلوٰۃ کے ساتھ استقلالاً دعا کرنے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل اس کو جائز قرار دیتے ہیں اور امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی، امام مالک اور جمہور علماء اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں اس لیے یہ کہنا جائز نہیں ہے اللّٰهم صل علی آل ابی بکر یا اللّٰهم صل علی آل عمر، البتہ یوں کہا جا سکتا ہے اللّٰهم صل علی النبی وعلی آلہ وعلی آل ابی بکر وعمر۔[1]

علامہ نووی جمہور کی طرف سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عرف میں لفظ صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہو گیا ہے اگرچہ معنی کے اعتبار سے یہ دعا ہر مسلمان کے ساتھ جائز ہے۔ جیسا کہ عزوجل کا کلمہ عرف میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے ہر چند کہ معنی کے اعتبار سے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی جائز ہے کیونکہ آپ بھی عزیز و جلیل ہیں اس کے باوجود محمد عزوجل نہیں کہا جاتا، اسی طرح مثلاً ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں کہا جاتا۔ البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم کہنا حرام ہے۔ یا مکروہ تنزیہی ہے صحیح یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے۔ اصحاب شافعیہ میں سے شیخ محمد الجوینی نے کہا ہے کہ لفظ سلام بھی صلوٰۃ کے حکم میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کا اکٹھا ذکر کیا ہے اس لیے انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی اور کے لیے لفظ سلام نہیں کہنا چاہیے۔

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۹۵ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

اور نہ غائب کے سامنے کہنا چاہیے کہ فلاں علیہم السلام نے یہ بات کہی، البتہ زندہ اور فوت شدہ کو اس کے ساتھ خطاب کرنا مثلاً السلام علیکم کہنا سنت ہے۔[۱]

جو لوگ غیر نبی پر استقلالاً صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے کے قائل ہیں وہ اس حدیث میں (اللّٰھم صل علی آل ابی اوفٰی) سے استدلال کرتے ہیں۔ علامہ نووی وغیرہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے اور آپ اپنا حق کسی دوسرے کو دے سکتے ہیں ہمارے لیے جائز نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے جہاں بالعموم صلوات کا لفظ استعمال کیا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اسی طرح صل علیہم ہیں بھی حضور کے ساتھ تخصیص ہے۔

غیر انبیاء کے لیے استقلالاً لفظ صلوٰۃ استعمال نہ کرنے کے دلائل

غیر انبیاء کے لیے لفظ صلوٰۃ استعمال نہ کرنے پر جو دلائل دیے جاتے ہیں ہم ان کی تلخیص، تحقیق اور توضیح کے ساتھ پیش کر رہے ہیں:

(۱)۔ امام عبد الرزاق اور امام ابن ابی شیبہ اپنی اسانید کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں

عن ابن عباس قال: لا ینبغی الصلوٰۃ علی احد الا علی النبیین قال سفیان یکرہ ان یصلی الا علی نبی۔[۲]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کہ نبیوں کے سوا کسی شخص پر صلوٰۃ نہیں بھیجنی چاہیے۔ سفیان نے کہا نبی کے سوا کسی اور پر صلوٰۃ مکروہ ہے

عن ابن عباس قال ما اعلم الصلوٰۃ تنبغی من احد علی احد الا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم[۳]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا کسی اور پر صلوٰۃ کا مجھے علم نہیں ہے

(۲)۔ قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے اہل بدعت اور روافض کا عقیدہ ہے کہ ائمہ اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مساوی ہیں اور اسی بدعقیدگی کی بناء پر وہ ائمہ اہل بیت پر صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں اور جو کام کسی بدعقیدہ فرقہ کی بدعقیدگی کی بناء پر ہو اس کی مخالفت واجب ہے۔[۴]

ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں یہ اہل بدعت کا شعار ہے اس لیے اس کی مخالفت واجب ہے[۵]

(۳)۔ ابن قیم جوزیہ نے نقل کیا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر غیر نبی پر صلوٰۃ بھیجی جاتی تو سلف صالحین ان پر صلوٰۃ بھیجتے۔[۶]

(۴)۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے عرف میں صلوٰۃ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہو چکی ہے جیسا کہ

---

[۱]۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۴۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

[۲]۔ امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۲۱۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ۔

[۳]۔ امام ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۵۱۹، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ۔

[۴]۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ج ۲ ص ۷۰، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان۔

[۵]۔ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء ج ۳ ص ۵۱۰ علی ہامش نسیم الریاض مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[۶]۔ علامہ محمد بن ابو بکر ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، جلاء الافہام ص ۲۰۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، پاکستان۔

عرف میں عزوجل اور تبارک وتعالیٰ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہو گیا اس بنا پر محمد عزوجل نہیں کہا جاتا حالانکہ آپ عزیز و جلیل ہیں اسی طرح غیر نبی کے لیے علیہ السلاۃ نہیں کہا جائے گا۔ لہ

(۵)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا" (نور: ۶۳) "رسول کے لیے ایسی دعا نہ کرو جیسی آپس میں ایک دوسرے کے لیے دعا کرتے ہو" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص دعا ہونی چاہیے اور یہ اسی وقت ہوگا جب علیہ الصلوٰۃ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال کیا جائے۔ اگر عام افراد امت کے لیے بھی علیہ الصلوٰۃ کا لفظ استعمال کیا گیا تو آپ کے لیے خاص دعا نہ ہوگا۔ یہ استدلال قاضی عیاض مالکی نے کیا ہے۔ لے

(۶)۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق اور خواص بیان فرمائے کہ آپ کی ازواج کے ساتھ امت کا نکاح حرام ہے اور جو عورت اپنے آپ کو حضور کے لیے ہبہ کر دے آپ اس سے نکاح کر سکتے ہیں اور جو شخص آپ کو ایذا دے اس پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے، اس کے بعد آپ پر صلوٰۃ وسلام کا حکم بیان فرمایا اس سیاق وسباق سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ وسلام بھی آپ کے خواص اور حقوق میں سے ہے اور اس میں عام افراد امت شریک نہیں ہیں۔

(۷)۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے دنیا میں سلام مشروع کیا، اور مرنے کے بعد استغفار اور رحمت کی دعا مشروع کی لہٰذا دعا عام مسلمانوں کا حق ہے اور صلوٰۃ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی لیے نماز جنازہ میں میت کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کی جاتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھی جاتی ہے، یوں نہیں کیا جاتا کہ میت پر صلوٰۃ ہو اور آپ کے لیے استغفار کیا جائے بلکہ ہر ایک کے لیے اس کے مقام اور حق کے مطابق کلمات کہے جاتے ہیں نیز صلوٰۃ وسلام میں جو تعظیم وتکریم کا معنی متضمن ہے وہ سرکار ہی کے مناسب ہے اور عام افراد امت کے حال کے لائق یہی ہے کہ ان کے لیے استغفار کیا جائے۔

(۸)۔ مسلمانوں کو عذاب سے نجات، مغفرت اور رحمت کی دعاؤں کی شدید ضرورت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دعاؤں کی احتیاج نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی آپ کی مغفرت اور سرخروئی کا اعلان کر دیا ہے:
لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر (فتح: ۲) "اللہ تعالیٰ نے آپ کی مغفرت فرما دی ہے" یوم لا یخزی اللہ النبی (تحریم: ۸) "اللہ تعالیٰ روز حشر نبی کو شرمندہ نہیں کرے گا" عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا (اسراء: ۷۹) "عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا" ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ (ضحیٰ: ۵) "اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اس قدر دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے" اس لیے آپ پر صلوٰۃ صرف آپ کی تعظیم وتکریم اور مراتب اور درجات میں ترقی کے لیے ہوتی ہے اور اس میں بھی آپ ہماری صلوٰۃ کے محتاج نہیں

لہ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۴۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔
لے۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ج ۲ ص ۶۷ مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان۔

"آپ کا ہر بعد والا مرتبہ پچھلے ہیں وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ (الضحیٰ: ۴) مرتبہ سے بڑھ کر ہوتا ہے۔" اور اللہ تعالیٰ نے امت کو جو آپ پر صلوٰۃ بھیجنے کا حکم دیا وہ محض آپ کی تحیت و تشریف اور تعظیم و تکریم کے لیے ہے اور اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ امت آپ کی تعظیم و توقیر کر کے اجر و ثواب پا سکے اور یہ حکم دینا امت مسلمہ پر اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے۔ برخلاف عام مسلمانوں کے کیونکہ انہیں تعظیم و تکریم کے کلمات کے بجائے استغفار اور طلب رحمت کی دعاؤں کی ضرورت ہے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ عام مسلمانوں کے لیے صلوٰۃ کے ساتھ دعا نہیں کرنی چاہیے۔ علاوہ ازیں اگر نبی کے علاوہ دوسروں کے لیے صلوٰۃ بھیجی جائے تو یا سب پر بھیجی جائے گی یا بعض پر۔ بعض کی تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے اور اگر سب پر بھیجی جائے تو مثلاً چور، ڈاکو اور شرابی اور زانی کے لیے بھی کہا جائے گا اللھم صل علیہ۔ حالانکہ یہ بالکل غیر معقول ہے بلکہ ناجائز اور حرام ہے کیونکہ فاسق کی تعظیم شرعاً حرام ہے اس کے حال کے مناسب یہی ہے کہ زندگی میں اس کے لیے توفیق توبہ اور ہدایت اور مرنے کے بعد استغفار اور طلب رحمت کی دعائیں کی جائیں۔

مذکور الصدر دلائل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صلوٰۃ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حق اور آپ کی خصوصیت ہے اور غیر نبی کے لیے اس کا استعمال خلاف ادب اور کراہت سے خالی نہیں۔

غیر نبی کے لیے صلوٰۃ بھیجنے والوں کے شبہات اور ان کے جوابات

امام احمد بن حنبل اور بعض دیگر علماء غیر نبی پر صلوٰۃ بھیجنے کے قائل ہیں ان کے شبہات اور جوابات حسب ذیل ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم۔ (التوبہ … ۱۰۳) "مسلمانوں کے اموال سے زکوٰۃ وصول کیجیے جو ان کو (گناہوں سے) پاک کرے اور ان کا تزکیہ کرے اور ان پر صلوٰۃ بھیجیے۔" اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں سے زکوٰۃ وصول کرنے اور ان پر صلوٰۃ بھیجنے کا حکم ہے اور آپ کے بعد امراء اور حکام اس حکم کے مخاطب ہیں کہ وہ مسلمانوں سے زکوٰۃ وصول کر کے ان پر صلوٰۃ بھیجیں جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ پر صلوٰۃ بھیجتے تھے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی قوم صدقہ لے کر آتی تو آپ فرماتے: اللھم صل علیٰ آل فلاں اور جب میرے والد صدقہ لے کر آئے تو آپ نے فرمایا: اللھم صل علیٰ آل ابی اوفیٰ[ا] ـــــــ

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ پر صلوٰۃ بھیجنا محل نزاع سے خارج ہے کیونکہ گفتگو اس میں ہے کہ آیا ہمارے لیے یہ جائز ہے کہ ہم غیر نبی کو صلوٰۃ بھیجیں یا نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا حق اپنی شان رحمۃ للعالمین سے کسی کو عطا کر دیں تو یہ آپ کی خصوصیت ہے جیسا کہ آپ نے ان لوگوں کو معاف کر دیا جنہوں نے آپ کو ایذا دی اور آپ کی شان میں گستاخی کی لیکن امت پر واجب ہے کہ ایسے لوگوں کو سزا دے اور اللہ تعالیٰ کا فضل

ا۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔

علیہم۔ فرمانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے نیز یہ صلوٰۃ صرف طلب رحمت کے معنی میں ہے اور امت کا صلی اللہ علیہ وسلم یا اللھم صل علیہ۔ کہنا ایک ایسی تعظیم و توقیر کا شعار بن گیا ہے جو صرف انبیاء علیہم السلام کے شایانِ شان ہے۔

(۲)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ھو الذی یصلی علیکم و ملائکتہ (احزاب: ۴۳) "وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے تم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں" نیز فرمایا اولئک علیھم صلوات من ربھم و رحمۃ (بقرہ: ۱۵۷) "ان صبر کرنے والوں پر ہی اللہ تعالیٰ کی صلوات اور رحمت نازل ہوتی ہے" وجہ استدلال بالکل واضح ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کا صلوٰۃ بھیجنا محل نزاع سے خارج ہے کیونکہ گفتگو اس میں ہے کہ کیا امت کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ غیر نبی پر صلوٰۃ بھیجے؟ نیز اللہ تعالیٰ اور فرشتے نہ مکلف ہیں نہ ان کے افعال پر بندوں کے افعال کا قیاس جائز ہے اللہ تعالیٰ جس بندے کو چاہے مار دیتا ہے۔ فرشتے روح قبض کر لیتے ہیں کیا اس پر قیاس کر کے بندوں کا کسی کو مار دینا جائز ہوگا؟ نیز اللہ تعالیٰ اور فرشتے جو صلوٰۃ بھیجتے ہیں وہ صرف نزول رحمت کے معنی میں ہے جبکہ بندوں کا صلوٰۃ کہنا ایک خاص تعظیم و توقیر کا شعار ہے۔

(۳)۔ جعفر بن محمد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر کے پاس آئے درآں حالیکہ حضرت عمر کفن میں لپٹے ہوئے تھے انہوں نے حضرت عمر سے خطاب کر کے کہا صلی اللہ علیک ما احد القی اللہ بصحیفتہ احب الی من ھذا المسجی بینکم۔[1] "اللہ تعالیٰ تم پر صلوٰۃ نازل کرے جو لوگ اپنے نامۂ اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے ان سب سے زیادہ مجھے وہ محبوب ہے جو تمہارے درمیان کفن میں لپٹا ہوا ہے"۔

جواب:۔ یہ حدیث محمد بن سعد نے جعفر بن محمد سے روایت کی ہے۔ اولاً تو اس کی سند میں بعض اصحابنا کے عنوان سے ایک مجہول راوی ہے اس کی سند یہ ہے:

حدثنا محمد بن سعد قال: اخبرنا بعض اصحابنا عن سفیان بن عیینۃ انہ سمع منہ ھذا الحدیث عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جابر بن عبد اللہ قال و قال لما انتھی الیہ علی قال لہ: صلی اللہ علیک ما احد ...۔[2] ثانیاً اس حدیث سے پہلے محمد بن سعد واقدی نے سفیان بن عیینہ سے جعفر بن محمد کی روایت ذکر کی ہے اور وہ بھی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ پورا قول مذکور ہے لیکن صلی اللہ علیک کے الفاظ نہیں ہیں۔ محمد بن سعد نے اس کے علاوہ جعفر بن محمد کی پانچ روایات ذکر کی ہیں اور کسی میں صلی اللہ علیک کے الفاظ نہیں ہیں۔ ثالثاً یہ مجہول روایت حضرت ابن عباس کی اس روایت کے خلاف ہے جو سند صحیح سے مروی ہے جس میں آپ نے فرمایا نبی کے

---

[1] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ طبقات کبریٰ ج ۳ ص ۳۶۹ مطبوعہ دار صادر بیروت۔

[2]

علاوہ اور کسی پر صلوٰۃ نہیں بھیجنی چاہیے۔ دالبتہ اس مجہول روایت سے بھی زیادہ سے زیادہ جواز مفہوم ہوتا ہے اور یہ کراہت کے خلاف نہیں ہے اور جمہور کا موقف یہ ہے کہ غیر نبی کے لیے استقلالاً صلوٰۃ مکروہ ہے۔ اسی طرح کچھ اور ضعیف روایات سے بھی حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا غیر نبی پر صلوٰۃ پڑھنا ثابت ہے اور یہی جوابات ان میں جاری ہو جائیں گے۔

اس مسئلہ میں فریقین کے دلائل ذکر کرنے کے بعد ہم غیر نبی پر صلوٰۃ اور سلام کے بارے میں مستند علماء کی آراء پیش کر رہے ہیں۔

غیر نبی پر صلوٰۃ اور سلام کے مسئلہ میں علماء کی آراء

مالکی المذہب علماء میں سے قاضی عیاض اس مسئلہ میں لکھتے ہیں:
یحییٰ بن اسحاق کی مبسوط میں ہے: امام مالک نے فرمایا: میں غیر انبیاء پر صلوٰۃ کو مکروہ قرار دیتا ہوں اور (صلوٰۃ پڑھنے کے سلسلے میں) ہم کو جو حکم دیا گیا ہے ہمیں اس سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے [1]

شافعی المذہب علماء میں سے علامہ نووی لکھتے ہیں:
امام مالک، امام شافعی، اور اکثرین کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے غیر پر استقلالاً صلوٰۃ نہ بھیجی جائے اس لیے اللھم صل علی ابی بکر یا صل علی عمر نہ کہا جائے البتہ تبعاً صلوٰۃ بھیجی جا سکتی ہے لہٰذا یوں کہا جا سکتا ہے اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد واصحابہ وازواجہ وذریتہ۔ جس طرح احادیث میں وارد ہے (اس کے بعد طویل بحث کر کے فرمایا) صحیح یہ ہے کہ غیر نبی کے لیے صلوٰۃ بھیجنا ترک ادب اور مکروہ تنزیہی ہے اور شیخ ابو محمد جوینی نے کہا ہے کہ فقط سلام بھی صلوٰۃ کے حکم میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ اور سلام کا ایک ساتھ ذکر فرمایا ہے اور سلام صرف زندوں اور مردوں کو بطور خطاب کرنا چاہیے اس لیے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا جائے اور ابو بکر علیہ السلام یا عمر علیہ السلام نہیں کہنا چاہیے [2]

علامہ نووی نے کتاب الاذکار میں بھی اس مسئلہ پر گفتگو کی ہے [3]۔

حنفی المذہب علماء میں سے علامہ خفاجی لکھتے ہیں:
صحیح یہ ہے کہ غیر انبیاء پر صلوٰۃ بھیجنا مکروہ تنزیہی ہے، مکروہ تحریمی نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلوٰۃ اس طرح خاص ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ عزوجل خاص ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صلوٰۃ کی طرح آپ کے ساتھ سلام بھی خاص ہے اس لیے آپ کے علاوہ کسی کو علیہ السلام بھی نہ کہا جائے جیسا کہ فقہاء نے تصریح کی ہے۔ اس لیے وہ بھی مکروہ تنزیہی ہے [4]۔

---

[1] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ج ۲ ص ۶۵ مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان
[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۷۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ
[3] ؍؍ ؍؍ کتاب الاذکار ص ۱۰۸، مطبوعہ مصطفی البابی ومصر، الطبع [illegible]
[4] علامہ شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض ج ۳ ص ۵۱۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

علامہ آلوسی اس مسئلہ پر طویل بحث کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں:

لقانی نے شرح جوہرہ میں امام جوینی سے نقل کرکے کہا: انبیاء علیہم السلام کے غیر کے لیے تنہا سلام نہ بھیجا جائے۔ اس لیے علی علیہ السلام کی جگہ علی رضی اللہ عنہ کہا جائے اور یہ حکم مخاطب کے علاوہ زندوں اور مردوں میں برابر ہے اور حاضر اور مخاطب کو السلام علیک کہے۔ لقانی نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ پر اجماع ہے لیکن یہ بات محل اعتراض ہے۔

در منثور میں ہے کہ سلام، صلوٰۃ کی طرح ہے سو اس صورت کے جب حاضر یا غائب کی تحیت اور تعظیم مقصود ہو اور بعض علماء نے یہ فرق کیا ہے کہ سلام ہر مومن کے حق میں مشروع ہے بخلاف صلوٰۃ کے لیکن یہ بات مدعا کے خلاف ہے اس لیے مقبول نہیں ہے اور السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اول تو وہ خاص مورد ہے ثانیاً وہ سلام بالتبع ہے اور ہماری گفتگو سلام بالاستقلال میں ہے اور بعض علماء نے یہ تحقیق کی ہے کہ جو سلام زندہ اور مردہ کو شامل ہے یہ وہ سلام ہے جس سے تحیت اور تعظیم کا قصد کیا جاتا ہے جیسے ملاقات یا زیارت قبر کے وقت سلام کیا جاتا ہے جو وجوباً جواب کا مستحق ہوتا ہے خواہ وجوب فرضی ہو یا وجوب کفائی، اور جس سلام کے ساتھ دعا مقصود ہوتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے سلامتی کا قصد ہو یہ وہ ہے جو امت کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص ہے لہٰذا آپ کے غیر پر یہ سلام صرف تبعاً کیا جا سکتا ہے۔ علامہ تقی الدین سبکی نے شفاء الغرام میں اسی طرف اشارہ کیا ہے اور اب علیہ السلام علیہ الصلوٰۃ کے حکم میں ہوگا یعنی علیہ السلام من اللہ تعالیٰ، اور سلام میں وہی تعظیم ملحوظ ہوگی جو صلوٰۃ میں ہوتی ہے۔[۵]

حرف مدعا غیر نبی پر صلوٰۃ اور سلام کی بحث میں ہم نے جو دلائل ذکر کیے اور جو عبارات نقل کی ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غیر نبی پر صلوٰۃ بھیجنا مکروہ تنزیہی ہے اور غیر نبی پر سلام بھیجنے کی ممانعت اس سے کم درجہ کی ہے اور اس کو زیادہ سے زیادہ خلاف اولیٰ کہا جا سکتا ہے ہم نے اس مسئلہ پر اس لیے تفصیل سے گفتگو کی ہے کہ ہم نے عام طور پر لوگوں کو دیکھا کہ وہ اس مسئلہ میں جانبین سے غلو اور تشدد کرتے ہیں اور دونوں جانب سے لوگ دلائل سے خالی ہوتے ہیں اس لیے ہم نے مناسب سمجھا کہ اس موضوع پر تفصیلی دلائل پیش کر دیے جائیں۔ —— واللہ الموفق۔

باب ۳۰۹ ارضاء السَّاعِي مَا لَمْ يَطْلُبْ حَرَامًا — زکوٰۃ وصول کرنے والے کو راضی رکھنا

۲۳۹۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ اَنَا هُشَيْمٌ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ وَاَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ وَابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ وَعَبْدُ الْاَعْلٰى كُلُّهُمْ عَنْ دَاوُدَ

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے پاس زکوٰۃ وصول کرنے والا آئے تو اسے تمہارے پاس سے راضی ہو کر جانا چاہیے۔

۵۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی جز ۲۲ ص ۸۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا دَاوُدُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاكُمُ الْمُصَدِّقُ فَلْيَصْدُرْ عَنْكُمْ وَهُوَ عَنْكُمْ رَاضٍ۔

تشریح اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ عاملین کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا چاہیے تاکہ مسلمانوں میں خلفشار نہ ہو لیکن اگر عاملین حد سے تجاوز کریں تو اس میں ان کی موافقت نہ کی جائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے حق کے مطابق سوال کیا اسے دیا جائے اور جس نے حق سے زیادہ مانگا اسے نہ دیا جائے (بخاری)

۳۰ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ کو شرح صحیح مسلم کی زیر تصنیف جلد ثانی مکمل ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول عام اور بقاء دوام عطا فرمائے اور اس کے کلمات میں تاثیر عمل پیدا کرے اور شرح صحیح مسلم کی باقی جلدوں کو بھی مکمل کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وسلسلۃ ملتہ واولیاء امتہ اجمعین۔

مسجد میں نماز جنازہ کے متعلق ضمیمہ

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ بلاکراہت جائز ہے۔ [1]

فقہاء احناف کے نزدیک مسجد میں جنازہ رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا بالاتفاق مکروہ ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شیء لہ۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مسجد میں (رکھے ہوئے) جنازہ پر نماز پڑھی اس کے لیے کچھ نہیں ہے۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ، امام عبدالرزاق، امام ابن ابی شیبہ اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی، علامہ ابن ہمام نے کراہت تنزیہی کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہ افضل اور اولیٰ کا خلاف ہے، یعنی مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا بھی مباح ہے لیکن افضل یہ ہے کہ خارج مسجد نماز جنازہ پڑھی جائے [7]، علامہ شامی نے بھی کراہت تنزیہی کو ترجیح دی ہے۔ [8]

ہمارے نزدیک علامہ ابن ہمام کا قول راجح ہے کیونکہ مکروہ تحریمی وہ کام ہوتا ہے جس کے ارتکاب پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی عذاب کی وعید سنائی ہو اور مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے پر آپ نے کسی عذاب کی وعید نہیں سنائی بلکہ یہ فرمایا ہے اس شخص کو اجر نہیں ملے گا دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہوتا تو بعد میں صحابہ کرام مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھتے حالانکہ بعد میں ان کا مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا احادیث اور آثار سے ثابت ہے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ھشام بن عروۃ قال رای ابی الناس یخرجون من المسجد لیصلوا علی جنازۃ فقال ما یصنع ھؤلاء؟ ما صلی علی ابی بکر

ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے نماز جنازہ پڑھنے کے لیے لوگوں کو مسجد سے جاتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کہا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ حضرت ابوبکر

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۹۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۵۲۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[5] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۳ ص ۳۶۵، ۳۶۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[6] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۴ ص ۵۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[7] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۹۱۔ ۹۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[8] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۸۲۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

الا فی المسجد ۔[۱]

رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد ہی میں پڑھی گئی تھی۔

عن ابن عمر قال صلی علی عمر فی المسجد ۔[۲]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی گئی تھی۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ[۳] اور امام محمد نے بھی روایت کیا ہے۔[۴]

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ صلی علیہ فی المسجد وصلی علیہ صہیب ۔[۵]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی گئی تھی اور حضرت صہیب نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن المطلب بن عبد اللہ بن حنطب قال صلی علی ابی بکر وعمر تجاہ المنبر ۔[۶]

مطلب بن عبداللہ بن حنطب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ منبر کے سامنے پڑھی گئی۔

ان احادیث سے یہ واضح ہوگیا کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی نہیں ہے، ورنہ حضرات صحابہ کرام مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھتے۔ کتب ظاہر الروایۃ میں سے صرف جامع صغیر میں یہ مسئلہ مذکور ہے، امام محمد لکھتے ہیں:

وتکرہ الصلوٰۃ علی الجنازۃ فی المسجد ۔[۷]

مسجد میں نماز جنازہ مکروہ ہے۔

کتب ظاہر الروایۃ میں یہ تفصیل اور تصریح نہیں ہے کہ اگر جنازہ مسجد کے باہر ہو اور نمازی مسجد کے اندر ہوں تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس لیے مشائخ احناف کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

وعندنا اذا کانت الجنازۃ خارج المسجد لم یکرہ ان یصلی الناس علیہا فی المسجد انما الکراھۃ فی ادخال الجنازۃ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم

جب جنازہ مسجد سے باہر ہو تو ہمارے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے، کراہت صرف میت کو مسجد کے اندر داخل کرنے میں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچوں اور پاگلوں

---

[۱] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۵۲۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[۲] " " " " المصنف ج ۳ ص ۵۲۶،

[۳] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۳ ص ۳۶۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[۴] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، مؤطا امام محمد ص ۱۶۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[۵] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۴ ص ۵۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[۶] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۳ ص ۳۶۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[۷] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، الجامع الصغیر ص ۹۵، ۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی

فاذا کان الصبی ینھی عن المسجد فالمیت اولی۔ [1]

کو اپنی مسجدوں سے دور رکھو، سو جب بچوں کو مسجد سے دور رکھا جائے گا تو میت کو مسجد سے دور رکھنا اولیٰ ہے۔

علامہ سید طحطاوی لکھتے ہیں:

وکلام شمس الائمۃ السرخسی یفید ان ھذا ھو المذھب حیث قال وعندنا ان کانت الجنازۃ خارج المسجد لم یکرہ ان یصلی علیھا فی المسجد۔ [2]

شمس الائمہ سرخسی کی عبارت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ احناف کا مذہب یہی ہے، کیونکہ انھوں نے کہا کہ اگر جنازہ مسجد سے باہر ہو تو ہمارے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

علامہ محمود بابرتی حنفی لکھتے ہیں:

وعندنا اذا کانت الجنازۃ خارج المسجد لم یکرہ ان یصلی الناس علیھا فی المسجد۔ [3]

جب جنازہ مسجد سے باہر ہو تو ہمارے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

علامہ عالم بن العلاء انصاری اندریتی لکھتے ہیں:

وقال الشافعی لا تکرہ وعن ابی یوسف روایتان فی روایۃ کما قال الشافعی وفی روایۃ اذا کانت الجنازۃ خارج المسجد والامام والقوم فی المسجد فانہ لا یکرہ۔ [4]

امام شافعی نے کہا مسجد میں نماز جنازہ مکروہ نہیں ہے، امام ابو یوسف سے دو روایتیں ہیں، ایک روایت امام شافعی کے قول کے مطابق ہے اور ایک روایت میں ہے، جب جنازہ مسجد سے باہر ہو اور امام اور قوم مسجد میں ہوں تو پھر مسجد میں نماز جنازہ مکروہ نہیں ہے۔

خلاصۃ الفتاویٰ میں یہ اختیار کیا گیا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ مطلقاً مکروہ ہے خواہ جنازہ مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر۔ [5] فتح القدیر، درمختار، شامی، عالم گیری اور البحر الرائق میں خلاصۃ الفتاویٰ کی اتباع میں اسی قول کو مختار قرار دیا گیا ہے، اس کے برخلاف طحطاوی، محیط اور عنایہ میں شمس الائمہ سرخسی کے اس قول کو اختیار کیا گیا ہے کہ جب جنازہ مسجد سے باہر ہو تو پھر مسجد میں نماز جنازہ مکروہ نہیں ہے۔

علامہ خوارزمی لکھتے ہیں:

اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے: من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شیء لہ۔ اس حدیث میں ظرف (فی المسجد) کا تعلق اگر صلی کے ساتھ کیا جائے تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مطلقاً مکروہ ہوگا اور اگر ظرف کو جنازہ کی

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲ ص ۶۸، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۲۰، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

[3] علامہ محمد بن محمود بابرتی ۷۸۶ھ، عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[4] علامہ عالم بن العلاء انصاری اندریتی دہلوی متوفی ۷۸۶ھ، فتاویٰ تاتارخانیہ ج ۲ ص ۱۸۹، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۱۱ھ

[5] علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاری، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۲۳-۲۲۲، مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

صفت بنایا جائے تو پھر صرف اس وقت مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہوگا جب جنازہ مسجد میں رکھا ہوا ہو، دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر کراہت کی علت یہ ہو کہ مسجد کو صرف فرض نمازیں پڑھنے کے لیے بنایا گیا ہے تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے اور اگر کراہت کی علت یہ ہو کہ مسجد میں نجاست کے متلوث ہونے کا خدشہ ہے تو جب جنازہ مسجد سے باہر ہو تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں ہوگا، شمس الائمہ نے مبسوط میں اسی طرف میلان کیا ہے۔ ؎۱

علامہ ابراہیم حلبی لکھتے ہیں:

واعلم ان لفظ حديث ابي هريرة محتمل لكل من الكراهة في هذه الصورة وعدمها فان الجار والمجرور ان تعلق بالفعل اقتضى الكراهة وان تعلق بصفة النكرة لم يقتضها وكذا تعليلهم للكراهة بكون المسجد لم يبن لها يقتضي الكراهة وتعليلهم بخوف التلويث يقتضي عدمها والى عدمها مال في المبسوط وفي المحيط وعليه العمل وهو المختار۔ ؎۲

حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں دونوں احتمال ہیں اگر ظرف کا تعلق مصلّی کے ساتھ ہو تو مسجد میں نماز جنازہ مطلقاً مکروہ ہے، اور اگر ظرف جنازہ کی صفت ہو تو مسجد سے باہر رکھے ہوئے جنازہ پر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے، اسی طرح اگر کراہت کی علت یہ ہو کہ مسجد کو اس لیے بنایا نہیں گیا تو پھر اس صورت میں بھی مکروہ ہے، اور اگر کراہت کی علت تلویث نجاست کا خدشہ ہو تو پھر اس صورت میں نماز جنازہ مکروہ نہیں ہے، مبسوط میں اسی طرف میلان ہے اور محیط میں ہے کہ اسی پر عمل ہے اور یہی مختار ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

جب ہم کراہت کی علت تلویث مسجد کا خدشہ قرار دیں تو جب جنازہ خارج مسجد ہو تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، خواہ جنازہ کے ساتھ کچھ لوگ ہوں یا نہ ہوں، (ح) شرح المنیۃ میں ہے کہ مبسوط اور محیط کا اسی طرف میلان ہے اور اسی پر عمل ہے اور یہی مختار ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بلکہ غایت البیان اور عنایہ میں مذکور ہے کہ اس صورت میں بالاتفاق کراہت نہیں ہے (بالاتفاق کراہت اس وقت نہیں ہے جب جنازہ اور کچھ لوگ مسجد سے خارج ہوں اور جب صرف جنازہ مسجد سے خارج ہو تو اس صورت میں مشائخ کا اختلاف ہے، عنایہ میں اسی طرح لکھا ہے، علامہ شامی کو نقل میں تسامح ہوا ہے، سعیدی غفرلہ) البحر الرائق نے اس کو رد کر دیا ہے اور النہر الفائق میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ بالاتفاق کراہت اس وقت نہیں ہے جب کچھ نمازی اور جنازہ خارج مسجد ہوں، کراہت کی جو یہ علت بیان کی گئی ہے کہ مسجد کو صرف فرض نمازوں کے لیے بنایا گیا ہے، اس میں یہ اشکال ہے کہ جنازہ کی نماز پڑھنا میت کے لیے دعا ہے اور اللہ کا ذکر ہے اور دعا اور ذکر ان امور سے ہے جن کے لیے مسجد کو بنایا گیا ہے، ورنہ مسجد میں نماز استسقاء اور نماز کسوف اور دیگر دعاؤں کی بھی ممانعت ہونی چاہیے۔ ؎۳

؎۱۔ علامہ جلال الدین خوارزمی کفایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۹۱-۹۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

؎۲۔ علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی ص ۴۲۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

؎۳۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۸۲۸-۸۲۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

علامہ شامی کی رائے یہ ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ مطلقاً مکروہ ہے اور حدیث شریف "من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شئ لہ" میں ظرف جنازہ کی صفت نہیں ہے بلکہ "صلی" کے متعلق ہے اس پر انہوں نے یہ دلیل قائم کی ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ اگر فعل کا مفعول میں کوئی ظاہر اثر نہ ہو جیسے علم اور ذکر تو مفعول مکان کے ساتھ مشروط نہیں ہوتا جیسے ان شتمت زیدا فی المسجد، کیونکہ شتم کا معنی ہے مشتوم کا برائی کے ساتھ ذکر کرنا، خواہ مشتوم مسجد میں ہو یا نہ ہو، زندہ ہو یا مردہ، اسی طرح ذکر میں بھی مفعول (یعنی مذکور) مکان کے ساتھ مشروط نہیں ہوتا، اور اگر مفعول میں فاعل کے فعل کا ظاہر اثر ہو جیسے ضرب اور قتل تو مفعول مکان کے ساتھ مشروط ہوتا ہے، مثلاً من ذبح شاۃ فی المسجد یا من رمی صیدا فی الحرم یہاں حکم اس وقت لگے گا جب بکری کو مسجد میں ذبح کرے یا جب حرم میں شکار کو تیر مارے۔ اور میت پر نماز پڑھنا ایک ایسا فعل ہے جس کا مفعول پر (یعنی میت پر) کوئی ظاہر اثر نہیں ہے، یہ فعل صرف نماز پڑھنے والے کے ساتھ قائم ہے اس لیے من صلی علی میت فی مسجد یہ تقاضا کرتا ہے کہ صرف نمازی مسجد میں ہو خواہ جنازہ مسجد میں ہو یا نہ ہو، لہٰذا اس حدیث کے الفاظ سے یہ ثابت ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے خواہ جنازہ مسجد میں ہو یا نہ ہو، اور یہی ظاہر الروایہ کے اطلاق کے بھی مناسب ہے، یہ میری منفرد تحقیق ہے جو اللہ تعالیٰ نے صرف مجھ پر منکشف کی ہے[1]

ہماری تحقیق یہ ہے کہ اس حدیث میں فی المسجد جنازہ کی صفت ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ کا بیان کردہ قاعدہ، قاعدہ کلیہ نہیں ہے، کیونکہ بعض اوقات فعل کا مفعول میں کوئی ظاہر اثر نہ ہو پھر بھی مفعول مکان کے ساتھ مشروط ہوتا ہے، مثلاً اس قول میں من صلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند قبرہ المکرم فیحل لہ شفاعتہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قول میں بھی فعل "صلی" ہے جس کا مفعول میں ظاہر اثر نہیں ہے اور اس قول میں مفعول مکان کے ساتھ مشروط ہے کیونکہ ہر جگہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنے کے لیے حصول شفاعت کی نوید نہیں ہے، البتہ آپ کی قبر مبارک کی زیارت کرنے پر چونکہ حصول شفاعت کی بشارت ہے اس لیے آپ کی قبر مبارک کے پاس آپ پر صلوٰۃ پڑھنا آپ کی شفاعت کے حصول کو مستلزم ہے۔ نیز حدیث شریف میں ہے:

من زارنی بالمدینۃ محتسبا کنت لہ شفیعا وشہیدا[2]

جس شخص نے میری مدینہ میں محض ثواب کی نیت سے زیارت کی، میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

زیارت کرنا بھی ایک ایسا فعل ہے جس کا مفعول میں ظاہر اثر نہیں ہے، اس کے باوجود یہاں پر مفعول مکان یعنی مدینہ منورہ کے ساتھ مشروط ہے، اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے:

من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا

جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر صلوٰۃ پڑھتا ہے، میں اس کو (خصوصیت سے) سنتا ہوں، اور جو شخص دور

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۸۲۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ تقی الدین سبکی، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام ص ۳۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور

البلختہ [1] سے مجھ پر صلوٰۃ پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

اس حدیث میں بھی فعل کا مفعول میں ظاہر اثر نہیں ہے اور مفعول اس حکم میں مکان یعنی قبر انور کے ساتھ مشروط ہے۔
ہم نے جو مثالیں پیش کی ہیں ان میں سے وہی ہیں فعل مطلقاً ہے جس کے متعلق علامہ شامی نے یہ فرمایا تھا کہ اس فعل کا مفعول میں ظاہر اثر نہیں ہوتا اور اس کا مفعول مکان کے ساتھ مشروط نہیں ہوتا اور ہم نے ان تینوں مثالوں میں مفعول کا مکان کے ساتھ مشروط ہونا واضح کر دیا ہے۔ وللہ الحمد علی ذلک۔ سو اس قاعدہ مخترعہ کی کلیت باطل کرنے کے بعد ہم یہ کہتے ہیں کہ حدیث "من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شیء لہ۔" میں ظرف (فی المسجد) اگرچہ عقلی طور پر فعل اور مفعول دونوں کے ساتھ متعلق ہو سکتا ہے لیکن چونکہ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سہل بن بیضاء کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی گئی اور شمس الائمہ سرخسی، علامہ ابن ہمام اور دیگر فقہاء احناف نے ان احادیث میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ یہ جنازے مسجد سے باہر رکھے گئے تھے، اور نماز جنازہ مسجد میں پڑھی گئی تھی، اور اس صورت میں کوئی کراہت نہیں ہے، اس لیے یہ ظرف، مفعول یعنی جنازہ کی صفت ہے اور کراہت کا حکم جنازہ کے مسجد میں ہونے کے ساتھ مشروط ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ کراہت کی صحیح علت تلویث مسجد ہے اور اس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ ظرف مفعول کے ساتھ متعلق ہو، تیسری وجہ یہ ہے کہ امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے جیسا کہ ہم نے "تاتارخانیہ" سے نقل کیا ہے اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ نماز جنازہ تو دعا، ثنا اور ذکر الٰہی ہے تو مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مطلقاً مکروہ کیسے ہو گا؟

علامہ شامی نے فرمایا کہ ظرف کا فعل کے ساتھ متعلق ہونا اطلاق کراہت کو ظاہر کرتا ہے اور یہی ظاہر الروایۃ کے مناسب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جامع صغیر کی عبارت ہے: "وتکرہ الصلاۃ علی الجنازۃ فی المسجد" اور اس عبارت میں بھی فی المسجد، جنازے کی صفت ہے، یعنی مسجد میں رکھے ہوئے جنازے پر نماز پڑھنا مکروہ ہے، اس لیے ظاہر الروایۃ میں بھی یہ نہیں ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ مطلقاً مکروہ ہے۔ علامہ سرخسی نے اس کی تشریح میں لکھا ہے کہ جب جنازہ مسجد سے باہر ہو تو ہمارے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ مکروہ نہیں ہے اور علامہ سید طحطاوی نے لکھا ہے کہ علامہ سرخسی کا اس کو "ہمارے نزدیک" سے تعبیر کرنا یہ واضح کرتا ہے کہ یہی ہمارا مذہب ہے، سو یہی مذہب ہے اور یہی قول مختار ہے نہ کہ مطلقاً کراہت۔

ہر چند کہ علامہ شامی کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے خواہ جنازہ مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر لیکن ان کے نزدیک یہ کراہت تنزیہی ہے اور کراہت تنزیہی بھی اس وقت ہے جب بلا عذر مسجد میں نماز جنازہ پڑھی جائے اور اگر عذر ہو تو ان کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا (یعنی جنازہ کو مسجد میں رکھ کر نماز پڑھنا) اصلاً مکروہ نہیں ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں۔

مسجد میں نماز جنازہ بلا عذر مکروہ ہے اور اگر عذر ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے، بعض عذر یہ ہیں: بارش، اور

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۵۹۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

یا جس کا حق نماز پڑھانا ہو اس کا معتکف ہونا اور بالتبع دیگر نمازیوں کا معتکف ہونا۔ (الی قولہ) ہاں بعض جگہ مسجد سے باہر سڑک پر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے اور اس سے اکثر نمازیوں کی نماز کا فاسد ہونا لازم آتا ہے۔ کیونکہ عموماً سڑکیں نجس ہوتی ہیں اور نمازی اپنی نجس جوتیاں نہیں اتارتے اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سڑک پر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور جب کسی معاملہ میں تنگی ہو تو اس میں وسعت کی جاتی ہے اس لئے علامہ ابن ہمام کی تحقیق کے مطابق مسجد میں نماز جنازہ کے مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ کا فتویٰ دینا چاہیے اور یہ مکروہ تنزیہی اس وقت ہے جب عذر ہو ورنہ اصلاً کراہت نہیں ہے۔ [۱]

ہمارے ہاں جو لوگ مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھتے وہ سڑک پر نماز جنازہ پڑھتے ہیں حالانکہ اس صورت میں علامہ شامی کے نزدیک مسجد میں جنازہ رکھ کر بھی نماز جنازہ پڑھنا اصلاً مکروہ نہیں ہے تو جنازہ کو مسجد سے باہر رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا بطریق اولیٰ بلاکراہت جائز ہوگا۔

ہماری تحقیق یہ ہے کہ نماز جنازہ کا اصل اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ جنازہ گاہ میں نماز جنازہ پڑھی جائے لیکن اگر تمام رشتہ داروں، محلہ داروں اور مسجد کے تمام نمازیوں کا جنازہ گاہ میں جانا لوگوں کی اپنی اپنی مصروفیات کی وجہ سے مشکل ہو جیسا کہ اکثر ہوتا ہے، خیال رہے کہ فقہاء نے سڑک پر نماز جنازہ پڑھنے کو بھی مکروہ لکھا ہے۔ ردالمحتار ج ۱ ص ۸۲۹ مطبوعہ استنبول) تو ایسی صورت میں جنازہ کو مسجد سے باہر رکھ کر نماز پڑھ لی جائے تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ لوگوں کو مسئلہ بتاتے وقت لوگوں کی آسانی اور سہولت کو ہمیشہ نظر رکھنا چاہیے اور اگر کسی مسئلہ میں دو قول ہوں تو اس قول کو اختیار کرنا چاہیے جس کی وجہ سے لوگ حرج میں مبتلا نہ ہوں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج (مائدہ: ۶)	اللہ تعالیٰ تم کو تنگی میں مبتلا کرنے کا ارادہ نہیں کرتا۔
وما جعل علیکم فی الدین من حرج (حج: ۷۸)	اللہ تعالیٰ نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں کی۔
یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (بقرہ: ۱۸۵)	اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور وہ تم کو مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

بشروا ولا تنفروا ویسروا ولا تعسروا۔ [۲]	لوگوں کو خوشخبری دو اور ان کو متنفر نہ کرو اور ان کے لیے آسانی کرو اور ان کو مشکل اور دشواری میں نہ ڈالو۔

سو قرآن اور سنت کا منشاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے عمل اور فقہاء احناف کے مذہب اور قول مختار کے مطابق ——— جنازہ کو مسجد سے باہر رکھ کر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا بلاکراہت جائز ہے، دین کے احکام پر عمل کرنے میں شریعت کی دی ہوئی آسانی اور سہولت کو پہنچانے کے لیے میں نے ذہنی مشقت اٹھا کر یہ طویل تحقیق کی۔ وما توفیقی الا باللہ وان اجری الا علی اللہ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین افضل المرسلین شفیع المذنبین وعلی الہ واصحابہ وازواجہ وامتہ اجمعین۔

---

[۱] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۸۲۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[۲] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مراجع اور مآخذ

۱- قرآن مجید

احادیث

۲- صحیح بخاری۔ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ

۳- صحیح مسلم۔ 〃 〃 ۱۳۷۵ھ، امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ

۴- جامع ترمذی۔ 〃 نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔

۵- سنن ابو داؤد۔ 〃 مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ

۶- سنن نسائی۔ 〃 نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام عبد الرحمٰن نسائی متوفی ۳۰۳ھ۔

۷- سنن ابن ماجہ۔ 〃 〃 〃 〃 امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ۔

۸- صحیح ابن خزیمہ۔ 〃 مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۵ھ، امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ۔

۹- موطا امام مالک۔ 〃 مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ۔

۱۰- موطا امام محمد۔ 〃 نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ

۱۱- کتاب الآثار۔ 〃 ادارۃ القرآن کراچی، امام 〃 〃

۱۲- 〃 〃 مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ

۱۳- مسند دارمی۔ 〃 مطبع نظامی کانپور، ۱۲۹۳ھ۔ امام عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ

۱۴- مسند امام اعظم۔ 〃 محمد سعید اینڈ سنز کراچی۔ امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ

۱۵- مسند احمد بن حنبل۔ 〃 مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ۔

۱۶- مصنف عبد الرزاق 〃 مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۲ھ امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ۔

۱۷- مصنف ابن ابی شیبہ 〃 ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ امام ابو بکر عبد اللہ بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ

۱۸- سنن سعید بن منصور 〃 مجلس علمی بیروت۔ امام سعید بن منصور۔

۱۹- سنن دار قطنی، 〃 نشر السنۃ ملتان۔ امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ۔

۲۰۔ سنن کبریٰ، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ۔
۲۱۔ خصائص کبریٰ " مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔
۲۲۔ مجمع الزوائد " المکتبۃ القدسی دار الکتب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ، حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ۔
۲۳۔ المستدرک " دائرۃ المعارف العثمانیہ دکن ۱۳۳۴ھ، امام محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ۔
۲۴۔ الجوہر النقی " نشر السنۃ ملتان علامہ علاء الدین ترکمانی متوفی ۸۴۵ھ
۲۵۔ شمائل ترمذی " نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ
۲۶۔ نصب الرایہ " مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ، حافظ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ھ
۲۷۔ مشکوٰۃ " اصح المطابع دہلی۔ ، شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ
۲۸۔ کشف الاستار عن زوائد البزار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۰۴ھ، حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ۔
۲۹۔ شرح معانی الآثار، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۰ھ، امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ

تفاسیر

۳۰۔ احکام القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ، علامہ ابو بکر جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ
۳۱۔ تفسیر کبیر، " دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ، امام فخر الدین رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ
۳۲۔ الجامع لاحکام القرآن مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ، علامہ ابو عبد اللہ مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ
۳۳۔ تفسیر خازن مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور، علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ
۳۴۔ عنایت القاضی مطبوعہ دار صادر بیروت، علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی، ۱۰۶۹ھ۔
۳۵۔ تفسیر ابو سعود علی ہامش الکبیر مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ، علامہ ابو السعود حنفی متوفی ۹۸۲ھ۔
۳۶۔ تفسیر روح البیان مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ۔
۳۷۔ تفسیر مظہری، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ
۳۸۔ تفسیر عزیزی " مطبع فاروقی دہلی، شاہ عبد العزیز متوفی ۱۲۳۹ھ
۳۹۔ تفسیر روح المعانی " دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ
۴۰۔ مدارک التنزیل مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور، علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ۔
۴۱۔ البحر المحیط، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ، علامہ ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ۔
۴۲۔ احکام القرآن، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، علامہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی متوفی ۵۴۳ھ۔
۴۳۔ تفسیر فتح البیان " مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر ۱۳۰۱ھ، نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ
۴۴۔ حاشیۃ القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور، شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ۔
۴۵۔ بیان القرآن " " " " " شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ
۴۶۔ خزائن العرفان " مکتبہ رضویہ کراچی، صدر الافاضل محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ۔

۴۷ معارف القرآن » ادارۃ المعارف کراچی ۱۳۹۰ھ ، مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ ۔

علوم قرآن

۴۸ البرہان فی علوم القرآن ، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۔ علامہ بدرالدین محمد بن عبداللہ زرکشی متوفی ۷۹۴ھ ۔
۴۹ الاتقان فی علوم القرآن ، سہیل اکیڈمی لاہور ۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ ۔

شرح الحدیث

۵۰ تحقیق الکواکب الدراری شرح البخاری مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ ، علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ ۔
۵۱ عمدۃ القاری مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ ، علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ ۔
۵۲ فتح الباری ، » دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ ، علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ ۔
۵۳ ارشاد الساری » مطبع میمنہ مصر ۱۳۰۶ھ علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ ۔
۵۴ فیض الباری » مطبع حجازی مصر ۱۳۵۷ھ شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ
۵۵ تفہیم البخاری » مکتبہ نبویہ رضویہ فیصل آباد ، مولانا غلام رسول رضوی ۔
۵۶ شرح مسلم للنووی » نور محمد اصح المطابع کراچی ، ۱۳۷۵ھ ، علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ ۔
۵۷ اکمال اکمال المعلم » دارالکتب العلمیہ بیروت ، علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ
۵۸ مکمل اکمال المعلم » » » علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ
۵۹ السراج الوہاج » مطبع صدیقی بھوپال ۱۳۰۲ھ نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ
۶۰ فتح الملہم » مکتبۃ الحجاز کراچی شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ ۔
۶۱ تحفۃ الاحوذی » نشر السنۃ ملتان شیخ عبدالرحمٰن مبارکپوری متوفی ۱۳۵۲ھ ۔
۶۲ بذل المجہود » مکتبہ قاسمیہ ملتان شیخ خلیل احمد سہارنپوری متوفی ۱۳۴۲ھ
۶۳ تمہید شرح موطا » مکتبہ قدوسیہ لاہور ۱۴۰۴ھ حافظ ابو عمر ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ
۶۴ شرح الموطا » المطبعۃ الخیریہ مصر علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ ۔
۶۵ مرقات » مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۲ھ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ ۔
۶۶ اشعۃ اللمعات » ، مطبع تیج کمار لکھنؤ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ ۔

اسماء رجال

۶۷ تاریخ بغداد مطبوعہ مکتبہ سلفیہ ، مدینہ منورہ ، حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ
۶۸ تہذیب التہذیب مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۲۶ھ ، حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۶۹ لسان المیزان ، مطبوعہ دائرۃ المعارف ۱۳۳۰ھ ، حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ ۔

۷۰ خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخ صفی الدین احمد بن عبد اللہ خزرجی
۷۱ المقاصد الحسنۃ، مطبوعہ مکتبۃ الخانجی مصر، ۱۳۷۵ھ، ابوالخیر شمس الدین سخاوی متوفی ۹۰۲ھ۔
۷۲ التعلیق المغنی، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ محمد شمس الحق عظیم آبادی۔

لغات

۷۳ المفردات مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران ۱۳۴۲ھ، علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ
۷۴ نہایہ ″ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران ۱۳۶۴ھ علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ۔
۷۵ تہذیب الاسماء واللغات مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ یحییٰ بن شرف نواوی ۶۷۶ھ۔
۷۶ لسان العرب مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران ۱۴۰۵ھ۔ علامہ جلال الدین ابن منظور مصری متوفی ۷۱۱ھ۔
۷۷ قاموس، مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنو۔ علامہ مجد الدین فیروز آبادی۔
۷۸ المنجد، مطبوعہ، دار الاشاعت کراچی، ۱۹۷۵ع، لوئیس معلوف الیسوعی۔
۷۹ مجمع بحار الانوار مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنو۔ علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ
۸۰ لغات الحدیث مطبوعہ مطبع نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔ شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۳۸ھ۔

فضائل و سیرت

۸۱ شفاء، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان، قاضی عیاض بن موسیٰ متوفی ۵۴۴ھ
۸۲ نسیم الریاض مطبوعہ دار الفکر بیروت علامہ شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ
۸۳ شرح الشفاء، مطبوعہ ″ ″ ملا علی قاری ہروی متوفی ۱۰۱۴ھ۔
۸۴ جلاء الافہام ″ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد علامہ شمس الدین ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ۔
۸۵ وفاء الوفاء ″ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۴ھ علامہ علی ابن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ۔
۸۶ سعادت الدارین علامہ یوسف نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ۔
۸۷ کتاب الاذکار، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ
۸۸ الصارم المسلول، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ ابوالعباس تقی الدین ابن تیمیہ حرانی متوفی ۷۲۸ھ۔
۸۹ لواقح الانوار القدسیہ مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، علامہ عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ
۹۰ مدارج النبوت مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
۹۱ الوفاء باحوال المصطفیٰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ عبد الرحمٰن ابن جوزی متوفی ۵۹۶ھ۔
۹۲ زاد المعاد مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۶۹ھ علامہ ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ۔
۹۳ شرح المواہب اللدنیہ مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ محمد عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ،
۹۴ البدایہ والنہایہ مطبوعہ دار الفکر بیروت حافظ ابوالفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ

۹۵ السان العیون مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر ۱۳۸۴ھ، علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ۔

۹۶ الطبقات الکبریٰ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۳۸۸ھ، امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ۔

۹۷ الاستیعاب مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ، حافظ ابو عمرو ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ۔

۹۸ اصابہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ

۹۹ اسد الغابہ مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان طہران، علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ

۱۰۰ تاریخ الیعقوبی مطبوعہ مرکز انتشارات علمی ایران۔ شیخ احمد بن ابی یعقوب متوفی ۲۷۸ھ۔

۱۰۱ الاکمال فی اسماء الرجال مطبوعہ اصح المطابع دہلی، شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ۔

فقہ حنفی

۱۰۲ مبسوط (کتاب الاصل) مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ۔

۱۰۳ شرح سیر کبیر مطبوعہ المکتبۃ للثورۃ الاسلامیہ افغانستان ۱۴۰۵ھ، علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ۔

۱۰۴ مبسوط (شرح الکافی) مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۰ھ، " " "

۱۰۵ فتاویٰ قاضی خان مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ۔

۱۰۶ فتاویٰ النوازل مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ علامہ ابو اللیث سمرقندی متوفی ۳۷۳ھ۔

۱۰۷ بدائع الصنائع مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ۔

۱۰۸ ہدایہ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ۔

۱۰۹ عنایہ، مطبوعہ " " " " علامہ محمد بن محمد بابرتی متوفی ۷۸۶ھ

۱۱۰ بنایہ، مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ، علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔

۱۱۱ کفایہ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر علامہ جلال الدین خوارزمی۔

۱۱۲ فتح القدیر مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ۔

۱۱۳ البحر الرائق مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ۔

۱۱۴ منحۃ الخالق مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ۔

۱۱۵ تبیین الحقائق مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ۔

۱۱۶ حاشیۃ الشلبی علی التبیین مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔ علامہ شلبی۔

۱۱۷ در مختار، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ، علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ۔

۱۱۸ رد المحتار " " " " " علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ۔

۱۱۹ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۵ھ، علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ۔

۱۲۰ مراقی الفلاح، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۵۶ھ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ۔

۱۲۱ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۵۶ھ، علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ۔

۱۲۲ غنیۃ المستملی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی — علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی ۹۵۶ھ

۱۲۳ صغیری ″ ″ ″ ″ — ″ ″ ″ ″ ″

۱۲۴ درر الاحکام فی شرح غرر الحکام — ملا خسرو متوفی ۸۸۵ھ

۱۲۵ حاشیۃ الدرر والغرر — مولانا عبد الحلیم

۱۲۶ جامع الرموز مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ایران، ۱۴۰۱ھ — علامہ محمد خراسانی القہستانی متوفی ۹۶۲ھ

۱۲۷ الجوہرۃ النیرۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان — علامہ ابوبکر بن علی حداد متوفی ۸۰۰ھ

۱۲۸ عالمگیری، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ — ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ

۱۲۹ بزازیہ، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ — علامہ محمد بن شہاب ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ

۱۳۰ رسائل ابن عابدین مطبوعہ سہیل اکیڈمی ملتان ۱۳۹۶ھ — علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ

۱۳۱ العقود الدریۃ مطبوعہ ″ ″ — ″ ″ ″

۱۳۲ تقریرات رافعی مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، ۱۴۰۴ھ — شیخ عبد القادر رافعی مفتی الدیار المصریہ

۱۳۳ فتاوی عبد الحی ″ ″ ″ — مولانا عبد الحی لکھنوی، متوفی ۱۳۰۴ھ

۱۳۴ فتاوی رضویہ، مطبوعہ سُنی دار الاشاعت فیصل آباد، — اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ

۱۳۵ الزبدۃ الزکیہ، مطبوعہ محبوب المطابع دہلی، — ″ ″ ″

۱۳۶ بہار شریعت، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی، — مولانا امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ،

۱۳۷ فتاوی رشیدیہ، مطبوعہ محمد سعید اینڈ کمپنی کراچی۔ — شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ۔

۱۳۸ فتاوی دار العلوم دیو بند، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی، — شیخ عزیز الرحمان و مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ

۱۳۹ انسانی اعضاء کی پیوند کاری، مطبوعہ مجلس تحقیق حاضرہ کراچی — مفتی محمد شفیع، متوفی ۱۳۹۶ھ

۱۴۰ پراویڈنٹ فنڈ پر سود اور زکوٰۃ کا مسئلہ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی، — ″ ″ ″ ″

۱۴۱ اوزان شرعیہ مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی، — ″ ″

۱۴۲ رسائل و مسائل، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، — سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ

۱۴۳ ا۔ اے ذیلدار پارک (اردو مجالس سید مودودی) مطبوعہ البدر پبلیکیشنز، ۱۹۷۵ء — سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ

فقہ شافعی

۱۴۴ کتاب الأم، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۳ھ، — امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ

۱۴۵ المہذب، مطبوعہ دار الفکر بیروت — شیخ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ

۱۴۶ شرح المہذب ″ ″ ″ — علامہ یحییٰ بن شرف متوفی ۶۷۶ھ

۱۴۷ فتح العزیز شرح الوجیز، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔ — علامہ ابو القاسم محمد رافعی متوفی ۶۲۳ھ

۱۴۸ مغنی المحتاج، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، — علامہ محمد قزوینی الخطیب من قرن العاشر

۱۴۹ اتحاف سادات المتقین مطبوعہ مطبع میمنہ ۱۳۱۱ھ علامہ سید محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ۔

فقہ مالکی

۱۵۰ بدایۃ المجتہد مطبوعہ دارالفکر بیروت۔ قاضی ابوالولید ابن رشد اندلسی متوفی ۵۹۵ھ

فقہ حنبلی

۱۵۱ المغنی، مطبوعہ دارالفکر بیروت، علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ۔

فقہ ظاہری

۱۵۲ المحلی، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر ۱۳۴۹ھ شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی متوفی ۴۰۵ھ
۱۵۳ مسک الختام نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ۔

فقہ جعفری

۱۵۴ توضیح المسائل مطبوعہ سازمان تبلیغ اسلامی ایران ۱۴۰۲ھ، شیخ روح اللہ خمینی

مذاہب اربعہ

۱۵۵ نیل الاوطار، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ مصر ۱۳۹۸ھ، شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ۔
۱۵۶ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ مطبوعہ دارالفکر بیروت، علامہ عبدالرحمان الجزیری
۱۵۷ میزان الشریعۃ الکبریٰ، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۵۹ھ، علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۰۳ھ

عقائد و کلام

۱۵۸ شرح عقائد نسفی مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۳ھ
۱۵۹ شرح مواقف، مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ۔ میر سید شریف متوفی ۸۱۶ھ۔
۱۶۰ شرح فقہ اکبر، " مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۰۵ھ، ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۱۶۱ حاشیۃ الخیالی " حاجی عبدالحکیم اینڈ سنز پشاور، علامہ شمس الدین خیالی۔
۱۶۲ المنقذ من الضلال، " ہیئۃ الاوقاف لاہور، ۱۴۰۵ھ، علامہ محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ
۱۶۳ الیواقیت والجواہر، " مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۷۸ھ، علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۰۳ھ
۱۶۴ ہدیۃ المہدی، مطبوعہ مجتبائی پریس دہلی، ۱۳۲۵ھ، شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۴۸ھ،

متفرقات

نمبر	کتاب	مصنف
۱۶۵	الصواعق المحرقہ مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ ۱۳۸۵ھ۔	علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ،
۱۶۶	کتاب التعریفات، انتشارات ناصر خسرو، ایران،	میر سید شریف متوفی ۸۱۶ھ،
۱۶۷	الجامع اللطیف	محمد جار اللہ متوفی ۹۸۵ھ،
۱۶۸	فتاویٰ حدیثیہ مطبوعہ، مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ، مصر ۱۳۵۶ھ،	علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ
۱۶۹	سباحۃ الفکر	مولانا عبدالحئی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ،
۱۷۰	الکبریت الاحمر، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی و اولادہ، مصر ۱۳۷۸ھ،	علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ
۱۷۱	الحاوی للفتاویٰ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد،	علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ
۱۷۲	الاعتصام، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت،	علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی متوفی ۷۹۰ھ،
۱۷۳	بوادر نوادر، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۶۲ء	شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ،
۱۷۴	براہین قاطعہ مطبوعہ مطبع بلالی ساڈھورہ	شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ۱۳۴۶ھ
۱۷۵	اسلام اور موسیقی، مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۶۸ء	شاہ محمد جعفر پھلواروی
۱۷۶	المہند علی المفند مطبوعہ کتب خانہ دیوبند۔	شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ۱۳۴۶ھ،
۱۷۷	دو اسلام، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز۔	ڈاکٹر غلام جیلانی برق۔
۱۷۸	مکتوبات امام ربانی، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۹۷۰ء،	حضرت مجدد الف ثانی متوفی ۱۰۳۴ھ۔
۱۷۹	الفتاویٰ الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ، القاہرہ ۱۴۰۰ھ۔	
۱۸۰	احسن الفتاویٰ، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی ۱۴۰۰ھ،	مفتی رشید احمد کراچی۔
۱۸۱	الابریز من کلام سیدی عبد العزیز دباغ مطبوعہ مصطفےٰ البابی واولادہ مصر،	سیدی احمد بن عبد المبارک۔